

تفسیر مدارک

پا (اُردو)

مدارک التزیل وحقائق التأویل

جلد سوم

مؤلف

الشیخ ابوالبرکات عبدالنور ابن احمد بن محمود النعمانی

مترجم

استاذ تفسیر الحدیث مولانا شمس الدین ظہیر

مکتبۃ العلم

۱۸- اردو بازار لاہور، پاکستان
فون: 37231788 , 37211788

تفسیر مدارک للنسفی اُردو

مدارک التَّزْوِيلِ وَحَقَائِقِ التَّأْوِيلِ

جلد سوم

از پارہ 21 تا 30

تألیف:

أَبِي الْبِرْكَاتِ عِبْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدٍ النَّسْفِيِّ

(ت ۷۱۰ھ)

رَاجِعَهُ وَقَدَّرَهُ

مُحَمَّدُ الدِّينُ دَيْبُ مَسْتَوِي

مترجم

مَقْفَعَهُ وَخَرَّجَ أَحَادِيثَهُ

يُوسُفُ عَلِيُّ بَدْيَوِي

استاذ تفسیر الحدیث مولانا شمس الدین نڈلہ

فقہ حنفی کی مشہور تفسیر کا مستند اُردو ترجمہ جس میں الفاظ قرآنی کی لغوی و شرعی تشریح کی گئی ہے۔ ہر آیت کے بارے میں قرآن کرم کے اقوال عربی ضرب الامثال کا ذکر، ملحدین کے اعتراضات کے جوابات اور احکام قرآنی کا فقہی استنباط اور متقدمین کے اقوال سے استدلال ہے۔

۱۸- اردو بازار لاہور پاکستان
Ph: 37211788 - 37231788

مکتبۃ المسلم

جملہ حقوق ملکیت بحق ناشر محفوظ ہیں۔
کاپی رائٹ رجسٹریشن نمبر

نام کتاب تفسیر مدارک للنسفی اردو

تالیف: الشیخ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمد النسفی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم اُستاد تفسیر الحدیث مولانا شمس الدین غلام

ناشر خالد مقبول

مطبع آر آر پرنٹرز

ملنے کے پتے

❖ مکتبہ رحمانیہ اقرام سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔ 37224228



❖ مکتبہ بیوم اسلامیہ اقب سنٹر غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔ 37221395



❖ مکتبہ جویریہ ۱۸- اردو بازار، لاہور، پاکستان۔ 37211788

استدعا

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کتابت،
طباعت، تصحیح اور جلد سازی میں پوری پوری احتیاط کی گئی ہے۔
بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی نظر آئے یا صفحات درست نہ ہوں تو ازراہ
کرم مطلع فرمادیں۔ ان شاء اللہ ازالہ کیا جائے گا۔ نشاندہی کے لئے ہم بے حد شکر
گزار ہوں گے۔
(ادارہ)

فہرست

- قول حسن رضی اللہ عنہ -----
- تین ذخیرے والے (ایک قول یہ ہے) -----
- دلائل قدرت ----- ۴۷
- وہ بندوں کے صلاح و فساد کے اسباب سے واقف ہے ---
- اعتراض دلیل ----- ۴۸
- اقرار توحید نفی شرک میں ہے -----
- حقارت دنیا -----
- ایک قول یہ ہے ----- ۵۰
- دوسرا قول -----
- مفتی کی سزا جہنم -----
- علم کی کوشش والوں کو عمل کی راہ بتلائیں گے ----- ۵۱
- قول ابو عمرو -----
- قول دارانی -----
- ایک قول یہ ہے -----
- ایک اور قول -----
- قول فضیل رضی اللہ عنہ -----
- قول عطاء رضی اللہ عنہ ----- ۵۲
- قول ابن عباس رضی اللہ عنہما -----
- قول جنید رضی اللہ عنہ -----
- غلبہ روم کی عظیم پیشگوئی ----- ۵۳
- ایک قول ----- ۵۴
- قول قتادہ رحمہ اللہ -----
- ایک قول ----- ۵۵
- نماز برائی سے روک ----- ۳۷
- ایک قول -----
- قول ابن عوف -----
- قول حسن رحمہ اللہ -----
- قول ابن عباس رضی اللہ عنہما ----- ۳۸
- قول ابن عطاء رضی اللہ عنہ -----
- قول سلمان رضی اللہ عنہ -----
- قول عائشہ رضی اللہ عنہا -----
- ظلموا کی مراد ----- ۳۹
- ایک قول یہ ہے -----
- قول علیہ السلام -----
- قرآن تمام کتب کا مصدق ہے ----- ۴۰
- آپ نے کوئی کتاب نہیں پڑھی ----- ۴۱
- قول مجاہد و شععی رحمہ اللہ علیہما -----
- ایک کافی نشانی ----- ۴۲
- باطل پر ایمان لانے والے -----
- روایت میں ہے ----- ۴۳
- اجل مقررہ کیا ہے؟ -----
- عما کا قول ----- ۴۴
- قول بہل رضی اللہ عنہ ----- ۴۵
- فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے -----
- شان نزول آیت نمبر: ۶۰ ----- ۴۶
- ہر جاندار اپنا رزق ساتھ لئے پھرتا ہے -----

سورۃ الشرح

۳۰

- ہوگا ----- " ۵۶
- دلیل قدرت ----- ۷۶
- تسلی رسول اللہ ﷺ ----- ۷۸
- دلیل قدرت بال سے بارش نکالنا ----- "
- اعادہ مقدمات میں ابتداء کی طرح ہے ----- ۷۹
- ایک قول ----- ۸۰
- مایوس و ناشکرے بھی بن گئے ----- "
- ان پر ایمان کی طمع ترک کر دیں ----- ۸۱
- ناتوانی سے جوانی دی ----- ۸۲
- قیامت کو ساعت کہنے کی وجہ ----- "
- قلت وقت ----- ۸۳
- علم کی مراد ----- "
- ضد میں لوگوں کا حال ----- ۸۴
- تسلی رسول ﷺ ----- ۸۵

سُورَةُ الْقَمَرِ ﴿۳۱﴾

- ایمان والوں کی صفات ----- ۸۶
- اسلام سے غافل کرنے والی سزا ----- ۸۷
- فائدہ اضافت ----- ۸۸
- تدبر سے اعراض ----- "
- دلائل قدرت ----- ۸۹
- مخلوق خدا کے سامنے ان کے مخلوق پیش کرو اپنے مبعودوں کو " -----
- حضرت لقمان رضی اللہ عنہ کے نصائح ----- ۹۱
- شرک سے گریز کرو ----- ۹۲
- ماپ باپ کی خدمت کرو ----- "
- اللہ تعالیٰ کے حق میں والدین کی مداخلت جائز نہیں ----- ۹۳
- نصائح لقمان رضی اللہ عنہ اور حقوق عباد ----- ۹۴
- چال میں میانہ روی ----- ۹۵
- قول عائشہ رضی اللہ عنہا کی تاویل ----- ۹۶

- دل کی حکمتوں پر غور ----- ۵۶
- حکمت بالغہ بنایا ----- ۵۷
- مؤمن کا اکرام ہوگا ----- ۶۰
- پانچوں نمازیں ----- "
- ان آیات کا عظیم ثواب ----- ۶۱
- دلائل قدرت انسانی تخلیق ----- ۶۳
- ازواج کا پیدا کرنا ----- "
- قول حسن رحمہ اللہ ----- "
- تخلیق ارض و سماء اختلاف رنگ ----- "
- رات کی نیند ----- ۶۳
- مسلک جمہور ----- "
- بادل کا پانی اتارنا ----- "
- آسمان و زمین کا قیام ----- ۶۵
- تمام اس کی غلامی کے فقر ----- "
- معبدی وہی اور معبد بھی وہی ----- "
- قول ابو عبیدہ و زجاج و قتادہ رحمہم اللہ ----- ۶۶
- سب سے بلند ترین وصف وحدانیت ----- "
- قول ابن عباس رضی اللہ عنہما ----- "
- دین پر استقامت اختیار کرو ----- ۶۸
- توحید اور دین اسلام کے قابل پیدا کیا، اسے مت بدلو ----- "
- قول زجاج رحمہ اللہ ----- ۶۹
- کیا شرک کی دلیل ہے ----- ۷۰
- تنگ دستی و بد حالی گناہوں سے ہے ----- ۷۱
- افعال لازمہ کا تذکرہ ----- ۷۲
- سود مال کو گھٹاتا اور زکوٰۃ بڑھاتی ہے ----- ۷۳
- قول زجاج رضی اللہ عنہ ----- "
- رزق موت زندگی اللہ کے پاس ہے ----- ۷۴
- فساد سے مراد ----- ۷۵
- اللہ کی بے نیازی کافر کو کفر کی سزا اور نیک عمل کا بدلہ جنت

دوسری دلیل	-----	"
تیسری دلیل	-----	"
منکرین آخرت کو فہمائش	-----	۱۱۲
مجرمین کا حال	-----	۱۱۳
ردِ معزولہ	-----	۱۱۴
نکتہ تخصیص	-----	"
ایمان والوں کی صفات	-----	۱۱۵
سہل کا قول	-----	۱۱۶
مخفی عمل کا مخفی بدلہ	-----	"
حسن رحمہ اللہ کا قول	-----	"
کافر و مؤمن میں فرق	-----	۱۱۷
مؤمن کا بدلہ	-----	"
کافر کا بدلہ	-----	"
دارانی کا قول	-----	"
یک قول	-----	"
اعراضِ حق عقل سلیم سے بعید تر ہے	-----	۱۱۸
کتاب کا ملنا	-----	۱۱۹
فیصلے کے منتظر	-----	۱۲۱
فیصلے کا دن	-----	"
ایک سوال	-----	"
حل	-----	"
سورت کی فضیلت	-----	۱۲۲

سورۃ الاحزاب

۳۳

قول ابی بن کعب رضی اللہ عنہما کا مطلب	-----	۱۲۳
نشاندہی	-----	"
کفار اور منافقین کی باتیں نہ مانیں	-----	۱۲۴
یک قول یہ ہے	-----	"
جیسے دل ایک ہے ایسی طرح ایک عورت آدمی کی یا ماں ہوگی یا	-----	"

قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ	-----	"
قول سفیان ثوری رضی اللہ عنہ	-----	"
دلائل قدرت	-----	۹۷
تعریفِ نعمت	-----	"
دُعائے موسیٰ علیہ السلام	-----	۹۸
قول دیگر شراہ کی تخفیف	-----	"
قول ابن عباس رضی اللہ عنہما	-----	"
مضبوط کھونٹے والا	-----	"
ایک نجومی نکتہ	-----	۱۰۱
اللہ تعالیٰ کو ایک شان، دوسری شان سے غافل نہیں کرتی	-----	۱۰۲
ایک نکتہ	-----	"
اللہ عزوجل ہستی میں کامل ہے	-----	"
ایک کلیہ	-----	۱۰۳
مصیبت میں وہ اللہ کو یاد کرتے ہیں	-----	۱۰۴
ایک نکتہ	-----	"
الولد کا اطلاق	-----	۱۰۵
مفاتیح الغیب	-----	"
روایت تفسیر یہ ہے	-----	۱۰۶
ایک نجومی کا عمل	-----	"
منصور عباسی کا خواب	-----	"
قول زہری رحمہ اللہ	-----	"

سورۃ الشجرہ

۳۳

جب یہ اللہ کا اتارا ہوا ہے تو اس کو مفتری کہنے کی کوئی وجہ نہیں	-----	۱۰۹
خالق و مدبر وہی ہے	-----	"
تردید فرقہ باطلہ	-----	۱۱۰
وہ عالم الغیب والشہادۃ ہے	-----	۱۱۱
اس کی دلیل	-----	"

۱۳۵ ایک قول یہ ہے

پالہ : ۲۲

۱۳۶ اطاعت گزار کو دو گنا بدلہ

۱۳۷ کوئی جماعت نساء تمہارے برابر نہیں

" جاہلیتِ اولیٰ

۱۳۸ جاہلیتِ آخریٰ

" اور ترغیب اور گناہوں سے نفرت دلانے کا انداز

" دلیل

۱۳۹ امت کی عورتوں کے فضائل

۱۴۱ عطف کے فرق کا لطیفہ

۱۴۲ وجہ ضمیر

" حضرت زید رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

" ایک قول

۱۴۳ حلال کے استعمال میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا قباحت

" قراءت و نحو

۱۴۵ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا

۱۴۶ کثرت ذکر کا حکم وجہ تخصیص

" قول قتادہ رضی اللہ عنہ

" صلوٰۃ کا مطلب

۱۴۷ صلوٰۃ ملائکہ

۱۴۸ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصافِ خمسہ

۱۴۹ ایک قول

" وجوبِ عدت

۱۵۰ النکاح

" وجہ تخصیص

" صرف

" متعہ

۱۶۱ نہم شرط تا بید نکاح ہے

۱۲۵ بیوی

۱۲۶ حضرت زید رضی اللہ عنہ کی مثال

۱۲۷ ظہار یا متبہی منہ کی بات ہے

" کمال فصاحت

۱۲۸ نبی کا حق جان سے زیادہ

" قراءت ابن مسعود رضی اللہ عنہ

" مائیں حرمت و تعظیم میں ہیں

۱۲۹ ابتدائے اسلام

۱۳۰ نکتہ تقدیم

" غزوہٴ احزاب کے حالات

۱۳۱ فرشتوں کے لشکر

۱۳۲ لشکر کفار

" کمزور دل منافقین کا حال

۱۳۳ منافقین کی بہانہ بازی

۱۳۵ منافقین کا وعدہ

۱۳۷ دوسروں کی نصرت رسول سے رکنے والے

" خوف کے وقت منافقین کا حال

۱۳۸ منافقین کی چاہت

۱۳۹ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مقتداء ہیں

۱۴۰ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما

" نذر پوری کرنے والے

۱۴۱ قضاءِ نجس

" کفار کی شکست

۱۴۲ غزوہ بنو قریظہ

" امتنانِ فتح

" طلبِ خوشی کا جواب

۱۴۳ یہ آیت تخییر ہے

" تخییر کا حکم

" قباحتِ معصیت کا بڑھانا زیادتی فضل کو ظاہر کرتا ہے

- ۱۸۵۔۔۔۔۔ گھیرے میں ہے۔۔۔۔۔
- ۱۸۶۔۔۔۔۔ واقعہ داؤد اور تسبیح جبال و پرند۔۔۔۔۔
- ۱۸۷۔۔۔۔۔ بلاغت کلام۔۔۔۔۔
- ۔۔۔۔۔ ایک قول۔۔۔۔۔
- ۔۔۔۔۔ زہروں کی بناوٹ۔۔۔۔۔
- ۱۸۸۔۔۔۔۔ ایک قول۔۔۔۔۔
- ۔۔۔۔۔ ہوا کا تابع کرنا۔۔۔۔۔
- ۔۔۔۔۔ تانبے کا چشمہ اُبلنا۔۔۔۔۔
- ۔۔۔۔۔ مصنوعات۔۔۔۔۔
- ۱۸۹۔۔۔۔۔ ایک قول۔۔۔۔۔
- ۔۔۔۔۔ فضیل کا قول۔۔۔۔۔
- ۔۔۔۔۔ ادائیگی شکر۔۔۔۔۔
- ۔۔۔۔۔ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما۔۔۔۔۔
- ۱۹۰۔۔۔۔۔ ایک قول۔۔۔۔۔
- ۔۔۔۔۔ قول دیگر۔۔۔۔۔
- ۔۔۔۔۔ موت سلیمانی۔۔۔۔۔
- ۔۔۔۔۔ جنات کی بے خبری۔۔۔۔۔
- ۱۹۱۔۔۔۔۔ قوم سبا کا حال۔۔۔۔۔
- ۱۹۲۔۔۔۔۔ آیت ہونے کا مطلب۔۔۔۔۔
- ۔۔۔۔۔ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما۔۔۔۔۔
- ۔۔۔۔۔ اعراض کا نتیجہ۔۔۔۔۔
- ۔۔۔۔۔ قول حسن رحمہ اللہ۔۔۔۔۔
- ۱۹۳۔۔۔۔۔ قوم سبا کی آبادیاں۔۔۔۔۔
- ۱۹۵۔۔۔۔۔ نعمت پر اترانا۔۔۔۔۔
- ۔۔۔۔۔ شیطان کی وسوسہ اندازی کا جادو۔۔۔۔۔
- ۱۹۶۔۔۔۔۔ تمہارے معبود پکارنے کے لائق ہی نہیں۔۔۔۔۔
- ۱۹۷۔۔۔۔۔ ماذون شفاعت والوں کا حال۔۔۔۔۔
- ۱۹۸۔۔۔۔۔ بار دیگر۔۔۔۔۔
- ۔۔۔۔۔ کفار کی گمراہی پر تعریض۔۔۔۔۔

- ۔۔۔۔۔ کرنی میں کقول۔۔۔۔۔
- ۔۔۔۔۔ جواب کرنی میں۔۔۔۔۔
- ۱۶۳۔۔۔۔۔ حکمتیں۔۔۔۔۔
- ۔۔۔۔۔ اصل مقصد کو جامع تقسیم۔۔۔۔۔
- ۱۶۴۔۔۔۔۔ تقسیم کا معاملہ آپ کی مشیت کے سپرد کیا۔۔۔۔۔
- ۱۶۵۔۔۔۔۔ موجودہ کے علاوہ حلال نہیں۔۔۔۔۔
- ۱۶۶۔۔۔۔۔ آپ کے گھروں میں داخلہ کے وقت اذان کا حکم۔۔۔۔۔
- ۱۶۷۔۔۔۔۔ داخلہ دعوت کے آداب۔۔۔۔۔
- ۱۶۸۔۔۔۔۔ ایذا کی ممانعت۔۔۔۔۔
- ۱۶۹۔۔۔۔۔ اقارب کے احکام۔۔۔۔۔
- ۱۷۰۔۔۔۔۔ درود و سلام کا حکم۔۔۔۔۔
- ۔۔۔۔۔ کفر کرنا ایذا رسول ہے۔۔۔۔۔
- ۱۷۱۔۔۔۔۔ ایمان والوں کو ایذا کی ممانعت۔۔۔۔۔
- ۱۷۲۔۔۔۔۔ پردے کا حکم۔۔۔۔۔
- ۔۔۔۔۔ قول میر در رحمہ اللہ۔۔۔۔۔
- ۔۔۔۔۔ بطور استہزاء وقت قیامت کا سوال۔۔۔۔۔
- ۔۔۔۔۔ وجہ خصوصیت۔۔۔۔۔
- ۔۔۔۔۔ کفار کی چیخ و پکار۔۔۔۔۔
- ۱۷۷۔۔۔۔۔ درست بات کا حکم۔۔۔۔۔
- ۱۷۸۔۔۔۔۔ امانت کی وضاحت۔۔۔۔۔

سورۃ النبیؑ (۳)

- ۱۸۱۔۔۔۔۔ ہر قسم کے تمام محامد کا حقدار۔۔۔۔۔
- ۔۔۔۔۔ علم قیامت عقوبات باری تعالیٰ ہے۔۔۔۔۔
- ۱۸۲۔۔۔۔۔ نیکیوں کو بدلہ بروں کو سزا۔۔۔۔۔
- ۱۸۳۔۔۔۔۔ قول قتادہ رضی اللہ عنہ۔۔۔۔۔
- ۱۸۴۔۔۔۔۔ بعث سے کفار کا تجاہل عارفانہ۔۔۔۔۔
- ۔۔۔۔۔ وجہ تنزیہ۔۔۔۔۔
- ۔۔۔۔۔ یہ تکذیب کر کے کہنے سے بچیں گے جب آسمان و زمین اس کے

- انداز میں فرق ۱۹۹
- آپ ﷺ سب کے لئے پیغمبر بنائے گئے ہیں "
- قول زجاج رحمہ اللہ ۲۰۰
- عدہ قیامت کے سوال کا جواب "
- وجہ انطباق "
- کفار نے قرآن کو واقعی ماننے سے انکار کیا تو قرآن نے ایک موقف محشر کی خبر دی ۲۰۱
- کمزوروں کا جواب ۲۰۲
- تسلی رسول ﷺ ۲۰۳
- قول ابن عیسیٰ رحمہ اللہ ۲۰۵
- جزاء الضعف کا مطلب "
- محشر کا ایک منظر ۲۰۷
- غیر اللہ کی عبادت پر رضا مندی سے برأت "
- قرآن کو سحر کہنے والے شرک کے مدعی کس طرح بن بیٹھے ۲۰۸
- قومی غیرت کو ایک طرف رکھ کر سوچو تو حق ضرور مل جائیگا ۲۰۹
- حق سے باطل کو پاش کر دیا جائے گا ۲۱۰
- قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ ۲۱۱
- ایک قول "
- قول دیگر "
- فائدہ خالص توحید الہی سے ہے "
- طلب ناممکن کی تمثیل ۲۱۳
- ایک قول "
- غیب کے متعلق بلا تحقیق باتیں "
- ان کی تمناؤں پر پانی پھر جائے گا ۲۱۴
- سُبْحَانَكَ يَا عِزُّوْنَ (۳۵)
- فرشتوں میں ہر تخلیقی اضافہ نہیں وہی کرنے والا ہے ۲۱۶
- قول ابن عباس رضی اللہ عنہما "
- رحمت کا ہاتھ اُمت پر ۲۱۷
- سب سے بڑی نعمت منعم کا ایک ہونا ہے "
- تسلی رسول ﷺ ۲۱۸
- شیطان سے دشمن والا معاملہ کرو نہ کہ دوست والا "
- شیطان کی تزیین میں آنے والے پر افسوس نہ کرو ۲۱۹
- قول زجاج رحمہ اللہ! ۲۲۰
- دلائل قدرت "
- عزت اللہ کے پاس ہے وہ بری تدابیر سے نہیں ملتی ۲۲۱
- اللہ تعالیٰ خالق ہے اور عمر کا کم زیادہ ہونا اسی کے اختیار میں ہے ۲۲۲
- قدرت کا ایک اور نمونہ ۲۲۳
- مظاہر قدرت دن رات کا آنا جانا ۲۲۵
- جن کو معبود قرار دیا گیا وہ قیامت کے دن انکار کریں گے "
- وہ ایسا غنی جو اغنیاء کو دینے والا ہے ۲۲۶
- قول ذوالنون رحمہ اللہ ۲۲۷
- قول سہل رحمہ اللہ "
- عبودیت و غناء "
- قول واسطی "
- قول الحسینؑ "
- قول یحییٰؑ "
- قول شبلیؑ ۲۲۸
- قول ابن عباس رضی اللہ عنہما "
- ہر ایک اپنا ذمہ دار ہوگا "
- فرق ۲۲۹
- مؤمن کا فر برابر نہیں جیسے اندھیرا روشنی، سایہ و دھوپ برابر نہیں ۲۳۰
- کفار کو مردوں کی طرح مسوعات سے فائدہ نہیں "
- قدرت کے نمونے ۲۳۳
- ایک چیز پر بس نہیں "
- اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے علماء ہی ہیں ۲۳۴

۲۵۴ ----- جہاں کا طرز عمل
" ----- ایک قول

پانچواں باب: (۳۳)

۲۵۵ ----- حبیب نجار کا وعظ
۲۵۷ ----- قول الحسن رضی اللہ عنہ
" ----- قوم نجار کی ہلاکت
۲۵۸ ----- قابل حسرت لوگ
" ----- ندرت کی نشانی، احیاء موتی کی دلیل
۲۵۹ ----- چہ تقدیم
۲۶۰ ----- تمام اصناف کو وہی پیدا کرنے والا ہے
۲۶۱ ----- رات کی نشانی
" ----- سورج کا مقصد
۲۶۲ ----- منازل قمر
" ----- وہ ایک دوسرے کو پکڑ نہ سکیں گے
۲۶۳ ----- ایک قول
" ----- تمام جدید سواریاں
۲۶۴ ----- اگلے پچھلے گناہوں سے ڈرو
۲۶۵ ----- یہ پیدائشی فقیر ہیں ہم ان کو کیوں دیں؟
" ----- قول ابن عباس رضی اللہ عنہما
۲۶۶ ----- قیامت تو اسرافیل کی ایک صحیحہ ہے
" ----- قیامت آنے پر ذرا فرصت نہ ملے گی
" ----- بے وقت بعث کا اقرار
" ----- قول مجاہد رضی اللہ عنہ
۲۶۷ ----- جنتیوں کے کچھ احوال
۲۶۹ ----- کافر و مؤمن کی علیحدگی
" ----- قول ضحاک
۲۷۰ ----- کافر کا گواہی ماننے سے انکار
۲۷۱ ----- درت سے ان کی آنکھوں کو ملیا میٹ کر سکتے ہیں

وفاء اجر سے وعدہ لقاء مراد ہے
۲۳۵ ----- وارثین قرآن کے درجات
۲۳۶ ----- قول السلف رضی اللہ عنہم
" ----- قول حسن بصری رضی اللہ عنہ
" ----- قول ابن عطاء رضی اللہ عنہ
" ----- قول دیگر
" ----- ایک قول
۲۳۷ ----- جنات اور اس میں کلماتِ شکر
۲۳۸ ----- آخرت میں کفار کی بیکار تمنا میں
۲۴۰ ----- جو سینوں کی باتیں جانے وہ سفینوں کی کیوں نہ جانے
زمین میں منافع شکر گزاری کے لئے ہے ناشکری اس کی ناراضی کا
۲۴۱ ----- سبب ہے
" ----- جب خلقت میں ان کا حصہ نہیں تو عبادت میں کیسے شریک
" ----- ہو گئے
" ----- آسمان کو اللہ ہی تھا منے والا ہے
۲۴۲ ----- آنے سے پہلے مانتے تھے اب ضد سے منکر ہو گئے
۲۴۳ ----- برائی کا وبال ہونے پر
۲۴۴ ----- زمین میں سفر کیا مگر عبرت نہیں ہوئی
۲۴۵ ----- فوری پکڑ پر کوئی متنفس نہ بچتا
" -----

سورۃ الیسین: (۳۴)

۲۴۸ ----- قول ابو حنیفہ رحمہ اللہ
۲۴۹ ----- کفر پر پختگی کی تمثیل
" ----- ایک قول
" ----- ابو جہل کی بدترین حرکت
۲۵۰ ----- ایک عبرتناک حکایت
" ----- ان کے اگلے پچھلے اعمال کو لکھ لیتے ہیں
" ----- بستی والوں کا واقعہ
۲۵۱ ----- حبیب نجار کا واقعہ
۲۵۲ -----

- ۲۹۲ ایک قول یہ ہے
 " جنتی کا حال
 ۲۹۳ قول حکیم
 ۲۹۴ ایک قول
 " اہل نار کی خواہ اس کی تفصیل
 ۲۹۵ ایک قول
 " ایک قول
 ۲۹۶ منذرین کا گزشتہ زمانوں میں بھیجا جانا
 ۲۹۷ حضرت نوح علیہ السلام کا تذکرہ
 " ایک قول
 " قول قتادہ رضی اللہ عنہ
 " انجام نوح علیہ السلام
 ۲۹۸ قوم حشر
 " ابراہیم علیہ السلام نوح علیہ السلام میں ۲۶۳۰ کا فاصلہ
 ۲۹۹ ابراہیم علیہ السلام کی والدہ کے ساتھ قصہ
 " ستاروں پر نگاہ ڈالنا
 ۳۰۰ بتوں کا خاتمہ
 " بت پرستوں کی کارروائی
 ۳۰۱ آگ میں ڈالنے کا فیصلہ
 " ایک قول یہ ہے
 ۳۰۲ بیٹے کے لئے دُعا
 ۳۰۳ قبولیت دُعا
 " بیٹا ہاتھ بٹانے کے قابل ہو تو ذبح کا حکم ہوتا
 " اسماء ایام
 ۳۰۴ اطاعتِ پسر
 " قول قتادہ رضی اللہ عنہ
 " آزمائش میں کامیابی
 ۳۰۵ عظیم فدیہ
 " ایک روایت ہے

- پتھر بنانے کی قدرت
 جوانی سے بڑھاپے کی قدرت ہے تو اٹھانے کی قدرت کیوں
 نہیں؟
 ۲۷۲ سخت الزام کا جواب
 ۲۷۳ ایک سوال کا جواب
 " چوپاؤں کو ان کے لئے بنایا
 ۲۷۴ نسلی رسول صلی اللہ علیہ وسلم
 " تردید قول
 ۲۷۷ ایک استدلال ایک قول
 " قول احناف رحمہم اللہ
 ۲۷۸ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما
 " آسمانوں کے خالق پر انسان کا اعادہ کیا مشکل؟
 " فضائل

سُورَةُ الصَّفَاتِ ۳۷

- چار اقسام اور ان کی قسمیں ۲۸۰
 مطالع شمس ۲۸۱
 دُنیا میں شہاب سے آخرت میں عذاب سے ۲۸۲
 مشکل کی ایجاد مشکل نہیں تو آسان تر کی کیسے مشکل ہو؟ ۲۸۳
 کفار کا قیامت پر استبعاد ۲۸۴
 ان کو جواب دیا وہ ایک مددگار ہے ۲۸۵
 تین قول
 حشر اور سوالات ۲۸۶
 سرداروں کا جواب ۲۸۷
 دونوں کو یہاں عذاب ۲۸۸
 تمام رزق فواکہ ہوگا ۲۸۹
 ایک قول یہ ہے ۲۹۰
 شراب جنت فتور عقل سے خالی
 اہل جہنم سے اہل جنت کی گفتگو ۲۹۱

- توحید پر تعجب مگر شرک پر نہیں ----- " ۳۲۳
- سرداران قریش کا وفد ----- " ۳۲۴
- قریش کا ردِ عمل ----- " ۳۲۶
- کفار قریش کو شکست ہوگی ----- " ۳۲۷
- شمود و فرعون کی تکذیب اور اس کا نتیجہ ----- " ۳۲۷
- قول ابن عباس رضی اللہ عنہما ----- " ۳۲۸
- استہزائے کفار ----- " ۳۲۸
- تلقین صبر ----- " ۳۲۹
- روایت ہے ----- " ۳۲۹
- داؤد علیہ السلام اور پہاڑوں اور پرندوں کی تسبیح ----- " ۳۳۰
- مضبوط سلطنت فیصلہ کن خطاب ----- " ۳۳۰
- قول شععی رحمہ اللہ ----- " ۳۳۱
- عبادت گاہ میں دو فریق کا داخلہ ----- " ۳۳۱
- ایک قول یہ ہے ----- " ۳۳۲
- ایک بے اصل بات کی تردید ----- " ۳۳۲
- قول علی رضی اللہ عنہ ----- " ۳۳۳
- علامہ نسفی رحمہ اللہ کا فرمان ----- " ۳۳۳
- نہجہ کا واقعہ ----- " ۳۳۳
- قول ابن عباس رضی اللہ عنہما ----- " ۳۳۳
- وجہ تمثیل ----- " ۳۳۳
- ایک روایت ----- " ۳۳۳
- عدل کے فیصلے کا حکم ----- " ۳۳۵
- قول حسن رحمہ اللہ ----- " ۳۳۷
- حضرت سلیمان علیہ السلام پر گھوڑوں کا پیش کیا جانا ----- " ۳۳۸
- ایک قول یہ ہے ----- " ۳۳۸
- گھوڑوں کا واپس لوٹنا کر ذبح کرنا ----- " ۳۳۹
- سلیمان علیہ السلام کا امتحان ----- " ۳۳۹
- روایت بخاری ----- " ۳۳۹
- تبصرہ برتذکرہ ----- " ۳۳۹

- استدلال ابوحنیفہ رحمہ اللہ ----- " ۳۰۶
- قول اظہر ----- " ۳۰۶
- نکتہ ----- " ۳۰۶
- حل اشکال ----- " ۳۰۷
- ابراہیم اور اسحق علیہما السلام پر برکات کا نزول ----- " ۳۰۷
- مدار خیر و شر ----- " ۳۰۸
- موسیٰ و ہارون علیہما السلام کا تذکرہ ----- " ۳۰۸
- حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ ----- " ۳۱۰
- قول حسن بصری رحمہ اللہ ----- " ۳۱۰
- تذکرہ لوط علیہ السلام ----- " ۳۱۱
- تذکرہ یونس علیہ السلام اور قوم سے اس کا نکل جانا ----- " ۳۱۲
- مچھلی کا نکلنا اور پھر اُگلنا ----- " ۳۱۳
- قول ابن عباس رضی اللہ عنہما ----- " ۳۱۳
- قول الزجاج ----- " ۳۱۳
- قریش مکہ کی طرف التفات ----- " ۳۱۵
- جنات کے متعلق غلط بیانی ----- " ۳۱۵
- صحیح بات یہ ہے ----- " ۳۱۷
- ایک قول یہ ہے ----- " ۳۱۸
- ایمان والوں کو بالآخر دنیا میں اور آخرت میں یقینی غلبہ ----- " ۳۱۹
- ملے گا ----- " ۳۱۹
- قول حسن رحمہ اللہ ----- " ۳۲۰
- قول ابن عباس رضی اللہ عنہما ----- " ۳۲۰
- تمام عزتیں اسی ہی کے ساتھ خاص ہیں ----- " ۳۲۰
- خلاصہ سورت ----- " ۳۲۱
- فرمان علی رضی اللہ عنہ ----- " ۳۲۱

سورۃ ص

۳۸

- فائدہ تکمیل ----- " ۳۲۳
- کفار کا تعجب ----- " ۳۲۳

- ۳۶۲----- وہ بندوں کے لئے کفر کو پسند نہیں کرتا
- ۳۶۳----- کافر کا طرزِ عمل
- ۳۶۴----- مؤمن کو خوف اور امید کے درمیان رہنا ضروری ہے
- سری کا قول
- ۳۶۵----- نیکی میں کوتاہی والے کے ہاں کوئی عذر نہیں
- ۳۶۶----- اخلاص دین میں سبقت کا سبب ہے
- ۳۶۸----- درجات کی بجائے ذرکات والے اصل خسارہ میں
- تاکیدات
- پہلے آگ سے پھر اپنی ذات سے ڈرایا
- شیطان سے بچنے والے خوشخبری کے حقدار ہیں
- اعمال دین کو نقد و تبصرہ کی نگاہ سے دیکھ کر احسن کو لینے والے
- ۳۶۹----- ہیں
- حقیقت کو بالا خانے ملیں گے
- ۳۷۰----- پانی اتارنے، کھیتی نکالنے میں عقل والوں کے لئے عبرت
- فرمان رسول اللہ ﷺ
- ۳۷۲----- سب سے عمدہ بات قرآن سن کر انہیں خشیت آتی ہے
- ذکر اللہ پر اکتفاء
- ظالموں کا قیامت کے دن حال
- ۳۷۵----- مشترک غلام اور منفرد آقا کا غلام میں فرق
- موت سب پر تو کسی کے انتظار موت سے اس میں فرق نہیں
- قول خلیل
- ۳۷۶----- قول قتادہ رحمہ اللہ
- ایک دوسرے کے خلاف دلیل پیش کریں گے

پالہ: ۲۳

- ۳۷۷----- متخاصمین
- ۳۷۸----- قول زجاج رحمہ اللہ
- حسنین کا بدلہ
- ۳۷۹----- مان لو ورنہ انتقام الہی تمہارا منتظر ہے

- تسبیح ریح
- ۳۳۲----- بیڑی بند شیطان
- رزق پر عدم داد گیر کا وعدہ
- ۳۳۳----- حضرت ایوب علیہ السلام کا ذکر
- ۳۳۴----- ایزدی سے چشمہ اُٹلنے لگا
- بیوی کے متعلق حلف سے نکلنے کا طریقہ
- ۳۳۵----- آخرت سے غافل بے بصیرت ہے
- ۳۳۶----- بے بصیرت
- انبیاء علیہم السلام یا دِ آخرت کے لئے مخصوص
- ۳۳۷----- ایک قول
- ۳۳۹----- متقین کو ملنے والی جنت کی تفصیل
- مجرمین کے ٹھکانہ جہنم اور اس کی تفصیل
- جہنمیوں کی باہمی چپقلش
- ۳۵۰----- جہنم والوں کا جنت والوں کے متعلق باہمی سوال
- ۳۵۱----- توحید کا عظیم الشان مضمون
- ۳۵۳----- تخلیق آدم علیہ السلام کی فرشتوں کو اطلاع
- ۳۵۴----- فرشتوں کا سجدہ اور اطمینان کا انکار
- نادر تحقیق
- بڑائی کا دعویٰ
- ۳۵۷----- اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان
- فرمان رسول ﷺ
- ربط اول و آخر

سورۃ الشرح: ۳۹

- ۳۵۹----- قول قتادہ رحمہ اللہ
- جھگڑے والوں میں فیصلہ
- آسمان و زمین کی تخلیق اور سورج کی تسخیر ایک وحدہ لا شریک کا قبضہ ظاہر کرتی ہے
- ۳۶۰----- تخلیق انسانی کے مراحل
- ۳۶۱-----

- ۴۳۵----- دارین میں غلبہ ایمان والوں کا ہے
- ۴۳۶----- ہدی میں تمام دینی اشیاء شامل ہیں
- تلقین صبر -----
- حسد و بغض کی وجہ سے نبوت کے خود خواہاں ہیں -----
- جب آسمان و زمین کی تخلیق مسلم ہے تو انسان کو دو بارہ اٹھانے کیسے ناممکن ہے -----
- ۴۳۷----- ادعوا کا معنی اعبودا ہے -----
- ۴۳۹----- دن رات کا تقابل -----
- ایسا فضل کہ کوئی فضل اس کا مقابل نہ ہو -----
- ۴۴۱----- انسان سب حیوانات سے زیادہ خوبصورت ہے -----
- ۴۴۲----- عبادات اوثان کے مطالبہ کے جواب میں یہ آیت اتری --
- ۴۴۳----- جدل کا تین مرتبہ تذکرہ -----
- ۴۴۵----- قطعی ہونے کی بناء پر مستقبل کو ماضی سے ذکر کیا -----
- غیر اللہ کی عبادت کو وہ بیکار قرار دیں گے -----
- ۴۴۶----- وہ ہمارے ہاں حاضر ہیں -----
- رسول تو پہلے بھی آئے مگر معجزہ ظاہر کرنا ان کے اختیار میں نہ تھا -----
- ۴۴۷----- قول علی رضی اللہ عنہ -----
- مختلف انعامات کا تذکرہ -----
- ۴۴۸----- کفار نے علم الہی کی بجائے علم دنیا کو ہی نفع بخش خیال کیا --
- ۴۴۹----- سقراط کی بات -----
- ۴۵۰----- عذاب دیکھ کر ایمان لائے مگر وہ بیکار ثابت ہوا -----
- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ﴿۱﴾
- ۴۵۲----- تفصیل کا معنی -----
- ۴۵۳----- انکار کفار کی تمثیل -----
- ۴۵۴----- فائدہ من -----
- بشر ہونے کی حالت میں وحی کی بناء پر میری نبوت درست ہے -----

- ۴۱۵----- فرشتوں کے طواف کا مقام بنایا -----
- قیامت میں ہر چیز سامنے ہوگی -----
- ۴۱۶----- ہر خیر و شر کا بدلہ دیا جائے گا -----
- وجہ تسمیہ -----
- قیامت کے دن دل خوف سے بے چین ہوں گے -----
- ۴۱۷----- قول حسن رحمہ اللہ -----
- سینہ کی باتیں اُس سے مخفی نہیں -----
- ۴۱۹----- قانونِ قل سے اللہ کا فیصلہ نہ روک سکا -----
- فرعون موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے سے جلد ہلاکت کے خطرہ کی وجہ سے باز رہا -----
- ۴۲۰----- موسیٰ علیہ السلام نے قتل کی دھمکی سن کر اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کی --
- ۴۲۲----- مؤمن آل فرعون کی تقریر -----
- ایک قول -----
- ۴۲۳----- اگر وہ مسرف ہے تو خود ہلاک ہوگا -----
- اگرچہ تم صاحب اقتدار ہو مگر اللہ کے عذاب کا سامنا نہیں کر سکتے -----
- ۴۲۴----- اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم نہیں کرتا -----
- ۴۲۵----- ردِ معتزلہ -----
- کثرتِ نداء کا دن قیامت ہے -----
- ایک قول یہ ہے -----
- ۴۲۶----- یوسف علیہ السلام سے کون مراد ہے؟ -----
- ۴۲۸----- فرعون کی طمع سازی -----
- ۴۳۰----- دونوں دعوتوں کا موازنہ -----
- جب معبود ہونے کی دلیل نہیں تو اسے معبود ماننا درست نہیں -----
- واؤ کا نکتہ -----
- ۴۳۱----- تمہاری دعوت کا بطلان ثابت شدہ ہے -----
- اس کے متعلق تمام فرعونی منصوبے ناکام ہوئے -----
- ۴۳۲----- فرعونوں کو آگ سے جلایا جا رہا ہے -----
- ۴۳۳----- جہنم میں پہنچ کر رؤساء اور خدام کا جدول -----

- ۳۷۰ داعی کی بات سب سے اعلیٰ
- " نیکی بدی برابر نہیں
- ۳۷۱ ایک قول
- " ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول
- " قول حسن رحمہ اللہ
- " نزع شیطان
- ۳۷۳ قدرت و تصرف کی نشانی
- ۳۷۴ حق سے منحرف
- ۳۷۵ قرآن منافقین سے بری
- " تسلی رسول صلی اللہ علیہ وسلم
- " کفار کے قرآن پر اعتراض کا جواب
- ۳۷۷ تورات میں اختلاف کیا گیا
- ۳۷۸ زکوٰۃ کو کفر کے ساتھ جمع کرنے کی وجہ
- ۳۷۹ غیر منقطع اجر
- ۳۸۰ نمونہ ہائے قدرت نہ آسمان و زمین کی تخلیق
- " پہاڑوں کو گاڑ دیا
- " تقسیم اقوات قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ
- ۳۸۱ تخلیق سماء
- " تاثیر قدرت
- ۳۸۲ سات آسمان بنائے
- " قول حسن رحمہ اللہ
- ۳۸۳ کیونکہ تم فرشتے نہیں پس ہم ایمان نہیں لاتے
- " نمائندہ قریش عقبہ بن ربیعہ
- ۳۸۴ عاد کا قوت پر گھمنڈ
- " بادِ صرصر سے ہلاکت
- ۳۸۵ ثمود کا اندھا پن
- " شیخ ابو منصور بسید کا قول (معنی ہدایت کی وضاحت)
- " صاحب کشاف بسید کا قول
- ۳۸۶ تذکرہ حشر
- " اعضاء کی شہادت
- ۳۸۷ اللہ تعالیٰ کے متعلق بدگمانی
- ۳۸۸ صبر و عذر سب بے فائدہ
- " مکہ والے بھی عذاب کے مستحق ہو چکے
- ۳۸۹ کفار کا دار الخلد
- " مطالبہ کفار
- ۳۹۰ استعانت والے
- " قول ابو بکر رضی اللہ عنہ
- " قول عثمان رضی اللہ عنہ
- " قول علی رضی اللہ عنہ
- ۳۹۱ قول فضیل رحمہ اللہ
- " قول ترمذی بسید

پانچواں باب : ۱۵

- " قیام قیامت کا علم اللہ عز و جل ہی کو ہے
- ۳۹۲ انسان مال و نعمت میں ترقی کا خواہاں ہے
- ۳۹۳ انسان کی کم عقلی اور سرکشی کی سزا
- " سرکشی کی دوسری قسم
- ۳۹۴ قرآن کی حقانیت واضح ہو جائے گی

سورۃ الشوریٰ : ۳۲

- ۳۹۵ تمام کتابوں میں بار بار یہ مضمون آتا رہے
- " قول ابن عباس رضی اللہ عنہما
- " اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت اولادِ فقیح ترین کلمہ ہے
- ۳۹۶ فرشتوں کا استغفار
- ۳۹۷ ام القریٰ کا نام
- " حقیقی کارساز اللہ تعالیٰ ہے
- ۳۹۸ مختلف فیہ امر کا فیصلہ اللہ کے سپرد
- ۳۹۹ مقصود و مشیت کی نفی اور ایک قول

- نبی پر انتقام ۵۰۸
 ایک نکتہ ۵۰۹
 بدلہ کی حدود ۵۱۱
 قول ابو سعید القرظی ۵۱۲
 قیامت سے پہلے اس کی بات مان لو ۵۱۳
 انسان نہایت ناشکر ہے ۵۱۴
 قدرت باری تعالیٰ ۵۱۵
 طرق وحی کی تفصیل ۵۱۵
 ایک قول یہ ہے

سُورَةُ الْحَجَرِ (۳۳)

- صفات قرآن ۵۱۷
 یہ حد پھانڈنے والے ہیں ہم قرآن کو آپ سے نہ ہٹائیں گے ۵۱۸
 وعدہ نصرت اور وعید ۵۲۰
 ایک واقعہ ۵۲۲
 جہالت کفار ۵۲۳
 قول مقاتل رحمہ اللہ ۵۲۳
 ایک کفر میں تین کفر ۵۲۳
 کافروں کی بات جھوٹ ہے ۵۲۵
 آیت کا معنی ۵۲۶
 ایک قول یہ ہے ۵۲۷
 کفار کے پاس کوئی دلیل نہیں ۵۲۷
 تقلید آباء پرانی بیماری ہے ۵۲۷
 ابراہیم علیہ السلام اور ان کی قوم اور والد ۵۲۹
 ان کو مہلت ملی تو انہوں نے انکار کیا ۵۲۹
 جہوت کے لئے کفار کا حکمانہ فیصلہ ۵۲۹
 کفار کے جاہلانہ فیصلے کا انکار ۵۲۹
 دنیا کی قلت و حقارت پر دلالت

- دین کی مشترک قدریں ۳۹۰
 ہمارے اور تمہارے درمیان دلیل بازی نہیں ۳۹۲
 مخالفت یہود و نصاریٰ ۳۹۳
 حق و میزان اللہ تعالیٰ نے اتارے ہیں ۳۹۳
 قیامت کی حقانیت پر صحیح قول کی گمراہی ۳۹۳
 رزق مصلحت سے ۳۹۳
 ارشاد نبوت ۳۹۳
 دو طلبگار ۳۹۶
 ایک نکتہ ۳۹۶
 ظالمین اور صالحین کا انجام ۳۹۶
 مشرکین کے قول کی تردید ۳۹۶
 تسلی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ۳۹۸
 قول مجاہد رضی اللہ عنہ ۳۹۹
 قول علی رضی اللہ عنہ ۳۹۹
 اول سزای سقطی رضی اللہ عنہ ۵۰۰
 دیگر کا قول یہ ہے ۵۰۰
 قرآن سبل رضی اللہ عنہ ۵۰۱
 قول بربند رضی اللہ عنہ ۵۰۱
 قول ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہ ۵۰۱
 مالدار کی سرکشی کا سبب ہے ۵۰۱
 مایوسی کے بعد بارش ۵۰۱
 مقولہ فاروقی ۵۰۳
 چلنے والے جاندار آسمان و زمین میں ۵۰۳
 قول ابن عطاء رضی اللہ عنہ ۵۰۳
 قول محمد بن حامد رضی اللہ عنہ ۵۰۳
 قول علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۵۰۳
 صابرو شاگرد ۵۰۵
 انصار مدینہ کی طاعت شعاری ۵۰۵
 قول حسن رحمہ اللہ

- کفار کی منصوبہ بندیاں ----- " ۵۳۰
 یحییٰ بن معاذ رضی اللہ عنہ کا قول ----- ۵۳۱
 ایک قول یہ ہے ----- ۵۳۲
 ایک قول یہ ہے ----- " ۵۳۳
 ایک قول اور بھی ہے ----- " ۵۳۴
 ایک روایت ہے ----- " ۵۳۵
 اللہ ہی زمین و آسمان میں قابل عبادت ہے ----- ۵۳۶
 تقدیر کلام ----- " ۵۳۷
 شفاعت کا اختیار مسلمانوں کو ----- ۵۳۸
 عظمت و شان پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ----- " ۵۳۹
 آپ کو تسلی اور کفار کو وعید ----- ۵۴۰

سُورَةُ الذِّكْرِ

- ایک قول یہ ہے ----- ۵۴۱
 قول جمہور ----- " ۵۴۲
 ایک قول یہ ہے ----- " ۵۴۳
 قرآن خود امر حکیم سے ہے ----- " ۵۴۴
 ایک نکتہ ----- ۵۴۵
 اگر دل سے اللہ کو خالق مانتے ہو تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کو رسول مان لو ----- " ۵۴۶
 قیامت کے قریب والا دھواں ----- ۵۴۷
 ایک قول یہ ہے ----- " ۵۴۸
 کفار کا اَلنا الزام یہ مجنون ہے ----- ۵۴۹
 تذکرہ موسیٰ علیہ السلام ----- ۵۵۰
 قتل کی دھمکی پر استعاذہ رب ----- ۵۵۱
 ایک قول یہ ہے ----- " ۵۵۲
 یک اور قول ہے ----- ۵۵۳
 بنی اسرائیل کا خروج اور فرعون کا تعاقب ----- " ۵۵۴
 ایک قول ----- " ۵۵۵

- یہ فقط سامان دنیا ہے ----- ۵۳۰
 جحکف اندھے پر شیطان کا تسلط ----- ۵۳۱
 اندھے پن کا وبال ----- ۵۳۲
 عذاب میں اشتراک کا فائدہ نہ ہوگا ----- " ۵۳۳
 ہ کفر پر مریں گے ----- ۵۳۴
 ہم ان سے انتقام لیں گے ----- " ۵۳۵
 قرآن صراطِ مستقیم ہے آپ اس پر عمل پیرا ہیں ----- " ۵۳۶
 ادیان و عمل کی پڑتال ظاہری کرتی ہے کہ بت پرست باطل پر ہیں ----- ۵۳۷
 ایک قول یہ ہے ----- " ۵۳۸
 ایک قول یہ بھی ہے ----- " ۵۳۹
 کفار کی ریت ----- ۵۴۰
 ہر نشانی بڑی ہے مگر یہ باز آنے والے نہیں ----- " ۵۴۱
 فرعون کی منادی ----- ۵۴۲
 میں اس حقیر سے بہتر ہوں ----- " ۵۴۳
 فرعون نے قوم کو ذلیل بنایا ----- ۵۴۴
 ایک قول یہ ہے ----- " ۵۴۵
 انتقام الہی پچھلوں کے لئے نمونہ ----- " ۵۴۶
 عیسیٰ علیہ السلام کی مثال ----- ۵۴۷
 ابن ربیری کا جھگڑا ----- " ۵۴۸
 ایک قول یہ ہے ----- ۵۴۹
 قول صاحب جامع العلوم ----- " ۵۵۰
 ایک قول یہ ہے ----- ۵۵۱
 عیسیٰ علیہ السلام قیامت کی علامت ----- " ۵۵۲
 مؤمنین کے علاوہ پر دوستی منقطع ----- ۵۵۳
 جنت کے نظارے ----- ۵۵۴
 کفار و مجرمین کی سزا ----- ۵۵۵
 قول ابن عباس رضی اللہ عنہما ----- ۵۵۶
 ایک قول یہ ہے ----- " ۵۵۷

- فضیل رحمہ اللہ ----- " ۵۷۹
- شر و خیر ----- " ۵۷۹
- ایک قول یہ ہے ----- " ۵۸۱
- کفار کا قول زمانہ قوت دیتا ہے ----- " ۵۸۱
- قیامت کے دن زانو کے بل گرنا ----- " ۵۸۱
- اعمال نامے کا پیش ہونا ----- " ۵۸۳
- ایک قول یہ ہے ----- " ۵۸۳
- عذاب میں پڑے چھوڑ دیا جائے گا ----- " ۵۸۳

سُورَةُ الْحَقَّافِ (۳۳)

تمام حمد و بڑائی کے لائق وہی ہے ----- " ۵۸۳

پَاوِلُ (۳۶)

- غیر اللہ کی عبادت کا درست ہونا کسی ایک آسمانی کتاب سے ثابت ----- " ۵۸۵
- کردو ----- " ۵۸۵
- سب سے بڑا گمراہ بت پرست ----- " ۵۸۶
- آخرت کا نقصان عابد و معبود میں دشمنی ----- " ۵۸۸
- ایک نکتہ ----- " ۵۸۸
- قول کلبی رضی اللہ عنہ ----- " ۵۸۹
- شاہد سے مراد ----- " ۵۸۹
- روایت بخاری ----- " ۵۸۹
- قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثابت ہو گیا اور تم انکاری ہو تو تم ----- " ۵۹۱
- سب سے بڑے ظالم ہو ----- " ۵۹۱
- والدین کے ساتھ احسان کا حکم ----- " ۵۹۲
- قول سیبویہ ----- " ۵۹۲
- قول قتادہ ----- " ۵۹۳
- جوانی اور چالیس سال کی عمر زندگی کا کامل حصہ ہے ----- " ۵۹۳
- ایک قول ----- " ۵۹۳
- قول حسن رحمہ اللہ ----- " ۵۹۳

- دیار فرعون ----- " ۵۶۲
- قول حسن رحمہ اللہ ----- " ۵۶۳
- جھوٹا بہانہ ----- " ۵۶۳
- حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ ----- " ۵۶۳
- علماء نے فرمایا ----- " ۵۶۳
- متقیں کا ٹھکانہ ----- " ۵۶۵
- دوزخیوں کا حال ----- " ۵۶۶
- داخلہ جنت ----- " ۵۶۶
- بڑی کامیابی ----- " ۵۶۶

سُورَةُ الْجَاثِيَةِ (۳۵)

- آیات قدرت ----- " ۶۶۸
- قرأت و نحو ----- " ۶۶۸
- فائدہ مہتم ----- " ۵۶۹
- ایک قول یہ ہے ----- " ۵۷۰
- نکتہ ثم ----- " ۵۷۰
- کفار کا قرآن سے استہزاء ----- " ۵۷۱
- ایک نکتہ ----- " ۵۷۱
- تسخیر بحر کی نشانی ----- " ۵۷۲
- تمام کائنات کی تسخیر ----- " ۵۷۳
- ایک قول یہ ہے ----- " ۵۷۳
- ایک قول یہ ہے ----- " ۵۷۳
- ایک قول یہ ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق اتری ----- " ۵۷۳
- اللہ تعالیٰ نے علم نبوت اختلاف کے ازالہ کے لئے اتارا انہوں ----- " ۵۷۵
- سے حد سے انکار کر دیا ----- " ۵۷۵
- دین قریش ابواء کا مجموعہ ہے ----- " ۵۷۶
- گنہگار اور نیک برابر نہیں ----- " ۵۷۶
- ایک قول یہ ہے ----- " ۵۷۷
- حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ ----- " ۵۷۷

- ایک قول یہ ہے ۶۱۱
- عند ابی حنیفہ رحمہ اللہ ۶۱۳
- انتقام کفار کی صورتیں "
- اللہ کے دین کی مدد "
- قول مجاہد رحمہ اللہ ۵۹۷
- قول ابن عباس رضی اللہ عنہما ۶۰۰
- کار سازی کی جہتیں "
- ایمان والوں اور کفار کے انجام کا تقابل "
- جنت کا حال ۶۱۴
- حرف انکار کے حذف کا فائدہ ۶۱۵
- علامات قیامت "
- ایک قول یہ بھی ہے "
- قول اخفش ۶۱۷
- علم واحدانیت پر قائم رہیں "
- شرح التاویلات "
- فا کا فائدہ "
- اللہ تمہاری تمام حالتوں سے واقف ہے "
- سفیان بن عیینہ کا قول "
- قول قتادہ رحمہ اللہ! ۶۱۹
- منافقین کی آنکھیں بزدلی سے پھرانے والی ہیں "
- کفار کے قلوب پر قفل لگ چکے "
- قول ابن عباس رضی اللہ عنہما ۶۲۲
- قول انس رضی اللہ عنہ "
- آزمائش برائے ظہور ۶۲۳
- فضل رحمہ اللہ "
- آپ کو پہچاننے کے باوجود کفار کی معاونت کی ۶۲۳
- ایک قول "
- قول سفیان بن عیینہ ۶۲۵
- یک قول یہ ہے ۶۲۶
- ایک قول یہ ہے "
- ایک قول ۵۹۵
- کفار کی آگ پر پیشی سزا کے لئے ۵۹۶
- قول عمر رضی اللہ عنہ "
- قوم عاد کا تذکرہ ۵۹۷
- قول ابن عباس رضی اللہ عنہما ۶۰۰
- شرک کی سزا "
- قول ابن عباس رضی اللہ عنہما "
- ان کا مزہ "
- نحوی نکتہ ۶۰۱
- ان کے معبودوں کی سفارش کہاں گئی "
- جنت کی آمد اور ایمان قبول کرنا ۶۰۲
- قول سعید بن جبیر ۶۰۳
- ایک قول یہ ہے "
- قول ابن عباس رضی اللہ عنہما ۶۰۳
- قول امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ "
- قول امام مالک ابن ابی لیلیٰ، ابو یوسف و محمد رحمہم اللہ "
- قول ضحاک "
- قول الزجاج ۶۰۵
- صبر و ثبات کا حکم جلد بازی کی ممانعت "
- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ﴿۱﴾
- قول الجوبیری ۶۰۷
- اٰمَنُوْا کی مراد ۶۰۸
- مؤمنوں اور کافروں کے عمل کی مثال "
- قتال میں کفار کو خوب قتل کرو ۶۰۹
- عند الاحناف ۶۱۰
- قول مجاہد رحمہ اللہ "
- عند الشافعی رحمہ اللہ "

- استدلال امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ----- " ۶۳۲
- ایک قول ----- " ۶۳۳
- قول ابن عباس رضی اللہ عنہما ----- " ۶۳۴
- قتال کے روکنے میں حکمت ----- " ۶۳۵
- مسلمانوں کے لوٹ جانے پر کفار کا اصرار ----- " ۶۳۶
- قول جمہور ----- " ۶۳۷
- ایک قول یہ ہے ----- " ۶۳۸
- فائدہ اضافت ----- " ۶۳۹
- ایک قول ----- " ۶۴۰
- خواب پیغمبر ﷺ ----- " ۶۴۱
- مسجد حرام میں داخلہ اور حلق و قصر ----- " ۶۴۲
- ایک قول یہ ہے ----- " ۶۴۳
- ایک قول یہ بھی ہے ----- " ۶۴۴
- قول حسن رحمہ اللہ ----- " ۶۴۵
- عظمت مقتداء و مقتدیان باصفا ----- " ۶۴۶
- ایک قول یہ ہے ----- " ۶۴۷
- قول عکرمہ رحمہ اللہ ----- " ۶۴۸
- رد قول روافض ----- " ۶۴۹

سُورَةُ الْحَبَّتِ (۳۹)

- تعظیم رسول کا حکم ----- " ۶۵۰
- فائدہ جلیلہ ----- " ۶۵۱
- قول حسن رحمہ اللہ ----- " ۶۵۲
- قول عائشہ رضی اللہ عنہا ----- " ۶۵۳
- آواز کو آپ کی مجلس میں پست رکھیں ----- " ۶۵۴
- روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما ----- " ۶۵۵
- مخصوص جہر کی ممانعت ----- " ۶۵۶
- قول عمر رضی اللہ عنہ ----- " ۶۵۷
- آیت کے لطائف ----- " ۶۵۸

- اللہ بے نیاز تم حاجت مند ہو ----- " ۶۵۹
- قوم کی مراد ----- " ۶۶۰

سُورَةُ الْفَتْحِ (۴۰)

- فتح مبین کی خوشخبری ----- " ۶۶۱
- پھر ایک قول یہ ہے ----- " ۶۶۲
- ایک قول ----- " ۶۶۳
- قول زجاج رحمہ اللہ ----- " ۶۶۴
- ایک قول ----- " ۶۶۵
- جہاد سبب مغفرت ----- " ۶۶۶
- اتمام نعمت (ایک قول) ----- " ۶۶۷
- صلح کے سبب سکون اتارا ----- " ۶۶۸
- ایک قول یہ ہے ----- " ۶۶۹
- حکمت کے تقاضے ----- " ۶۷۰
- ضمیر کا مرجع ----- " ۶۷۱
- بیعت رضوان کا تذکرہ ----- " ۶۷۲
- قول جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما ----- " ۶۷۳
- پچھے رہنے والے دیہاتی قبائل کا معاملہ ----- " ۶۷۴
- ان کے گمان کا پردہ چاک ----- " ۶۷۵
- ایمان باللہ اور ایمان بالرسول نہ ہو تو کافر ----- " ۶۷۶
- اہل حدیبیہ کے ساتھ غنائم کا عوض رہنے کا وعدہ ----- " ۶۷۷
- دو بل ----- " ۶۷۸
- بنوحنیفہ یا اہل فارس ----- " ۶۷۹
- ایک قول یہ بھی ہے ----- " ۶۸۰
- درست استنباط ----- " ۶۸۱
- آیت بیعت رضوان ----- " ۶۸۲
- ایک قول یہ ہے ----- " ۶۸۳
- دیگر غنائم ----- " ۶۸۴
- قریش مکہ کی شرارت ----- " ۶۸۵

- ۲۶۸ ایمان اور اس کی تروتازگی
- ۲۶۹ ایمان اللہ کا احسان ہے نہ کہ لانے والے کا
- سورۃ ق (۵۰)
- فائدہ جلیلہ
- قول حسن رحمہ اللہ
- روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما
- قول عمر رضی اللہ عنہ
- آیت کے لطائف
- لطائف آیت
- دلالت آیت
- فوائد لفظ
- ۲۷۰ قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ
- ایک قول یہ ہے
- قول زجاج
- قول مجاہد
- قول سہل رضی اللہ عنہ
- قول ابن عباس رضی اللہ عنہما
- قول قتادہ رحمہ اللہ
- ایک قول
- قول ابن عباس رضی اللہ عنہما
- ایمان کی تعریف
- شرعی معنی ایمان
- ۲۷۱ سب سے زیادہ خطرناک چیز سے ڈرانے والے پر تعجب
- لطائف آیت
- جب اجزاء موت معلوم ہو تو اس کا لوٹانے پر کیوں قدرت نہیں
- ۲۷۲ انہوں نے نبوت کا انکار کر دیا
- ایک قول یہ ہے
- ۲۵۴ وفد بنو تمیم کی نادانی
- لطائف آیت
- صبر کا مفہوم
- ولید بن عقبہ کی بدگمانی
- دلالت آیت
- ۲۵۶ بنو مصطلق اور ولید کے واقعہ میں مبالغہ نہ کرنے والوں کی تعریف
- ایک قول یہ ہے
- ۲۵۷ اوس و خزرج کی باہمی لے دے
- ۲۵۸ فوائد لفظ
- ۲۵۹ باغی گروہ سے لڑنے کا حکم
- مسلمانوں میں باہمی مخالفت کی تاکید
- ۲۶۰ تمسخر کی ممانعت
- ۲۶۱ قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ
- طعنہ زنی کی ممانعت
- ایک قول یہ ہے
- ۲۶۲ بدگمانی سے گریز کا حکم
- ۲۶۳ قول زجاج
- قول مجاہد رضی اللہ عنہ
- قول سہل رضی اللہ عنہ
- قول ابن عباس رضی اللہ عنہما
- ۲۶۴ بلاغی مبالغات
- غیبت کا اثر
- ایک قول
- ۲۶۵ شعب و قبیلہ کا فرق
- قول ابن عباس رضی اللہ عنہما
- ایمان لانا کسی پر احسان نہیں
- ۲۶۷ ایمان کی تعریف
- شرعی معنی ایمان

آپ مدعی ہیں نصیحت کرتے جائیں ۶۸۶

سُورَةُ النَّازِعَاتِ ٥١

- ایک قول یہ ہے ۶۸۷
- مختلف کاموں پر مقرر فرشتے ۶۸۸
- ایک اور تفسیر ۶۸۹
- رسول اللہ ﷺ سے متعلق کفار کے قول ۶۸۹
- قرآن سے پھرنے والا بد نصیب ہو گیا ۶۹۰
- بے دلیل باتوں والوں کی ہلاکت ۶۹۰
- ایمان والوں کا تذکرہ ۶۹۰
- عظیم قدرت کے نمونے ۶۹۱
- انسان میں نمونہ قدرت ۶۹۱
- بعض کا قول ۶۹۱
- قول حسن بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۶۹۲
- قول اصحی بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۶۹۲
- آیت قدرت ۶۹۳
- ایک اور قول ۶۹۳
- قول ابن عباس رضی اللہ عنہما ۶۹۳
- قول جمہور ۶۹۵
- قول الزجاج ۶۹۵
- ایک قول یہ ہے ۶۹۷
- ایک قول یہ ہے ۶۹۷

پَاۤلِیۡۤہٗ ۲۷

- نمونہ عبرت ۶۹۸
- ملامت کا معنی ۶۹۸
- خیر سے خالی ہوا ۶۹۸
- قول اظہر ۶۹۸
- تکذیب کے نتیجے میں ہر چیز ریزہ ہو گئی ۶۹۸

- بیان قدرت کا ایک انداز ۶۸۶
- تیسرا انداز ۶۸۶
- چوتھا انداز ۶۸۶
- فرد کا زمین سے نکالنا نباتات کی طرح ہے ۶۸۶
- احوال تکذیب اقوام ۶۸۶
- تویل شیطانی بعثت کے متعلق یہ شک میں پڑے ہیں ۶۸۶
- علمی قرب کو جبل الوریہ کی مثال ذکر کیا ۶۸۶
- علم الہی خطرات نفس سے بھی مخفی ترک جاننے والا ہے ۶۸۶
- کرنا کا تبین کا اعمال لکھنا ۶۸۶
- علم و قدرت کے بعد مقدمہ قیامت کو ذکر کیا ۶۸۶
- تذکرہ قیامت ۶۸۶
- غفلت کا پردہ چاک ہوا ۶۸۶
- قرین کی مراد ۶۸۸
- ایک قول یہ ہے ۶۸۸
- قول مجاہد ۶۸۸
- یہ دارالجزاء ہے جھگڑے کی جگہ نہیں ۶۸۹
- میری وعید والی بات کو بشارت میں بدلا نہیں جاسکتا ۶۸۹
- جنہم پکارے گی کیا کچھ اور ہے ۶۸۹
- قول حسن بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۶۸۱
- ایک قول یہ ہے ۶۸۱
- مزید کی مراد ۶۸۱
- قول الجمہور ۶۸۲
- یہود کے عقیدہ کی تردید ۶۸۳
- ایک قول یہ ہے ۶۸۳
- تسبیح سے مراد ۶۸۳
- ایک قول یہ ہے ۶۸۳
- اسرافیل کی نداء ۶۸۵
- ایک قول یہ ہے ۶۸۵
- مردوں کا نکلنا ۶۸۵

- ۸۴۷----- بعض سے برتاؤ کی اجازت
 "----- برتاؤ کی ممانعت
 ۸۴۸----- امتحان کا مطلب
 ۸۴۹----- قول ابن عباس رضی اللہ عنہما
 "----- ایک نکتہ
 "----- مہاجرات نکاح کی اجازت
 ۸۵۰----- قول ابن عباس رضی اللہ عنہما
 ۸۵۱----- شرائط بیعت
 ۸۵۲----- ایک نکتہ
 ۸۵۳----- ایک قول یہ ہے

سُورَةُ الضُّحَىٰ (۶۱)

- ۸۵۵----- ایک روایت
 "----- قول بعض سلف
 ۸۵۶----- پیغمبر کی توقیت چاہنے نہ کہ ایذا
 "----- بشارت عیسیٰ علیہ السلام
 ۸۵۹----- اظہار دین کا عہد
 "----- ایمان و جہاد باقی رہے گا
 ۸۶۰----- فتح مکہ یا فارس و رسوم کا

سُورَةُ الْجُمُعَةِ (۶۲)

- ۸۶۲----- ایک تشبیہ
 "----- حواریوں سے معاونت کا مطالبہ
 ۸۶۳----- تسبیح
 "----- امین میں بعث رسول
 "----- ایک قول
 "----- آخرین کی مراد
 ۸۶۴----- عدم عمل میں گدھے سے تشبیہ دی
 ۸۶۶----- نداء جمع

- ۸۲۵----- قیاس کا جواز
 ۸۲۶----- مال فنی
 ۸۲۷----- بعض مفسرین کا قول
 ۸۲۸----- خاص دلیل
 ۸۲۹----- مدینہ دارالمہاجرین اور دارالہجرۃ
 "----- ایک نکتہ
 ۸۳۰----- انصاری رضی اللہ عنہ اور مہمان
 "----- قول ابو زید
 ۸۳۲----- حکم استغفار
 "----- قول سعید بن مسیب رحمہ اللہ
 "----- منافقین کا حال
 ۸۳۵----- منافقین کا حال شیطان کے مشابہ
 "----- ایک نکتہ
 "----- قول مالک بن دینار رحمہ اللہ
 ۸۳۶----- اہل جنت و دوزخ برابر نہیں
 "----- استدلال شوافع
 ۸۳۷----- عظمت قرآن
 ۸۳۸----- اصل مقصود
 "----- تردید شرک بتذکرہ صفات باری تعالیٰ
 ۸۳۹----- ایک نکتہ
 "----- فضیلت

سُورَةُ الْمُمتَحِنَاتِ (۶۰)

- ۸۴۰----- حاطب کا خط
 ۸۴۱----- فتح مکہ کے دن جن کو امن نہ ملا اس میں یہ بھی شامل تھی
 ۸۴۲----- کفار کی تمنا
 "----- ایک نکتہ
 ۸۴۳----- بیزاری کا عمدہ نمونہ
 "----- مسلمانوں کو ان کے ایمان کی توقع دلائی

حق تعالیٰ کی تفسیر -----
 زیادہ صحیح قول یہ ہے -----

سُورَةُ الطَّلَاقِ ﴿٦٥﴾

- ۸۸۵ ----- ارادۂ طلاق مراد
 ۸۸۶ ----- ایک قول یہ ہے
 " ----- طلاق احسن
 " ----- معنی الاخراج
 ۸۸۷ ----- تقویٰ والے کے لئے اللہ راہ نکال دیتے ہیں
 ۸۸۹ ----- عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کا واقعہ
 " ----- عدت آئہ
 ۸۹۰ ----- کم عمر عورتوں کی عدت
 " ----- وضاحت تقویٰ
 ۸۹۱ ----- فائدہ شرط
 " ----- مطلقہ مرضعہ
 ۸۹۲ ----- خرچہ خشیت کے مطابق
 ۸۹۳ ----- سرکشی اور اس کے نتائج
 ۸۹۴ ----- ایک نکتہ
 " ----- ایک نکتہ
 " ----- مثلیت ارض سے مراد
 ۸۹۵ ----- اجماع مفسرین
 " ----- ایک قول

سُورَةُ التَّجْوِيزِ ﴿٦٦﴾

- ۸۹۶ ----- ایک قول یہ ہے
 ۸۹۷ ----- ایک اور روایت
 " ----- قسم کی نکلنے کی راہ
 " ----- عند الاحناف
 " ----- بقول مقاتل

- ۸۹۷ ----- استدلال ابوحنفیہ رضی اللہ عنہ
 " ----- فضل اللہ سے مراد
 " ----- تجارتی فاصلہ کا واقعہ

سُورَةُ الْمُنْفِقِينَ ﴿٣٣﴾

- ۸۷۰ ----- جھوٹی شہادت
 " ----- منافقین کا طرز عمل
 ۸۷۱ ----- منافقین کی دوغلی پالیسی
 " ----- وجہ تشبیہ
 ۸۷۲ ----- غزوہ بنو مصطلق اور منافقین کی بدزبانی
 ۸۷۳ ----- دوسری بدزبانی
 " ----- بعض صالحات کا مقولہ
 " ----- حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کا قول
 ۸۷۵ ----- ایک قول یہ ہے
 " ----- موت سے پہلے خرچ کر لو

سُورَةُ التَّجْوِيزِ ﴿٦٦﴾

- ۸۷۷ ----- حقیقی بادشاہی اللہ کی
 " ----- اصل نعمتیں دینے والے اللہ ہیں
 " ----- سب سے زیادہ خوبصورت انسان
 ۸۷۸ ----- درجات حسن
 " ----- قول حکماء
 ۸۷۹ ----- کفار کا انکار بعث
 ۸۸۰ ----- یوم تغابن
 ۸۸۱ ----- تکلیف اس کی تقدیر و مشیت ہے
 ۸۸۲ ----- قول مجاہد
 " ----- بعض اولادیں تمہاری دشمن ہیں
 ۸۸۳ ----- ایک قول یہ ہے
 " ----- من کا نکتہ

- آسمان میں چراغ ۸۹۸
- ستاروں کے کام ۹۱۰
- زبانہ کا سوال ۹۱۲
- کفار کا اعتراف "
- اللہ تعالیٰ کو سزا و اعلانیہ کی اطلاع ہے ۹۱۳
- قول ابو بکر اصم و جعفر بن حرب "
- نعامت الہیہ ۹۱۴
- کیا اللہ کے رزق روکنے پر تمہارے معبود رزق دیتے ہیں - ۹۱۶
- تم بالکل شکر نہیں کرتے ۹۱۷
- کافروں پر اکتاہت کا سوار ہونا ۹۱۸
- کفار کی دعائے ہلاکت کا جواب ۹۱۹

سُورَةُ الْقَبَلِيِّينَ ﴿۶۸﴾

- قلم کی قسم کثرت منافع کے لئے کھائی ۹۲۱
- اخلاق نبوت "
- ولید کے متعلق یہ آیت اُتری ۹۲۳
- ایک نکتہ ۹۲۵
- خرطوم تذلیل کے لئے فرمایا "
- باغ والوں کی مثال "
- اعتراف جرم ۹۲۷
- مسلم مجرم برابر نہیں ۹۲۹
- شدت بطور کنایہ ہے ۹۳۰
- استدراج کی حالت ۹۳۲
- فیصلہ کن قول ۹۳۳

سُورَةُ الْحَاقِقَاتِ ﴿۶۹﴾

- فار کا نگاہوں سے پھسلانے کی کوشش کرنا "
- قارعہ نام کی وجہ ۹۳۶
- شمود پر اُترنے والا عذاب "

- حدیث ماریہ امامت شیخین ۸۹۸
- قول سفیان رحمہ اللہ "
- دو عورتوں کا باہمی تعاون کیا حیثیت رکھتا ہے جس کے معاون یہ ہوں ۸۹۹
- صفات مؤمنات ۹۰۰
- ایک نکتہ ۹۰۱
- وہ ہر حکم کی ادائیگی کرتے ہیں ۹۰۲
- کفار کو معذرت غیر مفید "
- خالص توبہ "
- قول حذیفہ ۹۰۳
- قول ابن عباس رضی اللہ عنہما "
- ایک قول "

- کافروں کے لئے مثال زوجہ نوح و لوط کونیکوں کے نکاح میں ہونا کام نہ آئے گا ۹۰۴
- ایمان والوں کے لئے آسہ کو مثال فرعون کی زوجیت کا کچھ نقصان نہ ہوا ۹۰۵
- مریم نے بلد خاوند اپنی ناموس کی حفاظت کی یہود کا بیر ان کو نقصان نہ دے سکا "
- اس میں امہات المؤمنین کو تعریض ہے ۹۰۶

پَا لَ ا ﴿۶۹﴾

سُورَةُ الْمَلِكِ ﴿۶۷﴾

- اسمائے سورت ۹۰۷
- خلق موت و حیات کا معنی ۹۰۸
- المراد المطلوب "
- موت کی وجہ تقدیم "
- حقیقت تفاوت ۹۰۹
- یہ اشیاء تخلیق رحمانی ہیں "

- ۹۶۱..... روایت حسن بصری رحمہ اللہ
 ۹۶۲..... قول اخضر رضی اللہ عنہ
 "..... تخلیق انسانی کے مراتب
 "..... قدرتِ عظیمہ کے نمونے
 "..... قول ابن عباس و ابن عمر رضی اللہ عنہم
 ۹۶۳..... قوم نوح کی حیلہ بازی
 ۹۶۵..... یہ نیک لوگوں کے نام ہیں
 "..... غرق گناہوں کے باعث ہوا
 ۹۶۶..... قول ابن عباس رضی اللہ عنہما

سُورَةُ الْجِنِّ

- "..... ایک اختلاف
 ۹۶۸..... جنات کی آمد
 ۹۶۹..... شہابِ ثاقب
 ۹۷۰..... قول جمہور
 "..... رجم شیاطین پہلے نہ تھا
 ۹۷۲..... جنات میں مؤمن و کافر
 ۹۷۳..... مساجد کا معنی
 ۹۷۵..... قول فراء
 ۹۷۶..... بعض اخبارِ غیب تاکہ معجزہ بن جائیں

سُورَةُ الْمُرْسَلَاتِ

- ۹۷۹..... دو میں ایک کا چناؤ
 "..... وجاہت کلام
 "..... رات کو پیدا ہونے والی عبادت
 "..... قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ
 ۹۸۰..... امام زین العابدین رحمہ اللہ
 ۹۸۲..... قول حسن رحمہ اللہ
 "..... قول ابن عباس رضی اللہ عنہما

- "..... ٹھنڈی ہوا سے عادی ہلاکت
 ۹۳۷..... مسلسل عذاب
 "..... قوم لوط کی بستیاں
 "..... طوفانِ نوح
 ۹۳۸..... قول قتادہ
 ۹۳۹..... حاملینِ عرش کی تعداد میں اضافہ
 ۹۴۰..... اصحابِ یمن کا ذکر اور ان کا بدلہ
 ۹۴۱..... اصحابِ شمال کا بدلہ
 ۹۴۲..... قول ابن عباس رضی اللہ عنہما
 ۹۴۳..... قول ابو درداء رضی اللہ عنہ
 "..... حاصل کلام
 ۹۴۴..... عظمتِ قرآن

سُورَةُ الْجَالِحِ

- ۹۴۸..... قیامت کے دن کی مقدار
 ۹۴۹..... ایک منظرِ قیامت
 ۹۵۰..... ضمیر جمع کی وجہ
 ۹۵۱..... جہنم کی آوازیں دے گی
 "..... قول ابن عباس رضی اللہ عنہما
 "..... قول ثعلب رحمہ اللہ
 ۹۵۵..... کفار کا وطیرہ اور اس کا جواب
 "..... بغیر ایمان جنت کا دعویٰ کس منہ سے

سُورَةُ نُوحٍ

- ۹۵۸..... نوح علیہ السلام کا قوم کو خطاب
 "..... نتیجہ دعوت میں قوم کا فرار
 ۹۵۹..... قوم کی کیفیت
 "..... خفیہ اعلانیہ دعوت تھی
 ۹۶۰..... واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ

- ۱۰۰۷ ----- ازالہ غلطی
 " ----- دوغم
 ۱۰۰۸ ----- قول سعید بن مسیب رحمہ اللہ
 " ----- قول ابن عباس رضی اللہ عنہما
 ۱۰۰۹ ----- تخلیق انسانی

سُورَةُ الدُّرِّ الْكَرِيمِ ﴿٤٦﴾

- " ----- انسانی ذرات میں
 ۱۰۱۱ ----- دوراستے
 " ----- کفار کا انجام
 " ----- ابرار کا بدلہ
 ۱۰۱۳ ----- ایفاء نذر خوف قیامت اور صدقہ
 " ----- انتہاء کے خلوص
 ۱۰۱۴ ----- صبر کا بدلہ ملے گا
 " ----- جنت کے سائے
 ۱۰۱۵ ----- جنت کے برتن
 " ----- قول ابن عباس رضی اللہ عنہما
 ۱۰۱۶ ----- چشمہ سلسبیل
 " ----- قول ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ
 ۱۰۱۷ ----- جنتیوں کے کپڑے
 ۱۰۱۸ ----- قول ابن مسیب
 " ----- شراب جنت
 " ----- قرآن کی نعمت
 " ----- کافر و گنہگار کے پیچھے نہ چلیں
 ۱۰۱۹ ----- رات کا سجدہ
 ۱۰۲۰ ----- جنت اسکی رحمت سے

سُورَةُ الْمُرْسَلَاتِ ﴿٤٧﴾

- ۱۰۲۲ ----- ہواؤں کی اقسام

- " ----- قول حسن رحمہ اللہ
 ۹۸۳ ----- منظر قیامت
 " ----- تذکرہ فرعون
 ۹۸۵ ----- قراءت ونحو
 ۹۸۶ ----- قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ
 ۹۸ ----- قول ابن عمر رضی اللہ عنہما
 " ----- روایت جابر بن التیمون

سُورَةُ الْمُنَافِقِينَ ﴿٤٨﴾

- ۹۸۹ ----- کپڑوں کو پاک رکھیں
 " ----- اعلیٰ اخلاق کی تلقین
 ۹۹۰ ----- نغمہ صور
 " ----- ولید بن مغیرہ کا حال
 ۹۹۱ ----- قول مجاہد رحمہ اللہ
 " ----- قول حسن رحمہ اللہ
 ۹۹۲ ----- قرآن کے متعلق اس کی بدزبانی
 ۹۹۳ ----- ولید کا پہلا قول
 " ----- ابو جہل کی چال
 ۹۹۵ ----- جہنم کے امین فرشتے
 " ----- ایک قول یہ ہے
 ۹۹۶ ----- کفار کا مقصد
 ۹۹۹ ----- شافعیین سے مراد
 ۱۰۰۰ ----- سب کو ایک ایک کتاب دی جائے

سُورَةُ الْقِيَامَةِ ﴿٤٩﴾

- ۱۰۰۳ ----- قول فراء
 " ----- قول حسن رحمہ اللہ
 ۱۰۰۵ ----- ایک قول
 " ----- عجلت کی ممانعت

- ۱۰۲۳ ----- منظر قیامت
 ۱۰۲۳ ----- فیصلے کا دن
 ۱۰۲۳ ----- جھٹلانے والوں کی ہلاکت
 ۱۰۲۳ ----- محل جیسی چنگاری
 ۱۰۲۳ ----- قیامت بڑا ہنگامہ
 ۱۰۲۵ ----- سرکشی کا انجام
 ۱۰۲۶ ----- فرمانبرداری کا نتیجہ
 ۱۰۲۷ ----- قیامت کا حقیقی علم اللہ تعالیٰ کو
 ۱۰۲۷ ----- قیامت میں حال

سُورَةُ الْعَنْكَبُوتِ ﴿٨٠﴾

- ۱۰۲۸ ----- عبد اللہ بن امّ مکتوم کا واقعہ
 ۱۰۲۹ ----- بے پروائی والے کافر
 ۱۰۵۲ ----- قدرت باری تعالیٰ
 ۱۰۵۲ ----- احوال قیامت
 ۱۰۵۲ ----- ایک قول

سُورَةُ التَّكْوِيْنِ ﴿٨١﴾

- ۱۰۵۳ ----- نظارہ قیامت
 ۱۰۵۳ ----- دس ماہ کی گاہن اونٹنی
 ۱۰۵۵ ----- قول قتادہ رضی اللہ عنہ
 ۱۰۵۵ ----- قول ابن عباس رضی اللہ عنہما
 ۱۰۵۶ ----- زندہ درگور کے سوال
 ۱۰۵۶ ----- ایک اہم بات
 ۱۰۵۸ ----- صفات جبرئیل علیہ السلام
 ۱۰۵۹ ----- قول الزجاج رحمہ اللہ
 ۱۰۵۹ ----- قول جنید رحمہ اللہ

- ۱۰۲۳ ----- منظر قیامت
 ۱۰۲۳ ----- فیصلے کا دن
 ۱۰۲۳ ----- جھٹلانے والوں کی ہلاکت
 ۱۰۲۳ ----- محل جیسی چنگاری
 ۱۰۲۳ ----- قول ابن عباس رضی اللہ عنہما
 ۱۰۲۳ ----- فیصلے اور جمع کا دن
 ۱۰۲۸ ----- متیقن کے انعامات

پارا ۵ : ۳۰

سُورَةُ النَّبَاِ ﴿٨٢﴾

- ۱۰۳۰ ----- مؤمن مشیت کے لئے اور کافر استہزاء کے لئے
 ۱۰۳۱ ----- ایجادات باری تعالیٰ
 ۱۰۳۱ ----- ثواب و عقاب کے لئے میعاد
 ۱۰۳۲ ----- صور پھونکنا اور کائنات کا حال
 ۱۰۳۲ ----- جہنم مؤمن کا راہ گزر کفار کا مستقر
 ۱۰۳۳ ----- احوال جہنم
 ۱۰۳۳ ----- متیقن کی کامیابی
 ۱۰۳۵ ----- حالات جنت
 ۱۰۳۶ ----- منظر محشر
 ۱۰۳۷ ----- وجہ تخصیص

سُورَةُ النَّازِعَاتِ ﴿٨٣﴾

- ۱۰۳۸ ----- کافر کی تمنا
 ۱۰۳۸ ----- ایک قول
 ۱۰۳۹ ----- روح کو جسم کے بعید اطراف سے کھینچیں گے
 ۱۰۳۹ ----- گھوڑوں یا ستاروں کی قسم ہے
 ۱۰۳۹ ----- نختہ اونٹنی
 ۱۰۴۰ ----- کافروں کے احوال

- ۱۰۷۲----- کفار کا خیال
 ۱۰۷۳----- حقت
 ۱۰۷۴----- شاہد و مشہود
 "----- واقعہ راہب و غلام
 "----- ایک قول یہ ہے
 "----- انتقام کا سبب ایمان باللہ
 ۱۰۷۵----- جنت بڑی کامیابی
 ۱۰۷۶----- قول ابن عباس رضی اللہ عنہما
 "----- قول مکحول

سُورَةُ الْبُرُوجِ ﴿۸۵﴾

- ۱۰۷۸----- ایک قول
 "----- شاہد و مشہود
 ۱۰۷۹----- واقعہ راہب غلام
 ۱۰۸۰----- نصیحت
 ۱۰۸۱----- انتقام کا سبب ایمان باللہ
 ۱۰۸۲----- جنت بڑی کامیابی
 ۱۰۸۳----- ایک قول
 ۱۰۸۳----- عظمت قرآن
 "----- قول حسن رحمہ اللہ
 "----- قول ابن عباس رضی اللہ عنہما
 "----- قول مقاتل
 "----- ایک قول

سُورَةُ الطَّارِقِ ﴿۸۶﴾

- ۱۰۸۵----- یہ آسمان و ستارے کی قسم
 ۱۰۸۶----- وہ لکھوائے جو آخرت میں کام آئے
 ۱۰۸۷----- ایک قول
 "----- قرآن باوقار باتیں

سُورَةُ التَّكْوِيْنِ ﴿۸۱﴾

- ۱۰۶۰----- احوال قیامت
 ۱۰۶۱----- منکرین کو خطاب
 "----- قول عمر بن الخطاب
 "----- قول حسن بصری
 "----- قول یحییٰ بن معاذ بصری
 ۱۰۶۲----- قول فضیل رحمہ اللہ
 ۱۰۶۳----- فجار کا انجام
 "----- قیامت کا موقعہ

سُورَةُ الْاِنْفِطَارِ ﴿۸۲﴾

- ۱۰۶۴----- ایک انداز
 ۱۰۶۵----- قول فراء
 "----- نکتہ نمبر ۱
 "----- ہر ہرزہ کا حساب
 "----- حکایت
 ۱۰۶۶----- قول ابن عمر رضی اللہ عنہما
 ۱۰۶۸----- ران کے متعلق اقوال
 "----- دین کیا ہے؟
 "----- قول حسن رحمہ اللہ
 "----- قول ضحاک رحمہ اللہ
 "----- ابو سلیمان رحمہ اللہ
 "----- قول الزجاج رحمہ اللہ
 ۱۰۶۹----- حسین و فضل کا قول
 "----- قول امام مالک رحمہ اللہ
 "----- ایک اور قول
 "----- قول حسن رحمہ اللہ
 ۱۰۷۰----- برابر کے انعامات

۱۰۹۹----- ایک قول یہ ہے

سُورَةُ الْفَجْرِ ۱۰۹

- ۱۱۰۰----- دس راتیں
 ۱۱۰۱----- جفت و نفاق
 "----- قول انخفش
 "----- حاصل کلام
 ۱۱۰۲----- قوم عاد کا حال
 "----- قراءت ابن الزبیر
 "----- ایک روایت تفسیر
 ۱۱۰۳----- عبد اللہ بن قلابہ کا قول ہے
 "----- قوم ثمود
 "----- عذاب کا کوڑا
 ۱۱۰۴----- انسان کا حال
 ۱۱۰۵----- باطل خیال کا رد
 "----- ابتلاء
 "----- وجہ تعجب
 "----- بری حصاتین
 ۱۱۰۶----- قیامت کا حال
 ۱۱۰۷----- قول صاحب کشاف
 ۱۱۰۸----- نفس مطمئنہ
 "----- قول ابو عبیدہ
 "----- ایک قول یہ ہے
 "----- ایک نکتہ
 "----- ایک قول یہ ہے
 "----- قول آخر

سُورَةُ النَّازِعَاتِ ۹۰

۱۱۱۰----- بقول شرجیل

سُورَةُ الْاِنشَاءِ ۱۱۰

- ۱۰۸۹----- سجدہ کی تسبیح
 "----- متناسب بنایا
 "----- قول جنید رحمہ اللہ
 ۱۰۹۱----- ایک اور قول یہ ہے
 "----- آسان شریعت
 "----- دوسرا قول
 "----- آسان شریعت
 "----- ایک قول
 "----- ایک قول
 ۱۰۹۲----- بڑا بد بخت کافر
 "----- ایک قول
 "----- ایک قول تم کے متعلق
 "----- دلیل
 "----- قول ابن عباس رضی اللہ عنہما
 ۱۰۹۳----- قول ضحاک
 "----- صحف ابراہیم و موسیٰ علیہما السلام

سُورَةُ الْغَاشِيَةِ ۸۸

- ۱۰۹۴----- شدائد سے چھانے والی
 "----- دنیا میں برے اعمال
 ۱۰۹۵----- ایک قول
 "----- وجہ ثانیث
 "----- اقسام عذاب
 ۱۰۹۶----- جنت کی صفت
 "----- ایک قول
 ۱۰۹۸----- کفار کے انکار کا جواب
 "----- وجہ تخصیص

- قول ذوالنون رحمہ اللہ " ۱۱۱۱
 مال پر فخر " ۱۱۱۲
 احسان الہی ۱۱۱۲
 ناشکری نعمت " ۱۱۱۳
 قول حسن بوسیدہ یہ ہے ۱۱۱۳
 نہ چھوڑا نہ ناراض ہوا " ۱۱۲۵
 ایک قول یہ ہے " ۱۱۲۶
 صاحب کشف کا قول " ۱۱۲۷
 یتیمی میں سہارا " ۱۱۲۸
 طریقہ فرمانبرداری سکھایا " ۱۱۲۹
 ایک قول " ۱۱۳۰
 تشبیہ " ۱۱۳۱
 بقول سدی " ۱۱۳۲

سُورَةُ التَّوْحِيدِ ۹۴

- علوم و حکم کے لئے سینے کی وسعت ۱۱۳۸
 قول حسن رحمہ اللہ " ۱۱۳۹
 لک کا فائدہ " ۱۱۴۰
 ایک قول یہ ہے " ۱۱۴۱
 قول ابو معاذ ۱۱۴۲
 قول ابن عباس رضی اللہ عنہما " ۱۱۴۳
 ربط ما قبل " ۱۱۴۴
 ایک قول یہ ہے ۱۱۱۶
 ایک تحقیق " ۱۱۱۷
 جنہوں نے قسم کیلئے قرار دیا " ۱۱۱۸
 وجہ تنکیر ۱۱۱۹
 قول الزجاج " ۱۱۲۰
 ایک قول یہ ہے " ۱۱۲۱
 حل کلام " ۱۱۲۲
 قول عکرمہ ۱۱۲۳
 قوم ثمود کی سرکشی " ۱۱۲۴
 ہلاکت ثمود " ۱۱۲۵
 اسے انجام کا خطرہ نہ ہوا ۱۱۲۶

سُورَةُ التَّائِيَةِ ۹۵

- جنت کا پھل ۱۱۳۱
 قول ابن عباس رضی اللہ عنہما " ۱۱۳۲
 فائدہ قسم ۱۱۳۳
 خوبصورت سانچہ " ۱۱۳۴
 تکذیب قیامت کی کیا وجہ؟ ۱۱۳۵

سُورَةُ الْاِنشَاءِ ۹۶

- قول ابن عباس رضی اللہ عنہما و مجاہد رحمہ اللہ ۱۱۳۶
 قول جمہور رحمہم اللہ " ۱۱۳۷
 تخلیق انسانی " ۱۱۳۸

سُورَةُ الْاِنشَاءِ ۹۲

- الحسنی اسلام ہے ۱۱۲۱
 طاعت گزار " ۱۱۲۲
 قول ابو عبیدہ ۱۱۲۳
 ایک قول یہ ہے ۱۱۲۴
 ایک اور قول " ۱۱۲۵
 ایک استدلال " ۱۱۲۶

سُورَةُ الْاِنشَاءِ ۹۳

- وجہ تخصیص ۱۱۲۷

۱۱۴۸ ----- ایک قول
"----- انسان مال کی محبت میں سخت

سُورَةُ الْقَائِنَاتِ (۱۰۱)

۱۱۵۱ ----- پھسلنے اور ضعف میں مشابہت دی ہے
"----- قدر والا وزن

سُورَةُ التَّكْوِيْنِ (۱۰۲)

۱۱۵۲ ----- دنیا کو اپنا قبلہ مت بناؤ
۱۱۵۳ ----- قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ
"----- قول حسن رضی اللہ عنہ

سُورَةُ الْحَصْرِ (۱۰۳)

۱۱۵۴ ----- جنس انسان خسارے میں
"----- آخرت کے خریدار

سُورَةُ الْهٰمِیَّةِ (۱۰۴)

۱۱۵۶ ----- ایک قول یہ ہے
"----- ایک اور قول
"----- فیصلہ
۱۱۵۷ ----- دلوں تک پہنچنے کا مطلب

سُورَةُ الْفِيْلِ (۱۰۵)

۱۱۵۹ ----- ابرہہ کی حرکت اور سزا
۱۱۶۰ ----- تمام تہ ابرہہ فیل
"----- قول الزجاج

سُورَةُ قُرَيْشٍ (۱۰۶)

۱۱۶۲ ----- قریش پر انعامات

۱۱۳۵ ----- کتابت کے فائدے
"----- ایک قاعدہ
۱۱۳۷ ----- ابو جہل کا نماز سے روکنا اور اس کا جواب

سُورَةُ الْقَلَمِ (۹۷)

۱۱۳۸ ----- رات کی عظمت
"----- کمت اخفاء
"----- ایک ہزار مہینہ کے برابر
"----- فرشتوں کا نزول
۱۱۴۰ ----- ایک قول

سُورَةُ الْبَيِّنَاتِ (۹۸)

۱۱۴۲ ----- قدرت کے احکام کا خلاصہ
"----- قاعدہ
"----- فضیلت مؤمن
"----- دوسرا قول

سُورَةُ الزَّلٰزَلٰتِ (۹۹)

۱۳۴۳ ----- دفائن ارض
"----- کافر کا قول
۱۳۵۵ ----- ایک قول یہ ہے
"----- زمین کی گواہی
"----- موقف سے واپسی
"----- ایک قول
"----- حکایت

سُورَةُ الْعٰدِيَاتِ (۱۰۰)

۱۱۴۷ ----- قول ابن عباس رضی اللہ عنہما
"----- پیروں کی ٹاپ سے آگ نکالنے والے گھوڑے

۱۱۷۳ ----- ذکر کنیت کی وجہ

سُورَةُ الْاِخْلَاقِ ۱۱۲

۱۱۷۵ ----- قول ابن عباس رضی اللہ عنہما

"----- تحقیر و مذمت کی تصویر

"----- قول ابن عباس رضی اللہ عنہما

"----- دلیل عقلی

۱۱۷۷ ----- قریش مکہ کا سوال

"----- ایک خیال

"----- سیبویہ کا انداز

"----- ابو عمرو کا مزاج

"----- ایک دلیل ہے

"----- دُعائے مفسر رحمہ اللہ

سُورَةُ الْفَالِقِ ۱۱۳

"----- قول عائشہ رضی اللہ عنہا

"----- نفوس ساحر

"----- رد معتزلہ

سُورَةُ النَّاسِ ۱۱۴

"----- ایک قول یہ ہے

"----- سعید بن جبیر رحمہ اللہ کا قول

"----- قول ابو ذر رضی اللہ عنہ

۱۱۶۳ ----- اسفار قریش

"----- خوف سے امن دینے والے کی عبادت چاہئے تھی

سُورَةُ الْمَلِكِ ۱۰۷

۱۱۶۴ ----- یتیم کو دھکے دینے والا

۱۱۶۵ ----- قول انس رضی اللہ عنہ، حسن رضی اللہ عنہ

"----- قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ

"----- قول عائشہ رضی اللہ عنہا

سُورَةُ الْكَافِرَاتِ ۱۰۸

۱۱۶۶ ----- خیر کثیر، قول ابن عباس رضی اللہ عنہما

"----- عبادت اور قربانی کرو

"----- مخالف ہر شہر سے منقطع

۱۱۶۷ ----- ایک قول یہ ہے

سُورَةُ الْكُوْنِ ۱۰۹

۱۱۶۸ ----- کفر سے بیزاری

سُورَةُ النَّازِعَاتِ ۱۱۰

۱۱۷۰ ----- علامات نبوت سے فتح کی پیشگوئی

سُورَةُ الْاَنْعَامِ ۱۱۱

۱۱۷۲ ----- صفاء کا وعظ

اَتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ

جو کتاب آپ پر وحی کی گئی ہے آپ اس کی تلاوت فرمائیے اور نماز قائم کیجئے بلاشبہ نماز بے حیائی سے اور برے کاموں سے

وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ ﴿۲۹﴾

روکتی ہے اور اہل اللہ کا ذکر بہت بڑی چیز ہے اور جو کام تم کرتے ہو اللہ جانتا ہے۔

۲۹: اَتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ (پڑھیے اس کو جو آپ کی طرف کتاب وحی کے ذریعہ بھیجی گئی ہے)۔ تاکہ اس کے کلام کی تلاوت سے اس کا قرب حاصل ہو۔ اور تاکہ اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی سے تمہیں واقفیت حاصل ہو۔ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ (اور تم نماز قائم کرو)۔ اقامتِ صلاۃ پر مداومت اختیار کرو۔

نماز برائی سے روک:

إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ (بلاشبہ نماز بے حیائی سے روکتی ہے)۔ الْفَحْشَاءِ (زنا جیسے برے کام)۔ وَالْمُنْكَرِ (اور بری باتیں)۔ جن کو عقل و شرع برقرار دے۔

ایک قول:

جو نماز کی نگہبانی کرنے والا ہو ایک نہ ایک دن وہ اسے اپنی طرف کھینچ لے گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ کہ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا۔ کہ فلاں شخص دن کو نماز پڑھتا ہے اور رات کو چوری کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا اس کی نماز اس سے اس کو روک دے گی۔ (رواہ احمد ابن حبان)۔ روایت میں ہے کہ ایک انصاری آپ کے ساتھ نماز میں پڑھتا اور ہر بُرا کام بھی کر گزرتا۔ آپ کو اس کی حالت ذکر کی گئی۔ تو آپ نے فرمایا۔ ان صلاتہ سیمنعہا۔ زیادہ عرصہ نہ گزرنے پایا تھا کہ اس نے توبہ کر لی۔

قول ابن عوف:

ان الصلاة تنهى كما مطلب یہ ہے۔ کہ جب تم نماز میں مشغول ہو تو تم نیکی و طاعت میں ہوتے ہو۔ اس وقت نماز نے تمہیں بے حیائی اور برائی سے روک دیا ہے۔

قول حسن رحمہ اللہ:

جس کی نماز اس کو بے حیائی اور منکرات سے خبردار نہیں کرتی اس کی نماز نماز ہی نہیں۔ وہ اس پر وبال ہے۔ وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ (اور اہل اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت بڑا ہے)۔ یعنی نماز دیگر طاعات سے بہت بڑھ کر ہے۔ یہاں

وَلَا تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ۖ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ وَقُولُوا

اور اہل کتاب سے بحث مت کرو مگر ایسے طریقہ پر جو اچھا طریقہ ہو، مگر وہ لوگ جو ان میں سے بے انصاف ہیں۔ اور یوں کہو

أَمَّا بِالَّذِي أُنزِلَ الْإِنشَاءَ وَأُنزِلَ إِلَيْكُمْ وَالْهِنَاءَ وَالْهَكْمَ ۖ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ﴿۴۱﴾

کہ ہم ایمان لائے اس پر جو ہماری طرف نازل ہوا اور اس پر جو تمہاری طرف نازل ہوا اور ہمارا اور تمہارا معبود ایک ہی ہے۔ اور ہم اس کے فرمانبردار ہیں۔

ولذکر اللہ فرمایا۔ تاکہ بیان علت سے وہ مستقل ہو جائے۔ گویا اس طرح فرمایا۔ الصلاة اکبر لانها ذکر اللہ۔ (نماز بہت بڑی ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کا ذکر ہے)۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما :

ولذکر اللہ ایاکم برحمته اکبر (البتہ اللہ تعالیٰ کا تمہیں اپنی رحمت کے ساتھ یاد کرنا بہت بڑا ہے) اس سے کہ تم اپنی اطاعت و عبادت سے اس کو یاد کرو۔

قول ابن عطاء عسید :

اللہ تعالیٰ کا تمہیں ذکر کرنا تمہارے اس کا ذکر کرنے سے بہت بڑا ہے۔ نمبر ۱۔ کیونکہ ان کا یاد کرنا بلا سبب ہے اور تمہارا ذکر اسباب و تمناؤں سے ملا ہوا ہے۔ نمبر ۲۔ اور اس سے بھی کہ اس کا ذکر فناء نہ ہونے والا اور تمہارا ذکر باقی نہ رہنے والا ہے۔

قول سلمان عسید :

اللہ تعالیٰ کا ذکر ہر چیز سے بڑا اور افضل ہے۔

قول علیہ السلام :

کیا میں تمہیں تمہارے اعمال میں سے سب سے بہتر اعمال کی خبر نہ دے دوں۔ اور وہ نہ بتلا دوں جو تمہارے بادشاہ کے ہاں سب سے زیادہ پاکیزہ اور درجات کے اعتبار سے بلند تر ہے۔ اور سونا چاندی صرف کرنے سے بہتر اور دشمن کا مقابلہ کر کے ان کی گردنیں مارنے اور اپنی گردنیں کٹانے سے اعلیٰ ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے سوال کیا وہ کیا ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ (رواہ ابن الشاہین۔ کنز العمال)

نمبر ۲۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر اس سے بڑھ کر ہے کہ جس کو تمہارے فہم اور عقلیں سما سکیں۔ نمبر ۳۔ ذکر اللہ اس سے بڑھ کر ہے کہ دوسرے کو فحشاء و منکر سے روکو۔ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ (اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو)۔ یعنی خیر و طاعت پس وہ اس پر بہترین ثواب عنایت فرمانے والے ہیں۔

۳۶: وَلَا تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ (اور اہل کتاب سے مباحثہ نہ کرو۔ مگر اس طریقہ سے جو بہت خوب ہو)۔ مگر اس انداز سے جو خوب تر ہو۔ اور وہ یہ ہے کہ درستی کا مقابلہ نرمی اور غضب کا غصہ پی جانے سے کیا جائے جیسا کہ فرمایا دوسرے مقام پر ادفع بالتی ہی احسن [المؤمنون-۹۶]

ظلموا کی مراد:

إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ (مگر وہ لوگ جو ان میں سے ظلم کرنے والے ہیں)۔ انہوں نے عناد اور زیادتی میں حد کر دی اور خیر خواہانہ بات کو قبول نہ کیا۔ اور نرمی ان میں اثر کرتی نظر نہیں آتی۔ ان کے ساتھ سختی کرو۔

ایک قول یہ ہے:

مگر وہ لوگ جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا میں دی ہیں۔

نمبر ۲۔ مگر وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹا اور شریک تجویز کیا اور یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ سخاوت سے بندھے ہوئے ہیں۔ اور انہوں نے ذمی ہو کر یہ حرکت کی ہے اور شرط ذمہ کو نہیں نبھایا۔ اور جزیہ کو روک لیا۔ ان لوگوں سے جدال بالسیف ہے۔

مَسْتَلَّةٌ: آیت دلالت کر رہی ہے کہ کفار کے ساتھ دین میں مناظرہ جائز ہے اور علم کلام کا حصول بھی جائز ہے جس سے مناظرہ کیا جاسکتا ہے۔

وَقُولُوا آمَنَّا بِالَّذِي أُنزِلَ إِلَيْنَا وَأَنْزَلَ إِلَيْكُمْ وَالْهِنَا وَالْهَكْمُ وَاحِدٌ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ (اور کہہ دو ہم اس کتاب پر ایمان لائے جو ہماری طرف اتاری گئی۔ اور تمہاری طرف اتاری گئی اور ہمارا معبود اور تمہارا معبود ایک ہے اور ہم اسی ہی کی فرمانبرداری اختیار کرنے والے ہیں)۔ اور اس جنس سے ہیں جو احسن طریقہ سے مجادلہ کرنے والے ہیں۔

قول علیہ السلام:

اہل کتاب جو تمہیں بیان کریں اس کی تصدیق و تکذیب نہ کرو بلکہ اس طرح کہو ہم تو اللہ تعالیٰ اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لانے والے ہیں۔ اس طرح اگر ان کی بات باطل ہوگی تو تم نے اس میں ان کی تصدیق نہ کی اور اگر سچی ہوئی تو تم نے ان کی تکذیب نہ کی۔ (رواہ احمد ۴/۱۳۶، ابوداؤد ۴۳۴۳)

وَكَذَلِكَ أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ فَالَّذِينَ آتَيْنَهُمُ الْكِتَابَ يُؤْمِنُونَ بِهِ وَمِنْ

اسی طرح ہم نے آپ کی طرف کتاب نازل کی سو جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کتاب پر ایمان رستے ہیں اور

هُوَ آءٍ مَنْ يُؤْمِنُ بِهِ وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا الْكَافِرُونَ ﴿٤٧﴾ وَمَا كُنْتَ تَتْلُو مِنْ

ان میں سے بعض وہ ہیں جو اس پر ایمان لے آتے ہیں، اور کافر لوگ ہی ہماری آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔ اور اس سے پہلے آپ کوئی کتاب

قَبْلَهُ مِنْ كِتَابٍ وَلَا تَخُطُّهُ بِيَمِينِكَ إِذْ أَلَّا رَتَابَ الْمُبْطِلُونَ ﴿٤٨﴾ بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ

نہیں پڑھتے تھے اور نہ اپنے داہنے ہاتھ سے لکھتے تھے، اگر ایسا ہوتا تو اہل باطل شک میں پڑ جاتے۔ بلکہ یہ قرآن بذات خود بہت سے واضح دلائل کا مجموعہ ہے

فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا الظَّالِمُونَ ﴿٤٩﴾ وَقَالُوا لَوْلَا

ان لوگوں کے سینوں میں جنہیں علم دیا گیا، اور ہماری آیتوں کا انکار بے انصاف لوگ ہی کرتے ہیں۔ اور ان لوگوں نے کہا کہ اس پر

أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَاتٌ مِنْ رَبِّهِ طُفْلٌ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِنْدَ اللَّهِ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُبِينٌ ﴿٥٠﴾

اس کے رب کی طرف سے نشانیاں کیوں نازل نہیں ہوئیں، آپ فرما دیجئے کہ نشانیاں اللہ کے اختیار میں ہیں، اور میں تو صرف واضح طور پر ڈرانے والا ہوں۔

أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلَى عَلَيْهِمْ ط إِنَّ فِي ذَلِكَ لَرَحْمَةً وَ

کیا یہ بات انہیں کافی نہیں ہے کہ ہم نے آپ پر کتاب نازل فرمائی جو ان پر پڑھی جاتی ہے، بلاشبہ اس میں رحمت ہے اور

ذِكْرَى لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٥١﴾

نصیحت ہے ایمان لانے والوں کے لیے۔

قرآن تمام کتب کا مصدق ہے:

۴۷: وَكَذَلِكَ (اور اسی طرح)۔ یعنی اس اتارنے کی طرح۔ أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ (ہم نے آپ کی طرف کتاب اتاری)۔ یعنی ہم نے اس کو تمام کتب سماویہ کی مصدق بنا کر بھیجا۔ نمبر ۲۔ جیسا ہم نے کتاب ان انبیاء علیہم السلام پر اتاری جو آپ سے پہلے ہوئے اسی طرح تمہاری طرف ہم نے قرآن مجید کو اتارا۔ فَالَّذِينَ آتَيْنَهُمُ الْكِتَابَ يُؤْمِنُونَ بِهِ (پس وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی وہ اس پر ایمان لانے والے ہیں)۔

وہ عبد اللہ بن سلام اور جو ان کے ساتھ ایمان لائے۔ وَمِنْ هَؤُلَاءِ (اور ان میں سے)۔ اہل مکہ میں سے۔ مَنْ يُؤْمِنُ بِهِ (ایسے ہیں جو اس پر ایمان لاتے ہیں)۔ یا اس سے مراد وہ لوگ ہیں جن کو زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل کتاب ملی اور من

ہو لاء سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو اہل کتاب تھے وہ مراد ہیں۔
 وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا (اور ہماری آیات کا انکار نہیں کرتے) ان آیات کے ظاہر ہونے اور ان سے شبہ کے زائل ہونے کے
 باوجود إِلَّا الْكٰفِرُونَ (مگر کافر) جو کفر میں اصرار و ضد کرنے والے ہیں جیسا کعب بن اشرف اور اسی طرح کے لوگ۔

آپ نے کوئی کتاب نہیں پڑھی:

۳۸: وَمَا كُنْتُمْ تَتْلُوا مِنْ قَبْلِهِ (اور آپ اس سے پہلے پڑھتے نہ تھے کوئی کتاب)۔ یعنی اس قرآن مجید سے پہلے۔ مِنْ كِتٰبٍ
 وَلَا تَحْطٰهُ بِيَمِينِكَ (اور نہ آپ اپنے دائیں ہاتھ سے اس کتاب کو لکھتے تھے)۔ آیت میں یمن کو خاص کر ذکر کرنے کی وجہ یہ
 ہے عموماً دائیں ہاتھ سے ہی لکھا جاتا ہے۔ مطلب یہ ہوا۔ آپ نے کوئی سی کتاب بھی نہیں پڑھی اور نہ آپ لکھتے تھے۔ اِذَا (اس
 وقت) اگر اس میں سے کوئی چیز ہوئی۔ کتاب کا پڑھنا اور لکھنا۔ لَا رَتَابَ الْمُبْطِلُونَ (ضرور باطل پرست شک میں پڑ جاتے)۔
 یہاں باطل پرستوں سے اہل کتاب مراد ہیں کیونکہ وہ کہا کرتے تھے کہ ہم آپ کی تعریف امی یعنی جو نہ لکھے اور نہ پڑھے اور نہ اس
 میں یہ دونوں پائی جاتی ہوں اپنی کتابوں میں پاتے ہیں۔

نمبر ۲۔ اس وقت ضرور مشرکین مکہ شک کرتے۔ اور کہتے۔ شاید کہ اس نے علم سیکھ لیا ہو یا اپنے ہاتھ سے کہیں سے لکھ لیا
 ہو۔ آیت میں کفار کو مبطلون کہا کیونکہ وہ آپ کی نبوت کا انکار کرتے تھے۔

قول مجاہد و شععی رحمۃ اللہ علیہما:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات نہیں پائی۔ یہاں تک کہ آپ نے لکھا اور پڑھا ہے۔ (ممکن ہے بطور معجزہ ہو۔ مگر یہ قول
 ظاہر نصوص کے خلاف ہے۔ مترجم)

۳۹: بَلْ هُوَ (بلکہ وہ) یعنی قرآن۔ اٰیٰتٌ بَيِّنٰتٌ فِیْ صُدُوْرِ الَّذِیْنَ اُوْتُوْا الْعِلْمَ (واضح آیات ہیں جو ان لوگوں کے سینوں میں
 ہیں جن کو علم دیا گیا)۔ حفاظ و علماء کے سینوں میں ہیں اور یہ دونوں قرآن کی خصوصیات ہیں۔ نمبر ۱۔ آیات کا اعجاز واضح ہے۔ نمبر ۲۔
 سینوں میں محفوظ ہیں۔ بخلاف دیگر کتب کے کہ وہ معجزات نہ تھیں اور مصاحف سے ہی پڑھی جاتی تھیں۔ وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا (اور
 ہماری واضح آیات کا انکار نہیں کرتے)۔ إِلَّا الظّٰلِمُوْنَ (مگر ظالم)۔ جو ظلم میں بہت زیادہ بڑھے ہوئے ہیں۔

۵۰: وَقَالُوا لَوْلَا اَنْزَلَ عَلَیْهِ اٰیٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِ (اور انہوں نے کہا کیوں نہیں اس پر اتاری گئی اس کے رب کی طرف سے آیات)۔
 قراءت: مکی اور حفص کے علاوہ کوئی قراء نے ایاہ پڑھا۔ انہوں نے مطلب یہ لیا کہ اس پر کوئی نشانی کیوں نہیں اترتی جیسا کہ
 اونٹنی، عصا، مائدہ عیسوی وغیرہ۔

قُلْ اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ (کہہ دیں بیشک آیات تو اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں)۔ ان میں سے جو چاہتا ہے۔ اتار دیتا

قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ شَهِيدًا ۖ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ وَالَّذِينَ

آپ فرمادیجئے کہ اللہ میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے وہ ان سب چیزوں کو جانتا ہے جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں، اور جو لوگ

اٰمَنُوۡا بِالْبٰطِلِ وَاٰمَنُوۡا بِاللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوۡنَ ۝۵۱ وَيَسْتَعْجِلُوۡنَكَ بِالْعَذٰبِ ۗ

باطل پر ایمان لائے اور اللہ کے منکر ہو گئے یہی لوگ نقصان والے ہیں۔ اور وہ لوگ آپ سے عذاب کا تقاضا کرتے ہیں

وَلَوْ لَا اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَاءَهُمُ الْعَذٰبُ ۗ وَلِيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً ۙ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوۡنَ ۝۵۲

اور اگر مقررہ اجل نہ ہوتی تو ضرور ان کے پاس عذاب آجاتا اور البتہ ان پر اچانک عذاب آپہنچے گا اور انہیں خبر بھی نہ ہوگی۔

ہے۔ میں ان میں سے کسی کا ذرہ بھرا اختیار نہیں رکھتا۔ وَ اِنَّمَا اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ (بلاشبہ میں کھلا ڈرانے والا ہوں)۔ آپ کو انداز اور جو آیات دی گئیں ان کا مکلف و ذمہ دار بنایا گیا۔ مجھے کہنے کا اختیار نہیں۔ کہ اے اللہ تو مجھ پر فلاں نشانی کی بجائے فلاں نشانی اتار دے۔ باوجودیکہ میں جانتا ہوں کہ آیات سے اصل مقصد تو راہنمائی ہے۔ اور تمام آیات ایک آیت ہی کا حکم رکھتی ہیں۔

ایک کافی نشانی:

۵۱: اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ (کیا ان کے لئے کافی نہیں کہ ہم نے تم پر کتاب کو اتار دیا جو ان پر) يُتْلٰى عَلَيْهِمْ (پڑھی جاتی ہے)۔ مطلب یہ ہے کیا ان کے لئے یہ ایک نشانی کافی نہیں جو تمام آیات سے ان کو بے نیاز کرنے والی ہے۔ اگر وہ صحیح طور پر حق کے طالب ہیں اور ضد بازی کرنے والے نہیں ہیں تو یہ قرآن جس کی تلاوت ہر زمانہ اور ہر جگہ میں قائم ہے۔ یہ ان کے ساتھ ہر وقت ثابت رہنے والی نشانی ہے اور اس کو زوال نہیں جیسا کہ تمام نشانیاں اپنے زمانہ کے بعد زائل ہو گئیں۔

نمبر ۲۔ اس آیت کا ہر جگہ میں ہونا بجائے کسی خاص جگہ کے اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ (بیشک اس میں)۔ اس جیسی نشانی کی موجودگی میں جو کہ ہر مکان و زمانہ میں ابد الابد تک موجود ہے۔ لَرَحْمَةً (البتہ رحمت ہے) یعنی عظیم الشان نعمت ہے۔ وَ ذِكْرًا لِّمَنْ يُّذَكَّرُ (تذکرہ ہے)۔ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُوْنَ (ایمان والے لوگوں کے لئے)۔ ضدی لوگوں کے لئے نہیں۔

۵۲: قُلْ كَفَىٰ بِاللّٰهِ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ شَهِيدًا (کہہ دیجئے۔ کہ میرے اور تمہارے درمیان گواہی دینے کے لئے اللہ کافی ہے)۔ میرے دعویٰ رسالت کی سچائی کی گواہی اور مجھ پر قرآن مجید کے اتارنے اور تمہارے جھٹلانے پر اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ہے۔ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (وہ جو چھ آسمانوں اور زمین میں ہے اس سب کو جانتا ہے)۔ اس کو میرے اور تمہارے معاملے کی اطلاع ہے۔ وہ میری حقانیت اور تمہاری باطل پرستی کو جاننے والا ہے۔

باطل پر ایمان لانے والے:

وَالَّذِينَ اٰمَنُوۡا بِالْبٰطِلِ (اور وہ لوگ جو باطل پر ایمان لانے والے ہیں)۔ باطل سے مراد یہودیت۔ نمبر ۲۔ شرک۔ نمبر ۳۔

يَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ ۖ وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكَافِرِينَ ﴿٥٤﴾ يَوْمَ يَغْشَاهُمْ

یہ لوگ آپ سے جلدی عذاب آنے کا تقاضا کر رہے ہیں، اور بلاشبہ جہنم کافروں کو گھیرے ہوئے ہے جس دن ان کے اوپر سے

الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ وَيَقُولُ ذُقُوا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٥٥﴾

اور پاؤں کے نیچے سے ان پر عذاب چھا جائے گا اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہوگا کہ چکھ لو جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔

ابلیس لعین۔ وَكَفَرُوا بِاللَّهِ (اور اللہ تعالیٰ کا انکار کرنے والے ہیں) یعنی اس کی آیات کا انکار کرنے والے ہیں۔ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ (وہی نقصان اٹھانے والے ہیں)۔ وہ اپنے اس سودے میں نقصان اٹھانے والے ہیں۔ اس لئے کہ انہوں نے ایمان بیچ کر کفر خریدا ہے۔ مگر یہاں کلام کو انصاف کے انداز سے لائے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا۔ وَإِنَّا أَوْ أِيَّاكُمْ لَعَلِيْ هُدًى أَوْ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ۔ [سبأ-۲۳]

روایت میں ہے:

کہ کعب بن اشرف اور اس کے ساتھی کہنے لگے۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیری نبوت کی گواہی دینے والا کون ہے؟ تو اس پر یہ آیت اتری۔

۵۳: وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ (کہ تم سے جلد عذاب مانگتے ہیں)۔ اس طرح کہتے ہیں جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا۔ فامطر علينا حجارة من السماء۔ [الانفال-۳۲]

اجل مقررہ کیا ہے؟

وَلَوْلَا أَجَلٌ مُّسَمًّى (اور اگر وقت مقررہ نہ ہوتا)۔ اس سے مراد قیامت کا دن ہے۔ نمبر ۲۔ یوم بدر۔ نمبر ۳۔ موت کے اوقات۔ مطلب یہ ہے کہ اگر وہ وقت مقررہ نہ ہوتا جو اللہ تعالیٰ نے طے فرما دیا ہے۔ اور ان کے عذاب دینے کے لئے لوح محفوظ میں مقرر کر دیا ہے۔ اور حکمت کا تقاضا بھی یہ ہے کہ اس کو ایک مقررہ مدت تک مؤخر کر دیا جائے۔ لَجَاءَهُمُ الْعَذَابُ (تو ان پر جلد آجاتا)۔ وَكَيَاتِنَهُمْ (اور ضرور ان پر عذاب اترے گا)۔ اس مقررہ وقت میں بَغْتَةً (اچانک) وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ (اور ان کو اس کے آنے کے وقت کا علم بھی نہ ہوگا)۔

۵۴: يَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكَافِرِينَ (وہ آپ سے جلد عذاب مانگتے ہیں اور بلاشبہ جہنم کافروں کا احاطہ کرنے والی ہے)۔ یعنی عنقریب ان تمام کو گھیرے میں لے لے گی۔

۵۵: يَوْمَ يَغْشَاهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ (جس دن ان کو عذاب اوپر سے اور ان کے قدموں کے نیچے سے ڈھانپ لے گا)۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا ہے من فوقهم ظلل من النار ومن تحتهم ظلل۔ [الزمر-۱۶]

يُعْبَادِي الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ أَرْضِي وَاسِعَةٌ فَإَيَايَ فَاعْبُدُونِ ﴿۵۶﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ

اے میرے وہ بندو جو ایمان لائے ہو بلاشبہ میری زمین کشادہ ہے سو تم میری ہی عبادت کرو، ہر نفس موت کو چکھنے

الْمَوْتِ ثُمَّ إِلَيْنَا تُرْجَعُونَ ﴿۵۷﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ

والا ہے، پھر تم ہماری ہی طرف لوٹائے جاؤ گے، اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے ہم انہیں ضرور ضرور جنت کے بالا خانوں میں

مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا نِعْمَ أَجْرُ

نھکانہ دیں گے ان کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، اچھا اجر ہے

الْعَمِلِينَ ﴿۵۸﴾ الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿۵۹﴾ وَكَأَيِّن مِّن دَأْبَةٍ لَّا

عمل کرنے والوں کا جنہوں نے صبر کیا اور وہ اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اور کتنے ہی چوپائے ہیں جو

تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۗ اللَّهُ يَرْزُقُهَا وَإِيَّاكُمْ ۗ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿۶۰﴾

اپنا رزق نہیں اٹھاتے اللہ انہیں اور تمہیں رزق دیتا ہے، اور وہ سنے والا ہے جاننے والا ہے۔

(ان کے اوپر آگ کے سائبان اور ان کے نیچے بھی سائبان ہوں گے)۔

قرآنت: الکافرین پروقف نہیں ہے۔ کیونکہ یوم احاطة النار کاظرف ہے۔ اور یقول یاء کے ساتھ ہے۔ کوئی اور نافع نے اس طرح پڑھا ہے۔ ذُو قُوًّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ (تم چکھو جو کچھ تم عمل کرتے تھے) یعنی اپنے اعمال کی جزاء۔

۵۶: يُعْبَادِي الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ أَرْضِي وَاسِعَةٌ (اے میرے بندو! جو کہ ایمان لاتے ہو۔ بیشک میری زمین وسیع ہے)۔

قرآنت: بصری اور عاصم کے علاوہ کوئی علماء نے یعبادی کو سکون یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ اَرْضِي كُوْيَاء کے فتح کے ساتھ شامی نے پڑھا ہے۔ مطلب یہ ہے۔

مَسْتَلَّةٌ: جب کبھی کسی مسلمان کو کسی شہر میں رہتے ہوئے عبادت ممکن نہ ہو۔ اور وہاں وہ اپنے دین پر نہ چل سکتا ہو۔ اس کو وہاں سے ایسے شہر میں چلے جانا چاہیے جہاں وہ صحت و سلامتی قلب کے ساتھ عبادت کر سکے۔ اور دین پر قائم رہ سکے اور زیادہ عبادت انجام دے سکے۔ اس میں مختلف علاقوں کا مختلف حکم ہے۔

علماء کا قول:

ہم نے نفس کو دبانے میں سب سے زیادہ مددگار دل جمعی کا باعث، قناعت پر آمادہ کرنے والا شیطان کو بھگانے والا۔ اور فتنوں سے حفاظت کرنے والا اور دینی معاملے کو جوڑنے والا مقام مکہ سے زیادہ کوئی نہیں پایا اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرمائے۔

قول سہل عید:

جب کسی سر زمین میں سرعام گناہوں اور بدعات کی کثرت ہو۔ وہاں سے اطاعت و انی زمین میں چلے جاؤ۔

فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

جو اپنے دین کی حفاظت کے لئے ایک جگہ سے دوسری جگہ گیا، اگرچہ وہ دوسری زمین سے ایک باشت کے فاصلہ پر ہو۔ اس نے اپنے لئے جنت کو واجب کر لیا۔ (ثعلبی مرسل عن حسن)

فَيَأْتِي فَاعْبُدُونِ (پس تم میری ہی عبادت کرو)۔ قراءت: يعقوب نے ياء سے پڑھا۔ تقدیر عبارت اس طرح ہوگی۔
فایای فاعبدوا فاعبدونی۔ فاعبدون فاء کے ساتھ آیا ہے۔ کیونکہ یہ شرط محذوف کا جواب ہے۔ کیونکہ معنی یہ ہے۔ ان ارضی واسعة فان لم تخلصوا العبادة لی فی ارض فاخلصوها فی غیرها۔ پھر شرط کو حذف کر دیا۔ اور اس کے حذف کے عوض مفعول کو مقدم کر دیا۔ تقدیم مفعول میں مزید فائدہ یہ حاصل ہوا کہ اختصاص و اخلاص کا معنی بھی پیدا ہو گیا۔ پھر اگلی آیت میں مہاجرین کو آمادہ کیا گیا۔

۵۷: كُلُّ نَفْسٍ ذَا آيَةٍ الْمَوْتِ (ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے)۔ یعنی موت کی کڑواہٹ اور اس کی تکلیف پائے گا جیسا کہ کوئی چکھنے والا اس چیز کا ذائقہ پاتا ہے۔ کیونکہ جب مہاجر کو موت کا یقین ہے تو وطن سے علیحدگی اس پر آسان ہوگی۔ ثُمَّ الْيَنَّا تُرْجَعُونَ (پھر تم ہماری بارگاہ میں لوٹائے جاؤ گے)۔ موت کے بعد تا کہ ثواب و عقاب پاسکو۔

قراءت: یحییٰ نے یرجعون اور یعقوب نے ترجعون پڑھا ہے۔

۵۸: وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُبَوِّئَنَّهُم (اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اعمال صالحہ کیے ہم ضرور) مِنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا (ان کو جنت کے بالا خانوں میں ٹھکانہ دیں گے)۔ ہم ان کو جنت میں لے جاؤ تاریں گے۔

قراءت: علالی نے لنشوينهم۔ کوئی قراء نے عاصم کے علاوہ پڑھا ہے یہ الشواء سے ہے۔ اور معنی: اقامت کے لئے کسی جگہ اترنا۔ ثویٰ کا لفظ غیر متعدی ہے جب اس کو ہمزہ سے متعدی بناتے ہیں تو ایک مفعول سے تجاوز نہیں کرتا اور ضمیر مؤنث اور عرف کی طرف تعدیہ کرنے کی وجہ یہ ہے۔ کہ اس کو لنزلنہم کی جگہ اس کو لائیں یا لنؤوینہم یا جار حذف کیا اور ایصال فعل کے لئے غیر ظرف موقت کو ظرف مبہم کے مشابہ بنانے کے لئے۔

تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا نِعْمَ أَجْرُ الْعَمِلِينَ (ان کے نیچے نہریں بہتی ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے کام کرنے والوں کا اجر بہت خوب ہے)۔ العالمین پر وقف کیا جائے گا۔ کیونکہ الذین صبروا یہ مبتدأ محذوف کی خبر ہے۔

۵۹: الَّذِينَ صَبَرُوا: (وہ لوگ جنہوں نے صبر کیا)۔ یہ مبتدأ محذوف ہم کی خبر ہے۔ یعنی وہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے وطن کو چھوڑنے پر صبر کیا اور مشرکین کی طرف سے ملنے والی ایذاؤں اور تکالیف پر جبر ہے اور طاعات پر ثابت قدم اور معاصی سے بے

تعلق رہے۔

قراءت: وصل زیادہ عمدہ ہے۔ تاکہ الدین یہ عالمین کی صفت بن جائے۔

وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ (اور وہ اپنے رب ہی پر توکل کرنے والے ہیں)۔ ان تمام حالات میں انہوں نے صرف اللہ ہی

پر بھروسہ کیا۔

شان نزول آیت نمبر: ۶۰:

۶۰: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بعض مسلمانوں کو جو مکہ میں اسلام لائے ہجرت کا حکم دیا تو انہوں نے فقر و ضیاع کا عذر

پیش کیا۔ پس یہ آیت اتری: (وَكَأَيُّ مَنِ ذَاتِ آتِيَةٍ) کتنے ہی جانور ایسے ہیں جو اپنی روزی اپنے ساتھ اٹھائے نہیں پھرتے۔ یعنی

بہت سے چوپائے ہیں۔ قراءت: مکی نے کاین کو مد اور ہمزہ سے پڑھا ہے۔ الدابة۔ ہر وہ جاندار جو زمین پر چلے خواہ اس میں

عقل ہونہ ہو۔

ہر جاندار اپنا رزق ساتھ لئے پھرتا ہے:

لَا تَحْمِلُ رِزْقَهَا (جو کہ اپنا رزق ساتھ اٹھائے نہیں پھرتے)۔ یعنی وہ اٹھانے میں کمزوری کی وجہ سے اپنا رزق ساتھ اٹھائے نہیں

پھرتے۔ اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاَيَّاكُمْ (اللہ تعالیٰ اس کو رزق دیتے ہیں اور تمہیں بھی)۔ یعنی ان کمزور جانوروں کو اللہ تعالیٰ ہی رزق

دیتے ہیں اور اے طاقت والو! تمہیں بھی وہی رزق دیتا ہے اور اگرچہ تم اپنے ارزاق کو اٹھانے اور کمانے کی طاقت رکھتے ہو۔ اس

کی دلیل یہ ہے کہ اگر وہ تمہارے مقدر میں نہ کرے اور تمہارے لئے اسباب رزق مہیا نہ فرمائے تو تم جانوروں سے بھی عاجز تر

ہو۔

قول حسن عسید:

لا تحمل رزقها کا معنی یہ ہے۔ وہ اپنے پاس اس کا ذخیرہ نہیں کر سکتا۔ وہ صبح اٹھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو رزق عنایت

فرماتے ہیں۔

تین ذخیرہ کرنے والے (ایک قول یہ ہے):

کوئی حیوان سوائے ابن آدم اور چوہے اور چیونٹی کے خوراک کا ذخیرہ نہیں کرتا۔ وَهُوَ السَّمِيعُ (وہی تمہاری ہر بات کو

سننے والے ہیں) کہ ہمیں تو فقر و ضیاع کا خدشہ ہے۔ الْعَلِيمُ (وہ جاننے والا ہے) اس چیز کو جو تمہارے دلوں میں ہے۔

وَلَيْنُ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لِيَقُولُنَّ

اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ آسمانوں کو اور زمین کو کس نے پیدا کیا اور چاند اور سورج کو کس نے مسخر کیا تو ضرور ضرور جواب دیں گے

اللَّهُ فَإِنِّي يُؤْفَكُونَ ﴿۳۱﴾ اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لَهُ

کہ اللہ نے سو وہ پھر کہاں لٹے جا رہے ہیں۔ اللہ اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہے رزق تشادہ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہے ٹھک کر دیتا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿۳۲﴾ وَلَيْنُ سَأَلْتَهُمْ مَنْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَالْحَيَا

بلاشبہ اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ کس نے آسمان سے پانی نازل کیا پھر زمین کی

بِهِ الْأَرْضَ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهَا لِيَقُولُنَّ اللَّهُ قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا

موت کے بعد پانی کے ذریعہ اس کو زندہ کیا تو وہ ضرور ضرور جواب دیں گے کہ اللہ نے، آپ فرمادیتے کہ سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے، بلکہ ان میں اکثر لوگ

يَعْقِلُونَ ﴿۳۳﴾

نہیں سمجھتے۔

دلائل قدرت:

۶۱: وَلَيْنُ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ (اور اگر تم ان سے سوال کرو کہ کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ سورج اور چاند کو تمہارے کام میں لگا دیا)۔ یعنی اگر آپ ان مشرکین سے آسمانوں اور زمین کے خالق کے بارے میں دریافت کریں۔ کہ باوجود یہ دونوں اپنی وسعت و بڑائی کے کس نے بنائے ہیں۔ اور وہ کون ہے جس نے سورج و چاند کو کام میں لگا دیا؟ لِيَقُولُنَّ اللَّهُ فَإِنِّي يُؤْفَكُونَ (وہ ضرور کہیں گے اللہ تعالیٰ پھر وہ کہاں پھرے جا رہے ہیں)۔ ان تمام باتوں کا اقرار کرنے کے بعد وہ اللہ تعالیٰ کی توحید سے کس طرح پھر رہے ہیں۔

وہ بندوں کے صلاح و فساد کے اسباب سے واقف ہے:

۶۲: اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لَهُ (اللہ تعالیٰ رزق کو کھولتا ہے اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے اور تنگ کرتا ہے۔ جس کے لئے وہ چاہتا ہے)۔ من یشاء کی بجائے ضمیر کو لاتے۔ کیونکہ من یشاء مبہم و غیر معین ہے۔ اور ضمیر بھی اس کی طرح مبہم ہے۔ قدر الرزق و قترہ بمعنی اذا ضيقه یعنی رزق کا اس نے اندازہ کیا اور اس کو تنگ کر دیا۔ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والے ہیں)۔ وہ بندوں کے لئے جو اصلاح و فساد کا باعث ہے اس کو جاننے والے ہیں۔ حدیث پاک میں فرمایا: ان من عبادی الحدیث دیلمی فی مسند الفردوس کہ میرے بعض بندے

وَمَا هَذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَهُوٌّ وَلَعِبٌ وَإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِیَ الْحَيَاةُ لَوْ

اور یہ دنیا والی زندگی نہیں ہے مگر لہو و لعب، اور بلاشبہ آخرت والا گھر ہی زندگی ہے، کاش

كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿۳۹﴾

لوگ جانتے ہوتے۔

ایسے ہیں۔ ان کا ایمان مالداری سے درست رہ سکتا ہے۔ اگر میں ان کو فقیر کر دوں تو ان کا دین بگڑ جائے۔ اور میرے بعض بندے ایسے ہیں۔ جن کا ایمان فقر سے ہی درست رہ سکتا ہے اگر میں ان کو غنی بنا دوں تو ان کا ایمان بگڑ جائے۔

اعتراض و دلیل:

۶۳: وَلَیْنِ سَأَلْتَهُمْ مَنْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بِهَا لَیَقُولُنَّ اللَّهُ (اور اگر آپ ان سے سوال کریں کس نے آسمان سے پانی اتارا پس اس سے زمین کو اس کے مرجانے کے بعد زندہ کر دیا وہ ضرور کہیں گے۔ اللہ تعالیٰ) یعنی وہ اس کا اقرار کرنے والے ہیں۔

اقرار تو حید نفی شرک میں ہے:

قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ (کہہ دیں تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں)۔ کہ اس نے زمین کو زندہ کرنے کے لئے پانی اتارا۔ یا نمبر ۲۔ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں۔ اس طرح کہ میں بھی ان میں سے ہوں جو انہی باتوں کا اقرار اسی طرح کرنے والے ہیں جس طرح وہ ہیں۔ پھر اس کا فائدہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار کرنے میں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے شریکوں کی نفی میں ہے۔ میرا یہ اقرار مشرکین کے اقرار کی طرح معطل و بے کار اقرار نہیں۔ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ (بلکہ ان کی اکثریت سمجھتی ہی نہیں)۔ وہ اپنی عقول سے ان آیات میں غور ہی نہیں کرتے جو ہم ان کو دکھاتے ہیں اور جو دلائل ہیں ہم ان کے لئے قائم کرتے ہیں۔ نمبر ۲۔ وہ اس بات کو سمجھتے ہی نہیں کہ تم اپنے الحمد للہ کے قول سے کیا ارادہ کرتے ہو۔

حقارت دُنیا:

۶۳: وَمَا هَذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَهُوٌّ وَلَعِبٌ (اور یہ دنیا کی زندگی تو کھیل تماشا ہے)۔ یعنی دنیا اہل دنیا کے لئے اپنے سرعت زوال اور انسانوں کے دنیا میں مرجانے سے اسی طرح ہے جیسے کہ بچے تھوڑی دیر کھیلتے ہیں اور پھر منتشر ہو جاتے ہیں اس میں دنیا کی تحقیر اور ان کے معاملے کا معمولی ہونا ظاہر کیا گیا ہے اور کس طرح اللہ تعالیٰ اس کی تحقیر بیان نہ فرمائیں جبکہ یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک مچھر کے پر کے برابر وزن نہیں رکھتی۔ واللہو! جس سے انسان تھوڑی دیر تلذذ حاصل کرے اور وہ چیز اس کو کچھ دیر غافل کر دے پھر وہ ختم ہو جائے۔ إِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِیَ الْحَيَاةُ (اور بیشک آخرت والا گھر البتہ وہی حقیقی زندگی ہے)۔ یعنی ایسی

فَاذَارِكُبُوا فِي الْفُلْكِ دَعَاؤُ اللَّهِ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى

سو جب وہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو خوب خالص اعتقاد کر کے اللہ کو پکارنے لگتے ہیں پھر جب وہ انہیں خشکی کی طرف نجات دے

الْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ ۝ لِيَكْفُرُوا بِمَا آتَيْنَاهُمْ وَلِيَتَمَتَّعُوا ۝ فَسَوْفَ

دیتا ہے تو اچانک شرک کرنے لگتے ہیں تاکہ ان چیزوں کی ناشکری کریں جو ہم نے انہیں دی ہیں اور تاکہ مزے اڑائیں، سو وہ عنقریب

يَعْلَمُونَ ۝ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا مِمَّا آوَتْ خَطْفُ النَّاسِ مِنْ حَوْلِهِمْ

جان لیں گے، کیا ان لوگوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے حرم کو امن کی جگہ بنائی ہے اور ان کے گرد پیش کے لوگ اچک لئے جاتے ہیں،

أَفِيبَا الْبَاطِلِ يُؤْمِنُونَ وَبِنِعْمَةِ اللَّهِ يَكْفُرُونَ ۝ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ

کیا وہ باطل پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرتے ہیں۔ اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہو گا۔ جو اللہ پر جھوٹ

عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُ أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكَافِرِينَ ۝

باندھے یا حق کو جھٹلائے جب وہ اس کے پاس آجائے، کیا دوزخ کافروں کا ٹھکانہ نہیں ہے،

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ ۝

اور جن لوگوں نے ہماری راہ میں تکلیفیں اٹھائیں ضرور ہم انہیں اپنی راہیں بتائیں گے اور بلاشبہ اللہ اچھے کام کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

زندگی جس میں موت نہیں بلکہ دوام ہے۔ گویا کہ وہ ذاتی اعتبار سے زندگی ہے۔ الحیوان۔ یہ حئی کا مصدر ہے۔ قیاس کا تقاضا یہ تھا حیوان۔ پھر یائے ثانیہ کو واؤ سے بدل دیا۔ اور اس طرح نہیں کہا۔ لہی الحیاة۔

نکتہ: کیونکہ فَعْلَان کے وزن میں حرکت واضطراب کا معنی پایا جاتا ہے اور حیات حرکت اور موت سکون کا نام ہے پس اس کو ایسے وزن پر لایا گیا جو حرکت کے معنی پر دلالت کرتا تھا تاکہ حیات کے معنی میں مبالغہ ظاہر کیا جاسکے۔ الحیوان پر وقف کریں گے۔ کیونکہ تقدیر کلام اس طرح ہے۔ لو كانوا يعلمون حقيقة الدارين لما اختاروا الله الفانى اختار والفانى على الحیوان الباقی۔ اگر یہ لوگ جانتے ہوتے کہ دونوں جہاں کی حقیقت کیا ہے تو یہ فانی جہاں کو باقی رہنے والی زندگی پر ترجیح کبھی نہ دیتے۔ اگر وصل کریں تو اس صورت میں یہ الحیوان کا وصف بن جائے گا۔ جو ان کے علم کی شرط سے معلق ہوگا حالانکہ اس طرح نہیں۔ فافہم وتدبر۔

۶۵: فَاذَارِكُبُوا فِي الْفُلْكِ (اور: ب وہ کشتیوں میں سوار ہوتے ہیں)۔ یہ اس محذوف سے متصل ہے۔ جس پر ان کے بیان کردہ حالات اور معاملات دلالت کرتے ہیں۔ مطلب یہ ہے۔ ان کے متعلق جیسا کہ بتلایا گیا کہ وہ مشرک اور معاند ہیں۔ پھر

جب وہ کشتیوں پر سفر کرتے ہیں۔ دَعَوْا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ (وہ اللہ تعالیٰ کو خالص مخلص ہو کر پکارتے ہیں)۔ ان کی حالت اس مؤمن شخص جیسی ہو جاتی ہے۔ جو خالص اللہ تعالیٰ کو پکارنے والا ہو اس طرح کہ وہ غیر اللہ کا مطلقاً تذکرہ بھی نہیں کرتے اور نہ اس کے ساتھ کسی اور معبود کو پکارتے ہیں۔ فَلَمَّا نَجَّهْمُ اِلَى الْبَرِّ (پس جب اللہ تعالیٰ ان کو خشکی کی طرف نجات دے دیتا ہے)۔ اور وہ امن میں ہو جاتے ہیں۔ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ (اسی وقت وہ شرک کرنے لگتے ہیں) یعنی وہ حالت شرک کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔

۶۶: لِيَكْفُرُوا بِمَا آتَيْنَهُمْ (ہم نے جو نعمت ان کو دی ہے وہ اس کا انکار کرتے رہیں)۔ جو نعمت بھی ہم نے ان کو دی ہے۔

ایک قول یہ ہے:

یہ لام گئی ہے اور اسی طرح لیتمتعوا میں بھی لام گئی مانا گیا ہے۔ جنہوں نے کسرہ سے پڑھا ہے۔ ای لکی یکفروا تاکہ وہ ناشکری کریں۔ وکئی یتمتعوا (تاکہ وہ نفع اٹھائیں)۔ مطلب یہ ہوگا۔ وہ اپنے شرک کی طرف لوٹنے والے ہیں تاکہ شرک کی طرف لوٹ کر وہ نعمت نجات کی ناشکری کر دیں اور اس سے ان کا مقصد دنیا سے نفع اٹھانا۔ اور تلذذ حاصل کرنا ہے اور کوئی غرض نہیں۔ اس کے بالمقابل حقیقی مخلص مؤمن اللہ تعالیٰ کے انعامات کا شکر یہ ادا کرتے ہیں جب ان کو کنارے پر نجات میسر آتی ہے۔ وہ نعمت نجات کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اضافہ کا ذریعہ بنا لیتے ہیں۔ اس صورت میں یشرکون پر وقف نہ ہوگا۔

دوسرا قول:

جنہوں نے اس کو لام امر قرار دیا ہے۔ قراءت ابن کثیر، حمزہ و علی میں یہی ہے۔ وَلِيَتَمَتَّعُوا میں لام ساکن ہے۔ اور یہ امر تہدید ہے۔ جیسا کہ اس ارشاد میں ہے۔ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْفِرْ۔ [الکہف: ۲۹] اس کی تحقیقات اصول فقہ میں ملاحظہ ہوں۔

فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ (عنقریب ان کو علم ہو جائے گا)۔ جبکہ ان کی بری تدبیر ان کی تباہی کا باعث بنے گی۔

۶۷: اَوَلَمْ يَرَوْا (کیا ان اہل مکہ نے نہیں دیکھا)۔ اَنَا جَعَلْنَا (ہم نے ان کے شہر کو بنایا)۔ حَرَمًا (محفوظ و ممنوع) اَمْنًا (امن والا) کہ اس میں داخل ہونے والے محفوظ و مامون ہیں۔ وَيَتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ (اور لوگ ان کے اطراف سے اچک لیے جاتے ہیں)۔ وہ قتل و قید سے مال چھین لیتے ہیں۔ اَقْبَالِ الْبَاطِلِ يُؤْمِنُونَ (کیا وہ باطل پر یقین رکھتے ہیں) یعنی شیطان و اصنام پر۔ وَيَبْغِمِ اللّٰهُ يَكْفُرُونَ (اور وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کرتے ہیں)۔ نعمت سے مراد اسلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

مفسر کی سزا جہنم:

۶۸: وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلٰى لِه (اور وہ سب سے بڑا ظالم ہے۔ جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتا ہے)۔ کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی

شریک ہے۔ اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ (یا اس نے حق کو جھٹلایا)۔ یعنی نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کر دیا۔ اور قرآن مجید کو جھٹلایا۔ لَمَّا جَاءَهُ (جبکہ وہ اس کے پاس آچکا)۔ جب سنا تو بلا سوچے سمجھے تکذیب کر دی۔ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكَافِرِيْنَ (کیا جہنم کافروں کا ٹھکانہ نہیں ہے)۔

نحو: یہ استفہام تقریری ہے کہ وہ جہنم میں ٹھکانہ پائیں گے۔ کیونکہ ہمزہ انکاری جب نفی پر داخل کر دیا جائے۔ تو ایجاب بن جاتا ہے۔ مطلب یہ ہوگا۔ خبردار وہ جہنم میں ٹھہریں گے۔ وہ اس جیسی تکذیب اللہ تعالیٰ کے سلسلہ میں کر چکے ہیں اور اس جیسی تکذیب انہوں نے حق کے سلسلہ میں بھی کی ہے۔ نمبر ۲۔ کیا یہ بات ان کے ہاں درست نہیں ہے۔ کہ بلاشبہ جہنم منکرین کا ٹھکانہ ہے۔ جبکہ انہوں نے اس جیسی جرأت کی ہے۔

قراءت: یہاں المثنوی کا ذکر لنبوئہم کی بجائے قراءت ثناء کی تائید کر رہا ہے۔

علم کی کوشش والوں کو عمل کی راہ بتلائیں گے:

۶۹: وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا (اور وہ لوگ جنہوں نے کوشش کی)۔ یہاں المجاہدۃ کو مطلقاً ذکر کیا گیا ہے۔ اس کو مفعول سے مقید نہیں کیا گیا۔ تاکہ ہر قسم کا مجاہدہ اس میں داخل ہو جائے خواہ وہ مجاہدہ نفس سے ہو یا شیطان یا اعدائے دین سے ہو۔ فِیْنَا (ہم میں)۔ ہمارے بارے میں۔ ہماری خاطر اور خالص ہماری رضامندی کے لئے۔ لَنَهْدِيَنَّهُمْ (ہم ضرور ان کی راہنمائی کریں گے)۔

اقوال بزرگان

قول ابو عمرو:

سبیل خیر کی طرف ان کی راہنمائی میں ہم اضافہ کر دیں گے۔ اور توفیق شامل حال کر دیں گے۔

قول دارانی:

والذین جاهدوا۔ (جو انہوں نے جان لیا) ہم اس میں اس کی طرف ان کی راہنمائی کر دیں گے جس کو وہ نہیں جانتے۔

ایک قول یہ ہے:

جس سے علم پر عمل کیا۔ وہ جو نہیں جانتا اس کی بھی راہنمائی کر دی جائے گی۔

ایک اور قول:

جو ہم اپنی جہالت پاتے ہیں۔ ان چیزوں سے متعلق جو ہم نہیں جانتے وہ علم میں ہماری اپنی کوتاہی کی وجہ سے ہے۔

قول فضیل رضی اللہ عنہ:

وہ لوگ جو طلب علم میں مجاہدہ کرنے والے ہیں۔

لَنَهْدِيَنَّهُمْ (یعنی ہم ضروران کی راہنمائی کریں گے)۔ یعنی عمل کی راہ بتلا دیں گے۔

قول عطاء رضی اللہ عنہ:

انہوں نے ہماری رضامندیوں کی کوشش کی۔ تو ہم ضروران کی راہنمائی محل رضاء تک پہنچنے میں کریں گے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

تم ہماری اطاعت میں کوشش کرو۔ ہم ضرور تمہیں ثواب کے راستوں پر چلا دیں گے۔

قول جنید رضی اللہ عنہ:

توبہ میں کوشش کرو ہم ضرور اخلاص کے راستوں کی راہنمائی کر دیں گے یا تم ہماری خدمت میں مجاہدہ کرو ہم ضرور اپنی مناجات کے راستے ان پر کھول دیتے ہیں اور ہم اپنے سے انس کی راہ کی طرف ان کی راہنمائی کر دیتے ہیں۔
تم ہماری طلب میں ہماری رضا تلاش کرنے کی کوشش کرو۔ تو ہم اپنے تک پہنچنے کے راستوں کی طرف راہنمائی کر دیں گے۔ **وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ** (اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہیں)۔ نصرت و معونت کے ساتھ دنیا میں اور ثواب و مغفرت کے ساتھ آخرت میں۔

آج شب ۲۰:۳۰ بجے سورۃ العنکبوت کا ترجمہ پایہ تکمیل کو پہنچاوا الحمد للہ علی ذلک ۵/ فروری ۲۰۰۳ء ذوالحجہ ۱۴۲۳ الیۃ الاربعاء

سُورَةُ رُومٍ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ سِتُّونَ آيَاتٌ قَسَمَتْ بِرُكُوعَاتٍ

سورہ روم مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں ساٹھ آیات اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

الْم ۱ غَلَبَتِ الرُّومُ ۲ فِي اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُونَ ۳

الْم ۱ روم والے زمین کے قریب والے حصے میں مغلوب ہو گئے، اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد عنقریب چند سال میں غالب ہو جائیں گے۔

فِي بَضْعِ سِنِينَ ۴ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ ۵ وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ

اللہ تعالیٰ ہی کے لیے اختیار ہے پہلے بھی اور بعد میں بھی اور ایمان والے اس دن

الْمُؤْمِنُونَ ۶ يَنْصُرُ اللّٰهُ يَنْصُرُ مَن يَّشَاءُ ۷ وَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِیْمُ ۸

خوش ہوں گے اللہ کی مدد کی وجہ سے وہ مدد فرماتا ہے جس کی چاہے اور وہ زبردست ہے رحمت والا ہے

وَعَدَ اللّٰهُ ۹ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۱۰ يَعْلَمُونَ ۱۱

اللہ نے وعدہ فرمایا ہے، اللہ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں فرماتا، اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے، یہ لوگ دنیا والی زندگی کے

ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۱۲ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُونَ ۱۳

ظاہر کو جانتے ہیں اور وہ آخرت سے غافل ہیں۔

غلبہ روم کی عظیم پیشگوئی:

۱۲، ۱۳، ۱۴: الْم - غَلَبَتِ الرُّومُ - فِي اَدْنَى الْاَرْضِ (قریب ترین زمین میں رومی مغلوب ہو گئے) - وَهُمْ مِّنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُونَ - فِي بَضْعِ سِنِينَ (اور وہ مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب آجائیں گے - چند سال میں) الْم - غَلَبَتِ الرُّومُ (یعنی فارس نے روم پر غلبہ پالیا) - فِي اَدْنَى الْاَرْضِ (یعنی عرب کے قریب ترین علاقہ میں) الْاَرْضِ فِي الْفِ لام عہد کا ہے اور مراد اس سے سرزمین عرب ہے مطلب یہ ہے کہ رومی سرزمین کے قریبی علاقہ شام میں مغلوب ہو گئے ہیں نمبر ۲ - ارض سے رومیوں کی زمین مراد ہو - اس صورت میں الْفِ لام مضاف الیہ کے قائم مقام ہوگا یعنی ان کا وہ علاقہ جو دشمن کے قریب تر ہے - ہم کی ضمیر الروم کی طرف راجع ہے - مِّنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ (وہ مغلوب ہونے کے بعد) -

قراءت: الغلبُ، الغلبُ لام کے سکون کے ساتھ پڑھا گیا ہے یہ دونوں مصدر ہیں جن کی اضافت مفعول کی طرف کی گئی ہے۔ سَيَغْلِبُونَ (وہ فارس پر غلبہ پائیں گے) اس پر وقف نہ کیا جائے گا۔ کیونکہ فی بضع سنین کا تعلق اس کے ساتھ ثابت ہو۔ فی بضع سنین بضع کا لفظ تین سے دس تک بولا جاتا ہے۔

ایک قول:

روم و فارس کی جنگ اذرعات و بصری کے درمیان پیش آئی جس میں فارس کو روم پر برتری حاصل ہو گئی۔ فارس کا حکمران کسریٰ پرویز تھا۔ یہ اطلاعات مکہ پہنچیں۔ رسول اللہ اور مومنونوں پر یہ بات گراں گزری کیونکہ اہل فارس مجوسی تھے جن کی کوئی کتاب نہ تھی اور رومی اہل کتاب تھے مشرکین نے اس پر خوشیاں منائیں اور مسلمانوں پر آوازیں کستے ہوئے کہنے لگے تم اور نصرانی اہل کتاب ہو اور ہم اور فارسی ان پڑھ ہیں۔ ہمارے دوست تمہارے دوستوں پر غالب آ گئے۔ ہم بھی تم پر یونہی غالب رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سورت اتاری۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کفار کو کہا اللہ تعالیٰ کی قسم ضرور رومی چند سالوں میں فارسیوں پر غالب آئیں گے۔ ابی بن خلف نے یہ بات سن کر کہا تم جھوٹ بولتے ہو ابو بکر صدیق نے اس سے تین سال کی شرط پر دس اونٹیاں طے کر لیں۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول ﷺ کو اس بات کی اطلاع دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا بضع کی بعید ترین مدت مقرر کر لو اور انعام میں بھی اضافہ کرو۔ چنانچہ نو سال کی مدت پر ایک سو اونٹیاں طے پا گئیں۔ ابی بن خلف تو بدر میں آنحضرت ﷺ کے زخم سے مر گیا۔

حدیبیہ یا بدر کے دن رومیوں کو فارسیوں پر غلبہ حاصل ہوا۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مقررہ شرط کے مطابق ابی بن خلف کی اولاد سے شرط کا معاوضہ وصول کیا۔ آنحضرت ﷺ نے اس کو صدقہ کر دینے کا حکم فرمایا۔ [ترمذی] یہ آیت آنحضرت ﷺ کی نبوت پر واضح دلیل ہے اور قرآن مجید کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے کا ثبوت ہے کیونکہ یہ علم غیب کی اطلاعات ہیں۔ یہ موقع وہ تھا جب کہ قمار حرام نہ ہوا تھا۔

قول قتادہ رحمہ اللہ:

اور مذہب امام ابی حنیفہ اور محمد رحمہما اللہ یہ ہے کہ دار الحرب میں مسلمانوں اور کفار کے درمیان عقود فاسدہ درست ہیں انہوں نے اسی واقعہ سے دلیل اخذ کی ہے۔

لِلّٰهِ الْأَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ (پہلے پیچھے اللہ تعالیٰ ہی کا حکم ہے) یعنی ہر چیز سے پہلے اور ہر چیز کے بعد یا جب وہ غالب ہوتے اور جب مغلوب ہوتے ہیں۔ گویا اس طرح کہا گیا ان کے غالب ہونے سے پہلے (وہ ان کے مغلوب ہونے کا وقت) اور ان کے مغلوب ہونے کے بعد (وہ ان کے غالب ہونے کا وقت) یعنی ان کا پہلے مغلوب اور پھر غالب ہونا یہ اللہ تعالیٰ کے حکم و تقدیر سے ہے۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا وتلك الايام نداولها بين الناس [آل عمران: ۱۳۰] وَيَوْمَئِذٍ (اور اس دن) اور جس دن

روم کو فارس پر غلبہ ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ غلبے کی صورت میں پورا ہوگا۔ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ (مؤمن خوش ہونگے)
 ۵: بِنَصْرِ اللَّهِ (اللہ تعالیٰ کی مدد سے) اور اس کے اہل کتاب کو غیر اہل کتاب پر غلبہ دینے اور کفار مکہ جو آج کتاب والوں کی
 ناکامی پر خوش ہو رہے ہیں ان کو ناکامی کا غصہ دلانے سے۔

ایک قول:

یہ ہے: اللہ تعالیٰ کی نصرت یہ ہے کہ ایمان والوں کی زبانی مشرکین مکہ کو پہنچائی گئی غلبہ روم کی خبر کو سچا کر کے دکھا دیا۔ ب یفرح سے
 متصل ہے اسی لئے اللہ پر وقف ہوگا نہ کہ المؤمنون بنصر اللہ پر۔ يَنْصُرُ مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ الْعَزِيزُ (وہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا
 ہے اور وہ زبردست ہے) وہ اپنے دشمنوں پر غالب ہے۔ الرَّحِيمُ (رحمت والا ہے) اور اپنے دوستوں پر مہربان ہے۔

۶: وَعَدَ اللَّهُ (اللہ تعالیٰ نے پختہ وعدہ کیا ہے) یہ مصدر مؤکد ہے کیونکہ وہم من بعد غلبهم سیغلبون وعد من اللہ
 للمؤمنین یعنی یہ آیت اللہ کے مؤمنین سے وعدہ پر دلالت کر رہی ہے۔ پس وعد اللہ یہ بمنزلہ وعد اللہ المؤمنین وعداً
 کے ہے۔

لَا يُخْلِفُ اللَّهُ وَعْدَهُ (اللہ تعالیٰ اپنے عہد کی خلاف ورزی نہیں فرماتے) عہد سے مراد روم کو فارس پر غلبہ دینا ہے۔ وَلَكِنَّ
 أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ (لیکن لوگوں کی اکثریت جانتی نہیں) اس بات کو۔
 ۷: يَعْلَمُونَ (وہ جانتے ہیں)

تجو: یہ لا يعلمون کا بدل ہے۔

مَسْتَلَةٌ: اس میں اس بات کی وضاحت فرمائی گئی ہے۔ کہ ایسا علم جو محض جہل ہو اس کا ہونا اور نہ ہونا برابر ہے اور جو علم دنیا سے
 آگے نہ بڑھے اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔

ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا (دنیا کی زندگی کے ظاہر کو)

قَاتِلًا: دنیا کا ایک ظاہر ہے اور ایک اس کا باطن ہے دنیا کا ظاہر وہی جو جہلاء کی نگاہوں میں ہے یعنی اس کی زیبائش پر مرے جانا
 اور اس کا باطن یہ ہے کہ آخرت کی گزرگاہ ہے یہاں سے آخرت کیلئے اعمال صالحہ کا زور لیا جاتا ہے۔ آیت میں ظاہر کے لفظ کو
 نکرہ لا کر اشارہ کر دیا کہ یہ لوگ دنیا کے من جملہ مظاہر میں سے ایک مظہر کو صرف جانتے ہیں۔ وَهُمْ عَنِ الْآخِرَةِ هُمْ غٰفِلُونَ
 (اور وہ آخرت سے بالکل غافل ہیں)

تجو: دوسرا ہم مبتدأ اور غافلون اس کی خبر ہے۔ اور یہ مکمل جملہ پہلے ہم کی خبر ہے۔

قَاتِلًا: اس میں وضاحت فرمائی کہ وہ غفلت کا اس قدر شکار ہیں گویا غفلت کا مرکز اور اس کی جائے قرار ہیں۔

أَوْلَمْ يَتَفَكَّرُوا فِي أَنْفُسِهِمْ مَا خَلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا

کیا انہوں نے اپنے نفسوں میں غور نہیں کیا، اللہ نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا نہیں فرمایا

إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَجَلٍ مُّسَمًّى ۖ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَائِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُونَ ﴿۸﴾

مگر حق کے ساتھ اور ایک معین مدت تک، اور بلا شبہ بہت سے لوگ اپنے رب کی ملاقات کے منکر ہیں۔

أَوْلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۖ

کیا یہ لوگ زمین میں نہیں چلے پھرے، سو دیکھ لیتے کیا انجام ہوا ان لوگوں کا جو ان سے پہلے تھے،

كَانُوا أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَآثَارُوا الْأَرْضَ وَعَمَرُوهَا أَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوهَا وَ

وہ لوگ قوت کے اعتبار سے ان سے بڑھے ہوئے تھے اور انہوں نے زمین کو بویا جو تا اور اس سے زیادہ آباد کی جتنا ان لوگوں نے آباد کیا ہے،

جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ ۖ فَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِن كَانُوا أَنفُسَهُمْ

اور ان کے پاس ان کے رسول واضح دلیلیں لے کر آئے، سو اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا، اور لیکن وہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم

يُظْلِمُونَ ﴿۹﴾ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ آسَأُوا السُّوْاى أَن كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ

کرتے تھے پھر جن لوگوں نے برے کام کیے ان لوگوں کا برا انجام ہوا، اس وجہ سے کہ انہوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا

وَكَانُوا بِهَا يَسْتَهْزِءُونَ ﴿۱۰﴾

اور وہ ان کا مذاق بناتے تھے۔

دل کی حکمتوں پر غور:

۸: أَوْلَمْ يَتَفَكَّرُوا فِي أَنْفُسِهِمْ (کیا وہ اپنے نفسوں کے متعلق نہیں سوچتے) نمبر ۱۔ اس کے ظرف ہونے کا احتمال ہے گویا اس طرح کہا گیا: اولم يثبتوا التفكير في انفسهم یعنی کیا وہ اپنے نفسوں میں تفکر کو قائم نہیں کرتے وہ دل جو کہ فکر سے فارغ ہیں حالانکہ تفکر کا تو مقام ہی دل ہے لیکن اس میں سوچنے والوں کی حالت کی مزید تصویر کشی فرمائی گئی جیسا کہتے ہیں اعتقده في قلبك میں تمہارے دل میں اس کا اعتقاد کرتا ہوں حالانکہ اعتقاد کا تو محل ہی دل ہے۔

نمبر ۲۔ تفکر کا صلہ ہے جیسا کہتے ہیں تفکر في الامر واجال فيه فكره۔ اس نے معاملے کو سوچا اور اپنی فکر اس میں دوڑائی۔ اس کے مطابق آیت کا معنی یہ ہے۔ کیا انہوں نے اپنے ان دلوں میں سوچا نہیں جو دل ان کے اس مخلوق سے قریب تر ہیں اور وہ

ان کے احوال کو دوسروں سے زیادہ جانتا ہے پس ان کو چاہیے کہ جو ظاہری و باطنی عجیب و غریب حکمتیں اس دل میں ودیعت کر رکھی ہیں ان پر غور کریں۔ اس لئے کہ وہ تدبیر پر دلالت کرنے والی ہیں بے توجہی ان سے مناسب نہیں اور ضروری ہے کہ اس کی انتہاء ایک ایسے وقت پر ہو جس میں احسان کا بدلہ احسان سے دیا جائے۔ اور برائی کا بدلہ اسی جیسا ملے تا کہ اس وقت تمام مخلوق کو معلوم ہو جائے کہ تمام مخلوق کا معاملہ محض حکمت و تدبیر سے چل رہا ہے اور اس کا ایک آخری وقت ہونا چاہیے۔ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا (اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین اور ان کی درمیانی کائنات کو برحق ہی پیدا کیا ہے) یہ قول محذوف کا متعلق ہے اس کا معنی یہ ہے اولم يتفكروا فيقولوا هذا القول کیا وہ سوچتے نہیں کہ وہ یہ بات کہتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ سوچتے نہیں اگر وہ سوچتے تو جان لیتے کیونکہ کلام میں اس کی دلیل موجود ہے۔

حکمت بالغہ بنایا:

إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَجَلٍ مُّسَمًّى (مگر حق کے ساتھ اور ایک وقت مقررہ کے ساتھ) یعنی ان کو باطل اور عبث نہیں بلکہ حکمت بالغہ کے ساتھ بنایا ہے اور ان کو ہمیشہ باقی رہنے کیلئے بھی نہیں بنایا۔ بلاشبہ ان کو حق کے ساتھ حکمت سے پُر بنایا اور ایک مقررہ اندازہ سے پیدا کیا اس کا اختتام ضروری ہے۔ اور اسی کا نام قیام قیامت اور وقت حساب اور ثواب و عقاب کی گھڑی ہے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو غور سے دیکھو اَفَحَسِبْتُمْ اِنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَاَنْكُمْ اِلَيْنَا لَا تَرْجِعُونَ کیا تم نے گمان کر لیا کہ ہم نے تمہیں بے کار بنایا اور تم ہماری طرف لوٹائے نہ جاؤ گے کس طرح ان کے بغیر لوٹانے کے یونہی چھوڑ دینے کو عبث فرمایا؟

وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ (اور بلاشبہ بہت سے لوگ اپنے رب کی ملاقات) لقاء سے بعث و جزاء مراد ہے۔ لکافرون (کے انکاری ہیں) ضد سے نہیں مانتے۔

قول زجاج عسید:

اپنے رب کی ملاقات سے انکاری ہیں۔

۹: اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَتْ (کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ وہ دیکھتے کس طرح ان لوگوں) عَاقِبَةُ الدِّيْنِ مِنْ قَبْلِهِمْ (کا انجام ہوا جو ان سے پہلے ہوئے) یہ استفہام تقریری ہے کہ وہ شہروں میں چلے پھرے ہیں اور انہوں نے عاد و ثمود وغیرہ سرکش اقوام کے تباہ شدہ مقامات دیکھے ہیں۔ پھر ان اقوام کی تھوڑی حالت ذکر فرمائی كَانُوْا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً (وہ ان سے طاقت میں زیادہ تھے)۔ وَاَثَارُوْا الْاَرْضَ (انہوں نے زمین کو آباد کیا) زمین میں کھیتی باڑی کی۔ وَعَمَرُوْهَا (اور اس کو آباد کیا) ان تباہ ہونے والوں نے اَكْثَرَ (ان سے زیادہ)

مخبر: یہ مصدر محذوف کی صفت ہے مما عمروها کا مصدر یہ ہے۔

مِمَّا عَمَرُوْهَا (اہل مکہ کے تعمیر کرنے سے) وَجَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ (اور ان کے رسول ان کے پاس دلائل

لائے) یہاں وقف کیا جائے گا کیونکہ حذف ہے تقدیر کلام یہ ہے فلم یؤمنوا فاهلکوا ان کے رسول ان کے پاس دلائل لاتے پس وہ ایمان نہ لائے تو ہلاک کر دیے گئے۔

فَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ (اللہ تعالیٰ ایسے تو نہیں کہ ان پر ظلم کریں) ان کی ہلاکت ظلماً نہ تھی۔ وَلٰكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ (لیکن وہ اپنے نفوس پر ظلم کرنے والے تھے) اس طرح کہ وہی اعمال کرنے لگے جو ان کی ہلاکت کا باعث بنے۔
۱۰: ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِينَ أَسَاءُوا السُّوْأَى (پھر ان لوگوں کا انجام جنہوں نے بدی کی تھی بہت برا ہوا)۔
قراءت: عاقبہ کو شامی و کوئی قراء نے منصوب پڑھا ہے۔

السُّوْأَى یہ اسوٰ کی تانیث ہے اور اس کا معنی قبیح ترین جیسا کہ حسنیٰ احسن کی تانیث ہے۔
مَخْفُو: کان کا اسم ہونے کی وجہ سے یہ مرفوع ہے۔ یہ ان کے نزدیک ہے جنہوں نے عاقبہ کو خبر کی وجہ سے نصب دیا ہے۔ نمبر ۲۔
جنہوں نے عاقبہ کا رفع پڑھا انہوں نے اس کو محلاً منصوب قرار دیا ہے۔ معنی یہ ہے دنیا میں ان کا نتیجہ تباہی ہوا پھر ان کا انجام بہت ہی برا ہے۔ یہاں ضمیر کی بجائے اسم ظاہر الذین اساءوا کو لائے۔ مطلب اس طرح ہے وہ سزا جو کہ بدترین سزا آخرت میں دی جانے والی ہے وہ وہی آگ ہے جو کفار کیلئے تیار کی گئی۔ اَنْ كَذَّبُوا (اس وجہ سے کہ انہوں نے جھٹلایا)
مَخْفُو: اس سے پہلے لام تعلیلیہ ہے۔ لان نمبر ۲۔ بان سیدیہ ہے۔ اس صورت میں اساءوا کا معنی کفروا ہوگا۔
بَايَتِ اللّٰهِ وَكَانُوا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ (اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ اور وہ ان معجزات کا مذاق اڑانے والے تھے) یعنی پھر کفار کا انجام آگ ہوگا اس وجہ سے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا اور ان کا مذاق اڑایا۔

اللَّهُ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝۱۱ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ

اللہ مخلوق کو ابتداء پیدا فرماتا ہے پھر اسے دوبارہ پیدا فرمائے گا، پھر تم اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور جس دن قیامت قائم ہوگی بحر میں ناامید ہو کر

الْمُجْرِمُونَ ۝۱۲ وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ مِّنْ شُرَكَائِهِمْ شُفَعَاءٌ وَكَانُوا بِشُرَكَائِهِمْ

رو جائیں گے اور ان کے شرکاء میں سے کوئی بھی سفارش کرنے والا نہ ہو گا اور وہ اپنے شرکاء کے

كُفْرِينَ ۝۱۳ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُؤْمِدُ يُتَفَرَّقُونَ ۝۱۴ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَ

منکر ہوں گے اور جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن لوگ متفرق حالتوں میں ہوں گے۔ سو جو لوگ ایمان لائے اور

عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَهُمْ فِي رَوْضَةٍ يُحْبَرُونَ ۝۱۵ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا

نیک عمل کئے وہ باغ میں مسرور ہوں گے اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو اور

بِآيَاتِنَا وَلِقَائِ الْآخِرَةِ فَأُولَٰئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُونَ ۝۱۶ فَسُبْحٰنَ اللَّهِ

آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا، سو یہ لوگ عذاب میں حاضر کئے جائیں گے، سو تم اللہ کی تسبیح بیان کرو

حِينَ تُمْسُونَ وَحِينَ تُصْبِحُونَ ۝۱۷ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ

شام کے وقت اور صبح کے وقت اور اسی کے لیے سب تعریف ہے آسمانوں میں اور زمین میں

عَشِيًّا وَحِينَ تُظْهِرُونَ ۝۱۸ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ

اور دن کے پچھلے اوقات میں اور دوپہر کے وقت اس کی تسبیح بیان کرو۔ وہ جاندار کو بے جان سے باہر لاتا ہے اور بے جان کو جاندار سے

الْحَيِّ وَيُحْيِي الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۝۱۹ وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُونَ ۝۱۹

نکالتا ہے اور زمین کو اس کے مردہ ہونے کے بعد زندگی بخشتا ہے اور اسی طرح تم نکالے جاؤ گے۔

۱: اَللّٰهُ يَبْدُوْا الْخَلْقَ (اللہ تعالیٰ ہی نے مخلوق کو اول مرتبہ پیدا کیا) ثُمَّ يُعِيْدُهُ (پھر وہی ان کو موت کے بعد دوبارہ زندہ کرے

گے)۔ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (پھر اسی ہی کی طرف تمہاری واپسی ہوگی)

قرأت: البوعمر واور اہل نے یرجعون یاء سے پڑھا ہے۔

۱۳: وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ (اور جب قیامت قائم ہوگی ناامید ہوں گے) مایوس و حیران ہو گئے عرب کہتے ہیں ناظر تہ

فابلس جبکہ بول نہ سکے اور دلیل پیش کرنے سے مایوس ہو جائے۔ الْمُجْرِمُونَ (مجرم) یعنی مشرکین۔

۱۳: وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ مِّنْ شُرَكَاءٍ هُمْ (اور ان کے شرکاء میں سے کوئی بھی نہ ہوگا) ان میں سے جن کی انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کی ہوگی اور ان کو سفارشی فرض کیا۔ شَفَعُوا (سفارشی) کتابت قرآن میں یہ لفظ الف سے قبل واو سے ہی لکھا جائے گا۔ جیسا کہ علموا بنی اسرائیل لکھا جاتا ہے۔ السوای کا لفظ بھی یاء سے قبل الف کے ساتھ اس ہمزہ کو قائم رکھتے ہوئے اس حرف کی صورت میں جس سے اس کی حرکت ہے۔

وَكَانُوا بِشُرَكَائِهِمْ كَافِرِينَ (وہ اپنے شرکاء کے انکاری ہو جائیں گے) نمبر ۱۔ وہ اپنے شرکاء کا شدت و قوت سے انکار کر دیں گے۔ نمبر ۲۔ دنیا میں وہ ان شرکاء کی وجہ سے کافر بنے۔

۱۴: وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُنْفِرُونَ (اور جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن وہ سب منتشر ہو جائیں گے) نَحْوًا: یتفرقون کی ضمیر کا مرجع مؤمن و کافر سب ہیں۔ اسلئے کہ مابعد اس پر دلالت کر رہا ہے۔

مؤمن کا اکرام ہوگا:

۱۵: فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَهُمْ (پھر وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اعمال صالحہ کیے وہ باغات میں) رَوْضَةٍ يُحْبَرُونَ (میں مزے لے رہے ہونگے) روضة باغ کو کہتے ہیں اس کو نکرہ لائے کیونکہ اس کا معاملہ مبہم ہے اور تنوین فتحیم شان کیلئے ہے یحبرون اتنا خوش ہونا جس سے چہرہ ٹمٹمانے لگے اور خوشی کا اثر چہرے پر نظر آئے۔ پھر اس میں اختلاف ہے کیونکہ خوشی کی وجوہ بہت ہیں۔ نمبر ۱۔ ان کا اکرام کیا جائے گا۔ نمبر ۲۔ زیور پہنائے جانا۔ نمبر ۳۔ جنت میں سریلی آواز کا سننا۔

۱۶: وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَلِقَاءِ الْآخِرَةِ (اور پھر وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیات اور آخرت کے پیش آنے کو جھٹلایا) لِقَاءِ الْآخِرَةِ سے بعث بعد الموت مراد ہے۔ فَأُولَئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُونَ (وہ لوگ عذاب میں حاضر کیے جائیں گے) اقامت پذیر ہونگے اور اس سے غائب نہ ہونگے اور نہ ان سے عذاب کو ہلکا کیا جائے گا جیسا کہ ارشاد الہی ہے: وما هم بخارجين منها [المائدہ: ۳۷]

پانچوں نمازیں:

۱۷: جب وعدے اور وعید کا ذکر کیا تو اس کے بعد ایسی چیز ذکر کی جو وعدے تک پہنچانے والی اور وعید سے محفوظ کرنے والی تھی۔ پس فرمایا۔ فَسُبْحَانَ اللَّهِ (پس تم اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کرو) اس سے مراد ظاہری تسبیح ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کو عیب سے پاک قرار دینا ہے اور ان اوقات میں ان کی خیر سے تعریف کرنا ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی ظاہری نعمتوں کی تجدید ہوتی ہے۔ نمبر ۲۔ نماز مراد ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا کیا پانچ نمازیں قرآن سے ثابت ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا ہاں اور یہ آیت تلاوت فرمائی یہ مصدر ہونے کی بناء پر منصوب ہے مطلب یہ ہے اس چیز سے پاک قرار دو جو اس کی ذات کے مناسب نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی خاطر نماز پڑھو۔ حِينَ تُمْسُونَ (جب تم شام کرتے ہو) اس میں نماز مغرب و عشاء آگئیں۔ وَحِينَ تَصْبِحُونَ

(جب تم صبح کرتے ہو) اس میں نماز فجر آئی۔

۱۸: وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ (اور اسی ہی کیلئے تعریف آسمانوں اور زمین میں ہے) یہ جملہ معترضہ ہے سمجھدار لوگ جو آسمان و زمین میں ہیں ان سب کو اللہ تعالیٰ کی حمد کرنا چاہیے۔

نَحْوُ: فِي السَّمَوَاتِ يَهْدِي الْحَمْدَ مِنْ حَالٍ هِيَ۔

وَعَشِيًّا (اور پچھلے پہر)۔ اس میں صلاۃ العصر آگئی۔

نَحْوُ: اس کا عطف حین تمسون پر ہے۔ وَحِينَ تَطْهَرُونَ (اور جب تم دوپہر کرتے ہو) اس میں صلاۃ الظهر آگئی۔ عرب کا محاورہ ہے۔ اظہر ای دخل فی وقت الظهر۔ وہ وقت ظہر میں داخل ہوا۔ اکثر مفسرین کا قول یہ ہے پانچوں نمازیں مکہ میں فرض ہوئیں۔

۱۹: يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ (وہ زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے) پرندہ انڈے سے یا انسان نطفہ سے یا مؤمن سے کافر۔ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ (اور میت کو زندہ سے نکالتا ہے) انڈہ پرندے سے یا انسان سے نطفہ یا مؤمن سے کافر۔
قراءت: المیت میں المیت دونوں مقام پر مکی و شامی، ابو عمرو، ابو بکر، حماد نے تخفیف سے پڑھا ہے۔ اور دیگر نے تشدید سے۔

وَيُخْرِجُ الْأَرْضَ (اور وہ زمین کو زندہ کرتا ہے)۔ نباتات کے ذریعہ اس کے مرجانے کے بعد بَعْدَ مَوْتِهَا (مردہ ہونے کے بعد) زمین کے مرجانے سے خشک ہونا مراد ہے۔ وَكَذَلِكَ تُخْرَجُونَ (اور اسی طرح تمہیں نکالا جائے گا)۔
قراءت: حمزہ، علی، خلف نے تُخْرَجُونَ پڑھا ہے۔ یعنی اس نکالنے کی طرح تم اپنی قبور سے نکلو گے۔

ان آیات کا عظیم ثواب:

كذلك کی کاف محل نصب ہے اور تخرجون اس کا عامل ہے مطلب یہ ہے ابداء اور اعادہ اس کی قدرت میں برابر ہیں۔ جو کہ مردہ کو زندہ اور زندہ کو مردہ سے نکالنے پر قدرت رکھتا ہے۔ روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے سبحان اللہ حین تمسون۔ تین مرتبہ اور سورہ صافات کی آخری آیات ہر فرض نماز کے بعد پڑھیں آسمان کے ستاروں کے عدد کی مناسبت سے اور بارش کے قطرات کی گنتی کے مطابق اور اسی طرح درختوں کے پتے اور ریت کے ذرات کے مطابق نیکیاں ملیں گی۔ اور جب وہ مرجائے گا تو ہر حرف کے بدلے میں دس نیکیاں اس کی قبر میں حاصل ہوں گی اور انہی سے رسول ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا جس نے صبح کے اوقات میں سبحان اللہ حین تمسون و حین تصبحون سے الی قولہ و كذلك تخرجون پڑھا۔ اس کو وہ سب کچھ مل جائے گا جو اس سے اس دن میں رہ گیا اور جس نے شام کے وقت پڑھ لیا، اس نے رات میں فوت شدہ

وظیفہ کا ثواب پالیا۔ [رواہ ابوداؤد: ۶: ۵۰۷]

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ إِذَا أَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُونَ ﴿۲۰﴾ وَمِنْ

اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہیں مٹی سے پیدا فرمایا پھر اچانک تم آدمی بن کر پھیلے ہوئے پھرتے ہو۔ اور اس کی

آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ

قدرت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری جنس سے جوڑے بنائے تاکہ تم ان کے پاس آرام کرو۔ اور تمہارے درمیان

مَوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿۲۱﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ

محبت اور ہمدردی پیدا فرمادی۔ اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو فکر کرتے ہیں۔ اور اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں کا

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافُ أَلْسِنَتِكُمْ وَأَلْوَانِكُمْ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ

پیدا فرماتا اور تمہاری بولیوں اور رنگتوں کا مختلف ہونا ہے۔ بلاشبہ اس میں جاننے والوں کے لیے

لِلْعَالَمِينَ ﴿۲۲﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ مَنَامُكُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَاؤُكُمْ مِنْ فَضْلِهِ

نشانیاں ہیں۔ اور اس کی نشانیوں میں سے تمہارا سونا ہے رات میں اور دن میں اور تمہارا تلاش کرنا ہے اس کے فضل کو۔

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يُسْمِعُونَ ﴿۲۳﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ يُرِيكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا

بلاشبہ اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو سنتے ہیں۔ اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ وہ تمہیں بجلی دکھاتا ہے جس سے ڈر ہوتا ہے

وَطَمَعًا وَيُنزِلُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَيُحْيِي بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا إِنَّ فِي ذَلِكَ

اور امید بھی اور وہ آسمان سے پانی اتارتا ہے پھر اس کے ذریعہ زمین کو زندہ فرماتا ہے اس کی موت کے بعد۔ بلاشبہ اس میں

لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿۲۴﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ تَقُومَ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ بِأَمْرِهِ ثُمَّ

ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں۔ اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم ہیں پھر

إِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً مِّنَ الْأَرْضِ إِذَا أَنْتُمْ تَخْرُجُونَ ﴿۲۵﴾ وَلَهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ

جب وہ تم کو پکار کر زمین سے بلائے گا تو تم اسی وقت نکل پڑو گے، اور اسی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین

وَالْأَرْضِ كُلُّ لَهَا قِنْدُونٌ ﴿۲۶﴾ وَهُوَ الَّذِي يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ

میں سے سب اسی کے حکم کے تابع ہیں۔ اور وہی ہے جو مخلوق کو پیدا فرماتا ہے پھر اسے مٹانے کا اور وہ اس پر زیادہ آسان

عَلَيْهِ وَلَهُ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۲۷﴾

ہے اور اسی کیلئے شان اعلیٰ ہے آسمانوں میں اور زمین میں، اور وہ عزت والا ہے حکمت والا ہے۔

دلائل قدرت انسانی تخلیق:

۲۰: وَمِنْ آيَاتِهِ (اور اس کی ربوبیت اور قدرت کی علامات میں سے ہے) - أَنْ خَلَقَكُمْ (تمہارا پیدا کرنا ہے) - مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ إِذَا أَنْتُمْ بَشَرٌ (مٹی سے پھر کچھ مدت کے بعد تم آدمی بن کر) کم سے آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد مراد ہے۔ تَنْتَشِرُونَ (تم پھیلے پھرتے ہو) تم ان چیزوں میں تصرف کرتے ہو جن میں تمہارا سامان معیشت ہے۔

تَنْتَشِرُونَ: اذا مفاجات کیلئے ہے تقدیر کلام اس طرح ہے ثم فاجاتم وقت کونکم بشر منتشرین فی الارض پھر اچانک تمہارے بشر بن جانے پر تم زمین میں پھیلے پھرتے ہو۔

ازواج کا پیدا کرنا:

۲۱: وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا (اور اس کے نشا نہائے قدرت میں سے یہ ہے کہ تمہارے لئے تمہاری جنس سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تمہیں ان کے پاس آرام ملے) یعنی حواء کو آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا فرمایا اور ان کے بعد عورتوں کو مردوں کی صلب سے پیدا فرمایا۔ یہ من ابتدائیہ ہے یا تمہاری ہم شکل اور ہم جنس کسی اور جنس سے نہیں اس صورت میں من بیان یہ ہے کیونکہ دونوں ایک جنس ہوں تو الفت و سکون ہوتا ہے۔ اور دو مختلف جنسیں ہوں تو نفرت عرب کہتے ہیں سکن الیہ ای مال الیہ۔ وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً (اور تمہارے مابین دوستی اور مہربانی بنا دی) ازواجی تعلق سے باہمی محبت و رحمت پیدا کر دیا۔

قول حسن رحمہ اللہ:

المودة یہ جماع سے کنایہ ہے۔ اور رحمت سے مراد اولاد ہے۔ ایک قول یہ ہے مودت کا لفظ جو ان کے لئے استعمال ہو اور رحمت کا لفظ بوڑھی کیلئے۔ اور ایک قول یہ ہے مودت و رحمت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اور تفرک شیطان کی طرف سے یعنی بغض جو میاں بیوی کے درمیان ہو ان فی ذلک لآیت لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ (اس میں البتہ نشانیاں ہیں سوچ و بچار والی قوم کیلئے) پس وہ جانتے ہیں کہ دنیا کا قیام و بقاء تناسل کے سبب سے ہے۔

تخلیق ارض و سماء اختلاف رنگ:

۲۲: وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ (اور اس کی نشانیوں میں سے آسمان و زمین کی پیدائش) وَاخْتِلَافُ أَلْوَانِكُمْ (اور تمہاری بولیوں کا مختلف ہونا ہے) نمبر: النہ سے مراد لغات کا مختلف ہونا، نمبر ۲۔ بولنے کے طریقوں اور آوازوں کی کیفیتوں کا مختلف ہونا۔ وَالْوَانِكُمْ (اور تمہارے رنگوں کا) سیاہ، سفید وغیرہ۔ اور اسی اختلاف سے تعارف و پہچان پیدا ہوئی ورنہ اگر انسان باہمی ہم شکل اور ایک طرح کے ہوتے تو التباس اور تجاہل پیدا ہوتا اور مصلحتیں معطل ہو کر رہ جاتیں۔ اس میں واضح علامت قدرت ہے۔ ایک باپ اور ماں سے پیدا ہوئے اور ان کی کثرت تعداد کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا مگر تمام میں باہمی فرق پایا جاتا

ہے۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلَمِيْنَ (بلاشبہ اس میں بڑی نشانیاں ہیں جاننے والوں کیلئے) عالمین یہ عالم کی جمع ہے۔
قراءت: حفص نے عالمین کسرہ سے عالم کی جمع اور کسرہ کیلئے یہ آیت شاہ ہے وَمَا يَعْقِلُهَا اِلَّا الْعٰلَمُوْنَ [العنکبوت: ۴۳]

رات کی نیند:

۲۳: وَمِنْ اٰيٰتِهِ مَنَامُكُمْ بِاللَّيْلِ اِس کے نشانہائے قدرت میں سے تمہارا یہ رات کو سونا) وَالنَّهَارِ وَابْتِغَاؤُكُمْ مِنْ فَضْلِهِ (اور دن کو اللہ تعالیٰ کے فضل کو تلاش کرنا) نمبر ۱۔ یہ لف و نشر مرتب ہے ومن آياته منامكم وابتغؤكم من فضله بالليل والنهار۔ البتہ اول دونوں ساتھیوں میں اور پچھلے دونوں ساتھیوں میں فاصلہ کیا گیا۔ نمبر ۲۔ تمہارا دونوں زمانوں میں نیند کرنا اور دونوں میں رزق طلب کرنا۔

مسلک جمہور:

اول زیادہ بہتر ہے کیونکہ قرآن مجید میں بار بار استعمال ہوا ہے اور سب سے درست معنی وہ ہے جس کو قرآن بیان کرے۔
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ (بلاشبہ اس میں نشانیاں ہیں سننے والی قوم کیلئے) يسمعون سے مراد تدبر کے ساتھ یاد رکھنے والے کانوں سے سننا مراد ہے۔

بادل کا پانی اُتارنا:

۲۴: وَمِنْ اٰيٰتِهِ يُرِيْكُمْ الْبُرْقِ اِس کے نشانہائے قدرت میں سے یہ ہے کہ وہ تمہیں بجلی دکھاتا ہے)۔
يُرِيْكُمْ: میں دو صورتیں ہیں۔ نمبر ۱۔ اَنْ كُوْمُضْمَرٌ مان لیں جیسا کہ قراءت ابن مسعود رضی اللہ عنہ میں ہے۔ (تمہارا بجلی دیکھنا) نمبر ۲۔ فعل کو مصدر کی جگہ لیا گیا۔ اس مثال کی تشریح اسی طرح کی جاتی ہے تسمع بالمعیدی خیر من ان تراہ۔ ای ان تسمع او سماعك خَوْفًا (ڈر کی بناء پر) کڑک سے یا سیلاب سے ڈر کر وَطَمَعًا (اور طمع میں) بارش کی۔ نمبر ۲۔ خطرہ مسافر کیلئے اور طمع مقیم کیلئے ہے۔

يُرِيْكُمْ: یہ مفعول لہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام قرار دیا ای ارادة خوف و ارادة طمع۔ نمبر ۲۔ نصب حال ہونے کی بناء پر ہے۔ ای خائفین و طامعین اس حال میں کہ وہ خوف کرنے والے اور طمع کرنے والے ہوتے ہیں۔

وَ يُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ (اور وہ آسمان سے اتارتا ہے)۔ قراءت: بکی و بصری علماء نے تخفیف سے يُنَزِّلُ پڑھا ہے۔ مَاآءٌ (پانی) یعنی بارش فَيُحْيِيْ بِهِنَّ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُوْنَ (پس وہ اس کے ساتھ زمین کے بخر ہو جانے کے بعد اس کو زندہ کرتا ہے بیشک اس میں عقلمندوں کیلئے نشانیاں ہیں) يعقلون سے مراد عقولوں سے سوچ بچار کرتے ہیں۔

آسمان وزمین کا قیام:

۲۵: وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ تَقُومَ (اور ان کی نشانیوں میں سے کھڑا ہونا) بغیر ستونوں کے قائم رہنا۔ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ بِأَمْرِهِ (آسمان اور زمین کا اسی کے حکم سے ہے) اس کے قائم کرنے نمبر ۲۔ اس کی تدبیر و حکمت سے تَمَّ إِذَا دَعَاكُمْ (پھر جب وہ تمہیں بلائے گا) اٹھنے کیلئے۔

دَعْوَةٌ مِنَ الْأَرْضِ إِذَا أَنْتُمْ تَخْرُجُونَ (بلانا یکدم تو تم زمین سے نکل کھڑے ہو گے) اپنی قبور سے۔

یہ جملہ بھی مفرد کے موقع پر معنوی اعتبار سے یریکم کی طرف واقع ہے۔ گویا اس طرح فرمایا و من آیاتہ قیام السموات والارض واستمساکھا بغیر عمدہ ثم خروج الموتی من القبور اذا دعاهم دعوة واحدة یاہل القبور اخرجوا۔ اور اس کے نشانات قدرت میں آسمان وزمین کا قائم رکھنا اور بغیر ستون کے ان کا ٹھہرانا پھر قبروں سے مردوں کا نکلنا جب کہ ان کو ایک ہی آواز یاہل القبور اخرجوا سے دی جائے گی۔ مقصد یہ ہے کہ بلا توقف یہ بات پائی جائے گی تم کے ذریعے اس کو قیام السموات والارض پر عطف کیا تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ یہ معاملہ بہت بڑا ہوگا اور اس چیز پر اللہ تعالیٰ کو مکمل قدرت حاصل ہے کہ وہ اس طرح فرمائیں اے قبروں والو! اٹھو! تو ایک فرد بھی اولین و آخرین میں نہ رہے گا مگر کہ وہ کھڑا جھانک رہا ہوگا۔ جیسا کہ فرمایا ثم نفع فیہ احرى فاذا هم قیام ینظرون [الزمر: ۶۸]

نَحْوًا: پہلا اذا شرط کا معنی دے رہا ہے۔ اور دوسرا مفاعلات کیلئے ہے اور یہ جواب شرط میں آنے والی فاء کے قائم مقام ہوتا ہے۔ من الارض یہ فعل کے متعلق ہے مصدر سے نہیں اور اس محاورہ دعوة من مکان کذا میں مکانک مراد ہو یا مکان صاحبک ہو۔

تمام اس کے غلام:

۳۶: وَلَهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ كُلُّ لَّهُ قَانُونَ (اور اسی ہی کے لئے ہے جو آسمان وزمین ہیں اور تمام اس کے سامنے عاجزی کرنے والے ہیں) وہ اس کے مطیع ہیں کیونکہ اس کے افعال کا وجود ان میں پایا جاتا ہے ان سے رک نہیں سکتا یا اس کی غلامی کا اقرار کرنے والے ہیں۔

اعادہ خلق اس کے لئے بہت آسان ہے:

۲۷: وَهُوَ الَّذِي يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ (اور وہ وہی ذات ہے جس نے مخلوق کی ابتداء کی پھر وہی اس کا اعادہ کرے گا) وہ ان کو پیدا کرتا ہے پھر ان کو دوبارہ اٹھانے کیلئے زندہ کرے گا۔ وَهُوَ (اور وہ) بعث اَهْوَنُ (زیادہ آسان ہے)۔ عَلَيْهِ یہ عندکم کے معنی میں ہے کیونکہ اعادہ تمہارے ہاں نئے سرے سے پیدا کرنے کی نسبت آسان ہے، پھر تم اعادہ کا کیوں انکار کرتے ہو۔

نکتہ: ہوا ہون علیہ میں صلہ کو مؤخر کیا اور ہو علیٰ ہین [مریم: ۹] میں مقدم کیا۔ کیونکہ وہاں مریم میں تخصیص مقصود ہے گویا اختصاص کا کوئی مقصد نہیں اس لئے مؤخر کر دیا۔

ضَرَبَ لَكُمْ مَثَلًا مِّنْ أَنْفُسِكُمْ هَلْ لَكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَاءَ

اللہ نے تمہارے لیے ایک مثال بیان فرمائی جو تمہارے نفسوں کے اندر سے ہے جن کے تم مالک ہو کیا ان میں سے کوئی اس مال میں شریک ہے

فِي مَآرِزِقِنَاكُمْ فَانْتُمْ فِيهِ سَوَاءٌ تَخَافُونَهُمْ كَخِيفَتِكُمْ أَنْفُسَكُمْ كَذَلِكَ

جو ہم نے تمہیں دیا کہ وہ اور تم اس میں برابر ہو تم ان سے اسی طرح ڈرتے ہو جیسا اپنے نفسوں سے ڈرتے ہو ہم اسی طرح

نَفِصَلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يُعْقِلُونَ ﴿۳۸﴾ بَلِ اتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَهْوَاءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ

آیات کو بیان کرتے ہیں ان لوگوں کے لیے جو عقل رکھتے ہیں۔ بلکہ بات یہ ہے کہ جن لوگوں نے ظلم کیا وہ بغیر علم کے اپنی خواہشوں کا اتباع کرتے ہیں۔

فَمَنْ يَهْدِي مَنْ أَضَلَّ اللَّهُ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نَّصِيرِينَ ﴿۳۹﴾

سو جسے اللہ گمراہ کر دے اسے کون ہدایت دے گا اور کوئی بھی ان کے لیے مددگار نہ ہوگا۔

قول ابو عبیدہ وزجاج وقادة رحمہم اللہ:

اھون یہاں ھین کے معنی میں ہے اور اس کا استعمال ذات باری تعالیٰ کیلئے کیا جاتا ہے۔ یہاں اھون بمعنی کان ذلك على الله يسيراً کے ہے۔ جیسا کہ اللہ اکبر بمعنی کبیر ہے۔

اعادہ اگرچہ اپنی ذات کے اعتبار سے بہت بڑا ہے مگر انشاء کے مقابلہ میں آسان تر ہے۔ نمبر ۲۔ وہ مخلوق کے مقابلہ میں پیدا کرنے سے آسان تر ہے کیونکہ ایک ہی آواز سے انکا کھڑے ہو جانا یہ نطفہ پھر علقہ پھر مضغہ سے تکمیل تخلیق تک مقابلہ میں آسان تر ہے۔

سب سے بلند ترین وصف وحدانیت:

وَلَهُ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ (اور اسی کی شان اعلیٰ ہے آسمانوں اور زمین میں) یعنی ایسی اعلیٰ صفت و تعریف جو اس کے سوا اور دوسرے کیلئے نہیں اور وہ اس کے ساتھ مشہور ہے اور اسی سے اس کی آسمان و زمین میں مخلوقات کی زبان پر تعریف کی جاتی ہے۔ اور دلائل کی زبان سے بھی ثناء بیان کی جاتی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ وہ ممکنات کی ہر چیز کے انشاء و اعادہ پر پوری قدرت رکھتا ہے اس سے کسی طور پر عاجز نہیں اور وَهُوَ الْعَزِيزُ کی صفت اس پر دلالت کرتی ہے عزیز کا معنی جو ہر مقدور پر زبردست غالب ہو۔ الْحَكِيمُ (وہ حکمت والے ہیں) اس کا ہر فعل حکمت و علم کے مطابق چل رہا ہے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

المثل الا على سے مراد کمثلہ شیء و هو السميع البصير [الشوری: ۱۱] ہے۔ قول مجاہد رحمہ اللہ: اس سے مراد لا اله الا اللہ ہے اور اس کا معنی یہ ہے سب سے بلند ترین وصف وحدانیت اسی ہی کیلئے ہے اور اگلی آیت اس کی تائید کرتی ہے۔

۲۸: ضَرَبَ لَكُمْ مَثَلًا مِّنْ أَنْفُسِكُمْ (اللہ تعالیٰ ایک مضمون تمہارے ہی حالات میں سے بیان کرتے ہیں) یہ مثال ان لوگوں کے لئے بیان فرمائی جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے اللہ تعالیٰ کا شریک تجویز کرتے ہیں۔

نَحْوُ: مَن يَهْدِيهِ اللَّهُ فَمَا لَكُمْ بِهِ عِزٌّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (اللہ تعالیٰ نے ایک مثال لی اور وہ تمہارے سب سے قریب چیز یعنی تمہارے نفوس سے لی ہے۔ هَلْ لَكُمْ (کیا تمہارے لیے ہے) اے آزاد لوگو! مَن مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ (ان میں سے جن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ ہیں) یعنی تمہارے غلاموں میں سے۔

نَحْوُ: مَن تَبِعِيهِ هُوَ (مَن تَبِعِيهِ هُوَ)

مَنْ شُرَكَاءَ (کوئی شریک)

نَحْوُ: مَن تَأْكِدُ اسْتِفْهَامَ كَيْلَيْهِ لَيَاغِيَا هُوَ (جو کہ نفی کے قائم مقام ہے اس کا معنی یہ ہے کیا تم اپنے نفوس کیلئے پسند کرتے ہو۔ حالانکہ تمہارے غلام تمہاری طرح انسان ہیں اور غلاموں کی طرح غلام ہیں) کہ وہ تمہارے ساتھ برابر کے شریک ہوں۔ فِي مَارَزَقْنَكُمْ (اس روزی میں جو ہم نے تمہیں دی) یعنی اموال وغیرہ۔ فَأَنْتُمْ (پس تم) اے آزاد اور مملوک لوگو! فِيهِ (اس رزق میں) سَوَاءٌ (برابر ہو) آزاد غلام کے فرق کے بغیر تمہارے غلام تمہارے اموال میں تمہاری طرح کا مختار ہوں۔ تَخَافُونَهُمْ (تمہیں ان کا خطرہ لگا رہتا ہو)۔

نَحْوُ: يَهْدِيهِ اللَّهُ فَمَا لَكُمْ بِهِ عِزٌّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (اللہ تعالیٰ نے ایک مضمون تمہارے ہی حالات میں سے بیان کرتے ہیں) یہ مثال ان لوگوں کے لئے بیان فرمائی جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے اللہ تعالیٰ کا شریک تجویز کرتے ہیں۔

نَحْوُ: مَن يَهْدِيهِ اللَّهُ فَمَا لَكُمْ بِهِ عِزٌّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (اللہ تعالیٰ نے ایک مضمون تمہارے ہی حالات میں سے بیان کرتے ہیں) یہ مثال ان لوگوں کے لئے بیان فرمائی جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے اللہ تعالیٰ کا شریک تجویز کرتے ہیں۔

نَحْوُ: مَن يَهْدِيهِ اللَّهُ فَمَا لَكُمْ بِهِ عِزٌّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (اللہ تعالیٰ نے ایک مضمون تمہارے ہی حالات میں سے بیان کرتے ہیں) یہ مثال ان لوگوں کے لئے بیان فرمائی جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے اللہ تعالیٰ کا شریک تجویز کرتے ہیں۔

۲۹: جَبَّ أَسْرَابُهُمْ (انہوں نے اس سے اثر نہ لیا تو ان سے اعراض کرتے ہوئے فرمایا۔ بَلِ اتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُوا (بلکہ ظالموں نے اتباع کی) ظلموا یعنی شرک کر کے اپنے اوپر ظلم کیا۔ جِئَانِ الشُّرَكَاءِ لظلم عظیم [لقمان: ۱۳] میں ہے۔

أَهْوَاءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ (اپنی خواہشات کی بغیر علم کے) ای اتبعوا أهواءهم جاهلین جہالت کا ارتکاب کرتے ہوئے انہوں نے اپنی خواہشات کی اتباع کی۔

فَمَنْ يَهْدِي مَنْ أَضَلَّ اللَّهُ (جس کو اللہ تعالیٰ نے گمراہ کر دیا اس کو کون ہدایت دے سکتا ہے) اضل الله ای اضله

فَاقِمِ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا

آپ ایک طرف ہو کر اسی دین کی طرف اپنا رخ رکھئے، اللہ کی وہی ہوئی قابلیت کا اتباع کیجئے جس پر اللہ نے لوگوں کو پیدا فرمایا ہے، اللہ کی

تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۳۰﴾

تخلیق میں تبدیلی نہیں ہے، = دین قیّم ہے اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے،

مُنِيبِينَ إِلَيْهِ وَاتَّقُوهُ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿۳۱﴾

اللہ کی طرف رجوع ہو کر اس کی فطرت کا اتباع کرو اور اس سے ڈرو اور نماز قائم کرو اور مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ

مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ ﴿۳۲﴾

جنہوں نے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور مختلف گروہ ہو گئے ہر گروہ اس چیز پر خوش ہے جو اس کے پاس ہے۔

اللہ ضمیر مفعولی حذف ہے۔ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نَّاصِرِينَ (اور ان کی کوئی مددگار نہ ہوگا) جو عذاب کے سلسلہ میں ان کی مدد کر سکے۔
دین پر استقامت اختیار کرو:

۳۰: فَاقِمِ وَجْهَكَ لِلدِّينِ (پس آپ اپنا رخ سیدھا دین کی طرف کر لیں) اپنے چہرے کو بالکل اسی ہی کی طرف کر لیں، دائیں، بائیں متوجہ نہ ہوں۔ یہ درحقیقت دین کی طرف پوری توجہ، اس پر استقامت، اور اس کے اسباب کا اہتمام کرنے کی تمثیل ہے کیونکہ جو شخص کسی چیز کا اہتمام کرتا ہے وہ اپنی نگاہ کو اس پر مرکوز کر لیتا ہے اور اپنی نظر اس کی طرف درست کرتا اور چہرے کو سیدھا کر لیتا ہے۔ حَنِيفًا (یکسو ہو کر)

بِحُجُوٍّ: یہ ما مور اور دین سے حال ہے۔

توحید اور دین اسلام کے قابل پیدا کیا، اسے مت بدلو:

فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا: (اللہ تعالیٰ کی فطرت کو لازم پکڑ لو جس فطرت پر اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا) یہاں فعل محذوف ہے یہ الزموا ہے اور اصل عبارت ہے: الزموا فطرة الله۔ تم اللہ تعالیٰ کی فطرت کو لازم پکڑو۔ الفطرة خلقت کو کہتے ہیں اس کی تائید کیلئے آیت کا اگلا حصہ دیکھیں۔ لا تبدل لخلق الله (اللہ تعالیٰ کی اس خلقت کو مت بدلو!) مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو توحید اور دین اسلام کے قابل پیدا فرمایا نہ کہ اس سے دور ہونے والے اور اس کا انکار کرنے والے بنو۔ کیونکہ دین پر چلنا یہ عقل کے عین مطابق اور صحیح نظر و فکر کے ہم قرین ہے اس کو چھوڑ کر اس سے اعلیٰ کا انتخاب کر ہی نہیں سکتے جس نے اس راہ کو گم کیا وہ شیاطین انس و جن کے انواء کا ہی نتیجہ ہے۔ آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد اسی بات کی ترجمانی کر رہا ہے: تمام

بندوں کو میں نے حنیف پیدا کیا ان کو دین کے سلسلہ میں شیاطین نے آگھیرا اور ان کو حکم دیا کہ میرے ساتھ اوروں کو شریک ٹھہرائیں [مسل: ۲۸۶۵] اور آپ ﷺ کا یہ ارشاد کہ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے والدین اس کو یہودی اور نصرانی بنا دیتے ہیں۔

قول زجاج رحمہ اللہ: اس کا معنی یہ ہے اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو ایمان ہی کی حالت میں پیدا کیا جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی اولاد کو ان کی صلب سے چیونٹیوں جیسی صورت میں نکالا اور ان کو اپنے اوپر گواہ بنایا کہ اللہ تعالیٰ ان کا خالق ہے پس فطرۃ اللہ کا معنی دین اللہ ہے۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا۔ لا تبدل لخلق اللہ کا مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ کی اس فطرت کو تبدیل و متغیر کرنا مناسب نہیں۔

قول زجاج رحمہ اللہ:

اس کا معنی یہ ہے اللہ تعالیٰ کے دین کو مت بدلو۔ اس کی دلیل آیت کا ما بعد والاحصہ ذلک الدین القیم ہے۔ (یہ مضبوط دین ہے) یعنی مستقیم دین ہے۔ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ۔ (لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں اس حقیقت کو)۔

۳۱: مُنِيبِينَ إِلَيْهِ (اسی ہی کی طرف تم رجوع کرو)

نَحْوًا: یہ نمبر ۱۔ یہ الزمو کی ضمیر سے حال ہے۔ اور اتقوا اور اقيموا اور لا تكونوا یہ تمام اس مضمّر پر معطوف ہیں۔ نمبر ۲۔ اقم وجهك سے حال ہے۔ کیونکہ آپ کو حکم یہ امت ہی کو حکم ہے گویا اس طرح فرمایا اقيموا وجوهكم منيبين اليه تم اپنے چہروں کو درست کرو اس کی بارگاہ کی طرف رجوع کرتے ہوئے نمبر ۳۔ یا تقدیر عبادت یہ ہے کہ کونوا منيبين اليه تم اس کی طرف رجوع کرنے والے بنو اس کی دلیل ولا تكونوا ہے۔

وَاتَّقُوا وَاقِيمُوا الصَّلَاةَ (اور اس سے ڈرو اور نماز کی پابندی کرو) یعنی اس کے اوقات میں ادا کرو۔ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ (اور تم ان شرک کرنے والوں میں سے مت بنو) جو غیروں کو اس کی عبادت میں حصہ دار بنانے والے ہیں۔

۳۲: مِنَ الَّذِينَ (جنہوں نے)

نَحْوًا: یہ المشرکین سے بدل ہے حرف جر کو دو بارہ لایا گیا ہے۔

فَرَقُوا دِينَهُمْ (اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا)۔ اور اختلاف خواہشات کی وجہ سے اس کو کئی دین بنا ڈالا۔

قراءت: حمزہ و علی نے فارقوا پڑھا یہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی قراءت ہے اسی طرح معنی یہ ہے انہوں نے دین اسلام کو چھوڑ دیا۔ وَكَانُوا شِيعًا (اور وہ بہت سے گروہ بن گئے) شیعہ کا معنی گروہ ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک اپنے مقتداء کے پیچھے چل رہا ہے۔ جس نے اس کو گمراہ کیا۔ كُلُّ حِزْبٍ (ان میں سے ہر گروہ)۔ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ (جو اس کے پاس ہے اس پر گمن ہے) اپنے مذہب پر خوش و خرم ہے اس کے باطل کو حق جانتا ہے۔

وَإِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهُمْ مُنِيبِينَ إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا آذَاهُمْ مِنْهُ

اور جب لوگوں کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے رب کو پکارتے ہیں اس کی طرف رجوع ہو کر پھر جب اللہ انہیں اپنی رحمت کا

رَحْمَةً إِذَا فَرِيقٌ مِنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُونَ ﴿۳۳﴾ لِيَكْفُرُوا بِمَا آتَيْنَهُمْ فَتَمْتَعُوا وَقَفْ

کچھ مزہ چھادیتا ہے تو اچانک ان میں سے بعض لوگ اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگتے ہیں تاکہ وہ اس کے منکر ہو جائیں جو ہم نے انہیں دیا ہے، مزے اڑالو،

فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿۳۴﴾ أَمْ أَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطَانًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوا بِهِ يُشْرِكُونَ ﴿۳۵﴾

عنقریب جان لو گے، کیا ہم نے ان پر کوئی سند نازل کی ہے، سو وہ ان سے اس کے بارے میں بات کر رہے ہیں جو وہ شرک کرتے ہیں۔

وَإِذَا آذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوا بِهَا وَإِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ

اور جب ہم لوگوں کو رحمت کا کچھ مزہ چکھاتے ہیں تو اس پر خوش ہوتے ہیں اور اگر ان کے اعمال بد کی وجہ سے انہیں کوئی مصیبت پہنچ جائے

إِذَا هُمْ يَقْنَطُونَ ﴿۳۶﴾

تو اچانک وہ ناامید ہو جاتے ہیں۔

کیا شرک کی دلیل ہے:

۳۳: وَإِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ (اور جب لوگوں کو کوئی دکھ چھو لیتا ہے) ضُرٌّ سے جسمانی کمزوری نمبر ۲۔ مرض نمبر ۳۔ قحط نمبر ۴۔ اسی طرح کی دیگر چیزیں مراد ہیں۔ دَعَا رَبَّهُمْ مُنِيبِينَ إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا آذَاهُمْ مِنْهُ رَحْمَةً (وہ پکارتے ہیں اپنے رب کو اس کی طرف رجوع کر کے پھر جب وہ اپنی طرف سے کسی قدر رحمت کا مزہ ان کو چکھاتا ہے)۔ رحمت سے یہاں مراد اس شدت و سختی سے چھٹکارا ہے۔ إِذَا فَرِيقٌ مِنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُونَ (اسی وقت ہی ایک جماعت ان میں سے اپنے رب کا شریک بنانے لگ جاتی ہے)۔ عبادت میں شریک ٹھہرانے لگتے ہیں۔ یعنی خلاصی دلانے میں دوسروں کو حصہ دار ماننے لگ جاتے ہیں۔

۳۴: لِيَكْفُرُوا (تاکہ وہ ناشکری کریں)۔

نَحْوًا: یہ لام گئی ہے۔ نمبر ۲۔ یہ لام امر ہے جو وعید کیلئے لائی گئی ہے۔

بِمَا آتَيْنَهُمْ (جو کچھ نعمتیں ہم نے ان کو دیں)۔ فَتَمْتَعُوا (پس تم مزے اڑالو) اپنے کفر کے سبب تھوڑی دیر دنیا میں۔ یہ امر وعید کیلئے لایا گیا ہے۔ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ (تم عنقریب اپنے اس نفع اٹھانے کا وبال جان لو گے)۔

۳۵: أَمْ أَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطَانًا (کیا ہم نے ان پر کوئی سند نازل کی ہے) سلطانا کا معنی حجت و دلیل ہے۔ فَهُوَ يَتَكَلَّمُ (وہ ان سے کہہ رہی ہے)۔ یہاں تکلم مجازی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ جیسا کہتے ہیں کتابہ ناطق بكذا وهذا مما نطق به

القرآن۔ یعنی شہادت و گواہی گویا تقدیر کلام اس طرح ہے فہو یشہد بشر کہم وبصحتہ وہ گواہی دیتا ہے ان کے شرک اور اس کی درستی کی۔

بِمَا كَانُوا بِهِ يُشْرِكُونَ (جس کے سبب سے وہ شرک کر رہے ہیں) ما مصدریہ ہے ان کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے کے سبب نمبر ۲۔ ما موصولہ ہے اور ضمیر بہ کی اس کی طرف لوٹتی ہے تقدیر کلام اس طرح ہوا فہو یتکلم بالا مر الذی بسببہ یشرکون۔ وہ اس امر کا کلام کرتا ہے جس وجہ سے وہ شرک کرتے ہیں۔ ایک اور تفسیر: یا ہم نے ان پر دلیل والا یعنی فرشتہ اتارا کہ جس کے پاس دلیل ہے۔ پس وہ فرشتہ اس دلیل کو بیان کرتا ہے جس کے سبب سے وہ شرک کرتے ہیں۔

تنگ دستی و بد حالی گناہوں سے ہے:

۳۶: وَإِذَا أَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً (اور جب ہم لوگوں کو رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں) رحمت سے یہاں بارش والی نعمت مراد ہے۔ نمبر ۲۔ خوشحالی مراد ہے۔ نمبر ۳۔ صحت جسمانی مراد ہے۔ فَرِحُوا بِهَا (وہ اس کی وجہ سے اتراتے ہیں) فرح کا یہاں معنی اترانا، تکبر کرنا ہے۔ وَإِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ (اور اگر ان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے) سینۃ سے خشک سالی، نمبر ۲۔ تنگ دستی، نمبر ۳۔ بیماری کی مصیبت مراد ہے۔ بِمَا قَدَّمْتُمْ آيِدِيهِمْ (ان کے کرتوت کے سبب) یعنی ان کے گناہوں کی نحوست کی وجہ سے۔ إِذَا هُمْ يَقْنَطُونَ (اسی وقت ہی وہ آس توڑ بیٹھتے ہیں) یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہو جاتے ہیں۔ اذایہ مفاجات کیلئے بطور جواب شرط لایا گیا ہے یہ فاء کی جگہ لایا گیا کیونکہ تعقیب میں دو ہم قرین ہیں۔

أَوْلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ

کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ رزق پھیلا دیتا ہے جس کے لیے چاہے اور تنگ کر دیتا ہے، بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں

يُؤْمِنُونَ ﴿۳۵﴾ فَاتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ

جو ایمان لاتے ہیں، سو اے مخاطب تو رشتہ دار کو اس کا حق دے دے اور مسکین کو اور مسافر کو یہ ان لوگوں کے لیے بہتر ہے

يُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ ذَٰلِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿۳۶﴾ وَمَا آتَيْتُم مِّن رِّبَا لِيَرْبُوَ فِي

جو اللہ کی رضا کے طالب ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہیں، اور جو بڑھنے والی چیز تم دو گے تاکہ وہ

أَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوا عِنْدَ اللَّهِ وَمَا آتَيْتُم مِّن زَكَاةٍ تُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ

لوگوں کے مالوں میں شامل ہو کر بڑھ جائے، سو وہ اللہ کے نزدیک نہیں بڑھے گی اور جو بھی زکوٰۃ تم دو گے جس کے ذریعہ اللہ کی رضا چاہتے ہو

فَأَوْلِيَّكُمْ هُمُ الْمُضْعِفُونَ ﴿۳۷﴾ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ

سو یہ وہ لوگ ہیں جو بڑھانے والے ہیں۔ اللہ وہی ہے جس نے تمہیں پیدا فرمایا۔ پھر تمہیں رزق دیا۔ پھر تمہیں موت دے گا۔ پھر

يُحْيِيكُمْ هَلْ مِنْ شُرَكَائِكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذَٰلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ سُبْحٰنَهُ وَتَعٰلٰی عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۸﴾

تمہیں زندہ فرمائے گا، کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ایسا ہے جو ان کاموں میں سے کچھ بھی کر سکے؟ اللہ ان کے شرک سے پاک ہے اور برتر ہے۔

۳۷: ۳: أَوْلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ (کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ جس شخص کا رزق فراخ کرنا چاہتے ہیں فراخ کر دیتے ہیں اور جس کی روزی تنگ کرنا چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے اس میں مومنوں کیلئے نشانیاں ہیں) استفہام انکاری ہے اس میں ان پر انکار کیا گیا کہ وہ یقینی طور پر جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی رزق کو کھولنے اور تنگ کرنے والے ہیں پھر یہ کیوں کر اس کی رحمت سے ناامید ہوتے ہیں؟ اور اللہ تعالیٰ کی طرف گناہوں سے توبہ کر کے کیوں نہیں آتے وہ گناہ جن کی سختی کی وجہ سے یہ مزاملی ہے تاکہ ایسا کرنے سے اللہ تعالیٰ کی رحمت ان کی طرف لوٹ آئے۔

افعال لازمہ کا تذکرہ:

۳۸: اور جب یہ ذکر کر دیا گیا کہ تنگدستی اور بد حالی ان کے گناہوں کی وجہ سے آئی ہے اس کے بعد اس چیز کا ذکر کیا کہ کن افعال کو کرنا لازم اور کن سے دست کش ہونا ضروری ہے چنانچہ فرمایا۔ فَاتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ (تم اپنے قرابت والے کو اس کا حق) صلہ رحمی اور حسن سلوک میں سے دو۔ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ (اور مسکین اور مسافر کو) ان کا حق صدقہ جو ان کے لئے مقرر کیا

گیا ہے وہ دو۔

مَنْبِتَلَّةٌ: محارم پر خرچ کرنا واجب و فرض ہے جیسا کہ مذہب احناف رحمہم اللہ ہے۔

ذَلِكَ (یہ) یعنی ان کے حقوق کی ادائیگی خَيْرٌ لِلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ (بہت بہتر ہے ان لوگوں کے حق میں جو اللہ تعالیٰ کی رضا مندی چاہتے ہیں) وجہ اللہ سے ذات حق تعالیٰ مراد ہے مطلب یہ ہے وہ اپنی اس بھلائی سے خالص اللہ تعالیٰ کی ذات کو راضی کرنے والے ہیں۔ وَأَوْلِيَّكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (اور وہی کامیاب ہیں)۔

سود مال کو گھٹاتا اور زکوٰۃ بڑھاتی ہے:

۳۹: وَمَا آتَيْتُمْ مِنْ رَبًّا لِيَرْبُوَا فِيْ اَمْوَالِ النَّاسِ (اور وہ چیز جو تم اس لئے دو گے تاکہ لوگوں کے مال میں پہنچ کر وہ بڑھ جائے) مراد یہ ہے کہ جو مال تو سود کھانے کیلئے لگاؤ گے تاکہ لوگوں کے مال میں وہ نشوونما پائے اور بڑھ جائے۔ فَلَا يَرْبُوَا عِنْدَ اللّٰهِ (وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں نہیں بڑھتا) اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ نشوونما نہیں پاتا۔ اور نہ ہی اس میں برکت ڈالی جاتی ہے۔ ایک قول یہ ہے اس سے مراد وہ اضافہ و نمو ہے جو حلال ہے اب مطلب اس طرح ہوا جو ہدیہ تم اس غرض سے دیتے ہو کہ اضافہ کے ساتھ تمہیں واپس دیا جائے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں نہیں بڑھتا کیونکہ اس سے رضائے الہی مقصود ہی نہیں۔ وَمَا آتَيْتُمْ مِنْ زَكْوٰةٍ (اور جو تم زکوٰۃ دو گے) زکوٰۃ سے یہاں مطلق صدقہ مراد ہے۔ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ (اس سے تم اللہ تعالیٰ کی رضا مندی چاہنے والے ہو) خالصتہً اس سے رضائے الہی مطلوب ہو۔ اور کسی بدلہ کی چاہت نہ ہو اور نہ سود خوری اور ریا کاری کی غرض ہو۔ فَأَوْلِيَّكَ هُمُ الْمُضْعِفُونَ (پس وہی لوگ اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑھانے والے ہیں) نیکیوں میں کئی گنا اضافہ پانے والے ہونگے۔ الْمُضْعِفَ کے لفظ کی نظیر الممقوی اور الموسر ہے جو کہ ذی القوۃ و ذی الیسار کو کہا جاتا ہے۔

قراءت: آتیتم من رباً بغير مد کے مکئی نے پڑھا یعنی سود دے کر جو ملاوٹ اور کھوٹ تم نے کی لٹری بوا مدنی نے پڑھا ہے یعنی تاکہ اضافہ کیا جائے ان کے مالوں میں۔

تکلتہ: اولئک ہم المضعفون میں شاندار التفات ہے کیونکہ یہ عموم کا فائدہ دیتا ہے گویا اس طرح فرمایا جس نے یہ کیا تو اس کا راستہ مخاطبین والا راستہ ہے اور المضعفون کا معنی المضعفون بہ ہے (وہ اس کو بڑھانے والے ہیں) کیونکہ اس میں ضمیر کا ہونا ضروری ہے۔ جو ما موصولہ کی طرف لوٹے۔

قول زجاج عند اللہ:

پس اولئک ہم المضعفون کی تقدیر کلام فاهلہا ہم المضعفون ہے۔ مطلب یہ ہے وہی لوگ ہیں جن کو بڑھا کر ثواب دیا جائے گا اور نیکی کا بدلہ دس گنا ملے گا۔

۴۰: پھر انکے معبودان مجوزہ کی عاجزی کو ذکر کرتے ہوئے فرمایا: اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ (اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے تمہیں پیدا کیا)۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ

ظاہر ہو گیا فساد خشکی میں اور دریا میں لوگوں کے اعمال کی وجہ سے تاکہ اللہ انہیں ان کے بعض اعمال کا

الَّذِي عَمِلُوا وَالْعَالَمُ يَرْجِعُونَ ﴿٤١﴾ قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ

مزہ چلا دے۔ تاکہ وہ لوگ باز آجائیں، آپ فرما دیجئے زمین میں چلو، دیکھو ان لوگوں کا

عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلُ ۖ كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُشْرِكِينَ ﴿٤٢﴾ فَأَقِمَّ وَجْهَكَ لِلدِّينِ

آیا انجام ہوا جو تم سے پہلے تھے، ان میں سے اکثر مشرک تھے۔ سوائے مخاطب تو اپنا رخ دینِ قیم کی طرف

الْقِيَمِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا مَرَدَّ لَهُ مِنَ اللَّهِ يَوْمَئِذٍ يُصَدِّعُونَ ﴿٤٣﴾ مَنْ

رکھ اس دن کے آنے سے پہلے جس کیلئے اللہ کی طرف سے ہٹانا نہ ہو گا اس دن لوگ جدا جدا ہو جائیں گے۔ جو شخص

كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ ۖ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلَا نَفْسٍ لَهُمْ يَمْهَدُونَ ﴿٤٤﴾ لِيَجْزِيَ

کفر اختیار کرے گا تو اس کا کفر اسی پر پڑے گا اور جو شخص نیک کام کرے گا سوائے لوگ اپنی ہی جانوں کے لئے راہ ہموار کر رہے ہیں۔ تاکہ اللہ

الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْ فَضْلِهِ ۗ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ ﴿٤٥﴾

ان لوگوں کو اپنے فضل سے جزا دے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے، بلاشبہ وہ کفر اختیار کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

بخشو یہ مبتدا و خبر ہے۔

رزق، موت، زندگی اللہ کے پاس ہے:

ثُمَّ رَزَقْنَاهُمْ ثُمَّ يَمِيتُهُمْ ثُمَّ يَحْيِيهِمْ (پھر تم کو رزق دیا پھر تم کو موت دے گا پھر وہ تمہیں زندہ کرے گا)۔ یعنی وہ تخلیق

کرنے روزی دینے اور موت و زندگی دینے کے ساتھ خاص ہے۔ هَلْ مِنْ شُرَكَاءِ كُمْ (کیا تمہارے فرضی شریکوں میں سے)

یعنی وہ اصنام جن کے متعلق تمہارا گمان ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے شریک ہیں۔ مَنْ يَفْعَلْ مِنْ دَلِكُمْ (کون ایسا ہے جو اس میں سے کوئی

کام کرنے کی طاقت رکھتا ہو) یعنی پیدا کرنا، رزق دینا، موت و زندگی بخشنا وغیرہ۔ مَنْ شَيْءٍ (ذرا سی) یعنی ان افعال میں سے

ذرا بھر۔ کفار کی طرف سے کوئی جواب نہ دیا گیا تو بطور استبعاد فرمایا۔ سُبْحٰنَهُ وَتَعَالٰی عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (وہ پاک ہے اور ان کی شرک

آفرینوں سے بلند و بالا ہے) مَنْ پہلا، دوسرا اور تیسرا ہر ایک ان میں سے مستقل طور پر ان کے معبودان باطلہ کی عاجزی اور ان کی

پوجا کرنے والوں کی جہالت کی تاکید درتا کید ظاہر کرنے کیلئے لایا گیا ہے۔

فساد سے مراد:

۳۱: ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (خشکی اور سمندر میں فساد پھیل رہا ہے) الفساد سے نمبر ۱۔ قحط نمبر ۲۔ بارشوں کی قلت نمبر ۳۔ کھیتوں پر ہواؤں کا چلنا۔ نمبر ۴۔ تجارتوں میں نقصان نمبر ۵۔ انسانوں اور چوپایوں میں کثرتِ اموات نمبر ۶۔ کثرتِ غرق نمبر ۷۔ ہر چیز سے برکت کا مٹ جانا مراد ہے۔ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ (لوگوں کی بد اعمالیوں کے سبب) وہ بد اعمالیاں شرک اور دیگر کبائر ہیں جیسا کہ فرمایا وما اصابكم من مصيبة فبما كسبت ايديكم [الشورى: ۳۰] لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا (تاکہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے بعض اعمال کا بدلہ چکھائے) مطلب یہ ہے تاکہ ان کو دنیا میں ان کے بعض اعمال کا وبال چکھادیا جائے اس سے قبل کہ آخرت میں ان کو تمام اعمالِ بد کی سزا ملے۔

قراءت: لنذيقهم نون کے ساتھ قبل نے پڑھا ہے۔

لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ (شاید کہ وہ توبہ کر لیں) ان معاصی سے جن میں وہ مبتلا ہیں۔ پھر گناہوں کو اللہ تعالیٰ کے غضب اور سزا کا سبب حقیقی ہونے کی تاکید کیلئے اگلی آیت میں فرمایا۔

۳۲: قُلْ سِيرُوا فِي الْاَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ (آپ کہہ دیجئے! زمین میں چل پھر کر دیکھو کہ تم سے پہلے لوگوں) عاقبة الَّذِينَ مِنْ قَبْلُ كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُشْرِكِينَ (کا انجام کیا ہوا ان میں سے اکثر مشرک تھے) اس آیت میں زمین میں گھوم پھر کر ہلاک ہونے والی امم کے حالات دیکھنے کا حکم فرمایا تاکہ گناہوں کے باعث ان کا جو برا انجام ہوا اس کو وہ دیکھیں اور اسپر غور و فکر کریں)۔

۳۳: فَاقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ الْقَئِيمِ (پس آپ اپنا چہرہ دینِ قیوم کی طرف کر لیں) القیوم ایسی کامل استقامت جس میں کوئی ٹیڑھ نہ ہو۔ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا مَرَدَّ لَهُ (اس سے قبل کہ ایسا دن آئے جس کو لوٹانا ممکن نہیں) مرد یہ مصدر بمعنی الرد (لوٹانا) کے آیا ہے۔ مِنَ اللَّهِ (اللہ تعالیٰ کی طرف سے)۔

مَخْجُوٌّ: یہ یاتی کے متعلق ہے مطلب یہ ہے اس سے قبل کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا دن آئے جس کو کوئی لوٹانا نہ سکے جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا فلا يستطيعون ردھا [الانبیاء: ۳۰]۔ نمبر ۲۔ مرڈ کے متعلق ہے اس کا معنی یہ ہے وہ اس کو لانے کے بعد واپس نہ فرمائے گا اور خود وہ لوٹے گا نہیں۔ يَوْمَئِذٍ يَصَّدَّعُونَ (اس دن سب لوگ جدا جدا ہو جائیں گے)۔

۳۴: رُطِطْ: پھر اللہ تعالیٰ کی بے نیازی کی طرف اشارہ کیا۔

اللہ کی بے نیازی کافر کو کفر کی سزا اور نیک عمل کا بدلہ جنت ہوگا:

مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ (جو کفر کر رہا ہے اسی پر اس کا کفر پڑے گا) یعنی کفر کا وبال واقع ہوگا۔ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلَا نَفْسِهِمْ يَمْهُدُونَ (اور جو نیک عمل کر رہے ہیں وہ اپنے ہی لئے سامان کر رہے ہیں) یعنی وہ اپنے نفسوں کیلئے اسے درست کر رہے

ہیں اپنے نفس کیلئے وہ آدمی درست کرتا ہے جو بستر بچھاتا ہے تاکہ نیند کو خراب کرنے والی کوئی چیز ابھارو غیرہ اس کی خواہ گاہ میں باقی نہ رہے مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کی وجہ سے جنت ان کے لئے تیار فرما رہے ہیں۔

نکتہ: اس میں جنت درست کرنے کی نسبت ایمان والوں کی طرف فرمائی اور دونوں مقام پر جار مجرور فعلیہ کفرہ اور فلا نفسہم کو مقدم کیا تاکہ یہ ظاہر کر دیا جائے کہ کفر کا نقصان خود اس کا فر پر ہی پلٹ کر پڑنے والا ہے۔ اور ایمان و اعمال صالحہ کا فائدہ بھی اسی مؤمن کو ملے گا اس سے ہرگز تجاوز نہ کرے گا۔

دلیل قدرت:

۴۵: لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ (جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں اور اعمال صالحہ کرنے والوں کو جزاء عنایت فرمائے گا)۔

تجو: لیجزی یہ ہمہ دون کے متعلق ہے اور اس کی تعلیل و تکریر ہے یہاں ضمیر کی بجائے امنوا و عملوا صریح لائے تاکہ اس بات کو پختہ طور پر ثابت کر دیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کامیاب فقط اور فقط مؤمن ہے۔ مِنْ فَضْلِهِ (اپنے فضل سے) یعنی اپنی خاص عطاء سے اِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ (اور بیشک وہ کافروں کو پسند نہیں فرماتے)۔ اس میں سابقہ مضمون کو مزید پختہ کیا گیا ہے پہلی تقریر مثبت انداز میں تھی اور یہ منفی اور عکس کے انداز میں ہے۔

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ يُرْسِلَ الرِّيَّاحَ مُبَشِّرَاتٍ وَلِيُذِيقَكُمْ مِنْ رَحْمَتِهِ وَلِتَجْرِيَ الْفُلُكُ

اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ وہ ہواؤں کو بھیجتا ہے جو خوشخبری دیتی ہیں تاکہ تمہیں اپنی رحمت کا مزہ چکھائے اور تاکہ کشتیاں اس کے حکم سے

بِأَمْرِهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلِعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿۴۶﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ

جاری ہوں اور تاکہ تم اس کے فضل کو تلاش کرو اور تاکہ تم شکر ادا کرو، اور بلاشبہ ہم نے آپ سے پہلے رسولوں کو

رُسُلًا إِلَىٰ قَوْمِهِمْ فَجَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَانتَقَمْنَا مِنَ الَّذِينَ أَجْرَمُوا

ان کی قوم کی طرف بھیجا سو وہ ان کے پاس کھلی ہوئی نشانیاں لے کر آئے پھر ہم نے ان لوگوں سے انتقام لے لیا جنہوں نے جرم کئے،

وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۴۷﴾ اللَّهُ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيَّاحَ فَتُثِيرُ

اور اہل ایمان کو غالب کرنا ہمارے ذمہ ہے، اللہ وہی ہے جو بھیجتا ہے ہواؤں کو جو اٹھاتی ہیں

سَحَابًا فَيَبْسُطُهُ فِي السَّمَاءِ كَيْفَ يَشَاءُ وَيَجْعَلُهُ كِسْفًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ

بادل کو، پھر وہ اس کو آسمان میں پھیلا دیتی ہیں جیسے اللہ چاہے اور وہ بادل کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے، پھر اے مخاطب تو بارش کو دیکھتا ہے کہ اس کے اندر سے

مِنْ خَلِيلٍ فَإِذَا أَصَابَ بِهِ مِنْ يَسَاءٍ مِنْ عِبَادِهِ إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ﴿۴۸﴾

نکلتی ہے پھر وہ اس مینہ کو اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے پہنچا دیتا ہے پھر وہ خوشی کرنے لگتے ہیں۔

۳۶: وَمِنْ آيَاتِهِ (اور اس کی قدرت کی آیات میں سے) یہ ہے أَنْ يُرْسِلَ الرِّيَّاحَ (ہواؤں کا بھیجنا) الرِّيَّاحَ سے جنوبی، شمالی اور صبا کی ہوائیں مراد ہیں یہ رحمت کی ہوائیں ہیں۔ باقی دبور (مغربی ہوا) یہ عذاب کی ہوا ہے آنحضرت ﷺ کے ارشاد گرامی میں اسی کا تذکرہ ہے اللَّهُمَّ اجْعَلْهَا رِيَّاحًا وَلَا تَجْعَلْهَا رِيحًا۔ (رتح سے یہاں دبور مراد ہے) [ابو یعلیٰ ۲۳۵۶، الطبرانی] ہواؤں کے فوائد شمار کرتے ہوئے فرمایا۔ مُبَشِّرَاتٍ (خوشخبریاں دیتی ہوئی) ان کو بھیجا بارش کی خوشخبری سنانے کیلئے وَلِيُذِيقَكُمْ مِنْ رَحْمَتِهِ (اور اس لئے کہ تمہیں اپنی رحمت کا مزہ چکھائے) رحمت کا چکھانا یہ ہے: بارش کے اترنے، ہبزہ کے حاصل ہونے اور ہواؤں کے چلنے سے راحت میسر آنا، زمین کا پاک و صاف ہونا وغیرہ۔

لِيُذِيقَكُمْ كَا عَطْفِ مَبَشِّرَاتٍ پْرَا سِي مَعْنَى مِيں هِي گُوِيَا فَرْمَا يَالِيْبَشْرِكُمْ وَلِيُذِيقَكُمْ تَا كِه وَه تَمَهِيں خُوْشخَبْرِي دِي دِي اور تمہیں چکھائے۔

وَلِتَجْرِيَ الْفُلُكُ (اور تاکہ کشتیاں چلیں) جب کہ وہ سمندر میں چلیں۔ بِأَمْرِهِ (اس کے حکم سے) یعنی اس کی تدبیر یا تکوین سے جیسا کہ فرمایا: انما امره اذا اراد شيئا الاية [يسين: ۸۲] وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ (اور تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو)

ابتغائے فضل سے مراد سمندر کے راستہ سے کی جانے والی تجارت ہے۔ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ (اور تاکہ تم شکر گزار ہو) تاکہ تم اس میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر یہ ادا کرو۔

تسلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

۴۷: وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا إِلَىٰ (اور تحقیق آپ سے پہلے بہت سے پیغمبر انکی اقوام کی طرف) قَوْمِهِمْ فَجَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ (بھیج چکے اور وہ پیغمبر ان کے پاس واضح نشانیاں لائے) پس بعض لوگ ان پیغمبروں پر ایمان لائے اور بعض نے انکار کیا اس پر آیت انصار دلالت کر رہا ہے۔ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِينَ أَجْرَمُوا (پس ہم نے مجرموں سے بدلہ لیا) اجر موموا کا معنی کفر و ا ہے انتقام سے مراد دنیا میں ہلاکت کا شکار ہونا ہے۔ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ (اور مومنوں کی مدد ہم پر لازم ہے) یعنی مومنوں کی مدد ہم پر لازم تھی ان کو ہم نے رسل کے ساتھ ہی نجات دی۔

قرأت: کبھی حقاً پر وقف کیا جاتا ہے اب معنی یہ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ انتقام برحق ہے اس طرح علینا نصر المؤمنین یہ جملہ ابتدائیہ بنے گا۔ مگر عدم وقف زیادہ صحیح اور تکلف سے بری ہے۔

دلیل قدرت بادل سے بارش نکالنا:

۴۸: اللَّهُ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيحَ (اللہ تعالیٰ ہی وہ ذات ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے)۔

قرأت: مکی نے الریح پڑھا ہے۔

فَتُثِيرُ سَحَابًا فَيُبْسِطُهُ (پس وہ بادلوں کو اٹھا کر لاتی ہیں۔ پھر وہ بادلوں کو پھیلاتی ہیں) هٰذَا کی ضمیر سحاب کی طرف ہے۔ فِي السَّمَاءِ (آسمان میں) آسمان کی جانب و طرف جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا۔ وَفَرَعَهَا فِي السَّمَاءِ (یعنی آسمان کی جانب) [ابراہیم: ۲۴] كَيْفَ يَشَاءُ (جس طرح وہ چاہتا ہے) شمال کی جانب یا جنوب یا پچھم یا پورب کی طرف۔ وَيَجْعَلُهُ كِسْفًا (اور وہ اس کے ٹکڑے کر دیتا ہے) کسف جمع کسفة کی ہے۔ معنی ہیں ٹکڑا۔ مطلب یہ ہے کہ اولاً بادلوں کو پھیلاتا ہے اور کبھی وہ آسمان کی سطح کو اختیار کر لیتے ہیں اور کبھی ان کو متفرق ٹکڑوں کی صورت میں بغیر پھیلائے چھوڑ دیتے ہیں۔

قرأت: كِسْفًا سین کے سکون سے یزید اور ابن ذکوان نے پڑھا ہے۔

فَتَرَىٰ الْوَدْقَ (پس بارش کو دیکھتے ہو) الْوَدْقُ: بارش يَخْرُجُ (نکلتی ہے) دونوں ہی صورتوں میں مِنْ حِلَلِهِ (اس کے درمیان سے) فَإِذَا أَصَابَ بِهِ (پھر وہ اس بارش کو پہنچاتا ہے)۔ هٰذَا کی ضمیر الودق کی طرف لوٹی ہے۔ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ (جن کو چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے) جن کی زمینوں اور علاقے کو سیراب کرنا چاہتا ہے۔ إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ (اسی وقت وہ خوشیاں منانے لگتے ہیں) يستبشرون یفرحون کے معنی میں ہے۔

وَاِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلِ اَنْ يُنْزَلَ عَلَيْهِمْ مِنْ قَبْلِهِ لَمُبْلِسِينَ ﴿۵۹﴾ فَاَنْظُرْ اِلَىٰ اَثْرِ

اگرچہ وہ اس سے پہلے کہ ان پر پانی اتارا جائے نا امید ہو گئے تھے، سو دیکھ لو اللہ کی رحمت کے

رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِي الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِي الْمَوْتِ وَهُوَ

آثار کو وہ کیسے زندہ فرماتا ہے زمین کو اس کی موت کے بعد، بلاشبہ وہی مردوں کو زندہ فرمانے والا ہے اور وہ

عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۶۰﴾ وَلَئِنْ اَرْسَلْنَا رِيْحًا فَرَاوَهُ مُصْفِرًا ظُلُوْمًا مِّنْۢ بَعْدِهَا يَكْفُرُوْنَ ﴿۶۱﴾

ہر چیز پر قادر ہے، اور اگر ہم ان پر دوسری قسم کی ہوا چلا دیں پھر یہ اپنی کھیتی کو ایسی حالت میں دیکھیں کہ یہی پڑ گئی ہو، سو یہ ناشکری کرنے لگیں گے۔

۵۹: وَاِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلِ اَنْ يُنْزَلَ عَلَيْهِمْ (اور یقیناً وہ بارش کے اتارے جانے سے پہلے) مِنْ قَبْلِهِ (بارش سے پہلے)

مُخَوِّمًا: تاکید کیلئے دوبارہ لائے جیسا کہ اس ارشاد میں ہے فَكَانَ عَاقِبَتُهُمَا اِنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدِيْنَ فِيْهَا [الحشر: ۷۷] (ہما
ثانی اول ہما کی تاکید ہے)

نکتہ: اس آیت میں تاکید کا معنی یہ ہے کہ ان پر بارش اترے ہوئے زمانہ بیت گیا۔ جس سے ان کی ناامیدی پختہ ہو گئی پس ان
کی خوشی بھی ان کے غم کی طرح بہت زیادہ حد سے نکلی ہوئی تھی۔ لَمُبْلِسِيْنَ (البتہ مایوس ہونے والے تھے)۔

اعادہ مقدورات میں ابتداء کی طرح ہے:

۵۰: فَاَنْظُرْ اِلَىٰ اَثْرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ (تم اللہ تعالیٰ کی رحمت کے آثار ملاحظہ کرو۔ کس طرح وہ) يُحْيِي الْاَرْضَ (زمین کو
زندہ کرتا ہے)۔

قراءت: اِثْرًا امی، کوئی قراء نے پڑھا سوائے ابو بکر کوئی کے اور دیگر قراء نے اِثْرًا پڑھا ہے۔ رحمت سے یہاں بارش مراد ہے۔
احیائے ارض سے نبات اور انواع و اقسام کے اثمار سے زمین کا آباد ہونا ہے۔

بَعْدَ مَوْتِهَا اِنَّ ذٰلِكَ (اس کے مرجانے کے بعد بیشک وہی) یعنی اللہ تعالیٰ ذلک کا مشار الیہ ذات باری تعالیٰ ہے۔
لَمُحْيِي الْمَوْتِی (ضرور مردوں کو زندہ فرمائے گا)۔ یعنی بیشک وہ قادر مطلق جس نے زمین کو مردہ و بخر ہونے کے بعد آباد کر دیا
وہی تو لوگوں کو ان کی موت کے بعد زندہ فرمائے گا۔

نکتہ: یہاں بخر زمین کی آبادی کو مردوں کے دوبارہ زندہ کرنے کیلئے بطور استدلال کے ذکر فرمایا ہے۔

وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (اور وہ ہر چیز پر قادر ہے) وہ اپنی مقدورات کی ہر چیز پر قادر مطلق ہیں اور مردوں کو زندہ کرنا
یہ منجملہ مقدورات میں سے ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کا ابتداء پیدا کرنا جب مقدورات (ممکنات) میں سے ہے تو اعادہ خود
مقدورات و ممکنات میں شامل ہوا۔

۵۱: وَلَئِنْ أَرْسَلْنَا رِيحًا (اور اگر ہم ان پر کچھم کی ہوا بھیج دیں)۔ فَرَأَوْهُ (پس وہ اس کو دیکھیں) سے مراد اللہ تعالیٰ کی رحمت کا اثر ہے۔ کیونکہ رحمت سے بارش اور اس کے اثر سے نبات مراد ہے۔

قراءت: بعض قراء نے اس کو جمع سے پڑھا انہوں نے ضمیر کو اس کے معنی کی طرف لوٹایا ہے کیونکہ آثار رحمت کا معنی نباتات ہے اور نباتات کا لفظ قلیل و کثیر ہر دو کیلئے مستعمل ہے کیونکہ یہ مصدر ہے جس کو اُگنے والی چیز کیلئے بطور نام استعمال کر لیا ہے۔ مُصْفَرًّا (زرد)۔ اس کے سبز ہونے کے بعد۔

ایک قول:

یہ منصوب ہے کیونکہ یہ زردی حادث اور نئی پیدا ہونے والی ہے۔ قول دیگر: پس وہ بادلوں کو زرد دیکھیں۔ زرد بادل سے بارش نہیں برتی۔

مایوس و ناشکرے بھی بن گئے:

مَحْجُو: ولنّ میں لام سم کی تمہید کیلئے ہے جس کو حرف شرط پر داخل کیا اور قسم و شرط دونوں کے جواب کے قائم مقام ہے۔ لَظَلُّوا (تو وہ ہو جائیں گے) اس کا معنی لِيُظَلُّنَّ (ضرور وہ ہو جائیں گے) مِنْ بَعْدِهِ يَكْفُرُونَ (اس کے بعد انکار کرنے والے) یعنی اس کے زرد ہو جانے کے بعد نمبر ۲۔ خوش ہو جانے کے بعد۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے ان کی اس حالت کی مذمت فرمائی ہے کہ جب بارش روک لی جاتی ہے تو مایوسی کی حد تک پہنچ جاتے ہیں۔ اور اپنی ٹھوڑیاں اپنے سینوں پر ناامیدی سے مارتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ان کو سیراب کرتے اور بارش عنایت کر دیتے ہیں تو وہ بڑے خوش ہوتے ہیں۔ جب عذاب کی ہوا ان کے کھیتوں پر بھیج کر ان کو زرد کر دیتے ہیں تو وہ چیختے اور شور مچاتے اور اس کی نعمتوں کا انکار کر دیتے ہیں۔ وہ ان تمام احوال میں قابل مذمت حالت میں ہیں۔ ان پر لازم تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کرتے اور اس کے فضل پر اعتقاد و اعتماد جماتے مگر وہ مایوس ہو گئے اور انہیں چاہیے تھا کہ وہ اس کی نعمتوں کا شکر یہ ادا کرتے اور اس کی حمد و ثناء کرتے مگر وہ اترانے لگے اور تکبر اختیار کیا۔ ان پر حق بنتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی مصیبت پر صبر کرتے مگر انہوں نے کفر اختیار کر لیا۔

فَإِنَّكَ لَا تَسْمَعُ الْمَوْتَى وَلَا تَسْمَعُ الصَّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا أَوْلُوا مُدْبِرِينَ ﴿۵۲﴾ وَمَا أَنْتَ

سو آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ بہروں کو پکار سنا سکتے ہیں جبکہ وہ پشت پھیر کر چل دیں اور آپ

بِهْدِ الْعُمَى عَنْ ضَلَّتِيهِمْ إِنْ تَسْمَعُ إِلَّا مَنْ يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ مُسْلِمُونَ ﴿۵۳﴾

اندھوں کو ان کی گمراہی سے ہٹا کر ہدایت نہیں دے سکتے، آپ اسی کو سنا سکتے ہیں جو ہماری آیات پر ایمان لائے سو وہ ماننے والے ہیں۔

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ

اللہ وہ ہے جس نے تمہیں ضعف کی حالت میں پیدا فرمایا پھر ضعف کے بعد قوت پیدا کر دی پھر قوت کے بعد

مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَشَيْبَةً يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَهُوَ الْعَلِيمُ الْقَدِيرُ ﴿۵۴﴾

ضعف اور بڑھا پاپیدا فرما دیا۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے وہ خوب جاننے والا ہے بڑی قدرت والا ہے۔

ان پر ایمان کی طمع ترک کر دیں:

۵۲: فَإِنَّكَ لَا تَسْمَعُ الْمَوْتَى (پس بیشک آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے)۔ الموتی یعنی مردہ دل نمبر ۲۔ یہ مردوں کے حکم میں ہیں پس آپ ان سے طمع مت کریں کہ یہ آپ کی بات قبول کر لیں گے۔ وَلَا تَسْمَعُ الصَّمَّ الدُّعَاءَ (اور نہ آپ بہروں کو پکار سنا سکتے ہیں)۔

قراءت: مکی نے وَلَا يَسْمَعُ الصَّمَّ پڑھا ہے۔

إِذَا أَوْلُوا مُدْبِرِينَ (جبکہ وہ پیٹھ پھیر کر جا رہے ہوں)

سوال: بہرہ تو اقبال و ادبار دونوں حالتوں میں نہیں سنتا پھر ولو ادبیرین کی تخصیص کا کیا معنی ہے؟

جواب: بہرہ چہرے کی طرف سے متوجہ ہو تو رمز و اشارہ سے سمجھ جائے گا۔ مگر جب وہ پیٹھ پھیر کر جا رہا ہو تو نہ سنے گا اور نہ ہی اشارہ کو سمجھے گا۔

۵۳: وَمَا أَنْتَ بِهْدِ الْعُمَى (اور نہ آپ اندھوں کو راستہ دکھا سکتے ہیں)۔ العمی سے دلوں کے اندھے مراد ہیں۔

قراءت: حمزہ نے وَمَا أَنْتَ تَهْدِي الْعُمَى پڑھا ہے۔

عَنْ ضَلَّتِيهِمْ (ان کی گمراہی سے) آپ کے لئے ممکن نہیں کہ آپ اندھے کی راہنمائی اپنے اشارہ سے اس راستہ کی طرف کر دیں جس کو وہ بھول چکا ہے۔ إِنْ تَسْمَعُ إِلَّا مَنْ يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ مُسْلِمُونَ (نہیں سنا سکتے مگر اسی ہی کو جو ہماری آیات پر ایمان لانے والے ہیں پس وہی اطاعت کرنے والے ہیں) ان یہاں ما کے معنی میں ہے۔ مسلمون کا معنی وہ اطاعت

وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُونَ مَا لَبِثُوا غَيْرَ سَاعَةٍ كَذَلِكَ كَانُوا

اور جس دن قیامت قائم ہوگی مجرمین قسم کھائیں گے کہ ایک گھڑی سے زیادہ نہیں ٹھہرے وہ اسی طرح سے دنیا میں اٹنے چلائے

يُؤْفَكُونَ ﴿۵۵﴾ وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَالْإِيمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِي كِتَابِ اللَّهِ

جاتے تھے، اور جن کو علم اور ایمان دیا گیا وہ کہیں گے کہ بلاشبہ اللہ کے نوشتہ میں بعث کے دن تک

إِلَى يَوْمِ الْبَعْثِ نَهَذَا يَوْمُ الْبَعْثِ وَلَكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿۵۶﴾ فَيَوْمَئِذٍ

ٹھہرے ہو، سو یہ بعث کا دن ہے اور لیکن تم نہیں جانتے، سو اس دن

لَا يَنْفَعُ الَّذِينَ ظَلَمُوا مَعذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ﴿۵۷﴾

ظالموں کو ان کی معذرت نفع نہ دے گی اور نہ انہیں اس کا موقع دیا جائے گا۔

اختیار کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بتلانے کی وجہ سے۔

ناتوانی سے جوانی دی:

۵۴: اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ ضَعْفٍ (اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے تمہیں ناتوانی کی حالت میں بنایا) ضعف سے مراد نطفہ

سے بنانا ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا من ماء مہین [الرسلات: ۲۰] ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً (پھر اس نے

ناتوانی کے بعد توانائی عطاء فرمائی) قوت سے حالت جوانی اور کامل بلوغ مراد ہے۔ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَشَيْبَةً

(پھر اس نے توانائی کے بعد ضعف اور بڑھاپا بنا دیا)۔ شیبۃ سے انتہائی بڑھاپا مراد ہے اور يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ (وہ جو چاہتا ہے

پیدا کرتا ہے) ضعف و ناتوانی (بچپن) توانائی، شباب و جوانی اور بڑھاپا۔ وَهُوَ الْعَلِيمُ (وہی ان کے احوال کو جاننے

والے) الْقَدِيرُ (بڑی قدرت والا ہے) اور ان کی تبدیلی پر کامل قدرت والے ہیں۔

مَسْئَلَةٌ: احوال کا یہ عظیم رد و بدل علیم و قدیر صانع کی عظیم الشان قدرت کی دلیل ہے۔

قراءت: ضعف ہر تینوں مقامات پر ض کا فتح عاصم اور حمزہ نے پڑھا اور ضاد کا ضمہ دیگر تمام قراء نے پڑھا جبکہ حفص فتح و ضمہ

دونوں کو پڑھتے ہیں۔ درحقیقت یہ دونوں لغات ہیں۔ ضمہ والی قراءت قوی تر ہے اس لئے کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے

روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے مِنْ ضَعْفٍ پڑھا تو آپ نے مجھے مِنْ ضَعْفٍ پڑھایا۔

قیامت کو ساعت کہنے کی وجہ

۵۵: وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ (اور جس دن قیامت قائم ہوگی)۔ الساعۃ سے قیامت مراد ہے اس کے نام کی وجہ یہ ہے کیونکہ ساعات

دنیا کے آخری ساعت میں پیش آئے گی۔ نمبر ۲۔ کیونکہ وہ اچانک واقع ہوگی جیسا کہتے ہیں۔ فی ساعة اس کے جواب میں بولتے ہیں جو جلد بازی کا طالب ہو اور یہ قیامت کا نام بن گیا جیسا کہ الثریا کو نجم کہتے ہیں۔ یُقْسِمُ الْمُجْرِمُونَ (اور مجرمین قسمیں اٹھائیں گے) المجرمون سے کافر مراد ہیں کہ کافر قسمیں اٹھائیں گے یہاں وقف نہ کریں گے۔

قلت وقت:

کیونکہ مَا لَبِثُوا (وہ نہیں ٹھہرے) قبور میں یا دنیا میں غَيْرَ سَاعَةٍ (سوائے ایک گھڑی کے) یہ جواب قسم ہے۔

نمبر ۱ ﴿ وہ قبور میں رہنے کی مدت کو قلیل ترین قرار دیں گے۔

نمبر ۲ ﴿ دنیا میں قیامت کی مدت کو تھوڑا کہیں گے اس کا سبب قیامت کا ڈر اور قیامت کی سختیوں میں لمبی دیر تک انتظار کرنا۔

نمبر ۳ ﴿ وہ بھول کر تھوڑی مدت بیان کریں گے۔

نمبر ۴ ﴿ جھوٹ بولیں گے۔

كَذَلِكَ كَانُوا يُؤْفَكُونَ (اسی طرح وہ الٹا چلا کرتے تھے) اس پھر جانے کی طرح وہ دنیا میں سچائی سے جھوٹ کی طرف پھر جانے والے تھے اور یہ کہا کرتے تھے ماہی الاحیاءنا دنیا وما نحن بمبعوثین کہ ہماری یہی دنیا ہی کی زندگی ہے۔ اور ہمیں اٹھایا نہ جائے گا۔

علم کی مراد:

۵۶: وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَالْإِيمَانَ (اور وہ لوگ جن کو علم اور ایمان دیا گیا)۔ اوتوا العلم سے مراد نمبر ۱۔ ملائکہ نمبر ۲۔ انبیاء علیہم السلام اور مومن لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِي كِتَابِ اللَّهِ (تم اللہ تعالیٰ کی کتاب میں رہے) کتاب سے مراد نمبر ۱۔ وہ علم الہی جو لوح محفوظ میں درج ہے۔ نمبر ۲۔ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اور تقدیر الی یَوْمِ الْبُعْثِ (قیامت کے دن تک) انہوں نے اس بات کی تردید کی جو کفار قسمیں اٹھا کر کہا کرتے تھے اور ان کو حقیقت سے مطلع کیا پھر قیامت کے انکار پر کفار کو جو وہ خبردار کر رہے تھے اس کے ساتھ ملا کر اس کو پیش کیا۔ فَهَذَا يَوْمُ الْبُعْثِ وَلَكِنِّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (پس یہ قیامت کا دن ہے مگر تم جانتے نہ تھے) دنیا میں کہ وہ برحق ہے کیونکہ تلاشِ حق میں تم کو تباہی کرنے والے تھے اور اس کی اتباع سے گریزاں تھے۔

تَحْوِيلًا: فاء یہ جواب شرط میں لائی گئی ہے۔ سیاق کلام اس پر دلالت کر رہا ہے تقدیر کلام یہ ہے ان کنتم منکرین البعث فهذا یوم البعث الذی انکرتموه اگر تم بعث۔ لے انکاری ہو پس یہی تو بعث کا دن ہے جس کا انکار کیا کرتے تھے۔

۵۷: فَيَوْمَئِذٍ لَا يَنْفَعُ الَّذِينَ ظَلَمُوا (پس اس دن ظالموں کو فائدہ نہ دے گی)۔

قراءت: کوئی قراء نے لا ینفع یاء سے پڑھا ہے۔ ظلموا کا معنی کفروا ہے جنہوں نے کفر اختیار کیا۔ مَعْدِرَتَهُمْ (ان کی

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِي هَذَا الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ وَلَئِنْ جِئْتَهُمْ بِآيَةٍ

اور یہ بات واقعی ہے کہ ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لیے عمدہ مضامین بیان کر دیئے ہیں اور اگر آپ ان کے پاس کوئی بھی نشانی لے کر آئیں

لَيَقُولَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا مُبْطِلُونَ ۝۵۸ كَذَلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَىٰ

تب بھی وہ لوگ جو کافر ہیں یہی کہیں گے کہ تم لوگ صرف باطل والے ہو۔ جو لوگ نہیں جانتے ان کے دلوں پر اللہ

قُلُوبِ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۝۵۹ فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلَا يَسْتَخِفُّكَ

یوں ہی مہر کر دیتا ہے۔ سو آپ صبر کیجئے بلاشبہ اللہ کا وعدہ حق ہے اور جو لوگ یقین نہیں کرتے وہ لوگ

الَّذِينَ لَا يُوقِنُونَ ۝۶۰

آپ کو بے برداشت نہ بنادیں۔

معذرت) یعنی عذروا لآہم یستعتبون (اور نہ ان کو مدارک کا موقعہ دیا جائے گا) یعنی ان کو یہ نہ کہا جائے گا لو توبہ کر کے اپنے رب کو راضی کر لو۔ جیسے کہتے ہیں۔ استعتبني فلان فاعتبتہ ای استرضانی فار ضیتہ اس نے مجھے منایا پس میں مان گیا۔

ضد میں لوگوں کا حال:

۵۸: وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِي هَذَا الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ (اور ہم نے لوگوں کیلئے اس قرآن میں ہر طرح کے عمدہ مضمون بیان کئے ہیں)۔ وَلَئِنْ جِئْتَهُمْ بِآيَةٍ لَيَقُولَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا مُبْطِلُونَ (تم محض غلط کہتے ہو)۔ یعنی ہم نے ہر حالت بیان کر دی جو کہ گویا اپنی غرابت میں ایک مثال ہے۔ اور ہم نے ہر عجیب شان والا واقعہ ان کے سامنے بیان کر دیا جیسا کہ قیامت کے دن اٹھائے جانے والوں کی حالت اور ان کا قصہ اور جو کچھ وہ کہیں گے اور جو کچھ ان سے کہا جائے گا اور قعات ہونگے جو وہ کہیں اور ان کو جو کہا جائے گا اور یہ قابل سماعت ہوگا۔ لیکن دلوں کی سختی کے باعث جب بھی آپ ان کے سامنے قرآن مجید کی کوئی آیت پیش کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں تو ہمارے پاس جھوٹ و باطل لایا ہے۔

۵۹: كَذَلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِ الَّذِينَ (اسی طرح اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں)۔ لَا يَعْلَمُونَ (جو نہیں جانتے) یعنی اس مہر کرنے کی طرح (الطبع: مہر) اللہ تعالیٰ جہلاء کے دلوں پر مہر کرتے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ وہ گمراہی کو پسند کریں۔ گے یہاں تک کہ انہوں نے حق پرستوں کو باطل والا قرار دیا حالانکہ وہ بذات خود اس گمراہی کی صفت کے سب سے زیادہ حقدار ہیں۔

تسلی رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

۶۰: فَاصْبِرْ (سو آپ صبر کیجئے) پس آپ ان کی ایذا پر صبر کریں یا ان کی عداوت و دشمنی پر صبر کریں۔ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ (بیشک اللہ تعالیٰ کا وعدہ) جو اس نے تیرے دشمنوں کے خلاف تیری مدد کے متعلق کر رکھا ہے اور اسلام کو ہر دین پر غلبہ دینے کا وعدہ کیا ہوا ہے یقیناً سچا ہے حَقٌّ (برحق ہے) اس کا پورا ہونا ضروری ہے۔ اور پورا کرنا لازمی ہے۔ وَ لَا يَسْتَخِفُّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوقِنُوْنَ (اور ہرگز آپ کو وہ لوگ جو یقین نہیں رکھتے خفت پر آمادہ نہ کر دیں) یعنی نمبر ۱۔ یہ جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے آپ کو ہلکے پن اور بددعا میں عجلت پر آمادہ نہ کر دیں۔

نمبر ۱۔ اپنے اقوال و افعال سے گھبراہٹ میں ڈال کر آپ کو خفت اور قلق و اضطراب پر آمادہ نہ کر دیں۔ اس لئے کہ یہ گمراہ اور شک کرنے والے ہیں۔ ان کی طرف سے یہ حرکت نئی نہیں۔

قراءت: لَا يَسْتَخِفُّكَ نُونٌ كِي سكون سے يعقوب نے پڑھا ہے۔

والله الموفق للصواب

آج مورخہ ۷ فروری بروز سوموار ۱۵ ذوالحجہ ۱۴۲۳ء سورۃ الروم کا تفسیری ترجمہ تکمیل پذیر ہوا۔

سُوْرَةُ الْقَبْرِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ اَرْبَعٌ وَثَلَاثُونَ اَيَةً وَارْبَعٌ وَرُكُوْعًا ۶

سورہ لقمان مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں چونتیس (۳۴) آیات اور چار رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

الْم ۱ تِلْكَ اٰیَةُ الْكِتٰبِ الْحَكِیْمِ ۲ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِیْنَ ۳ الَّذِیْنَ

الْم ۱ یہ قرآن حکیم کی آیات ہیں جو اچھے کام کرنے والوں کے لیے ہدایت ہے اور رحمت ہے، جو

یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوقِنُوْنَ ۴ اُولٰٓئِكَ عَلٰی

نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں، یہ لوگ اپنے

هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۵

رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہیں۔

۲:۱۔ اَلْم۔ تِلْكَ اٰیَةُ الْكِتٰبِ الْحَكِیْمِ۔ (الْم یہ حکمت والی کتاب کی آیات ہیں)۔ الحکیم کا معنی حکمت والی نمبر ۲۔ الحکیم صفت

باری تعالیٰ ہے اور اس کو یہاں بطور اسناد مجازی کتاب کی صفت کے طور پر ذکر کیا گیا ہے۔

۳: هُدًى وَّرَحْمَةً (جو کہ ہدایت و رحمت ہے)

مُحْسِنُوْنَ: یہ دونوں حال ہیں اور ان میں تلک اسم اشارہ کا معنی عامل ہے۔

قراءت: حمزہ نے ان کو رفع کے ساتھ پڑھا ہے اس کی تقریر یہ ہے کہ تلک مبتدأ اور آیات الکتاب اس کی خبر ہے اور ہدیٰ دوسری

خبر ہے۔ نمبر ۲۔ یہ مبتدأ محذوف کی خبر ہے ای ہو۔ نمبر ۳۔ ہی ہدیٰ ورحمة لِّلْمُحْسِنِیْنَ جو اگلے ارشاد میں مذکورہ نیکوں کے

حامل ہیں۔ الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوقِنُوْنَ۔

ایمان والوں کی صفات:

۳: الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوقِنُوْنَ (جو نماز کی پابندی کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے

ہیں اور وہ آخرت پر وہی یقین کرنے والے ہیں) اس کی نظیر اس کا قول ہے۔

الاللمعی الذی یظنُّ بك الظنِّ ☆ کان قد رای وقد سمعا

اس میں الاللمعی کی صفات بیان کی گئی ہیں۔ نمبر ۲۔ احسان ان لوگوں کیلئے ہے جو ان تمام اعمال کو انجام دینے والے ہیں۔ جو

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ

اور بعض ایسے لوگ ہیں جو ان باتوں کو خریدتے ہیں جو کھیل کی باتیں ہیں تاکہ بغیر علم کے اللہ کے راستے سے ہٹائیں

وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۗ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿٦﴾ وَإِذَا نَتَلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا وَلَّىٰ

اور اللہ کی راہ کا مذاق بنائیں، ان لوگوں کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہے، اور جب ایسے شخص پر ہماری آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو

مُسْتَكْبِرًا كَأَن لَّمْ يَسْمَعْهَا كَأَنَّ فِي أُذُنَيْهِ وَقْرًا ۖ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٧﴾ إِنَّ

تکبر کرتے ہوئے پیٹھ پھیر دیتا ہے گویا کہ اس نے ان کو سنا ہی نہیں گویا کہ اس کے دونوں کانوں میں بوجھ ہے، سو آپ اس کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے، بلاشبہ

الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ جَنَّاتُ النَّعِيمِ ﴿٨﴾ خَالِدِينَ فِيهَا وَعَدَّ اللَّهُ

جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان کیلئے نعمتوں والے باغ ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، اللہ نے سچا وعدہ

حَقًّا ۗ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٩﴾

فرمایا ہے اور وہ عزیز ہے حکیم ہے۔

اچھے ہوں پھر ان میں سے خاص طور پر ان تینوں کو بوجہ افضلیت ذکر دیا۔

۵: أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى (وہ ہدایت پر ہیں۔) أُولَٰئِكَ مَبْتَدَأُ اور علیٰ ہدیٰ خبر ہے۔ مِّن رَّبِّهِمْ (اپنے رب کی ہدایت پر ہیں)

یہ ہدیٰ کی صفت ہے۔ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (اور وہی کامیاب ہیں۔)

نَحْوُ: اس کا بھی ما قبل پر عطف ہے۔

اسلام سے غافل کرنے والی سزا:

۶: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ (اور بعض لوگ ایسے ہیں جو لوگوں کو غافل کرنے والی باتیں خریدتے ہیں)۔

نشان نزول: یہ نصر بن حارث کے متعلق نازل ہوئی وہ فارس کے بادشاہوں کے حالات خرید کر لے جاتا اور لوگوں کو کہتا محمد تمہیں

عاد و شمود کے بعض واقعات سناتا ہے میں تمہیں فارسی بادشاہوں کے قصے سناؤں گا۔ کئی لوگ اس کی باتوں میں آ کر قرآن مجید سننا

چھوڑ دیتے۔ اللہ ہر وہ باطل جو لایعنی ہو اور خیر سے غافل کر دے۔ لہو الحدیث جیسے رات کو بیان کی جانے والی حکایات جن کی

کوئی اصل و حقیقت نہیں اور گانا بجانا۔

ابن عباس و ابن مسعود رضی اللہ عنہم قسم اٹھا کر کہتے کہ اس سے گانا بجانا مراد ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ گانا دل کو بگاڑ دیتا ہے مال

کو ختم کرتا ہے اور رب کی ناراضی ہے۔

ارشاد نبوت صلی اللہ علیہ وسلم ہے جو آدمی گانے سے اپنی آواز بلند کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دو شیطان مقرر کر دیتے ہیں جن میں سے ایک ایک کندھے پر اور دوسرا دوسرے کندھے پر رقص کرتے اور ناچتے ہیں یہاں تک کہ یہ شخص خاموش ہو جائے۔ مجمع الزوائد (۱۱۹/۸) الا شتراء یہ شراء کے معنی میں ہے جیسا کہ نصر بن حارث کے متعلق مذکور ہوا۔ یا نمبر ۲۔ اشتروا الکفر بالایمان [آل عمران: ۱۷۷] میں جس طرح استبدال اور اس کے مقابلہ میں اس کو اختیار کرنے کا معنی ہے۔ یہی معنی یہاں ہے یعنی وہ باطل بات کو حق بات کے مقابلہ میں اختیار کرتا ہے۔

فائدہ اضافت:

الحدیث کی طرف لٹھو کی اضافت بیان یہ ہے اور من کے معنی میں ہے کیونکہ لٹھو باتوں سے بھی ہوتا ہے اور باتوں کے علاوہ دوسری چیزوں سے بھی ہوتا ہے۔ تو الحدیث لا کرو ضاحت کر دی اور یہاں الحدیث سے مراد الحدیث المنکر ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے الحدیث فی المسجد یا کل الحسنات کما یا کل البہیمۃ الحشیش [کشف الخفاء: ۱/۳۵۳] نمبر ۳۔ من تبغیضہ ہے گویا کلام اس طرح ہے ومن الناس من یشتري بعض الحدیث الذی هو اللہو منه بعض لوگ ایسے ہیں جو بعض باتوں کو جو کہ ان میں سے گانا ہے خریدتے ہیں۔ لِيُضِلَّ (تاکہ وہ گمراہ کرے) تاکہ وہ لوگوں کو اسلام میں داخلہ اور قرآن سننے سے ہٹائے اور روکے۔

قراءت: مکی اور ابو عمرو نے لِيُضِلَّ پڑھا۔ اب معنی یہ ہے تاکہ وہ اپنی سابقہ گمراہی پر قائم رہے اور اس میں اضافہ کرے۔ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ (اللہ تعالیٰ کی راہ سے) یعنی دین اسلام اور قرآن سے بغيرِ عِلْمٍ (بے سمجھے بوجھے) یعنی وہ اس سے بے خبر ہے کہ اس پر کیا بوجھ اور سزا ہوگی۔ وَيَتَّخِذَهَا (اور اس کو بنا لے) ہا کی ضمیر سبیل کی طرف راجع ہے اس راستے کا مذاق اڑاتا ہے قراءت: کوئی قراء نے سوائے ابوبکر کے نصب سے پڑھا ہے اور اس کا عطف لیضل پر مانا ہے اور جنہوں نے يتخذها رفع سے پڑھا انہوں نے اس کا عطف یشتري پر کیا۔ هُزُوا (مذاق)

قراءت: یہ حفص کی قراءت ہے حمزہ نے سکون زامی اور حمزہ سے پڑھا۔ دیگر قراء نے ضم زاء اور حمزہ سے پڑھا ہے۔ اُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ (یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے ذلت والا عذاب ہے) مہین جو ان لوذلیل کر کے رکھ دے گا۔ من یہ مبہم ہے اس لئے واحد و جمع دونوں پر اطلاق آسکتا ہے یعنی نصر اور اس جیسے دیگر۔

تدبر سے اعراض:

۷: وَإِذَا تُلَىٰ عَلَيْهِ ابْنَانَا وَتُلَىٰ مُسْتَكْبِرًا (اور جب اس کے سامنے ہماری آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ غرور سے پشت پھیر لیتا ہے۔) تکبر کرتے ہوئے تدبر سے اعراض کرتا ہے اور قرآن کی طرف کان لگانے سے اپنے کو بلند قرار دیتا ہے۔ كَأَن لَّمْ يَسْمَعْهَا (گویا اس نے سنا ہی نہیں) اس کی حالت اس شخص کے مشابہ ہے جس نے بات نہ سنی ہو۔

نَحْوًا: یہ مستکبر آ سے حال ہے یہ اصل میں کائنہ ہے یہ ضمیر شان ہے اس کو حذف کر دیا گیا۔
كَانَ فِي أُذُنِهِ وَقُرًا (گویا اس کے کانوں میں بوجھ ہے) وقر ثقل کو کہتے ہیں۔

نَحْوًا: یہ لم یسمعہا سے حال ہے

قراءت: نافع نے اذنیہ ذال کو سکون سے پڑھا ہے۔

فَبَشِّرْهُ بِعَذَابِ أَلِيمٍ (پس تم اس کو دردناک عذاب کی خوشخبری دے دو)۔

۸: **إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ جَنَّاتُ النَّعِيمِ** (بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اعمال صالحہ کیے ان کے لئے نعمتوں والے باغات ہیں)۔

نَحْوًا: اس پر وقف نہیں کیونکہ خالدین فیہا یہ لہم کی ضمیر سے حال ہے۔

دلائل قدرت:

۹: **خَالِدِينَ فِيهَا** (وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں) **وَعَدَّ اللَّهُ حَقًّا** (اللہ تعالیٰ نے یہ سچا وعدہ کر لیا)

نَحْوًا: یہ دونوں مصدر مؤکد ہیں اول تو اپنے فعل کی تاکید کیلئے ہے اور دوسرا اپنے علاوہ دوسرے کی تاکید کیلئے۔ اس لئے کہ لہم جنات النعیم، وعدہم اللہ جنات النعیم کے معنی میں ہے۔ پس وعد کے معنی کی تاکید وعد سے کردی اور حقا ثبات کے معنی پر دلالت کرتا ہے پس اس کے ذریعہ وعد کے معنی کی تاکید کی گئی ہے اور ان دونوں کا مؤکد لہم جنات النعیم ہے۔ **وَهُوَ الْعَزِيزُ** (اور وہ زبردست ہے) ایسا زبردست کہ اس پر کوئی شی غالب نہیں آسکتی۔ وہ اپنے دشمنوں کو دردناک عذاب سے ذلیل کرے گا۔ **الْحَكِيمُ** (وہ حکمت والا ہے) ان افعال میں جو وہ کرتا ہے پس وہ اپنے دوستوں کو باقی رہنے والی نعمتوں سے ثواب عنایت فرمائے گا۔

خَلَقَ السَّمَوَاتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَالْقَى فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيدَ بِكُمْ وَبَثَّ

اللہ نے آسمانوں کو بلاستون پیدا فرمایا تم اسے دیکھ رہے ہو اور زمین میں پہاڑ ڈال دیئے کہ وہ تم کو لے کر ڈالناں ڈول نہ ہو اور اس میں

فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيمٍ ۱۰

ہر طرح کے جانور پھیلا دیئے، اور ہم نے آسمان سے پانی برسایا سو ہم نے زمین میں ہر قسم کے اچھے پھل اگادئے۔

هَذَا خَلْقُ اللَّهِ فَأَرُونِي مَاذَا خَلَقَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ ۗ بَلِ الظَّالِمُونَ فِي

یہ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزیں ہیں سو تم مجھے دکھاؤ کہ انہوں نے کیا پیدا کیا جو اس کے علاوہ ہیں؟ بلکہ بات یہ ہے کہ ظالم لوگ

ضَلَّلِ مُبِينٍ ۱۱

کھلی ہوئی گمراہی میں ہیں۔

۱۰: خَلَقَ السَّمَوَاتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا (اس نے آسمانوں کو بلاستونوں کے پیدا کیا تم دیکھ رہے ہو) عمد جمع عمدہ ہے۔ ترونها کی ضمیر آسمانوں کی طرف لوٹی ہے یہ ان کے بغیر ستون ہونے پر ان کی رویت سے استشہاد پیش کیا ہے۔ جیسا کہتے ہیں انابلا سیف ولا رمح ترانی تو دیکھ تو رہا ہے کہ میں بغیر تلوار اور نیزے کے ہوں۔ نمبر ۱۔ اس کا کوئی محل اعراب نہیں کیونکہ یہ جملہ مستانفہ ہے۔ نمبر ۲۔ یہ محل جر میں عمد کی صفت ہو ای بغیر عمد مرئیہ مطلب یہ ہوا کہ اس کے ستون نظر نہیں آتے اور وہ ان کو اپنی قدرت سے روکنا ہے۔ وَالْقَى فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ (اور اس نے زمین میں پہاڑ ڈال دیئے) جسے رہنے والے پہاڑ اَنْ تَمِيدَ بِكُمْ (کہ کہیں وہ تمہیں لے کر ڈالناں ڈول نہ ہو جائے)۔ تاکہ وہ تمہاری وجہ سے مضطرب نہ ہو جائے۔ وَبَثَّ (اور اس نے پھیلا دیئے) فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيمٍ (اس میں ہر قسم کے جانور اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا پس اس سے اگادئے ہر طرح کے عمدہ اقسام) زوج یہاں صنف و قسم کے معنی میں ہے کریم (خوبصورت عمدہ)۔

اصنام کی عبادت کی وجہ؟

۱۱: هَذَا خَلْقُ اللَّهِ (یہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے) هذا سے ما قبل مذکورہ مخلوقات کی طرف اشارہ ہے۔ خلق اللہ کا معنی مخلوق ہے۔ فَأَرُونِي مَاذَا خَلَقَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ (پس تم مجھے دکھاؤ جو اس کے سوا ہیں انہوں نے کیا کیا چیزیں پیدا کی ہیں) من دونه سے ان کے آہے مراد ہیں۔ ان کو لا جواب کیا گیا کہ یہ تمام بڑی بڑی اشیاء تو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہیں۔ پس تم مجھے دکھاؤ کہ انہوں نے کیا چیز پیدا کی ہے جس کی وجہ سے تم پر ان کی عبادت لازم ہوگئی۔ بَلِ الظَّالِمُونَ فِي ضَلَلٍ مُبِينٍ (بلکہ ظالم لوگ صریح گمراہی

وَلَقَدْ آتَيْنَا لُقْمَانَ الْحِكْمَةَ أَنْ اشْكُرْ لِلَّهِ ۖ وَمَنْ يَشْكُرْ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ ۗ

اور بلاشبہ ہم نے لقمان کو دانشمندی عطا فرمائی کہ اللہ کا شکر ادا کرے اور جو شخص شکر ادا کرے سو وہ اپنے ہی بھلے کے لیے شکر ادا کرتا ہے،

وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ ۚ وَإِذْ قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ وَهُوَ يَعِظُهُ يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ

اور جو شخص ناشکری کرے تو اس میں شک نہیں کہ اللہ بے نیاز حمد کا مستحق ہے اور جب لقمان نے نصیحت کرتے ہوئے اپنے بیٹے سے کہا کہ اے میرے بیٹے! اللہ کے ساتھ

بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ۚ وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۖ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا

شرک نہ کرنا، بلاشبہ شرک بہت بڑا ظلم ہے اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے بارے میں تاکید کر دی، اس کی ماں نے ضعف و رضعہ برداشت کرتے ہوئے

عَلَى وَهْنٍ وَفِصْلُهُ فِي عَامَيْنِ أَنْ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَى الْمَصِيرِ ۚ

اسے پیٹ میں رکھا اور اس کا دودھ چھوٹنا دو سال میں ہے، یہ کہ تو میرا شکر ادا کر اور اپنے والدین کا بھی، میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے،

میں بتلا ہیں) اس میں ان کے لاجواب کرنے سے اعراض کرتے ہوئے ان کے ورطہ گمراہی میں ڈوبنے کا ذکر کیا کہ وہ ایسی گمراہی میں پڑے ہیں جس سے بڑھ کر کوئی گمراہی نہیں ہے۔

حضرت لقمان رضی اللہ عنہ کے نصائح:

۱۳: وَلَقَدْ آتَيْنَا لُقْمَانَ الْحِكْمَةَ (اور ہم نے لقمان کو دانشمندی عطا فرمائی)۔ یہ لقمان رضی اللہ عنہ بن باعوراء ہیں۔ یہ حضرت ایوب علیہ السلام کے بھانجے نمبر ۲۔ یا خالہ زاد ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ آزر کی اولاد سے تھے انہوں نے ایک ہزار سال عمر پائی حضرت داؤد علیہ السلام کا زمانہ پایا۔ اور ان سے علم حاصل کیا یہ بعثت داؤد علیہ السلام سے قبل فتویٰ دیتے تھے۔ جب وہ مبعوث ہوئے تو فتویٰ چھوڑ دیا۔ ان سے کہا گیا کہ تم نے فتویٰ کیوں چھوڑا اور انہوں نے جواب دیا۔ میں کیوں اکتفاء نہ کروں (وحی پر) جب میری کفایت کردی گئی [داؤد علیہ السلام پر وحی بھیج کر]۔

ایک قول یہ ہے یہ درزیوں کا کام کرتے تھے ایک اور قول یہ ہے کہ یہ بڑھئی تھے قول دیگر میں ان کو چرواہا بتلایا گیا۔ ایک قول میں ان کو بنی اسرائیل کا قاضی بتلایا گیا۔ عکرمہ و شععی رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ یہ پیغمبر تھے۔ جمہور علماء رحمہم اللہ کا قول یہ ہے کہ یہ دانشمند تھے۔ پیغمبر نہ تھے ایک قول یہ ہے ان کو نبوت و حکمت میں اختیار ملا تھا۔ انہوں نے حکمت کو اختیار کیا۔ حکمت بات کی تہہ میں پہنچنا اور صحیح عمل کرنا۔ قول دیگر: انہوں نے ایک ہزار پیغمبروں کی شاگردی کی اور ایک ہزار پیغمبران کے ساتھ رہے۔ (قول جمہور) کے علاوہ بقیہ تمام اقوال اسرائیلی معلوم ہوتے ہیں (فافہم) اِنْ اشْكُرْ لِلَّهِ (کہ تم اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا کرو) ان مفسرہ ہے معنی یہ ہے اشکر لہ کیونکہ ایتائے حکمت یہ قول کے معنی میں ہے۔

تنبیہ: اللہ تعالیٰ نے خبردار کیا کہ اصل حکمت اور حقیقی ان پر عمل پیرا ہونا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کا شکر یہی حکمت و علم ہے اس لئے کہ ایتائے حکمت کی تفسیر شکر یہ پر برا ہیختہ کر کے فرمائی۔

ایک قول یہ ہے کہ آدمی اس وقت دانشمند ہوتا ہے جب وہ اپنے قول، فعل، معاشرت، دوستی میں عقل مند ہو۔ سری سقطی رحمہ اللہ کا قول شکر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے معاملے میں اس کی نافرمانی نہ کی جائے۔ جنید رحمہ اللہ: کیا تم اس کی نعمتوں (کے عنایت کرنے) میں اس کا کوئی شریک دیکھتے ہو۔ ایک قول یہ ہے یہی تو شکر یہ سے عاجزی کا اقرار ہے۔

خلاصۃ الکلام: دل کا شکر یہ معرفت اور زبان کا شکر یہ حمد ارکان کا شکر یہ طاعت اور ان میں ہر ایک میں اپنی عاجزی کو پیش نظر رکھنا تمام کے مقبول ہونے کی دلیل ہے۔

وَمَنْ يَشْكُرْ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ (جو شخص شکر کرے گا۔ وہ اپنے ذاتی فائدہ کیلئے شکر کرے گا) کیونکہ اس کا نفع لوٹ کر اسی کو ملے گا۔ پھر وہ اور کا طالب ہوگا۔ وَمَنْ كَفَرَ (اور جو شخص ناشکری کرے گا) نعمتوں کی فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ (تو اللہ تعالیٰ بے نیاز) کسی کے شکر یہ کے محتاج نہیں۔ حَمِيدٌ (خوبیوں والے ہیں) وہ حمد کے حقیقی حقدار ہیں اگر چہ ان کی کوئی بھی حمد نہ کرے۔

۱۳: وَإِذْ قَالَ لَقْمَنُ لَابْنِهِ (اور جب لقمان نے اپنے بیٹے کو کہا)۔

يَحْيَىٰ: اذیہ اذ کر فعل محذوف کے متعلق ہے۔ ابنہ بیٹے کا نام انعم یا اشکم تھا۔

وَهُوَ يَعِظُهُ يَبْنِيَّ (اور وہ اس کو نصیحت فرما رہے تھے اے بیٹے!)

قراءت: یا بنی یہ کی قراءت ہے یا بنی یہ حفص کی قراءت ہے۔ تمام قرآن میں یہ لفظ فتح کے ساتھ پڑھا جائے گا۔

شرک سے گریز کرو:

لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ (اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہرا بیشک شرک کرنا بڑا بھاری گناہ ہے) کیونکہ یہ اس کے درمیان جو ہر نعمت کا حقیقی مالک ہے اور اس کے درمیان جو کسی ایک نعمت کا بھی مالک نہیں برابر کرنا ہے۔

ماں باپ کی خدمت کرو:

۱۴: وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ (اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے متعلق تاکید کی ہے)۔ وَهَنًا عَلِيًّا وَهْنًا

(اس کی ماں نے ضعف پر ضعف برداشت کر کے اس کو اٹھایا) اس کو اٹھایا اس حال میں کہ وہ کمزوری در کمزوری اٹھا رہی تھی یعنی اس کی کمزوری رو بترقی تھی اور بڑھ رہی تھی۔ جوں جوں حمل بڑھتا ہے اور بچہ بڑا ہو جاتا ہے تو بوجھ اور ثقل زیادہ ہو جاتا ہے۔ وَفِصْلَةٌ

فِي عَامَيْنِ (اور دو برس میں اس کا دودھ چھوٹتا ہے) دو سالوں کی تکمیل پر اس کا دودھ چھوڑا دیا جاتا ہے۔ اِنْ اشْكُرْ لِي وَلَوْ ا

لَدَيْكَ (تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکر گزاری کیا کر) یہ وصینا کی تفسیر ہے۔ یعنی ہم نے اسے اپنے اور والدین کے شکر یہ کی

تاکید فرمائی ہے۔ اور حملتہ امہ و ہنا علی و ہن و فصالہ فی عامین یہ جملہ معترضہ ہے جو مفسر اور تفسیر کے درمیان میں

وَأَنْ جَاهِدَكَ عَلَىٰ أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبُهُمَا

اور اگر تیرے ماں باپ تجھ پر زور دیں کہ تو میرے ساتھ شرک کرے جس کی تیرے پاس کوئی دلیل نہیں تو ان کی فرمانبرداری نہ کرنا، اور ان کے ساتھ دنیا میں

فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ

خوبی کے ساتھ رہنا، اور جو شخص میری طرف متوجہ ہو اس کا اتباع کرنا پھر تم سب کو میری طرف لوٹنا ہے سو میں تمہیں ان اعمال سے باخبر کر دوں گا

بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۱۵﴾

جو تم کیا کرتے تھے

حائل ہے۔ کیونکہ جب والدین کے سلسلہ میں تاکید فرمائی گئی تو ماں جو اولاد کی خاطر تکالیف برداشت کرتی اور اس کے حمل کے دوران جن مشقتوں کا اسے سامنا کرنا پڑتا ہے اور اس طویل مدت رضاعت اور پھر دودھ چھوڑانے میں جو پریشانیاں اس کو پیش آتی تھیں ان کو ذکر کر دیا۔ تاکہ انفرادی طور پر اس کے عظیم حق کو یاد رکھا جائے۔

اللہ تعالیٰ کے حق میں والدین کی مداخلت جائز نہیں:

قول ابن عیینہ: جس نے پانچوں نمازیں پڑھیں اس نے گویا اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا کیا اور جس نے والدین کے لئے پانچوں نمازوں کے بعد دعا کی اس نے ان کا گویا حق شکر یہ ادا کر دیا۔ اِلَى الْمَصِيرِ (تم نے میرے پاس لوٹ کر آنا ہے)۔ تمہارا انجام میرے پاس اور تمہارا حساب میرے ذمہ ہے۔

۱۵: وَأَنْ جَاهِدَكَ عَلَىٰ أَنْ تُشْرِكَ (اور اگر وہ تجھ پر زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ ایسی چیز کو شریک (بنائے جس کی تیرے پاس دلیل نہ ہو) نفی علم سے نفی شریک مراد ہے یعنی تو میرے ساتھ اس چیز کو مت شریک ٹھہرا جس کی کچھ حقیقت نہیں۔ مراد اس سے اصنام ہیں۔ فَلَا تُطِعْهُمَا (تو تو ان کا کہنا نہ مان) شرک کے سلسلہ میں وَصَاحِبُهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا (اور ان کے ساتھ رہ دنیا میں خوبی کے ساتھ) معروف یہ مصدر محذوف کی صفت ہے ای صاحبہما صحابا معروفا۔ اس کے معنی میں خوبی اور خوبصورت اخلاق اور حلم و حوصلہ اور بر و صلہ رحمی سب کچھ ہی داخل ہے۔ وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ (اور تو چل اس شخص کے راستہ پر جو میری طرف رجوع کرنے والا ہو)۔ مطلب یہ ہے ایمان والوں کے راستہ کو اختیار کرو اور والدین جو مشرک ہوں ان کے راستہ پر نہ چل اگرچہ تمہیں ان کے ساتھ دنیاوی اعتبار سے حسن سلوک کا حکم دیا گیا۔ ابن عطاء نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تو اس کی دوستی اختیار کر جس پر میری خدمت کے انوار ہوں۔ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ (پھر تم نے میرے پاس لوٹنا ہے) یعنی تمہارا اور ان کا مرجع میری بارگاہ ہی ہے۔ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ (پھر میں تم کو جتلاؤنگا وہ اعمال جو تم کرتے تھے)۔ پس تمہارے ایمان پر بدلہ دوں گا۔ اور ان کے کفر پر ان کو سزا دوں گا۔

يُنَبِّئُ إِنَّهَا إِن تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِي صُحْرَةٍ أَوْ فِي السَّمَوَاتِ

اے میرے بیٹے! بے شک بات یہ ہے کہ اگر کوئی عمل رائی کے دانہ کے برابر ہو پھر وہ پتھر کے اندر ہو یا آسمانوں میں ہو

أَوْ فِي الْأَرْضِ يَأْتِ بِهَا اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ لَطِيفٌ خَبِيرٌ ﴿١٦﴾ يُنَبِّئُ أَقِمِ الصَّلَاةَ

یا زمین میں ہو اللہ اس کو حاضر کر دے گا، بلاشبہ وہ لطیف ہے خبیر ہے۔ اے بیٹے! نماز قائم کر

وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأَصْبِرْ عَلَىٰ مَا أَصَابَكَ ۗ إِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ

اور بھلائی کا حکم کر اور برائی سے منع کر اور تجھے جو تکلیف پہنچ جائے اس پر صبر کر بلاشبہ یہ بہت کے

عَزْمِ الْأُمُورِ ﴿١٧﴾ وَلَا تَصْعِرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۗ إِنَّ

کاموں میں سے ہے۔ اور تو لوگوں سے اپنا رخ مت پھیر اور زمین پر اترا کر مت چل، بلاشبہ

اللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ﴿١٨﴾ وَأَقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ۗ

تکبر کرنے والے کو اللہ پسند نہیں فرماتا، اور تو اپنی چال میں درمیانہ طریقہ اختیار کر اور اپنی آواز کو پست کر

إِنَّ أَنْكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْمُمِرِّ ۗ

بلاشبہ سب سے زیادہ مکروہ آواز گدھوں کی آواز ہے۔

ان دونوں آیات سے بطور استطراد وصیت لقمان کی تاکید و تائید ہو رہی ہے جو انہوں نے امتناع شرک کے سلسلہ میں فرمائی وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ ہم نے انسان کو اس کے والدین کے سلسلہ میں تاکید کی اور یہ بھی حکم دیا کہ شرک کے سلسلہ میں تم ان کی بات نہ ماننا خواہ وہ اس کے لیے کتنی کوشش کریں۔ کیونکہ شرک قبیح ترین چیز ہے۔

نصائح لقمان، حقوق اللہ اور حقوق عباد:

۱۶: يُنَبِّئُ إِنَّهَا إِن تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ بَيْنَا اِذَا كَرُوْنِي عَمَلِ رَائِي كَيْ بَرَابَرِ هُوَ۔

قراءت: مِثْقَالَ كَوْرَفِ كَيْ سَاتِهْ پڑھا ہے اور حَبَّ كَيْ طَرْفِ اِضَافَتِ كَيْ وَجَدَ سَ مِثْقَالَ مَوْنِثِ هَ اسلئے فَعْلَ مَوْنِثِ لَ اِیَا كَیَا هَ اِنھَا كَی ضَمِیْرُ قِصْدِ هَ كَی سَا كَ شَاعِرِ كَا قَوْلِ هَ۔ كَمَا شَرَفَتْ صَدْرَ الْقَنَاةِ مِنَ الدَّمِ۔ (جس طرح نیزے کا سینہ خون سے چمکتا ہے)۔ اور كَانِ تَامِدِ هُوَ كَا۔ باقی تمام قراءت نے نَصْبِ سَ پڑھا ہے اور ضَمِیْرُ كَا مَرْجِعِ وَهَ هِیْتِ هَ خَوَاہِ اِحْجَی هُوَ اِیَا بَرِّی مَطْلَبِ یَا هَ اِگَرِ چِدِّ وَهَ چِیْزِ چھوٹائی میں رائی کے دانے کی طرح ہو۔

فَتَكُنْ فِي صَحْرَةٍ أَوْ فِي السَّمَوَاتِ (پھر کسی پتھر کے اندر ہو یا وہ آسمانوں کے اندر ہو) وَفِي الْأَرْضِ (یا وہ زمین کے اندر ہو) مطلب یہ ہے کہ اپنی چھوٹائی کے ساتھ ساتھ وہ انتہائی مخفی مقام پر اور محفوظ ترین جگہ میں واقع ہو۔ جیسے پتھر کا جوف و باطن یا عالم علوی میں جس جگہ ہو۔ یا عالم سفلی کے ظلمات میں پڑی ہو۔

اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے اس سے مراد وہ چٹان ہے جس پر زمین قائم ہے اور وہی جبین ہے جس میں کفار کے اعمال لکھے جاتے ہیں۔ اور وہ زمین میں نہیں۔ يَأْتِ بِهَا اللَّهُ (اللہ تعالیٰ اسے لے ہی آئے گا) قیامت کے دن اور اس کے کرنے والے سے اس کا محاسبہ کیا جائے گا۔ إِنَّ اللَّهَ لَطِيفٌ خَبِيرٌ (بیشک اللہ تعالیٰ باریک بین باخبر ہیں)۔ اس کا علم ہر مخفی سے مخفی تر کو پہنچنے والا ہے اور اس کی حقیقت سے باخبر ہے یا نمبر ۲۔ اس کے نکالنے میں باریک بین ہے۔ اور اس کے مستقر و مقام سے باخبر ہے ۱: يَبْنِيَّ اَقِمِ الصَّلَاةَ وَاْمُرْ (بیٹا! نماز پڑھا کر اور اچھے کاموں) بِالْمَعْرُوفِ وَاَنْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰی (کی نصیحت کیا کر اور برے کاموں سے منع کیا کر اور تجھ پر) جَوْمًا اَصَابَكَ (مصیبت آئے اس پر صبر کیا کر)۔ ما صابک سے مراد جو اللہ تعالیٰ کی طرف معروف کی دعوت دیتے ہوئے اور نہی عن المنکر کرتے ہوئے تکلیف آئے۔ نمبر ۲۔ یا جو مشقتیں تجھے پہنچیں کیونکہ وہ بندے کو عطیے کا حقدار بنا دیتی ہیں۔

اِنَّ ذٰلِكَ (بیشک یہ) جو نصائح میں نے تمہیں کی ہیں۔ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ (ہمت کے کاموں میں سے ہے) یعنی ان کاموں میں سے ہیں جن کو اللہ نے قطعی طور پر واجب و لازم کر دیا یعنی ان کا قطعی حکم دے دیا۔ عزم بمعنی معزومات ہے گویا مفعول کو مصدر سے تعبیر کر دیا۔ مطلب یہ ہوا کہ یہ قطعیات و فرائض میں سے ہے۔

مَنْبِتًا: اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ یہ عبادات و طاعات تمام امم میں مامور بھاتھیں۔

۱۸: وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ (اور تو لوگوں سے اپنا رخ مت پھیر) یعنی تکبر کی وجہ سے ان سے اعراض و بے رخی اختیار نہ کر۔ قراءت: ابو عمر و اور نافع، حمزہ، علی نے تُصَاعِرٌ پڑھا ہے اور اس کا معنی تصعر ہی کا ہے۔ البصر اس بیماری کو کہتے ہیں جو اونٹ کو لگتی ہے تو اس سے اس کی گردن مڑ جاتی ہے حاصل یہ ہوا تو اضع کے ساتھ اپنے چہرے سے لوگوں کی طرف متوجہ ہو ان سے اپنے چہرہ کی جانب اور پیشانی کو مت موڑ جیسا کہ متکبرین کیا کرتے ہیں۔

وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا (اور زمین پر اکڑ کر مت چل)۔ یعنی نمبر ۱۔ مت چل زمین پر کہ تو اترار ہا ہوا ترانا۔ نمبر ۲۔ مرحاً مصدر ہے جو کہ حال واقع ہے نہ چل اس حال میں کہ تو اترار ہا ہو۔ نمبر ۳۔ لا تمش لاجل المرح۔ اکڑنے کیلئے مت چل۔ اِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ۔ (بیشک اللہ تعالیٰ ہر تکبر کرنے والے فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتے) مختال متکبر کو کہتے ہیں جو بڑائی کیلئے اپنے مناقب گنائے۔

چال میں میانہ روی:

۱۹: وَاَقْصِدْ (اعتدال اختیار کر) الْقَصْدَ بَلَدِي وَبِسْتِي كَيْ دَرْمِيَانِ مِيَانِ رُوي۔ فِي مَشِيكَ (اپنی رفتار میں) اعتدال اختیار کرو تا کہ

وہ رفتار دونوں کے درمیان ہو۔ نہ تو ریگ کر چلو جیسے بے جان چلتے ہیں اور نہ لپک کر چلو جیسے چھپھورے کرتے ہیں۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا رفتار کی تیزی مؤمن کے وقار کو زائل کر دیتی ہے۔ (ابو نعیم فی الحلیۃ ۱۰/۲۹۰)

قول عائشہ رضی اللہ عنہا کی تاویل:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو فرمایا کان اذا مشی اسرع۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تیزی ہے جو ریگنے والے کی چال سے بڑھ کر ہو۔

قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ:

صحابہ رضی اللہ عنہم کو یہود کے لپک کر چلنے اور عیسائیوں کی طرح ریگنے سے منع کیا جاتا۔ اور اس کے درمیان چلنے کا حکم دیا جاتا۔ ایک قول یہ ہے تم تواضع کرتے ہوئے اپنے قدموں کی جگہ پر نظر رکھو۔ وَأَغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ (اور تو اپنی آواز کو پست کر) اپنی آواز کو ہلکا کرانَا أَنْكُرَ الْأَصْوَاتِ (بیشک سب سے بری آواز آوازوں میں سے) سب سے زیادہ وحشت ناک لَصَوْتُ الْحَمِيرِ (البتہ گدھے کی آواز ہے) کیونکہ اس کی ابتداء زفیور انتہاء شہیق ہے جیسا کہ جہنم والوں کی آواز ہوگی۔

قول سفیان ثوری رحمہ اللہ:

ہر جانور کی چیخ تسبیح ہے سوائے گدھے کے۔ وہ شیطان کو دیکھ کر ہینکتا رہتا ہے اسی لئے اس آواز کو منکر فرمایا۔ مَسْتَلَّةٌ: آواز بلند کرنے والوں کو گدھے سے تشبیہ دی اور ان کی آواز کو گدھے کی آواز سے تشبیہ دے کر اشارہ کر دیا۔ کہ آواز کا بلند کرنا انتہائی مکروہ ہے اور اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے کہ آپ ﷺ کو ہلکی و پست آواز والا شخص پسند تھا۔ اور زور دار آواز والے کو ناپسند کرتے تھے۔

مَجْحُورٌ: گدھے کی آواز کو واحد ذکر کیا جمع نہیں لائے۔ کیونکہ ہر جنس میں سے ہر ایک آواز کا ذکر کرنا مراد نہیں کہ جمع لانے کی ضرورت ہو بلکہ یہاں مقصود یہ ہے۔ کہ ہر جنس حیوان کی ایک آواز ہے اور ان اجناس میں سے بدترین آواز اس جنس کی ہے اس لئے اس کا واحد لانا ضروری تھا۔

الْمُتَرَوِّاَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعْمَهُ

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ بلاشبہ اللہ نے تمہارے لیے وہ سب کچھ سخر فرمایا جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے، اور تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں

ظَاهِرَةٌ وَّ بَاطِنَةٌ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا هُدًى وَلَا

بھرا پورا نذیل دی ہیں، اور لوگوں میں بعض لوگ ایسے ہیں جو بغیر علم کے اور بغیر ہدایت کے اور بغیر کتاب کے اللہ کے بارے میں

كِتٰبٍ مُّنِيرٍ ۚ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اتَّبِعُوْا مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا

جھگڑتے ہیں۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس چیز کا اتباع کرو جو اللہ نے نازل فرمائی تو کہتے ہیں کہ بلکہ ہم تو اس چیز کا اتباع کریں گے جس پر ہم نے

عَلَيْهِ اٰبَآءُنَا ۗ اَوْلَوْكَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوهُمْ اِلَى عَذَابِ السَّعِيْرِ ۗ وَمَنْ يُسَلِّمْ

اپنے باپ دادوں کو پایا ہے کیا باپ دادوں کا اتباع کریں گے اگرچہ ان کے باپ دادوں کو شیطان عذاب ووزخ کی طرف بلا رہا ہو۔ اور جو شخص اپنی ذات کو

وَجْهَةً اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۗ وَالِى اللّٰهِ

اللہ کا فرمانبردار بنا دے اور وہ تخلص بھی ہو تو اس نے مضبوط کڑے کو اچھی طرح سے پکڑ لیا اور اللہ ہی کی طرف

عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ۗ وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزَنُكَ كُفْرُهُ ۗ اَلَيْسَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ۗ

سب کاموں کا انجام ہے۔ اور جو کوئی شخص کفر اختیار کرے تو اس کا کفر آپ کو بخیر نہ کرے گا سب کو ہرے بنی پاس لٹنا ہے سو ہم انہیں وہ عمل بتا دیں گے جو انہوں نے کئے،

اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِذٰتِ الصُّدُوْرِ ۗ نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلَى عَذَابِ غَلِيْظٍ ۗ

بلاشبہ اللہ کو دلوں کی باتیں خوب معلوم ہیں۔ ہم انہیں چند روزہ عیش دیں گے پھر انہیں سخت عذاب کی طرف مجبور کریں گے۔

دلائل قدرت:

۳۰: اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ (کیا تمہیں یہ بات معلوم نہیں ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے تمام آسمان کی چیزوں

کو تمہارے کام میں لگا رکھا ہے) یعنی سورج، چاند، ستارے بادل وغیرہ مراد ہیں۔ وَمَا فِي الْاَرْضِ (اور جو کچھ زمین میں ہے)

وہ بھی یعنی سمندر، دریا، کانیں، چوپائے وغیرہ۔ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ (اور اس نے پوری کر رکھی ہیں تم پر) نِعْمَةً (اپنی نعمتیں)

قرآنت: نِعْمَةٌ، مدنی، ابو عمرو، سہل، حفص نے عین کے فتح کے ساتھ پڑھا۔ نِعْمَةٌ دیگر قراء نے سکون عین سے پڑھا ہے۔

تعریفِ نعمت:

بروہ فائدہ جس سے احسان کا ارادہ کیا جائے۔

ظاہرہ (ظاہری) جو مشاہدہ میں آنے والی ہیں۔ وَبَاطِنَةً (اور باطنی) جو دلیل سے معلوم ہوتی ہیں۔ ایک اور قول ہے کہ نمبر ۱۔ ظاہری نعمتیں، آنکھ، کان، زبان، تمام اعضاء ظاہرہ، نمبر ۲۔ باطنی نعمتیں، دل، عقل، فہم، اور جو اس کے مشابہ ہیں۔
دُعَاةِ مُوسَىٰ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

میں یہ کلمات ہیں: الہی! دلنی علیٰ اخفیٰ نعمتک علیٰ عبادک اے اللہ مجھے اپنے بندوں پر مخفی ترین نعمت کے بارے میں بتلائیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اخفیٰ نعمتی علیہم النفس میری سب مخفی سے نعمت بندوں پر وہ جان ہے۔
قول دیگر:

شرائع کی تخفیف ذرائع، وسائل کا بڑھانا، پیدا کرنا، اخلاق و عطایا کا پانا، مصائب کا دور کرنا اور پھیر دینا مخلوق کا مقبول ہونا، رب کی رضامندی۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

ظاہری نعمتیں! تخلیق کو درست بنانا۔ باطنی نعمتیں! عیوب کو چھپانا۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ (اور بعض آدمی ایسے ہیں جو بغیر واقفیت اور) وَلَا هُدًى وَلَا كِتَابٍ مُّنِيرٍ (بغیر دلیل اور بغیر کسی روشن کتاب کے اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑتے ہیں)۔

شان نزول: یہ نضر بن حارث کے متعلق اتری۔ سورہ حج میں ذکر کیا گیا ہے۔

۲۱: وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ (اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس چیز کا اتباع کرو جو) قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا (اللہ تعالیٰ نے اتاری ہے وہ کہتے ہیں بلکہ ہم تو اسی کی اتباع کریں گے)۔ أَوَلَوْ كَانِ الشَّيْطَانُ يَدْعُوهُمْ إِلَىٰ (جس پر ہم نے اپنے بڑوں کو پایا ہے۔ کیا اگر شیطان ان کو عذاب) عَذَابِ السَّعِيرِ (دوزخ کی طرف) بلاتا ہوتا بھی (یہ ان کی اتباع کریں گے) اگر شیطان ان کو عذاب ناری کی طرف دعوت دیتا رہا ہو۔

مضبوط کھونٹے والا:

۲۲: وَمَنْ يُسَلِّمْ وَجْهَهُ إِلَى اللَّهِ (جو شخص اپنا رخ اللہ تعالیٰ کی طرف جھکا دے)۔

تخفیف: یہاں اسلم کو الی کے ذریعے متعدی بنایا گیا ہے جبکہ بل من اسلم وجہہ للہ [البقرہ: ۱۱۲] میں لام سے متعدی بنایا گیا ہے۔ لام کے ساتھ اس کا معنی یہ ہے اس نے اپنی ذات اور نفس اس طرح کر دیا کہ وہ سالم یعنی خالص ہے اللہ تعالیٰ کیلئے۔ الی کے ساتھ اس کا معنی یہ ہے اس نے سپرد کر دیا اپنے نفس کو اس طرح کہ جیسے سامان کسی شخص کے سپرد کیا جاتا ہے مراد اس سے اللہ تعالیٰ پر توکل اور اس کی بارگاہ میں سپردگی ہے۔

وَهُوَ مُحْسِنٌ (اس حال میں کہ مخلص ہو) ان کاموں میں جو کرے فَقَدِ اسْتَمْسَكَ (پس اس نے تھام لیا) اور وہ چٹ

گیا استمساک، یہ تمسک اور تعلق کے معنی میں ہے۔

بِالْعُرْوَةِ (مضبوط پڑے کو) العروۃ: وہ کھونٹا جس سے کسی چیز کو لٹکا یا جائے۔ الْوُثْقَى (مضبوط) یہ اوثق کی مؤنث ہے اس آیت میں متوکل کی حالت کو اس آدمی کی حالت سے مثال دی گئی جو بلند چوٹی سے نیچے لٹکنا چاہتا ہے۔ اس نے احتیاط کرتے ہوئے مضبوط رسی والے کھونٹے کو تھام لیا جو انقطاع سے محفوظ و مامون ہے۔ وَاللّٰهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ (اور تمام کاموں کا انجام اللہ تعالیٰ ہی کی طرف پہنچے گا۔) یعنی اس ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں پس وہ ان پر بدلہ دیگا۔

۲۳: وَمَنْ كَفَرَ (اور جس نے کفر کیا) اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد نہ کیا۔ فَلَا يَحْزُنُكَ كُفْرُهُ (اس کا کفر آپ کو غم میں مبتلا نہ کرے)۔

قراءت: نافع نے يُحْزِنُكَ پڑھا ہے۔ حزن و احزن جو کفر اختیار کرتا ہے اس کا کفر آپ کو غمزدہ نہ کرے۔

إِنَّا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُوا (ان سب کو ہمارے ہی پاس لوٹنا ہے پس ہم ان کو بتلا دیں گے جو کچھ وہ کیا کرتے تھے) پس ہم ان کو ان کے اعمال پر سزا دیں گے۔ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ (بیشک اللہ تعالیٰ سینوں کی باتوں کو جاننے والے ہیں) بلاشبہ اللہ کو اپنے بندوں کے سینوں کی باتوں کا علم ہے پس اس کے مطابق ان سے سلوک کرے گا۔

۲۴: نُمَتِّعُهُمْ (ہم ان کو عیش دیے ہوئے ہیں) ایک مدت تک قَلِيلًا (تھوڑی) دنیا میں ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ (پھر ہم ان کو مجبور کریں گے) کشاں کشاں لے جائیں گے۔ إِلَيَّ عَذَابٍ غَلِيظٍ (ایک سخت عذاب کی طرف) عذاب کے لازم اور لاحق ہونے کو مضطر و مجبور کے اضطرار سے تشبیہ دی ہے۔ الغلظ کا لفظ جو سخت اجسام کیلئے آتا ہے۔ عذاب کی شدت ظاہر کرنے کے لئے بطور استعارہ استعمال ہوا ہے۔ اصل مقصود یہاں عذاب پانے والے پر بوجھ و شدت ہے۔

وَلَیْنُ سَأَلْتَهُمْ مِّنْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَیْقُوْلُنَّ اِنَّ اللّٰهَ قُلُّ الْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلَّ

اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ آسمانوں کو اور زمین کو کس نے پیدا فرمایا تو وہ ضرور ضرور یہ جواب دیں گے کہ اللہ نے پیدا فرمایا آپ فرمادیجئے کہ سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے بلکہ

اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۲۵﴾ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ ﴿۲۶﴾

ان میں اکثر لوگ نہیں جانتے، اللہ ہی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اہل شبہ وہ بے نیاز ہے سب خوبیوں والا ہے

وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَوْ قَلَمٍ اَوْ الْبَحْرِ یَمُدُّهُ مِنْۢ بَعْدِ سَبْعَةِ

اور زمین میں جتنے بھی درخت ہیں اگر وہ سب قلم بن جائیں اور یہ جو سمندر ہے اس کے بعد سات سمندر اس میں اور شامل

اَبْحُرِّ مَا نَفِذَتْ كَلِمَتُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴿۲۷﴾ مَا خَلَقَكُمْ وَاَبَعَثَكُمْ اِلَّا

ہو جائیں تو اللہ کے کلمات قسم نہ ہوتے، بلاشبہ اللہ عزیز ہے حکیم ہے نہیں ہے تمہارا پیدا کرنا اور موت کے بعد اتھا عمر

كَنْفَسٍ وَّاحِدَةٍ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ بَصِیْرٌ ﴿۲۸﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یُوَلِّجُ الْاَیْلَ فِی النَّهَارِ

ایک ہی جان کی طرح بلاشبہ اللہ سننے والا ہے دیکھنے والا ہے۔ اے مخاطب! کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ داخل کرتا ہے رات کو دن میں اور دن کو رات میں ہے دن کو

وَّیُوَلِّجُ النَّهَارَ فِی الْاَیْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلُّ یَجْرِیْ اِلَیَّ اَجَلٍ مُّسَمًّیٍّ وَّ

رات میں اور اس نے چاند اور سورج کو سخر فرمایا، ہر ایک اپنے وقت مقررہ تک چلتا ہے اور

اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ﴿۲۹﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ

بلاشبہ اللہ ان کاموں سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو، یہ اس وجہ سے ہے کہ بلاشبہ اللہ سچ ہے اور بلاشبہ یہ لوگ اس کے علاوہ جن چیزوں کی عبادت کرتے ہیں

الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِیُّ الْكَبِیْرُ ﴿۳۰﴾

دوہ ظل ہیں اور بلاشبہ اللہ عالی شان ہے اور بڑا ہے۔

۲۵: وَلَیْنُ سَأَلْتَهُمْ مِّنْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ (اور اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ آسمان و زمین) وَالْاَرْضِ لَیْقُوْلُنَّ اِنَّ اللّٰهَ قُلُّ الْحَمْدُ لِلّٰهِ (کو پیدا کیا تو وہ ضرور یہی جواب دیں گے اللہ تعالیٰ نے) آپ کہہ دیجئے الحمد للہ یہ الزام بطور اقرار ہے کہ وہ ذات جس نے آسمان و زمین کو پیدا کیا وہی اللہ وحدہ لا شریک ہے اسی ہی کیلئے حمد و شکر واجب ہے۔ اور لازم ہے کہ اس کے ساتھ کسی اور کی عبادت نہ کی جائے۔ پھر فرمایا۔

بَلَّ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ (بلکہ ان کی اکثریت جانتی نہیں) کہ یہ بھی ان پر لازم ہے۔ اور جب ان کو خبردار کیا جاتا ہے تو خبردار نہیں ہوتے۔

۲۶: لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِنَّ اللّٰهَ (اور اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ) هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ (وہی بے نیاز خوبیوں والا ہے) الغنی یعنی تعریف کرنے والوں کی حمد سے بے نیاز۔ الحمید حمد کا حقدار ہے۔ خواہ وہ اس کی تعریف نہ بھی کریں۔

۲۷: مشرکین نے کہا یہ وحی عنقریب ختم ہو جائے گی اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتار کر بتلا دیا کہ اللہ تعالیٰ کا کلام ختم نہیں ہو سکتا۔ وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ (اور اگر جتنے درخت زمین میں ہیں قلمیں بن جائیں)۔ وَ الْبَحْرُ يَمُدُّهُ مِنْ بَعْدِهِ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفَدَتْ (اور یہ سمندر اور اس کے ساتھ سات اور سمندر شامل ہو جائیں)۔ كَلِمَتُ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کے کلمات ختم نہ ہوں)۔

قرأت: ابو عمرو اور یعقوب نے البحر کو فتح سے پڑھا ہے۔ ان کے اسم پر عطف کیا ہے۔ اور وہ ما ہے اور بقیہ قراء جنہوں نے رفع پڑھا ہے نمبر ۱۔ انہوں نے ان کے محل اور معمول پر عطف کیا ہے تقدیر کلام اس طرح ہوئی ولو ثبت کون الاشجار اقلاما و ثبت البحر ممدودا بسبعة ابھر۔ اگر درختوں کی قلمیں بن جائیں اور موجودہ سمندر سات سمندروں کے ساتھ مل جائیں۔ نمبر ۲۔ رفع کی دوسری وجہ یہ جملہ ابتدائیہ ہے اور واو حالیہ ہے اس صورت میں معنی یہ ہوگا ولو ان الاشجار قلام في حال کون البحر ممدودا اگر درخت اقلام ہوں اس حال میں کہ سمندروں کے ساتھ اور سمندر ملائے ہوئے ہوں۔ يَمُدُّهُ كُو يَمُدُّهُ بھی پڑھا گیا ہے۔

نکتہ: کلام کا تقاضا یہ تھا کہ اس طرح کہا جاتا ولو ان الشجر اقلام والبحر مداد۔ لیکن مداد کے ذکر کی ضرورت کو یہ مد نے پورا کر دیا کیونکہ اہل عرب کہتے ہیں مد الدواة و امدها گویا بحر اعظم کو بمنزلہ دوات قرار دیا۔ اور سات بھرے سمندروں کو سیاہی قرار دیا کہ وہ اپنی سیاہی اس دوات میں پلنتے رہیں ذرا انقطاع واقع نہ ہو۔

آیت کا معنی یہ ہے اگر تمام روئے زمین کے درخت قلم بن جائیں اور موجودہ سمندر جن کے ساتھ سات اور سمندر مل کر سیاہی بن جائیں اور وہ قلمیں اس سیاہی سے اللہ تعالیٰ کے کلمات کو لکھنا شروع کریں اور لکھتی رہیں پھر بھی اللہ تعالیٰ کے کلمات ختم نہ ہونگے قلم اور سیاہی ختم ہو جائے گی جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا قل لو كان البحر مدادا لكلمات ربي لنفد البحر قبل ان تنفد كلمات ربي [الکہف: ۱۹]

سوال: والبحر يمدده۔ رفع کی ایک صورت میں حال واقع ہے۔ لیکن اس میں کوئی ضمیر نہیں پائی جاتی جو ذور الحال کی طرف راجع ہو؟
جواب: یہ اس محاورہ کی طرح ہے ص جنت والجيش مصطف اور اس طرح کے دوسرے حال جو ظروف کی طرح مستعمل ہوتے ہیں۔

ایک نحوی نکتہ:

شجرہ کو واحد ذکر کیا گیا کیونکہ شجر کی تفصیل اور ایک ایک درخت کر کے پڑتال مراد ہے۔ یہاں تک کہ کوئی جنس شجر اور کوئی

اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرٰی فِی الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ لِيُرِيْكُمْ مِّنْ اٰیٰتِهٖ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ

اے مخاطب کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بلاشبہ کشتی اللہ کی نعمت کے ساتھ سمندر میں چلتی ہے تاکہ وہ تمہیں اپنی نشانیوں میں سے دکھائے، بلاشبہ اس میں ہر ایسے شخص کے لیے

لِكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۳۱﴾ وَاِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلْمِ دَعَوْا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ

نشانیوں میں جو خوب صبر کرنے والا خوب شکر کرنے والا ہو اور جب انہیں موج ڈھانپ لیتی ہے جو سائبانوں کی طرح ہوتی ہے تو وہ خالص اعتقاد کر کے اللہ ہی کو پکارنے لگتے ہیں،

فَلَمَّا نَجَّوْهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمَا يَجْحَدُ بِآيٰتِنَا اِلَّا كُلُّ خٰتِرٍ كَفُوْرٍ ﴿۳۲﴾

پھر جب وہ انہیں نجات دے کر خشکی کی طرف لے آتا ہے تو ان میں سے بعض لوگ راہ اعتدال پر چلتے ہیں، اور ہماری آیتوں کا ہر وہی شخص انکار کرتا ہے جو عبد کا بہت جھوٹا بہت ناشکر ہو۔

قراءت: یدعون یاء کے ساتھ سوائے ابو بکر کے باقی عراقی قراء نے پڑھا ہے۔

الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ (وہ باطل ہے اور بیشک اللہ وہی عالی شان و بڑا ہے)۔ یعنی یہ صفت جو اس کی بیان کی گئی ہے یہ اس کی قدرت کے عجائبات اور اس کی ایسی حکمت میں سے ہے جس سے زندہ لوگ جن کو کچھ قدرت و علم بھی حاصل ہے۔ وہ بھی عاجز ہیں تو وہ جمادبت جن کو یہ اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہیں ان کو کیونکر قدرت حاصل ہو سکتی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ الوہیت برحق اسی ہی کی ذات کیلئے ثابت ہے اور اس کے علاوہ سب کی الوہیت باطل ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی بلند و عالی شان اور بڑی دب دے والی ہے۔

۳۱: اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرٰی فِی الْبَحْرِ (کیا تمہیں معلوم نہیں کہ کشتیاں سمندر میں) اللہ تعالیٰ کے بِنِعْمَتِ اللّٰهِ (فضل سے چلتی ہے۔)

قراءت: الْفُلْكَ كَوَالْفُلْكَ بھی پڑھا گیا ہے۔

ایک کلیہ:

اس کے لئے قانون یہ ہے کہ ہر وہ لفظ کہ جو فُعْلٌ کے وزن پر ہو اس کے عین پر ضمہ جائز ہے جیسا کہ فُعْلٌ كَو فُعْلٌ پڑھنا جائز ہے۔ نعمت اللہ کا معنی احسان و رحمت ہے یا ہوا کی نعمت سے تعبیر کیا کیونکہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ہے۔ لِيُرِيْكُمْ مِّنْ اٰیٰتِهٖ (تاکہ وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھائے) سمندر میں اپنی قدرت کے عجائبات دکھائے جب تم سمندر میں سفر کرو۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ (بلاشبہ اس میں ہر ایسے شخص کیلئے جو صابر) اس کی طرف سے آنے والے ابتلاء پر شُكُوْرٍ (شکر کیلئے نشانیاں ہیں) جو اس کی نعمتوں پر شکر ادا کرنے والا ہے۔ یہ دونوں مؤمن کی صفات ہیں، ایمان کے دو حصے ہیں نمبر ۱۔ نصف شکر نمبر ۲۔ نصف صبر۔ گویا اس طرح فرمایا: اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ مُؤْمِنٍ کہ اس میں ہر مؤمن کیلئے عبرت کی نشانیاں ہیں۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ وَأَخْشَوْا يَوْمًا لَا يَجْزِي وَالِدٌ عَنْ وَاَلِدِهِ وَلَا

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو اور اس دن سے ڈرو جس دن باپ اپنے بیٹے کی طرف سے بدلہ نہ دے گا اور نہ

مَوْلُودٌ هُوَ جَائِزٌ عَنْ وَاَلِدِهِ شَيْئًا إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَلَا تَغْرِبَنَّكُمْ الْحَيَاةُ

کوئی بیٹا اپنے باپ کی طرف سے کچھ بھی بدلہ دینے والا ہوگا۔ بلاشبہ اللہ کا وعدہ حق ہے، سو تمہیں دنیا والی زندگی ہرگز دھوکے میں

الدُّنْيَا وَلَا يَغْرِبَنَّكُمْ بِاللَّهِ الْغُرُورُ ۳۱

نہ ڈال دے، اور ہرگز تمہیں اللہ کا نام لے کر بڑا دھوکہ باز دھوکے میں نہ ڈالے۔

مصیبت میں وہ اللہ کو یاد کرتے ہیں:

۳۲: وَإِذَا غَشِيَهُمْ (اور جب ان کو گھیر لیتی ہیں) یعنی کفار کو مَوْجٌ كَالظُّلْمِ (ساہبانوں کی طرح امواج) موج بلند ہو کر جب لوٹی ہے تو ساہبان کی طرح بن جاتی ہے۔ الظلم یہ ظلمت کی جمع ہے۔ ہر وہ چیز جو تمہیں سایہ دے خواہ پہاڑ ہو یا بادل اور شئی دیگر۔ دَعَا اللَّهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ (وہ اللہ تعالیٰ کو خالص اعتقاد کر کے پکارتے ہیں پھر جب ان کو نجات) اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ (دے کر خشکی کی طرف لے آتا ہے پس ان میں سے بعض اعتدال پر رہتے ہیں) مقتصد کا معنی ایمان و اخلاص پر باقی رہنے والے ہیں جو ایمان پہلے ظاہر ہوا تھا اور وہ کفر کی طرف نہیں لوٹتے۔ نمبر ۲ کفر و ظلم میں زیادہ نہیں بڑھتے بلکہ درمیانے درجہ میں رہتے ہیں اور کچھ ڈانٹ ڈپٹ قبول کرتے ہیں کفر میں غلو اختیار نہیں کرتے۔ نمبر ۳۔ اخلاص میں میانہ رو ہیں وہ اخلاص جو سمندر میں ان سے ظاہر ہوا مطلب یہ ہے اخلاص وقتی ہے جو خوف کے موقع پر پیدا ہوا یہ کسی میں بھی باقی نہیں رہتا۔ اور ایسے میانہ رو بھی نادر و نایاب ہیں۔ وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا (اور ہماری آیات کا انکار فقط وہ لوگ کرتے ہیں) یعنی آیات کی حقیقت کا انکار اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ (جو بد عہد و غدار ہوتے ہیں)۔ الختر (بدترین غداری)۔ كَفُورٍ (ناشکرے ہیں) اپنے رب تعالیٰ کے۔

۳۳: يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ (اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو!) أَخْشَوْا يَوْمًا لَا يَجْزِي وَالِدٌ عَنْ وَاَلِدِهِ وَلَا مَوْلُودٌ هُوَ جَائِزٌ عَنْ وَاَلِدِهِ شَيْئًا (اور نہ بیٹا اپنے باپ کی طرف سے ڈرا بھر مطالبہ ادا کر سکے گا)۔

ایک نکتہ:

یہ جملہ تاکید کے ایسے طریقہ پر وارد ہوا ہے کہ معطوف علیہ اس طرح نہیں کیونکہ جملہ اسمیہ جملہ فعلیہ کی نسبت زیادہ تاکید والا ہے۔ اور اس میں مزید دھوکا ملانا اور مولود کا لانا اس کو اور مولود کد بنا رہے ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ یہاں خطاب ایمان والوں کو فرمایا

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنزِلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ط

بلاشبہ اللہ کے پاس قیامت کا علم ہے، اور وہ بارش کو نازل فرماتا ہے، اور وہ جانتا ہے جو ماؤں کے ارحام میں ہے،

وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ط وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ط

اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کو کیا کرے گا، اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ اسے کس زمین میں موت آئے گی،

اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۳۲﴾

بلاشبہ اللہ جانتے والا ہے باخبر ہے۔

اور ان کے بڑوں کو حالانکہ مسلمانوں کے آباء و اجداد کی اموات کفر میں آئیں (سوائے اقل قلیل کے) پس اس میں مسلمانوں کی اس طمع کو مٹانا مقصود ہے کہ وہ اپنے آباء کفار کی کچھ سفارش قیامت کے دن کر سکیں گے المولود میں تاکید کا معنی اس طرح ہے کہ ان میں سے ایک بچہ اپنے قریب ترین والد کیلئے جس کے بستر پر وہ پیدا ہوا اگر سفارش کرے گا تو وہ بھی قبول نہ ہوگی چہ جائے کہ آباء و اجداد مقدمین کیلئے۔

الولد کا اطلاق:

الولد کا اطلاق بیٹے اور پوتے دونوں پر ہوتا ہے، بخلاف مولود یہ صرف اس پر بولا جاتا ہے جو تیرا اپنا صلیبی بیٹا ہو پوتے پر اطلاق نہیں ہوتا۔ (کذافی الکشاف) اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ (بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ) بعث وحساب و جزاء۔ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمْ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا (برحق ہے پس تمہیں دنیا کی زندگی دھوکا میں مبتلا نہ کر دے) اپنی زینت کے باعث اس کی نعمتیں قریب مگر لذات فانیہ ہیں۔ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغُرُوْرُ (اور نہ تمہیں دھوکہ میں ڈال دے اللہ کے متعلق دھوکہ باز)۔ نمبر ۱۔ شیطان نمبر ۲ دنیا نمبر ۳۔ امید۔

مفتاح الغیب:

۳۴: اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ (بیشک اللہ تعالیٰ ہی کو قیامت کی خبر ہے)۔ یعنی قیامت کے وقوع کا وقت وَيُنزِلُ الْغَيْثَ (اور وہی بارش برساتا ہے)۔

قراءت: يُنَزِّلُ تشدید سے شامی، مدنی، عاصم نے پڑھا ہے۔ اور اس کا عطف اس پر ہے جس کا تقاضا فعل کا ظرف کر رہا ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے ان اللہ یثبت عنده علم الساعة وینزل۔ الغیث (بارش و بادل) اپنے ظہور میں بغیر تقدیم و تاخیر کے وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ (اور وہ جانتا ہے جو کچھ ارحام میں ہے) آیا مذکر ہے یا مؤنث، کامل یا ناقص وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ (اور کوئی نفس نہیں جانتا) خواہ نیک ہو یا بد ما ذات تکسب غداً (وہ کل کیا کمائے گا)۔ خیر یا شر۔ بسا اوقات وہ ارادہ خیر رکھتا ہے

مگر برائی کر گزرتا ہے اور بسا اوقات برائی کا ارادہ کرنے والا ہوتا ہے مگر بھلا کام کر لیتا ہے۔ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ (اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا)۔

یعنی کہاں اس کی موت واقع ہوگی بعض اوقات وہ ایک مقام پر مقیم ہوتا ہے اور اپنے خیمے گاڑے ہوتا ہے زبان سے نعرہ بلند کرتا ہے میں یہاں سے نہ جاؤنگا۔ تقدیر کے فیصلے اس کو اس مکان پر لا ڈالتے ہیں جہاں اس کے متعلق طے ہوتا ہے حالانکہ اس کے کسی گوشہ خیال میں بھی یہ بات نہیں ہوتی۔

روایت تفسیر یہ ہے:

کہ سلیمان علیہ السلام کے پاس موت کا فرشتہ گزرا۔ وہ آپ کے پاس بیٹھنے والوں میں سے ایک کو غور سے دیکھنے لگا آدمی نے اسی دم کہا یہ کون ہے؟ سلیمان علیہ السلام نے فرمایا ملک الموت ہے اس نے کہ اس طرح معلوم ہوتا ہے۔ یہ مجھے چاہ رہا ہے اور سلیمان علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہوا کو حکم دیں وہ مجھے ہندوستان میں ڈال دے آپ نے اس کی بات مان لی۔ پھر ملک الموت سلیمان علیہ السلام سے عرض پیرا ہوا۔ میں اس کی طرف تعجب سے دیکھ رہا تھا کیونکہ مجھے حکم ملا تھا کہ میں اس کی روح ہندوستان میں قبض کروں مگر وہ آپ کے پاس بیٹھا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے علم موت تو اپنے لئے مقرر فرمایا۔ اور درایت بندوں کو عنایت فرمائی کیونکہ درایت میں ہی حیلہ اور چالاکی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کوئی نفس موت کو نہیں جانتا اگرچہ وہ حیلہ کام میں لائے جو اس کے لئے مخصوص ہے۔ اور انسان کیلئے اس کی کمائی اور انجام سے بڑھ کر کوئی چیز خاص نہیں۔ پس جب انسان ان دونوں چیزوں کو معلوم نہیں کر سکتا۔ تو ان کے علاوہ چیزیں تو بہت دور ہیں کہ ان کو جان سکے۔

ایک نجومی کا عمل:

نجومی جو بادل و بارش اور موت کے اوقات کی خبریں دیتے ہیں تو محض قیاس ہے اور ستاروں کے ذریعہ ہے وہ دلیل سے ادراک نہیں کرتے۔ ان کا یہ قیاس غیب نہ بن سکے گا۔ کیونکہ وہ محض گمان و تخمینہ ہے علم نہیں ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا مفاع غیب پانچ ہیں۔ اور آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ [بخاری: ۴۶۹۷، احمد: ۵۸۰، ۵۲، ۲۳/۲] ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جس نے ان پانچ چیزوں میں سے کسی ایک کے علم کا دعویٰ کیا اس نے جھوٹ بولا۔

منصور عباسی کا خواب:

منصور نے خواب میں دیکھا کہ ایک فرشتہ شکل ہے۔ منصور نے اس سے پوچھا میری عمر کتنی باقی ہے اس فرشتے نے اپنی انگلیوں سے اشارہ کیا تعبیر کرنے والوں نے اس کی تعبیر پانچ سال سے کر دی۔ بعض نے پانچ ماہ اور بعض نے پانچ ایام سے کر دی۔ ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا اس میں پانچ انگلیوں سے اس آیت کی طرف اشارہ ہے۔ اس لئے کہ پانچ علوم اللہ تعالیٰ کے

سوا کوئی نہیں جانتا۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ (بیشک اللہ تعالیٰ غیوبات کو جاننے والے ہیں)۔ خَبِيْرٌ (وہ باخبر ہے)۔ جو کچھ ہو چکا اور جو آئندہ ہوگا۔

قول زہری رحمہ اللہ:

سورۃ لقمان کی اکثر قراءت کیا کرو کیونکہ اس میں عجائبات ہیں۔

الحمد للہ سورۃ لقمان کا تفسیری ترجمہ آج بروز بدھ ۷ اذوالحجہ ۱۴۲۳ھ ۱۹ فروری ۲۰۰۳ء قبل الظہر اختتام پذیر ہوا۔

سُورَةُ السَّجْدَةِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَلَاثُونَ آيَةً وَتِلْكَ رُكُوعَاتُهَا

سورۃ السجدہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اس میں تیس آیات اور تین رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

الْم ۱ تَنْزِيلُ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيهِ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۲ أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ

الْم ۱: نازل کی ہوئی کتاب ہے، اس میں کوئی شک نہیں، رب العالمین کی طرف سے ہے، کیا وہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ اس نے جھوٹ بنا لیا ہے،

بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ لِتُنذِرَ قَوْمًا مَّا أَتَاهُمْ مِنْ نَّذِيرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ

بلکہ بات یہ ہے کہ وہ آپ کے رب کی طرف سے حق ہے تاکہ آپ ان لوگوں کو ڈرا سکیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی فرمانے والا نہیں آیا تاکہ وہ لوگ

يَهْتَدُونَ ۳ اللّٰهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ اَيَّامٍ

ہدایت پر آجکیں۔ اللہ وہ ہی ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دن میں پیدا فرمایا

ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ مَالِكُمْ مِّنْ دُونِهِ مِّنْ وَّلِيٍّ وَّلَا شَفِيعٍ ۴ اَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ ۴

پھر عرش پر مستوی ہوا تمہارے لئے اس کے سوا کوئی ولی ہے نہ کوئی سفارشی، کیا تم نہیں سمجھتے؟

۲۴:۱: الْم۔ تَنْزِيلُ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيهِ (الم! یہ نازل کی ہوئی کتاب ہے اس میں کچھ شبہ نہیں)۔ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ (یہ رب العالمین کی طرف سے ہے)

الْم مَخْرُوجٌ: نمبر ۱۔ اگر اس کو سورت کا نام مانا جائے تو یہ مبتدأ ہے اور اس کی خبر تَنْزِيلُ الْكِتَابِ ہے۔ نمبر ۲۔ اگر اس کو حروف مقطعات سے شمار کریں تو پھر تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مبتدأ محذوف کی خبر ہونے کی بناء پر مرفوع ہوگی۔

تَنْزِيلُ الْكِتَابِ: مَخْرُوجٌ: نمبر ۱۔ یہ مبتدأ اور اس کی خبر لَا رَيْبَ فِيهِ ہے۔

لَا رَيْبَ فِيهِ مَخْرُوجٌ: مبتدأ ہونے کی وجہ سے مرفوع اور اس کی خبر مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ ہے اور لَا رَيْبَ فِيهِ جملہ معترضہ ہے اور اس کی ضمیر مضمون جملہ کی طرف راجع ہے گویا کلام اس طرح ہے لَا رَيْبَ فِي ذَلِكَ اِي فِي كَوْنِهِ مَنْزِلًا مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔ اس میں شبہ نہیں یعنی اس کے رب العالمین کی طرف سے منزل ہونے میں شبہ نہیں کیونکہ وہ انسانوں کو عاجز و در ماندہ کرنے والا ہے۔ اور ایسی شئی شبہ سے بعید تر ہے۔ پھر اس سے اعراض کرتے ہوئے فرمایا۔

يُدْبِرُ الْأَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ

وہ آسمان سے لیکر زمین تک ہر امر کی تدبیر کرتا ہے، پھر ہر امر اس کے حضور میں ایک ایسے دن میں پہنچ جائے گا جس کی مقدار

أَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ ﴿۵﴾

تمہاری گنتی کے مطابق ایک ہزار سال ہوگی۔

جب یہ اللہ کا اتارا ہوا ہے تو اس کو مفتری کہنے کی کوئی وجہ نہیں:

۳: اَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ (کیا وہ کہتے ہیں کہ اس کو پیغمبر نے گھڑ لیا ہے) یعنی محمد ﷺ اس کو بنا کر لائے ہیں۔ کیونکہ ام منقطعہ ہے جو کہ بل کے معنی میں ہے ہمزہ انکار و تعجب کیلئے ہے کلام اس طرح ہے بل ايقولون افتراه (بلکہ کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ اس کو بنا لیا ہے) اس لئے کہ قرآن تین آیات جو اس کی مثل ہوں کے چیلنج سے ان کے بلغاء کو عاجز کر چکا (پھر کس منہ سے اس کو من گھڑت کہتے ہیں) بَلْ هُوَ الْحَقُّ (بلکہ یہ سچی کتاب ہے) پھر ان کے انکار سے اعراض کرتے ہوئے اثبات کی طرف رخ پھیر دیا کہ بیشک وہ برحق ہے۔ مِنْ رَبِّكَ (آپ کے رب کی جانب سے ہے) اس کو محمد ﷺ نے خود نہیں بنایا۔ جیسا کہ کفار مکہ محض ضد اور جہالت کی وجہ سے کہتے تھے۔ لِنُنذِرَ قَوْمًا (تاکہ آپ ان لوگوں کو ڈرائیں) قوم سے اہل عرب مراد ہیں۔ مَا آتَاهُمْ مِنْ نَّذِيرٍ مِّنْ قَبْلِكَ (جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا)۔

نَحْوِ: ماء نافیہ ہے اور جملہ قوما کی صفت حالت نصی میں واقع ہے۔ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ (تاکہ وہ لوگ راہ پر آجائیں) رسول اللہ ﷺ کی طرف سے امید کی بناء پر لعل لایا گیا جیسا کہ موسیٰ و ہارون کی طرف سے امید پر ان کے لئے استعمال ہوا۔ لعلہ

یتذکر [طہ: ۹۴]

خالق و مدبر وہی ہے:

۴: اَللّٰهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے آسمانوں اور زمین) وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ (اور جو کچھ ان کے مابین ہے چھ دن کے عرصہ میں پیدا کیا پھر عرش پر قائم ہوا) پھر عرش پر استیلاء کیا اس کے احداث کے سبب۔ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ (تمہارے لئے اس کے سوا) اللہ تعالیٰ کے سوا مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا شَفِيْعٍ (کوئی مددگار اور سفارش کرنے والا نہیں) یعنی جب تم اس کی رضا مندی سے تجاوز کر جاؤ تو اپنے لئے اس کو مددگار نہ پاؤ جو تمہاری امداد کرے۔ اور نہ کوئی سفارشی پاؤ گے جو تمہاری سفارش کرے۔ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ (کیا تم نصیحت قبول نہیں کرتے) اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے جانے والے مواعظ سے نصیحت حاصل نہیں کرتے۔

۵: يُدْبِرُ الْأَمْرَ (وہ معاملات کی تدبیر کرتا ہے) دُنْيَا کے معاملات کی مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ (آسمان سے زمین تک) یہاں

ذٰلِكَ عِلْمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ﴿۶﴾ الَّذِيْ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ

وہی پوشیدہ اور ظاہر چیزوں کا جاننے والا ہے زیروست ہے رحمت والا ہے اس نے جو چیز بنائی خوب بنائی،

وَبَدَا خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ﴿۷﴾ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّاءٍ مَّهِينٍ ﴿۸﴾

اور انسان کی پیدائش کی ابتداء مٹی سے کی، پھر اس کی نسل کو ذلیل پانی سے نکالی ہوئی چیز بنایا،

ثُمَّ سَوَّاهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهِ وَجَعَلَ لَكُمْ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ ﴿۹﴾

پھر اس کو ٹھیک طرح بنا دیا، اور اس میں اپنی روح پھونک دی، اور تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل بنا دیئے۔

قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۹﴾ وَقَالُوْا اِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ اِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿۱۰﴾

تم کم شکر ادا کرتے ہو اور انہوں نے کہا کیا یہ واقعی بات ہے کہ جب مٹی میں رزل بل جائیں گے تو نئے طور پر پیدا ہوں گے،

بَلْ هُمْ بِلِقَايِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۰﴾ قُلْ يَتَوَفَّكُم مَّلٰكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ﴿۱۱﴾

بلکہ بات یہ ہے کہ وہ اپنے رب کی ملاقات کے منکر ہیں۔ آپ فرمادیجئے ملک الموت تمہاری جانوں کو قبض کرتا ہے جو تم پر مقرر ہے

ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱﴾

پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

تک کہ قیامت آجائے ثُمَّ يَخْرُجُ اِلَيْهِ (پھر یہ سب امراسی کی بارگاہ میں پہنچ جائے گا) وہ سارے امور اس کی بارگاہ میں پہنچیں گے تاکہ وہ ان کے مابین فیصلہ فرمائے۔ فِيْ يَوْمٍ كٰنَ مِقْدَارُهُ اَلْفَ سَنَةٍ (ایک ایسے دن میں جس کی مقدار ایک ہزار سال ہے) وہ قیامت کا دن ہے۔ مِمَّا تَعُدُّوْنَ (تمہاری گنتی کے موافق) دنیا کے دنوں کے موافق۔

تردید فرقہ باطلہ:

فرقہ مشہہ کیلئے الیہ کے لفظ سے استدلال کی کوئی گنجائش نہیں ہے وہ اس سے جہت ثابت کرتے ہیں حالانکہ اس سے الی حیث یرضاه۔ (اس کی رضا کا مقام) یا الی امرہ۔ (اس کے حکم کی طرف) مراد ہے جیسا کہ ان آیات میں ان کے لئے الی سے استدلال کا موقعہ نہیں۔ نمبر ۱۔ انی ذاہب الی ربی [الصافات: ۹۹] نمبر ۲۔ انی مہاجر الی ربی [العنکبوت: ۲۶] نمبر ۳۔ و من یرج من بیتہ مہاجرًا الی اللہ [النساء: ۱۰۰]

وہ عالم الغیب والشہادۃ ہے:

۶: ذَلِكْ عِلْمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ (وہی ہے جاننے والا پوشیدہ اور ظاہر باتوں کا) یعنی وہ ان تمام چیزوں کو جو مخلوق سے پوشیدہ یا مخلوق کے مشاہدہ میں ہے جاننے والا ہے۔ الْعَزِيزُ (وہ زبردست ہے) اس کا حکم و تدبیر ہر چیز پر غالب ہے۔ الرَّحِيمُ (وہ مہربان ہے) اس کی نرمی اور آسانیاں انتہاء کو پہنچنے والی ہیں۔

قراءت: ایک قول یہ ہے کہ اس پر وقف نہیں کیونکہ الذی جملہ اس کی صفت ہے۔

اس کی دلیل:

۷: اَلَّذِي (وہ جس نے) یہ ما قبل کی صفت ہے۔ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ (ہر شئی کو خوبصورت بنایا) اس کو خوب بنایا کیونکہ ہر چیز کو تقاضہ حکمت سے مرتب فرمایا گیا ہے۔ خَلَقَهُ قِرَاءَت: کوئی، نافع، بہل نے صفت قرار دیا ای کل شی خلقه فقد احسن۔ ہر چیز جو اس نے پیدا کی خوب بنایا۔ دیگر قراء نے خَلَقَهُ بدل قرار دیا۔ تقدیر کلام یہ ہے۔ احسن خَلَقَ كل شیء ہر چیز کی پیدائش کو خوب بنایا۔ وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنْسَانِ مِنْ طِينٍ (اور انسان کی تخلیق کی ابتداء مٹی سے کی) الانسان الف لام عہد کا ہے اور مراد آدم ہیں۔ ۸: ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ (پھر اس کی نسل کو بنایا) اس کی اولاد کو۔ مِنْ سُلَلَةٍ (خلاصہ اختلاط سے) یعنی نطفہ مِنْ مَاءٍ (یعنی پانی سے) مراد مٹی ہے۔

نَحْوُ: یہ سلالہ سے بدل ہے۔ مَّهِينٍ (بے قدر سے) کمزور و حقیر۔

دوسری دلیل:

۹: ثُمَّ سَوَّاهُ (پھر اس کے اعضاء درست کئے) جیسا کہ فرمایا فی احسن تقویم [التین: ۴] وَنَفَخَ (اور اس نے پھونکی) داخل کی۔ فِيهِ مِنْ رُوحِهِ (اس میں اپنی روح)

نَحْوُ: اس میں اضافت تخصیص کیلئے ہے گویا اس طرح فرمایا و نفخ فیہ من الشی الذی اختص ہو بہ و بعلمہ اس نے اس میں ایسی شئی پھونک دی جس کے وہ خاص ہے۔ اپنے علم کے ساتھ خاص ہے۔

تیسری دلیل:

وَجَعَلَ لَكُمْ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ (اور اس نے کان، آنکھیں اور دل بنا دیے) تاکہ تم سن، دیکھ اور سمجھ سکو۔ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ (بہت کم شکر یہ تم لوگ ادا کرتے ہو) تم شکر کم کرتے ہو۔

۱۰: وَقَالُوا (اور لوگ کہتے ہیں) یہ کہنے والا ابی بن خلف تھا کیونکہ اس کی یہ بات سب کو پسند تھی اس لئے سب کی طرف اسناد و نسبت کر دی۔ إِذَا ضَلَلْنَا فِي الْأَرْضِ (کیا جب ہم زمین میں نیست و نابود ہو گئے) یعنی مٹی ہو گئے اور زمین کی مٹی سے اس طرح

رل مل گئے اس سے امتیاز نہیں کیا جاسکتا جیسا کہ پانی اور دودھ مل جاتے ہیں۔ نمبر ۲۔ زمین میں دفن ہو کر غائب ہو گئے۔

قراءت: علی نے ضَلَّلْنَا لام کے کسرہ سے پڑھا ہے کہا جاتا ہے ضَلَّ يَضِلُّ - ضَلَّ يَضِلُّ۔

نَحْوُ: اذا ظرف اذا ضللنا میں منصوب ہوگا اس پر انا لفی خلق جدید دلالت کرتا ہے۔

أَنَا لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ (کیا ہم نئی پیدائش میں آئیں گے) اور وہ دوبارہ اٹھنا ہے۔ بَلْ هُمْ بِلِقَائِي رَبِّهِمْ كَافِرُونَ (بلکہ وہ اپنے رب کی ملاقات کے منکر ہیں) ضد سے انکار کرنے والے ہیں۔ جب ان کے انکار بعث بعد الموت کو ذکر کیا تو اس سے بلیغ ترکی طرف اعراض کرتے ہوئے فرمایا۔ اور وہ یہ ہے کہ وہ آخرت میں جو کچھ بھی ہونے والا ہے اس سب کے منکر ہیں فقط بعث ہی کے منکر نہیں۔

۱۱: قُلْ يَتَوَفَّكُم مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ (کہہ دیجئے تمہاری جان موت کا فرشتہ قبض کرتا ہے جو تم پر متعین) ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ تُرْجَعُونَ (ہے پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے) تم کو موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر ہے وہ قبض کرے گا تمہاری ارواح کو قبض کر کے پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ اس کے بعد حساب و کتاب کیلئے تم اٹھائے جاؤ گے۔ لقاء اللہ کا یہ معنی ہے۔

منکرین آخرت کو فہمائش:

التوفی: روح کو پورا پورا لینا تم سب کی ارواح کو قبض کیا جائے گا۔ اہل عرب کہتے ہیں یوفیت حقی من فلان۔ جبکہ پورا پورا بغیر کسی نقصان کے لے لیا جائے۔

قول مجاہد رحمہ اللہ ہے کہ ملک الموت کیلئے زمین سمیٹ دی جاتی اور ایک پلیٹ کی طرح کردی جاتی ہے وہ جہاں سے چاہتا ہے روح لے لیتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ملک الموت ارواح کو آواز دیتا ہے تو وہ اس کو جواب دیتی ہیں پھر اپنے ساتھیوں کو حکم دیتا ہے وہ اس کو قبض کر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی اس سب کا حکم دینے والے ہیں۔ وہی مخلوقات کے افعال کا خالق ہے یہ اس آیت اور دوسری آیات توفتہ رسلنا [الانعام: ۶۱] میں اور اللہ یتوفی الانفس حین موتھا [الزمر: ۴۲] میں موافقت کی ایک صورت ہے۔

وَلَوْ تَرَىٰ اِذَا الْمُجْرِمُونَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ رَبَّنَا ابْصُرْنَا وَسَمِعْنَا فَاَرْجِعْنَا

ہوئے غالب اگر تو اس موقع کو دیکھے جبکہ مجرم لوگ اپنے رب کے سامنے سر جھکانے ہوئے ہوں گے تو عجب منظر دیکھے گا، یہ لوگ کہہ رہے ہوں گے کہ اے ہمارے رب ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا سو ہم کو

نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوقِنُونَ ﴿۱۲﴾ وَلَوْ شِئْنَا لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدًى وَلٰكِنْ حَقَّ

واپس بھیج ہم نیک عمل کریں گے بلاشبہ ہمیں یقین آگیا۔ اور اگر ہم چاہتے تو ہر نفس کو اس کی ہدایت دے دیتے اور لیکن میری طرف سے یہ بات

الْقَوْلُ مِنِّي لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِينَ ﴿۱۳﴾ فَذُوقُوا بِمَا نَسِيتُمْ

طے ہو چکی ہے کہ میں ضرور ضرور جہنم کو جنات سے اور انسانوں سے بھر دوں گا جو اس میں اکٹھے ہوں گے۔ سو تم آج کے دن کی ملاقات کو

لِقَاءِ يَوْمِكُمْ هٰذَا اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ وَذُوقُوا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾

بھول جانے کی وجہ سے چکھ لو، بلاشبہ ہم نے تمہیں بھلا دیا اور تم جو اعمال کیا کرتے تھے ان کی وجہ سے ہمیشگی والا عذاب چکھ لو۔

۱۲: وَلَوْ تَرَىٰ (اور اگر آپ دیکھیں) یہ خطاب رسول اللہ ﷺ کو ہے نمبر ۲۔ ہر ایک کو خطاب ہے۔

تَحْجُو: لَوَاتِنَاعِيہ ہے اور اس کا جواب محذوف ہے ای لرأیت امرًا عظیمًا۔

مجرمین کا حال:

اِذَا الْمُجْرِمُونَ (جبکہ یہ مجرم لوگ) وہی لوگ ہیں جنہوں نے اِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ [السجده: ۱۰] کے الفاظ کہے تھے۔ لو اور اِذَا دُونُوں ماضی کیلئے آتے ہیں اور یہ جائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو منتظر ہے وہ بھی موجود ہی کی طرح ہے۔ تری اور جن کو یہ شامل ہے ان کے لئے مقدر ماننے کی ضرورت نہیں گویا اس طرح فرمایا گیا ولو لتكون منك الرؤية اور اذا اس کا ظرف ہے۔

نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ (وہ اپنے سروں کو جھکانے والے ہونگے) ذلت، حیا، اور شرمندگی کی وجہ سے۔ عِنْدَ رَبِّهِمْ (اپنے رب کے ہاں) اپنے رب کے ہاں حساب دیتے وقت۔ اس پر وقف جائز ہے کیونکہ حذف کا حق ہے کیونکہ تقدیر کلام بقولون رَبَّنَا ابْصُرْنَا (اے ہمارے رب ہم نے دیکھ لیا) تیرا وعدہ اور وعید سچی ہے۔ وَسَمِعْنَا (اور ہم نے سن لیا) تیری طرف سے تیرے رسولوں کی تصدیق یا ہم اندھے اور بہرے تھے پس ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا۔ فَاَرْجِعْنَا (تو ہمیں واپس لوٹا دے) دنیا کی طرف نَعْمَلْ صَالِحًا (ہم نیک عمل کریں گے) ایمان و اطاعت اختیار کریں گے۔ اِنَّا مُوقِنُونَ (بیشک ہم یقین کرنے والے ہیں) بعث بعد الموت اور حساب پر۔

۱۳: وَلَوْ شِئْنَا لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ (اگر ہمیں منظور ہوتا تو ہم ہر نفس کو) دنیا میں هُدًى (اس کا راستہ عطاء فرماتے) یعنی اگر ہم چاہتے تو ہر نفس کو وہ مہربانی جو ہمارے پاس ہے وہ دے دیتے جس کو اگر وہ اختیار کر لیتے تو ہدایت پا جاتے لیکن ہم نے ان کو وہ

مہربانی عنایت نہ کی کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ وہ کفر کو اختیار کریں گے اور وہ اس کو ترجیح دیں گے۔

ردِ معترزلہ:

کیونکہ معترزلہ کے ہاں اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ ہر نفس کو وہ چیز دے جس سے وہ ہدایت پائے اور اس نے دے بھی دی لیکن اس نے ہدایت نہ پائی۔ معترزلہ نے اس آیت کی تاویل مشیتِ جبر سے کی ہے اور یہ فاسد تاویل ہے جیسا کہ دلائل سے معلوم ہو چکا۔ وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّي لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ (لیکن یہ بات ثابت ہو چکی کہ میں جہنم کو جنات اور انسان دونوں) وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ (سے بھروں گا۔) لیکن یہ بات میری طرف سے لازم ہو چکی اس لئے کہ میں جانتا ہوں کہ وہ ایسے اعمال کریں گے جو ان پر جہنم کو واجب کر دیں گے۔ اور وہ اسی طرح ہوا جیسا اس کے علم میں تھا کہ وہ رد و تکذیب کو پسند کریں گے۔

نکتہ تخصیص:

جن و انس کی تخصیص سے اشارہ کر دیا کہ ملائکہ اس قسم کے اعمال سے معصوم ہیں جو جہنم کو واجب کرنے والے ہیں۔ ۱۴: فَذُوقُوا (پس تم چکھو) عذاب کو بِمَا نَسِيتُمْ لِقَاءَ (اس وجہ سے کہ تم نے اس دن کی ملاقات کو بھلا دیا) اس وجہ سے کہ تم نے ملاقات کے اعمال کو ترک کر دیا۔ يَوْمَكُمْ هَذَا (وہ عمل ایمان ہے جس کو بھلایا)۔ اِنَّا نَسِينُكُمْ (بیشک ہم نے تمہیں بھلا دیا) یعنی بھلائے ہوئے کی طرح عذاب میں چھوڑ دیا۔ وَذُوقُوا عَذَابَ الْخُلْدِ (تم ہمیشہ کا عذاب چکھو) دائمی عذاب جو منقطع نہ ہوگا۔ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ (اپنے اعمال کی وجہ سے) وہ کفر اور دیگر معاصی ہیں۔

اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا الَّذِينَ إِذَا ذُكِرُوا بِهَا خَرُّوا سُجَّدًا وَسَبَّحُوا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ

ہماری آیات پر وہی لوگ ایمان لاتے ہیں کہ جب ان کو آیات یاد دلائی جاتی ہیں تو وہ سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور اپنے رب کی تسبیح بیان کرتے ہیں جس کے ساتھ حمد بھی ہوتی ہے

وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ۱۵ تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا

اور وہ تکبر نہیں کرتے۔ ان کے پہلوئینے کی جگہوں سے جدا ہوتے ہیں وہ ڈرتے ہوئے

وَطَمَعًا ۙ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ۱۶ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ

اور امید باندھتے ہوئے اپنے رب کو پکارتے ہیں اور ہم نے انہیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ سو کسی شخص کو اس کا علم نہیں ہے جو ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک کا

أَعْيُنٍ ۙ جَزَاءً لِّمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۱۷ أَفَمَن كَانَ مُؤْمِنًا كَمَن كَانَ فَاسِقًا لَّا يَسْتَوُونَ ۱۸

سامان پوشیدہ رکھا گیا ہے یہ ان اعمال کا بدلہ ہوگا جو دنیا میں کیا کرتے تھے سو جو شخص مومن ہو گیا وہ فاسق کی طرح ہو سکتا ہے؟ برابر نہیں ہیں

أَمْ آ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ جَنَّاتُ الْمَأْوَىٰ نُزُلًا بِمَا كَانُوا

جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان کے لئے باغ ہوں گے ٹھہرنے کی جگہوں میں یہ بطور مہمانی ان اعمال کے بدلہ ہوں گے جو دنیا میں

يَعْمَلُونَ ۱۹ وَأَمْ آ الَّذِينَ فَسَقُوا فَمَا لَهُمْ النَّارُ ۙ كُلَّمَا أَرَادُوا أَن يَخْرُجُوا مِنْهَا

کیا کرتے تھے۔ اور جن لوگوں نے نافرمانی کی ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے جب بھی اس میں سے نکلنے کا ارادہ کریں گے

أُعِيدُوا فِيهَا وَقِيلَ لَهُمْ ذُوقُوا عَذَابَ النَّارِ الَّتِي كُنْتُمْ بِهِ تَكذِبُونَ ۲۰

اسی میں واپس لوٹا دیئے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ آگ کا عذاب کچھ لو جس کو تم جھٹلاتے تھے۔

ایمان والوں کی صفات:

۱۵: اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا الَّذِينَ إِذَا ذُكِرُوا بِهَا (تو ہماری آیات پر وہ لوگ ایمان لاتے ہیں جب ان کو وہ آیتیں یاد دلائی جائیں) یعنی ان آیات کے ساتھ نصیحت کی جائے خَرُّوا سُجَّدًا (وہ سجدہ میں گر پڑتے ہیں) اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تواضع اور خشوع سے سجدہ ریز ہو جاتے ہیں اور اسلام کی نعمت عنایت ہونے پر شکر یہ میں سجدہ کرتے ہیں۔ وَ سَبَّحُوا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ (اور اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتے ہیں) تسبیح اللہ تعالیٰ کو ان باتوں سے جو اس کی ذات کے لائق نہیں پاک قرار دیتے ہیں۔ حمد اس کی حمد و ثناء بیان کرتے ہیں۔ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ (اور وہ تکبر نہیں کرتے) ایمان لانے اور سجدہ کرنے سے تکبر نہیں کرتے۔

۱۶: تَتَجَافَىٰ (اور علیحدہ رہتے ہیں) دور اور الگ رہتے ہیں جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ (ان کے پہلو خواب گاہوں سے) مضامین

بستر اور سونے کے مقامات۔

سہل عِبْدِہٖ كَا قَوْلِ:

ایک جماعت کو اس نے ایک عطیہ دیا اور وہ یہ ہے کہ ان کو اپنے سے مناجات کی اجازت دی اور ان کو اپنے وسیلہ میں سے قرار دیا۔ پھر اس پر ان کی تعریف و مدح کی اور فرمایا تَتَجَاوَى جَنُوبَهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ - يَدْعُونَ رَبَّهُمْ (وہ اپنے رب کو پکارتے ہیں) اپنے رب کی عبادت کرتے ہوئے پکارتے ہیں۔

خَوْفًا وَطَمَعًا (امید و خوف سے) یہ مفعول لہ ہے مطلب یہ ہے لاجل خوفہم من سخطہ و طمعہم فی رحمته وہم المتہتجدون اس کی ناراضی کے خوف اور اس کی رحمت کی طمع میں اس حال میں کہ وہ تہجد گزار ہوتے ہیں۔

قول رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

اس کی تفسیر میں فرمایا بندے کا رات کو قیام کرنا۔ [رواہ احمد ۵/۲۳۲، ۲۳۳] ابن عطاء کہتے ہیں ان کے پہلو غفلت کے بستر کی بجائے قربت کے قالین کے خواہشمند ہیں یعنی رات کو نماز پڑھتے ہیں۔

انس رضی اللہ عنہ کا قول کہ آنحضرت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے بعض اصحاب نماز مغرب عشاءِ اخیرہ تک پڑھتے رہتے۔ انہی کے بارے میں یہ آیت اتری۔ (ابن مردویہ) ایک قول یہ ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو عشاء کی نماز پڑھ کر سوتے ہیں اس سے پہلے نہیں سوتے۔ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ (اور جو ہم نے رزق دیا وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں) اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں صرف کرتے ہیں۔

مخفی عمل کا مخفی بدلہ:

۱: فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ (پس کسی شخص کو معلوم نہیں جو جو آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان ان کے لئے خزانہ غیب میں موجود ہے) مایہ الذی کے معنی میں ہے ای الذی۔

قراءت: أُخْفِيَ حکایت نفس کے طور پر حمزہ، یعقوب نے پڑھا ہے۔

مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ (آنکھوں کی ٹھنڈک) کوئی نہیں جانتا کہ ان کیلئے کیا عظمت کی چیزیں ہیں۔ جَزَاءً (بدلہ کے طور پر)

مَخْفُوءٍ: یہ جو زوا مصدر کا مفعول ہے۔

بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (ان اعمال کے بدلہ میں جو وہ کرتے تھے)

حسن رحمہ اللہ کا قول:

جو لوگ دنیا میں اعمال سب سے چھپا کر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے وہ چھپا رکھا ہے جو کسی آنکھ نے دیکھا نہیں اور نہ کسی کان نے سنا۔

مَسْتَبَلَّةٌ: اس میں دلیل ہے کہ اس سے مراد رات کی نماز ہے۔ تاکہ بدلہ اس کے موافق ہو (وہ بھی مخفی وہ بھی مخفی)

وَلَنذِيْقَنَّهُمْ مِنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿۳۱﴾

اور ضرور ضرور ہم انہیں بڑے عذاب سے پہلے قریب والا عذاب چکھا دیں گے تاکہ وہ باز آجائیں،

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِآيَاتِ رَبِّهِ ثُمَّ أَعْرَضَ عَنْهَا إِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِينَ

اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہو گا جسے اس کے رب کی آیات یاد دلائی جائیں پھر وہ ان سے اعراض کرے، بلاشبہ ہم مجرمین سے

مُنْتَقِمُونَ ﴿۳۲﴾

بدلہ لینے والے ہیں۔

کافر و مؤمن میں فرق:

۱۸: لَمِطٌ: پھر بیان کیا کہ جو نور ایمان و طاعت کے ساتھ ہے وہ اس کے برابر نہیں جو کفر و عصیان کے اندھیرے میں ڈوبا ہوا ہے فرمایا: أَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا (تو جو شخص مؤمن ہو گیا وہ اس شخص جیسا ہو جائے گا جو کافر ہے) فاسق یہاں کافر کے معنی میں ہے کیونکہ دونوں من پر محمول ہیں اور ایمان کا مقابل کفر ہوتا ہے۔ لَا يَسْتَوُونَ (وہ آپس میں برابر نہیں ہو سکتے) معنوی اعتبار سے اس کی دلیل اگلے ارشاد میں ہے۔

مؤمن کا بدلہ:

۱۹: أَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ جَنَّاتُ (جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کئے پس ان کے لئے ہمیشہ کا ٹھکانہ) الْمَأْوَىٰ (جنتیں ہیں) جنت الماویٰ یہ جنت کی ایک قسم ہے جہاں ارواح شہداء قیام پذیر ہوتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے۔ یہ عرش کی دائیں جانب ہے۔ نَزَّلًا بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔ (ان کے اعمال کے بدلہ میں بطور مہمانی) یہ عطیہ ان کے اعمال کے بدلہ میں ہوگا۔ النزل اول تو یہ مہمان کو پیش کیا جانے والا عطیہ تھا پھر اس کا استعمال عام عطیہ کیلئے ہونے لگا۔

کافر کا بدلہ:

۲۰: وَأَمَّا الَّذِينَ فَسَقُوا فَمَأْوَاهُمُ النَّارُ (اور جو لوگ کافر ہوئے پس ان کا ٹھکانہ آگ ہے) ماویٰ کا معنی پناہ گاہ اور اترنے کی جگہ کَلَّمَا أَرَادُوا أَنْ يَخْرُجُوا مِنْهَا أُعِيدُوا فِيهَا وَقِيلَ لَهُمْ (وہ لوگ جب اس سے نکلنے کا ارادہ کریں گے پھر اس میں دھکیل دیے جائیں گے اور انہیں کہا جائے گا) ان کو جہنم کے داروغہ کہیں گے۔ ذُوقُوا عَذَابَ النَّارِ الَّتِي كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُونَ (تم دوزخ کا وہ عذاب چکھو جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے)۔

مَسْتَلَّةٌ: یہ دلیل ہے کہ یہاں فاسق سے مراد کافر ہے کیونکہ تکذیب ایمان کے بالمقابل ہے۔

۲۱: وَلَنْذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى (اور ضرور ہم ان کو قریب کا عذاب چکھائیں گے) دنیا میں قید کا عذاب اور وہ سات سال کا قحط جو ان پر مسلط کیا گیا دُونَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ (بڑے عذاب سے پہلے) بڑے عذاب سے آخرت کا عذاب مراد ہے۔ ہم ان کو عذاب آخرت تک پہنچنے سے پہلے چکھائیں گے۔

دارانی کا قول:

تھذاب ادنیٰ سے رسوائی و ذلت مراد ہے اور عذاب اکبر سے ہمیشہ کی آگ۔

ایک قول:

عذاب ادنیٰ سے عذاب قبر مراد ہے۔

لَعَلَّهُمْ (شاید کہ وہ) جن کو قریبی عذاب دیا گیا ہے۔ يَرْجِعُوْنَ (باز آئیں) کفر سے توبہ کریں۔

اعراضِ حقِ عقلِ سلیم سے بعید تر ہے:

۲۲: وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ (اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہے جس کو یاد دلائی جائیں) نصیحت کی جائے بِاٰیٰتِ رَبِّهِ (اس کے رب کی آیات) یعنی قرآن مجید کے ذریعہ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا (پھر وہ ان سے اعراض کرے) ان سے منہ موڑے اور ان میں تدبر نہ کرے۔

تَمَّ استبعاد کیلئے آتا ہے۔ ایسی آیات جو اس قدر واضح، روشن اور سیدھے راستہ کی طرف راہنما اور سعادتِ عظمیٰ سے نوازنے والی ہوں ان سے نصیحت کرنے کے بعد جو آدمی اور اعراض کرے گا اس کا اعراض عقلِ سلیم سے بہت دور ہے۔ جیسا کہ تم اپنے دوست کو کہو۔ تو نے ایسی فرصت پائی مگر پھر اس سے فائدہ نہ اٹھایا؟ درحقیقت یہ بات اس کے فرصت کو غنیمت نہ جاننے سے استبعاد کا اظہار کرتے ہوئے تم نے کہی۔ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ (بلاشبہ ہم مجرمین سے انتقام لینے والے ہیں)

فَاِنَّكَ: یہاں منہ نہیں فرمایا کیونکہ جب اس کو اظلم الظالمین قرار دیا پھر عام مجرمین کو اپنے انتقام سے ڈرایا اس سے بڑے ظالم کو انتقام کا بڑا حصہ پانے کا ثبوت خود مل گیا۔ اگر صراحت کی بجائے ضمیر لائی جاتی تو یہ فائدہ حاصل نہ ہو سکتا۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَلَا تَكُنْ فِي مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَائِهِ وَجَعَلْنَاهُ

اور بلاشبہ ہم نے موسیٰ کو کتاب دی سو آپ اس کے ملنے میں کچھ شک نہ کیجئے اور ہم نے ان کو

هُدًى لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ ۚ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ آيْمَةً يَّهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا

بنی اسرائیل کے لیے موجب ہدایت بنایا تھا۔ اور ہم نے ان میں سے پیشوا بنائے جو ہمارے حکم سے ہدایت دیتے تھے جبکہ انہوں نے

صَبْرًا وَاقْتَدُوا بِآيَاتِنَا يُوقِنُونَ ۚ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُم يَوْمَ

صبر کیا، اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے۔ بلاشبہ آپ کا رب قیامت کے دن ان کے درمیان

الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۚ

ان چیزوں میں فیصلے فرمائے گا جن میں وہ اختلاف کرتے تھے۔

کتاب کا ملنا:

۲۳: وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ (تحقیق ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی تھی) یعنی تورات فَلَا تَكُنْ فِي مِرْيَةٍ (پس آپ شک نہ کیجئے) مریۃ کا معنی شک آتا ہے۔ مِّنْ لِّقَائِهِ (ان کے ملنے میں) موسیٰ علیہ السلام کے کتاب ملنے سے نمبر ۲۔ لیلۃ المعراج میں موسیٰ علیہ السلام سے آپ کی ملاقات نمبر ۳۔ قیامت کے دن کی ملاقات نمبر ۴۔ آخرت میں موسیٰ علیہ السلام کی رب تعالیٰ سے ملاقات اسی طرح نبی اکرم ﷺ سے ملاقات۔ وَجَعَلْنَاهُ هُدًى لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ (ہم نے اس کو بنی اسرائیل کیلئے ہدایت بنایا تھا)۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام پر اتاری جانے والی کتاب کو ان کی قوم کیلئے ہدایت بنایا۔

۲۴: وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ آيْمَةً (اور ہم نے ان میں بہت سے پیشوا بنادے) قراءت: ائمة دونوں ہمزہ کے ساتھ کوفی و شامی نے پڑھا ہے۔ يَّهْدُونَ (وہ ہدایت کیا کرتے تھے) لوگوں کو اور ان کو اللہ تعالیٰ کے دین و شریعت کی طرف دعوت دیتے تھے۔ بِأَمْرِنَا (ہمارے حکم سے) جو خاص انہی کو دیا جبکہ انہوں نے حق اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر صبر اختیار کیا یا معاصی سے اعراض پر چلے رہے۔ لَمَّا صَبَرُوا (جبکہ انہوں نے ثابت قدمی اختیار کی)

قراءت: لَمَّا صَبَرُوا یہ حمزہ و علی کی قرأت ہے۔ دنیا سے بچے رہنے کی وجہ سے۔

مَنْتَلَهُ: اس سے ثبوت ملتا ہے۔ کہ جو صبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو لوگوں کی امامت عنایت فرماتے ہیں۔ وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يُوقِنُونَ (اور وہ ہماری آیات پر یقین رکھتے تھے) وہ ایسا یقینی علم رکھتے تھے جس میں شک کی ذرہ بھر ملاوٹ نہ تھی۔

۲۵: إِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (بیشک آپ کا رب وہی ان کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ کرے گا) نمبر ۱۔

أَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمَا أَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنَ الْقُرُونِ يَمْشُونَ فِي مَسْكِنِهِمْ إِنَّ

کیا ان لوگوں کو اس چیز نے ہدایت نہیں دی کہ ان سے پہلے ہم کتنی ہی امتوں کو ہلاک کر چکے ہیں، یہ لوگ ان کے رہنے کی جگہوں میں چلتے پھرتے ہیں، بلاشبہ

فِي ذَلِكَ لآيَاتٌ أَفَلَا يَسْمَعُونَ ﴿٢٦﴾ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا نَسُوقُ الْمَاءَ إِلَى الْأَرْضِ

اس میں نشانیاں ہیں، کیا یہ لوگ نہیں سنتے کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم سوکھی زمین کی طرف پانی کو روانہ

الْجُرْزِ فَنُخْرِجُ بِهِ زُرْعًا تَأْكُلُ مِنْهُ أَنْعَامُهُمْ وَأَنْفُسُهُمْ أَفَلَا يُبْصِرُونَ ﴿٢٧﴾

کرتے ہیں پھر اس کے ذریعہ کھیتی نکالتے ہیں جس میں سے ان کے مویشی اور خود یہ لوگ کھاتے ہیں، کیا یہ لوگ نہیں دیکھتے۔

الثالثة

انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتوں کے درمیان نمبر ۲۔ مومنوں اور مشرکوں کے درمیان۔ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ (ان باتوں میں جن میں وہ اختلاف کرتے تھے) پس وہاں حق پرست اور باطل پرست ظاہر ہو جائے گا۔
۲۶: أَوَلَمْ (کیا نہیں)۔

نَحْوُ: واو عاطفہ ہے اور معطوف علیہ منوی جو معطوف کی جنس سے ہو اس پر عطف کیلئے لائی گئی ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے ألم یدع۔
یهد ای یبین (یعنی واضح ہوا)

نَحْوُ: اس کا فاعل اللہ ہے اس کی دلیل زید کی قراءت ہے جو بروایت یعقوب نهد ہے۔
لَهُمْ (ان کو) اہل مکہ کیلئے۔ کَم (کتنے)

نَحْوُ: یہ یهد کا فاعل بنانا جائز نہیں ہے کیونکہ کم استفہام کیلئے ہے اور اس میں ماقبل قطعاً عمل نہیں کرتا۔ کم محلاً یہاں منصوب ہے۔
أَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنَ الْقُرُونِ (ہلاک کر چکے ان سے پہلے امتیں) جیسا عاد، ثمود، قوم لوط۔

يَمْشُونَ فِي مَسْكِنِهِمْ (یہ ان کے رہنے کے مقامات میں آتے جاتے ہیں)۔ یعنی اہل مکہ اپنی تجارت کے اسفار میں ان کے بلاد و دیار سے گزرتے تھے۔ إِنَّ فِي ذَلِكَ لآيَاتٌ أَفَلَا يَسْمَعُونَ (بیشک اس میں صاف نشانیاں ہیں کیا وہ لوگ سنتے نہیں) ان نصح کو تا کہ ان سے وہ نصیحت حاصل کرتے۔

۲۷: أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا نَسُوقُ الْمَاءَ (کیا وہ نہیں نظر کرتے اس بات پر کہ ہم پانی پہنچاتے ہیں) ہم بارش اور دریا جاری کرتے ہیں۔ إِلَى الْأَرْضِ الْجُرْزِ (خشک زمین کی طرف) یعنی وہ زمین جس کی نبات منقطع ہو چکی ہو یعنی کاٹ لی گئی ہو نمبر ۱۔ یا تو پانی نہ ملنے کی وجہ سے نمبر ۲۔ یا اس لئے کہ اس کو چروا لیا گیا۔

جرز: اس زمین کو ہرگز نہیں کہتے جو فصل نہ اگائے اس کی دلیل یہ قول ہے فَنُخْرِجُ بِهِ زُرْعًا الْآيَةُ فَنُخْرِجُ بِهِ (پھر ہم اس سے نکالتے ہیں) ہ سے مراد پانی ہے۔ زُرْعًا تَأْكُلُ مِنْهُ (کھیتی جس سے کھاتے ہیں) ہ سے مراد کھیتی أَنْعَامُهُمْ (ان کے

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَذَا الْفَتْحُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٢٨﴾ قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ فتح کب ہو گی اگر تم سچے ہو۔ آپ فرمادیجئے کہ فتح کے دن کافروں کو

يَنْفَعُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ ﴿٢٩﴾ فَأَعْرَضَ عَنْهُمْ

انکا ایمان نہ نفع دے گا اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی۔ سو آپ ان سے اعراض کیجئے

وَأَنْتَظِرَانَهُمْ مُّنتَظِرُونَ ﴿٣٠﴾

اور انتظار کیجئے بے شک وہ منتظر ہیں۔

چوپائے) بھوسہ وَأَنْفُسُهُمْ (اور وہ بذات خود) اس غلہ سے أَفَلَا يُبْصِرُونَ (کیا وہ دیکھتے نہیں ہیں)۔ اپنی آنکھوں سے تاکہ وہ مردوں کے زندہ کرنے پر استدلال کر لیتے۔

فیصلے کے منتظر:

۲۸: وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَذَا الْفَتْحُ (اور وہ کہتے ہیں کب ہوگا یہ فیصلہ) کامیابی، نمبر ۲۔ حکومت سے فیصلہ جیسا کہ اس ارشاد میں ہے ربنا افتح بیننا [الاعراف: ۸۹] مسلمان کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں عنقریب مشرکین پر فتح دیں گے۔ نمبر ۳۔ ہمارے اور ان کے مابین فیصلہ فرمادیں گے جب مشرکین یہ سنتے تو کہتے متی هذا الفتح۔ یہ کہہ کر طعنہ زنی کرتے کہ کس وقت وہ فیصلہ ہوگا! ان كُنتُمْ صَادِقِينَ (اگر تم سچے ہو) کہ وہ ہو کر رہے گا۔

فیصلے کا دن:

۲۹: قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ (کہہ دیجئے فیصلہ کا دن) یہاں قیامت کا دن مراد ہے۔ وہی حقیقت میں مسلمانوں اور ان کے دشمنوں کے مابین فیصلہ کا دن ہوگا۔ اور اس دن مسلمانوں کو کافروں پر مکمل کامیابی ملے گی۔ نمبر ۲۔ یوم بدر۔ نمبر ۳۔ فتح مکہ کا دن۔ لَا يَنْفَعُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ (کافروں کو ان کا ایمان فائدہ نہ دے گا اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی)۔

ایک سوال:

یہ کلام ان کے سوال کا بظاہر درست جواب نہیں بنتا؟

حل:

جواب میں ان کی جو غرض معروف تھی۔ اس کا لحاظ کر کے جواب دیا گیا ہے۔ لیکن ان کے سوال کی غرض فیصلہ کا وقت تھا۔ اور وہ

بطور استہزاء و تکذیب کے اس کو جلد مانگ رہے تھے۔ اس لئے ان کو کہا گیا کہ تم عذاب جلدی مت مانگو۔ اور اس کا مذاق نہ اڑاؤ۔ پس گویا کہ میں اور تم اس دن کو پاچکے اور تم ایمان لائے مگر تمہارے ایمان نے تمہیں کوئی فائدہ نہ دیا۔ اور عذاب کی آمد میں تم نے مہلت مانگی وہ بھی نہ ملی۔ جنہوں نے اس کی تفسیر فتح مکہ سے کی ہے یا یوم بدر سے کی ہے۔ ان کے نزدیک اس سے مراد مقتولین بدر و فتح ہیں۔ کیونکہ حالت قتل میں ایمان کا فائدہ نہیں۔ جیسا کہ فرعون کا غرق کے وقت ایمان معتبر نہ ہوا۔

۳۰: فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَانْتَظِرْ (پس آپ ان سے اعراض کریں۔ اور انتظار کریں) ان پر کامیابی اور ان کی ہلاکت کا۔ إِنَّهُمْ مُنْتَضِرُونَ (بیشک وہ بھی منتظر ہیں) تم پر غلبہ اور تمہاری ہلاکت و بربادی کے۔

سورت کی فضیلت:

آنحضرت ﷺ سونے سے قبل الم تنزیل اور تبارک الذی تلاوت فرماتے۔ اور فرمایا جس نے الم تنزیل اپنے گھر میں پڑھی وہاں تین دن تک شیطان داخل نہیں ہو سکتا۔ (قال الحافظ لم اجده) ابن مسعود رضی اللہ عنہ: سورة الم تنزیل یہ سورت مانعہ ہے جو عذاب قبر سے روکتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ اس سورت کو اکثر فجر کی نماز میں پڑھتے۔ (احمد، ترمذی، ابن جابر)

الحمد للہ ۱۸ ذوالحجہ جمعرات کی رات بعد از نماز عشاء ترجمہ تکمیل پذیر ہوا۔

سُورَةُ الْأَحْزَابِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ ثَلَاثُونَ آيَةً وَسَبْعُونَ حَرْفًا

سورہ احزاب مدنی ہے اس میں تہتر آیتیں اور نورکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللَّهَ وَلَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ وَالْمُنَافِقِينَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا

اے نبی اللہ سے ڈرتے رہیے اور کافروں اور منافقوں کا کہنا نہ مانئے، بلاشبہ اللہ علیم ہے

حَكِيمًا ۱ وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ۲

علیم ہے، اور آپ اس کا اتباع کیجئے جو آپ کے رب کی طرف سے آپ پر وحی کیا جاتا ہے، بلاشبہ اللہ ان کاموں سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو،

وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَكِيلًا ۳

اور اللہ پر بھروسہ کیجئے اور وہ کافی ہے اور کارساز ہے۔

۱: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللَّهَ وَلَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ (اے نبی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور کافروں) وَالْمُنَافِقِينَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا (اور منافقوں کا کہنا نہ مانئے بیشک اللہ تعالیٰ بڑا علم والا بڑی حکمت والا ہے)۔

قول ابی بن کعب رضی اللہ عنہما کا مطلب:

حضرت ابی نے زر کو کہا سورہ احزاب کی آیات تمہارے شمار میں کتنی ہیں انہوں نے جواب میں کہا۔ ۳۷ آیات حضرت کعب نے کہا اس ذات کی قسم جس کے نام کی قسم ابی اٹھاتا ہے یہ سورہ بقرہ کے برابر تھی یا اس سے بھی زیادہ لمبی ہم نے اس میں آیت رجم پڑھی۔ الشیخ والشیخہ اذا زنيا فارجموهما البتة نکالا من اللہ واللہ عزیز حکیم۔ حضرت ابی کی مراد یہ ہے کہ یہ سورت من جملہ قرآن کے اس حصہ میں سے جو منسوخ ہوا۔

نشاندہی:

باقی وہ جو حکایت بیان کی جاتی ہے کہ یہ اضافہ ایک صحیفہ میں تھا جو عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں پڑا تھا اس کو بکری نے کھا لیا یہ حکایت بلخین اور رافضیوں کی تصنیفات سے ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اے ہماری طرف سے خبر دینے والے، ہمارے اسرار کے امین ہمارے خطابات ہمارے بندوں تک پہنچانے

والے۔

قراءت: نافع نے لنبی ہمزہ کے ساتھ پڑھا ہے یہاں انداز خطاب لقب سے ہے نام سے نہیں جیسا کہ دیگر انبیاء علیہم السلام کو یا آدم، یا موسیٰ کہا گیا۔ آپ کی تشریف اور فضیلت کو ظاہر فرمانے کے لئے کیا گیا ہے البتہ دوسری آیت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الفتح: ۲۹ اور بعض دیگر آیات میں نام کی تصریح یہ تعلیم دینے کیلئے ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہے۔

کفار اور منافقین کی باتیں نہ مانیں:

اتَّقِ اللَّهَ (اللہ تعالیٰ سے ڈرو!) تقویٰ پر ثابت قدم رہو اور ہمیشگی اختیار کرو اور اس میں اضافہ کرو کیونکہ یہ ایسا باب ہے جس کی انتہاء کو پایا نہیں جاسکتا۔ وَلَا تَطْعِ الْكٰفِرِيْنَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ (کسی بھی چیز میں کفار و منافقین کی مساعادت و مدد نہ فرمائیں) اور ان سے بچتے رہو کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ اور مومنوں کے دشمن ہیں۔

روایت تفسیر یہ میں ہے کہ ابوسفیان، عکرمہ بن ابوجہل، ابوالاعور سلمیٰ احد لڑائی کے بعد مدینہ آئے۔ اور عبد اللہ بن ابی کے ہاں مہمان رہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو امان دیا کہ وہ آپ سے گفتگو کر سکیں۔ انہوں نے آپ سے کہا۔ ہمارے معبودوں کا تذکرہ چھوڑ دو۔ اور کہو کہ وہ سفارشی ہیں اور نفع و نقصان دے سکتے ہیں۔ منافقین نے ان کی اس بات میں مدد کی مسلمانوں نے ان کے قتل کا ارادہ کیا تو یہ آیت اتری۔ اتق اللہ فی نقض العهد ولا تطع الکافرین من اهل مکة والمنافقین من اهل المدينة فیما طلبوا۔ وعدہ خلافی میں اللہ تعالیٰ کا لحاظ رکھو اور کفار مکہ کا اور منافقین مدینہ کی بات نہ مانیں جو کچھ انہوں نے کہی ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا (بیشک اللہ تعالیٰ جاننے والے ہیں) ان کے اعمال کی خیانت کو حکیمًا اور ان کے ساتھ حکم قتال کی تاخیر میں حکمت والا ہے۔

۲: وَ اتَّبِعْ مَا يُوحٰى اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ (اور اتباع کریں اس حکم کی جو آپ پر آپ کے رب کی طرف سے وحی کے ذریعہ بھیجا جاتا ہے) تقویٰ پر ثابت قدمی اور کفار و منافقین کی عدم اطاعت میں۔ اِنَّ اللّٰهَ (بیشک اللہ تعالیٰ) وہ ذات ہے جو آپ کی طرف وحی بھیجتا ہے۔ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا (وہ تمہارے سب اعمال کی پوری خبر رکھتا ہے) وہ انے اور تمہارے اعمال سے پہلے سے باخبر ہے۔

ایک قول یہ ہے:

تعملون کو جمع لائے کیونکہ اتباع سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم ہیں۔

قراءت: ابو عمرو نے یاء سے يعملون پڑھا ہے مطلب یہ ہوگا منافقین اور کفار تمہارے خلاف جو مکروہ تدابیر کر رہے ہیں۔

۳: وَ تَوَكَّلْ عَلٰى اللّٰهِ (اور تم اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو) اپنا معاملہ اس کے سپرد کرو اور اس کی تدبیر کے حوالے کر دو۔

وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَ كَيْلًا (اور اللہ تعالیٰ کافی کارساز ہے) محافظ ہے ہر معاملہ اسی کے حوالہ ہے۔

قول زجاج رحمہ اللہ:

یہ الفاظ اگرچہ خبر کے ہیں مگر ان کا معنی انشاء کا ہے ای اکتف باللہ و کیلا محفوظ ہونے کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ پر اکتفاء کرو۔

مَا جَعَلَ اللهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهِ وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمْ اِلٰى تَطْهَرُوْنَ

اللہ نے کسی شخص کے سینے میں دو دل نہیں بنائے اور تمہاری ان بیویوں کو جن سے تم ظہار کر لیتے ہو تمہاری ماں

مِنْهُنَّ اُمَّهَاتِكُمْ وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَاءَكُمْ اَبْنَاءَكُمْ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ وَاللّٰهُ

نہیں بنایا، اور جو تمہارے منہ بولے بیٹے ہیں ان کو تمہارا بیٹا نہیں بنایا، یہ تمہارے منہ سے کہنے کی بات ہے، اور اللہ

يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ ۗ اَدْعُوْهُمْ لِاَبَائِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ

حق بات فرماتا ہے اور راستہ دکھاتا ہے، تم انہیں ان کے باپوں کے نام سے پکارو، یہ اللہ کے نزدیک انصاف کی بات ہے،

فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْا اَبَاءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيكُمْ ۗ وَّلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ

سو اگر تم ان کے باپوں کو نہ جانتے ہو تو وہ دین میں تمہارے بھائی ہیں اور تمہارے دوست ہیں، اور جو کچھ تم سے خطا ہو جائے اس کے بارے میں تم پر

فِيْمَا اَخْطَاْتُمْ بِهٖ ۗ وَّلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ۗ فَكَانَ اللهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۳۱﴾

کوئی گناہ نہیں، اور لیکن جس کا تمہارے دل قصداً ارادہ کر لیں، اور اللہ غفور ہے رحیم ہے۔

جیسے دل ایک ہے اسی طرح ایک عورت آدمی کی یا ماں ہوگی یا بیوی:

۳: مَا جَعَلَ اللهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهِ وَمَا جَعَلَ (اور اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کے سینے میں دو دل نہیں بنائے اور تمہاری ان بیویوں) اَزْوَاجَكُمْ اِلٰى تَطْهَرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهَاتِكُمْ وَمَا جَعَلَ (کو جن سے تم ظہار کر لیتے ہو تمہاری ماں نہیں بنا دیا اور تمہارے منہ بولے) اَدْعِيَاءَكُمْ اَبْنَاءَكُمْ (بیٹوں کو تمہارا بیٹا نہیں بنا دیا) یعنی اللہ تعالیٰ نے ایک سینے میں دو دل جمع نہیں کیے اور نہ ہی کسی عورت میں زوجیت اور امومت اور نہ بنوت اور دعویٰ ابنیت کو جمع کیا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جس طرح ایک انسان کے دو دل نہیں ہو سکتے کیونکہ یہ حالت دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو وہ ایک سے ایسے افعال کریگا۔ جیسے دوسرے لوگ اپنے دلوں سے کرتے ہیں تو ایک دل فضول و بے کار ہو اس کی ضرورت نہ ہوئی اور یا پھر وہ دوسرے دل سے لوگوں کے دلوں کے الٹ کریگا۔ تو اس سے اس کا دو متضاد صفات سے موصوف ہونا لازم آئے گا۔ کہ وہ ارادہ کرنے والا بھی ہے اور مجبور بھی جاننے والا اور گمان کرنے والا بھی اور یقین کرنے والا اور شک میں پڑا ہوا بھی۔ پس ثابت ہوا کہ ایک ہی دل سینے میں ہے اور ایک ہی ہونا ضروری ہے۔

اسی طرح یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ ایک ہی عورت یا تو کسی شخص کی ماں ہوگی یا بیوی۔ کیونکہ ماں مخدومہ ہے اور بیوی خادمہ ہے اور ان دونوں کے درمیان منافات ہے۔ اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ ایک آدمی کسی کا منہ بولا بیٹا ہو اور حقیقی بیٹا ہو کیونکہ بنوت نسبت میں

داخل کرنے والی ہے اور منہ بولا بیٹا ہونا صرف نام سے ملانے والا ہے اس کے سوا کچھ نہیں تاکہ ایک شئی میں اصلیت اور غیر اصلیت جمع نہ ہو۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کی مثال:

درحقیقت یہ مثال ہے جو زید بن حارثہ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے یہ بنو کلب قبیلہ سے تھے بچپن میں قید ہوئے حکم بن حزام نے اپنی پھوپھی خدیجہ کیلئے ان کو خرید لیا۔ جب رسول اللہ ﷺ سے خدیجہ کا نکاح ہو گیا تو خدیجہ نے زید آپ کو بہہ کر دیا۔ زید کے والد اور چچا تلاش کے بعد مکہ پہنچے اور آپ ﷺ سے اس کا مطالبہ کیا آپ نے زید کو اختیار دیا تو زید نے والد و چچا کی بجائے رسول اللہ ﷺ کو چن لیا۔ آپ نے ان کو آزاد کر کے بیٹا بنا لیا۔ چنانچہ لوگ زید بن محمد کہنے لگے۔ جب جوان ہوئے تو اپنی پھوپھی زاد بہن زینب بنت جحش سے نکاح کر دیا۔ مگر نباہ نہ ہوئی زید نے طلاق دے دی۔ آپ نے بحکم الہی زینب بنت جحش سے نکاح کر لیا۔ تو منافقین نے پروپیگنڈا کیا کہ محمد نے اپنی بہو سے نکاح کر لیا ہے۔ حالانکہ یہ دوسروں کو اس سے روکتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔

ایک قول یہ ہے منافقین کہتے تھے کہ محمد کے دو دل ہیں ایک دل تمہارے ساتھ ایک اپنے اصحاب کے ساتھ۔ قول دیگر ابو معمر عربوں میں بڑے حافظہ والا مشہور تھا اس کو لوگ ذوالقلبین کا لقب دیتے۔ اللہ تعالیٰ نے کفار کے قول کی تردید فرمائی اور اس کو ظہار اور تہنی میں بطور مثال بیان فرمایا۔

تاکیدات: نمبر ۱۔ رجل میں تنوین تنکیر نمبر ۲۔ قلبین پر من استغراقیہ داخل کرنا۔ نمبر ۳۔ جوف کا لفظ خاص کر لانا۔ یہ تمام تاکیدات ہیں۔

قرأت: اللائی ہمزہ کے بعد یاء جہاں بھی آئے کوئی اور شامی اسی طرح پڑھتے ہیں مگر نافع اللاء پڑھتے ہیں ان کے ساتھ یعقوب وہل بھی شامل ہیں۔ یہ التی کی جمع ہے۔ تظاہرون عاصم نے ظاہر سے پڑھا جبکہ کوئی شخص اپنی بیوی کو انت علیٰ کظہر امی کہے تو یہ ظہار کہلاتا ہے۔

تظاہرون علی، حمزہ اور خلف نے پڑھا ہے۔ تظاہرون۔ شامی طاء کی تشدید کے ساتھ اظہر بمعنی تظاہر سے لیا اور پڑھا تظہرون دیگر قراء نے پڑھا۔ اظہر بمعنی تظہر سے لیا ہے۔

نحو: تظاہرون کو من سے متعدی بنایا گیا۔ کیونکہ یہ بعد کے معنی کو متضمن ہے اس لئے کہ زمانہ جاہلیت میں یہ طلاق شمار ہوتی تھی اس کی دوسری نظیر آلی من امراتہ ہے۔ کیونکہ ایلاء میں بھی بعد کا معنی پایا جاتا ہے اسی لئے من سے متعدی بنایا گیا ہے۔ ورنہ اصل میں ایلاء تو قسم کے معنی میں آتا ہے۔ اور حلف اور اقسام کا یہ حکم نہیں ہے۔

الدعیٰ یہ فعل بمعنی مفعول ہے اور لڑکا جس کی نسبت کسی آدمی یا خاندان کی طرف کی جائے۔

نحو: اس کی جمع یہاں ادعیاء شاذ اور خلاف قیاس ہے۔ کیونکہ جو فعل بمعنی فاعل ہو اس کی جمع اس وزن پر آتی ہے مثلاً تلی جمع

اتقیاء شتی جمع اشقیاء مگر رمی اور سمی کی جمع اس وزن پر نہیں آتی اور نہ بنا سکتے ہیں مگر چہ لفظی مناسبت موجود ہے۔

ظہار یا متبنی محض منہ کی بات ہے:

ذَلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِأَفْوَاهِكُمْ (یہ تمہارے منہ سے صرف کہنے کی بات ہے) یعنی تمہارا اپنی بیوی کو کہنا کہ یہ میری ماں ہے اور متبنی کو بیٹا کہنا یہ نری منہ کی بات ہے جس کی تہہ میں حقیقت نہیں کیونکہ بیٹا ولادت سے بنتا ہے اسی طرح ماں وہ جس نے پیٹ سے جنا ہو۔ وَاللَّهُ يَقُولُ الْحَقَّ (اور اللہ تعالیٰ حق بات فرماتے ہیں) یعنی وہ بات جس کا ظاہر و باطن حق ہو۔ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيلَ (اور وہی سیدھا راستہ بتلاتا ہے) حق کا راستہ پھر حق و ہدایت جو راہ حق کی طرف جانے والا تھا بتلایا چنانچہ فرمایا۔

۵: اَدْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ (تم ان کو ان کے باپوں کی طرف منسوب کیا کرو۔ یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سچائی والی بات ہے) اقسط کا معنی عدل والی۔ وضاحت فرمادی کہ ان کی نسبت ان کے باپوں کی طرف عدل و انصاف پر مبنی ہے۔ لہذا قول یہ ہے زمانہ جاہلیت میں جب کسی کو کسی شخص کی بہادری پسند آتی تو اس کو اپنے ساتھ شامل کرتا اور اپنی مذکر اولاد جیسا اس کا میراث میں حصہ مقرر کر دیتا وہ اسی کی طرف منسوب ہوتا کہا جاتا یہ فلاں بن فلاں ہے۔

کمال فصاحت:

کتنا فصیح کلام ہے کہ انشائی اور طلبی جملوں کو ملایا پھر خبریہ جملہ سے ان کا فاصلہ کیا پھر ان کے ساتھ ملایا پھر جملہ اسمیہ کو اس سے الگ کیا اور ان کے درمیان وصل کیا۔ پھر درمیان میں انشائی جملہ لے آئے۔ فَإِنْ لَمْ تَعْلَمُوا آبَاءَهُمْ (اگر تم ان کے باپوں کو نہ جانتے ہو) یعنی تمہیں ان کے سلسلہ نسب کے باپ معلوم نہیں جن کی طرف تم ان کی نسبت کرو تو

فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ وَمَوَالِيكُمْ (وہ تمہارے دینی بھائی اور دوست ہیں) پھر وہ تمہارے دینی بھائی ہیں اور دینی دوست ہیں۔ پس یا انھی، یا مولا کہہ کر آواز دو۔ اس سے اخوت دینی اور ولایت مذہبی مراد ہے۔

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَا أَخْطَأْتُمْ بِهِ (اس سے تم پر کچھ گناہ نہیں جو بھول چوک سے ہو جائے) ممانعت کے آنے سے قبل جو تم نے بھول کر کہہ سن لیا اس کا تم پر کوئی گناہ نہیں۔ وَلَٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ (لیکن وہ جو تم دل کے ارادہ سے کرو) لیکن گناہ اس میں ہے جو تم ممانعت کے بعد جان بوجھ کر کرو۔ نمبر ۲۔ اس وقت کوئی گناہ نہیں جب تم دوسرے کے لڑکے کو۔ اے بیٹے! بطور خطا اور سبقت لسانی کے کہو۔ لیکن جب تم جان بوجھ کر کہو گے تو گناہ ہوگا۔

مَنْحُورٌ: مایہ موضع جر میں پہلے ما پر معطوف ہے۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ عَفْوَعْنَ الْخَطَاَ مراد لی عَفْوَعْنَ الْعَمْدَ مراد نہ ہو جیسا عموم کا تقاضا ہے پھر اپنے عموم کے لحاظ سے خطا بیٹا بنانا یا عمد بیٹا بنانا دونوں کو شامل ہے۔ جب لے پا لک پایا جائے اگر وہ مجہول النسب ہے اور عمر میں چھوٹا ہے۔ تو اس کا نسب اس سے ثابت ہو جائے گا۔ اور اگر وہ غلام ہے تو لے پا لک بنانے سے آزاد ہو جائے گا۔ اور اگر وہ عمر میں اس سے بڑا ہے تو نسب ثابت نہ ہوگا مگر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک آزاد ہو جائے گا۔ اور اگر وہ معروف النسب ہے تو متبنی

النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ وَأُولُو الْأَرْحَامِ

مؤمنین سے نبی ﷺ کا تعلق اس سے زیادہ ہے جو ان کا اپنے نفسوں سے ہے اور آپ کی بیویاں ان کی مائیں ہیں، اور رشتہ دار

بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ إِلَّا أَنْ

اللہ کی کتاب میں ایک دوسرے سے زیادہ تعلق رکھنے والے ہیں بہ نسبت دوسرے مؤمنین مہاجرین کے مگر یہ کہ

تَفَعَّلُوا إِلَىٰ أَوْلِيَٰكُمْ مَّعْرُوفًا كَانَ ذَٰلِكَ فِي الْكِتَابِ مَسْطُورًا ﴿١٢٨﴾

تم اپنے دوستوں سے کچھ اچھا سلوک کرنا چاہو یہ کتاب میں لکھا ہوا ہے۔

بنانے سے نسب ثابت نہ ہوگا۔ مگر وہ آزاد ہو جائے گا۔ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا (اور اللہ تعالیٰ بخشنے والے رحم کرنے والے ہیں) غلطاً پر تم سے مواخذہ نہ فرمائیں گے اور عہد پر توبہ کو قبول فرمائیں گے۔

نبی کا حق جان سے زیادہ:

۶: النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ (نبی زیادہ حقدار ہیں ایمان والوں کیلئے ان کی جانوں سے بڑھ کر) یعنی دین و دنیا کے تمام معاملات میں زیادہ حقدار ہیں اور آپ کا حکم ایمان والوں پر ان کے اپنے نفس کے حکم سے زیادہ نافذ ہونے والا ہے پس مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے نفس کو آپ کے حکم پر قربان کر دیں۔ اور آپ کی ذات پر قربان کر دیں نمبر ۲۔ آپ زیادہ مہربان ہیں ایمان والوں پر ان کی جانوں سے بڑھ کر اور زیادہ نرمی کرنے والے اور زیادہ نفع پہنچانے والے ہیں جیسا کہ فرمایا بالْمُؤْمِنِينَ رءوف رحيم [التوبہ: ۱۲۸]

قراءت ابن مسعود رضی اللہ عنہ:

النبي اولی بالمؤمنین من انفسهم وهو اب لهم قول مجاہد رحمہ اللہ: ہر پیغمبر اپنی امت کا باپ ہے اسی لئے مؤمن بھائی بھائی ہوئے کیونکہ نبی اکرم ﷺ ان کے روحانی باپ ہیں۔

مائیں حرمت و تعظیم میں ہیں:

وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ (اور آپ کی ازواج ان کی مائیں ہیں) نکاح کی حرمت اور تعظیم کے لازم ہونے میں۔ وہ امت کیلئے ان دو کے علاوہ بقیہ باتوں مثلاً وراثت وغیرہ میں اجنبیات عورتوں کی طرح ہیں اسی لئے یہ تحریم ان کی بیٹیوں کی طرف سبقت کرنے والی نہیں۔ وَأُولُو الْأَرْحَامِ (اور رشتہ دار) قرابت والے۔ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ (وہ ایک دوسرے سے زیادہ تعلق رکھتے ہیں) سلسلہ میراث میں۔

وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ

اور جب ہم نے نبیوں سے ان کا اقرار لیا اور آپ سے بھی اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ بن مریم

ابْنِ مَرْيَمَ ۖ وَأَخَذْنَا مِنْهُمْ مِيثَاقًا غَلِيظًا ۗ لِيَسْأَلَ الصَّادِقِينَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۗ

سے، اور ہم نے ان سے پختہ عہد لے لیا تاکہ اللہ تمہوں سے انکی سچائی کے بارے میں سوال فرمائے

وَأَعَدَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿۸﴾

اور اس نے کافروں کے لیے دردناک عذاب تیار فرمایا ہے۔

ابتدائے اسلام:

مسلمان ابتدائے اسلام میں دین و ہجرت کی بنیاد پر وارث بنتے تھے۔ قرابت داری بنیاد نہ تھی۔ پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا اور میراث کو قرابت کے حق سے متعلق کر دیا گیا۔

فِي كِتَابِ اللَّهِ (اللہ تعالیٰ کی کتاب میں) اس کے حکم و تقدیر میں نمبر ۲۔ لوح محفوظ میں نمبر ۳۔ اس میں جو اللہ تعالیٰ نے مقرر کر دیا۔ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ (بنسبت دوسرے مؤمنین و مہاجرین کے) یہ اولی الارحام کا بیان بھی بن سکتا ہے۔ مطلب یہ ہو گا ان میں سے جو قریبی رشتہ دار ہیں وہ اجانب کی نسبت وراثت کے زیادہ حقدار ہیں۔ یہ من بیانہ کے لحاظ سے معنی ہے۔ نمبر ۲۔ من ابتدائے بھی ہو سکتا ہے مطلب یہ ہو گا رشتہ دار حق قرابت میں میراث کے زیادہ مستحق ہیں ایمان والوں سے یعنی انصار سے ولایت فی الدین کے باعث اور مہاجرین سے حق ہجرت کے سبب۔ إِلَّا أَنْ تَفْعَلُوا إِلَيَّ أَوْلِيَّكُمْ مَعْرُوفًا (مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں سے اچھا سلوک کرنا چاہو) یہاں استثناء خلاف جنس سے ہے یعنی لیکن تمہارا اپنے اولیاء کے ساتھ بھلا سلوک کرنا جائز ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ان میں سے جس کیلئے پسند کرو وصیت کر سکتے ہو۔ (جو ثلث مال سے کم ہو) پس یہ مال وصیت کے لحاظ سے ان کو ملے گا۔ نہ کہ میراث سے۔

تَفْعَلُوا كَوَالِي كے ساتھ متعدی بنایا گیا ہے کیونکہ وہ تُسَدُّوا کے معنی میں ہے۔ الاولیاء سے مراد دینی ولایت والے یعنی مؤمن اور مہاجر تھے۔ ذَلِكَ فِي الْكِتَابِ مَسْطُورًا (یہ کتاب میں لکھا ہوا ہے) یہ توارث بالارحام لوح محفوظ میں مندرج ہے۔

وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ (جب ہم نے انبیاء علیہم السلام سے پختہ عہد لیا) یعنی اس وقت کو یاد کرو (اذ سے پہلے اذکر محذوف ہے) جب ہم نے انبیاء علیہم السلام سے تبلیغ رسالت کا عہد لیا اور دینِ قیم کی طرف دعوت دینے کا وعدہ لیا۔ وَمِنْكَ (اور آپ سے) خصوصاً۔

نکتہ تقدیم:

رسول اللہ ﷺ کو نوح اور بعد والے انبیاء علیہم السلام پر مقدم کیا کیونکہ یہ عطف بیان فضیلت کیلئے ہے اس لئے کہ یہ اولوالعزم انبیاء علیہم السلام ہیں۔ اور سارے صاحب شریعت ہیں۔ جبکہ حضرت محمد ﷺ ان سب سے افضل تھے اسی لئے آپ کو مقدم کر دیا۔ اگر ایسا ملحوظ نہ ہوتا تو جن کا زمانہ مقدم ہے ان کو مقدم کیا جاتا۔

وَمِنْ نُوحٍ وَّابْرٰهِيْمَ وَّمُوسٰى وَعِيسٰى ابْنِ مَرْيَمَ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيثَاقًا غَلِيظًا (اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ و عیسیٰ بن مریم سے بھی ہم نے ان سب سے خوب پختہ عہد لیا) وصف کو ملانے کی غرض سے میثاق کا دوبارہ ذکر کر دیا اور بتلا دیا کہ ہم نے ایسا ضرور کیا ہے۔

۸: لَيْسَ سَأَلَ (تا کہ اللہ تعالیٰ تحقیقات کرے) الصّٰدِقِيْنَ (سچوں سے) یعنی انبیاء علیہم السلام سے عَنْ صِدْقِهِمْ (ان کی سچائی کے متعلق) جو انہوں نے کہا اپنی اقوام کو نمبر ۲۔ تا کہ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کرنے والوں سے پوچھے۔ کیوں کہ جس نے صادق کو صدقت کہا وہ اپنی بات میں سچا ہے۔ نمبر ۳۔ تا کہ انبیاء علیہم السلام سے پوچھے کہ ان کی امتوں نے ان کو کیا جواب دیا۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں مذکور ہے: يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرّٰسِلَ فَيَقُوْلُ مَاذَا اجْتَمَعْتُمْ [المائدہ: ۱۰۹] وَاَعَدَّ لِلْكَافِرِيْنَ (اور اس نے تیار کر رکھا ہے کافروں کیلئے) جو رسولوں کا انکار کرنے والے ہیں۔ عَذَابًا اَلِيْمًا (دردناک عذاب)۔

نحوہ: اس کا عطف اخذنا پر ہے کیونکہ معنی اس طرح ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو پختہ طور پر حکم دیا کہ وہ اس کے دین کی طرف دعوت دیں تا کہ ایمان لانے والوں کو ثواب سے نوازا جائے اور انکار کرنے والوں کے لئے اس نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ یا جس پر لیسأل الصادقین دلالت کر رہا ہے۔ گویا اس طرح فرمایا: پس اس نے ایمان والوں کو ثواب دیا اور کافروں کے لئے عذاب تیار کیا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا

اے ایمان والو! اللہ کی نعمت جو تمہیں ملی ہے اسے یاد کرو جبکہ تمہارے پاس لشکر آئے، سو ہم نے ان پر ہوا بھیج دی

وَجُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا إِذْ جَاءُوكُمْ مِنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ

اور لشکر بھیج دیے جنہیں تم نے نہیں دیکھا، اور اللہ ان کاموں کو دیکھنے والا ہے جو تم کرتے ہو، جبکہ وہ لوگ تمہارے اوپر سے آچڑھے

مِنْ أَسْفَلَ مِنْكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ

اور تمہارے نیچے کی طرف سے بھی، اور جبکہ آنکھیں پھٹی رہ گئیں اور دل گلوں کو پہنچ گئے، اور تم اللہ کے ساتھ طرح طرح کے

بِاللَّهِ الظُّنُونَا ﴿۱۰﴾ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا ﴿۱۱﴾

گمان کر رہے تھے، اس موقع پر مومنین کی جانچ کی گئی اور انہیں سختی کے ساتھ جھجھوز دیا گیا۔

غزوة احزاب کے حالات:

۹: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ (اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کا انعام اپنے اوپر یاد کرو) یعنی وہ انعام جو اللہ تعالیٰ نے احزاب کے دن فرمایا۔ جس کو یوم خندق بھی کہا جاتا ہے۔ یہ احد کے ایک سال بعد پیش آیا۔ اِذْ جَاءُوكُمْ جُنُودٌ (جب تم پر بہت سے لشکر چڑھ آئے) تمام گروہ جس میں قریش، غطفان، قریظہ، بنی نضیر سب شامل تھے۔ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا (پھر ہم نے ان پر ایک آندھی بھیجی) بادِ صَبَا نَبِي عَلَيْهِ السَّلَامُ نے فرمایا نصرت بالصبا و اهلكت عاد بالدبور۔

[رواہ احمد ۱/۲۲۸ و ۳۲۴ و البخاری ۴۱۰۵ و مسلم ۹۰۰]

فرشتوں کے لشکر:

وَجُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا (اور ایسی فوج جو تم کو نظر نہ آتی تھی) وہ فرشتے تھے جن کی تعداد ایک ہزار تھی۔ اللہ تعالیٰ نے صبا بارہ کو انتہائی سردرات میں ان پر مسلط کر دیا۔ جس نے ان کو کپکپا کر رکھ دیا اور ان کے چہرے خاک آلود ہو گئے۔ اور فرشتوں کو حکم دیا گیا انہوں نے خیموں کی رسیاں توڑ کر خیموں کو اکھاڑ پھینکا۔ آگ بجھ گئی ہانڈیاں الٹ گئیں۔ اور گھوڑے ایک دوسرے پر چڑھ دوڑے۔ ان کے دلوں پر رعب طاری ہو گیا۔ ملائکہ نے ان کے لشکر کے گرد نعرہ تکبیر بلند کیا وہ بغیر لڑائی کے شکست کھا گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی آمد کی خبر سن کر سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے خندق کھودی تھی۔ پھر تیاری کے ساتھ تین ہزار مسلمانوں کو لے کر خندق کے اس طرف خیمے لگا دیے کفار اور آپ کے لشکر کے درمیان خندق حائل تھی بچوں اور عورتوں کو گڑھوں میں محفوظ کر دیا گیا خوف شدید ہو گیا۔ قریش دس ہزار احابیش اور بنی کنانہ اور اہل تہامہ کے ساتھ ابوسفیان کی قیادت میں نکلے اور غطفانیوں کی

تعداد ایک ہزار تھی جن کی قیادت عیینہ بن حصن فزاری کے پاس تھی ان کے ساتھ اہل نجد میں سے جوان کے پیرو تھے وہ بھی شامل تھے ادھر عامر بن طفیل ہوازن کا لشکر لے کر آ ملا۔ یہود بنو قریظہ اور بنو نضیر نے بھی ان کی معاونت کی (اس طرح اس لشکر کی تعداد چودہ سے ۲۴ ہزار تک بتلائی جاتی ہے) ایک ماہ تک دونوں لشکر آمنے سامنے پڑے رہے کوئی لڑائی نہ تھی بس کبھی کبھی تیروں اور پتھروں کا تبادلہ ہوتا رہتا تھا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مدد نازل فرمائی۔

وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ (اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو) اے مسلمانوں! تمہارے اعمال کو خندق کے ذریعہ حفاظت اور نبی اکرم ﷺ کی معاونت پر ثابت قدم رہنے کو۔ بَصِيرًا (دیکھتے تھے) قراءت: ابو عمرو نے یاء کے ساتھ یعملون پڑھا ہے معنی یہ ہے کفار جو بغاوت کر رہے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کی روشنی کو بھانے کیلئے کوشاں تھے۔ وہ دیکھنے والے تھے۔

لشکر کفار:

۱۰: اِذْ جَاءُوكُم مِّن فَوْقِكُمْ (جب وہ لوگ تم پر آچڑھے) (مدینہ) کی بالائی جانب سے۔

نَحْوًا: اِذْ جَاءُوكُم مِّن فَوْقِكُمْ سے بدل ہے۔ من فوقکم سے وادی کی بالائی جانب جو کہ مشرقی تھی اور اس طرف سے بنو غطفان حملہ آور تھے۔

وَمِن أَسْفَلَ مِنكُمْ (اور تمہارے نیچے کی طرف سے بھی) وادی کی نچلی جانب جو کہ مغربی جانب تھی اس طرف سے قریش حملہ آور تھے۔ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ (اور جبکہ آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئی تھیں) حیرانی کی وجہ سے اپنے دیکھنے کے انداز و طریق سے پھر گئیں تھیں۔ نمبر ۲۔ ہر چیز سے مڑ چکی تھیں۔ وہ سوائے اپنے دشمن کے اور کسی کی طرف دیکھتی ہی نہ تھیں کیونکہ گھبراہٹ و خوف شدید تھا۔ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ (اور کلیجے منہ کو آنے لگے تھے) الحجرتہ حلقوم کا انتہائی حصہ، حلقوم کی وہ رگ جس سے کھانا اور پانی اندر جاتا ہے۔ علماء کا قول ہے کہ خوف کی وجہ سے پھیپھڑے پھول جاتے ہیں اور پھیپھڑوں کے پھول جانے کی وجہ سے دل اوپر کو حلق کی طرف اٹھنے لگتا ہے۔ ایک قول یہ ہے: اضطراب قلب کیلئے یہ ایک مثال ہے خواہ حقیقتہً حلق کونہ پہنچے۔ روایت میں ہے کہ مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا دل حجرہ تک پہنچے ہوتے ہیں کیا کوئی ایسا کلمہ ہے جو ہم کہیں آپ نے فرمایا اس طرح کہو: اللَّهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَآمِنْ رَوْعَاتِنَا [رواہ احمد: ۲/۲۵] ابوداؤد: ۵۰۷، ابن ماجہ: ۳۸، ادب المفرد: ۱۲۰۰]

کمزور دل منافقین کا حال:

وَتَظُنُّونَ بِاللَّهِ الظُّنُونًا (اور تم لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ طرح طرح کے گمان کر رہے تھے) یہ ایمان والوں کو خطاب ہے ان میں کچھ انتہائی مضبوط دل اور ثابت الاقدام تھے بعض کمزور دل، کچھ منافق۔ اول گروہ نے گمان کیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی آزمائش ہے پس اس میں پھسل جانے سے ڈرے۔ اور آزمائش کو اٹھانے میں کوئی کمزوری نہ واقع ہو جائے۔ پچھلوں نے وہ گمان کیا جو ان کے متعلق بیان کیا گیا۔

وَإِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ

اور جب منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے یوں کہہ رہے تھے کہ ہم سے اللہ نے اور اس کے رسول نے محض دھوکہ کا

إِلَّا عُرُورًا ۱۳ وَإِذْ قَالَتْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يَا أَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوا ۚ

وعدہ کر رکھا ہے، اور جب کہ ان میں سے ایک جماعت نے کہا کہ اے یثرب والو تمہارے لیے ٹھہرنے کا موقع نہیں ہے لہذا تم واپس ہو جاؤ،

وَيَسْتَأْذِنُ فَرِيقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُولُونَ إِنَّ بُيُوتَنَا عَوْرَةٌ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ إِن

اور ان میں سے ایک فریق نبی سے اجازت طلب کر رہا تھا یہ لوگ کہہ رہے ہیں کہ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں حالانکہ وہ غیر محفوظ نہیں تھے یہ لوگ

تُرِيدُونَ إِلَّا فِرَارًا ۱۴ وَلَوْ دَخَلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ أَقْطَارِهَا تَمَّ سَبِيلُوا الْفِتْنَةَ

صرف بھاگنے کا ارادہ کر رہے تھے۔ اگر مدینہ کے اطراف سے کوئی لشکر ان پر گھس جائے پھر ان سے فتنہ کا سوال کیا جائے

لَا تَوْهَاوَمَا تَلَبَّثُوا بِهَا إِلَّا يَسِيرًا ۱۵ وَلَقَدْ كَانُوا عَاهِدُوا اللَّهَ مِنْ قَبْلُ لَا

تو یہ ضرور فتنے کو منظور کر لیں گے اور گھروں میں نہیں ٹھہریں گے مگر بس ذرا سی دیر۔ اور اس سے پہلے انہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ ہم

يُؤَلُّونَ الْأَدْبَارَ وَكَانَ عَهْدُ اللَّهِ مَسْئُولًا ۱۵

پٹھ نہیں پھیریں گے اور اللہ سے جو عہد کیا اس کی باز پرس ہوگی۔

قرآنت: ابو عمر و اور حمزہ نے الظنوناً کو بغیر الف پڑھا ہے خواہ حالت وقف ہو یا وصل اور یہ قیاس ہے مگر مدنی، شامی، ابوبکر نے دونوں میں الف پڑھا۔ وصل کو وقف کے مقام پر جاری کرتے ہوئے اور کئی، علی و حفص نے وقف میں الف پڑھا اور اسی کی مثل الرسولاً [الاحزاب: ۶۶] اور السبیل [الاحزاب: ۶۷] اور فاصلہ میں اس کا اضافہ کیا جیسا کہ شاعر نے قافیہ میں بڑھایا ہے قول شاعر۔

أقلی اللوم عاذل و العتابا

اور یہ تمام حروف مصحف امام میں الف کے ساتھ ہیں۔

۱۱: هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ (اس موقع پر ایمان والوں کا امتحان لیا گیا) ایمان پر ثابت قدم رہنے کا امتحان لیا گیا۔ وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا (اور ان کو سخت جھنجھوڑا گیا) خوف کے باعث ان کو خوب ہلایا گیا۔

۱۳: وَإِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ (اور جب منافقین کہہ رہے تھے) اس کا پہلے اذ پر عطف ہے۔ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ (اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے) ایک قول یہ ہے یہ منافقین کا ہی وصف ہے۔ جو واؤ کے ساتھ اس طرح لایا گیا جیسا اس قول میں۔

الى الملك القرم وابن الهمام ☆ وليت الكتيبة في المزدحم

الملك القرم اور ابن الهمام سے ایک ہی شخص مراد ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کو دین میں کوئی سمجھ بوجھ نہ تھی۔ منافقین ان کو شبہات ڈال کر اپنی طرف مائل کرتے۔ مَا وَعَدْنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا غُرُورًا (ہم سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے محض دھوکا ہی کا وعدہ کر رکھا ہے) تفسیری روایت میں ہے کہ معتب بن قشیر نے جب مختلف گروہوں کو دیکھا تو کہنے لگا محمد تو ہمیں فارس، روم کی فتح کے وعدے کرتا ہے اور ہمارا حال یہ ہے کہ خوف کی وجہ سے قضائے حاجت کیلئے نکل نہیں سکتے یہ وعدہ کیا ہے محض دھوکا ہے۔

۱۳: وَإِذْ قَالَتْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ (اور جب کہ ان میں سے ایک گروہ نے کہا) یہ منافقین میں سے عبد اللہ بن ابی اور اس کے ساتھی تھے۔ يٰٓأَهْلَ يَثْرِبَ (اے یثرب کے لوگو!) یہ مدینہ منورہ کا پرانا نام ہے۔ لَا مَقَامَ لَكُمْ (تمہارے لئے ٹھہرنے کا موقعہ نہیں) قراءت: مَقَامٌ ضَمِّ مِيمٍ کے ساتھ حفص نے پڑھا۔ اور مَقَامُ ابْنِ كَثِيرٍ نَافِعٍ، ابوعمر و حمزہ، کسائی نے پڑھا معنی یہ ہے تمہارے لئے یہاں ٹھہرنا نہیں ہے۔ اور نہ کوئی جگہ ہے کہ جس میں تم کھڑے بھی ہو سکو۔ نمبر ۲۔ یا اقامت پذیر ہو سکو۔ فَارْجِعُوا (پس لوٹ چلو) کفر کی طرف نمبر ۲۔ لشکر رسول اللہ ﷺ سے ہٹ کر مدینہ کی طرف۔ وَيَسْتَأْذِنُ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ النَّبِيَّ (اور ان میں سے ایک گروہ نبی اکرم ﷺ سے اجازت طلب کرتا تھا) یہ بنو حارثہ قبیلہ کے لوگ تھے۔

منافقین کی بہانہ بازی:

يَقُولُونَ إِنَّا بِيُوتِنَا عَوْرَةٌ (وہ کہتے تھے ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں) ابی ذات عورہ غیر محفوظ و مَا هِيَ بِعَوْرَةٍ إِنْ يُرِيدُونَ إِلَّا فِرَارًا (حالانکہ وہ غیر محفوظ نہیں وہ صرف بھاگنا ہی چاہتے ہیں) العورۃ خلل۔ عورۃ سے مراد ذات العورۃ ہے۔ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قراءت ہے کہتے ہیں عورۃ المكان عورًا جبکہ اس میں کوئی خلل ظاہر ہو جس سے دشمن اور چور کا خطرہ ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ عورۃ یہ عورۃ کی تخفیف ہو۔ انہوں نے عذر پیش کیا کہ ان کے مکانات دشمنوں اور چوروں کی زد میں ہیں کیونکہ وہ قلعہ بند نہیں ہیں انہوں نے اس لئے اجازت طلب کی تاکہ وہ ان کی حفاظت کریں اور ان کی حفاظت کا انتظام ہونے کے بعد وہ واپس لوٹ آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی بات غلط قرار دی کہ ان کو اس بات کا خطرہ نہیں۔ بلکہ وہ تو لڑائی سے بھاگنا چاہتے ہیں۔

۱۳: وَكَوَدُ خَلَّتْ عَلَيْهِمْ (اور اگر ان پر گھس آئے) یعنی مدینہ میں نمبر ۲۔ ان کے گھروں میں یہ اس محاورہ سے لیا گیا ہے۔ دخلت علی فلان دارہ۔ مِّنْ أَقْطَارِهَا (اس کی اطراف سے) مدینہ کی جوانب سے نمبر ۲۔ اگر یہ اجتماعی لشکر جن سے بھاگنے کی یہ تدابیر کر رہے ہیں۔ اگر یہ لشکر اجتماعیہ ان کے مدینہ میں داخل ہو جائیں جن سے ڈر کر یہ بھاگ رہے ہیں۔ نمبر ۳۔ ان کے گھروں میں تمام اطراف سے داخل ہو جائیں اور ان کے اہل و اموال پر لوٹ مار کا بازار گرم کر دیں۔ ثُمَّ سَنَلُوا (پھر ان سے درخواست کی جائے) ایسی گھبراہٹ میں الْفِتْنَةُ (فساد کی) فساد سے مراد ارتداد اور کفر کی طرف لوٹ جانا اور مسلمانوں سے لڑائی کرنا۔ لَا تَوْهَا (تو یہ اس کو منظور کر لیں گے) ضرور ارتکاب کریں گے۔

قراءت: حجازی نے بلا مد پڑھا ہے اس کا معنی اس کو گزریں گے اس کی پناہ لیں گے۔

وَمَا تَلَبَّثُوا بِهَا (اور نہیں ٹھہریں گے ان گھروں میں) اس کے قبول کرنے میں۔ اِلَّا يَسِيرًا (مگر بہت معمولی) صرف اتنی دیر کہ ان سے سوال ہو اور یہ اس کو فوراً قبول کر لیں۔ نمبر ۲۔ اپنے ارتداد کے بعد یہ مدینہ میں زیادہ دیر نہ ٹھہریں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک کر دیں گے مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے گھروں کے غیر محفوظ ہونے کو ایک بہانہ کے طور پر استعمال کرنا چاہتے ہیں تاکہ اس بہانہ سے وہ نصرت رسول اللہ ﷺ اور ایمان والوں کی مدد سے دست کش ہو جائیں اور ان گروہوں کے مقابلہ سے علیحدہ ہو جائیں جن کے رعب سے ان کے دل بھرے ہوئے ہیں۔ اور یہ کفار کے گروہ ان کے علاقہ اور سرزمین پر اچانک لوٹ مچا دیں اور ان کے سامنے کفر پیش کر کے کہیں کہ اب ہمارے ساتھ مل کر مسلمانوں پر حملہ آور ہو تو جلدی سے ان کی بات قبول کر لیں گے اور اس میں ذرا توقف نہ کریں گے اور یہ حرکت صرف حب کفر اور اسلام سے ناراضی کے باعث ان سے سرزد ہوگی۔

منافقین کا وعدہ:

۱۵: وَلَقَدْ كَانُوا عَاهَدُوا اللَّهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّونَ الْاَدْبَارَ (حالانکہ یہی لوگ پہلے اللہ تعالیٰ سے عہد کر چکے تھے کہ وہ پیٹھ نہ پھیریں گے) بنو حارثہ قبیلہ کے لوگ غزوہ خندق سے قبل) یا اس لشکرِ احزاب کو دیکھنے سے پہلے کہ وہ شکست کھا کر نہ بھاگیں گے۔ وَكَانَ عَهْدُ اللَّهِ مَسْئُولًا (اور اللہ تعالیٰ سے جو عہد کیا جاتا ہے اس کی باز پرس ہوگی) وہ عہد مطلوب و مقصود ہے تاکہ اس کو پورا کیا جائے۔

قُلْ لَنْ يَنْفَعَكُمْ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِنَ الْمَوْتِ اَوْ الْقَتْلِ وَاِذَا لَا تُمْتَعُونَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۷﴾ قُلْ مَنْ

آپ فرما دیجئے اگر تم موت سے یا قتل سے بھاگو گے تو یہ بھاگنا تمہیں نفع نہ دے گا اور اس وقت بس تھوڑے ہی دن جیو گے۔ آپ فرما دیجئے کہ

ذَالَّذِي يَعِصُمُكُمْ مِنَ اللَّهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْءًا وَاَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً وَّلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللَّهِ

وہ کون ہے جو تمہیں اللہ سے بچائے گا اگر وہ تمہارے بارے میں کسی بری حالت کا ارادہ فرمائے یا تم پر فضل فرمائے اور اپنے لیے اللہ کے سوا کوئی حمایت کرنے والا

وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۸﴾ قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الْمَعْوِقِيْنَ مِنْكُمْ وَالْقَائِلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا وَّلَا

بامدگار نہ پائیں گے، بلاشبہ اللہ تم میں سے ان لوگوں کو جانتا ہے جو رکاوٹ ڈالتے ہیں اور جو اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں کہ ہمارے پاس آ جاؤ اور یہ

يَاْتُوْنَ الْبَاسَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۹﴾ اَشِحَّةٌ عَلَيْكُمْ ؕ فَاِذَا جَاءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ

لوگ لڑائی میں کم آتے ہیں۔ یہ لوگ تمہارے بارے میں بخیل بنے ہوئے ہیں پھر جب خوف پیش آ جاتا ہے تو آپ ان کو دیکھتے ہیں کہ آپ کی طرف

اِلَيْكَ تَدُوْرًا عَيْنُهُمْ كَالَّذِي يُغْشَى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ

تک رہے ہیں ان کی آنکھیں اس طرح چکرائی جاتی ہیں جیسے کسی پر موت کے وقت بے ہوشی طاری ہو رہی ہو، پھر جب خوف چلا جاتا ہے تو تم کو

بِالسِّنَةِ حِدَادٍ اَشِحَّةٌ عَلٰى الْخَيْرِ اُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللَّهُ اَعْمَالَهُمْ وَاَوْ كَانَ ذٰلِكَ

تیرے زبانوں سے طعنے دیتے ہیں، مال کے حریص بنے ہوئے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان نہیں لائے، سو اللہ نے ان کے اعمال اکارت کر دیئے اور یہ

عَلٰى اللَّهِ يَسِيْرًا ﴿۲۰﴾ يَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوْا وَاِنْ يَّاتِ الْاَحْزَابُ يَوَدُّوْا اَلْوَآئِهِمْ

اللہ کے لیے آسان ہے وہ سمجھتے ہیں کہ جماعتیں واپس نہیں گئیں اور اگر جماعتیں آ جائیں تو یہ لوگ اس بار آرزو کریں گے کہ کاش ہم دیہاتوں میں

بَادُوْنَ فِي الْاَعْرَابِ يَسْأَلُوْنَ عَنْ اَنْبِيَائِكُمْ وَاَوْ كَانُوْا فِيْكُمْ مَّا قَتَلُوْا اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۲۱﴾

ہوتے تمہاری خبریں دریافت کر لیا کرتے، اور اگر وہ تمہارے اندر موجود ہوں تو وہ لڑائی نہ لڑیں گے مگر ذرا سی۔

۱۷: قُلْ لَنْ يَنْفَعَكُمْ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِنَ الْمَوْتِ (اور کہہ دیجئے تم کو بھاگنا ہرگز فائدہ مند نہ ہوگا اگر تم موت) اَوْ الْقَتْلِ وَاِذَا لَا تُمْتَعُونَ اِلَّا قَلِيْلًا (یا قتل سے بھاگتے ہو اور اس حالت میں تم فائدہ نہ اٹھاؤ گے مگر تھوڑے دنوں) مطلب یہ ہے کہ اگر تمہاری موت کا وقت آچکا تو میدان سے بھاگنا تمہیں فائدہ نہ دے گا۔ اور اگر موت کا وقت ابھی نہیں آیا اور تم بھاگے تو تم دنیا میں رہنے کا ذرا سا فائدہ اٹھا لو گے اور وہ دنیا میں رہنا وہی مدت حیات ہے جو کہ معمولی ہے۔

نکتہ: کسی مروانی سے منقول ہے کہ اس کا گزرا ایسی دیوار کے پاس سے ہوا جو گرا چاہتی تھی اس نے تیزی سے قدم اٹھایا دیکھنے

۱۸

والے نے یہ آیت تلاوت کر دی۔ تو اس نے جواب دیا وہی قلیل تو ہم ڈھونڈ رہے ہیں۔

۱۷: قُلْ مَنْ ذَا الَّذِي يَعْصِمُكُمْ مِنَ اللَّهِ (فرمادے کہ وہ کون ہے جو تمہیں اللہ تعالیٰ سے بچا سکے گا) من اللہ سے مراد وہ عذاب جس کے اتارنے کا اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے۔ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوءًا (اگر وہ تمہارے ساتھ برائی کرنا چاہے) تمہارے نفوس کے سلسلہ میں قتل ہو یا اور کوئی صورت۔ اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً (وہ کون ہے جو اس کے فضل کو روک سکے) اگر وہ تم پر فضل کرنا چاہے۔ رَحْمَةً سے مراد عافیت و سلامتی کے ساتھ طویل عمر۔ مطلب یہ ہے کون اللہ تعالیٰ کو روک سکتا ہے رحم کرنے سے اگر وہ تم پر رحم کرنا چاہے؟ یہ روکنے کا معنی اس لئے کیا کیونکہ يعصمکم میں منع کا معنی پایا جاتا ہے۔ وَ لَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَ لَا نَصِيْرًا (اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی حمایتی پائیں گے اور نہ کوئی مددگار) نصیر بمعنی ناصر (مددگار) ہے۔

دوسروں کو نصرت رسول سے روکنے والے:

۱۸: قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ (اللہ تعالیٰ تم میں سے ان لوگوں کو جانتے ہیں جو مانع بنتے ہیں) یعنی جو دوسروں کو نصرت رسول اللہ ﷺ سے روکتے ہیں۔ وہ منافقین تھے۔ وَالْقَائِلِيْنَ لِاٰخْوَانِهِمْ (اور اپنے نسبی یا وطنی بھائیوں کو کہتے ہیں) کھلے طور پر اپنے مسلمان بھائیوں سے کہتے ہیں) هَلُمَّ اِلَيْنَا (تم ہمارے پاس آ جاؤ) تم اپنے کو ہمارے قریب کر دو اور محمد ﷺ کو چھوڑ دو۔ لغت: یہ اہل حجاز کی لغت ہے ان کے ہاں اس میں واحد و جماعت برابر ہے۔ مگر بنو تمیم کہتے ہیں ہلم یار جل، ہلموا یا رجال، یہ ایک صوت ہے جو فعل متعدی کے نام کے طور پر استعمال ہوتی ہے جیسے احضر و قرب۔ وَلَا يَأْتُوْنَ النَّاسَ اِلَّا قَلِيْلًا (اور وہ لڑائی میں بہت کم ہی آتے ہیں)۔

خوف کے وقت منافقین کا حال:

۱۹: اَشْحٰةٌ عَلَيْكُمْ (تمہارے حق میں بخلی لیے ہوئے ہیں)۔ یہ جمع شحیح کی ہے اس کا معنی بخیل ہے یا تون کی ضمیر سے حال ہے تقدیر کلام اس طرح ہے یا تون الحرب بخلاء علیکم بالظفر والغنیمۃ وہ لڑائی میں اس حال میں شامل ہوتے ہیں کہ تمہارے متعلق کامیابی اور غنیمت کے سلسلہ میں بخل کرنے والے ہیں۔ فَاِذَا جَاءَ الْخَوْفُ (پس جب خوف پیش آتا ہے) خواہ دشمن کی جانب سے ہو یا رسول اللہ کی جانب سے ہو۔ رَاٰیْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ (تم ان کو دیکھتے ہو کہ وہ آپ کی طرف اس طرح دیکھنے لگے ہیں) اس حالت میں تَدُوْرٌ اَعْيُنُهُمْ (کہ ان کی آنکھیں چکرائی جاتی ہیں)۔ دائیں، بائیں (وہ اپنی آنکھوں سے یوں دائیں بائیں دیکھتے ہیں) كَاَلَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ (جیسے کسی پر موت کی بے ہوشی طاری ہو) جیسے ڈر کر گھبرا کر پناہ کی غرض سے موت کی غشی میں مبتلا انسان دیکھتا ہے۔ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ (پھر جب وہ خوف دور ہو جاتا ہے) وہ خوف جب دور ہو جاتا ہے اور وہ امن میں ہو جاتے ہیں۔ اور غنائم جمع کر لیے جاتے ہیں۔ سَلَفُوْكُمْ بِالْسِّنَةِ حِدَادٍ (تو تم کو تیز تیز زبانوں سے طعن دیتے ہیں) وہ تم سے سخت انداز سے مخاطب کرتے ہیں اور کلام سے ایذا پہنچاتے ہیں کہا جاتا ہے خطیب

مسلق یعنی فصیح خطیب، ورجل مسلاق یعنی کلام میں مبالغہ کرنے والا آدمی۔ مطلب یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں ہمیں زیادہ حصہ دو ہم نے تمہاری حفاظت کی ہے اور تمہارے ساتھ ہو کر لڑائی بھی کی ہے۔ ہمارے وجود کی وجہ سے تو تمہیں دشمن پر غلبہ ملا ہے۔ اَشْحَہ عَلَی الْخَبْرِ (مال پر حریص ہیں) یعنی وہ تم سے اس انداز سے خطاب کرتے ہیں کہ مال اور غنیمت کے متعلق حریص ہیں (کہ زیادہ سے زیادہ مل جائے)

نَجْوٰ: اشْحَہ یہ سلفو کم کے فاعل سے حال ہے۔

أُولَٰئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوا (یہ لوگ ایمان نہیں لائے) حقیقت میں بلکہ صرف زبانی مؤمن ہیں۔ فَأَحْبَطَ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ (پس اس نے ان کے اعمال کو ضائع کر دیا) ان کے اعمال ظاہرہ کو اندر کفر چھپانے کی وجہ سے باطل کر دیا۔ وَكَانَ ذَلِكَ (اور یہ ان کے اعمال کا ضیاع) عَلَی اللَّهِ يَسِيرًا (اللہ تعالیٰ کے نزدیک بالکل آسان اور معمولی ہے)۔

منافقین کی جاہت:

۲۰: يَحْسَبُونَ الْأَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوا (ان لوگوں کا خیال یہ ہے کہ لشکر نہیں گئے) وہ اپنی بزدلی کی وجہ سے خیال کرتے تھے کہ کفار کے لشکر شکست کھا کر نہیں لوٹے حالانکہ وہ لوٹ چکے ہیں۔ وَإِنْ يَأْتِ الْأَحْزَابُ (اور اگر وہ گروہ دوبارہ آجائیں) دوسری مرتبہ يَوَدُّوْا لَوْ أَنَّهُمْ بَادُونَ فِي الْأَعْرَابِ (یہ یہی چاہتے ہیں کہ کاش ہم دیہاتیوں میں باہر صحراء میں جارہیں) البادون جمع البادی کی ہے بمعنی دیہاتی۔ مطلب یہ ہے کہ منافق اپنی بزدلی کی وجہ سے تمنا کرتے ہیں کہ وہ مدینہ سے باہر جنگل میں ہوتے اور دیہاتیوں کے درمیان رہائش پذیر ہوتے تاکہ وہ محفوظ رہ سکتے اور اس قتال سے جس میں مسلمان مبتلا ہیں الگ تھلگ رہتے۔

يَسْأَلُونَ (مدینہ سے آنے والوں سے) پوچھتے عَنْ أَنْبَاءِكُمْ (تمہاری خبریں اور حالات اور جو تم پر گزری)۔ وَلَوْ كَانُوا فِيكُمْ (اور اگر وہ تمہارے اندر شامل رہتے) اور مدینہ واپس نہ لوٹتے۔ اور لڑائی ہو جاتی تو مَا قَتَلُوا إِلَّا قَلِيلًا (وہ تھوڑا سا لڑتے) وہ بھی شہرت و دکھلاوے کی غرض سے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَ

تمہارے لیے یعنی اس شخص کے لیے جو اللہ سے اور آخرت کے دن سے ڈرتا ہو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتا ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا

ذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا ۝۲۱ وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ قَالُوا هَذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ

ایک عمدہ نمونہ موجود تھا۔ اور جب ایمان والوں نے جماعتوں کو دیکھا تو انہوں نے کہا کہ یہ ہے وہ جس کا ہم سے اللہ نے اور اس کے رسول نے

وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ ۝۲۲ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا ۝۲۳ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ

وعدہ فرمایا، اور اللہ نے اور اس کے رسول نے سچ فرمایا اور ان کے ایمان اور فرمانبرداری میں ترقی ہی ہو گی۔ اہل ایمان میں

رَجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَنْتَظِرُ

بعض ایسے ہیں جنہوں نے اپنا وہ عہد سچ کر دکھایا جو انہوں نے اللہ سے کیا تھا، سو ان میں سے بعض وہ ہیں جنہوں نے اپنی نذر پوری کر لی اور بعض وہ ہیں جو انتظار کر رہے ہیں

وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا ۝۲۴ لِيَجْزِيَ اللَّهُ الصَّادِقِينَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنَافِقِينَ إِن

اور انہوں نے کچھ بھی تبدیلی نہیں کی۔ تاکہ اللہ سچوں کو ان کی سچائی کا بدلہ دے اور منافقین کو عذاب دے اگر

شَاءَ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا ۝۲۵ وَرَدَّ اللَّهُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِغَيْظِهِمْ

چاہے یا ان کی توبہ قبول فرمائے بلاشبہ اللہ غفور ہے رحیم ہے۔ اور کافروں کو اللہ نے ان کے غصہ کے ساتھ واپس لوٹا دیا

لَمْ يَنَالُوا خَيْرًا ۝۲۶ وَكَفَىٰ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ ۝۲۷ وَكَانَ اللَّهُ قَوِيًّا عَزِيزًا ۝۲۸

انہوں نے کوئی خیر نہ پائی اور قتال کی جانب سے مومنین کے لیے اللہ خود ہی کافی ہو گیا اور اللہ قوت والا ہے عزت والا ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مقتداء ہیں:

۲۱: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں اُسوۂ حسنہ ہے) اُسوۂ یہ جہاں بھی ہو
ضمہ کے ساتھ آئے گا عاصم کے نزدیک اس کا معنی قدوہ (نمونہ) آتا ہے۔ جس کو نمونہ بنایا جائے جس کو مقتدی مانا جائے جیسا
کہتے ہیں فی البیضة عشرون منا حدید یعنی خود میں بیس سیر لوہا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مقتداء ہیں۔
تمہیں ان کی اقتداء مناسب ہے۔ نمبر ۲۔ یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں تمہارے لئے خصائل حمیدہ موجود ہیں جو تمہارے لئے واجب
العمل ہیں مثلاً آپ کا بذات خود قتال کرنا (شہادت پر صبر کرنا وغیرہ) لِمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ (اس کے لئے جو اللہ
تعالیٰ سے ڈرتا ہو اور آخرت کے دن سے ڈرتا ہو) یعنی وہ اللہ تعالیٰ اور آخرت سے ڈرتا ہو۔ نمبر ۲۔ اللہ تعالیٰ کے ثواب کا امیدوار

ہو۔ اور آخرت کی نعمتوں کا چاہنے والا ہو۔

نَحْوُ: لمن یہ لکم سے بدل ہے مگر یہ کمزور قول ہے کیونکہ ضمیر مخاطب سے بدل آ نہیں سکتا۔ نمبر ۲۔ لمن یہ حسنة کے متعلق ہے ای اسوة حسنة کائنہ لمن کان یرجو اللہ۔ وَذَكَرَ اللّٰهُ کَثِیْرًا (اور اللہ تعالیٰ کو وہ بہت یاد کرے) خوف ورجاء اور خوشحالی، تنگدستی میں۔

۲۲: وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ (جب مؤمنوں نے ان لشکروں کو دیکھا) اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ فرمایا تھا کہ وہ ان کے قدم اکھاڑ دے گا۔ بشرطیکہ وہ اللہ تعالیٰ سے فریاد کریں اور اسی سے مدد کے طالب ہوں اس سے اس آیت کی طرف اشارہ فرمایا گیا: ام حسبکم ان تدخلوا الجنة الی قوله قریب۔ [البقرة: ۲۱۳] جب لشکر آگئے وہ مضطرب ہوئے اور سخت مرعوب ہوئے۔ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ (کہنے لگے یہ وہی ہے جس کی ہمیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے خبر دی تھی اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) نے سچ فرمایا) اور انہیں یقین ہو گیا کہ جنت و نصرت الہی دونوں ان کے لئے لازم کر دی گئیں ہیں۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ لشکر تمہاری اس ماہ کے آخری نو دس راتوں میں پہنچنے والے ہیں جب اصحاب نے لشکروں کو دیکھا کہ وہ اس میعاد میں پہنچ گئے ہیں تو انہوں نے یہ کہا (قال الحافظ، لم اجده) ہذا کا مشارالیه بلاء و مصیبت اور آزمائش ہے۔ وَمَا زَادَهُمْ (اس میں جو کچھ انہوں نے لشکروں کا اجتماع دیکھا) اور ان کی آمدنی اور اس سے ترقی ہوئی۔ اِلَّا اٰیْمَانًا (ان کے ایمان میں) جو اللہ تعالیٰ پر اور اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر تھا۔ وَتَسْلِيْمًا (اور اطاعت میں) اللہ تعالیٰ کے فیصلوں اور اس کی تقدیر پر۔

نذر پوری کرنے والے:

۲۳: مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوْا اللّٰهُ عَلَيْهِ (ان مؤمنوں میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے جو عہد کیا تھا اس میں سچے اترے) اس بات میں جس میں انہوں نے اس سے عہد کیا تھا) حرف جار کو حذف کر دیا گیا جیسا کہ اس مشہور مثال میں صدقنی سن بکرہ ای صدقنی عن سن بکرہ اور فعل کو اس کے ساتھ ملا دیا۔ بعض صحابہ کرام نے قسم کھائی تھی کہ جب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کر قتال کا موقع ملے تو ثابت قدم رہیں گے اور اس وقت تک قتال کریں گے یہاں تک کہ شہید ہو جائیں گے ان کے نام یہ تھے عثمان بن عفان، طلحہ، سعد بن زید، حمزہ و مصعب وغیرہم۔ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰی نَحْبَهُ (پس ان میں سے بعض وہ ہیں جو اپنی نذر پوری کر چکے) یعنی شہادت پالی جیسے حمزہ، مصعب رضی اللہ عنہما۔

قضائے نخب:

یہ موت کی تعبیر ہے کیونکہ ہر زندہ مرنے والا ہے کیونکہ وہ محدث ہے اس کے ذمہ جو نذر لازم تھی اس سے کنایہ کیا گیا ہے جب وہ مر گیا تو اس نے گویا اپنا حصہ پورا کر دیا یعنی نذر کو۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَنْتَظِرُ (اور ان میں سے کچھ منتظر ہیں) یعنی موت کے جیسے عثمان و طلحہ رضی اللہ عنہما وَمَا بَدَلُوا تَبْدِيلًا (اور انہوں نے ذرا تغیر و تبدل نہیں کیا) اس عہد کو نہیں بدلا۔ نہ تو شہید کیے جانے کو اور نہ انتظارِ شہادت کو۔ اس میں ان لوگوں پر تعریض کی جنہوں نے عہد کو بدل دیا تھا اور جو دلوں کے بیمار تھے جیسا کہ اس ارشاد میں ہے وَلَقَدْ كَانُوا عَاهِدُوا اللَّهَ مِنْ قَبْلِ لَا يُؤْلُونَ إِلَّا دَبَارَ [الاحزاب: ۱۵]

۲۴: لِيَجْزِيَ اللَّهُ الصَّادِقِينَ بِصِدْقِهِمْ (تاکہ اللہ تعالیٰ سچے مسلمانوں کو ان کے سچ کا بدلہ دے) صدق سے مراد وعدہ وفا ہے۔ وَيُعَذِّبُ الْمُنَافِقِينَ إِنْ شَاءَ (اور منافقوں کو چاہے سزا دے) جبکہ وہ توبہ نہ کریں۔ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ (یا ان کو توبہ کی توفیق دے) اگر وہ توبہ کریں۔ إِنْ اللَّهُ كَانَ غَفُورًا (بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والے ہیں) قبولیت توبہ کے ذریعہ رَحِيمًا (رحم کرنے والے ہیں) غلطی معاف کر کے۔

نکتہ: یہاں منافقین کو اس طرح ذکر فرمایا گیا کہ انہوں نے برے انجام کا قصد کیا اور تبدیل عہد کر کے اس کا ارادہ کیا جیسا کہ سچے لوگوں نے وفاء عہد سے سچے انجام کا قصد کیا۔ کیونکہ ہر دو فریق سے ثواب و عقاب میں سے ایک انجام کو ہر صورت پہنچنا ہے گویا دونوں طلب میں برابر اور اس کو حاصل کرنے کی کوشش میں بھی یکساں ہیں۔

کفار کی شکست:

۲۵: وَرَدَّ اللَّهُ الَّذِينَ كَفَرُوا (اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کو واپس کر دیا) کافروں سے یہاں لشکر مراد ہے۔ بَغِيْظِهِمْ (ان کے غصہ سمیت)۔

مُخَوِّفٍ: یہ حال ہے ای مغیظین جیسا کہ اس ارشاد میں نسبت بالدھن [المؤمنون: ۲۰] میں ہے۔ لَمْ يَنَالُوا خَيْرًا (ان کو کچھ بھی کامیابی نہ ملی) خیر سے یہاں غلبہ مراد ہے۔ یعنی مسلمانوں پر غلبہ نہ پاسکے۔ اس کو ان کے زعم کے مطابق خیر فرمایا۔

مُخَوِّفٍ: یہ حال ہے ای غیر ظافریں اس حال میں کہ وہ کامیاب ہونے والے نہ تھے۔ وَكَفَى اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ (اور اللہ تعالیٰ مؤمنین کیلئے لڑائی میں کافی ہو گیا) ہو اور ملائکہ کے ذریعہ وَكَانَ اللَّهُ قَوِيًّا عَزِيزًا (اللہ تعالیٰ بڑی قوت والے بڑے زبردست ہیں) قدرت و غلبہ والے۔

وَأَنْزَلَ الَّذِينَ ظَاهَرُوهُمْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ صَيَاصِيهِمْ وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ

اور اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے ان کی مدد کی اللہ نے ان کو ان کے قلعوں سے نیچے اتار دیا اور ان کے دلوں میں رعب

الرُّعْبَ فَرِيقًا تَقْتُلُونَ وَتَأْسِرُونَ فَرِيقًا ۗ وَأَوْرَثَكُمْ أَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ

زال دیا تم ایک جماعت کو قتل کرنے لگے اور ایک جماعت کو قید کرنے لگے اور تمہیں ان کی زمین کا اور ان کے گھروں کا اور ان کے مالوں کا

وَأَرْضًا لَمْ تَطَّوُّهَا وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا ۗ

اور ایسی زمین کا مالک بنا دیا جس پر تم نے قدم نہیں رکھا تھا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

غزوہ بنو قریظہ:

۳۶: وَأَنْزَلَ الَّذِينَ ظَاهَرُوهُمْ (اور اتار دیا ان لوگوں کو جنہوں نے ان کی مدد کی تھی) ان لشکروں کی معاونت کی۔ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ (اہل کتاب میں سے) یہود بنی قریظہ مراد ہیں۔ مِنْ صَيَاصِيهِمْ (ان کے قلعوں سے) الصیصۃ کی جمع ہے بمعنی گڑھی، قلعہ، مکان حفاظت۔

روایت تفسیر یہ میں ہے کہ جبرئیل امین علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس رات جس میں لشکر شکست کھا کر بھاگے اس کی صبح تشریف لائے۔ مسلمان مدینہ منورہ لوٹے۔ اور اپنے ہتھیار رکھ دیے جبرئیل علیہ السلام اپنے الحیروم گھوڑے پر سوار تھے ان کے گھوڑے کی کانچی اور چہرے پر غبار تھا۔ آپ نے فرمایا جبرئیل یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا قریش کا پیچھا کرنے کی وجہ سے یہ غبار ہے رسول اللہ ﷺ ان کے گھوڑے کی پیشانی اور زمین سے غبار پوچھنے لگے اور عرض کیا یا رسول اللہ! فرشتوں نے تو ابھی تک ہتھیار نہیں رکھے اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتے ہیں کہ آپ بنی قریظہ کی طرف روانہ ہو جائیں۔ میں انہی کی طرف جا رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس طرح کھٹکھا دیا ہے جیسے خود چٹان پر کھٹکھٹاتے ہیں۔ وہ تمہارے لئے لقمہ ہیں۔ لوگوں میں اعلان کر دیں جو حکم ماننے والا فرمانبردار ہے وہ بنی قریظہ میں عصر کی نماز ادا کرے۔ آپ ﷺ نے پچیس راتیں ان کا محاصرہ کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم میرے حکم پر اتر آؤ! انہوں نے انکار کر دیا۔ پھر فرمایا سعد بن معاذ کے حکم پر اتر آؤ! وہ اس پر رضامند ہو گئے حضرت سعد بن معاذ نے کہا میں ان کے متعلق فیصلہ کرتا ہوں کہ ان کے مقاتلین کو قتل کر دیا جائے اور ان کی اولاد و نساء کو قیدی بنا لیا جائے۔ پھر ان کو اترنے کیلئے کہا گیا۔ مدینہ کے بازار میں ان کے لئے ایک خندق کھودی گئی جس میں ان کی گردنیں مار دیں گئیں۔ ان کی تعداد ۸۰۰ سے ۹۰۰ کے درمیان تھی۔ ایک قول: چھ سو مقاتل تھے اور سات سو قیدی تھے۔ (سیرت ابن ہشام ۳/۲۲۳) وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ (اور ان کے دلوں پر رعب طاری کر دیا) الرعب سے مراد خوف ہے۔

قرآنت: الرُّعْبُ شامی و علی نے عین کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُمْ تُرَدُّنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ

اے نبی! آپ اپنی بیویوں سے فرمادیجئے کہ اگر تم دنیا والی زندگی اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ

أَمْتَعِكُنَّ وَأَسْرَحِكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا ۲۸ وَإِنْ كُنْتُمْ تُرَدُّنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالْدَّارَ

میں تمہیں فائدہ پہنچادوں اور تمہیں خوبی کے ساتھ چھوڑوں۔ اور اگر تم اللہ کو اور اس کے رسول کو چاہتی ہو اور

الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا ۲۹ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ

دار آخرت کو تو بلاشبہ اللہ نے ان عورتوں کے لیے جو تم میں اچھے کام کرنے والی ہوں بڑا اجر تیار فرمایا ہے۔ اے نبی کی

النَّبِيِّ مَنْ يَأْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبِينَةٍ يُضَعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ

بیویا تم میں سے جو بیوی بے ہودگی کرے گی اس کو دوہرا عذاب دیا جائے گا

وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ۳۰

اور یہ اللہ کے لیے آسان ہے۔

فَرِيقًا (ایک فریق کو) تَقْتُلُونَ (تم قتل کرتے تھے) تَقْتُلُونَ کی وجہ سے فریقاً منصوب ہے۔ یہ مقتولین لڑنے والے مرد تھے۔ وَتَأْسِرُونَ فَرِيقًا (اور ایک گروہ کو قید کرتے تھے) یہ عورتیں اور بچے تھے۔
اعتنانِ فتح:

۲۷: وَأَوْرَثَكُمْ أَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ (اور تمہیں ان کی زمینوں، گھروں اور مالوں کا وارث بنا دیا) اموال سے مراد نقدی، مویشی اور اثاثہ تھا۔ روایت تفسیر یہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کی زمین صرف مہاجرین کو عنایت فرمائی اور انصار کو فرمایا تم اپنے گھروں میں ہو (واقدی) وَأَرْضًا لَّمْ تَطْنُوهَا (اور ایسی زمین کا جس پر تم نے قدم بھی نہ رکھا) لڑائی کی غرض سے اور وہ سرزمین نمبر ۱۔ مکہ نمبر ۲۔ یافارس و روم نمبر ۳۔ یا خیبر یا نمبر ۴۔ ہر وہ زمین جو قیامت تک مسلمان فتح کریں گے مراد ہے۔
وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا (اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت والے ہیں) قدر بمعنی قادر ہے۔

طلبِ خوشی کا جواب:

۲۸: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُمْ تُرَدُّنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا (اے نبی ﷺ آپ اپنی بیویوں سے فرمادیں۔ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی بہار چاہتی ہو) یعنی خوشحالی اور کثرتِ اموال فَتَعَالَيْنَ (تو آؤ)۔ یہ اصل میں تعال ہے۔ جو کسی بلند جگہ میں ہو اس کو چلی جگہ والا بلانے کے لئے کہتا ہے پھر اس کا استعمال عام ہو کر اونچی، نیچی تمام جگہوں کیلئے ہونے لگا تعالین کا

معنی اپنے ارادہ اور اختیار سے ایک امر کا چناؤ کر لو۔ اس سے مراد جگہ سے اٹھ کر جانا نہیں ہے۔ جیسا کہ اس قول میں ہے قام يَهْدِدُنِي (وہ مجھے دھمکانے لگا)۔ اَمْتَعِكُنَّ (میں تمہیں کچھ متاع دے دوں) متاع طلاق مراد ہے۔ اور یہ متاع طلاق ہر مطلقہ کیلئے مستحب ہے۔ سوائے اس عورت کے جو طلاق سے قبل اپنا حق تفویض کر دے۔

یہ آیت تخییر ہے:

وَأَسْرَحُكُنَّ (اور تمہیں رخصت کر دوں) طلاق دے کر رخصت کرنا مراد ہے۔ سَرَاحًا جَمِيلًا (اچھی طرح رخصت کرنا) دنیا کی جو چیز کپڑے، خرچہ میں اضافہ و تبدیلی اس میں کمی نہ کی جائے گی۔ آپ ﷺ اس بات سے غمزہ ہوئے۔ پس یہ آیت تخییر نازل ہوئی۔ پس آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ابتداء کی یہ آپ کی سب سے زیادہ محبوب بیوی تھیں۔ ان پر جب آپ نے آیت تخییر پڑھی تو انہوں نے اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کے گھر کو پسند کیا۔ آپ ﷺ کے چہرہ مبارک سے غم کا بادل چھٹ کر چاند کی چمک آگئی۔ پھر تمام ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن نے اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کر لیا۔ جیسے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کیا۔

روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا میں تمہیں ایک بات کہنے والا ہوں۔ تم اپنے والدین کے مشورہ کے بغیر اس کا جواب دینے میں جلدی نہ کرنا۔ پھر ان کے سامنے قرآن مجید کی یہ آیات پڑھیں تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آیات سننے کے بعد کہا کیا اس معاملے میں اپنے والدین سے مشورہ کروں۔ میں تو اللہ اور اس کے رسول اور آخرت والے گھر کو پسند کرتی ہوں۔ [رواہ البخاری: ۴۷۸۵: مسلم ۱۳۷۵]۔

تخییر کا حکم:

طلاق کے سلسلہ میں تخییر کا حکم یہ ہے کہ جب اس نے اپنی بیوی کو کہا اختاری بیوی نے کہا اخترت نفسی۔ ایک طلاق بائنہ ہو جائے گی۔ علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اگر اس نے اپنے خاوند کو اختیار کیا تو اس کو ایک طلاق رجعی واقع ہو جائے گی اور اگر اپنے آپ کو اختیار کر لیا تو ایک طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی۔

۲۹: وَإِنْ كُنْتُمْ تُرِيدُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالذَّارَ الْآخِرَةَ (اور اگر تم اللہ تعالیٰ کو اور اس کے رسول اور آخرت والے گھر کو چاہتی ہو)۔ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُمْ أَجْرًا عَظِيمًا (پس اللہ تعالیٰ نے نیک کرداروں کیلئے تم میں سے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے)۔

معصیت کی قباحت کا بڑھنا زیادتی فضل کو ظاہر کرتا ہے:

۳۰: نِسَاءَ النَّبِيِّ مَنِ يَأْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ (اے ازواج نبی اکرم ﷺ جو تم میں سے کھلی ہوئی بے ہودگی کرے گی)۔ فَاحِشَةٌ (انتہائی قبیح برائی)۔ مُبَيِّنَةٌ (جس کا نقش ظاہر ہو) یہ بَيِّنٌ بمعنی تبیین ہے۔

قراءت: مکی، ابو بکر نے فتحہ یا مبینہ پڑھا ہے۔

ایک قول یہ ہے:

اس سے مراد ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی اور حکم عدولی کرنا مراد ہے۔ قول دیگر زنا مراد ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے معصوم رکھنے والے ہیں۔ **يُضَعَفُ لَهَا الْعَذَابُ** (اس کو دوہری سزا دی جائے گی) قراءت: مکی و شامی نے **يُضَعَفُ لَهَا الْعَذَابُ** پڑھا ہے۔ جبکہ ابو عمرو، زید، یعقوب نے **يُضَعَّفُ** پڑھا ہے۔ **ضِعْفَيْنِ** (دوگنا) دوسری عورتوں کے مقابلہ میں دوگنی سزا کیونکہ جو دوسری عورتوں کیلئے قبیح ہے تو وہ ان کے لئے اچھ ہے۔ معصیت کی قباحت کا بڑھنا یہ زیادتی فضل کو ظاہر کرتا ہے۔ کسی اور عورت کو ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم جیسی فضیلت حاصل نہیں۔ اسی وجہ سے تو عالم عاصی جاہل عاصی کی نسبت زیادہ قابل مذمت ہے۔ کیونکہ عالم کی معصیت قبیح تر ہے۔ اور اسی لئے غلاموں کے مقابلہ میں احرار کی حد زیادہ ہے اور کافر کو رجم نہ کیا جائے گا۔ **وَكَانَ ذَلِكَ** (اور یہ ان پر سزا کا دوگنا ہو جانا)۔ **عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا** (اللہ تعالیٰ کو یہ بات آسان ہے) آسان معمولی۔

وَمَنْ يَقْنُتْ مِنْكُمْ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُؤْتِيهَا أَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ وَأَعْتَدْنَا

اور تم میں سے جو عورت اللہ اور رسول کی فرمانبرداری کرے گی اور نیک عمل کرے گی ہم اس کا ثواب دوہرا دیں گے اور ہم نے اس کے لیے

لَهَا رِزْقًا كَرِيمًا ۳۱ يَنْسَاءُ النَّبِيُّ لَسْتِنَّ كَأَحَدٍ مِنَ النِّسَاءِ إِنْ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا

رزق کریم تیار کیا ہے۔ اسے نبی کی بیوی اور تم دوسری عورتوں میں سے کسی عورت کی طرح نہیں ہو اگر تم تقویٰ اختیار کرو،

تَخَضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلًا مَعْرُوفًا ۳۲ وَقُرْنِ فِي

تو نرمی سے بات نہ کرو کہ ایسا شخص لالچ نہ کرنے لگے جس کے دل میں مرض ہو اور مناسب طریقہ پر بات کرو۔ اور تم اپنے گھروں میں

بِوَيْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِينَ الزَّكَاةَ

نظمی رہو اور قدیم جہالت کے دستور کے موافق نہ پھرو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو

وَاطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ

اور اللہ اور اسکے رسول کی فرمانبرداری کرو، اللہ یہی چاہتا ہے کہ اسے نبی کے گھروالو تم سے گندگی کو

الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ۳۳ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَىٰ فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ

دور فرمادے اور تم کو اچھی طرح پاک کر دے۔ اور گھروں میں جو تلاوت کی جاتی ہیں ان آیات کو

اللَّهُ وَالْحِكْمَةَ ۴ وَإِنَّ اللَّهَ كَانَ لَطِيفًا خَبِيرًا ۴

اور حکمت و یاد کرو، بلاشبہ اللہ مہربان ہے باخبر ہے۔

اطاعت گزار کو دو گنا بدلہ:

۳۱: وَمَنْ يَقْنُتْ مِنْكُمْ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ (اور جو کوئی تم میں سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تابعداری کرے گی) الاقنوت۔ اطاعت کو کہتے ہیں۔ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُؤْتِيهَا أَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ (اور نیک عمل کرے گی ہم اس کو اس کا اجر دو مرتبہ دیں گے) دوسروں کے مقابلے میں دو گنا ثواب۔ وَأَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيمًا (اور ہم نے اس کے لئے عزت والی روزی تیار کر رکھی ہے)

قراءت: حمزہ، علی نے دونوں میں یاء پڑھی ہے۔ رزق کریم سے مراد عظیم الشان رزق ہے اور وہ جنت ہے۔

کوئی جماعتِ نساء تمہارے برابر نہیں:

۳۲: يُنْسَاءُ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ (اے نبی ﷺ کی ازواج تم معمولی عورتوں کی طرح نہیں ہو) یعنی تم عورتوں کی جماعتوں میں سے کسی ایک کی طرح نہیں ہو۔ جب عورتوں کی تمام جماعتوں کی ایک جماعت کر کے پڑتال کی جائے تو کوئی ایک جماعت بھی تمہاری فضیلت میں برابری کرنے والی نہ ملے گی۔ اَحَدٌ اصل میں وَحَدٌ ہے اور وہ ایک کو کہتے ہیں پھر نفی عام کیلئے اس کو وضع کیا گیا اس میں مذکر مؤنث اور واحد اور اس کے ماوراء کو برابر قرار دیا گیا۔

إِن اتَّقَيْتُنَّ (اگر تم تقویٰ اختیار کرو) اگر تم تقویٰ کا ارادہ کرو۔ نمبر ۲۔ اگر تم متقی ہو۔ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ (تو تم بولنے میں نزاکت مت کرو) یعنی جب تم مردوں سے پردے میں بات کرو تو بولنے میں نرم اور چبا چبا کر باتیں مت کرو جیسے امید دلانے والی عورتیں کلام کرتی ہیں۔ فَيُطْمَعِ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ (ایسے شخص کو طمع اور خیال ہونے لگتا ہے۔ جس کے دل میں خرابی ہے)۔

نَحْوًا: فَيُطْمَعِ كَوْنِ صَوْرَتِ مِثْلِ نَبِيِّ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ (اگر تم تقویٰ اختیار کرو) اگر تم تقویٰ کا ارادہ کرو۔ نمبر ۲۔ اگر تم متقی ہو۔ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ (تو تم بولنے میں نزاکت مت کرو) یعنی جب تم مردوں سے پردے میں بات کرو تو بولنے میں نرم اور چبا چبا کر باتیں مت کرو جیسے امید دلانے والی عورتیں کلام کرتی ہیں۔ فَيُطْمَعِ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ (ایسے شخص کو طمع اور خیال ہونے لگتا ہے۔ جس کے دل میں خرابی ہے)۔

وَقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوفًا (اور تم قاعدہ کے موافق بات کہو)۔ اچھی بات ہو باوجودیکہ انداز درشت ہو۔

۳۳: وَقُرْآنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى (اور تم اپنے گھروں میں قرار سے رہو۔ اور قدیم زمانہ جاہلیت کے دستور کے موافق مت پھرو)۔

قراءت: مدنی اور عاصم سوائے ہمیرہ کے قُرْآنَ پڑھتے ہیں۔

صرف: یہ اصل میں اِقْرَدْنَ تھا ایک راء کو تخفیف کیلئے حذف کر دیا۔ اور اس کا فتح ما قبل کو دے دیا۔ یا یہ قار یقار سے ہے جس کا معنی جمع ہونا آتا ہے۔ دیگر تمام قراء نے قرآن پڑھا اور اس کو وقر و قاراً سے یا قر یقر سے قرار دیا پہلی راء کو تکرار کی وجہ سے حذف کر دیا ای اقر دن قراراً اور کسرہ قاف کو دے دیا۔

قراءت: فی بُیوتکن میں باء کا ضمہ بصری، مدنی، حفص نے پڑھا ہے۔ جاہلیت اولی سے قدیم جاہلیت اور التبرج سے مراد چلنے میں نزاکت و نخرہ یا اظہار زینت۔ تقدیر کلام اس طرح ہوگی۔ لا تبرجن تبرجاً مثل تبرج النساء فی الجاہلیة الاولی۔ قدیم زمانہ جاہلیت میں جیسے عورتیں اظہار زینت کر کے نکلتیں تھیں تم اس طرح زینت کر کے مت نکلو۔

جاہلیت اولی:

اس سے مراد وہ زمانہ ہے جس میں ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے نمبر ۲۔ آدم و نوح علیہما السلام کا درمیانی زمانہ، نمبر ۲۔ زمن داؤد و سلیمان علیہما السلام۔

جاہلیت اُخریٰ:

عیسیٰ علیہ السلام اور محمد ﷺ کے درمیان والا زمانہ نمبر ۲۔ جاہلیت اولیٰ سے اسلام سے قبل کفر کا زمانہ اور جاہلیت اُخریٰ اسلام میں فسق و فجور والی جاہلیت۔

وَاقْمِنِ الصَّلٰوةَ وَاتَيْنِ الزَّكٰوةَ وَاطْعَنِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (تم نمازوں کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیا کرو اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا کہا مانو) نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتے ہوئے امر کا الگ الگ صیغہ استعمال فرمایا پھر دیگر تمام طاعات کیلئے ایک ہی صیغہ امر استعمال فرمایا۔ اس سے ان دونوں کی تمام احکام پر عظمت ظاہر ہوتی ہے۔ کیونکہ جو ان پر مواظبت اختیار کرنے والا ہے۔ یہ دونوں اس کو دوسرے احکام کی تعمیل کی طرف کھینچ لے جانے والی ہیں۔

ترغیب اور گناہوں سے نفرت دلانے کا انداز:

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ (اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ اے گھر والو! تم سے آلودگی کو دور رکھے) الرجس سے الاثم یعنی گناہ مراد ہے۔

نَجْوًا: اہل البیت یہ نداء کی وجہ سے منصوب ہے یا مدح کی بناء پر منصوب ہے۔

دلیل:

اس میں دلیل ہے کہ آپ کی ازواج آپ کے اہل بیت سے ہیں۔ عنکم کی ضمیر مذکر لائے۔ کیونکہ اس سے آپ کی آل کے مرد و عورتیں دونوں مراد ہیں۔ وَيُطَهِّرْكُمْ تَطْهِيرًا (اور وہ تمہیں پاک صاف رکھے۔) گناہوں کی نجاست سے۔ اس سے واضح ہوا کہ آپ نے ازواج کو بعض باتوں کا حکم دیا اور بعض سے روکا۔ اور ان کو نصیحت کی تاکہ اہل بیت رسول ﷺ گناہوں کا ارتکاب نہ کریں اور تقویٰ کے ذریعہ اس سے اپنے کو بچائیں۔ گناہوں کیلئے بطور استعارہ الرجس کا لفظ استعمال کیا اور تقویٰ کیلئے تطہیر کا کیونکہ قباحت کے مقامات پر ارتکاب کرنے والے کا اپنے کو پیش کرنا اس کو اسی طرح ملوث کر دیتا ہے جیسا کہ گندگیوں سے اس کا بدن پلید ہو جاتا ہے۔ باقی رہے نیکیوں کے مقامات تو ان پر آپ کو پیش کرنے سے پاک کپڑے کی طرح انسان پاک رہتا ہے۔ اس میں عقلمندوں کو گناہوں سے نفرت دلانی اور اوامر کی ترغیب دی ہے۔

۳۴: وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَىٰ فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ (اور تم یاد رکھو ان آیات الہیہ اور علم کی باتوں کو جن کا تمہارے گھروں میں چرچا رہتا ہے) آیات سے مراد قرآن اور حکمت سے سنت مراد ہے۔ یا حکمت سے معانی قرآن کی وضاحت۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا (بیشک اللہ تعالیٰ راز داں ہے) وہ اشیاء کی گہرائیوں کو جاننے والا ہے۔ خَبِيرًا (خبر دار ہے) اشیاء کے حقائق سے واقف ہے مطلب یہ ہے وہ تمہارے افعال و اقوال اور احوال کو جاننے والا ہے۔ امر و نہی کی مخالفت سے بچتی رہو اور اس کے رسول کی نافرمانی نہ کرو۔

إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَنِينَ وَالْقَنَاتِ

بلاشبہ مسلم مرد اور مسلم عورتیں اور مومن مرد اور مومن عورتیں اور فرمانبرداری کرنے والے مرد اور فرمانبرداری کرنے والی عورتیں

وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَشِيعِينَ وَالْخَشِيعَاتِ

اور راستباز مرد اور راستباز عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور خشوع کرنے والے مرد اور خشوع کرنے والی عورتیں

وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِينَ وَالصَّائِمَاتِ وَالْحَفِظِينَ

اور صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور روزے رکھنے والے مرد اور روزے رکھنے والی عورتیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے

فُرُوجَهُمُ وَالْحَفِظَاتِ وَالذِّكْرِينَ اللَّهُ كَثِيرًا وَالذِّكْرَاتِ لَا أَعَدَّ اللَّهُ

مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ کو بکثرت یاد کرنے والے مرد اور یاد کرنے والی عورتیں ان کے لیے اللہ نے

لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرًا عَظِيمًا ﴿۳۵﴾

مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔

۳۵: نشانِ نَزْوَالٍ: نبی اکرم ﷺ کی ازواج کے متعلق یہ فضائل والی آیات اتریں تو امت کی عورتوں نے کہا ہمارے متعلق تو فضیلت کی کوئی آیت نہیں اتری۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔

امت کی عورتوں کے فضائل:

إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ (بیشک مسلمان مرد و عورتیں) الْمُسْلِمَ جو لڑائی کے بعد صلح میں داخل ہو۔ ایسے مطیع کو کہتے ہیں جو سرکشی نہ کرے۔ نمبر ۲۔ اپنا آپ جو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے۔ اور اسی پر بھروسہ کرنے والا ہو۔ جیسا اس آیت میں ہے: مَنْ اسلم وجهه لله۔

وَالْمُؤْمِنِينَ (اور مومن) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تصدیق کرنے والے اور وہ باتیں جن کی تصدیق کرنا ضروری ہے۔

وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَنِينَ (اور مومنہ عورتیں اور فرمانبرداری کرنے والے مرد) جو طاعت پر قائم رہنے والے ہیں۔ وَالْقَنَاتِ وَالصَّادِقِينَ (اور فرمانبرداری کرنے والی عورتیں اور سچ بولنے والے مرد) منہیات میں اور اقوال و اعمال میں سچ۔ وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ (اور سچ بولنے والی عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں) طاعات پر جمے رہنے والے اور سینات سے گریزاں۔ وَالْخَشِيعِينَ (اور خشوع اختیار کرنے والے مرد) الخاشع وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کیلئے دل اور جوارح سے تواضع کرنے والا ہو۔ یا خائفین مراد ہے۔ وَالْخَشِيعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ (اور خشوع کرنے والی عورتیں اور

خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں) خواہ صدقہ فرضی ہو یا نفلی وَالصَّالِمِينَ وَالصَّالِمَاتِ (اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں) فرضی ہو یا نفلی ایک قول یہ ہے کہ جس نے ایک ہفتہ میں ایک درہم صدقہ کیا وہ متصدقین میں شمار ہو جائے گا اور جس نے ہر ماہ ایام بیض کے روزے رکھے وہ الصائمین میں شمار ہوگا۔ وَالْحَفِظِينَ فُرُوجَهُمْ (اور وہ مرد جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں)۔ ان مقامات سے جو حلال نہیں۔ وَالْحَفِظَاتِ وَالذَّاكِرَاتِ اللّٰهُ كَثِيْرًا (اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والیاں ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کرنے والے مرد) تسبیح و تحمید اور تکبیر و تہلیل اور قراءت قرآن مجید، علم میں مشغولیت کے ذریعہ۔ علم میں مشغولیت یہ بھی ذکر ہے۔

عطف کے فرق کا لطیفہ:

مطلب یہاں یہی ہے اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والیاں اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والیاں۔ مگر الذاکرات کو ما قبل کی دلالت کی وجہ سے حذف کر دیا۔ اور مؤنثات کے مذکروں پر عطف اور جوڑے کے جوڑے پر عطف میں فرق یہ ہے کہ اول دوسرے قول کی نظیر ہے ثبیات و ابکاراً۔ [التحریم: ۵] یہ دونوں مختلف جنسیں ہیں مگر حکم ایک ہے اس لئے ان کے درمیان حرف عطف لانے کے بغیر چارہ کار نہ تھا۔ مگر دوسرا وہ عطف الصفة علی الصفة بحرف الجمع کے قبیل سے ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ جو مردان صفات کو اپنے اندر جمع کرنے والے اور جو عورتیں اپنے میں یہ صفات جمع کرنے والیاں ہیں۔ وَالذَّاكِرَاتِ (اور بہت یاد کرنے والی عورتیں)۔

اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا (ان سب کیلئے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے) جو ان کی طاعات پر ان کو ملے گا۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ مَّرَدٍ أَوْ كِسْفٍ مِمَّنْ يَسْأَلُ اللَّهَ بِحُجَّتِهِ أَوْ لِمَنْ يَأْتِي اللَّهَ بِبُرْهَانٍ كَمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ۚ وَمَا كَانَ لِمَنْ أَهْرَأَ كَيْدًا أَنْ يَأْتِي اللَّهَ بِبُرْهَانٍ كَمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ۚ وَمَا كَانَ لِمَنْ أَهْرَأَ كَيْدًا أَنْ يَأْتِي اللَّهَ بِبُرْهَانٍ كَمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ۚ

اور کسی مؤمن مرد اور کسی مؤمن عورت کے لیے اس کی گنجائش نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا حکم دے دیں تو انہیں اپنے کام میں اختیار

مِنْ أَمْرِهِمْ ۚ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا ﴿۳۷﴾ وَإِذْ تَقُولُ

باقی رہے اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول اللہ کی نافرمانی کرے سو وہ صریح گمراہی میں پڑ گیا۔ اور جب آپ اس شخص سے فرما رہے

لِلَّذِي أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللَّهَ وَتُخْفَىٰ

تھے جس پر اللہ نے انعام کیا اور آپ نے انعام کیا کہ اپنی بیوی کو اپنے پاس رو کے رکھو اور اللہ سے ڈرو اور آپ اپنے

فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ ۚ فَلَمَّا قَضَىٰ

دل میں اس چیز کو چھپا رہے تھے جسے اللہ تعالیٰ ظاہر فرمانے والا تھا، اور آپ لوگوں سے ڈر رہے تھے اور آپ کو یہ سزاوار ہے کہ اللہ سے ڈریں، پھر جب زید اس سے

زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَ لَكِي لَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ

اپنی حاجت پوری کر چکا تو ہم نے اس عورت کا آپ سے نکاح کر دیا تاکہ مسلمانوں پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارے میں کوئی تنگی نہ رہے

إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ۚ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا ﴿۳۸﴾ مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا

جب وہ ان سے حاجت پوری کر چکیں اور اللہ کا حکم پورا ہونے ہی والا تھا۔ نبی پر اس بارے میں کوئی تنگی نہیں ہے جو اللہ نے

فَرَضَ اللَّهُ لَهُ سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ قَدَرًا مَّقْدُورًا ﴿۳۹﴾

ان کے لیے مقرر فرما دیا، جو لوگ اس سے پہلے گزرے ہیں ان کے بارے میں اللہ نے یہی معمول رکھا ہے، اور اللہ کا حکم مقرر کیا ہوا ہے

الَّذِينَ يَبْلُغُونَ رِسَالَاتِ اللَّهِ وَيَخْشَوْنَهُ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللَّهَ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ حَسِيبًا ﴿۴۰﴾

جو اللہ کے پیغاموں کو پہنچاتے ہیں اور اللہ سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے اور اللہ کافی ہے حساب لینے والا۔

۳۶: شان نزول: رسول اللہ ﷺ نے زید بن حارثہ کے نکاح کا پیغام اپنی پھوپھی زاد زینب بنت جحش کو بھیجا۔ ان کے بھائی عبد اللہ بن جحش نے انکار کیا تو یہ نازل ہوئی۔ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ (کسی مؤمن مرد اور کسی مؤمنہ عورت کے لئے گنجائش نہیں) یعنی کسی مؤمن و مؤمنہ کیلئے درست نہیں۔ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا (جب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول کسی کام کا حکم دے دیں) کاموں میں سے کسی کام کا۔ أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخَيْرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ (کہ ان کو ان کے اس کام میں کوئی اختیار رہے) کہ وہ اس معاملہ میں جس بات کا چاہیں چننا کریں بلکہ ان پر لازم ہے کہ وہ اپنی رائے کو رسول ﷺ کی رائے کے تابع بنا

دیں اور اپنے اختیار کو آپ کے اختیار کے ماتحت کر دیں۔ ان دونوں نے یہ سن کر کہا یا رسول اللہ ﷺ ہم راضی ہیں۔ پھر زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت زید سے کر دیا۔ اور زید کی طرف سے ان کی طرف مہر روانہ کر دیا گیا۔

وجہ ضمیر:

لہم میں ضمیر جمع لائی گئی حالانکہ ضمیر مفرد کی آنی چاہیے۔ کیونکہ مذکورین نفی کے تحت وارد ہوئے۔ پس حکم ہر مؤمن و مؤمنہ کے لئے عام ہو گیا پھر معنی کا لحاظ کرتے ہوئے ضمیر جمع لائی گئی لفظ ظاہر کا اعتبار نہ رہا۔
قراءت: یکنون یاء کے ساتھ کوفی نے پڑھا ہے اور تکون تاء کی قراءت ابن کثیر، نافع، ابن عامر، ابو جعفر وغیرہ دیگر قراء کی ہے۔
الخیرة: وہ چیز جس کو چنا اور پسند کیا جائے۔

مَنْ تَلَا: اس سے یہ معلوم ہوا کہ امر و وجوب کیلئے آتا ہے۔ وَمَنْ يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَقَدْ ضَلَّ سَبِيْلًا مُّبِيْنًا (اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا کہنا نہ مانے گا وہ صریح گمراہی میں پڑا) معصیت دو قسم کی ہے اگر یہ عصیان قبولیت سے انکار اور حکم کو مسترد کرنے والا ہے تو یہ کفر و ضلال ہے اور اگر فعلی عصیان ہے مگر حکم کو قبول کر لیا اور حکم لازم ہونے کا اعتقاد ہے۔ تو یہ فسق و فجور اور گناہ کبیرہ ہے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کا تذکرہ:

۳۷: وَاذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ (اور جب آپ فرما رہے تھے اس کو جس پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا) اسلام کی توفیق دی جو سب سے اعلیٰ نعمت ہے۔ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ (اور آپ نے انعام کیا) اس کو آزاد فرما کر متبیت بنا لیا۔ گویا وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے انعامات میں کروٹ بدلنے والا ہے مراد اس سے زید بن حارثہ ہیں۔ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ (اپنی بیوی کو اپنی زوجیت میں رہنے دے) زوج سے مراد یہاں زینب بنت جحش ہیں۔ اور واقعہ اس طرح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے زید سے نکاح کے بعد ان کو دیکھا تو اچھی معلوم ہوئیں آپ نے فرمایا سبحان اللہ مقلب القلوب اس سے قبل آپ کے دل کا میلان قطعاً نہ تھا زینب رضی اللہ عنہا نے یہ تسبیح سنی اور زید سے اس کا تذکرہ کیا۔ زید سمجھ گئے۔ (یہ کلام مفسر مرحوم نے معلوم نہیں کہاں سے نقل کیا۔ یہ منصب نبوت کے خلاف اور باطل ہے۔ آپ کو ان کے نکاح سے کوئی چیز مانع نہ تھی زید کے ساتھ نکاح آپ نے خود کیا تھا) اللہ تعالیٰ نے زید کے دل میں زینب سے نفرت اور اعراض ڈال دیا۔ زید رضی اللہ عنہ نے ایک دن حاضر خدمت ہو کر کہا میں اپنی بیوی کو چھوڑنا چاہتا ہوں آپ نے فرمایا تمہیں کیا ہوا؟ کیا اس کے کسی معاملے میں شک معلوم ہوا؟ انہوں نے عرض کیا نہیں! اللہ تعالیٰ کی قسم میں نے اس سے سوائے خیر کے اور کچھ نہیں دیکھا۔ مگر وہ اپنے شرافت نسبی کی وجہ سے مجھ پر بڑائی ظاہر کرتی ہے اور مجھے ایذا پہنچاتی ہے آپ ﷺ نے فرمایا تو اپنی بیوی کو اپنی زوجیت میں برقرار رکھ۔ وَاتَّقِ اللّٰهَ (اور اللہ تعالیٰ سے ڈر) نمبر ۱۔ اور اس کو طلاق نہ دے یہ نہیں تنزیہی ہے کیونکہ اولیٰ بات یہ تھی کہ وہ طلاق نہ دیں۔ نمبر ۲۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور تکبر و بڑائی کی طرف نسبت کر کے اس

کی مذمت نہ کرو اور خاوند کو ایذا دینے والی بات اس کے ذمہ مت لگا۔ وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ (اور آپ اپنے دل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھے جس کو اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والا تھا) یعنی اپنے دل میں ان کے ساتھ نکاح کی بات اگر زید طلاق دے دیں۔ اور یہی وہ بات ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرمایا۔

ایک قول:

یہ ہے آپ کے دل میں اس کی طرف میلان اور زید سے ان کی جدائی کی پسندیدگی یہ وہ بات تھی کہ جس کو آپ دل میں چھپائے تھے۔ (اس دوسرے قول بلا دلیل کے متعلق عرض یہ ہے کہ تخفی فی نفسک سے اگر محبت و میلان مراد ہے تو ما اللہ مبدیہ کے وعدہ کا ایفاء کہاں اور کس آیت میں ہے۔ حالانکہ آیت تو صاف زواج نکھا ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہی آپ قلب اطہر میں چھپائے ہوئے تھے۔ کہ اگر زید نے طلاق دے دی تو مجھے زینب سے نکاح کرنا پڑے گا۔ اس کے بغیر زینب اور اس کے بھائیوں کی اشک شونی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ طبعاً کراہت کے باوجود اطاعت رسول کی خاطر انہوں نے نکاح کر دیا تھا۔ (مترجم انظر البیان)

تَخْفِي: وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مِمَّا وَادَّ حَالِيهِ هِيَ۔

وَ تَخْشَى النَّاسَ (اور آپ لوگوں سے اندیشہ کرتے تھے) یعنی لوگوں کی اس بات سے کہ اپنے منہ بولے بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا ہے۔ (جو جاہلیت عرب میں حقیقی بہو کی طرح ناجائز سمجھا جاتا تھا) وَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ (اور ڈرنا تو آپ کو اللہ تعالیٰ ہی سے زیادہ سزاوار ہے)

تَخْفِي: وَادَّ حَالِيهِ هِيَ مَطْلَبٌ يَهْ أَمْسَكَ عَلَيْكَ زَوْجَكَ مَخْفِيًا فِي نَفْسِكَ ارَادَةُ الْاِتِّمَسَكِهَا وَتَخْفِي خَاشِيَا قَالَةَ النَّاسِ وَ تَخْشَى النَّاسَ حَقِيْقًا فِي ذَلِكَ بَانَ تَخْشَى اللّٰهَ (یہ مفسر رحمہ اللہ کا قول محتاج دلیل ہے) مترجم۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اگر رسول اللہ ﷺ موی میں سے کوئی چیز چھپاتے تو اس آیت کو چھپاتے (جب اس کو بھی نہیں چھپایا تو کسی چیز کو نہیں چھپایا) فَلَمَّا قَضَى زَيْدٌ مِنْهَا وَطْرًا (پھر جب زید کا اس سے جی بھر گیا) الوطْر حاجت و ضرورت جب کوئی شخص کسی چیز سے متعلق اپنی مقصودی ضرورت کو پالے تو اس وقت کہتے ہیں قضی منہ و طره مطلب یہ ہے کہ جب زینب کے متعلق زید کی کوئی ضرورت نہ رہی اور زید رضی اللہ عنہ کی ہمت نے جواب دے دیا۔ اور اس کو طلاق دے دی اور زینب رضی اللہ عنہا کی عدت ختم ہو گئی۔ زَوْجًا نَكَحَهَا (ہم نے آپ سے اس کا نکاح کر دیا) روایت تفسیر یہ میں ہے کہ جب ان کی عدت مکمل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے زید رضی اللہ عنہ کو فرمایا مجھے تم پر سب سے بڑھ کر اعتماد ہے زینب رضی اللہ عنہا کو میری طرف سے پیغام نکاح دو۔ زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں چل دیا اور میں نے آواز دے کر کہا: یا زینب ابشری! رسول اللہ ﷺ تمہیں نکاح کا پیغام دیتے ہیں۔ زینب اس پر خوش ہوئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے نکاح کر لیا اور اس سے شب باشی فرمائی۔ اور جو ولیمہ ان کے نکاح پر کیا وہ اور کسی بیوی کے نکاح پر نہیں کیا۔ آپ نے ایک بکری ذبح فرمائی اور لوگوں کو روٹی و گوشت کھلایا یہاں تک کہ آدھا دن گزر گیا۔ (ابویعلیٰ بغیر سند)

لِكُنِّي لَا يَكُونُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ (تاکہ مؤمنوں سے ان کے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارے میں کوئی تنگی نہ ہو) إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطْرًا (رہے جب وہ ان سے اپنا جی بھر چکیں) ایک قول یہ ہے کہ قضائے وطرا حاجت کا پانا لینا اور مراد کو پہنچنا۔ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ (اور اللہ تعالیٰ کا حکم) جس کے متعلق وہ چاہتے ہیں کہ وجود میں آئے۔ مَفْعُولًا (ہونے والا تھا) ہر صورت میں پورا ہونے والا تھا۔ اور یہ مثال ہے اس کی جو اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ زینب کا نکاح رسول اللہ ﷺ سے ہو کر رہے گا۔

حلال کے استعمال میں پیغمبر ﷺ کو کیا قباحت:

۳۸: مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللَّهُ لَهُ (اور نبی اکرم ﷺ پر کوئی الزام نہیں اس بات میں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مقرر کر دی) فرض اللہ سے مراد جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے حلال کیا اور اس کا حکم دیا اور وہ زید رضی اللہ عنہ کی بیوی زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح تھا۔ نمبر ۲۔ جو عورتوں کی تعداد آپ کے لئے مقرر کر دی تھی۔

سُنَّةَ اللَّهِ (اللہ عزوجل کا طریقہ) اور اللہ تعالیٰ نے یہی معمول بنا رکھا ہے) سُنَّةٌ یہ اسم ہے جس کو مصدر کی جگہ رکھا گیا ہے جیسے کہتے ہیں: تَرَبًّا وَجَنْدَلًا، یہ ماکان علی النبی من حرج کی تاکید ہے۔ گویا تقدیر کلام اس طرح ہے سن اللہ ذلك سنة في الانبياء الماضين اللہ تعالیٰ نے انبیائے ماضین میں یہی طریقہ مقرر فرما رکھا ہے۔ وہ یہ ہے کہ مباح کام کے کر گزرنے میں ان پر کوئی پابندی نہیں اور نکاح وغیرہ میں ان پر وسعت کی گئی۔ کہ ان کے حرم میں آزاد اور باندیاں دونوں ہی تھیں۔ داؤد علیہ السلام کی ایک سو بیویاں اور تین سو باندیاں تھیں اور سلیمان علیہ السلام کی تین سو آزاد عورتیں چھ سو باندیاں تھیں۔ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ (ان کے حق میں جو پہلے گزرے) وہ انبیاء علیہم السلام جو آپ سے قبل گزرے۔ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ قَدْرًا مَقْدُورًا (اور اللہ تعالیٰ کا حکم تجویز کردہ ہوتا ہے) فیصلہ شدہ، قطعی طے شدہ۔

قراءت ونحو:

اس پر اس صورت میں وقف نہ کیا جائے گا جبکہ الذین یبلغون کو اول الذین سے بدل بنایا جائے۔ اور اگر تم اس کو محل رفع میں قرار دو۔ تو اس پر وقف کریں گے اور الذین یبلغون سے کلام ابتدائی ہو۔

۳۹: الَّذِينَ يَبْلُغُونَ رِسَلَتِ اللَّهُ (یہ سب لوگ ایسے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے پیغامات کو پہنچایا کرتے تھے)

نَحْوُ: اول الذین سے بدل ہے نمبر ۲۔ محل رفع میں کلام ابتدائی نمبر ۳۔ مدح کی وجہ سے منصوب امی ہم الذین یبلغون نمبر ۴۔ اعنی الذین یبلغون۔

وَيَخْشَوْنَ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللَّهَ (اور اللہ تعالیٰ ہی سے ڈرتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہ ڈرتے

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ

تمہارے مردوں میں سے محمد ﷺ کسی کے باپ نہیں ہیں اور لیکن اللہ کے رسول ہیں نبیوں کی مہر ہیں اور اللہ

اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا

ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

تھے) اس آیت میں انبیاء علیہم السلام کا وصف یہ بیان کیا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی سے ڈرتے ہیں۔ یہ تصریح کے بعد تعریض ہے و تخشی الناس واللہ احق ان تخشاہ) اب اس آیت کے پیش نظر تخشی الناس کا معنی لیا جائے گا جو آپ کے مناسب ہوگا فافہم وتدبر) وَكَفَى بِاللَّهِ حَسِيبًا (اور اللہ تعالیٰ حساب لینے کے لئے کافی ہے) ہر مقام خوف کیلئے کافی ہے نمبر ۲۔ صغیرہ اور کبیرہ پر محاسبہ کرنے والا ہے۔ وہی اس لائق ہے کہ اس سے ڈرا جائے۔

آپ ﷺ کا خاتم النبیین ہونا:

۴۰: مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ (محمد ﷺ) تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں) حقیقتاً تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں کہ جس کی بنیاد پر آپ کے اور اس بیٹے کے درمیان حرمت مہر و نکاح ثابت ہو سکے۔ الرجال سے بالغ اولاد مراد ہے اور حسن و حسین تو اس وقت بالغ نہ تھے (یہ تو نواسے ہیں جو حکماً اولاد میں شامل ہوتے ہیں) طاہر و طیب و قاسم، ابراہیم رضی اللہ عنہم بچپن میں فوت ہو گئے۔

وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ (لیکن وہ ہیں) رَّسُولَ اللَّهِ (اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں) ہر رسول اپنی امت کا باپ ہوتا ہے ان باتوں کے لحاظ سے جوان کی توقیر و تعظیم کو امت میں لازم کرنے والی ہوں اور اسی طرح جو باتیں مشقت و نصیحت کو امت کے حق میں لازم کرنے والی ہوں۔ تمام احکام میں نہیں جو کہ ابناء و آباء کے درمیان ثابت ہوتے ہیں۔

اور زید تمہارے مردوں میں سے ایک ہیں وہ آپ کی حقیقی اولاد نہیں ہے۔ اس کا حکم تمہاری طرح ہے اور بیٹا بنا لینا اس سے اختصاص و تقرب حاصل ہوتا ہے اور کچھ نہیں۔ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ (اور سب نبیوں کے لئے خاتم ہیں)

قراءت: خاتم تاء کے فتح سے عاصم نے پڑھا ہے اس کا معنی طابع یعنی ان سے آخر۔ مطلب یہ ہے آپ ﷺ کے بعد کوئی پیغمبر بنایا نہ جائے گا اور عیسیٰ علیہ السلام تو ان میں سے ہیں جن کو نبوت پہلے دی جا چکی اور جب وہ اتریں گے تو شریعت محمد ﷺ پر عامل ہونگے گویا کہ وہ آپ کی امت کے ایک فرد ہیں۔ دیگر قراء نے تاء کے کسرہ کے ساتھ بمعنی طابع ہے ختم کرنے والے۔ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت اس کی تائید کرتی ہے۔ وَلَكِن نَبِيًّا خَتَمَ النَّبِيِّينَ۔ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا (اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے)۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا ۖ وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۚ هُوَ

اے ایمان والو! اللہ کا ذکر کرو خوب کثرت کے ساتھ۔ اور صبح و شام اس کی تسبیح بیان کرو۔ وہی ہے

الَّذِي يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ لِيُخْرِجَكُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّوْرِ ط وَكَانَ

جو تم پر رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی تا کہ تمہیں اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لے آئے۔ اور وہ

بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا ۚ تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهُ سَلَامٌ ۚ وَاعِدَّ لَهُمْ أَجْرًا كَرِيمًا ۚ

ایمان والوں پر رحم فرمانے والا ہے۔ جس دن یہ لوگ اس سے ملاقات کریں گے ان کا تحیہ سلام ہوگا اور اس نے ان کے لیے اجر کریم تیار فرمایا ہے۔

۳۱: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اللَّهُ ذِكْرًا كَثِيرًا (اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرو) قسم قسم کی ثناء کثرت کے ساتھ کرو۔
۳۲: وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً (اور اس کی تسبیح کرو صبح) بکرة دن کے ابتدائی حصہ کو کہتے ہیں۔ وَأَصِيلًا (اور دن کے آخر میں)
کثرت ذکر کا حکم وجہ تخصیص:

ان دو اوقات کو ذکر کیلئے خاص کیا کیونکہ دن رات کے فرشتے ان دو اوقات میں جمع ہوتے ہیں۔

قول قتادہ رضی اللہ عنہ:

سجوا کا معنی یہ ہے کہ تم سبحان اللہ، والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ

العلی العظیم پڑھو۔

دونوں فعل اذکرو اور سبحوا اوقات بکرہ اور اصیل کی طرف متوجہ ہیں۔ جیسا کہ کہتے ہیں۔ صم و صل یوم الجمعة

اور تسبیح یہ منجملہ اذکار میں سے ہے تمام اقسام ذکر میں سے ان دو انواع کو خاص کرنا اسی طرح ہے جیسا کہ جبرئیل و میکائیل علیہما

السلام کو تمام فرشتوں میں سے خاص کرنا۔ تاکہ تمام اذکار پر ان کی فضیلت ظاہر ہو جائے کیونکہ اس کا معنی اس کی ذات کو ایسی

صفات سے پاک قرار دینا جو اس کی ذات کے لائق نہیں۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ ذکر اور کثرت ذکر سے مراد کثرت طاعات و

عبادات ہوں۔ کیونکہ وہ بھی منجملہ ذکر میں سے ہے پھر اس میں سے تسبیح کو (بکرہ) صبح کیلئے خاص کیا وہ صلوٰۃ الفجر ہے اور اصیل کو

خاص کیا یہ نماز ظہر، عصر، مغرب، عشاء ہیں یا صلوٰۃ فجر اور مغرب و عشاء مراد ہیں۔

صلوٰۃ کا مطلب:

۳۳: هُوَ الَّذِي يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ (وہ وہی ذات ہے جو کہ تم پر رحمتیں بھیجتی ہے اور اس کے فرشتے) مصلیٰ کی جب یہ

حالت ہے کہ وہ اپنے رکوع اور سجدہ میں متوجہ ہوا ہے۔ تو دوسرے پر شفقت و نرمی کے ساتھ متوجہ ہونے والے کیلئے بطور استعارہ

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ﴿۴۵﴾ وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ

اے نبی بے شک ہم نے آپ کو گواہ اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا اور اللہ کے حکم سے اللہ کی طرف بلائے والا

وَسِرَاجًا مُنِيرًا ﴿۴۶﴾ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ بِأَنَّ لَهُمْ مِنَ اللَّهِ فَضْلًا كَبِيرًا ﴿۴۷﴾ وَلَا

اور روشن کرنے والا چراغ بنا کر بھیجا ہے، اور آپ مؤمنین کو خوشخبری سنا دیجئے کہ بلاشبہ اللہ کی طرف سے ان پر بڑا فضل ہے اور آپ

تَطَّعِ الْكَافِرِينَ وَالْمُنَافِقِينَ وَدَعِ أَذْيَهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ

کافروں اور منافقوں کی بات نہ مانئے اور ان کی ایذا کو چھوڑیئے اور اللہ پر بھروسہ کیجئے اور اللہ کافی

وَكَيْلًا ﴿۴۸﴾

کارساز ہے۔

استعمال ہونے لگا۔ جیسا کہ مریض کی عیادت کرنے والا مریض پر شفقت میں اور عورت اپنے بیٹے پر شفقت کرتی ہے پھر اس کا استعمال کثرت سے رحمت و مہربانی میں ہونے لگا اور اسی معنی میں عرب کا یہ قول ہے: صلی اللہ علیک یعنی تم پر رحم فرمائے اور مہربانی فرمائے۔

صلاة ملائکہ:

سے مراد ملائکہ کا یہ قول ہے: اللھم صل علی المؤمنین کیونکہ وہ مستجاب الدعوات ہیں اس لئے ان کو اس طرح قرار دیا گیا گویا کہ وہ رحمت و مہربانی کرنے والے ہیں مطلب یہ ہے وہی ذات ہے جو تم پر رحم فرماتا اور مہربانی کرتا ہے اس طرح کہ وہ تمہیں خیر کی طرف بلاتا ہے اور تمہیں کثرت ذکر کا حکم دیتا ہے۔ اور وہ مقدار میں صلاۃ و طاعت کا حکم دیتا ہے۔

لِيُخْرِجَكُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ (تاکہ وہ تمہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالے) معصیت کے اندھیروں سے نور اطاعت کی طرف وَ تَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا (اور وہ مؤمنوں پر زیادہ مہربان ہے)۔

مَسْتَنْلَا: آیت کا یہ حصہ دلیل ہے کہ صلاۃ سے مراد رحمت ہے روایت میں ہے کہ جب آیت: ان اللہ و ملائکتہ یصلون علی النبی [الاحزاب: ۵۶] نازل ہوئی تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ نے جس شرف کے ساتھ بھی آپ کو خاص کیا تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں حصہ دار اور شریک ضرور بنایا ہے پس یہ آیت نازل ہوئی۔

۴۴: تَحِيَّتُهُمْ (ان کا سلام) یہ اضافت مصدر الی المفعول کی قسم میں سے ہے۔ ای تحیة اللہ لکم۔ یَوْمَ یَلْقَوْنَهُ (جس دن وہ اس کو ملیں گے) اس کو دیکھیں گے۔ سَلَّمَ (اللہ تعالیٰ السلام علیکم فرمائیں گے) وَأَعَدَّ لَهُمْ أَجْرًا كَرِيمًا (اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے اجر کریم تیار کر رکھا ہے) اجر کریم یعنی جنت۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصافِ خمسہ:

۳۵: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے آپ کو اس شان کارسول بنا کر بھیجا کہ آپ شاہد ہو گئے (ان پر جن کی طرف آپ مبعوث ہوئے اور ان کی تصدیق و تکذیب پر یعنی آپ کا قول ان کے متعلق خواہ حق میں ہو یا خلاف قبول کیا جائے گا۔ جیسا کہ شاہد عادل کا قول فیصلہ میں قبول کیا جائے گا۔

تَخْوِ: یہ حال مقدرہ ہے جیسا تم کہو مردت برجل معہ صقر صاندا بہ غذا ای مقدرًا بہ الصيد غذا۔ میں ایک آدمی کے پاس سے گزرا جس کے پاس باز ہے۔ اس حال میں کہ وہ اس سے صبح شکار کرنے والا ہے یعنی اسکے مقدر کیا گیا ہے شکار کو کل و مبشرًا (اور خوشخبری دینے والے ہیں) ایمان والوں کو جنت کی۔ و نذیرًا (اور وہ کافروں کو آگ سے ڈرانے والے ہیں)۔

۳۶: وَذَاعِبًا إِلَى اللَّهِ بِأَذْنِهِ (اور دعوت دینے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے حکم سے) اس کے امر سے یا اس کے میسر کر دینے سے۔

تَخْوِ: تمام حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں۔

وَسِرَاجًا مُنِيرًا (اور روشن چراغ ہیں) آپ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ظلماتِ شرک کو روشن کر دیا مگر اہوں کو ہدایت ملی جیسا کہ رات کے اندھیرے روشن سورج سے روشن ہو جاتے ہیں۔ اور روشنی سے راستہ پایا جاتا ہے۔

قول جمہور کہ سراج منیر سے مراد قرآن مجید ہے۔ اسکے مطابق تقدیر عبارت یہ ہوگی۔ ذَا سِرَاجٍ مُنِيرٍ أَوْ سِرَاجٍ مُنِيرٍ كِي تَلَاوَتِ كَرْنِ وَآلِ هِي۔ منیر کی صفت سراج کیلئے لائی گئی کیونکہ جب دیئے کی بتی چھوٹی ہو جاتی اور تیل کم ہو جاتا ہے تو وہ روشنی نہیں دیتا۔ نمبر ۲۔ شاہد ا کا معنی ہماری وحدانیت کی گواہی دینے والا مبشرًا (ہماری رحمت کی خوشخبری دینے والا)۔ و نذیرًا (ہمارے عذاب سے ڈرانے والا) و داعیًا الی اللہ (ہماری عبادت کی طرف دعوت دینے والا)۔ و سراجًا اور ہمارے وجود کی ظاہر دلیل (

۳۷: وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ بِأَنَّ لَهُمْ مِنَ اللَّهِ فَضْلًا كَبِيرًا (اور مؤمنین کو خوشخبری دے دیں کہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑا فضل ہونے والا ہے۔) فضل کبیر سے بڑا ثواب مراد ہے۔

۳۸: وَلَا تَطْعِ الْكٰفِرِيْنَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ (اور آپ کافروں اور منافقوں کی اتباع مت کیجئے) اس سے مراد اس حالت پر برا بیچتے کرنا اور دوام و ثبات پیدا کرنا ہے جس میں آپ تھے۔ وَذَعُ أَذْهُمُ (اور ان کی طرف سے جو ایذا پہنچے اس سے صرف نظر فرمائیں) اذی بمعنی ایذا ہے۔

تَخْوِ: اور نمبر ۱۔ یہ بھی احتمال ہے کہ اس کی اضافت فاعل کی طرف ہو ای اجعل ایذاہم ایباک فی جانب ان کی ایذا کو ایک طرف رکھ اور اس کی کوئی پرواہ مت کرو اور نہ ان کی ایذا سے ڈرو۔ نمبر ۲۔ اضافت مفعول کی طرف ہو۔ ای دع ایذاہم مکافاة لهم۔ آپ ان کو بطور بدلہ ایذا دینے کو رہنے دیجئے۔ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ (اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیجئے) وہ ان کے لئے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ

اے ایمان والو! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو پھر تم انہیں ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دو

فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُونَهَا فَمِ تَعَوُّهُنَّ وَسَرَاحُهُنَّ سَرَاحًا

تو تمہاری ان پر کوئی عدت نہیں جسے تم شمار کرو تم ان کو کچھ متاع دے دو اور انہیں خوبی کے ساتھ

جَمِيلًا ۲۹

چھوڑ دو۔

کافی ہے۔ وَكَفَى بِاللَّهِ وَكِيلًا (اور اللہ تعالیٰ کی کارسازی کافی ہے) اس کی سپرداری کفایت کرنے والی ہے۔

ایک قول:

یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے پانچ اوصاف بیان فرمائے اور ان میں سے ایک کا مقابلہ ایک مناسب خطاب سے فرمایا مثلاً نمبر ۱۔ شاہد کا مقابلہ و بشر المؤمنین سے کیونکہ آپ ﷺ امت پر شاہد ہونگے اور امت تمام امتوں پر شاہد ہوگی۔ اور یہ بہت بڑی فضیلت ہے نمبر ۲۔ المبشر کا مقابلہ کفار و منافقین سے اعراض کرنے کے ساتھ کروایا کیونکہ جب ان سے اعراض کریں گے تو ایمان والوں کی طرف پورے طور پر متوجہ ہونگے اور بشارت کیلئے یہ بات مناسب ہے۔ نمبر ۳۔ النذیر کا مقابلہ دع اذ اہم سے کیا کیونکہ جب وہ حاضر میں ان کی ایذا کو چھوڑ دیں گے حالانکہ ایذا کی جلدی سزا تو ضروری ہے۔ یا بدیر سزا۔ اور کفار کو مستقبل میں ملنے والی اس سزا سے ڈرایا گیا۔ نمبر ۴۔ اور داعی الی اللہ کا تقابل تیسیر کے قول توکل علی اللہ کے ساتھ کیا۔ کیونکہ جو اللہ تعالیٰ پر توکل کر لیتا ہے اس پر ہر مشکل آسان ہو جاتی ہے۔ نمبر ۵۔ سراج منیر کا تقابل اللہ تعالیٰ کی وکالت پر اکتفاء سے کیا گیا کیونکہ اللہ تعالیٰ جس کی دلیل کو تمام مخلوق پر روشن کر دیں تو وہ اس لائق ہے کہ تمام مخلوق کو چھوڑ کر اسی پر اکتفاء کیا جائے۔

و جوب عدت:

۳۹: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ (اے ایمان والو! جب تم مومنہ عورتوں سے نکاح کرو) یعنی جب تم شادی کرو۔ نکاح کا لفظ اصل میں وطی کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔ اور عقد کو بھی نکاح اس لئے کہتے ہیں کیونکہ وطی تک پہنچنے کا ذریعہ اور واسطہ ہے جیسا کہ شراب کو اٹھ کہتے ہیں کیونکہ وہ شراب اس گناہ کا سبب ہے جیسا کہ راجز کے اس قول میں:

اسنمة الا بال فی صحابہ

شاعر نے پانی کا نام اسنمة الا بال رکھا کیونکہ وہ اونٹوں کے موٹا ہونے کا سبب اور ان کی سناموں کی بلندی کا سبب ہے۔

النکاح:

نکاح کا لفظ قرآن مجید میں عقد کے معنی میں ہی وارد ہوا ہے۔ کیونکہ وطی کے معنی میں تو یہ باب تصریح میں سے ہو جائے گا۔ حالانکہ آداب قرآن کا تقاضا اس کا (یعنی وجیء) کنایہ، الملامسة، المماساة، القربان، التغشی اور الاتیان ہے۔

وجہ تخصیص:

مؤمنات کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ اشارہ کر دیا کہ مؤمن کو مؤمنہ سے نکاح کرنا چاہیے۔ اگرچہ کتابیات جو از نکاح میں مؤمنات کے برابر ہیں۔

ثُمَّ طَلَقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ (پھر تم ان کو ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دو) اور خلوت صحیحہ مس کی طرح ہے۔ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُونَهَا (تو تمہاری ان کے اوپر کوئی عدت نہیں جس کو تم شمار کرنے لگو)

مَسْتَبَلَّةٌ: اس میں دلیل ہے کہ عورتوں پر مردوں کیلئے عدت واجب ہے اور تعتدو نہا کا معنی اس کی گنتی کو پورا کرنے والے ہو۔

صرف:

یہ عدت سے باب افتعال ہے فَمَتَّعُوهُنَّ (پس ان کو کچھ متاع دیدو)۔

متاع:

اُس عورت کے لئے لازم ہے جس کو دخول سے پہلے طلاق دے دی گئی ہو اور اس کا مہر بھی مقرر نہ ہو دوسری عورتوں کے لئے نہیں۔

وَسَرَ حُوهُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا (اور ان کو حوبی کے ساتھ رخصت کر دو)۔ یعنی ان کو تکلیف دینے کیلئے نہ روکو۔ اور ان کو اپنے گھروں سے فارغ کر دو۔ کیونکہ تمہاری طرف سے ان پر کچھ بھی عدت نہیں ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ الَّتِي آتَيْتَ أَجُورَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ

اے نبی! ہم نے آپ کے لیے یہ بیویاں حلال کر دیں جن کو آپ ان کے مہر دے چکے ہیں اور وہ عورتیں بھی حلال کیں جو آپ کی مملوکہ

يَمِينِكَ مِمَّا آفَاءَ اللَّهِ عَلَيْكَ وَبَنَاتِ عَمِّكَ وَبَنَاتِ عَمَّتِكَ وَبَنَاتِ خَالَكَ

ہیں ان اموال میں سے جو اللہ نے آپ کو مالِ غنیمت میں سے دلوائے اور آپ کے چچا کی بیٹیاں اور آپ کی پھوپھیوں کی بیٹیاں اور آپ کے ماموں کی بیٹیاں

وَبَنَاتِ خُلَيْكِ الَّتِي هَاجَرْنَ مَعَكَ وَامْرَأَةً مُؤْمِنَةً إِنْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا

اور خالائوں کی بیٹیاں جنہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی اور وہ عورتیں حلال کیں جو بغیر عوض کے اپنی جان نبی کو بخش

لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَنْ يَسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۗ

دیں اگر پیغمبر ان سے نکاح کرنا چاہیں، یہ آپ کے لیے مخصوص ہے نہ کہ مؤمنین کے لیے،

قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِي أَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُونَ

ہم نے جان لیا جو کچھ ہم نے ان پر ان کی بیویوں اور باندیوں کے بارے میں احکام مقرر کیے تاکہ آپ پر کوئی

عَلَيْكَ حَرَجٌ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۝

بھگتی نہ ہو اور اللہ غفور ہے رحیم ہے۔

نہم شرط، تابید نکاح ہے:

۵۰: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ الَّتِي آتَيْتَ أَجُورَهُنَّ (اے نبی مکرم ﷺ) ہم نے آپ کیلئے آپ کی یہ بیویاں جن کے مہر (اے نبی) آتیتِ اجورہن (آپ دے چکے ہیں حلال کی ہیں) اجور کا معنی مہر ہے۔ کیونکہ مہر بضع کا بدلہ ہے۔ (اتیتِ اجورہن کی قید احترازی نہیں۔ واقعی ہے کیونکہ آپ جلد ادا فرماتے تھے)

کرخی عسید کا قول:

لفظ اجارہ سے نکاح اسی لئے جائز ہے کیونکہ مہر کو اجور فرمایا۔

جواب کرخی عسید:

نکاح کی شرط تابید ہے اور اجارہ کی شرط تاقیت ہے اور دونوں میں منافات ہے اور ایتاؤھا کا معنی اعطاءھا عا جلا ان کو جلد ادا کرنا یا اس کو مقرر کرنا اور عقد میں اس کا نام لینا ہے۔ وَمَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ مِمَّا آفَاءَ اللَّهِ عَلَيْكَ (اور وہ عورتیں بھی جو تمہاری

مملوکہ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو غنیمت میں دلوادی ہیں) وہ صفیہ، جو یہ ہیں ان دونوں کو آزاد کر کے ان سے نکاح فرمایا۔

وَبَنَاتِ عَمِّكَ وَبَنَاتِ عَمَّتِكَ وَبَنَاتِ خَالِكَ وَبَنَاتِ (اور آپ کے چچا کی بیٹیاں اور پھوپھیوں کی بیٹیاں اور ماموں کی بیٹیاں اور خالہ)۔ خَلَّتِكَ النَّبِيُّ هَاجِرُونَ مَعَكَ (کی بیٹیاں وہ جنہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی) مع کا لفظ یہاں

مقارنت کیلئے نہیں بلکہ فقط وجود ہجرت کو ثابت کرنے کیلئے ہے جیسا کہ اس ارشاد میں ص و اسلمت مع سلیمان [انمل: ۳۳]

ام ہانی بنت ابی طالب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے پیغام نکاح بھیجا میں نے معذرت پیش کی۔ آپ نے

میرے عذر کو قبول فرمایا۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری پس آپ کے لئے یہ (نکاح کرنا) حلال نہ قرار دیا گیا کیونکہ میں نے

ہجرت نہ کی تھی۔ [ترمذی: ۳۲۱۳]

وَأَمْرًا مَوْمِنَةً إِنْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ (اور اس مؤمنہ عورت کو جو بلا عوض اپنے کو پیغمبر کو دیدے) اور آپ کے لئے

حلال کر دیا، ہم نے اس عورت کو جو اپنے نفس کو آپ کے ہبہ کر دے اور یہ عورت مہر طلب نہ کرے اگر ایسا اتفاق ہو۔ اسی لئے امرأة

مؤمنہ نکرہ لایا گیا۔ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما: یہ مستقبل کے حکم کو بیان کیا ہے۔ حالانکہ کوئی عورت ہبہ والی آپ کے ہاں نہ تھی۔

ایک قول یہ ہے کہ نفس کو ہبہ کرنے والی عورت آپ کے ہاں میمونہ بنت الحارث یا زینب بنت خزیمہ یا ام شریک بنت جابر یا

خولہ بنت حکیم تھیں۔

قرأت: حسن رحمہ اللہ نے اَنْ وَهَبَتْ پڑھا اور ان کو تعلیلیہ قرار دیا۔ اور لام کو محذوف مانا لان و هبت۔ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ

نے بغیر ان کے پڑھا۔ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَسْتَنْكِحَهَا (اگر پیغمبر اس کو نکاح میں لانا چاہیں) اور اس کی طرف نکاح کی رغبت رکھتے

ہوں۔

ایک قول یہ ہے نکح اور استنکح کا ایک معنی ہے دوسری شرط پہلی شرط کے لئے قید ہے حلال ہونے کی شرط یہ ٹھہرائی گئی ہے وہ

عورت اپنا آپ آپ کو ہبہ کر دے اور ہبہ میں نکاح کی طلب کا ارادہ خود موجود ہے گویا اس طرح فرمایا احللناھا لك ان وهبت

لك نفسها وانت تريد ان تستنكحها او ارادته هي: قبول الهبة وما به تتم۔ ہم نے آپ کے لئے حلال کر دیا اگر وہ

اپنا آپ آپ کو ہبہ کر دے اور آپ اس سے نکاح کرنا چاہتے ہوں۔ اور آپ کا ارادہ ہی قبول ہے جس سے وہ نکاح ہبہ تکمیل پذیر

ہوگا۔

مَسْتَنْكَلَةٌ: اس میں دلیل ہے کہ لفظ ہبہ سے نکاح جائز ہے کیونکہ رسول ﷺ اور آپ کی امت احکام میں برابر ہیں سوائے ان

احکام کے جن کو دلیل آپ کے لئے خاص ثابت کر دے۔ خَالِصَةً (یہ مخصوص ہے آپ کے لئے) بلا مہر نکاح۔

مَخْجُورٌ: یہ وہبت کی ضمیر سے حال ہے نمبر ۲۔ مصدر مؤکد ہے تقدیر کلام یہ ہوگی خلص لك احلال ما احللناك خالصة

تمہارے لئے مخصوص کر دیا گیا اس چیز کا حلال کرنا جو کہ ہم نے آپ کیلئے حلال کیا خصوصاً اور مصادر فاعلة کے وزن پر کثرت سے

آتے ہیں۔ مثلاً العاقبة، الكاذبة۔ لَكَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ (نہ کہ دوسرے مؤمنین کیلئے) دوسروں کیلئے مہر واجب ہے خواہ اس

تُرْجَىٰ مَنْ تَشَاءُ مِنْهُمْ وَتُنْوَىٰ إِلَيْكَ مَنْ تَشَاءُ وَمَنْ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا

آپ ان میں سے جسے چاہیں اپنے سے دور رکھیں اور جسے چاہیں اپنے نزدیک ٹھکانہ دیں اور جسے آپ دور کریں اسے طلب کریں تو

جُنَاحَ عَلَيْكَ ذَلِكَ أَدْنَىٰ أَنْ تَقْرَأَ عَيْنَهُمْ وَلَا يَحْزَنَ وَيَرْضَيْنَ بِمَا آتَيْتَهُنَّ

اس بارے میں آپ پر کوئی گناہ نہیں یہ اس بات سے قریب تر ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور وہ رنجیدہ نہ ہوں اور جو کچھ آپ ان کو دیں وہ سب اس پر

كُلَّهُنَّ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي قُلُوبِكُمْ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَلِيمًا ۝۵۱

راضی رہیں اور اللہ جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے اور اللہ جاننے والا ہے علم والا ہے۔

وقت مذکور ہو یا اس کی نفی کر دی گئی ہو۔

حکمتیں:

اولاً خطابى انداز تھا پھر اس کلام کو غیبت کی طرف موڑ دیا ان اراد النبى میں پھر خطاب کی طرف کلام کو لوٹایا تاکہ اعلان کر دیا جائے کہ یہ اختصاص نبوت کی وجہ سے بطور تکریم فرمایا گیا ہے۔ اور اس کو بار بار عظمت شان کیلئے ذکر کیا۔

قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِي أَزْوَاجِهِمْ (ہم کو وہ احکام معلوم ہیں جو ہم نے ان پر ان کی بیبیوں) یعنی جو مہر ہم نے آپ کی امت پر ان کی زوجات کے سلسلہ میں واجب کیے ہیں۔ نمبر ۲۔ جو ہم نے ان کی ازواج کے سلسلہ میں حقوق لازم کیے ہیں۔ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ (اور لونڈیوں کے بارے میں مقرر کیے ہیں) ملکیت کے طور پر ان کو خرید لینے کی بناء پر لِكَيْلَا يَكُونَ عَلَيْكَ حَرَجٌ (تاکہ آپ پر کسی قسم کی تنگی نہ ہو) حرج کا معنی تنگی ہے یہ آیت کا حصہ خالصۃً لك من دون المؤمنین سے متصل ہے۔ اور قد علمنا ما فرضنا عليهم في ازواجهم وما ملكت ايمانهم یہ جملہ معترضہ ہے۔ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا (اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہیں)۔ وہ اپنے بندوں پر وسعت فرمانے والے ہیں۔

۵۱: تُرْجَىٰ (اور اپنے سے دور رکھیں)

قراءت: بلا ہمزہ مدنی، حمزہ، علی، خلف، حفص نے پڑھا اور دیگر قراء نے ہمزہ سے پڑھا۔ ترجمی کا معنی مؤخر کرنا، دور رکھنا ہے۔

اصل مقصد کو جامع تقسیم:

مَنْ تَشَاءُ مِنْهُمْ وَتُنْوَىٰ إِلَيْكَ مَنْ تَشَاءُ (جن کو آپ چاہیں ان میں سے اور نزدیک رکھیں ان میں جس کو آپ چاہیں) تَنْوَىٰ کا معنی ملانا، نزدیک کرنا ہے۔ یعنی جس سے چاہیں اپنی خواہگاہ کو الگ فرمائیں اور جس سے چاہیں مضاجعت فرمائیں یا جس کو چاہیں طلاق دیں اور جس کو چاہیں روک رکھیں یا جن کے لئے چاہیں باری کی تقسیم فرمائیں اور جن کے لئے چاہیں نہ فرمائیں یا امت کی عورتوں سے جس سے چاہیں نکاح کر لیں اور جن سے چاہیں تزوج چھوڑ دیں۔ یہ تقسیم ایسی ہے جو کہ

اصل مقصد کو جامع ہے۔ کیونکہ یا تو وہ طلاق دیں گے اور یا وہ روک کر رکھیں گے جب نکاح میں باقی رکھیں گے تو اس سے مضاجعت فرمائیں گے یا نہ فرمائیں گے اور باری تقسیم کریں گے یا نہ کریں گے۔ جب طلاق دے دی اور علیحدگی اختیار فرمائی تو پھر اس معزولہ کو بالکل چھوڑ دیں گے اس کو بالکل نہ چاہیں گے یا اس کو چاہیں گے۔

روایت میں ہے کہ آپ نے ان میں سے جو یریبہ، سودہ، صفیہ اور میمونہ اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہن کو مؤخر اور دور کیا۔ آپ ان کے لئے باری کو جب چاہتے اور جس طرح چاہتے تقسیم فرماتے۔ اور جن عورتوں کو اپنے قریب کیا وہ عائشہ، حفصہ، ام سلمہ اور زینب رضی اللہ عنہن تھیں۔ پانچ کو دور کیا اور چار کو نزدیک کیا (ابن ابی شیبہ مرسل) آپ اختیار اور آزادی کے باوجود ان کے مابین برابری فرماتے۔ سوائے سودہ کئے انہوں نے اپنی رات عائشہ رضی اللہ عنہا کیلئے ہیہ کر دی۔ اور عرض گزار ہوئیں۔ آپ مجھے طلاق نہ دیں تاکہ قیامت کے دن آپ کی ازواج میں سے اٹھائی جاؤں۔

تقسیم کا معاملہ آپ کی مشیت کے سپرد کیا:

وَمِنْ ابْتِغَايَتِ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ (اور جن کو آپ طلب کریں ان میں سے جن کو آپ نے دور رکھا تھا۔ آپ پر کوئی گناہ نہیں) یعنی جن کو آپ اپنے بستر کی طرف بلائیں ان ازواج میں سے جن کو دور رکھا تھا۔ تو آپ پر اس سلسلہ میں کوئی تنگی نہیں ہے۔ یعنی ایسا نہیں کہ اگر پہلے آپ نے روک دیا تو اب اس کو لوٹا نہیں سکتے بلکہ آپ کو اختیار ہے۔

ذَلِكَ (یہ) یعنی آپ کی مشیت کے سپرد کرنا۔ اَذْنَىٰ اَنْ تَقْرَأَ عَيْنُهُنَّ وَلَا يَحْزَنَ وَيَرْضَيْنَ بِمَا (اس بات سے قریب تر ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں گی اور وہ آزرده خاطر نہ ہوں گیں)۔ اَتَيْتَهُنَّ كُلَّهُنَّ (اور جو کچھ بھی آپ ان کو دیں گے اس پر سب کی سب راضی رہیں گی) یعنی یہ ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور قلتِ حزن اور تمام کی رضا مندی کیلئے قریب تر بات ہے۔ کیونکہ جب ان کو معلوم ہو گیا یہ تفویض اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوئی ہے تو ان کے نفوس مطمئن رہیں گے اور تغایر ختم ہو کر رضا حاصل ہوگی اور ان کی آنکھوں میں اس سے ٹھنڈک حاصل ہوگی۔

بِحَقْوِ: كُلَّهُنَّ یہ رفع کے ساتھ یرضین کے نون کی تاکید ہے۔

قراءت: اس طرح بھی پڑھا گیا و یرضین کُلَّھن بما اتیتھن کُلَّھن کو مقدم کر کے اور ایک شاذ قراءت میں کُلَّھن نصب کے ساتھ ہے۔ اس صورت میں آیتھن کی تاکید ہے۔ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي قُلُوبِكُمْ (اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اس کو جو تمہارے دلوں میں ہے) اس میں ان کے لئے وعید ہے جو اللہ تعالیٰ کی اس تقسیم و تدبیر پر راضی نہ ہو۔ اور رسول اللہ ﷺ کی تفویض پسند نہ کرتی ہوں۔ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا (اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والے ہیں) جو سینوں میں چھپا ہے۔ حَلِيمًا (بردبار ہیں) جلدی سے سزا نہیں دیتے۔ اسی سے ڈرنا اور اسکی سزا سے بچنا ہے۔

لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدُ وَلَا أَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ أَزْوَاجٍ وَلَوْ أَعْجَبَكَ

اس کے بعد آپ کے لیے عورتیں حلال نہیں ہیں اور نہ یہ بات حلال ہے کہ آپ ان بیویوں کے بدلہ دوسری بیویوں سے نکاح کریں اگرچہ آپ کو

حُسْنُهُنَّ إِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ رَاقِبًا ۝۵۲

ان کا حسن بھلا معلوم ہو مگر جو آپ کی مملوکہ ہو اور اللہ ہر چیز کا نگران ہے۔

موجودہ کے علاوہ حلال نہیں:

۵۲: لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ (حلال نہیں آپ کے لئے عورتیں)۔

نحو، قراءت: ابو عمرو، یعقوب نے تاء کے ساتھ پڑھا ہے اور ان کے علاوہ دیگر قراء نے مذکر صیغہ پڑھا ہے۔ کیونکہ تانیث جمع غیر حقیقی ہے اور جب بلا فصل قال نسوة [یوسف: ۳۰] میں جائز ہے تو فاصلہ کی موجودگی میں بدرجہ اولیٰ جائز ہے۔ مِنْ بَعْدُ (ان کے علاوہ) ان نو کے علاوہ کیونکہ ۹ ازواج یہ آپ کے لئے اسی طرح نصاب تھا جیسا امت کیلئے چار نصاب ہے۔ وَلَا أَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ أَزْوَاجٍ (اور نہ یہ درست ہے کہ آپ ان ازواج کی جگہ دوسری بیبیاں کر لیں) ان کو طلاق دے کر۔ مطلب یہ ہے کہ نہ تو آپ ان ازواج تمام کی جگہ اور بیبیاں تبدیل کر سکتے ہیں اور نہ ہی ان میں سے بعض کی جگہ بعض بیبیاں تبدیل کر سکتے ہیں یہ ان کے اعزاز اور پیغمبر ﷺ کو اختیار کرنے اور راضی ہو جانے کے صلہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ عظمت عنایت فرمائی رسول ﷺ نے انہی پر اکتفاء فرمایا وہ نویہ ہیں جن کو چھوڑ کر آپ نے وفات پائی۔ عائشہ نمبر ۲۔ حفصہ، نمبر ۳۔ ام حبیبہ نمبر ۴۔ سودہ۔ نمبر ۵۔ ام سلمہ نمبر ۶۔ صفیہ، نمبر ۷۔ میمونہ، نمبر ۸۔ زینب بنت جحش، نمبر ۹۔ جو یہ رضوان اللہ علیہن اجمعین۔ من ازواج میں من تاکید نفی کیلئے آیا ہے اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ جنس ازواج کی تحریم کا احاطہ کرنے والا ہے۔ وَأَلَوْ أَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ (اگرچہ ان کا حسن آپ کو اچھا معلوم ہو)

تبدل کی ضمیر فاعلی سے یہ موضع حال میں ہے اور تبدل اصل میں تبدل یہ من ازواج جو کہ مفعول ہے اس سے موضع حال میں نہیں ہے کیونکہ وہ تنکیر میں مشغول ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے مفروضا اعجابك بہن۔ (بالفرض آپ کو ان کا حسن بھلا لگتا ہو)۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ اسماء بنت عمیس بیوہ جعفر بن ابی طالب ہیں۔ یہ ان میں سے تھیں جن کا حسن بھلا معلوم ہوا۔ قول عائشہ و ام سلمہ رضی اللہ عنہما: رسول اللہ ﷺ کیلئے وفات سے قبل تحریم کو اٹھا لیا تھا اور جن عورتوں سے چاہیں نکاح کی اجازت دے دی گئی تھی۔ مطلب ہوا کہ آیت منسوخ ہے۔ اس کا نسخ یا تو پھر سنت سے ماننا پڑے گا۔ یا اس آیت: انا احللنا لك ازواجك سے۔ باقی ترتیب نزولی ترتیب مصحف کے مطابق نہیں ہے۔ إِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ (مگر جو آپ کی مملوکہ ہو) مملوکات کو ان محرمات سے مستثنیٰ کر دیا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ

اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں مت جایا کرو مگر جس وقت تم کو کھانے کے لیے اجازت دی جائے ایسے طور پر کہ اس کی تیاری کے

غَيْرَ نَظِيرِينَ إِنَّهُ وَلَكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا وَلَا

منتظر نہ رہو لیکن جب تم کو بلایا جائے تو داخل ہو جایا کرو، پھر جب کھانا کھا چکو تو اٹھ کر چلے جایا کرو اور

مُسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ إِنَّ ذَلِكُمْ كَانَ يُؤْذَى النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِي مِنْكُمْ

باتوں میں جی لگا کر مت بیٹھے رہا کرو، اس بات سے نبی کو ناگواری ہوتی ہے سو وہ تمہارا لحاظ کرتے ہیں

وَاللَّهُ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ

اور اللہ تعالیٰ صاف صاف بات کہنے میں لحاظ نہیں فرماتا، اور جب تم ان سے کوئی چیز مانگو تو پردہ کے باہر سے

حِجَابٍ ذَلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ

مانگا کرو، یہ بات تمہارے دلوں کے پاک رہنے کا عمدہ ذریعہ ہے اور تم کو یہ جائز نہیں ہے کہ رسول کو کلفت پہنچاؤ

وَلَا أَنْ تَنْكِحُوا أَزْوَاجَهُنَّ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا إِنَّ ذَلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمًا ۝۵۳

اور نہ یہ جائز ہے کہ تم ان کے بعد ان کی بیویوں سے کبھی نکاح کرو، بیشک تمہاری یہ بات خدا کے نزدیک بڑی بھاری ہو گی

إِنْ تَبَدُّوا شَيْئًا أَوْ خَفَوْهُ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ۝۵۴

اگر تم کسی چیز کو ظاہر کرو گے یا اسے پوشیدہ رکھو گے تو اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

نَحْوُ: ما محل رفع میں النساء سے بدل ہے۔

وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ رَاقِبًا (اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا پورا نگران ہے) محافظ ہے۔ اس کی حدود سے تجاوز کرنے سے

ڈرایا گیا ہے۔

آپ کے گھروں میں داخلہ کے وقت اذن کا حکم:

۵۳: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ (اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں مت جایا کرو)۔ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ

إِلَى طَعَامٍ غَيْرِ نَظِيرِينَ إِنَّهُ (مگر جس وقت تم کو کھانے کیلئے اجازت دی جائے۔ ایسے طور پر کہ اس کی تیاری کے منتظر نہ رہو)۔

نَحْوُ: ان یوذن لکم یہ موضع حال میں ہے تقدیر کلام یہ ہے لا تدخلوا الا ما ذونا لکم۔ تم مت داخل ہو مگر اس حال میں

کہ تمہیں اجازت دی گئی ہو۔ یا ظرف کے معنی میں ہو۔ تقدیر کلام یہ ہے وقت ان یوذن لکم۔ اور غیر ناظرین یہ لا تدخلوا سے حال ہے۔ اور استثناء حال اور وقت دونوں ہی سے واقع ہوا ہے۔ گویا تقدیر کلام اس طرح ہے لا تدخلوا بیوت النبی الا وقت الاذن ولا تدخلوها الا غیر ناظرین ای غیر منتظرین تم پیغمبر کے گھروں میں مت داخل ہو مگر اجازت کے وقت، اور ان گھروں میں نہ داخل ہو مگر یہ کہ تم انتظار کرنے والے نہ ہو۔ یہ ان لوگوں کے بارے میں ہے جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے کھانے کے وقت کا انتظار کرتے۔ پس داخل ہوتے اور کھانے کو پانے کے انتظار میں بیٹھ رہتے۔ مطلب یہ ہے کہ اے کھانے کے وقت کا انتظار کرنے والو! تم گھروں میں داخل نہ ہو مگر اس وقت جبکہ کھانے کیلئے تمہیں اجازت دی جائے اس کے پکنے کا انتظار کرنے والے نہ ہو۔

عرب کہتے ہیں انی الطعام کھانا تیار ہونا کہا جاتا ہے: انی الطعام انی جیسے کہتے ہیں: قلاہ قلی۔ ایک قول یہ ہے اناہ کا معنی اس کا وقت یعنی تم کھانے کے وقت کو دیکھنے والے نہ ہو۔ اور اس کے کھانے کی گھڑی کو دیکھنے والے نہ ہو۔ روایت میں ہے نبی اکرم ﷺ نے زینب بنت جحش کے نکاح پر کھجور، ستوا اور گوشت سے ولیمہ کیا اور انس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بلا کر لائے۔ پس لوگ ایک دوسرے کے بعد گروہ در گروہ گھر میں داخل ہو کر کھاتے اور نکلتے رہے یہاں تک کہ انس رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! میں نے دعوت دی ہے یہاں تک کہ اب میں کوئی شخص نہیں پاتا جس کو دعوت دوں۔ آپ نے فرمایا۔ کھانا اٹھا لو۔ تمام لوگ منتشر ہو گئے۔ تین آدمی وہاں بیٹھے باتیں کرتے رہے اور انہوں نے طویل مجلس کی۔ آپ اٹھے تاکہ وہ بھی اٹھ کر چلے جائیں۔ آپ نے اپنے حجرات کا چکر لگایا اور ازواج کو سلام فرمایا۔ ان تمام نے سلام کا جواب دیا اور دعائیں دیں۔ پھر لوٹ کر تشریف لائے تو وہ بیٹھے ابھی باتوں میں مشغول تھے آپ بڑے حیا دار تھے۔ آپ واپس مڑے۔ اب جب انہوں نے آپ کو واپس لوٹتے دیکھا تو وہ نکل کر چل دیئے۔ پس آپ گھر لوٹ آئے تو یہ آیت اتری۔

داخلہ دعوت کے آداب:

وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا (جب جب تمہیں بلایا جائے تو جایا کرو۔ پھر جب کھانا کھا چکو تو اٹھ کر چلے جایا کرو)۔ فانتشروا کا معنی وہاں سے جدا ہو جایا کرو۔ وَلَا مُسْتَأْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ (اور باتوں میں دل لگا کر مت بیٹھے رہا کرو)۔

تجوید: یہ مجرور ہے۔ اور اس کا عطف ناظرین پر ہے۔ نمبر ۳۔ منصوب ہے تقدیر کلام یہ ہے ولا تدخلوها مستأنسين۔

ادب: زیادہ دیر بیٹھے رہنے اور ایک دوسرے کی بات میں دل لگا کر بات سننے کی غرض سے بیٹھنے کی ممانعت کر دی۔

اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٰ مِنْكُمْ (اس سے پیغمبر کو ناگواری ہوتی ہے پس وہ تمہارا لحاظ کرتے ہیں) تمہیں نکالنے سے وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٰ مِنَ الْحَقِّ (اور اللہ تعالیٰ صاف صاف باتیں کہنے سے لحاظ نہیں کرتے)۔ تمہارا اس وقت نکالنا درست ہے مناسب نہیں کہ اس میں لحاظ کیا جائے۔ جب حیا کسی کو بعض افعال سے مانع بن جائے تو اس وقت کہا جاتا ہے لا

یستحی من الحق یعنی وہ اس سے باز نہیں رہتے اور نہ اس کو اس طرح چھوڑ دیتے ہیں جیسے حیاء والا چھوڑ دیتا ہے۔ یہ ست لوگوں کو ادب سکھایا گیا ہے۔ قول عائشہ رضی اللہ عنہا: ست لوگوں کیلئے اتنی بات کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو برداشت نہیں فرمایا اور فرمادیا۔ فاذا طعمتم فانثشروا۔ وَاِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ (اور جب ان سے کوئی چیز مانگو) حسن کی ضمیر ازواج پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے کیونکہ پیچھے بیوت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ چل رہا ہے۔ اور ان بیوت میں آپ کی ازواج ہی تھیں۔

مَتَاعًا (کوئی چیز عاریہ مانگو) یا ضرورۃ مانگو۔ فَسُنَلُوهُنَّ (ان سے وہ چیز مانگو)۔ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ ذَلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ (تو پردہ کے باہر سے مانگا کرو۔ یہ بات تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کے پاک رہنے کا عمدہ ذریعہ ہے) شیطانی خیالات سے فتنوں کے پیش آنے سے۔ اس آیت کے نزول سے قبل عورتیں مردوں کے سامنے آجاتیں۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ پسند کرتے کہ ان کو پردے میں ہونا چاہیے اور وہ چاہتے تھے کہ اس کے متعلق وحی نازل ہو۔ عرض کر دیا۔ یا رسول اللہ! اچھے اور برے سب لوگ آپ کے ہاں آتے ہیں۔ اگر آپ امہات المؤمنین کو حکم فرماتے کہ وہ پردہ کر لیا کریں؟ پس یہ آیت نازل ہوئی (بخاری ۴۷۹۰) اور یہ بھی مذکور ہے کہ بعض نے یہ کہا کہ ہمیں روک دیا گیا کہ ہم اپنی پچازاد بہنوں سے پردے کے علاوہ بات کریں اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے تو میں فلاں عورت سے شادی کر لوں گا۔ پس یہ آیت نازل ہوئی۔

ایذاء کی ممانعت:

وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَنْ تُنْكِحُوا (تمہارے لئے جائز نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچاؤ) اور ازواجہ من بعدہ ابداً (یہ بھی جائز نہیں کہ تم آپ کی ازواج سے آپ کے بعد کبھی بھی نکاح کرو)۔ یعنی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھ دینا تمہارے لئے جائز نہیں۔ اور نہ آپ کی موت کے بعد آپ کی ازواج سے نکاح جائز ہے۔ إِنَّ ذَلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمًا (اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بھاری بات ہے) یعنی بہت بڑا گناہ۔

۵۴: اِنْ تَبَدُّوا شَيْئًا (اگر تم کسی چیز کو ظاہر کرو گے) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذاء میں سے یا ان سے نکاح کرو گے۔ اَوْ تُخْفَوُہُ (یا اپنے دلوں میں اس کو چھپاؤ گے)۔ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا (پس اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں)۔ پس وہ اس پر تمہیں سزا دے گا۔

لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْ اٰبَائِهِنَّ وَلَا اَبْنَائِهِنَّ وَلَا اِخْوَانِهِنَّ وَلَا اَبْنَاءَ اِخْوَانِهِنَّ

ان بیویوں پر گناہ نہیں ہے اپنے باپوں کے بارے میں اور اپنے بیٹوں کے بارے میں اور اپنے بھائیوں کے بارے میں اور اپنے بھتیجیوں کے بارے میں

وَلَا اَبْنَاءَ اِخْوَاتِهِنَّ وَلَا نِسَاءِ اَبْنَائِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ

اور اپنے بھانجوں کے بارے میں اور اپنی عورتوں کے بارے میں اور اپنی لونڈیوں کے بارے میں، اور اللہ سے ڈرتی رہو،

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا ﴿۵۵﴾

بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر حاضر ہے۔

اقارب کے احکام:

۵۵: شان نزول: آیت حجاب نازل ہوئی تو باپوں، بیٹوں اور اقارب نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم بھی ان سے پردے کے پیچھے سے بات کریں پس یہ آیت نازل ہوئی۔ لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْ اٰبَائِهِنَّ وَلَا اَبْنَائِهِنَّ وَلَا اِخْوَانِهِنَّ (پیغمبر ﷺ) کی بیویوں پر اپنے باپوں کے بارے میں کوئی گناہ نہیں اور نہ اپنے بیٹوں کے (اور نہ اپنے بھائیوں کے اور نہ اپنے بھتیجیوں کے اور نہ اپنے بھانجوں کے اور نہ اپنی عورتوں کے) (نسائین سے مؤمنہ عورتیں مراد ہیں۔

وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ (اور نہ اپنی لونڈیوں کے) یعنی ان پر کوئی گناہ نہیں اگر وہ ان سے پردہ نہ کریں آیت میں چچا اور ماموں کا ذکر نہیں کیا کیونکہ وہ بمنزلہ والدین ہیں۔ اور اَبُّ کا اطلاق چچا پر آیا ہے۔ ارشاد فرمایا: وَاللّٰهُ اَبَاءُكُمْ اَبْرَاهِيْمَ وَاسْمَاعِيْلَ وَاسْحٰقَ [البقرة: ۱۳۳] اسماعیل یعقوب علیہم السلام کے چچا ہیں۔ اور غلام جمہور کے نزدیک اجنبی شمار ہوتے ہیں۔ پھر کلام کو غیبت سے خطاب کی طرف منتقل کر دیا۔ اور اس انتقال میں بڑی فضیلت ہے گویا اس طرح کہا گیا ہے وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ فِيْمَا اَمْرْتَنَ بِهٖ مِنَ الْاِحْتِجَابِ وَانزَلَ فِيْهِ الْوَحٰی مِنَ الْاِسْتِثَارِ وَاحْتِطَنَ فِيْهِ اَوْرَثَمَ اس حَکْمِ حِجَابِ فِيْ اللّٰهِ تَعَالٰی سے ڈرو اور جس استتار کی وحی اتر چکی اس میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور پوری احتیاط کرو۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا (بیشک اللہ تعالیٰ ہر شے پر گواہ ہے۔) جاننے والا ہے۔ ابن عطاء کہتے ہیں۔ الشہید: جو دل کے خطرات اور وساوس کو اسی طرح جانے جیسا اعضاء کی حرکات کو جانتا اور قرار دیتا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۝٥٦

بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں ان پیغمبر پر، اے ایمان والو! تم بھی آپ پر رحمت بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو۔

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ

عذاباً مہیناً ۝٥٧ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بَغَيْرِ مَا كَسَبُوا فَقَدْ

عَذَابٌ تَارَفَمَا يَأْتِيهِمْ ۝٥٨

بلاشبہ جو لوگ اللہ کو اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں اللہ نے دنیا میں اور آخرت میں ان پر لعنت کی اور ان کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب تیار فرمایا ہے، اور جو لوگ مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کو بغیر گناہ کیے ایذا پہنچاتے ہیں وہ لوگ

أَحْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا ۝٥٨

بہتان اور صریح گناہ کا بار اٹھاتے ہیں۔

درود و سلام کا حکم:

۵۶: إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ (بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ (اے ایمان والو! تم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت بھیجا کرو) یعنی تم اس طرح کہو: اللہم صل علی محمد یا یا صلی اللہ علی محمد و سلّموا تسلیماً (اور خوب سلام بھیجا کرو) یعنی اس طرح کہا کرو: اللہم سلم علی محمد یا آپ کے حکم کی اطاعت کرو خوب اطاعت کرنا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میرے لئے دو فرشتے مقرر کر رکھے ہیں۔ جب بھی کسی مسلمان کے ہاں میرا تذکرہ ہوتا ہے پھر مجھ پر درود پڑھتا ہے تو دونوں فرشتے کہتے ہیں اللہ تعالیٰ تمہیں بخش دے اور اللہ تعالیٰ اور ملائکہ ان دونوں فرشتوں کو کہتے ہیں آمین اور جس مسلمان بندے کے پاس میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے تو فرشتے کہتے ہیں لا غفر الله لك اللہ تعالیٰ اور ملائکہ کی طرف سے ان فرشتوں کے جواب میں آمین کہی جاتی ہے (مجمع الزوائد ۷/۹۳) قول کرخی رحمہ اللہ: یہ ایک مرتبہ واجب ہے۔ قول طحاوی رحمہ اللہ: جب بھی آپ کا نام لیا جائے اس وقت واجب ہے اور احتیاط اسی قول میں ہے اور جمہور کا یہ قول ہے۔ اگر دوسرے کیلئے صلاۃ کا لفظ بولا جائے گا تو تابع کی حیثیت سے آئے گا۔ جیسا کہیں صلی اللہ علی النبی وآلہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ باقی جب اہل بیت میں سے کسی کیلئے الگ طور پر صلاۃ کا لفظ لایا جائے گا۔ تو یہ مکروہ ہے اور رافضیوں کی نشانات میں سے ہے۔

کفر کرنا ایذائے رسول ہے:

۵۷: إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ (بیشک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں) یؤذون اللہ ورسولہ

سے مراد رسول اللہ ﷺ کو ایذا دینا ہے اور اسم الہی تشریف کیلئے ہے۔ نمبر ۲۔ اللہ اور رسول کی ایذا یہ مجازاً تعبیر ہے ایسے افعال کی جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو پسند نہ ہوں۔ مثلاً کفر اور انکار نبوت وغیرہ۔ دونوں کے متعلق مجاز قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ کیلئے حقیقی ایذا مانی جائے تو حقیقت و مجاز کا اجتماع ایک لفظ کے ماتحت لازم آئے گا اور یہ درست نہیں اس لئے مجاز ہی مراد لیا۔

لَعْنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ (اللہ تعالیٰ ان پر دنیا و آخرت میں لعنت کرتا ہے) اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی رحمت سے دونوں جہانوں میں دور کر دیا ہے۔ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا (اور ان کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے) آخرت میں۔

ایمان والوں کو ایذا کی ممانعت:

۵۸: وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ (اور وہ لوگ جو ایمان والے مردوں اور مؤمنات کو) بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا (بغیر اس کے کہ وہ کچھ کرتے ایذا پہنچاتے ہیں)

نکتہ: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی ایذا کو بلا قید ذکر کیا تو مؤمنوں اور مؤمنات کی ایذا کو مقید فرمایا کیونکہ وہ تو ہمیشہ ناحق ہوتی ہے اور یہ کبھی حق سے ہوتی ہے جیسے حدود و تعزیرات میں اور کبھی ناحق اس لئے مقید کرنے کی ضرورت پڑی۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ ان منافقین کے متعلق اتری جو علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ایذا دیتے تھے اور ان کو وہ کلمات سنا کر کرتے تھے۔ قول دیگر یہ ہے ان زانیوں کے متعلق اتری جو عورتوں کا پیچھا کرتے تھے۔ حالانکہ وہ عورتیں بھی اس بات کو ناپسند کرتیں تھیں۔ قول فضیل رحمہ اللہ: جب کسی کتے جیسے جانور کو ایذا دینا حلال نہیں اسی طرح ناحق خنزیر کو تکلیف پہنچانا جائز نہیں تو مؤمنین و مؤمنات کو ایذا پہنچانا کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔ فَقَدْ اِحْتَمَلُوا (وہ بار اٹھاتے ہیں) اٹھاتے ہیں۔ بُهْتَانًا (بہتان بڑا) وَآثَمًا مُّبِينًا (اور کھلا گناہ) یعنی ظاہر گناہ۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ

اسے نبی اپنی بیویوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور دوسرے مسلمانوں کی عورتوں سے فرما دیجئے کہ اپنی چادریں نیچی

جَلَابِيْبِهِنَّ ۚ ذٰلِكَ اَدْنٰى اَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذِنَنَّ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝۵۹

کر لیا کریں اس سے جلدی پہچان ہو جایا کرے گی تو آزار نہ دی جایا کریں گی، اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

لَیْنٌ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَالْمُرْجِفُوْنَ فِي

منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور جو مدینہ میں انواہیں اڑایا کرتے

الْمَدِيْنَةِ لَنْغَرِيْبِكَ بِهِنَّ ۚ لَآ يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَا اِلَّا قَلِيْلًا ۚ مَّلْعُوْنِيْنَ اَيْنَمَا

ہیں اگر یہ لوگ باز نہ آئے تو ضرور ہم آپ کو ان پر مسلط کر دیں گے، پھر یہ لوگ آپ کے پاس مدینہ میں بہت ہی کم رہنے پائیں گے جو پھونکارے ہوئے ہوں گے جہاں

تُقِفُوْا اِخْذُوْا وَقْتًا قَلِيْلًا ۝۶۰ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ

میں گے پکڑ دھکڑ ہوگی اور قتل کئے جائیں گے۔ جو لوگ پہلے گذرے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان میں اپنا یہی دستور رکھا ہے

وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۝۶۱

اور آپ اللہ تعالیٰ کے دستور میں روو بدل نہ پائیں گے۔

پر دے کا حکم:

۵۹: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ (اے پیغمبر (ﷺ) اپنی بیویوں سے اور اپنی بیٹیوں سے) وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ

يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ (اور مومنوں کی بیویوں سے بھی کہہ دیں کہ نیچی کر لیا کریں اور اپنے اوپر) جَلَابِيْبِهِنَّ (تھوڑی سی اپنی

چادریں) الْجَلْبَابِ وہ کپڑا جس سے تمام جسم کو لپیٹا جائے جیسے بڑی چادر۔

قول مبرور رحمہ اللہ:

يدنين عليهن من جلابيبن کا معنی یہ ہے اپنے اوپر چادر کو ڈھیلا کر کے لٹکالیں اور اس سے اپنے چہروں اور کندھے کو

ڈھانپ لیں۔ عرب کہتے ہیں جبکہ کپڑا عورت کے چہرے سے ہٹ جائے۔ اَدْنِي ثوبك على وجهك اپنے چہرے پر کپڑا

وال لو۔ من تعصية ہے یعنی اپنی بڑی چادر کا بعض حصہ لٹکائے اور بچا ہوا چہرے پر ڈال لے اور پردہ بنا لے تاکہ لونڈیوں سے اس

کا امتیاز ہو سکے۔ یا وہ چادر اوڑھ لیں جو ان کی چادریں ہیں مطلب یہ ہے وہ صرف دوپٹہ اور اوڑھنی پہنے نہ ہوں جیسا کہ لونڈیوں کا

لباس ہوتا ہے، عورت کیلئے تو اپنے گھر میں دو یا زیادہ اوڑھنیاں ہیں۔ اور اس کا باعث یہ ہے کہ ابتدائے اسلام میں عورتوں کی عادات جاہلیت کے مطابق تھیں۔ کام کاج والے کپڑے پہننے والی ہوتیں۔ عورت اوڑھنی اور ڈوپٹے میں نکلتی اس کے اور لونڈیوں کے مابین کوئی امتیاز نہ ہوتا تھا۔ کچھ نوجوان لونڈیوں کے راستہ میں رکاوٹ بنتے جبکہ وہ رات کو کھجوروں اور گہرے کھدوں میں قضائے حاجت کے لئے نکلتیں اور بسا اوقات آزاد عورتوں کو لونڈیاں سمجھ کر انکا سامنا کرتے۔ پس آزاد عورتوں کو لونڈیوں سے لباس میں فرق کرنے کا حکم دیا گیا کہ وہ بڑی چادر لیں اور اپنے چہروں اور سروں کو ڈھانپ کر نکلیں تاکہ ان کے متعلق کوئی طمع باز طمع نہ کرے اور آیت کے اگلے حصہ میں اسی کا تذکرہ فرمایا۔ ذَلِكْ اَدْنٰى اَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذِنَنَّ (اس سے جلد پہچان ہو جایا کرے گی تو آزار نہ دی جایا کریں گی) مطلب یہ ہے بہتر یہ ہے کہ ان کی پہچان ہو جائے پس وہ ان کا راستہ نہ روکیں۔ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا (اور اللہ تعالیٰ بخشنے والے) اس کو جوان کی طرف سے کوتاہی ہو چکی۔ رَّحِيْمًا (مہربان ہیں) کہ ان کو مکارم اخلاق کی تعلیم دی۔

۶۰: لَمۡ يَلۡنۡ لَمۡ يَنۡتِهۡ الْمُنٰفِقُوۡنَ وَالَّذِيۡنَ (اگر باز نہ آئے منافقین اور وہ لوگ) فِيۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ (جن کے دلوں میں بیماری ہے) فُجُوْرٍ وَّفَسۡقٍ كِيۡ بِيۡمَارِيۡ اِسۡ سۡ مَرَادِزَانِيۡ لُوۡگۡ هِيۡ۔ دوسرے مقام پر یہی لفظ اس معنی میں ارشاد فرمایا فَيَطۡمَعُ الَّذِيۡ فِيۡ قَلۡبِهٖ مَّرَضٌ۔

[الاحزاب: ۴۴]

وَالْمُرۡجِفُوۡنَ فِيۡ الْمَدِيۡنَةِ (اور مدینہ میں انواہیں اڑانے والے) وہ کچھ لوگ تھے جو رسول اللہ ﷺ کے غزوات و سرایا کے متعلق غلط خبریں پھیلاتے تھے اور کہتے ان کو شکست ہوئی اور قتل کر دیئے گئے اور ان پر ایسا ایسا واقعہ گزرا وغیرہ۔ اس سے ان کا مقصد مومنوں کے دلوں کو توڑنا تھا عرب کہتے ہیں ار جف بکذا جبکہ وہ اس کے متعلق غیر حقیقی خبر دے کیونکہ وہ خبر ہلا دینے والی اور پاؤں اکھاڑ دینے والی غیر ثابت شدہ ہوتی ہے۔ یہ الربفۃ سے لفظ بنا ہے اور وہ زلزلہ کو کہتے ہیں۔

لَنُغۡرِبَنَّكَ بِهِيۡمٍ (ہم ضرور آپ کو ان پر مسلط کر دیں گے) ان پر مسلط کر دیں گے یا ان کے ساتھ قتال کا حکم دیں گے۔ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوۡنَكَ فِيۡهَاۤ اَبۡر (وہ آپ کے پڑوس میں نہ رہ سکیں گے) اور جلا وطنی ان کے حق میں سب سے بڑی مصیبت تھی تو اس کو بطور عطف لائے اور عطف تم سے کیا کیونکہ معطوف علیہ سے اس کا حال بہت دور ہے۔

اِلَّا قَلِيْلًا (مگر بہت تھوڑا) زمانہ مطلب یہ ہے لَمۡ يَلۡنۡ لَمۡ يَنۡتِهۡ الْمُنٰفِقُوۡنَ عَنۡ عِدَاوَتِهِمۡ وَ كِيۡدِهِمۡ وَ الْفَسَقَةَ عَنۡ فُجُوْرِهِمۡ وَ الْمُرۡجِفُوۡنَ عَمَّا يُؤَلۡفُوۡنَ مِّنۡ اَخۡبَارِ السُّوۡءِ لَنَاۡمُرَنَّكَ بَانَ تَفَعَّلَ بِهِيۡمٍ الْاَفْعَالُ الَّتِيۡ تَسُوۡؤُۡ هِمۡ ثُمَّ بَانَ تَضَطَّرَّ هِمۡ اِلَى طَلَبِ اِخۡلَاۡءٍ عَنۡ الْمَدِيۡنَةِ وَ اِلَى الْاِيۡسَاكِنُوۡكِ فِيۡهَا اِلَّا زَمَانًا قَلِيْلًا رِيۡشَمَا يَرۡتَحِلُوۡنَ۔ اگر منافقین اپنی عداوت اور کید سے باز نہ آئے اور فساق اپنے فُجور سے باز نہ آئے اور انواہیں پھیلانے والے جو بری اطلاعات سے الفت رکھتے ہیں اگر وہ باز نہ آئے۔ تو ضرور ہم آپ کو حکم دیں گے کہ آپ ان کے ساتھ وہ سلوک کریں جو ان کو برا لگے وہ اس طرح کہ آپ ان کو مجبور کر کے مدینہ سے نکال دیں اور یہ بھی کہ وہ آپ کے ساتھ مدینہ میں بہت کم رہ سکیں گے جلد کوچ کر جائیں گے۔ اس

يَسْأَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللَّهِ وَمَا يُدْرِيكَ

وہ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں آپ فرمادیجئے کہ اس کا علم صرف اللہ ہی کو ہے اور آپ کو اس کی کیا خبر

لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيبًا ۱۳ إِنَّ اللَّهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا ۱۴ خٰلِدِيْنَ

عجب نہیں کہ قیامت قریب ہی زمانہ میں واقع ہو جائے۔ بے شک اللہ نے لعنت کر دی ہے کافروں پر اور ان کے لیے دیکھنے والی آگ تیار کی ہے۔ وہ آپس

فِيْهَا اَبَدًا لَا يَجْدُوْنَ وِلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۱۵ يَوْمَ تَقْلَبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ

ہمیشہ ہمیش رہیں گے وہ کوئی یار و مددگار نہ پائیں گے۔ جس دن ان کے چہرے آگ میں الٹ پلٹ کیے جائیں گے

يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَا اطْعَمْنَا اللَّهَ وَاَطْعَمْنَا الرَّسُوْلًا ۱۶ وَقَالُوْا رَبَّنَا اِنَّا اطْعَمْنَا سَادَتَنَا

یوں کہیں گے اے کاش کہ ہم نے اللہ کی اطاعت کی ہوتی اور رسول کی اطاعت کی ہوتی۔ اور وہ یوں کہیں گے کہ اے ہمارے رب بلاشبہ ہم نے اپنے سرداروں کی

وَكُبْرًا وَّنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلًا ۱۷ رَبَّنَا اِنْتُمْ ضَعْفِيْنَ مِنَ الْعَذَابِ وَاَلْعَنَّا كَبِيْرًا ۱۸

اور اپنے بڑوں کی فرمانبرداری کی سوانہوں نے ہمیں راستہ سے گمراہ کر دیا، اے ہمارے رب انہیں عذاب کا دوہرا حصہ دیجئے اور ان پر لعنت کر دیجئے بڑی لعنت۔

کو اللہ تعالیٰ نے اغراء سے بطور مجاز تعبیر فرمایا۔ اغراء برا بیچتہ کرنے کو کہتے ہیں۔

۶۱: مَلْعُوْنِيْنَ (وہ بھی پھنکارے ہوئے)

نَحْوُ: یہ شتم کی وجہ سے منصوب اے ادم ملعونین نمبر ۲۔ حال کی وجہ سے تقدیر کلام یہ ہے لا یجاورونک الا ملعونین پس حرف استثناء ظرف و حال دونوں پر اکٹھا داخل ہوا ہے جیسا کہ پہلے گزرا یاد رہے کہ یہ اخذ واک کی وجہ سے منصوب نہیں کیونکہ کلمہ شرط کا مابعد اپنے ماقبل میں عمل نہیں کرتا۔ اَيْنَمَا تُقْفُوْا (جہاں ملیں گے) وہ پائے جائیں گے۔ اٰخِذُوْا وَقْتِيْلُوْا تَقْتِيْلًا (پکڑ دھکڑ اور مار دھاڑ کی جائے گی) قَتِلُوْا کی تشدید کثرت کو ظاہر کرتی ہے۔

۶۲: سُنَّةَ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں میں یہ طریقہ رکھا) یہ مصدر مؤکد ہے ای سن اللہ فی الذین ینافقون الانبیاء ان یقتلوا اینما وجدوا۔ اللہ تعالیٰ کا یہی طریقہ ان لوگوں کے متعلق رہا ہے جو انبیاء علیہم السلام سے منافقت اختیار کرتے رہے ہیں کہ جہاں وہ پائے جائیں ان کو قتل کر دیا جائے۔ فی الذین خلوا من قبل ولن تجد لسنة الله تبديلاً، (جو پہلے ہو گزرے ہیں اور تم ہرگز اللہ تعالیٰ کے دستور میں رد و بدل نہ پاؤ گے) مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ اپنے طریقے نہیں بدلتے۔ بلکہ تمام امتوں میں ایک ہی طرح جاری رکھتے ہیں۔

بطور استہزاء وقت قیامت کا سوال:

۶۳: یَسْئَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ (آپ سے لوگ قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں)۔ مشرکین رسول اللہ ﷺ سے قیامت کے وقت کو دریافت کرتے اور جلد آنے کا بطور استہزاء مطالبہ کرتے اور یہودی بطور امتحان سوال کرتے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تورات اور ہر کتاب میں عمومی بتلایا ہے پس اپنے رسول کو حکم فرمایا کہ ان کو جواباً فرمائیں کہ اس کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس ہی رکھا ہے۔ پھر اپنے رسول ﷺ کے سامنے واضح فرمایا کہ قیامت قریب الوقوع ہے اس سے جلد مطالبہ کرنے والوں کو دھمکا دیا اور امتحان کرنے والوں کو خاموش کر دیا۔ فرمایا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللَّهِ وَمَا يُدْرِيكَ (کہہ دیجئے بیشک اس کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور آپ کو اس کی) لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيبًا۔ (کیا خبر کہ عجب نہیں کہ قیامت قریب ہی واقع ہو جائے) قریب والی چیز ہے یا ساعۃ زمانہ کے معنی میں ہو۔ شاید کہ اس کا زمانہ قریب ہو۔

۶۴، ۶۵: إِنَّ اللَّهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ (بیشک اللہ تعالیٰ نے کافروں پر لعنت فرمائی ہے) سَعِيْرًا۔ (اور انکے لئے بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے) سَعِيْرًا (وہ آگ جو سخت بھڑکنے والی ہو)۔ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا (وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے) اس میں جہمیہ فرقہ کے اس خیال کی تردید ہے کہ جنت و نار فنا ہو جائیں گے۔

سَعِيْرًا: سعیر ایہاں وقف نہیں ہے کیونکہ خالد بن لھم کی ضمیر سے حال ہے۔

لَا يَجْدُوْنَ وِلْيًا وَّلَا نَصِيْرًا (وہ نہ کوئی یار پائیں گے اور نہ کوئی مددگار) ایسا مددگار جو ان کو عذاب سے روک سکے۔

۶۶: يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ (جس روز ان کے چہروں کو آگ میں الٹ پلٹ کیا جائے گا) اطراف میں پھیرا اور گھمایا جائے گا۔ جیسا کہ گوشت کے قطعات کو تم ہانڈی میں جوش کے وقت پلٹتے دیکھتے ہو۔

وجہ خصوصیت:

چہروں کو مخصوص کیا گیا۔ کیونکہ چہرے جسم میں معزز ترین عضو ہے۔ یا نمبر ۲۔ وجہ بول کر سارا جسم مراد ہے۔ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَا اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلًا (یوں کہتے ہوں گے اے کاش ہم نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ہوئی اور ہم نے رسول کی اطاعت کی ہوتی) پس اس عذاب سے چھوٹ جاتے یہ اس وقت کی تمنا ہے جب تمنا بے فائدہ ہوگی۔

کفار کی چیخ و پکار:

۶۷: وَقَالُوْا رَبَّنَا اِنَّا اَطَعْنَا سَادَتَنَا (اور وہ یوں کہیں گے اے ہمارے رب ہم نے اپنے سرداروں کا کہا مانا) قراءت: شامی، بہل و یعقوب نے ساداتنا پڑھا ہے۔ جو جمع الجمع ہے اور مراد اس سے کفار کے وہ سردار ہیں جنہوں نے دوسروں کو کفر کی تلقین کی اور ان کے لئے کفر کی تزیین کی و کُفِرْنَا (اور اپنے بڑوں کی) زیادہ عمر والے یا اپنے علماء کی فاضلو نا السبیل (پس انہوں نے ہمیں راستہ سے گمراہ کیا تھا) عرب کہتے ہیں ضل السبیل و اضله ایاہ اور الف کا اضافہ تو آواز کی

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ آذَوْا مُوسَىٰ فَبَرَّاهُ اللَّهُ مِمَّا

اے ایمان والو! ان لوگوں کی طرح مت ہو جاؤ جنہوں نے موسیٰ کو تکلیف دی سو اللہ نے انہیں اس بات سے بری کر دیا جو ان لوگوں نے

قَالُوا ط وَكَانَ عِنْدَ اللَّهِ وَجِيهًا ۖ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا

کہی تھی، اور موسیٰ اللہ کے نزدیک باوجہت تھے۔ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور نھیک۔

قَوْلًا سَدِيدًا ۖ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ

بات کہو۔ اللہ تمہارے اعمال کو صحیح بنا دے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا، اور جو شخص اللہ کی

وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ۖ

اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے سو وہ کامیاب ہو گیا بڑی کامیابی کے ساتھ۔

خاطر ہے۔ آیات کے فاصلے اس طرح ہیں جیسے کہ اشعار کے قافیے ہوتے ہیں۔ اور اس کا فائدہ وقف اور دلالت ہے کہ کلام میں انقطاع ہو گیا ہے اور بعد والا جملہ مستأنف ہے۔

۶۸: رَبَّنَا آتِنَهُمْ صَعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ (اے ہمارے رب ان کو دو گنا عذاب دیجئے) گمراہ ہونے اور گمراہ کرنے کا۔ وَالْعَنَاهُمْ لَعْنًا كَبِيرًا (اور ان پر بڑی لعنت کیجئے)

قراءت: کبیراً کو عاصم نے پڑھا ہے۔ تاکہ سخت لعنت اور بڑی لعنت پر دلالت ہو اور دیگر قراء نے تاء پڑھی تاء کہ لعنتوں کی گنتی زیادہ ہو۔

۶۹: یہ آیت زید اور زینب رضی اللہ عنہما کے متعلق اتری۔ اور جو کچھ اس میں بعض لوگوں کی باتیں سنیں گئیں۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ آذَوْا مُوسَىٰ (اے ایمان والو! تم ان لوگوں کی طرح مت ہونا جنہوں نے موسیٰ علیہ السلام) فَبَرَّاهُ اللَّهُ مِمَّا قَالُوا (کو ایذا دی پس اللہ تعالیٰ نے ان کو اس سے بری کر دیا جو انہوں نے کہا)

نَجْوًا: نامصدر یہ ہے یا موصولہ ہے جو بھی ہو براءت سے مراد بات کا مضمون اور اس کا مواد ہے۔ اور وہ غیب والا معاملہ ہے اور ایذا موسیٰ علیہ السلام سے مراد وہ رنڈی کی حکایت ہے جس کا قارون نے ارادہ کیا کہ وہ اپنے متعلق زنا کا الزام لگائے۔ یا موسیٰ پر یہ الزام کہ انہوں نے ہارون کو قتل کر دیا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر دیا۔ انہوں نے زندہ ہو کر اطلاع دی کہ موسیٰ اس الزام سے بری الذمہ ہیں۔ جیسا کہ آپ نے اس ارشاد سے اپنی براءت کی خبر دی۔ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ ابَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ [الاحزاب: ۴۰] وَكَانَ عِنْدَ اللَّهِ وَجِيهًا (وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں وقار والے تھے) ووجیہاً کا معنی مرتبہ والے مقام والے اور مستجاب الدعوات۔ قراءت: ابن مسعود اور اعمش نے پڑھا وہاں کان عبداً للہ ووجیہاً۔

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا

بلاشبہ ہم نے آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں کے سامنے امانت پیش کی سو انہوں نے اس کی ذمہ داری سے انکار کر دیا

وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا ۗ لِيُعَذِّبَ

اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اس کو اپنے ذمہ لے لیا، بے شک وہ ظلوم ہے جہول ہے تاکہ اللہ

اللَّهُ الْمُنْفِقِينَ وَالْمُنْفِقَاتِ وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتِ وَيَتُوبَ اللَّهُ عَلَى

منافقوں کو اور منافقات کو اور مشرکوں کو اور مشرکات کو سزا دے اور مومنین اور مومنات پر

الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۗ

توبہ فرمائے اور اللہ غفور ہے رحیم ہے۔

درست بات کا حکم:

۷۰: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا (اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور راستی کی بات کہو)۔ سدیداً (سچی اور درست بات) نمبر ۲۔ حق جس سے مقصود ہو۔ السداد: حق کا قصد کرنا اور عدل والا قول۔ مطلب یہ ہے لوگوں کو اس بات سے منع کرنا مقصود ہے۔ جس میں وہ مصروف تھے۔ قصہ زینب رضی اللہ عنہا۔ جس میں میانہ روی اور عدل سے گری باتیں کی جا رہی تھیں۔ اور اس بات پر برا بیچتے کرتا ہے۔ کہ ہر موقعہ پر عدل والی بات کہیں کیونکہ حفاظت لسان ضروری ہے اور درست بات ہر خیر کی جڑ ہے۔

قراءت: سدیداً یہاں پر وقف نہیں کیونکہ جواب امر یصلح لکم اعمالکم ہے۔

۷۱: يُصَلِّحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ (اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو قبول کرے گا) تمہاری طاعات کو قبول کرے گا۔ نمبر ۲۔ تمہیں صالح اعمال کی توفیق بخشے گا۔ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ (اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا) منادے گا مطلب یہ ہے اپنی زبانوں کی حفاظت اور باتوں کی میانہ روی میں اللہ تعالیٰ کا لحاظ رکھو اگر تم نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ تمہیں مقصود یعنی قبولیت حسنات مہیا فرمادیں گے اور اس پر ثواب دیں گے اور تمہارے گناہوں کی بخشش فرمادیں گے سب گناہوں کو منادیں گے۔ یہ آیت پچھلی آیت کے مضمون کو ثابت کرنے والی ہے اس کی بنیاد اس بات پر تھی کہ رسول اللہ ﷺ کو ایذا نہ پہنچاؤ۔ اور اس آیت کی بنیاد امر پر ہے کہ زبان کی محافظت میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ تاکہ ان پر یکے بعد دیگرے نہیں و امر کا حکم آجائے۔ نبی کے بعد موسیٰ کا واقعہ لائے جس میں وعید سادی گئی اور امر کے بعد بلیغ وعدہ کر دیا گیا۔ جس سے ایذا سے پھرنے کا مقصد بچتے اور مضبوط ہو گیا اور اس کے ترک کا داعیہ پیدا ہوا جب بڑی کامیابی کو اطاعت سے معلق فرمایا تو اسکے آخر میں یہ ارشاد فرمایا تھا۔ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا (جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا۔ پس وہ بہت بڑی کامیابی پا گیا) تو اسکے بعد یہ ارشاد لائے۔

امانت کی وضاحت:

۷۲: اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (بے شک ہم نے امانت آسمانوں اور زمین)۔ وَالْجِبَالِ (ور پہاڑوں پر پیش کی) امانت سے مراد اطاعت اللہ ہے۔ اور حمل امانت سے مراد خیانت ہے عرب کہتے ہیں فلان حامل الامانة و محتمل لها ای لا يؤدبها الی صاحبها حتی تنزل عن ذمته یعنی وہ اس کو ادا نہیں کرتا کہ مالک کو پہنچ کر اس کے ذمہ سے اتر جائے۔ اس لئے کہ امانت گویا کہ مؤتمن پر سوار ہوتی ہے اور وہ اس کی سواری ہوتا ہے اسی لئے کہا جاتا ہے رکتۃ الدیون، ولی علیہ حق، وہ اس کو ادا کر دے تو وہ اس پر سوار نہیں رہتی اور نہ وہ حامل کہلا سکتا ہے مطلب یہ ہے کہ یہ اجسام عظام یعنی آسمان، زمین، پہاڑ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے پورے طور پر مطیع ہیں۔ اور وہی ہے جو جمادات سے کام لینا جانتا ہے اور وہ اس کی ذات کیلئے اس کے لائق تعریف کرتے ہیں اور اس کے لئے وہ اطاعت انجام دیتے ہیں جو اطاعت ان کے لائق ہے۔ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت و ارادہ سے کوئی ایجاد و تکوین ممتنع نہیں اس نے مختلف حالتوں اور قسم قسم کی اشکال کو ٹھیک ٹھیک بنا دیا۔ جیسا کہ فرمایا۔ ثم استوی الی السماء وھی دخان فقال لها وللارض ائتیا طوعا او کرہا قالتا اتینا طائعتین [فصلت: ۱۱] اور اس نے خبر دی کہ سورج، چاند، نجوم، جبال، اشجار و دواب اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہیں۔ اور بعض پتھر اللہ تعالیٰ کے خوف سے گر پڑتے ہیں۔ لیکن حضرت انسان کی حالت وہ نہیں جو اس کی ہونی چاہئے اور جو اطاعت شعاری اور فرمانبرداری اس کے مناسب ہے۔ وہ اس نے اختیار نہیں کی۔ یہ حیوان عاقل ہے اور اس کو مکلف بنایا گیا۔ اس کی حالت ان جمادات جیسی ان چیزوں میں نہیں جو ان سے بھی درست طور پر ہو رہی ہیں اور جو اطاعت ان کے مناسب ہے اور جس سے وہ باز نہیں رہ سکتے۔ اور یہی معنی فَاٰبِیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا ہے (انہوں نے اس کی ذمہ داری سے انکار کر دیا) مطلب یہ ہے کہ انہوں نے اس میں خیانت اور عدم ادائیگی سے انکار کر دیا۔ (حاصل یہ ہے کہ عرض سے فطری صلاحیت اور انکار سے لیاقت و صلاحیت کا فقدان اور اٹھانے سے مراد قابلیت و استعداد ہے) (مترجم) وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا (اور اس سے ڈر گئے) اس میں خیانت سے ڈر گئے۔ وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ (اور انسان نے اس کو اٹھالیا) یعنی اس میں خیانت کی اور اس نے انکار کر دیا مگر اس بات سے وہ اس کو اٹھائے گا اور اس کو ادا نہ کرے گا۔ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا (بیشک وہ ظالم ہے) کیونکہ وہ امانت کی ادائیگی کو چھوڑنے والا ہے۔ جَهُوْلًا (جاہل ہے) کیونکہ وہ سعید بنانے والی چیز کو بھلانے والا ہے۔ حالانکہ اس کو اس پر قدرت حاصل ہے اور وہ قدرت اس کی ادائیگی ہی ہے۔ قول زجاج رحمہ اللہ: کافر و منافق نے امانت کو اٹھالیا۔ یعنی خیانت کی اور اطاعت نہ کی اور جس نے اطاعت اختیار کی جیسے انبیاء علیہم السلام اور مؤمن ان کو ظلوم جہول نہ کہا جائیگا۔

ایک قول ہے کہ آیت کا معنی یہ ہے انسان کا مکلف بنایا جانا یہ اس کی انتہائی عظمت ہے اس لئے کہ یہی چیز مخلوقات الہی میں سے جو بڑے اجرام و اجسام اور زیادہ قوت والے ہیں ان پر پیش کی گئی تو انہوں نے یہ ذمہ داری اٹھانے سے انکار کیا اور وہ اس سے ڈر گئے۔ انسان نے اپنے ضعف و کمزوری کے باوجود اس کو اٹھالیا۔ بیشک یہ ظلوم و جہول ہے۔ اس حیثیت سے کہ اس نے

امانت تو اٹھالی پھر اس کو پورا نہیں کیا۔ ضامن تو بن گیا پھر اپنی ضمانت میں خیانت کی۔ کلام عرب میں ایسے انداز کلام کی بہت مثالیں ملتی ہیں۔ اور قرآن مجید اسلوب عرب کے مطابق آیا ہے۔ مثلاً عرب کا قول ہے لَوْ قِيلَ لِلشَّحْمِ اَيْنَ تَذْهَبُ؟ قَالَ اسْوَى الْعُوجِ۔ اگر چربی کو کہیں تو کہاں جائے گی۔ تو وہ ضرور یہ جواب دیتی میں ٹیڑھ کو درست کرونگی۔

۷۳: لِيُعَذِّبَ اللَّهُ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ (تاکہ اللہ تعالیٰ منافقین اور منافقات) وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتِ (اور مشرکین اور مشرکات کو عذاب دے)۔

بِخَوْنٍ: لِيُعَذِّبَ كِي لام تعلیلیہ ہے کیونکہ یہ تعذیب اس تادیب کی طرح ہے جو اس قول میں ہے ضربته للتأديب۔ اس صورت میں

قراءت: جھولاً پر وقف نہ کریں گے۔

قراءت: اعمش نے وَيَتُوبُ اللَّهُ پڑھا ہے۔ تاکہ حامل کے فعل پر یہ علت قاصرہ بنے اور جملہ ابتدائیہ ہوگا وَيَتُوبُ اللَّهُ اور مشہور معنی یہ ہے کہ انجام یہ ہوا کہ اللہ حامل امانت (خائن) کو عذاب دے گا۔ اور دوسروں پر رجوع فرمائے گا جو حامل امانت (خائن) نہیں کیونکہ جب وفا کرنے والے پر توجہ کی جائیگی تو چھوڑنے والے پر یہ عذاب کی قسم بن جائے گی۔ نمبر ۲۔ لام عاقبت کا ہے یعنی انسان نے اس کو اٹھایا۔ اس میں حکم دیا گیا کہ بد بختوں کو سزا دی جائے گی۔ اور سعداء کی توبہ قبول کی جائے گی۔ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا (اور اللہ تعالیٰ غفور) ہیں توبہ کرنے والے کیلئے رَحِيمًا (رحیم ہے) اپنے مؤمن بندوں کیلئے۔

الحمد لله المنعم المتعال الذي لم يزل ولا يزال کے فضل سے آج بروز جمعرات ۲۵ ذوالحجہ ۱۴۲۳ء قبل از مغرب ترجمہ

سورة احزاب مکمل ہوا۔

سُوْرَةُ السَّبْأِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ اَرْبَعٌ وَعِشْرُوْنَ اٰیَةً وَتَرْتِیْبُهَا

سورة سبأ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں چوں آیات اور چھ شروع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَهُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ فِی الْاٰخِرَةِ

سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہے جس کی ملکیت میں وہ سب کچھ ہے جو آسمانوں میں اور زمینوں میں ہے اور اسی کے لیے حمد ہے دنیا میں اور آخرت میں۔

وَهُوَ الْحَكِیْمُ الْخَبِیْرُ ۱۱ یَعْلَمُ مَا یَلِیْجُ فِی الْاَرْضِ وَمَا یَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا یَنْزِلُ

اور وہ حکیم ہے باخبر ہے۔ وہ جانتا ہے جو کچھ اس میں داخل ہوتا ہے اور جو کچھ اس میں سے اُٹلتا ہے اور جو کچھ آسمان سے

مِنَ السَّمٰوٰتِ وَمَا یَعْرُجُ فِیْهَا وَهُوَ الرَّحِیْمُ الْغَفُوْرُ ۱۲ وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا

نازل ہوتا ہے اور جو کچھ اس میں چڑھتا ہے۔ اور وہ رحیم ہے اور غفور ہے۔ اور کافروں نے کہا

لَا تَأْتِیْنَا السَّاعَةُ ۱۳ قُلْ بَلٰی وَرَبِّیْ لَتَأْتِیَنَّكُمْ ۱۴ عِلْمِ الْغَیْبِ ۱۵ لَا یَعْرَبُ عَنْهُ

کہ ہمارے پاس قیامت نہیں آئے گی۔ آپ فرمادیں گے ہاں میرے رب کی قسم وہ تم پر ضرور آئے گی، میرا رب عالم الغیب ہے، اس سے ذرہ کے برابر بھی

مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ وَلَا اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَا اَكْبَرُ

کوئی چیز آسمانوں میں اور زمین میں غائب نہیں ہے اور نہ کوئی اس سے چھوٹی چیز ہے نہ بڑی چیز

۱۶ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ۱۷ لَیْجْزِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۱۸ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ

مگر کتاب مبین میں موجود ہے۔ تاکہ وہ ان لوگوں کو بدلہ دے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے، یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے

مَغْفِرَةٌ ۱۹ وَرِزْقٌ كَرِیْمٌ ۲۰ وَالَّذِیْنَ سَعَوْا فِیْ اٰیٰتِنَا مُعْجِزِیْنَ ۲۱ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ

مغفرت ہے اور رزق کریم ہے۔ اور جن لوگوں نے ہماری آیات کے بارے میں عاجز کرنے کی کوشش کی ان لوگوں کے لیے

عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزِ الْیَمِّ ۲۲ وَیَرٰی الَّذِیْنَ اُوْتُوْا الْعِلْمَ الَّذِیْ اُنزِلَ اِلَیْكَ

تختی والا دردناک عذاب ہے۔ اور جن کو علم دیا گیا وہ سمجھتے ہیں کہ ان کے رب کی طرف سے جو کچھ نازل کیا

مِنْ رَبِّكَ هُوَ الْحَقُّ ۲۳ وَیَهْدِیْ اِلٰی صِرَاطٍ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ ۲۴

کیا ہے وہ حق ہے اور عزیز حمید کے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔

ہر قسم کے تمام محامد کا حقدار:

۱: الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ (تمام تر حمد اسی اللہ تعالیٰ کے لائق ہے جس کی ملک ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور) وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْآخِرَةِ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ (جو کچھ زمین میں ہے اور اسی کی حمد آخرت میں سزاوار ہے اور وہ حکمت والا خبردار ہے)۔ الْحَمْدُ اگر الف لام عہد کا لیا جائے تو اس سے مراد وہ ہے جس سے اس کی تعریف کی جائے وہ اپنی ذات کے اعتبار سے محمود ہے نمبر ۲۔ اور اگر الف لام استغراق کا مانیں تو وہ تمام محامد ظاہریہ، باطنیہ، سریہ جہریہ کا حقدار ہے۔ لہذا لام تملیک کا ہے کیونکہ تمام حمد کرنے والوں کا وہ خالق ہے پس تعریف کا مالک جس کی ملکیت میں ہو وہی حمد کا اہل و حقدار ہے۔ الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ (وہ ذات کہ اس کی ملکیت میں ہے جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے) خلقت، ملک و غلبہ کے لحاظ سے پس وہی اس لائق ہے کہ سر و جہر میں اسی ہی کی حمد کی جائے۔ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْآخِرَةِ (اور آخرت میں بھی حمد اسی ہی کیلئے ہوگی) جیسا کہ دنیا میں اس کے لئے ہے۔ اس لئے کہ نعمتیں ہر دو جہان میں مولیٰ کی طرف سے ہیں۔ البتہ حمد یہاں واجب ہے کیونکہ دنیا تکلیف کا گھر ہے۔ وہاں ایسا نہیں یعنی حمد واجب نہیں کیونکہ وہ دار الحکلیف نہیں۔ اہل جنت نعمتوں پر خوش ہو کر حمد کریں گے اور جو بڑا اجر ان کو ملا اس سے لذت اندوز ہوتے ہوئے حمد کریں گے۔ (قَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا أَلَا يَهْدِي اللَّهُ الْبَالِغِينَ) جیسا کہ اس قول میں مذکور ہے الحمد لله الذي صدقنا وعده [الزمر: ۲۴] الحمد لله الذي اذهب عنا الحزن [فاطر: ۳۴]

وَهُوَ الْحَكِيمُ (وہ حکمت والا ہے)۔ آسمان و زمین میں جو کچھ ہے اس کی تدبیر کرنے والا ہے۔ الْخَبِيرُ (وہ خبردار ہے) اس کے ضمیر کی باتوں سے جو بھی قیامت تک اس کی تعریف کرے یا اس سے اعراض کرے۔

۲: يَعْلَمُ مَا يَلْجُ فِي الْأَرْضِ (وہ سب کچھ جانتا ہے جو چیز زمین میں داخل ہوتی ہے)۔ يَعْلَمُ یہ جملہ مستانفہ ہے۔ مَا يَلْجُ فِي الْأَرْضِ کا معنی جو داخل ہوتی ہے۔ مراد اموات اور دفائن ہیں۔ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا (اور جو چیز اس میں سے نکلتی ہے) یعنی نبات، اور معادن سے نکلنے والے جواہرات وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ (اور جو چیز آسمان سے اترتی ہے)۔ یعنی بارش سے قسم قسم کی برکات۔ وَمَا يَخْرُجُ فِيهَا (اور جو چیز اس میں چڑھتی ہے) اس کی طرف چڑھنے والی چیزیں یعنی ملائکہ اور دعائیں۔ وَهُوَ الرَّحِيمُ (اور وہ رحیم ہے) ان چیزوں کو نازل کرتا ہے جن کی ان کو ضرورت ہے۔ الْغَفُورُ (وہ غفور ہے) ان چیزوں کا جن کی وہ اس کی مخالفت میں جرأت کرتے ہیں۔

علم قیامت عقوبات باری تعالیٰ ہے:

۳: وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا (اور کافر کہتے ہیں) جو کہ منکرین بعث ہیں لَا تَأْتِينَا السَّاعَةُ (ہم پر قیامت نہ آئے گی) اٹھنے کی نفی اور قیامت کی آمد کا انکار کرنا ہے۔

قُلْ بَلَىٰ (آپ فرمادیجئے کہ کیوں نہیں) یعنی قیامت ضرور آئے گی۔

نَحْوُ: نئی کے بعد اثبات کیلئے بلی استعمال ہوتا ہے۔ یعنی اس کی آمد کے سوا کوئی بات نہیں۔

وَرَبِّي لَأَتَيْنَكُم (قسم ہے مجھے پروردگار کی وہ ضرور آئے گی) اس میں بلی کے ایجاب کو دوبارہ تاکید سے لوٹایا۔ اور ایسی چیز لائے جو تاکید میں بہت بڑھ کر ہے وہ اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھانا ہے۔ اور اس تاکید میں مزید اضافہ اس طرح کر دیا کہ مقسم یہ کا وصف ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ عَالِمُ الْغَيْبِ (جو عالم الغیب ہے) کیونکہ مقسم یہ کی عظمت مقسم علیہ کی حالت کی قوت اور شدت ثبات اور استقامت کو ظاہر کرتی ہے۔ کیونکہ وہ اس امر پر بمنزلہ استشہاد کے ہوتا ہے اور جتنا مستشہد یہ مرتبہ میں بلند ہوتا ہے۔ اتنی ہی شہادت زیادہ مضبوط و مؤکد ہوتی ہے اور مستشہد علیہ زیادہ ثابت و پختہ ہو جاتا ہے۔

قیامت کا قیام غیوبات مشہورہ سے ہے۔ اس کو خفیہ میں داخل فرمایا۔ وصف ایسا لائے جس سے علم غیب کی طرف علم کو سپرد کیا جائے یہ زیادہ بہتر و انصب ہے۔ یعنی چونکہ امور غیبیہ میں سے ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی شہادت ہی ثبوت کیلئے کافی ہے)۔
قراءت: عالم الغیب مدنی اور شامی نے پڑھا امے ہو عالم الغیب اور حمزہ علی نے علام الغیب پڑھا اور مبالغہ کا صیغہ لائے۔

لَا يَعْزُبُ عَنْهُ (اس سے غائب نہیں) قراءت: زاء کو علی نے مکسور پڑھا۔ کہا جاتا ہے عزب يعزب اذا غاب جبکہ وہ غائب اور دور ہو جائے مِثْقَالُ ذَرَّةٍ (ایک ذرہ کی مقدار) سب سے چھوٹی چیونٹی کی مقدار فی السَّمَوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَلَا أَصْغَرُ مِنْ ذَلِكَ (آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور نہ چھوٹی چیز اس سے) یعنی ذرہ کی مقدار سے وَلَا اكْبَرُ (اور نہ کوئی چیز بڑی) یعنی مقدار ذرہ سے (الَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ) مگر کہ وہ کتاب مبین میں ہے) کتاب مبین سے لوح محفوظ مراد ہے۔
نَحْوُ: وَلَا اصغر وَلَا اکبر کورفع کے ساتھ پڑھیں گے جبکہ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ پر عطف کریں گے اور الا لکن کے معنی میں آئے گا یا ابتداء کی وجہ سے مرفوع ہوگا۔ اور فی کتاب یہ خبر کی وجہ سے مرفوع ہوگی۔

نیکیوں کو بدلہ بروں کو سزا:

۴: لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ (تاکہ ان لوگوں کو بدلہ دے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے)۔
أُولَئِكَ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ (ایسے لوگوں کیلئے مغفرت) ان چیزوں کی جو مدارج ایمان میں ان سے کوتاہیاں ہوئیں۔ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ (اور عزت کی روزی ہے) اس لئے کہ انہوں نے احسان کے فوائد کو حاصل کرنے کیلئے ثابت قدمی دکھائی۔

نَحْوُ: یہ لتاتینکم کے متعلق ہے اور اس کی تعلیل ہے۔

۵: وَالَّذِينَ سَعَوْا فِي آيَاتِنَا (اور وہ لوگ جنہوں نے ہماری آیات کے متعلق کوشش کی تھی) یعنی قرآن کی تردید میں خوب محنت کی۔ مُعْجِزِينَ (ہرانے اور عاجز کرنے کیلئے) سبقت کی اس گمان سے کہ وہ ہم سے نکل جائیں گے۔

قراءت: مُعْجِزِينَ مکی اور ابو عمرو نے پڑھا) یعنی اس کی اتباع اور اس میں غور کرنے سے لوگوں کو روکنے والے تھے۔ یا اللہ تعالیٰ

کی نسبت عاجزی و در ماندگی کی طرف کرنے والے ہیں۔ اُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّن رَّجْزٍ اَلِیْمٍ (ایسے لوگوں کیلئے سختی کا دردناک عذاب ہوگا)۔

قرأت: مکی نے الیم کو الیم پڑھا۔ عذاب کی صفت بنایا۔ یعنی عذابوں میں سے دردناک عذاب ان کو دیا جائے گا۔

قول قتادہ رحمۃ اللہ علیہ:

(سخت عذاب) دیگر قراء نے رجز کی صفت قرار دے کر اس کو مجرور پڑھا ہے۔

۶: وَيَرَى الَّذِينَ اُوتُوا الْعِلْمَ (اور جانتے ہیں وہ لوگ جن کو علم دیا گیا) یرای۔ یہ یعلم جاننے کے معنی دے رہا ہے۔

نحو: یہ موضع رفع میں جملہ مستانفہ ہے۔ اوتوا العلم سے مراد اصحاب رسول ﷺ اور ان کے پیروکار یا نمبر ۲۔ علمائے اہل کتاب جنہوں نے اسلام قبول کیا جیسے عبداللہ بن سلام اور کعب احبار وغیرہم۔ الَّذِي اُنزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ (جو آپ کے رب کی طرف سے بھیجا گیا) یعنی قرآن مجید هُوَ الْحَقُّ (وہ حق ہے) یعنی سچ ہے۔

نحو: هُوَ یہ ضمیر فصل ہے اور الحق یہ مفعول ثانی ہے۔ نمبر ۲۔ موضع نصب میں لیجزی پر معطوف ہے ای لیعلم اوتوا العلم عند مجئى الساعة انه الحق علماً لا يزداد عليه فى الايقان تا کہ قیامت کی آمد پر علم والے جان لیں کہ علمی اعتبار برحق ہے اس علم سے ان کے یقین میں کچھ اضافہ نہ ہوگا۔

وَيَهْدِي (اور وہ راستہ بتلاتا ہے) یعنی اللہ تعالیٰ راستہ بتلاتا ہے۔ نمبر ۲۔ قرآن راستہ بتلاتا ہے۔ اِلَى صِرَاطِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ (عزیز حمید کے راستہ کی طرف) وہ راستہ اللہ تعالیٰ کا دین ہے۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلَىٰ رَجُلٍ يُنْبِئُكُمْ إِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ

اور کافروں نے کہا کیا ہم تمہیں ایسا شخص نہ بتا دیں جو تمہیں یہ خبر دیتا ہے کہ جب تم پوری طرح ریزہ ریزہ

مُمَزَّقٍ إِنَّكُمْ لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ ۗ أَفَتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَمْ بِهِ جِنَّةٌ ۗ

ہو جاؤ گے تو تم ضرور ایک نئی پیدائش میں آ جاؤ گے۔ کیا اس شخص نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے یا اس کو کسی طرح کا جنون ہے،

بَلِ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلَالِ الْبَعِيدِ ۝۸۱ أَقَلَّمْ يَرَوْنَ

بلکہ بات یہ ہے کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے وہ عذاب میں دور کی گمراہی میں ہیں۔ کیا انہوں نے اسے نہیں دیکھا

إِلَىٰ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۗ إِنَّ نَاشِئَةَ بَعْثٍ لَّهُمْ

جو ان کے سامنے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے یعنی آسمان اور زمین، اگر ہم چاہیں تو انہیں زمین میں

أَوْ سُقِّطَ عَلَيْهِمْ كِسْفًا مِّنَ السَّمَاءِ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيبٍ ۝۸۲

دھنسا دیں یا ہم ان پر آسمان کے ٹکڑے گرا دیں، بلاشبہ اس میں متوجہ ہونے والے ہر بندہ کیلئے نشانی ضرور ہے۔

بعث سے کفار کا تجاہل عارفانہ:

۷: وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا (اور کافر کہتے ہیں) قریش کے زعماء نے ایک دوسرے کو کہا۔ هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلَىٰ رَجُلٍ (کیا ہم تمہیں ایک ایسا آدمی بتلائیں) اس سے وہ حضرت محمد ﷺ کی ذات گرامی مراد لیتے تھے۔

وجہ تنکیر:

یہ آپ کا تذکرہ نکرہ کے ساتھ کیا حالانکہ آپ ان میں معروف و مشہور تھے۔ اور بعث کے متعلق آپ کی باتیں ان میں شائع و ذائع تھیں۔ درحقیقت آپ ﷺ اور بعث سے تجاہل عارفانہ کرتے ہوئے یہ بات کہی اس سے ان کا مقصد آپ کی تحقیر اور قیامت کا بعید از عقل ہونا ثابت کرنا تھا۔ يُنْبِئُكُمْ إِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ إِنَّكُمْ لَفِي (جو تم کو خبر دیتا ہے۔ کہ جب تم بالکل ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے تو تم ضرور) خَلْقٍ جَدِيدٍ (ایک نئی پیدائش میں آؤ گے) وہ تمہیں عجیب عجیب باتیں بتلاتا ہے۔ کہ تم اٹھائے جاؤ گے۔ اور ریزہ ریزہ اور مٹی میں مل جانے کے بعد تم نئی پیدائش میں اٹھائے جاؤ گے تمہارے اجسام کہنگی سے مکمل طور پر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ کل ممزق وہ تمہیں یعنی اجزاء کو مکمل منتشر کر دے گا۔ یہاں ممزق مصدر بمعنی تمزق ہے اور اذا میں عامل وہ ہے جس پر انکم لفی خلق جدید دلالت کر رہا ہے۔ ای تبعثون۔ الحمد ید یہ فعل بمعنی فاعل ہے یہ بصر بین کی رائے ہے۔ کہا جاتا ہے جد فهو جدید جیسے قل فهو قلیل إِنَّكُمْ لَانَ كَافِتِحَةٍ نَّهِيَسْ پْرَه سَكْتِ كِيَوْنِكِ اس كِي خَبْرِ پْر لَامِ هِے۔

۸: اِفْتَرَىٰ عَلٰی اللّٰهِ كَذِبًا (معلوم نہیں اس شخص نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بہتان باندھا ہے۔) کیا وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان باندھنے والا ہے۔ اس میں سے جو اس کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔

مَحْجُوْرٌ: ہمزہ استفہام کا ہے اور ہمزہ وصل ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے حذف کر دیا گیا ہے۔

اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ (یا اس کو کسی طرح کا جنون ہو گیا) وہ جنون اس کو یہ توہمات ڈال کر اس کی زبان پر لاتا ہے۔ بَلِ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ فِي الْعَذَابِ (بلکہ وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے وہ عذاب) وَالضَّلٰلِ الْبَعِيْدِ (اور دور کی گمراہی میں ہیں) پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ محمد (ﷺ) نہ مفتری ہیں اور نہ مجنون وہ اس قسم کی چیزوں سے بری الذمہ ہیں بلکہ یہ قیامت کے منکرین آگ کے عذاب میں مبتلا ہونگے اور حق سے دور ہٹ کر بے خبری میں گمراہی کے گڑھے میں گر رہے ہیں۔ اور یہ سب سے بڑا جنون ہے جس کا وہ خود شکار ہیں۔

نکتہ: ان کے عذاب میں پڑنے کو گمراہی میں پڑنا قرار دیا گیا گویا یہ دونوں ایک وقت میں پیش آنے والے ہیں۔ کیونکہ ضلال کے لوازم میں وقوع عذاب ہے تو ان کو ہم قرین بنا دیا گیا اور ضلال کی صفت بعید لائی گئی ہے۔ یہ اسناد مجازی کی قسم ہے کیونکہ اصل تو بعید ضال کی صفت ہے اس لئے کہ وہی سیدھے راستہ سے دور ہوتا ہے۔ (مگر مجسمہ ضلالت ہونے کی وجہ سے اس کو ضلال کہہ کر اس کی صفت بنا دی)۔

یہ تکذیب کر کے کیسے سے بچیں گے جب کہ آسمان وزمین اس کے گھیرے میں ہے:

۹: اَقْلَمُ يَرُوْا اِلٰی مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِنْ نَّشَا نَخْسِفُ بِهِنَّ الْاَرْضَ (کیا انہوں نے آسمان وزمین کی طرف نظر نہیں کی جو ان کے آگے اور پیچھے موجود ہیں اگر ہم چاہیں تو ان کو زمین میں دھنسا دیں) اَوْ تَسْقِطُ عَلَيْهِمْ كِسْفًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ (یا ان پر آسمان کا ٹکڑا گرا دیں)۔

قراءت: نَخْسِفُ بہم علی نے ادغام سے پڑھا ہے۔ کیونکہ فاء اور باء میں تقارب پایا جاتا ہے۔ بعض نے اس کو اس لئے ضعیف کہا کیونکہ فاء کی آواز باء سے زائد ہے۔ نشا نخسف اور نسقط ان تینوں کو باء سے عاصم کے علاوہ کوئی قراءت پڑھتے ہیں کیونکہ ارشاد افتہری علی اللہ کذبا غائب کے صیغہ سے ہے۔ کِسْفًا یہ حفص کی قراءت ہے اور سین کا سکون دیگر قراءت نافع ابن کثیر ابو عمر وغیرہ کی قراءت ہے۔

مطلب یہ ہے کہ کیا وہ اندھے ہیں کہ آسمان وزمین کو نہیں دیکھتے حالانکہ یہ دونوں تو جہاں ہوں۔ جس طرف چلیں۔ ان کے آگے پیچھے ان کو گھیرے ہوئے ہیں۔ ان کی اطراف سے ان کو نکلنے کی بساط نہیں اور اللہ تعالیٰ کی حکومت سے باہر نہیں جاسکتے۔ وہ اس بات سے نہیں ڈرتے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اگر زمین میں دھنسا دے۔ نمبر ۲۔ ان پر آسمان کا کوئی ٹکڑا تکذیب آیات اور تکذیب رسول اور تکذیب قرآن کی وجہ سے آگرے جیسا کہ قارون کے ساتھ ہوا اور اصحاب ایکہ کے ساتھ کیا گیا۔ اِنْ فِیْ ذٰلِكَ (بے

گا۔ نمبر ۲۔ قلنا یا جبال قدر ماننا پڑے گا۔ اَوْبٰی مَعَهُ (تم بار بار داؤد کے ساتھ تسبیح کرو) یہ لفظ التاویب سے ہے۔ ای رجعی معہ التیسع تم اس کے ساتھ تسبیح کو دوہراؤ۔

تسبیح جبال کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان میں ایسی تسبیح پیدا کر دیتے جو ان سے اسی طرح سنائی دیتی جیسی تسبیح کرنے والے سے سنتے ہیں۔ یہ معجزہ داؤدی ہے۔ وَالطَّيْرِ (اور پرندوں کو بھی حکم دیا) نَحْوًا: اس کا محل جبال پر عطف ہے۔

قرأت: زید نے جبال پر عطف کر کے وَالطَّيْرِ پڑھا ہے۔

بلاغت کلام:

اس نظم میں کمال فحامت پائی جاتی ہے۔ پہاڑوں کو بمنزلہ عقلاء قرار دیا گیا جو حکم کرنے پر اطاعت کرتے ہیں۔ اور جب ان کو بلاؤ تو جواب دیتے ہیں۔ اس سے ظاہر فرمایا کہ حیوان ہو یا جماد وہ مشیت الہی کا منقاد و مطیع ہے اگر یہ کلام اس طرح ہوتا آتینا داؤد منا فضلاً تاویب الجبال معہ والطیر۔ تو اس میں وہ فحامت شان نہ ہوتی جو اب ہے۔ وَالنَّالَةُ الْحَدِيدَ (اور ہم نے اس کے لئے لوہے کو نرم کر دیا)۔ یعنی لوہے کو ان کے لئے مٹی اور گوندھے ہوئے آٹے کی طرح کر دیا کہ اپنے ہاتھ سے جس طرح چاہتے بغیر آگ میں تپائے اور ہتھوڑے کے استعمال کے اس کو موڑ لیتے اور جو چاہتے بنا لیتے۔

ایک قول:

یہ ہے کیونکہ ان کو بہت قوت عنایت فرمائی تھی تو لوہا ان کے ہاتھ میں نرم ہو گیا۔

زرہوں کی بناوٹ:

۱۱: اَنْ اَعْمَلُ (کہ تم بناؤ)

نَحْوًا: یہاں اَنْ ای کے معنی میں ہے۔ مطلب یہ ہوا امرنا ہ ان اعمل ہم نے ان کو حکم دیا کہ تم بناؤ۔

سَبِغَتِ (پوری زرہیں) پوری وسیع زرہیں۔ یہ لفظ السبوغ سے ہے۔ وہ سب سے پہلے زرہوں کو بنانے والے تھے۔ وہ ایک زرہ چار ہزار میں فروخت کرتے۔ اس میں سے اپنے اور اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتے اور فقراء کو صدقہ کر دیتے۔

ایک قول:

یہ ہے آپ بھیس بدل کر نکلتے اور لوگوں سے اپنے متعلق پوچھ گچھ کرتے اور فرماتے داؤد کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے وہ اچھی تعریف کرتے اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ انسانی شکل میں بھیجا۔ اس کی آپ سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے اپنی عادت مالوفہ کے مطابق اس سے سوال کیا تو اس نے کہا وہ بندہ تو بہت خوب ہے۔ اگر ایک بات نہ ہوتی۔ وہ یہ ہے کہ وہ اپنے گھر والوں کا خرچہ بیت المال سے کرتا ہے۔ اس وقت آپ نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ میرے لئے ایسا ذریعہ پیدا فرما دیا جائے جس کی بناء پر میں

بیت المال سے مستغنی ہو جاؤں۔ اللہ تعالیٰ نے زرہوں کی صنعت آپ کو تعلیم فرمائی۔

وَأَقْدِرُ فِي السَّرْدِ (اور جوڑنے میں اندازہ کرو)۔ کیلیں نہ تو اس قدر پتلی بناؤ کہ وہ پھٹ جائیں اور نہ اس قدر موٹی کہ کڑیاں ٹوٹ جائیں۔ السرد زرہیں بنا۔ وَأَعْمَلُوا (اور تم عمل کرو) اس میں ضمیر داؤد اور ان کے اہل کی طرف لوتی ہے۔ صَالِحًا (نیک) ایسے خالص جو قبولیت کے لائق ہوں۔ إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ (میں تمہارے سب کے اعمال دیکھ رہا ہوں) پس میں اس پر تمہیں بدلہ دوں گا۔

ہوا کا تابع کرنا:

۱۲: وَلَسَلِيمَانَ الرِّيحِ (اور سلیمان کیلئے ہم نے ہوا کو مسخر کیا) سلیمان علیہ السلام کے لئے اللہ تعالیٰ نے صبا کو مسخر کیا۔ نَحْوُ: ابو بکر، حماد، فضل نے الریح کو مرفوع پڑھا ہے۔ تقدیر کلام یہ ہوگا: لسلیمان الریح مسخرة - غَدُوَهَا شَهْرًا وَرَوَّاحَهَا شَهْرًا (اس کا صبح چلنا مہینہ بھر کی مسافت تھی اور اس کا شام چلنا مہینہ بھر کی مسافت تھی) صبح کے وقت تھوڑی دیر میں وہ مہینہ بھر کی مسافت طے کر لیتی اور شام کو چلنا بھی اسی طرح تھا۔ آپ صبح دمشق سے چل کر اصطر فارس میں قیلوہ فرماتے ان کے مابین ایک ماہ کی مسافت ہے اور شام کو اصطر سے روانہ ہو کر کابل میں رات گزارتے۔ ان کے مابین تیز شہسوار کیلئے ایک ماہ کی مسافت ہے۔ ایک ول یہ ہے آپ صبح ری میں اور شام سمرقند میں گزارتے۔

تانے کا چشمہ اُبلنا:

وَأَسَلْنَا لَهُ عَيْنَ الْقِطْرِ (اور ہم نے ان کے لئے تانے کا چشمہ بہادیا) یعنی تانے کی کان، القطر، تانبا اور وہ دھات ہے لیکن مہینے میں تین دن بہتا جیسا کہ پانی بہتا ہے۔ سلیمان علیہ السلام سے قبل یہ پگھلتا نہ تھا۔ اس کا نام عین القطر اس وجہ سے رکھ دیا کہ بالآخر پگھل کر بہنے لگتا ہے۔ گویا انجام کے لحاظ سے نام رکھ دیا۔ وَمِنَ الْجِنَّ مَنْ يَعْمَلُ (اور جنات میں سے بعضے کام کرتے) مَنْ یہ موضع نصب میں واقع ہے اسی وسخرونا له من الجن من يعمل - بَيْنَ يَدَيْهِ بِإِذْنِ رَبِّهِ (ان کے سامنے ان کے رب کے حکم سے) اس کے امر سے وَمَنْ يَزْعُ (اور جو سرتابی کرے گا) یعنی عدول کرے گا۔ مِنْهُمْ عَنْ أَمْرِنَا (ان میں سے ہمارے حکم سے) یعنی جو حکم ہم نے ان کو اطاعت سلیمان علیہ السلام کا دے رکھا ہے۔ نَذِقُهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيرِ (ہم اس کو دوزخ کا عذاب چکھائیں گے) عذاب سعیر سے آخرت کا عذاب مراد ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کے ساتھ ایک فرشتہ رہتا تھا جس کے ہاتھ میں آگ کا کوڑا ہوتا ہے۔ جو جن سلیمان علیہ السلام کے حکم سے سرتابی کرتا وہ فرشتہ اس کو کوڑا مار کر جلا ڈالتا۔

مصنوعات:

۱۳: يَعْمَلُونَ لَهُ مَا يَشَاءُ مِنْ مَحَارِبٍ (وہ جنات ان کے لئے جو وہ چاہتے بناتے یعنی بڑی بڑی عمارات) محاریب یعنی مساجد نمبر ۲۔ مساکن وَتَمَاثِيلَ (اور مورتیاں) پرندوں و درندوں کی تصاویر، روایت تفسیر یہ ہے: انہوں نے آپ کے تحت کے

نیچے دو شیر اور اوپر دو گدھ بنائے۔ جب آپ تخت پر چڑھنا چاہتے تو شیر اپنے دونوں بازو دراز کر دیتے اور جب آپ تشریف فرما ہو جاتے تو گدھ اپنے سروں سے سایہ کر لیتے۔ اس زمانہ میں تصویر مباح تھی۔ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ (اور حوض جیسے لگن) جفان جمع جفنة اور جوب جمع جابیه۔ بڑا حوض۔

ایک قول:

ایک پیالے پر ایک ہزار آدمی بیٹھ کر کھا سکتے تھے۔

قراءت: مکی اور یعقوب اور سہل نے وقف و وصل میں کالجواہی پڑھا ہے۔ ابو عمرو نے وصل میں ان کی موافقت کی ہے۔ باقی قراء نے کسرہ پر اکتفاء کرتے ہوئے بغیر یاء کے پڑھا ہے۔

وَقُدُورٍ رَّسِيَتْ (اور ایک جگہ جمی رہنے والی دیکھیں) جو اپنے چولہوں پر جمی رہتیں ان سے اتاری نہ جاسکتی تھیں کیونکہ وہ جسامت میں بہت بڑی ہوتی تھیں۔ ایک قول یہ ہے یہ یمن میں باقی ہیں۔ اور ہم نے ان کو حکم دیا۔ اِعْمَلُوا آلَ دَاوُدَ شُكْرًا (اے آل داؤد شکر یہ ادا کرو) ملک والوں پر رحم کرو۔ اور اپنے رب سے عافیت مانگو۔

فضیل کا قول:

شکرًا مفعول لہ ہے نمبر ۲۔ حال ہے اس حال میں کہ وہ شکر کرنے والے تھے۔ نمبر ۳۔ مفعول مطلق ہے ای شکرًا کیونکہ اعملوا میں اشکروا کا معنی پایا جاتا ہے۔ وہ اس طرح کہ منعم کے لئے عمل کرنا اس کا شکر یہ ادا کرنا ہے۔ نمبر ۴۔ مفعول یہ ہے تقدیر کلام اس طرح ہے انا سخرنا لکم الجن يعملون لکم ما شئتم فاعملوا انتم شکرًا بیشک ہم نے تمہارے لئے جنات کو مطیع کیا تمہارے لئے وہ کام کریں گے جو تمہیں پسند ہیں پس تم شکر یہ ادا کرو۔

قول جنید رضی اللہ عنہ:

معبود کے سامنے اپنی پوری کوشش صرف کرنا یہی شکر ہے۔ وَ قَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ (اور میرے بندوں میں شکر گزار کم ہیں)

قراءت: حمزہ نے عِبَادِيَ کو سکون یاء سے پڑھا جبکہ دیگر قراء نے فتح یاء سے پڑھا ہے۔

ادا نیگی شکر:

الشکور ادا نیگی شکر میں بڑھنے والا اور اس میں اپنی پوری قوت کو صرف کرنے والا ہو۔ اس طرح کہ اس کا دل، زبان، اعضاء تمام کے تمام اعتقاد اور اعتراف اور کوشش کے لحاظ سے اس میں مشغول ہوں۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

الشکور وہ ہے جو اپنے تمام احوال میں شاکر ہو۔

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلَى مَوْتِهِ إِلَّا دَابَّةُ الْأَرْضِ تَأْكُلُ

پھر جب ہم نے سلیمان پر موت کا حکم جاری کر دیا تو ان کو سلیمان کی موت کا پتہ نہ دیا مگر گھن کے کیڑے نے جو ان کے عصا کو

مِنْ سَاتِهِ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ أَنْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوا

کھا رہا تھا، سو جب وہ گر پڑے تو جنات کو پتہ چلا کہ اگر جن غیب کا جانتے ہوتے تو ذلیل کرنے والے عذاب میں

فِي الْعَذَابِ الْمُهِينِ ۝

نہ ٹھہرے رہتے۔

ایک قول:

یہ ہے جو شکر پر شکر کرے وہ شکور ہے۔

قول دیگر:

جو شکر سے اپنی عاجزی کا معترف ہو۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق مروی ہے کہ آپ نے اپنی رات اور دن کی گھڑیاں اپنے گھر والوں میں تقسیم کر رکھی تھیں۔ کوئی گھڑی چوبیس گھنٹہ میں ایسی نہ تھی جب کوئی نہ کوئی گھر میں سے بارگاہ خداوندی میں نماز میں مصروف نہ ہو (سبحان اللہ)۔

موت سلیمانی:

۱۲: فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ (پھر جب ہم نے سلیمان علیہ السلام پر موت کا حکم جاری کر دیا)۔ ہ کی ضمیر کا مرجع سلیمان علیہ السلام ہیں مَا دَلَّهُمْ (تو کسی نے ان کی موت کا پتہ نہ بتایا) جنات کو نمبر ۲۔ آل داؤد علیہ السلام کو عَلِي مَوْتِهِ إِلَّا دَابَّةُ الْأَرْضِ (مگر گھن کے کیڑے نے) دیمک اس چھوٹے سے جانور کو سرفتہ کہتے ہیں اور الارض یہ اس کیڑے کا فعل ہے کہ یہ لکڑی کو کھا کر مٹی بنا دیتی ہے اسی لئے اس کی طرف اضافت کی گئی کہا جاتا ہے اَرْضُتِ الْخَشْبَةِ اَرْضًا جبکہ اس کو دیمک چاٹ جائے۔ تَأْكُلُ مِنْ سَاتِهِ (کہ وہ سلیمان کا عصا کھاتا تھا) الْمِنْسَاةُ، عَصَا، الْأَثْمِي اس کو مِنْسَا کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ ینسا بھا ای یطر سے لیا گیا ہے جس کا معنی ہے: اس سے ہانکا اور ہٹایا جاتا ہے۔

قرآنت: مِنْسَاةُ، مدنی ابو عمرو نے بلا ہمزہ پڑھا ہے۔

جنات کی بے خبری:

فَلَمَّا خَرَّ (جب وہ گر پڑے) سلیمان علیہ السلام گر پڑے۔ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ (تب جنات کو حقیقت معلوم ہوئی)۔ جنات کو

لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسْكِنِهِمْ آيَةٌ جَنَّتَيْنِ عَنْ يَمِينٍ وَشِمَالٍ كُلُّوا مِنْ رِزْقِ

واقعی بات ہے قوم سبا کے لیے ان کے ٹھہرنے کی جگہ میں بڑی نشانی تھی، دائیں بائیں دونوں طرف باغوں کی قطاریں تھیں، کھاؤ اپنے رب کے

رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهُ ۖ بَلَدَةٌ طَيِّبَةٌ وَرَبُّ غَفُورٌ ۝۱۵ فَأَعْرَضُوا فَأَرْسَلْنَا

رزق سے اور اس کا شکر ادا کرو، عمدہ شہر ہے اور رب بخشنے والا ہے۔ سو انہوں نے روگردانی کی لہذا ہم نے

عَلَيْهِمْ سَبِيلَ الْعَرَمِ ۖ وَأَبَدْنَا لَهُمُ جَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتِي أُكُلٍ خَمْطٍ وَأَثَلٍ

ان پر بند کا سیلاب بھیجا یا اور ہم نے ان کے باغوں کے بدلہ میں دو ایسے باغ دے دیئے جن میں بد مزہ پھل اور جھاڑ کے درخت تھے

وَشَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيلٍ ۝۱۶ ذَٰلِكَ جَزَاءُ الَّذِينَ كَفَرُوا ۖ وَهَلْ نُجْزِي إِلَّا الْكَافِرِينَ ۝۱۷

اور کچھ تھوڑے سے بیری کے درخت تھے، ہم نے انہیں یہ سزا ان کے کفر کی وجہ سے دی اور ہم ناشکروں ہی کو سزا دیا کرتے ہیں۔

واضح طور پر معلوم ہو گیا اسکے بعد کہ ان کے عوام وضعفاء پر معاملہ ملتبس تھا۔ اُن لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوا (اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو وہ نہ رہتے) سلیمان علیہ السلام کی موت کے بعد فی الْعَذَابِ الْمُهِينِ (ذلیل کرنے والے عذاب میں)۔

روایت میں ہے کہ داؤد علیہ السلام نے بیت المقدس کی بنیاد کو موسیٰ علیہ السلام کے خیمہ کی جگہ رکھا۔ مگر وہ تکمیل سے قبل ہی وفات پا گئے اور سلیمان علیہ السلام کو تعمیر کی وصیت فرمائی آپ نے جنات کو اس کی تکمیل کا حکم دیا۔ جب آپ کی عمر کا ایک سال رہ گیا تو آپ نے بارگاہ رب العالمین میں سوال کیا کہ ان کی موت کو ان پر معمہ بنا دے یہاں تک کہ یہ فارغ ہوں۔ تاکہ جنات کا دعویٰ غیب دانی بھی باطل ہو جائے۔ سلیمان علیہ السلام کی عمر تریپن سال تھی جب آپ نے تخت سنبھالا اس وقت تیرہ سال عمر تھی چالیس سال حکومت کی۔ بیت المقدس کی تعمیر اس وقت شروع کی جب حکومت کا پانچواں سال تھا۔

روایت میں ہے کہ افریڈون نے آپ کے تخت پر بیٹھنے کی کوشش کی جب وہ قریب ہوا تو دونوں شیروں نے پنجہ مار کر اس کی پنڈلی توڑ ڈالی اس کے بعد کسی کو تخت کے قریب پھٹکنے کی بھی جرأت نہ ہوئی۔

قوم سبا کا حال:

۱۵: لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسْكِنِهِمْ (سبا کیلئے ان کے وطن میں نشانیاں موجود تھیں)۔

نَجْحُو: سبا اگر خاندان کا نام مان لیں تو منصرف ہے اور قبیلہ کا نام ہو تو غیر منصرف ہے۔ ابو عمر و اسی کے قائل ہیں۔

قراءت: حمزہ و حفص نے مَسْكِنِهِمْ پڑھا مَسْكِنِهِمْ علی اور خلف نے پڑھا۔ رہائش کی جگہ کو کہتے ہیں۔ اس سے مراد ان کا وہ شہر ہے جو علاقہ یمن میں واقع تھا اور اس میں رہتے تھے نمبر ۲۔ ان میں سے ہر شخص کی رہائش مراد ہے۔ دیگر تمام قراء نے مَسْكِنِهِمْ پڑھا ہے۔ آيَةٌ (نشانیاں) جَنَّتَيْنِ (دو باغ)۔

نَجْحُو: آيَةٌ یہ کان کا اسم ہے اور جنتان اس کا بدل ہے۔ نمبر ۲۔ مبتدأ محذوف کی خبر ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے۔ الایة جنتان۔

آیت ہونے کا مطلب:

یہ کہ جب سب کے باشندوں نے اللہ تعالیٰ کے شکر سے منہ موڑ لیا تو ہم نے ان سے نعمتوں کو چھین لیا تاکہ عبرت حاصل کریں اور نصیحت پذیر ہوں۔ اور کفر کی طرف لوٹ کر نہ جائیں اور نہ ہی نعمتوں کی ناقدری کریں۔ نمبر ۲۔ ان دونوں کو ایسی علامت بنا دیا جو اللہ تعالیٰ کی قدرت و احسان پر دلالت کرنے والی اور اس کے شکرے کو لازم کرنے والی تھی۔

عَنْ يَمِينٍ وَشِمَالٍ (دائیں اور بائیں) مراد بہت سارے باغات ہیں جو شہر کے دائیں اور بائیں جانب واقع تھے اور دونوں طرف کے باغات قریب قریب ہونے اور ملے جلے ہونے میں اس طرح تھے گویا کہ وہ ایک ہی باغ ہے جیسا کہ عموماً آباد علاقوں کے باغ ہوا کرتے ہیں۔ یا نمبر ۲۔ ہر آدمی کے دو باغات اس کی اپنی رہائش گاہ کے دائیں اور بائیں جانب واقع تھے۔ كُلُوا مِنْ رِزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهُ (تم اپنے رب کا رزق کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو) یہ اس قول کی حکایت ہے جو انبیاء علیہم السلام نے ان کو فرمایا۔ یا نمبر ۲۔ قول کی زبان سے ان کو یہ بات کہی یا وہ اس بات کے حقدار تھے کہ ان کو یوں کہا جائے۔ جب ان کو اس بات کا حکم دیا گیا تو اس کے بعد یہ ارشاد باری تعالیٰ لایا گیا۔ بَلَدَةٌ طَيِّبَةٌ وَرَبِّ غَفُورٌ (عمدہ شہر اور بخشنے والا پروردگار) یعنی یہ تمہارا وہ شہر ہے۔ جس میں اس نے تمہیں رزق دیا۔ یہ پاکیزہ شہر ہے۔ اور تمہارا رب وہ ذات ہے جس نے تمہیں رزق دیا اور تم سے شکرے کا مطالبہ بھی اس بخشنے والے رب نے کیا۔ جو شکر گزار کو بخشنے والا ہے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

قوم سباصنعاء سے تین فرسخ کے فاصلے پر رہائش پذیر تھی۔ یہ انتہائی شاداب علاقہ تھا ایک عورت اپنے سر پر ٹوکری لئے اپنے ہاتھ سے کام کاج کرتی چلی جاتی اور ان درختوں کے نیچے چلتی رہتی۔ اس کی وہ ٹوکری گرنے والے پھلوں سے بھر جاتی۔ وہ ایسی ستھری سرزمین تھی۔ کہ جہاں مچھر، مکھی، چیچڑی، بچھو اور سانپ کا نام نہیں تھا۔ جو جوؤں والا مسافر وہاں سے گزرتا تو اس کے عمدہ ہوا کے اثر سے جوئیں مر جاتیں۔

اعراض کا نتیجہ:

۱۶: فَأَعْرَضُوا (انہوں نے سرتابی کی) یعنی انبیاء علیہم السلام کی دعوت سے منہ موڑ لیا اور ان کو جھٹلایا اور کہنے لگے ہم اللہ تعالیٰ کی کوئی نعمت نہیں جانتے جو اس نے ہم پر کی ہو۔ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ (ہم نے ان پر بند کا سیلاب چھوڑ دیا) سیل عرم سے مراد سخت بارش یا عرم وادی کا نام ہے۔ یا اس سے مراد وہ چوہا ہے جس نے اس بند کے نیچے سوراخ کیا۔ کہتے ہیں کہ جب انہوں نے سرکشی کی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر چوہوں کو مسلط کر دیا جس نے بند کے نچلی جانب سوراخ کر کے ان کو ڈبو دیا۔ وَبَدَّلْنَاهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ (اور ہم نے ان دو باغوں کے بدلے میں دو اور باغ دے دیئے) جنتی سے مراد جن کا اوپر ذکر ہوا۔ جَنَّتَيْنِ (دو باغ) بدلے میں دیئے جانے والے درختوں کو جنتین کے ساتھ محض مشاکلت کے لئے تعبیر کیا گیا۔ اور کلام کی مناسبت کے لئے ایسا کیا گیا ہے

جیسا کہ اس ارشاد میں ہے جزاء سینۃ سینۃ مثلھا [الشوری: ۴۰]

ذَوَاتِیْ اُكْلٍ خَمَطٍ (جو بد مزہ پھل والے تھے) خمط وہ پھل جو بد مزہ ہو۔

قراءت: اکل کو ثقل اور تخفیف کے ساتھ پڑھا گیا یہ نافع اور مکی کی قراءت ہے۔ الخمط پیلو کا درخت یا ہر کانٹے دار وائل و شئی ۛ مِن سِدْرٍ قَلِیلٍ (اور جھاؤ اور قدرے قلیل پیری) الاثل جھاؤ کے مشابہ درخت ہے اس سے کچھ بڑا ہوتا ہے اور اس کی لکڑی عمدہ ہوتی ہے۔

قراءت: جن قراء نے اکل کو تنوین کے ساتھ پڑھا ان کے نزدیک اس کی اصل یہ ہے ذواتی اکلِ خمط پس مضاف کو حذف کر دیا گیا اور مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام لے آئے۔ یہ ابو عمرو کے علاوہ دوسرے قراء کا قول ہے۔ نمبر ۲۔ اکل کی صفت خمط کے ساتھ لائی گئی گویا اس طرح کہا گیا ذواتی اکل بشع۔ ابو عمرو کے ہاں وجہ یہ ہے کہ اکل خمط کا معنی پیلو ہے گویا عبارت یوں ہے ذواتی بریر اور الاثل اور سدر دونوں کا عطف اکل پر ہے خمط پر نہیں۔ کیونکہ جھاؤ کا کوئی پھل نہیں۔

قول حسن رحمہ اللہ:

سدر کے ساتھ قلیل کا لفظ لایا گیا کیونکہ وہ ان سے بہتر ہے جو ان کو بدلے میں دی گئیں۔ اس لئے کہ یہ عموماً باغات میں ہوتی ہے۔

۱۷: ذٰلِكَ جَزٰیْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا (ان کو یہ سزا ہم نے ناسپاسی کی وجہ سے دی) یعنی ان کو یہ سزا ان کی ناشکری کی دی۔

نَجْوٍ: ذلک دوسرا مفعول ہے۔ جو مقدم لایا گیا۔

وَهَلْ نُجْزِیْ اِلَّا الْکٰفِرُوْا (اور ایسی سزا بڑے ناشکرے کو دیا کرتے ہیں)۔

قراءت: کوئی قراء ابو بکر کے علاوہ نے یہ پڑھا۔ دیگر قراء نے هل يُجْزِیْ اِلَّا الْکٰفِرُوْا پڑھا۔ مطلب یہ ہو اس جیسی سزا اس کو دی جاتی ہے جو نعمت کی ناشکری کرے اور بالکل قدر نہ کرے۔ نمبر ۲: یا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے والے کو یہ سزا دی جاتی ہے۔ نمبر ۳: یا بیجازی بمعنی یعاقب ہے کیونکہ جزاء کا لفظ اگرچہ عام ہے اور معاقبت اور ثواب ہر دو معنی میں آتا ہے۔ لیکن یہاں خاص مراد ہے اور وہ سزا وہ عذاب ہے۔ قول ضحاک رحمہ اللہ: یہ قوم اس زمانہ فترت میں تھی جو حضرت عیسیٰ و محمد ﷺ کے درمیان تھا۔

وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَىٰ الَّتِي بَرَكْنَا فِيهَا قُرَىٰ ظَاهِرَةً وَقَدَرْنَا فِيهَا

اور ہم نے ان کے درمیان اور ان بستیوں کے درمیان جن میں ہم نے برکت رکھی تھی بہت سے گاؤں آباد کر رکھے تھے جو نظر آتے تھے اور ہم نے ان کے درمیان ان کے چلنے کا

السَّيْرُ سَيْرٌ وَفِيهَا لِيَالِي وَأَيَّامًا آمِنِينَ ﴿١٨﴾ فَقَالُوا رَبَّنَا بَعْدَ بَيْنِ أَسْفَارِنَا

ایک خاص انداز رکھا تھا، ان میں راتوں کو چلو اور دن میں چلو امن و امان کے ساتھ۔ سو انہوں نے کہا کہ اے ہمارے رب دوری کر دیجئے ہمارے سفروں کے درمیان،

وَزَلَمُوا أَنفُسَهُمْ فَجَعَلْنَاهُمْ أَحَادِيثَ وَمَزَّقْنَاهُمْ كُلَّ مُمَرِّقٍ إِنَّ فِي ذَلِكَ

اور انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا، سو ہم نے انہیں افسانہ بنا دیا اور انہیں پوری طرح تہتر کر دیا بیشک اس میں

آيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ﴿١٩﴾ وَلَقَدْ صَدَقَ عَلَيْهِمُ ابْلِيسُ ظَنَّهُ فَاتَّبَعُوهُ إِلَّا

ہر صابر و شاکر کے لیے بڑی عبرتیں ہیں اور یہ بات واقعی ہے۔ ان کے بارے میں ابلیس نے اپنا گمان صحیح پالیا سو سب اسکے اتباع میں لگ گئے سوائے

فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٢٠﴾ وَمَا كَانَ لَهُ عَلَيْهِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يُؤْمِنُ

مؤمنین کی تھوڑی سی جماعت کے اور ابلیس کا ان لوگوں پر کوئی زور نہ تھا بجز اس کے اور کسی وجہ سے نہیں کہ ہم یہ جان لیں کہ آخرت پر ایمان لانے والا

بِالْآخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنهَا فِي شَكٍّ وَرَبُّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَفِيظٌ ﴿٢١﴾

کون ہے جو ان لوگوں سے علیحدہ ہے جو اس کی طرف سے شک میں ہیں اور آپ کا رب ہر چیز پر نگران ہے۔

قوم سبا کی آبادیاں:

۱۸: وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ (اور ہم نے آباد کر دیے) قوم سبا کے درمیان۔ وَبَيْنَ الْقُرَىٰ الَّتِي بَرَكْنَا فِيهَا (اور ان بستیوں کے درمیان جن میں ہم نے برکت دی تھی) وہاں کے رہنے والوں کو نعمتوں اور پانیوں میں وسعت عنایت کر کے۔ ان بستیوں سے مراد شام کی بستیاں ہیں۔

قُرَىٰ ظَاهِرَةٌ (گاؤں جو نظر آتے تھے) جو متصل تھے جن کو ایک دوسرے سے دیکھا جاسکتا تھا اس لئے کہ بہت قریب تھے دیکھنے والوں کو نظر آتے تھے۔ اور راستہ چلنے والوں کو بھی نظر آتے تھے۔ ان راستوں سے کچھ دور نہ تھے کہ ان پر مخفی رہیں۔ ان بستیوں کی تعداد چار ہزار سات سو تھی۔ سبا سے شام تک گاؤں متصل تھے۔

وَ قَدَرْنَا فِيهَا السَّيْرَ (ہم نے ان کے درمیان چلنے کا ایک خاص اندازہ کیا) ہم نے یہ بستیاں ایک مقررہ مقدار پر مقرر کیں۔ مسافر ایک بستی میں اگر قیلوہ کرتا تو شام کو دوسری بستی میں یہاں تک کہ وہ اس طرح سفر کرتے شام کو پہنچ جاتے۔ سَيْرٌ وَ فِيهَا (تم ان میں چلو) یعنی ہم نے انہیں کہا تم چلو! حالانکہ وہاں کوئی کہنا نہیں تھا۔ لیکن جب ان کو چلنے کا پورا اختیار حاصل تھا اور

اس کے تمام اسباب میسر تھے تو گویا ان کو چلنے کا کہہ دیا تھا۔ لیلیٰ وایاماً ایمنین (رات اور دن امن و اطمینان سے) یعنی ان بستیوں میں خواہ تم رات کو چلو۔ خواہ دن کو چلو امن کی وجہ سے رات دن کا فرق نہیں یا نمبر ۲۔ ان میں امن سے چلوانہ دشمن کا خطرہ نہ بھوک کا ڈر اور نہ پیاس کا احساس خواہ سفر کتنے ہی دنوں تک دراز ہو جائے۔

نعمت پر اترانا:

۱۹: فَقَالُوا رَبَّنَا بَعْدَ بَيْنِ أَسْفَارِنَا (پس وہ کہنے لگے اے ہمارے پروردگار ہمارے سفروں میں درازی کر دے) کہنے لگے کاش! فاصلہ دور ہوتا تاکہ ہم اپنی تیز رفتار اونٹنیوں پر سفر کرتے اور تجارت میں خوب نفع کماتے اور اسباب و دواب پر فخر کرتے نعمت سے اترنے لگے اور عافیت سے اکتا گئے مشقت و تھکاؤٹ کو طلب کیا۔

قراءت: مکی اور ابو عمرو نے بَعْدَ پڑھا ہے۔

و ظَلَمُوا (اور انہوں نے ظلم کیا) یہ بات کہہ کر انفسہم فجعَلْنہم اَحَادِیثَ (اپنے اوپر پس ہم نے ان کو افسانہ بنا دیا) جو لوگ بیان کرتے ہیں اور ان کے حالات سن کر تعجب کرتے ہیں۔ وَمَزَّقْنہم کُلَّ مُمَزَّقٍ (اور ہم نے ان کو بالکل تتر بتر کر دیا) ان کو مکمل طور پر منتشر کر دیا لوگ اس کو ضرب الامثال کے طور پر بیان کرتے ہیں کہتے ہیں سب کا زور ٹوٹ گیا۔ ان کے انعامات جاتے رہے وہ شام کے غسانیوں اور یثرب کے اناریوں اور تہامہ کے جزامیوں اور عمان کے ازدیوں کے ساتھ مل گئے۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّکُلِّ صَبَّارٍ (بیشک اس میں بڑی بڑی نشانیاں ہیں ہر صابر کیلئے) جو معاصی سے رکنے والا ہو۔ شُکُوْرٍ (شا کر کیلئے) یعنی نعمتوں کا قدردان ہو یا ہر مؤمن کے لئے کیونکہ ایمان کے دو حصے ہیں نمبر ۱۔ نصف شکر۔ نمبر ۲۔ نصف صبر۔

شیطان کی وسوسہ اندازی کا جادو:

۲۰: وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِیْسُ ظَنَّهُ (واقعی ابلیس نے اپنا گمان ان لوگوں کے متعلق صحیح پایا) صدق کو تشدید کے ساتھ کوئی نے پڑھا ہے یعنی ان پر اپنا گمان ثابت کر دیا۔ نمبر ۲۔ اپنے کو ان کے متعلق سچا پایا۔ صَدَّقَ تخفیف کے ساتھ دیگر قراء نے پڑھا۔ مطلب یہ ہوا اس نے اپنے گمان میں سچ کہا فَاتَّبَعُوْهُ (پس انہوں نے اس کی اتباع)۔

مَخْجُوْرٍ: علیہم اور اتبعوہ کی ضمیر اہل سب کی طرف یا بنی آدم کی طرف لوٹی ہے۔ اور شیطان نے اپنے بقول مؤمنوں کی تعداد تھوڑی بتلائی۔ اِلَّا فَرِیْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ (مگر ایک جماعت ایمان والوں کی) جماعت اس لئے کہا کیونکہ کفار کے مقابلہ میں ان کی تعداد قلیل ہے۔ جیسا کہ دوسرے ارشاد میں ہے ولا تجد اکثرہم شاکرین اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائیگا۔

[الاعراف: ۱۷]

۲۱: وَمَا كَانَ لَّہٗ عَلَیْہِمْ (حالانکہ ابلیس کا ان پر کچھ زور نہیں) جن کے متعلق اس کا گمان درست ثابت ہوا۔ مِّنْ سُلْطٰنٍ سُلْطٰنٍ تسلط کو کہتے ہیں اور وسوسہ اندازی سے ان پر غلبہ پانے کو۔ اِلَّا لِنَعْلَمَ (مگر ہم نے معلوم کرنا ہے) اس چیز کو موجود کر کے

قُلْ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمَوَاتِ

آپ فرما دیجئے کہ اللہ کے سوا تم نے جنہیں معبود سمجھ رکھا ہے انہیں پکارو، وہ ایک ذرہ کے برابر بھی اختیار نہیں رکھتے نہ آسمانوں میں

وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَالُهُمْ فِيهِمَا مِنْ شِرْكٍَ وَمَالَهُ مِنْهُمْ مَنْ ظَهِيرٌ ۚ وَلَا تَنْفَعُ

نہ زمینوں میں، اور ان دونوں میں ان کا کچھ سا جہا نہیں، اور ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار نہیں۔ اور اس کے پاس سفارش کام نہیں

الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ ۚ حَتَّىٰ إِذَا فُزِعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ قَالُوا مَاذَا

دے سکتی سوائے اس کے جس کے لیے اجازت دی ہو، یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ تمہارے رب نے

قَالَ رَبُّكُمْ طَقَالُوا الْحَقَّ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ۚ

کیا فرمایا جواب میں کہتے ہیں کہ حق ہی فرمایا اور وہ بڑا ہے۔

جس کو ہم معدوم ہونے کی حالت میں پہلے سے جانتے ہیں تغیر معلوم پر ہے نہ کہ علم پر من یؤمن بالآخرۃ ممن هو منها فی شک (جو کہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں ان لوگوں میں سے جو کہ آخرت کے متعلق شک میں پڑے ہیں) وَرَبُّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَفِیظٌ (اور آپ کا رب ہر شئی پر نگہبان ہے) محافظ ہے فعیل اور مفاعل ایک دوسرے کے معنی دیتے ہیں۔ تمہارے معبود پکارنے کے لائق ہی نہیں:

۳۲: قُلْ (کہہ دیجئے) آپ اپنی قوم کے مشرکین کو کہہ دیں۔ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ (تم ان کو پکارو جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا معبود سمجھ رہے ہو) یعنی تم نے ان کو اللہ تعالیٰ کے سوا معبود گمان کیا۔ اس میں مفعول اول وہ ضمیر ہے جو موصول کی طرف راجع ہے۔ اور وہ ضمیر یہاں اسی طرح محذوف ہے جیسا کہ اس ارشاد میں اَهْلًا الَّذِي بَعَثَ اللَّهُ [الفرقان: ۴] یہ حذف بطور استخفاف ہے۔ اس لئے کہ موصول اپنے صلہ کے ساتھ ملک کر طویل ہو گیا اور دوسرا مفعول آلہة ہے اس کو حذف کیا گیا کیونکہ وہ موصوف ہے اور اس کی صفت من دون اللہ ہے۔ اور موصوف کا حذف جائز ہے اور صفت کو اس کے قائم مقام لاسکتے ہیں۔ جبکہ موصوف کلام سے سمجھ آ رہا ہو۔ پس زعم کے دونوں مفعولوں کو دو مختلف سببوں سے حذف کر دیا۔ مطلب یہ ہوا کہ تم ان کو پکارو جن کی تم نے اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کی ہے۔ خواہ وہ اصنام ہوں یا ملائکہ ہوں اور تم نے اللہ تعالیٰ کا نام ان کو دے دیا۔ اور تم پیش آئندہ معاملات میں ان کی پناہ ڈھونڈتے ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی ڈھونڈتے ہو۔ اور ان سے دعا کی قبولیت کے خواستگار ہو جیسا کہ تم ان سے اپنی استجابت کے منتظر ہو پھر ان کے جواب میں فرمایا۔ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ (وہ ذرہ بھرا اختیار نہیں رکھتے) نہ خیر کا اور نہ شر کا نہ نفع میں سے اور نہ ہی نقصان میں سے۔ فِي السَّمَوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَالُهُمْ فِيهِمَا مِنْ شِرْكٍَ

(نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور نہ ہی ان دونوں میں کوئی شرکت ہے) اور نہ ان کی ان دونوں کی تخلیق میں کچھ شرکت ہے اور نہ ملکیت میں و مَالَهُ (اور نہ اللہ تعالیٰ کیلئے) مِنْهُمْ (ان معبودوں میں سے) مِّنْ ظَهِيْرٍ (کوئی مددگار ہے) کوئی معین ہے جو اس کی مخلوق کی تدبیر و انتظام میں معاون ہو۔ مراد یہ ہے کہ جب وہ عاجزی کی اس حالت میں ہیں تو پھر یہ کس طرح درست ہے کہ ان کو اسی طرح پکارا جائے جیسا اس کو پکارا جاتا ہے۔ اور ان کی طرف اسی طرح آس لگائی جائے جیسے اس کی بارگاہ میں آس لگائی جاتی ہے۔

ماذون شفاعت والوں کا حال:

۲۳: وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ إِلَّا لِمَنْ (اور اللہ تعالیٰ کے ہاں سفارش کسی کیلئے کام نہیں آتی) مگر اِذِنَ لَهُ (اس کے لئے جس کے لئے وہ اجازت دے دے) یعنی اللہ تعالیٰ اجازت دے دے کہ فلاں شفیع شفاعت کر سکتا ہے۔ لہٰذا یہ لام اجلیہ ہے جیسا کہتے ہیں اُذِنَ لَزَيْدٍ لِّعَمْرٍ وَّ زَيْدٍ لِّعَمْرٍ وَّكَهٰذَا فِيْ حَقِّ مِيْنِ اجازت دے دی گئی ای لاجل عمرو۔ یہ کفار کے قول ہوا ء شَفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ [یونس: ۱۸] کی تردید ہے۔

قراءت: اُذِنَ لَهُ کوئی قراء نے عاصم کے علاوہ پڑھا: حَتّٰی اِذَا فُرِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ (یہاں تک کہ ان کے دلوں سے جب گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے) جیسا شفاعت کرنے والے اور مشفوع لہ کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے۔ اس کلام سے جس سے اذن شفاعت ملتا ہے۔

قراءت: وَفُرِّعَ شَامِيْ نِيْ پڑھا۔ ای اللہ تعالیٰ اور التفزیع ازالہ اور الفزع کو کہا جاتا ہے۔

حتیٰ (یہاں تک کہ) یہ غایت ہے اس اذن کیلئے جو مفہوم ہو رہا ہے۔ کہ وہاں اذن کا کچھ انتظار کرنا ہوگا۔ اور ٹھہرنا پڑے گا۔ شفاعت و شفعا سے گھبراہٹ کا اظہار کرتے ہوئے کہ آیا ان کو اجازت ملتی ہے یا نہیں؟ گویا کلام اس طرح ہے یتربصون ویتوقعون ملتا فزعین حتیٰ غدا فزع عن قلوبہم (وہ انتظار کریں گے اور گھبراہٹ سے تھوڑی دیر توقع کریں گے یہاں تک کہ ان کے دلوں سے جب گھبراہٹ دور کی جائے گی) قَالُوْا (تو وہ کہیں گے) ایک دوسرے سے پوچھیں گے۔ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوْا (تمہارے رب نے کیا کہا وہ کہیں گے) اس نے فرمائی الْحَقُّ (حق بات) اور وہ شفاعت کی اجازت ہے اس کے لئے جس کیلئے اس نے پسند فرمایا۔ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ (وہ عالیشان سب سے بڑا ہے)۔ یعنی بلند یوں والا۔ کبریائی والا ہے۔ کسی فرشتے اور پیغمبر کو جرأت نہ ہوگی کہ اس دن بلا اجازت کلام کر سکے اور اس کی مرضی کے بغیر شفاعت کر سکے۔

قُلْ مَنْ يَرِثُكُمْ مِّنَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ قُلِ اللَّهُ وَإِنَّا أَوْيَاكُمْ لَعَلَىٰ هُدًى

آپ فرمادیجئے کہ کون تمہیں رزق دیتا ہے آسمانوں سے اور زمین سے، آپ فرمادیجئے کہ اللہ اور بے شک ہم یا تم ضرور راہِ راست پر ہیں

أَوْ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿۲۵﴾ قُلْ لَأَسْأَلُونَ عَمَّا أَجْرَمْنَا وَلَا نَسْأَلُ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿۲۶﴾ قُلْ يَجْمَعُ

یا صریح گمراہی میں ہیں۔ آپ فرمادیجئے ہم نے جو جرم کئے تم سے ان کی باز پرس نہ ہوگی اور ہم سے ان کاموں کے بارے میں سوال نہ ہوگا جو تم کرتے ہو۔ آپ فرمادیجئے کہ

بَيْنَا رَبَّنَا تَمْ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيمُ ﴿۲۷﴾ قُلْ أَرُونِي الَّذِينَ الْحَقَّتْ

ہمارا رب ہم سب کو جمع کرے گا۔ پھر ہمارے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ فرمائے گا۔ اور وہ بڑا فیصلہ فرمانے والا ہے۔ خوب جاننے والا ہے۔ آپ فرمادیجئے مجھے دکھا دو وہ لوگ

بِهِ شُرَكَاءُ كَلَّا بَلْ هُوَ اللَّهُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۲۷﴾ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ

جنہیں تم نے شریک بنا کر اللہ کے ساتھ ملا رکھا ہے، ہرگز نہیں بلکہ وہ اللہ ہے زبردست ہے حکمت والا ہے۔ اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا

بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۲۸﴾

مگر سارے انسانوں کے لیے بشیر و نذیر بنا کر، لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے۔

بار دیگر:

۲۳: قُلْ (کہہ دیجئے) اس میں آپ کو حکم دیا کہ بار دیگر انہیں فرمادیں۔ مَنْ يَرِثُكُمْ مِّنَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ (کہ کون تم کو آسمان و زمین سے روزی دیتا ہے)۔

کفار کی گمراہی پر تعریض:

قُلِ اللَّهُ (آپ کہہ دیجئے اللہ تعالیٰ) پھر آپ کو حکم دیا کہ جواب اور اقرار بھی ان کی طرف سے خود اس طرح دیں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں رزق دیتا ہے اور یہ اس بات کو ظاہر کرنے کیلئے کہ اس بات کا اعتراف و اقرار وہ اپنے دلوں سے کرنے والے ہیں۔ ہاں بسا اوقات اس کو زبان پر نہ لائیں گے۔ کیونکہ انہوں نے منہ سے اللہ تعالیٰ کی رزاقیت کو مان لیا تو ان کو لازماً یہ کہا جائے گا پھر تم اس کی عبادت کیوں نہیں کرتے جو تمہیں رزق دیتا ہے اور ان کو اس کی ذات پر ترجیح دیتے ہو جو رزق کی قدرت نہیں رکھتے۔ پھر آپ کو حکم دیا گیا کہ ان کو یہ الزام دینے اور لا جواب کرنے کے بعد اگر وہ زبانی اقرار سے آگے نہیں بڑھے مگر اس بات سے قاصر نہ رہیں گے کہ وَإِنَّا أَوْيَاكُمْ لَعَلَىٰ هُدًى أَوْ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ (میں یا تم ضرور ہدایت پر یا صریح گمراہی میں ہیں) اس کا مطلب یہ ہے کہ موحدین و مشرکین ہر دو فریق میں سے ہر ایک ضرور دو باتیں ہدایت و گمراہی میں سے ایک پر ہے یہ اس منصف کا کلام ہے جس نے اپنے ہر دوست و مخالف کو مخاطب کر کے کہہ دیا کہ تمہارے دوست نے تو تم میں سے ہر ایک کے ساتھ

انصاف کیا ہے۔ اس موقع پر جو بات کہنی تھی اس کے کہنے کے بعد اس بات پر مخفی دلالت ضرور موجود ہے کہ فریقین میں سے کون ہدایت اور کون کھلی گمراہی میں ہے لیکن تعریض نے مجادل و مقابل کو اصل مقصد تک پہنچا دیا اور اس کی مثال وہ ہے جو جھوٹے کو دی جاتی ہے: ان احدنا لكاذب کہ ہم میں سے ایک تو جھوٹا ہے۔

انداز میں فرق:

ہدایت پر علی کا لفظ اور ضلال پر توفی لایا گیا کیونکہ ہدایت یافتہ گویا عمدہ گھوڑے پر سوار اس کو جدھر چاہتا ہے چوپٹ دوڑاتا ہے۔ اور گمراہ گواندھیرے کے سمندر میں ڈبکیاں کھا رہا ہے وہ نہیں جانتا کہ کدھر جائے۔

۲۵: قُلْ لَا تُسْئَلُونَ عَمَّا أَجْرَمْنَا وَلَا نُسْئَلُ عَمَّا تَعْمَلُونَ (آپ فرمادیتے تھے تم سے ہمارے گناہوں کی باز پرس نہ ہوگی اور ہم سے تمہارے گناہوں کی باز پرس نہ ہوگی) یہ بات پہلی سے بڑھ کر مخاطب کو انصاف کی طرف دعوت دے رہی ہے وہ اس طرح کہ جرائم کی اسناد مخاطبین کی طرف کی گئی (حالانکہ آپ اس پر مامور و مشکور ہیں) اور تعملون میں عمل کی نسبت مخاطبین کی طرف کی گئی۔ (تقاضائے تہذیب و خیر خواہی یہی ہے) حالانکہ ان کو اس سے روکا اور منع کیا گیا ہے۔

۲۶: قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا (کہہ دیجئے کہ ہمارا رب ہم سب کو جمع کریگا) قیامت کے دن ثُمَّ يَفْتَحُ (پھر وہ فیصلہ فرمائے گا)۔ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ (ہمارے مابین حق کے ساتھ) بلا ظلم و میلان کے وَهُوَ الْفَاتِحُ (اور وہی بڑا فیصلہ فرمانے والا ہے) یعنی حاکم الْعَلِيمُ (وہ جاننے والا ہے) اپنے فیصلے کو۔

۲۷: قُلْ اَرُونِي الَّذِينَ اَلْحَقْتُمْ (کہہ دیجئے! تم مجھے وہ تو دکھلاؤ جن کو تم نے ملا رکھا ہے) یعنی تم نے ان کو ملا دیا ہے۔ یہ (اللہ تعالیٰ کے ساتھ) شُرَكَاءَ (شریک بنا کر) اس کے ساتھ عبادت میں اور ارونی کا معنی یہ ہے ان کا خیال یہ تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانے کی غلطی دکھلائے اور شریک ٹھہرانے کی اس حالت پر مطلع کرے۔ کَلَّا (ہرگز نہیں) یہ کلا ردع اور تنبیہ کیلئے ہے کہ تم اس بات سے باز آؤ اور اپنی گمراہی پر متنبہ ہو جاؤ۔ بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِيزُ (بلکہ وہی ہے اللہ تعالیٰ زبردست غالب) اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں۔

مَنْحُو: ہو یہ ضمیر شان ہے۔ الْحَكِيمُ (وہ اپنی تدبیر میں حکمت والا ہے)۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب کے لئے پیغمبر بنائے گئے ہیں:

۲۸: وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا كَاٰفَّةً لِّلنَّاسِ (اور ہم نے تو آپ کو تمام لوگوں کیلئے پیغمبر بنا کر بھیجا)۔ كَاٰفَّةً لِّلنَّاسِ کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو اس طرح بھیجا جو بھیجنا ان کے لئے عام ہے اور ان کا احاطہ کرنے والا ہے کیونکہ جب وہ ارسال تمام کو شامل ہے تو پھر اس سے کوئی باہرہ نہیں سکتا۔

وَيَقُولُونَ مَتَى هَذَا الْوَعْدِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿٢٩﴾ قُلْ لَكُمْ مِيعَادُ يَوْمٍ لَا تَسْتَخِرُونَ

اور وہ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب پورا ہوگا اگر تم سچے ہو، آپ فرمادیتے ہیں کہ تمہارے لیے ایک خاص دن کا وعدہ ہے اس سے نہ ایک ساعت پیچھے

عَنْهُ سَاعَةً وَلَا تَسْتَقْدِمُونَ ﴿٣٠﴾

ہٹ سکتے ہو اور نہ آگے بڑھ سکتے ہو۔

قول زجاج رحمہ اللہ:

لغت میں کافہ کا معنی احاطہ ہے مطلب یہ ہوگا ہم نے آپ کو اس طرح بھیجا کہ آپ لوگوں کیلئے انذار و ابلاغ کو جمع فرمانے والے ہیں۔ ک ضمیر سے یہ حال ہے اور تاء مبالغہ کی ہے جیسا کہ راویہ اور علامتہ میں ہے۔ بَشِيرًا (خوشخبری سنانے والے) اللہ تعالیٰ کے فضل کی جو اقرار کرے۔ وَ نَذِيرًا (اور ڈرانے والے) عدل سے جو اصرار کرے۔ وَ لَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ (لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے) پس ان کو ان کی جہالت و نا سمجھی آپ کی مخالفت پر آمادہ کرتی ہے۔

وعدہ قیامت کے سوال کا جواب:

۲۹: وَيَقُولُونَ مَتَى هَذَا الْوَعْدِ (اور وہ کہتے ہیں یہ وعدہ کب آئے گا) الوعد سے مراد قیامت جس کی طرف اس قول میں اشارہ فرمایا: (قل يجمع بيننا ربنا) [سبا: ۲۶] إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ (اگر تم سچے ہو)۔

۳۰: قُلْ لَكُمْ مِيعَادُ يَوْمٍ (کہہ دیجئے تمہارے لئے ایک خاص دن کا وعدہ ہے)۔

مِيعَادُ: مِيعَادُ يَوْمٍ کا ظرف زمان یا مکان ہے یہاں ظرف زمان ہے۔ اس پر وہ قراءت دلالت کرتی ہے جس نے مِيعَادُ يَوْمٍ پڑھا۔ پس یوم اس کا بدل ہے۔ اور اضافت بیان یہ ہے جیسا کہتے ہیں بعیر سانیۃ۔

لَا تَسْتَخِرُونَ عَنْهُ سَاعَةً وَلَا تَسْتَقْدِمُونَ (کہ اس سے نہ ایک ساعت پیچھے ہٹ سکتے ہو اور نہ آگے بڑھ سکتے ہو) مطلب یہ ہے تمہارے لئے اس سے پیچھے ہٹنا مہلت طلب کر کے بھی ممکن نہیں اور نہ جلدی مچا کر اس کو آگے بڑھا سکتے ہو۔

وجہ انطباق:

ان کے سوال پر یہ جواب اس طرح منطبق ہوتا ہے کہ انہوں نے قیامت کے بارے میں سوال کیا۔ حالانکہ وہ قیامت کے منکر تھے۔ انہوں نے یہ سوال طلب ہدایت کی خاطر نہ کیا تھا بلکہ محض ضد بازی کی وجہ سے کیا تھا۔ اسی لئے جواب بھی تہدید اور دھمکی کے انداز میں دیا گیا جو کہ ان کے انکار و تعنت کے سوال کا ٹھیک ٹھیک جواب بنتا تھا۔ کہ وہ ایسے دن کے منتظر بیٹھے ہیں۔ جو اچانک ان کو آ لے گا۔ اس سے ذرا آگے سرکنے کی ان میں طاقت نہ ہوگی۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ نُؤْمِنَ بِهَذَا الْقُرْآنِ وَلَا بِالَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَوْ

اور کافروں نے کہا کہ ہم ہرگز اس قرآن پر اور اس سے پہلے جو کتابیں تھیں ان پر ایمان نہ لائیں گے اور اگر

تَرَىٰ إِذَا الظَّالِمُونَ مَوْقُوفُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْجَعُ بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ الْقَوْلِ

آپ اس وقت کی حالت دیکھ لیں جبکہ یہ ظالم لوگ اپنے رب کے سامنے کھڑے کئے جائیں گے، ہر ایک دوسرے پر بات کو ڈال رہا ہوگا،

يَقُولُ الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا لَوْلَا أَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِينَ ۝۳۱ قَالَ

نیچے درج والے لوگ بڑے لوگوں سے کہیں گے اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور ایمان لائے ہوتے، بڑے لوگ

الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا لِلَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا أَنَحْنُ صَدَدْنَاكُمْ عَنِ الْهُدَىٰ بَعْدَ إِذْ جَاءَكُمْ

چھوٹے درجے کے لوگوں سے کہیں گے کیا ہم نے تمہیں ہدایت سے روک دیا تھا اس کے بعد کہ تمہارے پاس ہدایت آئی،

بَلْ كُنْتُمْ مُجْرِمِينَ ۝۳۲ وَقَالَ الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا بَلْ مَكَرُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ

بلکہ بات یہ ہے کہ تم مجرم تھے، اور نیچے درج والے ان لوگوں سے کہیں گے جو بڑے تھے بلکہ رات دن تمہاری مکاری نے روکا تھا

إِذْ تَأْمُرُونَنَا أَنْ نَكْفُرَ بِاللَّهِ وَنَجْعَلَ لَهُ أَنْدَادًا وَأَسْرُوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَأَوْا الْعَذَابَ

جبکہ تم ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم اللہ کے ساتھ شرک کریں اور اس کے لیے شریک قرار دیں اور جب وہ عذاب کو دیکھیں گے تو ندامت کو چھپالیں گے،

وَجَعَلْنَا الْأَعْلَىٰ فِي آعْنَاقِ الَّذِينَ كَفَرُوا هَلْ يُجْرُونَ إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝۳۳

اور ہم کافروں کی گردنوں میں طوق ڈال دیں گے، انہیں صرف انہیں کاموں کا بدلہ دیا جائے گا جو وہ کیا کرتے تھے

کفار نے قرآن کو واقعی ماننے سے انکار کیا تو قرآن نے ایک موقف محشر کی خبر دی:

۳۱: وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا (اور کافر کہتے ہیں) ابو جہل اور اس کے پیروکار۔ لَنْ نُؤْمِنَ بِهَذَا الْقُرْآنِ وَلَا بِالَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ (نہ تو اس قرآن پر ہم ایمان لائیں گے اور نہ اس سے پہلی کتابوں پر) بین یدیتہ قرآن مجید سے پہلے اترنے والی کتابیں۔ یا قیامت اور جنت و دوزخ۔ مطلب یہ ہے انہوں نے قرآن کو اللہ تعالیٰ کی واقعی کتاب ماننے سے انکار کر دیا۔ اور جو قرآن مجید جزاء کے لئے دوبارہ اٹھائے جانے کی بات کہتا ہے اس کو واقعی ماننے سے انکار کر دیا۔ وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ مَوْقُوفُونَ (اگر آپ اس وقت کی حالت دیکھیں جب یہ ظالم کھڑے کیے جائیں گے) روکے جائیں گے عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْجَعُ (اپنے رب کے سامنے لوٹاتے ہونگے) اپنے رب کے سامنے ڈالتے ہونگے۔ بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ الْقَوْلِ (ایک دوسرے پر بات کو) جھگڑے اور

جدال میں۔ اس آیت میں ان کے آخرت میں ہونے والے انجام اور نتیجے کی خبر دی گئی۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مخاطب کو فرمایا۔ اگر تم آخرت میں ان کے موقف کو دیکھو جبکہ وہ طرح طرح سے جواب و سوال میں کھینچا تانی کر رہے ہونگے تو تم تعجب میں پڑ جاؤ۔ تو جواب کو حذف کر دیا گیا۔ یَقُولُ الَّذِينَ اسْتَضَعُوا (ادنیٰ درجہ کے لوگ کہیں گے) پیروکارِ لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا (بڑے لوگوں کو) رؤساء، لیڈروں کو لولا اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِينَ (اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور ایمان لے آئے ہوتے) اگر تم ہمیں کفر کی طرف نہ بلاتے تو ہم اللہ اور اس کے رسول پر یقین کرنے والے ہوتے۔

۳۲: قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا وَالَّذِينَ اسْتَضَعُوا اَنْحُنُ صَدَدُنْكُمْ عَنِ الْهُدٰى (یہ بڑے لوگ ان ادنیٰ درجہ کے لوگوں کو کہیں گے کیا ہم نے تم کو ہدایت سے روکا تھا)

نحو: نحن اسم ضمیر پر ہمزہ استفہام انکاری لایا گیا۔ کیونکہ رؤساء کا مقصد اس بات سے انکار کرنا ہے کہ انہوں نے ان کو حق و ہدایت سے روکا ہے اور اس بات کو ثابت کرنا ہے کہ انہوں نے خود اپنے آپ کو ہدایت سے روکا اور اپنے اختیار سے گمراہی لی ہے۔

بَعْدَ اِذْ جَاءَكُمْ (اس کے بعد کہ وہ تمہیں پہنچ چکی تھی)

نحو: اذ کو جاء کی طرف اضافت کے ساتھ لائے۔ اگرچہ اذ اور اذ ایسے ظروف میں سے ہے جن کو ظرفیت لازم ہے کیونکہ زمان میں جو وسعت ہے وہ دوسروں میں نہیں اسلئے اس کی طرف زمان کی اضافت کر دی۔ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِينَ (بلکہ تم ہی قصور وار ہو) اپنے اختیار سے کفر اختیار کیا اور ہدایت پر گمراہی کو ترجیح دی ہماری بات اور تزیین سے تم نے ہرگز کفر اختیار نہیں کیا۔

کمزوروں کا جواب:

۳۳: وَقَالَ الَّذِينَ اسْتَضَعُوا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا (اور یہ کمزور لوگ اپنے ان رؤساء سے کہیں گے)۔

سوال: یہاں حرف عطف وقال الذين استضعفوا میں لائے۔ جبکہ قال الذين استكبروا میں نہیں لایا؟

جواب: الذين استضعفوا پہلے ان کے کلام میں گزر چکا اس کا جواب حرف عطف کو حذف کر کے جملہ مستانفہ کے طریقہ سے لائے۔ پھر مستضعفین کا دوسرا کلام ذکر کیا۔ تو ان کے اول کلام پر عطف کر دیا۔

بَلْ مَكْرُ الْبَلِ وَالنَّهَارِ (بلکہ تمہاری رات دن کی تدابیر نے روکا) بلکہ تم ہمارے ذریعہ دن رات تدابیر اختیار کرتے تھے۔ ظرف کو وسعت دے کر مفعول کی جگہ لائے اور مکر کی اضافت اس کی طرف کر دی۔ نمبر ۲۔ ان کے دن رات کو مکر کرنے والے قرار دیا۔ یہ بطور اسناد مجازی کیا یعنی دن رات مکر کرنا یہ کہ لمبی دیر تک تم نے سلامتی سے دن رات گزارے یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا تم حق پر ہو۔ اِذْ تَأْمُرُ وَاَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَكَ اَنْدَادًا (جب کہ تم ہمیں فرمائش کرتے رہتے تھے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کریں اور اس کے لئے شریک قرار دیں) انداد کا معنی مشابہ۔ مطلب یہ ہے جب مستکبرین نے اپنے اس قول سے کمزوروں کی بات کا انکار کیا نحن صددناکم کہ ہم تمہارے کفر کا سبب نہیں ہیں اور یہ کہہ کر بل کنتم مجرمین ثابت لیا کہ کفر تم نے اپنے اختیار و کسب سے حاصل کیا۔ پیروکاروں نے ان کی بات کو دوبارہ تردید کرتے ہوئے کہا بل مکر

وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَا إِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُمْ بِهِ كَافِرُونَ ﴿۳۶﴾ وَقَالُوا

اور کسی بستی میں ہم نے کوئی ڈرانے والا نہیں بھیجا مگر ہوا یہ کہ ان کے خوشحال لوگوں نے کہا کہ بلاشبہ تم جو کچھ لے کر بھیجے گئے ہو ہم اسے نہیں مانتے اور انہوں نے کہا کہ

نَحْنُ أَكْثَرُ أَمْوَالًا وَأَوْلَادًا وَمَا نَحْنُ بِمُعَذِّبِينَ ﴿۳۷﴾ قُلْ إِنْ رَبِّي يَبْسُطُ الرِّزْقَ

ہمارے اموال و اولاد تم سے زیادہ ہیں اور ہمیں عذاب ہونے والا نہیں ہے۔ آپ فرما دیجئے کہ بلاشبہ میرا رب جس کے لیے چاہے

لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۳۸﴾ وَمَا أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ بِالَّتِي

روزی کو فراخ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہے تنگ کر دیتا ہے اور لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے۔ اور تمہارے اموال اور اولاد ایسے نہیں ہیں

تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفَىٰ إِلَّا مَنِ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ لَهُمْ جَزَاءُ الضَّعْفِ

جو تمہیں ہمارا مقرب بنا دیں مگر ہاں جو ایمان لائے اور نیک عمل کرے، سو ان لوگوں کے لیے ان کے اعمال کی وجہ سے ایسا صلہ ہے جو بڑھا چڑھا کر

بِمَا عَمِلُوا وَهُمْ فِي الْغُرُفَاتِ آمِنُونَ ﴿۳۹﴾ وَالَّذِينَ يَسْعَوْنَ فِي آيَاتِنَا مُعْجِزِينَ

دیا جائے گا اور وہ بالاخانوں میں امن و چین سے ہوں گے۔ اور جو لوگ ہماری آیتوں کے بارے میں ہرانے کی کوشش کرتے ہیں

أُولَٰئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُونَ ﴿۴۰﴾ قُلْ إِنْ رَبِّي يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ مِنْ

یہ وہ لوگ ہیں جو عذاب میں حاضر کیے جائیں گے، آپ فرما دیجئے کہ میرا رب اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہے روزی کو فراخ

عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لَهُ وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ﴿۴۱﴾

کر دیتا ہے اور جس کے لئے چاہے تنگ کر دیتا ہے اور جو بھی کوئی چیز تم خرچ کرو گے سو وہ اس کے بعد اس کا عوض دے گا اور وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔

اللیل والنہار۔ گویا ان کے اضراب کو اپنے اضراب سے باطل قرار دیا۔ گویا کہ اس طرح کہا جرم ہماری طرف سے نہ تھا۔ بلکہ جرم کی آمد تمہارے مکر کی وجہ سے تھی جو دن رات ہم پر چلتا رہا اور تم نے ہمیں شرک اور اللہ تعالیٰ کے شریک بنانے پر آمادہ کیا۔ وَأَسْرُوا النَّدَامَةَ (وہ لوگ شرمندگی کو پوشیدہ رکھیں گے) چھپائیں گے یا نمبر ۲۔ ظاہر کریں گے۔ یہ اسروا کا لفظ اضداد میں سے ہے اور وہ اپنے اس قول میں ظالم ہیں۔ اذالظالمون موقوفون [سبأ: ۳۱] بڑے لوگ ان کی گمراہی پر شرمندہ ہونگے اور ان کے اضلال پر نادم ہونگے اور انی لوگ ان کی گمراہی پر نادم ہونگے اور اس بات پر کہ انہوں نے گمراہوں کی پیروی کی۔ لَمَّا رَأَوْا الْعَذَابَ (جبکہ عذاب کو دیکھیں گے) جہنم کو وَجَعَلْنَا الْأَغْلَالَ فِي أَعْنَاقِ الَّذِينَ كَفَرُوا (اور ہم کافروں کی گردنوں میں طوق ڈالیں گے) یعنی ان کی گردنوں میں جس کی وجہ سے وہ اغلال کے مستحق ہوئے اس پر دلالت کی بناء پر صراحت فرمایا۔ هَلْ يُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (ان کو ایسا ہی بدلہ دیا گیا جیسا وہ کرتے تھے) دنیا کی زندگی میں۔

تسلی رسول صلی اللہ علیہ وسلم

۳۴: وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيرٍ (اور ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈرسانے والا نہیں بھیجا) نذیر سے یہاں پیغمبر مراد ہے۔ اَلَا قَالَ مُتَرْفُوْهَاً (مگر کہ وہاں کے خوشحال طبقہ نے یہی کہا) مترف سے عیش پرست اور رؤساء مراد ہیں۔ اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهِ كٰفِرُوْنَ (ہم تو ان احکام کے منکر ہیں جو تم دے کر بھیجے گئے)۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے۔ کیونکہ آپ کو اپنی قوم کی طرف سے تکذیب قرآن اور کفر بالقرآن کا سامنا تھا۔ بتلایا کہ کسی قوم کی طرف جب بھی کوئی نذیر آیا تو ان کو وہاں کے لوگوں نے وہی کہا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہہ رہے ہیں کفار مکہ کثرتِ اموال و اولاد پر فخر کرنے لگے جیسا کہ فرمایا:

۳۵: وَقَالُوا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّ اَوْلَادًا وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ (کبھی عذاب نہ ہوگا) ان کی مراد یہ تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑے معزز ہیں اس لئے وہ ان کو عذاب نہ دے گا۔ اس کی دلیل وہ اپنی دنیا کے حالات کو پیش کرتے تھے ان کے گمان میں یہ بات تھی کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں عزت والے نہ ہوتے تو ان کو رزق نہ ملتا اور اگر مؤمن حقیر نہ ہوتے تو رزق سے محروم نہ ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس گمان کو باطل قرار دیا کہ رزق تو فضل الہی ہے اس کو جس طرح چاہتا ہے وہ تقسیم کرتا ہے بسا اوقات نافرمان پر وسعت کر دیتا اور مطیع پر تنگی کرتا ہے اور بعض اوقات اس کا الٹ ہوتا ہے اور بعض اوقات دونوں ہی پر وسعت کرتا ہے اور دونوں پر تنگ بھی کر دیتا ہے اس پر ثواب کے معاملے کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

۳۶: قُلْ اِنَّ رَبِّيۡ يَسْطُرُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاءُ (کہہ دیجئے کہ میرا پروردگار جس کو چاہتا ہے زیادہ روزی دیتا ہے) وَيَقْدِرُ (اور جس کو چاہتا ہے کم کر دیتا ہے)۔ قَدْ رُ الرِّزْقُ كَمَا مَعْنَى تَنَگ كَرْنَا جِيسَا كَهْ فَرَمَا يَاوَمِنْ قَدْرٍ عَلَيْهِ رِزْقَه [الطلاق: ۷] وَلٰكِنَّا اَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (لیکن اکثر لوگ واقف نہیں) اس بات سے۔

۳۷: وَمَا اَمْوَالُكُمْ وَّلَا اَوْلَادُكُمْ بِاٰتِيْ (تمہارے اموال و اولاد ایسی چیز نہیں) تَقَرَّبْكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰی (جو تم کو درجہ میں ہمارے مقرب بنا دے) نہ تمہارے سارے اموال اور نہ تمہاری ساری اولادیں ایسی ہیں جو کہ تمہیں مقرب بنا دیں۔

تَحْوِ: یہاں جماعتِ اموال و اولاد معنی کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں جمع مکسر کے صیغے دونوں ہیں اور جمع تکسیر میں عقلاء و غیر عقلاء تانیث و تذکیر میں برابر ہوتے ہیں۔ جماعت اگرچہ مؤنث ہے مگر اس سے کچھ فرق نہ پڑیگا۔ الزلفی و الزلفة یہ القربی اور القربة کی طرح ہے۔ زلفی محلاً منصوب ہے ای تقر بکم قربةً جیسا کہ اس ارشاد میں واللہ انبتکم نباتاً [نوح: ۷۱]

اَلَا مِّنْ اٰمِنٍ وَّ عَمِلَ صٰلِحًا (مگر جو شخص ایمان لایا اور نیک عمل کیے)

تَحْوِ: کُمْ جو کہ تقر بکم میں ہے اس سے استثناء ہے یعنی مال کسی کو مقرب نہیں بنا سکتا مگر مؤمن صالح کو جو کہ اس کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں صرف کرتا ہے اور اولاد کسی کو مقرب نہیں بنا سکتی مگر اس شخص کو جس نے اولاد کو خیر و بھلائی سکھائی اور ان کو دین میں سمجھ دار بنا دیا اور صلاح و طاعت ان میں راسخ کر دی۔

قول ابن عیسیٰ رحمہ اللہ:

إِلَّا لَكِنِ كَعَمَلِي فِيهِ أَوْ مِنْ شَرْطِيهِ هُوَ اس کا جواب اولنک ہم جزاء الضعف ہے۔ فَأُولَئِكَ لَهُمْ جَزَاءُ الضَّعْفِ بِمَا عَمِلُوا (پس ایسے لوگوں کیلئے دوگنا بدلہ ان کے عمل کا ہے)۔
 نَحْوُ: جزاء الضعف میں مصدر کی اضافت مفعول کی طرف کر دی گئی ہے۔ اس کی اصل اس طرح ہے فأولئك لهم ان يجازوا الضعف ثم جزاء الضعف ثم جزاء الضعف۔ پس وہ لوگ جن کے لئے یہ ہے ان کو دوگنا بدلہ دیا جائے پھر دوگنا بدلہ۔

جزاء الضعف کا مطلب:

یہ ہے کہ ان کی ایک نیکی کو دس تک بڑھا دیا جائے گا۔
 قراءت: یعقوب نے جزاء الضعف پڑھا علی نے فأولئك لهم الضعف جزاء بما عملوا یعنی ان کے اعمال کے سبب۔

وَهُمْ فِي الْغُرْفَةِ (اور وہ بالا خانوں میں) جنت کے مکانات کے بالا خانے۔

قراءت: حمزہ نے فی الغرفة پڑھا ہے۔

أَمِنُونَ (چین سے ہونگے) ہر خوفناک و مشغول کر دینے والی سے۔

۳۸: وَالَّذِينَ يَسْعَوْنَ فِي آلِهَتِنَا (اور وہ لوگ جو ہماری آیات کے متعلق کوشش کر رہے ہیں) ان کو باطل کرنے میں مُعْجِزِينَ أُولَئِكَ فِي الْعَذَابِ (تھکانے کیلئے وہ عذاب میں) مُحْضَرُونَ (حاضر کیے جائیں گے)۔

۳۹: قُلْ إِنْ رَبِّي يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرْ لَهُ وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ (آپ فرمادیتے ہیں) بیشک میرا رب رزق فراخ کر دیتا ہے اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے اور تنگی سے دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور جو چیز تم خرچ کرو گے پس وہ اس کا بدلہ دیگا) يَبْسُطُ کا معنی وسعت دینا مَا أَنْفَقْتُمْ میں ما شرطیہ ہے۔ اور موضع نصب میں واقع ہے۔ من شئ من بیان یہ ہے۔ یخلفہ کا معنی عوض دینا ہے اس کے سوا کوئی عوض دینے والا نہیں خواہ وہ جلد مال سے دے یا ایک وقت مقررہ پر ثواب سے دے۔

نَحْوُ: جواب شرط ہو خیر الرازقین ہے۔

وَهُوَ خَيْرُ الرِّزْقِينَ (وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے) الرازقین (کا معنی کھانا کھلانے والا) کیونکہ جو بھی رزق اس کے علاوہ بادشاہ یا آقا یا کوئی اور پہنچاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کا رزق ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں میں جاری فرمایا ہے رزق کا خالق وہی ہے اور ان اسباب کا بھی خالق ہے جن سے مخلوق رزق کا فائدہ اٹھاتی ہے۔ بعض علماء نے فرمایا الحمد لله الذی

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلَائِكَةِ أَهَؤُلَاءِ إِيَّاكُمْ كَانُوا يَعْبُدُونَ ﴿٤١﴾

اور جس دن اللہ ان سب کو جمع فرمائے گا پھر فرشتوں سے فرمائے گا کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کرتے تھے؟

قَالُوا سُبْحٰنَكَ أَنْتَ وَلِيِّنَا مَنْ دُونِهِمْ بَلْ كَانُوا يَعْبُدُونَ الْجِنَّ أَكْثَرَهُمْ

فرشتے عرض کریں گے کہ آپ پاک ہیں، آپ ہمارے ولی ہیں ان سے ہمارا کچھ تعلق نہیں، بلکہ بات یہ ہے کہ یہ لوگ جنات کی عبادت کرتے تھے، ان میں سے اکثر ان پر

بِهِمْ مُؤْمِنُونَ ﴿٤٢﴾ فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَفَعًا وَلَا ضَرًّا وَنَقُولُ

ایمان لائے ہوئے تھے۔ سو آج تم میں سے بعض بعض کے لیے کسی نفع یا ضرر کا مالک نہیں، اور ہم ظالموں سے

لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذُوقُوا عَذَابَ النَّارِ الَّتِي كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُونَ ﴿٤٣﴾ وَإِذْ اتَّكَلْنَا

کہیں گے کہ دوزخ کا عذاب کچھ لو جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔ اور جب ان پر ہماری واضح

عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ قَالُوا مَا هَذَا إِلَّا أَرَجُ لُبٍّ كَرِهُوا لَكُمْ وَإِنْ يُصِدَّكُمْ عَمَّا كَانُوا

آیات عطا کی جاتی ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ محض تو یہی چاہتا ہے کہ تم لوگوں کو ان چیزوں سے روک دے جن کی تمہارے

يَعْبُدُ آبَاءَكُمْ وَقَالُوا مَا هَذَا إِلَّا آفَكٌ مُّفْتَرٍ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَاللَّحِقُ

باپ دادے عبادت کیا کرتے تھے، اور انہوں نے کہا کہ یہ محض ایک تراشا ہوا جھوٹ ہے، اور کافروں نے حق کے بارے میں کہا

لَمَّا جَاءَهُمْ إِنْ هَذَا إِلَّا أَسْحَرُ مَبِينٌ ﴿٤٤﴾ وَمَا آتَيْنَهُمْ مِنْ كِتَابٍ يَدْرُسُونَهَا

جب ان کے پاس آگیا کہ یہ محض ایک جادو ہے کھلا ہوا۔ اور ہم نے انہیں کتابیں نہیں دی تھیں جن کو وہ پڑھتے پڑھاتے ہوں،

وَمَا أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَذِيرٍ ﴿٤٥﴾ وَكَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَمَا بَلَّغُوا

اور ہم نے آپ سے پہلے ان کی طرف کوئی ڈرانے والا نہیں بھیجا۔ اور جو لوگ ان سے پہلے تھے انہوں نے تکذیب کی، اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا تھا یہ لوگ اس کے دوسرے

مُعْشَارًا مَا آتَيْنَهُمْ فَكَذَّبُوا رُسُلِي فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ﴿٤٦﴾

حصہ کو بھی نہیں پہنچے، سو انہوں نے میرے رسولوں کو جھٹلایا، سو کیسا ہوا میرا عذاب؟

اَوْجَدْنِي وَجَعَلْنِي مِمَّنْ يَشْتَهِي، فَمَنْ مِمَّنْ يَشْتَهِي لَا يَجِدُوهُ وَاجِدْ لَا يَشْتَهِي۔ تمام تعریفیں اس ذات کے لائق ہیں جس نے مجھے وجود دیا اور ان لوگوں میں سے بنا دیا جو چاہنے والے ہیں۔ کتنے ہی چاہنے والے ہیں جو کچھ نہیں پاتے اور کتنے پانے والے ہیں۔ جو چاہنے والے نہیں۔

محشر کا ایک منظر:

۳۰: وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ (اور جس روز اللہ تعالیٰ ان سب کو جمع فرمائے گا پھر فرمائے گا) - لِلْمَلٰٓئِكَةِ اَهْلُوْاۤءِ اِيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ (فرشتوں کو کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کرتے تھے)۔

قراءت: یحشر اور یعبدون کو یاء سے حفص یعقوب نے پڑھا ہے۔ نافع ابن کثیر ابو عمرو نے تاء سے پڑھا ہے۔ اس میں فرشتوں کو خطاب کر کے کفار کو خبردار کیا گیا یہ مثل مشہورہ کے مطابق لایا گیا ایاک اعنی واسمعی یا جارة یہ مثال اس کے لئے بیان کی جاتی ہے جو مخاطب اور کو کرے اور مراد دوسرے کو سنانا ہو جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا: انت قلت للناس اتخذونی الایة [المائدہ: ۱۱۶] اس میں خطاب عیسیٰ علیہ السلام کو ہے مگر غیر اللہ کی پوجا کرنے والے سب کو سنانا مقصود ہے۔

غیر اللہ کی عبادت پر رضامندی سے براءت:

۳۱: قَالُوْا (وہ عرض کریں گے) یعنی فرشتے سُبْحٰنَكَ اَپ (پاک ہیں) اَپ اس سے پاک ہیں کہ آپ کے ساتھ اور کی عبادت کی جائے۔ اَنْتَ وَاٰۤیٰتُنَا (ہمارا تو آپ سے تعلق ہے) الموالات یہ معادات کے خلاف ہے یہ ولی کے لفظ سے مفاعلہ اور وہ قرب کو کہا جاتا ہے اور ولی کا اطلاق موالی (غلام) اور موالی (سردار) دونوں پر ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے تیری ہی ذات سے ہم موالات کرتے ہیں۔ مِنْ ذُوْنِهِمْ (نہ کہ ان سے) اس لئے کہ ہمارے اور ان کے مابین کچھ موالات نہیں۔ پس انہوں نے اللہ تعالیٰ کی موالات کو ثابت کر کے اور کفار کی معادات ظاہر کر کے واضح کیا کہ وہ غیر اللہ کی عبادت پر رضامندی سے بری الذمہ ہیں۔ کیونکہ وہ اس طرح حالت رکھتا ہو اس کی حالت اس کے منافی ہے۔ بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ (بلکہ وہ جنات کی عبادت کرتے تھے) جن سے مراد شیاطین ہیں۔ عبادت کا مطلب یہ ہے کہ غیر اللہ کی عبادت میں شیاطین کی اطاعت کی۔ نمبر ۲۔ یا وہ جنات بتوں کے پیٹ میں گھس جاتے جب لوگ بتوں کی عبادت میں مصروف ہوتے۔ پس بتوں کی عبادت کے ساتھ ان کی بھی عبادت کی جاتی۔ نمبر ۳۔ یا شیاطین نے لوگوں کو جنات کی ایسی اشکال بنا کر پیش کیں جن کے متعلق یہ تصور دیا کہ یہ فرشتوں کی صورتیں ہیں۔ پس تم ان کی پوجا کرو۔ اَكْثَرُهُمْ (ان کی اکثریت) مراد انسانوں کی اکثریت یا کفار کی اکثریت یہم (ان پر) یعنی جنات پر مومنون (اعتماد جمانے والے تھے)۔

۳۲: قَالِيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَلَا ضَرًّا (پس آج کے دن تم میں سے نہ کوئی کسی کو نفع پہنچانے کا اختیار رکھتا ہے اور نہ نقصان پہنچانے کا) کیونکہ اختیار تمام تر اللہ تعالیٰ وحدہ ہی کے لئے ہے۔ اس میں کوئی کسی کیلئے ذرہ بھر منفعت و ذرہ بھر نقصان کا اختیار نہیں رکھتا اس لئے کہ یہ ثواب و عقاب کی جگہ ہے اور ثواب دینے اور سزا دینے والا وہ خود ہے۔ پس اس جہان کی حالت دنیا کی حالت سے بہت مختلف ہے۔ کیونکہ دنیا دار التکلیف ہے۔ اور لوگوں کو دنیا میں آزادانہ طور پر ایک دوسرے سے نفع اٹھانے اور پہنچانے اور نقصان دینے اور دلانے کا پورا اختیار حاصل ہے۔ مراد یہ ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ ہی ضار و نافع ہونگے۔ پھر ظالمین

کا انجام اس قول سے ذکر کر دیا۔ وَنَقُولُ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا (ہم ظالموں کو کہیں گے) ظالم ان کو اس لئے کہا کہ انہوں نے عبادت کو غیر محل میں رکھ دیا۔

نَحْوُ: اس کا عطف لا یملک پر ہے۔

ذُوقُوا عَذَابَ النَّارِ الَّتِي كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُونَ (تم آگ کے اس عذاب کو چکھو جس کو تم جھٹلاتے تھے) یعنی دنیا میں۔

قرآن کو سحر کہنے والے شرک کے مدعی کس طرح بن بیٹھے:

۴۳: وَإِذَا تَلَّی عَلَیْهِمْ آیَاتُنَا (جب ان کے سامنے ہماری آیات پڑھی جاتی ہیں) یعنی جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے۔ بَیِّنَاتٍ (جو صاف صاف ہیں) واضح ہیں۔ قَالُوا (وہ کہتے ہیں) یعنی مشرکین مَا هَذَا (نہیں ہے یہ) محمد ﷺ لَا رَجُلٌ یُرِیدُ أَنْ یُضَدَّكُمْ عَمَّا كَانُ یَعْبُدُ آبَاءَ وَكُمُ وَقَالُوا مَا هَذَا إِلَّا أِفْکٌ مُفْتَرًی وَقَالَ الَّذِینَ كَفَرُوا (مگر یہ ایک ایسا شخص ہے جو یہ چاہتا ہے کہ تمہیں ان چیزوں سے باز رکھے جن کی عبادت تمہارے بڑے کرتے تھے۔ اور کہتے ہیں کہ یہ محض تراشا ہوا جھوٹ ہے اور کافر کہتے ہیں) ہذا کا اشاریہ قرآن ہے اور وہ کہتے ہیں قرآن سے عدول یہ ان کے بڑے انکار اور سخت غصے کی علامت ہے۔ لِلْحَقِّ (حق کو) یعنی قرآن مجید کو یا تمام امر نبوت کو لَمَّا جَاءَهُمْ (جبکہ وہ ان کے پاس پہنچا) اور وہ اس کی مثال لانے سے عاجز آ گئے۔ اِنْ هَذَا (بیشک یہ) یعنی حق إِلَّا سِحْرٌ مُّبِینٌ (نہیں ہے مگر صریح جادو) انہوں نے پہلے قطعی طور پر کہا کہ یہ جادو ہے پھر قطعیت کے ساتھ کہا کہ صریح جادو ہے ہر عاقل غور کرے تو اس کو جادو نام دے گا۔

۴۴: وَمَا آتٰیهِمْ مِنْ كُتُبٍ یَنْذِرُ سَوْنَهَا (اور ہم نے ان کو کتابیں نہیں دی تھیں کہ وہ ان کو پڑھتے پڑھاتے ہوں) یعنی ہم نے مشرکین مکہ کو کتابیں نہ دی تھیں کہ جن کو وہ پڑھتے پڑھاتے ہوں۔ جن میں شرک کے صحیح ہونے پر دلیل موجود ہو۔ وَمَا أَرْسَلْنَا إِلَیْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَذِیرٍ (اور ہم نے آپ سے پہلے ان کی طرف کوئی ڈرانے والا نہیں بھیجا تھا) اور نہ ہی ہم نے ان کی طرف کسی کو ڈرانے والا بنا کر بھیجا جو ان کو عقاب و سزا سے ڈرائے اگر وہ شرک نہ کریں مطلب یہ ہے کہ ہم نے ان کی طرف کوئی پیغمبر نہیں بھیجا جس نے ان کو شرک کی دعوت دی ہو اور ترک شرک پر عذاب سے ڈرایا ہو پھر یہ شرک کے مدعی کیسے بن بیٹھے۔

۴۵: پھر ان کی تکذیب پر ان کو ڈرایا فرمایا: وَكَذَّبَ الَّذِینَ مِنْ قَبْلِهِمْ (اور ان سے پہلے جو لوگ تھے انہوں نے تکذیب کی تھی) یعنی ان سے پہلی جو امتیں اور زمانے گزرے انہوں نے رسولوں کی تکذیب کی جیسا انہوں نے کی ہے۔ وَمَا بَلَّغُوا مِعْشَارَ مَا آتٰیهِمْ (اور وہ تو اس سامان کے دسویں حصہ کو بھی نہیں پہنچے جو ہم نے ان کو دے رکھا تھا) یعنی اہل مکہ تو عمروں کی طوالت، قوت اجسام اور کثرت اموال میں گزشتہ امتوں کے دسویں حصہ کو بھی نہیں پہنچے۔ فَكَذَّبُوا رُسُلِیْ فَكِیْفَ كَانَ نَكِیْرٍ (پس انہوں نے میرے رسولوں کو جھٹلایا پس کیسا ہوا میرا عذاب۔) ان سے پہلے تکذیب کرنے والوں کو پھر ان کو ایسے عذاب سے محتاط ہونا چاہیے۔ رُسُلِیْ۔ وصل وقف دونوں حالتوں میں یعقوب نے یاء سے پڑھا ہے۔ مطلب یہ ہے جب انہوں نے اپنے رسولوں کو جھٹلایا تو میرا انکار ان پر تباہی و استیصال لایا۔ اور جن چیزوں کو وہ سہارا قرار دیتے تھے وہ ان کو فائدہ مند نہ ہوئیں۔ پھر ان کا کیا

قُلْ إِنَّمَا أَعْظَمُكُمْ بِوَاحِدَةٍ أَنْ تَقُومُوا لِلَّهِ مَشْنَىٰ وَفُرَادَىٰ ثُمَّ تَتَفَكَّرُوا مَا

آپ فرمادیجئے کہ میں تمہیں ایک ہی بات کی نصیحت کرتا ہوں وہ یہ کہ تم اللہ کے لیے کھڑے ہو جاؤ دو دو اور ایک ایک پھر تم سوچو تمہارے

بصاحبکم من جنۃ ان ہوا لاندیرکم بین یدی عذاب شدید ۱۶

ساتھی کو کوئی دیوانگی نہیں ہے وہ تو ایک سخت عذاب کے آنے سے پہلے تمہیں ڈرانے والا ہے۔

قُلْ مَا سَأَلْتُكُمْ مِنْ أَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ

آپ فرمادیجئے کہ میں نے جو کچھ تم سے معاوضہ کا سوال کیا ہو سو وہ تمہارے لیے ہی ہے میرا اجر تو صرف اللہ پر ہے، اور وہ ہر چیز پر

شئ شہید ۱۷ قُلْ إِنْ رَبِّي يَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَٰمُ الْغُيُوبِ ۱۸ قُلْ جَاءَ

اطلاع رکھنے والا ہے۔ آپ فرمادیجئے کہ بے شک میرا رب حق کو غالب کر دیتا ہے وہ پوری طرح غیبوں کا جاننے والا ہے۔ آپ فرمادیجئے کہ حق

الْحَقُّ وَمَا يُبْدِيُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ ۱۹ قُلْ إِنْ ضَلَلْتُ فَإِنَّمَا أَضَلُّ عَلَىٰ

آگیا اور باطل نہ کرنے کا رہا نہ دھرنے کا۔ آپ فرمادیجئے کہ اگر میں گمراہ ہو جاؤں تو میری گمراہی مجھ ہی پر

نَفْسِي وَإِنْ اهْتَدَيْتُ فِيمَا يُوحِي إِلَيَّ رَبِّي إِنَّهُ سَمِيعٌ قَرِيبٌ ۲۰

پڑے گی اور اگر میں ہدایت پر ہوں تو اسی وحی کی بدولت جو اللہ میرے پاس بھیج رہا ہے، بے شک وہ سننے والا ہے قریب ہے۔

معاملہ ہے خود سوچ لیں؟

نکتہ: فرمایا فکذہوارسلی حالانکہ اس سے قبل یہی مضمون و کذب الذین من قبلہم میں آچکا اس کی ضرورت کیوں پیش

آئی۔ جواب یہ ہے کہ جب و کذب الذین من قبلہم اور فعل الذین من قبلہم کا معنی تکذیب ہے اور انہوں نے اس کا

ارتکاب کیا ہے تو تکذیب رسل کو مستتب عنہ قرار دیا اور اس کی مثال یہ قول ہے اقدم فلان علی الکفر فکفر بمحمد ﷺ۔

قومی غیرت کو ایک طرف رکھ کر سوچو تو حق ضرور مل جائے گا:

۳۶: قُلْ إِنَّمَا أَعْظَمُكُمْ بِوَاحِدَةٍ (آپ کہہ دیجئے میں تمہیں صرف ایک بات سمجھاتا ہوں) ایک بات کی اور اس کی تفسیر اَنْ

تَقُومُوا لِلَّهِ سے کی۔ (کہ تم اللہ تعالیٰ کیلئے کھڑے ہو جاؤ)۔

تجوید: یہ اس کا عطف بیان ہے۔ یہ بدل ہے ان دونوں صورتوں میں یہ محل جر میں ہے۔ نمبر ۲۔ یہ محل رفع میں ہے۔ اس کی تقدیر

عبارت یہ ہوگی ہی ان تقوموا۔ نمبر ۳۔ ائنی کو مقدر مان کر نصب پڑھیں۔ نمبر ۱۔ قیام سے مراد یہاں مجلس رسول ﷺ سے اٹھ جانا

اور آپ کے پاس سے منتشر ہونا ہے۔ نمبر ۲۔ قیام سے مراد اس کا قصد کرنا ہے اس سے ہٹ جانا اور اٹھ جانا مراد نہیں۔ اب مطلب

یہ ہے میں ایک بات کی تمہیں نصیحت کرتا ہوں اگر تم اس کو اختیار کر لو تو حق کو پا لو گے۔ اور کفر سے چھوٹ جاؤ گے۔ وہ یہی ہے کہ تم خالص اللہ تعالیٰ کی ذات کی خاطر کھڑے ہو جاؤ۔ نہ عصبیت و قومی غیرت کی خاطر بلکہ طلب حق کے لئے۔

مَثْنٰی (دو، دو) وَفُرَادٰی (اور ایک، ایک) ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا (پھر تم سوچو) حضرت محمد ﷺ اور جو چیز وہ لے کر آئے ہیں ان کے متعلق پھر دو سوچنے والے وہ سوچ کر ان میں سے ہر ایک اپنی فکر و سوچ دوسرے کے سامنے پیش کرے گا۔ وہ دونوں اس میں سچائی اور انصاف کی نگاہ سے دیکھیں گے یہ صحیح نظر ان کو حق تک لے آئے گی۔ بالکل اسی طرح ایک فرد اپنے دل میں غور کرے گا۔ اور عدل و انصاف سے کام لے گا اور اپنی فکر کو عقل پر پیش کرے گا تو وہ بھی حق کو ضرور پالے گا۔

باقی دو اور ایک الگ ہونے کا مطلب یہ ہے اجتماع و اکٹھ سے دلوں میں تشویش پیدا ہوتی ہے۔ اور بصیرت اندھی ہو کر دیکھنے سے روک دیتی ہے انصاف پر کم نگاہ پڑتی ہے جھکاؤ زیادہ ہوتا ہے اور تعصب کا شور جوش زن ہوتا ہے۔ اور فقط وہ بات سنی جاتی ہے جو اپنے مذہب کیلئے مدگار ہو۔

نَحْوُ: اور تفکر و اعطف تقو موا پر ہے۔

مَا بِصَاحِبِكُمْ (اور تمہارے ساتھی کو نہیں ہے) یعنی محمد ﷺ کو مَن جَنَّةٍ (ذره بھر جنون) مطلب یہ ہے کہ پھر سوچو جس سے تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ تمہارے ساتھی کو جنون نہیں۔ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ (وہ فقط تمہیں ایک آنے والے سخت عذاب سے ڈرانے والا ہے) بین یدی کا معنی سامنے آگے، عذاب شدید سے آخرت کا عذاب مراد ہے۔ یہ اس ارشاد نبوی ﷺ کی طرح ہے بعثت بین یدی الساعة [احمد/۳۱، مسلم/۸۶، نسائی/۱۸۸، ابن ماجہ/۳۵]

۳۷: پھر واضح فرمایا کہ میں اس انذار پر تم سے مزدوری کا طالب نہیں ہوں۔ قُلْ مَا سَأَلْتُكُمْ مِنْ اَجْرٍ (کہہ دیجئے اگر میں نے تم سے کچھ معاوضہ مانگا ہو) اپنے اس انذار اور تبلیغ رسالت پر فَهُوَ لَكُمْ (تو وہ تمہارا ہی رہا) یہ شرط کی جزاء ہے تقدیر کلام اس طرح ہے۔ اِی سَنٰی سَأَلْتُكُمْ مِنْ اَجْرٍ (میں نے اس پر مزدوری میں کوئی چیز تم سے مانگی ہے)۔ یہ اس ارشاد کی طرح ہے۔ مَا يَفْتَحُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَةٍ [فاطر: ۲] مطلب سرے سے مزدوری کے مطالبے کی نفی ہے۔ جیسے کہتے ہیں: مالی فی ہذا فہو لک ای لیس لی فیہ شیء اس میں میرے لئے کچھ نہیں اِنْ اَجْرِيْ (میرا معاوضہ تو)

قراءت: مدنی، شامی، حفص ابو عمرو نے نصب یاء کے ساتھ پڑھا اور باقی قراء نے سکون یاء سے پڑھا ہے۔

اِلَّا عَلٰی اللّٰهِ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ (بس اللہ تعالیٰ ہی کے ذمہ ہے۔ اور وہی ہر چیز پر اطلاع رکھنے والا ہے) پس وہ جانتا ہے کہ میں تمہیں نصیحت کرنے اور دعوت دینے پر تم سے کسی اجر کا طالب نہیں ہوں۔ میں تو اسی سے اجر لوں گا۔

حق سے باطل کو پاش کر دیا جائے گا:

۳۸: قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَقْدِفُ بِالْحَقِّ (آپ کہہ دیجئے میرا رب حق کو غالب کرتا ہے) وحی کے ذریعہ۔ القذف کا معنی تیر کو متوجہ کرنا اور اعتماد سے قصد کرنا۔ ڈالنے کے معنی میں بطور استعارہ استعمال کیا جاتا ہے۔ اور اس ارشاد میں یہی معنی ہے۔ وَقَدْ فِی

قلوبہم الرعب [الاحزاب: ۲۶] اسی طرح اس ارشاد میں۔ ان اقدفہ فی التابوت [ط: ۳۹] یقذف بالحق کا مطلب وحی کا القاء کرنا اور بھیجنا ہے۔ یا حق کو باطل پر پھینک کر پاش پاش اور تتر بتر کر دینا ہے۔ عَلامُ الْغُیُوبِ (وہ علام الغیوب ہے) یہ یقذف کی ضمیر سے بدل ہے۔ نمبر ۲۔ مبتدأ محذوف ہو کی خبر ہے۔

۳۹: قُلْ جَاءَ الْحَقُّ (کہہ دیجئے حق آ گیا) حق سے اسلام اور قرآن مراد ہے وَمَا یَبْدِی الْبَاطِلُ وَمَا یُعِیْدُ (اور باطل کرنے دھرنے کا نہ رہا)۔ یعنی باطل زائل ہو گیا اور تباہ و برباد ہوا کیونکہ ابداء و اعادہ یہ اللہ تعالیٰ کی جو حی و قیوم ہے اس کی صفات سے ہے۔ پس ان کا عدم یہ ہلاکت کی تعبیر ہے حاصل یہ ہوا حق آیا اور باطل بھاگ گیا جیسا کہ اس ارشاد میں ہے: جاء الحق وزهق الباطل [

[الاسراء: ۸۱]

قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ:

نبی اکرم ﷺ مکہ میں داخل ہوئے۔ اس وقت کعبہ کے گرد بت تھے۔ آپ ان کو بیج درخت کی چھڑی سے ان کو چوک دیتے اور فرماتے جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل کان زهوقاً جاء الحق وما یبدی الباطل وما یعید۔

[بخاری۔ ۲۴۷۸، مسلم۔ ۱۷۸۱، احمد۔ ۳۷۷/۱]

ایک قول:

الباطل سے بت مراد ہیں۔

قول دیگر:

ابلیس کیونکہ وہ باطل والا ہے یا وہ تباہ ہونے والا ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ شیطان کو شیطان اسی لئے کہا جاتا ہے کہ یہ شیطا بمعنی ہلک سے ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ شیطان اور بت نہ کسی چیز کو پیدا کرتے ہیں اور نہ دوبارہ اٹھائیں گے نئے سرے سے پیدا کرنے والا اور اٹھانے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

فائدہ خالص توحید الہی سے ہے:

۵۰: جب کفار نے کہا تو اپنے آباء کا دین چھوڑ کر گمراہ ہو گیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا قُلْ اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَا اضِلُّ عَلٰی نَفْسِيْ (کہہ دیجئے اگر میں گمراہ ہو جاؤں تو میری گمراہی مجھ ہی پر ہے) یعنی اگر میں گمراہ ہو جاؤں تو وہ میری طرف سے ہے اور اس کا وبال بھی مجھ پر ہے۔ وَاِنْ اهْتَدَيْتُمْ فَبِمَا يُوحِيْ اِلَيَّ رَبِّيْ (اور اگر میں راہ پر ہوں تو یہ اس وحی کے سبب ہے جو میرے رب نے مجھ پر کی ہے) اس لئے یہ وحی کے ذریعہ اس میں میری راہنمائی کر دی گئی ہے۔

تقابل کے قیاس کا تقاضا یہ تھا کہ کہا جاتا وان اهتدیت فانما اهتدی لها جیسا کہ اس آیت میں فرمایا: فمن اهتدی فلنفسه ومن ضل فانما یضل علیها [الزمر: ۳۲] لیکن ان دونوں میں معنوی تقابل پایا جاتا ہے۔ کیونکہ نفس پر جو بوجھ اور

وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ فِرْعَوْنُ أَفْلَاقُوتَ وَأَخَذُوا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيبٍ ۗ وَقَالُوا آمَنَّا بِهِ وَإِنَّا لَهُمْ

اور اگر اس وقت کو آپ دیکھیں جب یہ لوگ گھبرا جائیں گے پھر چھوٹنے کی کوئی صورت نہ ہوگی اور قریب ہی جگہ سے پکڑ لیے جائیں گے اور کہیں گے کہ ہم اس پر ایمان لائے اور اتنی دور جگہ سے

التَّانُوشُ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيدٍ ۗ وَقَدْ كَفَرُوا بِهِ مِنْ قَبْلُ ۗ وَيَقْدِفُونَ بِالْغَيْبِ

ان کے ہاتھ آنا کہاں ممکن ہے حالانکہ وہ اس سے پہلے اس کا انکار کر چکے ہیں، اور دور ہی دور سے بے تحقیق باتیں

مِنْ مَّكَانٍ بَعِيدٍ ۗ وَحِيلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُونَ كَمَا فُعِلَ بِأَشْيَاعِهِمْ مِمَّنْ

چھینکا کرتے ہیں اور ان کے اور ان کی آرزوں کے درمیان آڑ کر دی جائے گی جیسا کہ ان سے پہلے ان کے ہم مشربوں کے ساتھ

قَبْلُ ۗ إِنَّهُمْ كَانُوا فِي شَكٍّ مُّرِيبٍ ۗ

کیا گیا، بلاشبہ وہ تردد میں ڈالنے والے شک میں تھے۔

جو اس کے لئے نقصان دہ ہے۔ وہ نفس کی وجہ اور اسی کے سبب سے ہے کیونکہ نفس کا طبعی میلان برائی کی طرف ہے۔ اور جس چیز میں نفس کو فائدہ ہے وہ اللہ تعالیٰ کی راہنمائی اور اس کی توفیق سے ہے۔ اور یہ حکم ہر ایک مکلف کے لئے ہے۔ اس نے اپنے رسول کو حکم فرمایا اس کا اسناد وہ اپنی ذات کی طرف کرے کیونکہ جب رسول اپنے عظیم الشان مرتبے اور راستے کی درستگی کے باوجود اس کے تحت داخل ہو گیا تو غیر رسول بدرجہ اولیٰ اس کے تحت داخل ہے۔ اِنَّهُ سَمِيعٌ بِشَكِّ وَه سَب كَچھ سنتا ہے) اس کو جو میں تمہیں کہتا ہوں۔ قَرِيبٌ (بہت نزدیک ہے) میرے اور تمہارے وہ مجھے بھی بدلہ دے گا اور تمہیں بھی بدلہ دے گا۔

۵۱: وَلَوْ تَرَىٰ (اور اگر آپ وہ وقت ملاحظہ کریں)۔ اس کا جواب محذوف ہے۔ ای رايت امرًا عظيمًا وحالا هائلةً تو ضرورتاً بڑا معاملہ اور خوفناک حالت دیکھو گے۔ اِذْ فِرْعَوْنُ (جبکہ وہ گھبراتے پھریں گے) جب انھیں گے یا موت کے وقت یا بدر کے دن فَلَا فَوْتَ (پھر نکلنے بھاگنے کی کوئی صورت نہ ہوگی) کوئی بھاگنے کا راستہ نہیں یا نہ وہ اللہ تعالیٰ سے آگے نکل سکیں گے اور نہ پیچھے بھاگ سکیں گے۔ وَأَخَذُوا (اور پکڑ لیے جائیں گے) اُخَذُوا کا عطف فِرْعَوْنُ پر ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے فِرْعَوْنُ وَأَخَذُوا فَلَا فَوْتَ لَهُمْ پھر وہ گھبرائیں گے اور پکڑ لیے جائیں گے پس نکل کر نہ بھاگ سکیں گے۔ نمبر ۲۔ لَا فَوْتَ پر عطف ہے۔ معنی اس طرح ہوگا۔ اِذْ فِرْعَوْنُ فَلَمْ يَفُوتُوا وَأَخَذُوا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيبٍ۔ جب وہ گھبرائے تو بھاگ نہ سکے اور قریب جگہ سے پکڑ لیے گئے۔ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيبٍ (قریب جگہ سے) جو موقف میں آگ سے قریب ہے جبکہ وہ انھیں گے یا وہ جگہ قریب ہے زمین کی سطح سے زمین کے پیٹ کی طرف جبکہ ان پر موت آئے گی یا وہ جگہ قریب ہے صحرائے بدر سے قلیب بدر کی طرف جبکہ وہ قتل ہوئے)

طلب ناممکن کی تمثیل:

۵۲: وَقَالُوا (اور وہ کہیں گے) جب عذاب کو آنکھوں سے دیکھیں گے۔ اَمَّنَّا بِهِ (ہم اس پر ایمان لے آئے) یعنی محمد ﷺ پرہ کی ضمیر کا مرجع آپ ہیں کیونکہ اس آیت میں تذکرہ گزرا۔ ما بصاحبکم من جنة [سبا: ۴۶] یاہ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔ وَأَنَّى لَهُمُ التَّنَاطُشُ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيدٍ (اور کیونکر ان کے ہاتھ آنا ممکن ہے اتنی دور جگہ سے)۔ التناوش (لینا، پکڑنا) مطلب یہ ہے کہ وہ توبہ کو کس طرح حاصل کر سکتے ہیں۔ حالانکہ وہ ان سے دور جا چکی۔ مقصد یہ ہے کہ توبہ تو دنیا میں ان سے قبول کی جانی تھی اور دنیا ختم ہوئی اور آخرت سے دور ہو چکی۔

ایک قول:

یہ تمثیل ناممکن کی طلب کیلئے ہے اور وہ یہ ہے کہ ان کا ایمان اس وقت اسی طرح فائدہ دے جیسا کہ مؤمنین کے ایمان نے ان کو دنیا میں فائدہ دیا۔ ان کی حالت کو اس آدمی کی حالت کے مماثل قرار دیا جو یہ چاہتا ہے کہ دور فاصلہ سے ہاتھ کے ساتھ کوئی چیز پکڑے۔ جیسا کہ دوسرا آدمی اپنے گریبان کی تھیلی سے لیتا ہے۔

قراءت: ابو عمرو اور حفص کے علاوہ کوئی قراء نے التناوش کو ہمزہ سے پڑھا ہے واؤ کو ہمزہ کر دیا کیونکہ وہ واؤ جو مضموم ہو اس کا ضمہ لازم ہے اگر تم چاہو تو اس کو ہمزہ سے بدل لو۔ اور اگر چاہو تو اسی طرح رہنے دو جیسا کہتے ہیں ادور و تقاوم ہمزہ پڑھیں اور ادور اور تقاوم پڑھیں تب بھی درست ہے۔ ثعلب رحمہ اللہ کا قول: التناوش جو ہمزہ سے ہے۔ اس کا معنی دور سے لینا، پکڑنا اور بلا ہمزہ قریب سے لینا، پکڑنا۔

غیب کے متعلق بلا تحقیق باتیں:

۵۳: وَقَدْ كَفَرُوا بِهِ مِنْ قَبْلُ (حالانکہ پہلے سے یہ لوگ اس حق کا انکار کرتے رہے) من قبل العذاب: عذاب سے پہلے یا دنیا میں وَيَقْدِفُونَ بِالْغَيْبِ (اور بے تحقیق باتیں کہتے تھے) اس کا عطف قد کفروا پر ہے۔ حال ماضی کی حکایت ہے۔ مطلب یہ ہے وہ غیب کے متعلق باتیں کرتے یا اس شئی کے متعلق بات کرتے جو غائب ہے کہا کرتے تھے نہ بعث بعد الموت ہے اور نہ حساب ہے۔ یا کہا کرتے کہ محمد ﷺ شاعر، ساحر، کذاب ہے اور یہ تکلم بالغیب ہے اور مخفی بات کے متعلق نکالی گئی بات ہے کیونکہ انہوں نے آج تک آپ سے سحر، شعر اور نہ ہی کذب کا مشاہدہ کیا۔ اور اب وہ یہ پوشیدہ کر رہے ہیں جو آپ کی حالت سے بہت ہی بعید ہے۔ اس لئے کہ جو قرآن آپ لے کر آئے ہیں۔ وہ سحر و شعر سے سب سے زیادہ دور ہے۔ اور آپ کی عادات سے سب سے دور بات کذب ہے جیسا کہ وہ تجربہ کر چکے کہ زندگی کے کسی معاملہ میں کبھی آپ نے جھوٹ نہیں بولا آپ ان میں الصادق معروف ہیں۔

قراءت: وَيَقْدِفُونَ ابو عمرو سے مجہول پسندیدہ پڑھا گیا ہے۔ مطلب یہ ہوگا۔ ان کے شیاطین ان کے پاس لاتے ہیں۔ اور

القاء کرتے ہیں۔ نمبر ۱۔ اگر تم چاہو تو اس کو وقالوا آمنا بہ سے متعلق کر دو۔ اس طرح کہ ان کی مثال دی گئی ہے کہ وہ ایسی چیز کے حاصل کرنے کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ آخرت میں آمنا کہہ کر جس سے دنیا میں انہوں نے علیحدگی اختیار کی۔ مگر یہ معنی بعید ہے۔ نمبر ۲۔ اور یہ جائز ہے کہ آمنا بہ کی ضمیر بین یدی عذاب شدید [سبا: ۴۶] میں جس عذاب کا ذکر ہے اس کی طرف ہو جیسا کفار کہا کرتے تھے۔ وما نحن بمعذبین کہ تم میرے عذاب نہ ہو گا اگر بات اسی طرح ہوئی جیسے اے مسلمانو تم ثواب، عقاب، قیامت کا قیام بتلاتے ہو، کیونکہ ہم عذاب دیے جانے سے بالاتر ہیں۔ اس بات کہنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ آخرت کو بھی دنیا پر قیاس کرتے تھے۔ پس یہی ان کا قذف بالغیب تھا۔ اور یہ غیبی بات ہے جو بعید انداز سے کہی جا رہی تھی۔ کیونکہ دارالجزاء کا دار دنیا پر قیاس ہی سرے سے غلط ہے۔

مِنْ مَّكَانٍ بَعِيدٍ۔ (ایک دور جگہ سے)

ان کی تمناؤں پر پانی پھر جائے گا:

۵۴: وَحِيلَ (اور روک ڈال دی گئی)۔ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُونَ (ان میں اور ان کی تمناؤں میں) ایمان کا نفع اس دن اور اس کے ذریعہ آگ سے چھٹکارا اور جنت کی کامیابی۔ یا نمبر ۲ دنیا کی طرف واپسی جیسا کہ ان کے متعلق اس قول میں مذکور ہے۔ فارجعنا نعمل صالحًا [السجدہ: ۱۴] یعنی وقوع کی بناء پر یہ افعال ماضیہ لائے گئے ہیں۔ اگرچہ مراد استقبال ہے اور وہ افعال یہ ہیں: فزعوا، اخذوا وحيل۔

كَمَا فَعِلُ بِأَشْيَاءِ عِهِمْ مِنْ قَبْلُ (جیسا کہ ان کے ہم مشربوں کے ساتھ یہی کیا جائے گا۔ جو ان سے پہلے ہوئے تھے)۔ اشیاء سے مراد وہ کفار جو ان کے مشابہ تھے۔ إِنَّهُمْ كَانُوا فِي شَكِّ (بیشک وہ سب شک میں تھے) رسالت و بعث کے معاملے میں مُرِيبٌ (جس نے ان کو تردد میں ڈال رکھا تھا) مریب کا معنی تردد میں ڈالنے والا یہ ارابہ سے لیا گیا ہے۔ جبکہ وہ شک و تردد میں ڈالے۔ اس میں ان لوگوں کی تردید ہے جن کا خیال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ شک کی وجہ سے عذاب نہ دیں گے۔

الحمد للہ آج جمعرات کی رات ۳ محرم الحرام ۱۴۲۴ھ سورۃ سبا کا تفسیری ترجمہ مکمل ہوا۔

اللهم وفقني لتكميله بفضلك

سُوْرَةُ فَاطِرٍ مَكِّيَّةٌ مَثْنُوْنٌ اَرْبَعُوْنَ اٰیَةً وَّخَمْسُوْنَ رُكُوْعًا

سورہ فاطر مکہ میں نازل ہوئی اس میں پینتالیس آیات اور پانچ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

الْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولٰٓئِیْ اٰجِنَّةٌ مَّشْنٰی

سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو آسمانوں کا اور زمین کا پیدا فرمانے والا ہے، وہ فرشتوں کو پیغام رساں بنانے والا ہے جن کے وہ وہ

وَتُلَّتْ وَّرُبِعٌ یَّزِیْدٌ فِی الْخَلْقِ مَا یَشَآءُ ۙ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۙ مَا یَفْتَحُ اللّٰهُ

اور تین تین اور چار چار بارہ ہیں وہ پیدائش میں جو چاہے زیادہ کر دیتا ہے، بلاشبہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ جو بھی کوئی رحمت

لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۙ وَمَا یُمْسِكُ ۙ فَلَا یُرْسِلُ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهِ ۙ وَهُوَ

اللہ انسانوں کے لیے کھول دے تو اس کو کوئی روکنے والا نہیں، اور جس کو وہ بند کر دے سوا اس کے بعد اس کا کوئی جاری کرنے والا نہیں، اور وہ

الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۙ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ ۙ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَیْرِ اللّٰهِ

غالب ہے حکیم ہے اے لوگو! اللہ کی نعمت کو یاد کرو جو تم پر ہے، کیا اللہ کے سوا کوئی پیدا کرنے والا ہے

یَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۙ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ فَاِنۡیْ تُؤْفِكُوْنَ ۙ وَاِنۡ یُّكْذِبُوْکَ

جو تمہیں آسمان و زمین سے رزق عطا فرماتا ہے، اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، سو تم کہاں الٹے جا رہے ہو۔ اور اگر وہ آپ کو جھٹلا میں

فَقَدْ كَذَبْتَ ۙ رُسُلٌ مِّنۢ مِّنۢ قَبْلِكَ ۙ وَاِلٰی اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۙ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ

تو آپ سے پہلے بہت سے پیغمبر جھٹلائے جا چکے ہیں اور اللہ ہی کی طرف سب امور لوٹائے جائیں گے، اے لوگو! بلاشبہ

وَعَدَ اللّٰهُ حَقًّا ۙ فَلَا تَغْرِبْکُمْ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا ۙ وَلَا یَغْرِبْکُمْ بِاللّٰهِ الْغُرُوْرُ ۙ اِنَّ الشَّیْطٰنَ

اللہ کا وعدہ حق ہے سو تمہیں ہرگز دنیا والی زندگی دھوکہ میں نہ ڈالے اور تمہیں اللہ کا نام لے کر دھوکہ باز ہرگز دھوکہ میں نہ ڈالے، بلاشبہ شیطان

لَکُمْ عَدُوٌّ ۙ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ۙ اِنَّمَا یَدْعُوْا حِزْبَهُ لَیْکُوْنُوْا مِنْ اَصْحَابِ السَّعِیْرِ ۙ الَّذِیْنَ

تمہارا دشمن ہے سو تم اسے اپنا دشمن سمجھتے رہو، وہ اپنے گروہ کو اسی لیے بلاتا ہے تاکہ وہ دوزخیوں میں سے ہو جائیں۔ جن لوگوں نے

کَفَرُوْا ۙ اَلْهَمَّ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ۙ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ لَہُمْ مَّغْفِرَةٌ ۙ وَّاَجْرٌ کَبِیْرٌ ۙ

کفر کیا ان کے لیے سخت عذاب ہے اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کے لیے مغفرت ہے اور اجر بڑا ہے۔

فرشتوں میں ہر تخلیقی اضافہ وہی کرنے والا ہے:

۱: الْحَمْدُ لِلَّهِ فَاطِرِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ جَاعِلِ الْمَلَكِئَةِ (تمام تر حمد اللہ تعالیٰ کے لائق ہے جو آسمان و زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔ جو فرشتوں) رُسُلًا أُولَىٰ أَجْنِحَةٍ مَّثْنَىٰ وَثُلَّةٌ وَرُبْعٌ يَزِيدُ (کو پیغام رساں بنانے والا ہے۔ جن کے دو دو، تین تین اور چار چار پر دار بازو ہیں۔ وہ) فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاءُ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (پیدائش میں جو چاہے زیادہ کرتا ہے بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے)۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ (اللہ تعالیٰ نے تعلیم و تعظیم کیلئے اپنی ذات کی حمد فرمائی ہے)۔ فَاطِرِ السَّمَوَاتِ (آسمانوں کی ابتداء کرنے والا) اور انوکھا بنانے والا ہے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

میں فاطر کا معنی نہ جانتا تھا یہاں تک کہ دود بیہاتی میرے پاس ایک کنوئیں کا جھگڑالے کر آئے ان میں سے پہلا کہنے لگا۔ انا فطر تھا ای ابتداء میں نے اس کی ابتداء کی۔ وَالْأَرْضِ جَاعِلِ الْمَلَكِئَةِ رُسُلًا (اور زمین کو وہ فرشتوں کو اپنے بندوں کی طرف قاصد بنانے والا ہے)۔ أُولَىٰ أَجْنِحَةٍ (پروں والے) اولیٰ یہ ذوقی اسم جمع ہے اور نَحْوُ: یہ رسل سے بدل ہے یا صفت ہے اجنحة یہ جناح کی جمع ہے۔

مَّثْنَىٰ وَثُلَّةٌ وَرُبْعٌ یہ اجنحة کی صفات ہیں یہ منصرف نہیں کیونکہ ان میں عدل دو بار آیا ہے۔ یہ اعداد سے عدول کر کے دوسرے صیغوں میں چلے گئے جیسا عمر کا لفظ عامر سے بنا ہے۔ تکریر سے غیر تکریر کی طرف۔ دوسرا قول عدل اور وصف دو سبب ہیں اور اسی پر اعتماد ہے معنی یہ ہے ملائکہ میں بعض جماعتوں کے دو دو پر ہیں۔ ہر ایک کے دو دو پر ہیں۔ اور کچھ فرشتوں کے تین تین پر ہیں شاید کہ تیسرا پشت کے درمیان میں ہو۔ جو دوسرے دو پروں کا معاون ہو۔ اور بعض فرشتوں کی جماعتیں چار چار پر رکھتی ہیں۔ يَزِيدُ فِي الْخَلْقِ (وہ جو کچھ چاہتا ہے پیدائش میں اضافہ کرتا ہے)۔ یعنی پروں وغیرہ کی پیدائش میں اضافہ کرتا ہے۔ مَا يَشَاءُ (جتنا وہ چاہتا ہے) ایک قول یہ ہے چہرے کے حسن میں اضافہ اور آواز کی خوبصورتی میں اضافہ، بالوں کی خوبصورتی میں اضافہ چہرے کے خدو خال کی خوبصورتی اور آنکھوں کی ملاحظت میں اضافہ مراد ہے۔ آیت مطلق ہے۔ اس میں ہر تخلیقی اضافہ شامل ہے خواہ وہ جسم کی قد و قامت کی طوالت اور اعتدال کی صورت میں ہو یا رائے کی عمدگی اور زبان کی طلاقت اور مومنوں کے دل میں محبت کی شکل میں ہو اور وہ تمام چیزیں جو اس کے مشابہ ہیں وہ اس میں شامل ہیں۔ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (بیشک اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر قدرت حاصل ہے) قدر بمعنی قادر ہے۔

۲: مَا يَفْتَحُ اللَّهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَةٍ (اللہ تعالیٰ جو رحمت لوگوں کیلئے کھول دے) رَحْمَةٍ کے لفظ کو نکرہ لا کر اشاعت و ابہام یعنی ہر قسم رحمت کو شامل کیا گیا اس طرح فرمایا جو کسی رحمت ہو خواہ رزق، بارش یا صحت یا اور کچھ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا (اس کا کوئی بند

کرنے والا نہیں) کسی کو اس کے روکنے اور بند کرنے کی طاقت نہیں۔ یفتح کا لفظ اطلاق و ارسال کے معنی کیلئے بطور مجاز استعمال فرمایا۔ مراد عطاء کرنا ہے اس کے بالمقابل ما یمسک کا لفظ جو روکنے اور بند کرنے کے معنی میں۔ استعمال کیا گیا۔ وَمَا يُمَسِّكُ (اور جو وہ بند کر دے)۔ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ (اس کو کوئی جاری کرنے والا نہیں) یعنی بندش و روک کو دور کرنے والا مِنْ بَعْدِهِ (اس کے بعد) یعنی اس کے بند کر دینے کے بعد۔

مَحْجُوْرٌ: رحمت کی طرف لوٹائی جانے والی ضمیر معنی کا لحاظ کر کے مؤنث لائے پھر دوسری ضمیر لفظ کا لحاظ کر کے مذکر لائی گئی کیونکہ اس میں تانیث نہیں اس لئے کہ اول کی تفسیر رحمت سے کی گئی پس تفسیر کے بعد ضمیر کا لانا مناسب ہے۔ اور دوسرے کی تفسیر نہیں کی گئی پس اصل تذکیر پر اس کو چھوڑ دیا گیا۔

رحمت کا ہاتھ اُمت پر:

معاذ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ اس اُمت پر اللہ تعالیٰ کا دست دراز رہتا ہے جب تک ان کے خیار اشرار کی موافقت نہ کریں۔ اور ان کے نیک ان کے فساق و فجار کی تعظیم نہ کرنے لگیں اور ان کے قراء ان کے امراء کی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں معاونت نہ کریں۔ جب وہ یہ افعال کرنے لگیں تو اللہ تعالیٰ اپنا رحمت کا ہاتھ کھینچ لیتے ہیں۔

[ذکرہ الغزالی فی الاحیاء ۲/۱۵۰]

وَ هُوَ الْعَزِيْزُ (اور وہ زبردست ہے) وہ غالب اور ارسال و امساک پر قدرت رکھنے والا ہے۔ الْحَكِيْمُ (حکمت والا ہے) اسی چیز کو روکتا اور کھولتا ہے جس کے روکنے اور کھولنے کی حکمت تقاضا کرتی ہے۔

سب سے بڑی نعمت منعم کا ایک ہونا ہے:

۳: يَا أَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوا (اے لوگو! تم یاد کرو) زبان و دل سے نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ (اللہ تعالیٰ کے ان احسانات کو جو اس نے تم پر کیے) وہ انعامات زمین کا بچھونے کی طرح بچھا دینا اور آسمان کا بلاستون بلند کرنا اور قرب الہی پانے اور اس کے راستوں کی طرف بلانے کیلئے رسولوں کو بھیج دینا اور مخلوق میں اضافہ فرما کر رزق کے دروازوں کا کھولنا ہیں۔ پھر نعمتوں کے آخر میں خبردار کیا کہ سب سے بڑی نعمت تو منعم کا ایک ہونا ہے۔ فرمایا اهل من خالق غیر اللہ (کیا اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی خالق ہے)۔

مَحْجُوْرٌ: نمبر ۱۔ غیر رفع کے ساتھ یہ محلاً صفت ہے کیونکہ خالق مبتدأ ہے اس کی خبر لکم محذوف ہے تقدیر کلام ہے: خالق لکم نمبر ۲۔ غیر یہ جر کے ساتھ علی اور حمزہ نے پڑھا اور لفظاً صفت قرار دیا۔ يَرْزُقُكُمْ (جو تمہیں رزق دے) نمبر ۱۔ یہ جملہ مستانفہ ہے۔ نمبر ۲۔ خالق کی صفت ہے۔ مِنَ السَّمَاوٰتِ (آسمان سے) بارش کے ذریعہ وَالْاَرْضِ (اور زمین سے) قسم قسم کی نبات کے ذریعہ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (اس کے سوا کوئی معبود نہیں)۔

مَحْجُوْرٌ: یہ جملہ الگ ہے اس کا کوئی محل اعراب نہیں۔

فَأَنى تُوْفِكُون (پھر تم کدھرا لے جا رہے ہو) کس وجہ سے تم توحید سے شرک کی طرف جا رہے ہو۔

تسلی رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

۴: وَإِنْ يَكْذِبُونَ فَقَدْ كَذَبَتْ رُسُلٌ مِنْ قَبْلِكَ (اور اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلائیں تو آپ سے پہلے بھی بہت سے پیغمبر جھٹلائے جا چکے ہیں) اس سے اطلاع دی گئی کہ قریش مکہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو بدترین انداز سے مسترد کر رہے اور ان کا انکار کر رہے ہیں۔ اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی کہ آپ کیلئے پہلے انبیاء علیہم السلام میں نمونہ موجود ہے اسی لیے رسل کا لفظ نکرہ لایا گیا۔ یعنی کثیر تعداد رسول اور بہت سی آیات اور نذر والے اور طویل عمروں والے اور صبر و عزم بالجزم کے مالک۔ کیونکہ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا مقصود ہے۔

تقدیر کلام اس طرح ہے وان يكذبوك فتأس بتكذيب الرسل من قبلك (اگر وہ آپ کو جھٹلا رہے ہیں تو آپ اپنے سے پہلے رسولوں کی تکذیب کو پیش نظر فرمائیں) کیونکہ جزاء شرط کے بعد لائی جاتی ہے اور اگر اس کو ظاہر پر رکھا جائے تو جزاء پہلے آئے گی۔ اسی لئے فقد كذبت رسل من قبلك کو فتأس کی جگہ لایا گیا۔ سبب پر اکتفاء کیا سبب کی ضرورت نہ سمجھی گئی یعنی تکذیب کو ذکر کیا جو کہ سبب ہے اور تأس سبب کو ترک کیا گیا۔ وَاللّٰى تَرْجِعُ الْأُمُورُ (اور تمام امور اللہ تعالیٰ ہی کے سامنے پیش کیے جائیں گے) یہ کلام وعد اور وعید دونوں پر مشتمل ہے کہ سارے معاملات اس کے حکم کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ اور وہ جھٹلانے والے اور جھٹلائے ہوئے کی مجازات کا مالک ہے۔

قراءت: شامی، حمزہ، علی، خلف، یعقوب، بہل نے تاء کے فتح سے تَرْجِعُ پڑھا ہے۔

۵: يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ (اے لوگو! بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ) جو بعث و جزاء سے متعلق ہے۔ حَقٌّ (ضرور سچا ہے) پورا ہو کر رہے گا۔ فَلَا تَغُرَّنَّكُمْ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا (پس دنیوی زندگی تم کو دھوکا میں ڈالے نہ رکھے) پس دنیا تمہیں فریب خوردہ نہ بنا دے اور نہ دنیا سے تمتع اور اس کے منافع سے لذت اندوزی تمہیں آخرت کی طلب و سعی اور اللہ تعالیٰ کے ہاں جو کچھ ہے اس کی طلب سے غافل کر دے۔ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللَّهِ الْغُرُورُ (اور ایسا نہ ہو کہ تمہیں دھوکہ باز شیطان اللہ تعالیٰ سے دھوکہ میں ڈال دے) الغرور شیطان، وہ تمہیں جھوٹی تمنائیں دلاتا اور کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو تمہاری عبادت سے بے نیاز ہے اور تمہیں سزا دینے سے بھی بے نیاز ہے (اس لئے عبادت کی ضرورت نہیں اور معاصی سے کوئی فرق نہیں پڑتا)۔

شیطان سے دشمن والا معاملہ کرو نہ کہ دوست والا:

۶: إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ (شیطان بیشک تمہارا دشمن ہے) اس کی دشمنی کھلی ہوئی ہے اس نے تمہارے باپ کے ساتھ جو کچھ کیا اس کے بعد بھی تم اس سے ایسا معاملہ کر رہے ہو جیسا اس شخص سے کیا جاتا ہے جس کے حالات سے بے خبری ہو۔ فَاتَّخِذُوا عَدُوًّا (پس تم اسکو دشمن سمجھتے رہو) اپنے عقائد و افعال کے سلسلہ میں اور تمہاری طرف سے ظاہر و باطن میں اسکے ساتھ ایسا سلوک ہونا

اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهُ سُوْءُ عَمَلِهِ فَرَاهُ حَسَنًا فَاِنَّ اللّٰهَ يُوْضِلُ مَنْ يَّشَاءُ وَيَهْدِيْ مَنْ

سوکیا جس شخص کے لیے اس کا عمل بد اچھا کر کے دیا گیا ہو سو اس نے اس کو اچھا سمجھا ہو سو بے شک اللہ گمراہ فرماتا ہے جس کو چاہے اور ہدایت دیتا ہے جس کو

يَّشَاءُ فَلَا تَذْهَبُ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسْرَتٍ ۗ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَاللّٰهُ

چاہتا ہے، سو ان پر حسرتیں کرنے کی وجہ سے آپ کی جان نہ جاتی رہے۔ بلاشبہ جو کام یہ لوگ کرتے ہیں اللہ خوب جانتا ہے اور اللہ

الَّذِيْۤ اَرْسَلَ الرِّيْحَ فَفُثِرُ سَحَابًا فُسِقْنٰهُ اِلَىٰ بَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاٰحِيْنَاۤ بِهٖ الْاَرْضَۤ بَعْدَ

وہ ہے جس نے ہواؤں کو بھیج دیا جو اٹھاتی ہیں بادل کو پھر ہم نے اسے ایسے قطعہ زمین کی طرف ہانک دیا جو خشک تھا پھر ہم نے اس کے ذریعہ زمین کو

مَوْتَهَا كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ ﴿۱۶﴾

زندہ کر دیا اسی طرح جی اٹھنا ہوگا۔

چاہیے جو اس کی دشمنی پر دلالت کرنے والا ہو۔ پھر آیت کے اگلے حصہ میں اس کے پوشیدہ معاملے کا خلاصہ بیان کر دیا اور اس آدمی کی خطا کاری ذکر کر دی جو اس کی پیروی کرتا ہے کیونکہ شیطان کی اصل غرض اپنے پیروکاروں کے متعلق یہی ہے کہ ان کو ہلاکت کے گھاٹ پر لاتا رہے۔ فرمایا: اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهُ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ۔ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ (وہ اپنے گروہ کو محض اسلئے بلاتا ہے کہ وہ لوگ دوزخیوں میں سے ہو جائیں۔ جو لوگ کافر ہو گئے۔ ان کے لئے سخت عذاب ہے)۔ یعنی جس شخص نے شیطان کی بات کو دعوت کے وقت قبول کر لیا اس کے لئے سخت عذاب ہے اس لئے کہ وہ اس کا لشکری بن گیا یعنی اس کا تابع ہو گیا۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ (اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے) اور شیطان کی بات کو قبول نہ کیا اور نہ ہی اس کے گروہ سے بنے بلکہ اس کی دشمنی اختیار کی۔ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ كَبِيْرٌ (ان کے لئے بخشش اور بڑا اجر ہے)۔ کیونکہ انہوں نے بہت بڑا جہاد کیا۔

شیطان کی تزئین میں آنے والے پر افسوس نہ کرو:

۸: جب دونوں فریق کا تذکرہ ہو چکا تو اپنے پیغمبر ﷺ کو فرمایا: اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهُ سُوْءُ عَمَلِهِ فَرَاهُ حَسَنًا (کیا وہ شخص جس کو اس کا عمل بد اچھا کر کے دکھلایا گیا پھر وہ اس کو اچھا سمجھنے لگا) شیطان کی تزئین کے سبب، کیا وہ اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جس کیلئے اس نے اعمال کو مزین نہ کیا ہو۔ پس گویا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ نہیں۔ پھر فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ يُوْضِلُ مَنْ يَّشَاءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ فَلَا تَذْهَبُ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ (پس اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے تو ان پر) حسرات (افسوس کر کے آپ کی جان نہ جاتی رہے)۔

قول زجاج رحمہ اللہ!

افمن زین له سوء عملہ کا معنی ہے کیا وہ شخص جس کا عمل بد اس کے لئے مزین کیا گیا ہو اس پر افسوس کرتے آپ کی جان چلی جائے گی۔ پس جواب کو حذف کر دیا اس لئے کہ فلا تذهب نفسک میں اس پر دلالت موجود ہے۔ نمبر ۲۔ یا کیا آیا وہ شخص جس کے عمل کو اس کے لئے مزین کیا گیا ہو وہ اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہو۔ اس کو حذف کر دیا۔ کیونکہ فان اللہ یضل من یشاء ویهدی من یشاء میں اس پر دلالت موجود ہے۔

قراءت: یزید نے فلا تذهب نفسک پڑھا ہی لا تھلکھا اس کو ہلاک مت کرو۔ حسرات یہ مفعول لہ ہے یعنی فلا تھلک نفسک للحسرات (پس اپنے نفس کو افسوس کی بناء پر ہلاک نہ کرو)۔ اور علیہم یہ تذهب کا صلہ ہے۔ جیسا تم کہو ہلک علیہ حبا و مات علیہ حزنا۔ مگر یہ جائز نہیں کہ اس کو حسرات کے متعلق کیا جائے کیونکہ مصدر کا صلہ اس پر مقدم نہیں ہوتا۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ (بیشک اللہ تعالیٰ کو ان کے تمام کاموں کی خبر ہے)۔

دلائل قدرت:

۹: وَاللّٰهُ الَّذِيْ اَرْسَلَ الرِّيْحَ (اور اللہ تعالیٰ ایسا ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے)

قراءت: مکی اور حمزہ، علی نے الریح پڑھا ہے۔

فَتَشِيْرُ سَحَابًا فَسُقْنَهُ اِلَى بَلَدٍ مَّيْتٍ (پھر وہ بادلوں کو اٹھاتی ہیں پھر ہم ان بادلوں کو ایک خشک قطعہ زمین کی طرف ہانک کر لے جاتے ہیں)۔

قراءت: مدنی، حمزہ، علی، حفص نے میت کو تشدید سے پڑھا۔ دیگر قراء نے تخفیف کے ساتھ ادا کیا۔

فَاَحْيَيْنَا بِهٖ (پھر ہم نے اس کے ذریعہ سے زمین کو زندہ کر دیا) بارش کے ذریعہ کیونکہ ضمنا اس کا ذکر پہلے ہو چکا۔ اَلْاَرْضُ بَعْدَ مَوْتِهَا (اس کے مرجانے کے بعد) یعنی اس کے سبب سے۔ یہاں تشیر لایا گیا تاکہ اس حال کی حکایت کی جائے جس میں ہوائیں بادلوں کو اٹھاتی ہیں۔ اور یہ قدرت ربانی پر دلالت کرنے والی صورت کے استحضار کیلئے ہے اور اہل عرب اس فعل کے ساتھ اسی طرح انوکھے پن کا معاملہ کرتے ہیں جس میں کوئی امتیازی قسم اور خصوصیت پائی جائے۔

اور اسی طرح بادلوں کو مردہ زمین کی طرف چلانا اور زمین کے مردہ ہو جانے کے بعد اس کو زندہ کر دینا ہے۔ اس لئے کہ ظاہر و باہر یہ دلائل قدرت سے ہے۔ اس لئے فسقنا اور احیانا فرمایا۔ غائب کا لفظ نہیں بولا گیا تاکہ ایسا لفظ لایا جائے جو اختصاص میں زیادہ دخل رکھتا ہو اور اسپر زیادہ دلالت کرنے والا ہو۔ كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ (اسی طرح دوبارہ اٹھنا ہے) کاف محل رفع میں ہے یعنی مردہ زمین کو زندہ کرنے کی طرح مردوں کو اٹھانا ہے۔ ایک قول یہ ہے اللہ تعالیٰ مخلوق کو ایسے پانی سے زندہ فرمائیں گے جو پانی عرش کے نیچے سے بھیجا جائے گا اس سے مخلوق کے اجسام اگیں گے۔

مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعِزَّةَ فَلِلَّهِ الْعِزَّةُ جَمِيعًا إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ

جو شخص عزت حاصل کرنا چاہے تو ساری عزت اللہ ہی کے لیے ہے، اچھے کلمات اس کی طرف پہنچتے ہیں اور نیک عمل

الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ وَالَّذِينَ يَمْكُرُونَ السَّيِّئَاتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَمَكْرُ أُولَئِكَ

انہیں بلند کر دیتا ہے، اور جو لوگ بری تدبیریں کرتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے اور ان کی تدبیر

هُوَ يَبُورٌ ۚ وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ أَزْوَاجًا وَمَا تَحْمِلُ

برباد ہوگی۔ اور اللہ نے تم کو مٹی سے پیدا فرمایا پھر نطفہ سے پھر اس نے تمہیں جوڑے جوڑے بنایا، اور جس کسی

مِنْ أَنْثَىٰ وَلَا تَضَعُ إِلَّا بُعْثًا وَمَا يَعْمَرُ مِنْ مُعَمَّرٍ إِلَّا يُنْقِصُ مِنْ عُمُرِهِ ۗ الْإِنْفَىٰ

عورت کو حمل رہ جاتا ہے اور کوئی عورت جنسی ہے تو یہ سب اس کے علم میں ہوتا ہے، اور جس کسی عمر والے کی عمر زیادہ کی جاتی ہے اور جس کی عمر کم کر دی جاتی ہے وہ سب

كِتَابٌ إِنَّ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ۝

کتاب میں ہے، بلاشبہ یہ اللہ پر آسان ہے۔

عزت اللہ کے پاس ہے وہ بری تدابیر سے نہیں ملتی:

۱۰: مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعِزَّةَ فَلِلَّهِ الْعِزَّةُ جَمِيعًا (جو شخص عزت حاصل کرنا چاہے تو تمام تر عزت اللہ تعالیٰ کیلئے ہے) یعنی عزت ساری کی ساری اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ خواہ دنیا کی عزت ہو یا آخرت کی۔ کافر بتوں سے عزت حاصل کرتے تھے۔ جیسا کہ فرمایا واتخذوا من دون الله الهة ليكونوا لهم عزا [مریم: ۸۱]

منافقین کفار مشرکین کے ذریعہ اپنی عزت بناتے تھے۔ جیسا کہ فرمایا الذين يتخذون الكافرين اولياء من دون المؤمنين ايتفون عندهم العزة فان العزة لله جميعا [النساء: ۱۳۹] پس اس سے یہ واضح ہوا کہ حقیقی عزت اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے۔ مطلب یہ ہے فليطلبها عند الله پس لله العزة جميعا کو اس کی جگہ لائے اس کی ضرورت نہ رہی کیونکہ اس پر دلالت موجود ہے اس لئے کہ قاعدہ یہ ہے کہ چیز اسی سے طلب کی جاتی ہے جو اس کا مالک و صاحب ہو۔ اس کی مثال عرب کا یہ قول ہے من اراد النصيحة فہی عند الابرار۔ اس کہنے کا مقصد یہ ہے کہ وہ نصیحت انہی کے ہاں سے طلب کرے البتہ اس پر دلالت کرنے والی چیز کو اس کے قائم مقام لایا گیا۔ حدیث میں وارد ہے۔ ان ربکم يقول کل یوم ، انا العزیز ، فمن اراد عز الدارين فليطع العزیز [ذکرہ ابن الجوزی فی الموضوعات: ۱/۱۲۱] پھر بتلایا کہ جس چیز سے عزت حاصل ہو سکتی ہے وہ ایمان اور عمل صالح ہے فرمایا: إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ (اسی تک اچھا کلام پہنچتا ہے)۔ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ (اور اچھا کام

اس (اچھے کلام) کو پہنچا دیتا ہے۔ الیہ سے مراد قبولیت و رضا مندی کا مقام اور ہر وہ چیز جس کی صفت قبولیت لائیں۔ اس کی تعریف رفعت و صعود سے کی جاتی ہے اور اس جگہ کی طرف کی جاتی ہے جہاں اسی ہی کا حکم نافذ ہو۔

الکلم الطیب، کلمات توحید مراد ہیں یعنی لا الہ الا اللہ جس کے واحد اور جمع میں صرف تاء کا فرق ہو اس میں تذکر و تانیث برابر ہیں۔ العمل الصالح خالص عبادت۔ مطلب یہ ہے کہ والعمل الصالح یرفعہ الکلم الطیب۔ عمل صالح کو کلمات طیبہ بلند کرتے ہیں۔ پس بلند کرنے والے کلمات ہیں اور بلند ہونے والے عمل ہیں۔ کیونکہ عمل فقط موحد ہی کا مقبول ہے۔ ایک قول یہ ہے بلند کرنے والے اللہ ہیں۔ اور بلند ہونے والا عمل ہے۔ یعنی العمل الصالح یرفعہ اللہ۔ اس میں اشارہ ہے کہ عمل کا دار و مدار بلند ہونے پر ہے اور کلمات طیبہ بذات خود بلند ہوتے ہیں۔

ایک اور قول یہ ہے عمل صالح عامل کو بلند کرتے اور اس کو مشرف باد کرنے والے ہیں۔ یعنی جو آدمی عزت چاہتا ہے پس اسے چاہیے کہ اعمال صالحہ کرے اس لئے کہ اعمال صالحہ ہی بندے کو بلند کرتے ہیں۔

وَالَّذِينَ يَمْكُرُونَ السَّيِّئَاتِ (اور وہ لوگ جو بری بری تدبیریں کر رہے ہیں) السینات مصدر محذوف کی صفت ہے۔ ای المکرات السینات کیونکہ مکر ایسا فعل ہے جو متعدی نہیں اس طرح نہیں کہا جاسکتا۔ مکر فلان عملہ۔ یہاں اس سے مراد قریش کی وہ تدبیریں ہیں جن کے لئے وہ دارالندوة میں جمع ہوئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا واذی مکر بک الذین کفروا الیبتوک [الانفال: ۳۰] لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ (ان کو سخت عذاب ہوگا) آخرت میں وَ مَكْرٌ اُولَئِكَ (اور ان کا یہ مکر) هُوَ يَبُورُ (نیست و نابود ہو جائے گا)۔

مَخْرُوجٌ: اُولَئِكَ مبتدأ هو ضمیر فصل اور یبور خبر ہے۔ ای و مکر اُولَئِكَ الذین مکروا هو خاصة یبور۔ ان لوگوں کا مکر جنہوں نے مکر کیا وہی خاص کر نیست و نابود ہوگا۔ یبور کا معنی فاسد و باطل ہوگا نہ کہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر جب ان کو مکہ سے نکالا اور ان کو قتل کیا اور قلب بدر میں گاڑ دیا ان کے سارے مکران کے خلاف اور ان میں جمع کر دیئے اور اللہ تعالیٰ کی یہ بات ان میں صادق ہوئی۔ ویمکرون ویمکر اللہ واللہ خیر الماکرین [الانفال: ۳۰] اور یہ ارشاد ولا یحیی المکر السیئ الی باہلہ۔

[فاطر: ۳۳]

اللہ تعالیٰ خالق ہے اور عمر کا کم زیادہ ہونا اسی کے اختیار میں ہے:

۱: وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ (اور اللہ تعالیٰ نے ہی تمہیں پیدا کیا) یعنی تمہارے باپ کو من تراب ثم (مٹی سے پھر) تمہیں پیدا کیا من نطفة ثم جعلکم ازواجاً (نطفہ سے پھر تمہیں جوڑے جوڑے بنایا) ازواجاً کا معنی اصناف ہے یا مذکر و مؤنث و ما تحمیل من انثی و لا تنضع الا بعلمہ (اور کسی عورت کو حمل نہیں رہتا اور نہ وہ جنتی ہے مگر سب اس کی اطلاع سے) بعلمہ یہ موضع حال میں ہے ای الا معلومة له مگر کہ اس کو معلوم ہے۔ و ما یعمّر من مّعمر (اور نہ کسی کی عمر زیادہ کی جاتی ہے)۔ یعنی و ما یعمّر من احد نہ کسی کی عمر زیادہ کی جاتی ہے۔ اس کو معمر کہا کیونکہ وہ اس کی طرف جانے والا ہے۔ و لا ینقص من عمرة الا فی

کِتَاب (اور نہ کسی کی عمر کم کی جاتی ہے۔ مگر یہ سب لوح محفوظ میں ہوتا ہے) کتاب سے لوح محفوظ یا صحیفہ انسانی مراد ہے۔
قراءت: زید نے ولا یَنْقُصُ پڑھا ہے۔

سوال: انسان یا تو طویل العمر ہوگا یا قصیر العمر پھر یا تو اس پر عمر ملنا پے در پے ہوگا۔ اور اس کے خلاف محال ہے تو پھر وما یعمر من معمر ولا ینقص من عمرہ کیسے درست ہوا؟

جواب: اس کلام میں گنجائش چھوڑی گئی۔ اس کی تاویل کے سلسلہ میں سامعین کے فہم پر اعتبار کیا گیا اور ان کی عقلوں پر بھروسہ کیا گیا کہ وہ اس کا درست معنی عقلوں سے معلوم کر لیں گے اور یہ کہ ان پر عمر میں طول و قصر کا محال ہونا ملتبس نہ ہوگا۔ اور لوگوں کی کلام کا مدار اسی پر ہے۔ لوگ کہتے ہیں۔ نمبر ۱۔ اللہ تعالیٰ کسی بندے کو ثواب یا سزا نہیں دیتے مگر یہ برحق ہے۔ نمبر ۲۔ آیت کی تاویل یہ ہے وہ صحیفہ میں لکھتے ہیں کہ اس کی عمر اتنے اتنے سال ہے پھر اس کے نیچے لکھتے ہیں ایک دن چلا گیا یہ دو دن چلے گئے یہاں تک کہ وہ عمر انتہاء کو پہنچتی ہے۔ اس کی عمر کم ہونا ہے (یہ سعید بن جبیر کا قول ہے) قتادہ سے مروی ہے کہ المعمر جس نے اپنی عمر کے ساٹھ سال پائے۔ المنقوص عمر سے مراد جو ساٹھ سال سے پہلے مر جائے۔ اِنَّ ذٰلِكَ (بیشک یہ سب) شمار کرنا یا زیادت و نقصان عمر علی اللہ یسیر (اللہ تعالیٰ پر آسان ہے)۔

وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرَانِ ۗ هَذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَائِغٌ شْرَابُهُ وَهَذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ ۗ

اور دو سمندر برابر نہیں، یہ میٹھا ہے پیاس بجھانے والا آسان ہے اس کا پینا اور یہ شور ہے کڑوا،

وَمِنْ كُلِّ تَاكُلُونَ لَحْمًا طَرِيًّا وَتَسْتَخْرِجُونَ حِلْيَةً تَلْبَسُونَهَا وَتَرَى الْفُلْكَ فِيهِ

اور ہر ایک میں سے تم تازہ گوشت کھاتے ہو، اور نکالتے ہو زیور جسے تم پہنتے ہو، اور اسے مخاطب تو کشتیوں کو دیکھتا ہے کہ وہ پانی کو پھاڑتی ہوئی

مَوَاحِرٍ لَتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ ۗ وَلِعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝۱۲ ۗ يُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُؤَلِّجُ

پہل جاتی ہیں تاکہ تم اس کے فضل سے تلاش کرو اور تاکہ تم شکر ادا کرو۔ دو رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو

النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۗ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُّسَمًّى ۗ ذَلِكُمْ اللَّهُ

رات میں، اور اس نے سورج کو اور چاند کو مسخر فرمایا، ہر ایک مقررہ وقت کے لیے چلتا ہے، یہ اللہ

رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۗ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ ۝۱۳ ۗ

رب ہے تمہارا، اسی کے لیے ملک ہے، اور اس کے سوا جن لوگوں کو پکارتے ہو وہ مجبور کی محفل کے چھلکے کے برابر بھی اختیار نہیں رکھتے۔ اور

تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُونَ دَعْوَكُمْ ۗ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ ۗ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ

تم ان کو پکارو تو تمہاری پکار نہیں سنیں گے اور اگر وہ سن لیں تو تمہاری بات نہ مانیں گے اور قیامت کے دن

يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ ۗ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ ۝۱۴ ۗ

وہ تمہارے شرک سے منکر ہو جائیں گے اور خبر رکھنے والے کے برابر تجھے کوئی نہیں بتا سکتا۔

قدرت کا ایک اور نمونہ:

۱۳: وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرَانِ هَذَا (اور دونوں دریا برابر نہیں) ہذا یہاں احدہما کے معنی میں ہے ان دونوں میں سے ایک عَذْبٌ فُرَاتٌ (ایک تو میٹھا) نہایت شیریں ایک قول یہ ہے وہ جو پیاس کو بھادے۔ سَائِغٌ شْرَابُهُ (خوشگوار اس کا پینا) منھاس کی وجہ سے حلق سے جلد نیچے اترنے والا، اسی لئے اس کا پینا اچھا ہے۔ وَهَذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ (اور ایک شورخ ہے) نہایت نمکین ایک قول یہ ہے جو اپنی نمکینی سے جلا ڈالے۔ وَمِنْ كُلِّ (ان میں ہر ایک سے) تَاكُلُونَ لَحْمًا طَرِيًّا (تم تازہ گوشت کھاتے ہو وہ چھلی ہے)۔ وَتَسْتَخْرِجُونَ حِلْيَةً تَلْبَسُونَهَا (اور اس سے زیور نکالتے ہو جس کو تم پہنتے ہو) اس زیور سے مراد مونگے اور موتی ہیں۔ وَتَرَى الْفُلْكَ فِيهِ (اور تو کشتیوں کو ہر ایک میں دیکھتا ہے)۔ مَوَاحِرٍ (پانی کو پھاڑتی ہیں) چلنے سے پانی کو پھاڑتی

ہیں کہا جاتا ہے خیرت السفینة الماء ای سقته موخر جمع ماخر کی ہے۔ لَتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ (تا کہ تم اس کی روزی ڈھونڈو) فضلہ ای من فضل اللہ آیت میں اگرچہ اس کا ذکر نہیں آیا مگر پہلے اس کا ذکر آیا ہے۔ اگر پہلے تذکرہ نہ بھی ہوتا تو پھر بھی اشکال نہیں تھا کیونکہ معنی میں اس کے لئے دلالت موجود ہے۔ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ (اور تا کہ تم شکر گزار ہو) اللہ تعالیٰ کے اس کے انعامات پر جو اس نے محض اپنے فضل سے دے رکھے ہیں۔ سمندروں کا شیریں اور کھاری ہونا یہ مؤمن و کافر کی مثالیں ہیں۔ پھر بطور استطراد دونوں سمندروں کی صفات اور جو انعامات و عطیات ان کی وجہ سے عنایت فرمائے ان کا ذکر کر دیا۔

اور یہ بھی احتمال ہے کہ غیر استطرادی طور پر ذکر کیا ہو اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ دونوں جنسوں (مؤمن و کافر) کو دو سمندروں سے تشبیہ دی پھر کڑوے سمندر کو کافر پر فضیلت دیتے ہوئے فرمایا۔ کڑوا سمندر تو میٹھے کے ساتھ بعض اہم فوائد میں شریک ہے۔ مثلاً مچھلی، موتی، جہازوں کا چلنا مگر کافر بالکل نفع سے خالی ہے۔ اس صورت میں یہ آیت اس کے مشابہ ہے: ثم قست قلوبكم من بعد ذلك فهي كالحجارة او اشد قسوة پھر فرمایا۔ وان من الحجارة لما يتفجر منه الا نهار و ان منها لما يمشق فيخرج منه الماء وان منها لما يهبط من خشية الله [البقرہ: ۷۴]

مظاہر قدرت دن رات کا آنا جانا:

۱۳: يُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُؤَلِّجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ (وہ رات کو دن میں داخل کر دیتا ہے اور دن کو رات میں داخل کر دیتا ہے)۔ ایک کی کچھ گھڑیاں دوسرے میں داخل کر دیتا ہے یہاں تک کہ ان میں سے بڑھنے والا پندرہ گھنٹہ سے بڑھ جاتا ہے اور کم ہونے والا نو گھنٹے وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ (اور اس نے سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے) اس نے صورت میں سب سے زیادہ روشن کو سب سے زیادہ بد سیرت کے تابع کر دیا۔ كُلُّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُّسَمًّى (ہر ایک ان میں ایک وقت مقررہ تک چلتے رہیں گے) یعنی قیامت کے دن ان کی چال منقطع ہو جائے گی۔ ذَلِكُمْ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ (یہی اللہ تعالیٰ تمہارا پروردگار ہے اسی کی سلطنت ہے)۔

نَحْنُ: ذَلِكُمْ مَبْدَأُ اللَّهِ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ یہ اخبار مترادفہ ہیں۔ نمبر ۲۔ اللہ ربکم یہ ان کی خبر ہے۔ له الملك۔ یہ جملہ ابتدائیہ ہے جو قرآن میں واقعہ ہے۔

وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ (اور اس کے سوا جن کو تم پکارتے ہو) یعنی وہ بت جن کی تم اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتے ہو۔ قراءت: تہیہ نے يَدْعُونَ پڑھا ہے۔

جن کو معبود قرار دیا گیا وہ قیامت کے دن انکار کریں گے:

مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ (وہ کھجور کی گٹھلی کے برابر بھی اختیار نہیں رکھتے) قِطْمِيرٍ وہ چھلکا جو گٹھلی پر لپٹا ہوتا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ۝۱۵

اے لوگو! تم سب اللہ کے محتاج ہو اور اللہ غنی ہے تعریف کا مستحق ہے۔ اور

يَسْأَلُكُمْ وَيَأْتِي بِخَلْقٍ جَدِيدٍ ۝۱۶ وَمَا ذَلِكُ عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ ۝۱۷ وَلَا

وہ چاہے تو تمہیں ختم کر دے اور نئی مخلوق پیدا فرما دے۔ اور یہ اللہ پر کچھ مشکل نہیں۔ اور

تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۖ وَإِن تَدْعُ مُثْقَلَةٌ إِلَىٰ جِمْلِهَآ لَا يَحْمِلُ مِنْهُ شَيْءٌ

کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور اگر کوئی بوجھ والا اپنا بوجھ اٹھانے کے لیے بلائے گا تو اس میں سے کچھ بھی نہیں اٹھایا جائے گا

وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ ۖ إِنَّمَا تُنذِرُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ

اگرچہ قربت دار ہی ہو، آپ صرف انہی لوگوں کو ڈراتے ہیں جو بن دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں

وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ ۖ وَمَنْ تَزَكَّىٰ فَإِنَّمَا يَتَزَكَّىٰ لِنَفْسِهِ ۖ وَإِلَى اللَّهِ الْمَصِيرُ ۝۱۸

اور انہوں نے نماز قائم کی، اور جو شخص پاکیزہ بنا تو وہ اپنی جان کے لیے پاکیزگی اختیار کرتا ہے، اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جاتا ہے۔

۱۳: اِنْ تَدْعُوهُمْ (اگر تم ان کو پکارو بھی) یعنی بتوں کو لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ (وہ تمہاری پکار کو سنیں گے نہیں)۔ کیونکہ وہ جماد ہیں۔ وَلَوْ سَمِعُوا (اور اگر وہ سن لیں) بالفرض مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ (تو وہ تمہارا کہنا نہ مانیں گے) کیونکہ وہ اس الوہیت کے دعویدار نہیں جس کے تم ان کے متعلق دعویدار ہو۔ اور وہ اس سے بیزاری کا اظہار کریں گے۔ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بَشْرِكِكُمْ (اور قیامت کے دن وہ تمہارے شرک کرنے کی مخالفت کریں گے) تمہارے شریک ٹھہرانے اور ان کی عبادت کرنے کا اور کہیں گے مَا كُنْتُمْ اِيَّانَا تَعْبُدُونَ [یونس: ۲۸] وَلَا يَنْبُتُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ (اور تمہیں خبر رکھنے والے کی طرح کوئی نہیں بتلائے گا) یعنی دھوکے کے اسباب پر مر مٹنے والے! تمہیں اور کوئی اس طرح نہ بتلائے گا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہیں معاملات کی مخفی حقیقتوں کی خبر دی ہے۔ اور اس کی حقیقت اس طرح ہے: وَلَا يَخْبِرُكَ بِالْأَمْرِ مَخْبِرٌ هُوَ مِثْلُ خَبِيرٍ عَالِمٌ بِهِ۔ اور اے مخاطب تجھے کوئی خبر دینے والا اس امر کی خبر نہ دے گا۔ جو خبر دینے والا اس کی طرح ہو جو کہ اس کا پورے طور پر علم رکھنے والا ہے۔ مراد یہ ہے کہ اس معاملے سے خبر رکھنے والا وہ اکیلا ہی ہے جو کہ تجھے حقیقت کی خبر دے سکتا ہے دوسرے مخبرین نہیں۔ مطلب یہ ہوا میں نے بتوں کے متعلق تمہیں خبر دی ہے یہ برحق ہے کیونکہ جو خبر میں نے دی میں اس کی اچھی طرح خبر رکھنے والا ہوں۔ (محض انکل کی بات نہیں کہہ رہا)

وہ ایسا غنی جو اغنیاء کو دینے والا ہے:

۱۵: يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ (اے لوگو! تم اللہ تعالیٰ ہی کے محتاج ہو)۔

قول ذوالنون رحمہ اللہ:

مخلوق ہر سانس اور قدم اور ہر لحظہ اس کی محتاج ہے اور کیسے نہ ہو؟ اس لئے کہ ان کا وجود اسی کے وجود دینے سے اور ان کی بقاء اسی سے ہے۔ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ (اور اللہ تعالیٰ ہی بے نیاز ہیں) تمام اشیاء سے۔
الْحَمِيْدُ: (خوبیوں والے ہیں) ہر زبان کی مدح خواں ہے۔

انسانوں کو تحقیر کیلئے فقراء نہیں فرمایا۔ بلکہ انسان کے استغناء پر تعریض کی گئی ہے اسی لئے تو اپنا وصف الغنی لائے غنی وہ ذات ہے جو اغنیاء کو کھانا کھلائے اور الْحَمِيْدُ۔ کا ذکر کیا۔ تاکہ یہ دلالت ہو کہ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہیں اور اپنی بے نیازی سے مخلوق کو نفع پہنچانے والے ہیں۔ وہ ایسے سخی ہیں جو کہ ان پر انعام فرمانے والے ہیں۔ کیونکہ غنی اپنے غناء سے فائدہ نہیں پہنچا سکتا جب تک کہ وہ غنی سخی و انعام کرنے والا نہ ہو۔ جب وہ سخاوت کرے گا اور انعام فرمائے گا۔ تو انعام یافتہ اس کی تعریف کریں گے۔

قول سہل رحمہ اللہ:

جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو اپنے لئے غناء کی صفت اختیار فرمائی اور مخلوق کیلئے فقر کی جس نے غناء کا دعویٰ کیا اس کو اللہ تعالیٰ سے حجاب میں کر دیا جاتا ہے اور جس نے اپنے فقر کو ظاہر کیا اس کا فقر اس کو اللہ تعالیٰ تک پہنچا دے گا۔ پس بندے کو مناسب یہ ہے کہ پوشیدہ طور پر اسی ہی کی بارگاہ میں محتاجی کا اظہار کرے اور غیر سے کٹ کر اسی کا ہور ہے۔ تاکہ اس کی عبادت اخلاص والی بنے۔

عبودیت و غناء:

العبودیت: کی حقیقت تذلل و خضوع ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے سوال نہ کرنا یہ اس کی علامت ہے۔

قول واسطی:

ہے کہ جو اللہ تعالیٰ سے استغناء طلب کرے وہ محتاج نہ ہوگا۔ اور جس نے اللہ تعالیٰ سے عزت پائی وہ ذلیل نہ ہوگا۔

قول الحسین عسید:

بندہ اللہ تعالیٰ کے سامنے جتنی محتاجی ظاہر کرنے والا ہوگا اتنا ہی وہ اللہ تعالیٰ سے غناء پانے والا ہوگا۔ جوں جوں اس کی طرف محتاجی بڑھتی جائے گی غناء ترقی کرتا جائے گا۔

قول یحییٰ عسید:

کہ فقر بندے کیلئے غناء سے زیادہ بہتر ہے۔ کیونکہ فقر میں عاجزی ہے اور غناء میں کبر ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف تواضع و عاجزی سے رجوع کرنا کثرت اعمال کے ذریعہ رجوع کرنے سے بہتر ہے۔

اولیاء کی صفات ثلاثہ: نمبر ۱۔ ہر چیز میں اللہ تعالیٰ پر پختہ یقین نمبر ۲۔ ہر چیز میں اسی ہی کی طرف احتیاجی نمبر ۳۔ اور ہر چیز میں اسی ہی کی طرف رجوع۔

قول شبلی رحمۃ اللہ علیہ:

فقر مصائب کو کھینچ لاتا ہے اور اس کی تمام آزمائش عزت ہے۔

۱۶، ۱۷: اِنْ يَشَاءُ يُدْهِبْكُمْ (اگر وہ چاہے تم کو فناء کر دے) تم سب کو عدم میں پہنچا دے۔ ان کا غناء قدم میں تمہاری وجہ سے نہیں بلکہ ذاتی ہے۔ وَيَأْتِ بِخَلْقٍ جَدِيدٍ (اور نئی مخلوق کو لے آئے) وہ تمہاری حمد کے بغیر بھی حمید ہے۔ وَمَا ذَلِكُمْ (اور یہ) پیدائش و افناء عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ (اللہ تعالیٰ پر مشکل نہیں) ممتنع نہیں۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

وہ تمہارے بعد ایسے لوگ پیدا کر دے جو اس کی عبادت کرنے والے ہوں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک کرنے والے نہ ہوں۔

ہر ایک اپنا ذمہ دار ہوگا:

۱۸: وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ (اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا) کوئی گناہ گار نفس کسی دوسرے نفس کا گناہ اپنے اوپر نہ اٹھائے گا۔

الوزر اور الوقر دونوں لفظ ایک ہیں۔ کہتے ہیں وزر الشی جبکہ وہ اس کو اٹھانے والی چیز کی صفت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہر نفس قیامت کے دن اپنا بوجھ ہی اٹھائے گا۔ جو ان گناہوں کا ہوگا جن کا اس نے ارتکاب کیا۔ کوئی دوسرا نفس اس کے گناہوں کے بدلے میں پکڑا نہ جائے گا۔ جیسا کہ دنیا کے جبارہ دوست کو دوست اور پڑوسی کو دوسرے پڑوسی کے بدلے پکڑتے ہیں۔

یہاں وازرۃ فرمایا گیا۔ ولا تزر نہیں فرمایا کیونکہ مطلب آیت کا ہے کہ گناہوں سے بوجھل نفوس میں جس کو بھی تم دیکھو گے وہ اپنا بوجھ اپنے اوپر لادنے والا ہوگا نہ کہ دوسرے کا۔ ارشاد فرمایا ولیحملن اثقالہم واثقالا مع اثقالہم [العنکبوت: ۱۳] یہ آیت گمراہوں اور گمراہ کرنے والوں کے سلسلہ میں وارد ہوئی ہے۔ وہ لوگوں کو گمراہ کرنے کا بوجھ اپنے بوجھوں کے ساتھ اٹھانے والے ہونگے اور یہ ان کے اپنے ہی بوجھ ہیں اس میں ذرہ بھر بھی دوسرے کے بوجھ شامل نہیں ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی کس طرح اس قول میں تکذیب فرمائی۔ اتبعوا سبیلنا ولنحمل خطایا کم [العنکبوت: ۱۳] فرمایا و ماہم بحاملین من خطایا ہم من شیء۔

وَأَنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ إِلَىٰ جَمِيلِهَا (اور اگر کوئی بوجھ لدا ہو کسی کو بوجھ اٹھانے کیلئے بلائے گا) مثقلۃ سے نفس مثقلہ مراد ہے جو

گناہوں سے بوس ہوگا کسی دوسرے کو بوجھ اٹھانے کی طرف بلائے گا۔ الی حملھا سے اپنے بوجھ کی طرف جو کہ گناہوں کا ہوگا تاکہ وہ اس سے کچھ بوجھ اٹھائے۔ لَا يُحْمَلُ مِنْهُ شَيْءٌ وَكُلُّ كَانٍ (تب بھی اس میں سے کچھ بوجھ بھی اٹھایا نہ جائے گا۔ اگرچہ وہ شخص قرابتدار ہی ہو) یعنی جس کو ملایا گیا اور یہ ان تدع سے سمجھ آ رہا ہے۔ ذَا قُرْبَىٰ قرابتدار جیسے باپ، بیٹا، بھائی۔

فرق:

ولا تزر وازرة وزر اخرى اور وان تدع مثقلة الى حملها لا يحمل منه شيء میں یہ ہے کہ اول آیت اللہ تعالیٰ کے اپنے فیصلوں میں عدل کو بتلا رہی ہے اور یہ بتلا رہی ہے کہ بغیر گناہ کے کسی سے مواخذہ نہ ہوگا۔ اور دوسری آیت میں یہ بیان کیا گیا کہ جو آدمی فریادرس اس دن طلب کرے گا اس کی کوئی فریادری کرنے والا نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ اگر کوئی ایسا نفس جس کو بوجھ نے نڈھال کر رکھا ہو وہ اگر اپنے بوجھ میں تخفیف کیلئے بلائے گا۔ تو کوئی اس کی بات کو قبول نہ کرے گا۔ اور نہ اس کی فریادری کرے گا۔ خواہ جس کو اس نے مدد کی دعوت دی ہے اس کا قریب ترین رشتہ دار ہو۔ اِنَّمَا تُنذِرُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ (بیشک آپ ان لوگوں کو ڈرا سکتے ہیں جو اپنے رب تعالیٰ سے ڈرتے ہیں) تمہارے انذار سے ان لوگوں کو فائدہ پہنچے گا۔

بِالْغَيْبِ (بن دیکھے) یہ فاعل سے حال ہے نمبر ۲۔ مفعول سے حال ہے ای یخشون ربهم غائبین عن عذابہ یا یخشون عذابہ غائبا عنہم وہ اپنے رب تعالیٰ سے اس حال میں ڈرنے والے ہیں کہ اس کا عذاب ان کے سامنے نہیں یا وہ اس کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں اس حال میں کہ وہ عذاب ان سے غائب ہے۔ ایک اور قول یہ ہے وہ اپنے رب سے خوشحالی میں ڈرتے ہیں۔ اس طرح کہ کسی دوسرے کو اس کی اطلاع بھی نہیں۔ وَاَقَامُوا الصَّلَاةَ (اور وہ نماز کو اس کے اوقات میں قائم کرنے والے ہیں)۔ وَمَنْ تَزَلَّتْ (اور جس شخص نے پاکیزگی اختیار کی) طاعات کر کے اپنے کو پاک کیا اور گناہوں کو چھوڑ کر پاک ہوئے۔ فَاِنَّمَا يَتَزَلَّتْ لِنَفْسِهِ (وہ اپنے نفس کیلئے پاکیزگی اختیار کرنے والا ہے) یہ جملہ معترضہ ہے۔ جو ان کی خشیت کی تاکید کیلئے لایا گیا ہے۔ اور اقامتِ صلوٰۃ کی تاکید ہے کیونکہ یہ دونوں چیزیں ایسی ہیں جن کا تعلق تزکیہ سے ہے۔ وَاللّٰهِ الْمَصِيْرُ (اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹنا ہے) لوٹنے کی جگہ ہے اس میں مشرکین کو ثواب کا وعدہ کیا جا رہا ہے بشرطیکہ وہ ایمان قبول کر لیں۔

وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ ﴿۱۹﴾ وَلَا الظُّلُمَاتُ وَلَا النُّوْرُ ﴿۲۰﴾ وَلَا الظُّلُّ وَلَا الْحَرُّ ﴿۲۱﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ ﴿۲۲﴾ إِنَّ اللَّهَ يَسْمَعُ مَنْ يَشَاءُ ﴿۲۳﴾

اور نابینا اور دیکھنے والا برابر نہیں۔ اور نہ اندھیریاں اور روشنی برابر ہے۔ اور نہ سایہ اور

دھوپ برابر ہیں اور نہ زندہ اور مردہ برابر ہیں۔ بلاشبہ اللہ جسے چاہتا ہے سنواتا ہے،

وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُورِ ﴿۲۲﴾ إِنَّ أَنْتَ إِلَّا نَذِيرٌ ﴿۲۳﴾ إِنْ أَرْسَلْنَاكَ

اور آپ ان لوگوں کو سنانے والے نہیں جو قبروں میں ہیں آپ صرف ڈرانے والے ہیں۔ بے شک ہم نے آپ کو

بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَإِنْ مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ ﴿۲۴﴾ وَإِنْ يُكَذِّبُوكَ

حق کے ساتھ بھیجا ہے بشیر اور نذیر بنا کر، اور کوئی بھی امت ایسی نہیں ہے جس میں ڈرانے والا نہ گذرا ہو۔ اور اگر وہ آپ کو جھٹلاتے ہیں

فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ وَ

تو ان سے پہلے جو لوگ تھے وہ بھی جھٹلا چکے ہیں، ان کے پاس ان کے پیغمبر کھلے ہوئے معجزات اور صحیفے اور روشن

بِالْكِتَابِ الْمُنِيرِ ﴿۲۵﴾ ثُمَّ أَخَذْتُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ﴿۲۶﴾

کتابیں لے کر آئے۔ پھر میں نے ان لوگوں کو پکڑ لیا جنہوں نے کفر کیا سو میرا عذاب کیا ہوا۔

مؤمن و کافر برابر نہیں جیسے اندھیرا اور روشنی، سایہ و دھوپ برابر نہیں:

۱۹: وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ (اور اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں) یہ مؤمن و کافر کی مثال ہے۔ نمبر ۲۔ عالم و جاہل کی مثال ہے۔

۲۰: وَلَا الظُّلُمَاتُ وَلَا النُّوْرُ (اور نہ اندھیرے یعنی کفر اور نہ روشنی یعنی ایمان)۔

۲۱: وَلَا الظُّلُّ وَلَا الْحَرُّ (اور نہ سایہ اور نہ دھوپ) حق اور باطل نمبر ۲۔ جنت و دوزخ۔ الحر و گرم ہوا کو کہتے ہیں جیسے لو۔ البتہ لو دن کو ہوتی ہے۔ اور الحر و ریہ دن، رات ہوتی ہے، یہ فراء سے منقول ہے۔

کفار کو مردوں کی طرح مسموعات سے فائدہ نہیں:

۲۲: وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ (اور برابر نہیں زندہ اور نہ مردہ) یہ ان لوگوں کی مثال ہے جو اسلام میں داخل ہوئے اور وہ لوگ جو اس میں داخل نہ ہوئے۔ اور لا کا اضافہ نفی کے معنی کی تاکید کیلئے ہے۔ اور ان واوات کے درمیان فرق یہ ہے کہ بعض تو طاق کو طاق کے ساتھ اور بعض جفت سے جفت تک کیلئے ہیں۔ إِنَّ اللَّهَ يَسْمَعُ مَنْ يَشَاءُ وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي

الْقُبُورِ (بیشک اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بنا سکتا ہے اور آپ ان کو نہیں بنا سکتے جو قبروں میں ہیں)۔ یعنی وہ جانتا ہے کہ کون اسلام میں داخل ہوگا۔ اور کون نہیں داخل ہوگا۔ پس جس کو چاہتا ہے وہ ہدایت دیتا ہے باقی آپ پر ان کا معاملہ مخفی ہے اسی لئے آپ ان لوگوں کے اسلام پر بھی حرص کرنے والے ہیں۔ جو اسلام سے علیحدگی اختیار کرنے والے اور ہٹنے والے ہیں۔ اس میں کفار کو مردوں سے تشبیہ دی کہ جس طرح وہ اپنے مسموعات سے فائدہ حاصل نہیں کر سکتے اسی طرح یہ بھی۔

۲۳: اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِيرٌ (آپ تو صرف ڈرسانے والے ہیں) یعنی آپ کے ذمہ صرف یہ ہے کہ آپ پہنچادیں اور ڈرائیں خواہ جس کو ڈرنا یا گیا۔ ان میں سے ہو جو سن کر نفع حاصل کرتا ہے۔ خواہ ان میں سے ہو جو نفع حاصل نہیں کرتا بلکہ اصرار علی الکفر کرنے والا ہے۔ آپ پر کچھ گناہ نہ ہوگا۔

۲۴: اِنَّا اَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ (ہم ہی نے آپ کو حق دے کر بھیجا) بالحق: یہ دونوں میں سے ایک سے حال ہے۔ ای محقق یا محققین۔ نمبر ۲۔ مصدر کی صفت ہے ای ارسالاً مصحوباً بالحق۔ ایسا بھیجنا جو حق سے ملا ہوا ہے۔ بَشِيرًا (خوشخبری سنانے والے ہیں) وعدوں کے ساتھ وَ نَذِيرًا (اور ڈرسانے والے ہیں) وعید کے ذریعہ وَ اِنْ مِنْ اُمَّةٍ (اور کوئی امت ایسی نہیں) جو امت بھی آپ کی امت سے پہلے ہوئی۔ الامم کثیر جماعت کو کہتے ہیں۔ جیسا اس ارشاد میں ہے وَ جَدَّ عَلَيْهِ اُمَّةٌ مِنَ النَّاسِ [القصاص: ۲۳] امت ہر زمانہ والوں کو کہا جاتا ہے یہاں اہل زمانہ ہی مراد ہیں۔ انذار کے آثار حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان موجود تھے۔ وہ زمانے کسی نذیر سے خالی نہیں رہے۔ جب عیسیٰ علیہ السلام کے انذار کے اثرات مٹ گئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا۔ اِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ (مگر کہ ان میں ایک ڈرانے والا گزرا) خلا گزرنے کے معنی میں ہے ڈرانے کا مطلب یہ ہے کہ ان کو سرکشی کی بدمزگی اور ناشکری کے بدترین انجام سے ڈرائیں۔

نکتہ: آیت کے شروع میں بشیر و نذیر دونوں کا ذکر کیا مگر انتہاء پر نذیر کے ذکر پر اکتفا کیا کیونکہ نذارت و بشارت اضداد ہیں ایک کا تذکرہ دوسرے کے تذکرہ پر دلالت کرتا ہے۔

۲۵: وَ اِنْ يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ (اور اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلائیں تو جو لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں انہوں نے بھی اپنے رسولوں کو جھٹلایا تھا)۔ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ (ان کے رسول ان کے پاس لائے) یہ حال ہے اور قد مضموم ہے۔

بِالْبَيِّنَاتِ (دلائل) معجزات وَ بِالزُّبُرِ (اور صحیفے) وَ بِالْكِتَابِ الْمُنِيرِ (اور روشن کتابیں) یعنی تورات، انجیل، زبور۔ جب یہ اشیاء جنس انبیاء علیہم السلام میں پائی گئیں۔ اسی لئے لانے کی نسبت مطلقاً تمام انبیاء علیہم السلام کی طرف کر دی۔ اگرچہ بعض چیزیں ان تمام میں پائی جاتی تھیں۔ اور وہ واضح دلائل ہیں اور بعض انبیاء علیہم السلام میں تھیں اور وہ زبور کتابیں تھیں اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے۔

۲۶: ثُمَّ اخَذَتْ (پھر میں نے پکڑ لیا) سزا دی الَّذِينَ كَفَرُوا (کافروں کو قسم قسم کی سزاؤں سے) فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ (پھر میرا عذاب کیسا رہا)۔ میرا انکار اور میرا سزا دینا ان کو کیسا رہا۔

الْمَرْتَانَ اللَّهُ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ ثَمَرَاتٍ مُخْتَلِفًا أَلْوَانُهَا ط

اسے مخاطب آیا تجھے علم نہیں کہ اللہ نے آسمان سے پانی اتارا پھر ہم نے اس کے ذریعہ پھل نکالے جن کے رنگ مختلف ہیں۔

وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بَيْضٌ وَحُمْرٌ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهَا وَغَرَابِيبُ سُودٌ ۲۷

اور پہاڑوں کے مختلف حصے ہیں سفید ہیں اور سرخ ہیں، ان کے رنگ مختلف ہیں، اور ان میں گہرے سیاہ رنگ والے بھی ہیں۔

وَمِنَ النَّاسِ وَالْأَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ كَذَلِكَ إِنَّمَا

اور انسانوں میں اور چوپایوں میں اور جانوروں میں ایسے ہیں جن کے رنگ مختلف ہیں، اسی طرح اللہ سے

يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ غَفُورٌ ۲۸

وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں، بے شک اللہ تعالیٰ غلبہ والا ہے بخشنے والا ہے۔ بلاشبہ جو لوگ

يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا

اللہ کی کتاب کو پڑھتے ہیں اور انہوں نے نماز کو قائم کیا اور ہم نے جو کچھ انہیں عطا فرمایا ہے اس میں سے خفیہ کیا چھپے سے

وَعَلَانِيَةً يَرْجُونَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُورَ ۲۹ لِيُؤْفِقَهُمْ أَجُورَهُمْ وَيَزِيدَهُم

اور ظاہری طور پر یہ لوگ ایسی تجارت کی امید رکھتے ہیں جو کبھی ہلاک نہ ہوگی۔ تاکہ ان کا رب انہیں پورا اجر عطا فرمادے اور اپنے فضل سے

مِّن فَضْلِهِ إِنَّهُ غَفُورٌ شَكُورٌ ۳۰ وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ هُوَ الْحَقُّ

اور زیادہ ہے۔ بلاشبہ وہ خوب بخشنے والا ہے بہت قدر دان ہے۔ اور یہ کتاب جو ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی ہے بالکل حق ہے

مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ إِنَّ اللَّهَ بِعِبَادِهِ لَخَبِيرٌ بَصِيرٌ ۳۱ ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ

جو ان کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے جو اس سے پہلے تھیں، بلاشبہ اللہ اپنے بندوں کی پوری خبر رکھنے والا ہے خوب دیکھنے والا ہے۔ پھر ہم نے ان لوگوں کو

الَّذِينَ أَصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَ

کتاب کا وارث بنایا جنہیں ہم نے اپنے بندوں میں سے چن لیا، ان میں سے بعض وہ ہیں جو اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں، اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو درمیانہ انداز والے ہیں

مِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ يُأْتِنُ اللَّهُ ذَلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ ۳۲ جَنَّتٌ عَدْنٍ

اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو باذن اللہ بھلائی کے کاموں میں آگے بڑھنے والے ہیں، یہ اللہ کا بڑا فضل ہے۔ وہ ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں

يَدْخُلُونَهَا يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ ۳۳

جن میں سے یہ لوگ داخل ہوں گے اس میں انہیں سونے کے کنگن اور موتی زیور کے طور پر پہنائے جائیں گے اور اس میں ان کا لباس ریشم کا ہوگا۔

قدرت کے نمونے:

۲۷: اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَاءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖ (کیا تم نے اس بات پر نظر نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اتارا پھر اس کے ذریعہ ہم نے نکالا) اہ کی ضمیر ماء کی طرف راجع ہے۔ ثَمَرَاتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا (پھل مختلف رنگت کے) الوان سے اجناس مراد ہیں جیسے انار، سیب، انجیر، انگور وغیرہ جن کی تعداد گنی نہیں جاسکتی۔ نمبر ۲۔ الوان سے ہیئت مراد ہے۔ جیسے سرخی، زردی، سبزی وغیرہ۔ وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ (اور پہاڑوں کے بھی مختلف حصے ہیں) جدد جمع جُدَّة کی ہے جیسے مدد جمع مُدَّة کی ہے راستہ کے معنی میں۔ مختلف رنگ کے راستے۔ بِيضٌ وَحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِيبُ سُودٌ (سفید اور سرخ ان کی رنگتیں مختلف ہیں اور بہت گہرے سیاہ) غرابیب جمع غرابیب یہ اسود کی تاکید ہے عرب کے لوگ کہتے ہیں۔ اسود غرابیب وہ جو انتہائی سیاہ ہو اور سخت سیاہ ہو غراب کا لفظ اسی سے ہے۔

قاعدہ یہ تھا کہ تاکید کو مود کے بعد لاتے جیسا کہتے ہیں۔ اصفر فاقع، مگر مود کو پہلے مضمرا لائے اور بعد والے کو اس کی تاکید بنایا۔ اور ایسا تاکید مزید کیلئے کیا جاتا ہے۔ اس لئے کہ وہ ایک ہی معنی پر دو طریقوں سے اظہار و اضمار سے یکساں دلالت کرتا ہے۔ مضاف کو محذوف ماننا ضروری ہے۔ وَمِنَ الْجِبَالِ مِثْلُ اِی مِنَ الْجِبَالِ ذُو جُدَدٍ بِيضٌ وَحُمْرٌ وَسُودٌ، تاکہ وہ اس قول کی طرف لوٹ آئے۔ وَمِنَ الْجِبَالِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهُ جِيسَا كَمَا فَرَمَا ثَمَرَاتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا [فاطر: ۲۷]

۲۸: وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَابِّ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهُ (اور اسی طرح آدمیوں اور جانوروں اور چوپایوں میں بھی بعض ایسے ہیں۔ کہ انکی رنگتیں مختلف ہیں۔) یعنی ان میں سے بعض مختلف رنگت کے ہیں۔ كَذٰلِكَ (اسی طرح) جیسے پھل، پہاڑ مختلف ہیں۔

زبط: جب پہلے الم تر ان اللہ انزل من السماء ماء کہا اور آیات الہیہ کو شمار کیا اور اس کی قدرت کے نشانات گنائے اور اس کی کاریگری کے نمونے بتلائے اور جو مختلف قسم کی اجناس بنائیں۔ اور جن چیزوں سے اس کی ذات و صفات پر استدلال کیا جاسکتا تھا ان کو گنوا چکے تو اس کے بعد فرمایا:

ایک چیز پر بس نہیں:

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ (اللہ تعالیٰ سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں) اس کو جاننے والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو صفات سے پہچانا اور اس کی تعظیم کی اور جس کا علم اس کے متعلق زیادہ ہو اس کا خوف اس سے بڑھ گیا اور جس کا علم اس کے متعلق کم ہے وہ مطمئن ہوا بیٹھا ہے حدیث میں فرمایا تم میں سب سے زیادہ علم والے وہ سب سے زیادہ اس سے ڈرنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے علماء ہی ہیں:

نکتہ: اسم باری تعالیٰ کو مقدم اور العلماء کے لفظ کو مؤخر کر کے یہ اعلان کرنا مقصود ہے کہ جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں ان کے بندوں میں سے وہ علماء ہیں نہ کہ غیر۔ اگر اس کا عکس ہوتا تو پھر معنی اس طرح بنتا کہ وہ نہیں ڈرتے مگر اللہ تعالیٰ سے جیسا کہ اس ارشاد گرامی میں ہے۔ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللَّهَ [الاحزاب: ۳۹] حالانکہ اس آیت کا مفہوم اور ہے اور اس کا اور ہے اس آیت میں یہ بتلایا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے علماء ہی ہیں۔ اور احزاب والی آیت میں فرمایا کہ جس ذات سے ڈرا جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی ہیں۔
 قراءت: ابوحنیفہ، عمر بن عبدالعزیز، ابن سیرین رحمہم اللہ نے اس طرح پڑھا: انما يخشى الله من عباده العلماء۔
 اس قراءت میں خشیت استعارہ ہے مطلب یہ ہے انما يعظم الله من عباده العلماء اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے علماء کو عظمت دیتا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ غَفُورٌ (بیشک اللہ تعالیٰ زبردست بخشنے والے ہیں) اس آیت میں خشیت کے وجوب کی علت ذکر فرمائی۔ کیونکہ اس کی دلالت نافرمانوں کو سزا دینے اور مغلوب کرنے اور اہل اطاعت کو ثواب دینے اور ان سے درگزر کرنے کی ہے۔ اور معاقب اور مٹیبا کا حق یہ ہے کہ وہ اس سے ڈریں۔

۳۹: إِنَّ الَّذِينَ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ (جو لوگ کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں) تلاوت پر مداومت اختیار کرتے ہیں۔ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً (اور نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا اس میں سے پوشیدہ اور علانیہ خرچ کرتے ہیں) یعنی نفلی صدقات کو چھپا کر اور فرضی صدقات سرعام کرتے ہیں۔ یعنی عمل کی حلاوت سے ہٹ کر فقط اس کی تلاوت پر قناعت نہیں کرتے۔ يَرْجُونَ تِجَارَةً (وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں) تجارت سے مراد اطاعت کے بدلہ میں ثواب طلب کرنا۔

يَرْجُونَ: بروجون یہ ان کی خبر ہے۔ لَنْ تَبُورَ (جو کبھی ماند نہ ہوگی) ہرگز کساد بازاری کا شکار نہ ہوگی یعنی ایسی تجارت جس میں خسارہ نہیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ چلے گی۔

وفائے اجر سے وعدہ لقاء مراد ہے:

۳۰: لِيُؤْتِيَهُمْ (تاکہ وہ ان کو پورا پورا دے) یہ لَنْ تَبُورَ کے متعلق ہے۔ اِي لِيُؤْتِيَهُمْ بِنِهَايَةِ عِنْدِهِ (تاکہ وہ ان کو اپنے ہاں رائج کر کے پورا پورا بدلہ دے) اُجُورَهُمْ (ان کا بدلہ) یعنی ان کے اعمال کا ثواب وَيَزِيدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهِ (اور اپنے فضل سے ان کو اور دے) ان کی قبور کو وسیع کر دے۔ نمبر ۲۔ ان کا سفارشی بنا دے جنہوں نے ان پر احسان کیا۔ نمبر ۳۔ ان کی نیکیوں کو دو گنا کر دے نمبر ۴۔ اپنی لقاء کا وعدہ پورا فرما دے۔ بروجون یہ موضع حال میں ہے یعنی وہ امیدوار ہیں اور لام يتلون اور مابعد سے متعلق ہے یعنی انہوں نے یہ تمام کام تلاوت اقامت صلوٰۃ اور انفاق اس غرض کیلئے کیے۔ اور اِنَّ كَيْفَ اِنَّ غَفُورٌ

شکور ہے۔ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ (بیشک وہ بڑا بخشنے والا بڑا قدر دان ہے)۔ یعنی ان کو بخشنے والا ہے۔ ان کے اعمال کی قدر دانی کرنے والا ہے۔ یعنی قلیل عمل پر کثیر اجر عنایت فرمانے والے ہیں۔

۳۱: وَالَّذِيْ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ (اور یہ کتاب جو ہم نے آپ کے پاس بطور وحی بھیجی ہے) الْكِتٰبَ سے قرآن مراد ہے۔ نَحْوًا: مِّنْ بَيٰنِيْهِ ہے۔

هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا (وہ بالکل ٹھیک ہے) یہ حال مؤکدہ ہے کیونکہ حق اس تصدیق سے ہرگز جدا ہونے والا نہیں۔ لَمَّا بَيَّنَّ يَدِيْهِ (اپنے سے پہلی کتابوں کی بھی تصدیق کرتی ہے) بین ید یہ سے گزشتہ کتابیں مراد ہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهِ لَخَبِيْرٌ بَصِيْرٌ (بیشک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی پوری خبر رکھنے والا ہے خوب دیکھنے والا ہے) پس آپ کو جانتا اور آپ کے احوال کو خوب دیکھنے والا ہے۔ اس نے آپ کو اہل دیکھ کر آپ کی طرف اس جیسی معجز کتاب اتاری جو کہ تمام کتب سے سبقت کرنے والی ہے۔

وارثین قرآن کے درجات:

۳۲: ثُمَّ اَوْرَدْنَا الْكِتٰبَ (پھر ہم نے یہ کتاب ان لوگوں کے ہاتھوں پہنچائی) قرآن مجید آپ کی طرف بذریعہ وحی نازل فرمایا پھر ہم نے اس کے پہنچانے کا فیصلہ کیا ان بندوں کو۔ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا (جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے پسند فرمایا) اور وہ آپ کی امت سے صحابہ، تابعین اور تبع تابعین رضی اللہ عنہم اور جوان کے بعد ان کے پیروکار قیامت تک ہونگے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو تمام امتوں پر چنا اور ان کو امت وسط بنایا تاکہ وہ لوگوں پر گواہ ہوں اور ان کو افضل الانبیاء علیہم السلام کی طرف نسبت کا شرف عنایت فرمادیا۔

زَلِظَ: پھر اس امت کے مراتب بالترتیب بیان فرمائے۔ فرمایا فَمِنْهُمْ ظٰلِمٌ لِّنَفْسِيْهِ (پھر بعض تو ان میں سے اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں) وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے منتظر و امیدوار ہیں۔ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ (اور بعض ان میں متوسط درجہ کے ہیں) وہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اچھے برے عمل ملا دیے ہیں۔ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرٰتِ (اور بعض ان میں بھلائی میں ترقی کرنے والے ہیں) یہ تاویل قرآن مجید کے موافق ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ نَمْبِرًا۔ وَالسَّابِقُونَ الْاُولٰٓئِنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ [التوبہ: ۱۰۰] اور اس کے بعد فرمایا نمبر ۲۔ وَالْاٰخِرُونَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ [التوبہ: ۱۰۱] اور پھر فرمایا وَالْاٰخِرُونَ مَرْجُوْنَ لِمَا رَلَلُوْا۔ [التوبہ: ۱۰۲] حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے اس آیت کو نمبر پر تلاوت فرمایا اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہم میں جو سبقت کرنے والے ہیں وہ تو آگے بڑھ جانے والے ہیں۔ اور ہم میں جو مقتصد ہیں وہ نجات پانے والے ہیں۔ اور ہم میں جو ظالم ہیں۔ وہ بخش دیئے جائیں گے (رواہ ابن مردودہ، رواہ العقیلی فی الضعفاء، الکبیر ۳/۴۳۳) اور انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سابق تو جنت میں بلا حساب جائیں گے اور متوسط کا معمولی حساب لیا جائے گا یہاں تک کہ وہ گمان کرنے لگے گا کہ وہ ہرگز نہ بچ سکے گا۔ پھر اس کو رحمت پالے گی اور جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔

(رواہ احمد ۵/۱۹۸۔ مجمع الزوائد ۷/۹۵)

اثر ابن عباس رضی اللہ عنہما: السابق سے مخلص اور المقتصد دکھاوا کرنے والا۔ اور الظالم سے نعمتوں کی ناشکری بلا اصرار کرنے والا۔ کیونکہ تینوں کے جنت میں داخلے کا حکم ہے۔

قول السلف رضی اللہ عنہم:

ربیع بن انسؓ نے کہا الظالم کبائر کا مرتکب۔ المقتصد صغیرہ گناہ کرنے والا۔ نمبر ۳۔ السابق ان تمام سے گریز کرنے والا۔

قول حسن بصری رضی اللہ عنہ:

نمبر ۱۔ الظالم جس کی سیئات زیادہ ہو جائیں نمبر ۲۔ السابق جس کی حسنات بڑھ جائیں۔ نمبر ۳۔ المقتصد جس کی حسنات و سیئات برابر ہوں۔

ابو یوسفؒ سے اس آیت کے متعلق سوال ہوا تو انہوں نے فرمایا۔ یہ تینوں مؤمنوں کی اقسام ہیں۔ کفار کے حالات تو اس کے بعد والذین کفروا لہم نار جہنم [فاطر: ۳۶] میں تذکرہ فرمایا گیا ہے۔ باقی تینوں طبقات ان بندوں میں سے ہیں۔ جن کو بندوں میں سے چنا گیا ہے۔ اسی لئے فرمایا فمنہم ومنہم و منهم تمام ضمائر الذین اصطفینا من عبادنا کی طرف لوٹنے والی ہیں۔ اور یہ اہل ایمان ہیں اور جمہور کا مسلک یہی ہے۔ البتہ الظالم کو مقدم اس لئے کیا گیا تا کہ بتلا دیا جائے کہ ان کی تعداد زیادہ ہے پھر مقتصدین کی تعداد ان کے مقابلہ میں قلیل ہے اور السابقون تو قلیل میں سے اقل ہیں۔

قول ابن عطاء رضی اللہ عنہ:

ظالم کو مقدم اس لئے فرمایا تا کہ وہ اس کے فضل سے مایوس نہ ہوں ایک قول یہ ہے اس کو مقدم یہ بتلانے کیلئے کیا گیا کہ اس کا گناہ اس کو اس کے رب تعالیٰ سے دور نہیں کر سکتا۔

قول دیگر:

یہ ہے کیونکہ سب سے پہلی حالت معصیت پھر توبہ پھر استقامت ہے۔

قول سہل رضی اللہ عنہ:

السابق سے عالم المقتصد سے متعلم اور الظالم سے جاہل مراد ہے۔ اور یہ بھی کہا: سابق وہ ہے جو معاد میں مصروف ہو اور مقتصد وہ جو معاش و معاد میں لگا ہو اور ظالم وہ ہے جو معاد کو چھوڑ کر معاش میں مصروف ہو۔ ایک قول یہ ہے الظالم۔ جو غفلت و عادت سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے۔

المقتصد وہ ہے جو رغبت و رہبت کے ساتھ ان کی عبادت کرے۔ السابق جو ان کی عبادت ہیبت و استحقاق سے کرے۔

ایک قول:

یہ ہے الظالم جو دنیا خواہ حلال ہو یا حرام سب لے لے۔ المقتصد جو محنت کرے اور حلال ذریعہ سے حاصل کرے۔

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَذْهَبَ عَنَّا الْحَزْنَ إِنَّ رَبَّنَا لَغَفُورٌ شَكُورٌ ۝۳۴ الَّذِي

اور وہ کہیں گے کہ سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جس نے ہم سے غم کو دور فرما دیا، بلاشبہ ہمارا رب بڑا بخشنے والا ہے خوب قدر دان ہے۔ جس نے

أَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِن فَضْلِهِ لَا يَمَسُّنَا فِيهَا نَصَبٌ وَلَا يَمَسُّنَا فِيهَا الْغُوبُ ۝۳۵

ہمیں اپنے فضل سے رہنے کی جگہ میں نازل فرما دیا، ہمیں اس میں نہ کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ ہمیں اس میں کوئی تکلیف پہنچے گی۔

السابق جو دنیا سے بالکل اعراض کرے۔ ایک قول یہ ہے الظالم طالب دنیا المقصد طالب آخرت السابق مولیٰ کا طالب ہو۔
بِإِذْنِ اللَّهِ (اللہ تعالیٰ کے حکم سے) یا اس کے علم سے یا اس کی توفیق سے ذَلِكَ (یہ) یعنی کتاب کا وارث بنانا۔ هُوَ
الْفَضْلُ الْكَبِيرُ (بڑا فضل ہے)

جنات اور اس میں کلماتِ تشکر:

۳۳: جَنَّتٌ عَدْنٌ (ہمیشہ کے باغات)

نَحْوًا: یہ ذلك کی دوسری خبر ہے یا مبتدأ محذوف کی خبر ہے۔ یا یہ مبتدأ ہے اور اس کی خبر یدخلونها ہے۔ یدخلونها (وہ اس
میں داخل ہونگے) یعنی تینوں جماعتیں۔

قراءت: ابو عمرو نے یدخلونها پڑھا ہے۔

يُحَلِّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَ لَوْلُؤَا (اور ان کو سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے) اساور جمع
اسورة اور وہ سوار کی جمع ہے۔ من ذهب کا مطلب من ذهب مرصع باللؤلؤ سونے کے جو موتیوں سے مزین ہونگے۔

قراءت: لؤلؤا نصب اور ہمزہ کے ساتھ نافع، حفص نے پڑھا۔ من اساور کے محل پر اس کا عطف کیا گیا۔ تقدیر کلام یہ ہے
یحلون اساور و لؤلؤا۔ ولباسهم فيها حرير (اور ان کا لباس اس میں ریشم ہوگا) کیونکہ اس میں لذت وزینت ہے۔

۳۴: وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَذْهَبَ عَنَّا الْحَزْنَ (اور وہ کہیں گے اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ جس نے ہم سے غم کو دور
کیا) الحزن سے آگ کا خوف یا موت کا خوف یا دنیا کے غموم مراد ہیں۔ إِنَّ رَبَّنَا لَغَفُورٌ (بیشک ہمارا رب بڑا بخشنے والا) وہ
جنایات کو بخش دے گا خواہ کتنی کثرت سے ہوں۔ شكور (قدر دان ہے) طاعات کو خواہ قلیل ہوں قبول کر لیتا ہے۔

۳۵: الَّذِي أَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ (جس نے ہمیں ہمیشہ رہنے کے مقام میں لا اتارا) یعنی ایسا قیام جس سے ہم جدا نہ ہونگے اور نہ
زائل ہونگے عرب کہتے ہیں۔ اقامت اقامۃ و مقاماً و مقامة یہ سب مصدر ہیں۔ مِنْ فَضْلِهِ (اپنے فضل سے) محض عطاء اور
افضال سے اس میں ہمارے استحقاق کو ذرا دخل نہیں۔ لَا يَمَسُّنَا فِيهَا نَصَبٌ (اس میں نہ ہمیں کوئی کلفت چھوئے گی) نصب
تھکاوٹ و مشقت کو کہتے ہیں۔ وَلَا يَمَسُّنَا فِيهَا الْغُوبُ (اور نہ ہمیں اس میں خشکی چھوئے گی) تھکاوٹ سے عاجزی اور ڈھیلا پن

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ لَا يُقْضٰ عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُوْا

اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لیے دوزخ کی آگ ہے، نہ تو ان کی قضا آئے گی کہ وہ مر ہی جائیں اور نہ ان سے اس کا

عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كٰفُوْرٍ ۝۶ وَهُمْ يَصْطَرِحُوْنَ فِيْهَا

عذاب ہلکا کیا جائے گا، ہر کافر کو ہم ایسے ہی سزا دیا کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ دوزخ میں چلائیں گے

رَبَّنَا اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صٰلِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ۙ اَوْ لَمْ نَعْمَرْكُمْ مَا يَتَذَكَّرُوْا

کہ اے ہمارے رب ہمیں دوزخ سے نکال لے ہم ان اعمال کے علاوہ دوسرے عمل کریں گے جو کیا کرتے تھے، کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہیں دی تھی جس میں وہ

فِيْهِ مَن تَذَكَّرُوْا ۙ وَجَاءَكُمْ النَّذِيْرُ فذُوْقُوْا مَا لِلظٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ۝۷

مخلص سمجھ سکتا تھا جو سمجھنا چاہتا، اور تمہارے پاس ڈرانے والا آیا تھا، سو تم چھو لو، سو ظالموں کے لیے کوئی بھی مددگار نہیں۔

۳۶

لغوب کہلاتا ہے۔

قراءت: ابو عبد الرحمن سلمیٰ نے لغوب لام کے فتح سے پڑھا۔ وہ ایسی چیز کو کہتے ہیں جس سے آدمی مغلوب ہو یعنی ہمیں ایسے عمل کا مکلف نہ بنایا جائے گا۔ جس سے ہم مغلوب ہو جائیں۔

آخرت میں کفار کی بیکار تمنا میں:

۳۶: وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ لَا يُقْضٰ عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا (اور وہ لوگ جو کافر ہیں ان کے لئے دوزخ کی آگ ہے) نہ تو ان کی علیہم

يَمُوْتُوْا (قضاء آئے گی کہ وہ مر جائیں) فَيَمُوْتُوْا: یعنی یہ فی جہنم کی وجہ سے منسوب ہے۔ لا يقضى كما مطلب یہ ہے کہ ان کے متعلق موت ثانیہ کا فیصلہ نہ کیا جائے گا کہ موت آکر ان کو کچھ استراحت میسر ہو۔

وَلَا يُخَفَّفُوْنَ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا (اور نہ ان سے دوزخ کا عذاب ہی ہلکا کیا جائے گا) یعنی جہنم کی آگ کا عذاب كَذٰلِكَ (اسی طرح) اس جزاء کی طرح نَجْزِيْ كُلَّ كٰفُوْرٍ (ہم ہر کافر کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں)

قراءت: ابو عمرو نے يُجْزَىٰ كُلُّ پڑھا ہے۔

۳۷: وَهُمْ يَصْطَرِحُوْنَ فِيْهَا (اور وہ لوگ اس میں چلائیں گے) يَصْطَرِحُوْنَ سے باب افتعال ہے۔ الصراخ پورے زور و قوت سے چیخنا۔ یہاں فریاد کے معنی میں استعمال ہوا ہے کیونکہ فریاد کرنے والا فریاد کیلئے اپنی آواز بلند کرتا ہے۔ رَبَّنَا (اے ہمارے رب) یعنی وہ پکاریں گے اے ہمارے رب اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صٰلِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ (ہم کو نکال لیجئے ہم

اچھے کام کریں گے برخلاف ان کاموں کے جو کیا کرتے تھے) یعنی تو ہمیں آگ سے نکال کر دنیا کی طرف واپس کر دے۔ ہم کفر کے بدلے ایمان لائیں گے اور معصیت کے بعد اطاعت اختیار کریں گے پس ان کو دنیا کی عمر کے برابر وقت گزر جانے پر جواب ملے گا۔ اَوْلَم نَعْمِرْكُمْ مَا يَتَذَكَّرُ (کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہ دی تھی کہ جس کو سمجھنا ہوتا وہ سمجھ سکتا)

تَحْوَرُّ: مانکرہ موصوفہ ہے ای تعمیراً يتذکر فیہ من تذکر (ایسی عمر دینا کہ وہ سمجھ سکتا ہے جو سمجھنا چاہے)۔ یہ ہر ایسی عمر کو شامل ہے جس میں مکلف اپنی حالت کی درستی کر سکتا ہو خواہ وہ تھوڑی ہی ہو البتہ طویل عمر میں تو بیخ و تنبیہ زیادہ ہے۔ پھر اس کے متعلق کئی اقوال ہیں۔ ایک قول وہ اٹھارہ سال ہیں۔ دوسرا قول چالیس سال تیسرا قول ساٹھ سال و جَاءَ كُمْ النَّذِيرُ (اور تمہارے پاس ڈرانے والا بھی پہنچا تھا) النذیر سے رسول ﷺ مراد ہیں نمبر ۲۔ بڑھاپا۔

تَحْوَرُّ: یہ اولم نعمرکم کے معنی پر عطف ہے کیونکہ لفظ استخبار انشاء والا ہے۔ اور اس کا معنی اخبار ہے۔ گویا اس طرح فرمایا قد عمرناکم وجاءکم النذیر ہم نے تمہیں عمر دی اور تمہارے پاس نذیر بھی آیا۔ فَذُوقُوا (پس تم چکھو) عذاب فَمَا لِلظَّالِمِينَ (پس ظالموں کا کوئی) مِنْ نَّصِيرٍ (مددگار نہیں ہے) نصیر ناصر کے معنی میں ہے ایسا مددگار جو ان کی اعانت کرے۔

إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ غَيْبِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝۳۸

بلاشبہ اللہ آسمانوں کے اور زمین کے غیب کا جاننے والا ہے، بلاشبہ وہ دلوں کی باتوں کا جاننے والا ہے۔ وہی ہے

الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ خَلِيفًا فِي الْأَرْضِ ۖ فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ ۖ وَلَا يَزِيدُ الْكَافِرِينَ

جس نے تمہیں زمین میں پہلے لوگوں کے بعد آباد فرمایا، جو شخص کفر اختیار کرے اس کا کفر اسی پر ہے، اور کافروں کے لیے

كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ إِلَّا مَقْتًا ۖ وَلَا يَزِيدُ الْكَافِرِينَ كُفْرُهُمْ إِلَّا خَسَارًا ۝۳۹ قُلْ

ان کا کفر ان کے رب کے نزدیک ناراضگی ہی کو بڑھاتا ہے، اور کافروں کے لیے ان کا کفر صرف خسارہ ہی میں اضافہ کرتا ہے۔ آپ فرم دیجئے

أَرَأَيْتُمْ شُرَكَاءَ كُمُ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَرُونِي مَاذَا خَلَقُوا مِنَ

کہ تم جنہیں اللہ کے سوا پکارتے ہو ان کا حال بتاؤ، مجھے دکھاؤ انہوں نے زمین کا کون سا حصہ

الْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمَوَاتِ ۚ أَمْ آتَيْنَهُمْ كِتَابًا فَهُمْ عَلَىٰ بَيِّنَاتٍ

پیدا کیا، یا آسمانوں میں ان کا کوئی سا جہا ہے، کیا ہم نے انہیں کوئی کتاب دی ہے۔ یہ اسکی دلیل پر قائم

مِّنْهُ ۚ بَلْ إِنْ يَعِدُ الظَّالِمُونَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا إِلَّا غُرُورًا ۝۴۰ إِنَّ اللَّهَ يُمْسِكُ

ہوں، بلکہ بات یہ ہے کہ ظالم لوگ ایک دوسرے کو صرف دھوکہ کی باتوں کا وعدہ کرتے ہیں۔ بلاشبہ اللہ آسمانوں کو

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ أَنْ تَزُولَا ۖ وَلَئِن زَالَتَا إِنْ أَمْسَكَهُمَا مِنْ أَحَدٍ

اور زمین کو روکے ہوئے ہے کہ وہ ٹل نہ جائیں اور اگر وہ ٹل جائیں تو اس کے سوا ان دونوں کو کوئی بھی تھامنے

مِّنْ بَعْدِهِ ۚ إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا ۝۴۱

واللہ اعلم، بلاشبہ وہ حلیم ہے غفور ہے۔

جو سینوں کی باتیں جانے وہ سفینوں کی کیوں نہ جانے:

۳۸: إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ غَيْبِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ (بیشک اللہ تعالیٰ جاننے والا ہے۔ آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کا) غیب

سے مراد وہ ہے جو تم سے آسمان اور زمین میں پوشیدہ ہے۔ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ (بلاشبہ وہ سینہ کی باتوں کا جاننے والا ہے)

یہ تعلیل کی طرح ہے کیونکہ جب وہ سینوں کی باتوں کا علم رکھتا ہے حالانکہ وہ بہت ہی مخفی ہیں تو وہ تمام جہان کی ہر پوشیدہ چیز سے

واقف ہے۔ ذات الصدور سے مراد دلوں کی چھپی باتیں۔ یہ ذوقی مونت ہے۔ اس کی مثال ابو بکر رضی اللہ عنہ کے اس قول میں ہے۔ ذو بطن خارجه جاریہ (رواہ مالک فی مؤطا ۲/۵۲) یعنی جو اس کے پیٹ میں حمل ہے کیونکہ حمل پیٹ کے ساتھ ہوتا ہے۔ اسی طرح سینہ اور دل کی مضمرات وہ سینوں کے ساتھ ہوتی ہیں۔ ذوق لفظ ساتھ کے معنی کیلئے وضع کیا گیا ہے۔

زمین میں منافع شکر گزاری کے لئے ہے ناشکری اس کی ناراضی کا سبب ہے:

۳۹: هُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَيفًا فِي الْأَرْضِ (وہی ایسا ہے کہ جس نے تم کو زمین میں آباد کیا) بعد میں آنے والے کو خلیفہ کہا جاتا ہے اور اس کی جمع خلائف ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس نے تمہیں اپنی زمین میں نائب بنایا۔ اس میں تصرف کی چابیوں کا تمہیں مالک بنایا۔ اور جو کچھ زمین میں ہے اس پر تمہیں غلبہ دیا اور زمین کے منافع تمہارے لیے مباح کر دیے تاکہ توحید و طاعت سے اس کے شکر گزار بنو۔

فَمَنْ كَفَرَ (جو شخص کفر کرے گا) تم میں سے اور اس جیسی عمدہ نعمتوں کی ناقدری اور ناشکری کرے گا۔ فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ (اس کے کفر کا وبال اسی پر پڑے گا) اس کے کفر کا وبال اسی پر لوٹنے والا ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کا مبغوض ہے اور آخرت میں سخت نقصان اٹھانے والا ہے۔ جیسا کہ فرمایا: وَلَا يَزِيدُ الْكَافِرِينَ (اور کافروں کیلئے ان کا کفر) ان کے پروردگار کے نزدیک كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ إِلَّا مَقْتًا (ناراضی ہی بڑھنے کا باعث ہوگا) مقت شدید بغض و ناراضی کو کہتے ہیں۔ وَلَا يَزِيدُ الْكَافِرِينَ كُفْرُهُمْ إِلَّا خَسَارًا (اور کافروں کے لئے ان کا کفر خسارہ ہی بڑھنے کا باعث ہوگا) ہلاکت و ذلت۔

جب خلقت میں ان کا حصہ نہیں تو عبادت میں کیسے شریک ہو گئے:

۳۰: قُلْ آرَاءَ يَتُّمُّ شُرَكَاءُكُمْ (آپ کہیے تم اپنے مقرر کردہ شرکاء کا حال تو بتلاؤ) تمہارے وہ مجوزہ معبود جن کو تم نے عبادت میں حصہ دار بنا رکھا ہے۔ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَرُونِي مَاذَا (جن کی تم اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتے ہو یعنی مجھے یہ بتلاؤ کہ انہوں) خَلَقُوا مِنَ الْأَرْضِ (نے زمین کا کونسا جزو بنایا ہے)

نَحْوُ: آراہتم سے یہ بدل ہے۔ کیونکہ آراہتم کا معنی یہ ہے تم مجھے بتلاؤ۔ گویا اس طرح فرمایا گیا اخبار و نبی عن ہؤلاء الشركاء و عما استحقوا به الشركة ارونى اى جزء من اجزاء الارض استبدوا بخلقہ دون اللہ تم مجھے ان شرکاء کے متعلق خبر دو اور کیونکہ یہ عبادت میں شرکت کے مستحق بن گئے۔ تم مجھے بتلاؤ انہوں نے زمین کا کونسا جزو اپنے اختیار سے اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے کے بغیر بنایا ہو۔

أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمَوَاتِ (یا آسمانوں میں ان کی شراکت و حصہ داری ہے) یا ان کو آسمانوں کی تخلیق میں شرکت حاصل ہے۔ أَمْ آتَيْنَهُمْ كِتَابًا فَهُمْ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّنْهُ (یا ہم نے ان کو کوئی کتاب دی ہے کہ یہ اس کی دلیل پر قائم ہیں) یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے پاس کتاب ہے جو یہ کہتی ہے کہ وہ اس کے شریک ہیں۔ پس وہ اس کتاب کی وجہ سے حجت و دلیل پر

ہیں۔

قراءت: علی، ابن عامر، نافع، ابوبکر نے بینات پڑھا ہے۔

بَلْ اِنْ يَّعِدُّ (بلکہ نہیں وعدہ کرتے) اِنْ بِمَعْنَى مَا هِيَ۔ الظَّالِمُونَ (ظالم) بَعْضُهُمْ بَعْضًا (ایک دوسرے سے) اول بعض سے سردار اور دوسرے بعض سے پیر و مراد ہیں۔ اِلَّا غُرُورًا (مگر محض دھوکے کا) اور وہ ان کا مشہور قول ہوا لاء شفاعاؤنا عند اللہ [یونس: ۱۸] ہے۔

آسمان کو اللہ ہی تھا منے والا ہے:

۴۱: اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لِيَقِيْنٰ بَاْت هِيَ كِه اللّٰه تَعَالٰى آسْمَانُوں اور زمين كو تھامے ہوئے ہے اَنْ تَزُوْلَا (کہ وہ موجودہ حالت کو چھوڑ دیں) ان کو زائل ہونے سے روکنے والا ہے، کیونکہ امساک روکنے کو کہتے ہیں۔ وَلٰكِنْ زَالَتَا (اور اگر وہ بالفرض موجودہ حالت کو چھوڑ دیں) اِنْ اَمْسَكْتَهُمَا (نہیں ان کو تھام سکتا)۔ مِنْ اَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهِ (کوئی ایک اللہ تعالیٰ کے سوا) اس کے تھامنے کے بعد۔

مَخْرُوجٌ: پہلا منّ تاکید نفی کیلئے ہے اور دوسرا من ابتدا سے ہے۔

اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا (پیشک وہ حلیم غفور ہے) وہ سزا دینے میں جلدی کرنے والا نہیں اسلئے ان دونوں کو تھامے ہوئے ہے ورنہ شرک کے کلمہ کی وجہ سے اس قابل تھے کہ گر پڑتے جیسا کہ فرمایا: تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَ تَنْشَقُّ الْاَرْضُ [مریم: ۹۰]

وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَاءَهُمْ نَذِيرٌ لَّيَكُونُنَّ أَهْدَىٰ مِنْ

اور ان لوگوں نے مضبوطی کے ساتھ اللہ کی قسم کھائی کہ اگر ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا آجائے تو دوسری امتوں کے مقابلہ میں ہر ایک سے زیادہ

أَحْدَى الْأُمَمِ فَلَمَّا جَاءَهُمْ نَذِيرٌ مَّا زَادَهُمْ إِلَّا نُفُورًا ﴿۴۶﴾ اسْتِكْبَارًا فِي الْأَرْضِ

ہدایت پانے والے ہوں گے پھر جب ان کے پاس ڈرانے والا آگیا تو ان کی نفرت زیادہ ہوگئی زمین میں تکبر کرنے اور بری تدبیریں

وَمَكْرَ السَّيِّئِ ۖ وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ ۚ فَهَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا

اختیار کرنے کی وجہ سے، اور بری تدبیر کا وبال اسی پر ہے جو یہ کام کرے، سو کیا وہ پرانے لوگوں کے دستور کا انتظار

سُنَّتَ الْأَوَّلِينَ ۚ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ

کر رہے ہیں، سو آپ ہرگز اللہ کے دستور میں تبدیلی نہ پائیں گے اور آپ ہرگز اللہ کے دستور میں منتقل ہونانہ

تَحْوِيلًا ﴿۴۷﴾

پائیں گے۔

آنے سے پہلے مانتے تھے اب ضد سے منکر ہو گئے:

۴۲: وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ (اور ان کفار نے بڑی زوردار قسم کھائی تھی) جَهْدَ یہ نمبر۔ مصدر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے ای اقسامًا بلیغًا نمبر ۲۔ حال کی وجہ سے منصوب ہے ای جاہدین فی ایمانہم وہ اپنی قسموں میں زور لگانے والے ہیں۔

لَئِنْ جَاءَهُمْ نَذِيرٌ لَّيَكُونُنَّ أَهْدَىٰ مِنْ (کہ اگر ان کے پاس کوئی ڈرانے والا آئے تو وہ ہر ہر امت سے زیادہ ہدایت) أَحْدَى الْأُمَمِ (قبول کرنے والے ہوں)۔

رسول ﷺ کی بعثت سے پہلے قریش کو یہ اطلاع ملی کہ اہل کتاب نے اپنے رسولوں کو جھٹلایا تو وہ کہنے لگے یہود و نصاریٰ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو کہ ان کے پاس ان کے رسول آئے مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم اگر ہمارے پاس رسول آئے تو ہم ضرور بضروران میں سے ہر ہر امت سے زیادہ ہدایت یافتہ ہونگے۔ من احدی الامم سے مراد یہ ہے کہ اس امت سے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ امتوں میں سے ایک ہے۔ اور ہدایت میں اس کو دوسروں پر درجہ اور استقامت میں مرتبہ حاصل ہے۔ جیسا کہ کسی بڑی مصیبت کیلئے کہتے ہیں۔ ہی احدی الدواہی وہ بڑی مصیبت ہے۔

فَلَمَّا جَاءَهُمْ نَذِيرٌ (جب ان کے پاس نذیر آئے) پس جب رسول ﷺ کی بعثت ہوگئی۔ مَّا زَادَهُمْ إِلَّا نُفُورًا (تو

بس ان کی نفرت ہی کو ترقی ہوئی) یعنی رسول اللہ ﷺ کی آمد نے ان کی حق سے دوری میں اضافہ کر دیا۔ یہ اسناد مجازی ہے۔
 ۴۳: اسْتِكْبَارًا فِي الْأَرْضِ (دنیا میں اپنے آپ کو بڑا سمجھنے کی وجہ سے) وَمَكْرَ السَّيِّئِ (اور بری تدبیروں کی وجہ سے)
 مخفوف: استکباراً اور مکر السی یہ دونوں مفعول لہ ہیں۔ معنی یہ ہوگا: وما زادهم الا نفورا للاستكبار ومكر السيئ۔
 (ان کی نفرت میں اضافہ ہوا اپنے کو بڑا سمجھنے اور بری تدبیروں کی وجہ سے) نمبر ۲۔ حال ہیں۔ یعنی وہ اپنے کو بڑا سمجھنے والے ہیں اور
 رسول اللہ ﷺ کے خلاف تدابیر کرنے والے ہیں۔ ومکر السنی کی اصل وان مکر والسنی ہے یعنی المکر السئی پھر یہ
 ومكراً السئی ہوا پھر ومکر السینی بن گیا۔ اس کی دلیل یہ ارشاد ہے ولا يحق المکر السنی ہے۔

برائی کا وبال ہونے پر:

وَلَا يَحِيقُ (اور نہیں گھیرتا) یہ احاطہ اور اترنے کے معنی میں ہے۔ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ بری تدبیر (مگر بری
 تدبیر کرنے والوں کو) مشرکین کو بدر کے دن ان تدابیر نے آگھیرا۔ مثال مشہور ہے: من حفر لا خیه جبا وقع فیہ منکباً چاہ
 کن راجاہ در پیش۔ فَهَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا سُنَّتَ الْأَوَّلِينَ (پس کیا یہ اسی دستور کے منتظر ہیں جو اگلے لوگوں کے ساتھ ہوتا رہا
 ہے)۔ سنة الاولین وہ عذاب کا ان لوگوں پر اتارنا ہے۔ جنہوں نے سابقہ امتوں میں سے انبیاء علیہم السلام کو جھٹلایا۔ مطلب یہ
 ہے آپ کی تکذیب کے بعد یہ اس بات کے منتظر ہیں کہ ان پر اسی قسم کا عذاب ٹوٹ پڑے جیسا رسولوں کو جھٹلانے والے پہلے
 لوگوں پر آن پڑا۔ اس آیت میں عذاب کیلئے ان کے استقبال کو ان کی طرف سے انتظار قرار دیا۔ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ
 تَبْدِيلًا وَلَنْ تَجِدَ (پس آپ اللہ تعالیٰ کے دستور کو کبھی بدلتا ہوا نہ پائیں گے)۔ (اور آپ اللہ تعالیٰ) لِسُنَّتِ اللَّهِ تَحْوِيلًا (کے
 دستور کو منتقل ہوتا ہوا نہ پائیں گے) اللہ تعالیٰ کا طریقہ یہ ہے کہ وہ رسل کو جھٹلانے والے لوگوں کو سزا دیتے ہیں۔ اس طریقے کو اللہ
 تعالیٰ خود بدلنے والے نہیں ہیں۔ اور نہ ہی اس کے اوقات سے پھیرنے والے ہیں۔ یہ بہر حال ہو کر رہے گا۔

أَوْلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ

کیا وہ لوگ زمین میں نہیں چلے پھرے تاکہ دیکھ لیتے کہ ان لوگوں کا کیا انجام ہوا جو ان سے پہلے تھے

وَكَانُوا أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعْجِزَهُ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمَوَاتِ

اور وہ ان سے قوت میں بڑھے ہوئے تھے، اور آسمانوں میں اور زمین میں اللہ کو کوئی چیز عاجز

وَلَا فِي الْأَرْضِ إِنَّهُ كَانَ عَلِيمًا قَدِيرًا ۝۴۴ وَلَوْ يَوَّاخِذُ اللَّهُ النَّاسَ بِمَا

نہیں کر سکتی، بلاشبہ وہ جاننے والا ہے قدرت والا ہے۔ اور اگر اللہ لوگوں کے اعمال کی وجہ سے ان کا مواخذہ

كَسَبُوا مَا تَرَكَ عَلَى ظَهْرِهِمْ مِنْ دَابَّةٍ وَلَكِنْ يُؤَخِّرُهُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ

فرمائے تو زمین کی پشت پر کسی ایک چلنے پھرنے والے کو بھی نہ چھوڑے، اور لیکن وہ ایک ميعاد مقررہ تک مہلت دے

مُسَمًّى ۚ فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِعِبَادِهِ بَصِيرًا ۝۴۵

رہا ہے، سو جب ان کی مقرر ميعاد آجائے گی تو اللہ اپنے بندوں کا دیکھنے والا ہے۔

زمین میں سفر کیا مگر عبرت نہیں ہوئی:

۳۴: أَوْلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا (کیا وہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں تاکہ یہ دیکھتے بھالتے) کہ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ (جو لوگ ان سے پہلے ہوئے ان کا انجام کیا ہوا)۔ اس آیت میں شام کے اسفار اور یمن و عراق کے سفر میں امم ماضیہ کے آثار بالیہ اور علامات ہلاکت و دمار جو ان کے مشاہدات میں آتے تھے۔ اس سے استشہاد پیش کیا۔ وَكَانُوا أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً (حالانکہ وہ ان سے قوت میں بڑھے ہوئے تھے) ہم سے مراد اہل مکہ ہیں۔

قُوَّةً سے اقتدار مراد ہے۔ مگر قوت کے باوجود وہ عذاب الہی سے فرار اختیار نہ کر سکے۔ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعْجِزَهُ (اور اللہ تعالیٰ کی گرفت سے کوئی چھوٹ نہیں سکتا) یعجز کا معنی سبقت کرنا اور پیچھے چھوڑ جانا۔ مِنْ شَيْءٍ (کوئی چیز) جو بھی ہو۔ فِي السَّمَوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ إِنَّهُ كَانَ عَلِيمًا (نہ آسمان میں اور نہ زمین میں وہ بڑا علم والا ہے) ان کو جانتا ہے۔ قَدِيرًا (بڑی قدرت والا ہے) ان پر قادر ہے۔

فوری پکڑ پر کوئی تنفس نہ بچتا:

۳۵: وَلَوْ يَوَّاخِذُ اللَّهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوا (اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں پر ان کے اعمال کے سبب دارو گیر فرمانے لگتا) بما کسبوا کا معنی ان معاصی پر جن کا وہ ارتکاب کرتے ہیں۔ مَا تَرَكَ عَلَى ظَهْرِهِمَا (تو روئے زمین پر نہ چھوڑتا) تھا کی ضمیر زمین کی طرف

راجع ہے کیونکہ الارض کا تذکرہ اس ارشاد میں موجود ہے۔ لیعجزہ من شیء فی السموات ولا فی الارض من ذآبۃ (کوئی
 متنفس) کوئی جان دار جو زمین پر چلنے والا ہو و لکن یتوخرہم الی اجل مسمی (لیکن اللہ تعالیٰ ان کو ایک میعاد معین تک
 مہلت دے رہا ہے)۔ اجل مسمی سے مراد قیامت کا دن ہے۔ فاذا جاء اجلہم فان اللہ کان بعبادہ (پس جب ان کی
 وہ میعاد آ جائے گی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں) بصیراً (کو آپ دیکھ لے گا)۔ یعنی ان کے معاملہ کی حقیقت اس پر مخفی اور نہ ہی ان کے
 متعلق فیصلہ کی حکمت اس سے چھپی ہوئی ہے۔

الحمد للہ اولاً و آخراً آج مورخہ ۷ محرم الحرام ۱۴۲۴ھ بعد نمازِ عشاء سورۃ فاطر کا تفسیری ترجمہ مکمل ہوا۔

سُورَةُ يَسِينٍ مَكِّيَّةٌ هُوَ ثَلَاثٌ وَثَمَانُونَ آيَةً خَمْسٌ رُكُوعًا

سورہ یسین مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں تراوی آیات اور پانچ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

یس ۱ وَالْقُرْآنِ الْحَكِيمِ ۲ إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ۳ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۴

یسین قسم ہے قرآن حکیم کی۔ بلاشبہ آپ پیغمبروں میں سے ہیں۔ سیدھے راستہ پر ہیں۔

تَنْزِيلَ الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ ۵ لِتُنذِرَ قَوْمًا مَّا أُنذِرَ آبَاؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُونَ ۶ لَقَدْ

یہ قرآن ایسی ذات کی طرف سے نازل کیا گیا ہے جو زبردست ہے رحم والا ہے۔ تاکہ آپ ایسے لوگوں کو ڈرائیں جن کے باپ دادوں کو نہیں ڈرایا گیا سو وہ غافل ہیں۔ البتہ

حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰی أَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۷ إِنَّا جَعَلْنَا فِيٰ أَعْنَاقِهِمْ أَغْلًا

یہ بات واقعی ہے کہ ان میں سے اکثر لوگوں پر بات ثابت ہو چکی ہے سو وہ ایمان نہ لائیں گے۔ بلاشبہ ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیئے ہیں

فَهِيَ إِلَىٰ الْأَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُونَ ۸ وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا

سو وہ اوپر ہی کو رہ گئے ہیں۔ اور ہم نے ان کے آگے آڑ بنا دی اور

مِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ ۹ وَسَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أُنذِرْتَهُمْ

ان کے پیچھے آڑ بنا دی سو ہم نے ان کو گھیر لیا لہذا وہ نہیں دیکھ سکتے۔ اور ان کے حق میں بات برابر ہے آپ انہیں ڈرائیں

أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۱۰ إِنَّمَا تُنذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ

یا نہ ڈرائیں ایمان نہیں لائیں گے۔ آپ اسی شخص کو ڈرا سکتے ہیں جو نصیحت کا اتباع کرے اور بن دیکھے رحمن سے

بِالْغَيْبِ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَأَجْرٍ كَرِيمٍ ۱۱ إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي الْمَوْتَىٰ وَنَكْتُبُ

دوسرے، سو آپ اسے مغفرت کی اور اجر عظیم کی خوشخبری سن دیجئے۔ بے شک ہم مردوں کو زندہ کرتے ہیں اور ان لوگوں نے جو آئے بھیجا

مَا قَدَّمُوا وَأَثَارَهُمْ طَّوْكَلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ ۱۲

اسے اور ان کے نشانوں کو لکھ لیتے ہیں، اور ہر چیز کو ہم نے ایک واضح کتاب میں پوری طرح لکھ دیا۔

یس۔ وَالْقُرْآنِ الْحَكِيمِ۔ (یس قرآن پر حکمت کی قسم ہے)۔

إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ۔ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ۔ (کہ بیشک آپ من جملہ رسولوں میں سے ہیں۔ سیدھے راستے پر ہیں)۔ یس۔
قول ابن عباس رضی اللہ عنہما: اے انسان۔ یہ بنو طے کی لغت ہے۔

قول ابن حنفیہ رحمہ اللہ:

یا محمد ﷺ حدیث میں فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں مجھے سات ناموں سے پکارا ہے محمد، احمد، ط، یس، المزمل، المدثر، عبد اللہ (کنز العمال: ۳۲۱۶۹)۔ ایک قول یہ ہے اے سردار۔

قراءت: علی، حماد، حمزہ، خلف، حماد، یحییٰ نے اس میں امالہ پڑھا ہے۔

۲: وَالْقُرْآنِ الْحَكِيمِ وَالْقُرْآنِ قِسم ہے الحکیم۔ (حکمت والا)۔ نمبر ۲۔ یہ حکمت کی منہ بولتی دلیل ہے۔ نمبر ۳۔ یہ حکیم کا کلام ہے۔ پس متکلم کی صفت سے اس کو موصوف کیا گیا۔

۳: إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ (بیشک آپ من جملہ پیغمبروں میں سے ہیں)۔ یہ جواب قسم ہے اس میں کفار کے اس مقولہ کی تردید ہے جس کو دوسرے مقام پر ذکر فرمایا۔ لست مرسلًا۔ [الرعد: ۴۳]

۴: عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ (سیدھے راستے پر ہیں) نمبر ۱۔ خبر کے بعد دوسری خبر ہے۔ نمبر ۲۔ مرسلین کا صلہ ہے۔ ای الذین ارسلوا علی صراط مستقیم۔ جن کو بھیجا گیا وہ سیدھے راستے یعنی اسلام پر ہیں۔

۵: تَنْزِيلًا (نازل کیا ہوا ہے)۔

قراءت: شامی، کوئی سوائے ابو بکر کے اور علی نے لام کا نصب پڑھا ہے۔ اقرا تنزیل۔ نمبر ۲۔ یہ مصدر منصوب ہے ای نزل تنزیل۔ دیگر قراء نے رفع سے پڑھا ہے۔ اس صورت میں یہ مبتدأ محذوف کی خبر ہے۔ ای ہو تنزیل اور مصدر بمعنی مفعول ہے۔ العزیز (زبردست) وہ اپنی نظم کتاب کی فصاحت کے سبب سرکشوں کے اوہام پر غلبہ والا ہے۔ الرَّحِيمِ (مہربان کی طرف سے ہے) اپنے خطاب کے معنی کی لطافت سے ہدایت والوں کے فہموں کو کھینچنے والا ہے۔

۶: لَتَنْذِرَ قَوْمًا (تا کہ آپ ایسے لوگوں کو ڈرائیں)

نَحْوًا: لتنذر کالام المرسلین کے معنی کے ساتھ متصل ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے ارسلت لتنذر قوما۔ (تمہیں بھیجا گیا تا کہ تم ایسی قوم کو ڈراؤ) مَا أَنْذَرَ آبَاؤُهُمْ (نہیں ڈرائے گئے جن کے آباء و اجداد)

نَحْوًا: جمہور کے نزدیک یہ مانا فیہ ہے۔ اس صورت میں قوما کی صفت ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے قوما غیر منذر اباؤہم اس کی دلیل اس ارشاد میں ہے۔ لتنذر قوماً اتھم من نذیر من قبلك [السجدہ: ۳] دوسری جگہ فرمایا وما ارسلنا الیہم قبلك من

نذیر [سبا: ۴۴] نمبر ۲۔ ماموصولہ ہے مفعول ثانی ہونے کی وجہ سے منصوب ہے تقدیر کلام یہ ہے العذاب الذی اُنذِرہ اباؤہم۔ وہ عذاب جس سے ان کے آباء کو ڈرایا گیا۔ یہ اسی طرح ہے جیسا اس ارشاد میں انا انذرناکم عذاباً قریباً [النبا: ۴۰] نمبر ۳۔ ما

مصدر یہ ہے تقدیر کلام یہ ہے لتندر قومًا انذار اباہم ای مثل انذار اباہم تاکہ تم قوم کو ان کے آباء کے ڈرانے کی طرح ڈراؤ۔ فَهْمٌ غَفْلُونَ (پس اسی لئے بے خبر ہیں) اگر ما کو تافیہ مانیں تو اس وقت اس کا تعلق نفی سے ہوگا۔ تقدیر کلام یہ ہوگی۔ لم یندروا فهم غافلون۔ وہ ڈرائے نہیں گئے۔ اس لئے وہ غافل ہیں۔ نمبر ۲۔ یہ انک لمن المرسلین سے متعلق ہے اور اصل عبارت ہے: انک لمن المرسلین لتندر فهم غافلون بیشک تم رسولوں میں سے ہوتا کہ تم ڈراؤ اس لئے کہ وہ غافل ہیں۔ جیسا تم کہو اسلنتک الی فلان لتندرہ فانہ غافل او فہو غافل۔

۷: لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلَىٰ أَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ (ان میں سے اکثر لوگوں پر بات ثابت ہو چکی ہے پس یہ لوگ ایمان نہ لائیں گے) القول سے یہ مراد ہے لا ملان جہنم من الجنة والناس اجمعین [سجہ ۱۳] یعنی یہ قول ان سے متعلق ہو جائے گا اور ان پر ثابت و لازم ہو جائے گا۔ اس لئے کہ وہ ان میں سے ہونگے جن کا کفر پر مرنا معلوم ہو چکا۔

کفر پر پختگی کی تمثیل:

۸: پھر ان کی کفر پر پختگی کو تمثیل سے سمجھایا۔ کہ کفر سے ان کے لوٹنے کی کوئی راہ نہیں۔ ان کو اس طرح قرار دیا گیا کہ وہ ان لوگوں کی طرح ہیں جن کے گلے میں طوق پڑے ہوئے ہوں جس سے ان کے سراچکے ہوں۔ ادھر ادھر سر نہ پھیر سکتے ہوں۔ اسی طرح لوگ بھی حق کی طرف متوجہ ہی نہیں ہوتے اور نہ اپنی گردنیں حق کی طرف موڑتے ہیں اور نہ اس کے لئے اپنے سروں کو جھکاتے ہیں۔

اور یہ لوگ ان لوگوں کی طرح ہیں جو دو دیواروں کے درمیان پھنس جائیں نہ سامنے دیکھیں اور نہ پیچھے اسی طرح یہ عدم تامل اور عدم تبصر میں اور اللہ تعالیٰ کی آیات میں غور و فکر سے تکلف اندھا پن اختیار کرنے میں ان لوگوں کی طرح ہیں۔ فرمایا۔ اِنَّا جَعَلْنَا فِيْ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلَالًا فَهِيَ (ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیے ہیں پھر وہ ٹھوڑیوں تک ہیں) اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُونَ (جس سے ان کے سراو پر کو اچک گئے ہیں) مطلب یہ ہے کہ طوق ٹھوڑیوں تک پہنچنے والے اور ان سے چمٹے ہوئے ہیں۔ مقمحون ان کے سراو پر کو اٹھے ہیں۔ عرب کہتے ہیں قمح البعیر فہو قامح جبکہ اس کو سراٹھائے دیکھا جائے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ گردن میں ڈالے جانے والے طوق کے دونوں سرے ٹھوڑی کے نیچے ملتے ہیں ایک حلقے کا کیل جو دوسرے کندھے میں پڑتا ہے وہ ٹھوڑی تک بلند ہوتا ہے۔ اس وجہ سے اس کا سر نیچے کو جھک نہیں سکتا ہمیشہ اوپر اٹھا رہتا ہے۔

۹: وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ اَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا۔ (اور ہم نے ایک آڑ ان کے پیچھے اور ایک ان کے سامنے کر دی) قراءت: سَدًّا حمزہ علی، حفص نے سین کے فتح سے پڑھا۔

ایک قول:

یہ ہے کہ جو لوگوں نے روک بنائی ہو اس کے لئے سین مفتوح ہوگی اور جو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے بنائی مثلاً پہاڑ وغیرہ

وہ سداً ضمہ سے آتا ہے۔ فَأَغْشَيْنَهُمْ (جس سے ہم نے ان کو ڈھانک دیا) یعنی ان کی آنکھوں کو ڈھانپ دیا یعنی ہم نے ان کو ڈھانپ کر ان پر پردہ ڈال دیا۔ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ (پس وہ دیکھ نہیں سکتے) حق و ہدایت کو۔

ابوجہل کی بدترین حرکت:

ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت بنو مخزوم کے متعلق اتری۔ اس لئے کہ ابوجہل نے قسم اٹھائی کہ اگر وہ محمد کو (صلی اللہ علیہ وسلم) نماز پڑھتا دیکھ لے گا۔ تو پتھر سے ان کا سر کچل دے گا۔ پھر وہ آیا جبکہ آپ نماز ادا فرما رہے تھے اور اس کے ہاتھ میں ایک پتھر بھی تھا تا کہ آپ کے سر پر مار کر کچل دے۔ جب اس نے ہاتھ اٹھائے تا کہ وہ پتھر آپ کی طرف پھینکے تو پتھر اس کے ہاتھ سے چمٹ گیا اور چمٹا رہا یہاں تک کہ بڑی مشکل سے اس کو اس کے ہاتھ سے جدا کیا پس وہ اپنی قوم کے پاس لوٹ کر گیا اور ان کو واقعہ کی اطلاع دی۔ دوسرے مخزومی نے کہا یہ پتھر مجھے دو۔ میں اس سے اس کو قتل کروں گا۔ وہ پتھر لے کر ادھر بڑھا تو اللہ تعالیٰ نے اسے اندھا کر دیا۔

۱۰: وَسَوْآءٌ عَلَيْهِمْ ءَ اَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ (اور ان کے حق میں آپ کا ڈرانا اور نہ ڈرانا دونوں برابر ہے)۔ لَا يُؤْمِنُونَ (یہ ایمان نہ لائیں گے) یعنی ان کو ڈرانا یا نہ ڈرانا برابر ہے۔ مطلب یہ ہے۔ جو گمراہی کے اس درجہ کو پہنچا ہو۔ اس کے لئے ڈرانا نفع بخش نہیں۔

ایک عبرتناک حکایت:

میں ہے کہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ نے اللہ قدری فرقہ کے غیلان نامی آدمی کو یہ آیت پڑھ کر سنائی تو وہ کہنے لگا۔ یہ آیت تو گویا اب تک میری نگاہ سے گزری نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آج سے میں قدریہ فرقہ کے عقائد سے تائب ہوتا ہوں۔ عمر بن عبدالعزیز نے دعا کی اے اللہ اگر اس نے سچ کہا ہے تو اس کی توبہ قبول فرما لے۔ اگر اس نے جھوٹ بولا تو اس پر ایسے شخص کو مسلط کر دے جو رحم نہ کرنے والا ہو چنانچہ ہشام بن عبدالملک نے اپنے زمانہ میں اس کو پکڑ کر (اس کی اس باطل پرستی پر) اس کے ہاتھ پاؤں کٹوا کر باب دمشق پر سولی دے دی۔

۱۱: اِنَّمَا تُنذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ (بس آپ تو ایسے شخص کو ڈرا سکتے ہیں جو نصیحت پر چلے) یعنی آپ کے انداز سے قرآن کے پیروکاروں کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ الْغَيْبِ (اور رحمان سے بن دیکھے ڈرے) اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرا حالانکہ اس کو دیکھا نہیں۔ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ (پس آپ اس کو خوشخبری سنا دیں مغفرت کی) مغفرت گناہوں کی معافی کو کہتے ہیں۔ وَ اَجْرٍ كَرِيْمٍ (اور عمدہ عوض) یعنی جنت کی۔

ان کے اگلے پچھلے اعمال کو لکھ لیتے ہیں:

۱۲: اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى (بیشک ہم مردوں کو زندہ کریں گے) ان کی موت کے بعد ان کو اٹھا کھڑا کریں گے نمبر ۲۔ شرک سے ایمان کی طرف نکالیں گے۔ وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا (اور ہم لکھتے جاتے ہیں وہ اعمال جن کو وہ آگے بھیجتے جاتے ہیں) جو اعمال

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَثَلًا أَصْحَابَ الْقَرْيَةِ إِذْ جَاءَهَا الْمُرْسَلُونَ ۱۳ إِذْ أَرْسَلْنَا

اور آپ ان کے سامنے بستی والوں کا قصہ بیان کیجئے جبکہ ان کے پاس رسول آئے جبکہ ہم نے

إِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوا إِنَّا إِلَيْكُم مُّرْسَلُونَ ۱۴

ان کے پاس دو پیغمبروں کو بھیجا سو انہوں نے انہیں جھٹلادیا پھر ہم نے تیسرے رسول کے ذریعہ ان کو تقویت دے دی، ان تینوں نے کہا کہ ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں۔

قَالُوا مَا أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَمَا أَنْزَلَ الرَّحْمَنُ مِنْ شَيْءٍ ءِإِنْ أَنْتُمْ إِلَّا

ان لوگوں نے کہا کہ تم تو ہماری ہی طرح کے آدمی ہو اور رحمن نے کچھ بھی نازل نہیں کیا تم تو جھوٹ ہی

تَكْذِبُونَ ۱۵ قَالُوا رَبُّنَا يَعْلَمُ إِنَّا إِلَيْكُم لَمُرْسَلُونَ ۱۶ وَمَا عَلَيْنَا الْبَلَاغُ

ہوں رہے ہو۔ انہوں نے کہا بلاشبہ یہ بات واقعی ہے کہ ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں اور ہماری ذمہ داری صرف یہی ہے کہ رسول کو

الْمُبِينُ ۱۷ قَالُوا إِنَّا نَطِيرُنَا بِكُمْ لَعْنٍ لَمْ تَنْتَهُوا لَنْزَجْمِكُمْ وَلِيَمَسَّكُمْ مِنَّا

بات پہنچادیں۔ ان لوگوں نے کہا کہ بے شک ہم تو تمہیں منحوس سمجھتے ہیں اگر تم باز نہ آئے تو ہم تمہیں پتھر مار کر ہلاک کر دیں گے اور ہماری طرف سے تمہیں ضرر و ضرورہ دانا

عَذَابُ الْيَوْمِ ۱۸ قَالُوا طَائِرُكُمْ مَعَكُمْ ؕ أَيْنَ ذُكِّرْتُمْ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ ۱۹

تکلیف پہنچے گی۔ انہوں نے کہا کہ تمہاری نحوست تمہارے ساتھ ہے کیا اس بات کو تم نے نحوست سمجھ لیا کہ تم کو نحوست کی گئی بلکہ بات یہ ہے کہ تم حد سے بڑھ جانے والے لوگ ہو۔

صالحہ وغیرہا انہوں نے آگے بھیجے۔ وَ اَنْتَارَهُمْ (اور ان کے وہ اعمال بھی جن کو وہ پیچھے چھوڑ جاتے ہیں) جو کسی اچھے عمل کا اثر انہوں نے باقی چھوڑا۔ جیسے کسی کو علم سکھایا یا کتاب تصنیف کر دی یا سرائے بنائی یا مسجد تعمیر کرادی، جہاد کیلئے گھوڑا وقف کر دیا۔ یا برے کام پیچھے چھوڑے جیسے ظالم کوئی ٹیکس لگا دے۔ اسی طرح اچھا طریقہ ایجاد کیا یا برے طریقے کی طرح ڈالی۔ دوسرے مقام میں اس طرح فرمایا۔ يَنْبِؤُا الْاِنْسَانَ يَوْمِئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَاخِرَ [القيامة: ۱۳] یعنی جو اس نے اپنے اعمال آگے بھیجے اور جو آثار پیچھے چھوڑے۔ ایک قول یہ ہے یہ جمعہ اور جماعت کے لئے چلنے والے قدم ہیں۔ وَ كُلُّ شَيْءٍ ؕ اُحْصِيْنَهُ (اور ہم نے ہر چیز کو ضبط کر دیا تھا) ہم نے اس کو شمار کیا اور واضح کر دیا۔ فِى اِمَامٍ مُّبِينٍ (ایک واضح کتاب میں) امام مبین سے لوح محفوظ مراد ہے۔ کیونکہ وہی کتاب کی اصل ہے۔

بستی والوں واقعہ:

۱۳: وَاضْرِبْ لَهُمْ مَثَلًا أَصْحَابَ الْقَرْيَةِ (اور ان لوگوں کے سامنے ایک قصہ) یعنی ایک بستی والوں کا قصہ اس وقت کا بیان کر

خطاب کرتے ہوئے کہا تم اپنے معبود کو کہو کہ وہ بھی اسی طرح کر دے۔ پھر تم اور تمہارا معبود جیت گئے؟ بادشاہ نے جواب میں کہا کہ میرا کوئی راز تجھ سے پوشیدہ نہیں حقیقت یہ ہے کہ ہمارا معبود نہ دیکھتا ہے، نہ سنتا اور نہ نفع کا اختیار رکھتا ہے اور نہ نقصان کا مالک۔

پھر بادشاہ نے کہا اگر تمہارا معبود مردہ کو زندہ کر دے تو ہم اس پر ایمان لے آئیں گے۔ انہوں نے سات روز پہلے وفات پا جانے والا لڑکا منگوایا۔ وہ ان کی دعا سے اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا میں شرک پر مرنے کی وجہ سے آگ کی سات وادیوں میں داخل ہوا۔ اس لئے میں تمہیں اس شرک کے متعلق ڈرا رہا ہوں جس میں تم مبتلا ہو پس تم ایمان لاؤ۔ اور کہنے لگا آسمان کے دروازے کھلے تو میں نے ایک خوبصورت نوجوان دیکھا جو ان تین آدمیوں کے متعلق سفارش کر رہا تھا۔ بادشاہ نے کہا وہ تین کون ہیں؟ اس نے کہا ایک شمعون اور دو یہ؟ بادشاہ کو بڑا تعجب ہوا۔ جب شمعون نے دیکھا کہ اس کی بات کا بادشاہ پر اثر ہو گیا تو اس کو نصیحت کی جس کے نتیجے میں وہ ایمان لے آیا اور کچھ لوگ ایمان لائے جو ایمان نہ لائے ان پر جبرئیل علیہ السلام نے چیخ ماری جس سے وہ تمام ہلاک ہو گئے۔

فَكَذَّبُوهُمَا (پس ان لوگوں نے ان دونوں کو جھوٹا بتلایا) بستی والوں نے دونوں رسولوں کو جھٹلایا۔ فَعَزَّزْنَا (پھر تائید کی ہم نے) ہم نے دونوں کو مضبوط کیا۔

قرأت: ابو بکر نے فعززنا پڑھا۔ از عزه يعزّه۔ غالب آنا۔ پس ہم نے ان کو غالب و فائق کیا۔ بِثَالِثٍ (تیسرے سے) اور وہ شمعون تھا۔ مفعول بہ کا ذکر چھوڑ دیا۔ کیونکہ مقصود معزز بہ کا تذکرہ ہے اور وہ شمعون ہے۔ اس نے کیا ہی لطیف تدبیر کی جس سے حق کو عزت ملی اور باطل رفو چکر ہوا۔ جب کلام سے ایک غرض ثابت ہو رہی تھی۔ اسی لئے سیاق کلام اس کی طرف متوجہ کر دیا گیا اس کے ماسوا کو چھوڑ دیا گیا۔ فَقَالُوا اِنَّا اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُونَ (ان تینوں نے کہا ہم تمہارے پاس بھیجے گئے ہیں) تینوں نے بستی والوں کو کہا۔

۱۵: قَالُوا (بستی والوں نے کہا): مَا أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا (تم تو ہماری طرح معمولی آدمی ہو)

سوال: بشر کا لفظ یہاں مرفوع ہے۔ اور ماہذا بشرًا [یوسف: ۳۱] میں منصوب ہے کیوں؟

جواب: کیونکہ یہاں الا کی وجہ سے ماشہ بلیس نہ رہا کہ اس کا عمل ہوتا۔ اور سورہ یوسف میں اس کی خبر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

وَمَا أَنْزَلَ الرَّحْمَنُ مِنْ شَيْءٍ (اور رب رحمان نے کوئی چیز نازل نہیں کی) شئی سے مراد وحی ہے۔ اِنْ أَنْتُمْ إِلَّا تَكْذِبُونَ (تم نرا جھوٹ بولتے ہو) یعنی تم جھوٹے ہی تو ہو۔

۱۲: قَالُوا رَبَّنَا عَلَّمْنَا اِنَّا اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُونَ (ان رسولوں نے کہا ہمارا پروردگار علیم ہے۔ کہ بیشک ہم تمہارے پاس بھیجے گئے ہیں) اول مرسلون کو لام سے مؤکد نہیں کیا۔ دوسرے کو لام سے مؤکد کیا۔ کیونکہ اول ابتدائے اخبار ہے۔ اور دوسرا انکار کا جواب ہے۔

اس لئے زیادہ تاکید کی ضرورت پڑی۔ ربنا يعلم یہ تاکید کے لحاظ سے قسم کے قائم مقام ہے اسی طرح۔ شہد اللہ، علم اللہ کا قول بھی۔

۱۷: وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلْغُ الْمُبِينُ (اور ہمارے ذمہ تو صرف واضح طور پر پہنچا دینا تھا) یعنی ظاہر تبلیغ جو مشاہداتی دلیل سے اس کی صحت کو ثابت کر دے۔

جہاں کا طرزِ عمل:

۱۸: قَالُوا آءِآنَا تَطْفِرُْنَا بِكُمْ (وہ لوگ کہنے لگے ہم تو تمہیں منحوس سمجھتے ہیں) ہم تم سے بدشگونئی لیتے ہیں۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے ان کے دین کو برا خیال کیا اور ان کے نفوس اس سے نفرت کرنے لگے۔ جبلاء کی عادت ہی یہ ہے کہ ہر ایسی چیز کی تمنا کرتے ہیں۔ جس کی طرف جھکاؤ اختیار کرتے ہیں اور جس کو ان کے طبائع قبول کرتے ہیں۔ اور جس چیز سے نفرت ہو اس کو وہ منحوس قرار دیتے ہیں اور ناپسند کرتے ہیں۔ پھر اگر ان کو کوئی مصیبت یا نعمت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں یہ اس کی نحوست اور اس کی برکت سے حاصل ہوئی۔

ایک قول:

یہ ہے ان سے بارش بند کر دی گئی پس انہوں نے یہ کہا: لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوا (اگر تم اپنی بات سے باز نہ آؤ گے) لَنَرُجُمَنَّكُمْ (ضرور ہم پتھروں سے تمہارا کام تمام کر دیں گے) ضرور ہم تمہیں قتل کر دیں گے یا ضرور تمہیں یہاں سے ہانک دیں گے یا تمہیں گالی گلوچ کریں گے۔ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِنَّا عَذَابٌ أَلِيمٌ (تم کو ہماری طرف سے سخت تکلیف پہنچے گی) ضرور تمہیں جلنے کا عذاب جھیلنا پڑے گا اور وہ سخت ترین عذاب ہے۔

۱۹: قَالُوا طَآءِرُكُمْ (ان رسولوں نے کہا تمہاری نحوست) یعنی تمہاری نحوست کا سبب مَعَكُمْ (تمہارے ساتھ ہے) اور وہ کفر ہے۔ اَیْنُ (کیا اگر)

قراءت: ہمزہ استفہام اور حرف شرط کے ساتھ کوئی اور شامی نے پڑھا ہے۔

ذِكْرُكُمْ (تمہیں نصیحت کی جائے) وعظ کیا جائے اور اسلام کی طرف بلایا جائے۔ جواب شرط مضمرب ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے۔ تطیر تم۔

قراءت: این اور نافع کو ہمزہ ممدودہ جس کے بعد یائے مکسورہ ہو ابو عمرو نے پڑھا ہے۔ اور ہمزہ مقصورہ اَیْنِ جس کے بعد یائے مکسورہ ہوئی نے پڑھا ذکر تم کو تخفیف کے ساتھ یزید نے پڑھا ہے۔

بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ (بلکہ تم لوگ حد سے نکل جانے والے ہو)۔ نافرمانی میں حد سے آگے گزرنے والے ہو۔ اس وجہ سے تمہارے پاس نحوست آئی ہے۔ نہ کہ رسولوں کی طرف سے اور ان کے نصیحت کر دینے کی وجہ سے۔ نمبر ۲۔ بلکہ تم اپنی گمراہی اور

وَجَاءَ مِنْ أَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَسْعَىٰ قَالَ يَا قَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِينَ ﴿۳۰﴾

اور ایک شخص اس شہر کے دور والے مقام سے دوڑتا ہوا آیا، اس نے کہا کہ اے میری قوم ان فرستادہ آدمیوں کا اتباع کرو،

اتَّبِعُوا مَنْ لَا يَسْأَلُكُمْ أَجْرًا وَهُمْ مُّهْتَدُونَ ﴿۳۱﴾

ایسے لوگوں کی راہ چلو جو تم سے کسی اجرت کا سوال نہیں کرتے اور وہ خود راہ ہدایت پر ہیں۔

راستہ سے بھٹکنے میں حد سے بڑھے ہوئے ہو۔ وہ اس طرح کہ ان ہستیوں کو نحوست کا سبب قرار دیتے ہو۔ جو کہ تبرک کے قابل و لائق ہیں۔

حبیب نجار کا وعظ:

۳۰: وَجَاءَ مِنْ أَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَسْعَىٰ (اور ایک شخص شہر کے اور کسی مقام سے دوڑتا ہوا آیا)۔ یہ حبیب نجار تھا۔ یہ پہاڑ کے ایک غار میں مقیم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا۔ جب اس کو رسولوں کی آمد کی خبر ملی اور اس نے اپنے دین کا اظہار کیا۔ پھر کہنے لگا۔ کیا تم جو کچھ لائے ہو اس پر اجر طلب کرتے ہو۔ انہوں نے کہا: نہیں! قَالَ يَا قَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِينَ کہا اے میری قوم تم رسولوں کی بات مانو۔)

۳۱: اتَّبِعُوا مَنْ لَا يَسْأَلُكُمْ أَجْرًا وَهُمْ مُّهْتَدُونَ (ان کی بات مانو! جو تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتے اور وہ خود راہ راست پر ہیں)۔ اجر سے مراد تبلیغ پر مزدوری، جہم سے مراد رسل ہیں۔ انہوں نے سوال کیا۔ کیا تو بھی انہی کے دین پر ہے۔ تو اس نے کہا:

وَمَا لِي لَا أَعْبُدُ الَّذِي فَطَرَنِي وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿۳۲﴾ أَتَأْتِخِدُ مِنْ دُونِهِ إِلَهَةً

اور میرے پاس کونسا عذر ہے کہ میں اس کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا فرمایا اور تم سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ کیا میں اس کے سوا ایسے معبود مان لوں

إِنْ يُرِيدَنَّ الرَّحْمَنُ بِضُرٍّ لَا تُغْنِي عَنِّي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا وَلَا يُنْقِذُونِ ﴿۳۳﴾ إِنْ أَرَادَ

کہ اگر رحمن مجھے کوئی ضرر پہنچانا چاہے تو ان کی سفارش مجھے ذرا بھی کام نہ دے اور نہ وہ مجھے بچائیں، اگر میں

لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿۳۴﴾ إِنْ أَمِنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمِعُونِ ﴿۳۵﴾ قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَتْ يَلَيْتَ

ایسا کروں تو صریح گمراہی میں جا پڑونگا بیشک میں تمہارے رب پر ایمان لا چکا سو تم میری بات سنو۔ اس سے کہا گیا کہ جنت میں داخل ہو جا، وہ کہنے لگا کہ کاش

قَوْمِي يَعْلَمُونَ ﴿۳۶﴾ بِمَا غَفَرْتُ لِي رَبِّي وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُكْرَمِينَ ﴿۳۷﴾ وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَىٰ

میری قوم کو یہ بات معلوم ہو جاتی کہ میرے پروردگار نے مجھے بخش دیا اور مجھے باعزت بندوں میں شامل فرمادیا۔ اور ہم نے اس کے بعد اس کی

قَوْمِهِمْ مِنْ بَعْدِهِمْ مِنْ جُنْدٍ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِينَ ﴿۳۸﴾ إِنْ كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً

قوم پر آسمان سے کوئی لشکر نازل نہیں کیا اور نہ ہم اتارنے والے تھے۔ نہیں تھی مگر ایک چیخ

فَإِذَا هُمْ خَامِدُونَ ﴿۳۹﴾ يَحْسِرَةٌ عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿۴۰﴾

سو وہ بچھ کر رہ گئے۔ افسوس ہے بندوں کے حال پر، جب ان کے پاس کوئی رسول آیا تو انہوں نے ضرور اس کا مذاق بنایا۔

أَلَمْ يَرَوْا كَمَا أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنَ الْقُرُونِ أَنَّهُمْ إِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُونَ ﴿۴۱﴾ وَإِنْ كُلُّ لَمَمًا

کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم ان سے پہلے بہت سی امتیں ہلاک کر چکے ہیں بے شک وہ ان کی طرف واپس نہیں ہوں گے۔ اور یہ سب مجتمع طور پر

جَمِيعٌ لَدَيْنَا مُحْضَرُونَ ﴿۴۲﴾

ہمارے پاس ضرور حاضر ہوں گے۔

۳۲: وَمَا لِي لَا أَعْبُدُ الَّذِي فَطَرَنِي (اور میرے پاس کونسا عذر ہے کہ میں عبادت نہ کروں اس کی جس نے مجھ کو پیدا کیا)۔ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ (اور تم سب کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے)۔

قراءت: حمزہ نے ومالی پڑھا ہے۔

۳۳: أَتَأْتِخِدُ مِنْ دُونِهِ إِلَهَةً (کیا میں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اور ایسے ایسے معبود قرار دے لوں)۔ لَعْنَىٰ اصْنَامٍ كَوَانِ يُرِيدَنَّ الرَّحْمَنُ بِضُرٍّ لَا تُغْنِي عَنِّي شَفَاعَتُهُمْ (اگر رب رحمان مجھ کو کوئی تکلیف پہنچانا چاہے

تو نہ معبودوں (شَيْئًا وَلَا يُنْقَدُونَ) کی سفارش کچھ میرے کام آسکے اور نہ وہ مجھ کو چھڑا سکیں (میں بھی تکلیف سے -

قراءت: وَلَا يُنْقَدُونَ، فَاسْمَعُونَ [یونس: ۲۵] دو حالوں میں یعقوب نے پڑھا ہے۔

۲۳: اِنِّي اِذَا (اور بیشک میں) جبکہ میں نے بنا لیا۔ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ (اس وقت ضرور کھلی گمراہی میں جا پڑا)۔

۲۵: جب اس نے اپنی قوم کو نصیحت کی تو وہ اس کو پتھر مارنے لگے پس وہ رسولوں کی طرف قتل سے قبل چل دیا۔ اور ان کو مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ اِنِّي اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنِ (میں تو تمہارے پروردگار پر ایمان لا چکا پس تم میری بات سن لو) تم میری اس ایمانی بات کو سن لو تا کہ تم میرے متعلق کل آخرت میں گواہی دو۔ جب وہ قتل کر دیا گیا تو

۲۶، ۲۷: قِيلَ (اس کو ارشاد ہوا)۔ اَدْخِلِ الْجَنَّةَ (کہ جنت میں داخل ہو) اس کی قبر سوق انطاکیہ میں ہے۔

انداز کلام: یہاں قیل نہ نہیں کہا گیا بلکہ صرف قیل کہا گیا ہے کیونکہ کلام مقولہ کو بیان کرنے کیلئے لایا گیا ہے مقولہ کے لئے نہیں لایا گیا اگرچہ وہ معلوم و معروف ہے۔ اس میں دلالت پائی جاتی ہے کہ جنت پیدا ہو چکی ہے۔

قول الحسن عیسیٰ:

ہے کہ جب قوم نے اس کو قتل کرنا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی طرف اٹھا لیا وہ جنت میں ہے۔ وہ آسمانوں و زمین کی فناء کے وقت موت کا شکار ہوگا۔ (مگر یہ قول محل نظر اور محتاج دلیل ہے) جب وہ جنت میں داخل ہوا اور اس کی نعمتوں کو دیکھا تو کہنے لگا۔ قَالَ يَلَيْتَ قَوْمِي يَعْلَمُونَ بِمَا غَفَرَ لِي رَبِّي (کہنے لگا کاش میری قوم کو یہ بات معلوم ہو جاتی کہ میرے پروردگار نے مجھے بخش دیا) بما غفر لي ربي اي بمغفرة ربي لي میرے رب کے مجھے بخش دینے کے سبب یا بالذی غفر لی اس ذات کو جس نے مجھے بخش دیا۔ اول صورت میں ما مصدر یہ اور دوسری میں موصولہ ہے۔ وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُكْرَمِينَ (اور مجھے عزت داروں میں شامل کر دیا) جن کو جنت کا اعزاز ملا۔

قوم نجار کی ہلاکت:

۲۸: وَمَا اَنْزَلْنَا عَلٰی قَوْمِهِ مِنْۢ بَعْدِهِ (اور ہم نے نہیں اتارا اس کی قوم پر اس کے بعد) مانا فیہ ہے قوم سے حبیب نجار کی قوم مراد ہے۔ بعدہ سے مراد اس کے قتل یا رفع کے بعد۔ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَاءِ (آسمان سے کوئی لشکر) ان کو سزا دینے کیلئے وَمَا كُنَّا مُنْزِلِينَ (اور نہ ہم اتارنے والے تھے) نہ ہی ہماری حکمت کے لحاظ سے یہ درست تھا کہ حبیب نجار کی قوم کو ہلاک کرنے کیلئے آسمان سے لشکر اتاریں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے اللہ تعالیٰ نے ہر قوم کی ہلاکت کا سلسلہ بعض وجوہ کی بناء پر مقتضائے حکمت جاری کر رکھا ہے۔ اور دوسری بعض کی بناء پر نہیں۔

۲۹: اِنْ كَانَتْ (نہیں تھی) وہ پکڑیا سزا الا صِيْحَةً وَّ اِحْدَةً (پس مگر آواز) جبرئیل علیہ السلام نے ایک چیخ ماری۔ فَاِذَا هُمْ خَامِدُونَ (پس اسی لمحہ وہ بجھ کر رہ گئے) مر گئے جیسا کہ آگ یکبار بجھتی ہے۔ مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ کی چیخ کو ان

کے لئے کافی کر دیا۔ آسمان سے ان کی ہلاکت کیلئے لشکر نہیں اتارا جیسا کہ بدر کے دن اور خندق کے روز آسمانوں سے فرشتے اتارے۔

قابل حسرت لوگ:

۳۰: يَحْسِرَةُ عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِمْ مِّن رَّسُولٍ (افسوس بندوں کے حال پر کبھی ان کے پاس کوئی رسول نہیں) إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ (آیا کہ جس کی ہنسی انہوں نے نہ اڑائی ہو) الحسرة انتہائی شرمندگی کو کہتے ہیں۔ یہ نداء ہے جو ان کی حالت پر اظہارِ افسوس کیلئے لائی گئی ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا: تعالیٰ یا حسرة، فہذہ من احوالک التی حقت ان تحضری فیہا وہی حال استہزائہم بالرسول۔ اے افسوس تو آ۔ یہ حالت ان احوال میں سے ہے جس میں تجھے حاضر ہونے کا حق ہے۔ وہ حالت انبیاء علیہم السلام کے ساتھ استہزاء والی ہے۔ مطلب یہ ہے وہ اس بات کے حقدار ہیں۔ کہ حسرت کرنے والے ان پر اظہارِ حسرت کریں اور افسوس کرنے والے افسوس کا اظہار کریں۔ یا وہ ملائکہ اور مؤمنین دونوں کی طرف سے قابل حسرت ہیں۔

۳۱: أَلَمْ يَرَوْا (کیا ان کو معلوم نہیں) كَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنَ الْقُرُونِ (کہ ان سے پہلے بہت سے اہل زمانہ کو ہم ہلاک کر چکے)

نَحْوًا: کم یہ اہلکنا کی وجہ سے منصوب ہے۔ اور یروا کم میں عمل کے سلسلہ میں معلق ہے کیونکہ کم سے پہلے آنے والا عامل اس پر عمل نہیں کرتا خواہ کم استفہامیہ ہو یا خبریہ کیونکہ اس کی اصل استفہام ہے البتہ اس کا معنی جملہ میں نافذ ہے اور انہم الیہم لَا يَرْجِعُونَ (کہ وہ ان کی طرف لوٹ کر نہیں آتے)

نَحْوًا: یہ کم اہلکنا سے معنابدل ہے لفظاً نہیں تقدیر کلام اس طرح ہے الم یروا کثرة اہلکنا القرون من قبلہم کونہم انہم غیر راجعین الیہم کیا ان کو معلوم نہیں کثرت سے اہل زمانہ کو ان سے پہلے ہلاک کرنا اور انکا ان کی طرف واپس نہ آنا۔

قدرت کی نشانی، احیائے موتی کی دلیل:

۳۲: وَإِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِيعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُونَ (اور ان میں کوئی ایسا نہیں جو مجتمع طور پر ہماری طرف حاضر نہ کیا جائے) قراءت: لَمَّا کو تشدید کے ساتھ شامی، عاصم، حمزہ نے پڑھا اور الا کے معنی میں لیا۔ اور ان نافیہ ہے۔ دیگر قراء نے لَمَّا کو تخفیف کے ساتھ پڑھا اس طور پر کہ مانتا کید کا صلہ ہے اور ان کو مخففہ من المشقلہ ہے اور لَمَّا کی لام اس کے جواب میں ہے اور مانتا کید کیلئے لایا گیا۔ اور کل کی تنوین مضاف الیہ کے عوض میں آئی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ سب کو اٹھایا اور جمع کیا جائے گا۔ اور حساب کیلئے حاضر کیا جائے گا۔ یا عذاب کیلئے جمع کیا جائے گا۔ یہاں کل کے متعلق جمع کے لفظ سے خبر دی کیونکہ کُلًّا کا لفظ احاطہ کیلئے آتا ہے۔ جمع بروزن فعیل بمعنی مفعول ہے۔ اور اس کا معنی اجتماع ہے۔ مطلب یہ ہے کہ محشر تمام کو جمع کرے گا۔

وَاٰیةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيِّتَةُ ۙ اَحْيَيْنَهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ ۝۳۳ وَجَعَلْنَا

اور ان لوگوں کے لیے ایک نشانی مردہ زمین ہے، ہم نے اسے زندہ کیا اور ہم نے اس سے غلے نکالے سو وہ اس میں سے کھاتے ہیں۔ اور ہم نے اس میں

فِيهَا جَنَّتْ مِنْ نَخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِيهَا مِنَ الْعَيُوْنِ ۙ لِيَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهَا

کھجوروں کے اور انگوروں کے باغ پیدا کیے اور ہم نے اس میں چشمے جاری کر دیئے۔ تاکہ وہ اس کے پھلوں سے کھائیں

وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ۝۳۴ سُبْحٰنَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْبِتُ

اور اسے ان کے ہاتھوں نے نہیں بنایا، سو کیا وہ شکر ادا نہیں کرتے۔ پاک ہے وہ ذات جس نے زمین سے پیدا ہونے والی چیزوں سے

الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْمَلُوْنَ ۝۳۵

ہر قسم کی چیزیں پیدا فرمائیں اور ان لوگوں کی جانوں سے اور ان چیزوں میں سے جنہیں یہ لوگ نہیں جانتے۔

۳۳: وَاٰیةٌ لَّهُمُ (اور ایک نشانی ان کے لئے) اور ایک نشانی اس بات پر دلالت کرنے کیلئے کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کریں گے مردہ زمین کو آباد کر دینا ہے۔ ایہ مبتدأ اور لہتم خبر ہے۔ نمبر ۲۔ ایہ مبتدأ ہونے کی وجہ سے مرفوع ہو اور لہم اس کی صفت ہے اور الارض المیتة اس کی خبر ہے۔ الارض المیتة (مردہ زمین) خشک زمین۔

قراءت: مدنی نے المیتة کو تشدید سے پڑھا ہے۔ اَحْيَيْنَهَا (ہم نے اس کو زندہ کیا) بارش سے۔

مُخَوِّفًا: نمبر ۱۔ یہ جملہ مستانفہ ہے۔ جو کہ زمین کے مردہ ہونے کا نشانی ہونا بیان کرنے کیلئے لایا گیا اور اسی طرح نسلخ بھی مستانفہ ہے۔ اور یہ بھی درست ہے کہ نسلخ کو الیل اور اَحْيَيْنَهَا کو الارض کی صفت قرار دیں۔ کیونکہ یہاں مراد جنس لیل اور جنس ارض ہے۔ کوئی معین ارض و لیل مراد نہیں۔ اس لئے افعال کو ان کی صفت بنانے میں نکرات جیسا سلوک کیا گیا ہے۔ فعل کے اس قسم کے معارف کی صفت بننے میں اشکال نہ رہا۔ اس کی مثال کلام عرب میں موجود ہے۔ وَلَقَدْ اَمْرٌ عَلٰی اللّٰنِیْمِ یَسْبِیْ اللّٰنِیْمِ کی صفت یَسْبِیْ ہے۔ وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا (اور ہم نے اس میں سے غلے نکالے) یہاں جنس (حَبًّا) غلہ مراد ہے۔ فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ (پس ان میں سے لوگ کھاتے ہیں)۔

وجہ تقدیم:

منہ ظرف کو مقدم کر کے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ غلہ ہی وہ چیز ہے جس سے گزران زندگی کا بڑا حصہ متعلق ہے اور اسی کے استعمال سے انسانی جسم کی اصلاح و درستی ہے جب یہ کم ہو جائے تو قحط پڑ جائے اور نقصان واقع ہو اور جب نایاب ہو تو ہلاکت سر آسوار ہو اور مصائب اتر پڑیں۔

۳۴: وَجَعَلْنَا فِيهَا (اور ہم نے اس میں لگائے) یعنی زمین میں جَنَّتِ (باغات) مِّنْ نَّخِيلٍ وَّ اَعْنَابٍ (کھجوروں اور انگوروں کے) وَ فَجَّرْنَا فِيهَا مِنَ الْعُيُونِ (اور ہم نے اس میں چشمے جاری کر دیئے) انْفِشِ کے نزدیک من زائدہ ہے اور دوسروں کے نزدیک مفعول محذوف ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ ماينفعون به۔

۳۵: لِيَاْكُلُوا مِنْ ثَمَرِهِ (تا کہ لوگ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا پھل کھائیں) ثمرہ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف لوثی ہے۔ ای لیا کلو امما خلقه الله من الثمر۔

قراءت: من ثمرہ حمزہ، علی نے پڑھا ہے۔

وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيهِمْ (اور اس میں سے جس کو ان کے ہاتھوں نے لگایا) یعنی اور اس میں سے جو ان کے ہاتھوں نے بونا، سیراب کرنا پیوند کرنا وغیرہ اعمال کیے یہاں تک کہ پھل اپنی میعاد کو پہنچا۔ مطلب یہ ہے کہ پھل فی نفسہ اللہ تعالیٰ نے بنایا اور پیدا کیا اس میں بنی آدم کی محنت کے آثار بھی پائے جاتے ہیں۔ اس کی اصل من ثمرنا ہے جیسا کچھلی آیت میں جعلنا، فجرتنا کے صیغے دلالت کرتے ہیں۔ پھر بطریق التفات متکلم سے کلام کو غیبت کی طرف پھیر دیا گیا۔ نمبر ۲۔ اور یہ بھی درست ہے کہ ضمیر کا مرجع انخيل ہو اور اعناب کی طرف بلا ضمیر لوٹائے چھوڑ دیں لیکن یہ تو معلوم ہے کہ اس کا نخيل والا حکم ہے کیونکہ اکل ثمرہ کی وجہ سے یہ اس سے معلق ہے۔ نمبر ۳۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ مراد ثمر مذکور ہو۔ اور وہ جنات ہیں۔ جیسا کہ رؤبہ شاعر کا قول ہے۔ فیہا خطوط من بياض و بَلَق۔ کانہ فی الجلد تولیع البهق اس سے سوال کیا گیا تو اس نے کہا میری مراد کان ذلك ہے۔ حفص کے علاوہ کوئی قراء نے مَا عَمِلَتْ پڑھا اور اہل کوفہ کے تمام مصاحف میں اسی طرح ہے اور مصاحف اہل حرین اور بصرہ، شام میں ضمیر کے ساتھ مَا عَمِلَتْ ہے۔ ایک قول یہ ہے مانا یہ ہے اس طرح کہ پھل کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور لوگوں کے ہاتھوں نے اس کو نہیں بنایا اور نہ ہی لوگوں کو اس پر قدرت حاصل ہے۔ اَفَلَا يَشْكُرُونَ (پھر وہ شکر کیوں ادا نہیں کرتے) سستی کرتے ہوئے اس میں شکر ادا کرنے پر آمادہ کیا گیا۔

تمام اصناف کو وہی پیدا کرنے والا ہے:

۳۶: سُبْحٰنَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ (پاک ہے وہ ذات جس نے تمام مقابل اقسام پیدا کیں) ازواج کا معنی اصناف ہے۔ كُلِّهَا مِمَّا تُنْبِتُ الْاَرْضُ (ان میں سے جن کو زمین اگاتی ہے) جیسے کھجوریں، درخت، کھیتیاں اور پھل وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ (اور ان آدمیوں سے بھی) اولاد مذکورہ مؤنث وَمِمَّا لَا يَعْلَمُونَ (اور ان چیزوں میں سے جن کو لوگ نہیں جانتے) اور بعض اصناف ایسی ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو مطلع نہیں فرمایا۔ اور نہ ان کی پہچان تک انسان پہنچے ہیں۔ وادیوں اور سمندروں میں بہت سی ایسی اشیاء ہیں جن کو لوگ جانتے ہی نہیں۔

وَآيَةٌ لَهُمُ اللَّيْلُ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَإِذَا هُمْ مُظْلِمُونَ ﴿٣٧﴾ وَالشَّمْسُ تَجْرِي

اور ان کے لیے ایک نشانی رات ہے، ہم اس سے دن کو کھینچ لیتے ہیں سو وہ اچانک اندھیرے میں رہ جاتے ہیں۔ اور سورج اپنے ٹھکانے کی

لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا ذَلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ﴿٣٨﴾ وَالْقَمَرَ قَدَرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتَّىٰ عَادَ كَالْعُرْجُونِ

طرف چلتا ہے، یہ اس کا مقرر کیا ہوا ہے کہ جو زبردست ہے علم والا ہے۔ اور اس نے چاند کے لیے منزلیں مقرر کر دیں یہاں تک کہ وہ کھجور کی ٹہنی کی طرح

الْقَدِيمِ ﴿٣٩﴾ لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِي

رہ جاتا ہے، نہ تو سورج کی مجال ہے کہ چاند کو پکڑ لے اور نہ رات دن سے آگے بڑھ کر پہلے آسکتی ہے اور سب

فَلَكَ يَسْبُحُونَ ﴿٤٠﴾

ایک ایک دائرہ میں تیر رہے ہیں۔

رات کی نشانی:

۳۷: وَآيَةٌ لَهُمُ اللَّيْلُ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ (اور ایک نشانی ان کے لئے رات ہے کہ ہم اس پر سے دن کو اتار لیتے ہیں) ہم اس میں سے دن کو اس طرح نکال لیتے ہیں کہ دن کی روشنی میں سے کوئی چیز بھی اس کے ساتھ باقی نہیں رہتی، نمبر ۲۔ اس سے روشنی کو ہم اس طرح کھینچ لیتے ہیں جیسے سفید قمیص کھینچی جاتی ہے پس نفس زمانہ اسی طرح ننگا ہو جاتا ہے جیسا سیاہ جھنڈی کیونکہ آسمان وزمین کے مابین سیاہ فضا ہے اس کے بعض حصے نے سورج کی روشنی اسی طرح پہن لی جیسا کہ اندھیرے گھر میں دیار روشن کر دیا جائے۔ جب دیا غائب ہو تو پھر گھر پہلے کی طرح اندھیرا ہو جاتا ہے۔ فَإِذَا هُمْ مُظْلِمُونَ (پس یکا یک وہ لوگ اندھیرے میں رہ جاتے ہیں) یعنی اندھیرے میں داخل ہو جاتے ہیں۔

سورج کا مقصد:

۳۸: وَالشَّمْسُ تَجْرِي (اور سورج چلتا رہتا ہے) اور ان کے لئے سورج کا چلنا نشانی ہے۔ لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا (اپنے ٹھکانے کی طرف) اپنی اس حد کی طرف پہنچتا ہے، نمبر ۱۔ سورج کو مسافر کے مستقر سے تشبیہ دی جبکہ وہ اپنا فاصلہ طے کرے۔ نمبر ۲۔ اپنی حد کیلئے جیسا کہ ہر روز اپنی آنکھوں سے اس کا چلنا دیکھتے ہیں اور وہ مستقر مغرب ہے۔ نمبر ۳۔ اپنے معاملے کی انتہاء کیلئے دنیا کے اختتام تک۔ ذَلِكَ (یہ) اس اندازے سے چلنا اور دقیق حساب تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ (اندازہ باندھا ہوا ہے اس کا جو زبردست) اپنی قدرت کے ساتھ ہر مقدور پر غالب ہے۔ الْعَلِيمِ (علم والا ہے) ہر معلوم کا۔

منازلِ قمر:

۳۹: وَالْقَمَرَ قَدَرْنَاهُ (اور چاند کیلئے منازل مقرر کریں)

مَنْجُو: قراءت القمر: اس فعل کی وجہ سے منصوب ہے جس کی تفسیر قدرنا کر رہا ہے۔ مکی، نافع، ابو عمرو، سہل نے اس کو مرفوع پڑھا اور مبتداً قرار دیا اور قدرنا کو خبر بنا یا ایۃ لہم کو مبتداً اور القمر خبر یا عکس مان کر مرفوع پڑھا گیا۔ مَنَازِلَ (منزلیں) وہ اٹھائیس منزلیں ہیں۔ جن میں سے ہر ایک منزل میں ہر رات کو چاند اترتا ہے نہ اس کو عبور کرتا ہے اور نہ اس سے پیچھے رہتا ہے ابتدائی رات سے لے کر برابر انداز سے اٹھائیسویں منزل تک چلتا رہتا ہے۔ پھر دو راتیں چھپ جاتا ہے۔ جبکہ مہینہ کامل ہو اور اگر مہینہ ناقص ہو تو ایک رات چھپتا ہے۔ قدرنا ہ منازل میں مضاف کا حذف ماننا ضروری ہے۔ کیونکہ نفس قمر کے لیے تقدیر منازل کا کوئی معنی نہیں۔ کلام اس طرح ہوگا۔ نمبراً۔ قدرنا نورہ یزید و ینقص یا قدرنا مسیرۃ منازل۔ پس یہ ظرف ہوگا۔ جب چاند اپنی آخری منازل میں پہنچتا ہے تو باریک اور کمان کی طرح ہو جاتا ہے۔ حَتَّىٰ عَادَ كَالْعُرْجُونِ (یہاں تک کہ وہ ایسا رہ جاتا ہے جیسے کھجور کی پرانی ٹہنی) کھجور کی شاخ جب خشک اور ٹیڑھی ہو جائے العرجون بروزن فعلون ہے۔ یہ العراج بمعنی انعطاف ہے۔ الْقَدِيمِ (پرانی) جب یہ شاخ پرانی ہوتی ہے۔ تو زرد پڑ جاتی اور کبڑی ہو جاتی ہے۔ پس چاند کے ساتھ اس کی مشابہت تین ج سے ہے۔

وہ ایک دوسرے کو پکڑ نہ سکیں گے:

۴۰: لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا (نہ آفتاب کی مجال ہے) نہ سورج کو جائز درست و مناسب ہے۔ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ (کہ چاند کو جا پکڑے) پس اس کے ساتھ ایک وقت میں جمع ہو جائے اور اس کی سلطنت میں مداخلت کر کے اس کے نور کو مٹا دے کیونکہ ہر دو سیاروں کو اپنے اپنے دائرے میں غلبہ ہے۔ سورج کو دن پر غلبہ اور چاند کا غلبہ رات پر ہے۔ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ (نہ رات دن سے پہلے آسکتی ہے) رات دن سے سبقت نہیں کر سکتی یعنی رات کی نشانی دن کی نشانی سے سبقت نہیں کر سکتی۔ یہ دونوں روشن سیارے اس ترتیب پر رہیں گے یہاں تک کہ قیامت آئے۔ پھر اللہ تعالیٰ سورج و چاند کو جمع کر دیں گے اور سورج مغرب سے طلوع کریں گے۔ وَكُلُّ اس کی تنوین مضاف الیہ کے عوض ہے ای و کلہم اور ضمیر شمس و اقمار کی طرف راجع ہے۔ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ (ہر ایک ایک دائرے میں تیر رہے ہیں) یعنی چل رہے ہیں۔

وَآيَةٌ لَهُمْ أَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلِكِ الْمَشْحُونِ ۚ وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِنْ مِثْلِهِ

اور ان لوگوں کے لیے ایک نشانی یہ ہے کہ ہم نے ان کی اولاد کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا۔ اور ہم نے ان کے لیے کشتی جیسی چیزیں

مَا يَرْكَبُونَ ۚ وَإِن نَّشَاءُ نَغْرِقْهُمْ فَلَاصِرِيخٌ لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنْقَدُونَ ۚ إِلَّا رَحْمَةً

پیدا کیں جن پر یہ لوگ سوار ہوتے ہیں۔ اور اگر ہم چاہیں تو انہیں ڈبو دیں سوان کی کوئی بھی فریاد رسی کرنے والا نہ ہو اور نہ انہیں چھٹکارا دیا جائے۔ مگر یہ کہ ہماری

مِنَّا وَمَتَاعًا إِلَىٰ حِينٍ ۚ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّقُوا مَا بَيْنَ أَيْدِيكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ

مہربانی ہو جائے اور ایک وقت مقررہ تک قائمہ دینا منظور ہو۔ اور جب ان سے کہا جائے گا کہ تم اس سے ڈرو جو تمہارے آگے ہے اور جو پیچھے ہے تاکہ تم پر

تُرْحَمُونَ ۚ وَمَا تَأْتِيهِمْ مِنْ آيَةٍ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ إِلَّا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ۚ وَإِذَا

رحم کیا جائے۔ اور ان کے رب کی نشانیوں میں سے جو نشانی بھی ان کے پاس آتی ہے اس کی طرف سے اعراض کرنے والے بن جاتے ہیں۔ اور جب

قِيلَ لَهُمْ أَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ ۗ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ نَطْعَمُ مَنْ لَوْ

ان سے کہا جاتا ہے کہ اس میں سے خرچ کرو جو اللہ نے تمہیں دیا ہے تو کافر لوگ اہل ایمان سے کہتے ہیں کہ کیا ہم لوگ ان لوگوں کو کھلائیں جنہیں

يَشَاءُ اللَّهُ أَطْعَمَهُ ۗ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۚ

اللہ چاہے تو کھلا دے، بات یہی ہے کہ تم کھلی ہوئی گمراہی میں ہو۔

۳۱: وَآيَةٌ لَهُمْ أَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ (اور ایک نشانی ان کے لئے یہ ہے کہ ہم نے ان کی اولاد کو سوار کیا)۔

قراءت: ذریا تمہم مدنی و شامی نے پڑھا ہے۔

فِي الْفُلِكِ الْمَشْحُونِ (بھری کشتی میں) مشحون بھری ہوئی ذریت سے مراد اولاد ہے۔ اور جن کا اٹھانا ان کو مقصود ہو۔ وہ ان کو خشکی و سمندر کی تجارتوں کیلئے بھیجتے تھے۔ نمبر ۲۔ آباء مراد ہیں کیونکہ یہ اضداد میں سے ہے اس صورت میں فلک سے مراد سفینہ نوح علیہ السلام۔

ایک قول:

یہ ہے کہ اس کا معنی اللہ تعالیٰ نے ان کی اولاد کو اس میں سوار کر دیا یعنی ان کے پہلے آباء و اجداد کو اس میں سوار کر دیا جبکہ وہ اور ان کی اولادیں اپنے باپوں کی اصلاب میں تھیں۔ یہ بات تذکرہ احسان میں زیادہ بلیغ ہے۔

تمام جدید سواریاں:

۳۲: وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِنْ مِثْلِهِ (اور ہم نے ان کے لئے کشتی جیسی اور چیزیں پیدا کر دیں) اذ کی ضمیر کشتی کی طرف راجع ہے۔
مَا يَرُكَّبُونَ (جن پر یہ سواری کرتے ہیں) جیسے اونٹ جو کہ سفائن صحراء کہلاتے ہیں۔ (اب تو بیشمار قسم کی جدید سواریاں اسی قرآنی
اشارے کا مصداق ہیں)

۳۳: وَإِنْ نَشَأْ نُغْرِقْهُمْ (اور اگر ہم چاہیں تو ان کو غرق کر دیں) سمندر میں فَلَا صَرِيحَ لَهُمْ (پھر نہ تو ان کا کوئی فریاد رس ہو)
صریح کا معنی فریاد کو پہنچنے والا۔ یا صریح مصدری معنی میں ہے فریاد رس۔ وَلَا هُمْ يُنْقَذُونَ (اور نہ یہ نجات پاسکیں گے) نجات
دیے جائیں۔

۳۴: إِلَّا رَحْمَةً مِنَّا وَمَتَاعًا إِلَىٰ حِينٍ (مگر یہ ہماری ہی مہربانی ہے۔ اور ان کو ایک وقت معین تک فائدہ دینا ہے) ای لا
ينقذون الا لرحمة منا۔ یعنی رحمت کی وجہ سے ان کو بچایا جا رہا ہے اور اس لئے بھی تاکہ وقت مقررہ تک دنیا کے ساز و سامان
سے فائدہ اٹھائیں۔

نَجْوَى: رحمة اور متاعاً مفعول لہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں۔

اگلے پچھلے گناہوں سے ڈرو:

۳۵: وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّقُوا مَا بَيْنَ أَيْدِيكُمْ (اور جب ان سے کہا جاتا ہے اس عذاب سے ڈرو جو تمہارے سامنے ہے)۔ وَمَا
خَلْفَكُمْ (اور جو تمہارے پیچھے ہے) یعنی جو گناہ کر کے آگے روانہ کر چکے اور جو ابھی کر رہے ہو۔ یا ان وقائع سے ڈرو جن میں تم
سے پہلی اقوام تکذیب انبیاء کے نتیجہ میں مبتلا ہوئیں۔ اور اس سے ڈرو جو تمہارے پیچھے قیامت والی گھڑی تیار کھڑی ہے۔ یا
نمبر ۳۔ دنیا کی آزمائش اور عقوبت آخرت سے ڈرو۔ لَعَلَّكُمْ تَرْحَمُونَ (تاکہ تم پر رحم کیا جائے) تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی رحمت کے
امیدوار بن سکو۔

نَجْوَى: اذا کا جواب مضمراً ہے تقدیر جواب یہ ہے اَعْرَضُوا۔ اس کا حذف جائز ہے کیونکہ ما تاتیہم الایة اس پر دلالت کر رہی
ہے۔

۳۶: وَمَا تَاتِيهِمْ مِنْ آيَةٍ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ إِلَّا كَانُوا (اور ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے کوئی آیت ان کے رب کی
آیات میں سے نہیں آئی) عَنْهَا مُعْرِضِينَ (جس سے یہ سرتابی نہ کرتے ہوں)۔

نَجْوَى: پہلا من تاکید فی کلمتہ ہے۔ اور دوسرا تعجیض کیلئے ہے۔ یعنی ان کی عادات ثانیہ ہے کہ ہر موعظت و نصیحت کے وقت
اعراض کرتے ہیں۔

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَذَا الْوَعْدُ إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۴۸﴾ مَا يَنْظُرُونَ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً

اور وہ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب ہو گا اگر تم سچے ہو۔ وہ لوگ بس ایک سخت آواز کے انتظار میں ہیں

تَأْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُونَ ﴿۴۹﴾ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ تَوْصِيَةً وَلَا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ يَرْجِعُونَ ﴿۵۰﴾

جو ان کو پکڑ لے اور وہ آپس میں جھگڑ رہے ہوں۔ سو نہ تو وہ کوئی وصیت کر سکیں گے اور نہ اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ کر جائیں گے۔

وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَإِذَا هُم مِّنَ الْأَجْدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَنْسِلُونَ ﴿۵۱﴾ قَالُوا يَا وَيْلَنَا مَن مِّنْ

اور صور پھونکا جائے گا سو وہ سب ایک ایک قبروں سے نکل کر اپنے رب کی طرف جلدی جلدی چلنے لگیں گے۔ وہ کہیں گے کہ ہائے ہماری

بَعَثْنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ۚ هَذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمَنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُونَ ﴿۵۲﴾ إِن كَانَتْ

کہ سختی ہمیں کس نے ہماری لینے کی جگہ سے اٹھادیا، یہ وہی ہے جس کا رحمن نے وعدہ فرمایا اور پیغمبروں نے سچی خبر دی۔ بس وہ

إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً فَإِذَا هُمْ جَمِيعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُونَ ﴿۵۳﴾ فَالْيَوْمَ لَا تظَلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا

ایک چیخ ہو گی سو وہ سب ہمارے پاس حاضر کر دیئے جائیں گے۔ سو اس دن کسی جان پر ذرا سا بھی ظلم نہ

وَلَا يُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۵۴﴾

ہوگا اور تمہیں صرف انہیں کاموں کا بدلہ ملے گا جو تم کرتے تھے۔

یہ پیدائشی فقیر ہیں، ہم ان کو کیوں دیں؟

۴۷: وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ (اور جب ان سے کہا جاتا ہے) اور جب مشرکین مکہ کو کہا جاتا ہے۔ اَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ (تم اس میں سے خرچ کرو۔ جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں رزق دے رکھا ہے) فقراء پر صدقہ کرو۔ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْطَعِمْ مَنْ لَّوْ يَشَاءُ اللّٰهُ اَطَعَمَهُ (کافر مسلمانوں کو کہتے ہیں۔ کیا ہم ایسے لوگوں کو کھانا دیں جن کو اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو کھانے کو دیدے)

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

مکہ میں کچھ زندیق لوگ تھے جب ان کو مساکین پر خرچ کرنے کیلئے کہا جاتا تو کہتے لا واللہ۔ نہیں اللہ کی قسم! کیا اللہ تعالیٰ ان کو فقیر بناائیں اور ہم ان کو کھانا کھلائیں؟ (یہ ہرگز نہ ہوگا) اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِی ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (تم صریح غلطی میں ہو) یہ مقولہ الہی ہے یا مؤمنین کے قول کی حکایت ہے۔ یا نمبر ۳۔ ایمان والوں کو کافر جو جواب دیتے تھے یہ بھی ان میں سے ایک جواب ہے۔

۴۸: وَيَقُولُوْنَ مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ (وہ کہتے ہیں کب ہوگا یہ وعدہ) الوعد سے وعدہ بعث بعد الموت اور قیامت مراد ہے۔ اِنْ

كُنْتُمْ صَادِقِينَ (اگر تم اپنی بات میں سچے ہو)۔ اس میں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو مخاطب کیا گیا۔
قیامت تو اسرافیل کی ایک صیحہ ہے:

۴۹: مَا يَنْظُرُونَ (نہیں وہ منتظر) إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً (مگر ایک زور کی آواز کے) اس سے نوحہ اولیٰ مراد ہے۔ تَأْخُذُهُمْ
يَخِصِّمُونَ (جوان کو آ پکڑے گی اور وہ سب باہم لڑ جھگڑ رہے ہوں گے)۔

قراءت: حمزہ نے سکونِ خاء و تخفیفِ صاد سے يَخِصِّمُونَ پڑھا اور خصمہ سے قرار دیا۔ جبکہ وہ خصومت میں غلبہ پالے۔ باقی
قراءت نے تشدیدِ صاد سے پڑھا ہے۔ ای یَخِصِّمُونَ تاء کو صاد میں مدغم کر دیا مگر کمی نے خاء کا فتح پڑھا تاء مدغمہ کی حرکت کو نقل کر
کے خاء کو دیا۔ اور مدنی نے سکونِ خاء اور یاء اور خاء کے کسرہ سے پڑھا۔ یحییٰ نے یاء کو خاء کی اتباع میں کسرہ دیا اور دیگر قراءت نے یاء کا
فتح اور خاء کا کسرہ پڑھا۔ مطلب یہ ہے وہ قیامت ان کو آن پکڑے گی۔ جبکہ وہ معاملات میں باہمی جھگڑ رہے ہوں گے۔

قیامت آنے پر ذرا فرصت نہ ملے گی:

۵۰: فَلَا يَسْتَطِيعُونَ تَوْصِيَةً (پس ان کو وصیت کرنے کی فرصت نہ ہوگی) اپنے معاملات میں سے کسی کے سلسلہ میں وصیت
کرنے کی بھی ان کو طاقت نہ رہے گی۔ وَلَا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ يَرْجِعُونَ (اور نہ وہ اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ کر جائیں گے)۔ نہ
ہی اپنے مکانات کی طرف واپس لوٹنے کی قدرت رہے گی بلکہ جہاں آواز کوسن پائیں گے وہیں موت سے ڈھیر ہو جائیں گے۔

۵۱: وَنُفِخَ فِي الصُّورِ (اور صور میں پھونک مار دی جائے گی) یہ نوحہ ثانیہ ہے۔ الصور۔ قرن کو کہتے ہیں۔ یا نمبر ۲۔ جمع صورتہ ہے۔
فَإِذَا هُمْ مِنَ الْأَجْدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَنْسِلُونَ (پس وہ یکا یک قبروں سے اپنے رب کی طرف جلدی جلدی چلنے لگیں گے)۔
اجداث جمع جدت و قبر کو کہتے ہیں۔ يَنْسِلُونَ۔ (تیزی سے دوڑیں گے)۔

قراءت: يَنْسِلُونَ۔ سین کے کسرہ اور ضمہ دونوں کے ساتھ پڑھا ہے۔

بے وقت بعثت کا اقرار:

۵۲: قَالُوا (وہ کہیں گے) لَعْنَةُ كَفَارٍ يَوْمَئِذٍ لَنَا مَنْ بَعَثَنَا (ہائے ہماری کم بختی ہم کو کس نے اٹھادیا) بَعَثَنَا مَعْنَى أَنْشَرَنَا
ہے۔ مِنْ مَّرْقَدِنَا (ہماری قبروں سے) یعنی خواب گاہوں سے۔

قراءت: حفص کے نزدیک یہاں وقف لازم ہے۔

قول مجاہد رضی اللہ عنہ:

کفار کو نیند کا ایک جھٹکا محسوس ہوگا جس میں نیند کا ذائقہ پائیں گے۔ اسی وقت اچانک آواز دی جائے گی۔ اے اہل قبور! وہ
جواب دیں گے ہم کو کس نے زندہ کر کے اٹھادیا؟ (وہ اپنے خیال کی تغلیط کر کے کہیں گے یہ نیند نہیں بلکہ انبیاء والی سچی قیامت
ہے)۔

إِنَّ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ الْيَوْمِ فِي شُغْلٍ فَاكِهِونَ ۝۵۵ هُمْ وَأَزْوَاجُهُمْ فِي ظِلِّ عَلَى

بلاشبہ آج جنت والے اپنے مشغلوں میں خوش ہوں گے۔ وہ اور ان کی بیویاں سایوں میں ہوں گے، مسہریوں پر

الْأَرْبَابِكُمْ مَسْكُونُونَ ۝۵۶ لَّهُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ وَلَهُمْ مَائِدٌ مَّعُونٌ ۝۵۷ سَلَامٌ قَوْلًا مِّن رَّبِّ

تکلیہ لگائے ہوئے ہوں گے۔ اس میں ان کے لیے میوے ہوں گے اور جو کچھ طلب کریں گے انہیں وہ ملے گا۔ مہربان رب کی طرف سے

رَّحِيمٌ ۝۵۸

ان پر سلام ہوگا۔

هَذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمَنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُونَ (یہ وہی ہے جس کا رحمان نے وعدہ کیا تھا اور پیغمبر سچ کہتے تھے) نمبر ۱۔ یہ ملائکہ کا کلام ہے۔ یا متقین کا کلام ہے یا کافروں کا کلام ہے۔ ان کو اس وقت رسولوں کا سنا ہوا یاد آئے گا۔ بذات خود یہ جواب دیں گے اپنے آپ کو مخاطب کر رہے ہونگے۔ یا ایک دوسرے کو مخاطب کر کے کہیں گے۔ یا ما مصدریہ ہے اور اس کا معنی اس طرح ہے۔ یہ رحمان کا وعدہ ہے۔ اور رسولوں کی سچائی ہے۔ گویا موعود و مصدق کو وعدہ اور صدق سے تعبیر کیا۔ نمبر ۳۔ ما موصولہ مانیں تو تقدیر کلام یہ ہوگی هذا الذی وعده الرحمن والذی صدقه المرسلون ای والذی صدق فیہ المرسلون یہ وہی ہے جس کا رحمان نے وعدہ کیا اور وہ جس میں رسولوں نے سچ کہا۔

۵۳: إِنْ كَانَتْ (وہ بس) نَفْحَ خَيْرِهِ إِلَّا صَبِيحَةً وَاحِدَةً فَإِذَا هُمْ جَمِيعٌ لَدَيْنَا مُحْضَرُونَ (ایک زور کی آواز ہوگی جس سے یکا یک سب جمع ہو کر ہمارے پاس حاضر کر دیئے جائیں گے) حساب و کتاب کیلئے۔

۵۴: پھر وہ ذکر کیا جو اس دن ان کو کہا جائے گا۔ فَالْيَوْمَ لَا تُظَلَّمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَلَا تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ (پھر اس دن کسی شخص پر ذرا ظلم نہ ہوگا۔ اور تم کو بس انہی کاموں کا بدلہ ملے گا جو تم کیا کرتے تھے)۔

جنتیوں کے کچھ احوال:

۵۵: إِنْ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ الْيَوْمِ فِي شُغْلٍ فَاكِهِونَ (اہل جنت بیشک اس روز اپنے مشغلوں میں خوش دل ہونگے) قراءت: شُغْلٌ کو کوئی، شامی نے دو ضموں سے پڑھا۔ اور مکی نے شُغْلٌ ضمہ اور سکون سے پڑھا تا نافع و ابو عمرو نے بھی ان کا ساتھ دیا۔ مطلب یہ ہے کیا خوب مشغولیت میں اور ایسی مشغولیت جس کو بیان نہیں کیا جاسکتا۔ اور وہ ضیافت ملک الجبار یا جنت کی سروں کا سننا، یا نہروں کے کنارے درختوں کے نیچے حوروں سے ہم خوابی۔

مُحْفَوفٌ: فاکھون یہ خبر ثانی ہے۔ یزید نے فَاكِهِونَ پڑھا۔ الفاکہ و الفکھ خوش عیثی کی چیز جس سے تلذذ حاصل کیا جائے۔ اسی سے الفکاہۃ خوش گئی ہے کیونکہ اس سے بھی تلذذ لیا جاتا ہے۔ اسی طرح الفاکہۃ فروٹ سے بھی لذت اندوزی کی جاتی ہے۔

نمبر: ۲

۵۶: هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِي ظِلِّ (وہ اور ان کی بیویاں سایوں میں)۔

نحو: ہم مبتدأ اور ازواجہم اس کا معطوف ہے۔ فی ظلال یہ حال ہے۔ ظلال جمع ظل کی ہے۔ ایسی جگہ جہاں دھوپ نہ پڑے۔ جیسا ذنب و ذناب یا جمع ظلتہ کی ہے جیسے برمة و برام۔ اس کی دلیل حمزہ، علی کی قراءت ظلل جمع ظلتہ ہے۔ ظلتہ دھوپ سے جو چیز سایہ دے مثلاً خیمہ، قنات علی الآرائك جمع اریکۃ پردہ دار مسہری یا بستر پردہ میں متکئون (مسہریوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہونگے)

نحو: یہ خبر ہے۔ یافی ضلال خبر ہے اور علی الارائك جملہ متانفہ ہے۔

نمبر: ۳

۵۷: لَهُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ وَ لَهُمْ مَّا يَدْعُونَ (ان کے لئے وہاں میوے ہونگے اور جو کچھ مانگیں گے ان کو ملے گا)۔

نحو و صرف: يدعون یہ باب افتعال از دعاء ہے جو اہل جنت مانگیں وہ ان کے پاس آجائے گا۔ یا جو وہ تمنا کریں گے اہل عرب کہتے ہیں۔ ادع علی ماشئت ای تمنہ علی۔ جو تمنا کرو۔ فراء نحوی کہتے ہیں: یہ الدعوی سے ہے وہ اس چیز سے نہ مانگیں گے جس کے حقدار نہ ہونگے۔

نمبر: ۴

۵۸: سَلَّمَ قَوْلًا مِّن رَّبِّ رَحِيمٍ (ان کو پروردگار مہربان کی طرف سے سلام دیا جائے گا) سلام یہ ما يدعون سے بدل ہے تو یا

اس طرح ان کو فرمایا سلام يقال لهم سلام ان کو کہا جائے گا۔ مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ ملائکہ کے واسطے سے ان کو سلام فرمائے گا۔
نمبر ۲۔ بغیر واسطہ کے ان کی عظمت کے لئے اللہ تعالیٰ سلام فرمائیں گے۔ یہ اہل جنت کی منتہی تمنا ہے اور ان کے لئے اس سے روک نہ ہوگی۔ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما ہے کہ فرشتے ان کے پاس رب العالمین کی طرف سے تحفہ سلام لے کر حاضر ہونگے۔

وَأَمَّا زُوا الْيَوْمِ أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ ﴿۵۹﴾ أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ يَا آدَمُ أَنْ لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ

اور اے مجرمو! آج علیحدہ ہو جاؤ۔ اے بنی آدم! کیا میں نے تمہیں تاکید نہیں کی تھی کہ شیطان کی عبادت مت کرنا،

إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿۶۰﴾ وَإِنْ أَعْبُدُونِي ۙ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ﴿۶۱﴾ وَلَقَدْ أَضَلَّ

بلا شبہ وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے اور میری عبادت کرنا، یہ سیدھا راستہ ہے۔ اور یہ واقعی بات ہے کہ شیطان نے

مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيرًا أَفَلَمْ تَكُونُوا تَعْقِلُونَ ﴿۶۲﴾ هَذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ﴿۶۳﴾

تم میں سے کثیر مخلوق کو گمراہ کر دیا، کیا تم سمجھ نہیں رکھتے تھے۔ یہ جہنم ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔

إِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿۶۴﴾ الْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَىٰ أَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا أَيْدِيهِمْ

آج تم اس میں داخل ہو جاؤ اپنے کفر کی وجہ سے، آج ہم ان کے منہوں پر مہر لگا دیں گے اور ہم سے ان کے ہاتھ کلام کریں گے

وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿۶۵﴾ وَلَوْ نَشَاءُ لَطَمَسْنَا عَلَىٰ أَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا

اور ان کے پاؤں اس کی گواہی دیں گے جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔ اور اگر ہم چاہتے تو ان کی آنکھوں کو مٹا دیتے سو وہ راستے کی طرف

الصِّرَاطَ فَأَنَّى يُبْصِرُونَ ﴿۶۶﴾ وَلَوْ نَشَاءُ لَمَسَخْنَاهُمْ عَلَىٰ مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوا مُضِيًّا

دوڑتے پھرتے سوان کو کہاں نظر آتا۔ اور اگر ہم چاہتے تو انہیں ان کی جگہ پر مسخ کر دیتے اس طرح پر کہ وہ جہاں ہیں وہیں رہ جاتے جس کی وجہ سے یہ نہ آگے چل سکتے

وَلَا يَرْجِعُونَ ﴿۶۷﴾ وَمَنْ نَعْمِرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ۗ أَفَلَا يَعْقِلُونَ ﴿۶۸﴾

اور نہ پیچھے گولٹ سکتے، اور ہم جس کو زیادہ عمر دے دیتے ہیں اسے طبعی حالت پر لوٹا دیتے ہیں، کیا یہ لوگ نہیں سمجھتے

کافر و مؤمن کی علیحدگی:

۵۹: وَأَمَّا زُوا الْيَوْمِ أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ (اے مجرمو! آج الگ ہو جاؤ)۔ مجرمو! مؤمنین سے الگ ہو جاؤ۔ یہ اس وقت ہوگا۔

جب میدان محشر میں مؤمنوں کو جنت کی طرف لے جایا جائے گا۔

قولِ ضحاک:

ہر کافر کا جہنم میں ایک گھر ہوگا جس میں وہ رہے گا۔ نہ وہ کسی کو ہمیشہ کیلئے دیکھ پائے گا اور نہ اس کو کوئی دیکھے گا۔ قیامت کے

دن کفار کو کہا جائے گا۔

۶۰: أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ يَا آدَمُ (اے اولاد آدم! کیا میں نے تم کو تاکید نہیں کر دی تھی کہ تم) أَنْ لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ إِنَّهُ لَكُمْ

عَدُوٌّ مُّبِينٌ (شیطان کی عبادت نہ کرنا وہ تمہارا کھلا دشمن ہے) العہد وصیت، عرب کہتے ہیں۔ عہد الیہ اذا وصاہ، اللہ تعالیٰ کے عہد سے مراد جو دلائل عقلیہ پیدا کئے اور دلائل نقلیہ کتابوں میں اتارے عبادۃ الشیطان وسوسہ اندازی اور تزیین میں شیطان کی طاعت۔

۶۱: وَأَنْ اَعْبُدُونِي (اور یہ کہ میری عبادت کرنا) مجھے وحدۃ لا شریک ماننا اور میری اطاعت کرنا۔ ہذا اس سے اس عہد کی طرف اشارہ ہے جو شیطان کی نافرمانی اور طاعت رحمانی کیلئے لیا گیا۔ صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ (یہ سیدھا راستہ ہے) یہ راستہ جو اپنی استقامت میں انتہاء کو پہنچا ہوا ہے اور کوئی راستہ اس سے زیادہ مضبوط نہیں۔

۶۲: وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبَلًا كَثِيرًا (وہ تم میں ایک کثیر مخلوق کو گمراہ کر چکا)۔ جبلا جیم کے کسرہ اور باء مکسورہ اور تشدید کے ساتھ مدنی، عاصم، ہل نے پڑھا۔ نمبر ۲۔ جبلا تخفیف سے شامی اور ابو عمرو نے پڑھا۔ نمبر ۳۔ جبلا جیم اور باء کے ضمہ اور لام کی تشدید سے یعقوب نے پڑھا۔ نمبر ۳۔ جبلا ضمہ جیم و تخفیف لام کے ساتھ دیگر قراء نے پڑھا۔ یہ تمام لغات ہیں معنی تمام کا مخلوق ہے۔

أَقَلَّمُ تَكُونُوا تَعْقِلُونَ (پس کیا تم نہیں سمجھتے تھے) یہ استفہام تو بیخ کیلئے ہے کہ تم نے عقل سے کیوں کام نہیں لیا۔

۶۳: هَذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ (یہ جہنم ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا) ای تو عدون بہا،

۶۴: اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ (آج اپنے کفر کے بدلے اس میں داخل ہو جاؤ) یعنی اپنے کفر اور جہنم کے انکار کے باعث اس میں داخل ہو جاؤ۔

کافر کا گواہی ماننے سے انکار:

۶۵: الْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَىٰ افْوَاهِهِمْ (آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے) یعنی ان کو گفتگو سے روک دیں گے۔ وَتُكَلِّمُنَا اَيْدِيَهُمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا (اور ان کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے) كَانُوا يَكْسِبُونَ (جو کچھ یہ لوگ کرتے تھے)

مروی ہے کہ کافر انکار کریں گے اور جھگڑا کرنے لگیں گے (بلکہ قرآن مجید میں فرمایا وہ کہیں گے: واللہ ربنا ما کنا مشرکین) ان کے خلاف ان کے پڑوسی اور گھریلو رشتہ دار، خاندان کے لوگ گواہی دیں گے۔ وہ قسم اٹھائیں گے کہ انہوں نے بالکل شرک نہیں کیا۔ اس وقت ان کو کلام سے روک دیا جائے گا۔ اور ہاتھ، پاؤں کو بولنے کا حکم ہوگا۔ ارشاد نبوت ﷺ ہے کہ بندہ کہے گا آج میں اپنے متعلق کسی کی گواہی نہ مانوں گا سوائے اس گواہ کے جو میرے اپنے نفس سے ہو۔ پس اس کے منہ پر مہر لگا دی جائیگی اور اس کے ارکان جسم کو کہا جائے گا بات کرو۔ وہ اعضاء اس کے اعمال بول کر بیان کریں گے۔ پھر کلام کے بعد اس کو تخلیہ میں چھوڑ دیا جائے گا۔ وہ اپنے اعضاء کو مخاطب کر کے کہے گا۔ تمہارا استیاناں ہو۔ میں تمہاری طرفداری کیلئے تو جھگڑ رہا تھا۔

[مسلم، ۲۹۶۹]

درت سے ان کی آنکھوں کو ملیا میٹ کر سکتے ہیں:

۶۶: وَلَوْ نَشَاءُ لَطَمَسْنَا عَلَىٰ أَعْيُنِهِمْ (اور اگر ہم چاہتے تو ان کی آنکھوں کو ملیا میٹ کر دیتے) ضرور ہم ان کو اندھا کر دیتے اور ان کی بصارت لے جاتے۔ الطمس آنکھوں کا شکاف پاٹ کر پوٹہ کا نشان مٹا دینا۔ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ (پھر یہ راستے کی طرف دوڑتے پھرتے)۔

نَحْوًا: جار کو حذف کر کے فعل کو ملا دیا۔ ای استبقوا الی الصراط فآتی یبصرون (پھر ان کو کہاں نظر آتا) انی یہاں کیف کے معنی میں ہے۔ پھر اس وقت وہ کیسے دیکھتے جبکہ ہم ان کی آنکھیں مٹا چکے؟

پتھر بنانے کی قدرت:

۶۷: وَلَوْ نَشَاءُ لَمَسَخْنَاهُمْ (اور اگر ہم چاہتے تو ان کی صورتیں بدل ڈالتے) بندر و سوریہ پتھر بنا دیتے۔ عَلٰی مَكَانَتِهِمْ (ان کی جگہ پر باقی رکھتے ہوئے)

قراءت: ابو بکر و حماد نے مکاناتہم پڑھا۔ المکانہ و المکان ایک ہیں جیسے القامۃ و المقام۔ مطلب یہ ہے جن گھروں میں گناہوں کا ارتکاب کرتے ہیں ان کے اندر ہی ہم ان کی شکلیں مسخ کر دیتے فَمَا اسْتَطَاعُوا (نہ طاقت رکھتے) یعنی آنے جانے کی قدرت نہ رہتی یامُضِيًّا (آگے چلنے کی) و لَا يَرْجِعُونَ (نہ پیچھے لوٹ جانے کی)۔

جوانی سے بڑھاپے کی قدرت ہے تو اٹھانے کی قدرت کیوں نہیں؟

۶۸: وَمَنْ نُعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ (جس کی ہم زیادہ عمر کر دیتے ہیں اس کو الٹا کر دیتے ہیں)۔

قراءت: عاصم و حمزہ نے نُنَكِّسْهُ پڑھا ہے۔۔ التَّنْكِيسُ۔ چیز کو الٹا کرنا۔ باقی قراء نے نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ سے لیا یعنی اس میں اس کو پلٹ دیتے ہیں۔ یعنی جس کی عمر کو ہم طویل کرتے ہیں۔ اس کے اعضاء کو پلٹ دیتے ہیں۔ پس طاقت کی جگہ ضعف و کمزوری آجاتی ہے۔ جوانی کی بجائے بڑھاپا آجاتا ہے۔ اور یہ اس لئے کہ ہم نے شروع میں کمزور جسم والا پیدا کیا اور عقل و علم بنائے پھر ان کو بڑھنے والا بنایا۔ یہاں تک کہ یہ جوانی کو پہنچا اور اپنے میں کمال پایا اور اپنے حقوق و فرائض کو سمجھنے اور جاننے والا بن گیا۔ پھر جب عمر کی انتہاء کو پہنچا تو پھر اس کو پلٹ دیا۔ فِي الْخَلْقِ (طبعی حالت میں) ہم نے اس کو کم ہونے والا بنا دیا۔ یہاں تک کہ یہ ایسی حالت کی طرف لوٹ گیا جو کمزوری جسم میں بچے کی حالت کے مشابہ تھی۔ اسی طرح عقل کی قلت اور علم سے فارغ جیسا کہ تیر کو پلٹ کر اس کے بلند حصہ کو نچلا حصہ بنا دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَمِنْكُمْ مَنْ يَرُدُّ الِىٰ اِرْذَلِ الْعُمُرِ لَمْ يُعِلْمِ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْنًا [النحل: ۷۰]

أَفَلَا يَعْقِلُونَ (کیا یہ لوگ پھر بھی نہیں سمجھتے) کہ جو ذات ان کو جوانی سے بڑھاپے میں منتقل کرنے کی قدرت رکھتی ہے۔ اور ضعف سے قوت کی طرف لے جانے کی قدرت ہے۔ اور تیز عقل سے سٹھیا نے تک لے جاسکتی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ قدرت رکھتے ہیں کہ ان کی آنکھیں مٹا دیں اور ان کے گھروں میں مسخ کر دیں۔ اور موت کے بعد ان کو اٹھا کھڑا کریں۔

وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُّبِينٌ ﴿٦٩﴾ لِيُنذِرَ مَنْ كَانَ

اور ہم نے ان کو شعر نہیں سکھایا اور نہ شعران کے لائق ہے، وہ تو بس ایک نصیحت ہے اور قرآن مبین ہے۔ تاکہ وہ اسے ڈرائے جو زندہ

حَيًّا وَيَحِقُّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿٧٠﴾

ہے اور کافروں پر جحمت ثابت ہو جائے۔

قراءت: مدنی، یعقوب، سہل نے تعقلون تاء سے پڑھا ہے۔

سخت الزام کا جواب:

۶۹: مشرکین مکہ آپ کو شاعر کہتے۔ وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ (اور ہم نے اس کو شاعری کا علم نہیں دیا) یعنی ہم نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شعراء کے قول نہیں سکھائے یا ہم نے ان کو تعلیم قرآن کے سبب شعر کا علم نہیں دیا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید شعر و شاعری نہیں۔ وہ تو کلام موزوں اور مقفی ہے جو معنی پر دلالت کرتا ہے۔ مگر نہ وزن نہ قافیہ۔ پس اس کے اور شعر کے درمیان کوئی مناسبت نہیں پائی جاتی جبکہ تم حقیقت کی نگاہ سے دیکھو۔ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ (اور نہ آپ کے شایان شان ہے) نہ آپ کے لئے درست ہے اور نہ آپ کے شایان شان ہے اور نہ مناسب۔ اور اگر طلب کریں تو بتکلف بھی اس کو پا نہیں سکتے مطلب یہ ہے کہ ہم نے آپ کو ایسا بنایا ہے کہ اگر آپ شعر بنانے کا ارادہ کریں تو نہیں بنا سکتے اور نہ زور کے ساتھ آواز کو بلند کر سکتے ہیں۔ جیسا کہ آپ کو امی بنایا آپ خط کی طرف راہنمائی نہیں پاسکتے۔ تاکہ حجت زیادہ پختہ اور شبہ بالکل مٹنے والا ہو۔

ایک سوال کا جواب:

سوال: غزوہ حنین کے موقع پر آپ کا یہ قول

انا النبی لا کذب ☆ انا ابن عبد المطلب

اور یہ قول

هل انت الا اصبعٌ د میت ☆ وفي سبيل الله مالقيت

جواب: یہ آپ کے اس کلام کی جنس سے ہے جو سلیقہ سے بغیر صنعت و تکلف کے فرمائے یہ بلا قصد اور بلا التفات موزوں ہو گیا۔ جیسا کہ لوگوں کے خطبات و رسائل و محاورات میں بلا تکلف کئی جملے موزوں ہو جاتے ہیں۔ ان کو کوئی بھی نہ شعر کہتا ہے کیونکہ اس جملے کے کہنے والے کو وزن مقصود نہیں ہوتا۔ اور ادھر شعر میں تو وزن ضروری ہے۔ صرف: آپ علیہ السلام نے لقییت کی تاء کو سکون سے پڑھا اور مطلب کی باء کو کسرہ دیا اور کذب کی باء کا فتح پڑھا۔ قرآن کے جنس شعر سے ہونے کی نفی کرتے ہوئے۔ فرمایا إِنْ هُوَ (یعنی سکھایا ہوا) إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُّبِينٌ (نہیں وہ مگر نصیحت اور قرآن واضح) وہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصیحت ہے جس

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِمَّا عَمِلَتْ أَيْدِينَا أَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مَالِكُونَ ﴿٧١﴾ وَذَلَّلْنَا لَهُمُ

کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان کے لیے ان چیزوں میں سے جو ہمارے ہاتھوں نے پیدا کیں مویشی پیدا کیے ہیں سو وہ ان کے مالک ہیں۔ اور ہم نے ان مویشیوں کو ان کا فرمانبردار

فَمِنْهَا رَكُوبُهُمْ وَمِنْهَا يَأْكُلُونَ ﴿٧٢﴾ وَلَهُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبٌ أَفَلَا يَشْكُرُونَ ﴿٧٣﴾

بنایا ہے سو ان میں سے بعض ایسے ہیں جو ان کی سواریاں ہیں اور بعض ایسے ہیں جنہیں وہ کھاتے ہیں۔ اور ان مویشیوں میں ان کے لیے منافع ہیں اور پینے کی چیزیں ہیں سو کیا یہ شکر ادا نہیں کرتے۔

وَاتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ إِلَهًا لَّهُمْ يُنصِرُونَ ﴿٧٤﴾ لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَهُمْ وَهُمْ لَهُمْ

اور انہوں نے اللہ کے سوا معبود بنا لیے ہیں اس امید پر کہ ان کی مدد کر دی جائے گی۔ وہ ان کی مدد نہیں کر سکتے اور وہ ان کے لیے ایک

جُدٌ مُّحْضَرُونَ ﴿٧٥﴾ فَلَا يَحْزِنُكَ قَوْلُهُمْ إِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ﴿٧٦﴾

فریق ہو جائیں گے جو حاضر کر دیئے جائیں گے۔ سو آپ کو ان کی باتیں رنجیدہ نہ کریں بلاشبہ ہم جانتے ہیں جو کچھ یہ لوگ چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں۔

سے جن وائس کو وعظ کیا جاتا ہے۔ وہ قرآن ایک آسمانی کتاب ہے جو محرابوں میں پڑھی جاتی ہے اور عبادت خانوں میں تلاوت کی جاتی ہے اور اس کی تلاوت پر عمل سے دونوں جہان کی کامیابی میسر آتی ہے۔ اس کے اور شعر کے درمیان کتنا بڑا فاصلہ ہے۔ شعر تو شیاطین کے وساوس کا ملغوبہ ہے۔

۷۰: لَيْسَ ذَرٌّ (تا کہ وہ ڈرائے) قرآن یا رسول ﷺ

قراءت: مدنی، شامی، بہل، یعقوب نے لَسْتِذَرَّ پڑھا ہے۔

مَنْ كَانَ حَيًّا (ایسے شخص کو جو زندہ ہو) سوچ و بچار کرنے والا، عقل مند، کیونکہ غافل تو مردے کی طرح ہے۔ یا اس کا دل زندہ ہو۔ وَيَحِقُّ الْقَوْلُ (اور کافروں پر بات ثابت ہو جائے) اور عذاب والی بات لازم ہو جائے۔ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ (کافروں پر) وہ لوگ جو تامل نہیں کرتے وہ مردوں کے حکم میں ہیں۔

چوپاؤں کو ان کے لئے بنایا:

۷۱: أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِمَّا عَمِلَتْ (کیا ان لوگوں نے اس پر نظر نہیں کیا کہ ہم نے ان کے لئے اپنی ہاتھ کی پیدا) اَيْدِينَا أَنْعَامًا (کردہ چیزوں میں سے مویشی پیدا کیے) یعنی جن کے ایجاد کے ہم خود ہی ذمہ دار ہیں۔ ہمارے سوا اور کسی کو اس پر قدرت نہیں۔ فَهُمْ لَهَا مَالِكُونَ (پھر یہ لوگ ان کے مالک بنے بیٹھے ہیں) یعنی ہم نے ان کو ان کی خاطر بنایا پس مالک حقیقی تو ہم ہی ہیں۔ یہ صرف ان میں تصرف کرنے والے ہیں۔ جیسے مالک تصرف کرتے ہیں۔ ان سے نفع اٹھانا ان کے ساتھ خاص کیا۔ یا مالکوں کا معنی یہ ان پر غالب اور کنٹرول کرنے والے ہیں۔

۷۲: وَذَلَّلْنَاهَا لَهُمْ (ہم نے ان مویشیوں کو ان کا تابع بنا دیا) ہم نے ان کا مطیع کر دیا ورنہ کس کو ان پر قابو میسر آتا۔ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی تسخیر و تذلیل نہ ہوتی۔ اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے سوار پر لازم کیا کہ وہ اس نعمت کا شکر گزار ہو اور اپنے اس قول سے تسبیح خواں ہو۔ سبحان الذی سخر لنا هذا وما کننا له مقرنین [الزخرف: ۱۳]

فَمِنْهَا رَكُوبُهُمْ (پس ان میں سے بعض ان کی سواریاں ہیں) رکوب جس پر سواری کی جائے۔ وَمِنْهَا يَأْكُلُونَ (ان میں سے بعض کو وہ کھاتے ہیں) ہم نے ان کو انسانوں کا مطیع بنایا تاکہ ان کی پشت پر سواری کریں اور ان کا گوشت کھائیں۔

۷۳: وَلَهُمْ فِيهَا مَنَافِعُ (اور ان لوگوں کے ان میں اور بھی منافع ہیں) ان کے چمڑوں اور اون سے فوائد حاصل کرتے ہیں۔ وَمَشَارِبُ (اور پینے کی چیزیں) دودھ۔ یہ مشرب کی جمع ہے اور وہ پینے کی جگہ اور گھاٹ کو کہتے ہیں۔ یا مصدر میسی مانیں تو پینا اقلًا يشكرون (پس کیا یہ لوگ شکر نہیں کرتے؟) ان مویشیوں کے انعام پر اللہ تعالیٰ کا شکر یہ کیوں نہیں ادا کرتے۔

۷۴: وَاتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ آلِهَةً (اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اور معبود قرار دے رکھے ہیں) لَعَلَّهُمْ يَنْصَرُونَ (اس امید پر کہ ان کو مدد ملے) یعنی شاید کے ان کے بت کسی معاملے کے پیش آجانے پر ان کی مدد کریں۔

۷۵: لَا يَسْتَطِيعُونَ (وہ طاقت نہیں رکھتے) یعنی ان کے معبود نصرتہم (ان کی مدد کی) اپنے عبادت کرنے والوں کی وہم لہم جندٌ مُحْضَرُونَ (اور وہ ان لوگوں کے حق میں ایک فریق بن جائیں گے) یعنی کفار اصنام کیلئے مددگار و معاون ہیں۔ اور ان کی خدمت کرتے ہیں۔ اور ان سے نقصان دہ اشیاء کو دور کرتے ہیں یا انہوں نے بت اس لئے بنا رکھے ہیں تاکہ وہ بت اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی مدد کریں ان کی شفاعت کریں حالانکہ معاملہ اس کے الٹ ہے جو انہوں نے اپنے خیال میں تجویز کر رکھا ہے۔ اس طرح کہ وہ قیامت کے دن ان کے لئے تیار کیا ہوا شکر ہے۔ ان کو انہیں عذاب دینے کے لئے لایا جائے گا۔ اور ان پر جلنے والی آگ کا ایندھن بنا دیا جائے گا۔

تسلی رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

۷۶: فَلَا يَحْزُنُكَ قَوْلُهُمْ (تو ان کی باتیں آپ کے لئے آزر دگی کا باعث نہ بنیں)۔

قراءت نافع نے یحزینک، حزنہ و احزنہ سے پڑھا ہے۔ مطلب یہ بنے گا۔ آپ ان کی تکذیب و ایذاء اور جفاء و ظلم کو کوئی اہمیت نہ دیں۔ اِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ (بلاشبہ ہم سب جانتے ہیں جو یہ دل میں رکھتے ہیں) یعنی ان کی عداوت و مَا يُعْلِنُونَ (اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں)۔ اور ہم ان کو اس پر سزا دینے والے ہیں۔ پس آپ کو چاہیے کہ ان کی اس وعید سے تسلی حاصل کریں اور ان کی صورت حال کا استحضار فرمائیں تاکہ غم و رنج کا ازالہ ہو۔

تردید قول:

جس نے یہ خیال جمایا ہے کہ جس نے اِنَّا نَعْلَمُ فتح سے پڑھ دیا اس کی نماز فاسد ہوگئی اور اگر اس کے معنی کا اعتقاد کر لیا تو

اس نے کفر کیا۔ یہ خیال غلط ہے۔ کیونکہ اس کو لام تعلیل کے حذف پر محمول کرنا ممکن ہے۔ اور یہ قرآن مجید میں بہت ہے۔ اور اشعار میں کثرت سے موجود ہے اور ہر کلام میں پایا جاتا ہے۔ اور تلبیہ رسول اللہ ﷺ میں اسی طرح پایا جاتا ہے۔ اَنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ - [رواہ البخاری والمسلم: ۱۱۸۴، ۱۵۴۹]

ائمہ رحمہم اللہ میں سے امام ابوحنیفہؒ نے کسرہ اور امام شافعیؒ نے فتح پڑھا اور دونوں کا کلام تعلیل ہے۔ اگر تم کہو اگر مفتوح کو قولہم سے بدل بنائیں گویا اس طرح کہا گیا فلا یحزنک انا نعلم ما یسرون وما یعلنون تو اس کا غلط ہونا ظاہر ہے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ یہ معنی تو مکسورہ کے ہوتے ہوئے بھی قائم ہے جبکہ تم اس کو قول کا مفعول بناؤ۔ پس یہ واضح ہو گیا۔ کہ حزن کا تعلق اللہ تعالیٰ کے عالم ہونے کے ساتھ ہے اور اس کا عدم تعلق کا دار و مدار ان کے مکسور و مفتوح ہونے سے نہیں ہے۔ بلکہ اس کا دار و مدار تمہارے مقدر ماننے پر ہے۔ پس تم فرق کرو گے اگر تم اَنَّ کو فتح سے پڑھو گے تو تعلیل کا معنی مقدر مانو گے۔ بدل کا معنی مقدر نہ مانو گے۔ جیسا کہ تم فرق کرو گے جبکہ ان کو کسرہ سے پڑھو گے۔ تو تعلیل کا معنی مقدر مانو گے۔ مفعولیت کا معنی مقدر نہیں مان سکتے۔

پھر اگر تم کسرہ یا فتح کی تقدیر مانو اور اس سے بقول قائل اتنی بڑی مصیبت آن پڑتی ہو کہ اس سے کفر لازم آجاتا ہے حالانکہ اس میں صرف رسول اللہ ﷺ کو ان پر غم کرنے کی ممانعت کی گئی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کفار کی ظاہری و باطنی حالت کو جاننے والے ہیں۔ اور آپ کے حزن کی نہی آپ کے حزن کا اثبات نہیں بنتا۔ جیسا کہ اس قول میں ہے۔ فلا تكونن ظہیراً للکافرین [انقص: ۸۶] اور ولا تكونن من المشرکین [الانعام: ۱۴] اسی طرح فلا تدع مع اللہ الہاً آخر [انقص: ۸۸] (میں نہیں نہ کرنے سے شرک وغیرہ کا اثبات لازم آتا ہے۔ پس دونوں میں بڑا فرق ہے فافہم)

أَوْلَمْ يَرِ الْإِنْسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ نُطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُّبِينٌ ۷۷ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَ

کیا انسان کو اس کا علم نہیں ہے کہ ہم نے اسے لطفہ سے پیدا کیا سوا چانک وہ علانیہ طور پر جھگڑا ہو گیا۔ اور ہمارے بارے میں مثل بیان کرنے لگا

نَسِيَ خَلْقَهُ قَالَ مَنْ يُحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ ۷۸ قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ ۷۹

اور اپنی پیدائش کو بھول گیا اس نے کہا کہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا حالانکہ وہ بوسیدہ ہو چکی ہوں گی، آپ فرمادیں کہ انہیں وہی زندہ فرمائے گا جس نے انہیں پہلی مرتبہ پیدا فرمایا

وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ ۷۹ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ مِنَ الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ نَارًا فَإِذَا أَنْتُمْ مِنْهُ

اور وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ جس نے تمہارے لئے ہرے درخت سے آگ پیدا کی سوا چانک تم اس میں سے

تُوقِدُونَ ۸۰ أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِقَدِيرٍ عَلَىٰ أَن يَخْلُقَ مِثْلَهُمْ ۸۱

جاتے ہو جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا فرمایا کیا وہ اس پر قادر نہیں ہے کہ ان کے جیسے پیدا فرمادے،

بَلَىٰ ۚ وَهُوَ الْخَلَّاقُ الْعَلِيمُ ۸۱ إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَن يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ۸۲ فَسُبْحٰنَ

ہاں وہ قادر ہے اور وہ بڑا پیدا کرنے والا ہے خوب جاننے والا ہے۔ اس کا معمول یہی ہے کہ جب وہ کسی چیز کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمائے تو یوں فرماتا ہے کہ ہو جا سو وہ ہو جاتی ہے۔

الَّذِي بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۸۳

پاک ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا پورا اختیار ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

۷۷: یہ آیت ابی بن خلف کے متعلق نازل ہوئی۔ جبکہ اس نے ایک پرانی ہڈی لی اور آپ ﷺ کے سامنے اپنے ہاتھ سے اس کو ریزہ

ریزہ کر کے کہنے لگا۔ اے محمد ﷺ کیا تمہارا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ہڈی کو ریزہ ریزہ ہونے کے بعد زندہ کر دے گا۔ اس پر رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جی ہاں اور تمہیں اٹھائے گا۔ اور جہنم میں داخل فرمائے گا۔ [واحدی اسباب النزول: ۲۳۶]

أَوْلَمْ يَرِ الْإِنْسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ نُطْفَةٍ (کیا آدمی کو یہ معلوم نہیں ہے کہ ہم نے اس کو لطفہ سے پیدا کیا) جو مرد کی پیشاب والی

تالی سے نکلتا ہے۔ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُّبِينٌ (پس وہ علانیہ اعتراض کرنے لگا) میں اس نے جھگڑا کھلے طور پر کیا یعنی وہ اپنے

اصل کی ذلت اور حقارت پر قائم ہے کہ اپنے رب سے جھگڑا پر اتر آیا اور اس کی مردوں کو زندہ کرنے والی قدرت کا انکار کر دیا کہ

ریزہ ریزہ ہونے کے بعد ہڈیاں کیونکر زندہ ہو سکتی ہیں۔ پھر اس کا جھگڑا اللہ تعالیٰ کی ایسی صفت میں ہے جو اس پر سب سے زیادہ

لازم اور ملصق ہے کہ یہ خود مردہ سے پیدا شدہ ہے۔ اور یہ اپنے مرنے کے بعد اس کے اٹھائے جانے کا انکار کر رہا ہے۔ اور یہ

مکابرہ کی انتہاء ہے۔ (کہ اپنے اوپر گزرنے والی اتنی بڑی بداہت کا انکار کرنے لگا) (مترجم)

۷۸: وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا (اور یہ ہماری شان میں ایک عجیب مضمون بیان کرتا ہے) ہڈیوں کا ریزہ ریزہ ہونا۔ وَنَسِيَ خَلْقَهُ (اور

اپنی پیدائش کو بھول گیا) جو کہ منی سے ہوتی ہے۔ اور وہ ہڈیوں کے زندہ کرنے سے زیادہ غریب ہے۔
 خَلْقَهُ: مصدر کو مفعول کی طرف مضاف کیا گیا ہے۔ اسی خلقناہ ایاہ (ہم نے اس کو پیدا کیا ہے۔)
 قَالَ مَنْ يُحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ (اور کہتا ہے کہ ہڈیوں کو جبکہ وہ بوسیدہ ہو گئی کون زندہ کر دے گا؟) ریمیم پرانی ہڈیوں کو کہتے ہیں یہ نام ہے وصف نہیں جیسا کہ الریمۃ اور الرفات وغیرہ ہیں۔ اسی لئے یہاں مؤنث نہیں لائے حالانکہ یہ مؤنث کی خبر بن رہی ہے۔

ایک استدلال ایک قول:

جو ہڈیوں میں زندگی کو ثابت کرتے ہیں اور کہتے ہیں مردار کی ہڈیاں اس لیے نجس ہیں کیونکہ موت ان میں مؤثر تھی زندگی کے ان میں اترنے سے پہلے۔ اس قول پر استدلال اسی آیت سے کیا گیا ہے۔

قول احناف رحمہم اللہ:

ہمارے ہاں ہڈیاں طاہر ہیں۔ اسی طرح بال اور پٹھے بھی پاک ہیں کیونکہ حیات ان میں مؤثر نہیں۔ پس موت بھی مؤثر نہیں (مگر یہ قول درست نہیں اس طرح کہنا زیادہ مناسب ہے کہ سبب نجاست دم مسفوح ہے اور ان میں دم مسفوح نہیں اسلئے نجس نہیں۔ کذا قال العلماء) آیت میں احیائے عظام سے مراد اسی حالت میں لوٹانا ہے جیسا کہ زندہ حساس بدن میں تروتازہ تھیں۔

۷۹: قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنْشَأَهَا (آپ جو اب میں کہہ دیجئے۔ کہ ان کو وہ زندہ کریگا۔ جس نے اول بار ان کو پیدا کیا ہے) انشاء کا معنی ان کو پیدا کیا ہے۔ اَوَّلَ مَرَّةٍ (پہلی مرتبہ) یعنی ابتداء وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ (وہ سب طرح کا پیدا کرنا جانتا ہے) خَلْق۔ مخلوق کے معنی میں ہے۔ علیم اللہ تعالیٰ پر اس کے اجزاء مخفی نہیں اور نہ مخفی ہو سکتے ہیں۔ خواہ خشکی و سمندر میں منتشر ہو جائیں۔ وہ ان کو جمع کر کے اسی طرح لوٹا دے گا۔

۸۰: الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ مِنَ الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ نَارًا (وہ ایسا ہے کہ ہرے درخت سے تمہارے لئے آگ پیدا کر دیتا ہے)۔ فَاِذَا أَنْتُمْ مِنْهُ تُوقِدُونَ (پھر تم اس سے آگ سلگا لیتے ہو) توقدون کا معنی سلگانا پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی تخلیق کے عجائبات کے ذکر کرتے ہوئے فرمایا سبز درخت سے آگ کا سلگانا جبکہ آگ اور پانی میں تضاد ہے۔ اور پانی سے آگ بجھتی ہے۔ وہ چقماق ہے جس سے جنگلی لوگ آگ جلاتے ہیں۔ اور اکثر تو مرغ و عفار نامی درختوں اور اسی طرح کے دیگر درختوں کی ٹہنیوں کو رگڑ کر سلگاتے ہیں۔ ان کی امثلہ میں مشہور۔ [کتاب الامثال: ۲۰۲] فی کل شجر نار واستمجد المرخ و العفار، ویسے تو ہر درخت میں آگ ہے مگر مرغ و عفار میں تو کثرت سے پائی جاتی ہے۔ ان دونوں درختوں کی تازہ مسواک جیسی ٹہنیاں کاٹ لیں اور مرغ (نر درخت) عفار (مؤنث درخت) پر رگڑ دیں تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے آگ اس سے سلگنے لگتی ہے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

ہر درخت میں آگ ہے صرف عفار کے درخت میں نہیں۔ کیونکہ کپڑوں کیلئے اس کو پیسا جاتا ہے۔ پس جو ذات درخت میں آگ اور پانی جمع کرنے کی قدرت رکھتا ہے وہ انسان میں موت و حیات کے درمیان سزا دینے کی قدرت رکھتا ہے۔ دو اضداد میں سے ایک کے اجزاء کو دوسرے پر باری باری جاری کر دینا یہ عقل کے لحاظ سے اس سے بہت آسان ہے کہ بلا ترتیب ان کو ایک جگہ جمع کیا جائے۔ الاخصر لفظ کی بناء پر ہے اور معنی کا لحاظ کر کے انخضراء پڑھا گیا ہے۔ پھر بیان فرمایا کہ جو ذات آسمان و زمین کی اتنے عظیم الشان ہونے کے باوجود پیدا کر سکتی ہے وہ انسانوں کی تخلیق پر بدرجہ اولیٰ قادر ہیں۔

آسمانوں کے خالق پر انسان کا اعادہ کیا مشکل؟

۸۱: اَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (اور جس نے آسمان اور زمین پیدا کیے ہیں کیا وہ) بِقَدْرِ عَلٰی اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ (اس پر قادر نہیں کہ ان جیسے آدمیوں کو پیدا کر دے) مثل کا مطلب آسمان و زمین کے مقابلہ میں ان جیسے چھوٹے چھوٹے ہیں یا مثل کا مطلب جیسے پہلے تھے اسی طرح ان کو لوٹا دے۔ کیونکہ لوٹانا ابتداء کی طرح ہے۔ کیا ایسا نہیں بتلی (کیوں نہیں) یعنی آپ فرمادیں کیوں نہیں وہ اس پر قادر ہے۔ وَهُوَ الْخَلَّاقُ (وہ بیشمار مخلوقات کو پیدا کرنے والا ہے)۔ الْعَلِيمُ (وہ بے شمار معلومات والا ہے)۔

۸۲: اِنَّمَا اَمْرُهُ (بیشک اس کی شان یہ ہے) اِذَا اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَقُوْلَ لَهٗ كُنْ (جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے کہ اس چیز کو کہہ دیتا ہے کہ ہو جا) اس کے ہونے کا ارادہ فرما لیتے ہیں۔ فَيَكُوْنُ (پس وہ ہو جاتی ہے) وہ پیدا ہو جاتی ہے۔ یعنی اس چیز کو وجود میں لا محالہ آتا ہی ہے۔ پس حاصل یہ ہوا کہ مکونات اس کی تخلیق و تکوین سے ہوتی ہیں۔ لیکن یہاں تعبیر ایجاد کے لفظ کن سے فرمائی گئی ہے۔ بغیر اس کے کہ اس کی طرف سے یہ کاف، نون ہوں۔ درحقیقت یہ سرعت ایجاد کو سمجھانے کی تعبیر ہے گویا وہ فرمادیتے ہیں۔ جیسا کہ تم پر کن کا قول ثقیل نہیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ پر ابتداء خلق و اعادہ ثقیل و مشکل نہیں۔

قراءت: فَيَكُوْنُ شَامِي اَوْ عَلِيٌّ نِي يَقُوْلُ پَر عَطْفِ كَر كِي پُر هَا۔ اَوْر رَفْعِ كِي وَجِي يِي هِي كِي يِي جَمْلِي مَبْتَدَا وَخَبَرِي هِي۔ كِي وَنَكِي اَسْ كِي تَقْدِيرِي عِبَارَتِي يِي هِي فَهَوُ فَيَكُوْنُ اَوْر اَسْ كَا عَطْفِ اَسْ كِي مِثْلِ جَمْلِي پَر هُو سَكْتَا هِي اَوْر هُو اَمْرُهُ اِنْ يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ يِي۔

۸۳: فَسُبْحٰنَ (تو اس کی ذات پاک ہے) اِسْ مِیْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی كَا اِسْ سِي مَنْرَهٗ هُو نَا بِيَانِ كِيَا كِيَا جُو شُرْكِيْمِيْنَ بِيَانِ كَرْتِي تَتِي اَوْر اِنْ كِي مَقُوْلِي پَر تَعْبِ كَا اَظْهَارِ كِيَا كِيَا هِي۔ الَّذِي بِيَدِهِ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ (جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا پورا پورا اختیار ہے) یعنی وہ ہر چیز کا بادشاہ ہے۔

نكتة: مَلِكٌ مِیْلِ وَاوْ اَوْر تَاءُ كَا اَضَافَةُ كَر كِي مَلَكُوْتِ كَا لَفْظِ لَا يَا كِيَا اِسْ سِي مَقْصُوْدِ مَبَالِغَةٍ هِي۔ مَطْلُبُ يِي هِي وَهٗ هَرِ چِيْزِ كَا مَالِكٌ هِي۔ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (اور تم سب کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے)۔ تم موت کے بعد لوٹائے جاؤ گے اس سے پیچھے رہ نہیں سکتے۔

قراءت: یعقوب نے ترَجَعُونَ پڑھا ہے۔

فضائل:

﴿۱﴾ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر چیز کا ایک دل ہے اور قرآن کا دل سورہ یٰسین ہے۔ جس نے اللہ کی رضا مندی کی خاطر یٰسین پڑھی اللہ تعالیٰ اس کو بخش دینگے اور اس کو اتنا اجر دینگے جتنا اس نے بائیس (۲۲) مرتبہ قرآن پڑھا۔

(راویہ الترمذی ۲۸۸۷)

﴿۲﴾ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے اپنی حاجت کے لئے یٰسین پڑھی اس کی ضرورت پوری کر دی جاتی ہے۔ (الدارمی)

﴿۳﴾ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے اس کو اس حال میں پڑھا کہ وہ بھوکا تھا۔ اللہ اس کو سیر کر دینگے اگر وہ پیاسا تھا اللہ اس کو سیراب کر دینگے۔ اگر وہ ننگا تھا۔ تو اللہ اس کو لباس پہنا دینگے اگر وہ خوفزدہ تھا اللہ اس کو امن میں کر دینگے اگر وہ گھبراہٹ میں تھا اللہ اس کو مانوس کر دینگے اور اگر وہ فقیر تھا اللہ تعالیٰ اس کو غنی کر دینگے اگر وہ جیل میں تھا اللہ تعالیٰ اس کو نکلوادینگے اگر وہ قیدی تھا تو اس کو آزاد کروادینگے اگر وہ راستہ گم کرنے والا ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کو راستہ دکھا دینگے اگر وہ مقروض ہوگا اللہ تعالیٰ اس کے قرضے کو اپنے خزانوں سے ادا فرما دینگے۔ اس سورت کا نام الذَّفْعہ اور القاضیہ ہے۔ کیونکہ یہ برائی کو دفع کرتی اور اس کی ہر حاجت کو پورا کرتی ہے۔ واللہ اعلم

سورہ یٰسین کا تفسیری ترجمہ آج مورخہ ۱۲ محرم الحرام ۱۴۲۳ھ بعد نماز عشاء تکمیل پذیر ہوا۔ واللہ علی ذلک۔

سُورَةُ الصَّفَاتِ وَهِيَ ثَمَانِيَةٌ وَأَرْبَعُونَ آيَةً وَخَمْسٌ وَخَمْسُونَ حُرُوفًا

سورۃ صافات مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں ایک سو بیاسی (۱۸۴) آیات اور پانچ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالصَّفَاتِ صَفًّا ۝۱ فَالزُّجْرَاتِ زَجْرًا ۝۲ فَالتَّلِيَّتِ ذِكْرًا ۝۳ إِنَّ إِلَهَكُمْ لَوَاحِدٌ ۝۴

قسم ہے صاف بنا کر کھڑے ہونے والے فرشتوں کی، پھر ان فرشتوں کی جو بندش کرنے والے ہیں، پھر ان فرشتوں کی جو ذکر کی تلاوت کرنے والے ہیں۔ بلاشبہ تمہارا مہبوا ایک ہے

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ۝۵ اِنَّا زَيْنًا السَّمَاءِ الدُّنْيَا

جو رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، اور رب ہے مشارق کا۔ بلاشبہ ہم نے قریب والے آسمان کو زینت دی ہے

بِزَيْنَةِ الْكَوَاكِبِ ۝۶ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ۝۷ لَا يَسْمَعُونَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ

خاص زینت یعنی ستاروں کے ذریعہ۔ اور حفاظت کی ہے ہر سرکش شیطان سے۔ یہ لوگ عالم بالا کی طرف کان نہیں

الْاَعْلٰى وَيُقَدِّفُونَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ۝۸ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ۝۹ اِلَّا مَنْ خَطِفَ

لگا سکتے اور وہ ہر جانب سے مار کر دھکے دیئے جاتے ہیں اور ان کے لیے دائمی عذاب ہے۔ سوائے اس شیطان کے جو اچک کر

الْخَطِيفَةَ فَاتَّبَعَهُ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ۝۱۰

لے بھاگے تو اس کے پیچھے ایک شعلہ دکھاتا ہوا لگ لیتا ہے۔

چار اقسام اور ان کی قسمیں:

۳، ۲، ۱: وَالصَّفَاتِ صَفًّا۔ فَالزُّجْرَاتِ زَجْرًا (اور قسم ہے ان فرشتوں کی جو صاف باندھے کھڑے ہوتے ہیں۔ پھر ان فرشتوں کی جو روکنے والے ہیں روکنا) فَالتَّلِيَّتِ ذِكْرًا (پھر ان فرشتوں کی جو ذکر کی تلاوت کرنے والے ہیں) اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کی مختلف جماعتوں کی قسم اٹھائی۔ نمبر ۲۔ یا ان کے نفوس کی کہ نماز میں صاف بستہ ہیں پھر بادلوں کو چلانے کیلئے ڈانٹ ڈپٹ کرنے والے ہیں اور الہام خیر کے ذریعہ معاصی سے روکنے والے ہیں۔ پھر کتب منزلہ میں سے اللہ تعالیٰ کے کلام کی تلاوت کرنے والے ہیں۔ یہ ابن عباس، ابن مسعود رضی اللہ عنہم اور مجاہد کا قول ہے۔

نمبر ۳۔ ان علمائے عالمین کے نفوس کی قسم کھائی گئی جو تہجد میں اپنے قدم جمانے والے اور اسی طرح دیگر نمازوں میں۔ پھر جو

مواعظ و نصائح سے ڈانٹ ڈپٹ کر کے معاصی سے روکنے والے ہیں پھر اللہ تعالیٰ کی آیات کی تلاوت، شرائع و احکامات کو پڑھانے والے ہیں۔ نمبر ۴۔ غازیوں کی جانوں کی قسم اٹھائی ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں صف باندھ کر جہاد میں مصروف ہیں۔ اور جہادی گھوڑوں کو تیز و ست چلانے کیلئے ڈانٹنے والے ہیں۔ اور اس حالت میں بھی ذکر الہی میں مصروف و مشغول رہتے ہیں۔

نَحْوُ: صفا، زجر آدنوں مصدر مؤکد ہیں۔ اور فاء ترتیب تفاضل فی الصفات کو ظاہر کرتی ہے۔ فضیلت کو صف بستگی پھر زجر پھر تلاوت سے مقید کیا گیا یا اس کا عکس پہلے تلاوت پھر زجر پھر صف بندی۔

۴: اِنَّ الْهٰكُمَ لَوَاحِدٌ (کہ تمہارا معبود ایک ہے)

نَحْوُ: یہ جواب قسم ہے یا ایک قول کے مطابق یہ کفار کے قول اَجْعَلَ الْاِلٰهَةَ الْاِلٰهًا وَّاحِدًا [ص: ۵] کا جواب ہے۔

۵: رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَاَلْاَرْضِ (وہ آسمانوں اور زمین کا پروردگار ہے)

نَحْوُ: یہ خبر کے بعد دوسری خبر ہے یا مبتداً محذوف ہو کی خبر ہے۔

مطالع الشمس:

وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ (اور جو ان کے مابین ہے اور پروردگار ہے طلوع کرنے کے مواقع کا) مشارق سے سورج کے مطالع مراد ہیں۔ اور وہ تین سوساٹھ ہیں۔ اور اسی طرح مغارب بھی۔ ہر روز سورج ایک مطلع سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور ایک مغرب میں ڈوب جاتا ہے۔ دو دن ایک مطلع سے نہ طلوع کرتا اور نہ ہی دو دن ایک مغرب میں غروب ہوتا ہے۔

سوال: قرآن مجید میں رب المشرقین و رب المغربین فرمایا گیا۔

حل: وہ سردی و گرمی کے دو مشرق و مغرب مراد ہیں۔ اور جہاں رب المشرق و المغرب آیا تو وہاں مطلقاً جہت مراد ہے۔ پس مشرق ایک جہت اور مغرب دوسری جہت ہے۔ (فلا اشکال)

۶: اِنَّا زَيْنَا السَّمٰوٰءَ الدُّنْيَا (بیشک ہم ہی نے رونق دی اس طرف والے آسمان کو) دنیا سے مراد جو تم سے قریب تر ہے۔ یہ ادنیٰ کی مؤنث ہے۔ بِزَيْنَةٍ الْكُوَاكِبِ (عجیب آرائش یعنی ستاروں کے ساتھ)

قراءت: حمزہ اور حفص نے زینۃ سے اس کو بدل قرار دیا۔ تقدیر عبارت یہ ہوئی۔ انا زينا السماء الدنيا بالكواكب بزينة الكواكب ہم نے آسمان دنیا کو کواکب سے یعنی آرائش کو کواکب سے زینت دی۔ ابو بکر نے محل زینۃ سے بدل مان کر پڑھایا یعنی کو مضمراً مانا یا مصدر منون کو مفعول میں عامل قرار دیا بزینۃ الكواكب دیگر قراء نے مصدر کو فاعل کی طرف مضاف مانا۔ تقدیر کلام یہ بتائی بان زانتها الكواكب اور اس کی اصل بزینۃ الكواكب یا اضافت المفعول تسلیم کر کے اصل اس طرح نکالی بان زان الله الكواكب و حسنھا لانھا انما زينت السماء لحسنھا فی انفسھا اور اس کی اصل بزینۃ الكواكب قراءت ابو بکر کی بناء

۷: وَحِفْظًا (اور حفاظت بھی کی ہے) اس کو معنی پر محمول کیا ہے۔ معنی یہ ہے۔ انا خلقنا الكواكب زينة للسماء وحفظاً من

الشیاطین (بیشک ہم نے ستاروں کو آسمان کیلئے زینت اور شیاطین سے حفاظت کا ذریعہ بنایا) جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا
 ولقد زینا السماء الدنيا بمصابیح وجعلناها رجوماً للشیاطین [الملك: ۵] یا نمبر ۲۔ فعل معلل مقدر ہے گویا اس طرح کہا
 گیا و حفظاً من کل شیطان زیناها بالکواکب اور ہر شیطان سے حفاظت کیلئے ہم نے اس کو ستاروں سے زینت دی ہے۔
 یا اس کا معنی اس طرح لیں۔ حفظناها حفظاً (ہم نے اس کی حفاظت کی حفاظت کرنا۔) مِّنْ كُلِّ شَيْطَانٍ مَّارِدٍ (ہر شریر
 شیطان سے) مارد جو اطاعت سے نکلنے والا ہو۔

۸: لَا يَسْمَعُونَ (وہ شیاطین کان نہیں لگا سکتے)

نحو: اس میں ضمیر ہر شیطان کی طرف ہے اور کیونکہ وہ شیاطین کے معنی میں ہے۔

قراءت: ابوبکر کے علاوہ کوئی قراء نے یسمعون صرف میم کو مشدد پڑھا ہے۔ اور اس کی اصل یستمعون ہے۔ التسمع
 سماع کا پیچھا کرنا۔ کہا جاتا ہے تسمع فسمع۔ مناسب یہ ہے کہ کلام منقطع ابتدائی بنے۔ چوری سننے کیلئے کان لگانے والوں کی
 حالت کی پڑتال کرتے ہوئے اور اس بات کے پیش نظر کہ وہ ملائکہ کے کلام کو سننے یا زبردستی اس پر کان لگانے کی قدرت نہیں
 رکھتے۔

ایک قول یہ ہے اس کی اصل یہ ہے لئلا یسمعو الام کو حذف کر دیا جیسا کہ اس قول میں حذف کیا جنتک ان تکرمنی
 پس الا یسمعو باقی رہ گیا۔ پھر ان کو حذف کر دیا اور اس کے عمل کو ضائع کر دیا۔ جیسا اس ارشاد میں ہے۔ الا ایها الزاجری
 أَحْضِرُ الوَعَى۔

مگر اس قول میں ظلم و زیادتی ہے قرآن مجید کو اس قسم کی امثال سے محفوظ کرنا ضروری ہے۔ دونوں حذف انفرادی طور پر قابل
 رد نہیں۔ لیکن ان دونوں حذف کا اجتماع قابل انکار ہے۔ اور سمعت فلانا یتحدث اور سمعت الیہ یتحدث و سمعت
 حدیثہ اور سمعت الی حدیثہ میں فرق یہ ہے کہ متعدی بنفسہ ادراک کا فائدہ دیتا ہے۔ اور متعدی بالی اصغاء مع الادراک
 کے لئے مفید ہے۔ الی الملائکة الاعلیٰ (عالم بالا کی طرف) یعنی عالم ملائکہ کیونکہ وہ آسمانوں کے ساکنین ہیں۔ اور جن وانس یہ
 ملائکة الاسفل ہیں۔ کیونکہ یہ سکان ارض ہیں۔ وَیُقَدِّفُونَ (وہ دھکے دیئے جاتے ہیں مار کر) یعنی ان پر شہاب ثاقب پھینکے جاتے
 ہیں۔ مِّنْ كُلِّ جَانِبٍ (ہر طرف سے) آسمان کی تمام جوانب و اطراف سے جس طرف سے بھی بات چرانے کیلئے اوپر چڑھیں۔

دُنیا میں شہاب سے آخرت میں عذاب سے:

۹: دُحُورًا نَّحْوًا: یہ مفعول لہ ہے۔ ای یقذفون للدحور (دھتکارنے کیلئے) ان پر شہاب پھینکے جاتے یا یہ حال ہے۔ اس
 حال میں کہ وہ دھکتارے ہوئے ہیں۔ یا یہ مفعول مطلق معنایمان لیں۔ کیونکہ قذف و طرد قریب المعنی ہیں۔ گویا اس طرح کہا گیا
 یدحرون دحورًا۔ یا یقذفون قذفاً وَكَلَّهْمُ عَذَابٌ وَاصِبٌ (اور ان کے لئے دائمی عذاب ہوگا) و اصب دائم کے معنی میں
 ہے یہ و صوب سے بنا ہے کہ یہ دنیا میں شہابوں سے سنگ سار کیے جاتے ہیں اور آخرت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے عذاب دائمی

فَاسْتَفْتِهِمْ أَهْمُ أَشَدُّ خَلْقًا مِّنْ خَلْقِنَا ۖ إِنَّا خَلَقْنَهُمْ مِّنْ طِينٍ لَّا زِبِّ ۖ بَلْ عَجِبْتَ

سو آپ ان سے دریافت کر دیجئے کیا وہ پیدائش کے اعتبار سے زیادہ سخت ہیں یا ہماری پیدا کی ہوئی دوسری چیزیں، بے شک انہیں ہم نے چپکتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا ہے بلکہ آپ تعجب کرتے ہیں

وَيَسْخَرُونَ ۖ وَإِذَا ذُكِّرُوا لَا يَذْكُرُونَ ۖ وَإِذَا رَأَوْا آيَةً يَسْتَسْخِرُونَ ۖ وَقَالُوا

اور وہ لوگ تمسخر کرتے ہیں۔ اور جب انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو نصیحت کو نہیں سمجھتے۔ اور جب وہ کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو ہنسی اڑاتے ہیں۔ اور انہوں نے کہا

إِن هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ۖ إِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا ۖ إِنَّا لَمَبْعُوثُونَ ۖ أَوْ آبَاؤُنَا

کہ یہ کھلے ہوئے جادو کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہم مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ہم پھر اٹھائے جائیں گے۔ کیا ہمارے

الْأَوْلَادُ ۖ قُلْ نَعَمْ وَأَنْتُمْ دَاخِرُونَ ۖ فَإِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ ۖ فَإِذَا هُمْ

پرانے باپ دادے بھی۔ آپ فرمادیجئے ہاں اور تم ذلیل ہو گے۔ بس وہ ایک لٹکار ہو گی سو یکایک وہ سب گھرے

يَنْظُرُونَ ۖ وَقَالُوا يُؤَيَّلُنا هَذَا يَوْمَ الدِّينِ ۖ هَذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ

دیکھ رہے ہوں گے۔ اور یوں کہیں گے کہ ہائے ہماری تم سختی یہ تو روز جزا ہے۔ یہ فیصلہ کا دن ہے جس کو تم

تَكْذِبُونَ ۖ

جھٹلایا کرتے تھے۔

کی خاص قسم تیار کر رکھی ہے جو ان سے منقطع نہ ہوگی۔

۱۰: إِلَّا مَنْ (مگر جو شیطان) من محل رفع میں لا یسمعون کی واؤ سے بدل ہے مطلب یہ ہے لا یسمع الشیاطین الا شیطان الذی (وہ شیاطین نہیں سن پاتے مگر وہ شیطان جو) خَطِيفَ الْخَطِيفَةِ (کچھ خبر لے بھاگے) یعنی چھین لے کچھ چھیننا یعنی فرشتوں کی کلام میں سے جلدی سے کچھ لے لے۔ فَاتَّبَعَهُ (اس کا پیچھا کرتا ہے) آملتا ہے۔ شِهَابٌ (ایک رجم والا ستارہ) تَأَقَّبٌ (روشن)۔

مشکل کی ایجاد مشکل نہیں تو آسان تر کی کیسے مشکل ہو؟

۱۱: فَاسْتَفْتِهِمْ (پس ان سے آپ پوچھئے) کفار مکہ سے استفسار کرو۔ أَهْمُ أَشَدُّ خَلْقًا (کیا یہ لوگ بناوٹ میں زیادہ مضبوط ہیں) خلقت میں مضبوط تر ہیں۔ عرب کا قول ہے شدید الخلق و فی خلقه شدة یا اصعب خلقا و اشقة اس معنی میں کہ اس میں ان کے انکار بعث کی تردید کی گئی ہے۔ اور وہ ذات جس کو اتنی بڑی مخلوقات بنانا آسان ہے۔ اور ان کی ایجاد میں اسے کوئی

۱۰۷۵

مشکل پیش نہ آئی تو انسان کی پیدائش تو اس پر آسان تر ہے۔ اَمْ مَنْ خَلَقْنَا (یا ہماری پیدا کردہ یہ چیزیں) اس سے مراد مخلوقات میں سے جن کا تذکرہ ہوا مثلاً ملائکہ، آسمان وزمین اور جوآن کے مابین ہے۔

مَنْ كَالْفِظِ عَقْلًا كُوغِيْرُوں پر غلبہ دے کر ذکر کر دیا۔ اور اس پر ان قراء کی قراءت دلالت کرتی ہے۔ جنہوں نے ام من عددنا تخفیف و تشدید کے ساتھ پڑھا۔ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِنْ طِيْنٍ لَا زِبْ (ہم نے ان کو چپکتی مٹی سے پیدا کیا ہے) لازم چپکنے کے معنی دیتا ہے یا لازم کرنا۔ اور یہاں اس کو اس طرح پڑھا گیا ہے۔ یہ ان قراء کے خلاف شہادت ہے کہ یہ ضعیف ہے کیونکہ جو چیز مٹی سے بنائی جاتی ہے۔ اس کی صفت ہلکات و قوت سے نہیں لائی جاتی۔ یا یہ ان کے خلاف حجت ہے کہ طین لازم وہی مٹی ہے جس سے ان کو پیدا کیا گیا۔ پھر مٹی سے پیدا ہونے پر ان کو کیوں تعجب ہے کہ وہ کہہ رہے ہیں ء اِذَا كُنَّا تُرَابًا [الرعدہ: ۵] اس معنی کی تائید اس کے بعد انکار بعث کے تذکرہ کا آنا بھی ہے۔

۱۲: بَلْ عَجِبْتَ (بلکہ آپ تعجب کرتے ہیں) کہ یہ آپ کو جھٹلا رہے ہیں۔ وَيَسْخَرُوْنَ (اور یہ لوگ تمسخر کرتے ہیں) آپ سے اور آپ کے اس تعجب کرنے سے یا آپ کو ان کے انکار بعث پر تعجب ہے۔ اور وہ معاملہ بعث کا تمسخر اڑاتے ہیں۔

قراءت: حمزہ علی نے بل عجب پڑھا ہے۔ میں نے اس کو بہت بڑا سمجھا ہے۔ العجب جب کسی چیز کو بڑا سمجھا جائے گا۔ تو اس وقت جو گھبراہٹ پیش آتی ہے اللہ تعالیٰ کے حق میں خالص بڑا قرار دینے کے معنی میں لیا گیا ہے کیونکہ گھبراہٹ کا اطلاق اس پر نہیں کیا جاسکتا یا اس کا معنی یہ ہے۔ اے محمد ﷺ! کہہ دیجئے بلکہ مجھے تعجب ہے۔

۱۳: وَاِذَا ذُكِّرُوْا لَا يَذْكُرُوْنَ (اور جب ان کو سمجھایا جاتا ہے یہ سمجھتے نہیں) ان کی عادت یہ ہے کہ جب ان کو کسی چیز کی نصیحت کی جاتی ہے اس سے یہ نصیحت حاصل نہیں کرتے۔

۱۴: وَاِذَا رَاوْاٰۤیَةً (اور جب یہ کوئی معجزہ دیکھتے ہیں) آیت سے مراد معجزہ انشقاق قمر وغیرہ۔ يَسْتَسْخِرُوْنَ (تو اس کی وہ ہنسی اڑاتے ہیں) وہ ایک دوسرے کو تمسخر کیلئے بلاتے ہیں۔ یا تمسخر میں مبالغہ کرتے ہیں۔

۱۵: وَقَالُوْا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ (اور وہ کہتے ہیں کہ یہ تو) ان نافیہ ہے۔ ای ماہذا۔ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ (صریح جادو ہے) مبین کا معنی ظاہر۔

کفار کا قیامت پر استبعاد:

۱۶: اِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ؕ اِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ (بھلا جب ہم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں ہو گئے تو کیا ہم زندہ کیے جائیں گے) نَحْوًا: ؕ اِذَا یہ استفہام انکاری ہے۔ مطلب یہ ہے کیا جب ہم مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔

۱۷: اَوْ اٰبَاؤُنَا (کیا ہمارے اگلے باپ دادا)

نَحْوًا: یہ ان اور اس کے اسم پر معطوف ہے۔ نمبر ۲۔ مبعوثون کی ضمیر پر عطف ہے۔ معنی یہ ہے کیا ہمارے آباء بھی اٹھائے جائیں گے۔ زیادتی استبعاد کیلئے وہ مراد لیتے تھے کہ وہ قدیم ترین ہیں۔ پس ان کا اٹھایا جانا زیادہ بعید اور باطل ترین ہے۔

قراءت: او اباؤنا۔ سکون واؤ کے ساتھ مدنی، شامی نے پڑھا ہے۔ یعنی انکار میں مبالغہ کیلئے کہنے لگے کیا ہم میں سے ایک

اٹھایا جائے گا۔ الْاَوَّلُونَ (اگلے) پہلے۔

۱۸: قُلْ نَعَمْ (آپ کہہ دیجئے کہ ہاں) تم اٹھائے جاؤ گے۔

قراءت: علی نے نَعَمْ پڑھا اور یہ دونوں لغات ہیں۔ وَأَنْتُمْ دَاخِرُونَ (اور تم ذلیل بھی ہو گے)

ان کو جواب دیا وہ ایک مددگار ہے:

۱۹: فَإِنَّمَا يَشْرطُ مَقْدَرًا جَوَابٌ هِيَ۔ تقدیر کلام یہ ہے اِذَا كَانَ كَذَلِكَ فَمَا هِيَ (پس وہ تو بس) زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ (ایک لکار ہوگی) ہی یہ شئی کی طرف نہیں لوٹی بلکہ یہ مبہم ہے۔ اس کو اس کی خبر واضح کرنے والی ہے۔ اور یہ بھی درست ہے انما البعثة زجرة واحدة۔ (بیشک بعثت تو ایک ڈانٹ ہے)۔ اور وہ فتح ثانیہ ہے۔ الزجرة چیخ۔ جیسا کہتے ہیں۔ زجر الراعی الابل او الغنم۔ جبکہ وہ ان کو آواز دے کر بلائے۔ فَإِذَا هُمْ (پس اسی وقت وہ) زنده دیکھنے والے ہونگے۔ يَنْظُرُونَ (وہ دیکھنے والے ہونگے) اپنے بُرے اعمال کو یا وہ اترنے والے عذاب کے منتظر ہونگے۔

۲۰: وَقَالُوا يَوْمَئِذٍ لَّنَا (اور وہ کہیں گے ہائے ہماری کم بختی) الْوَيْلُ۔ یہ ایسا کلمہ ہے جس کو کہنے والا بوقت ہلاکت کہتا ہے۔ هَذَا يَوْمُ الدِّينِ (یہ تو وہی روزِ جزاء ہے) یعنی وہی دن ہے جس میں ہمیں بدلہ دیا جائے گا۔ یعنی ہمارے اعمال کی جزاء دی جائے گی۔

۲۱: هَذَا يَوْمُ الْفُصْلِ (یہ فیصلہ کا دن ہے) قضاء کا دن۔ اور گمراہی و ہدایت کے درمیان فرق کا دن ہے۔ الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تُكذِّبُونَ (جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے)

تین قول:

نمبر ۱۔ پھر اس میں احتمال ہے کہ ہذا یوم الدین سے احشروا تک کفار کا کلام ہو۔ جو ایک دوسرے کو وہ کریں گے۔
نمبر ۲۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ ملائکہ کی گفتگو ہو جو ان سے کریں گے۔ نمبر ۳۔ اور یا ویلنا ہذا یوم الدین یہ کفار کا کلام ہو اور ہذا یوم الفصل یہ ملائکہ کا کلام ہو جو ان کے جواب میں کہا گیا ہو۔

أَحْشَرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا وَأَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوا يَعْبُدُونَ ۗ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَاهْدُوهُمْ

ظالموں کو اور ان کے ہم مشربوں کو جمع کر لو اور ان معبودوں کو جن کی وہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کیا کرتے تھے ابھر انہیں

إِلَى صِرَاطِ الْجَحِيمِ ۗ وَقَفُّوهُمْ أَنَّهُمْ مَسْئُولُونَ ۗ مَا لَكُمْ لَا تَنصَرُونَ ۗ بَلْ

دورن کا راستہ دھاوو۔ اور انہیں ٹھہراؤ بیشک ان سے سوال کیا جائے گا۔ کیا بات ہے کہ تم ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے۔ بلکہ

هُمْ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُونَ ۗ وَأَقْبَلْ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ تَيْسَاءً لُونًا ۗ قَالُوا إِنَّكُمْ كُنْتُمْ

وہ آج سب کے سب ہارمانے ہوئے ہوں گے۔ اور ان میں سے بعض بعض کی طرف متوجہ ہو کر ایک دوسرے سے سوال کریں گے۔ کہیں گے کہ بے شک تم ہمارے پاس

تَأْتُونَنَا عَنِ الْيَمِينِ ۗ قَالُوا بَلْ لَمْ تَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ۗ وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِنْ سُلْطٰنٍ

بڑے زور دار طریقے سے آیا کرتے تھے متوہین کہیں گے بلکہ بات یہ ہے کہ تم خود ہی ایمان لانے والے نہ تھے۔ اور تم پر ہمارا کوئی زور نہیں تھا

بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِينَ ۗ فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَا إِنَّا لَذٰلِكَ لِقَوْمٍ فٰعَوٰيْنِكُمْ إِنَّا كُنَّا

بلکہ بات یہ ہے کہ تم سرکش کرنے والے تھے۔ سو ہم پر ہمارے رب کی بات ثابت ہوگئی، بلاشبہ ہم سب چکھنے والے ہیں۔ سو بلاشبہ ہم نے تمہیں بھکایا بے شک ہم

غَوٰيْنٌ ۗ فَإِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُونَ ۗ إِنَّا كَذٰلِكَ نَفَعُ الْمُجْرِمِينَ ۗ

خود بھی گمراہ تھے۔ سو بلاشبہ وہ لوگ آج کے دن عذاب میں شریک ہوں گے۔ بلاشبہ ہم مجرموں کے ساتھ ایسا ہی کیا کرتے ہیں۔

إِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ ۗ وَيَقُولُونَ إِنَّا لَنَارِكُوا

یعنی بات ہے کہ ان کا حال یہ تھا کہ جب ان سے کہا جاتا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو تکبر کیا کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ کیا ایک ایسے شخص کی وجہ سے

إِلَهَيْنَا لِشَاعِرٍ مُّجْنُونٍ ۗ

ہم نے معبودوں کو چھوڑ دیا جو شاعر بے دیوانہ ہے۔

حشر اور سوالات:

۲۳، ۲۴: أَحْشَرُوا (جمع کرلو) یہ ملائکہ کو خطاب ہے۔ الَّذِينَ ظَلَمُوا (ظالموں کو) ظالم سے کافر مراد ہیں۔ وَأَزْوَاجَهُمْ (اور ان کے ہم مشربوں کو) ان کے مماثل لوگوں کو۔ نمبر ۲۔ شیاطین ساتھیوں کو نمبر ۳۔ ان کی کافرہ عورتوں کو۔

جَحْوٌ: یہاں واو بمعنی مع ہے۔ اور بعض نے کہا عطف کیلئے ہے۔ اور ظلموا کی ضمیر پر عطف کرتے ہوئے اس کو رفع سے پڑھا گیا۔ وَمَا كَانُوا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ (اور جن کی وہ اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتے تھے) یعنی بت فَاهْدُوهُمْ (پھر ان کو

بتلا دو)۔ راہنمائی کر دو۔

قول اصمعی رحمہ اللہ کہتے ہیں ہدیتہ فی الدین ہدیٰ۔ اور اگر ہدیتہ فی الطریق کہیں تو ہدایۃ لائیں گے۔ اِلٰی صِرَاطِ الْجَحِیْمِ (دوزخ کے راستہ کی طرف) آگ کی راہ۔

۲۴: وَقَفُّوْهُمْ (اور ان کو ٹھہراؤ) ان کو روک لو۔ اِنَّهُمْ مَّسْنُوْلُوْنَ (ان سے پوچھا جائے گا) ان کے اقوال و افعال کے متعلق۔

۲۵: مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ (اب تم کو کیا ہوا ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے) یعنی ایک دوسرے کی معاونت نہیں کرتے۔ یہ درحقیقت تناصر سے عاجزی پر توجیح ہے۔ اس کے بعد کہ وہ دنیا میں ایک دوسرے کی مدد کرتے تھے۔ یہ ابو جہل کا جواب ہے۔ جو اس نے بدر کے دن کہا۔ نحن جمیع منتصر [القر: ۳۳] حال کی وجہ سے موضع نصب میں واقع ہے۔ ای مالکم غیر متناصرین۔ تمہیں کیا ہو گیا کہ تم اس حال میں ہو کہ ایک دوسرے کی مدد نہیں کر رہے۔

۲۶: بَلْ هُمْ الْیَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ (بلکہ وہ آج فرمانبرداری کا اظہار کرنے والے ہونگے) مطیع ہونگے نمبر ۲۔ ایک دوسرے کی اطاعت کرنے والے ہونگے۔ اور عاجزی کی وجہ سے اطاعت کریں گے۔ پس ہر ایک مددگار نہ ہوگا بلکہ مطیع ہوگا۔

۲۷: وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ (وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہونگے) تابع متبوع کی طرف یتسآء لُوْنَ (وہ سوال جواب کریں گے) باہمی جھگڑیں گے۔

۲۸: قَالُوْا (وہ کہیں گے) پیروکار اپنے سرداروں کو اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَآ عَنِ الْیَمِیْنِ (تم ہم پر بڑے زور سے آتے تھے) یعنی قوت اور غلبہ کے ساتھ۔ کیونکہ دایاں ہاتھ قوت سے موصوف کیا جاتا ہے اور اسی سے پکڑا جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے تم ہمیں گمراہی پر آمادہ کرتے اور زبردستی مجبور کرتے تھے۔

سرداروں کا جواب:

۲۹: قَالُوْا (وہ کہیں گے) سردار بَلْ لَمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ (بلکہ تم خود ایمان نہیں لائے تھے) یعنی تم نے خود ایمان سے انکار کیا۔ اور قدرت کے باوجود اس سے اعراض کیا۔ کفر کو اختیار کیا جو پسند کر کے نہ کہ مجبوری سے۔

۳۰: وَمَا كَانَ لَنَا عَلَیْكُمْ مِنْ سُلْطٰنٍ (اور ہمیں تم پر کوئی زور نہ تھا) ایسا تسلط نہ تھا کہ جس سے ہم تم سے اختیار چھین لیتے اور اختیار تم سے لے لیتے۔ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِیْنَ (بلکہ تم خود ہی سرکشی کیا کرتے تھے)۔ تو اپنے اختیار سے سرکشی کرنے والے تھے۔

۳۱: فَحَقَّ عَلَیْنَا (پس ہم سب ہی پر ثابت ہو چکی) ہم سب پر لازم ہو گئی۔ قَوْلُ رَبِّنَا اِنَّآ لَنٰۤا نٰقُوْنَ (ہمارے رب کی بات کہ ہم سب نے مزا چکھنا ہے) یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعید ہے کہ ہم لامحالہ اس کے عذاب کو چکھنے والے ہیں۔ کیونکہ وہ ہمارے حال سے واقف ہے اور اگر وعید کی اس طرح حکایت کی جاتی جیسا کہ وہ ہوتی ہے تو پھر اس طرح کہا جاتا انکم لذنٰقون، مگر اس انداز کو چھوڑ کر متکلم کے لفظ کی طرف عدول کیا گیا کیونکہ وہ اپنے نفوس کی طرف سے یہ بات کرنے والے ہونگے۔ اس کی مثال محاورہ عرب میں اس طرح ہے۔ فقد زعمت هو ازن قلّ مالی۔ اگر اس کے قول کی حکایت کرتا تو شاعر اس طرح کہتا۔ قل

مالک -

۳۲: فَأَغْوَيْنَاكُمْ (تو ہم نے تم کو بہکایا) تمہیں گمراہی کی طرف دعوت دی۔ اِنَّا كُنَّا غَوِيْنَ (ہم خود بھی گمراہ تھے) پس ہم نے تمہارے گمراہ کرنے کا ارادہ کیا تا کہ ہمارے جیسے ہو جاؤ۔

دونوں کو یکساں عذاب:

۳۳: فَإِنَّهُمْ (تو وہ سب کے سب) پیروکار اور سردار تمام۔ يَوْمَ مَبِيْدٍ (اس دن) قیامت کے دن فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُونَ (عذاب میں شریک رہیں گے) جیسا کہ گمراہی میں شریک مشترک تھے۔

۳۴: اِنَّا كَذَلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ (ہم ایسے مجرموں کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں) مجرمین سے مشرکین مراد ہیں۔ اِنَّا (بلاشبہ) اس جیسا فعل ہم ہر مجرم سے کرتے ہیں۔

۳۵: اِنَّهُمْ كَانُوْا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ (وہ لوگ ایسے تھے کہ جب ان سے کہا جاتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں تو تکبر کیا کرتے تھے) بلاشبہ یہ کلمہ تو حید سن کر تکبر کرتے اور شرک کے علاوہ ہر چیز کا انکار کرتے تھے۔

۳۶: وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّا (اور وہ کہتے ہیں کہ کیا ہم)

قراءت: اِنَّا کو دو ہمزہ کے ساتھ شامی و کوئی نے پڑھا۔

لَتَارِكُوْا الْاِلٰهِيْنَ لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ (اپنے معبودوں کو ایک شاعر دیوانہ کیلئے چھوڑ دیں گے) شاعر مجنون کہہ کر مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم لیتے تھے۔

بَلْ جَاءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِينَ ۗ إِنَّكُمْ لَذَائِقُوا الْعَذَابِ الْأَلِيمِ ۗ وَمَا

بلکہ بات یہ ہے کہ وہ سچ لے کر آیا اور دوسرے پیغمبروں کی تصدیق کی۔ بلاشبہ تم دردناک عذاب کو کھینے والے ہو۔ اور تمہیں

تجزونَ إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۗ إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلِصِينَ ۗ أُولَٰئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ

انہی کاموں کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے۔ ہاں جو اللہ کے مخلص بندے ہیں ان کا حال دوسرا ہوگا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے رزق معلوم

مَعْلُومٌ ۗ فَوَٰكِهِ ۗ وَهُمْ مُكْرَمُونَ ۗ فِي جَنَّتِ النَّعِيمِ ۗ عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ ۗ

یعنی میوے ہیں۔ اور وہ نعمت کے باغوں میں باعزت رہیں گے۔ آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہوں گے۔

يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَأْسٍ مِّنْ مَّعِينٍ ۗ بَيضَاءَ لَذَّةٍ لِلشَّرِبِينَ ۗ لَا فِيهَا غَوْلٌ

ان کے پاس شراب کا ایسا جام لایا جائے گا جو بہتی ہوئی شراب سے بھرا ہوا ہوگا۔ وہ شراب سفید ہوگی پینے والوں کے لیے لذیذ ہوگی۔ نہ اس سے درد ہوگا

وَلَا هُمْ عَنْهَا يُنزَفُونَ ۗ وَعِنْدَهُمْ قَصْرَاتُ الْظَّرْفِ عِينٌ ۗ كَأَنَّهُنَّ بَيْضٌ

اور نہ اس سے مثل میں فتور آئے گا۔ اور ان کے پاس بڑی بڑی آنکھوں والی بیویاں ہوں گی جن کی نظریں نیچی ہوں گی گویا کہ وہ بیٹھے ہیں

مَكْنُونٌ ۗ

جو چھپے ہوئے رکھے ہیں۔

۳۷: بَلْ جَاءَ بِالْحَقِّ (بلکہ وہ ان کے پاس ایک سچا دین لائے) اس میں مشرکین کی تردید ہے۔ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِينَ (اور

دوسرے پیغمبروں کی تصدیق کرتے ہیں) جیسا کہ فرمایا مَصَدَقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ [آل عمران: ۳]

۳۸، ۳۹: إِنَّكُمْ لَذَائِقُوا الْعَذَابِ الْأَلِيمِ۔ وَمَا تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ (تم سب کو دردناک عذاب چکھنا پڑے گا۔

اور تم کو اسی کا بدلہ ملے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے) بغیر کسی اضافے کے۔

۴۰: إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلِصِينَ (ہاں مگر جو اللہ کے خاص کئے ہوئے بندے ہیں) یعنی لیکن اللہ کے بندے۔

نَجْوَى: گویا لاجبمعنی لکن استثناء منقطع ہے۔

قراءت: کوئی اور مدنی نے لام کے فتح کے ساتھ پڑھا ہے۔

تمام رزق فواکہ ہوگا:

۴۱، ۴۲: أُولَٰئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُومٌ۔ فَوَٰكِهِ (ان کے واسطے ایسی غذائیں ہیں جن کا حال معلوم ہے یعنی میوے) رزق معلوم کی

تفسیر فواکہ سے کی گئی ہے فاکہ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو بطور لذت استعمال کی جائے نہ کہ حفاظت صحت کے لئے بطور خوراک کھائی جائے۔ مطلب یہ ہے کہ ان کا تمام رزق وہ فواکہ ہی ہوگا۔ کیونکہ خوراک کے ساتھ حفاظت صحت کی ان کو ضرورت نہ ہوگی اس وجہ سے کہ ان کے جسم مضبوط ہمیشگی کے لیے پیدا کئے گئے ہونگے۔ پس جو کچھ بھی وہ کھائیں گے وہ لذت کے لیے ہی ہوگا۔ اور یہ بھی درست ہے کہ رزق معلوم سے مراد بعض خصوصیتوں کا حامل رزق ان کو دیا جائے۔ مثلاً ذائقے اور خوشبو کی عمدگی اور لذت اور حسن منظر وغیرہ۔

ایک قول یہ ہے:

کہ ان کا وقت معلوم ہوگا۔ جیسا اس ارشاد میں ہے وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيهَا بُكْرَةٌ وَعِشْيًا [مریم: ۶۲] اور نفس کو اسی میں زیادہ سکون ملتا ہے۔ وَهُمْ مُكْرَمُونَ (اور وہ لوگ بڑی عزت سے ہونگے) یعنی ان کی عزت کی جائیگی۔
۴۳: فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ (آرام کے باغوں میں) جائز ہے کہ یہ ظرف بنے اور یہ بھی درست ہے کہ حال ہو اور یہ بھی احتمال ہے۔ کہ یہ دوسری خبر ہو اور اسی طرح عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ بھی۔

۴۴: عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ (تختوں کے اوپر آمنے سامنے بیٹھے ہونگے) تقابل زیادہ مانوس کرنے والا اور خوشی کی تکمیل کرنے والا ہے
۴۵: يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَأْسٍ (اور ان کے پاس جام شراب لایا جائے گا۔) قراءت: کاس بغم، ہمزہ کے ابو عمرو ابو جعفر اور سوسی نے پڑھا ہے۔ اور حمزہ نے وقف کی حالت میں اس طرح پڑھا اور دیگر قراء نے ہمزہ کے ساتھ پڑھا ہے کاس شیشے کا گلاس اور شراب کو بھی کاس کہا جاتا ہے۔ بقول اخفش کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں کاس کا لفظ شراب ہی کے معنی میں ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی بھی یہ تفسیر ہے۔ مِّنْ مَّعِينٍ (بہتی ہوئی شراب سے) یعنی ایسی شراب سے جو بہنے والی ہوگی یا ایسی نہر سے جو سطح زمین پر ظاہر میں آنکھوں کے سامنے جاری ہونے والی ہو۔ اس میں شراب کی وہی صفت ذکر کی گئی جو پانی کی بیان کی جاتی ہے کیونکہ وہ جنت میں نہروں کے اندر پانی کی طرح بہنے والی ہوگی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَاِنْهَارُ مِنْ خَمْرٍ [محمد: ۱۵]

۴۶: بَيْضَاءَ (سفید) یہ جام کی صفت ہے لَذَّةٍ (لذت) لذت سے اس کی تعریف کی گئی گویا وہ بعینہ لذت ہے یا ذات لذت لِلشَّرِيبِ (پینے والوں کو لذت معلوم ہوگی)

شرابِ جنت فتورِ عقل سے خالی:

۴۷: لَا فِيهَا غَوْلٌ (نہ اس میں درد سر ہوگا) یعنی دنیا کی شراب کی طرح اس سے عقل میں فتور نہ آئے گا۔ غول کا لفظ ہلاک کرنے اور بگاڑنے کرنے کے معنی میں آتا ہے۔ وَلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُونَ (نہ اس سے ان کو نشہ چڑھے گا) یہ نزف الشارب سے لیا گیا ہے جبکہ اس کی عقل چلی جائے۔ نشہ والے کو نزیف اور منزوف یعنی مسلوب العقل کہا جاتا ہے۔

قراءت: ينزفون علی اور حمزہ نے اسی طرح پڑھا ہے۔ یعنی ان کو نشہ نہیں چڑھے گا۔ یا ان کی شراب نشہ نہیں لائے گی اس صورت

فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ﴿٥٠﴾ قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ إِنِّي كَانَ لِي قَرِينٌ ﴿٥١﴾

سو ان میں سے بعض بعض پر متوجہ ہو کر ایک دوسرے سے سوال کریں گے۔ ان میں سے ایک کہے گا کہ بلاشبہ میرا ایک ساتھی تھا۔

يَقُولُ إِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِينَ ﴿٥٢﴾ إِذْ اٰمَنَّا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا اِنَّا لَمَدِينُونَ ﴿٥٣﴾

وہ کہتا تھا کہ تو تصدیق کرنے والوں میں ہے۔ کیا جب ہم مرجائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ہمیں اپنے کاموں کا بدلہ دیا جائے گا۔

قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُونَ ﴿٥٤﴾ فَاطَّلَعَ فَرَآهُ فِي سَوَاءِ الْجَحِيمِ ﴿٥٥﴾ قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ

وہ کہے گا کیا تم جھانک کر اسے دیکھنا چاہتے ہو۔ سو وہ شخص جھانکے گا تو اس کو جہنم کے بیچ میں دیکھ لے گا۔ کہے گا کہ اللہ کی قسم قریب تھا کہ تو

كِدْتَ لَتُرْدِينَ ﴿٥٦﴾ وَلَوْ لَا نِعْمَةٌ رَّبِّيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِّينَ ﴿٥٧﴾ اَفَمَا نَحْنُ

مجھے ہلاک ہی کر دیتا۔ اور اگر میرے رب کا فضل نہ ہوتا تو میں بھی ان لوگوں میں ہوتا جو حاضر کئے گئے ہیں۔ یہی بات ہے نا کہ ہم

بِمَيِّتِينَ ﴿٥٨﴾ اِلَّا مَوْتَنَا الْاُولٰٓئِ وَمَا نَحْنُ بِمُعَدِّبِيْنَ ﴿٥٩﴾ اِنَّ هٰذَا لَهٗوَ الْفَوْزِ

پہلی بار مر چکنے کے بعد نہیں مریں گے اور ہم کو عذاب نہ ہو گا۔ بلاشبہ یہ بڑی

الْعَظِيْمِ ﴿٦٠﴾ لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُونَ ﴿٦١﴾

کامیابی ہے۔ اسی کے لیے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے۔

میں یہ انزف الشارب سے لیا گیا ہے۔ جبکہ اس کی عقل چلی جائے یا اس کی شراب چلی جائے۔

۳۸: وَ عِنْدَهُمْ قَصِرَاتُ الطَّرْفِ (اور ان کے پاس نیچی نگاہ والی ہونگی) یعنی ان کی نگاہیں اپنے خاوندوں پر اکتفاء کرنے والی

ہونگی غیر کی طرف نگاہ نہ اٹھائیں گی۔ عین (بڑی بڑی آنکھ والی) یہ عیناء کی جمع ہے یعنی وسیع آنکھ والی۔

۳۹: كَانَهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُونٌ (گویا کہ وہ انڈے ہیں چھپے ہوئے) یہاں مکنون بمعنی محفوظ ہے ان کو شتر مرغ کے انڈے سے تشبیہ

دی گئی جو چٹان میں چھپا ہوا ہو اور اہل عرب عورتوں کو اسی سے تشبیہ دیتے ہیں۔ اور عورتوں کو بیضات الخدور کہتے ہیں۔

اہل جہنم سے اہل جنت کی گفتگو:

۵۰: فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ (پس وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر بات چیت کریں گے)۔ بعض سے

مراد یہاں اہل جنت ہیں اور اس کا عطف یطاف علیہم پر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ شراب پییں گے اور پینے والوں کی عادت

کے مطابق باہمی گفتگو کریں گے۔ شاعر کا قول ہے۔ وَمَا بَقِيَتْ مِنَ اللَّذَاتِ اِلَّا ☆ اَحَادِيثُ الْكِرَامِ عَلَى الْمُدَامِ۔

صرف یہی لذت باقی رہ گئی کہ محفل شراب میں شرفاء سے باتیں چلتی ہیں۔ اہل جنت ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر دنیا میں ان کے حق یا خلاف جو باتیں پیش آئیں ان کا تذکرہ کریں گے۔ مگر یہاں ماضی کے صیغہ سے ذکر کیا گیا جیسا کہ قرآنی اخبار کا انداز ہے۔

۵۲، ۵۱: قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ إِنِّي كَانَ لِي قَرِينٌ (ان میں ایک کہنے والا کہے گا کہ میرا ایک ملاقاتی تھا) يَقُولُ إِنَّكَ (وہ کہا کرتا تھا کیا تو)

قراءت: شامی، کوفی نے دو ہمزہ سے پڑھا ہے۔ لَمِنَ الْمُصَدِّقِينَ (تصدیق کرنے والوں میں سے ہے) قیامت کے دن کی۔

۵۳: إِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا ۖ إِنَّا (کیا جب ہم مرجائیں گے ہم مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا) لَمَدِينُونَ (ہم جزاء دیئے جائیں گے) مدینون کا معنی بدلہ دیئے جائیں گے۔ یہ لفظ دین سے بنا ہے۔ وہ جزاء کو کہتے ہیں۔

۵۴: قَالَ (وہ کہے گا) وہ کہنے والا اہل انتم مُطَّلِعُونَ (کیا تم جھانک کر دیکھنا چاہتے ہو) آگ کی جانب تاکہ میں تمہیں تمہارا وہ ملاقاتی دکھلاؤں۔

ایک قول یہ ہے:

جنت میں ایک روشن دان ہے۔ جس سے اہل جنت اہل نار کو دیکھیں گے۔ یا اللہ تعالیٰ اہل جنت کو فرمائیں گے۔ کیا تم آگ کو جھانکنا چاہتے ہو تاکہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ تمہارا مکان اہل نار سے کتنا دور ہے۔

۵۵: فَاطَّلَعَ (پس وہ شخص جھانکے گا) وہ مسلمان فَرَاةٌ (پس وہ اس کو دیکھ لے گا) اپنے ملاقاتی و ساتھی کوفی سَوَاءٍ الْجَحِيمِ (جہنم کے وسط میں) درمیان جہنم میں۔

۵۶: قَالَ تَاللَّهِ إِن كِدَّتْ لَتُرْدِينَ (کہے گا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم! تو تو مجھے تباہ کرنے کا تھا) إِنَّ يَخْفَعُ مِنَ الْمُثْقَلِ ہے۔ یہ کاد پر داخل ہے۔ جیسا کان پر داخل ہوتا ہے۔ لام کا جواب میں آنا یہ اِن نافیہ اور اس میں فرق ڈالنے والا ہے۔ الارداء: ہلاک کرنا)۔

يَخْوِبُ: يعقوب نے دونوں حالتوں میں یاء سے پڑھا۔

۵۷: وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّي (اگر میرے رب کا فضل نہ ہوتا) اس سے مراد عصمت اور توفیق الہی ہے جس کی بناء پر اسلام کی رسی کو تھامے رکھا۔ لَكُنْتُ مِنَ الْمُخْضَرِينَ (تو میں بھی پکڑے ہوئے لوگوں میں سے ہوتا) ان لوگوں میں سے ہوتا جن کو عذاب پر حاضر کیا جائے گا۔ جیسا کہ تجھے اور تجھ جیسے اور لوگوں کو حاضر کیا گیا۔

جنتی کا حال:

۵۸، ۵۹: أَمَّا نَحْنُ بِمَمِيَّاتٍ إِلَّا مَوْتَنَا الْأُولَى (کیا ہم سوائے پہلی مرتبہ مرنے کے اب نہیں مریں گے) وَمَا نَحْنُ

بِمُعَذِّبِينَ (اور نہ ہم کو عذاب ہوگا)۔ فاء عاطفہ ہے۔ اور عطف محذوف پر ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے۔ اُنْحَنُ مُخْلِذُونَ مَنْعَمُونَ
فَمَا نَحْنُ بِمِيتِينَ وَلَا مُعَذِّبِينَ۔ (کیا ہم ہمیشہ نعمتوں میں رہیں گے ہم نہ مریں گے اور نہ عذاب دیے جائیں گے)۔
مطلب یہ ہے کہ یہ ایمان والوں کا حال ہے وہ یہ کہ پہلی موت صرف ان پر آئے گی۔ مگر کفار کی حالت اس سے مختلف ہوگی اس لئے
کہ وہ تو ہر گھڑی میں موت کے متمنی ہونگے۔

قول حکیم:

موت سے زیادہ بری کیا چیز ہے؟ اس نے کہا وہ چیز جس میں موت کی تمنا کی جائے۔ یہ بات مؤمن تحدیثِ نعمت کے طور پر
کرے گا۔ جبکہ اس کا ساتھی سن رہا ہوگا۔ اس کی غرض اس کو توبیح کرنا ہوگا۔ اور تا کہ اس کے دکھ میں اضافہ ہو۔ موت تنہا یہ مصدر کی
وجہ سے منصوب ہے۔ اور استثناء متصل ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے لَانْمُوتُ الْاِمْرَةَ يَامُتَشْنِي مَنْقَطَعٌ ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے لکن
الموتة الاولى قد كانت في الدنيا۔ (لیکن پہلی موت دنیا میں تھی)۔ پھر اپنے اس ساتھی کو خبردار کرنے کیلئے کہے گا۔
۲۰: اِنَّ هَذَا (بیشک یہ) وہ معاملہ جس میں ہم ہیں)۔ لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (البتہ بڑی کامیابی ہے) پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے
ارشاد ہوگا۔

۶۱: لِمِثْلِ هَذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَمَلُونَ (ایسی ہی کامیابی کیلئے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے)

اٰذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزْلًا اَمْ شَجَرَةُ الرَّقُوْمِ ﴿۶۲﴾ اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظٰلِمِيْنَ ﴿۶۳﴾ اِنَّهَا شَجَرَةٌ

کیا ضیافت کے اعتبار سے یہ بہتر ہے یا زقوم کا درخت۔ بے شک ہم نے اس درخت کو ظالموں کے لیے فتنہ بنایا ہے۔ بلاشبہ وہ ایک درخت ہے

تَخْرُجُ فِيْ اَصْلِ الْجَحِيْمِ ﴿۶۴﴾ طَلْعُهَا كَاَنَّهُ رِءُوْسُ الشَّيْطٰنِ ﴿۶۵﴾ فَاِنَّهُمْ لٰكٰلُوْنَ

جو دوزخ کی گہرائی میں سے نکلتا ہے۔ اس کے پھل ایسے ہیں جیسے سائپوں کے پھل ہوں۔ سو اس میں شک نہیں کہ وہ لوگ بالضرور اس میں سے

مِنْهَا فَمَا لُوْنٌ مِنْهَا الْبُطُوْنُ ﴿۶۶﴾ ثُمَّ اِنَّا لَهَمُّ عَلَيْهَا شَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿۶۷﴾ ثُمَّ اِنَّا

کھائیں گے سو اس سے اپنے پیڑوں کو بھر لیں گے۔ پھر بلاشبہ ان کے لیے اس درخت کے اوپر سے کھولتا ہوا گرم پانی ملا کر دیا جائے گا۔ پھر بلاشبہ

مَرْجِعُهُمْ لَآ اِلٰى الْجَحِيْمِ ﴿۶۸﴾ اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اَبَاءَهُمْ ضٰلِّيْنَ ﴿۶۹﴾ فَهَمُّ عَلٰى اٰثَرِهِمْ

ان کا لوٹنا دوزخ کی طرف ہوگا۔ بے شک انہوں نے باپ دادوں کو گمراہی کی حالت میں پایا۔ پھر ان کے نقش قدم پر تیزی کے ساتھ

يَهْرَعُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۷۱﴾ وَلَقَدْ اٰمُرْسَلْنَا فِيْهِمْ

چلتے رہے۔ اور یہ واقعی بات ہے کہ ان سے پہلے اگلے لوگوں میں سے اکثر گمراہ ہو چکے ہیں۔ اور یہ بات واقعی ہے کہ ہم نے ان میں ڈرانے والے

مُنْذِرِيْنَ ﴿۷۲﴾ فَاَنْظُرْ كَيْفَ كَانَ عٰقِبَةُ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿۷۳﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلِصِيْنَ ﴿۷۴﴾

بھیجے ہیں۔ سو دیکھ لیجئے جن کو ڈرایا گیا ان کا کیا انجام ہوا۔ سوائے اللہ کے مخلص بندوں کے۔

ایک قول:

یہ ہے یہ اسی مؤمن کا کلام ہے۔

۶۲: اٰذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزْلًا (بھلا یہ دعوت و مہربانی بہتر ہے) نزلًا یہ تمیز ہے یعنی جنت کی نعمتیں اور جو اس میں مشروبات و مطعمومات کی لذات وافرہ ہیں یہ بہترین مہربانی ہے۔

اہل نار کی خوراک اور اس کی تفصیل:

اَمْ شَجَرَةُ الرَّقُوْمِ (یا زقوم کا درخت) وہ بہتر مہربانی ہے؟ النزل مہمان کیلئے جو مکان پر رزق وغیرہ پیش کیا جائے۔ الزقوم تہامہ میں پیدا ہونے والا ایک کڑوا درخت (تھور)

۶۳: اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظٰلِمِيْنَ (ہم نے اس درخت کو ظالموں کیلئے موجب امتحان بنایا ہے) آخرت میں ان کے لئے مشقت و عذاب کا باعث ہوگا۔ نمبر ۲۔ دنیا میں ابتلاء کا باعث اور وہ اس طرح کہ انہوں نے کہا کہ آگ میں درخت کیسے ممکن ہے جبکہ آگ تو

درختوں کو جلاتی ہے اسلئے کفار نے اس کا انکار کر دیا۔

۶۳: إِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِي أَصْلِ الْجَحِيمِ (یہ درخت ہے۔ جو جہنم کی قعر سے نکلتا ہے)

ایک قول:

اس کی جڑ تو قعرِ جہنم میں ہے اور اس کی شاخیں جہنم کے مختلف طبقات میں پہنچنے والی ہیں۔

۶۵: طَلْعُهَا كَأَنَّهُ رُءُوسُ الشَّيْطَانِ (اس کے پھل ایسے جیسے سانپ کے پھن) طلع گامھ کھجور کے لئے استعمال ہوتا ہے اس کو زقوم کے درخت پر ظاہر ہونے والے بوجھ کیلئے بطور استعارہ لایا گیا ہے۔ اور اس پھل کو رؤسِ شیاطین سے تشبیہ دے کر اس سے انتہائی نفرت و کراہت منظر ظاہر کرنا مقصود ہے کیونکہ شیطان لوگوں کے طبائع میں بہت ہی قبیح و بد صورت ہے کیونکہ خیال میں وہ جسمہ شتر ہے۔

ایک قول:

یہ ہے الشیطان۔ ایک معروف سانپ ہے جو انتہائی بد صورت اور خوفناک ہوتا ہے۔

۶۶: فَإِنَّهُمْ لَا يَكُلُونَ مِنْهَا (تو وہ لوگ اس میں سے کھائیں گے) یا اس کے پھل سے کھائیں گے۔ فَمَا لِنُونَ مِنْهَا الْبُطُونَ (اور اسی سے پیٹ بھریں گے)

سخت بھوک کے غالب آنے کی وجہ سے وہ اسی سے پیٹ بھریں گے۔

۶۷: ثُمَّ إِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا (پھر ان کو اس پر) کھانے کے بعد لَشْوَبًا (ملا کر دیا جائے گا) مِنْ حَمِيمٍ (گرم پانی) شدید گرم پانی جو ان کے چہروں کو جھلسا اور انتڑیوں کو کاٹ ڈالے گا۔ جیسا کہ اہل جنت کے مشروب کے متعلق فرمایا۔ وَمزاجه من تسنيم [المطففين: ۳۷] مطلب یہ ہے کہ وہ زقوم کے درخت سے پیٹ بھریں گے اور وہ ایسا گرم ہوگا کہ ان کے پیٹوں کو اندر سے جلا دے گا اور شدید پیاس لگے گی۔ اس پیاس سے جب خوب سزا مل جائے گی تو پھر شدید گرم مشروب پلایا جائے گا۔ اور وہ مشروب گرم پانی کے ساتھ ملا ہوا ہوگا۔

۶۸: ثُمَّ إِنَّ مَرَجِعَهُمْ لَا إِلَى الْجَحِيمِ (پھر ٹھکانہ ان کا دوزخ ہی کی طرف ہوگا) یعنی ان کے مقامات اور مکانات سے جو جہنم میں ہونگے اور وہ مقامات درکاتِ جہنم ہیں۔ زقوم کے درخت کی طرف لے جایا جائے گا۔ وہ اس سے کھاتے جائیں گے یہاں تک کہ اکتا جائیں گے۔ پھر ان کو گرم پانی پلا کر واپس طبقاتِ دوزخ میں کر دیا جائے گا۔

ثم تراخی کیلئے آتا ہے۔ تراخی کا معنی اس میں ظاہر ہے۔

۶۹: ۷۰: إِنَّهُمْ الْكُفُؤُا آبَاءَهُمْ ضَالِّينَ۔ فَهُمْ عَلَىٰ آثَرِهِمْ يُهْرَعُونَ (انہوں نے اپنے بڑوں کو گمراہی کی حالت میں پایا تھا۔ پھر یہ بھی ان ہی کے قدم بہ قدم تیزی کے ساتھ چلتے تھے)۔ اس میں ان کے ان مصائب میں مبتلا ہونے کا سبب دین میں اپنے آباء و

وَلَقَدْ نَادَانَا نُوحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيبُونَ ﴿۷۶﴾ وَنَجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهُ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ ﴿۷۷﴾

اور یہ بات واقعی ہے کہ نوح نے ہمیں پکارا سو ہم کیا ہی خوب ہیں فریاد سننے والے، اور ہم نے نوح کو اور اس کے گھر والوں کو بڑے غم سے نجات دی۔

وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِينَ ﴿۷۷﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ﴿۷۸﴾ سَلَّمَ عَلَى نُوحٍ

اور ہم نے اس کی ذریت کو باقی رہنے دیا۔ اور ہم نے ان کے لیے بعد کے آنے والوں میں یہ بات رہنے دی۔ کہ نوح پر سلام ہے

فِي الْعَالَمِينَ ﴿۷۹﴾ إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿۸۰﴾ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ﴿۸۱﴾

جہانوں میں۔ بلا شبہ ہم نیکوں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ بلا شبہ وہ ہمارے مومن بندوں میں ہیں۔

ثُمَّ آغْرَقْنَا الْآخِرِينَ ﴿۸۲﴾

پھر ہم نے دوسرے لوگوں کو غرق کر دیا۔

اجداد کی اتباع اور گمراہی میں ان کا پیچھا کرنا اور دلیل کو ترک کرنا بتلایا گیا ہے۔ الہرّاع بہت تیزی کرنا گویا ان کو پیچھے سے دھکیلا جا رہا ہو۔

۷۶: وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ (اور ان سے پہلے بھی گمراہ ہو چکے ہیں) قَبْلَهُمْ سے مراد قریش سے پہلے اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ (اگلے لوگوں میں اکثر) گزشتہ زمانہ میں گزرنے والے لوگ جنہوں نے غور و فکر کو چھوڑ کر محض گمراہ آباء کی تقلید کی۔

۷۷: وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيهِمْ مُنْذِرِيْنَ (ہم نے ان میں ڈرسانے والے بھیجے تھے)۔ وہ انبیاء علیہم السلام تھے۔ جنہوں نے ان کو انجام سے ڈرایا۔

۷۸: فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذِرِيْنَ (پس دیکھ لو ان لوگوں کا کیا انجام ہوا) ان لوگوں کا جن کو ڈرایا گیا وہ تمام ہلاک کر دیے گئے۔

۷۹: اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلِصِيْنَ (مگر اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے) مگر وہ لوگ جو ان میں سے ایمان لائے اور اپنے دین کو اللہ تعالیٰ کیلئے خالص کر دیا یا اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے دین کیلئے خالص کر لیا۔

قراءت: لام کے فتح و کسرہ کی قراءت سے۔

منذرين کا گزشتہ زمانوں میں بھیجا جانا:

۷۵: جب منذرين کا گزشتہ زمانوں میں بھیجا جانا اور ان کا بدترین انجام ذکر کیا تو اس کے بعد نوح علیہ السلام اور ان کی اس دعا کا ذکر کیا جو انہوں نے قوم سے مایوس ہونے کے بعد فرمائی۔

حضرت نوح علیہ السلام کا تذکرہ:

وَلَقَدْ نَادَانَا نُوحٌ (اور نوح نے ہم کو پکارا) اس نے ہمیں پکارا تا کہ ہم غرق سے ان کو نجات دیں۔

ایک قول:

یہ ہے اس سے ان کے اس قول کی طرف اشارہ ہے۔ انی مغلوب فانتصر [القمر: ۱۰] فَلَئِنَّمَا الْمُجِيبُونَ (پس ہم خوب فریاد سننے والے ہیں) نعم پر جو لام داخل ہے۔ یہ قسم محذوف کا جواب ہونے کی وجہ سے ہے۔ مخصوص بالمدح محذوف ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے ولقد نادانا نوح فوالله لنعم المجيبون نحن، جمع عظمت و کبریائی کو ظاہر کرنے کیلئے لائے۔ مطلب یہ ہے ہم نے اس کو بہت خوب جواب دیا۔ اور اس کے دشمنوں پر اس کو غلبہ دیا۔ اور اس کے دشمنوں سے خوب انتقام لیا۔

۷۶: وَنَجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهُ (اور ہم نے ان کو اور ان کے پیروکاروں کو نجات دی) اہل سے مراد ایمان والے اور ان کی اولاد مراد ہے۔ مِنَ الْكُرْبِ الْعَظِيمِ (بڑے بھاری غم سے) اس سے مراد غرق ہونے کا غم ہے۔

۷۷: وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِينَ (اور ہم نے باقی ہی ان کی اولاد کو رہنے دیا) ان کے علاوہ تمام فناء ہو گئے۔

قول قتادہ رضی اللہ عنہ:

تمام لوگ اس وقت نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ نوح علیہ السلام کے تین بیٹے تھے۔ نمبرا۔ سام، یہ عرب، فارس، روم کا جد امجد ہے۔ نمبر ۲۔ ام یہ مشرق سے مغرب تک حبشیوں کا باپ ہے۔ نمبر ۳۔ یافث یہ ترک اور یا جوج ماجوج کا باپ ہے۔ ۷۸: وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ (اور ہم نے ان کے لئے پیچھے آنے والے لوگوں میں بات رہنے دی) آخرین سے مراد یہ کچھلی امتیں اور وہ بات یہ ہے۔ سلام علی نوح فی العالمین۔

انجام نوح علیہ السلام:

۷۹: سَلَّمَ عَلَيَّ نُوحٌ (سلام ہو نوح علیہ السلام پر) یعنی وہ امتیں ان کو سلام بھیجتی اور ان کے لئے دعا گو ہیں۔ یہ کلام حکایہ نقل کی ہے جیسا کہتے ہیں۔ قراءت: سورة انزلناها۔ میں نے ایک ایسی سورت پڑھی جس کو ہم نے نازل کیا ہے۔ فِي الْعَالَمِينَ (دونوں جہاں میں) یہ سلام ان تمام میں قائم چلا آ رہا ہے۔ ان میں سے کوئی زمانہ خالی نہیں۔ گویا اس طرح فرمایا۔ ثبت الله التسليم على نوح و ادامہ فی الملائكة والثقلين يسلمون عليه عن آخرهم۔ اللہ تعالیٰ نے سلام کو نوح علیہ السلام کے لئے قائم کر دیا اور اس کو ہمیشہ رکھا فرشتوں اور جن و انس میں وہ تمام ان پر سلام بھیجتے ہیں۔

۸۰: اِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ (ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں) اپنے مجازات اور بدلے کے اس شاندار انعام کو

وَإِنَّ مِنْ شِيعَتِهِ لِابْرَاهِيمَ ۝۸۳ إِذْ جَاءَ رَبَّهُ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ۝۸۲ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ

اور بلاشبہ نوح کا اتباع کرنے والوں میں ابراہیم بھی تھے۔ جب وہ اپنے رب کے پاس قلب سلیم لے کر آئے۔ جبکہ انہوں نے اپنے باپ سے

وَقَوْمِهِ مَاذَا تَعْبُدُونَ ۝۸۱ أَيْفَا إِلَهَةٌ دُونَ اللَّهِ يُرِيدُونَ ۝۸۱ فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ

اور اپنی قوم سے کہا تم لوگ کس چیز کی عبادت کرتے ہو۔ کیا اللہ کو چھوڑ کر جھوٹ موٹ کے معبودوں کو چاہتے ہو۔ سورت العالمین کے بارے میں

الْعَالَمِينَ ۝۸۷ فَظَرَّ نَظْرَةً فِي النُّجُومِ ۝۸۸ فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ ۝۸۹ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِينَ ۝۹۰

تمہارا کیا خیال ہے۔ پھر ایک نظر اٹھا کر ستاروں کو دیکھا۔ اور کہہ دیا کہ بیشک میں بیمار ہوں۔ سو وہ لوگ ان سے پشت پھیر کر چلے گئے۔

فَرَاغَ إِلَىٰ آلِهِمْ فَقَالَ أَلَا تَأْكُلُونَ ۝۹۱ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُونَ ۝۹۲ فَرَاغَ عَلَيْهِمْ

سو وہ ان کے بتوں کی طرف متوجہ ہوئے سو کہا کیا تم کھاتے نہیں ہو۔ تم کو کیا ہوا تم بولتے نہیں، پھر ان پر قوت کے ساتھ متوجہ ہو کر

ضَرْبًا بِالْيَمِينِ ۝۹۳ فَأَقْبَلُوا إِلَيْهِ يَزْفُونَ ۝۹۴ قَالَ أَعْبُدُونَ مَا تَنْجِتُونَ ۝۹۵ وَاللَّهُ

مارنے لگے۔ سو وہ لوگ ان کے پاس دوڑتے ہوئے آئے۔ انہوں نے کہا کیا تم اس چیز کی پوجا کرتے ہو جسے خود تراشتے ہو۔ حالانکہ اللہ نے

خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ ۝۹۶ قَالُوا ابْنُوا لَهُ بُيُوتًا فَأَلْقُوهُ فِي الْجَحِيمِ ۝۹۷ فَأَرَادُوا بِهِ كَيْدًا

تمہیں پیدا فرمایا ہے اور ان چیزوں کو بھی جنہیں تم بناتے ہو۔ کہنے لگے کہ اس کے لیے ایک مکان بناؤ پھر اسے دکھتی ہوئی آگ میں ڈال دو۔ سو انہوں نے ان کے ساتھ براہ راست

فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَسْفَلِينَ ۝۹۸

کرنے کا ارادہ کیا سو ہم نے ان لوگوں کو نیچا دیکھنے والا بنا دیا۔

آپ کے محسن ہونے سے معلل قرار دیا۔

قوم حشر:

۸۱: إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ (بیشک وہ ہمارے مؤمن بندوں میں سے تھے) پھر احسان کی علت ایمان کو قرار دیا۔ تاکہ ایمان کا عظیم الشان مرتبہ تمہارے سامنے واضح کر دیں اور صفات مدح و تعظیم میں یہ کم سے کم ہے۔

۸۲: ثُمَّ أَغْرَقْنَا الْآخِرِينَ (پھر ہم نے دوسرے لوگوں کو ڈبو دیا) یعنی کفار کو۔

ابراہیم علیہ السلام نوح علیہ السلام میں ۲۶۴۰ سال کا فاصلہ:

۸۳: وَإِنَّ مِنْ شِيعَتِهِ لِابْرَاهِيمَ (اور نوح کے طریقہ والوں میں ابراہیم بھی تھے) کہ کی ضمیر نوح علیہ السلام کی طرف لوثی ہے۔

یعنی ان میں سے جنہوں نے اصول دین میں نوح علیہ السلام کی مشایعت کی یا اللہ تعالیٰ کے دین کو مضبوطی سے تھامنے اور تکذیب پر صبر و ضبط میں ان کے طریقہ پر چلنے والے ابراہیم تھے۔ ان کے اور نوح علیہ السلام کے درمیان ۲۶۴۰ سال کا عرصہ ہے۔ اور درمیانے عرصہ میں صرف ہود اور صالح علیہما السلام دو پیغمبر ہوئے۔

۸۴: اِذْ جَاءَ رَبَّهُ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ (جبکہ وہ اپنے رب کی طرف صاف دل سے متوجہ ہوئے)۔

تجوو: اذ کا تعلق لفظ شیعۃ میں مشایعت کے معنی کے ساتھ ہے۔ یعنی بیشک ان میں سے جنہوں نے اس کے دین میں ان کی مشایعت کی اور اس کو تقویت دی جبکہ وہ اپنے رب کی طرف شرک سے صاف دل سے متوجہ ہوئے۔ یادلوں کی بیماریوں سے صحیح سالم نمبر ۲۔ ابراہیم سے متعلق ہے۔ نمبر ۳۔ محذوف سے متعلق ہے اور وہ اذ کر ہے۔ اور المعجی لقلبہ ربہ کا مطلب یہ ہے انہوں نے اللہ تعالیٰ کیلئے اپنے دل کو خالص کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان سے جان لیا تو المعجی کو اس جان لینے کیلئے بطور مثال بیان کیا۔

ابراہیم علیہ السلام کی والدہ کے ساتھ قصہ:

۸۶، ۸۵: اِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَاذَا تَعْبُدُونَ۔ اَنِفَكَا الْهَةَ دُونَ اللَّهِ تُرِيدُونَ (جبکہ انہوں نے اپنے باپ اور قوم سے فرمایا۔ تم کس چیز کی عبادت کیا کرتے ہو کیا جھوٹ موٹ کے معبودوں کو اللہ تعالیٰ کے سوا چاہتے ہو)

تجوو: افکا یہ مفعول لہ ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے۔ اتریدون آلہة من دون الله افکا (کیا تم ارادہ کرتے ہو اللہ کے سوا معبودوں کا افتراء کرتے ہوئے) مفعول بہ کو فعل پر بطور عنایت کے مقدم کیا اور مفعول لہ کو مفعول بہ پر مقدم کر دیا۔ کیونکہ سب سے اہم بات آپ کے ہاں یہی تھی کہ آپ ان کا مقابلہ اس طور پر کریں کہ وہ اپنے شرک میں افتراء و باطل پر ہیں۔

نمبر ۲۔ افکا مفعول بہ ہے یعنی اتریدون افکا گیا تم بہتان کا ارادہ رکھتے ہو۔ پھر افک کی تفسیر آلہة من دون الله سے فرمائی۔ اس طور پر کہ یہ اپنی ذات کے اعتبار سے افک ہی ہے۔ نمبر ۳۔ یہ حال ہے یعنی کیا تم ارادہ کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ کے سوا معبودوں کا اس حال میں کہ تم افتراء پرداز ہو۔

۸۷: فَمَا ظَنُّكُمْ (تو تمہارا کیا خیال ہے) کیا ہے تمہارا گمان بِرَبِّ الْعَالَمِينَ (رب العالمین کے متعلق) حالانکہ تم دوسروں کی اسے چھوڑ کر عبادت کرتے ہو۔ مامرفوع ہے مبتدأ ہونے کی وجہ سے اور ظنکم اس کی خبر ہے۔ نمبر ۲۔ تمہارا اس کے متعلق کیا گمان ہے کہ وہ تمہارے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔ اور تمہیں کس طرح سزا دیں گے۔ حالانکہ تم نے اس کے سوا اوروں کی پوجا کی۔ اور یہ جانتے ہوئے کہ حقیقی منعم اللہ تعالیٰ ہے۔ پس وہی عبادت کا حقدار تھا۔

ستاروں پر نگاہ ڈالنا:

۸۸: فَظَنَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُومِ (پس ابراہیم علیہ السلام نے ستاروں کو ایک نگاہ بھر کر دیکھا) آپ نے ستاروں کو دیکھا اس حالت

میں کہ آپ اپنی نگاہ آسمان پر ڈالنے والے تھے۔ اپنے دل میں سوچ بچار کر رہے تھے کہ وہ کس طرح تدبیر و حیلہ کریں یا ان کو دکھایا کہ وہ ستاروں کو دیکھ رہے ہیں کیونکہ کفار کا عقیدہ ستاروں کے متعلق تھا۔ پس آپ نے ان کے وہم میں یہ بات ڈالی کہ وہ اس نشانی سے استدلال کر رہے ہیں کہ وہ عنقریب بیمار ہو جائیں گے۔

۸۹: فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ (پس آپ نے فرمایا میں بیمار ہونے کو ہوں) عنقریب بیمار ہو جائیں گے۔ یہ مرض طاعون تھا۔ اس علاقہ میں عام بیماری یہی تھی۔ وہ اس کے متعدی ہونے سے خوفزدہ تھے۔ تاکہ وہ اس سے بھاگ سکیں۔ چنانچہ وہ عید کیلئے چلے گئے۔ اور آپ کو بیت الاضام میں چھوڑ کر چلے گئے جبکہ آپ کے ساتھ کوئی اور نہ تھا۔ پس آپ نے بتوں کے ساتھ جو حشر کرنا تھا، کیا۔ لوگوں نے کہا کہ علم نجوم برحق تھا پھر اس کی پہچان کیلئے سیکھنا منسوخ کر دیا گیا۔ کذب حرام ہے۔ مگر تعریض کرنا جائز ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے جو فرمایا یہ تعریض ہے یعنی میں عنقریب بیمار ہونے والا ہوں۔ یا جس کی گردن میں موت لٹکی ہو وہ بیمار ہی ہے۔ اہل عرب کہتے ہیں۔ کفی بالسلامة داء۔ اور اچانک آدمی مر جائے تو کہتے ہیں۔ وہ مر گیا حالانکہ وہ صحیح تھا۔ تو ایک اعرابی کہنے لگا۔ کیا وہ آدمی صحیح ہو سکتا ہے جس کی گردن میں موت ہو۔ یا مراد ابراہیم علیہ السلام کی یہ تھی کہ تمہارے کفر کی وجہ سے میرا نفس بیمار ہے۔ (میں ہر وقت اس پر کڑھتا ہوں) جیسا کہا جاتا ہے۔ انا مریض القلب کذا۔

۹۰: فَتَوَلَّوْا (پس انہوں نے اس سے اعراض کیا) عَنْهُ مُدْبِرِينَ (پیٹھ پھیرتے ہوئے)

۹۱: فَرَاغَ إِلَى إِلَهِهِمْ (پس آپ ان کے معبودوں کی طرف مخفی طور پر مائل ہوئے) فَقَالَ (پس بطور استہزاء فرمایا) أَلَا تَأْكُلُونَ (تم کھاتے کیوں نہیں) اور کھانے ان کے ہاں پڑے تھے۔

بتوں کا خاتمہ:

۹۲: مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُونَ (تم بولتے کیوں نہیں) وَاَوْجَعُ سَالِمٍ كِي لَائِي كِيونکہ آپ نے بمنزلہ عقلاء ان کو مخاطب فرمایا۔

۹۳: فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا (مخفی طور پر ان کی طرف متوجہ ہوئے گویا اس طرح کہا کہ آپ نے ان کو مارا مارنا) کیونکہ فراغ علیہم بمعنی ضربہم ہے۔ یا داغ علیہم ان کی طرف خفیہ گئے اس حال میں کہ آپ ان پر وار کر رہے تھے۔ بِالْيَمِينِ (دائیں ہاتھ سے) زور دار قوی ضرب سے کیونکہ یمن دونوں ہاتھوں میں قوی تر اور مضبوط تر ہے۔ یا قوت و متانت سے یا اس حلف کے سبب جو آپ نے اٹھایا تھا۔ جو اس قول میں مذکور ہے۔ تَا اللّٰهَ لَا كِيْدَنَ اَصْنَامِكُمْ [الانبیاء: ۵۷]

بت پرستوں کی کارروائی:

۹۴: فَاقْبَلُوا إِلَيْهِ (پس وہ لوگ اس کے پاس آئے) یعنی ابراہیم علیہ السلام کے پاس يَزْفُونَ (دوڑتے ہوئے) تیزی کے ساتھ یہ الزیف سے نکلا ہے اور وہ تیزی کو کہتے ہیں۔

قراءت: حمزہ نے يَزْفُونَ پڑھا اس کو آذف سے لیا۔ جبکہ وہ تیزی میں داخل ہو۔ مصدر از فاف ہے۔ گویا معلوم ہوتا ہے کہ

بعض نے توڑتے دیکھا تھا اور دوسروں نے نہ دیکھا تھا۔ جنہوں نے دیکھا تھا وہ جلدی سے آپ کی طرف متوجہ ہوئے پھر جنہوں نے توڑتے ہوئے نہ دیکھا تھا۔ وہ بھی پہنچ گئے اور کہنے لگے ہمارے ان معبودوں کے ساتھ کس نے یہ حرکت کی ہے۔ من فعل هذا بالهتنا انه لمن الظالمين [الانبیاء: ۵۹] دوسروں نے تعریض کے انداز سے اس طرح جواب دیا۔ سمعنا فتی یدکر ہم یقال له ابراهیم [الانبیاء: ۶۰] پھر سب مل کر کہنے لگے ہم تو ان کی عبادت کرتے ہیں اور تو ان کو توڑتا ہے؟ آپ نے ان کو جواباً فرمایا۔

۹۵: قَالَ اتَّعْبُدُونَ مَا تَنْحِتُونَ (کیا تم ان کی پوجا کرتے ہو جن کو خود تراشتے ہو) خود اپنے ہاتھوں سے۔
 ۹۶: وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ (حالانکہ تمہیں اور تمہاری ان بنائی ہوئی چیزوں کو اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا کیا ہے) اور اس نے پیدا کیا جو تم بت وغیرہ بناتے ہو؟ نمبر ۲۔ ما مصدر یہ ہے اس نے تمہارے اعمال کو پیدا کیا۔ یہ آیت خلق افعال پر ہماری دلیل ہے یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے خالق اور تمہارے اعمال کے خالق ہیں پھر تم اس کے سوا اوروں کی عبادت کیوں کرتے ہو؟
 آگ میں ڈالنے کا فیصلہ:

۹۷: قَالُوا ابْنُوا لَهُ (وہ لوگ کہنے لگے ابراہیم علیہ السلام کیلئے تیار کرو) لام اجلیہ ہے۔ بُنْيَانًا (ایک آتش خانہ) پتھروں سے جس کی طوالت تیس ہاتھ اور عرض بیس ہاتھ ہو۔ فَالْقُوَّةُ فِي الْجَحِيمِ (پھر اس کو اس دہکتی آگ میں ڈال دو) الجحیم سے سخت آگ مراد ہے۔

ایک قول یہ ہے:

ہر وہ آگ جو ایک دوسری کے اوپر جلائی جائے وہ جحیم ہے۔
 ۹۸: فَأَرَادُوا بِهِ كَيْدًا (پس انہوں نے آپ کے ساتھ برائی کرنا چاہا) کید سے آگ میں ڈالنا مراد ہے۔ فَجَعَلْنَاهُمْ الْأَسْفَلِينَ (پس ہم ہی نے ان کو نیچا کر دیا) ہم نے ان کو ڈالنے کے وقت مغلوب کر دیا۔

وَقَالَ إِنِّي ذَاهِبٌ إِلَىٰ رَبِّي سَيَهْدِينِ ٩٩ رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ ١٠٠

اور ابراہیم نے کہا کہ بلاشبہ میں اپنے رب کی طرف جانوالا ہوں وہ عنقریب مجھے راہ بتا دے گا۔ اے میرے رب مجھے نیک فرزند عطا فرما۔

فَبَشِّرْنَاهُ بِعُلْمٍ حَلِيمٍ ١٠١ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَبْنَئُ إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي

سوہم نے انہیں علم کے لڑکے کی بشارت دی۔ سو جب وہ کمال کی عمر کو پہنچا کہ ابراہیم کے ساتھ چلنے پھرنے لگا تو ابراہیم نے کہا کہ اے میرے چھوٹے سے بیٹے بیشک میں خواب میں دیکھتا ہوں

أَذْبُحُكَ فَاَنْظُرْ مَاذَا تَرَىٰ ١٠٢ قَالَ يَا بَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ زَسْتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ

کہ تجھے ذبح کرتا ہوں سو تو غور کر لے تیری کیا رائے ہے؟ بیٹے نے کہا کہ اے با جان آپ کو جو حکم ہوا ہے اس پر عمل کیجئے انشاء اللہ آپ مجھے صابروں میں

مِنَ الصَّابِرِينَ ١٠٣ فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ ١٠٤ وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَا بُرْهِيمُ ١٠٥

پائیں گے۔ سو جب دونوں نے حکم کو مان لیا اور ابراہیم نے بیٹے کو کروٹ کے بل لٹا دیا۔ اور ہم نے آواز دی کہ اے ابراہیم

قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا إِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ١٠٦ إِنَّ هَذَا لَهُوَ

تم نے خواب کو سچ کر دکھایا۔ ہم بلاشبہ مخلصین کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ بلاشبہ یہ کھلا ہوا

الْبَلَاءُ الْمُبِينُ ١٠٧ وَفَدَيْنَاهُ بِذَبْحٍ عَظِيمٍ ١٠٨ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ١٠٩

امتحان ہے۔ اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے عوض دے دیا۔ اور بعد کے آنے والوں میں ان کے لیے یہ بات رہنے دی

سَلَّمَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ١١٠ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ١١١ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ١١٢

کہ سلام ہو ابراہیم پر۔ ہم اسی طرح مخلصین کو بدلہ دیا کرتے ہیں۔ بیشک وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔

۹۹: پھر ابراہیم علیہ السلام آگ سے نکلے۔ وَقَالَ إِنِّي ذَاهِبٌ إِلَىٰ رَبِّي (ابراہیم کہنے لگے میں تو اپنے رب کی طرف جاتا ہوں) یعنی ایسی جگہ جہاں جانے کا اس نے حکم دیا۔ سَيَهْدِينِ (وہ مجھکو پہنچا ہی دے گا) وہ میری راہنمائی فرمائیں گے۔ جس میں میرے دین کی بھلائی ہے۔ وہ میری حفاظت کرے گا اور مجھے توفیق عنایت فرمائے گا۔ قراءت: سَيَهْدِينِيْ دونوں مقام پر یعقوب نے پڑھا ہے۔

بیٹے کے لئے دُعا:

۱۰۰: رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ (اے میرے رب مجھکو ایک نیک فرزند دے) صالحین میں سے ایک مراد اس سے بیٹا ہے۔ کیونکہ لفظ بہہ کو ولد پر غلبہ دیا گیا۔

قبولیتِ دُعا:

۱۰۱: فَبَشِّرْهُ بِعَلِيمٍ حَلِيمٍ (پس ہم نے ان کو حکیم المرزاج فرزند عنایت کیا)۔ بشارت تین چیزوں پر مشتمل ہے۔ نمبر ۱۔ اولاد مذکر غلام ہوگا۔ نمبر ۲۔ وہ بلوغت کی عمر پائے گا۔ کیونکہ صبی کی صفت حُلْم کے لفظ سے نہیں کی جاسکتی۔ نمبر ۳۔ حوصلہ مند ہوگا۔ اور اس سے بڑا حوصلہ کیا ہوگا کہ جب اس کا والد اس پر ذبح کا معاملہ پیش کرتا ہے تو وہ یہ کہتا ہے۔ ستجدنی ان شاء اللہ من الصابرين [الصافات: ۱۰۲] پھر اس کے لئے کامل اطاعت گزاری کا اظہار کیا۔

بیٹا ہاتھ بٹانے کے قابل ہوا تو ذبح کا حکم ہوا:

۱۰۲: فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ (جب وہ لڑکا اس کے ساتھ چلنے پھرنے کی عمر کو پہنچا) وہ اس عمر کو پہنچا کہ والد محترم کے ساتھ ان کے کاموں میں ہاتھ بٹا سکے۔ معہ کالفظ بلغ سے متعلق نہیں۔ کیونکہ اس کا تقاضا یہ ہے۔ کہ حد سعی کو وہ دونوں اکٹھے پہنچے ہوں۔ نہ کہ سعی کے ساتھ اس لئے کہ مصدر کا صلہ اس سے مقدم نہیں ہوتا۔ پس اب یہ ضرورت باقی رہی کہ وہ بیان بن جائے۔ گویا جب یہ کہا فلما بلغ السعی ای الحد الذی یقدر فیہ علی السعی۔ جب وہ دوڑنے کی عمر کو پہنچ گئے یعنی اس حد کو پالیا جس میں دوڑنے کی طاقت رکھتا ہے۔ کہا گیا کس کے ساتھ؟ تو فرمایا اپنے والد کے ساتھ۔ اس وقت اسماعیل علیہ السلام کی عمر تیرہ سال تھی۔ قَالَ یٰبُنَیَّ (کہا اے میرے بیٹے) حفص کی یہ قراءت ہے۔ دیگر قراءت نے یاء کے کسرہ سے پڑھا ہے۔

اِنِّیْ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اِنِّیْ اِذْ بَحُكَّ (میں خواب دیکھتا ہوں کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں) دونوں میں یاء مفتوح ہے۔ حجازی اور ابو عمرو کے ہاں یہ ہے۔ ان کو خواب میں کہا گیا تم اپنا بیٹا ذبح کر ڈالو۔ اور انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے۔ جیسا کہ بیداری کی وحی۔

اسمائے ایام:

کلام میں رأیت نہیں فرمایا کیونکہ انہوں نے بار بار دیکھا۔ پس کہا گیا ہے کہ آٹھویں کی رات انہوں نے دیکھا کہ ایک قائل ان کو کہہ رہا ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہیں حکم کرتا ہے۔ کہ تم اس بیٹے کو ذبح کرو۔ جب صبح ہوئی تو صبح سے دوپہر تک اس میں غور و فکر کیا۔ کیا یہ خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے یا شیطان کی طرف سے اسی وجہ سے اس کا نام یوم الترویہ رکھا گیا۔ جب شام ہوئی تو پھر ایسا ہی خواب نظر آیا۔ پس انہوں نے جان لیا کہ یہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔ اسی وجہ سے اس کا نام یوم عرفہ پڑا۔ پھر تیسری رات بھی ایسا ہی خواب نظر آیا۔ پس آپ نے ذبح کا پختہ ارادہ فرمایا۔ اسی لئے اس دن کا نام یوم النحر ہے۔

فَانظُرْ مَاذَا تَرٰی (پس تم سوچ لو تمہاری کیا رائے ہے) یہ رأی بطریق مشورہ سے ہے رؤیت العین سے نہیں۔ اور ان سے مشورہ ان کی رائے کی طرف رجوع کیلئے نہیں کیا بلکہ ان کے جزع یا صبر کو معلوم کرنے کیلئے۔ قراءت: علی، حمزہ نے تروی پڑھا ہے یعنی تو کیا بتاتا اور کیا ظاہر کرتا ہے اپنی رائے میں سے۔

اطاعتِ پسر:

قَالَ يَا بَتِ افْعَلْ مَا تُوْمَرُ (کہا ابا جان آپ کو جو حکم ہوا ہے آپ کیجئے) یعنی ماتو مربہ اور قرأت میں بہ کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے۔ سَتَجِدُنِي اِنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ (انشاء اللہ تعالیٰ آپ مجھ کو صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے) ذبح پر صبر کرنے والا۔ ایک روایت میں ہے: کہ ذبح نے ابراہیم علیہ السلام کو کہا ابا جان یہ میری پیشانی کے بال پکڑیں اور میرے کندھوں کے مابین بیٹھ جائیں۔ تاکہ جب چھری مجھ پر چلے تو آپ کو ایذا نہ پہنچے۔ اور ایسی حالت میں مجھے ذبح نہ کریں کہ آپ کی نگاہ میرے چہرے پر ہو۔ ہو سکتا ہے کہ آپ کے دل میں رحم آجائے۔ میرا چہرہ زمین کی طرف کر لیں۔ ایک روایت یہ ہے مجھے سجدہ کی حالت میں ذبح کر دیں میری والدہ کو سلام کہہ دیں اور اگر پسند کریں تو میری قمیص والدہ کی طرف واپس کر دیں۔ تاکہ ان کو صدمہ سننے میں سہولت ہو۔ (یہ اسرائیلیات ہی کی قسم سے ہیں) (مترجم)

۱۰۳: فَلَمَّا اَسْلَمًا (غرض جب دونوں نے تسلیم کر لیا)۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کر لی اور اس کے سامنے جھک گئے۔

قولِ قتادہ رضی اللہ عنہ:

اس نے اپنے بیٹے کو سپرد کیا اور بیٹے نے اپنے نفس کو وَتَلَّهَ لِلْجَبِيْنَ (اور باپ نے بیٹے کو کروٹ کے بل لٹا دیا) اس کو لٹایا پیشانی کی جانب اور چاقو اسماعیل کے حلق پر رکھ کر چلایا۔ تو چاقو نہ چلا پھر چاقو اس کی گدی پر رکھ کر چلایا تو چاقو پلٹ گیا۔ اور آواز دی گئی۔ اے ابراہیم! تم نے خواب سچا کر دیا۔ روایت میں ہے کہ یہ مقام منیٰ میں صحرہ کے پاس تھا۔

نحو: لَمَّا كَا جَوَاب مَحْذُوفٌ هُوَ تَقْدِيرُ كَلَامٍ يَهُ فَلَ مَا اَسْلَمَا وَتَلَّهَ لِلْجَبِيْنَ۔

آزمائش میں کامیابی:

۱۰۵، ۱۰۴: وَنَادَيْنَاهُ اَنْ يَا بُرْهِيْمُ۔ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا (اور ہم نے اس کو آواز دی اے ابراہیم تم نے خواب کو سچا کر دیا) یعنی تم نے سچا کر دکھایا جو ہم نے تمہیں خواب میں حکم دیا تھا کہ اپنے بیٹے کو ذبح کے حوالہ کر دو۔ ہوا جو کچھ ہوا۔ حال خود اسپر دلالت کر رہا ہے۔ اور بیان میں لایا نہیں جاسکتا کہ ان کو کس قدر خوشی ہوئی۔ اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی کتنی تعریفیں کیں اس پر کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ انعام فرمایا کہ بہت بڑی مصیبت کو اترنے کے بعد دفع فرمایا نمبر ۲۔ یا جواب قبلنا منہ ہے اور نادیناہ اس پر معطوف ہے۔ اِنَّا كَذَلِكْ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ (ہم اسی طرح مخلصین کو صلہ دیا کرتے ہیں) اس میں ان کو جس بات کا عادی بنایا گیا تھا کہ تکلیف کے بعد کسادگی آتی ہے۔ اس کی علت بتلائی۔

۱۰۶: اِنَّ هَذَا لَهُوَ الْبَلْوَا الْمُبِيْنُ (حقیقت میں یہ تھا بھی بڑا امتحان) وہ کھلا امتحان جس میں مخلصین دوسروں سے الگ ہوتے ہیں۔ یا واضح مشقت۔

عظیم فدیہ:

۱۰: وَفَدَيْنَهُ بِذَبْحٍ (اور ہم نے اس کے عوض میں دیا ایک ذبیحہ) ذبح جس کو ذبح کیا جاتا ہے۔ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما: وہ وہی دنبہ تھا جس کو قاتیل نے قربت الہی کیلئے پیش کیا تھا۔ وہ جنت میں چرتا رہا یہاں تک کہ اسماعیل کے فدیہ میں دیا گیا۔ دوسری روایات میں ہے کہ اگر یہ ذبح ان سے مکمل ہو جاتا تو یہ سنت و طریقہ بن جاتا۔ اور لوگ اپنے بیٹوں کو ذبح کرتے۔ عظیم (بہت بڑا) بڑے جسم والا۔ فریب۔ قربانیوں میں یہی سنت ہے۔ روایت میں ہے کہ وہ ابراہیم علیہ السلام سے چھوٹ کر بھاگ گیا۔ اور حجرہ کے پاس پہنچا۔ تو آپ نے اس کو سات کنکریاں ماریں۔ یہاں تک کہ اس کو پکڑ لیا گیا۔ رمی میں یہ سنت قائم ہو گئی۔

ایک روایت ہے:

کہ جب آپ نے اس کو ذبح کیا تو جبرئیل علیہ السلام نے کہا اللہ اکبر اللہ اکبر، ذبح علیہ السلام نے کہا لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اس پر ابراہیم علیہ السلام نے کہا اللہ اکبر واللہ الحمد۔ پس یہ سنت باقی رہی۔

استدلال ابو حنیفہ رحمہ اللہ:

امام صاحب نے اسی آیت سے استدلال فرمایا جو آدمی اپنے بیٹے کے ذبح کی نذر مان لے۔ وہ ایک بکری ذبح کر لے۔

قول اطہر:

ذبح اسماعیل ہیں اور یہ قول ابو بکر ابن عباس، ابن عمر رضی اللہ عنہم اور تابعین کی ایک جماعت کا ہے۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے۔ انا ابن الذبیحین [متدرک حاکم: ۵۵۴/۲] ایک تو آپ کے جد امجد اسماعیل اور دوسرے آپ کے والد عبد اللہ ہیں۔ اور اس کا واقعہ اس طرح ہے۔ کہ عبدالمطلب نے نذر مانی کہ اگر ان کے بیٹوں کی تعداد دس تک پہنچ گئی تو سب سے آخری لڑکے کو بطور تقرب میں ذبح کرونگا۔ عبد اللہ ان کے آخری لڑکے تھے۔ عبدالمطلب نے ایک سواونٹوں کا فدیہ دیا۔ اس دنبے کے دو سیاگ کعبہ میں لٹکتے رہے تا آنکہ زمانہ حجاج و ابن الزبیر میں بیت اللہ کے پردوں میں آگ لگ جانے کی وجہ سے وہ جل گئے۔ اصمعی کہتے ہیں کہ میں نے ابو عمرو بن العلاء سے سوال کیا ذبح کون ہے اس نے کہا اے اصمعی تمہاری عقل کہاں گئی؟ اسحاق کب مکہ میں تھے؟ مکہ میں تو اسماعیل ہی تھے اور انہی نے اپنے والد کے ساتھ ملکر بیت اللہ بنایا اور منخر بھی مکہ میں ہے۔ اور علی، ابن مسعود، عباس اور تابعین رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ وہ اسحاق ہیں۔ اور اس پر یعقوب علیہ السلام کا خط یوسف علیہ السلام کے نام دلالت کرتا ہے۔ من یعقوب اسرائیل اللہ بن اسحاق ذبیح اللہ بن ابراہیم خلیل اللہ۔ (مگر تحریفات یہود کے ہوتے ہوئے یہ خط کیسے مسلم دلیل بن سکتا ہے۔ پھر اس میں اسرائیل اللہ کو ملاحظہ فرمائیں۔ اگر اسراء بمعنی بندہ اور نیل اللہ کے معنی میں ہے تو اسرائیل اللہ کا کیا مطلب ہے۔ اسی طرح اسحاق کے بعد ذبح اللہ بڑھا دینا ان کے دائیں ہاتھ کا

کھیل ہے)۔

نکتہ:

آیت میں وفد بنا فرمایا اگر فدیہ دینے والے ابراہیم علیہ السلام ہیں تو اللہ تعالیٰ مفتدی منہ ہوئے کیونکہ ذبح کا حکم اسی نے دیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہی فدیہ کیلئے دنبہ ابراہیم کو دیا۔ یہاں اشکال یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا یہ عمل پہلو پر لٹانا، اور حلق پر چھری کا پھیرنا۔ ذبح کے حکم میں ہے یا نہیں؟ اگر حکم ذبح میں ہے تو پھر فدیہ کا کیا معنی ہے۔ حالانکہ فدیہ کی حقیقت بدل دے کر ذبح سے چھوٹ جانا ہے؟ اور اگر ذبح ہی نہ تھا تو پھر قد صدقت الرویا کا کیا مطلب ہے۔ وہ خواب کو سچا کرنے والے تو تبت بنتے جبکہ اصل یا بدل کی صورت میں ان سے ذبح پیش آتا۔ حالانکہ ایسا نہیں؟

حل اشکال:

ابراہیم علیہ السلام نے اپنی حتی الامکان کوشش کر دی اور وہ کر دیا جو ذبح کرنے والا کیا کرتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے چھری کو چلنے سے روک دیا۔ اور یہ چیز فعل ابراہیمی میں رکاوٹ نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے دنبہ عنایت فرمایا تاکہ اس کا ذبح کرنا اس حقیقی ذبیحہ نفس اسماعیل کا قائم مقام بن سکے۔ اور بدل ہو۔ اور یہ نسخ حکم نہیں۔ جیسا کہ بعض کو وہم ہوا۔ بلکہ یہ حکم کا ثبات و قیام ہے۔ البتہ وہ محل جس کی طرف اس کی نسبت کی گئی ہے۔ اس پر حکم بطور فدیہ کے نہیں اترانہ کہ نسخ۔ اور یہ آزمائش تھی تاکہ امر کا حکم آخری حالت میں قائم ہو جائے۔ وہ اس طرح کہ ان سے بیٹے کے حق میں یہ چاہا گیا کہ اس کی قربانی پر صبر کریں۔ اور حکم کے لحاظ سے ان کو یہ قربانی کا حکم تھا۔ اور فدیہ دے کر ان کو عزت بخشی گئی۔ ذبح کی مشقت و تکلیف کے باعث اور صبر و مجاہدہ سے آزمائش کی مکاشفہ کی حالت کے لحاظ سے۔ امر سے جب مراد پختہ طور پر ثابت ہو چکی تو نسخ کا حکم ہوا۔ اس سے پہلے نہیں۔ قرآن مجید میں اس کو فداء فرمایا گیا نسخ نہیں۔

۱۰۹، ۱۰۸: وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ (اور پچھلے لوگوں میں ان کی بات رہنے دی) اس پر وقف نہیں۔ سَلَّمَ عَلَيَّ اِبْرَاهِيمَ (سلام ہوا ابراہیم پر) کیونکہ سَلَّمَ عَلَيَّ اِبْرَاهِيمَ۔ وَتَرَكَ كُنَا كَامَفْعُولٍ ہے۔

۱۰: كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ (ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں)۔ یہاں کلام میں اِنَّا استعمال نہیں فرمایا۔ جیسا کہ دوسرے مقامات پر ہے۔ کیونکہ اس واقعہ میں پہلے کہا جا چکا۔ اس لئے دوسری مرتبہ ذکر کرنے کی بجائے اس پر اکتفاء کیا گیا۔

۱۱: اِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ (بیشک وہ ہمارے ایماندار بندوں میں سے تھے)

وَبَشِّرْهُ بِاسْحَاقَ نَبِيًّا مِّنَ الصَّالِحِينَ ۝۱۳ وَبِرُكْنًا عَلَيْهِ وَعَلَىٰ اسْحَاقَ ط وَمِنْ

اور ہم نے انہیں اسحاق کی بشارت دی کہ وہ نبی ہوں گے صالحین میں سے ہوں گے۔ اور ہم نے ابراہیم پر اور اسحاق پر برکت دی، اور

ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ مُبِينٌ ۝۱۴

ان کی نسل میں سے اچھے لوگ ہیں اور ایسے لوگ بھی ہیں جو صریحاً اپنی جان پر ظلم کرنے والے ہیں۔

۱۳: وَبَشِّرْهُ بِاسْحَاقَ نَبِيًّا (ہم نے ان کو اسحاق کی بشارت دی)

مخبر: نبی اسحاق سے حال مقدرہ ہے۔ مضاف کا محذوف ماننا ضروری ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہوگی۔ وبشرناہ بوجود اسحاق نبیاً۔ ای بان یوجد مقدرہ نبوتہ۔ ان کی نبوت کا مقدر ہونا پایا جائے۔ پس حال میں وجود عامل ہے۔ فعل بشارت عامل نہیں۔

مِنَ الصَّالِحِينَ (کہ نبی اور نیک بختوں میں سے ہونگے)

مخبر: یہ دوسرا حال ہے۔ اور یہ بطور ثناء لایا گیا ہے۔ کیونکہ ہر پیغمبر کا صالحین میں سے ہونا ضروری ہے۔

ابراہیم اور اسحاق علیہما السلام پر برکات کا نزول:

۱۳: وَبِرُكْنًا عَلَيْهِ وَعَلَىٰ اسْحَاقَ (اور ہم نے ابراہیم اور اسحاق پر برکتیں نازل کیں) ہم نے ان پر زمین و دنیا کی برکات کا فیضان فرمایا۔ ایک قول یہ ہے ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں برکت عنایت فرمائی اور اسحاق علیہ السلام پر برکت یہ تھی کہ ان کی اولاد میں ایک ہزار پیغمبر پیدا فرمائے۔ جن میں اول یعقوب اور آخری عیسیٰ علیہم السلام تھے۔ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ (ان کی اولاد میں بعضے اچھے بھی تھے) محسن یہاں مؤمن کے معنی میں ہے۔ وَظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ (اور بعض ایسے ہیں جو اپنا نقصان کرنے والے ہیں) ظالم بمعنی کافر۔ مُبِينٌ (ظاہر) یا محسن الی الناس۔ لوگوں پر احسان کرنے والے اور حدود شرع سے تجاوز کر کے اپنے نفوس پر ظلم کرنے والے ہیں۔

مدار خیر و شر:

اس میں خبردار کیا کہ اچھائی اور برائی کا دار و مدار رنگ و نسل اور عنصر پر نہیں۔ اور ان کی نسل میں کیا جانے والا ظلم و نافرمانی ان کے حق میں نقص و عیب کا باعث نہیں۔ نیک کی اولاد فاجر اور فاجر کی اولاد نیک ہوتی رہتی ہے۔ اور یہ چیز عناصر اور طبائع کے معاملے کو مٹانے اور ختم کرنے والی ہے۔ ان کے بعد کیا جانے والا ظلم و زیادتی ان کے حق میں کسی قسم کے نقص و عیب کا باعث نہیں۔ اور ہر انسان کو اس کے اپنے برے فعل پر عیب لگایا جاتا ہے۔ اور جن افعال کا ارتکاب اس کے ہاتھوں نے کیا ان پر سزا دی جائے گی۔ اس پر نہیں جو اس کی اصل و فرع میں پایا جائے۔

وَلَقَدْ مَنَّا عَلَىٰ مُوسَىٰ وَهَارُونَ ﴿۱۱۴﴾ وَنَجَّيْنَاهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكُرْبِ الْعَظِيمِ ﴿۱۱۵﴾

اور یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے موسیٰ اور ہارون پر احسان کیا۔ اور ان دونوں کو اور ان کی قوم کو بڑی بے چینی سے نجات دی۔

وَنَصَرْنَاهُمْ فَكَانُوا هُمُ الْغَالِبِينَ ﴿۱۱۶﴾ وَآتَيْنَاهُمَا الْكِتَابَ الْمُسْتَبِينَ ﴿۱۱۷﴾ وَهَدَيْنَاهُمَا

اور ہم نے ان کی مدد کی سو وہ ہی غالب ہونے والے تھے۔ اور ہم نے انہیں واضح طور پر بیان کرنے والی کتاب دی۔ اور ہم نے انہیں

الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ﴿۱۱۸﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْآخِرِينَ ﴿۱۱۹﴾ سَلَامٌ عَلَىٰ

صراطِ مستقیم کی ہدایت کی۔ اور ہم نے بعد میں آنے والوں میں ان دونوں کے بارے میں یہ بات چھوڑ دی کہ سلام ہو

مُوسَىٰ وَهَارُونَ ﴿۱۲۰﴾ إِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿۱۲۱﴾ إِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا

موسیٰ پر اور ہارون پر۔ بلاشبہ ہم اسی طرح مخلصین کو صلہ دیا کرتے ہیں۔ بے شک وہ ہمارے مومن بندوں

الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۲۲﴾

میں سے تھے۔

موسیٰ و ہارون علیہما السلام کا تذکرہ:

۱۱۴: وَلَقَدْ مَنَّا (اور ہم نے احسان کیا) یعنی انعام کیا علیٰ مُوسَىٰ وَهَارُونَ (موسیٰ و ہارون پر) ان کو نبوت سے نواز کر۔

۱۱۵: وَنَجَّيْنَاهُمَا وَقَوْمَهُمَا (اور ہم نے ان دونوں اور ان کی قوم کو نجات دی) قوم سے بنی اسرائیل مراد ہیں۔ مِنَ الْكُرْبِ الْعَظِيمِ (بڑے غم سے) نمبر ۱۔ غرق سے نمبر ۲۔ فرعونی تسلط اور اس کے حواریوں کے ظلم و ستم سے۔

۱۱۶: وَنَصَرْنَاهُمْ (اور ہم نے ان کی مدد کی) یعنی موسیٰ اور ہارون علیہما السلام اور ان کی قوم بنی اسرائیل کی۔ فَكَانُوا هُمُ الْغَالِبِينَ (پس یہی لوگ غالب آئے) فرعون اور قوم فرعون پر۔

۱۱۷: وَآتَيْنَاهُمَا الْكِتَابَ الْمُسْتَبِينَ (اور ہم نے ان دونوں کو واضح کتاب دی) تورات مراد ہے۔ جو اپنے بیان میں بلیغ پیرایہ رکھتی تھی۔

۱۱۸: وَهَدَيْنَاهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ (اور ہم نے ان دونوں کو سیدھے راستہ پر قائم رکھا) اہل اسلام کا راستہ۔ اور وہ انعام یافتہ لوگوں کا راستہ ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین [الفاتحہ: ۷]۔

۱۱۹: وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْآخِرِينَ (اور ہم نے ان دونوں کیلئے پیچھے آنے والوں میں یہ بات رہنے دی)

۱۲۰: سَلَامٌ عَلَىٰ مُوسَىٰ وَهَارُونَ (کہ موسیٰ اور ہارون پر سلام ہو)

وَإِنَّ إِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ۚ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَلَا تَتَّقُونَ ۝۱۲۲ اتَّذَعُونَ

اور بلا شبہ الیاس پیغمبروں میں سے ہیں جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا کیا تم نہیں ڈرتے کیا بعل کی

بَعْلًا وَتَذَرُونَ أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ ۝۱۲۳ اللَّهُ رَبُّكُمْ وَرَبُّ آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ ۝۱۲۴

عبادت کرتے ہو اور احسن الخالقین کو چھوڑے ہوئے ہو۔ جو اللہ ہے جو تمہارا رب ہے اور تمہارے باپ دادوں کا رب ہے۔

فَكَذَّبُوهُ فَإِنَّهُمْ لَمُحْضَرُونَ ۝۱۲۵ إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلِصِينَ ۝۱۲۶ وَتَرَكَنَا عَلَيْهِ

سو ان لوگوں نے انہیں جھٹلایا لہذا وہ ضرور حاضر کئے جائیں گے۔ سوائے اللہ کے مخلص بندوں کے، اور بعد میں آنے والوں میں

فِي الْآخِرِينَ ۝۱۲۷ سَلَّمَ عَلَيَّ إِلَّا يَاسِينَ ۝۱۲۸ إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝۱۲۹

ان کے بارے میں یہ بات چھوڑ دی کہ سلام ہو الیاس پر۔ بلا شبہ ہم مخلصین کو ایسے ہی صلہ دیا کرتے ہیں۔

إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ۝۱۳۰

بے شک وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔

۱۲۱: إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ (ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں)۔

۱۲۲: إِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ (بیشک وہ ہمارے ایماندار بندوں میں سے تھے)۔

حضرت الیاس علیہ السلام کا تذکرہ:

۱۲۳: وَإِنَّ إِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ (اور بیشک الیاس پیغمبروں میں سے تھے) ان کا سلسلہ نسب یہ ہے الیاس بن یاسین۔ یہ موسیٰ

علیہ السلام کے بھائی ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ ادریس علیہ السلام ہیں۔

قراءت: ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے الیاس کی جگہ ادریس پڑھا ہے۔

۱۲۴: إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَلَا تَتَّقُونَ (جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا۔ کیا تم اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے)۔ کیا تم اللہ تعالیٰ سے نہیں

ڈرتے۔

۱۲۵: اتَّذَعُونَ بَعْلًا (کیا تم بعل کو پوجتے ہو) بعل یہ سونے کا بنایا ہوا بت تھا۔ اس کی لمبائی بیس ہاتھ تھی۔ اس کے چار چہرے

تھے۔ وہ اس کی وجہ سے فتنہ میں مبتلا ہو گئے۔ اور اس کی تعظیم کرنے لگے۔ یہاں تک کہ اس کے خدام کی تعداد چار سو تھی۔ اور ان

سادھوؤں کو لوگ بعل کے رسول کہتے تھے۔ جس مقام پر یہ بت پایا جاتا تھا۔ وہ بک کے نام سے معروف تھا۔ پس دونوں ناموں کو

جوڑ کر بعلبک بنا لیا گیا۔ یہ شام کا شہر ہے۔

ایک قول:

یہ ہے الیاس علیہ السلام کی ڈیوٹی جنگلوں اور بیابانوں کی لگی ہے جیسا کہ خضر کی سمندروں پر لگی ہے۔

قول حسن بصری رحمہ اللہ:

الیاس و خضر علیہما السلام دونوں فوت ہو چکے۔ ہم اس طرح نہ کہیں گے جیسا لوگ کہتے ہیں۔ کہ وہ دونوں زندہ ہیں۔

وَتَذَرُونَ أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ (اور تم اس کو چھوڑ بیٹھے ہو جو سب سے بہتر بنانے والا ہے) تم نے اس اللہ تعالیٰ کی عبادت کو چھوڑ دیا جو سب سے زیادہ قدرت والے ہیں۔

۱۲۶: اللَّهُ رَبُّكُمْ وَرَبُّ آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ (اللہ تعالیٰ جو تمہارا رب ہے اور تمہارے پہلے آباء و اجداد کا رب ہے) قراءت: اللہ اور رب کو نصب تمام عراقی قراء نے دیا سوائے ابو بکر اور ابو عمرو کے۔ احسن سے اس کو بدل قرار دیا۔ اور دیگر قراء نے ابتداء کی وجہ سے مرفوع پڑھا ہے۔

۱۲۸، ۱۲۷: فَكَذَّبُوهُ فَإِنَّهُمْ لَمُحْضَرُونَ (پس ان لوگوں نے ان کو جھٹلا دیا اس لئے وہ لوگ پکڑے جائیں گے) آگ میں آلَا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلِصِينَ (مگر جو اللہ تعالیٰ کے خاص بندے تھے) ان کی قوم میں سے۔

۱۲۹: وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ (اور الیاس کیلئے پچھلے آنے والوں میں یہ بات رہنے دی) ۱۳۰: سَلَّمَ عَلَيَّ إِلَى يَاسِينَ (کہ الیاس پر سلام ہو) یعنی الیاس اور ان کی مؤمن قوم پر۔ الیاسین اسی طرح ہے جیسے کہتے ہیں۔ الخبیبون یعنی ابو خبیب عبد اللہ بن الزبیر اور ان کے پیروکار۔

قراءت: شامی، نافع نے آل یاسین پڑھا کیونکہ یاسین حضرت الیاس کے والد کا نام ہے۔ اسی لئے آل کی اضافت ان کی طرف کر دی۔

۱۳۱: إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ (ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں)

۱۳۲: إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ (بیشک وہ ہمارے ایمان والے بندوں میں سے تھے)

وَإِنَّ لُوطًا لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿٣٣﴾ إِذْ نَجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهُ أَجْمَعِينَ ﴿٣٤﴾ إِلَّا عَجُوزًا فِي

اور بلاشبہ لوط پیغمبروں میں سے ہیں۔ جبکہ ہم نے انہیں اور ان کے گھر والوں کو نجات دے دی۔ سوائے بوڑھی عورت کے

الْغَابِرِينَ ﴿٣٥﴾ ثُمَّ دَمَرْنَا الْأَخْرِينَ ﴿٣٦﴾ وَإِنَّكُمْ لَتَمُرُّونَ عَلَيْهِمْ مُصْبِحِينَ ﴿٣٧﴾ وَبِاللَّيْلِ

وہ باقی رہ جانے والوں میں سے تھی۔ پھر ہم نے دوسرے لوگوں کو ہلاک کر دیا۔ اور بلاشبہ تم ان پر ضرور گذرتے ہو۔ صبح کے وقت اور رات کو،

أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿٣٨﴾

سو کیا تم سمجھ نہیں رکھتے۔

تذکرہ لوط علیہ السلام:

۱۳۳: وَإِنَّ لُوطًا لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ (بیشک لوط بھی پیغمبروں میں سے تھے)

۱۳۴: إِذْ نَجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهُ أَجْمَعِينَ (جبکہ ہم نے اس کو اور ان کے سب متعلقین کو نجات دی)

۱۳۵: إِلَّا عَجُوزًا فِي الْغَابِرِينَ (مگر بڑھیا کہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے رہ گئی) الغابریں باقی رہنے والوں میں سے (جو عذاب میں گرفتار کیے گئے)

۱۳۶: ثُمَّ دَمَرْنَا الْأَخْرِينَ (پھر ہم نے اور سب کو ہلاک کر دیا)

۱۳۷: وَإِنَّكُمْ لَتَمُرُّونَ عَلَيْهِمْ مُصْبِحِينَ (اور تم تو) اے اہل مکہ لَتَمُرُّونَ عَلَيْهِمْ مُصْبِحِينَ (ان پر گزرتے ہو صبح) وقت صبح میں۔

۱۳۸: وَبِاللَّيْلِ (اور رات کو)

قراءت: اس پر وقف مطلق ہے۔

أَفَلَا تَعْقِلُونَ (کیا پھر بھی تم عقل نہیں کرتے) یعنی دن رات شام کے تجارتی اسفار میں تم ان کے مکانات کے پاس سے گزرتے ہو۔ کیا پھر بھی تم اپنی عقلوں سے کام لے کر عبرت حاصل نہیں کرتے ہو۔ یونس و لوط علیہما السلام کا واقعہ اس طرح ختم نہیں فرمایا جیسا کہ ان سے قبل کے واقعات کو ختم کیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام رسولوں پر سورت کے آخر میں سلام بھیجا اس لئے ہر ایک پر انفرادی سلام کی بجائے اس اجتماعی سلام پر اکتفاء کیا گیا۔

وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۹﴾ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۴۰﴾ فَسَاھَمَ

اور بلا شبہ یونس پیغمبروں میں سے ہیں جب وہ بھری ہوئی کشتی کی طرف بھاگ کر چلے گئے سو قرعہ ڈالا

فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ فَالْتَمَمَهُ الْحَوْتُ وَهُوَ مَلِيْمٌ ﴿۱۴۲﴾ فَلَوْلَا اِنَّهٗ كَانَ مِنَ

سو وہ ہار جانے والوں میں سے ہو گئے۔ سو مچھلی نے ان کا لقمہ بنا لیا اس حال میں کہ وہ صاحب ملامت ہو گئے۔ سو اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں سے

الْمُسَبِّحِيْنَ ﴿۱۴۳﴾ لَلَيْتَ فِيْ بَطْنِهٖ اِلَى يَوْمٍ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴۴﴾ فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ

نہ ہوتے تو ضرور مچھلی کے پیٹ میں اس دن تک ٹھہرے رہتے جس دن لوگ اٹھائے جائیں گے۔ سو ہم نے انہیں ایک میدان میں ڈال دیا اس حال میں کہ وہ

سَقِيْمٌ ﴿۱۴۵﴾ وَاَنْبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقِيْنٍ ﴿۱۴۶﴾ وَاَرْسَلْنٰهُ اِلَى مِائَةِ اَلْفٍ

سقیم تھے۔ اور ہم نے ان پر ایک نخل دار درخت اگا دیا۔ اور ہم نے انہیں ایک لاکھ یا اس سے زیادہ

اَوْ يَزِيْدُوْنَ ﴿۱۴۷﴾ فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلَى حِيْنٍ ﴿۱۴۸﴾

آدمیوں کی طرف بھیجا تھا۔ سو وہ لوگ ایمان لے آئے تو ہم نے ان کو ایک زمانہ تک عیش دیا۔

تذکرہ یونس علیہ السلام اور قوم سے ان کا نکل جانا:

۱۳۹: وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (اور بیشک یونس بھی پیغمبروں میں سے تھے)

۱۴۰: اِذْ اَبَقَ (جبکہ وہ بھاگ کر پہنچے) اِلَّا باقِ اِیْسٰی جَلَدٌ بھانگنا جہاں ڈھونڈنا نہ جاسکے۔ قوم میں بلا اذن نکلنے کو مجازاً اُھرب سے تعبیر کیا گیا۔ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ (بھری ہوئی کشتی کے پاس) اَلْمَشْحُوْنِ بھری ہوئی۔

یونس علیہ السلام سے ان کی قوم کو عذاب دینے کا وعدہ کیا گیا جب عذاب میں تاخیر ہوئی تو ان سے مخفی طور پر نکل کھڑے ہوئے اور سمندر کی راہ لی۔ اور کشتی میں سوار ہوئے۔ وہ رک گئی۔ کشتی والے کہنے لگے یہاں آقا سے بھاگا ہوا کوئی غلام ہے۔ کشتی رانوں کا خیال تھا کہ جب کشتی میں کوئی آقا سے بھاگا ہوا غلام سوار ہو جائے تو کشتی رک جاتی ہے۔ پھر انہوں نے قرعہ اندازی کی۔ قرعہ یونس علیہ السلام کے نام نکلا۔ آپ نے فرمایا میں ہی بھاگا ہوا ہوں۔ خود اپنے کو سمندر کے پانی کے حوالہ کر دیا۔ اس کو اگلی آیت میں بیان فرمایا۔

۱۴۱: فَسَاھَمَ (پس وہ بھی شریک قرعہ ہوئے) انہوں نے ایک مرتبہ قرعہ ڈالا۔ نمبر ۲۔ تیروں سے تین مرتبہ قرعہ ڈالا۔ الْمَسَاھِمَةُ قرعہ کے طور پر تیر ڈالنا۔ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ (پس یہی مقام کامیابی سے ہارے ہوئے ٹھہرے) الْمُدْحَضِ قَرَعٌ میں ہارا ہوا مغلوب۔

مچھلی کا نگلنا اور پھر اُگلنا:

۱۳۲: فَالْتَقَمَهُ الْحَوْتُ وَهُوَ مُلِيمٌ (پھر ان کو مچھلی نے نگل لیا اور یہ اپنے آپ کو ملامت کر رہے تھے) ملیم ملامت میں داخل ہونے والا۔

۱۳۳: فَلَوْلَا اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ (پس اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتے) تسبیح کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ یاد کرنے والے۔ نمبر ۲۔ یا تسبیح کے یہ کلمات کہنے والے لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین [الانبیاء: ۸۷] نمبر ۳۔ اس سے پہلے نماز پڑھنے والوں میں سے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

تسبیح کا لفظ قرآن میں جہاں وارد ہے اس سے صلوة مراد ہے۔ مقولہ: جب کوئی آدمی لغزش کھا جائے تو عمل صالح ہی اس کو اٹھاتا اور بلند کرتا ہے۔

۱۳۴: لَلْبَيْتِ فِي بَطْنِهِ اِلَى يَوْمٍ يُبْعَثُونَ (تو قیامت تک اسی کے پیٹ میں رہتے) ظاہر معنی یہ ہے کہ بعثت تک اس کے پیٹ میں زندہ رہتے۔ قول قتادہ: مچھلی کا پیٹ ان کے لئے قیامت تک قبر بن جاتا آپ مچھلی کے پیٹ میں تین دن رہے یا سات یوم یا چالیس ایام رہے۔ قول شععی رحمہ اللہ: چاشت کے وقت مچھلی نے نگلا اور پچھلے پہر اُگلا۔

۱۳۵: فَابْذَنَهُ بِالْعَرَاءِ (پس ہم نے ان کو میدان میں ڈال دیا) پس ہم نے ان کو اس خالی جگہ میں ڈالا جس میں کوئی درخت نہ تھا اور نہ عمارت۔ وَهُوَ سَقِيمٌ (اور وہ اس وقت مضمحل تھے) مچھلی کے نگلنے سے جو تکلیف ان کو پہنچی تھی اس سے بیمار تھے۔ روایت میں ہے کہ ان کا بدن مبارک بچے کی طرح نرم پڑ چکا تھا جبکہ وہ پیدا ہو۔

۱۳۶: وَابْتَسْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً (اور ہم نے ان پر ایک درخت بھی اگا دیا تھا) ان کے جسم کو سایہ دینے کیلئے وہ درخت اگایا جیسا کہ انسان پر خیمہ تن دیا جائے۔ مَنْ يَقَطِّينَ (بیلدار) جمہور کا قول ہے کہ یہ کدو ہے۔ اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ لکھیاں اس پر جمع نہیں ہوتیں اور تمام درختوں اور بیلوں سب سے جلد اگتا ہے اور جلد پھلتا اور بلند ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ آپ کدو کو پسند فرماتے ہیں آپ نے فرمایا ہاں! یہ میرے بھائی یونس کا درخت ہے۔ (قال ابن حجر لم اجده)

۱۳۷: وَارْسَلْنَهُ اِلَى مِائَةِ اَلْفٍ (اور ہم نے ان کو ایک لاکھ آدمیوں کی طرف پیغمبر بنایا) اس سے مراد وہ لوگ ہیں جن کی طرف لقمہ بنائے جانے سے پہلے مبعوث ہوئے۔

حَجَّوْا: قد مضمر ہے۔

اَوْ يَزِيدُونَ (یا اس سے زیادہ) جب دیکھنے والا دیکھے تو اس کی نگاہ میں زیادہ نظر آئیں اور وہ کہے یہ ایک لاکھ ہیں بلکہ اس سے زیادہ۔

فَاسْتَفْتِهِمُ الرِّبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُونَ ﴿١٤٩﴾ أَمْ خَلَقْنَا الْمَلَائِكَةَ إِنَاثًا وَهُمْ

سو آپ ان سے دریافت فرمائیے کیا آپ کے رب کے لیے بیٹیاں اور ان کے لیے بیٹے ہیں؟ کیا ہم نے فرشتوں کو عورتیں بنایا ہے اس حال میں کہ وہ

شَهِدُونَ ﴿١٥٠﴾ إِلَّا أَنَّهُمْ مِّنْ أَفْهِمٍ لِّقَوْلُونَ ﴿١٥١﴾ وَلَدَا اللّٰهُ لَا وَانَّهُمْ لَكٰذِبُونَ ﴿١٥٢﴾

حاضر تھے؟ خبردار وہ غبی سخن تراشی سے یوں کہتے ہیں کہ اللہ صاحب اولاد ہے اور بلاشبہ وہ جنمے ہیں،

أَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِينَ ﴿١٥٣﴾ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ﴿١٥٤﴾ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿١٥٥﴾ أَمْ

کیا اس نے بیٹیوں کو بیٹوں کے مقابلہ میں چن لیا۔ تمہیں کیا ہوا، کیسا حکم لگاتے ہو، کیا تم سمجھتے نہیں ہو؟ کیا

لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِينٌ ﴿١٥٦﴾ فَأَتُوا بِكُم مِّنْ أَنْتُمْ صٰدِقِينَ ﴿١٥٧﴾ وَجَعَلُوا بَيْنَهُ وَبَيْنَ

تمہارے پاس کوئی واضح دلیل ہے؟ سو لے آؤ اپنی کتاب اگر تم سچے ہو، اور انہوں نے اللہ کے اور جنات کے درمیان

الْجَنَّةِ نَسَبًا وَلَقَدْ عَلِمْتِ الْجِنَّةُ إِنَّهُمْ لَمُحْضَرُونَ ﴿١٥٨﴾ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُصِفُونَ ﴿١٥٩﴾

رشتہ داری قرار دے دی، حالانکہ جنات کو معلوم ہے کہ وہ ضرور حاضر کیے جائیں گے۔ اللہ ان باتوں سے پاک ہے جو وہ بیان کرتے ہیں۔

الْاِعْبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلِصِينَ ﴿١٦٠﴾

مگر وہ جو اللہ کے خاص بندے ہیں۔

قول الزجاج:

بہت سے علماء نے فرمایا کہ اس کا معنی یہ ہے بل یزیدون بلکہ یہ تو اس سے زائد ہیں۔ گویا اوہل کے معنی میں ہے۔ فراء ابو عبیدہ کا یہی قول ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح نقل کیا گیا۔

۱۳۸: قَامُوا (پھر وہ لوگ ایمان لے آئے تھے) ان پر اور ان کی لائی ہوئی تعلیمات پر فَمَتَّعْنَهُمْ اِلٰی حِينٍ (تو ہم نے ان کو ایک زمانہ تک زندگی دی) حین سے انتہائے اجل تک کا وقت مراد ہے۔

قریش مکہ کی طرف التفات:

۱۳۹: فَاسْتَفْتِهِمُ الرِّبِّكَ الْبَنَاتُ (پس ان لوگوں سے پوچھیے کہ کیا تیرے رب کیلئے بیٹیاں) وَلَهُمُ الْبَنُونَ (اور ان کیلئے بیٹے) سورت کی ابتداء میں اسی جیسی آیت پر اس کا عطف ہے۔ آیت یہ ہے فَاسْتَفْتِهِمُ اِهْم اشد خلقا [الصفات: ۱۱] اگرچہ معطوفات کے مابین فاصلہ بہت ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ ﷺ کو حکم فرمایا کہ پہلے قریش سے بعث بعد الموت کے

انکار کا باعث دریافت کریں۔ پھر کلام کو ملا کر چلاتے رہے پھر حکم فرمایا کہ آپ قریش سے بھونڈی تقسیم جو انہوں نے تجویز کر رکھی ہے اس کی وجہ دریافت کریں۔ بقول ان کے لڑکیاں اللہ تعالیٰ کیلئے اور مذکر اولاد اپنے لئے۔ قریش کہتے تھے الملائكة بنات اللہ۔ حالانکہ ان کو بنات سے اس قدر نفرت تھی کہ وہ ان کو زندہ درگور کر دیتے اور ان کا تذکرہ بھی اپنی شان کے لائق نہ سمجھتے۔

۱۵۰: اَمْ خَلَقْنَا الْمَلَائِكَةَ إِنَاثًا وَهُمْ شَاهِدُونَ (ہاں ہم نے فرشتوں کو عورت بنایا ہے اور وہ دیکھ رہے تھے) شاہد بمعنی حاضر موجود ہے۔ آیت میں ان کے علم کو مشاہدہ کے ساتھ خاص کرنے کی وجہ ان سے استہزاء اور ان کی انتہائی جاہلیت کو ظاہر کرنا مقصود ہے۔ کیونکہ جس طرح یہ بات ان کے مشاہدہ میں نہیں آئی اسی طرح انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ان کے دلوں میں پیدا کرنے سے بھی معلوم نہیں کیا اور نہ ہی مخبر صادق نے ان کو اطلاع دی۔ اور نہ استدلال و نظر سے دریافت ہوا۔ (پھر ان کو کیسے معلوم ہوا کہ یہ مؤنث ہیں)۔ یا اس کا معنی یہ ہے کہ یہ انتہائی جہالت کی بناء پر اپنے دلوں کو اطمینان دلانے کیلئے یہ کہتے ہیں گویا انہوں نے ان کی تخلیق کا مشاہدہ کر لیا ہو۔

۱۵۱: اَلَا إِنَّهُمْ مِّنْ أَفْئِكِهِمْ لَيَقُولُونَ (خوب سن لو! وہ تو اپنی سخن تراشی سے کہتے ہیں)

۱۵۲: وَلَدَ اللَّهُ وَانَّهُمْ لَكٰذِبُونَ (کہ اللہ تعالیٰ صاحب اولاد ہے اور وہ یقیناً جھوٹے ہیں) اپنی اس بات میں۔

۱۵۳: اصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِينَ (کیا اللہ تعالیٰ نے بیٹوں کے مقابلہ میں بیٹیاں زیادہ پسند کیں)

نَحْوُ: ہمزہ استفہام مفتوح ہے۔ یہ استفہام توتخی ہے اور ہمزہ وصل کو ہمزہ استفہام پر استغناء کرتے ہوئے حذف کر دیا۔

۱۵۴: مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ (تم کو کیا ہو گیا تم کیا حکم لگاتے ہو) یہ فاسد حکم۔

۱۵۵: اَفَلَا تَذَكَّرُونَ (کیا تم سوچ سے کام نہیں لیتے ہو)

قراءت: حمزہ علی، حفص نے تخفیف سے پڑھا۔

۱۵۶: اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِينٌ (ہاں کیا تمہارے پاس واضح دلیل ہے) ایسی دلیل جو تم پر آسمان سے اتری ہو جس میں یہ بتلایا گیا ہو کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔

۱۵۷: فَاتُوا بِكِتَابِكُمْ (پس اپنی وہ کتاب پیش کرو) جو تم پر اس سلسلہ میں اتری ہو۔ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (اگر تم سچے ہو) اپنے اس دعویٰ میں۔

جنات کے متعلق غلط بیانی:

۱۵۸: وَجَعَلُوا بَيْنَهُ (اور اللہ تعالیٰ اور) وَبَيْنَ الْجَنَّةِ (جنات میں قراردی) الْجَنَّةِ سے مراد فرشتے ہیں۔ ان کے چھپنے کی وجہ سے

ان کو جن کہہ دیا۔ نَسَبًا (رشتہ داری) اور وہ ان کا خیال مزعومہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جنات سے شادی کی۔ (معاذ اللہ) جس سے ملائکہ پیدا ہوئے۔ وَلَقَدْ عَلِمْتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ (اور فرشتوں کو معلوم ہے کہ بلاشبہ وہ لوگ

فَإِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ ﴿١٦١﴾ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفِتْنِينَ ﴿١٦٢﴾ إِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيمِ ﴿١٦٣﴾

سو بلاشبہ تم اور تمہارے معبود اللہ تعالیٰ سے کسی کو نہیں پھیر سکتے مگر اسی کو جو دوزخ میں داخل ہونے والا ہے۔

وَمَا مِنَّا إِلَّا لَهُ مَقَامٌ مَّعْلُومٌ ﴿١٦٤﴾ وَإِنَّا لَنَحْنُ الصَّافُونَ ﴿١٦٥﴾ وَإِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُونَ ﴿١٦٦﴾

اور ہم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جس کا مقام معلوم نہ ہو۔ اور بلاشبہ ہم صاف بستہ کھڑے ہونے والے ہیں۔ اور بلاشبہ ہم تسبیح میں مشغول ہونے والے ہیں۔

وَإِنْ كَانُوا يَقُولُونَ ﴿١٦٧﴾ لَو أَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِنَ الْأُولَىٰ ﴿١٦٨﴾ لَكُنَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلِصِينَ ﴿١٦٩﴾

اور یہ واقعی بات ہے کہ یہ لوگ یوں کہا کرتے تھے کہ اگر ہمارے پاس کوئی نصیحت ہوتی ان نصیحتوں میں سے جو پہلے لوگوں کے پاس تھیں تو ہم ضرور اللہ کے خاص بندے ہوتے۔

فَكَفَرُوا بِهِ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿١٧٠﴾

سو ان لوگوں نے اس کا انکار کیا لہذا عنقریب جان لیں گے۔

جنہوں نے یہ بات کہی ہے (لَمْ حَضَرُوا) (وہ ضرور گرفتار ہونگے) آگ میں۔

۱۵۹: سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُصِفُونَ (اللہ تعالیٰ ان سب باتوں سے پاک ہے جو یہ بیان کرتے ہیں) اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو اولاد اور بیوی سے پاک قرار دیا۔

۱۶۰: إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلِصِينَ (مگر جو اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہیں)۔

تَجْوِبُ: یہ محضین سے متشبی منقطع ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مخلصین آگ سے نجات پانے والے ہیں۔ سبحان اللہ یہ متشبی اور متشبی منہ کے درمیان جملہ معترضہ ہے۔ نمبر ۲۔ اور یہ بھی درست ہے کہ یہ یصفون کی واؤ سے متشبی ہو یعنی یصفہ ہولاء بذلك ولكن المخلصين براء من ان يصفوه بہ یہ لوگ تو اللہ تعالیٰ کے متعلق اس قسم کی بات کہتے ہیں مگر مخلص لوگ اللہ تعالیٰ کے متعلق ایسی باتیں کہنے سے بری الذمہ ہیں۔

۱۶۱، ۱۶۲: فَإِنَّكُمْ (پس تم) اہل مکہ وَمَا تَعْبُدُونَ (اور جن کی تم عبادت کرتے ہو) اور تمہارے معبود مَا أَنْتُمْ (نہیں ہو تم) اور وہ سب ملک کر علیہ (اللہ تعالیٰ سے) بِفَاتِنِينَ (پھیر سکتے) فاتسین۔ گمراہ کرنے والے۔

۱۶۳: إِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيمِ (مگر اسی کو جو جہنم رسید ہونے والا ہے)۔ صال یہ لام مکسورہ کے ساتھ ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ تم کسی کو گمراہی پر نہیں ڈال سکتے۔ مگر وہ لوگ ہی گمراہی کا شکار ہونگے جن کے متعلق علم الہی میں بد اعمالیوں سے جہنمی ہونا لکھا جا چکا۔ عرب کہتے ہیں۔ فتن فلان علی فلان امراتہ جیسا تم کہو افسدھا علیہ۔ اس نے اس عورت کو اس کے متعلق بگاڑ کر رکھ دیا۔ قول حسن رحمہ اللہ: تم جو کہ ایسی بات کہنے والے ہو اور جن بتوں کو تم پوجتے ہو تم بتوں کی عبادت پر کسی کو گمراہ نہیں کر سکتے ہو مگر جس کے متعلق یہ طے ہو چکا ہو کہ اس نے جہنم ہی میں داخل ہونا ہے۔ ایک قول یہ ہے تم گمراہ نہیں کر سکتے مگر اس کو جس کے بارے میں

پہلے گمراہی لازم ہو چکی۔

نَحْنُ: مانا فیہ ہے۔ اور مَنْ موضع نصب میں فائتین کی وجہ سے منصوب ہے۔

قراءت: حسن نے صالُ الجحیم پڑھا اور وجہ یہ بتلائی کہ صیغہ جمع تھا نون کو بوجہ اضافت حذف کر دیا۔ اور واو کا حذف التقائے ساکنین کی وجہ سے ہو گیا اور وہ ساکنین واو اور لام ہیں۔ مَنْ یہ لفظ کے لحاظ سے واحد ہے۔ مگر معنی جمع ہے۔ ہو لفظ کا لحاظ کر کے لایا گیا اور الصالون معنی کی وجہ سے لائے۔

۱۶۳: وَمَا مِنَّا (اور نہیں ہے ہم میں سے کوئی ایک) ہر ایک ہم میں سے اِلَّا لَهُ مَقَامٌ مَّعْلُومٌ (مگر کہ اس کا درجہ معین ہے) عبادت میں وہ اس سے تجاوز نہیں کر سکتا۔

نَحْنُ: یہ موصوف کو حذف کر کے صفت کو اس کے قائم مقام لائے۔

۱۶۵: وَاِنَّا لَنَحْنُ الصّٰقُوْنَ (اور ہم صف بستہ کھڑے ہیں) ہم اپنے اقدام کی نماز میں صف بندی کرتے ہیں یا ہم عرش الہی کے گرد مومنوں کے لئے دعا کرنے کی خاطر صف بندی کرنے والے ہیں۔

۱۶۶: وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ (اور ہم پاکی بیان کرنے میں لگے ہوئے ہیں) المسبحون کا معنی اس کو عیبوں سے پاک قرار دینے والے ہیں یا نماز ادا کرنے والے ہیں۔

صحیح بات یہ ہے:

یہ آیت اور اس کا ما قبل سبحان اللہ عما یصفون یہ ملائکہ کا کلام ہوتا کہ یہ ولقد علمت الجنة میں ملائکہ کے تذکرہ سے متصل ہو جائے۔ گویا تقدیر کلام اس طرح ہے ولقد علم الملائكة وشهدوا ان المشركين مفترون عليهم في مناسبة رب العزة وقالوا سبحان الله فنزهوه عن ذلك واستثنوا عباد الله المخلصين وبرؤوهم منه وقالوا للكفرة والهتكم لا تقدرون ان تفتنوا على الله احدًا من خلقه و تضلوه الامن كان من اهل النار و كيف نكون مناسبين لرب العزة ومانحن الا عبيد اذلاء بين يديه لكل منا مقام معلوم من الطاعة لا يستطيع ان يزل عنه ظفرا خشوعا لعظمته و نحن الصافون اقدامنا لعبادته مسبحين ممجدين كما يجب على العباد لربهم ملائکہ نے جان لیا اور گواہی دی کہ مشرکین ان کو رب العزت کے ساتھ جوڑنے میں مفتری ہیں اور انہوں نے سبحان اللہ کہہ کر اللہ تعالیٰ کو عیبوں سے منزہ قرار دیا اور مخلص بندوں کو اسی بات سے مستثنیٰ اور بری الذمہ قرار دیا۔ اور کافروں کو کہنے لگے کہ تم اللہ کے متعلق اس کی مخلوق میں سے کسی کو گمراہ نہیں کر سکتے ہو مگر اسی کو جو سیدھا جہنم کا ایندھن بننے والا ہو۔ ہم رب تعالیٰ کے ساتھ رشتہ داری سے کیسے متعلق ہو سکتے ہیں۔ جبکہ ہم اللہ تعالیٰ کے عاجز ترین بندے ہیں۔ اور اطاعت میں ہم میں سے ہر ایک کا مرتبہ متعین ہے اس کی عظمت کی وجہ سے اس مرتبہ سے ادھر ادھر سرک نہیں سکتے۔ بلکہ ہم اس کی عبادت کیلئے اپنے قدموں کو قطار میں سیدھے کرنے والے ہیں۔ اور اسی کی تسبیح و تہجد کرنے والے ہیں۔ جیسا کہ بندوں پر ان کے رب کی طرف سے لازم ہے۔

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ ﴿۱۷۱﴾ إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ ﴿۱۷۲﴾ وَإِنَّ

اور ہمارا قول اپنے بندوں یعنی پیغمبروں کے لیے پہلے ہی سے طے شدہ ہے، کہ بیشک انہیں کی مدد کی جائے گی اور بیشک

جُدْنَا لَهُمُ الْغَلْبُونَ ﴿۱۷۳﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتَّىٰ حِينٍ ﴿۱۷۴﴾ وَأَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ

ہمارا لشکر ضرور غالب ہو گا۔ سو آپ مختصر زمانہ تک ان سے اعراض فرمائیے اور ان کو دیکھتے رہیے سو مختصر

يُبْصِرُونَ ﴿۱۷۵﴾ أَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُونَ ﴿۱۷۶﴾ فَإِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَاءَ صَبَاحُ

وہ بھی دیکھ لیں گے۔ کیا وہ ہمارے عذاب کے لیے جلدی مچا رہے ہیں۔ سو جب وہ ان کے میدان میں نازل ہو جائے گا تو ان لوگوں کی صبح

الْمُنْذِرِينَ ﴿۱۷۷﴾ وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتَّىٰ حِينٍ ﴿۱۷۸﴾ وَأَبْصِرْ فَسَوْفَ يُبْصِرُونَ ﴿۱۷۹﴾

بری ہوگی جن کو ڈرایا جا چکا تھا۔ اور تھوڑے زمانہ تک آپ ان سے اعراض کیجئے اور ان کو دیکھتے رہیے سو مختصر یہ وہ بھی دیکھ لیں گے۔

ایک قول یہ ہے:

یہ قول رسول اللہ ﷺ قرار دیا جائے مطلب یہ ہوگا کہ ہر مسلمان کا قیامت کے روز ایک متعین مرتبہ ہوگا۔ جو اس کے عمل کی

مقدار سے ملے گا۔ جیسا کہ اس ارشاد میں فرمایا: عَسَىٰ أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا [الاسراء: ۷۹] پھر ان کے اعمال کا ذکر

کیا کہ وہ نماز میں صف بستہ ہیں اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرنے والے اور اس کو عیب والی باتوں سے منزہ اور پاک قرار دینے والے ہیں۔

۱۶۷: وَإِنْ كَانُوا لَيَقُولُونَ (اور یہ لوگ کہا کرتے تھے) مشرکین قریش آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے کہا کرتے تھے۔

۱۶۸: لَوْ أَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِنَ الْأَوَّلِينَ (اگر ہمارے پاس کوئی نصیحت پہلے لوگوں کی آتی (کتابوں کے طور پر آتی) یعنی کوئی

کتاب ان کتابوں میں سے جو پہلے لوگوں کے پاس آئیں جیسے تورات و انجیل۔

۱۶۹: لَكُنَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلِصِينَ (تو ہم اس کے خاص بندے ہوتے) ہم اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ عبادت کرتے اور جیسے انہوں نے

تکذیب کی اس طرح ہم تکذیب نہ کرتے اور ہم اللہ تعالیٰ کے حکموں کی اس طرح مخالفت نہ کرتے جس طرح انہوں نے مخالفت کی۔

مگر اب ان کے پاس تمام ذکروں کا سردار آیا اور کتابوں میں معجز کتاب دی۔ یہ اس کی تکذیب پر اتر آئے۔

۱۷۰: فَكَفَرُوا بِهِ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ (پھر یہ لوگ اس کا انکار کرنے لگے پس ان کو معلوم ہوا جاتا ہے) اپنی تکذیب کا انجام کیا

ہونے والا ہے اور کیا انتقام ان سے لیا جائے گا۔

آیت ۱۶۷ میں إِنَّ مَخْفَفًا مِنَ الْمُثْقَلِ ہے اور لام اس کو ظاہر کر رہی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنی بات کو انتہائی تاکید اور

شد و مد سے کہا کرتے تھے ان کی پہلی اور پچھلی بات میں کتاب بڑا فرق ہے۔

۱۷۱: وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ (ہمارے خاص بندوں یعنی پیغمبروں کیلئے ہمارا یہ قول پہلے ہی سے مقرر ہو چکا

(ہے) کلمہ سے مراد یہ ارشاد ہے۔

۱۷۲: اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ (کہ بیشک وہی غالب کیے جائیں گے)

ایمان والوں کو بالآخر دنیا میں اور آخرت میں یقینی غلبہ ملے گا:

۱۷۳: وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ (اور ہمارا ہی لشکر غالب رہتا ہے) اس کو کلمہ کہا حالانکہ یہ تو کلمات ہیں۔ کیونکہ جب ایک معنی میں پروئے ہوئے ہیں تو یہ کلمہ مفردہ ہی کے حکم میں ہے۔ اور مراد یہ ہے کہ ان کو ان کے دشمنوں پر غلبہ دیا جائے گا۔ جہاں دشمن سے جھگڑا اور لڑائی پیش آئے۔ یہ تو دنیا میں غلبہ کا وعدہ ہے۔ اسی طرح آخرت میں بھی غلبہ کا وعدہ ہے۔

قول حسن رحمہ اللہ:

کوئی پیغمبر لڑائی میں مغلوب نہیں ہوا۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

اگر ان کی مدد اور غلبہ دنیا میں نہ ہو تو آخرت میں ضرور ہوگا۔ حاصل یہ ہے کہ ان کے معاملے میں بنیادی قانون یہی ہے۔ اور عمومی طور پر ان کو کامیابی اور نصرت حاصل ہوتی ہے۔ اور اگر ان بار بار کی فتوح میں تھوڑا سا ابتلاء و مشقت کہیں پیش آجائے تو اس کا اعتبار نہیں کیونکہ اعتبار غالب حالت کا ہے۔

۱۷۴: فَتَوَلَّوْا عَنْهُمْ (پس انکا خیال نہ کیجئے) ان سے اعراض کریں۔ حَتَّىٰ حِينٍ (تھوڑے زمانہ تک) معمولی مدت تک اور وہ ان کی مہلت کا زمانہ ہے۔ یا بدر کے دن تک یا فتح مکہ تک۔

۱۷۵: وَاَبْصُرْهُمْ (اور ان کو دیکھتے رہو) یعنی دیکھو جو ان کو اس دن پہنچے گا۔ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ (پس عنقریب یہ بھی دیکھ لیں گے) اس کو۔ یہ سوف و عید کے لئے ہے تبعد کیلئے نہیں یا ان کی طرف دیکھیں جب ان کو عذاب دیا جائے گا۔ پس وہ دیکھ لیں گے جس کو وہ اوپر اقرار دیتے ہیں۔ یا ان کو بتلایا کہ عنقریب ان کو معلوم ہو جائے گا۔

۱۷۶: اَفْبَعَدَ اٰبْنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ (کیا وہ ہمارے عذاب کا تقاضا کر رہے ہیں) اس کا وقت آنے سے پہلے۔

۱۷۷: فَاِذَا نَزَلَ بِسَا حَتِّهِمْ (پس وہ ان کے رُودر رُونا نزل ہوگا) ساحتہم ان کے صحن میں۔ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذِرِيْنَ (وہ دن ان لوگوں کا جن کو ڈرایا جا چکا تھا بہت ہی برا ہوگا) ان کی صبح۔ المندرين میں لام مبہم ہے اس چیز کے سلسلہ میں جس سے ان کو ڈرایا گیا کیونکہ ساء اور بس اس کو پورا کر رہے ہیں۔ ایک قول یہ ہے اس سے مراد فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ کا مکہ میں اترنا ہے اور یہ ان پر اترنے والے عذاب ہی کی طرح ہے۔ اس لئے کہ ان کو ڈرایا گیا مگر انہوں نے انکار کیا۔ ایک ایسے لشکر کے ساتھ جس کے اچانک حملہ سے قوم کو بعض ناصحین نے ڈرایا مگر قوم کے لوگوں نے ان کے انذار کی طرف توجہ نہ دی۔ یہاں تک کہ وہ لشکر ان کے صحنوں میں اتر پڑا اور ان پر حملہ آور ہو گیا۔ ان کے لوٹ ڈالنے والوں کی عادت صبح کے وقت حملہ کی ہوا کرتی تھی۔ پس وہ لوٹ کو صبح ہی کہتے تھے۔ خواہ

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝۱۸۰ وَسَلٰمٌ عَلٰی الْمُرْسَلِيْنَ ۝۱۸۱ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ

آپ کا رب جو رب العزت ہے ان باتوں سے پاک ہے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں۔ اور سلام ہو پیغمبروں پر۔ اور سب تعریف ہے اللہ کے لیے

رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۝۱۸۲

جو رب العالمین ہے۔

وہ آخری وقت میں کیوں نہ ہو۔

۱۷۸: وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتَّىٰ حِينٍ (اور آپ تھوڑے زمانہ تک ان کا خیال نہ کیجئے)

۱۷۹: وَآبْصُرْ فَسَوْفَ يَبْصُرُونَ (اور دیکھتے رہیے پس عنقریب یہ بھی دیکھ لیں گے)۔ یہ دوبارہ لائے تاکہ تسلی در تسلی ہو اور میعاد پر واقع ہونے کی تاکید پہ تاکید ہو جائے اور اس میں ایک فائدہ اور ہے دونوں فعلوں کو مفعول سے مقید نہیں کیا۔ (نمبر ۱۔ بصر، بصر، ۲، بصر و بصر) کہ وہ مسرت و غم کی لاتعداد انواع کو دیکھے گا اور وہ بھی دیکھیں گے۔ گویا کثرت انواع کی طرف اشارہ کیلئے مفعول سے فعلوں کو آزاد چھوڑا گیا۔ ایک قول یہ ہے ایک سے دنیا کا عذاب مراد ہے۔ اور دوسرے سے آخرت کا عذاب مراد ہے۔

تمام عزتیں اسی ہی کے ساتھ خاص ہیں:

۱۸۰: سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ (آپ کا رب جو بڑی عظمت والا ہے)۔ عزت کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی کیونکہ تمام عزتیں اسی ہی کے ساتھ خاص ہیں۔ گویا اس طرح فرمایا ذوالعزۃ۔ (وہ عزت والا ہے) جیسا کہتے ہیں صاحب صدق۔ سچائی کے ساتھ مخصوص ہونے کی وجہ سے۔ نمبر ۲۔ اور یہ بھی درست ہے کہ اس طرح کہا جائے کسی کو جو عزت حاصل ہے۔ وہی اس کا مالک و رب ہے جیسا دوسرے مقام پر فرمایا۔ و تعزمن تشاء [آل عمران: ۲۶] عَمَّا يَصِفُوْنَ (پاک ہے ان باتوں سے جو یہ بیان کرتے ہیں) یعنی بیٹا بیوی شریک وغیرہ۔

۱۸۱: وَسَلٰمٌ عَلٰی الْمُرْسَلِيْنَ (اور سلام ہو پیغمبروں پر) سلام میں تمام رسل کو شامل فرمایا اگرچہ خاص طور پر بعض انبیاء علیہم السلام کے متعلق سورت میں آچکا۔ کیونکہ ہر ایک کا تذکرہ سلام کے ساتھ کرنے میں تطویل تھی۔ اسی لئے بطور اختصار تمام کو شامل کر دیا گیا۔

۱۸۲: وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ (اور تمام تر خوبیاں اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہیں جو تمام عالم کا پروردگار ہے) وہ دشمنوں کی ہلاکت اور نصرت انبیاء علیہم السلام کی قدرت رکھتا ہے۔

خلاصہ سورت:

یہ سورت مشرکین کے ان اقوال کو بیان کر رہی ہے جو وہ اللہ تعالیٰ کے متعلق کہتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف وہ وہ باتیں

منسوب کرتے تھے جن سے اس کی ذات منزہ و پاک ہے۔ اور رسولوں کو جو کفار کی طرف سے تکالیف پہنچائی گئیں ان کو بھی ذکر کر دیا۔ اور رسولوں کے متعلق نصرت الہی کی عادت مستمرہ اور فتح مندی اور کامیابی کو ذکر کیا۔ اور اختتام سورت پر اللہ تعالیٰ کو ان باتوں سے منزہ و پاک قرار دیا جو مشرکین اس کی ذات کے متعلق کہا کرتے تھے۔ اور رسولوں پر خصوصی سلام اور رب العالمین کی حمد کا ذکر فرمایا اس پر جو اس نے حسن عاقبت میسر فرمایا ان کے لئے اصل مقصود اس سے ایمان والوں کو تعلیم دی کہ وہ یہ کلمات کہا کریں اور کوئی لمحہ ان کا اس سے خالی نہ ہو اور کتاب کریم میں جو فرامین جاری فرمائے گئے ہیں ان سے کبھی غفلت نہ برتیں۔

فرمان حضرت علی کرم اللہ وجہہ:

جو یہ چاہتا ہو کہ قیامت کے دن اس کو پورا پورا ماپ اجر کا میسر ہو۔ وہ اپنی ہر مجلس سے اٹھتے ہوئے اس سورت کے آخری کلمات کہہ لیا کرے سبحان ربك رب العزة عما يصفون و سلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين۔

سُورَةُ ص ۳۱ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَمَانِيْنَ مَثَانِيْنَ اِيْتَتْ وَخَمْسِيْنَ كُوْعًا

سورہ ص مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں اٹھاسی آیات اور پانچ رُوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

ص وَالْقُرْآنِ ذِي الذِّكْرِ ۱ بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي عِزَّةٍ وَشِقَاقٍ ۲ كَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ

ص ۱ قسم ہے قرآن کی جو نصیحت والا ہے، بلکہ جن لوگوں نے کفر کیا تعصب میں اور مخالفت میں ہیں، ہم نے ان سے پہلے کتنی ہی

قَبْلِهِمْ مِنْ قَرْنٍ فَنَادَ وَاوَلَاتِ حَيْنٍ مَنَاصِصٍ ۳ وَعَجِبُوا أَنْ جَاءَهُمْ مُنذِرٌ مِنْهُمْ ز

امتوں کو بلا کر دیا سو انہوں نے پکارا اور وہ وقت خلاصی کا نہ تھا، اور ان لوگوں نے اس بات پر تعجب کیا کہ انہیں میں سے ایک منہ لانے والا آیا،

وَقَالَ الْكٰفِرُونَ هٰذَا سِحْرٌ كَذٰبٌ ۴ اَجْعَلِ الْاِلٰهَةَ الْهٰوَ اٰحِدًا ۵ اِنْ هٰذَا

اور کافروں نے کہا کہ یہ شخص جادوگر ہے بڑا جھوٹا ہے، کیا اس نے سارے معبودوں کو ایک ہی معبود بنا دیا۔ بیشک یہ تو جڑی

لَشَيْءٍ عَجَابٌ ۶ وَاَنْطَلَقَ الْمَلٰٓئِكَةُ مِنْهُمْ اَنْ اَمْشُوا وَاَصْبِرْ وَاَعْلَى الْاِهْتِكُمْ ۷ اِنْ هٰذَا

عجیب بات ہے، اور انکے بڑے لوگ یہ کہتے ہوئے چلے گئے کہ چلو اور اپنے معبودوں پر جسے رہو۔ بلاشبہ یہ ایک بات ہے جس میں کوئی

لَشَيْءٍ عَيْرَادٌ ۸ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۹ اِنْ هٰذَا اِلَّا اِخْتِلَاقٌ ۱۰ اَنْزِلْ

مقصود ہے ہم نے یہ بات گزشتہ مذہب میں نہیں سنی، بس یہ تو گھڑی ہوئی بات ہے، کیا ہمارے درمیان سے

عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْ بَيْنِنَا ۱۱ بَلْ هُمْ فِي شَكٍّ مِنْ ذِكْرِيْ ۱۲ بَلْ لَمَّا يَدُوُّ قَوَاعِدَ ۱۳

اس شخص پر کلام نازل ہوا، بلکہ بات یہ ہے کہ یہ لوگ میری وحی کی بجز سے شک میں ہیں، بلکہ بات یہ ہے کہ انہوں نے میرا عذاب نہیں پہنچا

ص وَالْقُرْآنِ ذِي الذِّكْرِ - بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي عِزَّةٍ وَشِقَاقٍ (ص- قسم ہے قرآن کی جو نصیحت سے پر ہے۔ بلکہ یہ کفار تعصب اور مخالفت میں ہیں)

۱: ص نمبر ۱- حروف مجتم میں سے اس حرف کا تذکرہ بطور تہدی اور اعجاز پر متنبہ کرنے کیلئے فرمایا گیا ہے۔ پھر اس کے بعد قسم کا ذکر کیا جس کا جواب محذوف ہے۔ کیونکہ تہدی اس جواب پر دلالت کر رہی ہے گویا تقدیر کلام اس طرف ہے والقرآن ذی الذکر ای ذی الشرف انه لکلام معجز۔ مرتبے والے قرآن کی قسم بیشک وہ معجز کلام ہے۔

نمبر ۲۔ ص یہ مبتداً محذوف کی خبر ہو۔ اس طرح کہ وہ سورت کا نام ہو۔ گویا تقدیر کلام اس طرح سے ہو۔ ہذہ ص ای ہذہ السورة التي اعجزت العرب والقرآن ذی الذکر۔ یہ ص نام والی سورت ہے جس نے عرب کو عاجز کر کے رکھ دیا اور نصیحت والے قرآن کی قسم۔ یہ اسی طرح ہے جیسا تم کہو ہذا حاتم واللہ۔ تمہاری مراد اس سے یہ ہے کہ یہ وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کی قسم سخاوت میں مشہور ہے۔ اور اسی طرح جب اس سے قسم اٹھائی جائے تو گویا اس طرح کہو گے اَقْسَمْتُ بِص وَالْقُرْآنِ ذِي الذِّكْرِ۔ اِنَّهُ لَمُعْجِزٌ میں قسم اٹھاتا ہوں۔ ص کی اور قرآن نصیحت والے کی بیشک وہ قرآن معجز ہے۔ پھر فرمایا۔

۳: بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي عِزَّةٍ (اس پر یقین کرنے سے تکبر کر رہے ہیں اور اعترافِ حق سے بڑائی اختیار کرنے والے ہیں) وَ شِقَاقٍ (اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والے ہیں)

فائدة تنكير:

عزة اور شقاق کی تنوین تنکیر یہ ظاہر کر رہی ہے۔ کہ ان کا تعصب اور مخالفت واکثر انتہائی درجہ کی ہیں۔

قراءت: فی عِزَّةٍ پڑھا گیا ہے یعنی اس چیز سے غفلت میں مبتلا ہیں جس میں غور و فکر اور اتباعِ حق ان پر لازم ہے۔

۳: كَمْ اَهْلَكْنَا (بہت سی امتوں کو ہم ہلاک کر چکے) تعصب واکثر والے لوگوں کیلئے وعید ہے۔ مِنْ قَبْلِهِمْ (ان سے قبل) یعنی آپ کی قوم سے پہلے مَن قَرْنٍ (امتیوں) فَنَادَوْا (انہوں نے ہائے پکار کی) پس انہوں نے پکارا اور اس وقت فریاد کی جب انہوں نے عذاب دیکھا۔ وَاَلَاتِ (حالانکہ تھا) یہ لامشہہ بلیس ہے اس پر تائے تانیث کا اضافہ کیا گیا ہے۔ جیسا کہ رب اور تم پر تاکید کیلئے اضافہ کیا جاتا ہے اور اس سے اس کا حکم بھی بدل گیا۔ اس صورت میں یہ صرف احیان پر داخل ہوتا ہے۔ اور اس کا ایک ہی مقتضی ظاہر ہوتا ہے خواہ اسم ہو یا خبر۔ دونوں پر اس کا ظہور ممتنع ہو جاتا ہے۔ یہ خلیل و سیبویہ کا مذہب ہے، اخفش نحوی کہتے ہیں۔ یہ لانی جنس ہے اور تاء اس میں زائد ہے۔ اور احیان کی نفی کے ساتھ خاص ہے۔ حِينَ مَنَاصٍ (رہائی کا وقت) اور اسی لانی وجہ سے منصوب ہے۔ گویا یوں کہا گیا ولا حین مناص لهم اور خلیل و سیبویہ کے نزدیک نصب کی وجہ لامشہہ بلیس ہے۔ وَاَلَاتِ الحین حین مناص ای لیس الحین حین مناص وہ وقت رہائی کا نہ تھا۔

کفار کا تعجب:

۴: وَ عَجِبُوا اَنْ جَاءَهُمْ (اور انہوں نے تعجب کیا کہ ان کے پاس آ گیا) عجب کا صلہ من محذوف ہے۔ کہ آمد سے تعجب کیا۔ مُنْذِرٌ مِّنْهُمْ (ڈرانے والا انہی میں سے) رسول انہی میں سے یعنی انہوں نے اس بات کو بعید قرار دیا کہ کوئی بشر پیغمبر بن جائے۔ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سِحْرٌ كَذٰبٌ (اور کافر کہنے لگے کہ یہ شخص ساحر کذاب ہے)

توحید پر تعجب مگر شرک پر نہیں:

۵: اَجْعَلِ الْاِلٰهَةَ الْهٰٓءِ وَ اَحَدًا اِنَّ هٰذَا (کیا اس نے اتنے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود رہنے دیا) وَ اَقْبَلِ لَشَيْءٍ عَجَابٌ (یہ

بہت ہی عجیب بات ہے (یہاں وقالوا کاللفظ استعمال نہیں فرمایا تاکہ ان پر غضب کا اظہار ہو اور اس بات پر دلالت ہو کہ اس بات کی جسارت وہ کافر ہی کر سکتا ہے جو کفر میں انتہاء کو پہنچا ہو۔ اور گمراہی میں خوب مشغول ہو۔ اس لئے کہ اس سے بڑا کفر اور کیا ہوگا کہ جسے اللہ تعالیٰ سچا بنا کر بھیجے یہ اس کو کاذب و ساحر کہیں اور تو حید جیسے واضح اور کھلے ہوئے حق پر تعجب کا اظہار کریں اور شرک پر ان کو ذرا تعجب نہ ہو۔ حالانکہ وہ محض باطل ہے۔

سردارانِ قریش کا وفد:

روایت میں ہے کہ جب عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو مسلمان بڑے خوش ہوئے اور قریش پر یہ بات بجلی بن کر گری چنانچہ سردارانِ قریش کے پچیس سردار جمع ہوئے اور ابوطالب کے پاس جا دھمکے اور کہنے لگے تم ہمارے بزرگ ہو اور یہ بیوقوف جو کچھ کر رہے ہیں وہ تمہاری نظروں سے اوجھل نہیں۔ یہ مسلمانوں کو بیوقوف کہتے تھے۔ ہم تمہارے پاس اس لئے آئے ہیں۔ تاکہ تم ہی ہمارے اور اپنے بھتیجے کے درمیان فیصلہ کر دو۔ ابوطالب نے رسول اللہ ﷺ کو بلوا بھیجا۔ اور کہا اے بھتیجے! یہ تمہاری قوم تم سے ایک مطالبہ کر رہی ہے۔ تم مکمل طور پر اپنی قوم پر حملہ آور مت ہو جاؤ۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ مجھ سے کیا مطالبہ کرنا چاہتے ہیں۔ سردارانِ قریش: ہمیں اور ہمارے معبودوں کو چھوڑ دو۔ ہم تمہیں اور تمہارے معبود کو چھوڑ دیں گے کچھ نہ کہیں گے۔ آپ ﷺ نے کہا تم میری ایک بات مان لو جس سے تم پورے عرب پر غلبہ پا لو گے۔ بلکہ عجم بھی تمہارے پیچھے چلیں گے۔ سردارانِ قریش نے کہا ہاں ہاں ایسی تو دس باتیں ماننے کیلئے ہم تیار، ہم مانیں گے۔

آپ ﷺ نے فرمایا پھر تم لا الہ الا اللہ کہہ دو۔ سردارانِ قریش فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے اجعل الالہة الہا واحدا۔ کیا اس نے کر دیا ایک معبود! ان هذا لشیء عجاب [رداہ احمد ۱/۳۶۲، ترمذی ۳۲۳۲، الجامع ۲/۳۳۲، ابن حبان ۶۶۸۶]۔ عجب تعجب میں انتہاء کو پہنچا ہوا۔

ایک قول:

عجیب وہ جس کی کوئی مثال ہو۔ عجب۔ جس کی عجیب ہونے میں کوئی مثال نہ ہو۔

قریش کا ردِ عمل:

۶: وَأَنْطَلِقَ الْمَلَأُ مِنْهُمْ أَنْ امشُوا (ان کفار کے سردار یہ کہتے ہوئے چل دیے کہ چلو) ابوطالب کی مجلس سے سردارانِ قریش یہ کہتے ہوئے چل دیئے اس کے بعد کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو لا جواب کر دیا اور کھرا کھرا جواب دیا۔ وہ ایک دوسرے کو کہتے جا رہے چلو۔ چلو۔ ان یہاں ای کے معنی میں ہے کیونکہ بات چیت کی مجلس سے جانے والے لازماً باہمی بات کریں گے اور محفل میں پیش آنے والے معاملہ کو دہرائیں گے۔ پس ان کا جانا اس قول کے معنی کو متضمن ہے۔ وَأَصْبِرُوا عَلَىٰ إِلْهَيْتِكُمْ إِنَّ هَذَا لَشَيْءٌ يُرَادُ (اور اپنے معبودوں پر قائم رہو یہ کوئی مطلب کی بات ہے)۔ واصبروا سے مراد بتوں کی عبادت پر قائم رہنا۔ هذا

أَمْعِنْدَهُمْ خَزَائِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيزِ الْوَهَّابِ ۙ أَمْ لَهُمْ مَلِكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

کیا ان کے پاس آپ کے رب کے خزانے ہیں جو غالب ہے بخشش فرمانے والا ہے، کیا ان کے لئے آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ انکے درمیان ہے

وَمَا بَيْنَهُمَا فَلْيَرْتَقُوا فِي الْأَسْبَابِ ۗ جَدَّ مَا هُنَالِكَ مَهْرُومٌ مِنَ الْأَحْزَابِ ۗ كَذَّبَتْ

ان کا اختیار حاصل ہے۔ سو چاہئے کہ نیزمیں لگا کر چڑھ جائیں۔ اس مقام پر لوگوں کی ایک بھیڑ ہے جو شکست خوردہ جماعتوں میں سے ہے ان سے پہلے قوم نوح نے

قَبْلَهُمْ قَوْمَ نُوحٍ وَعَادٌ وَفِرْعَوْنُ ذُو الْأَوْتَادِ ۗ وَثَمُودٌ وَقَوْمَ لُوطٍ وَأَصْحَابُ لَيْكَةِ

اور عاد نے اور فرعون نے جو میٹھوں والا تھا اور ثمود نے اور لوط کی قوم نے اور ایک والوں نے جھٹلایا۔

أُولَئِكَ الْأَحْزَابُ ۗ إِنَّ كُلَّ إِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابُ ۗ

وہ گروہ یہی لوگ تھے یہ وہی لوگ تھے جنہوں نے رسولوں کو جھٹلادیا، سو میرا عذاب واقع ہو گیا۔

کا مشاڑ الیہ امر اسلام ہے۔ لشیٰ برآد یعنی جس کا اللہ تعالیٰ ارادہ رکھتے ہوں اور اس کے ہو جانے کا فیصلہ کرتے ہوں پس اس کے لئے لوٹنا نہیں اس میں سوائے صبر کے اور کوئی چیز ہمیں کام نہ دے گی۔ یا یہ معاملہ حوادثِ زمانہ میں سے ہے جو ہم پر آن پڑا ہم اس سے الگ نہیں رہ سکتے۔

۷: مَا سَمِعْنَا بِهَذَا (ہم نے تو یہ بات نہیں سنی) یعنی توحید فی المِلَّةِ الْاٰخِرَةِ (پچھلے مذہب میں) ملت عیسیٰ علیہ السلام میں جو کہ آخری ملت ہے کیونکہ نصاریٰ تثلیث کے قائل ہیں۔ وحدانیت کے قائل نہیں۔ یا ملت قریش جس پر ہم نے اپنے آباء کو پایا۔ اِنْ هٰذَا اِلَّا اِخْتِلَافٌ (نہیں ہے یہ مگر ایک گھڑت ہے) یہ کذب ہے جس کو محمد ﷺ نے (نعوذ باللہ) اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے۔

۸: اَنْزَلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ (کیا اس شخص پر کلام الہی نازل کیا گیا) الذکر سے قرآن مراد ہے۔ مِنْ بَيْنِنَا (ہم سب میں سے) انہوں نے اشراف کے ہوتے ہوئے آپ کا اس شرف سے مختص ہو جانا عجیب خیال کیا۔ اور حسد کی وجہ سے آپ پر کتاب اترنے کو انوکھا قرار دیا۔

جواب: بَلْ هُمْ فِي شَكٍّ مِنْ ذِكْرِي (بلکہ یہ لوگ تو میری وحی کی طرف سے شک میں ہیں) ذکری سے قرآن مجید مراد ہے۔ بَلْ لَمَّا يَدُوُّوا عَذَابٍ (بلکہ انہوں نے ابھی تک میرے عذاب کا مزہ چکھا نہیں) بلکہ ابھی تک انہوں نے میرا عذاب چکھا نہیں جب چکھ لیں گے۔ تو ان سے شک زائل ہو جائے گا۔ اور حسد کی دیوار گر جائے گی۔ مطلب یہ ہے کہ یہ اسی وقت تصدیق کریں گے جب ان کو آ کر عذاب گھیرے گا پھر مانیں گے مگر فائدہ نہ دارد۔

۹: اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَائِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيزِ الْوَهَّابِ (کیا ان کے پاس آپ کے پرورگار فیاض کی رحمت کے خزانے ہیں) یعنی وہ خزانے رحمت کے مالک نہیں تاکہ وہ جس کو چاہیں بانٹ دیں۔ یا ان کو خرچ کر ڈالیں جن پر پسند کریں اور بعض سرداروں کو

نبوت کیلئے منتخب کریں اور اس سے محمد (ﷺ) سے اونچے ہو جائیں بلاشبہ جو رحمت اور اس کے خزانے کا مالک ہے وہ غالب اور اپنی مخلوق پر زبردست ہے۔ الوہاب بہت عطاء کرنے والا۔ اور مواقع پر عطایا پہنچانے والا وہ عطاء جس کو اپنی حکمت کے تقاضوں سے تقسیم کرتا ہے۔ پھر اسی معنی پر تشریح کرتے ہوئے فرمایا۔

۱۰: اَمْ لَهُمْ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا (کیا ان کو آسمان و زمین اور جو ان کے مابین ہے۔ اس کا اختیار حاصل ہے) کہ جس کی بناء پر امور ربانیہ میں کلام بازی پر اتر آئے اور ان تدابیر الہیہ کے متعلق جو رب العزت و الکبریاء کے ساتھ خاص ہیں۔ بات کرنے لگے پھر ان کو خوب شرمایا اور فرمایا! اگر وہ تدبیر خلأق اور تقسیم رحمت میں تصرف پر مختار بن گئے ہیں تو فلیتر تقوا فی الاسباب (تو ان کو چاہیے کہ سیڑھیاں لگا کر چڑھ جائیں) اور ان راستوں پر چلیں جو آسمان تک پہنچنے والے ہیں۔ تاکہ جہان کے معاملات کی تدبیر کریں۔ اور اللہ کی ملکوت کا معاملہ چلائیں اور اپنے من پسند پر وحی اتار لائیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے نصرت کا وعدہ فرمایا۔

کفارِ قریش کو شکست ہوگی:

۱۱: جُنْدًا مَّا هُنَالِكَ (ان لوگوں کی یونہی بھیڑ ہے اس مقام پر) جند مبتدأ اور ما موصولہ یہ نکرہ مبتدأ کی تقویت کیلئے لایا گیا۔ اس کی خبر مہزوم ہے اور من الاحزاب یہ جند یا مہزوم کے متعلق ہے۔ ہنالک سے بدر اور اس میں کفار کی قتل گاہوں کی طرف اشارہ ہے یا اس طرف اشارہ ہے جس بڑے کام میں انہوں نے اپنے کو ڈال رکھا تھا۔ عرب کا محاورہ ہے کہ جو آدمی کسی ایسے کام میں پڑے جس کی اہلیت نہ ہو تو کہتے ہیں۔ لست ہنالک تو اس کام کو نہیں پہنچ سکتا۔ اسی طرح یہاں فرمایا: ما ہنالک مہزوم (شکست دیئے جائیں گے)۔ مِّنَ الْاَحْزَابِ (من جملہ گروہوں میں سے)

مراد یہ ہے یہ ایک گروہ کفار ہے جو رسول اللہ ﷺ کے خلاف جتھہ بندی کرنے والوں میں سے ہے یہ عنقریب شکست کھائیں گے۔ آپ ان کی باتوں کی پرواہ نہ کریں۔ اور نہ غم زدہ ہوں اس پر جس کے لئے یہ گروہ بندی کر رہے ہیں۔

۱۲: كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ (ان سے پہلے جھٹلایا) اہل مکہ سے پہلے قوم نوح (قوم نوح نے) نوح علیہ السلام کو وَاَعَادُوْا (اور عادی) ہود علیہ السلام کو وَاَفْرَعُوْنَ (اور فرعون نے) موسیٰ علیہ السلام کو وَاَلْوَتَادِ (میٹھوں والا)

ایک قول:

کہ اس کے ہاں کیلیں اور رسیاں تھیں جن سے اس کے سامنے کھیلتے تھے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ جس کو وہ سزا دیتا اس کے دونوں ہاتھوں اور دونوں ٹانگوں میں کیل ٹھونک دیتا۔

شمود و فرعون کی تکذیب اور اس کا نتیجہ:

۱۳: وَتَمُوْدُ (اور قوم شمود نے) صالح علیہ السلام کو وَاَقْوَمُ لُوْطُ (اور قوم لوط نے) لوط علیہ السلام کو وَاَصْحَبُ النَّيْكَۃِ (اور بن

وَمَا يَنْظُرُهُمْ إِلَّا الْأَصْحٰٓءُ وَآحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ ۝۱۵ وَقَالُوا مَرْبِنَا عَجَلٌ

اور یہ لوگ بس ایک زور دار چیخ کے انتظار میں ہیں جس میں دم لینے کی گنجائش نہ ہوگی اور ان لوگوں نے کہا کہ اے رب ہمارا حصہ

لَنَا قَطْنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ۝۱۶

حساب کے دن سے پہلے ہمیں دے دیجئے۔

والوں نے) شعیب علیہ السلام کو اُولٰٓئِكَ الْاَحْزَابُ (وہ گروہ یہی لوگ ہیں) اس اشارہ کا مقصد یہ ہے کہ اعلان کر دیا جائے۔ وہ گروہ جن میں سے ان کو شکست خوردہ قرار دیا گیا ہے وہ انہی میں سے ہیں اور وہ ایسے ہی لوگ تھے جن سے تکذیب پائی گئی۔ ۱۳: اِنْ كُلِّ اِلٰٓءٍ كَذَّبَ الرَّسُوْلَ (ان سب نے رسولوں کو جھٹلایا تھا) اولاً ان کی تکذیب کا تذکرہ جملہ خبریہ سے کیا اور اس میں ابہام باقی رکھا اس طرح کہ مکذّب کو واضح کر دیا۔ اور جن کی تکذیب کی گئی یعنی رسل ان کو بیان کر دیا۔ اور یہ ذکر فرمایا کہ ان گروہوں میں سے ہر ایک نے تمام رسولوں کو جھٹلایا۔ اس لئے کہ ایک کی تکذیب وہ سب کی تکذیب ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پیغام و دعوت سب کی ایک ہے۔

تکذیب کو دوبارہ لائے، ابہام کے بعد اس کی وضاحت کی، اور شروع میں جملہ لاکر بار بار لانے میں اس کی تنویر کی طرف اشارہ کر دیا۔ پھر جملہ استثنائیہ سے دوبارہ لائے اور استثنائیہ کو جس انداز سے لائے۔ اس میں کئی قسم کا مبالغہ کر دیا۔ تاکہ ان کا سخت سزاؤں کا مستحق ہونا خوب ثابت ہو جائے۔ پھر مزید فرما دیا۔ فَحَقَّ عِقَابٌ (پس میرا عذاب واقع ہو گیا) پھر اس سے یہ لازم ہو گیا کہ میں سزا دوں جیسے سزا دینی چاہیے۔

قراءت: یعقوب نے دونوں حالتوں میں عقابی پڑھا ہے۔ اسی طرح عذابی۔

۱۵: وَمَا يَنْظُرُهُمْ إِلَّا الْأَصْحٰٓءُ (نہیں یہ انتظار کر رہے) یعنی هؤلاء کا اشارہ اہل مکہ ہیں۔ إِلَّا صٰٓٓءٌ وَآحِدَةً (مگر ایک زور کی چیخ کا) نچھ اولی مراد ہے اور وہ بڑی گھبراہٹ کا دن ہے۔ مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ (جس میں دم لینے کی گنجائش نہ ہوگی) قراءت: حمزہ اور علی نے ضمہ سے پڑھا فَوَاقٍ یعنی وہ ایک سانس کی مقدار بھی نہ رکے گی۔ فَوَاقٍ دراصل دودھ دوہنے والے کے پہلی مرتبہ تھنوں سے دودھ نکالنے اور دوسری مرتبہ نکالنے کا درمیانی وقفہ۔ مطلب یہ ہے کہ جب اس کا وقت آجائے گا تو اتنے وقت کی مقدار بھی توقف و تاخر نہ ہوگا۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

اس کیلئے لوٹنا اور لوٹانا نہیں ہے۔ یہ افاق المریض سے ماخوذ ہے۔ جبکہ وہ صحت کی طرف لوٹ آئے۔ اور فَوَاقٍ الناقہ وہ وقفہ جس میں دودھ اپنے تھنوں میں واپس لوٹ آئے۔ مراد یہ ہے کہ بس وہ تو ایک پھونک ہے۔ نہ دوسرا سانس اور نہ سانس کا لوٹانا۔

إصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُدَ ذَا الْأَيْدِ إِنَّهُ أَوَّابٌ ﴿۱۷﴾

یہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں اس پر صبر کیجئے اور ہمارے بندہ داؤد کو یاد کیجئے جو قوت والے تھے۔ بیشک وہ رجوع کرنے والے تھے، بیشک ہم نے

سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهُ يُسَبِّحْنَ بِالْعِشِيِّ وَالْإِشْرَاقِ ﴿۱۸﴾ وَالطَّيْرَ مُحْشُورَةً كُلًّا

ان کے ساتھ پہاڑوں کو مسخر کر دیا وہ صبح میں مشغول ہوتے تھے شام کو اور اشراق کے وقت، اور پرندوں کو مسخر کر دیا جو جمع کئے ہوئے تھے، سب

لَهُ أَوَّابٌ ﴿۱۹﴾ وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ وَآتَيْنَاهُ الْحِكْمَةَ وَفَصَّلَ الْخِطَابِ ﴿۲۰﴾

اس کی طرف رجوع کرنے والے تھے، اور ہم نے ان کے ملک کو مضبوط کر دیا اور انہیں حکمت دیدی اور فصل خطاب دیدی۔

استہزائے کفار:

۱۶: وَقَالُوا رَبَّنَا عَجِّلْ لَنَا قِطْنَا (اور یہ لوگ کہتے ہیں اے ہمارے رب ہمارا حصہ ہم کو پہلے دے دے) جنت والا حصہ۔ کیوں کہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مؤمنین کے ساتھ وعدہ جنت کو ذکر کیا تو کفار بطور استہزاء کہنے لگے۔ ہمیں تو ہمارا حصہ اس میں سے جلدی دے دو یا بقول تمہارے اگر ہم عذاب کے حقدار ہیں تو عذاب والا حصہ جلدی ملا دو۔ جیسا دوسرے موقع پر فرمایا وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ [الحج: ۴۷] القبط کسی چیز کا حصہ۔ کیونکہ وہ اسی کا ٹکڑا ہوتا ہے۔ یہ قبط سے ہے جبکہ اس کو کاتا جائے۔ اس لئے انعامی دستاویز کو قبط کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ کاغذ کا ٹکڑا ہوتا ہے۔ قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ (قیامت کے دن سے پہلے)

تلقین صبر:

۱۷: إِصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ (آپ ان کے اقوال پر صبر کیجئے) جو آپ کے متعلق کہہ رہے ہیں اور اپنی حد تک جس صبر کے ذمہ دار بنائے گئے ہیں اس سے مت پیچھے نہیں اور ان کی طرف سے پیش آئندہ تکلیف کو برداشت کریں۔ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُدَ (اور ہمارے بندے داؤد کو یاد کیجئے) اور ان کا اکرام بارگاہ الہی میں اور وہ معمولی لغزش جو پیش آئی جس سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر عتاب ہوا۔ ذَا الْأَيْدِ (وہ بڑی قوت والے تھے)۔ دین میں بڑے مضبوط اِنَّهُ أَوَّابٌ (وہ بہت رجوع کرنے والے تھے) یعنی رضائے الہی کی طرف بہت رجوع کرنے والے۔ یہ ذَا الْأَيْدِ کی علت ہے۔

روایت ہے:

داؤد علیہ السلام ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار فرماتے اور یہ سخت ترین روزہ ہے۔ اور نصف رات قیام فرماتے۔

۱۸: اِنَّا سَخَّرْنَا (بیشک ہم نے حکم کر رکھا تھا) مطیع کر دیا تھا۔ الْجِبَالَ مَعَهُ (پہاڑوں کو ان کے ساتھ)

ایک قول:

یہ ہے کہ ان کی تسخیر یہ تھی کہ وہ ان کے ساتھ ساتھ چلتے۔ جب وہ ان کو چلانے کا ارادہ فرماتے۔ جہاں کا ارادہ فرماتے۔
يُسَبِّحَنَّ (وہ تسبیح کریں)۔

نَجْوَى: یہ مضارع حال واقع ہے مسلمات کے معنی میں ہے مسلمات کی بجائے مضارع اس لئے لایا گیا تاکہ پہاڑوں سے اس تسبیح کے یکے بعد دیگرے اور ایک حالت کے بعد دوسری حالت میں کرنے پر دلالت ہو۔ بِالْعَشِيِّ وَالْإِشْرَاقِ (صبح و شام) یعنی دن کے دونوں اطراف میں العشی عصر سے رات تک کا وقت اور اشراق وقت طلوع سے چاشت تک کا وقت باقی شروق طلوع کو کہا جاتا ہے جیسا کہتے ہیں: شرفت الشمس ولما تشرق۔ سورج طلوع تو ہو گیا مگر ابھی خوب روشنی نہیں ہوتی۔ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما: مجھے صلاۃ ضحیٰ کا پتہ اس آیت سے چلا۔

داؤد علیہ السلام اور پہاڑوں اور پرندوں کی تسبیح:

۱۹: وَالطَّيْرِ مَحْشُورَةً (اور پرندوں کو جو کہ جمع ہو جاتے تھے) یعنی ہم نے پرندوں کو ان کا مطیع کر دیا جو ہر طرف سے جمع ہو جاتے تھے۔ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما جب داؤد علیہ السلام تسبیح کرتے تو پہاڑ تسبیح سے ان کا جواب دیتے اور پرندے پر باندھ کر آجاتے اور تسبیح کرتے پس ان کے جمع ہونے کا یہی معنی ہے۔

كُلُّ لَّهُ آوَابٌ (سب ان کی وجہ سے مشغول ذکر رہتے) ہر ایک خواہ پہاڑ ہوں یا پرندے وہ داؤد علیہ السلام کی تسبیح کی وجہ سے تسبیح خواں تھے۔ کیونکہ وہ ان کی تسبیح کی وجہ سے تسبیح کرتے تھے۔ آیت میں آوَاب کا لفظ لایا گیا۔ مُسْتَبِحٌ نہیں فرمایا کیونکہ آوَاب تو بہ کرنے والے اور اللہ تعالیٰ کی طرف بہت رجوع کرنے والے کو کہا جاتا ہے۔ جس کی عادت کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا اور اس کی رضا مند یوں کا ڈھونڈنا ہو۔ اور دائمی طور پر اس کی تسبیح و تقدیس میں مشغول رہے۔ ایک قول یہ ہے ضمیر اللہ کی طرف راجع ہے۔ یعنی ہر ایک خواہ وہ داؤد اور پہاڑ و پرند ہوں اللہ تعالیٰ ہی کی تسبیح کرنے والا اور اس کو بار بار لوٹانے والا ہے۔

مضبوط سلطنت فیصلہ کن خطاب:

۲۰: وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ (اور ہم نے ان کی سلطنت کو مضبوط کر دیا) ان کے ملک کو مضبوط کر دیا۔ ایک قول یہ ہے آپ کے قلعہ کے گرد تینتیس ہزار آدمی بطور حفاظت مقرر تھے۔ وَآتَيْنَهُ الْحِكْمَةَ (اور ہم نے ان کو حکمت) حکمت سے مراد زبور اور شریعت کا علم ایک قول ہے کہ ہر موافق حق کلمہ حکمت کہلاتا ہے۔ وَفَضَّلَ الْخِطَابَ (اور فیصلہ کرنے والی تقریر عطا فرمائی) فیصلہ کرنے کا علم اور جھگڑا طے کرنے کی اہلیت اور حق و باطل میں جدائی کرنے والا علم دیا۔ الْفِصْلَ دُوْجِزَوْں میں امتیاز کو کہا جاتا ہے کلام بین کوفصل بمعنی مفصول کہا جاتا ہے جیسا کہ ضرب الامیر امی مضروب الامیر۔

فَصَلَ الْخِطَابِ: ایسا واضح کلام جس سے مخاطب پر بات کھل جائے اور ذرا التباس نہ رہے۔ اور یہ بھی درست ہے کہ فصل

وَهَلْ آتَاكَ نَبُؤُا الْمَخْصِمِ إِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ۚ إِذْ دَخَلُوا عَلَى دَاوُدَ ففَرَغَ مِنْهُمْ

اور آیا آپ کے پاس جھگڑا کر نینالوں کی خبر پہنچی ہے جبکہ وہ دیوار پچھانہ کر محراب میں آگئے جب وہ داؤد پر داخل ہوئے تو وہ انکے آنے سے گھبرا گئے

قَالُوا لَا تَخَفْ ۗ خَصْمِۦنَ بَغِيٍّ بَعْضُنَا عَلَى بَعْضٍ فَلَاحِكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تَشْطِطْ

انہوں نے کہا کہ آپ ڈریں نہیں ہم دوائل معاملہ ہیں ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے سو آپ حق کے ساتھ ہمارے درمیان فیصلہ کر دیجئے اور بے انصافی نہ کیجئے

وَاهْدِنَا إِلَى سَوَاءِ الصِّرَاطِ ۚ إِنَّ هَذَا أَخِي مُضَلٌّ لَهُ تَسْعُ وَتَسْعُونَ نَعَجَةً وَّوَلِي نَعْجَةٍ

اور ہمیں سیدھے راہ بتا دیجئے بیشک یہ میرا بھائی ہے انکے پاس ننانویں دنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک

وَأَحَدَةٌ فَقَالَ أَكْفَلْنِيهَا وَعَزَّنِي فِي الْخِطَابِ ۚ قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْمَتِكَ

دینی ہے سو یہ کہتا ہے کہ وہ مجھے دیکھے اور بات چیت میں مجھے دباتا ہے اور داؤد نے کہا کہ بلاشبہ اس نے تجھ پر ظلم کیا کہ تیری دینی تو اپنی دنیوں میں

إِلَى نِعَاجِهِ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْخُلَطَاءِ لَيَبْغِي بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا

ملانے کا سوال کیا اور اکثر شرکاء ایک دوسرے پر زیادتی کیا کرتے ہیں مگر وہ لوگ جو ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَقَلِيلٌ مَّا هُمْ ۗ وَظَنَّ دَاوُدُ أَنَّمَا فَتَنَّاهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ وَخَرَّ رَاكِعًا

اور نیک عمل کئے اور ایسے لوگ بہت کم ہیں اور داؤد نے خیال کیا کہ ہم نے ان کا امتحان لیا ہے سو انہوں نے اپنے رب سے استغفار کیا اور سجدہ میں گر پڑے

وَأَنَابَ ۚ فَغَفَرْنَا لَهُ ذَلِكَ ۗ وَإِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُفْنِي وَحُسْنَ مَّآبٍ ۚ

اور رجوع ہوئے، سو ہم نے وہ ان کو معاف کر دیا اور بلاشبہ انکے لئے ہمارے پاس نزدیکی ہے اور اچھا انجام ہے۔

کو فاعل اسم فاعل کے معنی میں لیا جائے جیسا کہ صوم بمعنی صائم اور الزور بمعنی زائر آتا ہے۔ اس صورت میں فصل الخطاب کا معنی وہ فیصلہ کن خطاب جو صحیح و فاسد اور حق و باطل میں جدائی کر دے۔ اس سے آپ کا وہ کلام مراد ہے جو فیصلوں اور جھگڑوں اور تدابیر مملکت اور مشوروں کی صورت میں آپ نے فرمایا۔ قول علیؑ: وہ مدعی پر دلیل سے حکم لگانا اور یحییٰ بن سے مدعی علیہ کے متعلق فیصلہ کرنا۔ یہ حق و باطل میں فاصلہ کرنا ہے۔ (یعنی مدعی پر گواہ پیش کرنا لازم ہے۔ اگر گواہ نہ ہو تو مدعی علیہ سے قسم لی جائے گی)۔

قول شععی رحمہ اللہ:

کہ فصل الخطاب سے اما بعد کا لفظ مراد ہے کہ حمد و ثنا اور اپنے کلام میں فاصلہ کرتا ہے اور داؤد علیہ السلام نے سب سے پہلے کہا گویا غرض کلام اور حمد و ثنا میں فاصلہ کرنے والا ہے۔

عبادت گاہ میں دو فریق کا داخلہ:

۲۱: وَهَلْ آتَاكَ نَبُؤُا الْخَصْمِ (اور کیا آپ کو اہل مقدمہ کی خبر بھی پہنچی ہے) یہ بظاہر استفہام ہے اور اس کا مقصد عجیب خبر پر دلالت کرنا ہے۔ الخضم: الخصماء یہ واحد و جمع دونوں پر بولے جاتے ہیں۔ کیونکہ یہ اصل میں مصدر ہے تم کہو گے خصمہ خصماً۔ اذ یہ محذوف کی وجہ سے منصوب ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے وهل آتاک نبا تحاکم الخضم یا بالخصم کیونکہ اس میں فعل کا معنی ہے۔ اذ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ (جبکہ وہ عبادت خانہ کی دیوار پھاند کر آئے) اس کی دیوار پر چڑھ کر آپ کی طرف اتر آئے۔ السور بلند دیوار المحراب کمرہ، بالا خانہ، یا عبادت گاہ یا برآمدہ مسجد۔

۲۲: اِذْ دَخَلُوا عَلٰی دَاوُدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ (جب وہ داؤد کے پاس آئے تو وہ ان سے گھبرائے) نَجَّوْا: اذ یہ پہلے اذ سے بدل ہے۔

روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس دو فرشتے انسانی شکلوں میں بھیجے پس انہوں نے ان کے پاس آنا چاہا۔ تو داؤد کو عبادت کے دن میں پایا۔ پہرہ داروں نے ان کو روک لیا۔ وہ عبادت خانہ کی دیوار پھاند کر ان کے سامنے بے خبری کی حالت میں جا کھڑے ہوئے۔ اس دم آپ ان سے گھبرائے۔ کیونکہ وہ دونوں یوم الفصل کے علاوہ داخل ہوئے تھے۔ اور اوپر سے ان کے پاس اتر آئے۔ جبکہ یہ دن عبادت خانہ میں علیحدگی کا تھا اور پہرہ دار داخلہ کیلئے کسی کو چھوڑنے والے نہ تھے۔ قَالُوا لَا تَخَفْ خَصْمِینَ (وہ کہنے لگے ڈرو نہیں ہم تو اہل معاملہ ہیں)

نَجَّوْا: یہ مبتدأ محذوف کی خبر ہے ای نحن خصمان، بَغٰی بَعْضُنَا عَلٰی بَعْضٍ (ہم نے ایک دوسرے پر زیادتی کی ہے) بغی کا معنی حد سے گزرنا، ظلم کرنا۔ فَاحْكُم بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ (آپ ہمارے مابین انصاف سے فیصلہ کر دیجئے اور بے انصافی نہ کیجئے) لا تشطط یہ الشطط سے لیا گیا اس کا معنی حد سے تجاوز کرنا اور حق کی حدود کو پھاندنا۔ پس معنی یہ ہے حق سے تجاوز مت کریں۔ وَاهْدِنَا اِلٰی سَوَآءِ الصِّرَاطِ (اور ہم کو سیدھی راہ بتلا دیجئے) ہماری راہنمائی میاں اور روشن راستے کی طرف کریں۔ مراد اس سے بعینہ حق اور خالص راستہ۔

روایت ہے: داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں لوگ ایک دوسرے سے پوچھتے اور دوسرے مسلمان کی خاطر اپنی بیوی سے علیحدگی اختیار کر لیتے اور دوسرا اپنی مرضی سے اس کے ساتھ شادی کر لیتا۔ ہمدردی میں ان کے مابین یہ بات چلی ہوئی تھی۔ انصار مدینہ بھی مہاجرین کے ساتھ اس قسم کی ہمدردی کا اظہار کرنے والے تھے۔ اتفاقاً داؤد علیہ السلام کی نگاہ اوریا کی بیوی پر پڑی۔ پسند آنے کی صورت میں اوریا کو طلاق کا حکم دیا۔ اوریا نے جواب دینے کی بجائے اس کو قبول کر لیا۔ آپ نے اس سے شادی کر لی۔ یہ سلیمان علیہ السلام کی والدہ ہیں۔ ان سے کہا گیا کہ آپ کو اپنے عظیم مرتبہ اور کثیر تعداد میں عورتوں کے ہوتے ہوئے مناسب نہ تھا کہ ایسے آدمی سے اس کی بیوی کو علیحدہ کروائیں جس کی ایک ہی بیوی تھی۔ بلکہ آپ کو اپنی تمنا پر کنٹرول کرنا چاہیے تھا۔ اور نفس کو دباننا چاہیے تھا۔ اور اس امتحان پر صبر کرنا تھا۔

ایک قول یہ ہے:

اور یانے اس عورت کی طرف پیغام نکاح بھیجا۔ پھر داؤد علیہ السلام نے پیغام نکاح بھیج دیا۔ عورت کے گھر والوں نے آپ کو ترجیح دی۔ پس لغزش یہ تھی کہ آپ نے اپنے ایک مؤمن بھائی کے پیغام پر پیغام دیا تھا حالانکہ آپ کی بہت سی بیویاں موجود تھی۔

ایک بے اصل بات کی تردید:

یہ بات جو بیان کی جاتی ہے کہ آپ نے اور یا کو بار بار غزوہ بقاء میں بھیجا تا کہ وہ قتل ہو جائے اور آپ اس کی بیوی سے شادی کر لیں۔ یہ بات تو عام مسلمانوں کے اصلاح کرنے والے افراد کو بھی درست نہیں تو ایک جلیل القدر پیغمبر کی عظمت کے کیونکر لائق و مناسب ہے (نعوذ باللہ منہ)۔

قول علی رضی اللہ عنہ:

جو تمہیں داؤد علیہ السلام کے متعلق وہ بات بیان کرے۔ جس کو قصہ گو لوگ بیان کرتے ہیں میں اس کو ایک سو ساٹھ کوڑے ماروں گا۔ یہ انبیاء علیہم السلام پر بہتان کی سزا ہے۔ (عام لوگوں پر بہتان کے اسی کوڑے اور انبیاء علیہم السلام پر بہتان کے دو گنا) ایک روایت میں ہے کہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے سامنے یہ بات بیان کی گئی۔ آپ کے پاس اہل حق میں سے ایک شخص بیٹھا تھا۔ اس نے بیان کرنے والے کی تکذیب کی اور کہا اگر واقعہ اتنا ہی ہے۔ جتنا قرآن مجید میں ہے تو اس کے خلاف اور کہیں سے تلاش کرنا مناسب نہیں۔ اور اس کے علاوہ اور قصہ بیان کرنا تو اس سے بھی زیادہ بڑھ کر گناہ ہے۔ اور اگر بقول تیرے قصہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے ستاری فرماتے ہوئے بیان نہیں فرمایا تو تجھے اس کا ظاہر کرنا جائز نہیں اس پر عمر کہنے لگے اس کلام کا سننا مجھے پوری دنیا سے زیادہ محبوب ہے۔ (کیونکہ انہوں نے اس قصہ کی حقیقت کھول دی جس سے نبوت کا دامن پاک ہو گیا)

علامہ نسفی رحمہ اللہ کا فرمان:

وہ مثال جس کو ان کے واقعہ کے لئے بیان فرمایا گیا وہ صرف اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آپ کی طلب یہ تھی کہ وہ آپ کی خاطر بیوی کو چھوڑ دے۔ فقط۔ اور بات بھی تمثیل کے طریقہ اور تعریض کے انداز سے ذکر کی گئی صراحت نہیں گئی کیونکہ تو بیخ کیلئے تمثیل و تعریض کا طریقہ زیادہ مؤثر اور دل میں جنم والا ہے۔ اور صراحت کے ترک میں حسن ادب کی زیادت رعایت ہے۔

نعبہ کا واقعہ:

۲۳: اِنَّ هٰذَا اٰخِي (یہ شخص میرا بھائی ہے)

نحو: اخی یہ ہذا کا بدل یا خبر ہے۔ کیونکہ مراد اخوت دین یا اخوت الفت و صداقت یا اخوت شراکت و خلاطت مراد ہے جیسا کہ دوسرے ارشاد میں فرمایا ان کثیراً من الخلطاء [س: ۲۳]

لَهُ تِسْعٌ وَتِسْعُونَ نَعْجَةً وَوَلِيٌّ نَّعْجَةً وَوَاحِدَةً (اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک دنبی ہے)۔
قراءت: یہ حفص کی قراءت ہے ولیٰ یہ نافع ابن کثیر، حمزہ کی قراءت ہے۔

النَّعْجَةُ یہ مرآة سے کنایہ ہے اور جب یہ مسئلہ کی تصویر ہے۔ اور بطور فرض یہ ذکر کیا گیا تو ملائکہ کیلئے اپنے نفسوں کے بارے میں فرض کرنا ممنوع نہیں۔ جیسا تم کہو۔ لی اربعون شاةً ولك اربعون فخلطناها وما لكما من الاربعين اربعة ولا ربعا۔

فَقَالَ اَكْفَلْنِيهَا (وہ کہتا ہے وہ بھی مجھے دے دو) مجھے اس کا مالک بنا دو۔ اور حقیقت اس کی اس طرح ہے اجعلنی اكلها كما اكل ماتحت يدى۔ مجھے اس کا بھی اسی طرح کفیل بنا دو جیسا میں ان کا کفیل ہوں جو میرے ماتحت ہیں۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

اجعلها كفلى: اس کو میرے حصہ میں کر دے۔

وَعَزَّيْنِي (اور مجھے دباتا ہے) اور مجھ پر غالب ہے عرب کہتے ہیں عزه يعزه وہ غالب آیا۔ فِي الْخِطَابِ (بات چیت میں) جھگڑے میں وہ دلیل پیش کرنے میں مجھ سے زیادہ قدرت رکھتا ہے۔ اور الخطاب سے مراد حجت و مجادلہ والا خطاب ہے۔ یا میں نے عورت کو نکاح کا پیغام دیا۔ اور اس نے بھی نکاح کا پیغام بھیجا وہ پیغام نکاح میں مجھ پر غالب آ گیا۔ اور اس عورت منطوبہ سے نکاح کر لیا۔

وجه تمثيل:

یہ ہے کہ اور یا کے واقعہ کو داؤد کے ساتھ جو پیش آیا بطور تمثیل ذکر کیا۔ کہ جیسے ایک آدمی جس کے پاس ایک بکری ہو۔ اور اس کے شراکت دار کے پاس ننانوے بکریاں ہوں۔ اور اس کا شراکت دار پوری سولمکت میں کرنا چاہتا ہو اور اپنے شراکت دار کی ایک بکری پر طمع کی نظر رکھے اور اس کی ملک سے اس بکری کے نکل جانے کی طمع رکھتا ہو۔ اور اس سے حریم کی طرح حجت بازی کرے۔ تاکہ اس کا مقصد پورا ہو۔ یہ بات آپ کے پاس فیصلہ کروانے کے انداز میں تھی۔ آپ نے ان کو اس ارشاد سے فیصلہ دیا۔

۲۳: قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْبَتِكَ اِلَى نِعَاجِهِ (داؤد علیہ السلام نے کہا یہ جو تیری دُنْبِیٰ اپنی دنبیوں میں ملانے کی درخواست کرتا ہے۔ تو واقعی تجھ پر ظلم کرتا ہے) تاکہ وہ اپنے حکم سے رکاوٹ بنے۔ یہ قسم محذوف کا جواب ہے۔ اس میں شریک کے فعل کا سخت انکار و مذمت ہے۔

مَحْجُو: السؤال یہ مصدر ہے جس کی اضافت مفعول کی طرف کی گئی ہے۔ اور یہ اضافت کے معنی کو متضمن ہے اسی لئے اس کی طرف متعدی کیا گیا۔ گویا تقدیر کلام یہ ہے باضافة نعبتك الى نعاجه على وجه السؤال والطلب۔ وہ طلب و سوال کے

انداز سے اپنی دنیوں کے ساتھ تیری دنی کا اضافہ چاہتا ہے۔ اس میں دوسرے کو ظالم قرار دیا گیا اس کے بعد کہ اس کے شریک نے خود اعتراف کر لیا۔ لیکن یہ قرآن میں بیان نہیں کیا گیا۔ کیونکہ خود سمجھ آ رہا ہے۔

ایک روایت:

روایت میں ہے کہ اس نے کہا میں اس سے لینا چاہتا ہوں۔ اور اپنی بکریوں کی تعداد سو پوری کرنا چاہتا ہوں۔ داؤد علیہ السلام نے فرمایا اگر تو نے اس کا قصد کیا تو ہم تیرے ناک اور پیشانی پر ماریں گے۔ اس نے کہ اے داؤد تم اس بات کے زیادہ مستحق ہو کہ تمہیں یہ مارے جائیں۔ تم نے ایسا کیا پھر داؤد علیہ السلام نے دیکھا۔ تو کوئی نظر نہ آیا پس اس کو پہچان لیا جو سلسلہ پیش آیا۔ **وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْخُلَطَاءِ** (اور بے شک اکثر شرکاء) یعنی اکثر ساتھی اور شرکاء **لَيَبْغِي بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا** (ایک دوسرے پر زیادتی کیا کرتے ہیں۔ مگر ہاں جو لوگ ایمان رکھتے ہیں) **الصَّالِحِينَ وَفَلِيلٌ مَّا هُمْ وَظَنَّ دَاوُدُ** (اور نیک کام کرتے ہیں اور ایسے لوگ بہت ہی کم ہیں اور داؤد کو خیال آیا)

نَجْوًا: مستثنیٰ منصوب ہے۔ اور وہ جنس سے ہے اور مستثنیٰ بعضہم ہے قلیل ماہم میں ماہم ہے جو ابہام ہی کیلئے لایا گیا ہے ہم مبتدأ اور قلیل خبر مقدم ہے۔

ظن یہاں علم اور یقین کے معنی میں ہے۔ اور بطور استعارہ ظن کا لفظ ان کی جگہ لایا گیا کیونکہ ظن غالب یقین کے قریب ہے۔ **أَنَّمَا فَتَنَّهٗ** (کہ ہم نے اس کو آزمایا) **فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ** (پس انہوں نے اپنے رب سے توبہ کی) اپنی لغزش کی **وَخَرَّ رَاكِعًا** (اور سجدہ میں گر پڑے) یعنی اپنے ماتھے کے بل بارگاہ الہی میں سجدہ ریز ہو گئے۔

مَسْتَكَلًا: اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رکوع سجدہ کے قائم مقام ہے جبکہ وہ اس میں نیت کر لے۔ کیونکہ مقصود صرف وہ حالت ہے۔ اس کی تلاوت کے وقت تواضع کو ظاہر کر سکے۔ نماز کے اندر رکوع یہ کام دے جاتا ہے۔ غیر صلوة کا رکوع یہ کام نہیں دیتا۔ (اسی لئے اس سے سجدہ تلاوت غیر صلوة میں ادا نہیں ہوتا) **وَإِنَّا بَ (اور رجوع کیا توبہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہوئے۔ روایت میں ہے انہوں نے سجدہ میں چالیس دن رات گزارے صرف فرضی نمازوں کے لئے سجدہ سے سر اٹھاتے تھے۔ یا اتنا جتنا کرنا ضروری تھا۔ ان کے آنسو نہ رکتے تھے یہاں تک کہ ان کے آنسوؤں سے گھاس اُگ آئی۔ اور جب پانی پیتے تو اس کے دو حصے آنکھوں سے گرنے والے آنسو ہوتے۔**

۲۵: **فَغَفَرْنَا لَهُ ذَٰلِكَ** (پس ہم نے ان کو وہ معاف کر دیا) یعنی ان کی لغزش **وَإِنَّ لَهُ عِنْدَنَا لَزُلْفَىٰ** (اور ہمارے یہاں ان کے لئے قرب) **زُلْفَىٰ** قربت کو کہتے ہیں۔ **وَ حُسْنِ مَّآبٍ** (اور نیک انجامی ہے) **لَوْثُنِي كِي جگہ یعنی جنت۔**

يٰۤاٰدُوْدُ اِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ فَاَحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ

اے داؤد بیشک ہم نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنا دیا۔ سو لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کیجئے اور خواہش کی

الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَن سَبِيْلِ اللّٰهِ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَن سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ

پیروی مت کرنا کہ وہ آپ کو اللہ کے راستے سے بہکا دے گی۔ بلاشبہ جو لوگ اللہ کے راستے سے بھٹکتے ہیں ان کے لئے

عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ﴿۴۱﴾

سخت عذاب ہے اس سبب سے کہ وہ حساب کے دن کو بھول گئے۔

۲۶: يٰۤاٰدُوْدُ اِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ (اے داؤد ہم نے آپ کو زمین میں خلیفہ بنایا) ہم نے زمین میں ملک پر حکمران

بنایا۔ یا ہم نے آپ کو ان انبیاء علیہم السلام کا خلیفہ بنایا جو حق پر قائم رہنے والے تھے۔

مَسْئَلَةٌ: اس میں دلیل ہے کہ ان کی حالت توبہ کے بعد اسی طرح باقی رہی اس میں تغیر نہ آیا۔

عدل کے فیصلے کا حکم:

فَاَحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ (تم لوگوں کے درمیان انصاف سے فیصلہ کرتے رہنا) اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ اس لئے کہ

تم خلیفہ ہو۔ یا بالحق کا معنی بالعدل ہے یعنی انصاف سے۔ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى (اور خواہش نفسانی کی پیروی مت کرنا) اپنے

فیصلوں میں خواہش نفس فیضلک (وہ بھٹکا دے گی) یعنی خواہش نفس عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ (اللہ تعالیٰ کی راہ سے

جو لوگ اللہ تعالیٰ کے راستے سے) سَبِيْلِ اللّٰهِ (بھٹکتے ہیں) سبیل اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کا دین لَّهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ

الْحِسَابِ (ان کے لئے سخت عذاب ہے اس وجہ سے کہ وہ روز حساب کو بھولے رہے) ان کے یوم حساب و عذاب کو بھلا دینے کے

سبب۔

۲۶=

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ۚ ذَٰلِكَ ظَنُّ الَّذِينَ كَفَرُوا ۖ فَوَيْلٌ

اور ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے بلا حکمت پیدا نہیں کیا، یہ گمان ہے ان لوگوں کا جنہوں نے کفر کیا، سو ان لوگوں کے لئے

لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ النَّارِ ۗ أَمْ يُجْعَلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَالْمُفْسِدِينَ

بلاست ہے یعنی دوزخ کا داخلہ ہے جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ کئے کیا ہم انہیں ان لوگوں کی طرح کر دیں گے جو زمین میں فساد

فِي الْأَرْضِ أَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِينَ كَالْفُجَّارِ ۗ كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِيَدَّبَّرُوا

کرنے والے ہیں، کیا ہم متقیوں کو فاجروں کی طرح کر دیں گے، یہ کتاب ہے جو ہم نے آپ کی طرف نازل کی ہے مبارک ہے تاکہ یہ لوگ

آيَتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ ۗ

اسکی آیات میں غور کریں اور تاکہ عقل والے نصیحت حاصل کریں۔

۲۷: وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا (اور ہم نے آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے مابین ہے نہیں پیدا کیا) مابین سے مراد جو مخلوق ان کے درمیان ہے۔ باطلاً (خالی از حکمت) فضول تخلیق جس میں کوئی اہم حکمت نہ ہو یا بیکار کھیل تماشے کیلئے جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا وما خلقنا السماء والارض وما بينهما لاعبين [الانبیاء: ۱۶] تقدیر کلام یہ ہے۔ ذوی باطل یا عبثا پھر باطل کو اس کے قائم مقام لائے ای ما خلقناهما وما بينهما للعبث واللعب ولكن للحق المتين یعنی ہم نے دونوں کو اور جو ان کے مابین ہے کھیل کود کیلئے نہیں بنایا۔ لیکن مضبوط حق کیلئے بنایا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ہم نے انسانوں کو پیدا کر کے ان میں عقل رکھی اور سنجیدگی اور وقار دیا۔ اس کے اسباب و علل کی وضاحت کی پھر مکلف بنا کر بے شمار منافع پر نفوس کو پیش کر دیا۔ اور ان نفوس کیلئے اعمال کے مطابق جزاء اور انجام بنایا ذلک (یہ) اس سے باطل تخلیق والی بات کی طرف اشارہ ہے۔ ظنُّ الَّذِينَ كَفَرُوا (ان لوگوں کا خیال ہے جو کافر ہیں) الظن کا معنی مظنون ہے یعنی کہ اس کی تخلیق عبث ہے بتقاضائے حکمت نہیں یہ کافروں کا خیال ہے۔

نکتہ: اس آیت میں ان کو ظانین قرار دیا کہ ان کی تخلیق عبث ہے حکمت کی بناء پر نہیں حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کو آسمان و زمین اور جو ان کے مابین ہے اس کا خالق مانتے تھے۔ جیسا کہ اس ارشاد میں ہے۔ ولنن سالتهم من خلق السموات والارض ليقولن الله [تہان: ۲۵]

کیونکہ جب وہ بعث، حساب، ثواب و عقاب کے منکر ہیں اور اس کا نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ ہر چیز کی تخلیق عبث و باطل ہے۔ ان کو اس طرح قرار دیا گیا گویا کہ وہ اس کا گمان کرتے اور زبانوں سے کہتے ہیں کیونکہ بدلہ ہی وہ چیز ہے جس کی طرف تخلیق کائنات

وَوَهَبْنَا لِدَاوُدَ سُلَيْمَانَ نِعْمَ الْعَبْدُ إِنَّهُ أَوَّابٌ ۝۳۰ اِذْ عَرَّضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصُّفُوفِ

اور ہم نے داؤد کو سلیمان بخش کر دیا وہ اچھا بندہ تھا بلاشبہ وہ بہت رجوع کرنے والا تھا جب پیش کئے گئے اس پر شام کے وقت ایسے گھوڑے جو سامنے کے ایک پاؤں پر کھڑے ہونے والے

الْحِيَادِ ۝۳۱ فَقَالَ إِنِّي أَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَن ذِكْرِ رَبِّي حَتَّى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ۝۳۲ وَقَفَّ

تھے عمدہ گھوڑے تھے سو انہوں نے کہا کہ میں نے مال کی محبت کو ترجیح دی اپنے رب کے ذکر کو چھوڑ کر یہاں تک کہ پردے میں چھپ گئے

رُدُّوَهَا عَلَيَّ فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوقِ وَالْأَعْنَاقِ ۝۳۳

انہیں مجھ پر واپس کرو سو شروع کر دیا انکی پنڈلیوں اور گردنوں کا چھونا۔

میں حکمت لے جاتی ہے پس جو جزاء کا منکر ہو تو وہ گویا تخلیق عالم کی حکمت ہی کا منکر ہو گیا۔ فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنَ النَّارِ (پس کافروں کیلئے بڑی خرابی ہے یعنی دوزخ)۔

۲۸: أَمْ نَجْعَلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ (ہاں تو کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ کیے) كَالْمُفْسِدِينَ فِي الْأَرْضِ أَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِينَ كَالْفُجَّارِ (ان کے برابر کر دیں گے جو دنیا میں فساد کرتے پھرتے ہیں۔ یا ہم پر ہیزگاروں کو بدکاروں کے برابر کر دیں گے) ام منقطعہ ہے۔ اور استفہام انکاری ہے۔ مراد یہ ہے اگر جزاء باطل ہو جیسا کہ کفار کہتے ہیں تو نیک و بد کے احوال برابر ہوئے اور متقین اور فاجر میں فرق نہ ہو اور جو ان کے مابین برابری کرتا ہے وہ عقل مند نہیں بلکہ عقل سے پیدل اور بے وقوف ہے۔

۲۹: كِتَابٌ (یہ کتاب ہے) أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ (جس کو ہم نے تیری طرف اتارا) یعنی قرآن مجید مُبْرَكٌ (بابرکت ہے) یہ دوسری صفت ہے۔ لِيَتَذَكَّرُوا إِلَيْهِ (تا کہ وہ اس کی آیات پر غور کریں) اس کی اصل لیتدبروا ہے اور اس طرح بھی پڑھا گیا ہے۔ اور اس کا معنی تا کہ وہ اس میں سوچ و بچار کریں اور جو کچھ اس میں ہے اس کی اطلاع پائیں اور اس پر عمل کریں۔

قول حسن رحمہ اللہ:

اس قرآن کو غلاموں اور بچوں نے پڑھا۔ جن کو اسکے مطالب کا علم نہیں اور اسکے حروف کو یاد کیا اور اس کی حدود کو ضائع کیا۔ قراءت: یزید نے لتدبروا خطاب کا صیغہ ایک تاء کو حذف کر کے پڑھا ہے۔ وَلِيَتَذَكَّرُوا أُولُو الْأَلْبَابِ (تا کہ اہل فہم نصیحت حاصل کریں) تا کہ عقلاء قرآن سے نصیحت پکڑ لیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام پر گھوڑوں کا پیش کیا جانا:

۳۰: وَوَهَبْنَا لِدَاوُدَ سُلَيْمَانَ نِعْمَ الْعَبْدُ (اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا کیا بہت اچھے بندے تھے) یعنی سلیمان۔ ایک قول

یہ ہے کہ وہ داؤد علیہ السلام ہیں۔ اور یہ درست نہیں مخصوص بالمدح محذوف ہے۔ اِنَّهُ اَوْاَبٌ (بہت رجوع کرنے والے تھے) مدوح ہونے کی علت او اب بتلائی یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی طرف بہت رجوع کرنے والے تھے۔

۳۱: اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ (جبکہ پیش کیے گئے ان کے روبرو) سلیمان علیہ السلام کے سامنے بِالْعِشِيِّ (شام کے وقت) ظہر کے بعد الصَّفِيْنَةُ (اصیل) تین پاؤں پر کھڑے ہونے والے گھوڑے اور چوتھا صرف کھر کا کنارہ لگاتے ہیں۔ الْجِيَادُ (عمدہ گھوڑے) جمع جواد کی ہے، تیز رفتار، کیونکہ وہ گھوڑ دوڑ میں عمدہ ہوتے ہیں۔ ان کو صفوں کہا کیونکہ یہ صفت عربی گھوڑوں میں ہوتی ہے۔ دو غلے گھوڑوں میں نہیں ہوتی۔

ایک قول یہ ہے:

ان کو صافن اور جیاد کہا تا کہ وہ دونوں وصفوں کے جامع بن جائیں رکنے اور دوڑنے والے۔ یعنی جب کھڑے ہوتے ہیں تو اپنے مواقع پر ساکن و مطمئن ہوتے ہیں اور جب دوڑتے ہیں تو وہ اپنی دوڑ میں تیز اور خفیف ہوتے ہیں۔ ایک اور قول یہ ہے کہ الجیاد، لمبی گردنوں والے۔ یہ الجید سے بنا ہے۔

روایت میں ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے اہل دمشق اور نصیبین سے جہاد کیا۔ جس میں ایک ہزار گھوڑے ملے۔ ایک قول یہ ہے کہ باپ کی طرف سے وراثت میں ملے اور آپ کے والد نے وہ عمالقہ سے حاصل کیے۔ ایک قول یہ بھی ہے سمندر سے گھوڑے نکلے جن کے پر بھی تھے۔ ایک دن آپ ظہر کی نماز پڑھ کر اپنی کرسی پر تشریف فرما ہوئے۔ اور ان کا معائنہ کرنے لگے۔ معائنہ میں مصروف رہے۔ تا آنکہ سورج غروب ہو گیا اور عصر کی نماز سے غفلت ہو گئی۔ اور یہ فرض تھی۔ آپ غمزدہ ہوئے کیونکہ وہ فوت ہو گئی تھی۔ ان کو واپس منگوا یا اور قرب الہی حاصل کرنے کیلئے ان تمام کو ذبح کر ڈالا صرف سورہ گئے۔ آجکل جو لوگوں کے پاس گھوڑے ہیں یہ انہی کی نسل سے ہیں۔ ایک قول یہ ہے جب ان کو ذبح کر ڈالا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اس سے بہتر ہوا عنایت فرمائی جو ان کے حکم سے چلتی تھی۔

۳۲: فَقَالَ اِنِّي اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ (تو کہنے لگے کہ میں اس مال کی محبت میں اپنے رب کی یاد) ذِكْرِ رَبِّي (سے غافل ہو گیا) یعنی میں نے گھوڑوں کی محبت کو رب کی یاد پر ترجیح دی۔ یہ زجاج کا قول ہے۔ پس اَحْبَبْتُ کا معنی اثرت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ فاستحبوا العمى على الهدى [فصلت: ۱۷]۔ عن یہ علی کے معنی میں ہے گھوڑے کو خیر فرمایا۔ گویا وہ مجسمہ خیر ہے کیونکہ خیر اس سے متعلق ہے۔ جیسا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ الخيل معقود بنواصيها الخير الى يوم

القيامة - [بحاری، ۲۸۴۹، المسلم، ۱۸۷۱]

ابوعلی کا قول ہے کہ احببت کا معنی جلست ہے یہ احباب البعير اونٹ بٹھانا سے ماخوذ ہے۔

نحو: حب الخير - یہ مفعول لہ ہے جس کی اضافت مفعول کی طرف ہے۔

حَتَّى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ (یہاں تک کہ سورج پردہ میں چھپ گیا) توارت سے سورج کا چھپنا مراد ہے۔ الحجاب سے

پردہ میں چھپنا۔ تورات کی ضمیر کا مرجع سورج اس لئے ہے کہ پہلے شمی کا ذکر گزرا ہے۔ مضمیر کیلئے پہلے ذکر ضروری ہے یا ذکر کی دلیل ضروری ہے۔ نمبر ۲۔ یا ضمیر صافنات کی طرف راجع ہے یعنی وہ رات کے پردے یعنی اندھیرے میں چھپ گیا۔

گھوڑوں کا واپس لوٹا کر ذبح کرنا:

۳۳: رُدُّوْهَا عَلَیَّ (ان گھوڑوں کو ذرا پھر تو میرے پاس لاؤ) ملائکہ کو کہا سورج کو واپس لاؤ تا کہ میں عصر کی نماز ادا کر لوں پس سورج لوٹا دیا گیا۔ اور آپ نے عصر کی نماز ادا کی۔ یا عمدہ گھوڑوں کو میری طرف واپس کر دو۔ فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوقِ وَالْأَعْنَاقِ (پس انہوں نے ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ صاف کرنا شروع کیا) پس چھونے لگے چھونا یعنی تلوار سے ان کی پنڈلیوں کو چھونے لگے۔ سوق یہ جمع ساق کی ہے جیسا دار اور دور اور اعناق کو چھونے لگے۔ یعنی کانٹے لگے۔ کیونکہ گھوڑے نماز عصر کیلئے رکاوٹ بنے تھے۔ تم کہو گے مسحِ عِلَاوَتُهُ جبکہ وہ اس کی گردن اڑا دے۔ اور مسح المسفر الکتاب جب کہ وہ اپنی تلوار سے اس کے اطراف کو کاٹ ڈالے۔

ایک قول یہ ہے:

نمبر ۱۔ یہ کفارہ صلوٰۃ کیلئے کیا۔ نمبر ۲۔ سورج لوٹانے کے شکر یہ میں کیا۔ ان کی شریعت میں گھوڑا ماکولات میں سے تھا۔ پس تلف کرنا نہ پایا گیا۔ ایک قول یہ ہے آپ نے ہاتھ سے ان کی گردنوں اور پنڈلیوں کو بطور استحسان اور پسندیدگی کے چھوا۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمَانَ وَأَلْقَيْنَا عَلَى كُرْسِيِّهِ جَسَدًا ثُمَّ أَنَابَ ﴿۳۲﴾ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي

اور یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے سلیمان کو امتحان میں ڈالا اور ہم نے انکی کرسی پر ایک جسم ڈال دیا پھر انہوں نے رجوع کیا عرض کیا اے میرے رب میری مغفرت فرما

وَهَبْ لِي مُلْكًا لَّا يَتَّبِعُنِي لِأَحَدٍ مِّنْ بَعْدِي إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿۳۳﴾ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ

اور مجھے ایسا ملک عطا کیجئے جو میرے بعد کسی دوسرے کو میسر نہ ہو، بلاشبہ آپ بڑے دینے والے ہیں۔ سو ہم نے ان کے لئے ہوا کو مسخر کر دیا

تَجْرِي بِأَمْرِهِ رُحًا حَيْثُ أَصَابَ ﴿۳۴﴾ وَالشَّيَاطِينُ كُلٌّ بِنَاءٍ وَغَوَّاصٍ ﴿۳۵﴾ وَالْآخِرِينَ

جو ان کے حکم سے نرمی سے چلتی تھی جہاں ان کو جانا ہوتا تھا اور ان کے لئے شیاطین مسخر کر دیئے ہر بنانے والا اور غوط لگانے والا اور ان کے علاوہ بھی

مُقَرَّبِينَ فِي الْأَصْفَادِ ﴿۳۶﴾ هَذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ أَوْ أَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۷﴾ وَإِنَّا لَهُ

جو زنجیروں میں جکڑے رہتے تھے۔ یہ ہماری بخشش ہے۔ سو آپ احسان کریں یا روک لیں کوئی حساب نہیں، اور بلاشبہ ان کے لیے

عِنْدَنَا الزُّلْفَىٰ وَحُسْنُ مَا بٍ ﴿۳۸﴾

ہمارے پاس نزدیکی ہے اور اچھا انجام ہے۔

سلیمان علیہ السلام کا امتحان:

۳۲: وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمَانَ (ہم نے سلیمان کو امتحان میں ڈالا) وَأَلْقَيْنَا عَلَى كُرْسِيِّهِ (اور ان کے تخت پر لا ڈالا) کرسی سے تخت مراد ہے۔ جَسَدًا ثُمَّ أَنَابَ (ایک دھڑ پھر انہوں نے رجوع کیا) اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا۔

ایک قول:

سلیمان علیہ السلام کی آزمائش بیس سال حکومت کرنے کے بعد کی گئی۔ اور اس آزمائش کے بیس سال بعد آپ نے حکومت کی۔ ان کی آزمائش یہ تھی کہ ان کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا۔ شیاطین نے کہا اگر یہ زندہ رہا تو ہم مسخر ہونے سے چھوٹ نہیں سکتے۔ اس کا راستہ یہ ہے کہ ان کو قتل کر دیں یا اس کو پاگل بنا دیں۔ سلیمان علیہ السلام کو اس کا علم ہو گیا۔ آپ اس کو بادل میں دودھ پلواتے تاکہ شیاطین کی طرف سے نقصان نہ پہنچے۔ ایک دن انہوں نے بچے کو اپنے تخت پر مردہ پایا۔ پس آپ اپنی اس لغزش پر متنبہ ہوئے کہ اس میں اگر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے تو اچھا تھا۔

روایت بخاری:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ آج رات میں اپنی ستر ازواج کے ہاں جاؤں گا۔ ہر ایک ان

میں سے ایک شہسوار رو مجاہد فی سبیل اللہ جنے گی۔ ان شاء اللہ نہ کہا۔ آپ ان کے ہاں تشریف لے گئے کسی عورت کو حمل نہ ہوا سوائے ایک بیوی کے اس کے ہاں بھی ادھورا دھڑ جٹا گیا۔ اسی کو لا کر کرسی پر ڈال دیا گیا اور آپ کی گود میں رکھ دیا گیا۔ آپ نے فرمایا مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ اگر آپ انشاء اللہ فرمادیتے تو تمام مجاہد و شہسوار پیدا ہو کر اللہ کی راہ میں جہاد کرتے۔ [رواہ البخاری: ۳۳۲۳]

تبصرہ بر تذکرہ:

جو انگوٹھی اور شیطان کی بات لوگ بیان کرتے اور سلیمان علیہ السلام کے گھر میں بت کی پوجا کا تذکرہ کرتے ہیں وہ اباطیل یہود میں سے ہے۔

۳۵: قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا (کہا اے میرے رب مجھے بخش دے اور مجھے ایسی بادشاہت دے) ملک کا عطیہ طلب کرنے سے پہلے استغفار لائے کیونکہ انبیاء علیہم السلام اور صالحین کا طریقہ چلا آ رہا ہے کہ وہ سوال سے پہلے استغفار کرتے ہیں۔ لَا يَنْبَغِي (جو میسر نہ ہو) جو نہ ہو لَا حَدِّ مِّنْ بَعْدِي (کسی کو میرے بعد) میرے سوا۔

قراءت: مدنی اور ابو عمرو نے بَعْدِي پڑھا ہے۔ آپ نے اس انداز کی سلطنت مانگی تاکہ وہ معجزہ ہوتا کہ کسی کو اس پر حسد نہ ہو۔ آپ سے پہلے ہوا و شیاطین کسی کیلئے مسخر نہ ہوئے تھے۔ جب آپ نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں چیزوں کو ان کے لئے مسخر فرمادیا۔ اور بطور معجزہ اور خرق عادت کے طور پر دیا گیا۔ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ (آپ بڑے دینے والے ہیں)

تسبیح ریح:

۳۶: فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ (پس ہم نے ہوا کو ان کے تابع کر دیا)

قراءت: ابو جعفر نے الریح پڑھا ہے۔

تَجْرِي (وہ چلتی)

نَحْوُ: یہ الریح سے حال ہے۔

بِأَمْرِهِ (ان کے حکم سے) سلیمان علیہ السلام کے حکم سے رُحَاءُ (نرمی کے ساتھ) نرم و پاکیزہ جو شدید نہ ہو۔

نَحْوُ: یہ تجری کی ضمیر سے حال ہے۔

حَيْثُ (جہاں)

نَحْوُ: یہ تجری کا ظرف ہے۔

أَصَابَ (وہ چاہتے) قصد و ارادہ کرتے۔ عرب کہتے ہیں۔ اصاب الصواب و اخطأ الصواب۔ اس نے صحیح بات

کا قصد کیا اور اس نے غلط بات کا قصد کیا۔

۳۷: وَالشَّيْطٰنِ (اور شیاطین کو)

نَجْوٰی: اس کا عطف الرفع پر ہے ای سحر نالہ الشیاطین کُلَّ بِنَاءٍ (تعمیر کرنے والوں کو) یہ شیاطین سے بدل ہے شیاطین آپ کے لئے بڑی عمارت بناتے تھے۔ وَ غَوَّاصٍ (اور غوطہ لگانے والوں کو بھی) یعنی موتی نکالنے کیلئے وہ سمندر میں غوطہ لگاتے۔ سلیمان علیہ السلام پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے سمندر سے موتی نکالے۔ مطلب یہ ہے ہم نے تعمیر کرنے والے اور غوطہ لگانے والے شیاطین کو ان کا مطیع کر دیا تھا۔

بیڑی بند شیطان:

۳۸: وَالْآخِرِیْنَ مُقَرَّرِیْنَ فِی الْاَصْفَادِ (اور دوسروں کو بھی جو زنجیروں میں جکڑے رہتے)

نَجْوٰی: آخِرین کا عطف کل بناء پر ہے اور یہ حکم بدل میں داخل ہے۔ آپ سرکش شیاطین کو ایک دوسرے کے ساتھ قیود و سلاسل میں سزا کیلئے جمع کر دیتے تاکہ وہ شر و فساد نہ برپا کریں۔ الصفا بیڑی اور عطاء کو کہتے ہیں کیونکہ وہ منعم علیہ کو منعم کے ساتھ جوڑتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول میں ہے۔ من برك فقد اسرك ومن جفاك فقد اطلقك۔ جس نے تجھ پر احسان کیا اس نے تجھے قیدی بنا لیا اور جس نے درستی اختیار کی اس نے تجھے آزاد کر دیا۔

رزق پر عدم داد گیر کا وعدہ:

۳۹: هٰذَا (یہ) جو تمہیں بادشاہی، مال و وسعت رزق عنایت کی ہے۔ عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ (عطیہ ہے اس کو دو) اس میں سے جو چاہو جتنا چاہو دو یہ فامنن اَلْمَنْنُ سے بنا ہے۔ وہ عطاء کو کہتے ہیں اَوْ اَمْسِكْ (یا نہ دو) یعنی عطاء سے رک جاؤ۔ حضرت سلیمان علیہ السلام جب دیتے تو اجر ملتا اور اگر روک لیتے تو گناہ گار نہ تھے بخلاف دیگر لوگوں کے۔ بَغْيِرِ حِسَابٍ (تم سے کچھ دارو گیر نہیں) یہ عطاؤنا کے متعلق ہے بعض نے کہا یہ اس سے حال ہے یعنی یہ ہمارا کثیر مقدار میں عطیہ ہے جس کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا یا نمبر ۲۔ یہ تسخیر ہمارا عطیہ ہے۔ شیاطین میں سے جن کو تم چاہو احسان کر کے چھوڑ دو اور جن کو چاہو اپنے ہاں زنجیروں میں جکڑے رکھو اس سلسلہ میں آپ سے پوچھ گچھ نہ ہوگی۔

۴۰: وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَلْزُلْفٰی وَحُسْنَ مَّآءٍ (اور ان کے لئے ہمارے ہاں قرب اور نیک انجامی ہے)

نَجْوٰی: الزلفی یہ ان کا اسم ہے اور لہ خبر ہے اور عند میں خبر عامل ہے۔

وَإِذْ كُرِعْنَا أَيُّوبَ إِذْ نَادَى رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الشَّيْطَانُ بِنُصْبٍ وَعَذَابٍ ۗ ^ط ^{٤١} أَرْكُضْ

اور ہمارے بندے ایوب کو یاد کیجئے جبکہ انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ بیشک مجھے شیطان نے دکھ اور آزار پہنچایا ہے، اپنا پاؤں

بِرَجْلِكَ ۗ هَذَا مَغْتَسِلٌ بَارِدٌ وَشَرَابٌ ۗ ^{٤٢} وَوَهَبْنَا لَهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُم مَّعَهُمْ

مارو یہ غسل کرنے کا ٹھنڈا پانی ہے اور پینے کا، اور ہم نے انکو انکا کنبہ اور ان کے ساتھ انکے برابر عطا کئے

رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرَى لِرَأُولِي الْأَلْبَابِ ۗ ^{٤٣} وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْتًا فَاضْرِبْ بِهِ وَلَا

ہماری رحمت خاصہ کے سبب سے اور عقل والوں کی یادگار کے لئے، اور تم اپنے ہاتھ میں ایک مٹھا سینٹوں کالے لو پھر اسے مارو اور قسم

تَحْتًا ۗ إِنَّا وَجَدْنَاهُ صَابِرًا ۗ نِعْمَ الْعَبْدُ ۗ إِنَّهُ أَوَّابٌ ۗ ^{٤٤}

نہ توڑو، بلاشبہ ہم نے ان کو صابر پایا اچھے بندہ تھے وہ، بیشک وہ بہت رجوع ہونے والے تھے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کا ذکر:

۳۱: وَإِذْ كُرِعْنَا أَيُّوبَ (اور آپ ہمارے بندے ایوب کا ذکر کیجئے)

تَحْوِی: ایوب یہ عبدنا سے بدل یا عطف بیان ہے اور اذ اس سے بدل الاشمال ہے۔ اذ نَادَى رَبَّهُ (جبکہ انہوں نے اپنے رب کو پکارا) نادی دعاہ کے معنی میں ہے۔ اِنِّی مَسَّنِی (کہ مجھے پہنچایا ہے) یہ بانی مسنی ہے اور یہ ان کے کلام کی حکایت ہے جس کے سبب سے انہوں نے پکارا۔ اگر حکایت کلام نہ ہوتی تو اس طرح ہوتا۔ بانہ مسَّہ کیونکہ وہ غائب ہے غائب کا صیغہ چاہیے تھا۔ الشَّيْطَانُ بِنُصْبٍ (شیطان نے رنج اور دکھ)

قراءت: عام قراء نے تو صاد کا جزم پڑھا۔ یزید نے بِنُصْبٍ صَاد کو ضمہ دیا۔ اور یعقوب نے نُصْبٍ اور نَصْبٍ جیسا کہ رُشد اور رَشْدٌ اور ہبیرہ نے اصل مصدر کی صورت میں نَصْبٍ پڑھا ہے۔ معنی سب کا ایک ہے تکلیف و مشقت کو کہتے ہیں۔ وَعَذَابٍ (دکھ) نمبر ۱۔ ان کی مراد اس سے بیماری ہے اور جو اس بیماری میں قسم قسم کی دردیں پیش آتیں تھیں۔ نمبر ۲۔ ایک قول یہ ہے اس سے مراد وہ وسوسہ ہے جو ان کے اس مرض کو بڑھا کر پیش کرتا اور ان کو کراہت و گھبراہٹ پر آمادہ کرتا۔ پس انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجاء کی کہ اللہ تعالیٰ اس آزمائش کو ہٹا کر ان کی کفایت فرمائیں نمبر ۳۔ یا اس کے دفاع کی توفیق اور صبر جمیل سے اس کو لوٹانے کی ہمت دے۔

روایت میں ہے ان کی عیادت کو تین شخص آتے تھے۔ ایک ان میں سے مرتد ہو گیا اس سے جب پوچھا گیا تو القائے شیطانی سے وہ کہنے لگا اللہ تعالیٰ انبیاء اور صالحین کو ابتلاء میں نہیں ڈالتا۔ اور اس نے ذکر کیا کہ ایوب کی آزمائش کا سبب یہ ہے کہ اس نے

ایک بکری ذبح کی اور اس کو کھالیا حالانکہ ان کا ہمسایہ بھوکا تھا۔ ۲ نمبر۔ یا ایوب نے کوئی منکر فعل دیکھ کر اس پر خاموشی اختیار کی جس کی وجہ سے ابتلاء آئی۔ ۳ نمبر۔ یا اللہ تعالیٰ نے ان کے درجات کو بلند کرنے کیلئے بلاغزش سابقہ ان کو ابتلاء میں ڈالا ہے۔

ایڑی سے چشمہ اُبلنے لگا:

۳۲: اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ (اپنا پاؤں مارو) یہ اس کی حکایت ہے جو ایوب علیہ السلام کو جواب دیا گیا یعنی ہم نے ان کی طرف جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا ارکض برجلک تم اپنا پاؤں زمین پر مارو۔ یہ جا بیہ شام کا علاقہ تھا۔ آپ نے پاؤں مارا تو چشمہ ابل پڑا۔ پس ان کو کہا گیا۔ هَذَا مُغْتَسَلٌ بَارِدٌ وَ شَرَابٌ (یہ نہانے کا ٹھنڈا پانی ہے اور پینے کا) یعنی یہ وہ پانی ہے جس سے تو غسل کرے گا اور پیئے گا اور تیرا ظاہر و باطن سب درست و صحت یاب ہو جائے گا۔

ایک قول:

دو چشمے جاری ہوئے ایک سے غسل کیا اور دوسرے سے پانی نوش فرمایا اللہ تعالیٰ کے حکم سے اندر باہر سے بیماری کا اثر جاتا رہا ہے۔

۳۳: وَ وَهَبْنَا لَهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُم مَّعَهُمْ (اور ہم نے ان کو ان کا کنبہ عنایت فرمایا اور ان کے برابر اور بھی) ایک قول: اللہ تعالیٰ نے انہی کو زندہ کر دیا اور اتنے اور بھی دے دیئے۔ رَحْمَةً مِنَّا وَ ذِكْرًا لِّأُولِي الْأَلْبَابِ (اپنی رحمت خاصہ کے سبب سے اور اہل عقل کے یادگار رہنے کے سبب سے) دونوں کیلئے۔ مفعول ہے ای الہیة کانت للرحمة له و لتذکیر اولی الالباب (یہ ہبہ ان پر رحمت کیلئے اور عقلاء کو یاد دلانے کیلئے تھا) کیونکہ جب وہ سنیں گے کہ ہم نے صبر کی وجہ سے ان پر انعام فرمایا تو تکالیف پر صبر کرنے میں ان کو اس سے رغبت حاصل ہوگی۔

بیوی کے متعلق حلف سے نکلنے کا طریقہ:

۳۴: وَ اخُذْ (اور تم لو) اس کا ارکض پر عطف ہے۔ بِیَدِكَ ضِعْفًا (اپنے ہاتھ میں تنکوں کا ایک مٹھا) ضِعْفًا گھاس کے تنکوں کا ایک گٹھایا ریجان کا مٹھایا اور کسی چیز کا فَاضْرِبْ بِهِ وَلَا تَحْنُتْ (پس اس سے مار لو اور قسم نہ توڑو!) انہوں نے ایام مرض میں حلف اٹھالیا تھا کہ اپنی بیوی کو ایک سو کوڑے لگائیں گے اگر ان کو صحت یا بی میسر ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی قسم سے حلال ہونے کا ایسا راستہ بتلایا جو ان کے اور ان کی بیوی کیلئے سہل ترین تھا۔ اس لئے کہ اس نے آپ کی ایام مرض میں بہت خوب خدمت کی تھی اور یہ رخصت باقی ہے۔ واجب یہ ہے کہ مضروب کو سو میں سے ہر ایک پہنچے۔ قسم کا باعث یہ ہوا کہ ایک دن کسی کام کے دوران ان سے واپسی میں سستی ہوگئی جس سے آپ کا دل تنگ ہوا۔ ایک قول یہ ہے کہ اس نے دو برتن جو آپ سے متعلق تھے جب آپ اٹھے تو وہ دو روٹیوں کے بدلے فروخت کر دیئے۔ اِنَّا وَجَدْنَاهُ (بیشک ہم نے اس کو پایا) یعنی اس کو جانا صابراً (صابر) مصائب پر۔

وَاذْكُرْ عَبْدَنَا إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ أُولَى الْأَيْدِي وَالْأَبْصَارِ ﴿۴۵﴾ إِنَّا

اور یاد کیجئے ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کو جو ہاتھوں والے اور آنکھوں والے تھے، بیشک ہم نے

أَخْلَصْنَاهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ﴿۴۶﴾ وَإِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْأَخْيَارِ ﴿۴۷﴾

انہیں ایک خاص بات کیساتھ مخصوص کیا تھا جو آخرت کی یاد ہے اور بلاشبہ یہ بندے ہمارے نزدیک انتخاب کردہ اچھے لوگوں میں سے ہیں

وَاذْكُرْ إِسْمَاعِيلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ وَكُلٌّ مِّنَ الْأَخْيَارِ ﴿۴۸﴾ هَذَا ذِكْرٌ وَإِن

اور یاد کیجئے اسماعیل کو اور یسع کو اور ذوالکفل کو، اور یہ سب اچھے لوگوں میں سے تھے، یہ ایک نصیحت ہے اور بلاشبہ

لِلْمُتَّقِينَ لِحَسَنٍ مَّا بٍ ﴿۴۹﴾ جَنَّتٍ عَدْنٍ مَّفْتَحَةٌ لَهُمُ الْأَبْوَابُ ﴿۵۰﴾ مُتَّكِنِينَ فِيهَا

پرہیزگاروں کے لئے اچھا ٹھکانہ ہے، ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں ان کے لئے دروازے کھلے ہوں گے، وہ ان میں ٹکیے لگائے ہوں گے،

يَدْعُونَ فِيهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ وَشَرَابٍ ﴿۵۱﴾ وَعِنْدَهُمْ قَصِرَاتُ الطَّرْفِ أَنْتَابٌ ﴿۵۲﴾

وہ وہاں بہت سے میوے اور پینے کی چیزیں طلب کریں گے اور ان کے پاس نیچی نگاہ والی ہم عمر بیویاں ہوں گی

هَذَا مَا تُوْعَدُونَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۵۳﴾ إِنَّ هَذَا لِرِزْقِنَا مَالَهُ مِنْ نَفَادٍ ﴿۵۴﴾

یہ وہ ہے جس کا تم سے روز حساب آنے پر وعدہ کیا جاتا تھا بلاشبہ یہ ہمارا رزق ہے جس کو ختم ہونا ہی نہیں۔

سوال: انہوں نے اپنی تکلیف کا شکوہ تو کیا اور رحمت الہی طلب کی۔

جواب: اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکوہ جزع میں آتا ہی نہیں

یعقوب علیہ السلام نے فرمایا قال انما اشكوا بشي و حزني الى الله [يوسف: ۸۲] اس کے ساتھ ساتھ آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے شفاء طلب کرتے تاکہ آپ کی قوم فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائیں کہیں شیطان ان کے دل میں یہ وسوسہ اندازی کرنے لگ جائے کہ اگر یہ نبی ہوتے تو ان پر ایسا ابتلاء نہ آتا اور طلب شفاء سے طاعت پر قوت حاصل کرنا بھی مقصود تھا۔ کیونکہ بیماری کے اثر سے دل اور زبان کے علاوہ سارا جسم ٹڈھال ہو چکا تھا۔ نِعْمَ الْعَبْدُ (اچھے بندے تھے) ایوب علیہ السلام اِنَّهُ اَوَّابٌ (بیشک وہ بہت رجوع کرتے تھے)

آخرت سے غافل بے بصیرت ہے:

۴۵: وَاذْكُرْ عَبْدَنَا (اور ہمارے بندوں کا ذکر کرو)

قراءت: عبدنا کی نے پڑھا ہے۔

إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ (ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کا)

مخبر: جنہوں نے جمع پڑھا انہوں نے ابراہیم اور ما بعد کو عبادنا کا عطف بیان قرار دیا اور جنہوں نے واحد پڑھا انہوں نے صرف ابراہیم کو عطف بیان مان کر پھر ان کی اولاد کو عبدنا پر عطف بنا لیا۔

وجہ: اکثر اعمال کی انجام دہی ہاتھوں سے ہوتی ہے تو ان کو تغلیباً ذکر کر دیا۔ ہر عمل کے متعلق کہا جاتا ہے ہذا مما عملت ایديہم خواہ ایسا کام ہو جس میں برہ راست ہاتھ کا دخل نہ ہو۔ یا کام کرنے والے مجذوم ہوں کہ ان کے بالکل ہاتھ نہ ہوں۔ اور اس ارشاد کا یہی مطلب ہے۔ اُولَى الْاَيْدِي وَالْاَبْصَارِ (یعنی وہ اعمال و فکر والے تھے)

بے بصیرت:

گویا جو لوگ آخرت کے اعمال اختیار نہیں کرتے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اور دینی فکر سے خالی ہیں وہ اپنا ہج لوگ ہیں جو کہ اپنے اعضاء سے کام کرنے سے عاجز ہوتے ہیں اور مسلوب العقل ہیں جن میں بصیرت کا نشان نہیں یا اس میں ان لوگوں پر تعریض کی گئی ہے جو اللہ تعالیٰ کی خاطر کام کرنے والے نہیں اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے دین میں بصیرت حاصل کرنے والے ہیں اور مجاہدہ اور غور و فکر چھوڑنے پر ان کو توبیح کی گئی حالانکہ ان دونوں باتوں پر قدرت حاصل تھی۔

انبیاء علیہم السلام یا د آخرت کے لئے مخصوص:

۳۶: اِنَّا اَخْلَصْنَاهُمْ (ہم نے ان کو مخصوص کیا تھا) ہم نے ان کو اپنے لیے خاص کر لیا۔ بِخَالِصَةٍ (ایک خاص بات سے) ایک خاص خصلت کے ساتھ جس میں ملاوٹ نہ تھی۔ ذِکْرَى الدَّارِ (وہ یا د آخرت کی ہے)

مخبر: نمبر ۱۔ ذکرای یہ محل نصب میں ہے۔ یا محل رفع میں ہے ائنی محذوف مانیں تو نصیحتی حالت اور ہی مقدر ہو تو رفعی ہے۔ نمبر ۲۔ خالصہ سے بدل ہونے کی وجہ سے مجرور ہے۔ مطلب یہ ہوا ہم نے ان کو یا د آخرت کے ساتھ مخصوص کر دیا یعنی ہم نے اس طرح خالص بنایا کہ وہ لوگوں کو آخرت یا د دلانے والے ہیں اور دنیا سے بے رغبتی دلانے والے ہیں۔ جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کا طرز عمل ہے۔ یا اس کا مطلب یہ ہے وہ آخرت کا کثرت سے تذکرہ کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع رکھتے اور دنیا کا تذکرہ بھول جاتے ہیں۔

قراءت: مدنی نے بخالصہ ذکرای پڑھا ہے اور یہ اضافة الشنی الی مایسینہ کے قبیل سے ہے یعنی کسی ایسی شئی کی طرف اضافة کرنا جو اس کو بیان کر دے کیونکہ خالص ذکر اور غیر ذکر کئی چیزیں ہو سکتی ہیں۔ ذکرای مصدر ہے جس کی اضافة مقبول کی طرف کی گئی ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے بان خالص ذکرای الدار ایک قول یہ ہے: خالصہ یہ خلوص کے معنی میں ہے۔ اور اس کی اضافة فاعل کی طرف ہے۔ تقدیر کلام اس طرح بنے گی بان خلصت لہم ذکرای الدار علی انہم لایشوبون

ذکری الدار بہم آخر انما ہمہم ذکری الدار لا غیر۔ یہ کہ ان کا آخرت کا تذکرہ خالص ہے اس طرح کہ وہ آخرت کے تذکرہ کے ساتھ اور کسی فکر کو نہیں ملاتے ان کا ایک غم اور فکر ہے وہ آخرت کی یاد ہے نہ کہ اور کچھ۔

ایک قول:

ذکری الدار سے دنیا میں اچھی تعریف ہے اور یہ بات ہے جس کے ساتھ ان کو خالص کر لیا گیا اور ان کا تذکرہ اس طرح نہیں کیا جاتا جیسا ان کا کیا جاتا ہے اسی معنی کی تقویت اس قول سے بھی ہوتی ہے۔ وجعلنا لہم لسان صدق علیاً [مریم: ۵۰] ۴۷: وَ اِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفٰیْنَ الْاٰخِیَارِ (اور بیشک وہ ہمارے یہاں منتخب اور سب سے اچھے لوگوں میں سے ہیں) (المصطفیٰ اپنے ہم جنسوں میں مختار و منتخب الاخیار جمع خیر یا خیر جیسا کہ اموات جمع میت اور میت۔ ۴۸: وَ اذْکُرْ اِسْمٰعِیْلَ وَ الْیَسَعَ (اور تذکرہ کریں اسماعیل اور یسع علیہما السلام کا) الف لام جو کہ حرف تعریف ہے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ یسع پر داخل کیا گیا ہے۔ وَ ذَا الْکِفْلِ وَ کُلُّ مِّنَ الْاٰخِیَارِ (اور ذوالکفل کا بھی یہ سب اچھے لوگوں میں سے تھے) نَحْوُ: کُلُّ کی تنوین مضاف الیہ کے عوض میں ہے ای کُلِّہم۔

متقین کو ملنے والی جنت کی تفصیل:

۴۹: هٰذَا ذِکْرٌ وَّ اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ لِحُسْنِ مَّآبٍ (یہ ایک نصیحت کا مضمون تو ہو چکا اور پرہیزگاروں کیلئے اچھا ٹھکانہ ہے) ہذا سے مراد مرتبہ اور اچھا تذکرہ جس سے ان کو یاد کیا جاتا رہے گا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ عمدہ لوٹنے کی جگہ ہے مطلب یہ ہے کہ دنیا میں اچھائی سے انکا تذکرہ جاری رہے گا اور آخرت میں وہ رب جلیل کی مغفرت کو پائیں گے۔

رَلِطٌ: پھر اس لوٹنے کے مقام کی خوبی و حسن کو ذکر فرمایا۔

۵۰: جَنَّتِ عَدْنٍ (ہمیشہ رہنے کے باغات)

نَحْوُ: یہ حسن مآب سے بدل ہے۔

مُفْتَحَةٌ (اس حال میں کہ کھلے ہوئے) نَحْوُ: یہ جنات سے حال ہے کیونکہ وہ عدن کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے معروف ہے۔ عدن علم ہے اور اس کا عامل فعل کا وہ معنی ہے جو المتقین میں عمل کر رہا ہے۔ اَللّٰهُمَّ الْاَبْوَابُ (ان کے لئے دروازے) نَحْوُ: ابواب مفتحة کا فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔ اور ضمیر عائد محذوف ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے مفتحة لہم الابواب منها۔ ضمیر اس میں اسی طرح حذف کی جیسا اس ارشاد میں حذف کی ہے فان الجحیم ہی الماویٰ [النازعات ۳۹] ای لہم۔ نمبر ۲۔ یا تقدیر کلام اس طرح مانیں ابوابہا مگر اول وجہ عمدہ ہے۔ نمبر ۳۔ یا مفتحة کی ضمیر سے بدل ہے اور وہ ضمیر جنات ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے۔ مفتحة ہی الابواب اور جنات کا بدل الاشتمال ہے۔

۵۱: مُتَّكِنِينَ فِيْهَا يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِفَاكِهَةٍ (وہ ان باغوں میں تکیہ لگائے بیٹھے ہونگے وہ وہاں بہت سے میوے) کَثِيْرَةً وَ شَرَابٍ (اور پینے کی چیزیں منگوائیں گے)

هَذَا طَوَّانٌ لِلطَّغِينِ لَشَرِّ مَا بٍ ۝۵۵ جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا فَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝۵۶ هَذَا لَا

اس بات کو سمجھ لو، اور بلاشبہ سرکشوں کے لئے برا ٹھکانا ہے۔ جہنم ہے جس میں وہ داخل ہوں گے سو وہ برا بچھونا ہے، یہ

فَلِيدٌ وَقُوهُ حَمِيمٌ وَعَسَاقٌ ۝۵۷ وَأَخْرَمِينَ شَكْلِهِ أَزْوَاجٌ ۝۵۸ هَذَا فَوْجٌ مُّقْتَجِمٌ مَعَكُمْ

عذاب ہے سو تم اس کو پھچھ لو، حیم ہے اور فساق ہے، اور اس کے سوا اسی طرح کی انواع عذاب ہیں۔ یہ جماعت ہے جو تمہارے ساتھ داخل ہو رہی ہے

لَا مَرْحَبًا بِهِمْ إِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ ۝۵۹ قَالُوا بَلْ أَنْتُمْ فَأَلْمَرِحَبًا بِكُمْ أَنْتُمْ قَدْ مَتَمُّوهُ

جن کے لئے کوئی مرجب نہیں ہے بیشک یہ لوگ دوزخ میں داخل ہونے والے ہیں، وہ کہیں گے بلکہ تم ایسے ہو کہ تمہارے لئے مرجب نہیں ہے تم نے اس کو ہمارے لئے

لَنَا فَبِئْسَ الْقَرَارُ ۝۶۰ قَالُوا رَبَّنَا هَذَا أَفْرَدَهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِي النَّارِ ۝۶۱

آگے بڑھایا سو یہ بری جگہ ہے ٹھہرنے کی، وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب جس نے اس کو ہمارے آگے کیا اسے دوزخ میں دو گنا عذاب بڑھا دیجئے،

وَقَالُوا مَا لَنَا لَنْزِي رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْأَشْرَارِ ۝۶۲ اتَّخَذْنَاهُمْ سَخْرِيًّا

اور وہ کہیں گے کیا بات ہے ہم ان لوگوں کو نہیں دیکھتے جنہیں ہم اشرا یعنی برے لوگوں میں شمار کیا کرتے تھے کیا ہم نے ان کا مذاق بن رہا تھا

أَمْ زَاغَتْ عَنْهُمْ الْبَصَارُ ۝۶۳ إِنَّ ذَلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ أَهْلِ النَّارِ ۝۶۴

یا انکے دیکھنے سے آنکھیں پھکا رہی ہیں؟ بلاشبہ یہ حق ہے دوزخ والوں کا جھڑنا۔

نَجْوٍ: متکین یہ لہم کی ضمیر سے حال ہے۔ اور اس کا عامل مفتحہ ہے۔ فاکتھ کے بعد کثیرۃ کی صفت یہ شراب کی بھی صفت ہے عطف اس کا متقاضی ہے پہلے پر اکتفاء کر کے دوسرے سے حذف کر دی گئی ہے۔

۵۲: وَعِنْدَهُمْ قِصِرَاتُ الطَّرْفِ (اور ان کے پاس نیچی نگاہ والی) ان کی نگاہیں اپنے خاوندوں تک محدود رہیں گی۔ اَنْتَرَابٌ (ہم عمر) دونوں کی عمریں یکساں ہونگیں کیونکہ ہم عمروں میں محبت زیادہ قائم رہنے والی ہوتی ہے۔ گویا ہم عمروں کو اتراب کہہ دیا کیونکہ ان کو مٹی نے ایک ہی مرتبہ چھوا۔

۵۳: هَذَا مَا تَوْعَدُونَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ (یہ وہ ہے جس کا تم سے روز حساب آنے پر وعدہ کیا جاتا ہے)

قراءت: مکی اور ابو عمرو نے یوعدون یا سے پڑھا ہے۔ یوم حساب سے مراد جس دن ہر نفس کو اس کے عمل کا بدلہ ملے گا۔

۵۴: إِنَّ هَذَا لَرِزْقُنَا مَالَهُ مِنْ نَفَادٍ (بیشک یہ ہماری عطاء ہے اس کا کہیں ختم ہونا ہی نہیں) نفاذ انقطاع کو کہتے ہیں۔

نَجْوٍ: یہ جملہ الرزق سے حال ہے اور اس کا عامل اسم اشارہ ہے۔

۵۵: هَذَا (یہ بات ہو چکی) یہ مبتدأ محذوف کی خبر ہے۔ تقدیر کلام الا مر هذا یا هذا کما ذکر۔ وَإِنَّ لِلطَّغِينِ لَشَرَّ مَا بٍ

(اور سرکشوں کیلئے براٹھکانہ ہے)

مجرمین کے ٹھکانہ جہنم اور اس کی تفصیل:

۵۶: جَهَنَّمَ (دوزخ) یہ بدل ہے یَصْلَوْنَهَا (وہ اس میں داخل ہونگے) فَبُنْسِ الْمِهَادُ (وہ بہت براٹھکانہ ہے) سونے والا جو کپڑا سونے کیلئے نیچے بچھاتا ہے آگ کو اس پچھونے سے تشبیہ دی ہے۔

۵۷: هَذَا فَلْيَذُوقُوهُ حَمِيمٌ وَغَسَّاقٌ (یہ لوگ پس اس کو چکھیں یہ کھولتا ہوا پانی ہے) یعنی یہ گرم کھولتا پانی ہے پس اس کو چکھیں۔

نَحْوُ: هذا مبتدأ اور حمیم اس کی خبر ہے اور غساق یہ خبر پر معطوف ہے فلیذوقوه یہ جملہ معترضہ ہے۔ نمبر ۲۔ العذاب مبتدأ هذا اس کی خبر ہے۔ فلیذوقوه جملہ معترضہ ہے پھر ہو مبتدأ محذوف اور حمیم و غساق اس کی خبر ہے۔ قراءت: حمزہ علی، حفص نے غساق کو تشدید سے پڑھا ہے۔

اور تخفیف سے بھی ہے۔ غساق وہ کچ لہو جو جہنم والوں کے زخموں سے بہے گا۔ کہا جاتا ہے غَسَقَتِ الْعَيْنُ آنکھ بہہ پڑی۔

ایک قول:

الحمیم وہ گرم پانی جو اپنی حرارت سے جلانے۔ الغساق وہ ٹھنڈا پانی جو ٹھنڈک سے جمادے۔

۵۸: وَالْآخِرُ (اور دوسری) یعنی دوسرا عذاب یا چکھائی گئی دوسری چیز مِنْ شَكْلِهِ (اسی قسم کی) مذکور عذاب جیسی۔

قراءت: بصری قراء نے آخِرُ پڑھا۔ یعنی مَذُوقَاتُ آخِرُ مِنْ شَكْلِ هَذَا الْمَذُوقِ فِي الشَّدَةِ وَالْفِطَاعَةِ۔ دوسری چکھنے کی چیزیں جو ذلت و سختی میں اس کی طرح ہونگی۔ اَزْوَاجٍ (طرح طرح کی چیزیں) یہ آخر کی صفت ہے کیونکہ جائز ہے۔ کہ اس کی اقسام ہوں۔

جہنمیوں کی باہمی چپقلش:

۵۹: هَذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ (یہ ایک جماعت) اور آئی جو تمہارے ساتھ گھس رہی ہے) یہ اکٹھی جماعت ہے جو تمہارے ساتھ دوزخ میں گھسنا چاہتی ہے یعنی تمہارے ساتھ ہی دوزخ میں داخل ہو رہی ہے۔ الاقتحام کسی چیز میں زبردستی داخل ہونا۔ اقمہ سختی کو کہتے ہیں۔ یہ سرکش سرداروں کو باہمی کلام ہے۔ فوج سے مراد وہ لوگ ہیں جو ان کے ساتھ گمراہی میں گھس گئے پس وہ ان کے ساتھ عذاب میں گرفتار ہونگے۔ لَا مَرْحَبًا بِهِمْ (ان پر اللہ تعالیٰ کی پھنکار!) یہ اپنے پیروکاروں کے متعلق بددعا ہے تم دعا کیلئے کہو گے مَرْحَبًا اِی اتیت رَحْبًا مِنْ الْبِلَادِ لَا ضِيقًا (تو کھلی جگہ میں آیا نہ کہ تنگی میں) یَا رَحِبْتَ بِلَادِكَ رَحْبًا۔ پھر اس پر لا داخل کیا گیا اور بددعا کیلئے لایا گیا ہے۔

نَحْوُ: بہم میں ان لوگوں کا بیان ہے جن کے متعلق بددعا کی گئی ہے۔

اِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ (یہ بھی دوزخ میں ہی آرہے ہیں) داخل ہو رہے ہیں۔ اس میں ان کے جلد بددعا دینے کی علت بیان کی گئی ہے۔ ایک قول یہ ہے، ہذا فوج مقتحم یہ جہنم کے داروغہ کا کلام ہے۔ جو وہ روسائے کفار کو ان کے پیروکاروں کے سلسلہ میں کریں گے۔ اور لا مرحباً بہم انہم صالوا النار۔ یہ روساء کا کلام ہے۔ ایک قول یہ ہے یہ تمام جہنم کے داروغہ فرشتوں کا کلام ہے۔

۶۰: قَالُوا (وہ کہیں گے) وہ پیروکار بل انتم لا مرحباً بکم (بلکہ تمہارے اوپر اللہ تعالیٰ کی پھنکار ہو) یعنی جو بددعا ہمیں دے رہے ہو وہ تمہارے لائق ہے اور پھر اس کی علت بتلائی انتم قد متموہ لنا (بلکہ تمہیں تو یہ ہمارے سامنے لائے) اذ کی ضمیر عذاب کی طرف راجع ہے یا ان کے داخلے کی طرف لوتی ہے یعنی تم نے ہمیں اس کی طرف بلا یا پس ہم نے تمہاری اتباع میں کفر اختیار کیا۔ فبئس القرار (پس وہ بہت برا ٹھکانہ ہے) یعنی آگ۔

۶۱: قَالُوا (وہ کہیں گے) پیروکار ربنا من قدم لنا هذا فزده عذاباً ضعفاً (اے ہمارے رب جو شخص اس کو ہمارے آگے لایا اس کو دو گنا عذاب دیجیو) ضعف بمعنی مضاعف ہے بڑھا کر دیا جائے۔ فی النار (دوزخ میں) بڑھائی والا عذاب جیسا دوسرے ارشاد میں فرمایا ربنا هؤلایء اضلونا فاتهم عذاباً ضعفاً [الاعراف: ۳۸] ضعف اسی طرح کا اور بڑھاتا۔

جہنم والوں کا جنت والوں کے متعلق باہمی سوال:

۶۲: وَقَالُوا (وہ کہیں گے) کفار کے سرداروں کی طرف ضمیر لوتی ہے۔ ما لنا لا نرئی رجلاً (کیا بات ہے ہم ان لوگوں کو نہیں دیکھتے) کنا نعدہم (ہم ان کو شمار کرتے تھے) دنیا میں من الاشرار (برے لوگوں میں سے) رذیل جن میں کوئی خیر نہ پائی جائے اور نہ شرافت۔

۶۳: اتخذنہم سخریاً (کیا ہم نے ان کا مذاق اڑا رکھا تھا)

قراءت: یہ قراءت ابو عمرو حمزہ، کسائی کی ہے اور خبر کے انداز سے عراقی قراء نے سوائے عاصم کے پڑھا ہے۔ اس وجہ سے کہ وہ رجلاً کی صفت ہے یہ کنا نعدہم من الاشرار کی طرح ہے دیگر تمام قراء نے حمزہ استفہام سے پڑھا ہے اس طرح تمسخر کا اپنے نفوس کے متعلق انکار ہے۔ مدنی، حمزہ، علی، خلف، مفصل نے سخریاً پڑھا ہے۔

اَمْ زَاغَتْ (یا چکر رہی ہیں) عَنْهُمْ الْاَبْصَارُ (ان سے آنکھیں) یہ مالنا سے متصل ہے۔ مطلب یہ ہے مالنا لا نراہم فی النار کانہم لیسوا فیہا؟ بل از اغت عنہم ابصارنا فلانراہم وہم فیہا؟ ہمیں کیا ہوا کہ ہم ان کو آگ میں دیکھ نہیں رہے گویا آگ میں نہیں ہیں؟ بلکہ ہماری آنکھیں ان سے پھر گئیں جس کی بناء پر ہم ان کو دیکھ نہیں رہے اگر وہ اس میں ہیں؟ انہوں نے اپنے معاملے کو دو باتوں میں منحصر کیا کہ آیا وہ اہل جنت سے ہیں یا اہل دوزخ سے ہر دو حالتوں میں ان کی جگہ ہمیں نظر نہیں آ رہی۔

۶۴: اِنَّ ذٰلِكَ (بیشک یہ بات) جو ہم نے ان کی طرف سے بیان کی ہے۔ لَحَقُّ (بالکل سچی بات ہے) یہ سچائی ہر صورت پوری

قُلْ إِنَّمَا أَنَا مُنذِرٌ ۖ وَمَا مِن إِلَهٍ إِلَّا اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۳۵﴾ رَبُّ السَّمَوَاتِ

آپ فرما دیجئے کہ میں تو صرف ڈرانے والا ہوں اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو واحد ہے قہار ہے۔ دو آسمانوں کا

وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيزُ الْغَفَّارُ ﴿۳۶﴾ قُلْ هُوَ نَبِيُّ عَظِيمٍ ﴿۳۷﴾ أَنْتُمْ عَنْهُ

اور زمین کا اور جو کچھ ان کے اندر ہے ان سب کا رب ہے، عزیز ہے، غفار ہے، آپ فرما دیجئے کہ یہ بڑی خبر ہے تم اس سے

مُعْرِضُونَ ﴿۳۸﴾ مَا كَانَ لِي مِن عِلْمٍ بِالْمَلَإِ الْأَعْلَىٰ إِذْ يَخْتَصِمُونَ ﴿۳۹﴾ إِنَّ يُوْحَىٰ

اعراض کئے ہوئے ہو، مجھے سوا اہل کا کچھ علم نہیں ہے جبکہ وہ آپس میں گفتگو کرتے ہیں، میری طرف تو صرف

إِلَىٰ إِلَّا أَنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿۴۰﴾

یہ وحی بھیجی گئی ہے کہ میں واضح طور پر ڈرانے والا ہوں۔

ہو کر رہے گی وہ ضرور کلام کریں گے پھر بتلایا کہ وہ کیا بات سچی ہے فرمایا۔ تَخَاصُّمُ أَهْلِ النَّارِ (جہنمیوں کا باہمی لڑنا جھگڑنا) جب اللہ تعالیٰ نے ان کے باہمی لے دے اور گفتگو کو اس بات سے تشبیہ دی جو دو باہمی جھگڑے والوں میں ہوتی ہے۔ تو اس کو تخاصم سے تعبیر فرما دیا۔ کیونکہ سرداروں کا قول لا مرحبا بہم اور ان کے معتقدین کا قول بل انتم لا مرحبا بکم یہ خصومت و جھگڑے ہی کی قسم میں سے ہے۔ اس وجہ سے ان کی ساری گفتگو کو تخاصم کہہ دیا۔ کیونکہ ان کی باتوں میں مخالفت پائی جاتی ہے۔

۶۵: قُلْ (کہہ دیں) اے محمد ﷺ ان مشرکین مکہ کو۔ إِنَّمَا أَنَا مُنذِرٌ (کہ میں تو ڈرانے والا ہوں) میں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈرانے والا اور ان کے عذاب سے ڈرانے والا رسول ہوں۔ وَمَا مِن إِلَهٍ إِلَّا اللَّهُ (اور سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی عبادت کے لائق نہیں) اور میں تمہیں کہتا ہوں کہ تو حید باری تعالیٰ یہی دین حق ہے اور تمہارا یہی اعتقاد ہونا چاہیے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں جو الْوَاحِدُ (اکیلا ہے) بلا شریک و شریک غیر۔ الْقَهَّارُ (غالب) ہر شئی پر۔

۶۶: رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا (وہ پروردگار آسمان و زمین کا ہے اور جو چیزیں ان کے درمیان ہیں) تمام جہاں میں بادشاہی و ربوبیت اسی ہی کیلئے ہے۔ الْعَزِيزُ (زبردست) وہ ذات جب وہ سزا دے تو مغلوب نہیں ہوتا۔ الْغَفَّارُ (بخشش کرنے والا ہے) جو گناہوں سے اس کی پناہ میں آئے۔

توحید کا عظیم الشان مضمون:

۶۷: قُلْ هُوَ (آپ کہہ دیجئے یہ) یعنی جو میں نے اپنے رسول منذر ہونے کی خبر دی ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک ہے نَبِيُّ عَظِيمٍ ایک عظیم الشان مضمون ہے) شدید ترین غافل ہی اس سے اعراض کر سکتا ہے۔ پھر تمہارا حال یہ ہے۔

۶۸: أَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُونَ (کہ اس سے تم بے پروائی اختیار کرنے والے ہو) غافل ہونے والے ہو۔

۶۹: مَا كَانَ لِي مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَأِ الْأَعْلَىٰ إِذْ يَخْتَصِمُونَ (مجھے عالم بالا کی کچھ بھی خبر نہ تھی جبکہ وہ گفتگو کر رہے تھے) اس سے آپ کی نبوت کے صحیح ہونے پر استدلال کیا گیا کہ آپ ملا اعلیٰ کی باہمی گفتگو کی اطلاع دے رہے ہیں۔ جس کا آپ کو پہلے بالکل علم نہ تھا۔ پھر اسکو جان لیا اور جاننے کیلئے وہ طریقہ اختیار نہیں کیا جو لوگ اختیار کرتے ہیں کہ جس کو نہیں جانتے اس کو اس علم کے جاننے والوں سے اخذ کرتے اور لیتے ہیں اور کتب کا مطالعہ کرتے ہیں۔ جب یہاں ان میں سے کوئی ذریعہ ثابت نہیں تو ثابت ہوا کہ وحی سے ہی معلوم ہوئی ہے۔

۷۰: إِنْ يُؤْخَىٰ إِلَيَّ إِلَّا أَنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ (میرے پاس وحی صرف اس سبب سے آتی ہے کہ میں صاف صاف ڈرانے والا ہوں) یعنی اس لئے کہ میں کھلا ڈرانے والا ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ میرے پاس وحی ڈرسانے کے لئے ہوتی ہے۔

تَخْفَوْ: لام کو حذف کر دیا گیا اور فعل کو اس تک پہنچا کر منصوب ہوا اور یہ بھی درست ہے کہ اس معنی کے لحاظ سے یہ مرفوع ہو مایوحی الی الا هذا وهو ان اندروا بلغ ولا افراط فی ذلك یعنی مجھے صرف اسی بات کا حکم دیا گیا ہے کہ میں ڈراؤں اور بلا کم وکاست پہنچا دوں۔ اس کے علاوہ اور کچھ میرے ذمہ نہیں۔

قراءت: إِنَّمَا كُوكُورِيزِيدِنِ حَكَايَةُ پڑھا ہے۔ یعنی الا هذا القول وهو ان اقول لكم انما انا نذير مبين ولا ادعى شيئا آخر، مگر یہ قول کہ میں تمہیں کہوں انما انا نذير مبين اس کے علاوہ اور کسی چیز کا دعویٰ نہ کروں۔ ایک قول یہ ہے النبا العظيم سے مراد قصص آدم علیہ السلام اور بغیر کسی سے سننے کے ان کی اطلاع دینا۔ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما: النبا العظيم سے قرآن مجید مراد ہے۔ قول حسن رحمہ اللہ قیامت کا دن مراد ہے۔ اور ملا اعلیٰ سے اصحاب القصة۔ یعنی ملائکہ، آدم، ابلیس مراد ہیں کیونکہ وہ آسمان میں تھے اور گفتگو ان کے مابین ہوئی۔

إِذْ يَخْتَصِمُونَ (جبکہ وہ گفتگو کر رہے تھے) یہ محذوف سے متعلق ہے اس کا معنی یہ ہے ما كان لي من علم بكلام الملا الا على وقت اختصاصهم مجھے کوئی علم نہ تھا۔ ملا اعلیٰ کی گفتگو کا جب کہ وہ آپس میں مصروف گفتگو تھے۔

اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۭۙ بَشَرًاۙ مِنْ طِیْنٍ ﴿۷۱﴾ فَاِذَا سَوَّیْتُهُۥ وَنَفَخْتُ فِیْهِ

جب کہ آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ بیشک میں کچھ سے ایک بشر کو پیدا کرنے والا ہوں، سو جب میں اسے پوری طرح بنا دوں اور اس میں اپنی روح

مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَہٗ سٰجِدٰتٍ ﴿۷۲﴾ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّہُمْ اَجْمَعُوْنَ ﴿۷۳﴾ اِلَّا اِبْلِیْسَ ط

پھونک دوں تو انکے لئے سجدہ میں گر پڑتا، سو سارے فرشتوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہ کیا

اِسْتَكْبَرُوْكَ اِنْ مِنْ الْکٰفِرِیْنَ ﴿۷۴﴾ قَالَ یٰۤاِبْلِیْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ

اسے تکبر کیا اور وہ کافروں میں سے تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابلیس تجھے اس بات سے کس چیز نے روکا کہ تو اسے سجدہ کرے جسے میں نے

بِیَدَیْ ط اِسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعٰلِیْنَ ﴿۷۵﴾ قَالَ اَنَا خَيْرٌۭ مِنْہٗ ط خَلَقْتَنِیْ

اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا آیا تو نے تکبر کیا یا یہ کہ تو بڑے درجے والوں میں سے ہے۔ ابلیس نے کہا کہ میں اس سے بہتر ہوں مجھے آپ نے

مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهُۥ مِنْ طِیْنٍ ﴿۷۶﴾ قَالَ فَاخْرِجْ مِنْہَا فَاِنَّكَ رَٰجِیْمٌ ﴿۷۷﴾ وَاِنَّ

آگ سے اور اسے کچھ سے پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا سو تو یہاں سے نکل جا کیونکہ بلاشبہ تو مردود ہے اور قیامت سے

عَلٰیكَ لَعْنَتِیْۙ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ﴿۷۸﴾ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْۙ اِلٰی یَوْمِ یَبْعَثُوْنَ ﴿۷۹﴾

دن تک تجھ پر میری لعنت ہے۔ ابلیس نے کہا اے رب۔ اب مجھے اس دن تک موت نہ آئے جس میں میں سے لوگ نہ کھڑے ہوں گے

تخلیق آدم علیہ السلام کی فرشتوں کو اطلاع:

اے اِذْ قَالَ رَبُّكَ (جبکہ آپ کے رب نے فرشتوں سے ارشاد فرمایا)۔

نَحْوُ اِذْ قَالَ یہ اذیختصمون سے بدل ہے۔ آدم علیہ السلام کی شان میں فرشتے کی زبان پر فرمایا۔

لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۭۙ بَشَرًاۙ مِنْ طِیْنٍ (کہ میں گارے سے ایک بشر بنانے والا ہوں) اور فرمایا انہی جاعل فی الارض

خليفة قالوا اتجعل فیہا من یفسد فیہا [البقرة: ۳۰]

۷۱: فَاِذَا سَوَّیْتُهُ (پس جب میں اس کو پورا بنا چکوں) جب میں اس کی خلقت کی تکمیل کر دوں اور درست کر دوں۔ وَنَفَخْتُ

فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ (اور اس میں اپنی طرف سے جان ڈال دوں) وہ جس کو میں نے بنایا۔ روح کی اضافت تخصیص کی ہے جیسے

بیت اللہ، ناقة اللہ۔ مطلب یہ ہے اس کو زندہ کر دوں اور حسن والا بنا دوں اور جاندار کر دوں۔ فَقَعُوْا (پس تم سب گر جانا) یہ

وقع يقع سے امر ہے یعنی سقطوا علی الارض معنی سجدہ کرو۔ لَہٗ سٰجِدٰتٍ (اس کے روبرو سجدہ میں) ایک قول یہ ہے۔ یہ

جھکنے لگا تھا جو کہ تو اضع پر دلالت کرتا ہے ایک قول یہ سجدہ اللہ تعالیٰ ہی کو تھا یا سجدہ سلام و تعظیم تھا۔

فرشتوں کا سجدہ اور ابلیس کا انکار:

۷۳: فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ (پس سارے کے سارے فرشتوں نے سجدہ کیا) کل احاطہ کیلئے ہے اور اجمعون اجتماع کیلئے کہل کر کیا۔ پس اس سے نتیجہ نکلا کہ انہوں نے ملکر ایک ہی وقت میں تمام نے سجدہ کیا کوئی پیچھے نہ رہا۔

۷۴: إِلَّا ابْلِسَ اسْتَكْبَرَ (مگر ابلیس نے تکبر کیا) سجدہ کرنے سے بڑائی ظاہر کی وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ (اور کافروں میں سے ہو گیا) حکم کے انکار کی وجہ سے کافروں میں سے ہو گیا۔

۷۵: قَالَ يَا ابْلِسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ (فرمایا اے ابلیس کونسی چیز تجھ کو سجدہ کرنے سے مانع بنی) تمہیں کس چیز نے سجدہ سے روکا۔ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ (جس چیز کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا) یعنی بلا واسطہ کے میرے حکم کو مانتے ہوئے اور میرے خطاب کی تعظیم و تکریم کرتے ہوئے۔

نادر تحقیق:

یہ بات گزری ہے کہ دو ہاتھوں والا اعمال کو چونکہ براہ راست ہاتھوں سے انجام دیتا ہے۔ اس لئے تمام اعمال پر ہاتھوں کا عمل اس قدر غالب آیا کہ تمام اعمال کی تعبیر یدین سے کی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ اعمال قلبیہ کیلئے بھی کہتے ہیں ہو ما عملت یداک بلکہ جس آدمی کے ہاتھ بالکل نہ ہوں اس کو بھی کہتے ہیں۔ یداک او کنا وفوک نفع یہاں تک کہ اس قول ہذا مِمَّا عَمِلْتَهُ وَهَذَا مِمَّا عَمِلْتَهُ یداک۔ میں کوئی فرق نہیں رہا۔ اور اس ارشاد کا مطلب یہی ہے مِمَّا عَمِلْت ایدینا [یعین ۱۷] اور لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ۔

اَسْتَكْبَرْتَ (کیا تو غرور میں آ گیا) یہ استفہام انکاری ہے۔ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعٰلِيْنَ (یا تو بڑے درجہ والوں میں سے ہے) جن پر تو بلند ہوا اور فوقیت لے گیا۔ ایک قول کیا تو نے اب تکبر کیا یا ہمیشہ سے متکبرین میں سے چلا آ رہا ہے۔

بڑائی کا دعویٰ:

۷۶: قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِنْهُ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَ خَلَقْتَهُ (کہنے لگا میں اس سے بہتر ہوں آپ نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور) مِنْ طِيْنٍ (اس کو خاک سے پیدا کیا) یعنی اگر وہ آگ سے پیدا ہوا ہوتا تو ضرور اس کو بھی سجدہ نہ کرتا۔ اس لئے کہ وہ میری طرح کی مخلوق ہے پس میں اس کو کیسے سجدہ کر سکتا ہوں جو مجھ سے کم درجہ ہے؟ کیونکہ وہ مٹی سے بنا ہے اور آگ مٹی پر غالب ہے اور اس کو کھا جاتی ہے۔

نَحْوُ: دوسرا جملہ پہلے کیلئے اسی طرح لایا گیا جیسے عطف بیان اپنے معطوف علیہ کیلئے ہوتا ہے۔ اور دوسرا جملہ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ ہے۔

۷۷: قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا (اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو اس سے نکل) اہا سے مراد جنت۔ نمبر ۲۔ یا آسمان۔ نمبر ۳۔ اس خلقت سے جس

میں تو تھا کیونکہ وہ اپنی خلقت پر فخر کرنے لگا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کی خلقت کو بدل دیا۔ سفید رنگت سے سیاہ ہو گیا خوبصورت سے بدصورت اور نورانی سے ظلمانی بن گیا۔ فَإِنَّكَ رَجِيمٌ (بیشک تو مردود ہے) دھتکارا ہوا ہے۔ ابلیس نے مٹی سے پیدا ہونے والی چیز کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور پھسل گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا انہوں نے تعمیل میں ذرا توقف نہ کیا اللہ تعالیٰ کے خطاب اور حکم کی عظمت کے پیش نظر شیطان حکم الہی کو چھوڑ کر ملعون اور مردود ہو گیا۔

۷۸: وَإِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِي (اور بیشک تجھ پر میری لعنت ہے)

قراءت: مدنی نے لَعْنَتِي پڑھا۔ لعنت ہر خیر سے دوری کو کہا جاتا ہے۔

إِلَى يَوْمِ الدِّينِ (قیامت کے دن تک) یوم جزاء تک اس سے کوئی یہ خیال نہ کرے کہ اس کی لعنت کا یوم جزاء کو خاتمہ ہو جائے گا۔ اور پھر وہ منقطع ہو جائے گی۔ کیونکہ اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اس دنیا میں تو صرف اس پر لعنت ہے اور جب قیامت کا دن آجائے گا۔ تو لعنت کے ساتھ عذاب بھی مل جائے گا۔ اور لعنت کا اکیلا ہونا ختم ہو جائے گا۔ نمبر ۲۔ جب زمانہ رحمت میں اس پر لعنت ہو رہی ہے تو جب رحمت کا وقت ہی نہیں تو اس پر کیونکر رحمت ہوگی اور لعنت منقطع بھی کیسے ہو جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا فَاذْنِمْؤذُنْ بَيْنَهُمْ إِنَّ لَعْنَةَ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ [الاعراف: ۴۴]

۷۹: قَالَ رَبِّ فَأَنْظِرْنِي (کہنے لگا اے میرے رب تو مجھے مہلت دے) انظر بمعنی امهل ہے۔ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ (دوبارہ اٹھائے جانے کے دن تک)

قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ ۙ إِلَى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ ۝۸۱ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بیشک وقت معلوم کے دن تک تجھے مہلت دی گئی۔ اب میں نے ہا سوا کچی عزت کی قسم

لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ۙ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ ۝۸۲ قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقُّ

میں ان سب کو ضرور گمراہ کروں گا سوائے آپ کے ان بندوں کے جو منتخب ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں سچ کہتا ہوں اور سچ ہی

أَقُولُ ۙ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّن تَبِعَكَ مِنْهُمْ أَجْمَعِينَ ۝۸۳

کہا کرتا ہوں۔ میں جہنم کو تجھ سے اور ان سب لوگوں سے ضرور بھردوں گا جو تیرے پیچھے چلیں گے۔

قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ ۝۸۴ إِنَّ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ

آپ فرمادیتے ہیں کہ میں تم سے اپنی کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا اور نہ میں تم کو تکلف کرنے والوں میں سے ہوں، یہ تو صرف جہان والوں کے لئے

لِلْعَالَمِينَ ۝۸۵ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَأَهُ بَعْدَ حِينٍ ۝۸۶

ایک نصیحت ہے اور کچھ عرصہ کے بعد تم اس کا حال ضرور جان لو گے۔

۸۰: قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ (فرمایا بیشک تجھے مہلت دے دی گئی)

۸۱: إِلَى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ (معیّن وقت کی تاریخ تک تجھے مہلت دے دی) الوقت المعلوم سے مراد وہ وقت جس میں نوحہ اولیٰ ہوگا۔ اور نوحہ کا وقت اس دن کے اجزاء میں سے ہے۔ المعلوم کا معنی بلاشبہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں معلوم و معین ہے۔ نہ متقدم ہوگا اور نہ متاخر۔

۸۲: قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ (کہنے لگا تیری عزت کی قسم! میں ان سب کو گمراہ کروں گا) شیطان نے عزت الہی کی قسم کھائی! عزت سے سلطنت اور غلبہ الہی مراد ہے۔

۸۳: إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ (سوائے تیرے ان بندوں کے جو منتخب کئے ہوئے ہیں)

قرآنت: مُخْلَصِينَ، بصری و شامی قراء نے لام کا کسرہ پڑھا۔

۸۴: قَالَ فَالْحَقُّ (اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا میں سچ کہتا ہوں)

نحو: الحق رفع کے ساتھ علی کے علاوہ دیگر کوئی قراء نے پڑھا ہے۔ اور ابتداء کی وجہ سے مرفوع مانا ہے۔ ای الحق قسمی یا خبر کی بناء پر مرفوع ہے۔ ای انا الحق۔ نمبر ۲۔ دیگر قراء نے نصب سے پڑھا ہے اس لئے کہ یہ مقسم بہ ہے جیسا کہ اس طرح کہا جاتا ہے اللہ افعلن کذا۔ یعنی باء کو حذف کر دیا تو منصوب پڑھا گیا۔ اور اس کا جواب قسم لا ملان ہے۔ وَالْحَقُّ أَقُولُ (اور

میں سچ ہی کہا کرتا ہوں)

نَحْوُ: مقسم یہ اور مقسم علیہ کے درمیان جملہ معترضہ ہے۔ اور اقول کی وجہ سے منصوب ہے اور اس کا معنی یہ ہے ولا اقول الا الحق میں حق ہی کہتا ہوں۔ الحق سے مراد اللہ تعالیٰ کا اسم مبارک مراد ہے۔ جو اس آیت میں آیا ہے بان اللہ هو الحق [الحج: ۶۲] نمبر ۲۔ الحق یہ باطل کی ضد ہے اس کی قسم سے حق کی شان بڑھانا مقصود ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان:

۸۵: لَا مَلَنَّا جَهَنَّمَ مِنْكَ (میں ضرور جہنم بھروزگا تجھ سے) منک سے مراد تیری جنس سے اور مراد شیاطین ہیں۔ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ سے مراد اولادِ آدم ہے (ان میں سے جو تیرا ساتھ دے گا) أَجْمَعِينَ (تمام) یعنی جہنم میں تابع اور متبوع تمام ہونگے یہ کہہ کر بتلادیا کہ اللہ تعالیٰ ان میں سے کسی کو نہ چھوڑیں گے۔

۸۶: قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ (کہہ دیجئے میں اس پر کوئی مزدوری نہیں مانگتا) علیہ کی ضمیر قرآن مجید یا وحی کی طرف راجع ہے۔ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ (اور نہ میں بناوٹ کرنے والوں میں سے ہوں) ان لوگوں میں سے جو بناوٹ کرتے اور ایسے کاموں کیلئے تزیین کرتے ہیں جن کے وہ اہل نہیں ہوتے۔ اور نہ ہی تم میرے بارے میں جانتے ہو کہ میں نے کبھی تکلف وضع کیا ہو۔ اور نہ ہی کسی ایسے کام کا دعویٰ کرتے پایا ہو جو میرے پاس نہ ہو یہاں تک کہ میں نبوت کی نسبت کروں اور قرآن بنا لاؤں۔

۸۷: إِنَّهُ هُوَ (نہیں ہے وہ) قرآن مجید اَلَا ذِكْرٌ (مگر نصیحت) اللہ تعالیٰ کی طرف سے لِلْعَالَمِينَ (تمام جہان والوں کیلئے) جن وانس کیلئے اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کی تاکہ میں اس کو پہنچا دوں۔

فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

متکلف کی تین علامات ہیں۔ نمبر ۱۔ اپنے سے بڑے کے ساتھ منازعت و جھگڑا کرتا ہے۔ نمبر ۲۔ وہ کہتا ہے جو وہ جانتا نہیں۔ نمبر ۳۔ وہ دیتا ہے جو وہ پاتا نہیں (العلسی)

۸۸: وَلَتَعْلَمَنَّ نَبَأَهُ بَعْدَ حِينٍ (اور تھوڑے دنوں بعد تم کو اس کا حال معلوم ہو جائے گا) اے کی ضمیر قرآن مجید کی طرف لوٹ رہی ہے اور جو اس میں وعدے اور وعید اور بعث و نشور کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ بعد حین سے مراد ہے موت کے بعد کا وقت یا یوم بدر یا قیامت کا دن۔

ربط اول و آخر:

ابتدائے سورت ذکر سے کی گئی اور اختتام سورت بھی ذکر پر فرمائی۔

الحمد لله تمت ترجمة سورة ص ليلة الخميس بعد نصف الليل بعونه وفضله ومته۔

سُورَةُ الرَّحْمٰنِ ۵۵

سورۃ الرحمہ مکہ میں نازل ہوئی اس کی پچھتر آیات اور آٹھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

تَنْزِیْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَكِیْمِ ① اِنَّا اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ

یہ نازل کی ہوئی کتاب ہے اللہ کی طرف سے جو غلبہ والا ہے۔ حکمت والا ہے۔ بلاشبہ ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ کتاب نازل کی سو آپ اللہ کی عبادت کیجئے

مُخْلِصًا لَهُ الدِّیْنَ ② اَللّٰهُ الدِّیْنُ الْخَالِصُ وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهِ اَوْلِیَاءَ ③

اس طرح سے کہ اسی کے لئے دین خالص ہو۔ خبردار اللہ ہی کے لئے دین خالص ہے اور جن لوگوں نے اس کے علاوہ شرکاء بنا لئے

مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰی ④ اِنَّ اللّٰهَ یَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِیْ مَا هُمْ فِیْهِ

وہ کہتے ہیں کہ ہم انکی عبادت صرف اسی کے لئے کرتے ہیں کہ ہمیں اللہ کا زیادہ مقرب بنا دیں۔ جن باتوں میں یہ لوگ اختلاف

یَخْتَلِفُوْنَ ⑤ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفّٰرٌ ⑥ لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ یَّتَّخِذَ وَلَدًا

کرتے ہیں بلاشبہ اللہ انکے درمیان فیصلہ فرما دیگا بلاشبہ اللہ ایسے شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو جھوٹا ہو کافر ہو۔ اگر اللہ چاہتا کہ کسی کو اولاد بنائے

اَصْطَفٰی مِمَّا یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ⑦ سُبْحٰنَہٗ ⑧ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ⑨

تو جسے چاہتا اپنی مخلوق میں سے منتخب فرما لیتا، وہ پاک ہے وہ اللہ ہے، تنہا ہے زبردست ہے

۱: تَنْزِیْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَكِیْمِ (یہ نازل کی ہوئی کتاب ہے اللہ تعالیٰ غالب حکمت والے کی طرف سے)۔

تَنْزِیْلُ الْكِتٰبِ الْکِتَابِ سے قرآن مجید مراد ہے۔

نَحْوُ: مبتداً تنزیل الکتاب اور خبر من اللہ ہے۔

مِنَ اللّٰهِ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتری ہے یا مبتداً محذوف کی خبر ہے اور جار و مجرور تنزیل کا صلہ ہے۔ نمبر ۳۔ غیر صلہ

ہے بلکہ دوسری خبر ہے۔ یا مبتداً محذوف کی خبر ہے جس کی تقدیر کلام یہ ہے ہذا تنزیل الکتاب ہذا من اللہ یہ کتاب کا اترنا یہ

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ الْعَزِیْزُ (وہ زبردست ہے) اپنی سلطنت میں الْحَكِیْمُ (حکمت والا ہے) اپنی تدبیر میں۔

۳: اِنَّا اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ (ہم نے ٹھیک طور پر اس کتاب کو آپ کی طرف نازل کیا ہے) یہ تکرار نہیں کیونکہ پہلا تو

کتاب کیلئے بطور عنوان ہے اور دوسرا اس بات کو ظاہر کرنے کیلئے کہ کتاب میں کیا ہے۔ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ (پس آپ خالص اعتقاد کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں)۔

مُخْلِصًا: مخلصاً یہ حال ہے۔ اور الدین یہ مخلصاً کی وجہ سے منصوب ہے۔ اندرونی صفائی کے ساتھ دین کو شرک و ریا کاری سے خالص کرنے والے بنو۔

قراءت: الدین کو رفع کے ساتھ پڑھا گیا ہے اور اس کے مرفوع ہونے کا حق یہ ہے کہ مخلصاً پڑھیں۔

۳: اَلَا لِلّٰهِ الدِّينُ الْخَالِصُ (سنو! عبادت جو خالص ہو وہ اللہ تعالیٰ ہی کے لائق ہے) یعنی اللہ تعالیٰ ہی وہ ذات ہے جس کا طاعت کے ساتھ خاص کرنا ضروری ہے جس میں کسی قسم کی ملاوٹ نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کو تمام غیبی بات و اسرار پر کامل اطلاع ہے۔

قول قتادہ رحمہ اللہ:

الدین الخالص سے لا اله الا اللہ کی شہادت مراد ہے۔ قول حسن رحمہ اللہ: اسلام مراد ہے۔

جھگڑے والوں میں فیصلہ:

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ اَوْلِيَاءَ (اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اور شرکاء تجویز کر رکھے ہیں) اولیاء کا معنی یہاں معبود ہے یہ مبتدأ اس کی خبر محذوف ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے والذین عبدوا الاصنام يقولون۔ بتوں کے پجاری کہتے ہیں۔ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰی (ہم ان کی عبادت اس لئے کرتے ہیں تاکہ وہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں) زُلْفٰی مصدر ہے جس کا معنی تقرب ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ (بیشک اللہ تعالیٰ ان کے مابین فیصلہ کریں گے) یعنی مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان فِی مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ (ان باتوں میں جن میں وہ اختلاف کرتے تھے) ایک قول یہ ہے جب مسلمان انہیں کہتے کہ آسمان و زمین کو کس نے بنایا؟ وہ کہنے لگے اللہ تعالیٰ نے۔ جب مسلمان ان کو کہتے تم ان بتوں کی پوجا کیوں کرتے ہو؟ وہ کہنے لگے مانعبدہم الا ليقربونا الى الله زلفی مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان جھگڑا کرنے والے فریقوں میں فیصلہ فرمائیں گے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفّٰرٌ (بیشک اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو راہ پر نہیں لاتے جو جھوٹا کافر ہو) یعنی اس کی راہنمائی نہیں فرماتے جس کے متعلق اس کے علم میں ہو کہ وہ کفر ہی کو اختیار کرے گا۔ راہنمائی کا مطلب ہدایت کی توفیق عنایت کرنا اور کفر اختیار کر لینے پر اس کی اعانت نہیں فرماتے بلکہ اس کو سوا کرتے ہیں۔ کذب سے مراد ان کا قول کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ اسی لئے ان کے خلاف اس انداز سے حجت پیش فرمائی۔

۴: لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّا صُطِفٰی (اگر اللہ تعالیٰ اپنے لئے اولاد بنانے کا ارادہ کرتا تو ضرور اپنی مخلوق میں) مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ (سے جس کو چاہتا منتخب فرماتا) یعنی اگر تمہارے خیال کے پیش نظر اللہ تعالیٰ کیلئے بیٹا بنانا جائز ہوتا تو پھر وہ اپنی مرضی سے جس مخلوق کو چاہتا منتخب کرتا تمہارے انتخاب و مشورہ کی ضرورت نہ تھی۔ سُبْحٰنَہُ (وہ پاک ہے) اس نے اپنی ذات کو اس سے

خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ يُكَوِّرُ اللَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى اللَّيْلِ وَسَخَّرَ

اس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا فرمایا اور رات کو دن پر لپیٹتا ہے اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے اور اس نے

الشَّمْسِ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ إِنَّهُوَ الْعَزِيزُ الْغَفَّارُ ۝ خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ

سخر فرمایا ہے، ہر ایک وقت مقرر تک جاری ہے، خبردار وہ زبردست ہے بڑا بخشنے والا ہے، اس نے تمہیں ایک جان سے

وَاحِدَةٍ تَمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَانزَلَ لَكُمْ مِنَ الْأَنْعَامِ ثَمَنِيَةَ أَزْوَاجٍ ۚ يَخْلُقُكُمْ فِي

پیدا فرمایا پھر اسی سے اس کا جوڑا بنایا اور تمہارے لئے جو پایوں میں سے آٹھ قسم کے جوڑے بنائے، وہ تمہیں تمہاری ماؤں کے بیٹوں میں

بُطُونٍ أُمَّهَاتِكُمْ خَلَقًا مِنْ بَعْدِ خَلْقِ فِي ظَلَمْتُمْ ثَلَاثٌ ۚ ذَلِكُمْ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ

پیدا فرماتا ہے ایک پیدائش دوسری پیدائش کے بعد ہوتی ہے۔ تین اندھیروں میں۔ یہ اللہ ہے تمہارا رب ہے اسی کے لئے ملک ہے

لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ فَإِنِّي تُصْرَفُونَ ۝

اس کے سوا کوئی معبود نہیں سو تم کہاں پھرے جا رہے ہو۔

منزہ اور پاک قرار دیا کہ اولیاء و اولاد میں سے کوئی بھی اس کی طرف منسوب نہیں ہو سکتا۔ اس پر آیت کا اگلا حصہ دلالت کر رہا ہے۔
هُوَ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (وہ اللہ اکیلا زبردست ہے) یعنی وہ اکیلا ہے اور گنتی کے ملانے سے پاک اور اولاد و جزئیات سے بلند و بالا ہے ہر چیز پر زبردست و غالب ہے اور ان کے معبود تو چیزوں میں سے ہیں پھر وہ کس طرح اس کے شریک و سہم ہو سکتے ہیں۔

آسمان و زمین کی تخلیق اور سورج کی تسخیر ایک وحدہ لا شریک کا قبضہ ظاہر کرتی ہے:

۵: پھر آسمان و زمین کی تخلیق اور دن رات کی تگور اور سورج و چاند کی تسخیر اور ان کا ایک وقت مقررہ کیلئے چلنا اور ایک نفس آدم سے تمام زمین میں انسانوں کو بسا دینا اور ان کے لئے چوپاؤں کو پیدا کرنا اس بات پر دلالت کر رہے ہیں کہ یہ سب کام ایک وحدہ لا شریک کے قبضہ میں ہیں۔ جو سب پر غالب و زبردست ہے چنانچہ فرمایا خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ يُكَوِّرُ اللَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى اللَّيْلِ (اس نے آسمانوں اور زمین کو حکمت سے پیدا فرمایا وہ رات کو دن اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے) التگور موزنا، لپیٹنا۔ کہا جاتا ہے کار العمامة علی رأسہ و کتورھا اس نے پگڑی کو سر پر لپیٹنا معنی یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کو غائب کر دیتا ہے جبکہ وہ اس پر طاری ہوتا ہے۔ اس کے غائب کرنے کو ایسی شئی سے تشبیہ دی جو ظاہر ہو اور اس پر کوئی ایسی چیز لپیٹ دیں جو اس کو آنکھوں سے غائب کر دے۔ یا ایک ان میں سے دوسرے پر پے در پے حملہ آور ہوتا ہے پس اس کو پگڑی کے پے در پے بلوں سے تشبیہ دی گئی۔

وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُّسَمًّى (اور سورج اور چاند کو اس نے کام میں لگا رکھا ہے۔ ہر ایک ان میں سے ایک وقت مقررہ تک چلتا رہے گا) یعنی قیامت کے دن تک آلا ہُوَ الْعَزِيزُ (یاد رکھو کہ وہ زبردست ہے) وہ غالب اور قادر ہے ان لوگوں کو سزا دے سکتا ہے جو سورج و چاند کی تسخیر کو معتبر نہیں مانتے اور ان کی تسخیر پر ان کا ایمان نہیں۔ الْعَفَاةُ (وہ بخشش والا ہے) جو سوچ و بچار کرے اور عبرت حاصل کر کے ان کے مدبر پر ایمان لائے۔

۲: خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ (اس نے تم سب کو ایک جان سے پیدا کیا) یعنی آدم علیہ السلام سے ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا (پھر اسی سے اسکا جوڑا بنایا) یعنی حواء کو اس کی سب سے چھوٹی پسلی سے۔ ایک قول یہ ہے کہ آدم علیہ السلام کی اولاد کو ان کی پشت سے چیونٹیوں کی مثل نکالا۔ پھر اس کے بعد حواء کو پیدا کیا وَأَنْزَلَ لَكُمْ مِنَ الْأَنْعَامِ (اور تمہارے لیے اس نے اتارے چوپایوں میں سے) یعنی بنا دیئے۔ یہ حسن بصری کا قول ہے یا ان کو آدم علیہ السلام کے ساتھ ہی جنت میں بنایا پھر ان کو اتارا کیونکہ چوپائے نباتات سے زندہ رہ سکتے ہیں اور نباتات پانی ہی سے باقی رہ سکتی ہیں اور پانی کو آسمان سے اتارا تو گویا ان کو بھی اتارا اَنْمِیَّةً اَزْوَاجٍ (آٹھ جوڑے) یعنی مذکورہ موٹ چار قسموں میں سے اونٹ، گائے، بھیڑ، بکری، جیسا کہ سورہ انعام کے اندر اس کو بیان کیا گیا ہے۔ الزوج کا لفظ اس واحد پر بولا جاتا ہے جس کے ساتھ اور بھی ہو۔ جب وہ منفرد ہو جائے تو وہ فرد اور وتر کہلاتا ہے۔

تخلیق انسانی کے مراحل:

يَخْلُقُكُمْ فِي بُطُونِ اُمَّهَاتِكُمْ خَلْقًا مِّنْ بَعْدِ خَلْقٍ (وہ تم کو ماؤں کے پیٹ میں ایک کیفیت کے بعد دوسری کیفیت پر بناتا ہے) نطفہ پھر علقہ پھر مضغہ پھر تکمیل تخلیق فِي ظُلُمَاتٍ ثَلَاثٍ (تین تاریکیوں میں) پیٹ کی تاریکی، پھر رحم اور جھلی کی تاریکی یا پشت کی تاریکی اور پیٹ اور رحم کی تاریکی ذَلِكُمْ (جس کے یہ کام ہیں وہی) اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَآنِی تُصْرَفُونَ (اللہ تمہارا رب ہے اسی کی بادشاہی اسی کی سلطنت ہے اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں پھر تم کہاں پھرے جا رہے ہو) یعنی پھر کس طرح تم کو اس کی عبادت سے غیر کی عبادت کی طرف پھیرا جاتا ہے پھر اس نے بیان فرمایا کہ وہ سب سے بے نیاز ہے فرمایا۔

إِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ وَلَا يَرْضَىٰ لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ وَإِنْ تَشْكُرُوا يَرْضَهُ

اگر تم کفر کرو سو بلاشبہ اللہ تم سے بے نیاز ہے اور وہ اپنے بندوں کے لئے کفر کو پسند نہیں فرماتا اور اگر تم شکر کرو تو وہ اس کو

لَكُمْ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ مَرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنتُمْ

تمہارے لئے پسند فرماتا ہے، اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، پھر تمہیں اپنے رب کی طرف لوٹ جانا ہے، سو وہ تمہیں تمہارے سب

تَعْمَلُونَ ۗ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝۷

اعمال جتادے گا بلاشبہ وہ سینوں کی باتوں کا جاننے والا ہے۔

۷: إِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ (اگر تم کفر کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارا حاجتمند نہیں) یعنی تمہارے ایمان کا۔ تم اس کے محتاج ہو کیونکہ کفر میں تمہارا نقصان اور ایمان میں تمہارا فائدہ ہے۔

وہ بندوں کے لئے کفر کو پسند نہیں کرتا:

وَلَا يَرْضَىٰ لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ (وہ اپنے بندوں کے لئے کفر کو پسند نہیں کرتا) کیونکہ کفر پر اللہ راضی نہیں اگرچہ کفر اور ایمان سب اس کے ارادہ سے ہے۔ وَإِنْ تَشْكُرُوا (اور اگر تم شکر کرو گے) پس ایمان لے آؤ گے يَرْضَهُ لَكُمْ (تو اس کو وہ تمہارے لئے پسند کرتا ہے) یعنی تمہارے لئے شکر کو پسند کرتا ہے۔ کیونکہ وہ تمہاری کامیابی کا سبب ہے پس وہ اس پر تمہیں جنت بطور ثواب دے گا۔

قرآنت: مکی اور علی نے یرضہ ہاء کے ضمہ اور اشباہ کے ساتھ پڑھا ہے اور نافع، ہشام اور عاصم تمام نے سوائے یحییٰ اور حماد کے ہاء کے ضمہ اور بغیر اشباہ کے پڑھا ہے اور دیگر قراء نے ہاء کے سکون کے ساتھ پڑھا ہے۔

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ (اور کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا) یعنی کسی کو دوسرے کے گناہ کے بدلے نہ پکڑا جائے گا۔ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ مَرْجِعُكُمْ (پھر اپنے پروردگار کے پاس تم کو لوٹ کر جانا ہوگا) ربکم سے پہلے جزاء کا لفظ محذوف ہے یعنی اپنے رب کی جزاء کی طرف تم نے لوٹنا ہے۔ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ (پس وہ تم کو تمہارے سب اعمال جتادے گا) پس تمہارے اعمال کی تمہیں خبر دے گا۔ اور اس پر تمہیں بدلہ دے گا۔ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ (بلاشبہ وہ دلوں تک کی باتوں کو جانتا ہے) یعنی دلوں کی مخفی باتوں کو۔

وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهُ مُنِيبًا إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا خَوَّلَهُ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا

اور انسان کو جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے رب کو پکارنے لگتا ہے اس کی طرف متوجہ ہو کر، پھر جب وہ اسے اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا فرمادیتا ہے تو وہ اس

كَانَ يَدْعُوًّا إِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلَّهِ أَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِهِ قُلْ تَمَتَّعْ

بات کو بھول جاتا ہے جس کے لئے پہلے پکارا تھا۔ اور اللہ کے لئے شریک تجویز کرنے لگتا ہے، تا کہ اسکی راہ سے گمراہ کرے، آپ فرمادیتے کہ تو

بِكُفْرِكَ قَلِيلًا إِنَّكَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ ۗ أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاءَ اللَّيْلِ سَاجِدًا وَ

اپنے کفر کے ذریعہ تھوڑا سا نفع حاصل کر لے، بلاشبہ تو دوزخ والوں میں سے ہے، کیا وہ شخص جو رات کے اوقات میں عبادت میں لگا ہوا ہوتا ہے حالت سجدہ میں اور

قَائِمًا يَحْذَرُ الْآخِرَةَ وَيَرْجُو رَحْمَةَ رَبِّهِ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ

حالت قیام میں آخرت سے ڈرتا ہے اور اپنے رب کی رحمت کا امیدوار ہے، آپ فرمادیتے کیا وہ لوگ برابر ہیں جو جاننے والے ہیں

وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ ۗ

اور جو جاننے والے نہیں ہیں، عقل والے ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

کافر کا طرز عمل:

۸: وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ (اور آدمی کو جب پہنچتی ہے) انسان سے یہاں ہر کافر یا ابو جہل مراد ہے۔ ضُرٌّ (آزمائش و تکلیف) اور مَسَّ کا لفظ اعراض کے لیے بطور مجاز بولا گیا۔ دَعَا رَبَّهُ مُنِيبًا إِلَيْهِ (تو اپنے رب کو اسی کی طرف رجوع کر کے پکارنے لگتا ہے) دعا سے اللہ ہی کی طرف رجوع کرتا ہے اس کے غیر سے دعا نہیں کرتا۔ ثُمَّ إِذَا خَوَّلَهُ (پھر جب اللہ تعالیٰ اس کو عطاء فرماتا ہے) نِعْمَةً مِّنْهُ (اپنی طرف سے نعمت) کی ضمیر اللہ عزوجل کی طرف لوٹی ہے۔ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوًّا إِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ (تو جس کے لیے پہلے سے پکار رہا ہے اس کو بھول جاتا ہے) یعنی اپنے اس رب کو بھول جاتا ہے جس کے سامنے وہ گڑگڑا رہا تھا۔

تَخَوُّوا: یہاں مَأْمَنُ کے معنی میں ہے جیسے اس آیت میں وما خلق الذکر والانشیٰ [سورة الليل: ۳] یا اس نقصان کو بھول جاتا ہے جس کے دور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کو پکار رہا تھا وَجَعَلَ لِلَّهِ أَنْدَادًا (اور اللہ تعالیٰ کے شریک بنانے لگتا ہے) انداد کا معنی امثال ہے۔ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِهِ (جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستہ سے دوسروں کو گمراہ کرتا ہے) سبیل سے یہاں اسلام مراد ہے۔ قراءت، کنی ابو عمرو و یعقوب نے لِيُضِلَّ ياء کے فتح کے ساتھ پڑھا ہے۔

قُلْ تَمَتَّعْ (کہہ دے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم بہار لوٹ لو) تمتع میں امر تہدید کے لیے آیا ہے۔ بِكُفْرِكَ قَلِيلًا (اپنے کفر کے تھوڑے دنوں) یعنی دنیا میں إِنَّكَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ (تو دوزخیوں میں سے ہونے والا ہے) یعنی اصحاب النار بمعنی اہل النار ہے۔

مؤمن کو خوف اور امید کے درمیان رہنا ضروری ہے:

۹: اَمَّنْ (آیا وہ شخص)۔

قرأت: مکی، نافع اور حمزہ نے تخفیف کے ساتھ پڑھا اور ہمزہ استفہام کو من پر داخل تسلیم کیا دیگر قراء نے تشدید کے ساتھ پڑھا اور ام کو من پر داخل کیا۔

نحو: من مبتدأ ہے اور اس کی خبر محذوف ہے تقدیر عبارت یہ ہے:

اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ كَغَيْرِهِ یعنی امن ہو مطیع کمن ہو عاصی (وہ عبادت کرنے والا ہے) الْقُنْتُ کا معنی اللہ تعالیٰ کا مطیع۔ دلالت کلام کی وجہ سے اس کو حذف کر دیا (کمن ہو عاصی) کیونکہ کافر کا تذکرہ پہلے گزرا اور اس کے بعد بھی یہ ارشاد موجود ہے۔ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ - اِنَّا الْكَلِيلُ (رات کے اوقات میں) سَاجِدًا وَّ قَائِمًا يَحْذَرُ الْآخِرَةَ (اس حال میں کہ وہ سجدے اور قیام میں ہوتا ہے آخرت سے ڈرتا ہے)

نحو: ساجد اور قائم دونوں قننت کی ضمیر سے حال ہیں۔ يحذر الآخرة سے مراد يحذر عذاب الآخرة ہے۔ وَيَرْجُوا رَحْمَةَ رَبِّهِ (اور وہ اپنے رب کی رحمت کا امیدوار ہے) رحمت سے یہاں جنت مراد ہے۔

آیت یہ دلالت کر رہی ہے کہ مؤمن کا خوف اور امید کے درمیان رہنا ضروری ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ وہ رب کی رحمت کا امیدوار ہونے کا اپنے عمل کا اور اپنے عمل کی کوتاہی پر اس کے عذاب سے خوف زدہ ہو پھر رجاء جب حد سے بڑھ جاتی ہے تو امن بنتی ہے اور خوف جب حد سے تجاوز کر جاتا ہے تو ناامیدی آ جاتی ہے اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا فلا یا من مکر اللہ الا القوم الخسرون [الاعراف: ۹۹] اور دوسرے مقام پر فرمایا کہ انه لا یایس من روح اللہ الا القوم الکفرون [یوسف: ۸۷] پس ضروری ہے کہ ان میں سے کوئی ایک چیز بھی اپنی حد سے تجاوز نہ کرے۔

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ (آپ کہہ دیجئے کیا علم والے اور جہالت والے برابر ہوتے ہیں) یعنی جو جانتے اور عمل کرتے ہیں گویا یہاں عمل نہ کرنے والے کو غیر عالم قرار دیا۔ اس میں ان لوگوں کے لیے بڑی تذلیل ہے۔ جو علوم کو جمع کرتے ہیں پھر اس میں عاجزی اختیار نہیں کرتے اور اس میں طرح طرح کے فنون حاصل کرتے ہیں۔ پھر دنیا پر فریفتہ ہیں وہ اللہ کے ہاں جاہل ہیں اس لیے کہ اس آیت میں قانتین کو علماء قرار دیا گیا ہے۔ یا مراد اس سے تشبیہ دینا ہے کہ جس طرح عالم و جاہل برابر نہیں اسی طرح مطیع اور نافرمان برابر نہیں۔ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُو الْاَلْبَابِ (بے شک وہی لوگ نصیحت پکڑتے ہیں جو جاہل عقل ہیں) الالباب جمع لب کی ہے یعنی عقل والے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ کی نصیحت سے عقل والے ہی فائدہ اٹھاتے ہیں۔

قُلْ يُعْبَادِ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً ۗ

آپ فرمادیجئے کہ اے میرے بندو جو ایمان لائے اپنے رب سے ڈرو، یہی بات ہے کہ جن لوگوں نے اس دنیا میں اچھے کام کئے انکے لئے اچھا بدلہ ہے

وَأَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةٌ ۗ إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝۱۰ قُلْ

اور اللہ کی زمین فراخ ہے، سہر کر نیوالوں کو ان کا پورا اجر بغیر کے حساب دیا جائے گا، آپ فرمادیجئے

إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ ۗ وَأُمِرْتُ لِأَنْ أَكُونَ أَوَّلَ الْمُسْلِمِينَ ۝۱۱

کہ بلاشبہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ اس طرح اللہ کی عبادت کرو کہ عبادت اسی کے لئے خالص ہو، اور مجھے حکم ہوا ہے کہ میں سب سے پہلا مسلمان ہوں،

قُلْ إِنِّي أَخَافُ أَنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝۱۲ قُلْ اللَّهُ أَعْبُدْ مُخْلِصًا لَهُ دِينِي ۝۱۳

آپ فرمادیجئے اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو بڑے دن کے عذاب کا خوف رکھتا ہوں آپ فرمادیجئے کہ بیشک میں اللہ ہی کی عبادت کرتا ہوں اس طرح سے کہ میری عبادت اسی کے لئے خالص ہے

۱۰: قُلْ يُعْبَادِ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا رَبَّكُمُ (کہہ دیجئے اے میرے ایمان والے بندو! تم اپنے پروردگار سے ڈرتے رہو) اس کے اوامر کو بجا لاؤ اور نواہی سے گریز کرو۔

قرأت: اکثر قراء کے ہاں یعباد بغیر یاء پڑھا گیا ہے۔

لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً (ان لوگوں کیلئے جو اس دنیا میں نیکی کرتے ہیں ان کے لئے نیک صلہ ہے) یعنی دنیا میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔ نَحْوُ: فی احسنوا کے متعلق ہے حسنة کے ساتھ متعلق نہیں یعنی آیت یہ ہے کہ جو اس دنیا میں اچھائی کرتے ہیں ان کے لئے آخرت میں بھلائی ہے آخرت کی بھلائی کا مطلب جنت ہے یعنی ان کو ایسی نیکی ملے گی جس کا بیان نہیں ہو سکتا۔

سری کا قول:

یہ حسنة سے متعلق ہے پھر حسنة کی تفسیر اس نے صحت و عافیت سے کی ہے۔

نیکی میں کوتاہی والے کے ہاں کوئی عذر نہیں:

وَأَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةٌ (اور اللہ تعالیٰ کی زمین وسیع ہے) جو لوگ نیکی میں کوتاہی کرنے والے ہیں ان کے ہاں کوئی عذر نہیں یہاں تک کہ اگر وہ یہ سب بتائیں کہ وہ اپنے وطن میں نیکی کی زیادہ قدرت نہیں پاتے ہیں۔ تو انہیں بتلا دیا گیا اللہ تعالیٰ کی زمین وسیع ہے اور ملک بے شمار ہیں۔ دوسرے ملکوں میں چلے جاؤ۔ اور انبیاء علیہم السلام اور صالحین کی سیرتوں کی اتباع کرو کہ انہوں نے دوسرے علاقوں کی طرف ہجرت کی تاکہ نیکی میں اضافہ ہو اور اطاعت و راطاعت ان کو میسر آئے۔

إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ (مستقل رہنے والوں کو پورا ملے گا) جنہوں نے ترک وطن، انقطاع خاندان اور دیگر گھبرا دینے والی پریشانیاں برداشت کر لیں اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مصائب برداشت کئے اور نیکی کی ترویج کیلئے دکھ اٹھائے۔ ان کو ملے گا۔ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ (ان کا اجر بے شمار) قول ابن عباس رضی اللہ عنہما: حساب کرنے والے کا حساب اس کی طرف راہ نہیں پاسکتا اور نہ اس کو جانا جاسکتا ہے۔

مَخْوٍ: یہ اجر سے حال ہے۔ اس حال میں کہ وہ پورا دیا ہوا ہے۔

۱۱: قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ (کہہ دیجئے کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کروں) ای بان اعبد اللہ بآء محذوف ہے۔ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ (کہ عبادت کو اسی کے لیے خالص رکھوں) مجھے دین کے اخلاص کا حکم ہوا ہے۔

اخلاص دین میں سبقت کا سبب ہے:

۱۲: وَأُمِرْتُ لِأَنْ أَكُونَ أَوَّلَ الْمُسْلِمِينَ (اور مجھے یہ حکم ہوا کہ سب مسلمانوں میں اول میں ہوں)۔ مجھے یہ اس لئے حکم ہوا کہ میں مسلمانوں میں سب سے پہلا فرمانبردار بنوں یعنی ان میں دین کے لحاظ سے سب سے آگے اور دنیا و آخرت میں سب سے بڑھنے والا۔ معنی یہ ہے کہ اخلاص دین میں سبقت کا سبب ہے جو جتنا زیادہ اخلاص برتنے والا ہے وہ سابق ہے۔ پس پہلی بات یہ ہے کہ عبادت بمعہ اخلاص کا حکم ہوا۔ دوسری بات سبقت کا حکم دیا۔ جب دونوں ایک ہیں تو عطف کیسے درست۔ ان کی جہت کے اختلاف نے ان کو الگ الگ کر دیا جس سے ان کا عطف ایک دوسرے پر جائز ہے۔

۱۳: قُلْ إِنِّي أَخَافُ أَنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ (آپ کہہ دیجئے کہ اگر میں اپنے رب کا کہنا نہ مانوں تو میں ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ رکھتا ہوں) یہ بات آپ اس کو فرمادیں جو آباء و اجداد کے دین کی طرف لوٹنے کی آپ کو دعوت دے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کفار قریش نے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کہا کہ تم اپنے والد اور دادا اور اپنی قوم کے سرداروں کو نہیں دیکھتے کہ وہ لات وغیرہ کی پوجا کرتے تھے پس یہ آیت ان کی تردید میں اتاری گئی۔

۱۴: قُلِ اللَّهُ أَعْبُدُ مُخْلِصًا لَهُ دِينِي (آپ کہہ دیجئے کہ میں تو اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرتا ہوں کہ اپنی عبادت کو اسی ہی کیلئے خالص رکھتا ہوں) یہ آیت خبر دے رہی ہے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک کو عبادت کے ساتھ خاص کرنے والے تھے۔ دوسروں کو چھوڑ کر۔ بہتر قول یہ ہے کہ اس میں اس بات کی اطلاع ہے کہ آپ کو عبادت و اخلاص کا حکم دیا گیا۔ پس کلام اولاً تو نفس فعل اور اس کے اثبات کو ظاہر کر رہا ہے۔ اور ثانیاً کلام اس کے متعلق ہے جن کی وجہ سے یہ فعل کیا جائے۔ اسی لیے اس پر اگلی آیت کو مرتب فرمایا گیا۔

فَاعْبُدُوا مَا شِئْتُمْ مِنْ دُونِهِ قُلْ إِنَّ الْخَيْرِينَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ وَأَهْلِيَهُمْ يَوْمَ

سوا سے چھوڑ کر تم جس کی چاہو عبادت کرو، آپ فرمادیجئے کہ بلاشبہ نقصان میں پڑنے والے وہی لوگ ہیں جو قیامت کے دن اپنے جانوں سے اور اپنے اہل و عیال سے

الْقِيَمَةَ الْأَذَىٰ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ ۝۱۵ لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ

خسارہ میں پڑ گئے۔ خبردار یہ صریح خسارہ ہے، ان کے لئے ان کے اوپر سے آگ کے شعلے ہوں گے اور ان کے نیچے سے بھی

ظُلَلٌ ذَٰلِكَ يُخَوِّفُ اللَّهَ بِهِ عِبَادَهُ يُعْبَادُ فَاتَّقُونَ ۝۱۶ وَالَّذِينَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوتَ

شعلے ہوں گے، یہ وہ بات ہے جس سے اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے، اے میرے بندو سو تم مجھ سے ڈرو، اور جن لوگوں نے اس بات سے پرہیز کیا

أَنْ يَعْبُدُوا مَا دُونِ اللَّهِ إِلَٰهِي اللَّهُ لَهُمُ الْبَشْرَىٰ فَبَشِّرْ عِبَادِ ۝۱۷ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ

کہ شیطان کی عبادت کریں اور وہ اللہ کی طرف متوجہ ہوئے ان کے لئے خوشخبری ہے، سو آپ میرے ان بندوں کو خوشخبری سنا دیجئے جو اس کلام کو کان لگا کر سنتے ہیں

فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَاهُ اللَّهُ وَأُولَٰئِكَ هُمْ أُولُو الْأَلْبَابِ ۝۱۸ أَفَمَنْ حَقَّ

پھر انکی اچھی سے اچھی باتوں کا اتباع کرتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی اور یہی وہ لوگ ہیں جو عقل والے ہیں، سو جس شخص کے بارے میں

عَلَيْهِ كَلِمَةٌ الْعَذَابِ أَفَأَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ ۝۱۹ لَكِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ عَرْفٌ

عذاب کی بات ملے ہو چکی ہے کیا آپ اسے چھڑالیں گے جو دوزخ میں ہے، لیکن جو لوگ اپنے رب سے ڈرے انکے لئے بالا خانے بنے ہوئے

مِّنْ فَوْقِهَا عَرْفٌ مُّبِينَةٌ ۝۲۰ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَعَدَّ اللَّهُ لَا يُخْلِفُ اللَّهُ الْمِيعَادَ ۝۲۱ الْمَرَّةَ

ہیں انکے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ یہ اللہ نے وعدہ فرمایا ہے، اللہ وعدہ خلاف نہیں فرماتا، کیا تو نے نہیں دیکھا

أَنَّ اللَّهَ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَلَكَهُ يَنَابِيعٌ فِي الْأَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهِ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ

کہ اللہ نے آسمان سے پانی نازل فرمایا پھر اسکو زمین کی سوتوں میں داخل کر دیا پھر اس کے ذریعہ کھیتیاں نکالتا ہے جن کی نسیمیں مختلف ہیں

ثُمَّ يَهَيِّجُ فَتْرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهُ حُطَامًا إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرًا لِأُولِي الْأَلْبَابِ ۝۲۲

پھر وہ کھیتی خشک ہو جاتی ہے۔ سوتوں سے دیکھتا ہے پیلے رنگ کی حالت میں پھر وہ اسے چورا چورا بنا دیتا ہے، بلاشبہ اس میں عقل والوں کیلئے نصیحت ہے۔

۱۵: فَاعْبُدُوا مَا شِئْتُمْ مِنْ دُونِهِ (پس اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر تمہارا دل جس چیز کو چاہے اس کی تم عبادت کرو) فاعبدوا کا یہ ام

تہدید کیلئے ہے۔

درجات کی بجائے درکات والے اصل خسارہ میں:

بشان نزول: آپ کو کہا گیا اگر تم اپنے آباء کے دین کی مخالفت کرو گے تو نقصان اٹھاؤ گے۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔
 قُلْ إِنَّ الْخَاسِرِينَ (کہہ دیجئے پورے خسارہ اٹھانے والے وہی لوگ ہیں) مکمل خسارے اور اس کے تمام اسباب و وجوہ کو اپنے اندر جمع کرنے والے۔ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ (جو اپنی جانوں سے) ان کو آگ میں ہلاک کرنے کے سبب و اہلیہم (اور اپنے متعلقین سے خسارہ میں پڑے) يَوْمَ الْقِيَامَةِ (قیامت کے دن) کیونکہ انہوں نے ان کو گمراہ کیا پس وہ بھی آگ میں پہنچ گئے۔ اور ان کے نقصان کو اگلے حصہ آیت میں شدید ترین خسارہ قرار دیا گیا فرمایا اِلَّا ذَلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ (سنو! کہ صریح خسارہ یہ ہے)

تاکیدات:

نمبر ۱۔ جملہ کی ابتداء حرف تنبیہ سے فرمائی۔ نمبر ۲۔ مبتدأ اور خبر کے درمیان فاصلہ لایا گیا۔ نمبر ۳۔ الخسران کو معرفہ لائے۔ نمبر ۴۔ معرفہ کی المین صفت لائے۔ نمبر ۵۔ جملہ اسمیہ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے جنت کے بدلے آگ لے لی ہے۔ اور اپنے درجات کو درکات سے بدل ڈالا ہے۔

پہلے آگ سے پھر اپنی ذات سے ڈرایا:

۱۶: لَهُمْ مِنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ (ان کے لئے ان کے اوپر سے محیط شعلے ہونگے) ظلل: آگ کے طبقات کو فرمایا۔ مِّنَ النَّارِ (آگ کے) وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ (اور آگ کے محیط شعلے ان کے نیچے سے بھی ہونگے) ظلل یہاں بھی اطباق کے معنی میں ہے اور یہ دوسروں کیلئے ظلل ہونگے حاصل یہ ہے کہ آگ ان کو ہر طرف سے محیط ہوگی۔ ذَلِكَ (یہ وہی ہے) جو عذاب بیان کیا گیا یا وہ اطباق يُخَوِّفُ اللَّهُ بِهِ عِبَادَهُ (جس سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے) تاکہ وہ اس پر ایمان لائیں اور اس کی منہیات سے پرہیز کریں۔ يَلْعَبُدُونِ (اے میرے بندو! مجھ سے ڈرو) اور اپنے آپ کو ان مقامات پر مت لے جاؤ۔ جو میری ناراضگی کو لازم کرنے والے ہیں۔ اَوْلَى اللّٰهِ تَعَالَى نے اپنے بندوں کو آگ سے ڈرایا پھر اپنی ذات سے ڈرایا۔

شیطان سے بچنے والے خوشخبری کے حقدار ہیں:

۱۷: وَالَّذِينَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوتَ (اور وہ لوگ جو شیطان کی عبادت سے بچتے ہیں) الطَّاغُوت سے شیاطین مراد ہیں۔ یہ الطغیان سے معلوت کا وزن ہے۔ جو مبالغہ کیلئے ملکوت اور رحمت کی طرح استعمال ہوا۔ البتہ اس میں لام کو غین سے بدل کر قلب کیا ہے۔ اس کا اطلاق شیطان پر ہوتا ہے۔ یا شیاطین پر کیونکہ الطَّاغُوت مصدر ہے۔ اور اس میں کئی مبالغات ہیں۔ نمبر ۱۔ مصدر سے نام رکھ دیا گیا جو شیطان بعینہ سرکشی ہے نمبر ۲۔ یہ وزن مبالغہ کا ہے الرحمت رحمت واسعہ کو کہتے ہیں اور الملکوت وسیع ملک کو۔ نمبر ۳۔ قلب بھی اختصاص کو ظاہر کرتا ہے کیونکہ یہ شیطان کے علاوہ کسی پر بھی بولا نہیں جاتا۔ یہاں جمع مراد ہے۔ اور ایک قراءت میں

الطَّوَاغِيتِ بھی آیا ہے۔ اَنْ يَّعْبُدُوْهُا وَيَهْتَفُوْا بِهَا بِطَافُوتٍ مِّنْ دُوْنِهَا سُبْحٰنَ الَّذِيْ يَسْتَعِذُّ بِرَبِّهِمْ اِنَّهُمْ لَكٰفِرٌ مِّنْهُ لَمَّا دُعا بِرَبِّهِمْ اِنَّهُمْ لَكٰفِرٌ مِّنْهُ لَمَّا دُعا بِرَبِّهِمْ اِنَّهُمْ لَكٰفِرٌ مِّنْهُ لَمَّا دُعا بِرَبِّهِمْ (اور وہ متوجہ ہوتے ہیں) اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى (اللہ تعالیٰ کی طرف وہ خوشخبری سنانے کے مستحق ہیں) الْبُشْرٰى سے بشارتِ ثواب مراد ہے۔ فرشتے حضور موت کے وقت ان کو خوشخبریاں دیتے ہیں اور جب حشر میں اٹھائے جائیں گے تو خوشخبری سنائیں گے۔ فَبَشِّرْ عِبَادِ (پس آپ میرے ان بندوں کو خوشخبری سنا دیں)

اعمالِ دین کو نقد و تبصرہ کی نگاہ سے دیکھ کر احسن کو لینے والے ہیں:

۱۸: الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ (جو اس کلام کو کان لگا کر سنتے ہیں اور پھر اس کی اچھی اچھی باتوں پر چلتے ہیں) یہ وہی لوگ ہیں جو پرہیزگار اور منیب ہیں مقصود یہ ہے کہ پرہیزگاری اور انابت کے ساتھ ساتھ وہ اس صفت سے بھی متصف ہوں۔ یہاں ظاہر کو ضمیر کی جگہ لایا گیا ہے۔ مقصود یہ ہے کہ وہ دین کے اعمال کو نقد و تبصرہ کی نگاہ سے دیکھنے والے اور اس میں سے حسن و احسن اور فاضل و افضل کا فرق کرنے والے ہوں۔ جب ان کے سامنے دو معاملے پیش آئیں۔ ان میں سے ایک واجب اور دوسرا مستحب ہو تو وہ واجب کو اختیار کرنے والے ہوں۔ اسی طرح مباح و مندب میں تقابل کے وقت مندب کو اختیار کرنے والے ہیں۔ گویا اس بات کی ان کو حرص لگی ہو کہ بارگاہِ الہی میں کونسا امر قریب تر ہے۔ اور کس کا ثواب بڑھا ہوا ہے۔ نمبر ۲۔ وہ قرآن اور غیر قرآن کو سکر پھر قرآن کی اتباع کرتے ہیں۔ یا اللہ تعالیٰ کے اوامر کو سن کر پھر ان میں سے احسن کی پیروی کرنے والے ہوں مثلاً قصاص اور عفو میں سے عفو اختیار کرنے والے ہیں۔ نمبر ۳۔ لوگوں کے ساتھ باتیں سنتے ہیں جن میں اچھائیاں اور برائیاں ہوتی ہیں۔ وہ اچھی باتوں کو آگے لوگوں کے سامنے بیان کرتے ہیں اور ان کے علاوہ سے بچتے ہیں۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْاُولٰٓئِبِ (یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور یہی ہیں جو اہل عقل و خرد ہیں) یعنی اپنی عقول سے نفع اٹھانے والے ہیں۔

۱۹: اَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ (بھلا جس شخص پر عذاب کی بات ثابت ہو چکی۔ تو کیا آپ ایسے شخص کو جو کہ دوزخ میں ہے چھڑا سکتے ہیں) اصل کلام اس طرح ہے اَمِنْ حَقِّ عَلَيْهِ الْعَذَابِ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ (بمعنی وجب ہے۔

تَنْقِذُ: یہ جملہ شرطیہ ہے جس پر ہمزہ استفہام انکاری داخل ہو اور فاء جزائیہ ہے۔ پھر اس پر وہ فاء داخل ہوئی جو اس کی ابتداء میں محذوف پر عطف کیلئے لائی گئی۔ تقدیر کلام اس طرح ہے۔ اِنَّ مَالِكًا اَمْرًا هُمْ؟ فَمِنْ حَقِّ عَلَيْهِ الْعَذَابِ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ؟ ہمزہ ثانیہ وہی پہلا ہی ہمزہ ہے جو انکار کے معنی کی تاکید کیلئے دوبارہ لایا گیا۔ اور مَنْ فِي النَّارِ کو مضموم کی جگہ لائے ای تَنْقِذُ حاصل یہ ہوا کہ اس کے مطابق آیت ایک ہی جملہ ہے۔ نمبر ۲۔ اس کا معنی یہ ہوا اَمِنْ حَقِّ عَلَيْهِ الْعَذَابِ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ؟ مطلب یہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے گمراہ کر دیا اس کو آگ سے بچانے کی کوئی قدرت نہیں رکھتا اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ بات سبقت کر چکی کہ وہ اہل نار میں سے ہے۔

حقیقت میں بالا خانے ملیں گے:

۲۰: لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ (لیکن وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈرتے رہے۔ ان کے لئے بالا خانے ہیں جن کے اوپر اور بالا خانے ہونگے) جنات کے مکانات بلند ہونگے۔ اور ان کے اوپر مکانات ہونگے جو ان سے بھی بلند تر ہونگے یعنی کفار کیلئے اگر آگ کے طبقات ہونگے تو متقین کے لئے بالا خانے ہونگے۔ مَبْنِيَّةٌ تَجْرِي مِّنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ (جو بنے بنائے تیار ہیں ان کے نیچے نہریں چل رہی ہیں) یعنی ان منازل کے نیچے وَعَدَ اللّٰهِ لَا يَخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ (یہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے اللہ تعالیٰ وعدہ میں خلاف نہیں کرتا)

نَحْوُ: وَعَدَ یہ مصدر مؤکد ہے کیونکہ ہم غرَف کا معنی وعدہم اللہ غرَفاً ہے۔

پانی اتارنے، کھیتی نکالنے میں عقل والوں کے لئے عبرت:

۲۱: اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً (کیا تم نے اس پر نظر نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اتارا ہے) الماء سے مراد بارش ہے۔

ایک قول:

تمام زمین کے پانی بھی آسمان سے ہیں پہلے صحرا پر اترتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ ان کو تقسیم کر دیتے ہیں۔ فَسَلَكَهُ (پس اس کو داخل کر دیا) يَنْبِيعٍ فِي الْاَرْضِ (زمین کے چشموں میں) ینابیع چشموں اور پانی کے چلنے کے راستے اور گزرگا ہیں۔ جیسا کہ جسم میں رگیں۔

نَحْوُ: ینابیع یہ حال کی وجہ سے منصوب ہے یا ظرفیت کی بناء پر منصوب ہے۔ فی الارض یہ ینابیع کی صفت ہے۔

ثُمَّ يُخْرِجُ بِهِ (پھر اس کے ذریعے سے وہ پیدا کرتا ہے) اذ کی ضمیر سے پانی مراد ہے۔ زُرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهُ (کھیتیاں جن کے رنگ مختلف ہیں) الوان سے ہیئت و شکل مراد ہے جیسے سبز، سرخ، زرد، سفید یا اقسام مراد ہیں۔ گندم، جو، تل وغیرہ۔ ثُمَّ يَهِيْجُ (پھر وہ کھیتی بالکل خشک ہو جاتی ہے) فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا (پس اس کو تم زرد دیکھتے ہو) تروتازگی اور خوبصورتی کے بعد ثُمَّ يَجْعَلُهُ حُطَامًا (پھر اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے) حطام ریزہ ریزہ ٹکڑے جو نبات ٹوٹ پھوٹ کر ریزہ ہو جائے وہ حطام کہلاتی ہے۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ (بیشک اس میں) پانی اتارنے اور کھیتی نکالنے، پیدا کرنے میں لَذِكْرٍ لِّلْاُولٰٓئِی الْاَلْبَابِ (اہل عقل کیلئے بڑی عبرت ہے) یادداشت اور اس بات پر تنبیہ ہے کہ اس کا ایک صانع نہایت حکیم ہے اور یہ سب کچھ بڑے اندازے اور بڑی تدبیر سے ہو رہا ہے۔ نہ کہ اہمال و تعطیل سے۔

أَفَمَنْ شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَى نُورٍ مِّنْ رَبِّهِ فَوَيْلٌ لِلْقَاسِيَةِ قُلُوبِهِمْ

سو اللہ نے جس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیا سو وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے۔ سو بلاکت ہے ان لوگوں کے لئے جن کے دل ذکر اللہ کی جانب سے

مِّنْ ذِكْرِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿۳۲﴾ اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُّتَشَابِهًا

سخت ہیں، یہ لوگ کھلی ہوئی گمراہی میں ہیں۔ اللہ نے بڑا اچھا کلام نازل فرمایا جو ایسی کتاب ہے جس کی باتیں آپس میں ملتی جلتی ہیں۔

مَّثَانِيًّا ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ

جو بار بار دہرائی جاتی ہیں، اس سے ان لوگوں کے بدن کانپ اٹتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، پھر انکے بدن اور دل نرم ہو کر

إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ هُدًى لِّلَّذِينَ يَهْدِي اللَّهُ يُهْدِي بِهٖ مَن يَشَاءُ ۚ وَمَن يُضَلِّ اللَّهُ فَمَا

اللہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، یہ اللہ کی ہدایت ہے اسکے ذریعہ وہ جسے چاہے ہدایت دیتا ہے۔ اور اللہ جسے گمراہ کرے

لَهُ مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾ أَفَمَنْ يَتَّقِي بِوَجْهِهِ سُوءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ وَقِيلَ لِلظَّالِمِينَ

اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ کیا جو شخص قیامت کے دن اپنے چہرہ کو برے عذاب سے بچائے گا، اور ظالموں سے کہا جائے گا

ذُوقُوا مَا كُنتُمْ تَكْسِبُونَ ﴿۳۴﴾ كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ فَاَتَتْهُمْ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ ﴿۳۵﴾

کہ جو کچھ تم کمائی کرتے تھے اسے کچھ لو۔ ان لوگوں سے پہلے جو لوگ تھے انہوں نے جھٹلایا سو ان کے پاس اس طور سے عذاب آیا کہ انہیں اس کا خیال بھی نہ تھا۔

۳۲: أَفَمَنْ شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ (پس جس شخص کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کیلئے کھول دیا) شرح کو وسیع کر دیا لِلْإِسْلَامِ پس اس نے ہدایت پائی۔

فرمان رسول اللہ ﷺ:

رسول اللہ ﷺ سے شرح صدر کے متعلق دریافت کیا گیا۔ تو فرمایا جب نور دل میں داخل ہو جاتا ہے تو وہ سینہ کھل جاتا اور وسیع ہو جاتا ہے آپ سے سوال کیا گیا۔ کیا اس کی کوئی علامت بھی ہے؟ فرمایا ہاں! ہمیشگی کے گھر کی طرف رجوع اور غرور کی طرف سے بے رغبتی اور موت کی آمد سے قبل موت کی تیاری [تفسیر ابن کثیر ۲/۱۸۱]

فَهُوَ عَلَى نُورٍ مِّنْ رَبِّهِ (وہ اپنے پروردگار کے نور پر ہے) نور کا معنی وضاحت و بصیرت۔ معنی یہ ہے افمن شرح اللہ صدرہ کیا وہ آدمی جس کے سینے کو اللہ تعالیٰ نے کھول دیا پس وہ ہدایت پا گیا اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جس کے دل پر مہر لگ چکی اور اس کا دل سخت ہو گیا؟ اس کو حذف کر دیا کیونکہ ارشاد الہی فَوَيْلٌ لِلْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُمْ (پس بڑی خرابی ہے ان لوگوں کیلئے کہ

جن کے دل متاثر نہیں ہوتے) اس پر دلالت کر رہا ہے۔ مَن ذِکْرِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کے ذکر سے) یعنی اللہ تعالیٰ کی یاد کو چھوڑ دینے کی وجہ سے یا اللہ تعالیٰ کے ذکر کی وجہ سے یعنی جبکہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ان کے ہاں کیا جائے۔ یا اللہ تعالیٰ کی آیات سے ان کے دلوں کی قساوت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ دوسرے ارشاد میں ہے۔ فزادتهم رجسا الى رجسهم [التوبہ: ۱۲۵] اُولَئِكَ فِي ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (وہ لوگ کھلی گمراہی میں ہیں) ظاہری گمراہی میں مبتلا ہیں۔

سب سے عمدہ بات قرآن سن کر انہیں خشیت آتی ہے:

۲۳: اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ (اللہ تعالیٰ نے بڑا عمدہ کلام نازل فرمایا ہے) اللہ کے لفظ سے ابتداء کر کے نزل کو اس پر مرتب فرمانے میں احسن الحدیث کی تفسیر شان مقصود ہے۔

نَحْوُ: كِتَابًا يٰۤاِحْسَنَ الْحَدِيْثِ سے بدل ہے یا اس سے حال ہے۔

مُتَشَابِهًا (یہ ایسی کتاب ہے کہ باہم ملتی جلتی ہیں) جو صدق و بیان میں ایک دوسرے کے مشابہ ہیں۔ اسی طرح وعظ، حکمت اور اعجاز وغیر ذلک میں باہم ملتی جلتی ہیں۔ مَثَانِي (بار بار دہرائی گئی ہیں) جمع شئی اس کا معنی بار بار لوٹائی اور دہرائی گئی اس کے واقعات، اخبار، احکام، اوامر، نواہی وعدے اور وعید اور مواعظ بار بار دہرائے گئے ہیں۔

نَحْوُ: یہ کتاب کی صفت ہے۔ متشابہ کا بیان ہے کیونکہ قصص مکررہ وغیرہ وہ متشابہ ہی ہوتے ہیں۔

ایک قول:

کیونکہ اس کی بار بار تلاوت کے باوجود اس سے اکتاتے نہیں۔ واحد کی صفت جمع لائی جاسکتی ہے کیونکہ کتاب مکمل طور پر تفصیل والا جملہ ہے اور شئی کی تفصیل وہی اس کا مجموعہ ہوتا ہے۔ جیسے کہتے ہیں القرآن اسباع و سور و آیات؟ اسی طرح تم کہتے ہو اقاویص و احکام و مواعظ مکررات، کہ قصص و احکام و مواعظ بار بار لائے گئے ہیں۔

نمبر ۲۔ یہ متشابہ کی تمیز ہونے کی وجہ سے منصوب ہے جیسا تم کہو: رایت رجلاً حسناً شمائل۔ معنی یہ ہے وہ بار بار دہرائے جانے کی بناء پر متشابہ ہیں۔ تَقْشَعْرُ (ان لوگوں کے بدن کانپ اٹھتے ہیں) مضطرب ہو جاتے اور حرکت میں آ جاتے ہیں، مِنْهُ جُلُوْدُ الدِّیْنِ یَعْخَسُوْنَ رَبَّهُمْ (اس سے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں) کہا جاتا ہے اَقْشَعْرُ الْجِلْدِ اِذَا تَقَبَّضَ تَقْبِضًا شَدِيْدًا جب کہ وہ سخت گھٹے۔ مطلب یہ ہے جب وہ قرآن مجید سنتے ہیں۔ اور آیات و وعید ان کے کانوں میں پڑتے ہیں تو ان پر خشیت طاری ہو جاتی ہے جس سے ان کے بدن کانپ اٹھتے ہیں۔ حدیث میں وارد ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے خوف سے کسی مؤمن کے رونگٹے کھڑے ہوں۔ تو اس سے اس کے گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں۔ جس طرح خشک درخت سے پتے گرتے ہیں۔

(الہیمنی فی مجمع الزوائد ۱۰/۳۱۰)

ذکر اللہ پر اکتفاء:

ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدَهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلَىٰ ذِكْرِ اللّٰهِ (پھر ان کے بدن اور دل نرم ہو کر اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں) یعنی جب رحمت کی آیات ذکر کی جاتی ہیں تو ان کے بدن اور دل نرم پڑ جاتے ہیں اور ان پر جو خوف و کچپی طاری تھی وہ زائل ہو جاتی ہے۔ الٰہی کے ساتھ اس کو متعدی کیا گیا کیونکہ الٰہی کے ساتھ متعدی ہونے والے فعل کے معنی کو متضمن ہے گویا اس طرح کہا گیا اطمانت الی ذکر اللہ لینة غیر منقبضة گھٹنے کے بغیر نرمی کے ساتھ ان کے دل اللہ تعالیٰ کی یاد کی طرف مطمئن ہیں۔ آیت میں ذکر اللہ پر اکتفاء کیا گیا۔ رحمت کا تذکرہ نہیں کیا گیا کیونکہ اس کی رحمت غضب پر سبقت کرنے والی ہے۔ اور یہ بھی وجہ ہے کہ جب اس کو یاد کیا جائے تو وہ اپنی رحمت اس بندے کو پہنچاتا ہے اور اس وقت اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی رؤفیت اور رحیمیت ہی کا غلبہ ہوتا ہے۔ اولاً صرف جلوہ ذکر کیا پھر دوسری بار قلوب کو بھی شامل کیا کیونکہ خشیت کا محل دل ہیں۔ پس ان کا ذکر کر دینا یہ قلوب کا ذکر کرنا تھا۔ ذٰلِكَ (اس سے) کتاب کی طرف اشارہ کیا اور وہ هُدٰى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَاءُ (اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے جس کو وہ چاہتا ہے اس کے ذریعہ سے ہدایت دیتا ہے) اپنے بندوں میں سے اور اس سے وہی بندے مراد ہیں جن کے متعلق اس کے علم میں ہے کہ وہ ہدایت کو اختیار کریں گے۔ وَمَنْ يُضَلِلِ اللّٰهُ (اور اللہ تعالیٰ جس کو گمراہ کرتا ہے) اس میں ضلالت کو پیدا فرمادیتا ہے۔ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ (پس اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں) حق کی راہ کی طرف۔

ظالموں کا قیامت کے دن حال:

۲۴: اَفَمَنْ يَتَّقِيْ بِوَجْهِهِ سُوْءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (بھلا وہ شخص جو اپنے منہ کو قیامت کے دن سخت عذاب کی سپر بنائے گا) اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو عذاب سے مامون و محفوظ ہے؟ یہاں خبر کو اسی طرح حذف کر دیا جیسا کہ اس کے نظائر میں خبر حذف کی جاتی ہے۔ سوء العذاب سے شدت مراد ہے اس کا معنی یہ ہے انسان کو جب کوئی خوفناک چیز سامنے آتی ہے۔ تو اپنے آپ کو بچانے کیلئے ہاتھ آگے کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ اس طرح اس کا چہرہ بچ جائے۔ کیونکہ وہ انسان کے ہاں معزز ترین اعضاء میں سے ہے۔ اور جس شخص کو آگ میں ڈالا جائے گا۔ اس کے ہاتھوں کو گردن سے باندھ کر آگ میں پھینکا جائے گا۔ پس اس لئے صرف یہی موقع ہوگا کہ وہ اپنے چہرے کو ڈھال کے طور پر استعمال کرے۔ وہ چہرہ جس کو مقامات خوف میں ہاتھوں وغیرہ سے بچایا جاتا تھا اور اس کی حفاظت کی جاتی تھی۔ وَقِيْلَ لِلظّٰلِمِيْنَ (اور ظالموں کو حکم ہوگا) یعنی جہنم کے داروغہ ان کو کہیں گے۔ ذُوْقُوْا (تم مزہ چکھو) یعنی وبال ما کُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ (جو کچھ تم کیا کرتے تھے) یہ مصدر کے معنی میں ہے اپنی کمائی کا وبال چکھ لو۔

۲۵: كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (ان لوگوں نے جھٹلایا تھا جو ان سے پہلے ہو چکے) ہم کا مرجع قریش مکہ ہیں۔ فَاتَّهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ (پس ان پر عذاب ایسے طور پر آیا کہ ان کو خیال بھی نہ تھا) ایسی جہت سے آیا جو ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھی اور نہ ان کو خیال گزرا کہ کبھی شر اس طرف سے بھی آجائے گا۔ اس دوران کہ وہ مطمئن تھے کہ اچانک ان کے امن کے مقام

فَاذْاَقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ

سو اللہ نے انہیں دنیا والی زندگی میں رسوائی چکھا دی اور البتہ آخرت کا عذاب اس سے بڑا ہے اگر

كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ

دو جانتے ہوتے، اور یہ بات واقعی ہے کہ ہم نے لوگوں کے لئے اس قرآن میں ہر قسم کے عمدہ مضامین بیان کر دیئے ہیں تاکہ یہ لوگ

يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۸﴾ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرِ ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۲۹﴾ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا

نصیحت حاصل کریں، وہ قرآن ہے، عربی ہے جس میں کوئی کجی نہیں تاکہ یہ لوگ ڈریں، اللہ تعالیٰ نے ایک مثال بیان فرمائی ہے

رَجُلًا فِيْهِ شُرَكَاءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ هَلْ يَسْتَوِيْنَ مَثَلًا

کہ ایک شخص ہے جس میں کئی ساجھی ہیں جن میں آپس میں ضد ضدی ہے اور ایک وہ شخص ہے جو ایک ہی آدمی کے لئے سالم ہے کیا یہ دونوں حالت کے اعتبار سے برابر ہیں؟

لِلْحَمْدِ لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ﴿۳۱﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ

سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے بلکہ ان میں اکثر لوگ نہیں جانتے، بلاشبہ آپ مرنے والے ہیں اور بلاشبہ یہ لوگ بھی مرنیوالے ہیں، پھر یقینی بات ہے کہ قیامت کے دن

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ﴿۳۲﴾

تم اپنے رب کے پاس پیش ہو کر مدعی اور مدعى علییہ بنو گے۔

میں ہی عذاب نے ان کو آگھیرا۔

۲۶: فَاذْاَقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ (پس اللہ تعالیٰ نے ان کو اسی دنیوی زندگی میں عذاب کا مزہ چکھایا) الخزیت سے ذلت، رسوائی مثلاً مسخ، زمین میں دھنسا، قتل و جلا وطن ہونا وغیرہ اسی قسم کے اللہ تعالیٰ کے عذاب۔ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ (اور البتہ آخرت کا عذاب اور بھی بڑا ہے) دنیا کے عذاب کے مقابلہ میں لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ (کاش یہ لوگ سمجھ جاتے) تو ضرور ایمان قبول کر لیتے۔

۲۷: وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ (اور ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے واسطے ہر قسم کے عمدہ مضامین بیان کئے ہیں تاکہ یہ لوگ نصیحت پکڑیں) تذکر نصیحت پانے کو کہتے ہیں۔

۲۸: قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا (جس کی کیفیت یہ ہے کہ وہ عربی قرآن ہے) یہ حال مؤکدہ ہے جیسے کہتے ہیں جہاں نی زید رجلا صالحًا و انسانًا عاقلًا۔ اس میں رجلاً اور انسانًا کو بطور تاکید لائے ہیں۔ یا نمبر ۲۔ منصوب علی المدح ہے۔ غَيْرِ ذِيْ عِوَجٍ (جس میں ذرا میڑھ نہیں) وہ مستقیم اور ناقص و اختلاف سے پاک ہے۔

نکتہ: آیت میں مستقیم نہیں فرمایا تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ اس میں کبھی ٹیڑھ ہو ہی نہیں۔

ایک قول:

یہ ہے العوج سے شک مراد ہے۔ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ (تاکہ یہ لوگ ڈریں) اور کفر سے بچ جائیں۔

مشترک غلام اور منفرد آقا کا غلام میں فرق:

۲۹: ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا رَجُلًا فِيهِ شُرَكَاءُ مُتَشَاكِسُونَ (اللہ تعالیٰ نے ایک مثال بیان فرمائی کہ جس میں کئی سا جھمی ہیں جن میں باہم اختلاف ہے) متشاکسون کا معنی باہمی منازعت اور اختلاف رکھنے والے وَرَجُلًا سَلَمًا (اور ایک اور شخص ہے کہ پورا ایک ہی شخص کا ہے) سلما یہ مصدر ہے باب سلیم معنی ذی سلامۃ سلامتی والا لِرَجُلٍ (یعنی جو شرکت سے بچا ہوا) قراءت: مکی اور ابو عمرو نے سالما پڑھا ہے۔ خالص اسی ہی کا ہو۔

هَلْ يَسْتَوِينَ مَثَلًا (کیا ان دونوں کی حالت یکساں ہے) مثلاً کا معنی حالت ہے یہ تمیز ہے۔ معنی یہ ہے کیا ان دونوں کی حالت و کیفیت برابر ہے۔ تمیز مفرد لائی گئی کیونکہ وہ جنس کو بیان کر رہی ہے۔ قراءت: ایک قراءت میں مثلین ہے۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ (تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں)۔ وہ ذات جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ (بلکہ ان میں اکثر سمجھتے بھی نہیں) پس وہ اس کے ساتھ دوسروں کو شریک قرار دیتے ہیں۔ اس آیت میں کافر اور اس کی معبودیت کو اس غلام کے ساتھ تشبیہ دی جس کے بہت سے اختلاف و تنازع کرنے والے مالک ہوں۔ جن میں سے ہر ایک اس بات کا مدعی ہو کہ وہ اس کا غلام ہے۔ پس وہ آپس میں کھینچا تانی اور مختلف پُر مشقت کاموں کے لئے باہمی لے دے کرنے والے ہوں۔ اور وہ حیران ہو اور اسے یہ بھی معلوم نہ ہو کہ کون ان میں سے اس کی خدمت سے راضی ہوگا اور اپنی ذاتی ضروریات میں وہ کس پر انحصار کرے اور کس سے اپنا خرچہ مانگے اور کس سے نرمی کا سوال کرے پس ایسی حالت میں اس کی فکر منتشر، دل گھبرانے والا ہوگا۔ اور مؤمن کی مثال ایک ایسے غلام سے دی ہے جس کا ایک ہی آقا ہو۔ اس کی فکر ایک اور دل مجتمع ہوگا۔

موت سب پر ہے تو کسی کے انتظار موت سے اس میں فرق نہیں:

۳۰: إِنَّكَ مَيِّتٌ (آپ کو بھی مرنا ہے) یعنی عنقریب آپ پر موت آئے گی۔ وَ إِنَّهُمْ مَيِّتُونَ (اور ان کو بھی مرنا ہے) مَيِّتٌ تخفیف سے وہ جس پر موت اترے۔

قول خلیل:

ابو عمرو نے یہ شعر پڑھا

وتسألني تفسير مَيِّتٍ وَمَيِّتٍ ☆ فدونك وقد فسرت ان كنت تعقل

فَمَنْ كَانَ ذَا رُوحٍ فِذَلِكَ مَيِّتٌ ☆ وَمَا أَلَمِيْتُ إِلَّا مَنْ إِلَى الْقَبْرِ يُحْمَلُ

جس پر موت آئندہ طاری ہوگی وہ میت ہے اور جو مر چکا اور اس کو قبر کی طرف لے جایا جا رہا ہو۔ وہ میت ہے۔ کفار قریش رسول اللہ ﷺ کے متعلق موت کے منتظر تھے۔ پس اس میں خبر دی گئی کہ موت تو ان کو بھی آئے گی۔ پھر کسی کے انتظار موت کا کیا فائدہ۔ اور فانی کا فانی کی موت پر خوش ہونا چہ معنی دارد۔

قول قتادہ رحمہ اللہ:

اس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی موت کی خبر دی ہے۔ اور تمہارے نفوس کے بھی مرنے کی خبر دی۔ یعنی آپ اور وہ سب موتی کے شمار میں ہو۔ کیونکہ جو ہونے والا ہے اس کو ہو چکا شمار کرنا چاہیے۔

ایک دوسرے کے خلاف دلیل پیش کریں گے:

۳۱: ثُمَّ إِنَّكُمْ (پھر تم) یعنی تم اور وہ۔ اصل کلام انک وایاہم تھا پھر ضمیر مخاطب کو غیب پر غلبہ دیا۔ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُونَ (قیامت کے دن تم اپنے مقدمات اپنے رب کے سامنے پیش کرو گے) پھر آپ ان کے خلاف دلیل پیش کریں گے کہ آپ نے پیغام پہنچا دیا اور انہوں نے جھٹلا دیا۔ اور آپ نے دعوت دینے میں خوب کوشش کی مگر انہوں نے عناد کے سمندر میں غوطے لگائے۔ وہ معذرت پیش کریں گے مگر اس کا فائدہ نہ ہوگا۔

پیروکار کہیں گے! ہم نے اپنے سرداروں اور بڑوں کی بات مانی سرداروں کا جواب! ہمیں شیاطین نے اغواء کیا اور ہمارے آباء و اجداد کو بھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا ہمارا جھگڑا کیا ہوگا۔ حالانکہ ہم تو بھائی بھائی ہیں۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا تو کہنے لگے یہ ہماری خصومت ہے۔ ابو العالیہ کا قول یہ ہے کہ یہ اہل قبلہ کے متعلق اتری۔ اور یہ ان مظالم اور خونوں کے متعلق ہے جو مسلمانوں کے باہمی ہیں۔ مگر بہتر قول پہلا ہے۔ اس کی تائید اگلی آیت میں فرمائی۔

فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللَّهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ إِذْ جَاءَهُ ۗ أَلَيْسَ فِي

سو اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا اور سچ کو جھٹلایا جبکہ وہ اس کے پاس آیا۔ کیا دوزخ میں

جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكَافِرِينَ ۗ وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ ۗ أُولَٰئِكَ هُمُ

کافروں کا ٹھکانہ نہیں ہے، اور جو شخص سچ کو لیکر آیا اور سچ کی تصدیق کی یہ وہ لوگ ہیں

الْمُتَّقُونَ ۗ لَهُم مَّا يَشَاءُونَ ۖ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۗ ذَٰلِكَ جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ ۗ

جو متقی ہیں ان کے لئے ان کے رب کے پاس وہی ہے جو وہ چاہیں یہ بدلہ ہے اچھے کام کرنے والوں کا

لِيُكَفِّرَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَسْوَأَ الَّذِي عَمِلُوا وَيَجْزِيَهُمْ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ الَّذِي

تاکہ اللہ ان کے برے کاموں کا کفارہ کر دے اور انہیں ان اعمال کا اچھے سے اچھا اجر دے جو وہ

كَانُوا يَعْمَلُونَ ۗ

کیا کرتے تھے۔

متخامین:

۳۲: فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللَّهِ (اس شخص سے بڑھ کر بے انصاف کون ہوگا) اور وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ [الزمر: ۳۳] یہ درحقیقت ان لوگوں کی وضاحت و تفسیر ہے جن کے مابین یہ خصومت پیش آئے گی۔ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللَّهِ (جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے) اللہ تعالیٰ کا شریک بنا کر یا بیٹے کی نسبت اس کی طرف کر کے۔

وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ (اور سچی بات کو جھٹلائے) وہ معاملہ جو بعینہ سچائی ہے۔ اور وہ وہی ہے جس کو محمد ﷺ لے کر تشریف لائے ہیں۔ إِذْ جَاءَهُ (جبکہ وہ اس کے پاس پہنچے) پس اس نے سکر بلا توقف تکذیب کر دی اس نے اہل انصاف کی طرح حق و باطل میں تمیز کیلئے اہتمام رویہ سے کام نہیں لیا۔ أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكَافِرِينَ (کیا جہنم ایسے کافروں کا ٹھکانہ نہ ہوگا) ان لوگوں کا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے متعلق جھوٹ بولا اور سچ کی تکذیب کر دی۔ لِّلْكَافِرِينَ کی لام ان کی طرف اشارہ کرنے کیلئے ہے۔

۳۳: وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ (اور جو لوگ سچی بات لے کر آئے اور اس کو سچ جانا) رسول اللہ ﷺ سچ لے کر آنے والے ہیں اور اس پر ایمان لائے۔ اس سے آپ کی ذات گرامی اور وہ سب مراد ہیں جنہوں نے آپ کی اتباع کی۔ جیسا کہ اس آیت میں موسیٰ علیہ السلام خود اور آپ کی قوم مراد ہے۔ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ [المؤمنون: ۳۹] اسی لیے

فرمایا اُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ (تو یہ لوگ پرہیزگار ہیں)

قول زجاج رحمۃ اللہ علیہ:

علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ والذی جاء بالصدق سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں اور الذی صدق بہ سے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔ اور روایت میں ہے کہ جاء بالصدق تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور صدق بہ مؤمن ہیں اور ہر دو صحیح ہے علمائے مفسرین نے اسی طرح فرمایا۔ عربی اسلوب کے لحاظ سے اقرب بات یہ ہے کہ جاء اور صدق کا فاعل ایک ہو۔ کیونکہ تغایر سے الذی کو مضمرا ماننا پڑے گا۔ حالانکہ اسکا ذکر پہلے موجود نہیں اور یہ بعید ہے۔

محسنین کا بدلہ:

۳۴: لَهُمْ مَا يَشَاءُونَ وَنَّ عِنْدَ رَبِّهِمْ ذَلِكَ جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ (ان کے لئے ہے جو کچھ وہ چاہیں گے ان کے رب کے ہاں سب کچھ ہے یہ صلہ ہے نیک کاروں کا)

۳۵: لِيُكَفِّرَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَسْوَأَ الَّذِي عَمِلُوا وَيَجْزِيَهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ (تا کہ اللہ تعالیٰ ان سے ان کے برے عملوں کو دور کر دے۔ اور ان کے نیک کاموں کے عوض ان کو ان کا ثواب دے) آیت میں اسوؤ اور احسن کی اضافت۔ یہ اضافۃ الشی الی ماہو بعضہ من غیر تفضیل کے قبیل سے ہے جیسا کہ کہتے ہیں۔ الاشج اعدل بنی مروان۔ اشج بن مروان سے ہیں۔ اب ان کا عدل بنی مروان میں سے کسی کو تفضیل دینے کے بغیر ہے۔

أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ وَيُخَوِّفُونَكَ بِالَّذِينَ مِنْ دُونِهِ وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ

نیا اللہ اپنے بندہ کو کافی نہیں ہے، اور وہ آپ کو ان سے ڈراتے ہیں جو اللہ کے علاوہ ہیں، اور اللہ جسے گمراہ کر دے

فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ۝۳۶ وَمَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُضِلٍّ أَلَيْسَ اللَّهُ بِعَزِيزٍ

اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں، اور جسے اللہ ہدایت دیدے سو اس کا کوئی گمراہ کرنے والا نہیں، کیا اللہ عزت والا

ذِي انْتِقَامٍ ۝۳۷ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ

بدلہ لینے والا نہیں ہے، اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ کس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو تو ضرور یوں کہیں گے

اللَّهُ قُلْ أَفَرَأَيْتُمْ مَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ أَرَادَنِيَ اللَّهُ بِضُرٍّ هَلْ

کہ اللہ نے پیدا کیا آپ فرما دیجئے کہ تم ہی بتاؤ جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو اگر اللہ مجھے کوئی ضرر پہنچائے گا ارادہ فرمائے تو کیا

هُنَّ كُشِفَتْ ضُرُّهُ أَوْ أَرَادَنِيَ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكَتٌ رَحْمَتِهِ قُلْ

یہ اسکی پہنچائی ہوئی تکلیف کو دور کر سکتے ہیں یا اگر وہ مجھے رحمت سے نوازنے کا ارادہ فرمائے تو کیا یہ اسکی رحمت کو روک سکتے ہیں، آپ فرما دیجئے

حَسْبِيَ اللَّهُ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُونَ ۝۳۸ قُلْ يَقَوْمِ اعْمَلُوا عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ

کہ کافی ہے مجھے اللہ! اسی پر بھروسہ کرنے والے بھروسہ کرتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ اے میری قوم تم اپنی جگہ پر عمل کرتے رہو،

إِنِّي عَامِلٌ فَمَا تَعْلَمُونَ ۝۳۹ مَنْ يَأْتِيهِ عَذَابٌ يُخْزِيهِ وَيَجِلُّ عَلَيْهِ

بیشک میں عمل کر رہا ہوں، سو تم غمگین جان لو گے کس کے پاس عذاب آتا ہے جو اس کو ذلیل کر دے گا اور اس پر ایسا عذاب نازل ہونا

عَذَابٌ مُّقِيمٌ ۝۴۰ إِنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ فَمَنْ اهْتَدَىٰ

ہے جو ٹھہر کر رہ جائے، بے شک ہم نے لوگوں کے لئے حق کے ساتھ آپ پر کتاب نازل کی ہے سو جو ہدایت پر آ جائے

فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا وَمَا أَنْتَ بِمُكِيلٍ ۝۴۱

یہ اسکی اپنی جان کے لئے ہے اور جو شخص گمراہی اختیار کرے سو وہ اپنی جان کو ضرر پہنچانے کے لئے گمراہی کو اختیار کرتا ہے، اور آپ ان پر مسلط بنا کر نہیں بھیجے گئے۔

مان لوور نہ انتقام الہی تمہارا منتظر ہے:

۳۶: أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ (کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کیلئے کافی نہیں) ہمزہ استفہام انکاری کو حرف نفی پر داخل کیا گیا۔ جس

سے کفایت کا اثبات اور پختگی ہوگئی۔ عبدہ سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

قراءت: حمزہ علی نے عبادہ پڑھا ہے۔ اس صورت میں انبیاء اور مؤمنین مراد ہونگے۔ یہ اس ارشاد کی طرح ہے۔ اَنَا كَفِينَاكَ
المستهنئين [الحجر: ۹۵]

وَيُخَوِّفُونَكَ بِالَّذِينَ مِنْ دُونِهِ (اور یہ آپ کو ڈراتے ہیں ان سے جو اس کے سوا ہیں) یعنی ان بتوں سے جن کو انہوں
نے اس کے سوا معبود تجویز کر رکھا ہے۔ قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا ہمارے معبود تمہیں نقصان پہنچائیں گے اور منجھوٹا لحو اس
کر دیں گے کیونکہ تم ان کے عیب نکالتے ہو۔ وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ (جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کرے اس کو کوئی ہدایت
دینے والا نہیں)۔

۳۷: وَمَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُضِلٍّ (اور جس کو وہ ہدایت دے اس کو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں) اَلَيْسَ اللَّهُ بِعَزِيزٍ ذِي
اِنْتِقَامٍ (کیا اللہ تعالیٰ زبردست انتقام والے نہیں) العزیز غالب و محافظ۔ ذی انتقام وہ اپنے اعداء سے انتقام لے گا۔ اس میں
قریش کو ڈرایا گیا اور ایمان والوں سے وعدہ کیا گیا کہ وہ قریش سے انتقام لے گا اور مسلمانوں کو ان پر غلبہ عنایت فرمائے گا۔ پھر ان
کو بتلایا کہ بتوں کی عبادت کے باوجود وہ اس بات کے اقراری ہیں کہ خالق ارض و سماء اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے فرمایا۔

بتوں کے حملہ سے تو اللہ بچائے گا مگر اللہ تعالیٰ کی اتاری تکلیف سے تمہیں کون بچائے گا:

۳۸: وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (اور اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ آسمان و زمین کو کس نے بنایا) لَيَقُولُنَّ
اللَّهُ قُلْ اَفَرَاۤءَ يَتَّبِعُ مَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (تو یہ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کہہ دیجئے بھلا! پھر یہ بتلاؤ کہ) اِنْ اَرَادَنِي اللّٰهُ
بِضُرٍّ (اللہ تعالیٰ کے سوا جن معبودوں کو تم پوجتے ہو۔ اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو کوئی تکلیف پہنچانا چاہے)

قراءت: حمزہ کے علاوہ باقی قراء نے ارادنی یاء کے فتح سے پڑھا۔ الضر سے مرض یا فقر یا اسکے علاوہ کوئی تکلیف مراد ہے۔
هَلْ هُنَّ كَشَفَتْ ضُرَّهٖ (کیا یہ اسکی دی ہوئی تکلیف کو دور کر سکتے ہیں) یعنی اس تکلیف کی شدت کو مجھ سے ہٹا سکتے ہیں۔ اَوْ
اَرَادَنِي بِرَحْمَةٍ (یا اللہ تعالیٰ مجھ پر اپنی عنایت کرنا چاہے) رحمت سے صحت یا مال داری اسی طرح کی اور چیزیں مراد ہیں۔

هَلْ هُنَّ مُمْسِكَتُ رَحْمَتِهِ (کیا یہ معبود اس کی عنایت کو روک سکتے ہیں) کاشفات ضرہ اور ممسکات رحمتہ کو
بھری نے تنوین کے ساتھ اصل کی بنیاد پر پڑھا ہے۔ مسئلہ کو بطور فرض کے اپنی ذات کے سلسلہ میں ذکر فرمایا کیونکہ کفار آپ کو
بتوں کے مجنون بنا دیئے اور حملہ آور ہونے سے ڈراتے تھے۔ پس آپ کو حکم دیا گیا کہ پہلے ان کے سامنے بار دیگر فرمادیں کہ اللہ
تعالیٰ ہی اکیلا تمام جہان کا خالق ہے۔ پھر اس بات کے پختہ کرنے کے بعد فرمائیں کہ اگر جہان کا خالق جس کا تم بھی اقرار کر چکے
اگر وہ کچھ تکلیف پہنچانے کا ارادہ کرے۔ کیا تم اس کے خلاف کرنے کی قدرت رکھتے ہو؟ جب ان کو جواب کر دیا تو فرمایا اعلان
کردو۔ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ عَلَيْهِ (میرے لئے اللہ کافی ہے) بتوں کے چڑھ دوڑنے سے بچائے گا۔ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ (اور
توکل کرنے والے اسی ہی پر توکل کرتے ہیں) روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے سوال کیا تو وہ خاموش ہو گئے۔ پس یہ

آیت اتری: قل حسبی اللہ۔ کا شفات اور ممسکات۔ یہ دونوں صیغے مؤنث کے استعمال کیے گئے اور اس سے قبل یخوفونک بالذین من دونہ ہے۔ تو اسکا جواب یہ ہے کہ وہ مؤنثات ہیں جیسے لات، العزئی اور منات اس میں ان کو ان کی معبودیت کے اعتقاد پر شرمندہ کیا گیا ہے۔ (کہ تمہیں شرم آنی چاہیے کہ تم عورتوں کے پجاری ہو)

میرا معاملہ تو رو بہ ترقی ہے مگر تمہاری رسوائی کا وقت آ پہنچا:

۳۹: قُلْ يَلْقَاكُمْ اَعْمَلُوكُمْ اَعْلَىٰ مَكَانَتِكُمْ (کہہ دیجئے اے میری قوم! تم اپنی حالت پر عمل کئے جاؤ) اپنی اس حالت پر جس پر تم ہو اور وہ عداوت جس پر جتنی قدرت تمہیں حاصل ہے۔ المکانۃ یہاں مکان و جگہ کے معنی میں ہے پھر یہ ذات سے معنی کیلئے بطور استعارہ استعمال کیا گیا ہے۔ جیسا کہ ہنا، حیث جو کہ مکان کیلئے ہیں بطور استعارہ زمانے کیلئے استعمال کیے جاتے ہیں۔ انی عاملاً (میں بھی عمل کر رہا ہوں) اپنی جگہ پر علی مکانتی کو بطور اختصار حذف کر دیا کیونکہ اس طرح و عید کا مفہوم زیادہ قوی بنتا ہے اور اس سے یہ بھی اعلان کرنا مقصود ہے کہ میری حالت ہر روز رو بہ ترقی ہے کیونکہ میرا معین و مددگار اللہ تعالیٰ ہے۔ آیت کا اگلا حصہ اس کی تائید کر رہا ہے۔ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ (پس اب جلد تمہیں معلوم ہوا چاہتا ہے)

۴۰: مَنْ يَأْتِ بِعَذَابٍ يُخْزِيهِ وَيَحِلُّ (اور وہ کون شخص ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا چاہتا ہے) عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيمٌ (جو اس کو رسوا کر دے اور اس پر دائمی عذاب نازل ہوگا) کس طرح اس میں ان کو اپنے ان پر غلبہ و سر بلندی پالینے سے ڈرایا گیا جو غلبہ دنیا و آخرت میں میسر ہوگا۔ کیونکہ جب ان پر ذلت و رسوائی اور عذاب اترے گا۔ تو وہ آپ ﷺ کے ان پر غلبے کی آمد ہوگی اور وہ غلبہ اس حیثیت سے ہوگا کہ اللہ العزیز اپنے اولیاء کی نصرت سے ان کو غالب کر دیں گے اور ان کے دشمنوں کو ذلیل و رسوا کر دیں گے۔ یخزیه یہ عذاب کی صفت ہے جیسا کہ مقیم یعنی ایسا عذاب جو اس کو رسوا کرنے والا ہوگا اور وہ بدر کے دن پیش آیا اور عذاب دائم سے عذاب نار مراد ہے۔

قرأت: ابو بکر و حماد نے مکانا تکم پڑھا ہے۔

کتاب دی تا کہ دواعی حق مضبوط ہوں اور دواعی معصیت کی حوصلہ شکنی ہو:

۴۱: اِنَّا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ (ہم نے آپ پر یہ کتاب اتاری) الْكِتَابَ سے قرآن مجید مراد ہے۔ لِلنَّاسِ (لوگوں کیلئے) لام اجلیہ ہے یعنی کیونکہ لوگوں کو اس کی ضرورت ہے تاکہ وہ اس سے بشارت و انداز کا کام لے سکیں اور اطاعت اختیار کرنے کے دواعی مضبوط ہوں اور دواعی معصیت کی حوصلہ شکنی ہو۔ بِالْحَقِّ فَمَنْ اهْتَدَىٰ فَلِنَفْسِهِ (جو حق کو لیے ہوئے ہے پس جو شخص راہ راست پر آئے گا۔ تو اپنے نفع کے واسطے) پس جس شخص نے ہدایت کو اختیار کر لیا اس نے اپنے نفس کو فائدہ پہنچایا۔ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهِا (اور جو شخص بے راہ رہے گا تو اسکا بے راہ ہونا اسی پر پڑے گا) جس نے گمراہی کو چن لیا اس نے اپنے نفس کو نقصان میں ڈالا۔ وَمَا اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ (اور آپ ان پر مسلط نہیں کیے گئے) الوکیل یعنی محافظ و نگہبان۔

اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا فِيم_Sِكُ

اللہ قبض کر لیتا ہے جانوں کو انکی موت کے وقت، اور ان جانوں کو بھی جنکی موت نہیں آئی انکے سوتے وقت، پھر اسے

الَّتِي قَضَىٰ عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأَخْرَىٰ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ

روک لیتا ہے جس کے بارے میں موت کا فیصلہ فرما دیا اور دوسری کو اجل مقرر تک چھوڑ دیتا ہے۔ بلاشبہ اس میں

لَايَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿۴۲﴾ أَمْ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ شُفَعَاءَ ۗ قُلْ أُولَٰئِكَ

نشانیوں ہیں ان لوگوں کے لئے جو فکر کرتے ہیں۔ کیا ان لوگوں نے اللہ کے سوا سفارش کرنے والے تجویز کر رکھے ہیں۔ آپ فرمادیتے ہیں اگرچہ وہ

لَا يَمْلِكُونَ شَيْئًا وَلَا يَعْقِلُونَ ﴿۴۳﴾ قُلْ لِلَّهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا ۗ لَهُ مُلْكُ

کچھ بھی قدرت نہ رکھتے ہوں اور کچھ بھی نہ سمجھتے ہوں؟ آپ فرمادیتے ہیں کہ سفارش تمام تر اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔ اللہ ہی کے لئے ہے ملک

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿۴۴﴾ وَإِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ

آسمانوں کا اور زمین کا پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے، پھر جب تنہا اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان لوگوں کے دل منقبض

قُلُوبُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ ۗ وَإِذَا ذُكِرَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ إِذَا هُمْ

ہو جاتے ہیں جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے اور جب اس کے سوا دوسروں کا ذکر کیا جاتا ہے تو اچانک

يَسْتَبْشِرُونَ ﴿۴۵﴾

وہ خوش ہو جاتے ہیں۔

رابطہ اگلی آیت میں خبر دی کہ اللہ تعالیٰ حقیقتاً قدریں ہیں۔

قبض نوم اور موت:

۳۳: اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا (اللہ تعالیٰ ہی قبض کرتا ہے جانوں کو موت کے وقت) اھا کی ضمیر الانفس کی طرف راجع ہے۔ نمبر ۱۔ جملے اسی ترتیب سے جیسا کہ ہیں توفی سے امانت انفس مراد ہے اور اسکا مطلب یہ ہے کہ انفس جس چیز کے ساتھ زندہ، حساس اور مدد رک ہیں وہ چیز چھین لی جائے۔ نمبر ۲۔ وَالَّتِي سے پہلے توفی کا فعل محذوف مانا جائے۔ تقدیر کلام اس طرح قرار دیا جائے يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا ای يتوفاھا حين تنام اور اللہ تعالیٰ جانوں پر پورا قبضہ کر لیتا ہے۔ جو جائیں مرنے نہیں اپنی نیند میں یعنی ان پر پورا قبضہ کر لیتا ہے خواب میں سونے والوں کو موتی کے ساتھ مشابہت حاصل ہے

اس طرح کہ وہ نہ تمیز کر سکتے ہیں اور نہ تصرف کر سکتے ہیں جیسا کہ مردے تصرف و تمیز نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں اسی بات کو ذکر فرمایا وهو الذی یتوفاکم باللیل [الانعام: ۶۰]

فَیْمَسِکُ (پس وہ ان جانوں کو روک لیتا ہے) اَلَّتِیْ قَضٰی عَلَیْهَا الْمَوْتَ (جن پر موت کا حکم فرما چکا ہے) جن کے متعلق موت حقیقی کا فیصلہ فرما چکا ہے۔ اس وقت ان کو زندگی کی صورت میں نہیں لوٹا تا ویُرْسِلُ الْاٰخِرٰی (اور باقی جانوں کو رہا کر دیتا ہے) جو کہ سونے والا ہوتا ہے۔ اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی (ایک معین وقت تک کیلئے) جو اس کی موت کیلئے مقرر کیا گیا ہے۔

ایک قول:

یتوفی الانفس کا معنی ان کو پورا پورا لیتا اور قبض کر لیتا ہے یہ وہی نفوس ہیں جن کے ساتھ حیات و حرکت ہوتی ہے۔ اور انکی نفوس کو قبض کر لیتا ہے جو اپنی نیند میں نہیں مرے۔ اس نفس سے مراد نفس تمیز ہے۔ کہا گیا ہے کہ نیند میں جس نفس کو قبض کیا جاتا ہے وہ یہی تمیز والی نفس ہے اور نفس حیات نہیں کیونکہ نفس حیات کے زائل ہونے سے سانس زائل ہو جاتا ہے حالانکہ سونے والا سانس لیتا ہے۔

دو نفس:

ہر انسان کے دو نفس ہیں نمبر ۱۔ نفس حیات اور یہ وہی ہے جو موت کے وقت جدا ہوتا ہے۔ نمبر ۲۔ نفس تمیز یہ وہی ہے جو نیند کے وقت جدا ہوتا ہے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

کہ ابن آدم میں نفس و روح دو چیزیں ہیں ان کے مابین ایک شعاعی تعلق ہے جو شعاع شمس کی طرح ہے پس نفس وہی ہے جس سے عقل و تمیز حاصل ہوتی ہے۔ اور روح وہ ہے جس سے سانس اور حرکت ہے جب انسان سو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے نفس کو قبض کر لیتے ہیں اس کی روح کو قبض نہیں کرتے۔

قول علی رضی اللہ عنہ:

نیند کے وقت روح نکل جاتی ہے اور اس کی شعاع جسم میں باقی رہتی ہے اسی سے وہ خواب دیکھتا ہے۔ جو نیند سے بیدار ہوتا ہے روح اس کے جسم کی طرف ایک پل سے بھی پہلے لوٹ آتی ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہی قول ہے سونے والے کی روح جو آسمان میں دیکھتی ہے وہ سچا خواب ہے (یعنی عالم مثال میں روح عالم مثال کے مطالعہ کی طرف متوجہ ہوتی ہے) اور جو وہ بدن کی طرف چھوڑنے کے وقت دیکھتی ہے۔ جبکہ شیاطین اس کو القاء کرتے ہیں وہ خواب جھوٹے ہوتے ہیں۔

قول سعید بن جبیر رحمہ اللہ:

زندوں اور مردوں کی ارواح نیند میں آپس میں ملتی ہیں جن سے اللہ تعالیٰ چاہتا ہے وہ آپس میں متعارف ہوتی ہیں۔ پھر جن کے متعلق موت کا فیصلہ ہوتا ہے وہ وہیں رہ جاتی ہیں اور دوسری کو ان کے اجساد کی طرف مدتِ زندگی پورے ہونے تک بھیج دیا جاتا ہے۔ روایت کیا گیا ہے مومنوں کی ارواح نیند کے وقت آسمان کی طرف عروج کرتی ہیں۔ جو ان میں سے پاک روح ہوتی ہے اس کو سجدہ کی اجازت مل جاتی ہے۔ اور جو پاک نہیں ہوتی اس کو اس کی اجازت نہیں ملتی۔

إِنَّ فِي ذَلِكَ (بیشک اس میں) انفس کے قبض کرنے میں خواہ بصورت موت ہوں یا بصورت نوم اور ان کے روک لینے اور ایک وقت تک چھوڑ دینے میں لَآيَاتٍ (اللہ تعالیٰ کے علم و قدرت کی نشانیاں ہیں) لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ (ان لوگوں کیلئے جو سوچنے کے عادی ہیں) وہ اپنی سوچ و فکر کو اس میں لگاتے اور عبرت حاصل کرتے ہیں۔

۳۳: آمِ اتَّخَذُوا (ہاں! کیا ان لوگوں نے قرار دے رکھا ہے)۔

نَجْوًا: ام یہ بل کے معنی میں ہے۔ اور ہمزہ استفہام انکاری کا ہے۔

مِنْ دُونِ اللَّهِ (اللہ تعالیٰ کے سوا) اس کی اجازت کے بغیر شُفَعَاءَ (سفارشی) جبکہ وہ کہتے ہیں ہؤلاء شفاعونا عند اللہ۔ حالانکہ اس کی اجازت کے بغیر اس کے ہاں کوئی سفارش نہ کر سکے گا۔ قُلْ أَوْلُوا كَانُوا لَا يَمْلِكُونَ شَيْئًا وَلَا يَعْقِلُونَ (کہہ دیجئے اگرچہ وہ کچھ بھی قدرت اور عقل نہ رکھتے ہوں) معنی یہ ہے کیا پھر بھی وہ سفارش کریں گے جبکہ وہ کسی ایک چیز کے بھی مالک نہ ہوں اور نہ ان میں عقل ہو۔

۳۴: قُلْ لِلَّهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا (کہہ دیجئے سفارش تو تمام تر اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے)

نَجْوًا: جمعاً حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ (تمام آسمانوں و زمین کی سلطنت اسی ہی کی ہے) یہ للہ الشفاعۃ کو اور پختہ کرنے کیلئے لایا گیا۔ کیونکہ جب بادشاہی ہر چیز پر اسی ہی کی ہے۔ اور شفاعت بھی ملک میں سے ہے۔ تو شفاعت کا مالک وہی ہوا۔ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ (پھر تم اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے) یہ ماقبل سے متصل ہے مطلب یہ ہوا۔ آسمان و زمین کا مالک آج کے دن وہی ہے۔ پھر تم قیامت کے دن اسی کی بارگاہ میں لوٹائے جاؤ گے۔ پس اس دن بادشاہی اسی ہی کیلئے ہوگی جو دنیا و آخرت کا مالک ہے۔

لا اله الا اللہ پر گھٹن:

۳۵: وَإِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَحْدَهُ (جب فقط اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے) یہاں معنی کا مدار وحدہ پر ہے۔ مطلب یہ ہے جب فقط اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ان کے معبودوں کا ذکر نہیں کیا جاتا ہے۔ اَشْمَازُتْ (منقبض ہوتے ہیں) نفرت کرتے اور گھٹتے ہیں قُلُوبُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَإِذَا ذُكِرَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ (ان لوگوں کے دل جو آخرت کا یقین

قُلِ اللَّهُمَّ فَاطِرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ عَلِيمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ أَنْتَ تَحْكُمُ

آپ یوں کہئے کہ اے اللہ آسمانوں اور زمینوں کے پیدا فرمانے والے غیب اور شہادت کے جاننے والے آپ اپنے بندوں کے درمیان

بَيْنَ عِبَادِكَ فِي مَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿۱۹﴾ وَلَوْ أَنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا مَا فِي

فیصلہ فرمائیں گے ان باتوں کے بارے میں جن میں اختلاف کرتے ہیں، اور جن لوگوں نے ظلم کیا اگر ان کے لئے

الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ لَافْتَدُوا بِهِ مِنْ سُوءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

وہ سب کچھ ہو جو زمین میں ہے اور اس کے ساتھ اس جیسا اور ہو تو قیامت کے دن عذاب کی بد حالی کی وجہ سے وہ اس سب کو جان کے بدلہ میں دیدیں گے

وَبَدَأَ اللَّهُ مِنَ اللَّهِ مَا لَمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ ﴿۲۰﴾ وَبَدَأَ لَهُمْ سَيِّئَاتِ مَا كَسَبُوا

اور ان کے لئے اللہ کی طرف سے وہ ظاہر ہو جائے گا جو ان کے گمان میں نہ تھا، اور انہوں نے جو عمل کئے تھے ان کے برے نتیجے ان کے لئے ظاہر ہو جائیں گے

وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿۲۱﴾ فَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ ضُرٌّ عَانَا

اور انہیں وہ چیز گھیر لے گی جس کا وہ مذاق بناتے تھے سو جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ ہمیں پکارتا ہے

ثُمَّ إِذَا خَوَّلْنَاهُ نِعْمَةً مِّنَّا قَالَ إِنَّمَا أُوتِيتهُ عَلَىٰ عِلْمٍ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ

پھر جب ہم اسے اپنی طرف سے نعمت دے دیتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ یہ تو مجھے ہنر کی وجہ سے ملا ہے، بلکہ بات یہ ہے کہ وہ امتحان ہے

وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۲۲﴾ قَدْ قَالهَا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُمْ مَا كَانُوا

لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے، یہ کلمہ ان سے پہلے لوگوں نے کہا سو جو کچھ کمائی کرتے تھے اس نے انہیں کچھ بھی

يَكْسِبُونَ ﴿۲۳﴾ فَأَصَابَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا كَسَبُوا وَالَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ هَؤُلَاءِ سَيُصِيبُهُمْ

فائدہ نہ دیا، سو انہوں نے جو برے اعمال کئے تھے ان کا بدلہ انہیں پہنچ گیا، اور ان میں سے جن لوگوں نے ظلم کیا عنقریب ان کے اعمال کا بدلہ

سَيِّئَاتُ مَا كَسَبُوا وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِينَ ﴿۲۴﴾ أَوَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ

پہنچ جائے گا اور وہ عاجز کرنے والے نہیں ہیں، کیا انہوں نے نہیں جانتا کہ اللہ رزق پھیلا دیتا ہے

لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿۲۵﴾

جس کے لئے چاہے اور نیک کر دیتا ہے جس کیلئے چاہے، بلاشبہ اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں۔

نہیں رکھتے اور جب اس کے سوا اوروں کا ذکر آتا ہے (اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کے معبودوں کا تذکرہ بھی کیا جاتا ہے۔ یا ذکر نہ کیا جائے۔ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ) تو اسی وقت وہ لوگ خوش ہو جاتے ہیں (کیونکہ وہ ان پر مفتون ہیں یا جب ان سے کہا جاتا ہے۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، تو بھاگ کھڑے ہوتے ہیں کیونکہ اس میں ان کے معبودوں کی نفی ہے۔

نکتہ: آیت میں استبشار (خوش ہونا) اور اشمزاز (منقبض ہونا) کو ایک دوسرے کے بالمقابل ذکر کیا گیا ہے۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک اپنے سلسلہ میں انتہاء ہے۔ پس استبشار۔ اس خوشی کو کہتے ہیں جس سے اس کا دل سرور و خوشی سے اس قدر پر ہو کہ خوشی اس کے چہرہ کی رونق بن رہی ہو۔ اور خوشی سے چہرہ تتمتار ہا ہو۔ اور اشمزاز اس گھٹن کو کہتے ہیں جس سے اس کا دل غم و غیظ سے اس قدر پر ہو کہ وہ انقباض اس کے چہرے کے بلوں میں نمایاں ہو رہا ہو۔ [کذا قال ابیہادی]

نحو: اذا ذکر میں عامل وہی ہے جو اذا مفا جاتیہ میں عامل ہوا کرتا ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے۔ وقت ذکر الذین من دونہ فاجزوا وقت الاستبشار۔ اس کے سوا اوروں کے تذکرہ کے وقت اچانک وہ نہایت خوش ہو جاتے ہیں۔

بارگاہِ الہی میں مشرکین کے خلاف محاکمہ:

۴۶: قُلِ اللَّهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (کہہ دیجئے کہ اے اللہ آسمان و زمین کے پیدا کرنے والے) ای یا فاطر یہ وصف نہیں جیسا میرا دوزخ ہے کہتے ہیں۔ عَلِيمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ (ظاہر و باطن کے جاننے والے) پوشیدہ و راعلانہ کو جاننے والے۔ اَنْتَ تَحْكُمُ (آپ ہی فیصلہ فرمائیں گے) بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ (اپنے بندوں کے درمیان ان امور میں فیصلہ فرمائیں گے جن میں وہ باہم اختلاف کرتے تھے) ہدایت اور گمراہی میں سے۔ ایک قول یہ ہے یہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مشرکین کے متعلق اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں محاکمہ ہے۔

قول ربیع بن المسیب:

یہ آیت ان آیات میں سے ہے جس کے پڑھنے کے وقت کی جانے والی دعا قبول ہوتی ہے۔ ربیع بن خثیم یہ بہت کم گفتگو کیا کرتا تھا۔ اس کو قتل حسین رضی اللہ عنہ کی خبر دی گئی۔ لوگ کہنے لگے اب یہ بات کرے گا مگر اس نے آہ کہی اور کہنے لگے کیا انہوں نے ایسا کر دیا ہے؟ اور یہ آیت پڑھی ایک روایت میں یہ ہے کہ ربیع نے سن کر کہا۔ وہ قتل ہو گئے جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم گود میں بٹھاتے اور ان کے منہ پر اپنا منہ رکھتے تھے۔

۴۷: وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّ (اور اگر ظلم کرنے والوں کے پاس دنیا بھر کی تمام چیزیں ہوں) مِثْلَةَ مَعَةٍ لَا فَتَدُوْا بِهٖ مِنْ سُوْءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (اور ان چیزوں کے ساتھ اتنی چیزیں اور بھی ہوں تو وہ لوگ قیامت کے دن سخت عذاب) وَبَدَّاهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ (سے چھوٹ جانے کیلئے ان کو دینے لگیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو وہ معاملہ پیش آئے گا جس کا ان کو گمان بھی نہ تھا) مثله کی ہضمیر ما کی طرف لوٹی ہے۔ سوء العذاب سے شدت عذاب مراد

ہے۔ بدالہم ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور اذکار عذاب سامنے آئے گا۔ جو ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ اور نہ ان کے نفوس میں کبھی بات آئی تھی۔ ایک قول یہ ہے۔ انہوں نے ایسے اعمال کیے جن کو وہ نیکیاں سمجھ کر کرتے رہے مگر وہ سیئات نکلیں۔

قول سفیان ثوری رحمہ اللہ:

انہوں نے اس آیت کو پڑھا اور فرمایا ریاء کاروں کیلئے ہلاکت ہو ریاء کا رتبہ ہوں۔ ان کے لئے خرابی ہی خرابی ہے۔ محمد بن منکدر رحمہ اللہ موت کے وقت گھبرائے تو ان کو کہا گیا۔ کیوں گھبراتے ہو۔ تو کہنے لگے میں اللہ تعالیٰ کی کتاب سے ایک آیت سے خطرہ محسوس کرتا ہوں پھر یہ آیت پڑھی اور کہنے لگے مجھے ڈر ہے کہ میں جس عمل کا گمان بھی نہیں کرتا وہ کہیں قیامت کے دن ظاہر نہ ہو جائے۔

۳۸: وَبَدَّالَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا كَسَبُوا (اور ان کے تمام برے اعمال ظاہر ہو جائیں گے) یعنی ان کے ان اعمال کی برائی جو وہ کیا کرتے تھے یا ان کی کمائی کی برائیاں جبکہ ان کے نامہائے اعمال پیش ہو گئے وہ ان پر پہلے مخفی تھے یا ان برائیوں کی سزا ظاہر کر دی جائے گی۔ وَحَاقَّ بِهِمْ (اور وہ ان کو آکر گھیرے گی) اور ان پر اتر پڑے گی اور ان کا احاطہ کرے گی۔ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ (جس کے ساتھ وہ استہزاء کرتے تھے) ان کے تمسخر کے بدلہ میں۔

۳۹: فَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ثُمَّ إِذَا خَوَّلْنَاهُ (پھر جب آدمی کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے۔ تو ہم کو پکارتا ہے اور جب ہم اس کو اپنی طرف سے کوئی نعمت عطاء فرمادیتے ہیں۔) خَوَّلَ کا معنی ہم اس کو بطور فضل دے دیتے ہیں۔ کہا جاتا ہے خولنی یعنی جبکہ وہ بغیر بدلے کے تمہیں دے دے۔ نِعْمَةً مِنَّا اس پر وقف نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ اذا کا جواب ہے: قَالَ إِنَّمَا أُوتِيْتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ (تو کہتا ہے یہ تو مجھے تدبیر سے ملی ہے) یعنی میرے علم سے کہ میں اس کے ملنے کا استحقاق و فضیلت رکھتا تھا یا میرے ذرائع آمدنی کی وساطت سے جیسا کہ قارون نے کہا علی علم عندی۔ [القصص: ۷۸]

یہاں اوتیتہ میں ضمیر لائے جبکہ ضمیر مذکر اور مرجع مؤنث ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ نعمت کے معنی کے پیش نظر ضمیر لائے کیونکہ نعمۃ منا کچھ نعمت اور نعمت کی ایک قسم مراد ہے۔ پس ضمیر لانا درست ہو گیا۔ نمبر ۲۔ ایک قول یہ ہے ما انما میں موصولہ ہے کا فہم نہیں ہے اور ضمیر اس ما کی طرف راجع ہے ای ان الذی اوتیتہ علی علم بیشک وہ چیز جو میں دیا گیا ہوں وہ علم کی بناء پر ہے۔ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ (بلکہ وہ ایک آزمائش ہے) اس میں اس کی بات کا انکار ہے گویا اس طرح فرمایا ہم نے تجھے نعمت اس بناء پر نہیں دی جو تو کہہ رہا ہے۔ بلکہ آزمائش و امتحان کیلئے دی ہے۔ اس میں تیرا امتحان اور ابتلاء ہے کہ آیا تو شکر کرتا ہے یا ناشکری؟

نحو: جب خبر مؤنث تھی یعنی فتنۃ تو اس کے لئے مبتدأ بھی تھی مؤنث لایا گیا ہے۔

قراءت: یہ ایک قراءت میں انما اوتیتہ کے مطابق ہو فتنۃ بھی پڑھا گیا ہے۔

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (لیکن اکثر لوگ سمجھتے نہیں) کہ یہ فتنۃ و آزمائش ہے۔

فرق واو و فاء:

اس آیت میں عطف فاء کے ذریعہ لائے اور اسی طرح کی آیت شروع سورت میں گزری اس میں واؤ سے عطف کیا گیا ہے۔ یہ آیت اذا ذکر اللہ وحده اشمازت کے جواب میں آرہی ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہوگی۔ انہم یשמزون عن ذکر اللہ ویستبشرون بذكر الالهة فاذا مس احدہم ضرر عامن اشماز عن ذکرہ دون من استبشرب ذکرہ وہ اللہ تعالیٰ کا تذکرہ سن کر منقبض ہوتے ہیں اور الہہ کے تذکرہ سے وہ خوش ہوتے ہیں۔ پس جب ان میں سے کسی کو تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اس کو پکارتا ہے جس کے تذکرہ سے منقبض ہوا تھا۔ ان کو نہیں پکارتا جن کی یاد سے خوش ہوا تھا۔ اور درمیان والی آیات تمام اعتراضی جملے ہیں۔

س: اگر یہ کہا جائے کہ جملہ توبہ لایا جاتا ہے۔ جبکہ وہ جملے جن کے درمیان یہ حائل ہوتا کیدات سے مؤکد ہوں؟

ج: یہ ہے کہ اعتراض والے جملوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے حکم سے دعا کا حکم دیا۔ اور قول یہ ہے انت تحکم بین عبادک۔ پھر اس کے بعد بہت بڑی سخت وعید کا ذکر کیا۔ اور ان کے اشمز از اور استبشار اور شدا اند میں معبودوں کی بجائے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع پر انکار کی تاکید کی گئی ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا قل یارب لا یحکم بینی و بین هؤلاء الذین یجترون علیک مثل هذه الجرأة الا انت کہہ دیں اے میرے رب میرے اور ایسے لوگوں کے درمیان جو آپ کے متعلق اس قسم کی جرأت کرنے والے ہیں تو ہی فیصلہ کرنے والا ہے۔

اور لو ان للذین ظلموا کارشادان کو بھی شامل ہے۔ اور انہی کی طرح کے دیگر ظالموں کو بھی شامل ہے۔ اگر اس کو عام قرار دیا جائے یا اگر وہ مراد ہوں تو پھر خاص ہو جائے گا گویا کلام اس طرح ہوگی۔ ولو ان لہؤلاء الظالمین مافی الارض جمعاً ومثلہ معہ لا فتدوا حین اُحکم علیہم بسوء العذاب۔ اگر ان ظالموں کے لئے ساری زمین کے خزانے ہوں اور ان کی مانند اور بھی ہو تو یہ ضرور فدیہ میں دے ڈالیں۔ جبکہ ان کے متعلق سخت عذاب کا فیصلہ کیا جائے گا۔

آیت اول کیونکہ مسبب نہیں بن رہی۔ وہ تو ایک جملہ کی طرح ہے جو دوسرے مناسب جملہ کے ساتھ لایا جاتا ہے۔ اس لئے واؤ کے ساتھ عطف کر دیا گیا جیسے کہتے ہیں قام زید وقعد عمرو۔ اور اس آیت کی سیئت کی وضاحت اس طرح ہے تم کہو: زید مؤمن باللہ فاذا مسہ ضرر التجا الیہ پس اسکا سبب ہونا تو ظاہر ہے۔ پھر اس طرح کہیں زید کافر باللہ فاذا مسہ ضرر التجا الیہ پس فاء کا اس جگہ لانا اسی قبیل سے ہے گویا کہ کافر جب ضرر میں اس طرح التجا کرتا ہے جیسا مؤمن التجا کرتا ہے تو التجا کے سبب بنانے کیلئے اس کے کفر کو ایمان کے مقام پر قرار دیا گیا۔

۵۰: قَدْ قَالَهَا (یہ بات ان لوگوں نے بھی کہی تھی) وہ بات یہی ہے انما او تیتہ علی علم [الر: ۳۹]

الذین من قبلہم (ان لوگوں نے جو ان سے پہلے ہوئے) یعنی قارون اور اس کے حواری جب کہ اس نے کہا انما او تیتہ علی علم عندی اور اس کے حواری اس پر راضی اور خوش تھے۔ گویا کہ انہوں نے بھی کہی تھی۔ اور یہ بھی درست ہے کہ اس سے

قُلْ يُعْبَادِي الَّذِينَ اسْرِفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ

آپ فرما دیجئے کہ اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ بلاشبہ اللہ

يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿۵۴﴾ وَأَنِيبُوا إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَأَسْلِمُوا

تمام گناہوں کو معاف فرمادے گا، بے شک وہ بہت بخشنے والا ہے نہایت رحم والا ہے، اور اپنے رب کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور اس کے فرماں بردار

لَهُ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنصِرُونَ ﴿۵۵﴾ وَاتَّبِعُوا أَحْسَنَ مَا أُنزِلَ

بن جاؤ اس سے پہلے کہ تمہارے پاس عذاب آئے پھر تمہاری مدد نہ کی جائے، اور تم اپنے رب کے پاس سے آئے ہوئے اچھے اچھے

إِلَيْكُمْ مِّن رَّبِّكُمْ مِّن قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَآنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ﴿۵۶﴾

حکموں پر چلو قبل اس کے کہ تم پر اچانک عذاب آ پڑے اور تم کو خیال بھی نہ ہو۔

مراد وہ لوگ ہوں جو ان سے پہلے گزرے انہوں نے بھی اسی طرح کے کلمات کہے۔

فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ (پس ان کی کارروائی ان کے کچھ کام نہ آئی) مَا يَكْسِبُونَ سے متاع دنیا اور جو

اموال اس سے جمع کرتے تھے۔

۵۱: فَأَصَابَهُمْ سَيِّئَاتٌ مَّا كَسَبُوا (پھر ان کی تمام بد اعمالیاں ان پر آ پڑیں) ان کے برے اعمال کرنے کی سزا یا نمبر ۲۔ جزاء سیدہ

کو سیدہ ملے ہوئے ہونے کی وجہ سے کہہ دیا جیسا کہ اس ارشاد میں فرمایا جزاء سینه سنیه مثلها [الشوری: ۴۰] وَالَّذِينَ ظَلَمُوا

(اور ان میں بھی جو ظالم ہیں) ظالم سے کافر مراد ہیں۔ مِنْ هَؤُلَاءِ سے مشرکین قریش کی طرف اشارہ ہے۔ سَيُصِيبُهُمْ سَيِّئَاتٌ

مَا كَسَبُوا (ان کی بد اعمالیاں ابھی پڑنے والی ہیں) ان کو اسی طرح کا عذاب و سزا پہنچے گا جیسا ان کو ملا چنانچہ بدر میں صناید

قریش مارے گئے۔ رزق کی تنگی آگنی سات سال کے قحط میں مبتلا ہوئے۔ وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِينَ (اور یہ ہر انہیں سکتے) اللہ تعالیٰ

کے عذاب سے بچ نکلنے والے نہیں پھر ان پر وسعت کر دی گئی سات سال بارشیں کی گئیں پھر ان کو کہا گیا۔

۵۲: أَوَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ (کیا ان لوگوں کو معلوم نہیں ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہی جس کو چاہتا ہے) لِمَنْ يَشَاءُ

وَيَقْدِرُ (زیادہ رزق دیتا ہے اور وہی تنگی بھی کر دیتا ہے) تنگی رزق کر دیتا ہے۔

ایک قول:

وہ خوراک کی مقدار میں کر دیتا ہے۔ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ (اس میں ایمان والوں کیلئے نشانیاں ہیں) کیونکہ

کوئی اللہ تعالیٰ کے سوا قابض و باسط نہیں۔

یہ آیت دُنیا اور ما فیہا سے بڑھ کر ہے:

۵۳: قُلْ (کہہ دیجئے) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یُعْبَادِي الَّذِينَ اسْرَفُوا عَلٰی اَنْفُسِهِمْ (اے میرے بندو! جنہوں نے اپنے اوپر زیادتیاں کی ہیں) گناہوں میں اسراف و غلو اختیار کر کے اپنے اوپر زیادتیاں کر لی ہیں۔ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا (تم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید مت ہو یقیناً اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو معاف فرمادے گا) لَا تَقْنَطُوا کا معنی مایوس نہ ہو۔

قراءت: علی، بصری نے لَا تَقْنَطُوا نون کے کسرہ سے پڑھا ہے۔ الذنوب سے شرک کے علاوہ گناہ مراد ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت میں یغفر الذنوب جمعاً ولا یبالی ہے اور مبالغات کی نفی کی نظیر خوف کی نفی ہے جو اس آیت میں پائی جاتی ہے۔ وَلَا يَخَافُ عُقْبَهَا [الشمس: ۱۵] ایک قول یہ ہے کہ یہ وحشی بن حرب، قاتل حمزہ رضی اللہ عنہ کے متعلق اتری۔ ارشاد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہے یہ آیت دنیا اور اس کے اندر جو کچھ ہے ان سب سے بڑھ کر ہے۔

اِنَّهُ هُوَ الْغَفُوْرُ (بیشک وہ بڑا بخشنے والا ہے) وہ بڑے بڑے گناہوں کو چھپا دیتا ہے۔ الرَّحِيْمُ (بڑی رحمت کرنے والا ہے) شدید دھوں کو کھول دیتا ہے۔

۵۴: وَ اٰنۡبِۡاۡ اِلٰی رَبِّکُمْ (اور تم اپنے رب کی طرف رجوع کرو) یعنی توبہ کرو وَ اَسْلِمُوْا لَہٗ (اور اس کی فرماں برداری کرو) اس کی خاطر مخلصانہ عمل کرو۔ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيْکُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنۡصَرُوْنَ (اس سے قبل کہ تم پر عذاب واقع ہونے لگے پھر تمہاری کوئی مدد نہ کی جائے گی) اگر تم نزول عذاب سے قبل توبہ نہ کرو گے۔

۵۵: وَ اَتَّبِعُوْا اَحْسَنَ مَا اُنۡزِلَ اِلَیْکُمْ مِنْ رَبِّکُمْ (اور تم اپنے رب کے پاس آتے ہوئے اچھے اچھے حکموں پر چلو) یہ آیت اس آیت کی طرح ہے الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ [الزمر: ۱۸] اور ارشاد الہی مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيْکُمُ الْعَذَابُ بَغۡتَةً وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ (اس سے قبل کہ تم پر اچانک عذاب آپڑے اور تم کو خیال بھی نہ ہو) یعنی تم اچانک پکڑ لیے جاؤ اور تم حالت غفلت میں ہو گویا تمہارا حال یہ ہے کہ تم شدت غفلت میں کسی چیز کا خطرہ محسوس نہیں کرتے ہو۔

اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يُحْسِرْتِي عَلٰی مَا فَرَطْتُ فِيْ جَنْبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنْ

کبھی کوئی جان یوں کہنے لگے کہ ہائے میری حسرت اس چیز پر جو میں نے اللہ کے بارے میں تقصیر کی اور بے شک بات یہ ہے کہ میں مذاق

السَّخِرِيْنَ ۵۶ اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ۵۷ اَوْ تَقُوْلَ

بنانے والوں میں سے تھا اور کوئی شخص یوں نہ کہنے لگے کہ اگر اللہ مجھے ہدایت دیتا تو میں متقیوں میں سے ہوتا یا کوئی جان یوں کہنے لگے

حِيْنَ تَرٰى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِيْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۵۸ بَلٰى قَدْ جَاءَتْكَ

جبکہ وہ عذاب کو دیکھے کہ اگر میری واپسی ہو جاتی تو میں نیک کام کرنے والوں میں سے ہو جاتا ہاں بات یہ ہے کہ تیرے پاس

اَيْتِيْ فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاَسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۵۹ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرٰى

میری آیتیں آئیں تو نے انہیں جھٹلا دیا اور تو نے تمہارا اختیار کیا اور تو کافروں میں سے تھا اور اے صاحبِ تو قیامت کے دن دیکھے گا

الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا عَلٰى اللّٰهِ وَجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَةٌ ۶۰ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوٰى

کہ جن لوگوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا انکے چہرے سیاہ ہوں گے کیا اورش میں تمہارے والوں کا ٹھکانہ

لِلْمُتَكَبِّرِيْنَ ۶۱ وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ ۶۲ لَا يَمْسُهُمُ السُّوْءُ

نہیں ہے اور اللہ تنہوی والوں کو انہی کامیابی کے ساتھ نجات دے گا انہیں تکلیف نہ پہنچے گی

وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۶۱ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَكِیْلٌ ۶۲ لَهُ مَقَالِدُ

اور وہ غمگین ہوں گے اللہ ہر چیز کا پیدا فرمانے والا ہے اور وہ ہر چیز میں تصرف کرنے والا ہے اسی کے لئے آسمانوں اور زمین کی

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِآيٰتِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۶۳

کنجیاں ہیں اور جن لوگوں نے اللہ کی آیات کے ساتھ کفر کیا یہ لوگ تباہ ہونے والے ہیں۔

قیامت کے دن حکم الہی میں کوتاہی کا اعتراف:

۵۶: اَنْ تَقُوْلَ (کبھی کوئی شخص کہنے لگے) یہ اصل میں لٹا تقول ہے۔ نفس نفس کو یہاں نکرہ لائے۔ کیونکہ اس سے مراد تمام نہیں بلکہ بعض ہیں اور وہ نفوس کافرہ ہیں۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ اس سے وہ چنے ہوئے لوگ مراد ہوں۔ جو کفر پر شدید مصر ہوتے ہیں۔ یا بڑے عذاب کیلئے ان کو چن لیا گیا اور یہ بھی درست ہے کہ اس سے کثرت مراد لی جائے۔ یَحْسِرْتِي (کہ افسوس میری

اس کوتاہی پر یائے متکلم کو الف سے بدل دیا۔

قراءت: یہ یا حسرتی اصل کی بنیاد پر پڑھا گیا ہے اور یا حسرتائی بھی پڑھا گیا اس میں یاء کے عوض میں لائی جانے والی الف اور خود یاء کو جمع کر دیا گیا ہے۔

عَلَى مَا فَرَّطْتُ (جو میں نے کی) فرط کوتاہی کرنا۔ ما مصدر یہ ہے اس کی مثال سورہ توبہ میں موجود ہے۔ بما رحبت [التوبہ: ۲۵] فِي جَنْبِ اللَّهِ (اللہ تعالیٰ کی جناب میں) نمبر ۱۔ اللہ تعالیٰ کے حکم میں یا اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں یا اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں۔ قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حروف میں ”فی ذکر اللہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی یاد میں“ الجنب جانب و طرف۔ کہتے ہیں: انا فی جنب فلان و جانبہ و ناحیئہ و فلان لئن الجانب و الجنب۔ پھر کہتے ہیں۔ فرط فی جنبہ و فی جانبہ اس سے انکا مقصد اس کے حق میں کوتاہی مراد ہوتا ہے۔ اور یہ درحقیقت کنایہ ہے کیونکہ جب تم نے امر کو آدمی اور اس کے مقام کی جگہ ثابت کر دیا تو گویا تم نے اس آدمی کو اس میں ثابت کر دیا اور اس ارشاد نبوی کا یہی مطلب ہے کہ شرک خفی یہ ہے کہ آدمی کسی کے مرتبہ کی وجہ سے نماز پڑھے۔ [رواہ احمد: ۱۸۱/۳] اب مکان الرجل سے مراد لا جل الرجل ہے اس آدمی کی خاطر۔

قول زجاج رحمہ اللہ:

اس کا معنی یہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں کوتاہی کی ہے اور وہ طریق توحید باری تعالیٰ اور نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اقرار ہے۔ وَاِنْ كُنْتُ لِمِنَ السَّٰخِرِيْنَ (اور میں تو تمسخر ہی کرتا رہا) ساخر کا معنی استہزاء کرنے والا۔

قول قتادہ رحمہ اللہ:

اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو ضائع کرنے پر اکتفاء نہ کیا بلکہ اطاعت کرنے والوں سے تمسخر پر اتر آیا۔

نَحْوًا: ان كنت حال کی وجہ سے محل نصب میں ہے گویا اس طرح فرمایا فرطت و انا ساخر ای فرطت فی حال سخریتی۔ میں نے اپنے تمسخر کی حالت میں زیادتی کی ہے۔

۵: اَوْ تَقُولَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِیْ (یا کوئی یوں کہنے لگے کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے ہدایت کرتا) یعنی ہدایت دیتا لکننت من المتقین (تو میں بھی پرہیزگاروں میں سے ہوتا) ان لوگوں میں سے ہوتا جو شرک سے بچتے ہیں۔

شیخ ابو منصور رحمہ اللہ کا قول:

یہ کافر معز لہ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو زیادہ جاننے والا ہے اور اسی طرح وہ کفار بھی ان سے زیادہ ہدایت الہی سے آگاہ ہیں جنہوں نے اپنے تابعین کو یہ کہا: لو ہدانا اللہ لہدینا کم وہ یہ کہیں گے اگر ہمیں اللہ تعالیٰ ہدایت کی توفیق دیتے اور ہدایت عنایت فرماتے تو ہم تمہیں بھی اس کی طرف دعوت دیتے اور بلاتے۔ لیکن اس حنہ ہم سے ضلالت و غوایت کا اختیار کرنا جانا

پس ہمیں ذلیل کر دیا اور ہمیں توفیق نہ دی۔ اس کے برخلاف قول معتزلہ یہ ہے بلکہ ان کو ہدایت دی اور توفیق بھی عنایت فرمائی لیکن انہوں نے ہدایت نہ پائی۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مہربانی و عنایت ہے جس پر وہ مہربانی ہوگئی وہ ہدایت پا گیا اور اسی مہربانی کا نام توفیق و عصمت ہے اور جس کو توفیق میسر نہ ہوئی وہ گمراہ ہوا اور پھسل گیا۔ اس کا عذاب کو پسند کرنا اور حق کو ضائع کرنا اس کے بعد کہ اس کو اس کے حصول پر پوری قدرت دی گئی اسی بناء پر ہے۔

۵۸: أَوْ تَقُولَ حِينَ تَرَى الْعَذَابَ (یا کوئی عذاب دیکھ کر یوں کہنے لگے کہ کاش) لَوْ أَنَّ لِي كَرَّةً (کہ میں واپس لوٹ جاؤں) کرة کا معنی دنیا کی طرف لوٹنا۔ فَأَكُونَنَّ مِنَ الْمُحْسِنِينَ (پھر میں نیک بندوں میں سے ہو جاؤں) المحسنین یہاں موحدین کے معنی میں ہے۔

سابقہ تمناؤں کی تردید:

۵۹: بَلَىٰ قَدْ جَاءَ نُكَالَ الَّذِي كَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِينَ (ہاں بیشک تیرے پاس میری آیات پہنچی تھیں۔ پس تو نے ان کو جھٹلا دیا۔ اور تو نے تکبر کیا اور کافروں میں شامل رہا) بلی اس میں کافروں کی بات کی تردید اللہ تعالیٰ کی طرف سے کی جا رہی ہے۔ گویا وہ فرما رہے ہیں بلی! قد جاءتك آياتي و بينت لك الهداية من الغواية و سبيل الحق من الباطل و مكنتك من اختيار الهداية على الغواية و اختيار الحق على الباطل۔ ولكن تركت ذلك و ضيعته و استكبرت عن قبوله و اثرت الضلالة على الهدى و اشتغلت بضد ما امرت به فانما جاء التضييع من قبلك فلا عذر لك۔ ہاں تیرے پاس میری آیات پہنچیں اور ہدایت و غوایت کو تیرے سامنے کھول دیا گیا اور حق کو باطل سے ممتاز کر دیا گیا اور ہدایت کو گمراہی کے مقابلے میں اختیار کرنے پر تجھے میں نے قدرت دی اور حق کو باطل کے مقابلے میں چناؤ کرنے کا موقع دیا لیکن تو نے حق کو چھوڑ دیا اور ضائع کر دیا قبول حق سے بڑائی اختیار کر لی اور گمراہی کو ہدایت کے بالمقابل ترجیح دی اور میرے مامورات کے مخالف تو مشغول رہا۔ پس حق کو ضائع کرنے کا معاملہ تیری جانب سے پیش آیا۔ اس لئے تیرا کوئی عذر قابل قبول نہیں۔ اور بلی یہ تقدیری نفی کا جواب ہے کیونکہ لو ان الله هداني كما معني یہ ہے ماہدیت (مجھے ہدایت نہ دی گئی) جو اب کو اس کے ساتھ نہیں ملایا کیونکہ نفس کے اقوال کی حکایت اس کی ترتیب کے مطابق ضروری ہے پھر جواب ان کے دوران اقتضاء جو اب کے مطابق دیا۔

۶۰: وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ تَرَى الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَى اللَّهِ (اور قیامت کے دن آپ دیکھیں گے جنہوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولا تھا) انہوں نے اللہ تعالیٰ کی وہ صفات بیان کیں جو اس کے لائق نہیں کہ اس کا شریک اور بیٹا بنا دیا۔ اور حقیقی صفات کی نفی کرتے رہے۔ وَجُوهُهُمْ مُسْوَدَّةٌ (ان کے چہرے سیاہ ہو گئے) و جوہہم مبتداء اور مسودة خبر ہے اور یہ جملہ محل نصب میں حال ہے جبکہ تری کو رویت بصر سے لیا جائے۔ نمبر ۲۔ اور اگر رویت سے رویت قلب مراد ہو تو پھر یہ جملہ محل نصب میں مفعول ثانی بنے گا۔ اَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى (کیا ٹھکانہ جہنم میں نہیں ہے) اَللَّمْتُكِبِرِينَ (ان متکبرین کا) اس میں استکبرت کے قول کی طرف اشارہ ہے۔

اور مٹوئی، یعنی مکان و ٹھکانہ۔

ایمان والوں کی کامیابی:

۶۱: وَيُنَجِّي اللَّهُ (اور اللہ تعالیٰ نجات دے گا) چھٹکارا وَيُنَجِّي (بھی پڑھا گیا۔ الَّذِينَ اتَّقَوْا (ان لوگوں کو جو بچتے تھے) یعنی شرک سے بِمَفَازَتِهِمْ (کامیابی کے ساتھ) فلاح کے ساتھ۔ کہا جاتا ہے فاز بکذا جبکہ وہ اپنی مراد کو پالے اور اس کو پالنے میں کامیاب ہو جائے۔ لَا يَمَسُّهُمْ السُّوءُ (ان کو تکلیف نہ پہنچے گی) یہ مفازة کی تفسیر ہے۔ السوء سے آگ مراد ہے۔ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (اور نہ وہ غمگین ہونگے) گویا اس طرح کہا گیا کہ ان کی کامیابی کیا ہے؟ تو جواب دیا گیا کہ ان کو تکلیف چھوٹک نہ سکے گی۔ یعنی ان کی نجات ان سے نفی سوء و حزن سے ہوگی مطلب یہ ہو ان کے ابدان کو ایذا مس نہ کرے گی اور نہ ان کے دلوں کو غم چھو سکے گا۔ یا بآء کو سیوہ مان لیں۔ ان کے نجات پالنے کے سبب جیسا کہ اس ارشاد میں وارد ہے۔ فلا تحسبنهم بمفازة من العذاب [آل عمران] کہ کسی سبب سے وہ اس سے چھوٹنے والے ہیں کیونکہ نجات سب سے بڑی کامیابی ہے اور ان کی نجات کا سبب عمل صالح ہے۔ اسی لئے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تفسیر اس طرح فرمائی المفازة بالاعمال الحسنة (کامیابی اعمال حسنہ کے ذریعہ ہوتی ہے) نمبر ۲۔ اور یہ بھی جائز ہے بسبب فلا حهم ان کی فلاح کے سبب کیونکہ عمل صالح یہ فلاح کا سبب ہے۔ اور فلاح دخول جنت ہے۔ نمبر ۳۔ اور یہ بھی درست ہے کہ عمل صالح ہی کو بذات خود مفازة کہہ دیا جائے کیونکہ عمل صالح کامیابی کا سبب ہے۔ لا یمسهم کا کوئی محل اعراب نہیں جبکہ تفسیر اول تسلیم کریں اس صورت میں یہ جملہ مستأنفہ ہے اور دوسری تفسیر کی صورت میں یہ محل نصب میں حال واقع ہے۔

قرأت: حفص کے علاوہ کوئی قراء نے بمفازا تہم پڑھا ہے۔

۶۳: اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ (اللہ تعالیٰ ہی پیدا کرنے والا ہے ہر چیز کا) اس میں فرقہ معتزلہ اور شیعہ پر رد کیا گیا۔ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ (اور وہی ہر چیز کا نگہبان ہے) وکیل بمعنی حافظ ہے۔

ہر چیز کا خالق و نگہبان وہی:

۶۳: لَهُ مَقَالِيدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اسی کے اختیار میں ہیں کنجیاں آسمانوں اور زمین کی) یعنی وہ انکے معاملے کا مالک اور انکا محافظ ہے یہ باب کنایہ میں سے ہے۔ کیونکہ خزانوں کے محافظ اور خزانوں کے معاملات کی تدبیر کرنے والا ہی خزانوں کی چابیوں کا مالک ہوتا ہے۔ عرب کہتے ہیں فلان القیت الیہ مقالید الملك میں نے فلاں کو ملک کی چابیاں سپرد کر دیں۔ المقالید جمع مقلید اس کا معنی چابیاں۔ ایک قول یہ ہے کہ لفظ اس کا واحد مستعمل نہیں۔ یہ لفظ اصلاً فارسی ہے۔ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَالِيتِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ (اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی آیات کو نہیں مانتے وہ بڑے خسارہ میں رہیں گے) یہ ینجی اللہ الذین اتقوا سے متصل ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ متقین کو ان کی کامیابی کے سبب نجات دیں گے اور جو لوگ کافر ہیں وہ خسارہ میں

قُلْ أَغْفِرُ لِلَّهِ تَأْمُرُونِي أَعْبُدُ أَيُّهَا الْجَاهِلُونَ ۝۱۴ وَلَقَدْ أَوْحَىٰ إِلَيْكَ

آپ فرما دیجئے کہ اے جاہلوں! کیا میں اللہ کے سوا کسی دوسرے کی عبادت کروں؟ اور یہ واقعی بات ہے کہ آپ کی طرف اور آپ سے پہلے

وَالَّذِينَ مِن قَبْلِكَ لِيُنْشَرِكُوا لِيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلِتَكُونَنَّ مِنَ

جو رسول تھے انکی طرف یہ وحی بھیجی گئی کہ اے مخاطب اگر تو نے شرک کیا تو تیرا عمل حبط ہو جائے گا اور تو نقصان اٹھانے والوں میں سے

الْخٰسِرِينَ ۝۱۵ بَلِ اللّٰهُ فَاَعْبُدْ وَكُنْ مِنَ الشّٰكِرِينَ ۝۱۶

ہو جائے گا بلکہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور شکر گزاروں میں سے ہو جا

رہیں گے۔ اور ان کے مابین جملہ معترضہ لائے کہ وہ ہر چیز کا خالق اور نگہبان ہے۔ اس پر اعمال مکلفین کا کوئی عمل مخفی نہیں اور جن اعمال پر ان کو بدلہ دیا جائے گا (وہ بھی اس کے سامنے ہیں) یا اس آیت کا تعلق قریب سے ہے کہ ہر شئی آسمان و زمین کی ہے۔ خالق اللہ تعالیٰ ہے اور اس کے دروازے کا کھولنے والا ہے۔ اور وہ لوگ جنہوں نے معاملہ اس طرح تسلیم نہ کیا وہ لوگ کفر و انکار کرنے والے ہیں وہی نقصان اٹھائیں گے۔

ایک روایت ہے:

کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے لہ مقالید السموات والارض کی تفسیر دریافت کی۔ آپ نے فرمایا اے عثمان! تم سے پہلے اس کے متعلق کسی نے سوال نہیں کیا! اس کی تفسیر لا الہ الا اللہ، اللہ اکبر سبحان اللہ وبحمدہ واستغفر اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ هو الاول والآخر والظاهر والباطن بیدہ الخیر یحیی و یمیت وهو علی کل شئی قدیدر۔ [رواہ البیہقی فی الاسماء والصفات ۱/۳۱] اور اس تفسیر کے مطابق آیت کا مطلب یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی کی ذات کیلئے یہ کلمات ہیں ان سے اس کی وحدانیت ظاہر ہوتی ہے اور بزرگی بیان کی جاتی ہے یہ آسمانوں و زمین کی خیر و بھلائی کی کنجیاں ہیں۔ متقین میں جس نے یہ کلمات زبان سے کہے وہ اس خیر کو پالے گا۔ اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرنے والے ہیں اور اس کی توحید و تمجید کے کلمات نہیں مانتے وہی خسارہ پانے والے ہیں۔

۶۳: قُلْ (کہہ دیجئے) اس کو جو آپ کو اپنے آباء کے دین کی طرف بلائے۔ أَغْفِرُ لِلَّهِ تَأْمُرُونِي أَعْبُدُ (کیا پھر بھی تم مجھ کو غیر اللہ کی عبادت کرنے کی فرمائش کرتے ہو)

قراءت: مکی نے تاملرونی شامی نے اصل پر تاملرونی پڑھا ہے۔ مدنی نے تاملرونی۔

نحو: اور اغفیر، اعبد کی وجہ سے منصوب ہے اور تاملرونی جملہ معترضہ ہے اور اس کا معنی اغفیر اللہ اعبد بامر کم بعد هذا البیان۔ اس بیان کے بعد میں کیا تمہارے حکم و فرمائش سے غیر اللہ کی عبادت کروں۔ أَيُّهَا الْجَاهِلُونَ (اے جاہلو!) اللہ تعالیٰ

کی واحد نیت سے۔

۶۵: وَلَقَدْ أَوْحَىٰ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ (اور آپ کی طرف بھی اور وہ پیغمبر جو آپ سے پہلے ہو گزرے ہیں) وحی بھیجی جا چکی یعنی انبیاء علیہم السلام کی طرف۔

کلام علی سبیل الفرض:

لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ (کہ اے عام مخاطب اگر تو شرک کرے گا تو تیرا کیا کرایا کام غارت ہو جائے گا۔ اور تو خسارہ میں پڑے گا) اور بلاشبہ فرمایا لئن اشركت علی التوحید۔ صیغہ مخاطب مفرد کا استعمال کیا۔ حالانکہ انبیاء علیہم السلام تو بہت بڑی جماعت ہے۔ کیونکہ اس کا معنی اس طرح ہے اوحی الیک لئن اشركت لیحبطن عملک والی الذین من قبلک مثله آپ کی طرف وحی کی گئی اگر بالفرض تم نے شریک ٹھہرایا ضرور بضرورت تمہارے عمل ضائع ہو جائیں گے۔ اور ان لوگوں کی طرف بھی جو آپ سے پہلے ہوئے اس کی مثل وحی کی گئی لئن کی لام قسم محذوف کی تمہید کیلئے لائی گئی ہے۔ اور دوسری لام جواب قسم کیلئے ہے۔ اور یہ لیحبطن کا جواب دو جوابوں کے قائم مقام ہے۔ میرا مطلب دو جوابوں سے قسم و شرط کا جواب ہے۔ یہ کلام صحیح ہے باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول علیہم الصلوٰۃ والسلام اس کے ساتھ شریک نہیں ٹھہراتے، کیونکہ اس میں صیغہ خطاب نبی اکرم ﷺ کیلئے لایا گیا ہے۔ اور مراد اس سے آپ کا غیر ہے۔ اور یہ بھی وجہ ہے کہ یہ کلام علی سبیل الفرض ہے اور محالات کو فرض کرنا درست ہے۔ ایک قول یہ ہے اگر ستر میں میرے سوا اور کی طرف جھانکا تو وہ ستر جو میرے اور تمہارے مابین ہے وہ ختم ہو جائے گا۔

۶۶: بَلِ اللّٰهُ فَاَعْبُدْ (بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرنا) اس میں کفار کی طرف سے ملنے والی دعوت کہ ہمارے آلہہ کی تم پوجا کرو۔ اس کی تردید ہے گویا تقدیر کلام اس طرح ہے۔ تم مت عبادت کرو جن کی عبادت کی وہ فرمائش کرتے ہیں۔ بلکہ اگر تم عبادت کرو تو اللہ تعالیٰ ہی کی کرو۔ پس شرط کو حذف کر دیا اور اس کے بدلے میں مفعول کو مقدم کر دیا۔ وَكُنْ مِنَ الشَّاكِرِينَ (اور شکر گزار رہنا) ان انعامات پر جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر فرمائیں کہ آپ کو سید ولد آدم بنایا۔

وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ ۗ وَالْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالسَّمَاوَاتُ

اور ان لوگوں نے اللہ کی عظمت نہیں کی جیسی عظمت کرنا لازم تھا حالانکہ قیامت کے دن ساری زمین اٹکی مٹھی میں ہوگی اور تمام آسمان

مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهِ ۗ سُبْحٰنَهُ وَتَعَالٰی عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ ٦٧ ۚ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ

اس کے داہنے ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے وہ پاک ہے اور اس سے برتر ہے جو لوگ شرک کرتے ہیں، اور صور میں پھونکا جائے گا

فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرٰى

تو جو بھی آسمانوں میں اور زمین میں ہوں گے سب بے کار ہو جائیں گے مگر جنہیں اللہ چاہے پھر اس میں دوبارہ پھونکا جائے گا

فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُونَ ۝ ٦٨ ۚ وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتَابُ وَجِيءَ

تو اچانک وہ سب کھڑے ہوئے دیکھتے ہوں گے، اور زمین اپنے رب کے نور سے روشن ہو جائے گی اور اعمال نامے رکھ دیئے جائیں گے اور پیغمبروں کو اور

بِالنَّبِيِّنَ وَالشُّهَدَاءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُم بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝ ٦٩ ۚ وَوُفِّيَتْ كُلُّ

گواہوں کو لایا جائے گا اور لوگوں کے سامنے حق کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا اور ان پر ظلم نہ کیا جائیگا ہر جان کو اس کے اعمال کا

نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُونَ ۝ ٧٠ ۚ

پورا بدلہ دیا جائے گا اور اللہ ان کاموں کو خوب جانتا ہے جو وہ کرتے ہیں۔

عظمت و قدرت کا اظہار:

۶۷: وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ (اور ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی کچھ عظمت نہ کی جیسی عظمت کرنا چاہیے) انہوں نے اللہ تعالیٰ کی تعظیم کا حق پورا نہیں کیا۔ جبکہ آپ کو دعوت دے رہے ہیں کہ غیر اللہ کی عبادت کرو۔ جب سب سے بڑی ذات کو انسان صحیح پہچانتے اور اس کی عظمت کا حق جانتے ہوئے نہ قدر کرے تو کہا جاتا ہے ما قدروا اللہ حق قدرہ۔ پھر اس کی عظمت و جلال کے متعلق بطریق تحمیل خبردار کیا۔ فرمایا۔ وَالْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالسَّمَاوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهِ (حالانکہ ساری زمین اسی کی مٹھی میں ہوگی قیامت کے دن اور تمام آسمان لپٹے ہوئے اس کے داہنے ہاتھ میں) اس کلام سے مراد اللہ تعالیٰ کی جلالت و عظمت کو ظاہر کرنا ہے اور اس سے اس قبضہ اور یمن جہت نہ حقیقتاً مراد ہے اور نہ مجازاً۔

الارض سے مراد ساتوں زمینیں ہیں۔ اس کی شہادت جمیعاً کے لفظ سے ہوتی ہے اور اسی طرح والسموات سے۔ کیونکہ موقعہ بھی عظمت کو ظاہر کرنے کا ہے اس لئے مبالغہ کو مقتضی ہے۔

نُحُو: الارض ابتداء قبضتہ یہ اس کی خبر ہے جمیعاً حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے تقدیر کلام اس طرح ہے والارض اذا كانت مجتمعۃ قبضتہ یوم القیامۃ۔ اور زمین اس حالت میں کہ وہ ساری کی ساری قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہوگی۔

القَبْضَةُ ایک مرتبہ میں لینا القَبْضَةُ ایک مٹھی میں جتنی مقدار آئے کہا جاتا ہے اعطنی قَبْضَةً من کذا، اس سے تمہارا مقصد وہ مقدار ہے جو ایک مرتبہ مٹھی میں آجائے۔ اور یہ مصدر بول کر اس چیز کا نام بنا دیا۔ اگر دونوں معنوں کا احتمال ہے۔ معنی یہ ہے تمام زمینیں اس کی مٹھی میں ہونگی۔ یعنی اس کے قبضہ والی ہیں جن کو وہ اپنی قبضہ میں لے سکتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ زمینیں باوجود اپنی وسعت اور بڑائی کے وہ اس کی ایک مٹھی کی مقدار بنے گی۔ گویا کہ وہ ان کو ایک کف کے قبضہ میں لے لے گا جیسا کہ کہتے ہیں۔ الجزورة اُکلة لقمان ای وہ اس کے لقموں میں سے ایک لقمہ ہی کی مقدار کو بمشکل پورا کرے گا۔ اور جب القَبْضَةُ کے معنی میں لیں تو وہ ظاہر ہے کیونکہ اس صورت میں معنی اس طرح ہوگا کہ تمام زمینیں اتنی مقدار ہیں جن کو ایک ہتھیلی میں لے لے گا۔

المطویات یہ الطی سے لیا گیا ہے جو نشر کی ضد ہے جیسا کہ فرمایا ہے۔ یوم نطوی السماء کطی السجل للکتب [الانبیاء: ۱۰۴] سجلات کو لپیٹنے والا عموماً دائیں ہاتھ سے لپیٹتا ہے۔ ایک قول قبضہ سے ملک مراد ہے بغیر اس کے کہ کوئی مدافعت و منازعت کرنے والا ہو اور بیمیہ سے قدرت مراد ہے۔

ایک قول:

یہ ہے مطویات بیمیہ اس کی قسم سے فنا ہو جائیں گے کیونکہ اس نے ان کے فنا کی قسم اٹھا رکھی ہے۔
سُبْحٰنَہٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ (وہ پاک ہے اور بلند ہے ان کے شرک سے) کتنی بعید بات ہے کہ جس کی یہ عظمت و قدرت ہو اس کی طرف شرکاء کی نسبت کی جائے۔

نَفْحٌ صَعِقٌ کا منظر:

۶۸: وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ (اور صور میں پھونک مار دی جائے گی۔ پس تمام آسمان اور زمین والوں کے ہوش اڑ جائیں گے۔ مگر جس کو خدا چاہے) صَعِقَ یہ موت کے معنی میں ہے۔ من شاء اللہ سے مراد جبرئیل، میکائیل، اسرافیل اور ملک الموت علیہم السلام مراد ہیں۔ ایک قول جملۃ العرش مراد ہیں۔

ایک قول:

یوم ننفخ الصور نوحاً وناجیاً (اور صور میں پھونک مار دی جائے گی) نوحاً یعنی نوح اور ناجیاً یعنی نوح اور زبانیہ دوزخ مراد ہیں۔ ثُمَّ نُفِخَ فِیْہِ اٰخِرٰی (پھر اس میں پھونک مار دی جائے گی) اٰخری یہ نوح میں ہے کیونکہ کلام اس طرح ہے و نفع فی الصور نفحة واحدة ثم نفع فیہ نفحة احرى صور میں ایک مرتبہ پھونک مار دی جائے گی پھر اس میں دوسری مرتبہ پھونک مار دی جائے گی اس کو حذف اس لئے کر دیا کیونکہ اٰخری کا لفظ

دلالت کیلئے کافی ہے۔ اور غیر مقام پر ذکر کرنے کی وجہ سے وہ خود معلوم میں آ گیا۔

فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُوْنَ (تو دفعۃً سب کے سب دیکھنے لگ جائیں گے) اپنی آنکھوں کو چاروں طرف دوڑائیں گے جیسا کوئی مہبوت اچانک مصیبت آنے کی وجہ سے کرتا ہے یا ان میں اللہ تعالیٰ کا حکم دیکھیں گے۔

مَسْتَنَلَّةٌ: اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ نفحات دو ہیں۔ اول نغمہ موت اور دوسرا نغمہ بعثت۔ قول جمہور یہ ہے کہ نفحات تین ہیں۔ نمبر ۱۔ نغمہ فزع جیسا کہ فرمایا۔ و یوم ینفخ فی الصور ففزع من فی السموات الایة [النمل: ۱۸۷] نمبر ۲۔ دوسرا موت اور تیسرا بعثت کیلئے۔

زمین اس کے عدل سے مزین ہو جائے گی:

۶۹: وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا (اور زمین اپنے رب کے نور سے روشن ہو جائے گی) اشرفیت کا معنی اضواءت (روشن ہونا)

نور سے مراد عدل الہی ہے جس کو بطریق استعارہ نور فرمایا گیا ہے جیسا کہ ملک عادل کو کہتے ہیں اشرفیت الافاق بعدلک و

اضاءت الدنيا بقسطک کہ تیرے انصاف سے دنیا روشن ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے۔ اظلمت البلاد بجور فلان۔ فلاں

کے ظلم سے ملک اندھیر ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا الظلم ظلمات یوم القیامة۔ (رواہ البخاری ۲۳۳۷، مسلم ۲۵۷۹)

رہا زمین کی طرف اضافت کا سوال تو اس کی وجہ یہ ہے زمین کو اپنے عدل سے مزین فرماتا ہے اور زمین میں اپنے انصاف

کے میزان قائم کرتا ہے۔ اور زمین والوں کے مابین وہ حق سے فیصلے فرماتا ہے۔ زمین کے وہ حصے جہاں انصاف ہوتا ہے۔ وہ سب

سے زیادہ زینت والے اور سب سے زیادہ آباد ہیں۔

شیخ ابو منصور رحمہ اللہ کا قول:

یہ بھی درست ہے کہ اللہ تعالیٰ اس وقت کوئی نور پیدا فرمادے جو موقف کو منور فرمادے۔ اور نور کی اضافت رب کی طرف پھر

بیت اللہ اور ناقۃ اللہ کی طرح بنے گی۔

وَوُضِعَ الْكِتَابُ (اور نامہ عمل رکھ دیا جائیگا) یعنی صحائف اعمال رکھ دیے جائیں گے۔ لیکن یہاں اسم جنس پر اکتفاء کیا گیا اور

الکتاب فرمادیا۔ یا لوح محفوظ مراد ہے۔ وَجَاءَءَ بِالنَّبِیِّیْنَ (اور پیغمبروں کو حاضر کیا جائے گا) تاکہ اللہ تعالیٰ ان سے تبلیغ رسالت

کے متعلق سوال فرمائے ان زمانوں کے متعلق جن جن میں ان کی بعثت ہوئی۔ وَالشُّهَدَاءَ (اور گواہ) حفاظتی فرشتے۔

ایک قول:

ہر زمانہ کے ابرار وہ اہل زمانہ کے متعلق گواہی دیں گے۔ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ (اور ان کے مابین فیصلہ کیا جائے گا) ہم سے

بندے مراد ہیں۔ بِالْحَقِّ (ٹھیک ٹھیک) انصاف کے ساتھ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ (اور ان پر ذرا ظلم نہ ہوگا)

مَسْتَنَلَّةٌ: آیت کا اختتام ظلم کی نفی سے فرمایا جیسا کہ اس کی ابتداء اثبات عدل سے فرمائی تھی۔

۷۰: وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ (اور ہر شخص کو اسکے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا) ما عملت سے جزائے عمل مراد ہے۔

وَسِيقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ زُمَرًا ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا فَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا ۖ

اور کافروں کو گروہ گروہ بنا کر دوزخ کی طرف ہانکے جائیں گے، یہاں تک کہ جب دوزخ کے پاس پہنچیں گے تو اس کے دروازے کھول دیئے جائیں گے

قَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ يَتْلُونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِ رَبِّكُمْ

اور ان سے دوزخ کے محافظ کہیں گے کیا تمہارے پاس پیغمبر نہیں آئے تھے جو تم ہی میں سے تھے جو تمہیں تمہارے رب کی آیات سناتے تھے

وَيُنذِرُوكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا ۖ قَالُوا بَلَىٰ وَلَكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ

اور تمہیں آج کے دن کی ملاقات سے ڈراتے تھے، وہ کہیں گے کہ ہاں آئے تو تھے لیکن عذاب کا کلمہ کافروں پر ثابت

عَلَى الْكَافِرِينَ ۗ قِيلَ ادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا ۖ فَبُئْسَ مَثْوَىٰ

ہو کر رہا، کہا جائے گا کہ جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ اس میں تم ہمیشہ رہو گے، سو برا ٹھکانہ ہے نکیر

الْمُتَكَبِّرِينَ ۗ وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا

کرنے والوں کا، اور جو لوگ اپنے رب سے ڈرے انہیں جنت کی طرف گروہ گروہ بنا کر روانہ کر دیا جائے گا، یہاں تک کہ جب جنت کے قریب پہنچ جائیں گے

وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا

اس حال میں کہ اسکے دروازے پہلے سے کھلے ہوئے ہوں گے اور ان سے جنت کے محافظ کہیں گے کہ تم پر سلام ہو تم خوشی کے ساتھ رہو، سو تم اس میں ہمیشہ

خَالِدِينَ ۗ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي صَدَقْنَا وَعَدَهُ وَأَوْرَثَنَا الْأَرْضَ نَتَّبِعُهُمِنَ

رہنے کے لئے داخل ہو جاؤ اور وہ کہیں گے کہ سب تعریف ہے اللہ کے لئے جس نے ہم سے سچا وعدہ کیا اور ہمیں زمین کا وارث بنا دیا، ہم جنت میں جہاں

الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ ۖ فَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ ۗ وَتَرَى الْمَلَائِكَةَ حَافِينَ مِنْ حَوْلِ

چاہیں قیام کریں، سو اچھا بدلہ ہے عمل کرنے والوں کا اور آپ فرشتوں کو دیکھیں گے کہ عرش کے گرد گرد حلقہ بنائے ہوئے ہیں

الْعَرْشِ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَقُضِيَ بَيْنَهُم بِالْحَقِّ وَقِيلَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۗ

وہ اپنے رب کی تسبیح و تحمید میں مشغول ہوں گے، اور بندوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور کہہ دیا جائے گا کہ سب تعریف ہے اللہ کے لئے جو رب العالمین ہے

وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُونَ (وہ سب کے کاموں کو خوب جانتا ہے) بغیر لکھے اور بغیر گواہ کے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت وہم لا یظلمون کی تفسیر ہے۔ تقدیر کلام یہ ہوگا۔ ووقیت کل نفس ما عملت من خیر و شر لا یزاد فی شر ولا ینقص من خیر کہ ہر نفس کو جو اس نے عمل کیا خواہ خیر ہے یا شر اس کا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ نہ شر میں اضافہ ہوگا اور نہ خیر میں کمی کی جائے گی۔

تفسیر

کفار کا چلایا جانا:

۱: وَسِيقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ زُمَرًا (اور کافر جہنم کی طرف گروہ گروہ کر کے ہانکے جائیں گے) زبردستی ان کو چلایا جائے گا جیسا کہ قیدیوں سے کیا جاتا ہے اور بادشاہ کے خلاف بغاوت کرنے والوں سے کیا جاتا ہے۔ جب کہ ان کو قید میں ڈالا جاتا ہو۔ یا قتل کرنا ہو۔

زُمَرًا - سِيقًا: یہ حال ہے۔ یعنی ایک دوسرے کے پیچھے متفرق جماعتوں کی صورت میں۔

حَتَّىٰ إِذَا جَاءَهُمْ وَهَبُوا نَسْتَجِيبُ لَهُمْ مَا سَأَلُوا وَإِن كَانَ لَشَدِيدًا (یہاں تک کہ جب وہ دوزخ کے پاس پہنچیں گے تو اس کے دروازے کھول دیے جائیں گے)

قرآنت: کوئی نے فُتِحَتْ میں دونوں میں تخفیف پڑھی ہے۔

ابوابِ جہنم سات ہیں:

ابوابِ جہنم سات ہیں۔ وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا (ان کو جہنم کے محافظ کہیں گے) خزنیۃ سے جہنم کے حفاظتی فرشتے مراد ہیں۔ وہ فرشتے جہنمیوں کو عذاب دینے پر مقرر ہیں۔ اَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ (کیا تمہارے پاس تم ہی لوگوں میں سے پیغمبر نہ آئے تھے) منکم سے مراد اولادِ آدم میں سے۔

يَتْلُونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِ رَبِّكُم وَيُنذِرُونَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا (جو تم کو تمہارے رب کی آیات پڑھ کر سنایا کرتے تھے اور تم کو تمہارے اس دن کے پیش آنے سے ڈرایا کرتے تھے) یوم سے وقت مراد ہے۔ اور اس سے دخولِ نار کا وقت ہے قیامت کا دن مراد نہیں ہے۔ قَالُوا بَلَىٰ (کافر کہیں گے ہاں) وہ ہمارے پاس آئے اور انہوں نے ہم پر اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھیں۔ وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكَافِرِينَ (لیکن عذاب کا وعدہ کافروں پر پورا ہو کر رہا) لیکن ہم پر اللہ تعالیٰ کی آیات لازم آگئیں وہ یہ ہے: لَا مَلَأْنَ جَهَنَّمَ [السجده: ۱۳] ہماری بد اعمالیوں کے باعث جیسا کہ دوسرے مقام پر ہے۔ رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَالِّينَ [المؤمنون: ۱۰۶] اس میں انہوں نے اس عمل کا ذکر کیا جو عذاب کو لازم کرنے والا تھا اور وہ کفر و گمراہی ہے۔

۷۲: قِيلَ ادْخُلُوا ابْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا (کہا جائے گا کہ جہنم کے دروازوں میں داخل ہو ہمیشہ اس میں رہا کرو) نَجْوًا: یہ حال مقدرہ ہے یعنی ان کے لئے خلود کو مقدر کر دیا گیا۔

فَبَسَّ مَثْوًى الْمُتَكَبِّرِينَ (پس تکبر کرنے والوں کا برا ٹھکانہ ہے) اس میں لام جنس کا ہے۔ کیونکہ مَثْوًى المتکبرین یہ بس کا فاعل ہے۔ اور بس کا فاعل معرف باللام ہوا کرتا ہے یا معرف باللام کی طرف مضاف ہوتا ہے۔ اور مخصوص بالذم محذوف ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے۔ فَبَسَّ مَثْوًى الْمُتَكَبِّرِينَ جَهَنَّمَ۔ متکبرین کا ٹھکانہ جہنم بہت ہی برا ہے۔

سوار یوں کو جنت کی طرف لے جایا جائے گا:

۷۳: وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا (اور جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے تھے ان کو گروہ گروہ جنت کی طرف روانہ کیا جائے گا) اس سے مراد ان کی سوار یوں کا جنت کی طرف روانہ ہونا ہے۔ کیونکہ ان کو عزت و رضا کے مقام کی طرف سوار کر کے لے جایا جائے گا۔ جیسا کہ ان کے ساتھ کیا جاتا ہے جن کا اکرام کیا جاتا ہے اور جن کو بادشاہوں کی خدمت میں پہنچنے میں مشرف باد کیا جاتا ہے۔

حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ وَهَا (یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس پہنچیں گے) یہ آمد وہی ہے جس کو بعد والے جملے بیان کر رہے ہیں۔ وہ محلیہ جملے اگرچہ شرطیہ ہیں۔ مگر ان کی جزاء کو حذف کیا گیا ہے اور بلاشبہ ان کو حذف اس لئے کیا گیا کہ وہ اہل جنت کے ثواب کے سلسلہ میں ہیں اور ان کا حذف دلالت کر رہا ہے کہ یہ ایسی چیز ہے جس کا احاطہ وصف بیان سے نہیں کیا جاسکتا۔

قول زجاج رحمہ اللہ:

اس کی تقدیر کلام یہ ہے: حتیٰ اذا جاء وها و فتحت ابوابها و قال لهم خزنتها سلام عليكم طبتم فادخلوها خالدین دخلوها۔ پس دخلوها کو حذف کر دیا کیونکہ کلام میں اس پر دلالت موجود ہے۔

وَفَتَحَتْ أَبْوَابَهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طَبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خَالِدِينَ (اور اس کے دروازے کھلے ہوئے ہونگے اور وہاں کے محافظان سے کہیں گے السلام علیکم تم مزے میں رہو پس اس میں ہمیشہ رہنے کیلئے داخل ہو جاؤ) ایک جماعت نے کہا یہ اس طرح حتیٰ اذا جاء وها جاء وها پس ان کے نزدیک جاء وها محذوف ہے۔ معنی یہ ہوگا یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس پہنچیں گے ان کی آمد دروازوں کے کھلنے کے ساتھ واقع ہوگی۔ ایک قول یہ ہے جہنم کے دروازے اس وقت کھولے جائیں گے۔ جبکہ اہل جہنم اس میں داخل ہوں اور جنت کے دروازے وہ پہلے کھولے جائیں گے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جنات عدن مفتحة لهم الابواب [ص ۵۰]

نکتہ واو:

اسی لئے یہاں واو کے ساتھ لائے گویا کلام اس طرح ہے۔ حتیٰ اذا جاء وها وقد فتحت لهم ابوابها یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس پہنچیں گے تو اس کے دروازوں کو کھلا پائیں گے۔ طبتم تم پاک رہو گناہوں کی مثل کچیل سے اور غلطیوں کی گندگی سے صاف کر دیے گئے۔

قول زجاج رحمہ اللہ:

ہے کہ كنتم طيبين في الدنيا و لم تكونوا خبيثين تم دنیا میں پاک تھے۔ یعنی تم خباثتوں والے نہ تھے۔ قول ابن

عباس رضی اللہ عنہما ہے کہ طاب لکم المقام تمہارے لیے یہ ٹھہرنا مزے کا ہوگا۔

جنت دارالطہین:

دخول جنت کو پاکیزگی اور طہارت کا مسبب قرار دیا گیا ہے کیونکہ جنت دارالطہین ہے اور پاکیزہ لوگوں کا گھر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو ہریل سے پاک کر دیا ہوگا۔ اور گندگی سے ستھرا کر دیا ہوگا۔ پس جنت میں تو جو اس کے مناسب و موافق ہوگا وہی داخل ہوگا اور ان صفات سے موصوف ہوگا جو اہل جنت کی ہیں۔

۴۴: وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي صَدَقْنَا وَعَدَّهُ (اور وہ کہیں گے تمام تعریفیں اس ذات کیلئے ہیں جس نے ہم سے اپنا وعدہ سچا کیا) یعنی وہ وعدہ پورا فرما دیا جو آخرت کی نعمتوں کے متعلق فرمایا تھا۔ وَأَوْرَثْنَا الْأَرْضَ (اور ہم کو اس سر زمین کا وارث بنایا) الارض سے جنت کی زمین مراد ہے اور ان کو اس کا وارث بنایا جائے گا یعنی مالک بنایا جائے گا۔ اور اس کا بادشاہ بنایا جائے گا۔ اور جیسا چاہیں گے اسی طرح ان کو آزادانہ تصرف کی اس میں اجازت ہوگی۔ جیسا کہ وارث کو اپنی جائیداد میں تصرف اور پورا پورا اختیار حاصل ہوتا ہے۔ نَتَّبِئُوا (ہم قیام کریں) یہ حال ہے۔

مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ (جنت میں ہم جہاں چاہیں) یعنی ہر جنتی کیلئے اتنی وسیع جنت ہوگی جس کو بیان نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اور حاجت سے بہت ہی زائد ہوگی پس وہ اپنی جنت میں جہاں چاہے گا ٹھکانہ اور مقام بنائے گا۔ فَنِعْمَ أَجْرُ الْعَمَلِينَ (غرض عمل کرنے والوں کا اچھا بدلہ ہے) جو دنیا میں عمل کرتے رہے۔ اجر سے مراد جنت ہے۔

فرشتے عرش کے گرد صف اندھنے ہونگے اور حق کا فیصلہ کر دیا جائے گا:

۴۵: وَتَرَى الْمَلَائِكَةَ حَافِينَ (اور آپ فرشتوں کو دیکھیں گے کہ حلقہ باندھے ہوئے)

نَحْو: حافین یہ الملائکہ سے حال ہے۔

مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ (عرش کے گردا گرد) یعنی اس کے گرد نظریں جمائے ہونگے۔ مِنْ یہ ابتدائے غایت کیلئے ہے یعنی ان کے حلقہ باندھنے کی ابتداء عرش کے گردا گرد سے شروع ہو کر وہاں تک ہوگی جہاں تک اللہ تعالیٰ چاہیں گے۔ يُسَبِّحُونَ (وہ تسبیح کرنے والے ہونگے)

نَحْو: یہ حافین کی ضمیر سے حال ہے۔

بِحَمْدِ رَبِّهِمْ (اپنے رب کی تمہید کے ساتھ) یعنی وہ کہہ رہے ہونگے۔ سبحان اللہ، والحمد للہ، ولا الہ الا اللہ، واللہ اکبر، یا کہیں گے سبوح قدوس رب الملائکہ والروح۔ یہ کہنا بطور تلذذ ہوگا بطور تعبد نہ ہوگا کیونکہ جہاں تکلیف چلا گیا۔ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ (اور تمام بندوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے گا) انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتوں کے درمیان نمبر ۲۔ اہل جنت اور اہل نار کے درمیان بِالْحَقِّ (ٹھیک ٹھیک) عدل و انصاف کے ساتھ۔ وَقِيلَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (اور کہا

جائے گا کہ ساری خوبیاں اللہ تعالیٰ کے لائق ہیں۔ جو تمام عالم کا پروردگار ہے (یہ اہل جنت کہیں گے بطور شکر یہ جبکہ وہ جنت میں داخل ہو چکیں گے۔ اور ان کے متعلق وعدہ ہائے الہی پورے ہو جائیں گے۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا: وَاٰخِرُ دَعْوَاهُمْ اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ [یونس: ۱۰] حدیث میں وارد ہے جس کو امام احمد رحمہ اللہ نے اور ترمذی و حاکم نے روایت کیا ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ ہر رات سورۃ بنی اسرائیل اور الزمر پڑھتے تھے۔ (رواہ احمد ۶/۶۸، ۱۲۲، ۱۸۹، ترمذی ۳۳۰۲)

الحمد للہ سورۃ الزمر کا تفسیری ترجمہ آج بعد نماز عشاء منگل کی رات بوقت ۹ بجے ۲۵ محرم الحرام ۱۴۲۳ھ تکمیل پذیر ہوا۔

سُورَةُ الْمُؤْمِنِينَ وَهِيَ خَمْسٌ مِائَتَانِ آيَاتٍ تَسْعُ رُكُوعًا

سورۃ مؤمن مکی ہے اس میں پچاس آیات ہیں اور نو رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

حَمْدٌ تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ۝ غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ

حَمْدٌ: یہ کتاب اتاری گئی ہے اللہ کی طرف سے جو زبردست ہے سب کچھ جاننے والا ہے گناہ کا بخشنے والا ہے اور توبہ قبول کرنے والا ہے

شَدِيدِ الْعِقَابِ ۝ ذِي الطَّوْلِ ۝ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ إِلَهٌ مَّصِيرٌ ۝

سخت سزا دینے والا ہے۔ قدرت والا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

کہ حوامیم سب سے مکہ ہیں:

حَمْدٌ: تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ۔ غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ إِلَهٌ مَّصِيرٌ۔ (حم)۔ یہ کتاب اتاری گئی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو زبردست ہے۔ ہر چیز کا جاننے والا۔ گناہ کا بخشنے والا ہے اور توبہ کا قبول کرنے والا ہے۔ سخت سزا دینے والا ہے۔ قدرت والا ہے۔ اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔ اسی کے پاس جانا ہے)

۱: حَمْدٌ: اس کا ما بعد مالہ سے حمزہ، علی، خلف، یحییٰ، حماد و حمیم اللہ نے پڑھا ہے۔ اور مدنی نے فتح و کسرہ کے مابین پڑھا۔ جبکہ دیگر قراء نے تحمیم سے پڑھا ہے۔ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ہے۔

۲: تَنْزِيلُ الْكِتَابِ اس کتاب کا اتارا جانا۔ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ وہ اپنے دبدبے کی وجہ سے اس بات سے محفوظ ہے کہ کوئی اس کے بارے میں بات کرے کوئی الزام لگانے والا۔ الْعَلِيمِ وہ اس کو جاننے والا ہے جو اس کی تصدیق کرنے والا ہے۔ اور تکذیب کی اس میں مشرکین کو ڈرایا گیا ہے اور ایمان والوں کیلئے خوشخبری ہے۔

۳: غَافِرِ الذَّنْبِ (وہ گناہ کا بخشنے والا ہے) گناہ گاروں کے تمام گناہ بخشنے والا ہے۔ وَقَابِلِ التَّوْبِ (اور توبہ کا قبول کرنے والا ہے) رجوع کرنے والوں کی توبہ کو قبول کرنے والا ہے۔ شَدِيدِ الْعِقَابِ (سخت سزا دینے والا ہے) ان کو جو مخالفت کرنے والے ہیں۔ ذِي الطَّوْلِ (قدرت والا ہے) مغفرت والوں پر فضل برسانے والا ہے یا ہر ایک سے بے پروا ہے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا تو مومنوں کیلئے جنہوں نے لا الہ الا اللہ کہا شدید العقاب ان کے حق میں جنہوں نے لا الہ الا اللہ کو قبول نہیں کیا۔ اور التوب، الثوب، الاوب یہ تینوں الفاظ ہم معنی ہیں ان سب کا معنی رجوع ہے اور الطول کا معنی غناء و فضل آتا ہے۔

سوال: جب یہ صفات ایک ہی ذات کی ہیں تو پھر تعریف و تکبیر میں مختلف کیوں ہیں۔

جواب: غافر الذنب اور قابل التوب یہ دونوں معرّفہ ہیں کیونکہ ان سے حدوث فعل مراد نہیں۔ یہاں تک کہ یہ تقدیر انفصال میں ہو گئے پس ان کی اضافت غیر حقیقی بنی۔ مقصد اس سے دوام و ثبوت ہے۔ باقی رہا شدید العقاب اس کی تقدیر عبارت یہ ہے شدید عقابہ۔ پس نکرہ ہوا اور ایک قول یہ ہے کہ یہ بدل ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ جب یہ نکرہ ان معارف کے درمیان آ گیا تو اس سے یہ اعلان ہو گیا کہ یہ سارے بدل ہیں۔ وصف نہیں اور واؤ کو و قابل التوب میں داخل کرنا ایک نکتہ کی وجہ سے ہے۔

نکتہ: یہ ہے کہ مذنب و تائب کیلئے دو رحمتوں کو جمع کر دیا گیا ہے کہ یا تو اس کی توبہ قبول کی جائے گی۔ اور طاعات میں سے ایک طاعت لکھی جائے گی۔ یا پھر گناہ مٹا دیے جائیں گے گویا اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں گویا اس طرح فرمایا وہ مغفرت و قبولیت کو جامع کرنے والا ہے۔

روایت میں ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے شام کے ایک بہادر کے متعلق جانچ پڑتال کی تو آپ کو بتلایا گیا کہ وہ تو مسلسل شراب میں مبتلا ہو گیا ہے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے کاتب کو بلایا اور فرمایا اس کے نام اس طرح خط لکھو!

من عمر الی فلان

سلام علیک

میں تیرے سامنے اس اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حم۔

الی قوله الیہ المصیر تک لکھوایا۔ اور خط پر مہر لگا کر فرمایا اس کو اس کے ایسے وقت میں حوالے کرو جب کہ وہ نشے وغیرہ سے بالکل خالی ہو۔ پھر آپ نے اپنے قریب تمام حضرات سے فرمایا۔ اس کیلئے توبہ کی دعا کرو۔ جب اس آدمی کے پاس خط پہنچا تو وہ اس کو پڑھنے لگا۔ اور کہتا جا رہا تھا۔ میرے اللہ نے مجھ سے مغفرت کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور اپنے عقاب سے ڈرایا ہے۔ پھر ان الفاظ کو دھراتا رہا یہاں تک کہ اس پر گریہ طاری ہو گیا پھر توبہ کی اور اس کی توبہ خوب رہی، پختہ رہی۔

جب عمر رضی اللہ عنہ کو یہ اطلاع ملی تو فرمایا اسی طرح کیا کرو۔ جبکہ تم اپنے کسی بھائی کو پھسلتا ہو ادیکھو اس کو درست راستہ بتاؤ۔ اور اللہ تعالیٰ سے اس کے لئے توبہ کی دعا بھی کرو اور اس کے خلاف شیاطین مغویین کے معاون مت بنو۔ ابو نعیم فی ائحلیہ ۳/۹۷۔ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ (اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہی) یہ ذی الطول کی طرح صفت ہے اور جملہ مستانفہ بھی ہو سکتا ہے۔ إِلَيْهِ الْمَصِيرُ (اسی کے پاس جانا ہے) المصیر۔ مرجع کو کہتے ہیں۔

مَا يُجَادِلُ فِي آيَاتِ اللَّهِ إِلَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَا يَغْرُرُكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ ﴿۴﴾

اللہ کی آیات میں جھگڑا نہیں کرتے مگر وہی لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا۔ سو آپ کو دھوکہ میں نہ ڈالے ان کا شہروں میں چلنا پھرنا،

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَالْأَحْزَابُ مِنْ بَعْدِهِمْ وَهَمَّتْ كُلُّ أُمَّةٍ

ان سے پہلے نوح کی قوم نے اور ان کے بعد دوسری جماعتوں نے جھگڑایا اور ہر امت نے ارادہ کیا

بِرُسُولِهِمْ لِيَأْخُذُوهُ وَجَدُوا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوا بِهِ الْحَقَّ فَأَخَذْتَهُمْ فَمَنْ

کہ اپنے رسول کو پکڑ لیں اور باطل کے ذریعہ جھگڑا کریں تاکہ اس کے ذریعہ حق کو باطل کر دیں، سو میں نے ان کو پکڑ لیا،

فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ﴿۵﴾ وَكَذَلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّهُمْ

سو کیسا تھا میرا عذاب، اور اسی طرح آپ کے رب کا قول کافروں پر ثابت ہو چکا کہ وہ

أَصْحَابُ النَّارِ ﴿۶﴾

دوزخ والے ہیں۔

۴: مَا يُجَادِلُ فِي آيَاتِ اللَّهِ إِلَّا الَّذِينَ كَفَرُوا (اللہ تعالیٰ کی آیات میں وہی لوگ جھگڑا کرتے ہیں جو منکر ہیں)۔

دو جدال (باطل و حق):

جدال باطل:

ان آیات میں تکذیب و انکار کے ساتھ مخاصمہ کیا جاتا ہے۔ اور اگلی آیت اس پر دلالت کر رہی ہے۔ وَجَادَلُوا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوا بِهِ الْحَقَّ [غافر: ۵] یہ جھگڑا وجدال ناجائز ہے۔

جدال حق:

باقی وہ مجادلہ جو اس کے ملتبس مقامات کی وضاحت اور مشکلات کے حل اور معافی کے استنباط اور ان آیات کے متعلق ٹیڑھا پن اختیار کرنے کو درست کرنے کیلئے کیا جائے وہ تو افضل ترین جہاد ہے۔

فَلَا يَغْرُرُكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ (ان لوگوں کا شہروں میں چلنا پھرنا آپ کو اشتباہ میں نہ ڈالے) جو کہ وہ نفع بخش تجارت اور فائدہ مند کاروبار کے ساتھ ایک سے دوسرے شہر آتے جاتے اور صحت و سلامتی سے لوٹتے ہیں۔ ان کا انجام کار عذاب ہے۔ پھر یہ بیان کیا کہ کس طرح ہوگا پس جتلا دیا کہ سابقہ مکذب امتوں کا حال دیکھ لو۔

نمونہ جدال:

۵: كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ (ان سے پہلے نوح کی قوم نے جھٹلایا) نوح علیہ السلام کو وَالْأَحْزَابُ (اور دوسرے گروہوں نے) جنہوں نے رسولوں کی مخالفت میں جتھہ بندی اختیار کی اور ان کو دکھ پہنچائے وہ عاد، ثمود، قوم لوط، وغیرہ ہیں۔ مِنْ بَعْدِهِمْ (ان کے بعد) قوم نوح علیہ السلام کے بعد وَهَمَّتْ كُلُّ أُمَّةٍ (اور ہر امت نے ارادہ کیا) ان امتوں میں سے جو قوم نوح اور احزاب ہیں۔ بِرَسُولِهِمْ لِيَأْخُذُوا وَهُ (اپنے رسول کے متعلق کہ اس کو گرفتار کر لیں) کہ اس کو پکڑ کر قتل کر دیں۔ الاخید قیدی وَجَادَلُوا بِالْبَاطِلِ (اور انہوں نے ناحق جھگڑے پیدا کیے) باطل سے کفر مراد ہے۔ لِيُذْهِبُوا بِهِ الْحَقَّ (تاکہ وہ اس سے حق کو مٹا دیں) تاکہ ایمان کو باطل کر دیں۔ فَآخَذْتُهُمْ (پس میں نے ان کو پکڑ لیا) تاء اور ذال مدغم نہیں ہوئے جیسا کہ وحفص کی قراءت ہے مطلب یہ ہے کہ انہوں نے پیغمبر کو پکڑنا چاہا۔ میں نے ان کے ارادہ اخذ پر سزا مقرر کر دی کہ ان کو پکڑ لیا اور سزا دے ڈالی۔ فَكَفَّيْنَاكَ عِقَابٍ (پس میری طرف سے کیسی سزا ہوئی)۔

قراءت: یعقوب نے عِقَابِي پڑھا ہے مطلب یہ ہے کہ تم ان کے علاقوں میں سے اپنے سفروں میں گزرتے اور اس کا معائنہ کرتے ہو اس تقریر میں تعجب کا معنی ہے کہ بڑی تعجب کی بات ہے معائنہ کے باوجود وہ عبرت نہیں پکڑتے۔

۶: وَكَذَلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا (اور اسی طرح تمام کافروں پر آپ کے رب کا یہ قول ثابت ہو چکا) قراءت: مدنی و شامی نے کلمات ربك علی الذین کفروا (کہ وہ لوگ دوزخی ہونگے) یہ محل رفع میں کلمۃ ربك سے بدل ہے۔ یعنی جیسے وہ لوگ قطعاً دوزخی ہیں۔ اسی طرح یہ بھی دوزخی یقیناً ہیں۔ مطلب یہ ہے جس طرح ان کو استیصال والے عذاب سے ہلاک کیا گیا۔ اسی طرح ان کو عذابِ نار کے ساتھ آخرت میں ہلاک کیا جائے گا۔

یا محل نصب میں ہے اور لام تعلیل محذوف ہے اور ایصال فعل والذین کفروا سے قریش مراد ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جیسا ان امتوں کی ہلاکت لازم ہوئی اسی طرح ان کی ہلاکت بھی لازم ہے کیونکہ دونوں کی ایک ہی علت ہے کہ وہ آگ والے ہیں۔ النار کے لفظ پر وقف لازم ہے کیونکہ اگر وصل کریں تو یہ عبارت اس طرح بن جائے۔

الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ

جو فرشتے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو فرشتے انکے گرداگرد ہیں وہ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کرتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں

وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَعِلْمًا فَاغْفِرْ

اور ان لوگوں کے لئے استغفار کرتے ہیں جو ایمان لائے، اے ہمارے رب آپکی رحمت اور آپ کا علم ہر چیز کو شامل ہے سو ان لوگوں کو بخش دیجئے

لِلَّذِينَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ۗ رَبَّنَا وَأَدْخِلْهُمْ

جنہوں نے توبہ کی اور آپ کے راستے کا اتباع کیا اور انہیں دوزخ کے عذاب سے بچا لیجئے، اے ہمارے رب اور انہیں ہمیشہ رہنے کی

جَنَّةٍ عَدْنٍ الَّتِي وَعَدْتَهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ

بہشتیوں میں داخل فرمائیے جن کا آپ نے ان سے وعدہ فرمایا ہے اور انکے آباء، ازواج اور ذریعوں میں جو صالح ہوئے ان کو بھی داخل فرمائیے

إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۗ وَقِهِمُ السَّيِّئَاتِ وَمَنْ تَقِ السَّيِّئَاتِ يَوْمَئِذٍ

بلاشبہ آپ زبردست ہیں، حکمت والے ہیں اور انکو تکلیفوں سے بچائیے اور اس دن جسے آپ نے تکلیفوں سے بچا لیا

فَقَدْ رَحِمْتَهُ ۗ وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۗ

سو آپ نے اس پر رحم فرمادیا اور یہ بڑی کامیابی ہے۔

حملۃ العرش کی دُعا:

ع: الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ (جو فرشتے کہ عرش اٹھائے ہوئے ہیں اور جو فرشتے اس کے گرداگرد ہیں) یعنی حملۃ العرش اور عرش کے گرداگرد فرشتے حالانکہ وہ کروبی ہیں جو کہ فرشتوں کے سردار ہیں۔ یہ اس صورت وصل میں اصحاب نار کی صفت بن جائے گی اور اس کا فساد و غلط ہونا ظاہر و باہر ہے اس لئے وقف النار پر لازم ہے۔

روایت میں ہے کہ حملۃ العرش کے پاؤں سب سے نچلی زمین پر ہیں۔ اور ان کے سر عرش کو پہنچنے والے ہیں وہ خشوع اختیار کرنے والے ہیں کہ اپنی نگاہ اوپر کو نہیں اٹھاتے۔ حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ نے تمام فرشتوں کو حکم دے رکھا ہے صبح و شام کو وہ حملۃ العرش کو سلام کریں کیونکہ وہ تمام ملائکہ سے افضل ہیں۔

ایک قول یہ ہے عرش کے گرد ستر ہزار صفوف فرشتوں کی قیام میں ہیں۔ اور وہ تکبیر و تہلیل کہتے ہوئے عرش کا طواف کرتے ہیں۔ پھر ان کے پیچھے ستر ہزار صفوف ملائکہ کی قیام میں ہیں۔ وہ بھی تہلیل و تکبیر میں مصروف ہیں۔ اور ان کے پیچھے ایک لاکھ

صفوف ایسی ہیں جنہوں نے دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھا ہے اور ہر ایک وہ تسبیح زبان سے کر رہا ہے جو اس سے دوسرا نہیں کر رہا۔
 يُسَبِّحُونَ (وہ تسبیح کرتے ہیں) یہ مبتدأ کی خبر ہے اور مبتدأ الذین یحملون العرش ہے۔ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ (اپنے رب کی حمد کے ساتھ) اس کی حمد کے ساتھ یا باء اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ان کی تسبیح اس کی حمد کے ساتھ ہے۔ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ (اور اس پر ایمان رکھتے ہیں) اس کا فائدہ یہ ہے کہ اس میں ایمان کا شرف و مرتبہ اور اس کی فضیلت بتلائی اور ایمان کی ترغیب دی گئی۔
 جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کی صفت صلاح کو ذکر کیا جائے۔ (حالانکہ حملۃ العرش اور حول العرش فرشتے وہ اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ تسبیح کرنے والے اور ایمان لانے والے ہیں) یہ ایسے ہی ہے جیسے اعمال خیر کو اس ارشاد کے بعد لایا گیا ہے ثم کان من الذین امنوا۔ [البقرہ: ۱۷۷] حالانکہ وہ تمام صفات ایمان کے بعد آئیں مگر ایمان کو لا کر اس کی اہمیت و عظمت ظاہر فرمائی۔ اس سے ایمان کی فضیلت ظاہر ہوگئی اور تناسب کی رعایت بھی و یؤمنون بہ ویستغفرون میں فرمادی گئی۔ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا (اور وہ ایمان والوں کے لیے استغفار کیا کرتے ہیں) گویا اس طرح فرمایا و یؤمنون بہ ویستغفرون لمن فی مثل حالہم وہ اس پر ایمان لاتے اور ان لوگوں کیلئے استغفار کرتے ہیں جو حالت میں انہی جیسے ہیں۔

هَسْبُنَا اللَّهُ: اس میں دلیل ہے کہ جب وہ ایمان میں مشترک ہیں تو ضروری ہے کہ وہ نصیحت و خیر خواہی اور شفقت کا ایک دوسرے سے اظہار کریں۔ اگرچہ ان کی اجناس اور مقامات و مساکن کتنے ہی بعید ہوں۔ رَبَّنَا (اے ہمارے پروردگار) یہ محذوف سے حال ہے۔ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةٌ وَعِلْمًا (آپ کی رحمت و علم ہر چیز کو شامل ہے) پس رحمت اور علم وہ ایسی چیزیں ہیں۔ جو ہر چیز کو معنی کے اعتبار سے شامل ہیں۔ اصل کلام اس طرح ہے وسع کل شیء رحمتک و علمک لیکن کلام کو اصل سے پھیرا گیا کیونکہ فعل کا استناد یہاں خود صاحب رحمت و علم کی طرف ہے۔ اور دونوں یہاں منصوب لائے گئے۔ کیونکہ تمیز واقع ہیں اور اس طرح لانے سے صفت علم و رحمت میں مبالغہ ظاہر کرنا بھی مقصود ہے۔

دعائے اول:

فَاغْفِرْ لِلَّذِينَ تَابُوا (پس آپ ان لوگوں کو بخش دیں جنہوں نے توبہ کر لی ہے) یعنی ان لوگوں کو جن کے متعلق آپ جانتے ہیں کہ وہ توبہ کر چکے تاکہ رحمت و علم کے ذکر کے مناسب ہو جائیں۔ وَاتَّبِعُوا سَبِيلَكَ (اور انہوں نے تیرے راستے کی اتباع کی) یعنی وہی ہدایت والی راہ جس کی طرف آپ نے ان کو بلایا۔

دوسری دعا:

وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ (اور انہیں جہنم کے عذاب سے بچالیجئے)۔

تیسری دعا:

۸: رَبَّنَا وَأَدْخِلْهُمْ جَنَّاتٍ عَدْنٍ الَّتِي وَعَدْتَهُمْ (اے ہمارے پروردگار ان کو ہمیشہ رہنے کی بہشتوں میں جن کا آپ نے

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يٰنَادُوْنَ لَمَقَّتْ اللّٰهُ اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ اِذْ تُدْعَوْنَ

بلاشبہ جنہوں نے کفر کیا ان کو پکارا جائے گا کہ یہ بات واقعی ہے کہ اللہ کا جو تم سے بغض ہے وہ اس بغض سے بہت بڑا ہے جو تمہیں خود اپنی جانوں سے ہے تم ایمان

اِلَى الْاِيْمَانِ فَتَكْفُرُوْنَ ﴿۱۰﴾ قَالُوْا رَبَّنَا اٰثِنَتَيْنِ وَاٰحِيَّتِنَا اٰثِنَتَيْنِ

کی طرف بلائے جاتے تھے تو کفر اختیار کرتے تھے۔ وہ لوگ کہیں گے کہ اے ہمارے رب آپ نے ہمیں دو ہار موت دی اور دو ہار زندگی دی۔

فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلَى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿۱۱﴾ ذٰلِكُمْ بِاَنَّهُ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ

سو ہم نے اپنے گناہوں کا اقرار کر لیا تو کیا نکلنے کی کوئی راہ ہے، یہ اس وجہ سے کہ جب صرف اللہ کا نام لیا جاتا

وَحَدَّهٖ كَفَرْتُمْ وَاِنْ يُشْرِكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا فَالْحَكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ ﴿۱۲﴾

تھا تو تم انکار کرتے تھے اور اگر اسکے ساتھ کسی کو شریک بنایا جاتا تھا تو اسے مان لیتے تھے۔ سو فیصلہ اللہ ہی کے لئے ہے جو بلند ہے بڑا ہے۔

ان سے وعدہ کیا ہے داخل فرما دیجئے (وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَائِهِمْ) اور جو لائق ہوں ان کے ماں باپ میں سے (مَنْ يٰهٗ مَوْضِعُ نَصَبٍ فِيْهِ) واقع ہے۔ کیونکہ اس کا عطف ادخلہم کے ہم پر ہے۔ یا وعدہ تمہم کے ہم پر ہے اور معنی یہ ہوگا تو نے ان سے وعدہ کیا اور ان سے وعدہ کیا جو نیک ہوئے ان کے ماں باپ میں سے۔ وَ اَزْوَاجِهِمْ وَ ذُرِّيَّتِهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (اور ان کی بیویوں اور اولاد میں سے جو لائق ہوں ان کو بھی داخل کر بیشک آپ زبردست حکمت والے ہیں) یعنی ایسے بادشاہ ہیں جو کسی سے مغلوب نہیں ہوتا اور آپ اپنی ملک و عظمت کے باوجود کوئی کام حکمت سے خالی نہیں کرتے۔ اور تیری حکمت کا تقاضا ہے کہ آپ اپنے وعدہ کو پورا فرما دیجئے۔

چوتھی دعا:

۹: وَقِيْلَ لِمَ تَسْتَسِئْتِ (اور آپ ان کو تکالیف سے بچائیے) السّيّاتِ سے جزائے سیئات مراد ہے جو عذاب نار ہے۔ وَمَنْ تَقِي السّيّاتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهُ وَذٰلِكَ (اور آپ جس کو اس دن کی تکالیف سے بچائیں گے تو اس پر آپ نے مہربانی فرمائی اور یہ) ذٰلِكَ كَمَا مَشَارَ اِلَيْهِ دَفَعَ عَذَابَ هٗ يَعْنِي يَدْفَعُ عَذَابَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (وہی بڑی کامیابی ہے)

کافر کو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے ہمیں تم سے نفرت ہے:

۱۰: اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يٰنَادُوْنَ (بیشک جو لوگ کافر ہوئے ان کو پکارا جائے گا) قیامت کے دن جبکہ وہ آگ میں داخل ہونگے اور اپنے نفسوں پر ناراضگی کا اظہار کریں گے تو آگ کے داروغہ ان کو آواز دے کر کہیں گے۔ لَمَقَّتْ اللّٰهُ اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ (اللہ تعالیٰ کو تم سے زیادہ نفرت ہے اس کی ہنسبت جتنی تمہیں اپنے نفسوں سے نفرت ہے) یعنی اللہ تعالیٰ کو تم سے

تمہارے نفسوں کی نسبت زیادہ نفرت ہے پس نفس کا ذکر ایک مرتبہ کرنے پر اکتفاء کیا گیا ہے۔ المقت: شدید بغض و نفرت۔ اِذْ تَدْعُونَ اِلَى الْاِيْمَانِ (جبکہ تم کو ایمان کی طرف بلایا جاتا تھا) یہ پہلے مقت سے متعلق ہے زبختری نے اسی طرح کہا معنی اس طرح بنے گا کہ ان کو قیامت کے دن کہا جائے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے برائی اور کفر کی طرف مائل ہونے والے نفسوں سے نفرت فرماتے تھے۔ جبکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تمہیں ایمان کی طرف دعوت دیتے اور تم اس کو قبول کرنے سے انکار کرتے اور کفر کو اس پر ترجیح دیتے۔ اس سے کہیں بڑھ کر جتنا آج تم اپنے نفسوں سے نفرت کا اظہار کر رہے ہو اس حالت میں کہ تم آگ میں پڑے ہو۔ ہم نے تمہیں آگ میں تمہاری خواہش پرستی کی بناء پر ڈالا ہے۔

ایک قول یہ ہے:

اس کا معنی یہ ہے اب اللہ تعالیٰ کا تم سے نفرت کرنا اس سے بڑھ کر جتنا تم ایک دوسرے سے نفرت کر رہے ہو۔ جیسا کہ دوسرے ارشاد میں فرمایا تم یوم القیامة یکفر بعضکم ببعض ویلعن بعضکم بعضاً [التکوٰت: ۲۵] اور اذ تدعون یہ جملہ تعلیلیہ ہے۔

صاحب جامع العلوم کا قول:

اذ اس فعل مضمّر کی وجہ سے منصوب ہے۔ جس پر لمقت اللہ دلالت کر رہا ہے یعنی یمقتہم اللہ حین دعوا الی الایمان فکفروا۔ اللہ تعالیٰ ان سے نفرت فرماتے ہیں جب سے ان کو ایمان کی طرف دعوت دی تو انہوں نے انکار کر دیا۔ اذ مقت اول کی وجہ سے منصوب نہیں ہے۔ کیونکہ لمقت اللہ مبتداء ہے اور یہ مصدر ہے۔ اور اس کی خبر اکبر من مقتکم ہے۔ پس یہ اذ تدعون میں عامل نہیں کیونکہ جب مصدر کی خبر آجائے تو پھر کسی چیز کا اس سے متعلق کرنا جائز نہیں جو اس کا صلہ ہو سکے۔ کیونکہ اس کی خبر کا آجانا یہ اس کے تمام ہونے کی علامت ہے۔ اور اس کا متعلق مان لینا اس کے نقص کی نشانی ہے۔ اسی طرح دوسرے مقت سے بھی متعلق نہیں ہو سکتا کیونکہ زمانے مختلف ہیں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے نفسوں سے داخلہ نار کے بعد کی حالانکہ ایمان کی دعوت تو دنیا میں دی گئی۔ تو دنیا و عقبیٰ کا زمانہ مختلف ہوا۔ فَتَكْفُرُونَ (پس تم کفر کرتے تھے) کفر پر اصرار کرتے تھے۔

آگ والوں کا قول جو کہ مایوس کن ہے:

۱۱: قَالُوا رَبَّنَا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَاٰحْيَيْنَا النّٰسِ (وہ لوگ کہیں گے اے ہمارے پروردگار آپ نے ہمیں دوبارہ مردہ رکھا اور دوبارہ زندگی دی) یعنی دو موتیں اور دو زندگیاں۔ یاد دو موتیں اور دو حیاتیں۔ دو موتوں سے مراد ان کا پہلی مرتبہ ان کی مردہ و بے جان اشیاء سے پیدا کرنا اور ان کو اجل مقررہ کے پورے ہونے پر موت دینا ہے۔ اور یہ بھی درست ہے کہ بے جان اشیاء سے پیدائش کو ماتت کہا جاتا ہے جیسا کہ یہ درست ہے کہ کہا جائے۔ سبحان من صغر جسم البعوضة و کبر جسم الفیل اس جگہ بڑے سے چھوٹے کی طرف منتقل ہونا نہیں پایا جاتا ہے۔ اور نہ چھوٹے سے بڑے کی طرف اور اس کا سبب یہ ہے کہ چھوٹا اور بڑا

دونوں کا اطلاق ایک مصنوعہ چیز پر ہو سکتا ہے۔ جب صانع نے دو جائز میں سے ایک پر کر دیا تو گویا صانع نے اس کو دوسرے جائز کی طرف پھیر دیا۔ پس اس کا اس حالت سے پھیر دینا اس سے منتقل کرنے کی طرح ہے۔

الاحیائین سے۔ پہلی مرتبہ کی پیدائش اور پھر احیائے بعثت مراد ہے اور یہ ارشاد اس پر دلالت کر رہا ہے و کنتم امواتا

فاحیا کم ثم یمیتکم ثم یحییکم [البقرہ: ۲۸ □]

ایک قول:

ہے کہ پہلی موت دنیا میں اور دوسری موت سوال کیلئے قبر میں زندہ کرنے کے بعد اور احیائے اول قبر میں موت کے سوال کیلئے زندہ کرنا اور دوسری بعثت کے لئے احیاء۔ فَاَعْتَرَفْنَا بِذُنُوبِنَا (پس ہم اپنی خطاؤں کا اقرار کرتے ہیں) جب انہوں نے دوبارہ موت اور دوبارہ احیاء کو اپنے اوپر طاری و جاری دیکھ لیا تو ان کو یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کو اعادہ پر قدرت حاصل ہے جیسا کہ وہ انشاء پر قادر ہے۔ اسی لئے انہوں نے اپنے ان گناہوں کا اعتراف کر لیا جن کا ارتکاب انہوں نے کیا تھا جیسے انکار بعثت اور جو اس کے پیچھے گناہ کیے تھے۔ فَهَلْ اِلٰی خُرُوجٍ (تو کیا نکلنے کی کوئی صورت ہے) یعنی آگ سے نکلنے کی مطلب یہ ہے کہ جلدی سے نکلنے کی کوئی قسم ہو یا آہستگی سے چھٹکارا پانے کا کوئی راہ ہوتا کہ ہم چھوٹ جائیں۔ مِّنْ سَبِيلٍ (کبھی کوئی صورت) یا بالکل مایوسی ہے کہ نہ تو نکلنا اور نہ اس کے لئے کوئی صورت۔ یہ گفتگو ایسے لوگوں کی ہے جن پر مایوسی کے بادل چھا چکے ہونگے اور یہ بات وہ حیرانی کی وجہ سے کہیں گے۔ اسی لئے جواب اس کے مطابق لایا گیا جو اگلی آیت میں ہے۔

سردی عذاب کا فیصلہ تمہارے کفر کی وجہ سے ہوا:

۱۲: ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحَدَّهٗ كَفَرْتُمْ (وجہ اس کی یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کا نام لیا جاتا تھا۔ تو تم انکار کیا کرتے تھے) وَاِنْ يُشْرِكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا (اور اگر اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جاتا تھا تو تم مان لیتے تھے) یہ وہ چیز ہے جس میں تم مبتلا تھے۔ تمہارے لیے اس سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں اس وجہ سے کہ تم نے توحید کا انکار کیا اور شرک پر تمہارا ایمان تھا۔ فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ (پس یہ فیصلہ اللہ تعالیٰ کا ہے) کہ اس نے ہی تمہارے لئے سردی عذاب کا فیصلہ فرمایا۔ الْعَلِيّٰ (بلند و برتر ہے) شان اس کی پس اس کے فیصلوں کو رد نہیں کیا جاسکتا۔ الْكَبِيْرُ (عظمت والے ہیں) ان کی سلطنت عظیم ہے پس اس کی سزا کی کوئی حد بندی نہیں۔

ایک قول:

خارجی حرور یہ فرقہ نے اسی آیت سے اپنا قول لا حکم الا للہ لیا۔ قتادہ کہتے ہیں جب اہل حروراء نے خروج کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ یہ کون لوگ ہیں۔ انہیں بتلایا گیا کہ یہ تحکیم کا نعرہ لگانے والے ہیں۔ یعنی یہ لوگ کہتے ہیں لا حکم الا للہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کلمہ تو صحیح ہے مگر اس سے مراد غلط لے لی گئی ہے۔ (اس سے ان کا میری تکفیر کرنا غلط ہے)۔

هُوَ الَّذِي يُرِيكُمْ آيَاتِهِ وَيُنزِلُ لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ رِزْقًا وَمَا يَتَذَكَّرُ إِلَّا مَنْ

وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے اور تمہارے لئے آسمان سے رزق اتارتا ہے اور نصیحت حاصل نہیں کرتے مگر وہی لوگ

يُنْيَبُ ﴿۳۲﴾ فَادْعُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ﴿۳۳﴾ رَفِيعُ الدَّرَجَاتِ

جو رجوع کرتے ہیں سو تم اللہ کو پکارو، دین کو اسی کے لئے خالص کرتے ہوئے اگرچہ کافروں کو ناگوار ہو، وہ رفیع الدرجات ہے۔

ذُو الْعَرْشِ يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهِ عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ لِيُنذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ﴿۳۴﴾

عرش والا ہے، وہ اپنے حکم سے وحی نازل فرماتا ہے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے، تاکہ وہ ملاقات کے دن سے اذکار

يَوْمَهُمْ بَرِزُونَ ۗ لَا يُخْفَىٰ عَلَى اللَّهِ مِنْهُمُ شَيْءٌ ۗ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۗ لِلَّهِ

جس دن وہ لوگ ظاہر ہوں گے، اللہ تعالیٰ پر ان میں سے کوئی چیز بھی پوشیدہ نہ ہوگی آج کس کے لئے ملک ہے، اللہ

الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۳۵﴾ الْيَوْمَ تُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ ۗ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ۗ إِنَّ اللَّهَ

واحد قہار کے لئے ہے، آج کے دن ہر جان کو اس کا بدلہ دیا جائے گا جو اس نے کمایا آج کے دن ظلم نہیں ہے بیشک اللہ

سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿۳۶﴾

جلد حساب لینے والا ہے۔

۱۳: هُوَ الَّذِي يُرِيكُمْ آيَاتِهِ (وہی ذات ہے جو تم کو اپنی نشانیاں دکھلاتا ہے) مثلاً ہوائیں، بادل، گرجیں، بجلیاں، کڑکیں، وغیرہ۔ وَيُنزِلُ لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ (اور وہ تمہارے لئے آسمان سے اتارتا ہے)

قراءت: ينزل تخفيف کے ساتھ کی، بصری نے پڑھا ہے۔ رِزْقًا (رزق) بارش کیونکہ وہ سبب رزق ہے۔ وَمَا يَتَذَكَّرُ إِلَّا مَنْ يُنْيَبُ (اور صرف وہی شخص نصیحت قبول کرتا ہے جو رجوع کرتا ہے) آیات اللہ سے عبرت اور نصیحت وہ حاصل کرتا ہے جو شرک سے توبہ کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ پس جو شخص ضدی ہے وہ نہ نصیحت حاصل کرتا ہے اور نہ یاد کرتا ہے۔

ربط پھر رجوع کرنے والوں کو فرمایا۔

۱۴: فَادْعُوا اللَّهَ (پس تم اللہ تعالیٰ کو پکارو) پس اسی کی عبادت کرو۔ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ (اس کا خالص اعتقاد کر کے) شرک سے خالص کرنا مراد ہے۔ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ (اگرچہ کافروں کو ناگوار ہو) اگرچہ تمہارے وہ دشمن تم پر یہ عیب لگائیں جو تمہارے دین پر نہیں ہیں۔

بندوں کے درجات کو بلند کرنے والا اور جس نے عرش کو بنا کر فرشتوں کے طواف کا مقام بنایا:

۱۵: رَفِيعُ الدَّرَجَاتِ ذُو الْعَرْشِ (وہ رفیع الدرجات ہے۔ وہ عرش کا مالک ہے) يَلْقَى الرَّوْحَ (وہ وحی بھیجتا ہے) نَحْوُ: نمبر ۱۔ ہُوَ کی تین خبریں ہیں اور یہ الذی یریکم پر مرتب ہوتا ہے۔ یا نمبر ۲۔ مبتداء محذوف کی خبریں ہیں۔ رفیع الدرجات کا معنی نمبر ۱۔ وہ آسمانوں میں سے بعض کو بعض پر بلند کرنے والا ہے۔ نمبر ۲۔ وہ اپنے بندوں کے درجات کو مرتبہ دے کر بلند کرتا ہے۔ نمبر ۳۔ جنت میں بندوں کے درجات کو بلند کرے گا۔ ذوالعرش وہ اپنے اس عرش کا مالک ہے جو آسمان سے اوپر ہے۔ اس کو پیدا کر کے فرشتوں کے طواف کا مقام بنا دیا۔ اور اس کی تخلیق عظمت باری تعالیٰ کو بھی ظاہر کرنے والی ہے۔ اور اس کی مملکت میں اس کی بے نیازی کو بھی ظاہر کرنے والی ہے۔ الروح سے جبرئیل علیہ السلام مراد ہیں۔ نمبر ۲۔ وہ وحی جس سے دل زندہ کیے جاتے ہیں۔ مِنْ أَمْرِهِ (اپنے حکم سے) من یہاں اجلیہ ہے، اپنے حکم کیلئے یا اپنے حکم کے سبب۔ عَلٰی مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ لِيُنذِرَ (جس پر چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے تاکہ وہ ڈرائے) تاکہ اللہ تعالیٰ ڈرائے یا جس پر وحی بھیجی جا رہی ہے وہ ڈرائے اور وہ نبی اکرم ﷺ ہیں۔ یعقوب کی قراءت اس پر دلالت کرتی ہے۔۔۔

قراءت: لتنذر يعقوب نے پڑھا ہے۔

يَوْمَ التَّلَاقِ (اجتماع کے دن سے) قیامت کے دن۔ یہ نام اس کا اس لئے ہے کہ اس دن اہل سماء اہل ارض سے ملاقات کریں گے اور اسی طرح اولین و آخرین کی ملاقات ہوگی۔

قراءت: مکی اور یعقوب نے التلاقی پڑھا ہے۔

قیامت میں ہر چیز سامنے ہوگی:

۱۶: يَوْمَ هُمْ بَارِزُونَ (جس دن سب لوگ سامنے آ موجود ہونگے) بارز کا معنی ظاہر ہے۔ ان کو کوئی چیز نہ چھپائے گی۔ نہ پہاڑ نہ ٹیلہ نہ عمارت۔ لَا يَخْفَىٰ عَلَى اللَّهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ (ان کی کوئی بات اللہ تعالیٰ سے مخفی نہ رہے گی) شئی سے مراد یہاں اعمال و احوال ہیں۔ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ (آج کے روز کس کی حکومت ہوگی) یہ بات اللہ تعالیٰ اس وقت فرمائیں گے جبکہ کوئی جواب دینے والا نہ ہوگا۔ بذات خود جواب عنایت فرمائیں گے۔ لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (بس اللہ تعالیٰ ہی کی ہوگی جو یکتا غالب ہے) یعنی وہ ذات جس نے موت سے مخلوق کو مغلوب کیا۔

نَحْوُ: الیوم منصوب ہے۔ لمن کا مدلول اس پر عامل ہے۔ ای لمن ثبت الملك فی هذا الیوم۔ آج کے دن بادشاہی کس کے لیے ثابت ہے۔ ایک قول یہ ہے ایک ننادی آواز دے گا کہے گا۔ لمن الملك الیوم۔ اہل محشر اس کو جواب دیں گے۔ لله الواحد القهار۔

وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْأُزْفَةِ إِذِ الْقُلُوبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كُظْمِينَ هُمَا لِلظَّالِمِينَ

اور آپ ان کو قریب آنے والی مصیبت کے دن سے ڈرائیے جس وقت قلوب گلوں کے پاس ہوں گے گھٹن میں پڑے ہوئے ہوں گے، ظالموں کے لئے

مِنْ حَمِيمٍ وَلَا شَفِيعٌ يُطَاعُ ۱۸ يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ ۱۹

نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی سفارش کرنیوالا ہوگا جسکی بات مانی جائے وہ جانتا ہے آنکھوں کی خیانت کو اور ان چیزوں کو جنہیں سینے پوشیدہ رکھتے ہیں،

وَاللَّهُ يَقْضِي بِالْحَقِّ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَقْضُونَ بِشَيْءٍ ۲۰

اور اللہ حق کے ساتھ فیصلہ فرمائے گا اور اللہ کے سوا جنہیں یہ لوگ پکارتے ہیں وہ کچھ بھی فیصلہ نہیں کر سکتے،

إِنَّ اللَّهَ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ۲۱

بلاشبہ اللہ سننے والا ہے دیکھنے والا ہے۔

ہر خیر و شر کا بدلہ دیا جائے گا:

۱۷: الْيَوْمَ تُجْزَى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ (آج ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ دیا جائے گا۔ آج کچھ ظلم نہ ہوگا۔ بیشک اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والے ہیں) جب یہ بات پختہ ہو چکی کہ بادشاہی اس دن اکیلے اللہ تعالیٰ کی ہوگی۔ تو اب اس کے نتائج گنوائے۔ نمبر ۱۔ ہر نفس کو جو عمل خیر و شر میں سے اس نے کیا اس کا بدلہ دیا جائے گا۔ نمبر ۲۔ ظلم اس کی طرف سے بالکل نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ ظلام للعبید نہیں ہے۔ نمبر ۳۔ حساب میں دیر نہ لگے گی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ایک کا حساب دوسرے سے مشغول نہیں کر سکتا۔ پس وہ تمام مخلوق کا حساب ایک ہی وقت میں لے لیں گے۔ اور وہ سب سے جلد حساب کرنے والے ہیں۔

۱۸: وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْأُزْفَةِ (اور آپ ان کو قریب آنے والی مصیبت کے دن سے ڈرائیں) یوم الاذفة سے قیامت کا دن مراد ہے۔

وجہ تسمیہ:

قیامت کو یوم الاذفة اس کے قرب کی وجہ سے کہا گیا ہے۔

قیامت کے دن دل خوف سے بے چین ہوں گے:

إِذِ الْقُلُوبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ (جبکہ دل منہ کو آجائیں گے) الحناجر کا معنی گلے۔ دل اچھل کر اپنی جگہ چھوڑ دیں گے اور ان

کے گلے میں پھنس جائیں گے نہ تو وہ باہر نکلیں گے کہ وہ مرجائیں اور نہ اپنے مقام کی طرف لوٹیں گے کہ وہ سانس لے سکیں اور ان کو چین نصیب ہو۔ **كَاطِمِيْنَ** (غم و خوف سے بے چین بھرے ہوئے) وہ ان کے گلے میں اٹکنے والے ہونگے۔ یہ کظم القربة سے لیا گیا ہے۔ جبکہ اس کا منہ باندھ دیا جائے اور یہ دلوں کے لئے ناممکن ہے۔ اس لئے اس سے مراد اصحاب قلوب ہونگے۔ **الْكَاطِمِ** کو جمع لایا گیا۔ یہ جمع سالم ہے کیونکہ ان قلوب کا یہ فعل عقلاء والا ہے۔ اس لئے جمع سالم کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔ **مَا لِلظَّالِمِيْنَ** (اور ظالموں کیلئے نہ ہوگا) ظالم سے یہاں کافر مراد ہیں۔ **مِنْ حَمِيْمٍ** (کوئی محبت مشفق) **وَّ لَا شَفِيْعٍ يُطَاعُ** (اور نہ سفارشی ہوگا جس کا کہا جاتا جائے) یعنی جو سفارش کرے یہ مجاز ہے کیونکہ اطاعت تو اس کی ہوتی ہے۔ جو تم سے سر بلند اور بڑا ہو۔ مراد اس سے اطاعت و شفاعت کی نفی ہے جیسا کہ اس قول میں

ولا تری الضب بہا ینجحر

شاعر کی یہاں مراد ضب اور اس کے بل بنانے کی نفی ہے۔ اگرچہ آیت کے الفاظ میں طاعت کی نفی کا احتمال ہے شفاعت کی نفی کا نہیں۔

قول حسن رحمہ اللہ:

اللہ کی قسم ان کا قیامت کے دن قطعاً طور پر کوئی سفارشی نہ ہوگا۔

سینہ کی باتیں اُس سے مخفی نہیں:

۱۹: **يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ** (وہ آنکھوں کی چوری کو جانتا ہے) **خائنة** یہ مصدر ہے خیانت کے معنی میں ہے جیسا کہ عافیت بمعنی معافات ہے۔ مراد اس سے غیر محرم کی طرف نظر چرا کر دیکھنا۔ **وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ** (اور ان کو بھی جو سینوں میں پوشیدہ ہیں) اور جن کو سینے امانت یا خیانت میں سے چھپاتے ہیں۔ چوری چھپے اجنبی عورت کو شہوت سے دیکھنا پھر اس کے جمال کے متعلق دل میں خیال لانا۔ اور اس کو معلوم نہیں اپنے اس نظر و فکر میں کہ میں کس کے سامنے ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس تمام کو جانتے ہیں۔ **يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ** یہ ہو کی خبروں میں سے ہے۔ جو اس قول میں ہے **هُوَ الَّذِي يَرِيكُمْ آيَاتِهِ** [غافر: ۱۳] جیسے **يَلْقَى الرُّوحَ**۔ [غافر: ۱۵] لیکن **يَلْقَى الرُّوحَ** کی تعلیل **لِيُنذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ** سے فرمائی۔ پھر بطور استطراد **يَوْمَ التَّلَاقِ** کے احوال۔ **وَلَا شَفِيْعٍ يُطَاعُ** تک بیان کئے۔ اس لئے یہ اپنے ہم شملوں سے دور ہو گیا۔

۲۰: **وَاللَّهُ يَقْضِي بِالْحَقِّ** (اور اللہ تعالیٰ ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دے گا) یعنی وہ ذات جس کی یہ صفات ہیں وہ انصاف سے ہی فیصلہ فرمائے گا۔ **وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَقْضُونَ بِشَيْءٍ** (اور جن کو یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہیں۔ وہ کسی طرح کا بھی فیصلہ نہیں کر سکتے) ان کے معبود کسی چیز کا فیصلہ نہیں کر سکتے۔ اس میں ان کو شرمایا گیا۔ کیونکہ جس کی قدرت کے ساتھ صفت بیان نہیں کی جاسکتی اس کے متعلق **يَقْضِي** کا صیغہ اس کے لئے بولا ہی نہیں جاسکتا۔ اس لئے کہ دوسرے مقام پر فرمادیا۔ **يَعْلَمُ**

أَوْلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ كَانُوا مِنْ

کیا یہ لوگ زمین میں نہیں چلے پھرے تاکہ دیکھ لیتے ان لوگوں کا کیا انجام ہوا جو ان سے پہلے

قَبْلِهِمْ كَانُوا هُمْ أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَآثَارًا فِي الْأَرْضِ فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ

تھے، وہ قوت کے اعتبار سے ان سے زیادہ سخت تھے اور زمین میں نشانوں کے اعتبار سے بھی بڑھ کر تھے، سو اللہ نے انکے گناہوں کی وجہ سے انکی

بِذُنُوبِهِمْ وَمَا كَانَ لَهُم مِّنَ اللَّهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۳۱﴾ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانَتْ تَأْتِيهِمْ

گرفت فرمائی اور انہیں اللہ سے بچانے والا کوئی بھی نہ تھا، یہ اس وجہ سے کہ ان کے پاس ان کے رسول کھل ہوئی دلیلیں

رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَكَفَرُوا فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ إِنَّهُ قَوِيٌّ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿۳۲﴾

لے کر آئے سو انہوں نے کفر کیا پھر اللہ نے ان کو پکڑ لیا، بیشک وہ قوی ہے سخت عذاب والا ہے۔

خائنة الاعين وما تخفي الصدور [غافر: ۱۹] اور اس میں ان کو وعید سنائی گئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ ان کی باتوں کو اور ان کے اعمال کو دیکھنے والے ہیں۔ اور ان اعمال پر ان کو وہ سزا دیں گے۔ اور اس میں ان مشرکین پر تعریض ہے کہ جن کو تم معبود مانتے ہو وہ نہ سنتے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں۔ إِنَّ اللَّهَ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ (بلاشبہ اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے)

۳۱: أَوْلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ كَانُوا مِنْ قَبْلِهِمْ (کیا ان لوگوں نے ملک میں چل پھر کر نہیں دیکھا کہ جو لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں۔ ان کا کیا انجام ہوا) یعنی جنہوں نے ان سے پہلے رسولوں کو جھٹلایا ان کا انجام کار کیا ہوا)۔ كَانُوا هُمْ أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً (وہ ان سے زیادہ طاقتور تھے)۔

نَجْوَى: ہم ضمیر فصل ہے اور حق تو یہ ہے کہ یہ دو معرفوں کے درمیان لائی جائے۔ البتہ یہاں اشد منہم یہ معرفہ کے مشابہ ہو گیا کیونکہ اس پر الف لام داخل نہیں ہو سکتا۔ پس اس کے قائم مقام شمار کر لیا۔ قراءت: شامی نے منکم پڑھا۔ دیگر نے منہم۔

وَآثَارًا فِي الْأَرْضِ (اور ان نشانوں میں جو زمین پر چھوڑ گئے) قلعے، محلات وغیرہ فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ (اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے گناہوں کے بدلہ میں پکڑا) ان کے گناہوں کے سبب ان کو سزا دی۔ وَمَا كَانَ لَهُم مِّنَ اللَّهِ مِنْ وَّاقٍ (ان کو کوئی اللہ تعالیٰ سے بچانے والا نہ ہوا) یعنی کوئی چیز ایسی نہ تھی۔ جو ان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچالے۔

۳۲: ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ (یہ اس سبب سے ہوا کہ) یہ پکڑ اس سبب سے ہوئی کہ كَانَتْ تَأْتِيهِمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَكَفَرُوا فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ إِنَّهُ قَوِيٌّ شَدِيدُ الْعِقَابِ (ان کے پاس ان کے رسول واضح دلیلیں لے کر آتے رہے پھر انہوں نے نہ مانا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر مواخذہ فرمایا بیشک وہ بڑی قوت والا سخت سزا دینے والا ہے) قوی، ہر چیز پر قدرت والا ہے۔ شدید العقاب کا مطلب جب

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۳﴾ اِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ

اور یہ بات واقعی ہے کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی آیات اور واضح دلیل کے ساتھ فرعون اور ہامان

وَقَارُوْنَ فَقَالُوْا سِحْرٌ كَذٰبٌ ﴿۳۴﴾ فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْا

اور قارون کے پاس بھیجا سو ان لوگوں نے کہا کہ یہ جادوگر ہے بڑا جھوٹا ہے۔ سو جب انکے پاس ہمارے پاس سے حق لے کر آیا تو کہنے لگے

اَقْتُلُوْا اَبْنَآءَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهُ وَاَسْتَحْيُوْا نِسَاءَهُمْ وَمَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ

کہ جو لوگ اسکے ساتھ ایمان لائے انکے بیٹوں کو قتل کر دو اور انکی عورتوں کو زندہ چھوڑو اور کافروں کی تدبیر محض

اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۳۵﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِيْ اَقْتُلْ مُوسٰى وَلِيَدْعُ رَبَّهُ اِنِّيْ

بے اثر رہی، اور فرعون نے کہا مجھے چھوڑو میں موسیٰ کو قتل کر دوں اور وہ اپنے رب کو پکارے بلاشبہ میں

اَخَافُ اَنْ يُبَدِّلَ دِيْنَكُمْ اَوْ اَنْ يُظْهِرَ فِي الْاَرْضِ الْفَسَادَ ﴿۳۶﴾ وَقَالَ مُوسٰى

ڈرتا ہوں کہ وہ تمہارے دین کو بدل دے یا زمین میں فساد پھیلا دے، اور موسیٰ نے کہا

اِنِّيْ عُدْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ مِنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ اِلَّا يَوْمَ الْحِسَابِ ﴿۳۷﴾

بلاشبہ میں اپنے رب کی پناہ لیتا ہوں جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی ہر متکبر سے جو حساب کے دن پر ایمان نہیں لاتا۔

وہ سزا دیتا ہے تو سخت دیتا ہے۔

۳۳: وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوسٰى بِآيَاتِنَا (ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی آیات کے ساتھ) تسع آیات مراد ہیں۔ سُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ (اور کھلی دلیل کے ساتھ) ظاہر دلیل۔

۳۴: اِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَقَارُوْنَ فَقَالُوْا (فرعون، ہامان اور قارون کی طرف بھیجا پس انہوں نے کہا) سِحْرٌ كَذٰبٌ (وہ جھوٹا جادوگر ہے) انہوں نے واضح دلیل کو سحر و کذب سے تعبیر کیا۔

قانونِ قتل سے اللہ کا فیصلہ نہ روک سکا:

۳۵: فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْحَقِّ (پس جب وہ ان لوگوں کے پاس دین حق لے کر آئے) الْحَقِّ سے نبوت مراد ہے۔ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْا اَقْتُلُوْا اَبْنَآءَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهُ (ہماری طرف سے تو ان لوگوں نے کہا جو لوگ ان کے ساتھ ایمان لائے ہیں ان کے بیٹوں کو قتل کر دو) ان پر اس قتل کے حکم کا اعادہ کرو جو پہلے جاری کیا گیا تھا۔ وَاَسْتَحْيُوْا نِسَاءَهُمْ (اور ان کی لڑکیوں کو زندہ رہنے دو)

خدمت کیلئے وَمَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ (اور ان کافروں کی تدبیر محض بے اثر رہی) ضلّال ضائع ہے انہوں نے اس سے پہلے قتل کا قانون جاری کیا مگر فائدہ نہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اس کو غالب کر کے رہا جس سے ان کو خطرہ تھا۔ پس یہ قتل دوم بھی کام نہ آئے گا۔

فرعون بچوں کے قتل سے باز آچکا تھا۔ جب موسیٰ علیہ السلام کی بعثت ہوئی تو اس نے محسوس کیا کہ جس چیز کو اس نے روکنا چاہا وہ تو واقع ہوا چاہتی ہے تو اس نے بنی اسرائیل پر دوبارہ غضبناک ہو کر یہ ظالمانہ قانون جاری کر دیا۔ اس خیال کے پیش نظر کہ وہ لوگوں کو موسیٰ علیہ السلام سے روک کر غلبہ موسیٰ علیہ السلام نہ ہونے دے گا۔ مگر اس نے نہ جانا کہ دونوں مرتبہ اس کا مکرو فریب ضائع جائے گا۔

فرعون موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے سے جلد ہلاکت کے خطرہ کی وجہ سے باز رہا:

۲۶: وَقَالَ فِرْعَوْنُ (اور فرعون نے کہا) اپنے سرداروں کو ذُرُوْنِيْ اَقْتُلْ مُوسٰى (مجھ کو چھوڑو کہ موسیٰ کو میں قتل کر ڈالوں) جب فرعون موسیٰ علیہ السلام کو قتل کا ارادہ کرتا تو سردار اس کو یہ کہہ کر منع کرتے یہ وہ نہیں جس سے تجھے خطرہ ہے یہ اس سے کم درجہ ہے یہ تو ایک ساحر ہے۔ جب تو اس کو قتل کرے گا تو لوگوں کے دلوں میں شبہ پیدا کر دے گا۔ لوگوں کو یقین ہو جائے گا۔ کہ تو اس کا دلیل سے مقابلہ کرنے سے عاجز آچکا ہے۔

اس سے یہ بات کھل کر معلوم ہوتی ہے کہ فرعون کو یہ یقین ہو چکا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام نبی برحق ہیں۔ اور اس کے سامنے آنے والے نشانات یہ سحر نہیں۔ مگر وہ دغا باز، بہت زیادہ خون بہانے والے اور معمولی چیزوں پر قتل کرنے والے شخص کا مزاج رکھتا تھا۔ پھر وہ اس کے متعلق قتل سے کیوں چوکتا جس کے متعلق وہ محسوس کر چکا تھا کہ وہ اس کی سلطنت کو برباد کرے گا لیکن اس کو خطرہ یہ تھا کہ اگر اس نے قتل کا اقدام کیا تو وہ جلد تر ہلاک کر دیا جائے گا۔ اور اس کا یہ قول ولیدع ربّٰہ اس شدید خوف کے احساس کو خوب ظاہر کرتا ہے۔ اور ایک طرف اپنے بارے میں ربوبیت کا دعوے دار تھا۔ اور دوسری طرف اس کا قول ذرونی اقتل موسیٰ کہنا درحقیقت یہ اپنی قوم کو بلیک میل کرنے کیلئے ہے اور اس بات کا وہم دلانے کیلئے ہے کہ وہ روک رہے ہیں میں تو ابھی اس کو قتل کرنا چاہتا ہوں۔ حالانکہ واقعہ اس کو دلی گھبراہٹ روکے ہوئی تھی۔ اِنِّیْ اَخَافُ (مجھے ڈر ہے) اگر میں اس کو قتل نہ کروں تو اَنْ یُّبَدِّلَ دِیْنِکُمْ (کہ وہ تمہارا دین بدل ڈالے) وہ اس آباؤی دین کو بدل دے جس پر تم چلے آ رہے ہو۔ وہ فرعون اور دیگر اصنام کی پوجا کرتے تھے۔ اَوْ اَنْ یُّظْهِرَ (یا وہ پھیلا دے) یعنی موسیٰ فی الارضِ الْفَسَادِ (ملک میں کوئی خرابی) یُظْهِرُ الْفَسَادِ یاء کا ضمہ اور دال کا فتح پڑھا ہے۔ مدنی، بصری، حفص کا یہ مسلک ہے۔ اور دیگر قراء نے یاء کا فتح اور دال کا رفع پڑھا ہے۔ مگر پہلا قول اولیٰ ہے۔ کیونکہ و یُبَدِّلُ کے موافق ہے۔ الفساد فی الارض کا مطلب باہمی لڑائی ایک دوسرے کو برا بھختہ کرنا جس سے امن تہہ و بالا ہو اور کھیتیاں اور تجارتیں اور ذرائع آمدنی معطل ہو کر رہ جائیں۔ اور لوگ قتل و ضیاع سے ہلاک ہو جائیں۔ گویا وہ انہیں باور کرا رہا تھا۔ کہ مجھے خطرہ یہ ہے کہ وہ اپنے دین کی طرف دعوت دے کر تمہارے دین سے تمہیں برگشتہ کر دے یا اس کی وجہ سے جو فتنے

پیدا ہونے کا خدشہ ہے اس سے تمہاری دنیا تباہ ہو جائے گی۔ اہل کوفہ کے علاوہ دیگر قراء نے وان پڑھا ہے۔ اس کا معنی یہ ہے مجھے تمہارے دین و دنیا دونوں کے بیک وقت تباہ ہونے کا خدشہ ہے۔

موسیٰ علیہ السلام نے قتل کی دھمکی سن کر اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کی:

۲۷: وَقَالَ مُوسَىٰ (اور موسیٰ علیہ السلام نے کہا) جب انہوں نے فرعون کی وہ بات جو اس نے اپنی قوم کو قتل موسیٰ علیہ السلام کے سلسلہ میں کہی سن پائی تو کہا۔ اِنِّیْ عُدْتُ بِرَبِّیْ وَرَبِّكُمْ مِنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَا یُؤْمِنُ بِیَوْمِ الْحِسَابِ (میں اپنے اور تمہارے پروردگار کی پناہ لیتا ہوں ہر ایسے خردماغ سے جو روز حساب پر یقین نہیں رکھتا) آیت میں ربکم کا لفظ ان کو اس بات پر ابھارنے کیلئے ہے کہ وہ اس کی اقتداء اختیار کریں اور اللہ تعالیٰ کی اسی طرح پناہ مانگیں جس طرح میں نے پناہ مانگی ہے۔ اور اس پر توکل کرتے ہوئے اس کو مضبوطی سے تھام لیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے من کل متکبر فرمایا تاکہ آپ کا استعاذہ فرعون اور دیگر تمام جبارین کو شامل ہو جائے اور آپ کی بات بطریق تعریض ہو جو تصریح کی نسبت زیادہ مؤثر ہے۔ تکبر سے یہاں قبول حق سے بوجہ تکبر انکار کرنا مراد ہے اور یہ استکبار کی قبیح ترین شکل ہے اور اختیار کرنے والے کی کمینگی کو خوب ثابت کرنے والی ہے اور اس کے شدید ظلم کو ظاہر کرنے والی ہے۔

اور کہا لا یؤمن بیوم الحساب کیونکہ جب کسی انسان میں ظلم، جزاء کا انکار، انجام کی عدم پرواہ ہی جیسی برائیاں جمع ہو جائیں تو اس میں سنگ دلی، اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے سلسلہ میں جرأت و دلیری کے اسباب مکمل ہو جاتے ہیں۔ پھر وہ کوئی گناہ کئے بغیر نہیں چھوڑتا۔

قراءت: عذت، لذت یہ دونوں ایک جیسے ہیں۔ عتاد غنام کے ساتھ ابو عمرو، حمزہ، علی نے پڑھا ہے۔

وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ إِيمَانَهُ أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا

اور آل فرعون میں سے ایک مؤمن نے کہا جو اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا کیا تم سے شخص کو قتل کرتے ہو۔

أَنْ يَقُولَ رَبِّيَ اللَّهُ وَقَدْ جَاءَكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ رَبِّكُمْ وَإِنْ يَكُ كَاذِبًا

جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے حالانکہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے دلیلیں لے کر آیا ہے، اور اگر وہ جھوٹا ہوگا

فَعَلَيْهِ كَذِبُهُ وَإِنْ يَكُ صَادِقًا يُصِيبْكُمْ بَعْضُ الَّذِي يَعِدُكُمْ إِنَّ اللَّهَ

تو اس کا جھوٹ اسی پر پڑے گا اور اگر وہ سچا ہوگا تو تمہیں بعض وہ مصائب پہنچ جائیں گے جن کی وہ بطور پیش گوئی خبر دے رہا ہے، بلاشبہ اللہ

لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ۝۲۸ يَقَوْمٍ لَكُمْ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظَاهِرِينَ فِي

ایسے شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو حد سے گزر جائے والا ہو بہت جھوٹا ہو، اے میری قوم آج زمین میں تمہاری حکومت ہے تم تلخ پائے

الْأَرْضِ فَمَنْ يَنْصُرُنَا مِنْ بَأْسِ اللَّهِ إِنْ جَاءَنَا قَالَ فِرْعَوْنُ مَا أُرِيكُمْ

ہوئے ہو سوا اگر اللہ کا عذاب ہم تک آپہنچا تو ہمیں اس سے بچانے کے لئے کون مدد کرے گا؟ فرعون نے کہا میں تو تمہیں وہی رائے

إِلَّا مَا أَرَى وَمَا أَهْدِيكُمْ إِلَّا سَبِيلَ الرَّشَادِ ۝۲۹

دوں گا جسے میں خود ٹھیک سمجھ رہا ہوں اور میں تمہیں وہی راہ بتاؤں گا جو ہدایت کا راستہ ہے۔

مؤمن آل فرعون کی تقریر:

۲۸: وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ إِيمَانَهُ (اور ایک مؤمن شخص نے جو فرعون کے خاندان میں سے تھا اور اپنا ایمان

پوشیدہ رکھتا تھا کہا) ایک قول یہ ہے کہ یہ قبیلہ تھا اور فرعون کا چچا زاد بھائی تھا۔ وہ موسیٰ علیہ السلام پر پوشیدہ طور پر ایمان لے آیا۔

نحو: من آل فرعون یہ رجل کی صفت ہے۔

ایک قول:

یہ اسرائیلی تھا۔ اس صورت میں من آل فرعون یہ یکتہ کا صلہ ہے تقدیر کلام اس طرح ہے یکتہ ایمانہ من آل

فرعون وہ آل فرعون سے ایمان کو چھپاتا تھا۔ اس کا نام سمعان تھا یا حبیب یا خزئیل یا حزئیل مگر قول اول ظاہر سیاق کے زیادہ

مناسب ہے۔ اتقتلون رجلاً ان يقول (کیا تم ایک شخص کو اس بات پر قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے) ان يقول لام مقدر ہے یہ

در اصل اس کی طرف سے ان کے فعل پر شدید تکمیر ہے۔ گویا اس نے اس طرح کہا۔ کیا تم بدترین حرکت کا ارتکاب کرتے ہو جو ایک

محترم جان کا قتل کر دینا ہے۔ حالانکہ تمہارے پاس اس کے قتل کی کوئی وجہ موجود نہیں ہے سوائے اس کے کہ وہ کلمہ حق کہتا ہے کہ ربی اللہ (میرا رب اللہ ہے) حالانکہ وہ تمہارا بھی رب ہے فقط اسی کا رب نہیں۔

وَقَدْ جَاءَكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ رَبِّكُمْ (حالانکہ وہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے واضح دلائل لے کر آیا) قد جاءکم یہ جملہ حالیہ ہے۔ یعنی اس نے اپنی بات کو درست کرنے کیلئے ایک دلیل بھی پیش نہیں کی بلکہ جس ذات کی طرف ربوبیت کی نسبت کی جاتی ہے اس کی طرف سے دلائل پیش کئے ہیں۔ اور اس کے اعتراف تک ان کو مہلت دی گئی ہے۔ وَإِنْ يَكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهُ وَإِنْ يَكُ صَادِقًا يُصِيبْكُمْ بَعْضُ الَّذِي يَعِدُكُمْ (اگر وہ جھوٹا ہی ہو تو اس کا جھوٹ اسی پر پڑے گا اور اگر وہ سچا ہے تو وہ جو کچھ پیشین گوئی کر رہا ہے اس میں سے کچھ تو تم پر پڑیگا) اس نے بطریق تقسیم ان کے سامنے دلیل پیش کی کہ دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ سچا ہے یا جھوٹا اگر وہ جھوٹا ہے تو پھر اس کا وبال اس پر پڑے گا اور اس سے آگے نہ بڑھے گا اور اگر وہ سچا ہے تو جس عذاب کا وہ وعدہ کر رہا ہے وہ تمہیں آن پہنچے گا۔ اس نے یہ نہیں کہا کَلَّذِي يَعِدُكُمْ کہ وہ سارا عذاب تم پر اتر پڑے گا۔ اس کے باوجود کہ یہ سچے نبی کی طرف سے کیا جانے والا وعدہ ہے۔ یہ بات ان کی مدارات اور طریق انصاف پر چلتے ہوئے کہی۔ اس نے وہ بات کہی جو ان کے ذہنوں کو زیادہ اپیل کرنے والی تھی۔ اور اس میں تمام عذاب کے مل جانے کی نفی بھی نہ تھی۔ گویا اس طرح فرمایا کہ اس کی سچائی میں کم سے کم بات جو کہی جاسکتی ہے وہ یہ ہے کہ اس عذاب کا کچھ حصہ تم پر ضرور طاری ہوگا جس کا وہ تم سے وعدہ کر رہا ہے اور وہ جلد ملنے والا عذاب ہے۔ اور اس میں تمہاری ہلاکت ہے۔ اس نے ان سے دنیا و آخرت کے عذاب کا وعدہ کیا تھا۔ اسی لئے تو کاذب کو صادق پر مقدم کیا۔ اور بعض کی تفسیر کل سے کرنا درست نہیں ہے۔

اگر وہ مسرف ہے تو خود ہلاک ہوگا:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ (اور اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو مقصود تک نہیں پہنچاتا جو حد سے گزرنے والا ہو) مسرف حد سے تجاوز کرنے والا۔ کَذَّابٌ (بہت جھوٹ بولنے والا) اپنے دعوؤں میں یہ باب مجاملہ میں سے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر وہ حد سے بڑھنے والا بہت جھوٹ بولنے والا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو رسوا کر دیں گے اور ہلاک کر دیں گے پس تمہاری جان اس سے چھوٹ جائے گی یا اگر وہ مسرف و کذاب ہوتا تو اس کو نبوت نہ ملتی اور دلائل سے اس کی پشت پناہی نہ کی جاتی۔ ایک قول یہ ہے کہ اس نے وہم دلایا کہ وہ مسرف سے موسیٰ مراد لے رہا ہے حالانکہ وہ فرعون مراد لے رہا تھا۔

۲۹: يَقَوْمٍ لَكُمْ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظَاهِرِينَ (اے میرے بھائیو! آج تو تمہاری سلطنت ہے کہ اس سرزمین میں تم حاکم ہو) ظاہرین کا معنی غلبہ پانے والے۔ لکم کے کم سے حال ہے۔ فِي الْأَرْضِ (زمین میں) ارضِ مَصْرَفَمَنْ يَنْصُرُنَا مِنْ بَنِي اللَّهِ إِنْ جَاءَنَا (اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے ہماری مدد کون کریگا اگر وہ ہم پر آن پڑی) مطلب یہ ہے کہ تمہیں ملک مصر میسر ہے اور لوگوں پر تم صاحب اقتدار ہو۔ اور وہ تمہارے مطیع بنے ہیں۔ پس اپنا معاملہ مت بگاڑو۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب کا سامنا مت کرو۔ اگر وہ آگیا تو تم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور نہ کوئی اس سے تمہیں بچا سکتا ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْ اٰمَنَ يَقُوْمِ اِنِّیْ اَخَافُ عَلَیْكُمْ مِّثْلَ یَوْمِ الْاَحْزَابِ ۝۳۰

اور اس شخص نے کہا جو ایمان لایا تھا کہ اے میری قوم میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ تم پر سابقہ جماعتوں جیسا دن نہ آئے جیسا کہ

دَابِّ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُوْدَ وَالَّذِیْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ وَمَا اللّٰهُ یُرِیْدُ ظُلْمًا

قوم نوح اور عاد اور ثمود اور ان کے بعد والوں کا حال ہوا، اور اللہ بندوں پر کسی طرح بھی ظلم کا ارادہ نہیں

لِلْعِبَادِ ۝۳۱ وَیَقُوْمِ اِنِّیْ اَخَافُ عَلَیْكُمْ یَوْمَ التَّنَادِ ۝۳۲ یَوْمَ تَوَلَّوْنَ

فرماتا، اور اے میری قوم بلاشبہ میں تمہارے بارے میں یوم التناد کا اندیشہ رکھتا ہوں جس دن تم پشت پھیر کر

مُدْبِرِیْنَ مَّا لَكُمْ مِنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ وَمَنْ یُّضِلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ۝۳۳

واپس لوٹو گے تمہارے لئے اللہ سے بچانے والا کوئی بھی نہ ہوگا، اور اللہ جسے گمراہ کرے اسے کوئی بھی ہدایت دینے والا نہیں۔

اگرچہ تم صاحب اقتدار ہو مگر اللہ کے عذاب کا سامنا نہیں کر سکتے:

رجل مؤمن نے ینصرتا اور جانا کے صیغے جمع والے استعمال کیے۔ کیونکہ اس کی قرابت داری ان میں پائی جاتی تھی۔ اور تا کہ ان کو یہ بتلائے کہ جو ان کو خیر خواہی کی باتیں کر رہا ہے وہ بھی ان کا حصہ دار اور شریک کار ہے۔ قَالَ فِرْعَوْنُ مَا اُرِیْكُمْ اِلَّا مَا اُرِیْ (فرعون نے کہا میں تو تم کو وہی رائے دوں گا جو خود سمجھ رہا ہوں) یعنی میں تم کو وہی رائے دیتا ہوں اس کو قتل کر دو۔ اس سے زیادہ میرے نزدیک کوئی رائے نہیں ہے۔ اور یہ بات جو تمہیں کہی جا رہی ہے یہ درست نہیں ہے۔

وَمَا اَهْدِیْكُمْ (اور میں تم کو بتلاتا ہوں) اس رائے کے ذریعہ اِلَّا سَبِیْلَ الرَّشَادِ (یعنی طریق مصلحت) یعنی صلاح و درستی کا راستہ یا میں تمہیں وہ بتلا رہا ہوں جس کو میں درست جانتا ہوں۔ اور میں اپنی رائے چھپا کر نہیں رکھ رہا اور نہ ہی اپنے پاس محفوظ کر رہا ہوں کہ تمہیں اس کے الٹ بتاؤں۔ مطلب یہ تھا کہ میری زبان و دل دونوں اس بات میں موافق ہیں۔ حالانکہ یہ اس نے کھلا جھوٹ بولا وہ اپنے دل میں موسیٰ علیہ السلام کی جانب سے شدید خوف محسوس کر رہا تھا۔ لیکن وہ بناوٹ کے طور پر بہادری ظاہر کر رہا تھا۔ اگر وہ علامت سے ظاہر نہ کرتا تو یہ معلوم نہ ہو سکتا۔ اس نے معاملہ فقط اشارہ پر نہ چھوڑا۔

۳۰: وَقَالَ الَّذِيْ اٰمَنَ يَقُوْمِ اِنِّیْ اَخَافُ عَلَیْكُمْ مِّثْلَ یَوْمِ الْاَحْزَابِ (اور اس مؤمن نے کہا اے میرے دوستو! مجھ کو تمہارے متعلق اور امتوں جیسے برے دن کا اندیشہ ہے) یعنی ان جیسے دن جن میں ان پر عذاب اترے۔

لِیُط: جب اس نے احزاب کی طرف نسبت کی تو پھر اس کی وضاحت کی۔

۳۱: مِثْلَ دَابِّ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُوْدَ وَالَّذِیْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ (جیسا قوم نوح اور عاد اور ثمود اور ان کے بعد والوں کا حال ہوا)

تھا) اس میں یہ بات چھپائی نہیں گئی کہ ان میں سے ہر گروہ کیلئے تباہی و ہلاکت کا دن تھا۔ بلکہ جمع میں سے ایک پر اکتفاء کیا گیا۔ اور ان لوگوں کی عادات عمل میں انہی جیسی ہیں جیسے کفر، تکذیب، اور دیگر معاصی۔

اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم نہیں کرتا:

نَحْوًا: اور چونکہ ان کی عادت انہی جیسی تھی پس حذف مضاف ضروری ہوا۔ یعنی مثل جزاء دَابِهُم۔ ان کی جزاء ان کے عمل کی جزاء جیسی ہوگی۔ اور مثل کا لفظ دو مرتبہ منصوب لائے۔ کیونکہ یہ مثل اول کیلئے عطف بیان ہے۔ وَمَا اللَّهُ يُرِيدُ ظُلْمًا لِلْعِبَادِ (اور اللہ تعالیٰ تو بندوں پر کسی طرح کا ظلم کرنا نہیں چاہتا) یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم کرنا نہیں چاہتے کہ بغیر گناہ کے ان کو سزا دے دیں یا اس عذاب میں اس مقدار سے اضافہ فرمادیں جس کے وہ مستحق ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا ان کو تہس نہس کرنا عدل ہے۔ کیونکہ وہ اپنے اعمال کی وجہ سے اس کے حقدار ہیں۔ اور یہ جملہ اس جملہ سے زیادہ بلیغ ہے جو سورہ فصلت میں ہے۔ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ [فصلت: ۴۱] اس طرح کہ ظلم کو نکرہ لا کر ارادہ ظلم کی نفی فرمائی اور جو کسی بھی ارادہ ظلم سے دور ہو جو بندوں کیلئے ہو سکتا ہے تو وہ ظلم سے بعد بعید ہوگا۔

رد معتر لہ:

معتر لہ نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ ان کے کے متعلق ارادہ نہیں فرماتے کہ وہ ظلم کریں مگر یہ تفسیر حقیقت سے بہت دور ہے۔ کیونکہ اہل لغت کہتے ہیں۔ جب کوئی آدمی دوسرے کو کہے۔ لا اريد ظلمًا لك۔ تو اس کا معنی لا اريد ان اظلمك کہ میں آپ پر ظلم کا ارادہ نہیں رکھتا کیا جاتا ہے۔ پس ان کا معنی غلط ہوا۔

ذِئْبٌ: اس آیت میں عذاب دنیا سے ڈرایا گیا۔ پھر اگلی آیت میں عذاب آخرت سے ڈرایا گیا ہے۔

کثرتِ نداء کا دن قیامت ہے:

۳۲: وَيَقَوْمٍ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ (اور اے میری قوم مجھے تمہارے متعلق اس دن کا اندیشہ ہے جس میں کثرت سے ندائیں ہوں گی) یوم التناد سے قیامت کا دن مراد ہے۔

قراءت: التناد کی، یعقوب نے دونوں حالوں میں پڑھا ہے۔ اور اصل میں اثباتِ یاء کے ساتھ آتا ہے مگر اس کا حذف کرنا زیادہ بہتر ہے۔ کیونکہ کسرہ یاء کی دلالت کیلئے کافی ہے اور ان آیات کے آخر میں آگے پیچھے دال آرہی ہے اور یہ وہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے سورہ اعراف میں ذکر فرمایا: وَنَادَى اصْحَابَ الْجَنَّةِ اصْحَابَ النَّارِ [الاعراف: ۴۳] اور وَنَادَى اصْحَابَ [الاعراف: ۴۸]

وَلَقَدْ جَاءَكُمْ يُوسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا زِلْتُمْ فِي شَكِّ مِمَّا جَاءَكُمْ بِهِ ۝

اور یہ بات واقعی ہے کہ یوسف تمہارے پاس اس سے پہلے واضح معجزات لے کر آئے سو وہ جو کچھ تمہارے پاس لائے تم انہیں برابر شک کرتے رہے۔

حَتَّىٰ إِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ نَّبْعَثَ اللَّهَ مِنْ بَعْدِهِ رَسُولًا كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ مَنْ يَّهْتَكِرُ ۝

یہاں تک کہ جب انکی وفات ہو گئی تو تم نے کہا کہ اللہ انکے بعد کسی رسول کو مبعوث نہ فرمائے گا۔ اللہ ایسے ہی گمراہ کر دیتا ہے اس شخص کو

هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابٌ ۝ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْ آيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اٰتٰهُمْ ۝

جو حد سے بڑھ جانے والا ہو شک میں پڑنے والا ہو جو اللہ کی آیات میں بغیر دلیل کے جو ان کے پاس آئی ہو جھگڑے بازی کرتے ہیں

كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبٍ

اللہ کے نزدیک اور اہل ایمان کے نزدیک یہ بڑے بغض کی چیز ہے اسی طرح اللہ مہر لگا دیتا ہے ہر متکبر جبار کے

مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ۝

دل پر۔

ایک قول یہ ہے:

کہ اس سے وہ نداء مراد ہے جو اس طرح دی جائے گی۔ اے محشر والو سن لو! فلاں شخص ایسا خوش نصیب ہوا کہ کبھی بد بخت نہ ہوگا۔ خبردار فلاں ایسا شقی ہوا کہ اس کے بعد کبھی سعادت مند نہ ہوگا۔

۳۳: يَوْمَ تَوَلَّوْنَ مُدْبِرِيْنَ (جس روز پیٹھ پھیر کر لوٹو گے) موقف حساب سے آگ کی طرف لوٹ رہے ہونگے۔ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ (تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف نہ ہوگا) یعنی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے مِنْ عَاصِمٍ (کوئی بچانے والا) روکنے اور دفع کرنے والا۔ وَمَنْ يُضِلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ (اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے اس کو کوئی ہدایت کرنے والا نہ ہوگا) ہادی بمعنی سیدھے راہ پر لگانے والا۔

یوسف علیہ السلام سے کون مراد ہے؟

۳۴: وَلَقَدْ جَاءَكُمْ يُوسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنَاتِ (اور تمہارے پاس اس سے پہلے یوسف دلائل لے کر آچکے ہیں) وہ یوسف بن یعقوب علیہ السلام ہیں۔ ایک قول یہ ہے وہ یوسف بن ابراہیم بن یوسف بن یعقوب ہیں۔ یہ بیس سال ان میں نبوت پا کر زندہ رہے۔ ایک قول یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ والا فرعون وہی یوسف علیہ السلام، کے زمانہ کافرعون ہے ان کے

زمانہ تک وہ زندہ رہا۔

ایک قول:

وہ اور فرعون ہے۔ اس میں ان کو تو بیخ کی گئی کہ موسیٰ علیہ السلام سے قبل یوسف علیہ السلام آئے اور معجزات لے کر آئے۔
فَمَا زِلْتُمْ فِي شَكِّ مِمَّا جَاءَكُمْ بِهِ (تم ان امور میں شک میں پڑے رہے جو وہ تمہارے پاس لے کر آئے) پس تم ان باتوں میں شک کرتے رہے اور شک کا ازالہ نہ ہو سکا۔ حَتَّىٰ إِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَبْعَثَ اللَّهُ مِنْ بَعْدِهِ رَسُولًا (یہاں تک کہ جب ان کی وفات ہو گئی تو تم لوگ کہنے لگے اب اللہ تعالیٰ ہرگز کسی کو رسول بنا کر نہ بھیجے گا) یہ بات تم نے اپنی طرف سے بغیر کسی دلیل و حجت کے گھڑ لی یعنی تم اپنے کفر پر برقرار رہے اور یہ یقین کیے رکھا کہ دوبارہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی حجت کی تجدید نہ ہوگی۔ كَذَلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابٌ (اسی طرح اللہ تعالیٰ آپے سے باہر ہونے والے شبہات میں گرفتار رہنے والوں کو غلطی میں ڈالے رکھتا ہے) یعنی اس اضلال میں مبتلا رکھتا ہے جو کہ شبہات کا شکار، اپنے دین کے متعلق شک میں پڑا ہو۔

۳۵: الَّذِينَ يُجَادِلُونَ (جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات میں جھگڑا نکالتے ہیں) یہ من ہو مسرف سے بدل ہے۔ اور اس کا بدل بننا درست ہے اگرچہ وہ مفرد اور یہ جمع ہے کیونکہ ایک مسرف مراد نہیں بلکہ ہر مسرف مراد ہے۔ فِي آيَاتِ اللَّهِ (اللہ تعالیٰ کی آیات میں) یعنی ان کے باطل قرار دینے اور دور کرنے میں بغير سُلْطَنٍ (بغیر کسی دلیل کے) اَتَهُمْ كِبْرًا مَقْتًا (جو ان کے پاس موجود ہو۔ بڑی نفرت) یعنی غصہ کے لحاظ سے بہت بڑی ہے۔ کبر کا فاعل من ہو مسرف کی ضمیر ہے۔ وہ لفظ واحد ہے مگر معنای جمع ہے پس بدل معنی کے لحاظ سے لایا گیا۔ اور ضمیر میں لفظ کا لحاظ رکھا گیا اور واحد لائے اور الذین کا مرفوع ہونا بھی درست ہے۔ مگر اس صورت میں مضاف کا حذف ماننا پڑتا ہے۔ جس کی طرف کبر کی ضمیر لوٹی ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے۔ جدال الذین يجادلون کبر مقتًا ان لوگوں کا جدال جو جدال کرتے ہیں بہت زیادہ ہے نفرت میں عِنْدَ اللَّهِ وَعِنْدَ الَّذِينَ اٰمَنُوا كَذَلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ قَلْبٍ مُّتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ (اللہ تعالیٰ کو بھی اور ایمان والوں کو بھی)۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ ہر مغرور جابر کے دل پر مہر کر دیتا ہے)

قراءت: قَلْبٍ كُتُوْبِيْنَ كَسَا تَهْ اَبُو عَمْرُوْنَ پڑھا ہے۔

نکتہ: قلب کی صفت یہاں تکبر و تجبر لائی گئی کیونکہ دل اس کا منبع ہے جیسا تم کہو سَمِعْتِ الْاِذْنَ وَهَ اللّٰهُ تَعَالٰی كَسَا تَهْ اَبُو عَمْرُوْنَ اس ارشاد کی طرح ہے۔ فَا نَهْ اِثْمُ قَلْبِهِ [البقرة: ۲۸۳] اگرچہ گناہ کا تمام جسم ہے۔

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَا هَامُنُ ابْنُ لِي صِرْحًا لَعَلِّيْ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ۝۳۶ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ

اور فرعون نے کہا کہ اے ہامان میرے لئے ایک محل بنا دے ہو سکتا ہے کہ میں راستوں میں پہنچ جاؤں یعنی آسمان کے راستوں تک

فَاَطَّلِعَ اِلٰى اِلٰهِ مُوسٰى وَاِنِّيْ لَاطْنَةُ كَاذِبًا ۝۳۷ وَكَذٰلِكَ زُوِّدْنَا لِفِرْعَوْنَ سُوْءَ عَمَلِهٖ

میری رسائی ہو جائے پھر میں موسیٰ کے معبود کا پتہ چلاؤں، اور بے شک میں تو اسے جھوٹا ہی سمجھتا ہوں۔ اور اسی طرح فرعون کے لئے اس کا برا عمل مزین کر دیا گیا

وَصَدَّعْنِ السَّبِيْلَ ۝۳۸ وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِيْ تَبٰبٍ ۝۳۹

اور وہ راستہ سے روک دیا گیا اور فرعون کی تدبیر ہلاکت ہی میں لے جانے والی تھی۔

فرعون کی ملمع سازی:

۳۶: وَقَالَ فِرْعَوْنُ (اور فرعون نے کہا) اپنی قوم کے ساتھ ملمع سازی کرتے ہوئے یا ان کی جہالت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے۔
يَا هَامُنُ ابْنُ لِي صِرْحًا (اے ہامان ایک بلند عمارت بناؤ) صرح محل کے معنی میں آتا ہے۔ الصرح ایسی عمارت جو دیکھنے والے پر مخفی نہ رہے اگرچہ دور ہو جیسے کہا جاتا ہے صِرْحَ الشَّيْءِ، اذا ظَهَرَ۔ لَعَلِّيْ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ (شاید میں آسمان پر جانے کی راہوں تک پہنچ جاؤں)

قراءت: لَعَلِّيْ یہ یاء کے فتح کے ساتھ حجازی شامی، ابو عمرو نے پڑھا ہے۔ پھر اس کو تخفیف شان کیلئے بدل دیا اور اس غرض سے بدلا کہ اس سے مقصود امر عظیم ہے۔

۳۷: اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ (آسمانوں پر جانے کی راہیں) اسباب راستہ اور باب اور جو چیز اس تک پہنچانے کے لیے استعمال ہو
بروہ چیز جو کسی چیز تک پہنچانے اس کو سبب کہا جاتا ہے مثلاً رسی وغیرہ فَاَطَّلِعَ (پھر دیکھوں بھالوں)

قراءت: حفص نے نصب سے پڑھا ہے۔ ترجی کا جواب قرار دیا اور ترجی کو تمنی کے مشابہ مانا۔ دیگر قراء نے رفع پڑھا اور اَبْلُغُ پر عطف کیا۔ اِلٰى اِلٰهِ مُوسٰى (موسیٰ کے معبود کو) معنی یہ ہے پس میں اس کو دیکھوں وَاِنِّيْ لَاطْنَةُ كَاذِبًا (اور میں تو موسیٰ کو جھوٹا ہی سمجھتا ہوں) کی ضمیر موسیٰ کی طرف لوتی ہے کاذب سے اس بات میں جھوٹا کہنا مراد ہے کہ وہ کہتا ہے میرے سوا اور بھی کوئی معبود ہے۔

وَكَذٰلِكَ (اور اسی طرح) اس تزیین اور رک جانے کی طرح۔ زُوِّدْنَا لِفِرْعَوْنَ سُوْءَ عَمَلِهٖ وَصَدَّعْنِ السَّبِيْلَ (فرعون کی بد کرداریاں اس کو مستحسن معلوم ہوتی تھیں اور راستہ سے رک گیا) السبیل سے سیدھا راستہ مراد ہے۔ صَدَّ فَتَحَ صَادٍ سے کوئی اور یعقوب کے علاوہ نے پڑھا ہے۔ یعنی اس نے دوسروں کو روک دیا اس نے اپنے آپ کو مکمل طور پر روکا۔ المزیّن یہ شیطان ہے جو اپنے وساوس سے سبز باغ دکھاتا ہے۔ جیسا کہ اس ارشاد میں فرمایا وَزَيْنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمٰلَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ

وَقَالَ الَّذِي آمَنَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُونِ اِهْدِيْكُمْ سَبِيْلَ الرَّشَادِ ﴿۳۸﴾ يٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ

اور جو شخص ایمان لایا اس نے کہا کہ اے میری قوم میرا اتباع کرو میں تمہیں ہدایت والا رستہ بتاؤں گا۔ اے میری قوم یہ دنیا والی زندگی

الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ ۚ وَّ اِنَّ الْاٰخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ ﴿۳۹﴾ مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا

تھوڑے سے نفع کی زندگی ہے اور بلاشبہ آخرت ہی رہنے کی جگہ ہے، جس نے کوئی بھی برائی کی تو اس کا بدلہ صرف

يُجْزٰى اِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ

اسی قدر دیا جائے گا اور جس نے نیک عمل کیا مرد ہو یا عورت اور حال یہ ہو کہ وہ مؤمن ہو

فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يَرْزُقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۴۰﴾ وَيٰقَوْمِ

تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اس میں انہیں بے حساب رزق دیا جائے گا، اور اے میری قوم

مَا لِيْ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجْوٰى وَتَدْعُوْنِيْ اِلَى النَّارِ ﴿۴۱﴾ تَدْعُوْنِيْ اِلَّا كُفْرًا بِاللّٰهِ

کیا بات ہے میں تمہیں نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے دوزخ کی طرف بلاتے ہو، تم مجھے اس بات کی دعوت دیتے ہو کہ میں اللہ کے ساتھ کفر کروں

وَاَشْرِكْ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ۚ وَّ اَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ ﴿۴۲﴾

اور اس چیز کو اس کا شریک بناؤں جس کی میرے پاس کوئی دلیل نہیں ہے، اور میں تمہیں عزیز غفار کی طرف بلاتا ہوں،

السبيل [نمل: ۳۳] یا اللہ تعالیٰ نے مزین کر دیا جیسا اس ارشاد میں ہے زینا لهم اعمالهم فہم یعمہون [نمل: ۳۰] وَمَا كَيْدُ

فِرْعَوْنَ اِلَّا فِیْ تَبٰٓءٍ (اور فرعون کی تدبیر غارت ہی گئی) تباہ یہ خسارے اور ہلاکت کا معنی دیتا ہے۔

۳۸: وَقَالَ الَّذِي آمَنَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُونِ (اور اس مؤمن نے کہا اے بھائیو! تم میری راہ پر چلو)

قراءت: مکی و یعقوب نے دونوں حالتوں میں اتبعونی پڑھا ہے۔

اِهْدِيْكُمْ سَبِيْلَ الرَّشَادِ (میں تم کو ٹھیک ٹھیک راستہ بتلاتا ہوں) الرشاد کا لفظ یہ الغی کا عکس ہے اس میں تعریض کی گئی ہے

جو کہ تصریح کے مشابہ ہے کہ فرعون اور قوم فرعون گمراہی کے راستہ پر چل رہا ہے۔ اولاً مجمل و مختصر بیان کیا پھر وضاحت کی۔ دنیا کی

مذمت اور اس کی بے حیثیتی بیان کرتے ہوئے کہا۔

۳۹: يٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ (اے میرے بھائیو! یہ دنیا کی زندگی محض سامان ہے) حقیر سامان ہے اس کو ہمیشگی کی

چیز سمجھ لینا یہ شرکی جڑ اور فتنوں کا منبع ہے اور آخرت کی عظمت بیان کی اور واضح کیا کہ اصلی وطن اور جائے قرار وہی ہے۔ وَّ اِنَّ

الْاٰخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ (ٹھہرنے کا مقام تو آخرت ہے)

لَا جْرَمَ أَنْمَا تَدْعُونَنِي إِلَيْهِ لَيْسَ لَهُ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْآخِرَةِ وَأَنْ مَرَدَّنَا

یعنی بات ہے کہ تم مجھے جس چیز کی دعوت دیتے ہو اسکی دعوت نہ دنیا میں ہے اور نہ آخرت میں، اور بلاشبہ ہمارا لوٹنا

إِلَى اللَّهِ وَأَنَّ الْمُسْرِفِينَ هُمْ أَصْحَابُ النَّارِ ﴿۳۳﴾ فَتَذَكُرُونَ مَا أَقُولُ لَكُمْ ط

اللہ کی طرف ہے اور بلاشبہ جو لوگ حد سے بڑھ جانے والے ہیں وہ دوزخ والے ہیں سو تم یاد کرو گے جو میں تم سے کہتا ہوں،

وَأَفِوضُ أَمْرِي إِلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ ﴿۳۴﴾ فَوَقَّهُ اللَّهُ سَيِّئَاتٍ

اور میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں، بیشک اللہ بندوں کو دیکھنے والا ہے، سو اللہ نے اس شخص کو ان لوگوں کی تدبیروں کی مضرتوں سے

مَأْمَكُرُوا وَوَحَاقٍ بِالْفِرْعَوْنَ سُوءُ الْعَذَابِ ﴿۳۵﴾ النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا

بچا لیا اور آل فرعون پر نرا عذاب نازل ہوا، صبح و شام یہ لوگ آگ کے سامنے

عُدُوًّا وَعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ ﴿۳۶﴾

لائے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی حکم ہوگا کہ آل فرعون کو سخت ترین عذاب میں داخل کر دو

کیلئے ہے تیسری نداء ایسی نہیں اس لئے اس پر واؤ لائے۔

تمہاری دعوت کا بطلان ثابت شدہ ہے:

۳۳: لَا جْرَمَ (یقینی بات ہے) علمائے بصرہ کے نزدیک لا اس بات کی تردید کیلئے لایا گیا جس کی طرف اس کی قوم نے اس کو دعوت دی تھی۔ جرم، فعل ہے جو حق کے معنی میں ہے اور اَنّ بمع ما کے اپنے متعلقات سمیت اس کا فاعل ہے مطلب یہ ہے حق و وجب بطلان دعوتہ تمہاری دعوت کا باطل ہونا ثابت شدہ اور یقینی ہے۔ اَنْمَا تَدْعُونَنِي إِلَيْهِ لَيْسَ لَهُ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْآخِرَةِ (کہ تم جس کی طرف مجھے بلا تے ہو وہ نہ تو دنیا ہی میں پکارے جانے کے لائق ہے اور نہ ہی آخرت میں) مطلب یہ ہے کہ جن کی طرف مجھے تم بلا تے ہو انہوں نے کبھی اپنی ذات کی عبادت کیلئے دعوت نہیں دی اس لئے کہ معبود برحق کا حق یہ ہے کہ وہ بندوں کو اپنی اطاعت کی طرف بلائے۔ اور جن کی طرف تم دعوت دیتے ہو اور ان کی عبادت کی طرف بلا تے ہو۔ وہ خود تو اس کی طرف دعوت نہیں دیتا اور نہ وہ ربوبیت کا دعوے دار ہے (پس تمہارا اس کی عبادت کی دعوت دینا باطل ہے) نمبر ۲۔ اس کی دعوت کو دنیا و آخرت میں قبولیت حاصل نہیں۔ نمبر ۳۔ جن کی طرف تم بلا تے ہو ان کے لئے تو دعوت مستجابہ نہیں اور جس دعوت میں منفعت و استجابت نہ ہو وہ دعوت ایسی ہے گویا وہ دعوت ہی نہیں۔ نمبر ۴۔ یا استجابت کو دعوت کہہ دیا۔ جیسا کہ جزائے فعل کو خود جزاء کہہ دیتے ہیں کما تدین تدان۔ (بخاری، کتاب التفسیر)

وَأَنَّ مَرَدَّنَا إِلَى اللَّهِ وَأَنَّ الْمُسْرِفِينَ (اور ہم سب نے اللہ تعالیٰ کے پاس جانا ہے اور بیشک دائرہ سے نکلنے والے) مَرَدًّا کا معنی رجوع ہے المرفین سے مشرکین مراد ہیں۔ هُمْ أَصْحَابُ النَّارِ (وہ سب دوزخی ہیں) ۳۴: فَسَتَذَكَّرُونَ مَا أَقُولُ لَكُمْ (پس آگے چل کر تم میری بات کو یاد کرو گے) یعنی میری نصیحت کو یاد کرو گے جب عذاب نازل ہوگا۔ وَأَقْوَىٰ صُ (اور میں سپرد کرتا ہوں) أَمْرِي إِلَى اللَّهِ (اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے) قراءت: أَمْرِي یہ فتح یاء کے ساتھ مدنی اور ابو عمرو نے پڑھا اس نے یہ اس لئے کہا کیونکہ انہوں نے اسے ڈرایا دھمکایا تھا۔ إِنَّ اللَّهَ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ (اللہ تعالیٰ سب بندوں کا نگران ہے) ان کے اعمال انجام سمیت دیکھ رہا ہے۔ اس کے متعلق تمام فرعونی منصوبے ناکام ہوئے:

۳۵: فَوَقَّهُ اللَّهُ سَيِّئَاتٍ مَّا مَكْرُوهًا (پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو ان کی مضرتد ابیر سے محفوظ رکھا) ان کے منصوبوں کی وجہ سے پہنچنے والی تکالیف اور قسم قسم کے عذاب جو اس شخص کو دیئے جاتے جو ان کی مخالفت کرتا تھا۔

ایک قول:

وہ ان سے نکل کر پہاڑ کی طرف رخ کر گیا۔ فرعون نے ایک ہزار فوجی اس کی تلاش میں روانہ کیے۔ جن میں بعض کو درندوں نے پھاڑ کھایا اور جو واپس لوٹے ان کو ناکامی مہم کی وجہ سے فرعون نے سولی پر لٹکا دیا۔ وَحَاقَ بِالْفِرْعَوْنَ سُوءُ الْعَذَابِ (اور فرعونوں پر موذی عذاب نازل ہوا) حاق کا معنی اترنا ہے۔

فرعونوں کو آگ سے جلایا جا رہا ہے:

۳۶: النَّارُ (آگ)۔

نَجْوَى: یہ سوء العذاب سے بدل ہے۔ نمبر ۲۔ مبتداء محذوف کی خبر ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا کہ وہ سوء عذاب کیا ہے تو جواب دیا ہو النار کہ وہ آگ ہے یا یہ مبتداء ہے اور اس کی خبر يعرضون عليها ہے۔ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا (کے سامنے وہ لوگ لائے جاتے ہیں) عرض نار کا مطلب آگ سے جلانا ہے جیسا کہ محاورہ ہے: عرض الامام الاسارى على السيف جبکہ وہ ان کو تلوار سے قتل کرے۔ عُدُوًّا وَعَشِيًّا (صبح و شام) یعنی ان دو اوقات میں ان کو عذاب دیا جاتا ہے اور اس کے علاوہ درمیانی وقت میں خواہ ان کو اور جنس کا عذاب دیا جائے یا بالکل نہ دیا جائے۔ نمبر ۲۔ غَدُوًّا وَعَشِيًّا کی تعبیر سے دوام و ہمیشگی بھی مراد لینا درست ہے۔ اور یہ عذاب دنیا میں ہے۔ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ (اور جس روز قیامت قائم ہوگی) تو جہنم کے داروغہ فرشتوں کو حکم دیا جائے (گ) اَدْخِلُوا (تم داخل کرو)

قراءت: مدنی، حمزہ، علی، حفص اور خلف نے اس کو اَدْخَالُ باب افعال سے مانا ہے جبکہ دیگر قراء اَدْخُلُوا مجرد باب نصر سے مانتے ہیں۔ مطلب یہ ہے ان کو خود کہا جائے گا تم داخل ہو جاؤ اے آل فرعون الایۃ۔ اَلْ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ (فرعونوں

وَإِذْ يَتَحَاجُّونَ فِي النَّارِ فَيَقُولُ الضُّعْفَاءُ لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا كُنَّا لَكُمْ

اور اس وقت کو یاد کرو جبکہ کفار لوگ دوزخ میں ایک دوسرے سے جھگڑیں گے سو جو لوگ کمزور تھے وہ ان لوگوں سے کہیں گے جو بڑے بنے ہوئے تھے بیشک ہم تمہارا۔

تَبَعًا فَهَلْ أَنْتُمْ مُّغْنُونَ عَنَّا نَصِيبًا مِنَ النَّارِ ﴿۴۷﴾ قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا

تابع تھے تو کیا تم ہم سے آگ کا کوئی حصہ بنا سکتے ہو؟ جو لوگ بڑے تھے وہ کہیں گے

إِنَّا كُلٌّ فِيهَا إِنَّ اللَّهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ﴿۴۸﴾ وَقَالَ الَّذِينَ فِي النَّارِ لِخَزَنَتِهِ

کہ بیشک ہم سب دوزخ میں ہیں بیشک اللہ نے بندوں کے درمیان فیصلہ فرما دیا، اور جو لوگ دوزخ میں ہوں گے وہ دوزخ کے داروغاؤں سے

جَهَنَّمَ ادْعُوا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِنَ الْعَذَابِ ﴿۴۹﴾ قَالُوا أَوْلَم نَكُ تَابِتِكُمْ

کہیں گے کہ تم اپنے رب سے دعا کرو وہ ہم سے ایک دن عذاب کا کچھ حصہ ہلکا کر دے، وہ جواب دیں گے کیا تمہارے پاس تمہارے رسول کھلے ہوئے دلائل

رَسُولِكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا بَلَىٰ قَالُوا فَاذْعُوا وَمَا دُعَاؤُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلٰلٍ ﴿۵۰﴾

لیکھ نہیں آئے تھے وہ لوگ کہیں گے کہ ہاں آئے تو تھے اس پر داروغہ ہائے دوزخ جواب دیں گے کہ پھر تو تم ہی دعا کرو اور کافروں کی دعا محض بے اثر ہے۔

کو نہایت سخت عذاب میں) یعنی عذاب جہنم۔

مَسْتَنَلَةٌ: یہ آیت عذاب قبر کی دلیل ہے۔

جہنم میں پہنچ کر رؤساء اور خدام کا جدول:

۴۷: وَإِذْ يَتَحَاجُّونَ (اور جبکہ کفار ایک دوسرے سے جھگڑیں گے) اذاز کر محذوف کے متعلق ہے۔ ان کے جھگڑے کے وقت کو

یاد کرو۔ فِي النَّارِ فَيَقُولُ الضُّعْفَاءُ لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا (دوزخ میں تو ادنیٰ درجہ کے لوگ بڑے درجہ کے لوگوں سے کہیں گے)

الذین استکبروا سے رؤساء ولیڈر مراد ہیں۔ إِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا (کہ ہم تمہارے تابع تھے) تبعاً جمع ہے تابع کی جیسے خدم جمع

خادم کی ہے فَهَلْ أَنْتُمْ مُّغْنُونَ (کیا تم ہم سے ہٹا سکتے ہو) دفع کر سکتے ہو عَنَّا نَصِيبًا (کوئی حصہ) مِنَ النَّارِ (آگ کا)

۴۸: قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا كُلٌّ فِيهَا (وہ بڑے لوگ کہیں گے ہم سب بھی دوزخ میں ہیں) كُلٌّ کی تنوین مضاف الیہ کے

عوض میں ہے اسی کلنا ہم میں سے ہر ایک اس میں ہے کوئی ایک دوسرے سے عذاب کو ہٹا نہیں سکتا۔ إِنَّ اللَّهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ

الْعِبَادِ (اللہ تعالیٰ بندوں کے درمیان فیصلہ کر چکا) ان کے مابین فیصلہ کر دیا جائے گا کہ اہل جنت کو جنت میں اور اہل نار کو نار میں

داخل کر دیا جائے گا۔

۴۹: وَقَالَ الَّذِينَ فِي النَّارِ لِخَزَنَتِهِ جَهَنَّمَ (اور جتنے لوگ دوزخ میں ہوں گے وہ جہنم کے موکل فرشتوں سے کہیں گے) خَزَنَتِهِ

سے مراد جہنم کے منتظم جو آگ کا عذاب دینے پر مقرر ہیں۔ جہنم کا لفظ صراحتاً لائے حالانکہ ضمیر لوٹ سکتی تھی تاکہ جہنم کا ذکر کر کے مزید خوف و ڈر پیدا کیا جائے اور یہ بھی احتمال ہے کہ جہنم جو گہرائی میں جلنے والی آگ ہے اس کو کہا گیا ہو جیسا کہ اہل عرب کہتے ہیں۔ بشر جہنم۔ یعنی گہرائیوں۔ اس میں سرکش و بڑے باغی ڈالے جائیں گے۔ شاید ملائکہ موکلین عذاب وہ اللہ تعالیٰ کے قرب کی وجہ سے دعا کا جواب جلدی دے دیں اس لئے جہنمی ان کو کہیں گے کہ تم اپنے رب سے دعا کرو۔ اذْعُوا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ (تم ہی اپنے پروردگار سے دعا کرو کہ کسی دن تو عذاب ہم سے ہلکا کر دے) یومًا سے مراد دنیا کے دن کی مقدار۔

۵۰: قَالُوا (وہ کہیں گے) وہ نگران فرشتے طویل مدت کے بعد تو بیخ کے طور پر کہیں گے۔ اَوَلَمْ تَكُ (کیا تمہارے پاس) کیا تمہارا قصہ اس طرح نہیں۔ تَأْتِيكُمْ رُسُلُكُمْ (تمہارے رسول نہیں آتے رہے تھے) یہ قصہ کی تفسیر ہے۔ بِالْبَيِّنَاتِ (دلائل کے ساتھ) معجزات کے ساتھ قَالُوا (وہ کہیں گے) یعنی کفار بلی قَالُوا (ہاں) نگران فرشتے بطور تحکم کہیں گے۔ فَادْعُوا (تو پھر تم دعا کر لو) تمہاری دعا قبول نہ کی جائے گی۔ وَمَا دُعُوا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ (اور کافروں کی دعا محض بے اثر ہے) ضلال بمعنی باطل ہے بیکاریہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ نگران فرشتوں کا قول ہو۔

إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ ﴿۵۶﴾

بلاشبہ ہم اپنے رسولوں کی اور ان لوگوں کی جو ایمان لائے دنیا والی زندگی میں مدد کرتے ہیں اور جس دن گواہی دینے والے کھڑے ہوں گے

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظَّالِمِينَ مَعَذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ ﴿۵۷﴾

جس دن ظالموں کو ان کی معذرت کام نہ دے گی اور ان کے لئے لعنت ہے اور ان کے لئے برے گھر میں رہنا ہے۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْهُدَىٰ وَأَوْرَثْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ الْكِتَابَ ﴿۵۸﴾ هُدًى وَ

اور یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے موسیٰ کو ہدایت دی اور بنی اسرائیل کو کتاب کا وارث بنایا، یہ کتاب ہدایت

ذِكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ﴿۵۹﴾ فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَاسْتَغْفِرْ لِدُنْيِكَ

اور نصیحت تھی عقل والوں کے لئے، سو آپ صبر کیجئے بلاشبہ اللہ کا وعدہ حق ہے، اور اپنے گناہ کے لئے استغفار کیجئے

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ ﴿۶۰﴾ إِنَّ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي

اور صبح و شام اپنے رب کی تسبیح بیان کیجئے جو صبح کے ساتھ ہو بلاشبہ جو لوگ اللہ کی آیات کے بارے میں

آيَاتِ اللَّهِ بِغَيْرِ دَلِيلٍ أَتَّهُمْ إِنْ فِي صُدُورِهِمْ إِلَّا كِبْرٌ مَا هُمْ

جھگڑا کرتے ہیں بغیر دلیل کے جو ان کے پاس آئی ہو ان کے سینوں میں تکبر ہی ہے وہ کبھی بھی اس تک پہنچنے والے

بِالْغَيْهِ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴿۶۱﴾

نہیں ہیں، سو آپ اللہ سے پناہ طلب کیجئے بلاشبہ وہ سننے والا ہے دیکھنے والا ہے۔

دارین میں غلبہ ایمان والوں کا ہے:

۵۸: إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ (ہم اپنے پیغمبروں کی اور ایمان والوں کی دنیوی زندگی میں بھی مدد کرتے ہیں اور اس روز بھی جس میں کہ گواہی دینے والے کھڑے ہوں گے) یعنی دنیا و آخرت میں مدد کرتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ ان کو دارین میں غلبہ دیں گے ان کے مخالفین پر حجت و فتح کے ساتھ اور اگر کہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور امتحان کبھی مغلوب ہو گئے پھر بھی عاقبت انہی کیلئے ہے اور ان کے اعداء میں سے ایسے لوگ میسر فرمادیں گے خواہ کچھ وقت بعد ہو۔

تجوید: یوم یہ منصوب ہے جار و مجرور کے موضع میں شمار کرنے کی وجہ سے جیسے کہتے ہیں جنتک فی امس والیوم۔ الاشهاد جمع

شاہد کی ہے جیسا کہ صاحب کی جمع اصحاب۔ اس سے مراد انبیاء اور حفاظتی فرشتے ہیں انبیاء علیہم السلام کافروں پر ان کی تکذیب کی وجہ سے گواہی دیں گے اور حفاظتی فرشتے اعمال بنی آدم کی شہادت دیں گے۔

قراءت: تقوم، ہشام نے پڑھا جیسا رازی نے نقل کیا۔

۵۲: يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظَّالِمِينَ مَعذِرَتُهُمْ (جس دن کہ ظالموں کو ان کی معذرت کچھ فائدہ نہ دے گی)

نحو: یہ یوم يقوم سے بدل ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے لا يقبل عذرهم ولا ينفع ان کا عذر قبول نہ ہوگا۔

قراءت: کوئی اور نافع نے لا ينفع پڑھا ہے۔

وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ (اور ان کے لئے لعنت ہوگی) اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ (اور ان کے لئے اس عالم

میں خرابی ہوگی) سوء الدار سے آخرت کا عذاب مراد ہے۔

ہدی میں تمام دینی اشیاء شامل ہیں:

۵۳: وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْهُدَى (اور ہم موسیٰ کو ہدایت نامہ دے چکے ہیں) الہدی اس سے وہ تمام چیزیں مراد ہیں جو دین

کے سلسلہ میں ان کو دیں گئیں مثلاً معجزات، تورات، احکامات، وَأَوْرَثْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ الْكِتَابَ (اور ہم نے وہ کتاب بنی

اسرائیل کو پہنچائی تھی) الكتاب سے تورات، انجیل اور زبور مراد ہے۔ کیونکہ الكتاب جنس ہے۔

۵۴: هُدًى وَذِكْرًا (کہ وہ ہدایت اور نصیحت تھی) حق کی گواہی اور نصیحت کے اعتبار سے۔

نحو: یہ دونوں مفعول لہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں یا حال ہیں۔

لِأُولَى الْأَلْبَابِ (اہل عقل کیلئے)

تلقین صبر:

۵۵: فَاصْبِرْ (پس آپ صبر کیجئے) ان امور پر جو آپ کی قوم کی طرف سے آپ کو پیش آتے ہیں۔ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ (بیشک اللہ

تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے) جو آپ کی نصرت اور اعلائے کلمہ کے بارے میں کیا گیا بالکل سچا ہے۔ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ (اور اپنے گناہ کی

معافی مانگیے) یعنی اپنی امت کے گناہوں کی معافی مانگیے۔ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعِشِيِّ وَالْإِبْكَارِ (اور اپنے رب کی تسبیح و تحمید

کرتے رہیے شام اور صبح) یعنی اپنے رب کی عبادت پر مداومت اختیار فرمائیں اور اس کی ثناء کیجئے۔ ایک قول یہ ہے اس سے عصر و

فجر کی نمازیں مراد ہیں۔ ایک اور قول کہ سبحان اللہ اور الحمد للہ کہتے رہیے۔

حسد و بغض کی وجہ سے نبوت کے خود خواہاں ہیں:

۵۶: إِنَّ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ أَتَهُمْ (جو لوگ بلا کسی سند کے جو ان کے پاس موجود ہو اللہ تعالیٰ کی

آیات میں جھگڑا نکالتے ہیں)

لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ

البتہ آسمانوں کا اور زمین کا پیدا فرمانا لوگوں کے پیدا کرنے سے زیادہ بڑی بات ہے لیکن اکثر لوگ

النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرَةُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

نہیں جانتے اور برابر نہیں نابینا اور دیکھنے والا، اور وہ لوگ جو ایمان لائے

وَعَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمُسِيْءُ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۸﴾ اِنَّ السَّاعَةَ

اور نیک عمل کئے برے لوگوں کے برابر نہیں ہیں، لوگ کم نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ بلاشبہ قیامت

لَا تِيْةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۹﴾

ضرور آنے والی ہے اور لیکن بہت سے لوگ ایمان نہیں لاتے۔

نحو، قراءت: اس پر وقف نہیں کیونکہ ان کی خبر ان فی صدورہم ہے۔

اِنَّ فِيْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ (ان کے دلوں میں نرمی بڑائی ہے) بڑائی سے مراد آگے بڑھنے، سرداری کا ارادہ اور یہ خیال کہ کوئی اس سے اوپر نہ ہو۔ اسی لئے تو وہ آپ سے دشمنی کرنے والے ہیں۔ اور آپ کے معجزات کو مسترد کرنے والے ہیں کہ کہیں آپ ان سے بڑھ نہ جائیں۔ اور ان کو آپ کی ماتحتی ماننی پڑے اور آپ کے امر و نہی کا پابند ہونا پڑے کیونکہ ہر بادشاہت و سرداری نبوت کے ماتحت ہوتی ہے۔ یا نمبر ۲۔ حسد و بغض کی وجہ سے خواہاں ہیں کہ نبوت انہیں مل جائے۔ اور اس پر یہ ارشاد دلالت کرتا ہے لو کان خيراً ما سبقو نا اليه [الاحقاف: ۱۱] یا نمبر ۳۔ مجادلہ کے ذریعہ معجزات کا دفاع کرنا چاہتے ہیں۔

مَا هُمْ بِبَالِغِيْهِ (وہ اس تک کبھی پہنچنے والے نہیں) وہ بڑائی اور اس کے مقتضی کو پہنچ نہیں سکتے اور وہ نبوت اور سربراہی کا ارادہ یا آیات و معجزات کو دفع کرنا اور روک دینا۔ فَاَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ (پس آپ اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے رہیے) جو آپ سے حسد کرتے اور عدوات رکھتے ہیں ان کے فریب سے بچنے کیلئے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے رہیے۔ اِنَّهُ هُوَ السَّمِيْعُ (بیشک وہی ہے ہر بات کو سننے والا) جو آپ کہتے اور وہ کہتے ہیں۔ الْبَصِيْرُ (اور سب کچھ دینے والا ہے) جو آپ عمل کرتے اور وہ کرتے ہیں پس وہ آپ کا ان کے خلاف مددگار اور ان کے شر سے بچانے والا ہے۔

جب آسمان و زمین کی تخلیق مسلم ہے تو انسان کو دوبارہ اٹھانا کیسے ناممکن ہے:

۵۷: لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ (یقیناً آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا آدمیوں کے پیدا کرنے کی نسبت بڑا کام ہے) جب ان کا مجادلہ اللہ تعالیٰ کی آیات میں انکارِ بعثت پر مشتمل تھا اور مجادلہ کی جڑ و بنیاد یہی مسئلہ انکارِ بعثت تھا۔ تو

ان کے سامنے آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے حجت پیش کی گئی۔ کیونکہ ان کو ان کی تخلیق کا اقرار تھا۔ پس جو ان کے اتنے بڑے ہونے کے باوجود ان کو پیدا کر سکتا ہے تو اتنے چھوٹے سے انسان کو بنانے پر بدرجہ اولیٰ وہ قدرت رکھتا ہے۔ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ (لیکن اکثر آدمی نہیں سمجھتے) کیونکہ وہ غور نہیں کرتے اور ان پر غفلت کا غلبہ ہو چکا ہے۔

۵۸: وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ وَالَّذِينَ وَاللَّذِينَ (اور آنکھوں والا اور اندھا برابر نہیں ہوتے اور) آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَلَا الْمُسِيءَ قَلِيلًا (وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے اور بدکار باہم برابر) مَا تَتَذَكَّرُونَ (نہیں ہوتے۔ تم لوگ بہت ہی کم سمجھتے ہو) تَتَذَكَّرُونَ کا معنی نصیحت پکڑنا۔

قراءت: دونوں تاء کے ساتھ کوئی قراء نے پڑھا اور باقی قراء نے یاء اور تاء سے پڑھا (تتذکرون، يتذکرون) قلیلاً یہ مصدر محذوف کی صفت ہے۔ تذکراً قلیلاً يتذکرون۔ وہ نصیحت حاصل کرتے ہیں حاصل کرنا تھوڑا۔ لا المسنی کا لازاںد ہے۔ ماصلاً زائدہ ہے۔

۵۹: إِنَّ السَّاعَةَ لَأْتِيَةٌ لَا رَيْبَ فِيهَا (قیامت تو ضرور ہی آکر رہے گی اس میں کسی طرح کا شک ہے ہی نہیں) قیامت کی آمد ضروری ہے اور اس میں کسی طرح کا شبہ نہیں کیونکہ جزاء تو یقینی ہے تاکہ مخلوق کی پیدائش صرف فناء کے لئے نہ ماننی پڑے۔ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ (مگر اکثر لوگ نہیں مانتے) اس کی تصدیق نہیں کرتے۔

وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي

اور تمہارے رب نے فرمایا کہ تم مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں گا، بلاشبہ جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں

سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَخِرِينَ ۝۶۰ اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ اللَّيْلَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ

مغرب ہونے والے جہنم میں داخل ہوں گے۔ اللہ وہی ہے جس نے رات کو پیدا فرمایا تاکہ تم اس میں آرام کرو اور دن کو ایسی چیز بنائی

وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ ۝۶۱

جس میں دیکھتے بھالتے ہیں، بلاشبہ اللہ لوگوں پر فضل فرمانے والا ہے اور لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے،

ذَلِكُمْ اللَّهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ لَّا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَانِ تُؤْفَكُونَ ۝۶۲

یہ اللہ ہے تمہارا رب ہے ہر چیز کا پیدا فرمانے والا ہے اسکے سوا کوئی معبود نہیں سو تم کہاں الٹ کر جا رہے ہو،

كَذَلِكَ يُؤْفَكُ الَّذِينَ كَانُوا بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ ۝۶۳ اللَّهُ الَّذِي

اسی طرح الٹے چلائے جاتے ہیں وہ لوگ جو ہماری آیات کا انکار کرتے ہیں، اللہ وہ ہے جس

جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ قَرَارًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُورَكُمْ وَرَزَقَكُمْ

نے زمین کو تمہارے لئے ٹھہری ہوئی چیز بنا دیا اور آسمان کو چھت بنا دیا اور تمہاری صورتیں بنا کیں سو تمہاری اچھی صورتیں بنا دیں اور تمہیں

مِّنَ الطَّيِّبَاتِ ذَلِكُمْ اللَّهُ رَبُّكُمْ فَتَبَرَّكُ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ۝۶۴

پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا، یہ اللہ ہے تمہارا رب ہے۔ سو بابرکت ہے اللہ جو رب العالمین ہے

هُوَ الْحَيُّ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ الْحَمْدُ لِلَّهِ

وہ زندہ ہے کوئی معبود نہیں اسکے سوا تم اسے پکارو اس طرح سے کہ خالص اسکی فرمانبرداری کرنے والے ہو۔ سب تعریف ہے اللہ کے لئے

رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝۶۵

جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

ادعوا کا معنی اعبدوا ہے:

۶۰: وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِي (اور تمہارے پروردگار نے فرمادیا ہے کہ مجھ کو پکارو) ادعوا بمعنی اعبدوا ہے اَسْتَجِبْ لَكُمْ

میں تمہاری درخواستوں کو قبول کرونگا) تم کو ثواب دوںگا۔ الدعاء کا لفظ عبادت کے معنی میں قرآن مجید میں بہت استعمال ہوا ہے قرآن مجید کی یہ آیت اسی پر دلالت کرتی ہے۔ إِنَّ الدِّينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي (اور جو لوگ میری عبادت سے سرتابی کرتے ہیں) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: الدعاء هو العبادة اور پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی [رواہ احمد: ۳/۲۶۷، ابوداؤد: ۱۳۷۹، الترمذی: ۳۲۳۷، ابن ماجہ: ۳۸۲۸]۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے تم مجھے وحده لا شریک مانو میں تمہارے گناہ بخش دوںگا۔ یہ تفسیر دعا کی ہے جو عبادت کے معنی میں ہے پھر اس عبادت کی جو توحید کے ساتھ کی جائے۔ ایک قول یہ ہے کہ استجب کا معنی مجھ سے سوال کرو میں تمہیں دوںگا۔ سَيِّدٌ خَلُونٌ جَهَنَّمَ ذَاخِرِينَ (وہ عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہونگے) قراءت: مکی اور ابو عمرو نے سَيِّدٌ خَلُونٌ پڑھا ہے۔ داخرین کا معنی ذلیل ہو کر۔

دن رات کا تقابل:

۶۱: اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا (اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے رات بنائی تمہارے لئے تاکہ تم اس میں آرام کرو اور اسی نے دن کو روشن بنایا)

نکتہ: نہار کی طرف مبصر کی نسبت یہ اسناد مجازی ہے ای مبصرًا فیہ (تاکہ اس میں دیکھا جائے) کیونکہ آنکھیں تو فی الحقیقت اہل نہار کی ہوتی ہیں۔ لیل کو مفعول لہ اور النهار کو حال سے ملا کر ذکر کیا۔ وہ دونوں نہ تو دو حال بنے اور نہ ان دونوں کے لئے مفعول بنے اس میں دونوں کے تقابل کی رعایت کی۔ کیونکہ دونوں معنوی اعتبار سے ایک دوسرے کے متقابل ہیں کیونکہ ہر ایک دوسرے کی جگہ پوری کرتا ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر اس طرح کہا جاتا۔ لتبصروا فیہ، اسناد مجازی والی فصاحت چلی جاتی اور اگر ساکناً کہا جاتا تو حقیقت مجاز سے ممتاز نہ ہو سکتی۔ لیکن رات کی صفت حقیقی سکون ہے۔ اہل عرب کہتے ہیں لیلٌ ساج و ساکن لا ریح۔

ایسا فضل کہ کوئی فضل اس کا مقابل نہ ہو:

إِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلٰی النَّاسِ (بیشک اللہ تعالیٰ کا لوگوں پر بڑا ہی فضل ہے) یہاں لمفضل نہیں فرمایا اور نہ متفضل فرمایا کیونکہ مقصود فضل کا نکرہ لانا تھا۔ تاکہ فضل ایسا ہو کہ کوئی فضل اس کے مقابل نہ ہو اور یہ فائدہ اضافت سے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ (لیکن اکثر آدمی شکر نہیں کرتے) یہاں ولكن اکثر ہم نہیں فرمایا بلکہ الناس کا لفظ دوبارہ لائے۔ تاکہ لوگوں کا تذکرہ متکرر نہ ہو۔ کیونکہ اس تکرار میں کفران نعمت کی تخصیص ان کے ساتھ ہو جاتی ہے۔ حالانکہ وہ وہی لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے فضل کے منکر اور اس کے ناشکرے ہیں۔ جیسا کہ اس ارشاد میں ان الانسان لکفور [الحج: ۶۶] اور اس ارشاد میں ان الانسان لظلوم کفار [ابراہیم: ۳۳] (الناس معرفہ ہے اور تکرار معرفہ سے ایک ہی مراد ہوتا ہے جو پہلے میں مذکور ہوتا ہے)۔ (مترجم)

۶۲: ذَلِكُمْ اللَّهُ رَبُّكُمْ (یہ اللہ تعالیٰ ہی تمہارا رب ہے) جس نے تمہارے لئے رات دن بنائے۔ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ (وہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اس کے سوا کوئی اور لائق عبادت نہیں) یہ مبتداء کی مترادف خبریں ہیں۔ مطلب یہ ہے وہ ان صفات کا جامع ہے الوہیت ربوبیت، خلق کل شیء اور وحدانیت فَأَنِّي تَوَفَّقُون (پس تم لوگ کہاں اٹھے چلے جا رہے ہو) انہی کیف کے معنی میں ہے۔ کس طرح اور کس وجہ سے تم اس کی عبادت سے بتوں کی عبادت کی طرف پھرتے ہو؟

۶۳: كَذَلِكَ يُوَفِّكُمُ اللَّهُ الْبَالِغَ الَّذِي يَجْحَدُونَ (اسی طرح وہ لوگ بھی الٹا چلا کرتے تھے۔ جو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کا انکار کیا کرتے تھے) ہر وہ جس نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا اور ان میں غور و فکر نہ کی۔ اور حق کی طلب نہ کی اور اٹھے پھرے جیسے وہ اٹھے پھرے۔

انسان سب حیوانات سے زیادہ خوبصورت ہے:

۶۴: اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ قَرَارًا (اللہ ہی وہ ذات ہے جس نے زمین کو قرار گاہ بنایا) قرار بمعنی مستقر ہے۔ وَالسَّمَاءَ بِنَاءً (اور آسمان کو چھت) تمہارے اوپر چھت وَّصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُوْرَكُمْ (اور تمہارا نقشہ بنایا پس عمدہ نقشہ بنایا) ایک قول اللہ تعالیٰ نے کوئی حیوان انسان سے زیادہ خوبصورت نہیں بنایا۔ ایک قول کہ ان کو بہائم کی طرح اوندھے سر والے پیدا نہیں کیا۔ وَرَزَقَكُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ (اور تم کو عمدہ عمدہ چیزیں کھانے کو دیں) طیبات سے لذیذ اشیاء مراد ہیں۔ ذَلِكُمْ اللَّهُ رَبُّكُمْ فَتَبَرَّكُ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ (یہ اللہ ہے جو تمہارا رب ہے پس بڑا عالیشان ہے۔ اللہ تعالیٰ جو سارے جہان کا پروردگار ہے)

۶۵: هُوَ الْحَيُّ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَادْعُوهُ (وہی زندہ ہے اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔ پس اس کو پکارو) اس کی عبادت کرو۔ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ (خالص اعتقاد کر کے) اطاعت کو شرک و ریاء سے خالص کرنے والے ہو۔ یہ کہتے ہوئے الحمد لله رب العالمین (تمام خوبیاں اسی اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو تمام جہاں کا پروردگار ہے) ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ جس نے لا الہ الا اللہ کہا پس وہ اس کے بعد: الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (تمام تعریف ہے اللہ کے لئے جو تمام جہانوں کا رب ہے) کہے۔

قُلْ إِنِّي نُهَيْتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَمَّا جَاءَنِي

آپ فرما دیجئے بلاشبہ میں اس سے منع کیا گیا ہوں کہ انکی عبادت کروں جن کی اللہ کو چھوڑ کر تم عبادت کرتے ہو جبکہ میرے رب کی

الْبَيْتِ مِنْ رَبِّي زُورًا وَأَمَرْتُ أَنْ أُسَلِّمَ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۳۹﴾ هُوَ الَّذِي

طرف سے میرے پاس واضح نشانیاں آچکی ہیں اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں رب العالمین ہی کا فرمانبردار بنوں اللہ وہ ہے

خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوا

جس نے تمہیں مٹی سے پھر نطفہ سے پھر بچے ہوئے خون سے پیدا فرمایا پھر تمہیں اس حالت میں نکالتا ہے کہ تم بچے ہوتے ہو پھر تا کہ تم اپنی طاقت کو

أَشَدَّكُمْ ثُمَّ لَتَكُونُوا رُءُوسًا أُولَئِكَ مِنْ قَبْلُ وَلِتَبْلُغُوا أَجَلًا مُّسَمًّى

تقویٰ جاؤ پھر تا کہ تم بوزھ ہو جاؤ اور تم میں سے بعض کو اس سے پہلے اٹھا لیتا ہے اور تا کہ تم اجل مسمیٰ کو پہنچ جاؤ

وَلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿۴۰﴾ هُوَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ فَإِذَا قَضَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ

اور تا کہ تم سمجھ حاصل کرو، اللہ وہی ہے جو زندہ فرماتا ہے اور موت دیتا ہے پھر جب وہ کسی حکم کا فیصلہ فرماتا ہے تو یہی فرما دیتا ہے

لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ﴿۴۱﴾

کہ ہو جا لہذا وہ ہو جاتا ہے۔

عبادتِ اوٹان کے مطالبہ کے جواب میں یہ آیت اتری:

۶۶: جب کفار نے آپ سے عبادتِ اوٹان کا مطالبہ کیا تو یہ آیت اتری قُلْ إِنِّي نُهَيْتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَمَّا جَاءَنِي نَبِيٌّ مِنَ رَبِّي (آپ کہہ دیجئے کہ مجھ کو اس بات سے ممانعت کر دی گئی ہے کہ میں ان کی عبادت کروں جن کو تم اللہ تعالیٰ کے علاوہ پکارتے ہو جبکہ میرے پاس میرے رب کی نشانیاں آچکیں)۔ البینات سے قرآن مجید مراد ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے عقل و وحی مراد ہے۔ وَأَمَرْتُ أَنْ أُسَلِّمَ (اور مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ میں گردن جھکا لوں) اسلم کا معنی استقامت اختیار کرنا ہے۔ لِزَبِّ الْعَالَمِينَ (رب العالمین کے سامنے)

۶۷: هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ (وہی ہے جس نے تم کو بنایا) یعنی تمہاری اصل کو مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا (مٹی سے پھر نطفہ سے پھر خون کے لوتھڑے سے پھر تم کو بچہ کر کے نکالتا ہے) یہاں طفلاً فرما کر ایک پراکتفاء کیا کیونکہ مراد بیان جنس ہے۔ ثُمَّ لِتَبْلُغُوا أَجَلًا مُّسَمًّى (پھر تا کہ تم اپنی جوانی کو پہنچو)

نَحْوًا: یہ محذوف سے متعلق ہے تقدیر کلام یہ ہے ثم یبقیکم لتبلغوا۔ ثم لتکونوا شیوخًا (پھر تا کہ تم بوڑھے ہو جاؤ) تقدیر کلام اس طرح ہے ثم یبقیکم لتکونوا شیوخًا۔

قراءت: شیوخًا۔ شین کے کسرہ کے ساتھ کی، حمزہ، علی، حماد، یحییٰ، اعشیٰ نے پڑھا ہے۔

وَمِنْكُمْ مَنْ يَتَوَفَّى مِنْ قَبْلُ (اور کوئی تم میں سے پہلے ہی مر جاتا ہے) یعنی جوانی تک پہنچنے سے پہلے یا بڑھاپے سے قبل وَلتبلغوا أَجَلًا مُّسَمًّى (اور تا کہ تم سب ایک وقت مقرر تک پہنچ جاؤ) اس کا معنی یہ ہے: فعل ذلك لتبلغوا أَجَلًا مُّسَمًّى (وہ ایسا کرتا ہے تا کہ تم ایک مقررہ وقت تک پہنچ جاؤ) اور وہ وقت موت ہے یا قیامت کا دن ہے۔ وَأَلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ (اور تا کہ تم لوگ سمجھو) کہ اس میں کیا کیا عبرتیں اور دلائل ہیں۔

۶۸: هُوَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ فَإِذَا قَضَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ (وہی ہے جو زندہ کرتا اور مارتا ہے پھر جب وہ کسی کام کا پورا کرنا چاہتا ہے۔ سو بس اس کی نسبت فرما دیتا ہے کہ ہو جا پس وہ ہو جاتا ہے) وہ اس کو جلد بنا دیتا ہے بغیر کسی کلفت و مشقت کے۔

الْمَرَّتْ إِلَى الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ أَنِّي يُصْرَفُونَ ﴿۶۹﴾ الَّذِينَ كَذَّبُوا

اے مخاطب کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اللہ کی آیات میں جھگڑا کرتے ہیں کہاں اٹے پھرے جا رہے ہیں وہ لوگ جنہوں نے

بِالْكِتَابِ وَمِمَّا أَرْسَلْنَا بِهِ رَسُولَنَا فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿۷۰﴾ إِذَا الْأَغْلَلُ فِي

اس کتاب کو جھٹلایا اور اس چیز کو جھٹلایا جس کو ہم نے رسولوں کے واسطے سے بھیجا سو عنقریب وہ لوگ جان لیں گے جبکہ انکی گردنوں میں

أَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلْسِلُ يُسْحَبُونَ ﴿۷۱﴾ فِي الْحَمِيمِ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُونَ ﴿۷۲﴾

طوق ہوں گے اور زنجیریں ہوں گی وہ کھینچے جائیں گے گرم پانی میں پھر ان کو دوزخ میں جھونک دیا جائے گا

تَمَقِيلَ لَهُمْ إِنَّ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُونَ ﴿۷۳﴾ مَنْ دُونَ اللَّهِ قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا بَلْ لَمْ

پھر ان سے کہا جائے گا کہ وہ معبود غیر اللہ کہاں گئے جنہیں تم شریک بناتے تھے وہ جواب دیں گے کہ وہ تو ہم سے غائب ہو گئے بلکہ ہم تو

نَكُنْ نَدْعُوا مِنْ قَبْلُ شَيْئًا كَذَلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ الْكَافِرِينَ ﴿۷۴﴾ ذَلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ

اس سے پہلے کسی چیز کی عبادت کرتے ہی نہ تھے اللہ تعالیٰ اس طرح کافروں کو گمراہ فرماتا ہے یہ اس وجہ سے کہ تم زمین میں

تَفْرَحُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُونَ ﴿۷۵﴾ أَدْخُلُوا أَبْوَابَ

ناحق اتراتے تھے اور اس وجہ سے کہ تم اڑو مکر کرتے تھے داخل ہو جاؤ جہنم کے دروازوں

جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ ﴿۷۶﴾ فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ

میں اس میں ہمیشہ رہو گئے۔ برا ٹھکانہ ہے تکبر کرنے والوں کا، سو آپ صبر کیجئے بیشک اللہ کا وعدہ حق

حَقٌّ فَمَا نُرِيكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ تَوَفِّيكَ فَأَلَيْنَا يُرْجَعُونَ ﴿۷۷﴾

ہے سو اگر ہم آپ کو اس میں سے بعض چیزیں دکھا دیں جس کے بارے میں ہم نے انہیں پہلے سے بتا دیا ہے یا ہم آپ کو وفات دے دیں تو ہماری ہی طرف سب لوٹائے جائیں گے۔

جدال کا تین مرتبہ تذکرہ:

۶۹: اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْ اٰيَاتِ اللّٰهِ اَنّٰى يُصْرَفُوْنَ (کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اللہ تعالیٰ کی آیات میں جھگڑے نکالتے ہیں۔ کہاں پھرے چلے جا رہے ہیں) اس سورت میں جدال کا تین مقام پر ذکر فرمایا گیا ہے۔ پس درست ہے کہ اس کو تین اقوام میں مان لیا جائے۔ نمبر ۲۔ تین الگ الگ اصناف میں تسلیم کیا جائے۔ نمبر ۳۔ ایک ہی قسم مراد ہے اور بقیہ مقامات

پر تاکید کیلئے لائے۔

۷۰: الَّذِينَ كَذَبُوا بِالْكِتَابِ وَبِمَا أَرْسَلْنَا بِهِ رُسُلَنَا (جن لوگوں نے اس کتاب کو جھٹلایا اور اس چیز کو بھی جو ہم نے اپنے پیغمبر کو دے کر بھیجا تھا) الْكِتَابِ سے قرآن مجید مراد ہے اور مَا اَرْسَلْنَا بِهِ سے کتب سابقہ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ (پس ان کو ابھی معلوم ہوا جاتا ہے)

قطعاً ہونے کی بناء پر مستقبل کو ماضی سے ذکر کیا:

۷۱: إِذِ الْأَغْلَالُ فِي أَعْنَاقِهِمْ (جبکہ طوق ان کی گردنوں میں ہونگے) اذ ظرف زمان ماضی کیلئے آتا ہے مگر یہاں مراد مستقبل ہے دلیل یہ قول فسوف يعلمون ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اخبار مستقبلہ علم الہی میں قطعاً ہیں۔ اس لئے تعبیر ماضی سے کی گئی۔ اور جو پایا گیا اس سے تعبیر کر دی گئی معنی یہ ہے کہ مستقبل میں ایسا ہوگا۔ وَالسَّلْسِلُ (اور زنجیریں) نَحْوِ: اس کا عطف اغلال پر ہے۔ اور ان کی خبر فی اعناقہم ہے معنی اس طرح ہوگا جب طوق اور زنجیریں ان کی گردنوں میں ہونگی۔ يُسْحَبُونَ (ان کو گھسیٹا جائے گا)

۷۲: فِي الْحَمِيمِ (گرم پانی میں) ای یجرون فی الماء الحار۔ (ان کو گرم پانی میں کھینچا جائے گا)۔ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُونَ (پھر ان کو آگ میں جھونک دیا جائے گا) یسجرون سجر التنور سے بنا ہے۔ جبکہ اس کو ایندھن سے بھر دیں اور اس کا معنی یہ ہے کہ وہ آگ میں ہونگے اور وہ ان کے چاروں طرف چھائی ہوگی اور ان کو آگ سے جلایا جائے گا اس حال میں کہ ان کے پیٹ آگ سے بھرے ہونگے۔

۷۳، ۷۴: ثُمَّ قِيلَ لَهُمْ (پھر ان کو کہا جائے گا) یعنی ان کو جہنم کے نگران فرشتے کہیں گے۔ آيْنَ مَا كُنتُمْ تُشْرِكُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ (وہ غیر اللہ کہاں گئے جن کو تم اللہ تعالیٰ کے شریک بناتے تھے) وہ اصنام جن کی تم عبادت کرتے تھے۔ قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا (وہ کہیں گے وہ تو سب ہم سے غائب ہو گئے) ہماری آنکھوں سے غائب ہو گئے۔ نہ ہم ان کو دیکھتے ہیں اور نہ ان سے نفع اٹھاتے ہیں۔

غیر اللہ کی عبادت کو وہ بیکار قرار دیں گے:

بَلْ لَمْ نَكُنْ نَدْعُوا مِنْ قَبْلُ شَيْئًا (بلکہ ہم تو اس سے قبل کسی کو بھی نہیں پوجتے تھے) یعنی ہمارے سامنے کھل گئی کہ وہ کچھ بھی نہ تھے اور ان کی جو ہم عبادت کرتے تھے وہ کچھ بھی نہ تھی۔ یہ اسی طرح ہے جیسا کہتے ہیں حسب ان فلانا شئ فاذا هو ليس بشئ (جبکہ تم اس کو آزماؤ اور اس کے اندر کوئی بھلائی نہ پاؤ)۔ كَذَلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ الْكَافِرِينَ (اللہ تعالیٰ اسی طرح کافروں کو غلطی میں پھنسائے رکھتا ہے) جیسے ان کے معبودان سے گم ہو گئے ان کو ان کے معبودوں سے گم کر دے گا۔ یہاں تک کہ اگر وہ اپنے الہ کو ڈھونڈیں یا ان کے الہ ان کو ڈھونڈیں تو ان کا باہمی آمنا سامنا نہ ہو سکے گا یا جس طرح ان مجادلین کو گمراہ کر دیا۔ تمام

کافروں کو اسی طرح کر دے گا۔ وہ کافر جن کے بارے میں وہ جانتا ہے کہ وہ گمراہی کو دین پر ترجیح دیں گے۔
 ۷۵: ذَلِكُمْ (یہ) عذاب جو تم پر نازل ہوا۔ بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُونَ (اس کے بدلہ میں ہے کہ تم دنیا میں ناحق خوشیاں مناتے تھے۔ اور اس کے بدلہ میں ہے کہ تم اتراتے تھے) بما کی باء سبب سے کہ تم ناحق خوش ہوتے اور اتراتے تھے۔ اور وہ ناحق اترانا شرک ہی ہے۔ اور بتوں کی پوجا بھی حرام ہے۔ پس ان کو کہا جائے گا۔
 ۷۶: اَدْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ (تم جہنم کے دروازوں میں گھسو) جہنم کے ساتھ تقسیم شدہ دروازے ہیں۔ جیسے ارشاد فرمایا لہا سبعة ابواب لكل باب منهم جزء مقسوم [الحجر: ۴۴] خَلِيدِينَ فِيهَا (وہ اسی میں ہمیشہ رہیں گے) ان کے لئے خلود کو مقدر کر دیا جائے گا۔ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ (پس متکبرین کا برا ٹھکانہ ہے) جو حق سے تکبر کرنے والے تھے ان کے لئے جہنم ہے۔

وہ ہمارے ہاں حاضر ہیں:

۷۷: فَاصْبِرْ (پس آپ صبر کیجئے) اے محمد ﷺ وَعَدَ اللَّهُ (بیشک اللہ تعالیٰ کا وعدہ) ہلاکت کفار کے سلسلہ میں حَقُّ (سچا ہے) بہر صورت ہونے والا ہے۔ فَمَا نُرِيكَ (پھر اس میں سے تھوڑا سا اگر دکھلاویں) یہ اصل میں فَا نُرِيكَ ہے اور ما اس پر زائد ہے تاکہ معنی شرط میں تاکید ہو جائے۔ اسی لئے نون تاکید بھی فعل کے ساتھ برائے تاکید لگا دیا گیا۔ جیسا تم نہیں کہتے ہو۔ ان تکرمی اکرمک لیکن اما تکرمی اکرمک کہتے ہیں۔ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَالْيَنَّا يَرْجِعُونَ (جو ہم وعدہ کر رہے ہیں یا ہم وفات دیدیں پس ہمارے ہی پاس ان کو آنا ہوگا) یہ جزاء نتوفینک کے متعلق ہے۔ اور نرینک کی جزاء محذوف ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے۔ فَمَا نُرِيكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ مِنَ الْعَذَابِ۔ اور وہ عذاب یوم بدر میں ان کا قتل ہونا تھا۔ پس وہ یا اگر ہم وفات دیں یوم بدر سے قبل پس وہ ہماری طرف لوٹائے جائیں گے بروز قیامت پھر ہم ان سے خوب انتقام لے لیں گے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ

اور یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے آپ سے پہلے رسول بھیجے جن میں سے بعض کا تذکرہ ہم نے آپ سے بیان کر دیا اور ان میں بعض ایسے ہیں

نَقَّصْنَا عَلَيْكَ وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ اَنْ يَّاتِيَ بِآيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ

جن کا تذکرہ ہم نے آپ سے بیان نہیں کیا، اور کسی رسول کو یہ قدرت نہیں کہ کوئی نشانی لے آئے مگر اللہ کے اذن سے، پھر جب اللہ کا

اللّٰهُ فَاِذَا جَاءَ اَمْرًا لِّلّٰهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۷۸﴾

حکم آجائے گا تو حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائیگا اور اس وقت باطل والے خسارہ میں رہ جائیں گے۔

اللّٰهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوهَا وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَلَكُمْ

اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لئے مویشی بنائے تاکہ تم ان میں سے بعض پر سوار ہو، اور ان میں سے بعض کو کھاتے ہو، اور تمہارے لئے

فِيْهَا مَنَافِعٌ وَ لِيَبْلُغُوْا عَلَيْهَا حَاجَةً فِىْ صُدُوْرِكُمْ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ

ان میں منافع ہیں، اور تاکہ تم ان پر سوار ہو کر اپنی حاجت پر پہنچو جو تمہارے سینوں میں ہے اور ان پر اور کشتیوں پر

تُحْمَلُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَيُرِيْكُمْ آيٰتِهِۦ فَآيٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ ﴿۸۱﴾ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى

لدے ہوئے پھرتے ہو، اور وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے سو اللہ کی کون کون سی نشانیوں کا انکار کرو گے، کیا وہ لوہ زمین میں

الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَانُوْا كَثْرًا مِّنْهُمْ

نہیں چلے پھرے سو وہ دیکھ لیتے کیا انجام ہوا ان لوگوں کا جو ان سے پہلے تھے، وہ ان سے زیادہ تھے اور

وَاَشَدَّ قُوَّةً وَّاَثَارًا فِى الْاَرْضِ فَمَا اَعْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۲﴾

ان سے قوت میں بھی سخت تھے اور زمین میں بھی انکی نشانیاں بہت ہیں سو انکی کمائی ان کے کچھ کام نہ آئی

رسول تو پہلے بھی آئے مگر معجزہ ظاہر کرنا ان کے اختیار میں نہ تھا:

۷۸: وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ (اور ہم نے آپ سے پہلے بہت سے پیغمبر بھیجے) ان کی امتوں کی طرف مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ (جن میں سے بعض تو وہ ہیں جن کے واقعات ہم نے آپ سے بیان کر دیے اور بعض وہ ہیں جن کا واقعہ ہم نے آپ سے بیان نہیں کیا)

ایک قول:

یہ ہے اللہ تعالیٰ نے آٹھ ہزار پیغمبر بھیجے جن میں چار ہزار بنی اسرائیل میں سے اور چار ہزار دیگر تمام انسانوں میں سے۔

قول علی رضی اللہ عنہ:

ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسود کو پیغمبر بنایا پس وہ ان میں سے ہے جس کا واقعہ قرآن میں بیان نہیں کیا۔ وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَنْ يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ (اور کسی رسول سے یہ نہ ہو سکا کہ کوئی معجزہ بغیر اذن الہی کے وہ ظاہر کر سکے) یہ اس بات کا جواب ہے۔ جو عنادا آئے روز آیات کا مطالبہ کرتے رہتے مطلب یہ ہے کہ ہم نے بہت سے رسول بھیجے ان میں سے کسی کے بس میں نہ تھا کہ وہ کوئی نشانی بغیر اذن الہی کے پیش کر سکے۔ پھر میرے لئے یہ کس طرح ممکن ہے کہ میں وہ نشانی لے آؤں جو تم مجھ سے طلب کرتے ہو۔ جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور نہ ہو اور وہ اس کے پیش کرنے کا حکم نہ کر دے۔ فَإِذَا جَاءَ أَمْرُ اللَّهِ (پھر جس وقت اللہ تعالیٰ کا حکم آئے گا) یعنی قیامت کے دن۔ یہ کفار کو وعید ہے اور ان کے آیات کے مطالبہ کے بعد ان کی تردید ہے۔ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُونَ (ٹھیک ٹھیک فیصلہ ہو جاوے گا اور اس وقت اہل باطل خسارہ میں رہ جائیں گے) المبطلون سے وہ معاندین مراد ہیں جو آیات کا مطالبہ کرتے رہتے تھے۔

مختلف انعامات کا تذکرہ:

۷۹: اَللّٰهُ الَّذِي جَعَلَ (اللہ تعالیٰ وہی ہے جس نے بنائے) پیدا کر دیے لَكُمْ الْاَنْعَامَ (تمہارے لیے مواشی) اَوْتِ لِيَتْرَكُوْا مِنْهَا وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ (تاکہ ان میں سے بعض پر تم سواری کرو اور بعض کو ان میں سے کھاتے بھی ہو) تقدیر کلام اس طرح ہے لتر کبوا بعضھا و تاکلوا بعضھا۔ تاکہ ان میں سے بعض پر سواری کرو اور بعض کو کھاؤ۔
۸۰: وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ (اور تمہارے لئے ان میں اور بھی بہت سے فوائد ہیں) یعنی دودھ اور اون وَلْتَبْلُغُوا عَلَيْهَا حَاجَةً فِيْ صُدُوْرِكُمْ (اور تاکہ تم ان پر اپنے مطلب تک پہنچو جو تمہارے دلوں میں ہے ای لبتلغوا علیہا ما تحتاجون الیہ من الامور۔ تاکہ ان پر سواری کر کے تم اپنی ضروریات کو پورا کر سکو۔ وَعَلَيْهَا (اور ان چوپاؤں پر) وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُونَ (اور کشتیوں پر تم لدے لدے پھرتے ہو) یعنی صرف چوپاؤں پر فقط سواری نہیں کرتے۔ بلکہ ان پر اور کشتیوں پر خشکی اور سمندر میں سفر کرتے ہو۔

۸۱: وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ فَآتَىٰ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ (اور تم کو اور بھی نشانیاں دکھلاتا رہتا ہے پس تم اللہ تعالیٰ کی کون کون سی نشانیوں کا انکار کرو گے) کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہے۔ یہ استفہام انکاری ہے۔

نحو: ائی یہ تنکرون کی وجہ سے منصوب ہے اور مشہور لغت میں بھی وارد ہے۔ باقی آیت اللہ یہ قلیل الاستعمال ہے۔ کیونکہ مذکورہ مؤنث میں فرقہ کے ذریعہ اسماء میں ہے صفات میں نہیں۔ باقی رہے حمار، حمارة وغیرہ قلیل الاستعمال ہیں اور آتی میں تو

فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَرِحُوا بِمَا عِنْدَهُمْ مِنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا

سو جب انکے پاس ہمارے رسول دلیلیں لے کر آئے تو جو علم انکے پاس تھا اسکی وجہ سے بڑے اترائے اور ان پر وہ عذاب نازل ہو گیا جس کا

بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿۸۳﴾ فَلَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا قَالُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَحَدَّاهُ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا

مناق بنایا کرتے تھے، سو جب انہوں نے ہمارے عذاب کو دیکھا تو کہنے لگے ہم ایمان لائے اللہ پر جو تنہا ہے، اور ہم جن چیزوں کو اللہ کا شریک بناتے تھے

بِهِ مُشْرِكِينَ ﴿۸۴﴾ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ إِيمَانُهُمْ لَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا سُنَّتَ اللَّهِ

ان کے منکر ہیں۔ سو ان کے ایمان نے انکو کچھ نفع نہ دیا جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھا، اللہ کی سنت ہے

الَّتِي قَدْ خَلَتْ فِي عِبَادِهِ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُونَ ﴿۸۵﴾

جو اس کے بندوں میں گزر چکی ہے اور اس موقع پر کفر کرنے والے خسارہ میں رہ گئے۔

ابہام کی وجہ سے یہ اور بھی غریب تر اور انوکھی بات ہے۔

۸۳: اَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَانُوا اَكْثَرًا مِنْهُمْ (کیا ان لوگوں نے ملک

میں چل پھر کر نہیں دیکھا کہ جو لوگ ان سے پہلے ہوئے ان کا انجام کیسا ہوا۔ وہ ان سے زیادہ تھے) تعداد کے لحاظ سے وَاَشَدَّ قُوَّةً

(اور قوت میں بڑھ کر) نَابِ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ (اور نشانوں میں جو کہ زمین پر چھوڑ گئے ہیں) مثلاً محلات

کارخانے فَمَا اَغْنٰی عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُوْنَ (پس ان کی کمائی ان کے کچھ بھی کام نہ آئی)

مُحَقَّقًا: مَا اَغْنٰی كَمَا نَافِيَةٌ ہے۔

کفار نے علم الہی کی بجائے علم دنیا کو ہی نفع بخش خیال کیا:

۸۳: فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَرِحُوا بِمَا عِنْدَهُمْ مِنَ الْعِلْمِ (غرض جب ان کے پیغمبران کے پاس کھلی دلیلیں

لے کر آئے تو وہ لوگ اپنے علم پر بڑے نازاں ہوئے جو ان کو حاصل تھا) اس سے مراد امور دنیا کے متعلق ان کی معلومات اور اس کی

تدابیر سے واقفیت ہے۔ جیسا دوسرے مقام پر فرمایا: يَعْلَمُونَ ظَاهِرًا مِنَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْآخِرَةِ هُمْ غَافِلُونَ

[الروم: ۷] جب ان کے ہاں انبیاء علیہم الصلوٰت والسلام دینی علوم لائے وہ ان کے علم کے لحاظ سے بہت بعید چیز تھی کیونکہ وہ دنیا کے

انکار پر آمادہ کرتے ہیں اور شہوات و لذات سے روکتے ہیں۔ اس لئے ان لوگوں نے ان کی طرف التفات و توجہ نہ کی اور ان علوم

دینیہ کو حقیر قرار دیا اور ان کا استہزاء کیا۔ اور اعتقاد یہ رکھا کہ ان کا علم دنیا ہی سب سے زیادہ نفع بخش اور فائدہ مند ہے۔ اس لئے

اس پر اترانے لگے۔ نمبر ۲۔ یا ان کے پاس فلاسفہ اور دہریت والا علم تھا۔ پس جب وہ وحی کو سنتے تو اس کو مسترد کر دیتے اور علم انبیاء کو

حقیر قرار دیتے۔

سقراط کی بات:

سقراط کے متعلق ہے کہ اس نے موسیٰ علیہ السلام کے متعلق سنا! اس کو کہا گیا اگر تم ہجرت کر کے ان کی خدمت میں جاتے تو بہت خوب ہوتا اس نے کہا ہم مہذب لوگ ہیں۔ پس ہمیں کسی ایسے راہنما کی ضرورت نہیں جو ہمیں تہذیب سکھائے۔ نمبر ۲۔ مراد یہ ہے کہ وہ رسولوں کے پاس جو علم تھا اس پر مسخری کرتے ہوئے بنے اور اس کا مذاق اڑایا۔ گویا اس طرح کہا انہوں نے دلائل سے استہزاء کیا اور جو ان کے پاس علم وحی آیا اس کا مذاق اڑایا۔ اور اس پر ارشاد الہی دلالت کر رہا ہے۔ وَحَاقَّ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ (اور ان پر وہ عذاب آپڑا جس کے ساتھ وہ تمسخر کرتے تھے)۔

یا نمبر ۳۔ رسولوں کا خوش ہونا مراد ہے۔ انبیاء علیہم السلام نے جب ان کی جہالت اور حق کے متعلق استہزاء کو دیکھا اور ان کی بد انجامی سامنے آئی اور جو عذاب ان کو جہالت پر پہنچنے والا تھا اس کو جانا تو اس علم پر جو ان کو دیا گیا تھا۔ اس پر خوش ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکر یہ ادا کیا اور کفار کو ان کی جہالت و استہزاء کی سزا نے آگھیرا۔

۸۴: فَلَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا (پھر جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھا) بآسنا سے شدت عذاب مراد ہے۔ قَالُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَحَدَّةٌ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهِ مُشْرِكِينَ (تو کہنے لگے ہم اللہ تعالیٰ جو واحد ہے اس پر ایمان لائے اور ان سب چیزوں سے ہم منکر ہوئے جن کو ہم اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے تھے)

عذاب دیکھ کر ایمان لائے مگر وہ بیکار ثابت ہوا:

۸۵: فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ إِيمَانُهُمْ لَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا (پس ان کو ان کا ایمان لانا فائدہ مند نہ ہوا جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا) یعنی اس وقت ایمان لانا درست اور ٹھیک نہیں تھا۔ سُنَّتَ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ نے اپنا یہی معمول مقرر کیا ہے) یہ اللہ تعالیٰ کے وعدہ کی طرح ہے اور اس طرح کے مصادر مؤکدہ یہ فائدہ دیتے ہیں۔ الَّتِي قَدْ خَلَتْ فِي عِبَادِهِ (جو اس کے بندوں میں پہلے سے ہوتا چلا آتا ہے) نزول عذاب کے وقت کا ایمان غیر مفید ہے اور مکذبین رسل پر عذاب آکر رہتا ہے۔ وَخَسِرَ هُنَا لَكَ الْكُفْرُ وَنَ (اور اس وقت کافر خسارہ میں رہ گئے) هُنَا لَكَ یہ ظرف مکان کیلئے آتا ہے۔ مگر یہاں زمان کیلئے استعارہ استعمال ہوا ہے اور کافر تو ہر گھڑی خسارہ پانے والے ہیں لیکن جب وہ عذاب کو دیکھیں گے تو ان کا خسارہ خود ان کے سامنے واضح ہو جائے گا۔

فوائد: ان آیات میں پے در پے لائے گے ہیں۔ نمبر ۱۔ فما اغنى عنهم کی فا كانوا اکثر منهم کے لئے بطور نتیجہ لائی گئی ہے۔ نمبر ۲۔ اور فلما جاءتهم کی قایہ فما اغنى عنهم کیلئے بطور تفسیر و بیان کے ہے جیسے کہتے ہیں۔ رزق زید المال فممنع المعروف فلم يحسن الى الفقراء زید کو مال کیا ملا وہ بھلائی سے رک گیا پس وہ فقراء پر احسان و سخاوت نہیں کرتا۔ اور فلما

راؤا بأسنا یہ فلما جاء تهم کے تابع ہے گویا اس طرح کہا: فکفروا فلما راؤا باسنا امنوا۔ پس انہوں نے انکار کیا پھر جب ہمارے عذاب کو دیکھا تو ایمان لائے اور اسی طرح فلم يك ينفعهم یہ ان کے ایمان کے تابع ہے جب کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دیکھ لیا۔ واللہ اعلم

الحمد للہ سورۃ غافر کا تفسیری ترجمہ نماز عشاء سے قبل آج ۳ صفر المظفر سوموار کی شب تکمیل پذیر ہوا۔

انا طالب المغفرة من الغافر ۱۴۲۳ھ - ۲ - ۳

سُورَةُ الرَّحْمٰنِ ٥٥

سورہ حم اسجدہ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی کہیں چون آیات اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

حَمِّ ١ تَنْزِیْلٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٢ كِتٰبٍ فُصِّلَتْ اٰیٰتُهُ قُرٰنًا عَرَبِیًّا لِّقَوْمٍ

حم یہ کلام ہے نازل کیا گیا ہے رحمن رحیم کی طرف سے یہ کتاب ہے جس کی آیتیں مفصل طریقہ پر بیان کی گئی ہیں یعنی یہ قرآن ہے جو عربی ہے ان لوگوں کے لئے

یَعْلَمُوْنَ ٣ بَشِیْرًا وَنَذِیْرًا ٤ فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ ٥ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا

جو جانتے ہیں، بشارت دینے والا اور ڈرانے والا ہے، سوان میں سے اکثر لوگوں نے اعراض کیا سو وہ لوگ نہیں سنتے، اور انہوں نے کہا جس چیز کی طرف ہمیں

فِیْ اٰكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَ اِلَیْهِ وَفِیْ اٰذَانِنَا وَقُرُوْا مِنْ بَیْنِنَا وَبَیْنِكَ حِجَابٌ فَاَعْمَلْ

جاتے ہیں اس کے بارے میں ہمارے دل پردوں میں ہیں اور ہمارے کانوں میں ڈاٹ ہے، اور ہمارے اور تمہارے درمیان پردہ ہے، سو تم کام کئے جاؤ

اِنَّا عَمَلُوْنَ ٥

بیشک ہم کام کرنے والے ہیں۔

الثالثة

۱: حم۔ تَنْزِیْلٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ (حم۔ یہ کلام رحمان رحیم کی طرف سے اتارا) الرَّحِیْمِ كِتٰبٍ فُصِّلَتْ اٰیٰتُهُ (جاتا ہے۔ یہ ایک کتاب ہے جس کی آیات صاف صاف) قُرٰنًا عَرَبِیًّا لِّقَوْمٍ یَعْلَمُوْنَ (بیان کی گئی ہیں۔ یعنی ایسا قرآن ہے جو عربی ہے ایسے لوگوں کیلئے ہے جو دانشمند ہیں)

۲: ۱: حم اگر اس کو سورت کا نام قرار دیں تو مبتدأ ہے۔ اور تنزیل اس کی خبر ہے۔ نمبر ۲۔ اور اگر اس کو حروف مقطعات میں شمار کرو تو پھر تنزیل یہ مبتدأ محذوف کی خبر ہے اور کتاب یہ تنزیل کا بدل ہے یا خبر بعد خبر ہے۔ یا مبتدأ محذوف کی خبر ہے۔ یا تنزیل مبتدأ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اس کی صفت اور کتاب اس کی خبر ہے۔

تفصیل کا معنی:

۳: كِتٰبٍ فُصِّلَتْ اٰیٰتُهُ الگ الگ کی گئی ہیں اور تفصیل مختلف معانی میں دی گئی ہے جیسے احکام، امثال، مواعظ، وعدہ، وعید وغیرہ ذلک۔ قُرٰنًا عَرَبِیًّا اختصاص و مدح کی بناء پر یہ منصوب ہیں۔ ای ارید بهذا الكتاب المفصل قرانا من صفة

کیت و کیت۔ میری مراد اس کتاب مفصل سے قرآن ہے جس کی صفت یہ ہے۔ نمبر ۲۔ حال کی بناء پر منصوب ہے۔ ای فصّلت آیاتہ فی حال کونہ قرانا عربیاً اس کی آیات مفصل ہیں۔ اس حال میں کہ وہ قرآن عربی ہے۔ لِقَوْمٍ یَعْلَمُونَ یعنی تم قوم عرب کیلئے وہ ان آیات مفصلہ کو جو ان کی طرف اتاری گئیں ان کی زبان عربی سے ان آیات کی تفصیل کر دی گئی ہے۔

نَحْوَهُ: لقوم یہ تنزیل سے متعلق ہے۔ یا تنزیل من اللہ لا جہم یافصّلت آیاتہ لہم نمبر ۱۔ یہ جاننے والی قوم کیلئے اتارا گیا۔ نمبر ۲۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی خاطر اتارا گیا۔ نمبر ۳۔ اس کی آیات کی تفصیل ان کی خاطر کی گئی۔ مگر ظاہر یہ ہے کہ یہ ماقبل اور مابعد کی طرح صفت ہو۔ تقدیر کلام اس طرح ہے: قرانا عربیاً کائننا لقوم عرب، قرآن عربی واقع ہونے والا ہے قوم عرب کیلئے۔

۴: بَشِيرًا وَ نَذِيرًا (بشارت دینے والا ہے اور ڈرانے والا ہے)

نَحْوَهُ: یہ دونوں قرآن کی صفات ہیں۔

فَاعْرَضَ أَكْثَرَهُمْ فَمَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ (پس اکثر لوگوں نے روگردانی کی پھر وہ سنتے ہی نہیں) یعنی آپ کی بات کو قبول ہی نہیں کرتے۔ عرب کہتے ہیں۔ تشفعت الی فلان فلم یسمع قولی ولقد سمعہ ولكنہ لما لم یقبلہ ولم یعمل بمقتضاه۔ میں نے فلاں کے ہاں سفارش کی پس اس نے میری بات نہیں سنی حالانکہ اس نے بات تو سنی ہوتی ہے لیکن قبول نہیں کی ہوتی اور نہ ہی اس کے مقتضی پر عمل کیا ہوتا ہے۔ پس گویا اس نے سنا ہی نہیں۔

انکار کفار کی تمثیل:

۵: وَقَالُوا قُلُوبُنَا فِيْ اَكِنَّةٍ (اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے دل اس سے پردوں میں ہیں) اکنہ جمع کنان کی ہے: پردے۔ مِمَّا تَدْعُونَا اِلَيْهِ (جس بات کی طرف آپ ہمیں بلا تے ہیں) یعنی توحید و فی اذاننا وقر و من بیننا و بینک حجاب (اور ہمارے اور آپ کے درمیان ایک حجاب ہے) حجاب کا معنی پردہ۔ دراصل قبول حق سے ان کے دلوں کے انکار کی یہ تمثیل ہے اور اعتقاد حق کے انکار کو اس تمثیل سے ظاہر کیا گیا گویا ان کے دل پردے اور غلاف سے ڈھنپے ہوئے جو کہ نفوذ حق سے رکاوٹ بن گئے ہیں اور ان کے کان سننے سے انکاری ہیں۔ گویا کہ وہ حق سے بہرے ہو چکے ہیں۔ اور حق و باطل کے راستوں میں کیونکہ بہت بڑا فاصلہ ہے گویا ان کے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان ایک روکنے والے پردہ اور پہاڑ سے زیادہ محفوظ رکاوٹ پڑی ہوئی ہے۔ یا اسی طرح کی روکیں پس اس وجہ سے نہ ملاقات ہے اور نہ ایک دوسرے کو دیکھنا پایا جاتا ہے۔ فاعمل (پس آپ اپنا کام کئے جائیے) اپنے دین کے مطابق چلتے رہیے۔ اِنَّا عَمِلُوْنَ (ہم اپنا کام کر رہے ہیں) ہم اپنے دین پر عمل کرنے والے ہیں۔ یا تو ہمارے معاملے کو ختم کرنے کیلئے کوشش کر لو۔ ہم تیرے سلسلہ کو ختم کرنے کیلئے کوشاں ہیں۔

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَهُكُمُ اللَّهُ وَاحِدٌ فَاستَقِيمُوا إِلَيْهِ

آپ فرمادیجئے میں تو تمہارے ہی جیسا بشر ہوں میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود صرف ایک ہی معبود ہے لہذا تم ٹھیک طریقہ پر اسکی طرف متوجہ ہو جاؤ

وَاسْتَغْفِرُوهُ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِينَ ۚ الَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ

اور اس سے استغفار کرو، اور ہلاکت ہے ان لوگوں کے لئے جو شرک کرنے والے ہیں جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور وہ آخرت کے

كٰفِرُونَ ۗ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ۗ

منکر ہیں، بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان کے لئے اجر ہے جو ختم ہونے والا نہیں ہے۔

فائدہ من:

من کے اضافہ کا فائدہ یہ ہے کہ حجاب کی ابتداء ہم سے اور ابتداء تم سے ہے۔ اور درمیان والی مسافت پردے سے گھری ہوئی ہے جس میں کوئی خالی جگہ نہیں۔ اگر اسکے بغیر لایا جاتا تو کلام کا معنی اس طرح ہوتا کہ ایک پردہ دو جہتوں کے درمیان میں پڑنے والا ہے۔

بشر ہونے کی حالت میں وحی کی بناء پر میری نبوت درست ہے:

۶: قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَهُكُمُ اللَّهُ وَاحِدٌ (آپ فرمادیجئے کہ میں بھی تم ہی جیسا بشر ہوں۔ مجھ پر یہ وحی نازل ہوتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے) یہ کفار کے قول قلوبنا فی اکنۃ کا جواب ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے ان کو فرمایا میں فرشتہ نہیں ہوں۔ میں تو تمہارے جیسا انسان ہوں اور میری طرف وحی ہوتی ہے تم پر نہیں۔ بشر ہونے کی حالت میں وحی ہونے کی بناء پر میری نبوت صحیح ہے۔ جب میری نبوت درست ہے تو تم پر میری اتباع ان تمام باتوں میں لازم ہے جو میری طرف وحی کی جاتی ہیں۔ وہ بات یہ ہے کہ تمہارا معبود ایک ہے۔ فَاستَقِيمُوا إِلَيْهِ (پس اسی کی طرف سیدھ باندھ لو) توحید و اخلاص عبادت کے ذریعے اس کی طرف متوجہ ہو۔ دائیں بائیں مت جاؤ۔ اور نہ ہی ان کی طرف توجہ دو جو شیطان تمہارے سامنے مزین کر کے پیش کرتا ہے کہ دوسروں کو شفعا اور کارساز بنا لو۔ وَاسْتَغْفِرُوهُ (اور اس سے معافی مانگو) شرک سے وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِينَ (اور ایسے مشرکین کیلئے بڑی خرابی ہے)

زکوٰۃ کو کفر کے ساتھ جمع کرنے کی وجہ:

۷: الَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ (جو زکوٰۃ نہیں دیتے) ان کا وجوب زکوٰۃ پر ایمان نہیں اور نہ ہی اس کو ادا کرتے ہیں یا وہ افعال نہیں کرتے جس سے وہ پاک ہو جائیں اور وہ فعل ایمان ہے۔ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ (اور وہ آخرت کے منکر ہیں) یعنی بعث و ثواب اور عقاب کے ہُمْ كٰفِرُونَ (اور وہ آخرت کے منکر ہی رہتے ہیں)

قُلْ إِنِّي كُفِّرُوكُمْ بِأَلْسِنَتِي لِيُكْفِرُوا بِالَّذِي خَلَقَ الْأَرْضَ فِي يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُونَ لَهُ أُنْدَادًا

آپ فرما دیجئے کیا تم ایسی ذات کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دن میں پیدا فرمایا اور تم اسکے لئے شریک تجویز کرتے ہو،

ذَلِكَ رَبُّ الْعَالَمِينَ ۙ وَجَعَلَ فِيهَا رِوَادًا وَمَنْ فَوْقَهَا وَبَرَكَ فِيهَا وَقَدَّرَ فِيهَا

وہ سارے جہانوں کا رب ہے۔ اور اس نے زمین میں پہاڑ بنادئے جو اس کے اوپر موجود ہیں اور اس نے زمین میں برکت دی، اور اس نے زمین میں آگئی

أَقْوَاتَهَا فِي أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ سَوَاءً لِّلسَّائِلِينَ ۙ ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ

نڈائیں مقرر کر دیں چار دن میں، یہ پورے ہیں پوچھنے والوں کے لئے، پھر اس نے آسمان کی طرف توجہ فرمائی اس حال میں کہ وہ

دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْأَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا قَالَتَا أَتَيْنَا طَائِعِينَ ۙ

دھواں تھا سو اس نے آسمان اور زمین سے فرمایا تم دونوں خوشی سے آؤ یا زبردستی سے، دونوں نے عرض کیا کہ ہم خوشی کے ساتھ حاضر ہیں،

فَقَضَيْنَ سَبْعَ سَمَوَاتٍ فِي يَوْمَيْنِ وَأَوْحَىٰ فِي كُلِّ سَمَاءٍ أَمْرَهَا وَزَيَّنَّا السَّمَاءَ

سو اس نے دو دن میں سات آسمان بنا دیئے اور ہر آسمان میں اس کے مناسب حکم بھیج دیا، اور ہم نے قریب والے آسمان کو ستاروں سے

الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ ۙ وَحِفْظًا ۙ ذَلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ۙ

زینت دے دی اور حفاظت کی چیز بنا دی یہ تقدیر ہے عزیز کی حکیم کی۔

یہاں کفر کے ساتھ ملا کر زکوٰۃ کو کفر بالآخرت کے ساتھ جمع کر دیا کیونکہ انسان کی محبوب ترین چیز اس کا مال ہے اور یہ مال انسانی روح کا ہم جولی ہے جب مال کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دیتا ہے تو یہی اس کی استقامت کی پختہ دلیل ہوتی ہے اور اس کے صدق نیت کو ظاہر کرتی اور خالص فرمانبرداری کو نمایاں کرتی ہے مؤلفۃ القلوب کو دنیا کی چمک نے دامن اسلام میں پرو دیا۔ اس مال سے ان کی عصبیت محبت میں اور اندرونی کینہ خلوص نیت میں بدل گیا بنو حنیفہ نے زکوٰۃ روک کر ارتداد کی راہ اختیار کر لی۔ غرضیکہ اس آیت میں ایمان والوں کو ادائیگی زکوٰۃ پر آمادہ کیا گیا اور عدم ادائیگی سے سخت ڈرایا گیا ہے۔

غیر منقطع اجر:

۸: إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ (جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے ان کے لئے ایسا اجر ہے جو منقطع ہونے والا نہیں) ممنون منقطع کو کہتے ہیں۔ یہ ان لوگوں کے متعلق اتری جو اپاہج، بیمار، انتہائی بوڑھے ہیں کہ جب وہ عجز کی عمر تک پہنچ جائیں تو ان کے صحت و جوانی میں کیے جانے والے اعمال کا بدلہ اسی طرح لکھا جاتا ہے۔ (احادیث میں یہ مضمون کثرت سے وارد ہے۔ مترجم)

نمونہ ہائے قدرت نہ آسمان وزمین کی تخلیق:

۹: قُلْ اِنَّكُمْ لَتَكْفُرُونَ بِالَّذِي خَلَقَ الْاَرْضَ فِي يَوْمَيْنِ (کہہ دیجئے کیا تم ایسے اللہ تعالیٰ کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو روز میں پیدا کر دیا) یومین سے اتوار اور سوموار مراد ہیں۔ مخلوق کو حوصلہ و ترتیب کی تعلیم دینے کیلئے اور اگر ان کو ایک لحظہ میں پیدا کرنا چاہتا تو کر سکتا ہے۔ وَتَجْعَلُونَ لَهُ اَنْدَادًا (اور تم اس کے شریک بناتے ہو) شریک اور مشابہ ذلک (یہ) جس نے مابقی مخلوق بنائی رَبُّ الْعَالَمِينَ (سارے جہاں کا رب ہے) تمام موجودات کا خالق ہے اور انکا مالک و مربی ہے۔

پہاڑوں کو گاڑ دیا:

۱۰: وَجَعَلَ فِيهَا (اور اس نے زمین میں بنا دیئے) رَوَاسِيَ (قائم رہنے والے پہاڑ) مِنْ فَوْقِهَا (اس کے اوپر) اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو زمین کے اوپر گاڑا تاکہ پہاڑوں کے منافع طلب گاروں کے لئے ظاہر ہوں اور تاکہ یہ بھی انسان دیکھ لے کہ یہ پہاڑ بوجھ پر بوجھ ہے اور ہر ایک ان میں سے ایک ایسی ذات کا محتاج ہے جو ان کو تھامے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات مبارک ہے۔ وَبَرَكَاتٍ فِيهَا (اور فائدے کی چیزیں رکھ دیں) یعنی پانی، کھیتی اور درخت و ثمر سے برکت دی۔ وَقَدَّرَ فِيهَا اَقْوَاتَهَا (اور اس میں اس کی غذائیں تجویز کر دیں) اقوات سے مراد اہل زمین کے رزق اور جن چیزوں پر ان کی معیشت اور درستی کا دار و مدار ہے۔

تقسیم اقوات..... قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ:

ابن مسعود نے وقسم فیہا اقواتہا پڑھا ہے۔

فِي اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ (چار دنوں میں) دونوں کے تتمہ کے طور پر عرب کہتے ہیں سرت من البصرة الى بغداد في عشرة والى الكوفة في خمسة عشر مطلب یہ ہوتا ہے یہ پندرہ دن کا تتمہ ہے گویا کل پندرہ ہوئے اور یہ فرض کرنا ضروری ہے کیونکہ اگر اس کو تسلیم نہ کریں اور ظاہر پر جاری کریں تو یہ آٹھ دن بن جائیں گے کیونکہ پہلے فرمایا خلق الارض في يومين پھر فرمایا: وَقَدَّرَ فِيهَا اَقْوَاتَهَا في اربعة ايام پھر فرمایا قضا هن سبع سموت في يومين۔ پس یہ فی ستہ ايام کے مخالف ہو جائے گا۔ اور حدیث جس کو مسند احمد ۲/۳۲۷ اور مسلم ۲۷۸۹ نے نقل کیا ہے ان اللہ تعالیٰ خلق الارض يوم الاحد والاثنين و خلق الجبال يوم الثلاثاء و خلق يوم الاربعاء الشجر والماء وال عمران و الخراب و ذلك اربعة ايام و خلق يوم الخميس السماء و خلق يوم الجمعة النجوم والشمس والقمر والملائكة و خلق آدم عليه السلام في آخر ساعة من يوم الجمعة۔

ایک قول یہ ہے یہ وہ گھڑی ہے جس میں قیامت قائم ہوگی۔ سَوَاءٌ لِّلسَّائِلِينَ (پوچھنے والوں کیلئے یہ پورے ہیں)

قراءت: یعقوب نے ايام کی صفت قرار دے کر سوا پڑھا۔ یعنی پورے چار دنوں میں۔ یزید نے سوا پڑھا ہی سوا وہ برابر ہیں۔ دیگر قراء نے سوا کو نصب کے ساتھ استوت کا مصدر پڑھا ہے۔ ای استواء یا حال کی بناء پر منصوب پڑھا ہے۔

للسائلین نمبر ۱۔ یہ قدر کے متعلق ہے مطلب یہ ہے کہ اس نے طالبین محتاجین کیلئے اقوات کو مقدر کر دیا۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک قوت کو طلب کرتا ہے اور مانگتا ہے یا نمبر ۲۔ محذوف کے متعلق ہے گویا اس طرح فرمایا یہ شمار گنتی اس شخص کیلئے ہے جو یہ سوال کرے کہ زمین کتنے عرصہ میں بنی اور اس میں جو کچھ ہے وہ کتنے دنوں میں تیار ہوا۔

تخلیق سماء:

۱: ثُمَّ اسْتَوَىٰ اِلَى السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وِلِلْ اَرْضِ اَنْتِ يَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا قَالَتْ اَتَيْنَا طَابِعِينَ (پھر آسمان کی طرف توجہ فرمائی اور وہ دھواں سا تھا۔ پس اس نے زمین سے فرمایا کہ تم دونوں خوشی سے آؤ یا زبردستی سے دونوں نے عرض کیا ہم خوشی سے حاضر ہیں) یہ اللہ تعالیٰ کے آسمان کو بنانے اور جیسا چاہا اس طرح ایجاد کرنے کو مجاز کے اندازے سے بیان فرمایا جیسا محاورہ عرب ہے۔ فعل فلان کذا ثم استوی الی عمل کذا۔ اس سے انکا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس نے اول کو مکمل کیا اور دوسرے کی ابتداء کی۔ نکتہ نمبر ۱: اس آیت سے یہ بات سمجھ آ رہی ہے کہ آسمان کی تخلیق زمین کی تخلیق کے بعد ہے اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا یہی قول ہے۔ اور انہی کا قول ہے کہ اول اللہ تعالیٰ نے ایک جوہر پیدا فرمایا جس کا طول و عرض ایک لاکھ سال کی مسافت کے برابر تھا۔ پھر اس کی طرف رعب کی نگاہ سے دیکھا تو وہ پکھل گیا اور حرکت بے قراری میں آ گیا پھر اس میں سے کچھ دھواں اڑا جب اس پر آگ کو مسلط کیا۔ پس وہ بلند ہوا اور جمع ہو کر پانی پر جھاگ سا بن گیا۔ اس جھاگ سے زمین اور دھوئیں سے آسمان بن گیا۔ نکتہ نمبر ۲: آسمان وزمین کو اتیان کا حکم دینے اور ان دونوں کے امتثال کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دونوں کو بنانے کا ارادہ فرمایا۔ دونوں نے اس میں ذرارہ کاوٹ نہ ڈالی اور وہ اسی طرح پائے گئے جیسے ارادہ فرمایا تھا۔ وہ دونوں اس سلسلہ میں مطیع خادم کی طرح تھے جبکہ اس کو کسی قابل اطاعت بات کے کرنے کا حکم ملے۔

نکتہ نمبر ۳: آیت میں آسمان کے ساتھ زمین کو بھی امر اتیان میں ذکر کیا گیا حالانکہ زمین تو دونوں آسمانوں سے پہلے بنی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وجود ارض کی پیدائش تو پہلے ہی ہے البتہ زمین کو بچھایا نہیں گیا تھا۔ آسمان کی پیدائش و تکمیل کے بعد زمین کو بچھایا گیا ہے جیسا کہ فرمایا والارض بعد ذلك دلحها [النارمات: ۳۰] حاصل مطلب یہ ہے کہ تم دونوں اسی طرح آؤ جیسا مناسب شکل و صف کے ساتھ تمہارا آنا ہے اے زمین تم بچھ کر اپنے رہنے والوں کیلئے قرار اور بچھونا بن جاؤ اور اے آسمان تم جھک کر ان کیلئے چھت بن جاؤ۔ الاتیان کا معنی اصول وقوع ہے جیسا تم کہو گے اتی عملہ مرضیا اس نے اپنا کام خوش اسلوبی سے کر دیا۔

تاثیر قدرت:

طوعا او کرھا سے آسمان وزمین میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی تاثیر کو بیان کرنا ہے اور یہ ظاہر کرنا ہے کہ قدرت کی تاثیر سے ان کا بچے رہنا ناممکن ہے جیسا کہ تم اپنے ماتحت کو کہو۔ لتفعلن هذا شئت او ابیت و لتفعلنه طوعا او کرھا کہ تمہیں چارو تا چار یہ ضرور کرنا پڑے گا۔

نَحْوًا: یہ دونوں حال کی وجہ سے منصوب ہیں۔ اس وقت یہ دونوں طائعتین کے معنی میں یا مکرہتین کے معنی میں ہونگے۔
 نکتہ: یہاں لفظ کا لحاظ کر کے طاعتین نہیں کہا اور نہ ہی معنی کا لحاظ کر کے طائعات کہا کیونکہ وہ دونوں سموات اور ارضوں
 تھے (جمع مؤنث سالم اور جمع مذکر سالم) کیونکہ جب ان کو مخاطب اور مجیب بنایا گیا تو اس کا لحاظ کر کے طوعا اور کرہا ان کی صفت ذکر
 کی گئی۔ ایک قول یہ ہے طاعتین یہ طائعات کی جگہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں سجدین کا لفظ سورہ یوسف آیت
 نمبر ۴۔

سات آسمان بنائے:

۱۲: فَقَضَهُنَّ (پس ان کو بنا دیا) ان کی تخلیق کو پختہ کیا جیسا کہ شاعر کا قول ہے۔ وَعَلَيْهِمَا مَسْرُودَتَانِ قِضَاهُمَا اس میں قضی
 پختہ کرنے کے معنی میں ہے۔ ان دونوں پر دوزر ہیں ہیں پختہ کی ہوئی۔

نَحْوًا: ہن ضمیر آسمان کی طرف راجع ہے کیونکہ سماء جنس ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ ضمیر مبہم ہو اور اس کی تفسیر سَبْعَ سَمَوَاتٍ ہو
 دونوں حالتوں میں منصوب ہے مگر نصب کی وجہ اول صورت میں حال بننا ہے اور دوسری صورت میں تمیز کی وجہ سے منصوب ہے۔

فِي يَوْمَيْنِ (دو دنوں میں) جمعرات اور جمعہ وَأُولْحَىٰ فِي كُلِّ سَمَاءٍ أَمْرًا (اور ہر آسمان میں اس کے مناسب اپنا حکم
 بھیج دیا) امرہا سے مراد جو حکم اس میں چلانا مناسب تھا۔ اور اس کا ملائکہ اور آگ وغیرہ کی تخلیق کی تدبیر فرمانا ہے۔ وَزَيْنَّا السَّمَاءَ
 الدُّنْيَا (اور ہم نے آسمان دنیا کو مزین کیا) الدنيا سے مراد زمین کے قریب والا بِمَصَابِيحَ (ستاروں سے) وَحِفْظًا (اور اس
 کی حفاظت کی) اور آسمان دنیا کی کواکب کے ذریعہ استرقاقِ شیاطین سے حفاظت کی۔ ذَلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ (یہ تجویز ہے
 زبردست واقف الکل کی) جو غالب ہے مغلوب نہیں۔ الْعَلِيمِ (امور کے مواقع سے واقف ہے)

فَإِنْ أَعْرَضُوا فَقُلْ أَنْذَرْتُكُمْ صَاعِقَةً مِثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَثَمُودَ ۗ إِذْ جَاءَتْهُمْ

پھر اگر وہ اعراض کریں تو آپ فرما دیجئے کہ میں تمہیں ایسی آفت سے ڈراتا ہوں جیسی آفت عاد و ثمود پر آئی جبکہ ان کے پاس

الرُّسُلُ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ إِلَّا اللَّهُ طَالُوا الْوَسْءَ رَبَّنَا

ان کے آگے سے اور پیچھے سے رسول آئے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو انہوں نے کہا کہ اگر ہمارا رب چاہتا

لَأَنْزِلَ مَلَائِكَةً فَمَا بَالُ مَا أُرْسِلْتُمْ بِهِ كِفْرُونَ ۗ فَمَا عَادُوا فَاسْتَكْبَرُوا فِي الْأَرْضِ

تو فرشتے نازل فرما دیتا سو بلاشبہ ہم اس چیز کے منکر ہیں جو تم دے کر بھیجے گئے ہو پھر وہ لوگ جو عاد والے تھے انہوں نے زمین میں

بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوا مَنْ أَشَدُّ مَقَابِقَةً ۗ أُولَئِكَ يَرَوْنَ أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَهُمْ هُوَ أَشَدُّ

ناحق تکبر کیا کہنے لگے کہ قوت میں ہم سے زیادہ کون ہے کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ جس ذات نے انہیں پیدا فرمایا وہ قوت میں

مِنْهُمْ قُوَّةٌ ۗ وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ ۗ فَارْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِي أَيَّامٍ

ان سے زیادہ ہے اور وہ ہماری آیات کا انکار کرتے تھے، سو ہم نے انکے اوپر منحوس دنوں میں تیز ہوا

نَجِسَاتٍ لِنُذِيقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۗ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَخْرَىٰ

بھیج دی تاکہ ہم انہیں دنیا والی زندگی میں ذلت کا عذاب چکھا دیں، اور یہ بات واقعی ہے کہ آخرت کا عذاب اس سے بڑھ کر سوائی والا ہے

وَهُمْ لَا يَنْصَرُونَ ۗ وَأَمَّا ثَمُودُ فَهَدَيْنَاهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمَىٰ عَلَى الْهُدَىٰ ۗ فَآخَذْتَهُمْ

اور انکی مدد نہ کی جائے گی، اور وہ لوگ جو قوم ثمود والے تھے سو ہم نے انہیں ہدایت دی تو انہوں نے ہدایت کے مقابلہ میں اندھے پن کو پسند کیا سو انہیں عذاب کی

صَاعِقَةً الْعَذَابِ الْهُونِ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۗ وَنَجَّيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا

آفت نے پکڑ لیا جو سراپا ذلت تھا انکی بدکرداریوں کی وجہ سے، اور ہم نے ان لوگوں کو نجات دے دی جو ایمان لائے اور ڈرا

يَتَّقُونَ ۗ

کرتے تھے۔

۱۳: فَإِنْ أَعْرَضُوا (پھر اگر یہ لوگ اعراض کریں) یعنی اس وضاحت کے بعد ایمان سے اعراض کریں۔ فَقُلْ أَنْذَرْتُكُمْ (تو) آپ کہہ دیجئے میں تم کو ڈراتا ہوں) صَاعِقَةً (ایسی آفت سے) سخت واقع ہونے والا عذاب گویا کہ وہ صاعقہ ہے۔ صاعقہ وہ گرج جس کے ساتھ آگ ہو۔ مِثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَثَمُودَ (جیسی آفت عاد و ثمود پر آئی تھی)

۱۳: اِذْ جَاءَهُمُ الرُّسُلُ مِنْ بَيْنِ اَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ (جب ان کے پاس ان کے آگے سے بھی اور ان کے پیچھے سے بھی رسول آئے) یعنی ہر طرف سے آئے اور انہوں نے ان کے ایمان کے سلسلہ میں ہر جیلہ اختیار کیا۔ مگر ان کی طرف سے اعراض ہی نظر آیا۔

قول حسن رحمہ اللہ:

انبیاء علیہم السلام نے ان کو پہلی امتوں میں پیش آنے والے واقعات اور عذاب آخرت سے ڈرایا۔
 نَحْوُ: ان بمعنی ای ہے۔ یا مخففہ من المثلہ ہے اس کی اصل بانہ ہے۔ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اللّٰهَ قَالُوْا (کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے تم اور کسی کو مت پوجو۔ انہوں نے جواب دیا) یعنی قوم نے لَوْ شَاءَ رَبُّنَا (اگر ہمارے پروردگار کو منظور ہوتا) کہ وہ رسول بھیجے۔
 نَحْوُ: نشاء کا مفعول محذوف ہے۔

کیونکہ تم فرشتے نہیں پس ہم ایمان نہیں لاتے:

لَا نَزَلَ مَلَائِكَةٌ فَاِنَّا بِمَا اُرْسِلْتُمْ بِهِ كٰفِرُوْنَ (تو فرشتوں کو بھیجتا۔ پس ہم اس سے بھی منکر ہیں جس کو دے کر تم بھیجے گئے ہو) اس کا معنی یہ ہے پس جبکہ تم بشر ہو اور ملائکہ نہیں ہو۔ تو ہم تم پر ایمان نہیں لاتے اور نہ اس پر جو جی تم دے کر بھیجے گئے ہو۔ بما ارسلتکم بہ یہ اقرار رسالت نہیں۔ بلکہ یہ کلام رسولوں کے کلام پر بطور تمسخر کیا گیا ہے۔ جیسا کہ فرعون نے کہا تھا ان رسولکم الذی ارسل الیکم لمجنون [الشعراء: ۲۷] اور یہ ہود و صالح اور تمام انبیاء علیہم السلام کو ان کے زمانہ والے کفار نے جن کو ایمان کی دعوت دی گئی تھی یہ جواب دیا۔

نمائندہ قریش عتبہ بن ربیعہ:

روایت میں ہے کہ قریش نے عتبہ بن ربیعہ کو روانہ کیا تا کہ وہ حضور علیہ السلام سے بات کرے یہ ان میں عمدہ بات کرنے والا تھا۔ وہ اس وقت آپ کو ملا جب آپ حطیم میں تشریف فرما تھے۔ اس کے ہر سوال کا آپ ﷺ نے جواب دیا۔ پھر آپ نے ان کے سامنے سورہ فصلت کی آیات مثل صاعقۃ عاد و ثمود تک تلاوت فرمائیں تو عتبہ نے قرآن سن کر آپ کو رحم کا واسطہ دیا۔ اور آپ کے منہ پر خوف زدہ ہو کر ہاتھ رکھ لیا کہ کہیں اس پر ابھی عذاب کا کوڑا نہ برس پڑے۔ عتبہ نے واپس آ کر قریش کو کہا میں سحر، شعر سب کو جانتا ہوں۔ اللہ کی قسم وہ نہ سحر ہے نہ شعر۔ قریش نے کہا تو بھی صابی ہو گیا۔ کیا تو نے اس کی کوئی بات سمجھی ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ اور نہ ہی مجھے اس کے جواب کی کوئی صورت نظر آئی۔ پس عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کہنے لگے یہ کیفیت اس لئے طاری ہوئی تا کہ ان کو معلوم ہو جائے کہ یہ کلام رب العالمین ہے۔

زبط: پھر عاد و ثمود پر صاعقہ آسمانی کی وضاحت کی۔

عاد کا قوت پر گھمنڈ:

۱۵: فَأَمَّا عَادًا فَاسْتَكْبَرُوا فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ (پھر وہ جو عاد کے لوگ تھے۔ وہ دنیا میں ناحق تکبر کرنے لگے) انہوں نے ایسی چیزوں سے اپنی بڑائی دوسروں پر جتلائی جس کے وہ حقدار نہ تھے۔ اور طاقت اور جسامت اور حکومت پر بلا استحقاق زبردستی قابض ہو گئے۔ وَقَالُوا مَنْ أَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً (اور کہا وہ کون ہے جو طاقت میں ہم سے زیادہ ہے) ان کے اجسام بڑے بڑے اور ڈیل ڈول بڑے تھے۔ ان کی قوت یہاں تک پہنچی تھی کہ آدمی پہاڑ سے چٹان اکھاڑ لیتا۔ أَوَلَمْ يَرَوْا (کیا ان کو یہ نظر نہ آیا) کیا ان کو اس طرح کا علم نہ ہوا جو آنکھوں دیکھے کی طرح ہو۔ إِنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَهُمْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً (کہ جس اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا ہے وہ ان سے قوت میں بہت زیادہ ہے) ان سے زیادہ قدرت والا ہے۔ کیونکہ اس کو ہر چیز پر قدرت حاصل ہے۔ اور ان لوگوں کو بعض چیزوں پر اس کے طاقت دینے سے قابو ملا ہے۔ وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ (وہ ہماری آیات کا انکار کرتے تھے) اس کا فاستکبروا پر عطف ہے۔ یعنی وہ جانتے تھے کہ وہ حق ہے لیکن انہوں نے اس کا انکار کر دیا جیسا وہ شخص جس کے پاس امانت رکھی جائے امانت کا انکار کرتا ہے۔

بادِ صر سے ہلاکت:

۱۶: فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا (پس ہم نے ان پر ایک ہوائے تند بھیجی) تیز آندھی جس سے صرصر اہٹ کی آواز تھی۔ یا ٹھنڈی ہوا جو اپنی سردی کی شدت سے ہر چیز کو جلاتی تھی۔ الصرّ ٹھنڈک پالا۔ اسی کو رباعی پر لے جایا گیا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ پچھم ہے۔ فِي أَيَّامٍ نَّحْسَاتٍ (ایسے دنوں میں جو منحوس تھے) ان کے لئے منحوس تھے۔ قراءت: مکی، بصری، نافع نے نَحْسَاتٍ پڑھا ہے۔ یہ نُحِسٌ نَحْسًا سَعْدًا سَعْدًا کی نقیض و عکس ہے اور ہونِجِسٌ کہا جاتا ہے۔ البتہ نُحِسٌ يَانِحِسٌ کو تخفیف سے پڑھتے ہیں یا یہ مستقل فعل کے وزن پر صفت کا صیغہ ہے یا مصدر کو صفت کے معنی میں استعمال کر لیا یہ آخر شوال میں بدھ سے اگلے بدھ تک تھے۔ جتنی اقوام کو عذاب دیا گیا وہ بدھ ہی کا دن تھا۔

لِنُدِّيقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا (تاکہ ہم ان کو اس دنیوی زندگی میں رسوائی کے عذاب کا مزہ چکھائیں) عذاب کی نسبت خیزی کی طرف کی گئی ہے۔ اور الخیزی، ذلت کو کہتے ہیں اور یہاں عذاب کی صفت کے طور پر لائے ہیں۔ گویا اس طرح کہا عذاب خیزی جیسا کہ تم بڑے کام کو کہتے ہو فعل السوء مراد اس سے الفعل السیئ ہوتا ہے اس پر آیت کا اگلا حصہ دلالت کر رہا ہے۔ وَلِعَذَابُ الْآخِرَةِ أَخْزَى (اور آخرت کا عذاب اور زیادہ رسوائی کا سبب ہے) یہ اسناد مجازی ہے اور عذاب کی صفت الخیزی لانا یہ ان کی صفت الخیزی بیان کرنے سے زیادہ بلیغ ہے۔ تمہارے ان دو اقوال میں بڑا فاصلہ ہے ہو شاعر نمبر ۲۔ ولہ شعر شاعر۔ وَهُمْ لَا يُنصَرُونَ (اور ان کو مدد نہ پہنچے گی) ان بتوں کی طرف سے جن کی وہ عبادت کرتے تھے۔ اسی امید پر کہ وہ ان کی امداد کریں گے۔

ثمود کا اندھاپن:

۱۷: وَأَمَّا ثَمُودُ (اور وہ جو ثمود تھے)

ثَمُودُ: ثمود کو مرفوع پڑھنا ابتداء کی وجہ سے زیادہ فصیح ہے اس لئے کہ یہ حرف ابتداء کے بعد واقع ہے۔ فَهَدَيْنَهُمْ (سو ہم نے انہیں ہدایت دی) اور خبر فہدینا ہم ہے اور منصوب پڑھنے کی صورت میں فعل مضمر ہے جس کی تفسیر فہدینا ہم کر رہا ہے۔ معنی یہ ہوا ہم نے ہدایت ان کے سامنے کھول کر بیان کر دی۔ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمَى عَلَى الْهُدَى (پس انہوں نے گمراہی کو بمقابلہ ہدایت کے پسند کیا) کفر کو ایمان پر ترجیح دی۔ فَأَخَذَتْهُمُ صَاعِقَةُ الْعَذَابِ (پس ان کو عذاب کی آفت نے پکڑ لیا) صاعقہ عذاب کی بڑی مصیبت۔ الْهُونِ (سراپا ذلت) ذلت کو عذاب کی صفت بطور مبالغہ قرار دیا گیا یا عذاب کو ذلت سے بدل دیا۔ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ (ان کی بد کرداریوں کی وجہ سے) اور وہ کسب ان کا شرک اور معاصی تھے۔

شیخ ابو منصور رحمۃ اللہ علیہ کا قول (معنی ہدایت کی وضاحت):

ہدایت مذکور کا معنی ممکن ہے کہ یہاں تبیین وضاحت ہو جیسا کہ ہم نے بیان کر دیا۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد ابتداء کا ان میں پیدا کرنا ہو۔ پس وہ اس کی بناء پر مہتدین ہوئے پھر انہوں نے اس کے بعد کفر کیا اور اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہدایت کی اضافت جب خالق کی طرف کی جائے تو وہ توفیق بیان کے معنی میں آتی ہے۔ اور اسی طرح فعل ابتداء کے پیدا کرنے کے معنی میں استعمال ہوتی ہے۔ رہی ہدایت کی نسبت جب مخلوق کی طرف ہو تو وہ صرف بیان کے معنی میں ہی ہوتی ہے اور کوئی معنی نہیں ہوتا۔

صاحب کشف رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

اگر تم کہو کیا تمہارے قول هَدَيْنَهُمْ کا یہ معنی نہیں۔ ای حاصلت فیہ الہدای؟ میں نے اس کو ہدایت کی طرف پھیر دیا۔ اور اس کی دلیل تمہارا یہ قول ہے ہدیتہ فاہتدای اس کا معنی مقصد و مراد کا حصول ہے جیسا کہ تم نے کہا ردعتہ فارتدع میں نے اس کو ہٹایا وہ ہٹ گیا۔ پھر اس کا استعمال فقط دلالت میں کیسے کر لیا گیا؟ تو جواب یہ ہے کہ یہ اس دلالت کی وجہ سے کہ ان کو اختیار و قدرت دی اور اس کے اسباب کو واضح کر دیا اور ان کے لئے کوئی عذر نہ چھوڑا گیا مقصد کو لازم کرنے والے اسباب مہیا کرنے کی وجہ سے ہدایت بذاتہ ان کو مہیا کر دی۔ اس کے تقاضے پورے کرنے کے بعد گویا ہدایت خود دے دی۔

نکتہ: اس نے اس بات کو خواہ مخواہ لمبا کھینچا۔ کیونکہ اس کو یہ موقعہ نمل سکا کہ اس آیت کی تفسیر خلق ابتداء سے کرے۔ کیونکہ وہ اس کے اپنے مذہب اعتراف کے مخالف ہے۔

۱۸: وَنَجَّيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا (اور ہم نے انکو نجات دی جو ایمان لائے) جنہوں نے ہدایت کو گمراہی کے مقابلے میں چن لیا ہم نے انکو اس صاعقہ سے بچا لیا۔ وَكَانُوا يَتَّقُونَ (اور وہ ڈرتے تھے) اس بات سے کہ وہ اندھے پن کو ہدایت کے مقابلے میں منتخب کریں۔

وَيَوْمَ يُحْشَرُ أَعْدَاءُ اللَّهِ إِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوزَعُونَ ۱۹ حَتَّىٰ إِذَا مَا جَاءُوهَا شَهِدَ

اور جس دن اللہ کے دشمن دوزخ کی طرف جمع کئے جائیں گے پھر وہ روکے جائیں گے یہاں تک کہ جب دوزخ کے پاس آجائیں گے تو ان کے

عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَأَبْصَارُهُمْ وَجُلُودُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۲۰ وَقَالُوا الْجُلُودُ دِهْمٌ لِمَ

کان اور آنکھیں اور کھالیں ان کے خلاف ان کاموں کی گواہی دیں گے جو وہ کیا کرتے تھے اور وہ اپنی کھالوں سے کہیں گے کہ تم نے

شَهِدْتُمْ عَلَيْنَا قَالُوا أَنْطَقَنَا اللَّهُ الَّذِي أَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ خَلَقَكُمْ أَوَّلَ

ہمارے خلاف کیوں گواہی دی؟ وہ جواب میں کہیں گے کہ ہمیں اللہ نے بولنے والا بنا دیا جس نے ہر چیز کو بولنے والا بنایا ہے اور اس نے تمہیں پہلی بار پیدا

مَرَّةٍ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۲۱ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَرُونَ ۲۲ أَنْ يَشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَا

فرمایا اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور تم اس وجہ سے پوشیدہ نہیں ہوتے تھے کہ تمہارے کان اور تمہاری

أَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُودُكُمْ وَلَكِنْ ظَنَنْتُمْ أَنَّ اللَّهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيرًا مِمَّا تَعْمَلُونَ ۲۳

آنکھیں اور تمہاری کھالیں تمہارے خلاف گواہی دیں گے اور لیکن تم نے یہ خیال کیا تھا کہ اللہ بہت سے ان اعمال کو نہیں جانتا جنہیں تم کرتے ہو،

تذکرہ حشر:

۱۹: وَيَوْمَ يُحْشَرُ أَعْدَاءُ اللَّهِ إِلَى النَّارِ (جس دن اللہ تعالیٰ کے دشمن آگ کی طرف جمع کر کے لائے جائیں گے) اعداء اللہ سے کفار مراد ہیں جو اولین و آخرین میں سے ہونگے۔

قراءت: نافع اور یعقوب نے نَحْشُرُ پڑھا ہے۔

فَهُمْ يُوزَعُونَ (پھر وہ روکے جائیں گے) ان کے اول شخص کو پچھلے کی آمد تک روک لیا جائے گا۔ دراصل اس تعبیر سے ان کی کثرت تعداد بیان کرنا مقصود ہے۔ یہ اصل میں وزعتہ ای کففتہ سے ہے یعنی میں نے اس کو روکا سے لیا گیا۔

اعضاء کی شہادت:

۲۰: حَتَّىٰ إِذَا مَا جَاءُوهَا (یہاں تک کہ وہ جب اس کے قریب آجائیں گے) اس کے بالکل سامنے پہنچ جائیں گے۔

مایہ زائدہ ہے جو تاکید کیلئے لایا گیا ہے۔ آگ کی طرف ان کی آمد لازماً ان کی شہادت کے وقت میں ہوگی اس سے خالی ہونے کا مطلب ہی نہیں۔ شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَأَبْصَارُهُمْ وَجُلُودُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (تو ان کے کان اور آنکھیں اور ان کی کھالیں ان پر ان کے اعمال کی گواہی دیں گی) جلود کھالوں کی مس بالحرام کے متعلق گواہی مراد ہے۔ ایک قول یہ ہے یہ

شرمگاہوں سے کنایہ ہے۔

۳۱: وَقَالُوا لَجُلُودِهِمْ لَمْ يَشْهَدْ تُمْ عَلَيْنَا (اور وہ لوگ اپنی کھالوں سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف میں کیوں گواہی دی) ان کی مخالفت گواہی سے معاملہ ان پر بھاری ہو جائے گا۔ قَالُوا أَنْطَقَنَا اللَّهُ الَّذِي أَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ (وہ جواب دیں گے کہ ہم کو اس نے گویائی دی جس نے ہر چیز کو گویائی دی) ہر چیز یعنی حیوانات میں سے۔ مطلب یہ ہے کہ ہمارا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بولنا کوئی عجیب نہیں اس لئے کہ اس کو ہر چیز کے گویائی دینے کی قدرت ہے۔ وَهُوَ خَلَقَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ (اور اس نے تم کو اول مرتبہ پیدا کیا تھا۔ اور اسی کے پاس پھر لائے جاؤ گے) یعنی وہ تمہارے پہلی مرتبہ پیدا کرنے پر جس طرح قدرت رکھتا ہے اسی طرح تمہارے اعادے اور اپنی بارگاہ میں جزاء کیلئے لوٹانے پر قدرت والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے متعلق بدگمانی:

۳۲: وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَرُونَ أَنْ يَشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَا أَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُودُكُمْ (اور تم اس بات سے تو اپنے کو چھپا ہی نہ سکتے تھے کہ تمہارے کان اور آنکھیں اور کھالیں تمہارے خلاف گواہی دیں) تم دیواروں سے پردہ کرتے یعنی پردے ڈالتے جب فواحش کا ارتکاب کرتے اور تمہارا یہ چھپنا اس ڈر سے نہ تھا کہ تمہارے اعضاء تمہارے خلاف گواہی دیں گے۔ کیونکہ تمہیں اپنے خلاف ان کی شہادت کا علم نہ تھا۔ بلکہ تم تو زور سے بعث بعد الموت کے بھی انکاری تھے۔ اور جزاء کے بالکل قائل ہی نہ تھے۔ وَلَكِنْ ظَنَنْتُمْ أَنَّ اللَّهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيرًا مِمَّا تَعْمَلُونَ (لیکن تم اس گمان میں رہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے بہت سے اعمال کی خبر بھی نہیں رکھتے) تم نے ان سے اس وجہ سے پردے ڈالے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے بہت سے اعمال سے واقف ہی نہیں اور وہ وہی مخفی اعمال ہیں۔

وَذَلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِي ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ أَرْدَاكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝۳۳ فَاِنْ

اور تمہارا یہ گمان جو تم نے اپنے رب کے بارے میں کیا اس نے تمہیں ہلاک کر دیا، سو تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گئے، سو اگر

يَصْبِرُوْا فَالِنَّارُ مَثْوٰى لَّهُمْ ۗ وَاِنْ يَّسْتَعْثِبُوْا فَمَا هُمْ مِنَ الْمُعْتَبِيْنَ ۝۳۴ وَقِيْضْنَا

صبر کریں تو آگ ٹھکانہ ہے ان کے لئے، اور اگر راضی کرنا چاہیں تو ان کی درخواست قبول نہیں کی جائے گی، اور ہم نے ان کے لئے

لَهُمْ قُرْنًاۙ فَرَزَيْنَا لَهُمْ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَّحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ

ساتھیوں کو مسلط کر دیا سو انہوں نے انکے لئے ان چیزوں کو مزین کر دیا جو انکے آگے اور پیچھے ہیں اور ان پر بات ثابت ہو گئی

فِيْۤ اٰمٍۭ قَدْ خَلَتْۙ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِۙ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ۝۳۵

ان جماعتوں میں شامل ہو کر جو ان سے پہلے جنات میں سے اور انسانوں میں سے گزر چکی ہیں بیشک وہ خسارہ والے ہیں۔

۳۳: وَذَلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِي ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ أَرْدَاكُمْ (اور تمہارے اس گمان نے جو تم نے اپنے رب کے متعلق کیا تھا تم کو برباد کر دیا) یہی تو وہ گمان ہے جس نے تمہیں ہلاک کیا۔

تجوید: نمبر ۱۔ ذلکم مبتداً اور ظنکم اس کی خبر ہے۔ الذی ظننتم یہ خبر کی صفت ہے۔ ارداکم دوسری خبر ہے۔ نمبر ۲ ظنکم یہ ذلکم کا بدل ہے اور مبتداً ہوا اور ارداکم خبر ہے۔ فأصبحتم من الخسیرین (پھر تم خسارہ میں پڑ گئے)

صبر و عذر سب بے فائدہ:

۳۴: فَاِنْ يَصْبِرُوْا فَالِنَّارُ مَثْوٰى لَّهُمْ (پس اگر یہ لوگ صبر کریں تب بھی دوزخ ان کا ٹھکانہ ہے) یعنی اگر یہ صبر کریں تو وہ ذرہ بھر سو مند نہیں۔ اس کی وجہ سے وہ آگ کی قرار گاہ سے آزادی نہیں پاسکتے۔ وَاِنْ يَّسْتَعْثِبُوْا فَمَا هُمْ مِنَ الْمُعْتَبِيْنَ (اور اگر وہ عذر پیش کرنا چاہیں گے تو بھی مقبول نہ ہوگا) اگر وہ رضا طلب کریں تو ان سے رضا قبول نہ کی جائے گی۔ یا نمبر ۲۔ اور اگر وہ طلب رضا مندی کا موقعہ چاہیں گے۔ تو وہ بھی ان کو میسر نہ کیا جائے اور ان کی بات اس سلسلہ میں قبول نہ کی جائے گی۔

مکہ والے بھی عذاب کے مستحق ہو چکے:

۳۵: وَقِيْضْنَا لَهُمْ (اور ہم نے ان کے لئے مقرر کر دیئے) مشرکین مکہ کیلئے مقرر کر دیئے۔ عرب کہتے ہیں ہدان ثوبان قیضان ای مثلان۔ یہ دونوں کپڑے مماثل ہیں۔ المقایضہ معاوضہ کو کہتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے ہم نے ان پر مسلط کر دیئے۔ قُرْنًا (ساتھ دینے والے) شیاطین میں سے دوست۔ قرناء جمع قرین کی ہے۔ جیسا کہ اس ارشاد میں ہے۔ وَاِنْ يَّسْتَعْثِبُوْا فَمَا هُمْ مِنَ الْمُعْتَبِيْنَ (پس انہوں نے ان نقیض له شیطاناً فهو له قرین (زخرف۔ ۳۶) فَرَزَيْنَا لَهُمْ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ (پس انہوں نے ان

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهَذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوَافِیْهِ لَعَلَّكُمْ تُغْلِبُونَ ﴿۲۷﴾

اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے کہا کہ اس قرآن کو مت سنو اور اسکے درمیان شور مچایا کرو، شاید تم غالب رہو،

فَلَنذِیْقَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا عَذَابًا شَدِیْدًا وَلَنَجْزِیَنَّهُمْ أَسْوَأَ الَّذِیْ كَانُوا

سو جن لوگوں نے کفر کیا ہم انہیں ضرور ضرور سخت عذاب چکھا دیں گے اور ضرور ضرور انہیں برے کاموں کی سزا دیدینگے جنہیں وہ

یَعْمَلُونَ ﴿۲۸﴾ ذٰلِكَ جَزَاءُ اَعْدَاءِ اللّٰهِ النَّارُ لَهُمْ فِيْهَا دَارُ الْخُلْدِ جَزَاءً

یا کرتے تھے۔ یہ سزا ہے اللہ کے دشمنوں کی جو آگ ہے، ان کے لئے اس میں ہمیشہ کا رہنا ہے اس بات کے بدلہ میں

بِمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ ﴿۲۸﴾ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا رَبَّنَا اِنَّا الَّذِیْنَ

کہ وہ ہماری آیتوں کا انکار کیا کرتے تھے، اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار جنات میں سے اور انسانوں میں سے

اَضَلَّنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ نَجْعَلُهُمَّا تَحْتِ اَقْدَامِنَا لِيَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِیْنَ ﴿۲۹﴾

جن لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا ہم کو انہیں دکھا دیجئے ہم انہیں اپنے قدموں کے نیچے کر لیں تاکہ یہ دونوں گروہ خوب زیادہ ذلیلوں میں سے ہو جائیں،

کے اگلے پچھلے اعمال ان کی نظر میں مستحسن کر رکھے تھے) بین ایدیہم سے وہ اعمال جو پہلے کر چکے اور ماخلفہم سے جن کا وہ عزم رکھتے ہیں۔ یا نمبر ۲۔ مابین ایدیہم سے دنیا کے امور اور اتباع شہوات اور ماخلفہم سے امر آخرت مراد ہے اور یہ کہ نہ بعث ہے اور نہ حساب و حَقَّ عَلَیْهِمُ الْقَوْلُ (اور ان کے حق میں اللہ تعالیٰ کا قول پورا ہو کر رہا) وہ عذاب والی بات ہے۔ فِیْ اُمَّمٍ (ان لوگوں کے ساتھ) ان من جملہ امتوں میں۔ نَحْوُ: علیہم کی ضمیر سے یہ حال ہونے کی وجہ سے محلاً منصوب ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے حق علیہم القول کا نین فی جملہ امم ان پر بات پوری ہوگئی اس حال میں کہ وہ بھی ان امتوں سے ہو جانے والے تھے۔ قَدْ خَلَّتْ مِنْ قَبْلِهِمْ (جو ان سے پہلے ہو گزریں)

نَحْوُ: ہم سے مراد اہل مکہ ہیں۔

مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِیْنَ (جنات و انس میں سے بیشک وہ خسارہ میں رہے) اس میں ان کے استحقاق عذاب کی علت بیان فرمائی۔

نَحْوُ: اور ضمیر ان کے اور امم کیلئے ہے۔

۲۶: وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهَذَا الْقُرْآنِ (اور کافر یہ کہتے ہیں کہ اس قرآن کو مت سنو) جب یہ پڑھا جا رہا ہو وَالْغَوَا فِیْهِ لَعَلَّكُمْ تُغْلِبُونَ (اور اس کے دوران شور مچا دیا کرو۔ شاید تم ہی غالب رہو) اور اس کا مقابلہ ایسے کلام سے کرو جو سمجھ نہ آنے

والا ہو۔ تاکہ تم ان کو تشویش میں ڈال سکو اور ان کی قراءت پر تم غالب آؤ۔ اللغو فضول کلام جس کے اندر کچھ نہ ہو۔
 ۲۷: فَلَنُذِيقَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا عَذَابًا شَدِيدًا (پس ہم ان کافروں کو سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے) یہ بھی درست ہے کہ
 الذین کفروا سے خاص کر یہ شورشی لوگ جو لغو کا حکم دینے والے تھے مراد ہوں۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ عام کفار مراد ہوں۔ تاکہ
 اس کے تحت یہ موجودین بھی آجائیں۔ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَسْوَأَ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ (اور ان کو ان کے برے کاموں کی سزا
 دیں گے) یعنی ضرور بضرور ہم ان کے بدترین اعمال پر عظیم ترین سزا دیں گے وہ سب سے بدترین عمل کفر ہے۔
 ۲۸: ذَلِكَ جَزَاءُ أَعْدَاءِ اللَّهِ (یہ سزا ہے اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کی) ذلک کا مشار الیہ اسوء ہے اور تقدیر کلام لازماً اس طرح
 ہوگی (اسو ا جزاء الذی کانوا یعملون - بدترین بدلہ ان برے عملوں کا جو وہ کرتے تھے) تاکہ ذلک کا اشارہ درست
 ہو سکے۔ النَّارُ (آگ)

نحو: یہ جزاء کا عطف بیان ہے۔ نمبر ۲۔ مبتدا محذوف کی خبر ہے۔

کفار کا دار الخلد:

لَهُمْ فِيهَا دَارُ الْخُلْدِ (اور ان کے لئے وہاں ہمیشگی کا مقام ہوگا) یعنی آگ جو کہ بنفس نفیس دار الخلد ہے۔ جیسے تم کہو
 لك في هذه الدار دار السرور۔ وانت تعنى الدار بعينها۔ (تیرے لئے یہ گھر دار السرور ہے تمہاری مراد اس سے
 بعینہ وہی گھر ہے۔ جس کو تم دار السرور کہہ رہے ہو)۔ جَزَاءً (اس بات کے بدلہ میں) ان کو اس سے بدلہ دیا جائے گا بدلہ دیا
 جانا۔ بِمَا كَانُوا بِاللَّيْنَا يَجْحَدُونَ (کہ وہ ہماری ہی آیت کا انکار کرتے تھے)

مطالبہ کفار:

۲۹: وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا رَبَّنَا أَرِنَا (اور وہ کفار کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو دکھلا دیجئے)
 قراءت: اَرِنَا سکون راء کے ساتھ کیونکہ کسرہ ثقیل ہے جیسا فِخْذٌ میں فَخْذٌ پڑھتے ہیں مکی، شامی ابو بکر نے پڑھا اور اختلاس
 حرکت سے ابو عمرو نے پڑھا ہے۔

الَّذِينَ أَضَلَّلْنَا (وہ جنہوں نے ہم کو گمراہ کیا تھا) دونوں شیطان جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا۔ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ (جن و
 انس میں سے) کیونکہ شیطان کی دو قسمیں ہیں۔ نمبر ۱۔ جنی نمبر ۲۔ انسی اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا
 شَيَاطِينَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ [الانعام: ۱۱۲] نَجْعَلُهُمَا تَحْتَ أَقْدَامِنَا لِيَكُونُوا مِنَ الْآسْفَلِينَ (ہم ان کو پاؤں کے نیچے مل ڈالیں
 تاکہ وہ خوب ذلیل ہوں) آگ میں ہمارے گمراہ کرنے کی سزا میں۔

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا

بلاشبہ جن لوگوں نے یوں کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر مستقیم رہے ان پر فرشتے نازل ہوں گے کہ تم خوف نہ کرو

وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ ۚ نَحْنُ أَوْلِيَائُكُمْ فِي الْحَيَاةِ

اور رنج نہ کرو اور خوش ہو جاؤ جنت کی خبر سے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا ہم دنیا والی زندگی میں تمہارے رفیق ہیں

الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهَى أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدْعُونَ ۗ

اور آخرت میں بھی، اور تمہارے لئے ایں ہر وہ چیز ہے جسکی تمہارے نفسوں کو خواہش ہوگی اور تمہارے لئے اس میں ہر وہ چیز ہے جو تم طلب کرو گے،

نَزْلًا مِّنْ غَفُورٍ رَّحِيمٍ ۚ

یہ مہمانی کے طور پر ہے غفور رحیم کی طرف سے۔

استعانت والے:

۳۰: إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ (جن لوگوں نے اقرار کر لیا کہ ہمارا رب اللہ ہے) توحید باری تعالیٰ کا بول بول دیا تم استقاموا (پھر مستقیم رہے) پھر اس اقرار اور اس کے تقاضوں پر پورے اترے۔

قول ابو بکر رضی اللہ عنہ:

انہوں نے فعلاً استقامت اختیار کی جس طرح زبان سے استقامت اختیار کی اور پھر انہوں نے اس آیت کی تلاوت فرمائی اور فرمایا تم اس کے متعلق کیا کہتے ہو۔ انہوں نے کہا انہوں نے کوئی گناہ نہ کیا۔ آپ نے فرمایا تم نے معاملے کو سخت ترین حالت پر محمول کیا انہوں نے کہا آپ کیا فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا انہوں نے شرک نہ کیا اور عبادتِ اوٹان کی طرف لوٹ کر نہ گئے۔

قول عمر رضی اللہ عنہ:

وہ لومڑی کی طرح ادھر ادھر نہیں پھرے یعنی منافقت اختیار نہیں کی۔

قول عثمان رضی اللہ عنہ:

انہوں نے مخلصانہ اعمال کیے۔

وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿۳۳﴾

اور اس سے اچھی کس کی بات ہوگی جس نے اللہ کی طرف بلایا اور نیک عمل کئے اور یوں کہا کہ بلاشبہ میں مسلمان میں سے ہوں۔

وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۚ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ

اور اچھائی اور برائی برابر نہیں ہوتی آپ ایسے برتاؤ کے ساتھ دفع کیجئے جو اچھا طریقہ ہو، پھر یکا یک ایسا ہوگا کہ

وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ ﴿۳۴﴾ وَمَا يُلْقِيهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَمَا يُلْقِيهَا إِلَّا

جس شخص کو آپ سے دشمنی تھی گویا کہ وہ خالص دوست ہے اور اس بات کا صرف انہیں لوگوں کو القا کیا جاتا ہے جو صبر والے ہیں اور اس بات کا القاسی شخص کو ہوتا ہے

ذُو حَظٍّ عَظِيمٍ ﴿۳۵﴾ وَإِنَّمَا يَنزَعَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْعٌ ۖ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ إِنَّهُ هُوَ

جو بڑے نصیب والا ہو، اور اگر آپ کو شیطان کی طرف سے کوئی دوسرا آنے لگے تو اللہ کی پناہ لیجئے، بیشک وہ

السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿۳۶﴾

سننے والا جاننے والا ہے۔

داعی کی بات سب سے اعلیٰ:

۳۳: وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ (اور اس سے بہتر کس کی بات ہو سکتی ہے۔ جو خدا کی طرف بلائے) وہ داعی رسول اللہ ﷺ ہیں۔ اور جس کی طرف دعوت دی وہ توحید ہے۔ وَعَمِلَ صَالِحًا (اور وہ نیک عمل کرے) صالح سے خالص اعمال مراد ہیں۔ وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ (اور کہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں) آپ اسلام پر فخر کرنے والے ہیں اور اس کا اعتقاد رکھنے والے ہیں۔ اور آپ کے صحابہ کرام یا مؤذن یا تمام ہدایت والے اور اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے والے۔

نیکی بدی برابر نہیں:

۳۴: وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۚ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ (اور نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی۔ آپ نیک برتاؤ سے ٹال دیا کریں) نیکی اور بدی دونوں ذات کے لحاظ سے مختلف ہیں۔ جب اچھائیاں سامنے ہوں تو اس حسد کو اختیار کریں جو دوسری کے مقابلہ میں بہتر ہو۔ پھر اس سے اس برائی کو ہٹائیں جو آپ پر آپ کے دشمنوں کی طرف سے آئے۔ جیسا کہ اگر کوئی آدمی آپ کے ساتھ زیادتی کرے۔ تو اچھائی یہی ہے کہ اس کو معاف کر دیں۔ یہ اس کی برائی کی جگہ احسان کرنا ہے۔ جیسے تمہاری کوئی مذمت کرے تو تم اس کی تعریف کر دو۔ یا وہ تمہارے لڑکے کو قتل کر دے۔ اور تم اس کے لڑکے کا فد یہ دے کر دشمن کے ہاتھ

سے چھڑوادو۔

فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ (یہ ایک آپ میں اور جس شخص میں عدوات تھی وہ ایسا ہو جائے گا جیسا کوئی دلی دوست ہوتا ہے) جب تم ایسا کرو گے تو تمہارا سخت ماہر دشمن گہرے مخلص دوست میں بدل جائے گا۔ پھر فرمایا ۳۵: وَمَا يُلْقِيهَا (اور یہ بات انہی لوگوں کو نصیب ہوتی ہے) برائی کے مقابلہ میں احسان والی خصلت نصیب نہیں ہوتی۔ إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا (مگر ان لوگوں کو جو بڑے مستقل مزاج ہیں) یعنی اہل صبر وَمَا يُلْقِيهَا إِلَّا ذُو حِظٍّ عَظِيمٍ (اور یہ بات اسی کو نصیب ہوتی ہے۔ جو بڑا صاحب نصیب ہے) بہت نیکی والا آدمی جس کو خیر کا بہت بڑا حصہ ملا ہو۔ یہاں فادفع بالتی ہی احسن نہیں فرمایا کیونکہ یہ کلام اس کہنے والے کے قول کی طرح ہے جو یہ کہے میں کیا کروں؟ تو جواب دیا ادفع بالتی ہی احسن۔ یعنی فاء نہیں لائی گئی۔

ایک قول:

لاتاکید کیلئے زائدہ ہے مطلب یہ ہے حسد اور سیئہ برابر نہیں ہیں۔ اس تفسیر کے مطابق قیاس کا تقاضا یہ تھا کہ کہا جائے: ادفع بالتی ہی حسنة۔ مگر یہاں اس کی جگہ التی ہی احسن لایا گیا تاکہ حسد کے ساتھ بدلہ چکانے میں زیادہ بلیغ ہو کیونکہ جس نے اعلیٰ اچھائی سے سیئہ کا جواب دیا تو وہ کم درجہ کی برائی کا جواب بڑی آسانی اور خوش اسلوبی سے دے لے گا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول:

بالتی ہی احسن سے مراد غصہ کرنے پر صبر کرنا اور ارتکابِ جہالت کے وقت حوصلہ دکھانا اور زیادتی کے وقت معاف کرنا ہے اور الحظ کی تفسیر انہوں نے ثواب سے فرمائی ہے۔

قول حسن رحمہ اللہ:

بڑا نصیب تو جنت ہی ہے۔ ایک قول یہ ہے یہ ابوسفیان بن حرب کے متعلق اتری جو کہ رسول اللہ ﷺ کا سخت ایذا پہنچانے والا دشمن تھا۔ پھر مخلص دوست و حمایتی بن گیا۔

نزع شیطان:

۳۶: وَمَا يَنْزِعُكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْعٌ (اور اگر آپ کو شیطان کی طرف سے وسوسہ آنے لگے) النزع یہ نخس کے مشابہ ہے شیطان انسان کے دل میں وساوس ڈالتا ہے۔ گویا کہ وہ شیطان کی چوک سے ہے وہ اس کو نامناسب کاموں پر ابھارتا ہے۔ آیت میں نزع کو نازغ قرار دیا۔ جیسا کہتے ہیں: جدّ جدّہ اس نے پوری کوشش کی یا مراد اما ينزعك نازغ کو کچوکا لگانے والا آپ کو کچوکا لگائے۔ شیطان کی صفت مصدر سے بیان کی یا اسکی تزیین کو بیان کیا۔ مطلب یہ ہے اگر شیطان نے آپ کو پھیر دیا اس نصیحت

وَمِنْ آيَاتِهِ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۚ لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوا

اور اللہ کی نشانیوں میں سے رات ہے اور دن ہے اور چاند ہے اور سورج ہے مت سجدہ کرو سورج کو اور چاند کو اور سجدہ کرو

لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَهُنَّ إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ﴿۴۷﴾ فَإِنِ اسْتَكْبَرُوا فَالَّذِينَ عِنْدَ رَبِّكَ

اللہ کو جس نے ان کو پیدا فرمایا اگر تم انکی عبادت کرتے ہو سو اگر وہ تکبر کریں تو جو تیرے رب کے مقرب ہیں

يَسْبَحُونَ لَهُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ﴿۴۸﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ أَن تَرَى الْأَرْضَ

وہ رات دن انکی پاکی بیک لگتے ہیں اور اکتاتے نہیں ہیں اور انکی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ تو زمین کو دبی ہوئی حالت میں

خَاشِعَةً فَإِذَا أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ۚ إِنَّ الَّذِي أَحْيَاهَا لَمُحْيِي الْمَوْتِ ۚ

دیکھتا ہے پھر جب ہم اس پر پانی نازل کر دیتے ہیں تو وہ ابھر آتی ہے اور بڑھتی ہے بلاشبہ جس نے اس کو زندہ فرمایا وہی مردوں کو زندہ کرنے والا ہے۔

إِنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۴۹﴾

بلاشبہ وہ ہر چیز پر قادر ہے

سے جو آپ کو اذیت بالنتی ہی احسن کی صورت میں دی گئی ہے تو فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ (تو اللہ تعالیٰ سے اس کے شر سے پناہ مانگیں) اور اپنے حلم پر جسے رہیں اور ان کی بات نہ مانیں إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ (وہی آپ کے استفادہ کو سننے والا اور) الْعَلِيمُ (نزع شیطانی کو جاننے والا ہے)

۳۷: وَمِنْ آيَاتِهِ (اور اس کی نشانیوں میں سے) جو اس کی وحدانیت پر دلالت کرنے والی ہیں۔ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ (دن اور رات ہے) یہ معلوم اندازہ کے ساتھ ایک دوسرے کے پیچھے آنے میں اور مقررہ مقدار کے مطابق باری باری آنے میں وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ (اور سورج اور چاند ہے) ایک مقررہ سیر پر چلنے میں یہ دونوں خاص ہیں۔ اور ان کا نور بھی مقرر ہے۔ لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ (تم لوگ نہ سورج کو اور نہ چاند کو سجدہ کرو) یہ دونوں مخلوق ہیں اگرچہ ان کے منافع بے شمار ہیں۔ وَاسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَهُنَّ إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ (اور اس اللہ کو سجدہ کیا کرو جس نے ان کو پیدا کیا) خلقہن کی ضمیر آیات کی طرف ہے۔ یا لیل و نہار اور شمس و قمر کی طرف ہے۔ کیونکہ غیر عاقل جماعت کا حکم مؤنث والا ہے۔ یا وہ مؤنث ہے جیسا کہتے ہیں۔ الا قلام بریتھا و بریتھن۔ شاید ان میں کچھ لوگ سورج چاند کو سجدہ کرتے تھے۔ جس طرح صابین کرتے ہیں۔ کہ کواکب کی بھی عبادت کرتے تھے۔ اور ان کا خیال یہ ہے کہ ان کا مقصود چاند و سورج کو سجدہ کرنے سے اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنا ہے۔ پس ان کو اس واسطے سے روک دیا گیا۔ اور ان کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے سجدہ سے اللہ تعالیٰ کی ذات کو ہی مقصود سمجھیں۔ اگر وہ اس کی

عبادت کرتے ہیں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک کرنے والے نہیں۔ کیونکہ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کی عبادت کرنے والا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والا نہیں۔

۳۸: فَإِنِ اسْتَكْبَرُوا فَالَّذِينَ عِنْدَ رَبِّكَ (پس اگر وہ تکبر کریں تو جو فرشتے آپ کے رب کے مقرب ہیں) ملائکہ مراد ہیں۔ يُسَبِّحُونَ لَهُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْنَمُونَ (وہ شب و روز اس کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں اور وہ اکتاتے نہیں ہیں) لایسنمون کا معنی اکتانا ہے۔ مطلب آیت کا یہ ہے پھر اگر یہ لوگ تکبر کریں اور اس کے احکام کی تعمیل نہ کریں اور واسطہ کے بغیر اس کو ماننے سے انکاری ہوں تو ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دیں۔ اللہ تعالیٰ عابد و ساجد بالا خلاص کو معدوم نہیں فرماتے۔ اس کے مقرب بندے ایسے بھی ہیں جو دن رات شریکوں سے اس کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں۔ عند ربك یہ تعبیر ہے اور مرتبہ اور عظمت کی تعبیر ہے۔ ہمارے نزدیک سجدہ تلاوت کا مقام لا یسأمون ہے۔ اور شافی رحمہ اللہ کے ہاں تعبدون ہے۔ اور پہلا قول زیادہ احتیاط والا ہے۔

قدرت و تصرف کی نشانی:

۳۹: وَمِنْ آيَاتِكَ تَرَى الْآرْضَ خَاشِعَةً (اور اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ تو زمین کو دیکھتا ہے۔ دبی دبائی ہے) خاشعہ کا معنی غبار والی خشک۔ خشوع اصل میں تذلل اور عاجزی کو کہتے ہیں۔ یہاں بطور استعارہ اس زمین کیلئے استعمال ہوا جو بغیر نبات اور بغیر پانی کے ہو قاذآ أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ (پھر جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں) الماء سے بارش مراد ہے۔ اهْتَزَّتْ (تو وہ ابھرتی ہے) نباتات کے ساتھ حرکت میں آتی ہے۔ وَرَبَّتْ (اور پھولتی ہے) پھولتی پھٹتی ہے۔ إِنَّ الَّذِي أَحْيَاَهَا لَمُحْيِي الْمَوْتَى إِنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (جس نے اس زمین کو زندہ کر دیا۔ وہی مردوں کو زندہ کرے گا۔ بیشک وہ ہر چیز پر قادر ہے) پس وہ بعث پر لازماً قدرت والا ہوگا۔

إِنَّ الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي آيَاتِنَا لَا يَخْفُونَ عَلَيْنَا ۗ أَفَمَنْ يُلْقَى فِي النَّارِ خَيْرًا مِّنْ

بلاشبہ جو لوگ ہماری آیتوں میں کجروی اختیار کرتے ہیں وہ ہم پر پوشیدہ نہیں ہیں، کیا جو شخص آگ میں ڈالا جائے گا وہ بہتر ہے یا

مَنْ يَأْتِي آمِنًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ ۗ إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۗ إِنَّ الَّذِينَ

وہ شخص جو قیامت کے دن امن کی حالت میں آئے گا تم کو لو جو چاہو بیشک وہ تمہارے کاموں کو دیکھنے والا ہے، بیشک جن لوگوں نے

كَفَرُوا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَاءَهُمْ وَإِنَّهُ لَكِتَابٌ عَزِيزٌ ۗ لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ

ذکر کے ساتھ کفر کیا جب وہ انکے پاس آ گیا اور بیشک حال یہ ہے کہ وہ کتاب عزیز ہے اس کے پاس باطل نہیں آتا آگے سے

وَلَا مِنْ خَلْفِهِ ۗ تَنْزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ۗ مَا يُقَالُ لَكَ إِلَّا مَا قَد قِيلَ لِلرُّسُلِ مِنْ

اور نہ پیچھے سے اور نہ اتاری ہوئی ہے حکمت والے کی طرف سے جو ستودہ اوصاف ہے، آپ سے نہیں کہا جاتا مگر وہی جو آپ سے پہلے رسولوں کے لئے

قَبْلِكَ ۗ إِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ وَذُو عِقَابٍ أَلِيمٍ ۗ وَلَوْ جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا أَعْجَمِيًّا لَقَالُوا

کہا گیا بلاشبہ آپ کا رب مغفرت والا ہے اور درد ناک عذاب والا ہے، اور اگر ہم اسکو قرآن نجی بنا دیتے تو یہ لوگ کہتے

لَوْلَا فَصَّلَتْ آيَاتُهُ ۗ أَعْجَمِيٌّ وَعَرَبِيٌّ ۗ قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ آمَنُوا هُدًى وَ

کہ اس کی آیات کو کیوں واضح طریقہ پر بیان نہیں کیا گیا، یہ کیا بات ہے کہ رسول عربی ہے اور کتاب نجی ہے، آپ فرمادیتے کہ وہ ایمان والوں کے لئے ہدایت ہے

شِفَاءٌ ۗ وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ فِي آذَانِهِمْ وَقُرْءَانٌ وَهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ۗ أُولَٰئِكَ

اور شفاء ہے، اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں ڈاٹ ہے اور وہ ان پر گمراہی کا سبب بنا ہوا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں

يُنَادُونَ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيدٍ ۗ

جنہیں دور سے پکارا جاتا ہے۔

حق سے منحرف:

۴۰: إِنَّ الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي آيَاتِنَا (بلاشبہ جو لوگ ہماری آیات میں کجروی اختیار کرتے ہیں) وہ ہمارے دلائل سے منہ موڑ کر حق سے روگردانی اختیار کرتے ہیں۔ عرب کہتے ہیں الحد الحافر و لحد جبکہ وہ استقامت سے جھک جائے اور ایک جانب کو کھودے۔ یہ لفظ یہاں بطور استعارہ قرآن مجید کی آیات کی صحیح و درست تاویل سے انحراف کرنے کیلئے استعمال کیا گیا ہے۔

قراءت: حمزہ نے یَلْحَد پڑھا ہے۔

لَا يَخْفُونَ عَلَيْنَا (وہ لوگ ہم پر مخفی نہیں) اس میں ان کی تحریف پر وعید و ڈراو اسنا یا گیا ہے۔ اَفَمَنْ يُلْقَى فِي النَّارِ خَيْرًا مِّنْ يَّاتِيْ اِمْنًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ (پس بتلاؤ جو شخص آگ میں ڈالا جائے وہ اچھا ہے یا وہ شخص جو قیامت کے دن امن و امان کے ساتھ آئے) یہ کافر و مؤمن کی تمثیل پیش کی گئی ہے۔ اِعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ (تم جو جی چاہے کر لو) یہ انتہائی تہدید اور وعید میں مبالغہ ہے۔ اِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (وہ تمہارا سب کیا ہوا دیکھ رہا ہے) پس وہ اس پر تمہیں بدلہ دے گا۔

۳۱: اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ (جو لوگ قرآن مجید کا جبکہ وہ ان کے پاس پہنچتا ہے انکار کرتے ہیں) الذکر سے قرآن مجید مراد ہے کیونکہ انہوں نے اپنے کفر کی وجہ سے قرآن مجید کے متعلق طعن و تشنیع کی اور اس کی تاویل میں تحریف سے کام لیا۔ لَمَّا جَاءَهُمْ (جب وہ ان کے پاس پہنچا)

نَحْوٍ: اِن کی خبر محذوف ہے ای یعدبون یا ہالکون یا اولئک ینادون من مکان بعید اور درمیان میں جملے معترضہ ہیں۔ وَاِنَّهٗ لِكِتٰبٍ عَزِيْزٍ (اور بیشک وہ بڑی با وقعت کتاب ہے) محفوظ ہے جس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے لی ہے۔

قرآن منافقین سے بری:

۳۲: لَا يٰۤاٰتِيْهِ الْبٰطِلُ (اس میں غیر واقعی بات نہیں آسکتی) باطل سے تبدیلی یا تاقض مراد ہے۔ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ (نہ اس کے آگے کی طرف سے اور نہ اس کے پیچھے کی طرف سے) یعنی کسی بھی وجہ سے تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ (یہ اللہ تعالیٰ جو حکیم و حمید ہیں ان کی طرف سے نازل کیا گیا ہے) حمید وہ ذات ہے جو حمد کی مستحق ہو۔

تسلی رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

۳۳: مَا يُقَالُ لَكَ (اور آپ کو وہی باتیں کہی جاتی ہیں) جو کہ آپ کو آپ کی قوم کے کافر لوگ کہتے ہیں۔ اِلَّا مَا قَدْ قِيْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ (جو آپ سے پہلے رسولوں کو کہی گئی ہیں) اسی طرح کی باتیں ہیں جو رسولوں کو ان کی کافر اقوام نے ایذا دینے کیلئے کہیں اور آسمانوں سے نازل شدہ کتابوں پر طعن و تشنیع کی۔ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ (بیشک آپ کا رب بڑی مغفرت والا ہے) اور انبیاء علیہم السلام کے ساتھ رحمت کا معاملہ کرنے والا ہے۔ وَذُوْ عِقَابٍ اَلِيْمٍ (اور دردناک سزا دینے والا ہے) انبیاء علیہم السلام کے دشمنوں کو اور یہ بھی درست ہے کہ اس طرح مطلب لیا جائے آپ کو اللہ تعالیٰ اسی طرح فرماتے ہیں جیسا آپ سے پہلے رسولوں کو کہا گیا اور اس مقولہ سے یہ ارشاد مراد ہے۔ اِن رَّبُّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ وَذُوْ عِقَابٍ اَلِيْمٍ۔

کفار کے قرآن پر اعتراض کا جواب:

۳۴: وَكُوْفِرُوْا بِمَا كُوْفِرْنَا بِهٖ (اور اگر ہم اس کو بناتے) اس ذکر کو قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا (عجمی قرآن) یعنی اس کی لغت عجمی ہوتی اس وقت ضد کی وجہ سے اس طرح کہتے ہیں کہ یہ قرآن عجمی لغت میں کیوں نہ اترے۔ تو جواب دیا گیا۔ اگر اسی طرح ہوتا جیسا تم تجویز کرتے ہو۔

لَقَالُوا لَوْلَا فُصِّلَتْ آيَاتُهُ (تویوں کہتے اس کی آیات صاف صاف کیوں نہیں بیان کی گئیں) فصلت کا معنی بینت ہے یعنی بیان کی گئیں عربی زبان میں تاکہ ہم اس کو سمجھ لیتے اور یہ بات ضد کے طور پر کہتے۔ اَعْجَمِيٌّ وَعَرَبِيٌّ (یہ کیا بات ہے کہ عجمی کتاب اور عربی رسول)

قراءت: کوئی قراء نے حفص کے علاوہ دو ہمزہ سے پڑھا۔ ایک ہمزہ انکار، یعنی لا نکروا وقالوا اقرآن اعجمی و رسول عربی تاکہ وہ انکار کریں اور کہیں کیا قرآن عجمی اور رسول عربی ہے یا جن کی طرف رسول بھیجا گیا وہ عربی اور قرآن عجمی۔ باقی قراء نے ایک ہمزہ ممدودہ استفہامیہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ الا عجمی جو غیر فصیح ہو اس کا کلام سمجھ نہ آتا ہو خواہ وہ عجمی ہو یا عربی۔ عجمی جو عجم کا رہنے والا ہو۔ خواہ وہ فصیح ہو یا غیر فصیح۔

مطلب یہ ہے کہ آیات جس طریقہ پر بھی اتاری جائیں وہ ضد کی وجہ سے اعتراض کرتے کیونکہ ان میں طلب حق تو ہے نہیں۔ بس خواہشات پرستی میں مبتلا ہیں۔ اس میں اشارہ کر دیا کہ اگر قرآن مجید کو عجمی زبان میں اتارا جاتا تو بھی قرآن ہوتا۔ پس اس صورت میں ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی یہ دلیل بن جائے گی کہ اگر فارسی میں قراءت کر لی تو نماز جائز ہوگی۔ (مگر اس قول کی نسبت خود قابل دلیل ہے انظر شروح الهدایة)

قُلْ هُوَ (آپ کہہ دیجئے کہ وہ) یعنی قرآن لِلَّذِينَ آمَنُوا هُدًى (ایمان والوں کیلئے راہنما ہے) حق کی طرف راہنمائی کرنے والا ہے۔ وَشِفَاءٌ (اور شفاء ہے) اس شک کیلئے جو سینوں میں ہے اس لئے کہ شک مرض ہے۔ وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ فِي آذَانِهِمْ وَقْرٌ (اور وہ لوگ جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں ڈاٹ ہے)۔ یہ موضع جر میں واقع ہے کیونکہ اس کا عطف للذین آمنوا پر ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے هو للذین آمنوا هدی و شفاء و هو للذین لا یؤمنون فی آذانہم و قر۔ و قر بہرہ پن۔ البتہ اس میں ایک بات ہے کہ اس میں دو عالموں پر عطف ہے۔ اور انخس نحوی کے ہاں وہ جائز ہے۔ نمبر ۲۔ رفعی حالت ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے۔ والذین لا یؤمنون ہو فی آذانہم و قر مبتدأ محذوف ہے یا فی آذانہم منہ و قر۔ و قر مبتدأ مؤخر ہے۔ وَهُوَ (اور وہ) یعنی قرآن عَلَیْهِمْ عَمًى (ان کے حق میں اندھا پن ہے) یعنی اندھیرا اور شبہات ہیں۔ اُولَئِكَ ينادون من مكان بعيد (یہ لوگ کسی دور جگہ سے پکارے جاتے ہیں) یعنی قرآن کو قبول نہ کرنے اور اس سے فائدہ نہ اٹھانے کی بناء پر گویا ان کو قرآن پر ایمان لانے کی دعوت کسی دور جگہ سے دی جا رہی ہے۔ اور یہ فاصلہ کی دوری کی وجہ سے سن نہیں پاتے۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کو قیامت کے دن دور جگہ سے پکارا جائے گا۔ اور ان کے قبیح ترین نام لے کر بلایا جائے گا۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَاخْتَلَفَ فِيهِ طُولًا كَلِمَةً سَبَقَتْ مِنْ

اور یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے موسیٰ کو کتاب دی سو اس میں اختلاف کیا گیا اور اگر ایک بات نہ ہوتی جو آپ کے رب کی طرف سے ملے

رَبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ طُورًا وَإِنَّهُمْ لَفِي شَكِّ مِّنْهُ مُرِيبٍ ۝۴۵ مَّنْ عَمِلَ صَالِحًا

ہو چکی ہے تو انکے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا، اور بلاشبہ یہ لوگ اسکی طرف سے شک میں پڑے ہوئے ہیں، جس نے نیک عمل کیا

فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلِيَهَا طُورًا وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ۝۴۶

سو وہ اس کی جان کے لئے ہے اور جس نے برا عمل کیا تو اس کا وبال اسی پر ہے، اور آپ کا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔

تورات میں اختلاف کیا گیا:

۴۵: وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَاخْتَلَفَ فِيهِ (اور ہم نے موسیٰ کو بھی کتاب دی تھی۔ پس اس میں بھی اختلاف ہو گیا) بعض نے کہا وہ برحق ہے۔ اور بعض نے کہا وہ باطل ہے۔ جیسا کہ تمہاری قوم اس کتاب کے متعلق اختلاف کر رہی ہے۔ وَلَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ (اور اگر ایک بات نہ ہوتی جو آپ کے رب کی طرف سے پہلے مقرر ہو چکی ہے) کہ ان سے عذاب کو موخر کر دیا گیا۔ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ (تو اس کا فیصلہ ہو چکا ہوتا) تو ان کا ضرور استیصال کر دیا جاتا۔

ایک قول:

یہ ہے کہ کلمہ سابقہ سے قیامت والا وعدہ مراد ہے۔ اور تمام جھگڑوں کا حقیقی فیصلہ قیامت کے دن ہوگا اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو دنیا میں ہی ان کا فیصلہ کیا جا چکا ہوتا۔ وَإِنَّهُمْ (اور بیشک وہ) كَفَّارٌ لِّفِي شَكِّ مِّنْهُ مُرِيبٍ (اس کی طرف سے ایسے شک میں ہیں جس نے ان کو تردد میں ڈال رکھا ہے) مریب شک میں ڈالنے والا۔

۴۶: مَّنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ (جو شخص نیک عمل کرتا ہے وہ اپنے نفع کیلئے) اس کے نفس کو اس کا فائدہ ہوگا۔ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلِيَهَا (اور جو شخص برا عمل کرتا ہے اس کا وبال اسی پر پڑیگا) اس کے نفس کو اس کا ضرر پہنچے گا۔ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ (اور آپ کا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں) کہ غیر مجرم کو عذاب دے۔

إِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرَاتٍ مِنْ أَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ

۲۵

اسی کی طرف قیامت کا علم حوالہ کیا جاتا ہے، اور جو پھل اپنے خولوں سے نکلتے ہیں اور جو کوئی عورت حاملہ

أَنْثَىٰ وَلَا تَضَعُ إِلَّا بِعِلْمِهِ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ أَيْنَ شُرَكَائِيَ قَالُوا أَدْذُكَ مَا مِنَّا

ہوتی ہے اور جو بچہ جنتی ہے یہ سب اسکے علم میں ہے، اور جس دن وہ پکارے گا کہاں، ہیں میرے شرکاء وہ کہیں گے کہ ہم اعلان کے ساتھ آپ سے عرض کرتے ہیں کہ ہم میں سے

مِنْ شَهِيدٍ ۚ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَدْعُونَ مِنْ قَبْلُ وَظَنُوا مَا لَهُمْ مِنْ مَّحِيصٍ ۝۴۸

کوئی عویدار نہیں ہے، اور اس سے پہلے وہ جن کو پکارا کرتے تھے وہ سب ضال ہو جائیں گے اور یہ لوگ یقین کر لیں گے کہ ان کے چھوٹنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔

قیامت کا علم اللہ عزوجل ہی کو ہے:

۴: إِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ (اور قیامت کے علم کا حوالہ خدا ہی کی طرف دیا جاسکتا ہے) قیامت کے قیام کا علم اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹنے والا ہے۔ مسئول پر لازم ہے کہ قیامت کا علم اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوا کہے۔ اللہ يعلم ذلك۔ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرَاتٍ (اور کوئی پھل اپنے خول میں سے نہیں نکلتا)

قراءت: مدنی، شامی، حفص نے ثمرات اور دیگر قراء نے بغیر الف پڑھا ہے۔

مِنْ أَكْمَامِهَا (اپنے خولوں سے) جمع کُم کی ہے معنی خول جس میں پھل ہوتا ہے اس سے قبل کہ وہ پھٹے۔ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ

أَنْثَىٰ (اور نہ کسی عورت کو حمل رہتا ہے) یعنی اس کا حمل وَلَا تَضَعُ إِلَّا بِعِلْمِهِ (اور نہ وہ بچہ جنتی ہے مگر یہ سب اس کی اطلاع سے ہوتا

ہے) یعنی جو چیز بھی نئی پیدا ہوتی ہے خواہ وہ کوئی نیا پھل نکلے اور کسی حاملہ کے پیٹ میں حمل ٹھہرے اور کوئی حاملہ اپنے پیٹ سے بچہ

جنم دے وہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور وہ ایام حمل کی گنتی اور ساعات اور تمام احوال، ناقص، کامل، مذکر، مؤنث، خوبصورت، قبیح

وغیرہ سب سے واقف و مطلع ہے۔ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ أَيْنَ شُرَكَائِيَ (اور جس روز اللہ تعالیٰ ان کو پکارے گا۔ کہ میرے شریک کہاں

ہیں) اس میں اللہ تعالیٰ نے شرکاء کی اضافت اپنی طرف فرمائی دراصل مخاطبین کے زعم و خیال کے مطابق اور اس

کی وضاحت خود دوسرے ارشاد میں اسی طرح موجود ہے۔ این شرکاء ی الذین زعمتم اس میں ان کو خبردار کیا گیا اور شرمندہ کیا

گیا ہے۔ قَالُوا أَدْذُكَ (وہ کہیں گے ہم آپ سے یہی عرض کرتے ہیں) آپ کو بتلا دیا۔ ایک قول یہ ہے آپ کو خبر دے دی اور یہ

معنی زیادہ ظاہر ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ تو پہلے سے ہی جاننے والے ہیں۔ اور جاننے والے کو بتلانا یہ محال ہے البتہ عالم کو کسی چیز کی

اطلاع دینا تاکہ جو چیز اس کے علم میں ہے وہ پختہ ہو جائے۔ ورنہ معنی یہ ہے۔ آپ ہمارے دلوں کو اب جانتے ہیں ہم وہ باطل اور غلط

گواہی نہیں دیتے۔ کیونکہ جب ان کے نفوس سے یہ بات معلوم ہوئی تو گویا انہوں نے اس کو بتلائی۔ مَا مِنَّا مِنْ شَهِيدٍ (ہم میں سے کوئی بھی مدعی نہیں ہے) ہم سے کوئی بھی نہیں جو یہ گواہی دے کہ تیرا کوئی شریک ہے۔ ہم میں سے ہر ایک آپ کو وحدہ

لَا يَسْمُرُ الْإِنْسَانُ مِنْ دُعَاءِ الْخَيْرِ وَإِنْ مَسَّهُ الشَّرُّ فَيُوسِقِنُوطٌ ۝ وَلَئِنْ أَدْقَنَهُ

انسان خیر کی دعا کرنے سے نہیں اکتاتا، اور اگر اسے تکلیف پہنچ جائے تو پوری طرح ناامید ہو جاتا ہے۔ اور تکلیف پہنچ جانے کے

رَحْمَةً مِّنَّا مِنْ بَعْدِ ضَرَاءٍ مَسَّتَهُ لِيَقُولَنَّ هَذَا لِي وَمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً ۝

بعد اگر ہم اسے اپنی رحمت چکھا دیں تو وہ کہتا ہے کہ مجھے یہ چاہیے اور میں یہ گمان نہیں کرتا کہ قیامت قائم ہونے والی ہے،

وَلَئِنْ رُجِعْتُ إِلَىٰ رَبِّي إِنَّ لِي عِنْدَهُ لَلْحُسْنَىٰ ۚ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِمَا

اور اگر میں اپنے رب کی طرف لوٹا دیا گیا تو میرے لئے اس کے پاس بہتری ہوگی، سو جن لوگوں نے کفر کیا ہم ضرور ضرور ان کے اعمال سے

عَمِلُوا وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيظٍ ۝ وَإِذَا أَنْعَمْنَا عَلَىٰ الْإِنْسَانِ أَعْرَضَ

انہیں باخبر کر دیں گے اور ہم انہیں ضرور سخت عذاب چکھا دیں گے، اور جب ہم انسان کو نعمت عطا کرتے ہیں تو وہ اعراض کرتا ہے

وَنَابِجَانِبِهِ ۚ وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُو دُعَاءٍ عَرِيضٍ ۝

اور ایک جانب کو دور چلا جاتا ہے اور جب اسے تکلیف پہنچ جاتی ہے تو لمبی چوڑی دعا والا ہو جاتا ہے۔

لا شریک ماننے والا ہے۔ یا ہم میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں جو ان کے شرکاء کو دیکھ سکے۔ کیونکہ وہ ان سے گم ہو گئے ہونگے اور ان کے الہ ان سے گم ہو گئے ہونگے اس توخیج کی گھڑی میں وہ ان کو دیکھ نہ سکیں گے۔ ایک قول یہ ہے یہ کلام شرکاء کا ہے ہم میں سے کوئی بھی نہیں جو اس بات کو مانے جو انہوں نے ہماری طرف نسبت کی ہے کہ ہم کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرکت حاصل ہے۔

۳۸: وَصَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَدْعُونَ (اور سب غائب ہو جائیں گے جن کو یہ لوگ پہلے سے پوجا کرتے تھے) يدعون کا معنی عبادت کرنا۔ مِنْ قَبْلُ (اس سے پہلے) دنیا کی زندگی میں وَظَنُوا (اور وہ یقین کر لیں گے) مَا لَهُمْ مِنْ مَّحِيصٍ (کہ ان کے لئے کہیں بچاؤ کی صورت نہیں) محیص بھاگ کر پناہ لینے کا ٹھکانہ۔

انسان مال و نعمت میں ترقی کا خواہاں ہے:

۳۹: لَا يَسْمُرُ (جی نہیں بھرتا) اکتاتا نہیں الْإِنْسَانُ (انسان کا) انسان سے کافر مراد ہے۔ اس کی دلیل اس ارشاد میں ہے۔ وما اظن الساعة قائمة [الکہف: ۳۶] مِنْ دُعَاءِ الْخَيْرِ (ترقی کی خواہش سے) مال اور نعمت میں وسعت مانگتے ہوئے اس کا دل نہیں بھرتا۔ تقدیر کلام اس طرح ہے۔ من دعائه الخیر۔ فاعل کو حذف کر کے مفعول کی طرف اس کی اضافت کر دی اس کے خیر کو مانگنے سے۔ وَإِنْ مَسَّهُ الشَّرُّ (اور اگر اس کو کچھ تکلیف پہنچتی ہے) الشر سے مراد فقر فَيُوسِقِنُوطٌ (وہ ناامید ہو جاتا ہے) بھلائی سے قَنُوطٌ (ہر اسماں ہو جاتا ہے) رحمت سے مایوس۔ اس میں دو طریق سے مبالغہ ہے۔ نمبراً۔ فاعول کے وزن پر لائے جو مبالغہ

کا وزن ہے نمبر ۲۔ اور دو مرتبہ لائے۔ القنوطانا امید کی کا اثر ظاہر ہونا جس سے وہ مضطرب اور منکسر ہو کر رہ جائے یعنی ایسی حالت ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت سے امیدیں منقطع کر بیٹھے اور یہ کافر کی حالت و کیفیت ہے اس کی دلیل یہ ارشاد الہی ہے۔ اِنَّهٗ لَا يَآئِسُ مِنَ رُوحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُوْنَ [یوسف: ۸۷]

انسان کی کم عقلی اور سرکشی کی سزا:

۵۰: وَلَئِنْ اَذَقْتَهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْۢمَّا بَعْدَ ضَرَّآءٍ مَّسَّتْهُ لَيَقُولَنَّ هٰذَا لِيْۤ اِلٰى (اور اگر ہم اس سے کسی تکلیف کے بعد جو کہ اس پر واقع ہوئی تھی۔ اپنی مہربانی کا مزہ چکھا دیتے ہیں تو کہتا ہے کہ یہ تو میرے لئے ہونا ہی چاہیے تھا) جب ہم صحت دے کر مرض کے بعد کشادگی کرتے ہیں یا تنگدستی کے بعد وسعت دیتے ہیں تو کہتا ہے ہذا لىٰ کہ یہ میرا حق ہے جو مجھے ملا ہے کیونکہ میرے پاس جو خیر ہے اس کی وجہ سے میں نے اس کو اپنے لئے واجب کر لیا۔ اور اسی طرح میرے جو اعمال صالحہ اور فضیلتیں ہیں ان کی وجہ سے میں اس کا حقدار ہوں۔ یا یہ تو میرا ہی رہے گا کبھی مجھ سے زائل نہ ہوگا۔ وَمَا اٰتٰنُ السَّاعَةَۙ فَاَنِمَّةٌ (اور میں نہیں خیال کرتا کہ قیامت آنے والی ہے) یعنی میرے گمان میں وہ واقع ہونے والی ہی نہیں ہے۔ وَلَئِنْ رُجِعْتُۙ اِلٰى رَبِّىْۙ (اور اگر میں اپنے رب کی طرف لوٹا یا بھی گیا) جیسا کہ مسلمانوں کا اعتقاد ہے۔ اِنَّ لِيْۤ أِنۡدَۃًۙ (تو میرے لئے اس کے پاس بھی بہتر ہی ہے) اللہ تعالیٰ کے ہاں لِلْحُسْنٰى (بہتر ہی ہے) للحسنیٰ سے جنت مراد ہے۔ نمبر ۲۔ اچھی حالت جیسے عظمت و نعمت۔ درحقیقت اس نے قیامت کے معاملہ کو دنیا پر قیاس کیا فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤاۙ بِمَا عَمِلُوۡۤا (تو ہم ان منکروں کو ان کے سب کردار ضرور بتلا دیں گے) ہم ان کے ان اعمال کی حقیقت کی اطلاع ضرور ان کو دیں گے وہ اعمال جو ان کو عذاب میں ڈالنے والے ہیں۔ وَلَنذِیۡقَنَّهُمۡ مِّنۡ عَذَابٍۭ غَلِيۡظٍ (اور ان کو سخت عذاب کا مزہ ضرور چکھائیں گے) غلیظ شدید و سخت جو ان سے منقطع نہ ہو۔

سرکشی کی دوسری قسم:

۵۱: وَاِذَاۙ اَنْعَمْنَا عَلٰى الْاِنۡسَانِۙ اَعْرَضَ (اور جب ہم آدمی کو نعمت عطاء کرتے ہیں تو منہ موڑ لیتا ہے) یہ انسان کی سرکشی کی دوسری قسم ہے۔ کہ جب اللہ تعالیٰ اس کو نعمت عنایت فرماتے ہیں تو وہ نعمت اس کو مغرور کر دیتی ہے۔ وہ منعم کو بھول جاتا ہے اور اس کے شکر یہ سے اعراض کر لیتا ہے۔ وَنَابِجَانِبِهٖ (اور کروٹ پھیر لیتا ہے) اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے دوری اختیار کرتا اور اس کے پکارنے سے پہلو تہی کرتا ہے یا وہ اپنے آپ سے نکل کر تکبر کرنے لگتا ہے۔ اور بڑا بنتا ہے۔ حقیقت اس کی یہ ہے کہ اس کے پہلو کو اس انسان کی جگہ رکھا گیا ہے کیونکہ آدمی کا مکان اور اس کی جہت اس کے قائم مقام سمجھی جاتی ہے۔ جیسا کہ کاتب کہا کرتے ہیں کتبت الی جہتہ والی جانبہ العزیز۔ مراد اس سے اپنی ذات ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا۔ ونا بنفسہ اور اس نے اپنے آپ کو دور کیا۔ وَاِذَاۙ مَسَّهُ الشَّرُّ (اور جب اس کو پہنچتا ہے شر) نقصان اپنے پاس سے۔ فَذُوۡۤاۙ دُعَآءِۙ عَرِیۡضٍ (تو وہ خوب لمبی چوڑی دعائیں کرتا ہے)

قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهِ مَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِي

آپ فرما دیجئے کہ تم بتاؤ اگر یہ قرآن اللہ کی طرف سے ہو پھر تم نے اس کا انکار کیا تو اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہوگا جو دور کی

شِقَاقٍ بَعِيدٍ ۵۱ سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْأَفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ

مخالفت میں پڑ گیا ہم عنقریب انہیں آفاق میں اور انکے نفسوں میں نشانیاں دکھائیں گے یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے

أَنَّهُ الْحَقُّ ۖ أَوْلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۗ إِلَّا إِنَّهُمْ فِي مَرِيئَةٍ

کہ بلاشبہ وہ حق ہے، کیا آپ کے رب کی یہ بات کافی نہیں ہے کہ وہ ہر چیز پر شاہد ہے، خبردار وہ لوگ اپنے رب کی ملاقات کی طرف سے

مِّنْ لِّقَاءِ رَبِّهِمْ ۖ إِلَّا أَنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطٌ ۗ

شک میں ہیں خبردار اس میں شک نہیں کہ وہ ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

عریض کا معنی بہت زیادہ، یعنی ہمیشہ دعاؤں کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور گڑگڑاتا ہے اور زاری کرتا ہے اور کثرت و دوام دعاء کو بتلانے کیلئے بطور استعارہ عریض کو استعمال فرمایا گیا ہے حالانکہ یہ جسم والی اشیاء کی صفت ہوتی ہے جیسا کہ شدت عذاب کیلئے غلیظ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اس ارشاد اور دوسرے ارشاد فینوس قنوط میں کوئی منافات نہیں۔ کیونکہ فینوس الگ لوگوں کے متعلق ہے اور دوسرا الگ لوگوں سے متعلق ہے۔ یا خشکی میں ناامیدی اور سمندر میں لمبی لمبی دعائیں۔ یا دل سے ناامید اور زبان سے دعا گویا بت سے ناامید اور اللہ تعالیٰ کو پکارنے والا۔

۵۱: قُلْ أَرَأَيْتُمْ (کہہ دیں کہ مجھے بتاؤ) خَبْرٍ وَإِنْ كَانَ (کہ اگر وہ) یعنی قرآن مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهِ (اللہ کی طرف سے پھر تم انکار کرو) مَنْ أَضَلُّ (تو ایسے شخص سے بڑھ کر کون غلطی پر ہوگا۔ یعنی تم سے بڑھ کر) اَلْبَتَّةَ قَوْلِ مِمَّنْ هُوَ فِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ اس کی جگہ لایا گیا تاکہ ان کے حال کو واضح کر دیا جائے اور ان کی حالت ظاہر ہو جائے۔

قرآن کی حقانیت واضح ہو جائے گی:

۵۳: سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْأَفَاقِ (عنقریب ہم ان کو اپنی نشانیاں گرد و نواح میں بھی دکھائیں گے) کہ شرقاً اور غرباً ممالک فتح ہو گئے ہیں۔ وَفِي أَنْفُسِهِمْ (اور خود ان کے اپنے نفسوں میں) مکہ کی فتح حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ (یہاں تک کہ ان سے سامنے واضح ہو جائے گا کہ وہ برحق ہے) یعنی قرآن مجید یا اسلام أَوْلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ (کیا آپ کے رب کی یہ بات کافی نہیں) نَحْوُ: بِرَبِّكَ رَفَعِ كَمَا فِي الْقُرْآنِ (اور مفعول محذوف ہے۔

أَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ (کہ وہ ہر چیز کا شاہد ہے) یہ بِرَبِّكَ کا بدل ہے تقدیر کلام اس طرح ہے۔ أَوْلَمْ يَكْفِهِمْ أَنْ

ربك على كل شيء شهيد - کیا ان کو یہ بات کافی نہ ہوئی کہ تیرا رب ہر چیز پر گواہ ہے۔ مطلب یہ ہے یہ وعدہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو گرد و نواح میں ظاہر کر دے گا اور خود ان کی اپنی ذات میں بھی وہ ان آیات کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں اور مشاہدہ کریں گے پس اس وقت ان کے سامنے یہ بات کھل جائے گی کہ قرآن مجید عالم الغیب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔ وہ عالم الغیب جو کہ ہر چیز پر شاہد اور حاضر و ناظر ہے۔

۵۴: أَلَا إِنَّهُمْ فِي مَرِيَّةٍ (خبردار وہ لوگ شک میں پڑے ہیں) مِّن لِّقَاءِ رَبِّهِمْ أَلَا إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطٌ (اپنے رب کی بارگاہ میں جانے کی طرف سے یاد رکھو وہ ہر چیز کو احاطہ میں لیے ہوئے ہے) وہ اشیاء کے اجمال و تفصیل اور ظواہر و بواطن کو جاننے والا ہے۔ اس پر کوئی چیز چھپنے والی نہیں ہے پس وہ ان کے کفر پر ان کو سزا دے گا۔ اور اس پر بھی سزا دے گا کہ وہ اس کی ملاقات کے متعلق شک میں مبتلا ہیں۔

الحمد لله سورة فصلت کا تفسیری ترجمہ لیلۃ النخیس بعد نماز عشاء کو تکمیل پذیر ہوا ۷ صفر المظفر ۱۴۲۳ھ

اللهم ان ذنبي احاطني فا حطني برحمتك الواسعة

سُوْرَةُ الشُّوْرَى وَهِيَ ثَلَاثٌ وَخَمْسُونَ آيَةً وَأَرْبَعٌ وَرُبْعٌ

سورۃ الشوریٰ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی آئیس ترین (۵۳) آیتیں اور پانچ ربوہ ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

حَمَّ ۱ عَسَقٌ ۲ كَذٰلِكَ يُوْحٰى اِلَيْكَ وَاِلٰى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۙ اللّٰهُ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۳

حَم ۵ عَسَق ۵ اسی طرف وہی بھیجتا ہے آپ کی طرف اور انکی طرف جو آپ سے پہلے تھے اللہ جو عزیز ہے حکیم ہے

لَهُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۗ وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ۙ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ

اسی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور وہ برتر ہے بڑا ہے ۱ کچھ بھید نہیں کہ آسمان اوپر سے پھٹ

مِنْ فَوْقِهِنَّ ۗ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِنَّ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِی الْاَرْضِ ۗ

پڑیں اور فرشتے اپنے رب کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور اہل زمین کے لئے مغفرت طلب کرتے ہیں،

اَلَا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۙ وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖ اَوْلِیَآءَ اللّٰهُ حَفِیْظٌ

خبردار اللہ ہی مغفرت کرتے والا رحمت کرنے والا ہے اور جن لوگوں نے اللہ کے سوا دوسرے کارساز تجویز کر رکھے ہیں وہ اللہ کی نگاہ

عَلَيْهِمْ ۗ وَمَا اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِیْلٍ ۙ وَكَذٰلِكَ اَوْحٰیْنَآ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لِتُنْذِرَ

میں ہیں آپ انکے ذمہ دار نہیں اور اس طرح ہم نے آپکی طرف قرآن عربی کی وہی بھیجی تا کہ آپ ام القریٰ

اَمْ الْقُرٰی وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنْذِرَ یَوْمَ الْجَمْعِ لَا رِیْبَ فِیْهِ فَرِیْقٌ فِی الْجَنَّةِ وَفَرِیْقٌ

اور انکے آس پاس کے رہنے والوں کو ڈرائیں اور جمع ہونے کے دن سے ڈرائیں جس میں کوئی شک نہیں، ایک فریق جنت میں ہوگا اور ایک فریق

فِی السَّعِیْرِ ۙ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ یُدْخِلُ مَنْ یَّشَآءُ فِی

دوزخ میں، اور اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ایک ہی جماعت بنا دیتا، اور وہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت میں

رَحْمَتِهٖ ۗ وَالظَّالِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نُنصِرُ ۙ اَمْ اَتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖ اَوْلِیَآءَ

وہی فرماتا ہے اور ظالموں کیسے کوئی دوست ہے اور نہ کوئی مددگار، کیا ان لوگوں نے اللہ کے سوا کارساز بنا رکھے ہیں

فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْوَلِیُّ وَهُوَ یُحِی الْمَوْتِی وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۙ

اللہ ہی کارساز ہے اور وہ مردوں کو زندہ کرے گا اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

حَمَّ ۝ عَسَقَ ۝ كَذَلِكَ يُوحِي إِلَيْكَ وَإِلَىٰ (حم-عسق- اسی طرح آپ پر اور جو آپ سے پہلے ہو چکے ہیں) الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ اللَّهُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (ان پر اللہ تعالیٰ جو زبردست حکمت والا ہے۔ وحی بھیجتا رہا ہے)۔

۲۱: حَمَّ- عَسَقَ- حم کو عسق سے الگ کر کے لکھا گیا ہے۔ کھببص کو اکٹھا لکھا گیا۔ کیونکہ حم، عسق دو آیات ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ حروف مقطعات تمام جدا لکھے جاتے ہیں ان کے ساتھ ملانے کیلئے اس طرح لکھا۔

تمام کتابوں میں بار بار یہ مضمون اُتارے:

۳: كَذَلِكَ يُوحِي إِلَيْكَ (اس وحی کی طرح یا اس کتاب کی طرح جو آپ کی طرف وحی کی گئی ہے۔ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ اور ان رسولوں کی طرف جو آپ سے قبل ہوئے۔ اللَّهُ یعنی اس سورت میں جو مضامین اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف بذریعہ وحی بھیجے ہیں۔ اس جیسے مضامین اللہ تعالیٰ نے دوسری سورتوں میں آپ کی طرف وحی کیے ہیں اور ان لوگوں پر جو آپ سے پہلے ہوئے یعنی ان کے رسولوں کی طرف۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان معانی کو بار بار تمام آسمانی کتابوں میں اتارا کیونکہ اس میں بندوں کے لیے شدید تنبیہ اور بڑی مہربانی ہے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

جو پیغمبر صاحب کتاب ہوئے ان سب پر حم، عسق کو اتارا۔

قراءت: مکی نے یوحی ح کو مفتوح پڑھا اور لفظ اللہ کو مرفوع اس قراءت کے مطابق جس پر یوحی دلالت کر رہا ہے۔ گویا کہنے والا کہہ رہا ہے۔ کہ وحی کرنے والا کون؟ تو جواب دیا گیا۔ اللَّهُ الْعَزِيزُ (وہ اپنے زور سے غالب ہیں) الْحَكِيمُ (اپنے قول و فعل میں درستی پر قائم ہیں)

۴: لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ (اس کا ہے جو آسمانوں اور زمینوں میں ہے) مُلْكٌ وَمِلْكٌ كَالْحَاظِ مِنْهُ وَهُوَ الْعَلِيُّ (اور وہ برتر ہے) الْعَظِيمُ (عظیم الشان ہے)

اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت اولاد قبیح ترین کلمہ ہے:

۵: تَكَادُ السَّمَوَاتُ (کچھ بعید نہیں کہ آسمان)

قراءت: نافع اور علی نے تکاد پڑھا ہے۔

يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ (اوپر سے پھٹ جائیں)

قراءت: بصری اور ابو بکر نے ینفطرن پڑھا ہے۔ اس کا معنی یہ ہے قریب ہے کہ آسمان اللہ تعالیٰ کی عظمت و بلند شان کی وجہ سے پھٹ پڑیں۔ اور اس پر العلی العظیم کے بعد اس کا لے آنا دلالت کر رہا ہے۔

ایک قول:

اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرنے کے قبیح ترین قول کی وجہ سے آسمان پھٹ جائیں جیسا دوسرے مقام پر فرمایا تاکاد

السموت يتفطرن منه [مریم: ۹۰]

من فوقهن۔ کا مطلب یہ ہے پھٹنے کی ابتداء آسمانوں کی بالائی جانب سے شروع ہو۔ قیاس کا تقاضا یہ تھا کہ کہا جاتا يتفطرن من تحتهن یعنی وہ جانب جس سے کلمہ کفر آیا۔ کیونکہ جو لوگ یہ کلمہ کہنے والے ہیں وہ آسمانوں کے نیچے ہیں۔ مگر اس میں مبالغہ کر کے اس کو اوپر والی جانب سے اثر انداز ہونے والا قرار دیا گیا اس طرح کہا گیا یکن یفطرن من الجهة التي فوقهن۔ دع الجهة التي تحتهن قریب ہے کہ وہ اس بالائی جانب سے پھٹ پڑیں نیچے والی جانب کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ من فوقهن سے من فوق الارض مراد ہے۔ پس کناہ زمین کی طرف راجع ہے کیونکہ ارض اسم جنس بمعنی ارضین ہے۔ اور ایک قول یہ ہے ملائکہ کے ہجوم کی وجہ سے پھٹنے کے قریب ہیں۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے آسمان چرچر کرتا ہے اور اس کو ایسا کرنے کا حق ہے کیونکہ اس میں ایک قدم کے برابر ایسی جگہ نہیں جس پر کوئی فرشتہ قیام، رکوع یا سجدہ کی حالت میں نہ ہو۔ [احمد ۵/۱۷۳، والترمذی ۲۳۱۲، ابن ماجہ ۳۱۹۰] وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ (اور فرشتے اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتے ہیں) اللہ تعالیٰ کی عظمت کو دیکھ کر خشوع و خضوع سے۔ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ (اور اہل زمین کیلئے معافی مانگتے ہیں) اہل زمین میں سے ایمان والوں کیلئے۔

فرشتوں کا استغفار:

جیسا کہ دوسرے اشاد میں فرمایا: وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا [غافر: ۷] ان پر اللہ تعالیٰ کے دبدبے سے ڈر کی بناء پر یا اللہ تعالیٰ کو وحدہ لا شریک قرار دیتے اور ان صفات سے اس کو پاک قرار دیتے ہیں جو اس کی ذات کے مناسب و لائق نہیں۔ وہ اپنے اوپر کی جانے والی مہربانیوں کی بناء پر ثناء خوان ہیں۔ اور اہل زمین کا اللہ تعالیٰ کی ناراضگیوں میں مشغول ہونا دیکھ کر متعجب ہوتے ہیں۔ اور زمین پر تمام ایمان والوں کیلئے استغفار کرتے ہیں۔ یارب العالمین کی بارگاہ سے طلب گار ہیں کہ وہ اہل ارض سے حلم کا معاملہ فرمائے اور ان کو جلد سزا نہ دے۔ اَلَا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (خوب سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ ہی معاف کرنے والا رحمت کرنے والا ہے) ان پر۔

۶: وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهَاۤ اَوْلِيَاۡءَ (اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو کارساز بنا رکھا ہے) اس کے شریک اور حصہ دار بنا رکھے ہیں۔ اللّٰهُ حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ (اللہ تعالیٰ ان کو دیکھ بھال رہا ہے) ان کے اموال و اعمال پر نگہبان ہے۔ ان میں سے کوئی چیز اس کے علم سے رہ جانے والی نہیں۔ پس وہ ان کو ان اعمال پر سزا دے گا۔ وَمَا اَنْتَ (اور نہیں ہے آپ کو) اے محمد ﷺ عَلَيْهِمْ بَوَكِيْلٌ (ان پر اختیار) نہ ان پر نگران اور نہ ہی آپ کو ان کا معاملہ سونپا گیا آپ صرف ڈرانے والے ہیں۔

وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبِّي عَلَيْهِ

اور جس کسی چیز میں تم اختلاف کرو تو اس کا فیصلہ اللہ ہی کے سپرد ہے، وہ اللہ میرا رب ہے میں نے اسی پر

تَوَكَّلْتُ ۗ وَإِلَيْهِ اُنْيَبُ ۙ ۱۰ فَاِطْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۙ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ

بھروسہ کیا اور اسی کی طرف رجوع ہوتا ہوں، وہ آسمانوں کا اور زمین کا پیدا فرمانے والا ہے اس نے تمہارے نفسوں

اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَمِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا يَذُرُّكُمْ فِيْهِ ۙ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۙ وَهُوَ

میں سے جوڑے بنائے اور مویشیوں میں سے جوڑے بنائے وہ تمہیں مادر رحم میں پیدا فرماتا ہے، اس جیسی کوئی چیز بھی نہیں ہے اور وہ

السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۙ ۱۱ لَهُ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۙ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاءُ

سننے والا دیکھنے والا ہے، اسی کے اختیار میں ہیں آسمانوں کی اور زمین کی کنجیاں وہ رزق بڑھا دیتا ہے جس کے لئے چاہے

وَيَقْدِرُ ۙ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۙ ۱۲

اور تم کر دیتا ہے۔ بیشک وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

مختار: فاء فالله کی شرط مقدر کا جواب ہے۔ گویا اس کے سوا ہر ایک کی کارسازی سے انکار کے بعد فرمایا کہ اگر وہ حقیقی کارساز کے طالب ہیں تو اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی وہی حقیقی کارساز ہے۔ اور ضروری ہے کہ اسی کی دوستی اختیار کی جائے کوئی اور کارساز اس کے سوا ہے ہی نہیں۔ وَهُوَ يُحْيِي الْمَوْتِي وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (اور وہی مردوں کو زندہ کرے گا اور وہی ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے) پس وہی اس لائق ہے کہ اس کو کارساز بنایا جائے۔ نہ کہ وہ جو کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتے۔

مختلف فیہ امر کا فیصلہ اللہ کے سپرد:

۱۰: وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ ۙ (اور جس بات میں تم اختلاف کرتے ہو) یہ قول رسول اللہ ﷺ ہے جو مؤمنین کیلئے بطور حکایت نقل کیا۔ کہ اے مسلمانو! جس بات میں کفار تمہاری مخالفت کریں تم اور وہ امور دین میں سے کسی امر کے سلسلہ میں اختلاف کرو۔ فَحُكْمُهُ (اس کا فیصلہ) اس مختلف فیہ امر کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔ اِلٰى اللّٰهِ (اللہ کے سپرد ہے) وہی اس میں حق پرستوں کو ثواب دینے والے اور باطل پرستوں کو سزا دینے والے ہیں۔ ذَلِكُمْ (یہ) اللہ تمہارے مابین فیصلہ فرمانے والا ہے۔ اللّٰهُ رَبِّي عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ (میرا رب ہے میں اسی پر توکل رکھتا ہوں) اس میں اعدائے دین کے مکر و فریب کی تردید ہے۔ وَإِلَيْهِ اُنْيَبُ (اور اس کی طرف میں رجوع کرتا ہوں) ان کے شر کی کفایت کیلئے میں اس کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

ایک قول:

جو تمہارے مابین علوم کا اختلاف واقع ہو جو تمہارے دائرہ اختیار میں نہ ہو۔ اور اس کے جاننے کا کوئی راستہ بھی نہ ہو تو اس کے متعلق کہو۔ اللہ اعلم جیسا کہ روح کی معرفت وغیرہ مسائل۔

۱۱: فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (وہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے) مَخْجُوۡنٌ: ذلکم کی خبر ہونے کی وجہ سے یہ رفوع ہے یا مبتدأ محذوف کی خبر ہے۔ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ (اس نے تمہارے لئے تمہاری جنس کے جوڑے بنائے) تمہارے لئے تمہاری جنس میں سے لوگ پیدا کر دیئے۔ اَزْوَاجًا وَّ مِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا (اور مویشی کے جوڑے بنائے) اور چوپایوں کیلئے بھی انہی کی جنس میں سے جوڑے بنائے۔ يَذْرُوۡكُمْ (وہ تمہاری نسل چلاتا ہے) تمہیں بڑھاتا ہے۔ کہا جاتا ہے ذرأ اللہ الخلق اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو بڑھایا۔ پھیلا یا۔ فِيْهِ (اس تدبیر سے) وہ یہ ہے کہ انسانوں اور چوپایوں کے جوڑے بنا کر افزائش نسل کا ذریعہ بنا دیا۔

لطیفہ: یہاں لفظ فیہ کو منتخب کیا گیا۔ یہ نہیں لائے کیونکہ اس تدبیر کو آباد کاری اور کثرت کیلئے منبع اور معدن قرار دیا گیا۔ نمبر ۲۔ يَذْرُوۡكُمْ کی ضمیر مخاطبین اور انعام کی طرف راجع ہے اس میں عقلاء کو غیر عاقل پر تغلیب دی گئی ہے۔ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْۡءٌ (کوئی چیز اس کی مثل نہیں) ایک قول یہ ہے کلمہ تشبیہ کو مماثلت کی نفی میں تاکید کرنے کیلئے دوبارہ لایا گیا ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے لیس مثلہ شی۔

مقصود مثلیت کی نفی:

مثل کا لفظ زائد ہے تقدیر کلام اس طرح ہے لیس کھو شی جیسا کہ اس آیت میں فان امنوا بمثل ما امنتم به [البقرہ: ۱۱۳] اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں مقصود مثلیت کی نفی ہے جب کاف یا مثل کو زائد نہ مانیں گے تو اسی سے اثبات مثل لازم آئے گی۔

ایک قول:

اور ہے کہ مراد اس کی ذات جیسی کوئی شی نہیں کیونکہ وہ کہا کرتے تھے۔ مثلك لا يبخل۔ اس سے ان کا مقصد اس کی ذات سے بخل کی نفی کرنا ہوتا تھا۔ پس کنایہ کے راستہ کو اختیار کر کے وہ اس میں مبالغہ پیدا کرتے کیونکہ جب وہ اس کی ایسے شخص سے نفی کرتے جو اس کے قائم مقام ہو تو وہ اس سے بالکل نفی کرتے۔ پس جب یہ معلوم ہو گیا کہ یہ باب الکنایات میں سے ہے تو ان اقوال میں فرق نہ رہا۔ لیس کاللہ شی اور لیس کمثلہ شی البتہ کنایہ کا فائدہ تو اپنا ہے ہی گویا یہ دونوں عبارتیں ایک معنی کو ادا کر رہی ہیں اور وہ معنی اللہ تعالیٰ کی ذات سے مماثل کی نفی ہے۔ اور اسی طرح بل یداہ مبسو طتان۔ [المائدہ: ۶۳] اس کا معنی یہ ہے بلکہ وہ سخی ہے بغیر ہاتھ اور بسط کے تصور کے کیونکہ یہ جوہ کی تعبیر ہے۔ یہاں تک کہ وہ اس کو اس کے متعلق استعمال کرتے ہیں

شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ

اللہ نے تمہارے لئے وہی دین شروع فرمایا ہے جس کی اس نے نوح کو وصیت فرمائی اور جس کو ہم نے آپ کی طرف وحی کے ذریعے بھیجا اور ہم نے جس کی وصیت کی

إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ كَبُرَ عَلَىٰ

ابراہیم کو اور موسیٰ کو اور عیسیٰ کو کہ تم دین کو قائم کرو اور اس میں تفرق نہ ڈالو! مشرکین کو

المُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ اللَّهُ يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ

وہ بات گراں گزرتی ہے جس کی طرف آپ نہیں بلا تے ہیں، اور اللہ جسے چاہتا ہے اسے اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور جو شخص رجوع کرتا ہے اسے اپنی طرف

يُنْيِبُ ﴿۳۷﴾ وَمَا تَفَرَّقُوا إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَيْنَهُمْ وَلَوْلَا

ہدایت دے دیتا ہے، اور یہ لوگ تفرق نہیں ہوئے مگر ضدا ضدی میں اس کے بعد کہ ان کے پاس علم آ گیا، اور اگر آپ کے

كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ وَإِنَّ الَّذِينَ أُورِثُوا

رب کی طرف سے وقت معین تک ایک بات پہلے سے طے شدہ نہ ہوتی تو ان کے درمیان فیصلہ ہو چکا ہوتا اور بلاشبہ انکے بعد جنہیں کتاب

الْكِتَابِ مِنْ بَعْدِهِمْ لَفِي شَكٍّ مِنْهُ مُرِيبٍ ﴿۳۸﴾

دی گئی وہ اسکی طرف سے شک میں پڑے ہیں جو تردید میں ڈالنے والا ہے۔

جس کے ہاتھ نہیں۔ پس اسی طرح اس کا استعمال ان کے لئے بھی ہے جن کی مثل ہے اور ان کے لئے جس کی کوئی مثل نہیں۔ وَهُوَ السَّمِيعُ (اور وہ ہر بات کو سننے والا) تمام سموعات بغیر کان کے سننے والا ہے۔ البصیر (دیکھنے والا ہے) تمام مریات کا بغیر آنکھ کی پتلی کے گویا ان دونوں کو ذکر کیا تا کہ یہ وہم نہ ہو کہ اس کی کوئی صفت نہیں جیسا کہ اس کی کوئی مثل نہیں۔

۱۳: لَهُ مَقَالِدُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ (اس کے اختیار میں ہیں۔ آسمانوں اور زمین کی کنجیاں) یہ سورۃ الزمر میں گزر چکی ہے۔ يَسُطُّ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ (وہ جس کو چاہے زیادہ روزی دیتا ہے اور کم کر دیتا ہے) (یقدر تنگ کر دیتا ہے۔ إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ) (بیشک وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے)

۱۳: شَرَعَ (اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا) لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ (تم لوگوں کیلئے وہی دین جس کا اس نے حکم دیا تھا نوح کو اور جس کو ہم نے آپ کے پاس وحی کے ذریعے بھیجا ہے اور جس کا ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو حکم دیا تھا) یعنی تمہارے لئے دین میں مقرر کیا دین نوح اور دین محمد اور ان انبیاء علیہم السلام کا دین جو ان کے درمیان ہوئے۔ پھر دین کی اس مشترک قدر کی تفسیر ذکر کی جو ان انبیاء علیہم السلام کے درمیان رہا ہے فرمایا:

دین کی مشترک قدریں:

أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ (کہ تم اس دین کو قائم رکھنا) مراد اس سے دین اسلام کو قائم کرنا ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی اطاعت اور ایمان برسل اللہ اور اللہ تعالیٰ کی کتابیں اور یوم جزاء پر ایمان و دیگر تمام ضروریات دین جن کے قائم کرنے سے آدمی مسلمان ہوتا ہے کا نام ہے اس سے مراد احکامات نہیں کیونکہ وہ مختلف ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لکل جعلنا منکم شرعة و منها جأ [المائدہ: ۴۸] نحو نمبر ۱: ان اقيموا محل نصب میں شرع کے مفعول اور اس کے دونوں معطوف علیہ کا بدل ہے۔ نمبر ۲۔ جملہ مستانفہ ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے گویا اس طرح کہا گیا وہ مشروع کیا ہے؟ تو جواب دیا وہ اقامت دین ہے۔

وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ (اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا) دین میں اختلاف نہ کرنا۔ قول علی رضی اللہ عنہ تفرقہ مت ڈالو۔ جماعت رحمت ہے اور تفرقہ عذاب ہے۔ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ (مشرکین کو وہ بات بڑی بھاری ہے) ان پر گراں گزرتی ہے اور شاق گزرتی ہے۔ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ (جس کی طرف آپ ان کو بلا رہے ہیں) یعنی اللہ تعالیٰ کے دین اور توحید کی اقامت اَللَّهُ يَجْتَبِي (اللہ تعالیٰ کھینچ لیتا ہے) جمع کرتا اور کھینچ لیتا ہے۔ إِلَيْهِ (اپنی طرف) دین کی طرف اپنی توفیق اور تسدید کے ساتھ۔ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ يُنِيبُ (جس کو چاہتا ہے اور جو شخص رجوع کرے اس کو اپنے تک رسائی دے دیتا ہے) یعنی اس کی اطاعت کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

۱۳: وَمَا تَفَرَّقُوا (اور وہ متفرق نہیں ہوئے) انبیاء علیہم السلام کے بعد اہل کتاب إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ (مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس علم پہنچ چکا تھا) مگر اس بات کے جان لینے کے بعد کہ تفرقہ بازی گمراہی ہے۔ اور یہ ایسی بات ہے جس کے متعلق انبیاء علیہم السلام کی زبان پر بار بار وعیدیں اتر چکیں ہیں۔ بَغْيًا بَيْنَهُمْ (آپس کی ضد اضدی کی وجہ سے) حسد اور ریاست طلبی اور بلا استحقاق حق جتانے کی وجہ سے۔

وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى (اور اگر آپ کے پروردگار کی طرف ایک وقت معین تک ایک بات پہلے طے نہ پا چکی ہوتی) اور وہ یہ ہے بل الساعة موعدهم [القمر: ۴۶] لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ (تو ان کا فیصلہ ہو چکا ہوتا) تو وہ اس عظیم بہتان کی وجہ سے ہلاک ہو چکے ہوتے۔ وَإِنَّ الَّذِينَ أُوْرَثُوا الْكِتَابَ مِنْ بَعْدِهِمْ (اور جن لوگوں کو ان کے بعد کتاب دی گئی ہے) اس سے مراد وہ اہل کتاب ہیں جو زمانہ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم میں پائے جاتے تھے۔ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ (وہ اس کی طرف سے شک میں پڑے ہیں) اپنی کتاب کے متعلق شک میں پڑے ہیں۔ اور اس پر ہی ان کا سچا ایمان نہیں ہے۔ مُّرِيْبٍ (جو ان کو تردد میں ڈالنے والا ہے) ان کو شک میں داخل کرنے والا ہے۔

ایک قول:

یہ ہے کہ اہل کتاب نے اختلاف نہیں ڈالا مگر اس وقت جب ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا صحیح علم آچکا جیسا کہ

فَلِذَلِكَ فَادَعُ ۖ وَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ ۖ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ ۖ وَقُلْ أَمِنْتُ بِمَا

سو آپ اسی کی طرف بلائے اور جیسا آپ کو حکم ہوا ہے مستقیم رہئے، اور انکی خواہشوں کا اتنا نہ کیجئے، اور آپ فرمائیے کہ اللہ نے جو کتابیں نازل فرمائیں

أَنْزَلَ اللَّهُ مِنْ كِتَابٍ ۖ وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ ۖ اللَّهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۖ لَنَا أَعْمَالُنَا

میں ان پر ایمان لایا اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تمہارے درمیان عدل رکھوں، اللہ ہمارا رب ہے اور تمہارا رب ہے ہمارے لئے ہمارے اعمال

وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ ۖ لِأَجْزَاءِ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ ۖ اللَّهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۖ وَالْإِلَهُ الْمَصِيرُ ۖ

اور تمہارے لئے تمہارے اعمال ہیں، ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی حجت بازی نہیں اللہ ہمیں اور تمہیں جمع فرمائے گا۔ اور اسی کی طرف جانا ہے،

وَالَّذِينَ يُحَاجُّونَ فِي اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مَا اسْتُجِيبَ لَهُ ۖ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ

اور جو لوگ اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں اس کے بعد کہ اس کی دعوت کو مان لیا گیا ہے انکی حجت انکے رب کے نزدیک بطل ہے

وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ۖ ۱۶ اللَّهُ الَّذِي أَنْزَلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ

اور ان پر غضب اور انکے لئے سخت عذاب ہے اللہ وہی ہے جس نے حق کے ساتھ کتاب کو اور میزان کو

وَالْمِيزَانَ ۖ وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيبٌ ۖ ۱۷ يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِينَ لَا

نازل فرمایا اور آپکو کیا پتہ ہے عجب نہیں کہ قیامت قریب ہو، جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے وہ اس کے

يُؤْمِنُونَ بِهَا ۖ وَالَّذِينَ آمَنُوا مُشْفِقُونَ مِنْهَا وَيَعْمُونَ أَنَّهَا الْحَقُّ ۖ ۱۸ إِلَّا إِنْ

جلدی آنے کا تقاضا کرتے ہیں اور جو لوگ ایمان لائے وہ اس سے ڈرتے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ وہ حق ہے، خبردار اس میں

الَّذِينَ يُمَارُونَ فِي السَّاعَةِ لَفِي ضَلَالٍ بَعِيدٍ ۖ ۱۸ اللَّهُ لَطِيفٌ بِعِبَادِهِ يَرْزُقُ

شک نہیں کہ جو لوگ قیامت کے بارے میں شک کرتے ہیں وہ دور کی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں، اللہ بندوں پر مہربان ہے وہ رزق دیتا ہے

مَنْ يَشَاءُ ۖ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيزُ ۖ ۱۹

جسے چاہے، اور وہ قوی ہے عزیز ہے۔

دوسرے مقام پر فرمایا وما تفرق الذين اوتوا الكتاب الا من بعد ما جاءتهم البينة [البینہ: ۳]

وَأَنَّ الَّذِينَ أُورِثُوا الْكِتَابَ مِنْ بَعْدِهِمْ (اور جن لوگوں کو ان کے بعد کتاب دی گئی ہے) اس سے مراد مشرکین ہیں جن کو اہل تورات وانجیل کے بعد قرآن مجید ملا۔

۱۵: فَلِذَلِكَ فَادْعُ (پس آپ اسی طرف بلا تے جائیں) لذلک لام اجلیہ ہے اس تفرق کی بناء پر اور اس بناء پر جو کہ پیش آیا کہ کفر مختلف گروہوں میں بنا ہوا ہے۔ آپ ان کو اتفاق والفت کی طرف ملت حنیفیہ کے مطابق دعوت دیتے رہیں۔ وَاسْتَقِمْ (اور مستقیم رہیں) اس پر اور اس کی طرف دعوت دینے پر کَمَا أُمِرْتُ (جس طرح آپ کو حکم ہوا) جیسا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے۔ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ (اور ان کی خواہشات پر نہ چلیں) جو کہ مختلف اور باطل ہیں۔ وَقُلْ آمَنْتُ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنْ كِتَابٍ (اور کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ نے جتنی کتابیں نازل فرمائی ہیں) یعنی وہ کتابیں جن کے متعلق پختہ یقین ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہیں۔ یعنی تمام کتب منزلہ پر ان کا ایمان ہے کیونکہ تفرقہ بازوں کا بعض پر ایمان تھا اور بعض سے انکار تھا جیسے کہ ارشاد الہی ہے ویقولون نو من ببعض و نکفر ببعض الی قوله..... اولئک ہم الکافرون حقاً [النساء: ۱۵۰، ۱۵۱]

وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ (اور مجھے حکم ہوا ہے کہ میں تمہارے درمیان عدل کروں) جبکہ تم اپنا جھگڑا چکانے کیلئے میرے ہاں فیصلہ لاؤ۔ اَللَّهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ (اور اللہ تعالیٰ میرا اور تمہارا پروردگار ہے) یعنی ہم تمام اس کے غلام و بندے ہیں۔

ہمارے اور تمہارے درمیان دلیل بازی نہیں:

لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ (ہمارے لئے ہمارے اعمال اور تمہارے لئے تمہارے اعمال) یہ اسی طرح ہے جیسا فرمایا لکم دینکم ولی دین۔ [الکافرون: ۶] اور یہ بھی درست ہے کہ اس کا معنی یہ لیا جائے ہم سے تمہارے اعمال کا مواخذہ نہ ہوگا۔ اور تم سے ہمارے اعمال کا نہ ہوگا۔ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ (ہمارا تمہارا کوئی جھگڑا نہیں) کوئی جھگڑا نہیں کیونکہ حق ظاہر ہو چکا اور تم پر حجت پوری ہو چکی۔ اسلئے اب تبادلہ حجت کی ضرورت نہیں۔ حاصل مطلب یہ ہے ہم اور تمہارے درمیان دلیل و حجت بازی نہیں کیونکہ دونوں فریق اس سے اپنی دلیل لاتے ہیں کہ یہ اس کی دلیل ہے دوسرا کہتا ہے یہ اس کی دلیل ہے۔ اَللَّهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا (اللہ تعالیٰ ہم سب کو جمع کرے گا) قیامت کے دن وَاللَّهِ الْمَصِيرُ (اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے) فیصلوں کیلئے وہاں واپسی ہے۔ پس ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے گا اور وہ ہمارے لئے تم سے انتقام لے گا۔

مخاصمت یہود و نصاریٰ:

۱۶: وَالَّذِينَ يُحَاجُّونَ فِي اللَّهِ (اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے متعلق جھگڑے نکالتے ہیں) یعنی اللہ تعالیٰ کے دین کے متعلق مخاصمت کرتے ہیں۔ مِنْ بَعْدِ مَا اسْتُجِيبَ لَهُ (اس کے بعد کہ اس کو مان لیا گیا ہے) لوگوں نے قبول کر لیا اور وہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ وہ یہ چاہتے ہیں کہ ان کو دین جاہلیت کی طرف واپس کر دیں جیسا کہ ارشاد الہی ہے وَد كَثِيرٍ مِّنْ اهل الكتاب لو يردونكم من بعد ايمانكم كفاراً [البقرة: ۱۰۹]

یہود و نصاریٰ مسلمانوں کو کہا کرتے تھے۔ ہماری کتابیں تمہاری کتاب سے پہلے کی ہیں۔ اور ہمارا پیغمبر تمہارے پیغمبر سے پہلے ہوا ہے پس ہم تم سے بہتر ہیں۔ اور حق کے زیادہ حقدار ہیں۔ ایک قول یہ ہے اس کے بعد کہ آپ ﷺ کی دعا کفار کے حق

ایک قول یہ ہے:

کہ اس کا علم غوامض سے بھی لطیف تر ہے۔ اور اس کا حلم جرائم سے وسیع تر ہے۔ یا وہ مناقب کو پھیلاتا اور گناہوں کو چھپاتا ہے۔ یا وہ اس کو معاف کرنے والا ہے جو لغزشوں کا مرتکب ہے۔ یا وہ بندے کو کفایت سے بڑھ کر دیتا ہے اور طاقت سے کم تر طاعت کا ذمہ دار بناتا ہے۔ قول جنید رحمہ اللہ ہے اولیاء پر لطف و کرم کیا تو ان میں پہچان آگئی اگر وہ اپنے اعداء پر بھی نگاہ لطف ڈال دیتا وہ اس کا کبھی انکار نہ کرتے۔ یَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ (وہ جس کو چاہتا ہے رزق دیتا ہے) وہ جس کا رزق چاہتا ہے وسیع کر دیتا ہے جب وہ اس کی مصلحت اس میں دیکھتا ہے۔

ارشاد نبوت:

میرے کچھ مؤمن بندے ایسے ہیں۔ جن کا ایمان مالداروں سے ہی درست رہ سکتا ہے۔ اگر میں ان کو فقیر بنا دوں تو وہ فقر ان کے ایمان کو خراب کر دے۔ (رواہ الدیلمی فی مسند الفردوس۔ ۸۰۹۸) وَهُوَ الْقَوِيُّ (اور وہ قوت والا ہے) ہر چیز پر غالب زبردست قدرت والا۔ الْعَزِيزُ (وہ زبردست ہے) ایسا محفوظ کہ مغلوب نہیں ہو سکتا۔

مَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْآخِرَةِ نَزِدْ لَهُ فِي حَرْثِهِ ۖ وَمَنْ كَانَ يُرِيدُ

جو شخص آخرت کی کھیتی کا ارادہ کرتا ہے ہم اس کے لئے اسی کھیتی میں اضافہ کر دیں گے اور جو شخص دنیا کی کھیتی کا

حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ نَصِيبٍ ﴿۳۱﴾

ارادہ کرتا ہے ہم اس میں سے اسے دے دیں گے اور آخرت میں اس کے لئے کوئی بھی حصہ نہیں۔

أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ اشْرَعُوا لَهُمْ مِنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللَّهُ ۗ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ

کیا ان کے لئے شرکا، ہیں جنہوں نے ان کے لئے دین میں وہ چیزیں شروع کر دی ہیں جن کی اللہ نے اجازت نہیں دی، اگر فیصلہ کی بات

الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۗ وَإِنَّ الظَّالِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۳۲﴾ تَرَى الظَّالِمِينَ

ٹٹ شدہ نہ ہوتی تو انکے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا، اور بلاشبہ ظالموں کے لئے دردناک عذاب ہے، آپ ظالموں کو دیکھیں گے

مُشْفِقِينَ مِمَّا كَسَبُوا وَهُوَ وَاقِعٌ بِهِمْ ۗ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

کہ وہ اپنے اعمال کی وجہ سے ڈر رہے ہوں گے حالانکہ وہ ان پر واقع ہو کر رہے گا، اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے

فِي رَوْضَاتِ الْجَنَّاتِ ۖ لَهُمْ مَّا يَشَاءُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۗ ذَلِكَ هُوَ الْفَضْلُ

وہ جنتوں کے باغیچوں میں ہوں گے، وہ جو کچھ چاہیں گے ان کے لئے انکے رب کے پاس وہ سب کچھ ہوگا یہ بڑا

الْكَبِيرُ ﴿۳۳﴾ الَّذِي يُبَشِّرُ اللَّهُ عِبَادَهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ۗ قُلْ لَا

فضل ہے۔ یہ وہی ہے جس کی بشارت اللہ اپنے بندوں کو دیتا ہے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے۔ آپ فرما دیجئے کہ میں

أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ ۗ وَمَنْ يَقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهُ فِيهَا حَسَنًا

اسپر تم سے کسی عوض کا سوال نہیں کرتا بجز رشتہ داری کی محبت کے، اور جو کوئی شخص کوئی نیکی کرے گا ہم اس کے لئے ہمیں زیادہ خوبی کر دیں گے

إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ شَكُورٌ ﴿۳۴﴾ أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا ۖ فَإِنْ يَشَاءِ اللَّهُ يَخْتِمْ

اور بلاشبہ اللہ بخشنے والا ہے قدر دان ہے کہ کیا وہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ اس نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے، سو اگر اللہ چاہے آپ سے دل پر

عَلَىٰ قَلْبِكَ ۗ وَيَمْحُ اللَّهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ ۗ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿۳۵﴾

مہر لگا دے، اور اللہ باطل کو مٹاتا ہے اور حق کو اپنے کلمات کے ذریعہ ثابت کرتا ہے، بلاشبہ وہ سینوں کی چیزوں کا جاننے والا ہے۔

دو طلبگار:

۲۰: مَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْآخِرَةِ (جو شخص آخرت کی کھیتی کا طالب ہو) وہ عمل جس سے عمل کرنے والا فائدہ کا خواہشمند ہے۔ اس کو مجازاً حرث سے تعبیر کیا۔ نَزِدْ لَهُ فِي حَرْثِهِ (ہم اس کی کھیتی میں ترقی میں ترقی دیں گے) اس کے عمل میں توفیق شامل فرما کر یا اس کی نیکیوں کو دوگنا کر دیں گے یا اس سے دنیا و آخرت پائے گا۔ وَمَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الدُّنْيَا (اور جو دنیا کی کھیتی کا طالب ہو) یعنی جس کا عمل دنیا کیلئے ہو اور آخرت پر ایمان نہ لایا۔ نُؤْتِيهِ مِنْهَا (تو ہم اس کو کچھ دنیا دے دیں گے) منہا یعنی کچھ اس دنیا میں سے۔ کیونکہ مِنْ بَعْضٍ کیلئے ہے اور اس سے مراد اس کا وہ رزق ہے جو اس کے لئے مقدر کیا گیا وہ نہیں جس کا وہ ارادہ رکھتا اور خواہش مند ہے۔ وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ نَصِيبٍ (اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں) آخرت میں قطعاً اس کا حصہ نہیں ہے۔

ایک نکتہ:

آخرت کے عوامل میں یہ ذکر نہیں فرمایا کہ اس کو رزق مقسوم پہنچے گا۔ کیونکہ عمل کی پاکیزگی اور انجام کی کامیابی اس کو میسر ہونے والی ہے۔ اس کے بالمقابل یہ انتہائی حقیر چیز ہے۔ (جو اس مؤمن بندے کے مرتبہ کے مناسب نہیں)

۲۱: اَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ (کیا ان کے کچھ شریک ہیں) ایک قول یہ ہے کہ یہ ام منقطع ہے تقدیر عبارت یہ ہے بل اَلْهَم شُرَكَاءُ (بلکہ کیا ان کے کچھ شریک ہیں)۔ اور ایک قول یہ ہے یہ ام الف استنہام کا معادل آیا ہے۔ کلام میں اضمار ہے تقدیر کلام اس طرح ہے اَيَقْبَلُونَ مَا شَرَعَ اللَّهُ فِي الدِّينِ (کیا وہ قبول کرتے ہیں اس دین کو جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مقرر کیا) یا ان کے معبود ہیں۔ شَرَعُوا لَهُمْ مِنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللَّهُ (جنہوں نے ان کے لئے ایسا دین مقرر کر دیا۔ جس کی اللہ تعالیٰ نے ان کو اجازت نہیں دی) یعنی انہوں نے اس کا حکم نہیں دیا۔ وَلَوْ لَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ (اور اگر فیصلہ کن بات نہ ہوتی) جلدی سزا کے متعلق جو تقدیر کا فیصلہ ہو چکا یا اگر یہ وعدہ نہ ہوتا کہ فیصلے قیامت کے روز ہونگے۔ لَقَضَىٰ بَيْنَهُمْ (تو ان کے مابین فیصلہ ہو چکا ہوتا) کفار و مؤمنین کے مابین یا ان کو جلد سزا مل جاتی۔ وَإِنَّ الظَّالِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (اور ان ظالموں کو ضرور دردناک عذاب ہوگا) اگرچہ مشرکین سے عذاب دنیا میں تو مؤخر کر دیا گیا ہے مگر آخرت میں ان کو شدید قسم کا عذاب ہوگا۔

ظالمین اور صالحین کا انجام:

۲۲: تَرَى الظَّالِمِينَ (آپ ان ظالموں کو دیکھیں گے) آخرت میں مشرکین کو مُشْفِقِينَ (وہ ڈر رہے ہونگے) مِمَّا كَسَبُوا (اپنے اعمال سے) یعنی اپنے کفر کی سزا سے وَهُوَ وَاقِعٌ بِهِمْ (اور وہ ان پر پڑ کر رہے گا) وہ عذاب ان پر بہر صورت نازل ہوگا۔ تَوَابًا لِّذُنُوبِهِمْ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فِي رَوْحَاتٍ الْجَنَّاتِ (اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے وہ بہشتوں کے باغوں میں ہونگے) گویا مؤمن کی جنت کا عمدہ ترین حصہ اور سب سے زیادہ مزہب و احسن حصہ رَوْحَاتٍ ہوگا۔ لَهُمْ مَا يَشَاءُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ (اور وہ جس چیز کو چاہیں ان کو ان کے رب کے پاس ملے گی)

نَحْو: عِنْدَ يَهْ ظَرْفِ يَشَاوُونَ كِي وَجْهٍ سَ مِنْصُوبٍ هِيَ۔

ذَلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ (یہی بڑا انعام ہے) قَلِيلٌ عَمَلٍ پَر۔

۲۳: ذَلِكَ (یہی ہے) مِثَارِ الْيَهْ فَضْلٍ كَبِيرٍ هِيَ۔ الَّذِي يُبَشِّرُ اللَّهُ عِبَادَهُ (جس کی بشارت اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دے رہا ہے)

قِرَاءَتٍ: مَكِّي، ابوعمر و حمزہ، علی نے یُبَشِّرُ پڑھا ہے۔

الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ (جو ایمان لائے اور اچھے عمل کیے) یعنی اس کی بشارت دیتا ہے۔ یہ جار کو حذف کر دیا جیسا

کہ اس ارشاد میں و اختار موسى قومہ سبعین [الاعراف: ۱۵۵] پھر وہ ضمیر بھی حذف کر دی جو اسم موصول کی طرف لوٹنے والی

تھی۔ جیسا کہ اس ارشاد میں أهدا الذي بعث الله رسولا [الفرقان: ۳۱] ای بعثه۔

مشرکین کے قول کی تردید:

مشرکین نے جب یہ واویلا کیا کہ کیا محمد (ﷺ) یہ چاہتے ہیں کہ رسالت کا دعویٰ کر کے کچھ مال کمائے؟ تو یہ آیت اتری۔

قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ (آپ اس طرح کہہ دیں کہ میں تم سے اور کچھ نہیں مانگتا) تبلیغ پر أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى (مگر

صرف رشتہ داری کی محبت) جائز ہے کہ مستثنیٰ متصل ہو یعنی میں تم سے اس پر کچھ اجر نہیں چاہتا مگر یہ کہ تم میرے اہل قرابت سے

محبت کرو۔ اور یہ بھی درست ہے کہ مستثنیٰ منقطع ہو۔ میں تم سے اس پر کوئی اجر نہیں چاہتا لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ تم محبت کرو

میرے ان قرابت داروں سے جو کہ تمہارے بھی قرابت دار ہیں اور ان کو ایذا مت دو۔

آیت میں الامودة القربى یا المودة للقربى نہیں فرمایا کیونکہ ان کو مودت کا مکان اور مودت کا ٹھکانہ قرار دیا گیا۔ جیسا

کہتے ہیں لى فى آل فلان مودة ولى فيهم حب شديد اس کا مقصد یہ ہے میں ان سے محبت کرتا ہوں اور وہ میری محبت کا

مقام و مکان ہیں۔ فى مودة کا صلہ نہیں جیسا کہ لام جب تم کہو: الا المودة للقربى تو یہ جار مجرور محذوف کے متعلق ہوگا۔ جیسا

ظرف متعلق ہوتا ہے اس جملہ میں المال فى الكيس تقدير كلام یہ ہوگی الا المودة ثابتة فى القربى و متمكنة فيها۔ مگر وہ

مودت ثابت و متمکن ہونے والی ہے قرابت داروں میں۔ القربى یہ زلفی کی طرح مصدر ہے۔ اسی طرح بشرى اس کا معنی قرابت ہے

۔ اور مراد فى اهل القربى ہے یعنی قرابت والوں میں روایت میں ہے کہ جب یہ آیت اتری تو آپ سے دریافت کیا گیا

یا رسول اللہ! یہ آپ کے اہل قرابت کون ہیں جن کی مودت ہم پر لازم ہے۔ تو فرمایا علیؑ اور فاطمہؑ اور ان کے دونوں بیٹے۔ (یہ

روایت ابن مردود نے نقل کی ہے مگر اس کی سند ناقابل اعتبار ہے اس لئے کہ اس میں حسین اشعری راوی کذاب شیعہ ہے)

ایک قول:

یہ ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ مجھ سے محبت کرو اس لئے کہ میری قرابت تم میں پائی جاتی ہے اور تم مجھے ایذا نہ دو اور نہ میرے

خلاف لوگوں کو بھڑکاؤ۔ اس لئے کہ بطون قریش میں کوئی بطن ایسا نہیں تھا جس میں آپ کی قرابت نہ ہو۔ ایک قول یہ ہے کہ

القربی سے التقرب الی اللہ مراد ہے مطلب یہ ہوگا تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت کرو اور اپنے اطاعت اور عمل صالح کے ذریعہ اس کا قرب حاصل کرنے میں۔ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً (جو شخص کوئی نیکی کریگا) وہ طاعت انجام دیتا ہے۔ سری سقطی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ حسنہ سے مراد آل رسول اللہ ﷺ کی مودت ہے یہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی اور ان کی رشتہ داری ان میں تھی۔ مگر ظاہر کلام متقاضی ہے کہ عام مراد ہو خواہ کوئی بھی حسنہ ہو البتہ مودت کو یہ اولین درجہ میں شامل ہوگی کیونکہ مودت قربی کے بعد اس کا تذکرہ ہے۔ نَزِدُ لَهُ فِيهَا حُسْنًا (ہم اس میں اور خوبی زیادہ کریں گے) یعنی اس کو کئی گنا بڑھادیں گے جیسا

کہ اس ارشاد میں ہے: مَنْ ذَا الَّذِي يقرض الله قرضًا حسنًا فيضاعفه له اضعافًا كثيرة [البقرہ: ۲۴۵]

قراءت: حُسْنِي بھی پڑھا گیا اس صورت میں یہ بشری کی طرح مصدر ہے اور ضمیر الحسنہ یا البحت کی طرف راجع ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ (بیشک اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا ہے) اس کو اپنی وسعت سے جو گناہ گار ہے۔ شَكُوْرٌ (بڑا قدر دان ہے) اپنے فضل سے جو اس کی اطاعت کرے۔ ایک قول یہ ہے وہ تو بہ کو قبول کرنے والا اور برداشت کرنے والا۔ اللہ تعالیٰ کی صفات میں الشکور ہے جس کا مطلب ہے طاعت پر اعتماد کرنے والا اور اس کا پورا ثواب دینے والا اور عنایت کرنے میں فضل کرنے والا۔

تسلی رسول ﷺ:

۲۴: اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰى عَلٰى اللّٰهِ كَذِبًا (کیا یہ لوگ اس طرح کہتے ہیں کہ اس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ و بہتان باندھ رکھا ہے) ام منقطعہ ہے ہمزہ تو بیخ کیلئے ہے گویا اس طرح فرمایا: ایتما لکون ان ينسبوا مثله الی الافتراء ثم الی الافتراء علی اللہ الذی هو اعظم الفری و افحشہا؟ کیا وہ قابو نہیں رکھتے کہ اس جیسی شخصیت کی طرف افتراء کی نسبت کریں پھر اس اللہ تعالیٰ پر افتراء کا الزام جو سب سے بڑا اور سب سے فتنج بہتان ہے۔ فَاِنْ يَشَا اللّٰهُ يَخْتِمُ عَلٰى قَلْبِكَ (پس اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو آپ کے دل پر مہر لگا دے)

قول مجاہد رحمۃ اللہ علیہ:

یختم کا معنی یربط ہے۔ آپ کے دل پر صبر کا بند لگا دے اور ان تکالیف کے سلسلہ میں جو وہ پہنچاتے ہیں۔ اور ان کے اس قول پر کہ اس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان لگایا ہے۔ یہ اس لئے فرمایا تا کہ ان کی تکذیب پر آپ کو تکلیف نہ ہو۔ وَيَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ (اور اللہ تعالیٰ باطل کو مٹایا کرتا ہے)۔ باطل سے شرک مراد ہے یہ کلام ابتدائی ہے تختم پر اس کا عطف نہیں ہے کیونکہ محو باطل شرط سے معلق نہیں ہے۔ بلکہ وہ مطلق وعدہ ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ لفظ اللہ کو تکرار سے لایا گیا ہے۔ وَيُحِقُّ (اور ثابت کرتا ہے) یہ مرفوع ہے اور واؤ اس طرح ساقط ہے جیسا اس آیت میں ویدع الانسان بالشر دعاءه بالخیر [الاسراء: ۱۱۱] اور آیت وسندع الزبانية [العلق: ۱۸] اس کے باوجود کہ یہ مصحف نافع میں قائم ہے۔ وَيُحِقُّ الْحَقَّ (اور وہ اسلام کو غالب کریگا۔ اور اسکو مضبوط کر دے گا)۔ بِكَلِمَاتِهِ (اپنے ادا کام سے) اپنے پیغمبر ﷺ کی زبان پر جو کتاب اس نے اتاری اس کے ذریعہ اور اللہ

وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُو عَنِ السَّيِّئَاتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ ﴿۳۵﴾

اور وہ ایسا ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور برائیوں کو معاف فرماتا ہے، اور وہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو،

وَيَسْتَجِيبُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَيَزِيدُهُم مِّن فَضْلِهِ وَالْكَافِرُونَ لَهُمْ

اور جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ کئے وہ انکی دعا قبول فرماتا ہے اور اپنے فضل سے ان کے اعمال میں اضافہ فرماتا ہے، اور جو کافر ہیں ان کے لئے

عَذَابٌ شَدِيدٌ ﴿۳۶﴾ وَلَوْ بَسَطَ اللَّهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهِ لَبَغَوْا فِي الْأَرْضِ وَلَكِن يُنَزِّلُ

سخت عذاب ہے، اور اگر اللہ اپنے بندوں کے لئے روزی فراخ کر دے تو وہ زمین میں بغاوت کرنے لگیں اور لیکن وہ نازل فرماتا ہے،

بِقَدَرٍ مَّا يَشَاءُ إِنَّهُ بِعِبَادِهِ خَبِيرٌ بَصِيرٌ ﴿۳۷﴾ وَهُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ

ایک اندازہ کے ساتھ جو وہ چاہتا ہے، بلاشبہ وہ اپنے بندوں سے باخبر ہے دیکھنے والا ہے، اور وہ ایسا ہے جو لوگوں کے نامید ہونے کے بعد

مَا قَنَطُوا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهُ وَهُوَ الْوَكِيلُ الْحَمِيدُ ﴿۳۸﴾

بارش برساتا ہے اور اپنی رحمت کو پھیلا دیتا ہے، اور وہ وہی ہے مستحق حمد ہے۔

تعالیٰ نے ایسا کر دیا۔ ان کے باطل کو مٹا دیا اور اسلام کو غالب کر دیا۔ اِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ (وہ دلوں کی باتیں جانتا ہے)

یعنی وہ اس کو بھی جانتا ہے جو تمہارے اور ان کے دلوں میں ہے پس وہ معاملے کو اس کے مطابق جاری فرمائے گا۔

۲۵: وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ (اور وہ ایسا ہے کہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے) عرب کہتے ہیں قبلت منہ

السنی جبکہ وہ اس سے لے اور سب سے پہلے لے۔ کہتے ہیں: قبلتہ عنہ یعنی میں نے اس سے اعراض کیا اور جدائی اختیار

کی۔ التوبۃ برائی اور خلل واجب سے ان پر اظہار ندامت کرتے ہوئے لوٹنا اور آئندہ نہ کرنے کا عزم کرنا، اور اگر کسی بندے کا حق

ہو تو اس کے طریقے پر پڑتال میں بھی کوئی حرج نہیں۔

قول علی رضی اللہ عنہ:

التوبۃ کا لفظ چھ معنوں میں استعمال ہوتا ہے:

۱) فرائض کے ضائع کرنے پر پشیمانی۔

۲) فرائض کو دوبارہ ادا کرنا۔

۳) حقوق لوٹا کر دے دینا۔

۴) جس طرح نفس کو گناہوں میں گھلایا ہو اسی طرح نفس کو طاعت میں پگھلانا۔

۵۔ جس طرح پہلے نفس کو گناہوں کی لذت چکھائی ہو اسی طرح نفس کو طاعت کی تلخی چکھانا۔

۶۔ جیسے پہلے ہنستا رہا تھا۔ اسی طرح اب رونا۔

قول سِرِّی سَقَطِی عَبْدِی

گناہوں کے چھوڑنے کا سچا ارادہ، علام الغیوب کی طرف دل سے رجوع کرنا۔

دیگر بقول یہ ہے:

جب گناہ کا تذکرہ ہو تو اس کی حلاوت کا کوئی اثر دل میں نہ ہو۔

قول سَهْلِی عَبْدِی

مذموم حالات سے محمود حالات کی طرف منتقل ہونا۔

قول جَنِیْدِی عَبْدِی

غیر اللہ سے اعراض کرے۔ **وَيَعْفُوا عَنِ السَّيِّئَاتِ** (اور تمام گناہ معاف فرمادیتا ہے) **سَيِّئَاتٍ** سے مراد شرک سے کم گناہ وہ جس کو چاہتا ہے بلا توبہ معاف کر دیتا ہے۔ **وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ** (اور وہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو) **قراءت:** ابو بکر کے علاوہ تاء کے ساتھ یعنی توبہ اور معصیت میں سے۔ اس پر وقف نہیں اس پر عطف کی وجہ اور اتصال معنی کی وجہ سے۔

۲۶: **وَيَسْتَجِيبُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَيَزِيدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهِ** (اور ان لوگوں کی عبادت قبول کرتا ہے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے اور ان کو اپنے فضل سے زیادہ دیتا ہے) یعنی جب وہ دعا کرتے ہیں تو وہ ان کی دعاؤں کو قبول کرتا اور جو وہ طلب کریں وہ ان کو عنایت فرماتا ہے اور ان کے مطلوب سے ان کو بڑھا کر دیتا ہے۔ استجاب اور اجاب کا ایک ہی معنی ہے ایسے مواقع پر سین فعل کی تاکید کیلئے لائی جاتی ہے جیسے تم کہو تعظم واستعظم۔ تقدیر کلام یہ ہے **وَيَجِيبُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا** (اللہ تعالیٰ ایمان والوں کی دعاؤں کو قبول کرے گا)۔

ایک قول:

یہ ہے کہ **وَيَسْتَجِيبُ** للذین اور قبول کرتا ہے ان لوگوں کیلئے جو ایمان لائے لام کو حذف کر دیا۔ اور ان پر اس طرح احسان فرمایا کہ جب وہ توبہ کریں تو وہ ان کی توبہ کو قبول کرتا ہے اور ان کی بیئات سے درگزر کرتا ہے۔ اور جب وہ دعا کرتے ہیں تو قبول کرتا ہے اور ان کے سوال سے زیادہ دیتا ہے۔

قولِ ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہ:

ابراہیم بن ادہم سے کسی نے سوال کیا کہ کیا وجہ ہے کہ ہم دعا کرتے ہیں مگر قبول نہیں ہوتی۔ انہوں نے جواب دیا کہ اس نے تم کو طاعت کی طرف بلایا تم نے اس کی دعوت قبول نہیں کی۔ وَالْكَافِرُونَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ (اور کافروں کیلئے سخت عذاب ہے) آخرت میں۔

مالداری سرکشی کا سبب ہے:

۲۷: وَلَوْ بَسَطَ اللَّهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهِ (اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے سب بندوں کیلئے روزی فراخ کر دیتا) یعنی اگر تمام کو مالدار بنا دیتا لَبَغَوْا فِي الْأَرْضِ (تو وہ دنیا میں شرارت کرنے لگتے) بغوایہ یعنی سے ہے جس کا معنی ظلم ہے یعنی ایک دوسرے پر سرکشی کرنا کیونکہ مالداری تکبر اور سرکشی میں ڈال دیتی ہے۔ اس میں عبرت کیلئے فرعون کا حال کافی ہے۔ یا بغی بمعنی تکبر سے ہے ضرور زمین میں بڑائی کرتے وَلَٰكِنْ يُنَزَّلُ (لیکن وہ اتارتا ہے)

قراءت: مکی، ابو عمرو نے یُنَزَّلُ تخفیف سے پڑھا ہے۔ بِقَدَرٍ مَّا يَشَاءُ (اندازہ سے جتنا چاہتا ہے) عرب کہتے ہیں قدرہ قَدْرًا وَقَدْرًا اندازہ کرنا۔ اِنَّهُ بِعِبَادِهِ خَبِيرٌ بَصِيرٌ (وہ اپنے بندوں کو جاننے والا دیکھنے والا ہے) وہ بندوں کے احوال سے واقف ہے اس لئے بتقاضائے حکمت ان کے لئے اندازہ کرتا ہے پھر فقیر و غنی بناتا ہے۔ اور رزق روکتا اور عطاء کرتا تنگ کرتا اور کھولتا ہے اور اگر وہ تمام کو مالدار بنا دے تو وہ سرکش ہو جائیں اور سب کو فقیر محتاج بنا دے تو ہلاک ہو جائیں۔ باقی بعض سرکشوں پر وسعت رزق ہے اور بعض سرکش تنگ دست ہیں مگر وہ قلیل ہیں۔ فقر کی حالت میں سرکشی نسبت مالداری کی حالت میں سرکشی سے کم ہے۔ مالداروں کی اغلب اکثریت نافرمان ہے۔

مایوسی کے بعد بارش:

۲۸: وَهُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ الْغَيْثَ (اور وہ ایسا ہے جو بارش نازل کرتا ہے)۔

قراءت: یُنَزَّلُ کو مدنی، شامی و عاصم نے پڑھا۔

مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوا (اس کے بعد کہ وہ مایوس ہو جاتے ہیں)

قراءت: قَنَطُوا پڑھا گیا ہے۔

وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهُ (وہ اپنی رحمت پھیلاتا ہے) رحمت سے مراد بارش کی برکات اور منافع اور اس سے جو سہزہری حاصل ہوتی

ہے۔

مقولہ فاروقی رضی اللہ عنہ:

عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا گیا۔ قحط زیادہ ہو گیا ہے اور لوگ مایوس ہو گئے تو آپ نے فرمایا اب بارش ملے گی انہوں نے اس آیت کی طرف اشارہ کیا یا انہوں نے ہر شئی میں اللہ تعالیٰ کی جو رحمت ہے اس کا ارادہ کیا۔ وَهُوَ الْوَلِيُّ (اور وہ کارساز ہے) جو کہ اپنے بندوں کا احسانات کے ساتھ ذمہ دار ہے۔ الْحَمِيدُ (وہ قابل تعریف ہے) اس پر اس کی تعریف کی جاتی ہے اہل طاعت اس کی تعریف کرتے ہیں۔

وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَتَّ فِيهِمَا مِنْ دَابَّةٍ ۗ وَهُوَ عَلَىٰ

اور اسی نشانیوں میں سے ہے آسمانوں کا اور زمین کا پیدا فرمانا، اور ان جانوروں کا پیدا فرمانا جو اس نے ان دونوں میں پھیلا دیئے ہیں، اور وہ ان کے جمع

جَمْعِهِمْ إِذَا يَشَاءُ قَدِيرٌ ۙ وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فِيمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَ

کرنے پر جب چاہے قادر ہے، اور تمہیں جو بھی کوئی مصیبت پہنچ جائے سو وہ تمہارے اپنے اعمال کی وجہ سے ہے

يَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ ۖ وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ ۗ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ

اور وہ بہت کچھ معاف فرماتا ہے اور تم زمین میں عاجز بنانے والے نہیں ہو، اور تمہارے لئے اللہ کے سوا

مِنْ وَّلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ۚ وَمِنْ آيَاتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ ۗ إِنَّ يَشَاءُ يُسْكِنَ

کوئی ولی اور مددگار نہیں ہے، اور اس کی نشانیوں میں سے کشتیاں ہیں جو سمندر میں پہاڑوں کی طرح ہیں، مگر وہ چاہے تو ہوا کو

الرِّيحَ فَيَظْلَنَ رَوَاكِدَ عَلَى ظَهْرِهِ ۗ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ۙ

روک دے، سو یہ کشتیاں سمندر کی پشت پر رکی ہوئی رہ جائیں، بلاشبہ اس میں نشانیاں ہیں ہر صبر کرنے والے شکر کرنے والے کے لئے

أَوْ يُوقِبَهُنَّ بِمَا كَسَبُوا وَيَعْفُ عَنْ كَثِيرٍ ۚ وَيَعْلَمَ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِنَا

یا وہ ان کے اعمال کی وجہ سے ہلاک فرمادے، اور بہت سوں کو معاف کر دے اور وہ ان لوگوں کو جانتا ہے جو ہماری آیات میں جھگڑتے ہیں

مَا لَهُمْ مِنْ مَّحِصٍ ۙ

ان کے لئے کوئی بھی بچنے کی جگہ نہیں ہے۔

چلنے والے جاندار آسمان و زمین میں:

۲۹: وَمِنْ آيَاتِهِ (من جملہ اور اس کی نشانیوں میں سے) یعنی علامات قدرت میں سے خَلْقُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ (آسمان و زمین کا پیدا کرنا ہے) ان کے اتنے بڑے ہونے کے باوجود۔ وَمَا بَتَّ (اور وہ جاندار جو اس نے پھیلا دیئے) ما جائز ہے کہ مرفوع ہو اور مجرور ہو مضاف پر محمول کر کے یا مضاف الیہ پر فیہما (آسمانوں اور زمین میں) مِنْ دَابَّةٍ دواب تو صرف زمین کے اندر ہیں مگر کسی چیز کو مجموعہ کی طرف منسوب کرنا جائز ہے اگرچہ وہ بعض سے متعلق ہو۔ جیسا کہا جاتا ہے بنو تمیم فیہم شاعر مجید انما هو فخذ من افخاذہم۔ بنو تمیم میں شاعر وہ ایک قبیلہ ہے ان کے قبائل میں سے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں سے یخرج منهما اللؤلؤ والمرجان [الرحمان: ۲۲] حالانکہ موتی تمکین سمندر سے نکلتے ہیں۔ البتہ یہ بھی کوئی بعید بات نہیں

کہ وہ آسمانوں میں ایسے جاندار پیدا کر دے جو انسانوں کی طرح زمین پر چلتے ہوں یا فرشتے اڑنے کے ساتھ چلتے ہوں۔ پس آہستہ چال جو انسانوں کی ہے ان کی تعریف بیان کی گئی۔ وَهُوَ عَلٰی جَمْعِهِمْ (اور ان کو جمع کرنے پر) قیامت کے دن اِذَا يَشَاءُ ؕ قَدِيرٌ (جب وہ چاہے قدرت رکھتا ہے)

نَحْوُ: اذا ماضی اور مضارع دونوں پر داخل ہوتا ہے ارشاد الہی ہے۔ والیل اذا یغشی [الیل: ۱]

۳۰: وَمَا اَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ (اور تم کو جو کچھ مصیبت پہنچتی ہے) غم، دکھ، ناپسند بات فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيكُمْ (وہ تمہارے ہی ہاتھوں کے کئے ہوئے کاموں سے ہے) یعنی وہ اس گناہ کے باعث ہے جو تم نے کیے ہیں تاکہ سزا دی جائے۔

قراءت: مدنی، شامی اور علی نے بما کسبت پڑھا ہے۔

نَحْوُ: ما مبتدا اور بما کسبت اس کی خبر بغیر اس کے کہ اس میں شرط کا معنی پایا جائے اور جنہوں نے فاء کو قائم رکھا انہوں نے شرط کے معنی کو خبر میں متضمن تسلیم کیا ہے۔

اہل تناسخ کا استدلال: اگر بچوں کی اس حالت سے قبل اور کسی شکل میں حالت نہ ہوتی تو ان کو تکالیف نہ آتیں۔

جواب: آیت اپنے سیاق و سباق سے بتلا رہی ہے کہ یہ مکلفین سے متعلق ہے اور سیاق ملاحظہ ہو و یعفو عن کثیر وہ بہت سے گناہوں کو ان گناہوں میں سے معاف فرماتے ہیں۔ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ (اور وہ بہت سے تو درگزر کر دیتا ہے) پس وہ ان پر سزا نہیں دیتے یا بہت سے لوگوں کے گناہ معاف کر دیتے ہیں ان کو جلد سزا نہیں دیتے۔

قول ابن عطاء عسید:

جو شخص نہیں جانتا کہ جو مصائب و فتن اس کو پیش آرہے ہیں یہ اپنے کیے ہوئے اعمال کے باعث ہیں اور جو اس کے آقائے اس کو معاف کر دیئے ہیں وہ اس سے کہیں بڑھ کر ہیں وہ شخص اپنے رب کے احسانات کی زیادہ قدر نہیں کرتا۔

قول محمد بن حامد عسید:

بندہ تو ہر گھڑی گناہ کرنے والا ہے۔ طاعات میں اس کی جنایات معاصی کی جنایات سے بڑھ کر ہیں کیونکہ معصیت والی جنایت تو ایک اعتبار سے ہے اور طاعات والا گناہ کئی اعتبار سے گناہ ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو قسم قسم کے مصائب کے ذریعہ جنایات سے پاک کرتا ہے تاکہ قیامت کے دن اس کا بوجھ ہلکا ہو اگر اللہ تعالیٰ کی معافیاں اور رحمتیں نہ ہوں تو یہ پہلے قدم پر ہی ہلاک ہو جائے۔

قول علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

قرآن مجید میں ایمان والوں کیلئے یہ آیت سب سے زیادہ امید بندھانے والی ہے۔ کیونکہ کریم جب ایک مرتبہ سزا دے دیتا ہے تو دوسری مرتبہ سزا نہیں دیتا اور جب معاف کرتا ہے تو پھر دوبارہ ان پر باز پرس نہیں کرتا۔

۳۱: وَمَا اَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ فِي الْاَرْضِ (اور تم زمین میں ہر انہیں سکتے) یعنی جن مصائب کا تمہارے لئے فیصلہ کر دیا گیا ان سے

بچ نہیں سکتے۔ وَمَا لَكُمْ مِّن دُونِ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ (اور اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا کوئی حامی و مددگار نہیں ہے) جو کہ اس وقت عذاب دور کر دے جب وہ تم پر اتر پڑے۔

۳۲: وَمِنَ الْبِحَارِ الْجَوَارِ (اور اس کی من جملہ نشانیوں میں سے جہاز ہیں) الجوار جمع جاریہ کی ہے بمعنی کشتیاں۔
قراءت: مکی، سہل، یعقوب نے ہر دو حالتوں میں الجواری پڑھا ہے۔ مدنی، ابو عمرو نے وصل میں ان کی موافقت کی ہے۔ فی
الْبَحْرِ كَمَا لَا عَلَامٍ (سمندر میں جیسے پہاڑ)

صابر و شاکر:

۳۳: اِنْ يَّشَأْ يُسْكِنِ الرِّيحَ (اگر وہ چاہے تو ہوا کو ٹھہرا دے)
قراءت: مدنی نے الریاح پڑھا ہے۔ فَيُظْلَلْنَ رَوَاكِدَ (وہ کھڑے کے کھڑے رہ جائیں) کھڑے رہیں نہ چل سکیں۔ علی
ظہرہ (اس کی سطح پر) سمندر کی سطح پر اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ (بیشک اس میں نشانات ہیں ہر صابر) جو مصائب پر صبر
کرتا ہے۔ شُكُوْرٍ (شاکر کیلئے) نعمتوں کا قدر دان ہے یعنی ہر مخلص ایمان والے کیلئے۔ ایمان کے دو حصے ہیں نمبر ۱۔ آدھا صبر ۲۔
آدھا شکر یا اطاعتوں پر جم جانے والا اور نعمتوں کی قدر دانی کرنے والا۔

۳۴: اَوْ يُّوْبِقُهُنَّ (یا ان کو ہلاک کر دے) یہ یسکن پر معطوف ہے۔ معنی یہ ہے اگر چاہے تو ہوا کو ٹھہرا دے پس وہ رک جائیں یا
ان کو تیز چلا دے جس سے وہ غرق ہو جائیں بِمَا كَسَبُوْا (ان کے کمائے ہوئے گناہوں کے باعث) وَيَعْفُ عَنْ كَثِيْرٍ (اور
وہ بہت سے آدمیوں سے درگزر کرتا ہے) بہت سے گناہوں سے درگزر کر کے ان پر سزا نہیں دیتا۔ اس آیت میں عفو و درگزر کو
ایباق کے حکم میں داخل کیا گیا اس لئے کہ وہ تو اس کا پختہ ارادہ کر چکا ہے کیونکہ معنی یہ ہے یا اگر وہ چاہے تو کچھ لوگوں کو ہلاک کر
دے اور کچھ لوگوں کو بطریق عفو نجات دے دے۔

۳۵: وَّيَعْلَمَ (اور معلوم ہو جائے) یہ منصوب ہے اس کا عطف جملہ تعلیلیہ پر ہے جو کہ محذوف ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے لِيَنْتَقِمَ
عَنَّهُمْ وَيَعْلَمَ ، الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْ اٰيٰتِنَا (ان لوگوں کو جو ہماری آیات میں جھگڑتے ہیں) ان آیات کو باطل کرنے اور دور
کرنے کیلئے۔

قراءت: مدنی اور شامی نے وَيَعْلَمُ بطور جملہ مستانفہ پڑھا ہے۔

مَا لَهُمْ مِّن مَّحِيْصٍ (کہ ان کے لئے کوئی بچاؤ نہیں) عذاب سے بچ جانے کی جگہ۔

فَمَا أُوتِيتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ وَأَبْقَى لِلَّذِينَ

اور تم کو جو بھی چیز دی گئی ہے سو وہ دنیا والی زندگی کا سامان ہے، اور جو اللہ کے پاس ہے وہ بہتر ہے اور زیادہ باقی رہنے والا ہے ان لوگوں کے لئے

آمَنُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿۳۶﴾ وَالَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبِيرَ الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ

جو ایمان لائے اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں اور جو کبیرہ گناہوں سے اور بے حیائی کی باتوں سے بچتے ہیں

وَإِذَا مَا غَضِبُوا هُمْ يَغْفِرُونَ ﴿۳۷﴾ وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ

اور جب انہیں غصہ آجائے تو معاف کر دیتے ہیں اور جنہوں نے اپنے رب کے حکم کو مانا اور نماز قائم کی

وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِينَ إِذَا أَصَابَهُمُ

اور انکے کام آپس کے مشورے سے ہوتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا اس میں سے خرچ کرتے ہیں اور جن کا حال یہ ہے کہ جب ان کو ظلم

الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُونَ ﴿۳۹﴾

پہنچ جاتا ہے تو وہ بدلہ لے لیتے ہیں۔

۳۶: فَمَا أُوتِيتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَا عِنْدَ اللَّهِ (پس جو کچھ تم کو ملا ہوا ہے وہ صرف دنیوی زندگی کے استعمال کیلئے ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے) یعنی ثواب خیر و ابقى للذین آمنوا وعلی ربہم یتوکلون (وہ بدرجہا اس سے بہتر ہے اور زیادہ پائیدار ہے وہ ان لوگوں کیلئے ہے جو ایمان لے آئے اور اپنے رب پر وہ توکل کرتے ہیں) **نحو:** ما پہلا شرط کے معنی کو متضمن ہے اسی لئے اس کے جواب میں فاء آئی ہے اور دوسرا شرط کا معنی نہیں رکھتا اسی لئے اس کے جواب میں فاء نہیں یہ آیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی جب انہوں نے اپنا سارا مال راہ خدا میں صرف کر دیا اور بعض لوگوں نے ان کو ملامت کی۔

۳۷: وَالَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ (اور وہ لوگ جو پرہیز کرتے ہیں)

نحو: اس کا عطف الذین آمنوا پر ہے اور اسی طرح اس کا ما بعد کبیر الاثم (بڑے گناہوں سے) یعنی بڑے گناہ جو اس جنس سے ہیں۔

قراءت: علی، حمزہ نے کبیر الاثم پڑھا ہے۔ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما کبیر الاثم سے شرک مراد ہے۔

وَالْفَوَاحِشَ (اور بے حیائی کی باتوں سے) ایک قول یہ ہے جس کی قباحت زیادہ ہو وہ فاحشہ ہے جیسے زنا و إذا ما غضبوا (اور جب ان کو غصہ آتا ہے) اپنے کسی دنیاوی معاملے میں ہم یغفرون (وہ معاف کر دیتے ہیں) وہ غصہ کی حالت

میں معاف کرنے کی خصوصیت رکھتے ہیں۔

فَاثْبَاتًا: آیت میں ہم اور پھر اس کو بطور مبتدأ لانا۔ اور یغفرون کی اسناد خصوصاً اس کی طرف کرنا۔ اسی خصوصیت کے اظہار کیلئے ہے۔ وہم ینتصرون میں یہی نکتہ پیش نظر رکھیں۔

انصارِ مدینہ کی طاعتِ شعاری:

۳۸: وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ (اور جن لوگوں نے اپنے رب کا حکم مانا) یہ آیت انصارِ مدینہ کے متعلق نازل ہوئی۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے ایمان کی طرف بلایا اور طاعت کی دعوت دی تو انہوں نے اس کو قبول کر لیا۔ ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ کا حکم مان لیا۔ وَاَقَامُوا الصَّلَاةَ (اور وہ نماز کے پابند ہیں) وہ پانچوں نمازیں ادا کرنے والے ہیں۔ وَاَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ (اور ان کا ہر کام آپس کے مشورہ سے ہوتا ہے) ای ذو شوری۔ وہ کسی رائے میں انفرادیت اختیار نہیں کرتے جب تک اس پر اتفاق نہ کر لیں۔

قولِ حسنِ رحمہ اللہ:

جس قوم نے مشورہ سے کام لیا وہ سب سے بہتر کام کی طرف ہدایت پا گئے۔ الشوریٰ یہ الفتیاء کی طرح مصدر ہے جو کہ التشاور کے معنی میں ہے۔ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ (اور ہم نے جو کچھ ان کو دیا اس میں سے خرچ کرتے ہیں) وہ صدقہ کرتے ہیں۔

بغی پر انتقام:

۳۹: وَالَّذِينَ اِذَا اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ (اور ان لوگوں پر جب ظلم واقع ہوتا ہے) هُمْ يَنْتَصِرُونَ (وہ برابر کا بدلہ لیتے ہیں) وہ اس ظالم سے انتقام لیتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے جو بدلہ اس کا مقرر فرمایا ہے۔ اس پر وہ اکتفاء کرتے ہیں۔ اس سے تجاوز نہیں کرتے۔ وہ اپنے آپ کو اس میں ملوث کرنے کو تیار نہ تھے مگر فساق نے ان پر جرأت کی تو وہ بدلہ پر آمادہ ہوئے۔

ایک نکتہ:

یہاں ان کی بدلہ لینے پر تعریف کی گئی ہے کیونکہ جس نے بدلہ لیا اور حق لیا اور اس میں اللہ تعالیٰ کی حد سے تجاوز نہ کیا اگر وہ ولی دم تھا تو اس نے قتل میں اسراف نہ کیا تو وہ اللہ تعالیٰ کا مطیع و فرمانبردار ہے اور ہر مطیع قابل تعریف ہے ہم ینفقون کے تحت لکھے ہوئے کا دوبارہ مطالعہ کر لیں۔

وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ

اور برائی کا بدلہ برائی ہے اسی جیسی ہو جو شخص معاف کر دے اور صلح کرے تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہے، بلاشبہ وہ

لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ﴿۴۱﴾ وَلَمَنْ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهِ فَأُولَٰئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ

ظالموں کو پسند نہیں فرماتا، اور البتہ جو شخص مظلوم ہو جانے کے بعد بدلہ لے لے سو یہ ایسے لوگ ہیں جن پر کوئی

سَبِيلٌ ﴿۴۲﴾ إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَظْلِمُونَ النَّاسَ وَيَبْغُونَ فِي

الزام نہیں، الزام انہی پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور دنیا میں ناحق

الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۖ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۴۳﴾ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ

سرکش کرتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے دردناک عذاب ہے، اور البتہ جس نے صبر کیا اور معاف کر دیا بلاشبہ

ذَٰلِكَ لَمِنَ عَزْمِ الْأُمُورِ ﴿۴۴﴾

یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے۔

بدلہ کی حدود:

۳۰: پھر بدلہ کی حد کو بیان فرمایا وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا (اور برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے) پہلا لفظ سیئہ تو اپنے حقیقی معنی میں ہے اور دوسرا حقیقی معنی میں نہیں۔ بلکہ جزاء سیئہ کو سیئہ سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ نمبر ۲۔ کیونکہ وہ برائی و زیادتی کرتا ہے اور اس شخص پر جس پر وہ اترتی ہے اس لئے اس کو سیئہ کہہ دیا اور اس وجہ سے بھی کہ اگر پہلی زیادتی نہ ہوتی تو دوسری سیئہ بنتی اس صورت میں وہ ایذا دینا شمار ہوتا۔ وہ غیر کی وجہ سے حسد بنی ہے تو اصل کا لحاظ کر کے اس کو سیئہ کہہ دیا۔ نمبر ۳۔ دوسری کو سیئہ کا نام اس لئے دیا گیا کہ عفو اولیٰ (وان تعفوا اقرب للتقویٰ) مطلب یہ ہے جب زیادتی کی جائے تو ضروری ہے کہ اس کا سامنا اتنی ہی زیادتی سے کیا جائے البتہ حد سے تجاوز نہ ہو۔

فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ (پھر جو شخص معاف کر دے اور اصلاح کرے) اس کے اور اس کے مخالف کے درمیان عفو و چشم پوشی سے کام لے۔ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ (پس اس کا ثواب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے) مبہم وعدہ ہے بڑائی اور شان میں ناقابل قیاس ہے۔ (سبحان اللہ) إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ (بیشک اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں کرتا) جو ظلم سے ابتداء کرتے ہیں یا جو لوگ بدلہ میں حد سے آگے گزر جاتے ہیں۔ حدیث میں فرمایا قیامت کے دن ایک منادی آواز دے گا۔ جس کا بدلہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہو وہ کھڑا ہو جائے پس اس وقت صرف معاف کرنے والا کھڑا ہوگا۔ (رواہ العقلمی فی الضعفاء ۳/۳۳۷)

۳۱: وَلَمَنْ اَنْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهِ (اور جو اپنے اوپر ظلم ہو چکنے کے بعد برابر کا بدلہ لے لے) اس نے ظلم کیے جانے کے بعد اپنا حق لیا۔
 نَحْوًا: یہاں مصدر کی اضافت مفعول کی طرف کی گئی ہے۔

فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ (تو ایسے لوگوں پر کوئی الزام نہیں) اولئك کا اشارہ من کے معنی کی طرف مشیر ہے نہ کہ لفظ کی طرف بدلہ لینے والے پر کوئی الزام نہیں اور نہ ہی معاتب و معایب پر کیوں کہ ان سے اس کا بدلہ چکا لیا گیا ہے۔
 ۳۲: اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ (الزام صرف ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں) ظلم کرنے میں ابتداء کرتے ہیں۔ وَيَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ (اور دنیا میں سرکشی کرتے ہیں) تکبر و بڑائی کرتے اور فساد مچاتے ہیں۔ بِغَيْرِ الْحَقِّ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (ناحق ان کے لئے دردناک عذاب ہے) سبیل کی تفسیر حجت اور پیچھا کرنا۔

۳۳: وَلَمَنْ صَبَرَ (اور جو شخص صبر کرے) ظلم و ایذا پر وَغَفَرَ (اور بخش دے) بدلہ نہ لے۔ اِنَّ ذٰلِكَ (بیشک یہ) یعنی صبر اور اس سے درگزر کرنا لَمَنْ عَزِمِ الْاُمُوْرَ (یہ البتہ بڑے ہمت کے کاموں میں سے ہے) یعنی ایسے امور میں سے ہیں جن کی طرف بڑھنا چاہیے۔ یا یہ ایسے امور میں سے ہے جن کے لئے مناسب ہے کہ عقل مند ان کو اپنے اوپر لازم کرے اور اس کے چھوڑنے کی رخصت اختیار نہ کرے۔ یہاں منہ ضمیر کو حذف کیا گیا ہے کیونکہ وہ درمیان کلام سے سمجھ آ رہی ہے جیسا کہ عرب اس قول میں قرینہ کی وجہ سے حذف کرتے ہیں۔ السمن منوان بدرهم۔

قول ابوسعید القرشیؓ:

بیداری کی علامت یہ ہے کہ مکارہ پر صبر کرے جس نے کسی ناپسند بات پر صبر کیا اور جزع کا اظہار نہ کیا۔ اللہ تعالیٰ اس کو رضا کی حالت میں فرمائیں گے اور یہ رضا والا حال سب سے اعلیٰ ہے۔ اور جس نے مصائب پر جزع فزع کی اور شکوہ کیا اللہ تعالیٰ اس کو اس کے نفس کے حوالہ کر دیتے ہیں۔ پھر اس کا شکوہ کسی کام نہیں آتا۔

وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ وَلِيٍّ مِّنْ بَعْدِهِ ۖ وَتَرَى الظَّالِمِينَ لَمَّا رَأَوْا

اور اللہ جس کو گمراہ کرے اس کے لئے اس کے بعد کوئی چارہ ساز نہیں اور جب ظالم لوگ عذاب کو دیکھیں گے تو اسے مخاطب تو نہیں

العَذَابِ يَقُولُونَ هَلْ إِلَىٰ مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيلٍ ۗ وَتَرَاهُمْ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا خَشِيعِينَ

اس حال میں دیکھے گا کہ یوں گمراہے ہوں گے کیا واپس کئے جانے کا کوئی راستہ ہے؟ اور تو انہیں اس حال میں دیکھے گا کہ وہ دروازے پر پیش کئے جا رہے ہوں گے ذلت کی وجہ سے

مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُونَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ۖ وَقَالَ الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ الْخٰسِرِينَ

جھے ہوئے چھپی ہوئی نظر سے دیکھتے ہوں گے، اور ایمان والے کہیں گے بلاشبہ پورے خسارے میں پڑ جانے والے

الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ وَأَهْلِيَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ اَلَا إِنَّ الظَّالِمِينَ فِي عَذَابٍ

وہ ہیں جو اپنی جانوں سے اور اپنے گھر والوں سے قیامت کے دن خسارہ میں پڑ گئے، خبردار تمہیں شک نہیں کہ ظالم لوگ دائمی عذاب میں

مُقِيمٌ ۗ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَاءٍ يٰنصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۗ وَمَنْ يُضِلِلِ اللّٰهُ

رہیں گے، اور ان کے لئے اللہ کے سوا مددگار نہ ہوں گے جو ان کی مدد کریں اللہ کو چھوڑ کر، اور جسے اللہ گمراہ کر دے

فَمَا لَهُ مِنْ سَبِيْلٍ ۗ

اسکے لئے کوئی راستہ ہی نہیں۔

۳۴: وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ وَلِيٍّ مِّنْ بَعْدِهِ (اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے تو اس کے بعد اس شخص کا کوئی کارساز نہیں) کوئی اس کو ہدایت دینے کی طاقت نہیں رکھتا اللہ تعالیٰ کے اضلال کے بعد اور کوئی اس کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا نہیں سکتا۔ وَتَرَى الظَّالِمِينَ (اور تم ظالموں کو دیکھو گے) قیامت کے دن لَمَّا رَأَوْا الْعَذَابَ (جبکہ وہ عذاب کو سامنے دیکھیں گے) جب عذاب سامنے نظر آ جائے گا۔ اس بات کے قطعی واقع ہونے کی وجہ سے ماضی کے لفظ سے تعبیر فرمایا۔ يَقُولُونَ هَلْ إِلَىٰ مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ (اور وہ کہیں گے لوٹنے کی کوئی راہ ہے) وہ اللہ تعالیٰ سے طلب کریں گے کہ ان کو ایمان لانے کیلئے دنیا میں واپس لوٹا دے۔

۳۵: وَتَرَاهُمْ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا (اور آپ ان کو اس حالت میں دیکھیں گے کہ ان کو آگ کے سامنے لایا جائے گا)۔ حاکم کی ضمیر ناری کی طرف راجع ہے اس لئے کہ عذاب اس پر دلالت کر رہا ہے۔ خَشِيعِينَ مِنَ الذُّلِّ (وہ ذلت کی وجہ سے جھکنے والے ہونگے) ذلت کے حاصل ہونے کی وجہ سے جتکلف چھوٹے بنیں گے اور اپنے کو بتکلف حقیر بنائیں گے۔ يَنْظُرُونَ (وہ آگ کی طرف دیکھیں گے) مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ (ست نگاہ سے) آنکھیں چرا کر ذرا سی نظر سے دیکھیں گے جیسا کہ قتل گاہ میں موجود شخص تلوار کو دیکھتا ہے۔

اِسْتَجِیْبُوا لِرَبِّكُمْ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاتِیَ یَوْمًا لَمْ یَكُنْ مِنَ اللّٰهِ مَالًا لَّكُمْ مِنْ مَّالِجًا

تم اپنے رب کا حکم مانو اس سے پہلے کہ وہ دن آجائے جس میں اللہ کی طرف سے واپس کرنا نہ ہوگا، تمہارے لئے اس دن پناہ لینے کی

یَوْمَیْذٍ وَّمَالِكُمْ مِنْ نَّكْرِیۡرٍ ﴿۴۷﴾ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَا اَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِیْظًا اِنْ عَلَیْكَ

جگہ نہ ہوگی اور نہ کوئی نکیر کرنے والا ہوگا پس اگر وہ اعراض کریں تو ہم نے آپ کو ان پر نگران بنا کر نہیں بھیجا آپ کے ذمہ

اِلَّا الْبَلٰغُ وَاِنَّا اِذَا اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِّنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا وَاِنْ تُصِیْبُهُمْ سَیِّئَةٌ

صرف پہنچانا ہے، اور بلاشبہ بات یہ ہے کہ جب ہم انسان کو اپنی طرف سے رحمت چکھا دیتے ہیں تو اس پر خوش ہوتا ہے اور اگر ان کے کرتوتوں کی وجہ سے انہیں

بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْهِمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ ﴿۴۸﴾ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط

کوئی مصیبت پہنچ جائے تو بلاشبہ انسان ناشکری کرنے لگتا ہے، اللہ ہی کے لئے ہے آسمانوں کا اور زمین کا ملک

یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ط یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنَّا نَاوِیْهُبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذِّكُوْرَ ﴿۴۹﴾ اَوْ یُزَوِّجُهُمْ

وہ پیدا فرماتا ہے جو چاہے جسے چاہے بیٹیاں عطا فرماتا ہے اور جسے چاہے بیٹے دیتا ہے یا بیٹے اور بیٹیاں دونوں جنسوں کو

ذُكْرًا وَاِنَّا نَاوِیْهُبُ لِمَنْ یَّشَآءُ عَقِیْمًا اِنَّهٗ عَلِیْمٌ قَدِیْرٌ ﴿۵۰﴾

جمع کر دیتا ہے، اور جسے چاہے بانجھ بنا دیتا ہے بلاشبہ وہ جانتے والا ہے اور قدرت والا ہے۔

وَقَالَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنَّ الْاٰخِرِیْنَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ (اور ایمان والے کہیں گے کہ مکمل خسارہ والے وہ لوگ ہیں جو اپنی جانوں سے اور اپنے متعلقین سے قیامت کے روز خسارہ میں مبتلا ہوئے) یَوْمَ كَالْفَخْرِ خَسِرُوْا کے متعلق ہے اور ایمان والوں کا قول دنیا میں واقع ہونے والا ہے یا قال کے متعلق ہے یعنی یقولون یوم القیامة اذا راوهم علی تلك الصفة وہ کہیں گے قیامت کے دن جب ان کو اس حالت میں دیکھیں گے۔ اَلَا اِنَّ الظَّالِمِیْنَ فِیْ عَذَابٍ مُّقْتَدِمٍ (خبردار! بیشک ظالم لوگ عذاب دائمی میں رہیں گے) مقتدم کا معنی دائمی۔

۴۶: وَمَا كَانَ لَهُمْ مِنْ اَوْلِیَآءَ یَنْصُرُوْنَهُمْ (اور ان کے کوئی مددگار نہ ہونگے جو ان کی مدد کریں گے) مَنْ دُوْنَ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ سے الگ) اس کے عذاب سے بچانے کیلئے مدد کریں۔ وَمَنْ یُّضِلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهُ مِنْ سَبِیْلِ (اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے اس کے لئے کوئی راستہ ہی نہیں) نجات کی طرف۔

قیامت سے پہلے اس کی بات مان لو:

۴۷: اِسْتَجِیْبُوا لِرَبِّكُمْ (تم اپنے رب کا حکم مان لو) اس کو قبول کر لو جس کی طرف اس نے تمہیں بلایا ہے۔ مَنْ قَبْلِ اَنْ یَّاتِیَ

یَوْمٌ (اس سے پہلے کہ ایسا دن آن پہنچے) یوم سے پہلے قیامت کا دن مراد ہے۔ لَا مَرَدَّ لَهُ مِنَ اللَّهِ (جس کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بُننانہ ہوگا) مِنْ یَوْمٍ لَمْ یَلْمُدَّ مِنْهُ لَیْلًا یَوْمَئِذٍ (جس دن کوئی شخص اس کے لوٹانے کی طاقت نہ رکھتا ہوگا۔ مَا لَكُمْ مِنْ مَلْجَأٍ یَوْمَئِذٍ وَمَا لَكُمْ مِنْ نَكِيرٍ (نہ تم کو اس روز کوئی پناہ ملے گی اور نہ تمہارے بارہ میں کوئی روک ٹوک کرنے والا ہوگا) یعنی تمہیں کوئی عذاب سے چھوڑانے والا نہ ہوگا۔ اور نہ ہی تمہیں طاقت ہے کہ تم کسی بھی چیز کا انکار کرو جس کا تم نے پہلے ارتکاب کیا ہے وہ تمہارے صحائف اعمال میں درج کر دیا گیا۔ النکیر: انکار۔

۴۸: فَإِنْ أَعْرَضُوا (پھر اگر یہ لوگ اعراض کریں) ایمان سے فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا (تو ہم نے آپ کو ان پر نگران کر کے نہیں بھیجا) حفیظ، نگران کو کہتے ہیں۔ إِنْ عَلَيكَ إِلَّا الْبَلَاغُ (آپ کے ذمہ پیغام رسالت کو ان تک پہنچا دینا ہے) اور وہ آپ نے کر دیا۔ وَإِنَّا إِذَا أَذَقْنَا الْإِنْسَانَ (اور ہم جب آدمی کو کچھ اپنی عنایت کا مزہ چکھاتے ہیں) الْإِنْسَانَ بُولًا كَرِيمًا (مِنَّا رَحْمَةً لِيَعْنِي نِعْمَتٌ، وسعت، امن، صحت فَرِحَ بِهَا (وہ خوش ہو جاتا ہے) اترانے لگتا ہے۔ وَإِنْ تُصِيبُهُمْ سَيِّئَةٌ (اور اگر ان کو مصیبت آپڑتی ہے مثلاً مرض، تنگدستی وغیرہ اور انہی کی قسم سے۔ فَرِحَ كَلْفًا كَالْحَاظِ كَرَّ (اور ان تُصِيبُهُمْ میں ضمیر جمع لائے۔ معنی کے لحاظ سے۔ بِمَا قَدَّمْتُمْ آيِدِيهِمْ (بسبب ان کے گناہوں کے جو انہوں نے آگے بھیجے)

انسان نہایت ناشکرا ہے:

فَإِنَّ الْإِنْسَانَ كَفُورٌ (پس بلاشبہ انسان ناشکرا ہے) یہاں ضمیر کی بجائے اسم ظاہر لائے اس طرح نہیں کہا فافانہ کفور تا کہ یہ بات لکھی جائے کہ یہ جنس کفرانِ نعمت کے ساتھ موصوف ہے جیسا کہ فرمایا ان الْإِنْسَانَ لظُلُومٍ كَفَّارٍ۔ بیشک انسان ظالم ہے نا شکرا ہے [ابراہیم: ۳۴] الْكُفُورُ بہت شدید کفر کرنے والا۔ مطلب یہ ہے کہ مصائب کو تو یاد رکھتا ہے مگر نعمتوں کو بھلا دیتا ہے اور ان کو حقیر قرار دیتا ہے۔ ایک قول یہ ہے اس سے کفرانِ نعمت مراد ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد کفر باللہ ہے۔

قدرت باری تعالیٰ:

۴۹: لِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ (اور اللہ تعالیٰ ہی کی ہے سلطنت آسمانوں اور زمین کی) يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَهْبُ لِمَنْ يَشَاءُ إِنَّا لَهُ نَاظِرُونَ (وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے جس کو چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے) وَيَهْبُ لِمَنْ يَشَاءُ الدُّكُورَ (اور جس کو چاہتا ہے بیٹے عطا فرماتا ہے)۔

۵۰: أَوْ يُزَوِّجُهُمْ (یا ان کو جمع کر کے دیتا ہے بیٹے بھی اور بیٹیاں بھی) ذُكْرَانًا وَ إِنَاثًا وَيَجْعَلُ مَنْ يَشَاءُ عَقِيمًا (نذکر اور مؤنث اور جس کو چاہتا ہے بے اولاد رکھتا ہے)

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحِيًّا أَوْ مِنْ وَرَائِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا

اور کسی بشر کے لئے یہ موقعہ نہیں ہے کہ وہ اللہ سے بات کرے ہاں وحی کے ذریعہ یا پردہ کے پیچھے سے یا اس طرح بات ہو سکتی ہے کہ اللہ کسی رسول کو بھیج دے

فِيُوحِي بِأَذْنِهِ مَا يَشَاءُ ۗ إِنَّهُ عَلَىٰ حَكِيمٍ ۝۵۱ وَكَذٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ

پھر وہ رسول اسکی اجازت سے اسکی مشیت کے مطابق وحی پہنچا دے، بے شک وہ برتر ہے حکمت والا ہے، اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف اپنے حکم سے قرآن کی

أَمْرًا ۗ مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلَكِنْ جَعَلْنَاهُ نُورًا نَّهْدِي بِهِ

وحی کی، آپ نہیں جانتے تھے کہ کیا ہے کتاب اور کیا ہے ایمان؟ اور لیکن ہم نے اسے نور بنا دیا ہے اس کے ذریعہ ہم اپنے بندوں

مَنْ نَّشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا ۗ وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝۵۲ صِرَاطِ اللَّهِ

میں سے جسے چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں اور بلاشبہ آپ صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت دیتے ہیں جو اللہ کا راستہ ہے

الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ الْإِلٰهِي اللَّهُ تَصِيْرُ الْأَمْوٰرِ ۝۵۳

جس کے لئے وہ سب کچھ ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے، خبردار اللہ ہی کی طرف تمام امور لوٹتے ہیں۔

۵۱۳

جب انسان کو رحمت چکھانے کا تذکرہ فرمایا گیا۔ اور انسان کو اس کی ضد کے پہنچ جانے کا تذکرہ ہو چکا تو اس کے بعد تو حید کا ذکر کیا کہ اللہ تعالیٰ بادشاہ مطلق ہیں۔ وہی نعمتیں اور قسمیں تقسیم کرتا ہے جس طرح وہ ارادہ فرماتا ہے اور اپنے بندوں کو جو چاہتا ہے اولاد نصیب کر دیتا ہے بعض کو صرف بیٹیاں اور بعض کو صرف بیٹے اور بعض کو دونوں قسمیں اور بعض کو بے اولاد رکھتا ہے۔ (یہ سارے اس کی قدرت کے کرشمے ہیں) العقیم جو اولاد جننے کے قابل نہ ہو۔ رجل عقیم وہ مرد جو اولاد کے لائق نہ ہو۔ یہاں موشحات کو مذکروں پر مقدم کیا گیا ہے کیونکہ سیاق کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں کرتے ہیں نہ وہ کچھ جو انسان چاہے پس ان بیٹیوں کا تذکرہ کہ جن کو انسان نہیں چاہتا کہ پیدا ہوں۔ تو ان کا تذکرہ زیادہ اہم تھا۔ اس لئے مقدم کر دیا اور تا کہ وہ جنس قریب ہو جس کو ذکر کرنا عرب کے لوگ مصیبت سمجھتے تھے۔ بلاء کا ذکر بلاء کے قریب ہو جائے۔ جب مذکروں کو مؤخر کیا حالانکہ وہ مقدم کرنے کے لائق ہیں۔ تو ان کی تاخیر ذکر کی کا تذکرہ ان کی تعریف سے فرما دیا۔ کیونکہ معرفہ لانے میں تشبیر اور شان کو بڑھانا ہے۔ پھر ہر دو جنس کو تقدیم و تاخیر کا حق دیا جاتا رہا۔ اور یہ بتلا دیا کہ عورتوں کا پہلے ذکر کرنا ان کے تقدیم مرتبہ کی علامت نہیں بلکہ اور وجہ سے ہے پس فرمایا ذکر انا واناٹا۔ انبیاء علیہم السلام کے متعلق نازل ہوئی۔ اس لئے کہ لوط علیہ السلام کو فقط بیٹیاں دیں اور شعیب کو بھی اور ابراہیم علیہ السلام کو فقط بیٹے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بیٹے اور بیٹیاں دونوں دیں۔ یحییٰ و عیسیٰ علیہما السلام کو بے اولاد رکھا۔ (مگر عیسیٰ علیہ السلام تو آخری زمانہ میں اتریں گے ان کے ہاں اولاد ہوگی جیسا کہ احادیث میں مصرح ہے، مترجم) إِنَّهُ عَلِيمٌ (بیشک وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے) قَدِيرٌ (وہ ہر چیز پر قادر ہے)

طرق وحی کی تفصیل:

۵۱: وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ (اور کسی بشر کی یہ شان نہیں) کسی بھی انسان کیلئے یہ درست نہیں۔ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحِيًّا (کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام فرمائے) الہام کے طور پر جیسا کہ مروی ہے نفث فی روعی کہ دل میں یہ بات ڈالی گئی [رواہ احمد: ۳/۵۰] یا نیند میں خواب کے ذریعہ جیسا کہ نبی علیہ السلام کا قول ہے۔ رُؤْيَا الْاَنْبِيَاءِ وَحِيًّا - [رواہ البخاری: ۸۵۹] وہ جیسے ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کے ذبح کا حکم خواب میں ملا۔ اَوْ مِنْ وَّرَآئِي حِجَابٍ (یا حجاب کے باہر سے) یعنی وہ اللہ تعالیٰ سے کلام براہ راست سنتا ہے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے سنا بغیر اس کے کہ کوئی سامع کلام کرنے والے کو دیکھے اور اس حجاب سے مراد حجاب اللہ نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات کیلئے وہ لفظ استعمال کرنے جائز نہیں جو اجسام کیلئے جائز ہیں۔ مثلاً حجاب وغیرہ۔ لیکن اس سے مراد یہ ہے سامع کو دنیا میں نظر آنے سے وہ محجوب ہے۔ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا (یا کسی رسول کو بھیجے) یعنی فرشتے کو بھیجے فَيُوحِي (پس وہ پیغام پہنچا دیتا ہے)۔ وہ فرشتہ اس کی طرف پیغام پہنچا دیتا ہے۔

ایک قول:

یہ ہے۔ وحیاً جیسا کہ رسولوں پر ملائکہ کے واسطے سے وحی کی گئی۔ اویرسل رسولاً یعنی نبی کو بھیجے جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کی اقوام سے ان کی زبانوں کے مطابق کلام کیا گیا۔ وحیاً اور ان یرسل یہ دونوں مصدر ہیں اور یہ حال بن رہے ہیں۔ کیونکہ ان یرسل ارسال کے معنی میں ہے اور من واء حجابت یہ ظرف ہے جو حال کی جگہ آیا ہے۔ جیسا کہ اس ارشاد میں وعلیٰ جنوبہم [آل عمران: ۱۹۱] تقدیر کلام اس طرح ہے اور صحیح نہیں کہ وہ کسی سے کلام کرے مگر یہ کہ وہ وحی کرنے والے ہوں یا مسمعاً من واء حجاب پردے کے پیچھے سے سنانے والے ہوں۔ یا مرسل بھیج کر پہنچانے والے ہوں۔ نمبر ۲۔ اور یہ بھی درست ہے کہ معنی اس طرح کر لیں کسی انسان کے لائق نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام کریں مگر اس طرح کہ وحی کی جائے یا وہ پردے کے پیچھے سے سنتا ہے یا وہ کوئی قاصد بھیجتا ہے خلیل نحوی نے اس کو اختیار کیا ہے اور اویرسل رسولاً فیوحی رفع کے ساتھ نافع نے پڑھا تقدیر عبارت: او هو یرسل رسولاً فیوحی (وہ رسول بھیجتا ہے پس وہ ان کے ذریعہ وحی کرتا ہے) نافع اور علی نے مرفوع پڑھا ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے او هو یرسل فیوحی (یا وہ کئی رسول بھیج کر پس وہ وحی کرے)۔ بِاِذْنِهِ (اللہ تعالیٰ کے حکم سے) مَا يَشَاءُ (جو وہ چاہے) وحی سے اِنَّهُ عَلِيٌّ (بیشک وہ غالب ہے) اسے روکا نہیں جاسکتا۔ حَكِيْمٌ (وہ اپنے اقوال و افعال میں درستی والا ہے) پس اس کے افعال و اقوال میں معارضہ نہیں۔

۵۲: وَكَذٰلِكَ (اور اسی طرح) یعنی جیسا ہم نے آپ سے پہلے رسولوں کی طرف وحی بھیجی یا جیسا کہ ہم نے آپ کو بیان کر دیا۔ اَوْ حِيْنَا اِلَيْكَ (ہم نے آپ کی طرف وحی کی) وحی کرنا اسی طرح ہوتا ہے۔ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا (یعنی اپنا حکم بھیجا) مراد یہ ہے کہ جو آپ کی طرف بھیجی گئی کیونکہ لوگ اس کی وجہ سے اپنے دین میں زندہ ہو جاتے ہیں جیسا کہ جسم روح سے زندہ ہو جاتا ہے۔ مَا

كُنْتَ تَدْرِى (آپ کو نہ یہ خبر تھی) مَخْوٍ: اليك کے کاف سے یہ حال ہے۔ مَا الْكِتَابُ (کتاب کیا چیز ہے) وَلَا الْإِيْمَانُ (اور نہ ایمان کیا چیز ہے) یعنی اس کے احکامات، اور نہ ایمان بالکتاب کیونکہ جب وہ یہ نہیں جانتے کہ کتاب نازل ہوگی تو وہ اس کتاب کے جاننے والے نہ بنے۔

ایک قول یہ ہے:

کہ ایمان کئی چیزوں کو شامل ہے۔ بعض کی طرف راہ تو عقل ہے اور بعض کی طرف راہ کان ہیں۔ پس یہاں وہ مراد ہیں جن کا تعلق سمع سے ہے نہ کہ عقل سے اور وہ آپ کو علم نہ تھا یہاں تک کہ وحی سے اس کو حاصل کر لیا۔ وَلٰكِنْ جَعَلْنَاهُ (لیکن ہم نے اس کو بنا دیا) یعنی کتاب کو نُورًا نَهْدِي بِهِ مَنْ نَشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا وَانَّا لَنَهْدِيْ اِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (ایک نور جس کے ذریعے ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ ایک سیدھے راستے کی طرف ہدایت کر رہے ہیں) تہدی دعوت دینے کے معنی میں ہے اور۔

قراءت: ایک قراءت میں تہدی بہ بھی پڑھا گیا ہے۔ صراط مستقیم سے اسلام مراد ہے۔
۵۳: صِرَاطِ اللّٰهِ (یعنی اس اللہ تعالیٰ کے راستے کی)۔

مَخْوٍ: یہ بدل ہے۔ الَّذِيْ لَكَ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ (کہ اس کا ہے جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے) ملکیت و ملوکیت کے لحاظ سے اَلَا اِلٰى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ (خبردار سب امور اسی ہی کی طرف لوٹیں گے) اس میں جہنم کی وعید اور جنت کا وعدہ ہے۔

الحمد لله سورة الشورى كالتفسيرى ترجمه يوم السبت بوقت ایک بجے اختتام پذیر ہوا۔

اللہ تعالیٰ خاتمہ ایمان پر فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ صفر المظفر ۲۰۹، ۱۴۲۴ھ

سُورَةُ الزَّخْرَفِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ تِسْعٌ وَثَمَانُونَ آيَةً وَسَبْعٌ رُكُوعًا

سورہ زخرف مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں نو اسی ۸۹ آیات اور سات ۷ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

حَمِّ ۝ وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ ۝ اِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْءَانًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝ وَاِنَّهٗ

حکم: ۵ قسم ہے واضح کتاب کی بلاشبہ ہم نے اس کو قرآن عربی بنایا ہے تاکہ تم سمجھو اور بلاشبہ وہ

فِيْ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِّىْ حَكِيْمٌ ۝ اَفَضْرِبُ عَنْكُمْ الذِّكْرَ صَفْحًا اِنْ كُنْتُمْ

ام کتاب میں ہمارے پاس ہے بلند ہے حکمت والا ہے، کیا ہم نصیحت کو تم سے اس وجہ سے بنا لیں گے کہ تم

قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ ۝ وَكَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِيٍّ فِي الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَمَا يَأْتِيهِمْ مِنْ

حد سے بڑھ جانے والے ہو، اور ہم نے پہلے لوگوں میں کتنے ہی نبی بھیجے، اور ان کے پاس جو بھی کوئی

نَّبِيٍّ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ فَاهْلَكْنَا اَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَّمَضٰى مَثَلُ

نبی آتا تھا اس کا مذاق بناتے تھے، پھر ہم نے ان میں سے ان لوگوں کو ہلاک کر دیا جو زور آوری میں خوب بڑھ کر تھے اور پہلے لوگوں کی

الْاَوَّلِيْنَ ۝

یہ حالت گزر چکی ہے۔

حَمِّ ۝ وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ ۝ اِنَّا جَعَلْنَاهُ ۝ (حکم قسم ہے اس کتاب واضح کی۔ ہم نے اس کو)

قُرْءَانًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ (عربی زبان کا قرآن بنایا ہے۔ تاکہ تم سمجھ لو)

وَاِنَّهٗ فِيْ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِّىْ حَكِيْمٌ (اور وہ ہمارے پاس لوح محفوظ میں بڑے مرتبہ والی اور پر حکمت کتاب ہے)

آیت ۱: حَمِّ (۲) وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ اللہ تعالیٰ نے کتاب مبین کی قسم کھائی ہے اور کتاب مبین سے قرآن مجید مراد ہے۔

آیت ۳: اِنَّا جَعَلْنَاهُ یہاں جعل صیر کے معنی میں ہے۔ قُرْءَانًا عَرَبِيًّا یہ جواب قسم ہے۔ یہ بڑی خوبصورت اور شاندار قسم ہے

کیونکہ قسم اور مقسم علیہ میں مناسبت پائی جاتی ہے۔ المبین نمبر ۱۔ ان کے لئے واضح ہے جن پر اتاری گئی۔ کیونکہ یہ کتاب ان کی

لغت و اسلوب کے مطابق ہے۔ نمبر ۲۔ یا مدبرین کے لئے واضح ہے۔ نمبر ۳۔ یا اس کتاب نے ہدایت کی راہ کو گمراہی سے بالکل

الگ کر دیا دین کے سلسلہ میں جن چیزوں کی ضرورت تھی وہ سب واضح کر دیں۔ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (تا کہ تم اسکے معانی کو سمجھو)۔

صفات قرآن:

آیت ۴: **وَإِنَّهُ فِي أُمِّ الْكِتَابِ لَدَيْنَا** (قرآن مجید لوح محفوظ میں اللہ تعالیٰ کے ہاں محفوظ ہے)۔ اس کی دلیل یہ آیت ہے۔ بل ہو قرآن مجید فی لوح محفوظ۔ البروج۔ ۲۱-۲۲۔ لوح محفوظ کو ام الكتاب کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ تمام کتابوں کی اصل ہے۔ تمام کتابیں اسی میں مندرج اور اسی سے نقل کی جاتی اور نسخ کی جاتی ہیں۔

قراءت: ام الكتاب۔ الف کے کسرہ سے علی و حمزہ نے پڑھا ہے۔

لَعَلِّيْ نُبْرَا۔ وہ بلاغت کے اعلیٰ ترین درجہ میں ہے۔ یا کتابوں میں وہ رفیع الشان ہے۔ کیونکہ ان تمام کتابوں کے مابین یہ معجز ہے۔ **حَكِيْمٌ** (کامل حکمت والی ہے)۔

یہ حد پھانڈنے والے ہیں ہم قرآن کو آپ سے نہ ہٹائیں گے:

آیت ۵: **أَفَنَضْرِبُ عَنْكُمْ الذِّكْرَ صَفْحًا** (کیا ہم اس نصیحت کو تم سے ہٹالیں گے) نصیحت کو دور کر دیں گے اور ہٹالیں گے۔ مجاز کے طور پر یہ عرب کے قول: ضرب الغرائب عن الحوض۔ (اس نے حوض سے دوسروں کے اونٹوں کو ہٹا دیا)۔

سے لیا گیا ہے۔ **نَجَّوْا**: فاء عاطفہ ہے۔ اور عطف فعل محذوف پر ہے۔ **أَنهَمَلِكُمْ فَنَضْرِبُ عَنْكُمْ الذِّكْرَ**۔ اس میں انکار

اس بات سے ہے کہ جب وہ آپ پر پہلے کتاب اتار چکا تو اس کا الٹ نہیں ہو سکتا۔ اور قرآن مجید کو قرآن عربی اس لئے بنایا تا کہ وہ

اس کو سمجھ سکیں۔ اور اس کے مطابق عمل پیرا ہوں۔ **صَفْحًا** (دور کرنا۔ ہٹانا) یہ مصدر ہے۔ **صَفَحَ عَنْهُ** جبکہ وہ اعراض کرے۔ یہ

مفعول لہ ہے۔ معنی اس طرح ہے کیا ہم قرآن مجید کا اتارنا تم سے ہٹالیں گے اور حجت کا اس سے لازم کرنا تم سے اعراض کرتے

ہوئے دور کر دیں گے؟ نمبر ۲۔ اور یہ بھی درست ہے کہ یہ مفعول و مطلق علی غیر لفظ بن جائے کیونکہ اہل عرب کہتے ہیں ضربت

عنه یعنی میں نے اس سے اعراض کیا اس کو چھوڑ دیا۔ **فَرَأَى رَحْمَةَ اللَّهِ** کا یہی قول ہے۔ **أَنْ كُنْتُمْ** (کیونکہ تم حد سے گزرنے والے

ہو) ان کنتم یہ لان کنتم کے معنی میں ہے۔ قراءت: مدنی، حمزہ و علی نے ان کنتم پڑھا ہے۔ اور یہ اس شرط میں سے ہے

جو دلالت کرنے والے کی طرف سے ثابت ہونے والے امر کی صحت پر ثبوت امر کی خاطر صادر ہوتی ہے۔ جیسا کہ تم مزدور کو کہو۔

ان کنت علمت لك فوفنى حقى۔ اگر میں تیرے متعلق جانتا ہوں تو تو میرا حق پورا پورا ادا کر۔ حالانکہ وہ اس کو جانتا ہے۔ مگر

پھر شرط کے انداز میں بات کہی ہے اور مزدور بھی اس کا حق پورا ہی دے کیونکہ اس کو مزدوری پر اسی لئے لگایا کہ کام پورا

کرے۔ **قَوْمًا مُّسْرِفِينَ** (کہ تم حد سے گزرنے والے ہو) جہالت میں افراط کرنے والے ہو۔ مگر اہی کی حد کو پھانڈنے والے

ہو۔

آیت ۶: **وَ كَمْ أَرْسَلْنَا مِنْ نَبِيِّ فِي الْأَوَّلِينَ** (اور ہم پہلے لوگوں میں بہت سے نبی بھیجتے رہے ہیں) آپ سے پہلے لوگ

گزرے ہم نے ان کی طرف بہت سے رسول بھیجے۔

آیت ۷: وَمَا يَأْتِيهِمْ مِنْ نَبِيِّ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ (اور ان لوگوں کے پاس کوئی نبی ایسا نہیں آیا جس کے ساتھ انہوں نے استہزاء نہ کیا ہو) یہ زمانہ ماضیہ مستمرہ کی حکایت حال ہے۔ یعنی وہ اسی بات پر تھے۔ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی اس سلسلہ میں کہ آپ کی قوم کا آپ سے استہزاء نئی بات نہیں۔

وعدہ نصرت اور وعید:

آیت ۸: فَأَهْلَكْنَا أَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا (پھر ہم نے ان لوگوں کو جو ان سے زیادہ طاقت ورتھے ہلاک کر ڈالا) بَطْشًا یہ تمیز ہے۔ اور ہم کی ضمیر مسرفین کی طرف راجع ہے۔ کیونکہ خطاب کو ان سے پھیر کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کر دیا ان کے متعلق اطلاع دے رہے ہیں۔ وَمَقْضَىٰ مَثَلُ الْأَوَّلِينَ (اور پہلے لوگوں کی یہ حالت ہو چکی ہے) ان کے واقعات قرآن مجید میں کئی مرتبہ گزر چکے ہیں اور ان کی عجیب حالت اسی قابل ہے کہ بطور مثل مشہور ہو۔

اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وعدہ (نصرت) اور ان کو وعید (عذاب) ہے۔

وَلَيْنَ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ ۙ

اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ آسمانوں کو اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو ضرور کہیں گے کہ انہیں عزیزِ علیم نے پیدا فرمایا

الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ مَهْدًا وَجَعَلَ لَكُمْ فِيهَا سُبُلًا لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝

جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنا دیا اور تمہارے لئے اس نے راستے بنا دیئے تاکہ تم ہدایت پاؤ

وَالَّذِي نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بِقَدَرٍ فَأَنْشَرْنَا بِهِ بَلْدَةً مَيِّتًا كَذَلِكَ نُخْرِجُونَ ۝

اور جس نے ایک انداز سے آسمان سے پانی برسایا پھر ہم نے اس کے ذریعے مردہ زمین کو زندہ کر دیا۔ اسی طرح تم نکالے جاؤ گے،

وَالَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمْ مِنَ الْفُلْكِ وَالْأَنْعَامِ مَا تَرْكَبُونَ ۝

اور جس نے تمام اقسام کو پیدا فرمایا اور تمہارے لئے کشتیاں اور جانوروں میں سے وہ چیزیں پیدا فرمائیں جن پر تم سوار ہوتے ہو

لِتَسْتَوُوا عَلَى ظُهُورِهِ ثُمَّ تَذْكُرُوا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ إِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُولُوا

تاکہ تم انکی پشتوں پر بیٹھ جاؤ پھر اپنے رب کی نعمت کو یاد کرو جب تم اس پر بیٹھ جاؤ اور تم یوں کہو

سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرْنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ ۝ وَإِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا

پاک ہے وہ ذات جس نے اس کو ہمارے لئے مسخر فرمادیا اور ہم اس کو قابو میں کرنے والے نہ تھے اور بیشک ہم اپنے رب کی طرف

لَمُنْقَلِبُونَ ۝

لوٹ کر جانے والے ہیں۔

آیت ۹: وَلَيْنَ سَأَلْتَهُمْ (اور اگر آپ ان سے پوچھیں) یعنی مشرکین سے۔ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ (کہ آسمان و زمین کس نے پیدا کیا ہے تو وہ ضرور ہی کہیں گے کہ ان کو زبردست جاننے والے نے پیدا کیا ہے) آیت ۱۰: الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ مَهْدًا (جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنایا) قراءت: کوئی نے مہدا اور دیگر نے مہادا پڑھا ہے۔ معنی ہردو کا جائے قرار ہے۔ وَجَعَلَ لَكُمْ فِيهَا سُبُلًا (اور اس نے تمہارے لئے راستے بنا دیئے) سبلاً۔ راستے۔ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ (تاکہ تم منزل مقصود تک پہنچ سکو) تاکہ تم اپنے سفروں میں ان کے لئے راستہ منزل معلوم کرو۔ آیت ۱۱: وَالَّذِي نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بِقَدَرٍ (اور وہ جس نے آسمان سے پانی ایک اندازہ سے برسایا) اتنی مقدار جس سے انسان صحیح سالم رہ سکیں اور ملکوں کو جتنی ضرورت ہو وہ پوری ہو جائے۔ فَأَنْشَرْنَا بِهِ بَلْدَةً مَيِّتًا (پھر اس سے ہم نے خشک زمین کو

زندہ کیا) انشرنا۔ زندہ کرنے کے معنی میں ہے۔ غائب سے مخاطب کی طرف عدول کرنے کا مقصد یہ ہے تاکہ یہ خطاب سے مراد کو پالیں۔ قراءت: یزید نے میتا کو میتا پڑھا ہے۔ كَذَلِكَ تُخْرَجُونَ (اسی طرح تم نکالے جاؤ گے) اپنی قبور سے زندہ کر کے۔

قراءت: حمزہ علی نے تَخْرُجُونَ پڑھا۔ العلیم پر وقف نہیں۔ کیونکہ الذی اس کی صفت ہے۔ ابو حاتم نے اس پر وقف کیا۔ تقدیر کلام یہ ہے ہو الذی۔ کیونکہ یہ اوصاف کفار کا مقولہ نہیں۔ کیونکہ وہ قبور سے نکلنے کے منکر ہیں۔ تو وہ کیسے کہتے كذلك تخرجون۔ بلکہ یہ آیت تو انکار بعث کرنے والوں کے خلاف حجت ہے۔

آیت ۱۲: وَالَّذِي خَلَقَ الأزواجَ (اور جس نے تمام اقسام بنائیں) الازوج۔ اصناف کے معنی میں ہے۔ كُلِّهَا وَجَعَلَ لَكُمْ مِنَ الفلکِ وَالانعامِ مَا تَرْكَبُونَ (اور تمہاری وہ کشتیاں اور چوپائے بنائے۔ جن پر تم سوار ہوتے ہو) یعنی تم ان پر سوار ہوتے ہو۔ صرف کہا جاتا ہے۔ ركبوا فی الفلک و ركبوا الانعام۔ بلا واسطہ متعدی ہونا غالب آیا۔ کیونکہ وہ زیادہ قوی ہے۔ اسی لئے کہا گیا تر کبوند۔

آیت ۱۳: لَتَسْتَوُوا عَلَى ظُهُورِهِ (تاکہ تم ان کی پشت پر جم کر بیٹھو) ان کی پشت پر جن پر تم سواری کرتے ہو اور وہ کشتیاں اور چوپائے ہیں۔ ثُمَّ تَذْكُرُوا (پھر اپنے رب کی نعمت کو یاد کرو) اپنے دلوں میں نِعْمَةً رَبِّكُمْ إِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُولُوا (جب ان پر بیٹھ چکو اور اس طرح کہو اپنی زبانوں سے) سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرْنَا هَذَا (اس کی ذات پاک ہے جس نے ان کو ہمارے قابو میں دے دیا) اس سواری کو ہمارا مطیع بنایا۔ وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ (ہم تو ایسے نہ تھے کہ جو ان کو قابو میں کر لیتے) مقرنین طاقت رکھنے والے۔ عرب کہتے ہیں۔ اقرن الشئ اذا اطاقه۔ اقرن کی حقیقت اس کو اپنا قرین پانا۔ کیونکہ سخت و طاقتور کمزور کا قرین نہیں ہوتا۔ ساتھی اس کو بنایا جاتا ہے جو سرکش نہ ہو قابو میں آجائے۔

آیت ۱۴: وَاِنَّا اِلَى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ (اور ہم کو اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے) منقلبون۔ لوٹنے والے ہیں۔ ایک قول: وہ دنیا میں سوار ہوتے وقت اس کو اپنی آخری سواری خیال کرتے ہیں اور وہ آخری سواری جنازہ ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق وارد ہے کہ جب آپ رکاب میں قدم مبارک رکھتے تو بسم اللہ پڑھتے۔ جب سواری پر سیدھے ہو کر بیٹھ جاتے تو الحمد للہ علی کل حال سبحان الذی سخر لنا هذا وما كنا له مقرنين وانا الی ربنا لمنقلبون پڑھتے اور تین مرتبہ اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ تین مرتبہ پڑھتے۔ رواہ ابوداؤد۔ ۲۶۰۲۔ [الترمذی ۳۴۳۶]

علماء نے کہا جب کشتی پر سواری کرے تو کہے: بسم اللہ معجریہا و مرسلها ان ربی لغفور رحیم۔ [ہود۔ ۴۱]

ایک واقعہ:

کچھ لوگ سفر کے لئے سوار ہوئے اور انہوں نے پڑھا سبحان الذی سخر لنا الایة۔ ان میں ایک شخص ایسا تھا جس کی اونٹنی کمزوری کی وجہ سے حرکت نہ کرتی تھی۔ اس کے منہ سے نکلا انی مقرن لہدہ۔ میں تو اس کا مطیع ہوں۔ اونٹنی کو دپڑی اور یہ

وَجَعَلُوا لَهُ مِنْ عِبَادِهِ جُزْءًا إِنَّ الْإِنْسَانَ لَكَفُورٌ مُّبِينٌ ۱۵

اور ان لوگوں نے اللہ کے لئے اسکے بندوں میں سے جزو ٹھہرا دیا، بلاشبہ انسان واضح طور پر ناشکرا ہے، کیا اللہ نے اپنی مخلوق میں سے

بنتِ وَأَصْفَكُمْ بِالْبَيْنِ ۱۶ وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمَنِ مَثَلًا

بیٹیاں پسند کیں اور تمہیں بیٹوں کے ساتھ مخصوص کر دیا اور جب ان میں سے کسی ایک کو انکی بشارت دی جاتی ہے جسے اس نے بھور مثال رحمان کے لئے تجویز کیا ہے

ظَلَّ وَجْهَهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ ۱۷ أَوْ مَنْ يُنشِئُ فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ

تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ دل میں گھٹتا ہے، کیا جو زیور میں نشوونما پائے اور وہ مباحثہ میں واضح بیان

مُبِينٌ ۱۸ وَجَعَلُوا الْمَلَائِكَةَ الَّذِينَ هُمْ عِبَادُ الرَّحْمَنِ إِنَاثًا أَشَهِدُوا خَلْقَهُمْ

ندے سکے، اور ان لوگوں نے فرشتوں کو عورتیں قرار دے دیا جو اللہ کے بندے ہیں، کیا یہ ان کی پیدائش کے وقت موجود تھے،

سَتَكْتُبُ شَهَادَاتِهِمْ وَيَسْأَلُونَ ۱۹

ان کا یہ دعویٰ لکھ لیا جاتا ہے اور ان سے باز پرس ہوگی۔

شخص اس سے نیچے جاگرا اور گردن ٹوٹ گئی۔ اس کے استہزاء اور ناشکری کا یہ نتیجہ نکلا۔ مناسب یہ ہے کہ عقل مند تفریح و تملذذ کی بجائے عبرت کی نگاہ رکھتے ہوئے سوار ہو اور یہ غور کرے کہ وہ بہر حال مرنے والا اور اپنے رب کی طرف لوٹنے والا ہے۔ تقدیر سے اس کو مفر نہیں۔

آیت ۱۵: وَجَعَلُوا لَهُ مِنْ عِبَادِهِ جُزْءًا ۱ (اور ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے اللہ تعالیٰ کا جزو قرار دیا) یہ ولنن سالتهم سے متصل ہے۔ یعنی ولنن سالتهم عن خالق السموات والارض ليعترفن به وقد جعلوا له مع ذلك الاعتراف من عباده جزءًا ۱۔ اگر آپ ان سے آسمان وزمین کے بنانے والے کے متعلق سوال کریں تو وہ ضرور اس کا اعتراف کریں گے حالانکہ انہوں نے اس اعتراف کے باوجود اس کے بندوں میں سے جزو قرار دے لئے ہیں۔ یعنی وہ کہتے ہیں فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ انہوں نے ان فرشتوں کو اس کا جزو بعض حصہ بنایا جیسا کہ لڑکا والد کا جزو ہوتا ہے۔

قراءت: جُزْءًا ابوبکر وجماد نے پڑھا ہے۔

إِنَّ الْإِنْسَانَ لَكَفُورٌ مُّبِينٌ (بیشک انسان صریح ناشکرا ہے) نعمتوں کے انکار کی وجہ سے اس کا انکار کھلا ہوا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف بیٹے کی نسبت کفر ہے اور تمام ناشکری کی جڑ کفر ہے۔

جہالت کفار:

آیت ۱۶: اَمْ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنَاتٍ وَّ اَصْفَكُمْ بِالْبَنِينَ (کیا اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات میں سے بیٹیاں پسند کیں اور تم کو بیٹوں کے ساتھ مخصوص کیا) ام بل کے معنی میں ہے۔ اور ہمزہ استفہام انکاری ہے۔ اور اس سے ان کی جہالت کو ظاہر کرنا مقصود ہے۔ اور ان کی حالت پر تعجب کا اظہار کیا گیا۔ اس لئے کہ ان کا دعویٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لئے حقیر کو چن لیا اور ان کے لئے اعلیٰ۔

آیت ۱۷: وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا (حالانکہ جب تم میں سے کسی کو اس چیز کے ہونے کی خبر دی جاتی جس کو اس نے رب رحمان کا نمونہ بنا رکھا ہے) اس جنس کی بشارت دی جاتی ہے جس کو وہ اللہ تعالیٰ کی مثل قرار دیتا ہے۔ مثلاً بمعنی مشابہ۔ کیونکہ جب ان کو اللہ تعالیٰ کا جزء بنا دیا تو گویا اس کی جنس بنا دیا اور اس کا مماثل بنا دیا۔ کیونکہ لڑکا والد کی جنس سے ہوتا ہے۔ ظَلَّ وَّجْهَهُ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ (تو سارا دن اس کا چہرہ بے رونق رہتا ہے اور وہ دل ہی دل میں گھٹتا رہتا ہے)۔ انہوں نے اس جنس ملائکہ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی۔ حالانکہ ان کی حالت یہ ہے۔ کہ جب ان میں سے کسی ایک کو کہا جاتا ہے۔ تیرے ہاں بیٹی پیدا ہوئی۔ تو وہ غم زدہ ہو جاتا ہے اور اس کے چہرے کی غصہ سے ہوائیاں اڑ جاتی ہیں اور وہ افسردہ اور دکھ سے بھرا ہوتا ہے۔ الظلول کا معنی ہو جانا ہے۔

آیت ۱۸: اَوْ مَنْ يُّنْشَا فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِينٍ (کیا جو آرائش میں نشوونما پائے اور وہ مباحثہ میں قوت بیان نہ رکھتی ہو) یعنی کیا رحمان کے لئے ایسی اولاد ثابت کرتے ہو جس میں یہ صفت مذمومہ پائی جاتی ہو۔ اور وہ صفت اس کا آرائش وزینت میں پرورش پانا ہے۔ جب اس کو مخالف کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر مقابلے کا موقع آئے اور مردوں سے دو بد و گفتگو کا موقع ہو تو وہ اپنی بات کو پورے طور پر بیان نہیں کر سکتی۔ اس کے پاس طاقت بیان نہیں اور نہ وہ کوئی دلیل پیش کر سکتی ہے اور اس کی وجہ عقل کی کمزوری ہے۔

قول مقاتل رحمہ اللہ:

عورت جب بھی گفتگو کرتی ہے تو اس کی دلیل اپنے خلاف نکلتی ہے۔

آیت میں زیب وزینت کو محل مذمت میں استعمال کیا گیا۔ پس آدمی کو چاہیے کہ وہ خوش عیاشی سے گریزاں رہے۔ اور لباس تقویٰ کو زینت بنائے۔

اور من محلاً منصوب ہے اور معنی یہ ہے۔ او جعلوا من ينشوا في الحلية یعنی البنات لله عز وجل۔ کیا انہوں نے قرار دیا ان کو جو زیور میں پلتی ہیں۔ بیٹیاں اللہ تعالیٰ کے لئے۔

قراءت: يُنْشَا۔ حمزہ علی، حفص نے پڑھا یعنی تربیت کی جائے۔

ایک کفر میں تین کفر:

انہوں نے ایک کفر میں تین کفر جمع کر دیئے۔ نمبر ۱۔ اللہ تعالیٰ کی طرف لڑکے کی نسبت کی۔ نمبر ۲۔ اور دونوں میں سے خسیس قسم کو اس کے لئے مقرر کیا اور نمبر ۳۔ اس کو ملائکہ مکر میں سے قرار دیا جس سے ان کی توہین کی۔

آیت ۱۹: **وَجَعَلُوا الْمَلَائِكَةَ الَّذِينَ هُمْ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا** (اور انہوں نے فرشتوں کو جو کہ رحمان کے بندے ہیں۔ عورت قرار دے رکھا ہے) یعنی انہوں نے ان کا نام تجویز کیا اور کہا کہ وہ عورتیں ہیں۔ قراءت: مکی مدنی و شامی نے عند الرحمن پڑھا۔ یعنی عنندیت سے مرتبہ و مقام مراد ہے نہ کہ منزل و مکان والی۔ اور العباد جمع عبد کی ہے۔ اور یہ جھگڑالو لوگوں کے خلاف مضبوط دلیل ہے۔ اس لئے کہ غلامی اور خود رائی میں تضاد ہے۔ **اَشْهَدُوْا خَلْقَهُمْ** (کیا یہ ان کی پیدائش کے وقت موجود تھے) یہ ان سے تمہکم کیا گیا ہے۔ یعنی وہ یہ بات ایسے ہی کہہ رہے ہیں۔ ان کی بات میں کوئی علمی وزن نہیں پس اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کے جاننے کی طرف مجبور نہیں کیا۔ اور نہ کسی استدلال سے انہوں نے اس کو معلوم کیا ہے۔ اور نہ ہی اسے کسی ایسی خبر سے معلوم کیا ہے جو علم کو لازم کر دے۔ اور نہ ہی انہوں نے ان کی تخلیق کا مشاہدہ کیا ہے کہ یہ اپنے مشاہدے کی بنیاد پر خبر دے رہے ہیں۔ **سَتَكْتَبُ شَهَادَتَهُمْ** (ان کا یہ دعویٰ لکھ لیا جاتا ہے) جو انہوں نے ملائکہ کے متعلق ان کے مؤنث ہونے کے بارے میں کیا ہے۔ **وَيَسْئَلُوْنَ** (اور ان سے باز پرس کی جائے گی) اس کے متعلق یہ وعید ہے۔

وَقَالُوا لَوْ شَاءَ الرَّحْمَنُ مَا عَبَدْنَاهُمْ مَّا لَهُمْ بِذَلِكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلَّا

اور ان لوگوں نے کہا کہ اگر رحمان چاہتا تو ہم غیر اللہ کی عبادت نہ کرتے، انہیں اس بات کی کچھ بھی تحقیق نہیں وہ محض اٹکل سے

يَخْرُصُونَ ۲۰ أَمْ آتَيْنَاهُمْ كِتَابًا مِنْ قَبْلِهِ فَهُمْ بِهِ مُسْتَمْسِكُونَ ۲۱ بَلْ قَالُوا إِنَّا

بات کرتے ہیں، کیا ہم نے انہیں اس سے پہلے کتاب دی ہے جس سے وہ دلیل پکڑتے ہیں؟ بلکہ انہوں نے یوں کہا کہ ہم

وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَرِهِمْ مُهُتَدُونَ ۲۲ وَكَذَلِكَ مَا أَرْسَلْنَا

نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقہ پر پایا ہے اور ہم انکے طریقوں کے مطابق راہ یاب ہیں اور اسی طرح ہم نے آپ سے پہلے جس کسی بستی میں

مِنْ قَبْلِكَ فِي قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَا إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ

کوئی ڈرانے والا بھیجا تو اس کے خوشحال لوگوں نے یوں کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقہ پر

أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَرِهِمْ مُّقْتَدُونَ ۲۳ قُلْ أُولَٰئِكَ جُنُودٌ لِّمَن هَدَىٰ بِمَآ وَجَدْتُمْ

پایا ہے اور ہم ان کے طریقوں کا اقتداء کرنے والے ہیں، ان کے پیغمبر نے کہا کیا اگرچہ میں تمہارے پاس اس سے بڑھ کر ہدایت والی چیز لایا ہوں جس پر تم نے

عَلَيْهِ آبَاءُكُمْ قَالُوا إِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُمْ بِهِ كَافِرُونَ ۲۴ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانظُرْ كَيْفَ

اپنے باپ دادوں کو پایا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ جس چیز کو دے کر تم بھیجے گئے ہو ہم اس کے منکر ہیں، سو ہم نے ان سے انتقام لے لیا۔ سو دیکھ لیجئے

كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكْذِبِينَ ۲۵

جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا۔

کافروں کی بات جھوٹ ہے:

آیت ۲۰: وَقَالُوا لَوْ شَاءَ الرَّحْمَنُ مَا عَبَدْنَاهُمْ (اور وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہم ان کی عبادت نہ کرتے) یعنی ملائکہ کی۔ اس آیت کے ظاہر سے معتزلہ نے استدلال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے کافر سے کفر نہیں چاہا۔ ایمان چاہا۔ اس لئے کہ کفار نے دعویٰ یہ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے کفر چاہا ہے اور ان سے عبادت اصنام کو چھڑوانا نہ چاہا۔ اس لئے تو انہوں نے کہا لو شاء الرحمن ما عبدناہم۔ اگر وہ ہم سے چاہتا تو ہم بتوں کی عبادت چھوڑ دیں تو ہمیں ان کی عبادت سے منع کر دیتا لیکن اس نے بتوں کی عبادت ہم سے چاہی اس لئے ہمیں روکا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے قول و اعتقاد کی تردید میں فرمایا۔ مَا لَهُمْ بِذَلِكَ (ان کو اس کی کچھ تحقیق نہیں) مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ (وہ محض بے تحقیق بات کر رہے ہیں) یعنی جھوٹ بولتے ہیں۔

آیت کا معنی:

انہوں نے مشیت سے رضا مراد لی اور کہا کہ اگر اس بات پر وہ راضی نہ ہوتا تو ہمیں جلد سزا دے دیتا یا ہمیں زبردستی ان کی عبادت سے روک دیا جاتا اور مجبور کر کے لوٹا دیا جاتا۔ جب اس نے ایسا نہ کیا تو گویا وہ اس پر راضی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد سے تردید فرمائی مالہم بذالک من علم الاية یا انہوں نے یہ قول استہزاء کہا۔ اعتقاد و وقار سے نہیں کہا پس اللہ تعالیٰ نے اس میں ان کی تکذیب فرمائی۔ اور ان کو جاہل قرار دیا اس طور پر کہ انہوں نے اعتقاد نہیں کبھی۔ جیسا کہ ان کے متعلق خبر دیتے ہوئے فرمایا۔ انطعم من لویشاء اللہ اطعمہ [یس: ۴۷] اصل میں اتنی بات تو درست ہے مگر جب اس کو بطور استہزاء کہا گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تکذیب فرمائی۔ ان انتم الافی ضلال مبین [یس: ۴۷] اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ قالوا نشہد انک لرسول اللہ [المنافقون: ۱] پھر فرمایا: واللہ یشہد ان المنافقین لکاذبون [المنافقون: ۱] کیونکہ انہوں نے اعتقاد سے یہ بات نہ کبھی تھی۔ اسی طرح اس آیت میں مشیت کو انہوں نے اپنے لئے اس بات میں حجت بنایا جو وہ اپنے اختیار سے کرتے تھے۔ اور گمان یہ کر لیا کہ اللہ تعالیٰ ان کو کسی بھی فعل پر سزا نہیں دینگے جو انہوں نے اس کی مشیت سے کئے ہیں اور انہوں نے اپنے آپ کو اس میں بری الذمہ قرار دیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید میں فرمایا۔

آیت ۳۱: اَمْ اَتَيْنَهُمْ كِتَابًا مِنْ قَبْلِهِ (کیا ہم نے ان کو اس سے پہلے کوئی کتاب دے رکھی ہے) اے یعنی قرآن سے پہلے یا ان کی اس بات سے پہلے فَهَمْ بِهِ مُسْتَمْسِكُونَ (پس وہ اس سے استدلال کرنے والے ہیں) اس پر عمل کرنے والے اور اسی کے حکم کو پکڑنے والے ہیں۔

ایک قول یہ ہے:

اس میں تقدیم و تاخیر ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ اَشْهَدُوا خَلَقَهُمْ اَمْ اَتَيْنَاهُمْ كِتَابًا فِيهِ اَنْ الْمَلَائِكَةُ اَنَاثَ۔ کیا وہ ان کی پیدائش کے وقت موجود تھے۔ یا ہم نے ان کو کوئی کتاب دی ہے جس میں یہ لکھا ہے کہ ملائکہ عورتیں ہیں۔

کفار کے پاس کوئی دلیل نہیں:

آیت ۳۲: بَلْ قَالُوا (بلکہ انہوں نے کہا) بلکہ ان کے پاس کوئی قابل استدلال دلیل نہیں ہے جس سے وہ دلیل لے سکیں نہ تو ظاہر کے اعتبار سے اور نہ ہی عقلی لحاظ سے اور نہ سمعی اعتبار سے بس ان کی تو ایک ہی بات ہے۔ اِنَّا وَجَدْنَا اَبَاءَنَا عَلٰى اُمَّةٍ (کہ ہم نے تو اپنے آباء و اجداد کو ایک طریقہ پر پایا ہے) امة۔ دین کے معنی میں ہے۔ پس ہم نے ان کی تقلید کی ہے۔ یہ ام سے ہے۔ جس کا معنی قصد ہے۔ پس امة اس طریقے کو کہا جاتا ہے جس کی اقتداء کی جائے۔ جس کا قصد کیا جائے۔ وَاِنَّا عَلٰى اَثَرِهِمْ مَّهْتَدُونَ (اور ہم بھی ان کے پیچھے پیچھے راستہ چل رہے ہیں) علی اثارہم یہ مہتدون کا صلہ ہو کر خبر ہے۔ نمبر ۲۔ دونوں خبریں ہیں۔

تقلیدِ آباءِ پرانی بیماری ہے:

آیت ۲۳: وَكَذَلِكَ مَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِي قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيرٍ (اور اسی طرح ہم نے آپ سے پہلے کسی بستی میں کوئی پیغمبر نہیں بھیجا) نذیر سے پیغمبر مراد ہیں۔ اِلَّا قَالَ مُتَرْفُوهُآ (مگر کہ وہاں کے خوشحال لوگوں نے یہی کہا) مترف سے مالدار مراد ہیں اور وہ وہی لوگ ہیں جن کو مال تکبر میں مبتلا کر دے۔ وہ شہوات و ملاہمی ہی کو پسند کریں اور دین کی مشقتوں اور تکالیف کو نفرت کی نگاہ سے دیکھیں۔ اِنَّا وَجَدْنَا اٰبَاءَنَا عَلٰی اُمَّةٍ وَّاَنَا عَلٰی اٰثَرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ (ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقہ پر پایا ہے اور ہم بھی انہی کے پیچھے پیچھے چلے جا رہے ہیں)

اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسلی اور اس بات کی وضاحت ہے۔ کہ تقلیدِ آباءِ بڑی پرانی بیماری ہے۔

آیت ۲۴: قُلْ اَوْلَوْ جَنَّتْكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُمْ عَلَيْهِ اٰبَاءُكُمْ (ان کے پیغمبروں نے کہا کہ کیا اگرچہ میں اس سے اچھا مقصود پر پہنچا دینے والا طریقہ تمہارے پاس لایا ہوں۔ کہ جس پر تم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہو) قراءت: شامی اور حفص نے قال پڑھا اور اس کا فاعل النذیر کی ضمیر ہے۔ دیگر قراء نے قل پڑھا۔ کہ پیغمبر منذر کو کہا گیا کہہ دیجئے۔ وجدتم علیہ اباءکم کا مطلب یہ ہے۔ کیا تم پھر بھی اپنے آباء کی اتباع کرو گے اگرچہ میں تمہارے پاس اس سے زیادہ ہدایت والا دین لے آؤں جس پر تمہارے آباء تھے۔ قَالُوْا اِنَّا بِمَا اُرْسِلْتُمْ بِهِ كٰفِرُوْنَ (وہ کہنے لگے ہم تو اس کو مانتے ہی نہیں جس کو تم دے کر بھیجے گئے ہو) یعنی دین آباء پر ہم تو قائم رہیں گے خواہ تم اس سے کتنا زیادہ ہدایت یافتہ دین لے کر آ جاؤ۔

آیت ۲۵: فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ (پس ہم نے ان سے انتقام لیا) پس ہم نے ان کو وہ سزا دی جس کے وہ اصرار علی الکفر کی وجہ سے مستحق ہو چکے تھے۔ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكْذِبِيْنَ (پس دیکھئے تکذیب کرنے والوں کا کیسا انجام ہوا)۔

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ إِنَّنِي بَرَاءٌ مِّمَّا تَعْبُدُونَ ﴿۲۶﴾ إِلَّا الَّذِي فَطَرَنِي

اور جب ابراہیم نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے کہا کہ بلاشبہ میں ان چیزوں سے بیزار ہوں جنکی تم عبادت کرتے ہو سوائے اس ذات کے جس نے مجھے پیدا فرمایا

فَإِنَّهُ سَيَهْدِينِ ﴿۲۷﴾ وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿۲۸﴾ بَلْ

سو اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ مجھے ہدایت دیتا ہے، اور اس نے اپنے بعد میں آنے والی اولاد میں باقی رہنے والا کلمہ چھوڑ دیا تاکہ وہ باز آئیں بلکہ

مَتَّعْتُ هَؤُلَاءِ وَأَبَاءَهُمْ حَتَّىٰ جَاءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُولٌ مُّبِينٌ ﴿۲۹﴾ وَلَمَّا جَاءَهُمْ

میں نے انہیں اور انکے باپ دادوں کو سامان دے دیا یہاں تک کہ ان کے پاس حق اور رسول مبین آ گیا، اور جب ان کے پاس

الْحَقُّ قَالُوا هَذَا سِحْرٌ وَإِنَّا بِهِ كَافِرُونَ ﴿۳۰﴾

حق آیا تو کہنے لگے کہ یہ جادو ہے اور بے شک ہم اس کے منکر ہیں۔

ابراہیم علیہ السلام اور ان کی قوم اور والد:

آیت ۲۶: وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ (اور جب کہ ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا) حَجْرًا: اذ سے پہلے اذ کر محذوف ہے۔ اِنِّى بَرَاءٌ مِّمَّا تَعْبُدُونَ (میں ان چیزوں سے بیزار ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو) حَجْرًا: براء سے مصدر ہے۔ اس میں واحد وثنیہ جمع برابر ہیں۔ اسی طرح تذکیر و تانیث بھی۔ جیسا تم کہو۔ رجلٌ عدلٌ وامرأة عدلٌ وقوم عدلٌ اور اس کا معنی ذو عدل و ذات عدل لیا جاتا ہے۔ اسی طرح یہ برئىء کے معنی میں ہے۔

آیت ۲۷: إِلَّا الَّذِي فَطَرَنِي (مگر ہاں جس نے مجھے پیدا کیا) حَجْرًا: یہ استثناء منقطع ہے۔ گویا اس طرح فرمایا لکن الذى فطرني فَإِنَّهُ سَيَهْدِينِ (پھر وہی میری راہنمائی کرتا ہے) یعنی ہدایت پر ثابت قدمی بخشتا ہے۔

آیت ۲۸: وَجَعَلَهَا (اور وہ اس کو کر گئے) ابراہیم علیہ السلام نے کلمہ توحید جو زبان سے نکالا تھا کہ انی براء مما تعبدون الا الذى فطرني۔ اس کو کر دیا۔ كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ (باقی رہنے والی بات اپنی اولاد میں) یعنی ہمیشہ سے ان کی اولاد میں ایسے لوگ چلے آ رہے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو وحدہ لا شریک مانتے رہے ہیں اور اس کی توحید کی طرف بلا تے رہے۔ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ (تاکہ لوگ باز آتے رہیں) شاید کہ جو ان میں سے شرک کرنے والے ہیں۔ ان کی دعاؤں سے جو توحید پر ہیں واپس لوٹ آئیں۔ ترجی ابراہیم علیہ السلام کے لئے ہے۔

ان کو مہلت ملی تو انہوں نے انکار کیا:

آیت ۲۹: بَلْ مَتَّعْتُ هَؤُلَاءِ وَأَبَاءَهُمْ (بلکہ میں نے ان کو اور ان کے باپ دادوں کو خوب سامان دیا ہے) هَؤُلَاءِ سے مراد

وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ هَذَا الْقُرْآنُ عَلَى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيمٍ ۝۳۱ أَهْمُ يَقْسِمُونَ

اور ان لوگوں نے کہا کہ یہ قرآن دونوں بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نازل نہیں کیا گیا؟ کیا وہ آپ کے رب کی رحمت کو

رَحْمَتَ رَبِّكَ ۝۳۱ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ

تقسیم کرتے ہیں۔ ہم نے انکے درمیان دنیا والی زندگی میں انکی معیشت تقسیم کر رکھی ہے، اور ہم نے بعض کو بعض پر

فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سَخِرِيًّا ۝۳۲ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا

درجات کے اعتبار سے فوقیت دی ہے تاکہ ان میں سے ایک دوسرے سے کام لیتا رہے، اور آپ کے رب کی رحمت اس سے بہتر ہے جو وہ

يَجْمَعُونَ ۝۳۲ وَلَوْلَا أَن يَكُونَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَن يَكْفُرُ

جمع کرتے ہیں، اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ سب لوگ ایک ہی طریقہ پر ہو جائیں گے تو ہم ان لوگوں کے لئے جو رحمان کے ساتھ

بِالرَّحْمَنِ لِبُيُوتِهِمْ سُقْفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُونَ ۝۳۳ وَلِبُيُوتِهِمْ

کفر کرتے ہیں انکے گھروں کی چھتوں کو چاندی کی کر دیتے اور زینے بھی جن پر وہ چڑھتے ہیں اور گھروں کے لئے

أَبْوَابًا وَسُرُورًا عَلَيْهَا يُتَكَيَّوْنَ ۝۳۴ وَزُخْرِفًا ۝۳۵ وَإِن كُنتُمْ لَمَّا تَعْلَمُونَ

دروازے بھی اور تخت بھی جن پر وہ تکیہ لگاتے ہیں اور سونے کے بھی، اور یہ سب کچھ صرف دنیا والی زندگی کا

الدُّنْيَا وَالْآخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِينَ ۝۳۵

سامان ہے۔ اور آپ کے رب کے پاس آخرت متقیوں کے لئے بہتر ہے۔

اہل مکہ میں سے وہ لوگ جو ابراہیم علیہ السلام کے پیچھے آئے۔ متعت۔ کا مطلب عمر میں درازی اور مال میں اضافہ۔ پس وہ مہلت کی وجہ سے دھوکے میں پڑ گئے اور خوش عیسیٰ اور اتباع شہوات اور کلمہ توحید سے اعراض کر کے اطاعت شیطان میں مبتلا ہو گئے۔ حَتَّىٰ جَاءَهُمُ الْحَقُّ (یہاں تک کہ حق ان کے پاس آچکا) حق سے قرآن مراد ہے۔ وَرَسُولٌ مُّبِينٌ (اور واضح رسول) یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو واضح معجزات نبوت لے کر آئے۔

آیت ۳۰: وَلَمَّا جَاءَهُمُ الْحَقُّ (اور جب ان کے پاس حق آ پہنچا) الحق سے قرآن مراد ہے۔ قَالُوا هَذَا سِحْرٌ وَإِنَّا بِهِ كَافِرُونَ (تو کہنے لگے۔ کہ یہ جادو ہے ہم اس کو نہیں مانتے)۔

نبوت کے لئے کفار کا حکمانہ فیصلہ:

آیت ۳۱: وَقَالُوا (اور کہنے لگے) باطل استدلال اور ضد بازی کرتے ہوئے۔ لَوْلَا نَزَّلَ هَذَا الْقُرْآنُ (کہ یہ قرآن کیوں نہیں نازل کیا گیا) اس میں آپ کی تحقیر کرنا ان کی غرض ہے۔ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْقُرَيْتَيْنِ عَظِيمٍ (کسی بڑے آدمی پر ان دو بستیوں میں سے) یعنی ان دو بستیوں میں کسی بستی کے بڑے مالدار آدمی پر جیسا کہ فرمایا۔ یخرج منهما اللؤلؤ۔ [الرحمن-۲۲] ان دونوں میں سے کسی ایک سے۔ القریتان سے مکہ و طائف اور عظیم مکہ سے ولید بن المغیرہ اور عظیم طائف سے عروہ بن مسعود ثقفی مراد لیا۔ ان کے نزدیک عظیم وہ تھا جو مال و جاہ والا ہو۔ انہوں نے اس بات کو نہیں پہچانا کہ عظیم وہ ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے ہاں عظیم ہو۔

کفار کے جاہلانہ فیصلے کا انکار:

آیت ۳۲: اَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ (کیا یہ لوگ آپ کے رب کی رحمت کو تقسیم کرنا چاہتے ہیں) رحمت سے نبوت مراد ہے۔ اور ہمزہ استفہام انکاری ہے۔ جس سے ان کے نبوت کے لئے چناؤ کے حکمانہ فیصلے پر تعجب و جہالت کا مستقل طور پر انکار مقصود ہے۔ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ (ہم نے ان کی روزی ان میں تقسیم کر رکھی ہے) معیشت۔ سے مراد رزق جس پر ان کا گزارہ ہو۔ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (دنوی زندگی میں) ہم نے کم درجہ چیز رزق کی تقسیم بھی ان کے ذمہ نہیں کی پھر نبوت کی تقسیم ان کے ذمہ کیسے ہو سکتی ہے۔ نمبر ۲۔ جس رزق میں ایک دوسرے پر برتری حاصل ہے۔ اسی طرح نبوت کے لئے جس کو چاہتا ہے خاص کر لیتا ہے۔ وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ (اور ہم نے ایک کو دوسرے پر رفعت و بلندی دے رکھی ہے) بعض کو طاقتور مالدار اور آقا اور دوسروں کو کمزور، فقراء اور خدام بنایا۔ لِيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا (تاکہ وہ ایک دوسرے سے کام لیتے رہیں) تاکہ اپنی ضروریات میں دوسروں کو استعمال کریں اور اپنی محنتوں میں اس سے مدد لیں اور اپنے کام کاج میں ان کو مطیع بنائیں۔ تاکہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ زندگی گزار سکیں۔ اور اپنے منافع پالیں۔ ایک مال سے اور دوسرا مزدوری سے۔ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ (اور آپ کے رب کی رحمت) یعنی نبوت یا دین اللہ اور جو اس کے نتیجہ میں آخرت کی کامیابی ملے گی۔ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ (وہ بدرجہا اس سے بہتر ہے جس کو یہ لوگ سمیٹتے رہتے ہیں) جو ساز و سامان دنیا میں یہ لوگ جمع کر رہے ہیں اس سے وہ بہت ہی بہتر ہے۔

دُنیا کی قلت و حقارت پر دلالت:

آیت ۳۳: لَنُظِلَّنَّ: جب دنیا کو حقیر و قلیل قرار دیا تو اس کی تاکید کے لئے ایسی چیزیں لائے جو اس کی قلت و حقارت کو پختہ کر دیں۔ وَلَوْلَا اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً (اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تمام آدمی ایک ہی طریقہ کے ہو جائیں گے) اگر ان کے کفر پر جمع ہونے اور مل جانے کا خطرہ نہ ہوتا۔ لَجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرْ بِالرَّحْمٰنِ لِيُؤْتِيَهُمْ سُقْفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّ مَعَارِجَ عَلِيَّهَا يَطَّهَّرُونَ (تو جو لوگ خدا کے ساتھ کفر کرتے ہیں۔ ہم ان کے لئے ان کے گھروں کی چھتیں چاندی کی کر دیتے اور زینے بھی جن

پر چڑھا کرتے) ہم کر دیتے کیونکہ دنیا ہمارے ہاں حقیر ہے۔

آیت ۳۴: وَلَبِئْسَ لَهُمْ آبَآءًا وَسُرْرًا عَلَیْهَا یَتَكَبَّرُونَ (اور ان کے گھروں کے کواڑ بھی اور تخت بھی جن پر تکیہ لگا کر بیٹھتے ہیں)

آیت ۳۵: وَزُخْرُفًا (اور سونے کے بھی) یعنی ہم کفار کو ایسی چھتیں اور سیڑھیاں دروازے تمام کے تمام چاندی کے مہیا کر دیتے

اور ان کے لئے زینت دے دیتے یعنی ہر چیز کی زینت۔ الزخرف۔ سونا اور زینت۔ یہ بھی درست ہے کہ اصل اس طرح ہو۔

چھتیں چاندی اور سونے کی کچھ حصہ چاندی اور کچھ حصہ سونے کا۔

نَحْوُ: زخرفاً یہ من فضیة کے محل پر معطوف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ لبیوتہم یہ لمن یکفر کا بدل الاشتمال ہے۔

قراءت: سقفاً جنس قرار دے کر مکی، ابو عمرو، یزید نے پڑھا ہے المعارج جمع معرج کی ہے۔ بلندی پر چڑھنے والا زینہ۔ علیہا

یظہرون۔ ای علی المعارج یظہرون السطوح۔ سیڑھیوں سے چھتوں پر چڑھتے۔ وَإِنْ كُلُّ ذَلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيَاةِ

الدُّنْيَا (یہ سب کچھ بھی نہیں صرف دنیاوی زندگی کی کامرانی ہے) اِنْ نَافِیَةٌ اور لَمَّا بِمَعْنَى الْآءِ۔

یہ فقط سامانِ دنیا ہے:

یعنی وما کل ذلك الامتاع الحیاة الدنيا۔ اس طرح بھی پڑھا گیا اور لَمَّا عاصم اور حمزہ کے علاوہ دوسروں نے پڑھا۔

اس طور پر کہ لام ان مخففہ کو نافیہ سے جدا کرنے والی ہے اور ما صلہ ہے۔ ای ان کل ذلك لمتاع الحیاة الدنيا۔ بیشک یہ سب

البتہ دنیا کی زندگی کا سامان ہے۔ وَالْآخِرَةُ (آخرت) یعنی ثوابِ آخرت عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِينَ (تیرے رب کے ہاں متقین

کے لئے ہے) متقی جو شرک سے بچتے ہیں۔

وَمَنْ يَعِشْ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَنِ نُقِيضْ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ ﴿۳۶﴾ وَإِنَّهُمْ لَيَصِدُّونَهُمْ

اور جو شخص رحمن کی نصیحت سے اندھا بن جائے ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں، سو وہ اسکے ساتھ رہتا ہے اور بلاشبہ وہ ان کو راستہ سے

عَنِ السَّبِيلِ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ مُّهْتَدُونَ ﴿۳۷﴾ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَنَا قَالَ يَا لَيْتَ بَيْنِي

روکتے ہیں، اور یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں، یہاں تک کہ جب ہمارے پاس آئے گا تو کہے گا کہ اے کاش میرے

وَبَيْنَكَ بَعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِينُ ﴿۳۸﴾ وَلَنْ يَنْفَعَكَ الْيَوْمَ إِذْ ظَلَمْتُمْ أَنْتُمْ

اور تیرے درمیان مشرق اور مغرب والی دوری ہوتی سو تو برا ساٹھی تھا، اور جب تم نے ظلم کیا تو آج تمہیں یہ بات ہرگز نفع نہ دے گی کہ تم

فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُونَ ﴿۳۹﴾ أَفَأَنْتَ تَسْمَعُ الصُّمَّ أَوْ تَهْدِي الْعُمْىَ وَمَنْ كَانَ فِي

عذاب میں شریک ہو، کیا آپ بہروں کو سنا دین گے یا اندھوں کو ہدایت دے دیں گے اور ان لوگوں کو جو صرغ

ضَلَّ مُبِينٌ ﴿۴۰﴾ فَمَا نَذَرْنَا لَكُمْ مِنْهُم مِّنْ مُّنتَقِمُونَ ﴿۴۱﴾ أَوَلَيْسَ الَّذِي وَعَدْنَاهُمْ

گمراہی میں ہیں، سو اگر ہم آپ کو لے جو میں تو بھی ہم ان سے بدلہ لینے والے ہیں یا ہم آپ کو وہ چیز دکھادیں جس کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے

فَأِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُونَ ﴿۴۲﴾ فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِي أُوحِيَ إِلَيْكَ إِنَّكَ عَلَىٰ صِرَاطٍ

سو بلاشبہ ہم ان پر قدرت رکھنے والے ہیں، سو آپ کی طرف جو وحی کی گئی ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہیے، بلاشبہ آپ صراطِ مستقیم

مُسْتَقِيمٌ ﴿۴۳﴾ وَإِنَّهُ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۖ وَسَوْفَ تُسْأَلُونَ ﴿۴۴﴾ وَسَأَلَ مَنْ

پڑ ہیں، اور بلاشبہ یہ قرآن شرف ہے آپ کے لئے اور آپ کی قوم کے لئے، اور عنقریب تم سے سوال کیا جائے گا اور اپنے رسولوں میں سے

أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَا أَجْعَلْنَا مِنْ دُونِ الرَّحْمَنِ إِلَهًا ۚ يَعْبُدُونَ ﴿۴۵﴾

جنہیں ہم نے آپ سے پہلے بھیجا ہے ان سے دریاقت کر لیجئے کیا ہم نے رحمن کے سوا دوسرے معبود جو بزرگئے ہیں جن کی عبادت کی جائے

بتکلف اندھے پر شیطان کا تسلط:

آیت ۳۶: وَمَنْ يَعِشْ (جو اندھا بن جائے) قراءت: یہ من يَعِشْ بھی پڑھا گیا ہے۔ ہر دو میں فرق یہ ہے کہ جب نگاہ میں نقصان پہنچے تو کہا جاتا ہے۔ عشی يعشى۔ اور جب کوئی اندھوں کی طرح دیکھے اور نگاہ میں نقص نہ ہو تو کہا جاتا ہے۔ عشا يعشو۔ اب فتح والی قراءت کا معنی یہ ہے جو اندھا ہو ارجمان کی نصیحت سے۔ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَنِ (رحمان کی نصیحت سے) یعنی

قرآن۔ یہ اس ارشاد کی طرح ہے۔ صم بکم عمی۔ [البقرة۔ ۱۸]

اور ضمہ والی قراءت کا معنی جو اللہ تعالیٰ کی نصیحت سے بتکلف اندھا بنا یعنی یہ جانتے ہوئے کہ وہ برحق ہے اور وہ اس سے بتکلف جہالت کا اقرار کر رہا ہے۔ جیسا فرمایا۔ ووجدوا بہاوا استیقنتھا انفسہم۔ [النمل۔ ۱۳]

نَقِیْضٌ لِّہٖ شَیْطٰنًا فَہُوَ لَہٗ قَرِیْنٌ (ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں پس وہ اس کے ساتھ رہتا ہے) ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ ہم اس کو اس پر مسلط کر دیتے ہیں۔ وہ دنیا و آخرت میں اس کے ساتھ رہتا ہے۔ اس کو گناہوں پر آمادہ کرتا ہے۔ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ جو ذکر رحمان پر مداومت کرتا ہے۔ شیطان اس کا ساتھی نہیں بنتا۔

آیت ۳۷: وَانْتَهَمُ (اور وہ شیاطین ان انسانوں کو روکتے ہیں) لَیْصُدُّوْنَہُمْ (وہ ان کو روکتے رہتے ہیں) وہ ان اندھا بننے والوں کو روکتے رہتے ہیں۔ عَنِ السَّبِیْلِ (راستہ سے) یعنی راہ ہدایت سے وَیَحْسَبُوْنَ (اور یہ اندھا پن والے خیال کرتے ہیں) اَنْہُمْ مُّہْتَدُوْنَ (کہ وہ راہ پر ہیں)

مُخْوً: ہم ضمیر جو مَنْ کی طرف راجع ہے اور وہ ضمیر جو شیطان کی طرف راجع ہے وہ جمع لائی گئی ہے۔ کیونکہ مَنْ اندھا پن والے کی مبہم جنس کے لئے ہے۔ اور اس کے لئے اس جنس کا مبہم شیطان مقرر ہے۔ پس ان کی طرف مجموعہ کا لحاظ کر کے ضمیر جمع لائی جائز ہے۔

اندھے پن کا وبال:

آیت ۳۸: حَتّٰی اِذَا جَآءَنَا (یہاں تک کہ جب ایسا شخص ہمارے پاس آوے گا) یعنی وہ اندھے پن والا۔ ابو بکر کے علاوہ عراقی نے واحد پڑھا اور دیگر نے جاء انا۔ (اور اندھے پن والا اور اس کا ساتھی)۔ تثنیہ پڑھا۔ قَالَ (تو کہے گا)، اپنے شیطان کو یَلِیْتَ بَنِيَّ وَبَيْنَكَ بَعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ (کاش میرے اور تیرے درمیان مشرق و مغرب کا فاصلہ ہوتا) المشرقین سے مراد مشرق و مغرب ہے ایک کو تغلیب دے کر کہہ دیا۔ جیسا کہتے ہیں۔ العمران والقمران۔ اور مراد مشرق سے مغرب اور مغرب سے مشرق کا فاصلہ ہے۔ فَبِئْسَ الْقَرِیْنُ (کہ تو برا ساتھی تھا)

عذاب میں اشتراک کا فائدہ نہ ہوگا:

آیت ۳۹: وَلَنْ یَنْفَعَكُمُ الْیَوْمَ اِذْ ظَلَمْتُمْ (جبکہ تم کفر کر چکے تھے تو آج یہ بات کام نہ آئے گی) اس لئے کہ تمہارا ظلم ثابت ہو چکا۔ ظلم سے کفر مراد ہے اور وہ ظاہر ہو چکا اور تمہیں اور نہ کسی اور کو تمہارے ظالم ہونے میں شبہ نہیں رہا۔
مُخْوً: اذ یہ الیوم سے بدل ہے۔

اَنْکُمْ فِی الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ (کہ تم سب عذاب میں شریک ہو) انکم محل رفع میں واقع ہے فاعلیت کی وجہ سے۔ یعنی تمہیں عذاب میں تمہارا اشتراک ہرگز فائدہ نہ دے گا۔ یا عذاب میں مشترک ہونا فائدہ مند نہ ہوگا۔ جیسا کہ دنیا میں عمومی ابتلاء

سے دل میں خوشی حاصل ہوتی ہے۔ (مرگ انبوہ جسنے دارد) خساء کا قول ہے۔

۱ اگر میرے ارد گرد اپنے بھائیوں پر رونے والوں کی کثرت نہ ہوتی تو میں اپنے آپ کو قتل کر ڈالتی۔

۲ اگر چہ ان کا رونا میرے بھائی جیسے پر نہیں لیکن نفس کو تسلی پیروی سے دی جاتی ہے۔

لیکن ان جہنم والوں کا اشتراک عذاب ان کی تسلی کا باعث نہ ہوگا۔ اور نہ ہی ان کو اس سے راحت حاصل ہوگی کیونکہ جس عذاب میں وہ مبتلا ہونگے وہ بہت بڑا ہے۔

ایک قول:

اس کا فاعل مضمّر ہے معنی اس طرح ہوگا۔ یہ تمنا ہرگز تمہارے کام نہ آئے گی۔ یا یہ معذرت اس بناء پر کہ تم عذاب میں شریک ہونے والے ہو۔ کیونکہ اس کے سبب میں تم شریک ہو اور وہ کفر ہے۔ اور اس معنی کی تائید ان قراء کی قراءت کرتی ہے جنہوں نے انکم ہمزہ کے کسرہ سے پڑھا۔

یہ کفر پر مریں گے:

آیت ۴۰: اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ (کیا آپ بہروں کو سنا سکتے ہیں) یعنی وہ لوگ جن کی عقلوں کے کان غائب ہو چکے۔ اَوْ تَهْدِي الْعُمْىَ (یا تم اندھوں کو راہ پر لا سکتے ہو) یعنی وہ جن کی بصارت نہیں رہی۔ وَمَنْ كَانَ فِي ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (اور وہ جو کھلی گمراہی میں ہیں) اور وہ لوگ جن کے متعلق علم الہی میں کفر پر موت لکھی ہے۔

ہم ان سے انتقام لیں گے:

آیت ۴۱: فَاِمَّا مَا كَانُوا يَتَكٰوَنُ (پرتا کید شرط کے لئے لائے۔ اسی طرح نذہبن میں نون ثقیلہ بھی اس غرض کے لئے ہے۔ نَذٰهَبَنَّ بِكَ (ان کے خلاف تمہاری مدد سے پہلے آپ کو وفات دے دیں) اور اس سے مؤمنوں کے دلوں کو ٹھنڈک حاصل ہو۔ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنتَقِمُوْنَ (بیشک ہم ان سے انتقام لینے والے ہیں) آخرت کا سخت انتقام لیں گے۔

آیت ۴۲: اَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِي وَعَدْنٰهُمْ (یا اگر ان سے ہم نے عذاب کا وعدہ کر رکھا ہے۔ وہ آپ کو دکھلا دیں) آپ کی وفات سے قبل یعنی بدر کا دن۔ فَاِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ (ہمیں ان پر قدرت حاصل ہے)

زَلِظْ: کفر و گمراہی پر ان کی سخت روی افانت تسمع الصم سے ذکر کی پھر دنیا و آخرت کے عذاب سے ان کو ڈرایا۔ فاما نذہبن بك الايتين۔

قرآن صراطِ مستقیم ہے آپ اس پر عمل پیرا رہیں:

آیت ۴۳: فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِي اُوْحِيَ اِلَيْكَ (آپ اس قرآن پر قائم رہیں جو آپ پر وحی کے ذریعہ سے نازل کیا گیا ہے)

استمسک یہ تمسک کے معنی میں ہے اور وحی سے قرآن مراد ہے۔ مضبوطی سے تھامنا اس پر عمل پیرا ہونا ہے۔ اِنَّكَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (بیشک آپ سیدھے راستے پر ہیں) صراط مستقیم سے مراد وہ دین جس میں کوئی ٹیڑھ نہیں ہے۔ آیت ۴۴: وَاِنَّهٗ (اور وہ قرآن) وہ جو آپ کی طرف وحی سے بھیجا گیا۔ لَذِكْرُ لَكَ (وہ آپ کے لئے بڑے شرف کی چیز ہے) وَلِقَوْمِكَ (اور آپ کی قوم کے لئے) اور آپ کی امت کے لئے۔ وَسَوْفَ تَسْئَلُوْنَ (اور عنقریب تم سب سے پوچھا جائے گا) قیامت کے دن اس قرآن کے متعلق کہ کیا تم نے اس کا حق ادا کیا اور کس قدر اس کی عظمت مانی اور اس عظیم نعمت پر کتنا شکر یہ ادا کیا۔

ادیان و ملل کی پڑتال ظاہر کرتی ہے کہ بت پرست باطل پر ہیں:

آیت ۴۵: وَسْئَلُ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَا أَجَعَلْنَا مِنْ دُونِ الرَّحْمٰنِ اِلٰهَةً يُعْبَدُوْنَ (اور آپ ان سب پیغمبروں سے جن کو ہم نے آپ سے پہلے بھیجا ہے۔ پوچھ لیں کہ کیا ہم نے رب رحمان کے سوا دوسرے معبود ٹھہرا دیئے تھے کہ ان کی عبادت کی جائے) اس مقام پر رسل سے سوال مقصود نہیں ہے اور نہ ہی حقیقی سوال مراد ہے۔ بلکہ یہ ان کے ادیان و ملل میں جانچ پڑتال سے مجاز ہے۔ کیا کسی بھی ملت و دین آسمانی میں کبھی بتوں کی عبادت کی اجازت ملی؟ اور ہر ایسے متلاشی کو کتاب اللہ میں نظر کرنا کفایت کر جائے گا۔ کیونکہ قرآن پہلی کتابوں کا مصدق ہے اور اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے۔ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَا لَمْ يَنْزِلْ بِهِ سُلْطٰنًا۔ [الحج۔ ۱۷]

یہ آیت فی نفسہ اس بات کی دلیل کے لئے کافی ہے کسی اور کی حاجت ہی نہیں۔

ایک قول یہ ہے:

اللہ تعالیٰ نے لیلۃ المعراج میں تمام انبیاء علیہم السلام کو جمع کیا۔ آپ نے ان کی امامت کروائی۔ آپ سے کہا گیا۔ ان سے سوال کریں۔ پس آپ نے اس بات میں نہ شک کیا اور نہ ان سے سوال کیا۔

ایک قول یہ بھی ہے:

اس کا معنی یہ ہے۔ ان انبیاء علیہم السلام کی امتوں سے پوچھ لیں۔ جن کی طرف ہم نے نبوت و رسالت کا پیغام دیا۔ اور وہ اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) ہیں۔ وہ رسولوں کی کتابوں سے اس کی اطلاع دیں گے جب ان سے پوچھ لیا تو گویا انبیاء سے پوچھ لیا۔ اس سوال کا مقصد یہ ہے کہ یہ بات پختہ طور پر ثابت ہے کہ اہل اوثان باطل پر ہیں۔ قراءت: وَاِنَّهٗ لَظٰهْرٌ لِّكُلِّ نَبِيٍّ مِّنْ دُونِ اللّٰهِ مَا لَمْ يَنْزِلْ بِهِ سُلْطٰنًا۔ ابو عمرو نے پڑھا۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوسٰى بِآيٰتِنَا اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَٖٓٔهِ فَقَالَ اِنِّىْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ

اور یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے موسیٰ کو فرعون اور اسکی قوم کے بڑے لوگوں کے پاس اپنی نشانیاں دے کر بھیجا، لہذا موسیٰ نے کہا بیشک میں رب العالمین کا رسول ہوں،

فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِآيٰتِنَا اِذَا هُمْ مِنْهَا يَضْحَكُوْنَ ۙ وَمَا نُرِيهِمْ مِّنْ آيَةٍ اِلَّا هِيَ اَكْبَرُ

سو جب وہ انکے پاس ہماری نشانیاں لے کر آئے تو یکا یک وہ ان نشانوں پر ہنسنے لگے، اور ہم انہیں جو بھی کوئی نشانی دیتے تھے وہ دوسری نشانی سے

مِنْ اَخْتِهٰٓءِز وَاخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۙ وَقَالُوْٓا يَآٔٓيَ السُّجْرِ

بڑھ کر ہوتی تھی اور ہم نے انہیں عذاب کے ساتھ پکڑا تا کہ وہ باز آ جائیں اور انہوں نے کہا کہ اے جادوگر

ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عٰهَدَ عِنْدَكَ اِنَّا لَمُهْتَدُوْنَ ۙ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمْ الْعَذَابَ

تو ہمارے لئے اپنے رب سے اس بات کی دعا کر جس کا اس نے تجھ سے عہد کیا ہے بلاشبہ ہم ہدایت پانے والے بن جائیں گے، سو جب ہم نے ان سے عذاب بتا دیا

اِذَا هُمْ يَنْكُتُوْنَ ۙ وَنَادٰى فِرْعَوْنُ فِىْ قَوْمِهٖ قَالَ يُقَوْمِ اَلَيْسَ لِيْ مُلْكُ مِصْرَ

تو یکا یک وہ عہد کو توڑ رہے ہیں اور فرعون نے اپنی قوم میں منادی کرادی، اس نے کہا کہ اے میری قوم کیا میرے لئے مصر کا ملک نہیں ہے؟

وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِيْ اَفَلَا تَبْصُرُوْنَ ۙ اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِىْ هُوَ

اور یہ نہریں جاری ہیں میرے نیچے، کیا تم نہیں دیکھتے، بلکہ میں اس شخص سے بہتر ہوں جو ذلت

مِهِيْنٌ ۙ وَلَا يَكٰدُ يَبِيْنُ ۙ فَلَوْلَا اَلْقٰى عَلَيْهِ اَسُوْرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَاءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ

والا ہے اور وہ واضح طور پر بات بھی نہیں کر سکتا، سو اس پر سونے کے ٹکڑے کیوں نہیں ڈالے گئے یا اس کے سامنے فرشتے آ جاتے

مُقْتَرِنِيْنَ ۙ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهُ فَاطَاعُوْهُ ۙ اِنَّهُمْ كَانُوْٓا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۙ فَلَمَّا اَسْفُوْنَا

انکا تار جھانسیں بنا کر، سو اس نے اپنی قوم کو مغلوب کر لیا سو انہوں نے اسکی اطاعت کی، بلاشبہ وہ لوگ فاسقین تھے، سو جب انہوں نے ہمیں غصہ دلایا

اَنْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَعْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۙ فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ ۙ

تو ہم نے ان سے انتقام لے لیا۔ سو ہم نے ان سب کو غرق کر دیا پھر ہم نے انہیں آئندہ آنیوالوں کے لئے سلف اور نمونہ بنا دیا۔

آیت ۳۶: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قول سے تسلی دی۔ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوسٰى بِآيٰتِنَا اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَٖٓٔهِ فَقَالَ اِنِّىْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (اور ہم نے موسیٰ کو اپنے دلائل دے کر فرعون اور اس کے امراء کے پاس بھیجا تھا۔ پس انہوں نے فرمایا میں رب العالمین کی طرف سے رسول ہوں) انہوں نے اس پیغام پر جواب دیا اس پر ارشاد باری تعالیٰ جو اگلی آیت میں ہے دلالت

کر رہا ہے۔

کفار کی ریت:

آیت ۴۷: فَلَمَّا جَاءَهُمْ بَايَاتُنَا (جب وہ ان کے پاس ہماری آیات لے کر آئے) اس سے مراد ان کا وہ مطالبہ ہے جو اپنے دعویٰ پر دلیل لانے اور نشانی ظاہر کرنے کے متعلق فرعونوں کی طرف سے کیا گیا تھا۔ إِذَا هُمْ مِنْهَا يَضْحَكُونَ (تو وہ یکا یک ان پر ہنسنے لگے) مذاق اڑانے لگے اور استہزاء کرتے ہوئے اس کا نام سحر دھردیا۔ اذاً۔ مفاجات کے لئے ہے اور یہ فلما کا جواب ہے۔ کیونکہ مفاجات کا فعل اس کے ساتھ مقدر ہے اور وہ اذاً کے محل میں نصب کا عمل کر رہا ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے۔ فلما جاء هم باياتنا فاجروا وقت ضحكهم۔

ہر نشانی بڑی ہے مگر یہ باز آنے والے نہیں:

آیت ۴۸: وَمَا نُرِيهِمْ مِنْ آيَةٍ إِلَّا هِيَ أَكْبَرُ مِنْ أُخْتِهَا (اور ہم ان کو جو نشانی دکھلاتے تھے وہ دوسری نشانی سے بڑھ کر ہوتی تھی) اختہا سے مراد پہلی نشانی کی ہم مثل جو عادت کو توڑنے کے لئے ظاہر کی جاتی۔ الفاظ کا انداز یہ ظاہر کر رہا ہے کہ بعد والی نشانی پہلی سے بڑھ کر ہوئی حالانکہ یہ مطلب نہیں بلکہ مراد اس کلام سے ہے۔ کہ یہ تمام نشانیاں ہی بڑی ہیں۔ ان میں ذرہ بھر فرق نہیں۔ عام محاورہ میں اسی طرح کہا جاتا ہے۔ ہما اخوان کل واحد منهما اکرم من الآخر۔ وہ دونوں بھائی ہیں ہر ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ہے۔ وَأَخَذْنَاهُم بِالْعَذَابِ (اور ہم نے ان کو عذاب میں پکڑ لیا) اور وہی جو اس آیت میں ہے۔ ولقد

أخذنا آل فرعون بالسنين ونقص من الثمرات۔ [الاعراف۔ ۱۳۰]۔ فارسلنا عليهم الطوفان..... [الاعراف۔ ۱۳۳]

لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ (تا کہ وہ باز آجائیں) کفر سے ایمان کی طرف۔

آیت ۴۹: وَقَالُوا يَا أَيُّهُ السَّحَرُ (اور انہوں نے کہا اے جادوگر) وہ عالم کو جادوگر کہتے تھے۔ کیونکہ وہ علم سحر کو بڑا معزز خیال کرتے تھے۔ قراءت: يَا أَيُّهَا السَّاحِرُ كَوْهَاءَ كِضْمَةٍ أَوْ بِلَا الْفِ شَامِي نِيْزًا۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ مفتوحہ تھا الف سے قبل واقع ہونے کی وجہ سے۔ جب الف التقائے ساکنین سے گر گیا تو اس کی حرکت ما قبل کے تابع ہو گئی۔ اذُع لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ (آپ ہمارے لئے اپنے رب سے دعا کر دیجئے۔ جس کا اس نے آپ سے وعدہ کر رکھا ہے) بما عہد عندک کا مطلب یہ ہے۔ اس عہد کے مطابق جو اس نے نبوت والا آپ سے لے رکھا ہے۔ یا جو آپ سے عذاب دور کرنے کا وعدہ کر رکھا ہے۔ اس شخص کے متعلق جو ہدایت پائے۔ اِنَّا لَمُهْتَدُونَ (بیشک ہم راہ پر آجائیں گے) ایمان لے آئیں گے۔

آیت ۵۰: فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمْ الْعَذَابَ إِذَا هُمْ يَنْكُحُونَ (جب ہم نے ان سے عذاب ہٹا دیا اسی وقت انہوں نے وعدہ توڑ دیا) قسموں کے ساتھ پختہ کیا وعدہ وہ توڑ دیتے ہیں اس کو پورا نہیں کرتے۔

فرعون کی منادی:

آیت ۵۱: وَنَادَى فِرْعَوْنُ (فرعون نے منادی کرائی) اس نے بذات خود قبلی قوم کے رؤساء کو بلایا یا اس سے منادی کرنے والے کو کہا۔ پس اس نے آواز دی۔ جیسا کہتے ہیں۔ قطع الامیر اللص۔ جب کہ وہ اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دے۔ فِی قَوْمِهِ (اپنی قوم میں)۔ یعنی ان کو اپنی نداء کا موقعہ محل بنایا۔ قَالَ یَقَوْمِ اَلِیْسَ لِیْ مُلْکُ مِصْرَ وَ هٰذِهِ الْاَنْهٰرُ (کہا اے میری قوم کیا مصر کی سلطنت میری نہیں ہے اور یہ نہریں) یعنی نیل کی نہریں۔ ان میں سے چار بڑی نہریں تھیں۔ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِیْ (میرے نیچے بہ رہی ہیں) میرے محل کے نیچے سے۔ ایک قول: میرے سامنے میرے باغات میں۔

نَحْوُ: واو عاطفہ ہے ملک مصر پر عطف ہے اور تجری الانہار سے حال ہے۔ یا واو حالیہ اور اسم اشارہ مبتدأ اور الانہار یہ اسم اشارہ کی صفت ہے۔ اور تجری مبتدأ کی خبر ہے۔

لطیفہ: نمبر ۱۔ ہارون الرشید نے جب اس آیت کو پڑھا تو کہنے لگا۔ کہ میں مصر کی حکومت اپنے سب سے حقیر غلام کو دوں گا۔ خضیب نامی غلام جو اس کے وضوء کا نگران تھا۔ اس کو مصر کی حکمرانی دے دی۔

نمبر ۲۔ عبداللہ بن طاہر کو مصر کی حکومت ملی۔ تو وہ روانہ ہو کر اس کے اسقدر قریب پہنچ گئے۔ کہ اس کے مکانات نظر آنے لگے۔ تو کہنے لگے یہی وہ بستی ہے جس پر فخر کرتے ہوئے فرعون نے کہا تھا۔ الیس لی ملک مصر الایۃ اللہ تعالیٰ کی قسم یہ بہت ہی معمولی اور حقیر ہے۔ میں اس میں داخل ہونا ہی نہیں چاہتا اور وہیں سے اپنے گھوڑے کی لگام پھیر لی۔ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ (کیا تم دیکھتے نہیں ہو) میری قوت اور موی کی کمزوری کو اور میری مالداری اور اس کا فقر۔

میں اس حقیر سے بہتر ہوں:

آیت ۵۲: اَمْ اَنَا خَیْرٌ (بلکہ میں افضل ہوں) ام منقطع بل کے معنی میں ہے۔ گویا اس طرح کہا۔ اثبت عندکم واستقر یہ تمہارے ہاں ثابت اور پختہ ہو چکا کہ میں بہت بہتر ہوں اور یہ میرا حال ہے؟

مِنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ مَہِیْنٌ (اس شخص سے جو کم قدر ہے) مہین۔ کمزور حقیر۔ وَلَا یَکَادُ یُبِیْنُ (اور وہ قوت بیانیہ بھی نہیں رکھتا) اس لئے کہ اس کے کلام میں عجمیت ہے۔

آیت ۵۳: فَلَوْلَا یہ ہلا کے معنی میں ہے۔ اَلْقِیْ عَلَیْہِ اَسْوْرَةٌ (کیوں نہیں ڈالے گئے اس کو سونے کے کنگن) قراءت: حفص، یعقوب و ہبل نے اسورہ پڑھا۔ یہ سوار کی جمع ہے۔ دیگر قراء نے اسورہ پڑھا جو کہ جمع اسوار کی ہے اساویر کی یاہ کو حذف کر کے آخر میں تاء لائے۔ معنی کنگن ہی ہے۔ مِنْ ذَہَبٍ (سونے کے) القائے اسورہ بول کر القائے مفتح مراد لی گئی ہیں۔ ان کے ہاں رواج یہ تھا کہ جب وہ کسی شخص کو سردار بناتے تو اس کو کنگن پہناتے اور اس کے گلے میں سونے کا طوق ڈالتے۔ اَوْ جَاءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِکَةُ مُقْتَرِنٰتٍ (یا فرشتے اس کے ساتھ پے در پے کیوں نہیں آتے) مقترنین۔ ساتھ مل کر چلنا۔ ایک دوسرے

کے ساتھ مل کر چلیں تاکہ وہ ایک دوسرے کے مدد و معاون ہوں۔

فرعون نے قوم کو ذلیل بنایا:

آیت ۵۴: فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهُ (غرض اس نے اپنی قوم کو مغلوب کر دیا) زبان سے ان کو مضطرب کر دیا اور ان کو ہلکا اور ذلیل قرار دیا۔ اس کی بات ان میں اثر کر گئی۔

ایک قول یہ ہے:

کہ ان کو جلد اس نے اپنی اطاعت کرنے کا حکم دیا۔

فَاطَاعُوهُ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَسِيقِينَ (وہ لوگ اس کے کہنے میں آگئے وہ لوگ شرارت سے بھرے ہوئے تھے) وہ اللہ تعالیٰ کے دین سے نکلنے والے تھے۔

انتقام الہی پچھلوں کے لئے نمونہ:

آیت ۵۵: فَلَمَّا اسْفُونَا انتقمنا منهم فَاغْرَقْنَاهُمْ اَجْمَعِينَ (جب انہوں نے ہمیں غصہ دلایا تو ہم نے ان سے بدلہ لیا اور ان سب کو ڈبو دیا) آسف یہ اسف اسف سے نقل ہو کر آیا ہے یہ اس وقت بولتے ہیں جب کسی کا غصہ زیادہ تیز ہو جائے۔ معنی یہ ہے انہوں نے گناہوں میں افراط سے کام لیا اور اپنے کو جلد عذاب کا حقدار اور اس بات کا مستحق بنا دیا کہ ہم ان کے متعلق حلم سے کام نہ لیں۔

آیت ۵۶: فَجَعَلْنَاهُمْ سَلَفًا (ہم نے ان کو خاص قسم کے متقدمین میں سے بنا دیا) سلف یہ سالف کی جمع ہے۔ جیسے خادم جمع ہے خدم کی۔

قراءت: سَلَفًا حمزہ علی نے یہ پڑھا اور سلیف کی جمع قرار دیا۔ یعنی ایک جماعت جو گزر چکی۔ وَمَثَلًا (اور عجیب شان والی بات) اور مثل کی طرح چلنے والی بات جس سے مثالیں بیان کی جاتی ہیں اور کہا جاتا ہے۔ تمہاری حالت تو قوم فرعون کی حالت جیسی ہے۔

لِلْآخِرِينَ (آئندہ آنے والوں کے لئے نمونہ بنا دیا) ان کے لئے جو ان کے بعد آئیں گے۔ اس کا معنی یہ ہے۔ ہم نے ان کو پچھلے کفار کے لئے نمونہ بنا دیا۔ جو ان جیسے عذاب اور سزا کے استحقاق کے لئے انہی کے نقش پا پر چلتے ہیں۔ اور ان کو ایک مشہور مثال بنا دیا جس کو لوگ بیان کرتے ہیں۔

وَلَمَّا ضَرَبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ ﴿٥٧﴾ وَقَالُوا آءِ هَذَا خَيْرٌ

اور جب انکے سامنے ابن مریم کے متعلق ایک عجیب مضمون بیان کیا گیا تو اچانک آپکی قوم کے لوگ اس کی وجہ سے چیخ رہے ہیں، اور انہوں نے کہا کیا ہمارے معبود بہتر

أَمْ هُوَ مَا ضَرَبُوهُ لَكَ إِلَّا جَدَلًا بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُونَ ﴿٥٨﴾ إِنَّ هُوَ إِلَّا عِبْدٌ

ہیں یا وہ۔ ان لوگوں نے یہ بات جو آپ سے بیان کی ہے صرف جھگڑنے کے طور پر ہے، بلکہ بات یہ ہے کہ یہ لوگ جھگڑالو ہیں، وہ نہیں ہے مگر ایک ایسا بندہ

أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ ﴿٥٩﴾ وَلَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ

جس پر ہم نے انعام کیا اور ہم نے اسے بنی اسرائیل کے لئے ایک نمونہ بنا دیا، اور اگر ہم چاہتے تو زمین میں تم سے فرشتے پیدا

مَلَائِكَةً فِي الْأَرْضِ يَخْلَفُونَ ﴿٦٠﴾ وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُونَّ ط

کر دیتے جو یکے بعد دیگرے رہا کرتے اور بیشک وہ قیامت کے علم کا ذریعہ ہیں سو تم لوگ اس میں شک نہ کرو اور میرا اتباع کرو

هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ﴿٦١﴾ وَلَا يَصُدُّكُمْ الشَّيْطَانُ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿٦٢﴾

یہ سیدھا راستہ ہے، اور شیطان تمہیں ہرگز نہ روک دے بلاشبہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے،

عیسیٰ علیہ السلام کی مثال:

آیت ۵۷: وَلَمَّا ضَرَبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا (جب ابن مریم کے متعلق ایک عجیب مضمون بیان کیا گیا) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے سامنے انکم وما تعبدون من دون الله حصب جهنم۔ [الانبیاء۔ ۹۸] تلاوت فرمائی تو۔

قریش غصے کے مارے لال پیلے ہو گئے۔ ابن الزبیری کہنے لگا اے محمد! کیا یہ بات خاص ہمارے لئے اور ہمارے معبودوں کے لئے ہے۔ یا تمام امتوں کے لئے آپ نے فرمایا۔ یہ تمہارے لئے اور تمہارے معبودوں اور تمام امتوں کے لئے ہے۔ اس پر وہ کہنے لگا۔ کیا تمہارا یہ اعتقاد نہیں عیسیٰ بن مریم نبی ہیں۔ اور تم عیسیٰ اور اس کی امت کی تعریف کرتے ہو۔ اور تمہیں معلوم ہے کہ نصاریٰ تو عیسیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔ اور عزیر اور ملائکہ کو پوجا جاتا ہے۔ اگر یہ سب آگ میں جائیں گے۔ تو ہم راضی ہیں کہ ہم اور ہمارے معبودان کے ساتھ ساتھ رہیں۔ اس کی یہ باتیں سن کر آپ نے خاموشی اختیار فرمائی۔ تو قریش بڑے خوش ہوئے خوب ہنسی اڑائی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ان الذین سبقت لهم منا الحسنی..... (الانبیاء۔ ۱۰۱)

ابن زبیری کا جھگڑا:

پھر یہ آیت نازل ہوئی۔ (رواہ العسلی والبغوی) مطلب یہ ہے۔ جب ابن زبیری نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو اپنے

معبودوں کے لئے بطور مثال بیان کیا اور عبادت نصاریٰ کو دلیل بنا کر آپ سے مجادلہ کرنے لگا۔ اِذَا قَوْمُكَ (تو اچانک آپ کی قوم کے لوگ) یعنی قریش منہ (اس مثال سے) يَصِدُّونَ (چلانے لگے) ابن زبیری کی بات پر جب آپ کی خاموشی دیکھی تو خوشی سے مچلنے لگے اور ٹھٹھہ سے ہنسنے لگے۔

قراءت: يَصِدُّونَ مدنی، علی، شامی، اُشی نے پڑھا اور اس کو الصدود سے لیا ہے۔ یعنی اس مثال کی وجہ سے وہ حق سے رکتے اور اعراض کرتے ہیں۔

ایک قول یہ ہے:

یہ الصدید سے ہے۔ جس کا معنی غل غپاڑا کرنا ہے۔ اور یہ دونوں لغتیں ہیں۔ جیسا يَعْكِفُ يَعْكُفُ۔

آیت ۵۸: وَقَالُوا يَا إِلَهَنَا خَيْرٌ أَمْ هُوَ (اور کہنے لگے کیا ہمارے معبود زیادہ بہتر ہیں یا وہ) ان کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ ہمارے معبود تیرے ہاں عیسیٰ سے اچھے نہیں ہیں۔ تو جب عیسیٰ سے اچھے نہیں ہیں۔ تو جب عیسیٰ جہنم کا ایندھن ہے۔ تو پھر ہمارے معبودوں کا مسئلہ معمولی ہے۔ مَا ضَرَبُوهُ لَكَ (انہوں نے یہ مثال آپ سے بیان نہیں کی) اِلَّا جَدَلًا (مگر صرف اس لئے تاکہ وہ مجادلہ کر کے غلبہ پائیں) ان کا مقصد حق و باطل میں امتیاز و فرق کرنا نہیں ہے۔ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُونَ (بلکہ یہ لوگ جھگڑالو ہی ہیں) خصم اور لد کا معنی سخت جھگڑالو۔ قریش کا مزاج شدید جھگڑے والا تھا۔ اور یہ اس سے بھی ظاہر ہو رہا ہے۔ کہ ارشاد الہی انکم وما تعبدون سے مراد بت تھے۔ کیونکہ ما کا استعمال غیر عقلاء کے لئے ہوتا ہے۔ مگر ابن زبیری نے جب دیکھا کہ کلام اللہ کے لفظوں میں عموم کی گنجائش ہے۔ تو باوجود مراد کو جانتے ہوئے اس نے دھوکا سے حیلہ بازی کرتے ہوئے لفظ کو شمول کی طرف موڑ لیا۔ کہ اس سے تو تمام غیر اللہ جن کو بطور معبود مانا گیا ہے وہ سب مراد ہیں اور یہ فقط جھگڑا بازی اور غلبہ پانے کی غرض اور مکابرہ کی خاطر کیا اور اس میں وہ بے حیائی پر اتر آیا مگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وقار پر قائم رہے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جواب دیا۔

آیت ۵۹: اِنْ هُوَ (اور وہ عیسیٰ تو محض) اِلَّا عَبْدٌ (ایک بندے ہیں) دوسرے بندوں کی طرح اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ (جن پر ہم نے فضل کیا تھا) کہ نبوت عنایت فرمائی وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا لِّبَنِي اِسْرَائِيْلَ (اور ہم نے ان کو بنی اسرائیل کے لئے ایک عمدہ نمونہ بنایا) یعنی ایک عجیب عبرت جیسا کہ مشہور مثال ہوتی ہے۔

آیت ۶۰: وَكُلُّ نَشْءٍ لَّجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَلَائِكَةً فِي الْاَرْضِ (اور اگر ہم چاہتے تو ہم تم سے فرشتوں کو پیدا کر دیتے زمین میں) تمہاری بجائے زمین پر۔ زجاج احمد کا قول یہی ہے۔

قول صاحب جامع العلوم:

جعلنا منکم ای جعلنا بدلکم تمہارے بدلے اور من بدل کے معنی میں ہے۔

يَخْلُقُونَ (وہ یکے بعد دیگرے رہتے) وہ تمہارے بعد زمین پر رہتے یا وہ ایک دوسرے کے بعد رہتے۔

ایک قول یہ ہے:

اگر ہم چاہتے تو عجائبات پر چونکہ ہم قادر ہیں۔ تو ہم تمہیں میں سے اے مردو! فرشتے پیدا کر دیتے۔ جو زمین میں تمہارے نائب بنتے جیسا کہ تمہاری اولاد تمہاری نائب بنتی ہے۔ جیسا کہ ہم نے عیسیٰ بن مریم کو صرف عورت سے غیر مرد کے پیدا فرما دیا۔ تاکہ تم ہماری قدرت ظاہرہ و باہرہ کا اعتراف کرو اور تاکہ تمہیں یہ بھی معلوم ہو جائے کہ ملائکہ اجسام ہیں جو اجسام سے ہی پیدا ہوتے ہیں۔ اور ذات باری تعالیٰ قدیم ہے وہ جسمیت سے پاک ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام قیامت کی علامت:

آیت ۶۱: **وَإِنَّهُ لَعَلَّمٌ لِلسَّاعَةِ** (اور وہ قیامت کے یقین کا ذریعہ ہے) عیسیٰ علیہ السلام وہ ہیں کہ جن سے قیامت کی آمد کا ثبوت ملتا ہے۔ قراءت: ابن عباس رضی اللہ عنہما نے **لَعَلَّمٌ**۔ عین کے فتح سے پڑھا ہے۔ اور اس کا معنی علامت ہے۔ مطلب یہ ہے نزول عیسیٰ علیہ السلام قیامت کی ایک علامت ہے۔

فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا (تو تم لوگ اس میں شک مت کرو) تم اس بارے میں شک مت کرو۔ **المريّة** سے لیا گیا اس کا معنی شک ہے۔ **وَاتَّبِعُونِ** (اور تم لوگ میرا اتباع کرو)

قراءت: سہل و یعقوب نے دونوں میں یاء سے پڑھا ہے۔ یعنی میری ہدایت و شریعت کی اتباع کرو یا میرے رسول کی اتباع کرو۔ یا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہے۔ کہ وہ یہ فرمادیں۔ **هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ** (یہ سیدھا راستہ ہے) جس کی طرف وہ تمہیں دعوت دے رہا ہے۔

آیت ۶۲: **وَلَا يَصُدُّكُمْ الشَّيْطَانُ** (اور تم کو شیطان روکنے نہ پائے) قیامت پر ایمان لانے یا اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے **إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ** (بیشک وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے) اس کی عداوت ظاہر ہے کہ اس نے تمہارے باپ کو جنت سے نکلوایا۔ اور ان سے نور کا لباس اتروادیا۔

وَلَمَّا جَاءَ عِيسَىٰ بِالْبَيِّنَاتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِأُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ

اور جب عیسیٰ واضح معجزات لے کر آئے تو انہوں نے کہا کہ میں تمہارے پاس حکمت لے کر آیا ہوں اور تا کہ میں تمہارے لئے بعض وہ

الَّذِي تَخْتَلِفُونَ فِيهِ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ۗ إِنَّ اللَّهَ هُوَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ

باتیں بیان کروں جن میں تم اختلاف کرتے ہو سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو بلاشبہ اللہ ہی میرا رب ہے اور تمہارا رب ہے،

فَاعْبُدُوهُ ۗ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ۗ ۖ فَاخْتَلَفَ الْأَحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ فَوَيْلٌ

سو تم اس کی عبادت کرو، یہ سیدھا راستہ ہے، سو جماعتوں نے آپس میں اپنے درمیان اختلاف کر لیا۔ سو جن لوگوں نے

لِلَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْيَوْمِ ۗ هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ أَنْ

ظلم کیا ان کے لئے ہلاکت ہے اس دن کے عذاب سے جو درد ناک ہوگا، یہ لوگ بس قیامت کا انتظار کر رہے ہیں کہ وہ

تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۗ ۖ الْأَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ

ان کے پاس اچانک آجائے اور انہیں خبر بھی نہ ہو۔ اس دن دوست آپس میں بعض بعض کے دشمن ہوں گے

إِلَّا الْمُتَّقِينَ ۗ ۖ ط

سوائے متقین کے

آیت ۶۳: وَلَمَّا جَاءَ عِيسَىٰ بِالْبَيِّنَاتِ (اور جب عیسیٰ معجزے لے کر آئے) بینات سے مراد یہاں معجزات یا انجیل کی آیات اور واضح احکامات قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ (کہا میں تمہارے پاس سمجھ کی باتیں لے کر آیا ہوں) حکمت سے مراد انجیل اور احکامات وَلِأُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي تَخْتَلِفُونَ فِيهِ (تا کہ بعض باتیں جن میں تم اختلاف کر رہے ہو تم سے وہ بیان کر دوں) وہ دینی معاملہ نہ کہ امر دنیا فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا (پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری بات مانو) آیت ۶۴: إِنَّ اللَّهَ هُوَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ (بے شک اللہ تعالیٰ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ پس اسی کی عبادت کرو۔ یہی سیدھا راستہ ہے) یہ عیسیٰ علیہ السلام کے کلام کا تکرار ہے۔

آیت ۶۵: فَاخْتَلَفَ الْأَحْزَابُ (پس مختلف گروہوں نے باہم اختلاف ڈال لیا) اس سے وہ گروہ جو عیسیٰ علیہ السلام کے بعد بنے وہ مراد ہیں۔ ان کے نام یہ ہیں۔ یعقوبیہ۔ نسطوریہ۔ ماکانیہ۔ شمعونیہ۔ مِنْ بَيْنِهِمْ (انصاری کے مابین) فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا (پس ظالموں کے لئے خرابی ہے) اس طرح کہ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق وہ بات کہی جس نے ان کا انکار کر دیا۔ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْيَوْمِ (ایک پھر دردوں کے عذاب سے) اور وہ قیامت کا دن ہے۔

لِعِبَادِ الْخَوْفِ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَا أَنْتُمْ تَحْزَنُونَ ﴿۶۸﴾ الَّذِينَ آمَنُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا

اے میرے بندو! آج تم پر کوئی خوف نہیں اور نہ تم رنجیدہ ہو گے، جو لوگ ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور وہ

مُسْلِمِينَ ﴿۶۹﴾ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ أَنْتُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُونَ ﴿۷۰﴾ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ

فرمانبردار تھے تم اور تمہاری بیویاں جنت میں خوش خوش داخل ہو جاؤ۔ ان پر سونے کی رکابیاں

مِّنْ ذَهَبٍ وَآكَوَابٍ فِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ وَأَنْتُمْ

اور آنخورے لائے جائیں گے اور اس میں وہ چیزیں ہونگی جنہیں نفس چاہتے ہوں گے اور جن سے آنکھیں لذت پائیں گی اور تم

فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۷۱﴾ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۷۲﴾ لَكُمْ فِيهَا

اس میں ہمیشہ رہنے والے ہو اور یہ جنت جس کے تم وارث بنائے گئے ہو تمہارے اعمال کے بدلہ میں ہے جو تم کرتے تھے، تمہارے لئے اس میں

فَاكِهَةٌ كَثِيرَةٌ مِّنْهَا تَأْكُلُونَ ﴿۷۳﴾

بہت میوے ہیں ان میں سے تم کھا رہے ہو۔

آیت ۶۶: هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ (وہ لوگ قیامت ہی کا انتظار کر رہے ہیں) ہم کی ضمیر کا مرجع قوم عیسیٰ علیہ السلام یا کفار
أَنْ تَأْتِيَهُمْ (کہ وہ قیامت ان پر آپڑے) نَحْوُ: یہ الساعہ سے بدل ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے۔ هل ينظرون الا اتیان
الساعة۔ وہ صرف قیامت کی آمد کے منتظر بیٹھے ہیں۔ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ (اچانک اور ان کو خبر بھی نہ ہو) یعنی وہ اپنے امور
دنیا میں مشغولیت کی وجہ سے غافل ہوں اور قیامت آجائے۔ جیسا کہ ارشاد الہی میں ہے۔ تاخذهم وهم يخصمون۔

[۳۹-۴۰]

مؤمنین کے علاوہ پر دوستی منقطع:

آیت ۶۷: إِلَّا خِلَاءُ يَوْمَئِذٍ (قیامت کے دن) بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ (تمام دوست اس
روز ایک دوسرے کے دشمن ہونگے سوائے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے) الْمُتَّقِينَ سے مؤمنین مراد ہیں۔ نَحْوُ: یومئذ کا
نصب یہ عدو کی وجہ سے ہے۔ تقدیر کلام تنقطع فی ذلك اليوم کل خلة بین المتخالین فی غیر ذات اللہ۔ اس دن
تمام دوستیاں جو دوستوں کے مابین ہونگی وہ سب منقطع ہو جائیں گی وہ دوستیاں جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ اور کسی غرض سے
ہونگی۔ اور غصے اور ناراضگی میں بدل جائیں گی۔ ہاں اللہ تعالیٰ کی خاطر دوستی کرنے والوں کی دوستی باقی رہے گی۔ یہ باقی رہنے والی
دوستی ہے۔

آیت ۶۸: يٰعِبَادِ (اے میرے بندو!) قراءت: وصل ووقف دونوں صورتوں میں یاء کے ساتھ مدنی، شامی، ابو عمرو نے پڑھا ہے اور ابو بکر نے یاء کے فتح کے ساتھ جبکہ دیگر تمام قراء نے یاء کو حذف کر کے پڑھا ہے۔

لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَا أَنْتُمْ تَحْزَنُونَ (نہ تم پر خوف ہوگا آج کے دن اور نہ تم غمگین ہو گے) یہ حکایت اس بات کو بیان فرمایا جو اس دن اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت کرنے والوں اور متقین کے لئے کہی جائے گی۔

آیت ۶۹: الَّذِينَ آمَنُوا بِآيَاتِنَا (یعنی وہ بندے جو ہماری آیات پر ایمان لائے تھے) سَجَّوْا: الذین یہ محل منصوب ہے۔ کیونکہ عبادی کی صفت ہے۔ اور وہ منادی مضاف ہے جو منصوب ہوا کرتا ہے۔

آمنوا بآیاتنا کا مطلب ہماری آیات میں تصدیق کی۔ وَكَانُوا مُسْلِمِينَ (اور وہ فرمانبردار تھے) یعنی اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرنے والے تھے۔

جنت کے نظارے:

آیت ۷۰: ادْخُلُوا الْجَنَّةَ أَنْتُمْ وَآزْوَاجُكُمْ (تم اور تمہاری بیویاں جنت میں داخل ہو جاؤ) ازواج سے مراد وہ بیویاں جو دنیا میں تھیں۔ تُحَبَّرُونَ (تمہیں خوش کیا جائے گا) تمہیں ایسا خوش کیا جائے گا۔ جس سرور کا اثر تمہارے چہروں پر ظاہر ہوگا۔

آیت ۷۱: يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَأَكْوَابٍ (اور ان کے پاس سونے کی رکابیاں اور گلاس لائے جائیں گے) صحاف جمع صحیفہ۔ چوڑا پیالہ۔ من ذہب کہہ کر بتلایا کہ وہ سونے کے بھی ہونگے۔ الکواب۔ وہ پیالہ جس کے ساتھ دستہ نہ ہو۔ وَفِيهَا (اور اس جنت میں) مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ (وہ چیزیں ملیں گی۔ جن کو جی چاہے گا جن سے آنکھوں کو لذت ہوگی) قراءت: مدنی، شامی، حفص نے تشہیہ کو اثبات ہاء سے پڑھا ہے۔ اور یہ ضمیر موصول کی طرف راجع ہے اور دیگر قراء نے اس کو حذف کیا کیونکہ فعل، فاعل و مفعول کے سلسلہ میں موصول کے متعلق وسعت ہے۔ تلذذ الاعین کہہ کر نعمتوں کی اقسام کو محصور کیا۔ کہ وہ دو قسم کی ہونگی۔ نمبر ۱۔ دل چاہی نمبر ۲۔ آنکھوں کی ٹھنڈک۔ وَأَنْتُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (اور تم یہاں ہمیشہ رہو گے)

آیت ۷۲: وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ (اور یہ وہ جنت ہے جس کے تم مالک بنادیے گئے اپنے اعمال کے بدلے) سَجَّوْا: تلک وہ جنت جس کا ذکر ہوا۔ اس کی طرف اشارہ ہے اور یہ مبتدأ ہے۔ الجنة خبر ہے اور

الَّتِي أُورِثْتُمُوهَا یہ جنت کی صفت ہے۔ نمبر ۲۔ الٹی اور رثتموها یہ صفت ہے۔ اور بما کنتم تعملون یہ خبر ہے اور باء یہ محذوف سے متعلق ہے۔ اسی حاصلہ یا کائنة جیسا کہ خبر واقع ہونے والے ظروف میں ہوتا ہے۔ اور پہلی صورت میں اس کا تعلق اور رثتموها فعل سے ہے۔

فَأَنْتُمْ فِيهَا: جنت کو میراث سے تشبیہ دی یہ بھی اسی طرح باقی رہنے والی ہے جیسا کہ میراث ورثہ کے لئے باقی رہتی ہے۔

إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي عَذَابٍ جَهَنَّمَ خَالِدُونَ ﴿۷۶﴾ لَا يَفْتَرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيهِ

بلاشبہ مجرم لوگ جہنم کے عذاب میں ہمیشہ رہیں گے ان سے عذاب ہلکا نہ کیا جائے گا، اور وہ اسی میں

مُبْلِسُونَ ﴿۷۷﴾ وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلَكِنْ كَانُوا هُمُ الظَّالِمِينَ ﴿۷۸﴾ وَنَادُوا أَيْمَانَهُمْ

نامید ہو کر پڑے رہیں گے، اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن وہ خود ہی ظالم تھے اور وہ پکاریں گے کہ اے مالک

لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ قَالَ إِنَّكُمْ مَكِثُونَ ﴿۷۹﴾ لَقَدْ جِئْتُمْ بِالْحَقِّ وَلَكِنَّ

تمہارا پروردگار ہمارا کام تمام کر دے، وہ جواب دیں گے کہ بیشک تم اسی میں رہو گے، بلاشبہ ہم تمہارے پاس حق لائے اور لیکن

أَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كَرِهُونَ ﴿۸۰﴾ أَمْ أَبْرَمُوا أَمْراً فَاِنَّا مَبْرُمُونَ ﴿۸۱﴾ أَمْ يَحْسَبُونَ أَنَّا

تم میں سے اکثر حق سے نفرت کرنے والے ہیں کیا انہوں نے کوئی مضبوط تدبیر کر لی ہے، سو ہم مضبوط تدبیر اختیار کرنے والے ہیں کیا وہ سمجھتے ہیں کہ ہم

لَا أَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ بَلَىٰ وَرُسُلْنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُونَ ﴿۸۲﴾

نہیں سنتے ان کی چپکی باتوں کو اور ان کے خفیہ مشوروں کو، ہاں ہم ضرور سنتے ہیں اور ہمارے بھیجے ہوئے (فرستادے) انکے پاس لکھتے ہیں۔

آیت ۷۳: لَكُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ كَثِيرَةٌ مِنْهَا تَأْكُلُونَ (اور تمہارے لئے اس میں بہت سے میوے ہیں جن میں سے تم کھا رہے ہو) من بعض کو بیان کرنے کے لئے ہے۔ تم ان میں سے بعض کو کھاؤ گے۔ اور اس کے پیچھے باقی درخت پر رہیں گے۔ وہ درخت جنت کے پھلوں سے ہمیشہ مزین رہے گا۔ حدیث میں ہے۔ کہ جنت کے جس درخت کا پھل توڑا جائے گا۔ اس کی جگہ فوراً دوسرا لگ جائے گا۔ [الہزاع۔ ۳۵۳۰]

کفار و مجرمین کی سزا:

آیت ۷۴: إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي عَذَابٍ جَهَنَّمَ خَالِدُونَ (بیشک مجرم عذاب جہنم میں ہمیشہ رہیں گے) شُجُوْرَاتِ: خالدون یہ خبر کے بعد دوسری خبر ہے۔

آیت ۷۵: لَا يَفْتَرُ عَنْهُمْ (وہ ان سے ہلکا نہ کیا جائے گا)

شُجُوْرَاتِ: یہ تیسری خبر ہے۔ یعنی وہ عذاب ان سے کم نہ کیا جائے گا اور نہ اس میں تخفیف ہوگی۔ وَهُمْ فِيهِ (اور وہ اسی میں) عذاب میں۔ مُبْلِسُونَ (مایوس پڑے رہیں گے) وہ کشادگی سے مایوس اور حیران ہونگے۔

آیت ۷۶: وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ (اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا) ان کو عذاب دے کر وَلَكِنْ كَانُوا هُمُ الظَّالِمِينَ (لیکن وہ خود ہی ظالم تھے) شُجُوْرَاتِ: ہم یہ ضمیر فصل ہے۔

آیت ۷۷: وَنَا دَوًّا يَمْلِكُ (اور وہ آواز دیں گے اے مالک) یہ آواز اس وقت دیں گے جب عذاب کی کمی سے مایوس ہو جائیں گے۔ تو کہیں گے اے مالک یہ خازن جہنم ہے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

ان سے کسی نے کہا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے یا مال پڑھا ہے۔ تو عبد اللہ فرمانے لگے انہوں نے اہل نار کو ترخیم سے مشغول نہیں کر دیا۔ یعنی انہوں نے ترخیم ہی کی ہے۔

لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ (کہ تمہارا پروردگار ہمارا کام ہی تمام کر دے) ہمیں موت دے دے۔ یہ قضی علیہ سے لیا گیا۔ جس کا معنی موت دینا ہے جیسا اس آیت میں ہے فَوَكِّزْهُ مُوسَى فَقَضَى عَلَيْهِ [القصص: ۱۵] مطلب یہ ہے کہ اپنے رب سے کہو کہ ہم پر موت طاری کر دے۔ قَالَ إِنَّكُمْ مَكْفُونُونَ (وہ کہے گا تم ہمیشہ اس حال میں رہو گے) عذاب میں مبتلا رہو گے۔ موت اور کمی کے ساتھ تم چھوٹ نہیں سکتے۔

آیت ۷۸: لَقَدْ جِئْنَاكُمْ بِالْحَقِّ (ہم نے سچا دین تمہارے پاس پہنچایا) حق سے کلام اللہ مراد ہے۔

مَنْجُوْرٌ: قال میں ضمیر کا ہونا ضروری ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہو۔ اس لئے کہ جب انہوں نے مالک سے موت کا سوال کرنے کو کہا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں فرمایا۔

ایک قول یہ ہے:

یہ کلام مالک کے ساتھ متصل ہے۔ اور مراد جننا کم سے الملائکہ ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے قاصد وہی ہیں اور وہ بھی من جملہ فرشتوں میں سے ایک ہے۔ وَلَكِنَّ أَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كَرِهُوْنَ (لیکن تمہاری اکثریت سچے دین سے نفرت کرتی تھی) اور تم اس کو قبول نہ کرتے تھے اور اس سے بھاگتے تھے کیونکہ آرام باطل کی سنگت میں اور تھکاوٹ و تکلیف حق کی معیت میں ہے۔

کفار کی منصوبہ بندیاں:

آیت ۷۹: أَمْ أَبْرَمُوا أَمْراً (ہاں تو کیا انہوں نے کوئی انتظام درست کیا ہے) کیا مشرکین مکہ نے اپنی تدابیر سے کسی بات کا فیصلہ کیا ہے۔ جو وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کرتے رہتے ہیں۔ فَإِنَّا مُبْرِمُونَ (پس ہم نے بھی ایک انتظام درست کیا ہے) اپنی تدابیر (معاونت حق کی) جیسے انہوں نے تدابیر کی ہیں۔

آیت ۸۰: وہ منادی کر کے دارالندوہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آئے روز فیصلے کرتے پس یہ آیت اتری۔ أَمْ يَحْسَبُونَ أَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ (کیا ان لوگوں کا یہ خیال ہے کہ ہم ان کی خفیہ باتوں کو نہیں سنتے) سِرَّهُمْ سے ان کے دلوں میں آنے والی باتیں مراد ہیں۔ وَنَجْوَاهُمْ (اور ان کے مشورے) جو اپنی باتیں طے کرتے ہیں۔ اور دوسروں سے چھپاتے ہیں۔ بَلَى

قُلْ إِنْ كَانَ لِلرَّحْمَنِ وَلَدَةٌ فَأَنَا أَوَّلُ الْعَبْدِينَ ﴿۸۱﴾ سُبْحَانَ رَبِّ السَّمَوَاتِ

آپ فرمادیں کہ اگر رحمن کے لئے اولاد ہو تو میں سب سے پہلے عبادت کرنے والا ہوں، آسمانوں اور زمین کا رب جو عرش کا بھی

وَالْأَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿۸۲﴾ فَذَرَهُمْ يَخُوضُوا وَيَلْعَبُوا حَتَّىٰ يُلَاقُوا

رب ہے وہ ان باتوں سے پاک ہے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں سو آپ ان کو چھوڑیے باتوں میں لگیں اور کھیلنا کریں یہاں تک کہ اس دن سے

يَوْمَهُمُ الَّذِي يُوعَدُونَ ﴿۸۳﴾ وَهُوَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ إِلَهٌُ وَفِي الْأَرْضِ إِلَهٌُ وَهُوَ

ملاقات کریں جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے، اور اللہ وہ ہے جو آسمان میں معبود ہے اور زمین میں معبود ہے اور وہ

الْحَكِيمُ الْعَلِيمُ ﴿۸۴﴾ وَتَبَارَكَ الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا

حکمت والا ہے اور علم والا ہے اور بابرکت ہے وہ ذات جس کے لئے ملک ہے آسمانوں کی اور زمین کی اور جو کچھ ان کے درمیان ہے

وَعِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿۸۵﴾ وَلَا يَمْلِكُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ

اور اس کے پاس قیامت کا علم ہے اور اسی طرف لوٹ کر جاؤ گے، اور جن کو یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ شفاعت کا

دُونِهِ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَشَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿۸۶﴾ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ

اختیار نہیں رکھتے ہاں جنہوں نے حق کی گواہی دی اور وہ جانتے ہیں، اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ انہیں

خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ فَأَنَّى يُؤْفَكُونَ ﴿۸۷﴾ وَقِيلَ لَهُ رَبِّ إِنْ هُوَ إِلَّا قَوْمٌ لَا

کس نے پیدا کیا یہی کہیں گے کہ انہیں اللہ نے پیدا کیا، سو یہ لوگ کدھرائے جارہے ہیں، اور اسے رسول کی اس بات کی خبر ہے کہ اے میرے رب بلاشبہ یہ لوگ

يُؤْمِنُونَ ﴿۸۸﴾ فَأَصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلَامٌ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿۸۹﴾

ایمان نہیں لاتے سو آپ ان سے اعراض کیجئے اور کہہ دیجئے کہ میرا سلام ہے سو وہ مقررہ جان لیں گے

(کیوں نہیں) ہم ان کو سنتے اور ان پر اطلاع رکھتے ہیں۔ وَرُسُلُنَا (اور ہمارے فرشتے) کرانا کا تین۔ لَدَيْهِمْ يَكْتُبُونَ (ان کے پاس ہیں وہ بھی لکھتے ہیں) ان کے پاس ہی وہ ان باتوں کو لکھتے ہیں۔

یحییٰ بن معاذ رضی اللہ عنہ کا قول:

جس نے لوگوں سے اپنے گناہ کو چھپا کر کیا اور اس کو اس کے سامنے ظاہر کر دیا جس پر کوئی چیز مخفی نہیں رہ سکتی۔ تو گویا اس نے دیکھنے والوں میں سے اللہ تعالیٰ کو سب سے ہکا قرار دیا۔ اور یہ منافقت کی نشانیوں میں سے ہے۔

آیت ۸۱: قُلْ إِنْ كَانَ لِلرَّحْمَنِ وَلَدٌ (آپ کہیے۔ اگر رب رحمان کے اولاد ہو) اور یہ بات دلیل صحیح سے ثابت ہو جائے۔
فَإِنَّا أَوْلُ الْعَبِيدِ (تو سب سے اول اس کی عبادت کرنے والا میں ہوں) میں سب سے پہلا ہونگا جو اس لڑکے کی تعظیم کروں گا
اور تم سے بڑھ کر اس کی اطاعت کروں گا۔ اور اس کی فرمانبرداری بجلاؤں گا جیسا کہ آدمی بادشاہ کے بیٹے کی تعظیم اس کے باپ کی
وجہ سے کرتا ہے یہ کلام بطریق فرض لایا گیا ہے۔ اس سے مراد ولد کی نفی ہے اور وہ اس طرح کہ عبادت کو لڑکا ہونے سے معلق کیا گیا
اور یہ لڑکا ہونا تو اس کی ذات کے لئے ذاتی اعتبار سے بھی محال ہے۔ پس جو محال سے معلق ہے وہ بھی محال ہے۔ اس کی مثال
سعید بن جبیر کا یہ قول ہے جو انہوں نے حجاج کو فرمایا۔ جب اس نے کہا۔ واللہ لا بدلتک بالدنیا ناراً تطلی۔ میں تمہاری دنیا کو
بڑھکتی آگ بنا دوں گا۔ تو سعید کہنے لگا۔ لو عرفت ان ذلک الیک ما عبت الہا غیرک۔ اگر میں جانتا کہ یہ تیرے اختیار
میں ہے تو میں پھر تیرے سوا اور کسی کو معبود نہ مانتا۔

ایک قول یہ ہے:

ان کان للرحمن ولدٌ فی زعمکم۔ کہ اگر تمہارے خیال کے مطابق رحمان کا کوئی لڑکا ہے تو میں سب سے پہلا اللہ
تعالیٰ کی وحدانیت کو ماننے والا اور تمہارے قول کی تکذیب کرنے والا ہوں۔ جو کہ تم ولد کی نسبت اس کی ذات کی طرف کرنے
والے ہو۔

ایک قول یہ ہے:

اگر تمہارے خیال میں رحمان کا بیٹا ہے۔ تو میں سب سے پہلا اس بات کا انکاری ہوں کہ اس کا بیٹا ہو۔ عابدین۔ یہ عبد
یَعْبُدُ سے ہوگا۔ جبکہ وہ اس سے سخت نفرت کرنے والا ہو۔ اسم فاعل عبد و عابد آتا ہے۔
قراءت: ایک قراءت میں العبدین ہے۔

ایک قول اور بھی ہے:

کہ ان نافیہ ہے۔ یعنی رحمان کا کوئی بیٹا نہیں میں سب سے پہلا شخص ہوں جو اس بات کو کہنے والا ہوں ان میں سے جو یہ
کہتے ہیں اور اس کی عبادت اور اس کو وحدہ لا شریک مانتے ہیں۔

ایک روایت ہے:

کہ نضر بن حارث قریشی نے کہا کہ ملائکہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔ اس پر نضر کہنے لگا۔ دیکھو اللہ تعالیٰ
نے تو میری تصدیق کر دی۔ ولید نے اس کو کہا۔ اس نے تمہاری تصدیق نہیں کی۔ بلکہ یہ کہا ما کان للرحمان ولد فانا اول
الموحدین من اهل مكة ان لا ولد له۔ کہ رحمان کا کوئی بیٹا نہیں۔ پس میں اہل مکہ میں سے پہلا موحد ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی

بیٹا نہیں۔

(اگر یہ روایت درست ہو تو یہ مکالمہ بڑا لذیذ ہے)

قراءت: وُلِدَ۔ حمزہ علی نے پڑھا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی ذات کو بیٹا بنانے سے منزہ اور پاک قرار دیا اور فرمایا۔

آیت ۸۲: سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ (آسمان اور زمین کا مالک جو کہ عرش کا بھی مالک ہے۔ ان باتوں سے پاک ہے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں) یعنی وہ آسمانوں اور زمین اور عرش کا رب ہے۔ وہ نہ جسم ہے۔ کیونکہ اگر وہ جسم ہوتا تو اس کے بنانے پر قدرت نہ ہوتی۔ اور جب جسم نہیں تو اس کی اولاد نہیں کیونکہ پیدائش و تولد یہ جسم کی صفات میں سے ہے۔ آیت ۸۳: فَذَرُوْهُمْ يَخُوْضُوْا (تو آپ ان کو اس شغل میں چھوڑ دیجئے) ان کی باطل پرستی میں۔ وَيَلْعَبُوْا (اور تفریح میں) دنیا کی مشغولیت میں حَتّٰى يَلْقَوْا يَوْمَهُمُ الَّذِى يُوْعَدُوْنَ (یہاں تک کہ ان کو اپنے اس دن سے سابقہ واقع ہو جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے) یوم سے قیامت کا دن مراد ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں وہ محض جہالت دنیا پرستی اور تفریح کا نتیجہ ہے۔

اللہ ہی زمین و آسمان میں قابل عبادت ہے:

آیت ۸۴: وَهُوَ الَّذِىٰ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالَّذِىٰ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالَّذِىٰ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اور وہی ذات ہے جو آسمان میں بھی قابل عبادت ہے اور زمین میں بھی قابل عبادت ہے) اللہ تعالیٰ کا اسم الہ یہ وصف کا معنی لئے ہوئے ہے۔ اس لئے ظرف کو فی السماء اور فی الارض میں اس کے ساتھ معلق کیا ہے۔ جیسا کہ تم کہو ہو حاتم فی الطی و حاتم فی تغلب۔ اس میں جو اد کا معنی متضمن ہے جس کی وجہ سے وہ ہر دو قبیلوں میں معروف ہے۔ گویا تم نے اس طرح کہا ہو جو اد فی طی و جو اد فی تغلب۔ کہ وہ قبیلہ طے میں بھی تخی اور قبیلہ تغلب میں بھی تخی ہے۔ اسی طرح یہاں وہ آسمان کا بھی الہ اور زمین میں بھی قابل عبادت وہی ہے۔

قراءت: وَهُوَ الَّذِىٰ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالَّذِىٰ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اور وہی ذات ہے جو آسمان میں بھی قابل عبادت ہے اور زمین میں بھی قابل عبادت ہے) اللہ تعالیٰ کا اسم الہ یہ وصف کا معنی لئے ہوئے ہے۔ اس لئے ظرف کو فی السماء اور فی الارض میں اس کے ساتھ معلق کیا ہے۔ جیسا کہ تم کہو ہو حاتم فی الطی و حاتم فی تغلب۔ اس میں جو اد کا معنی متضمن ہے جس کی وجہ سے وہ ہر دو قبیلوں میں معروف ہے۔ گویا تم نے اس طرح کہا ہو جو اد فی طی و جو اد فی تغلب۔ کہ وہ قبیلہ طے میں بھی تخی اور قبیلہ تغلب میں بھی تخی ہے۔ اسی طرح یہاں وہ آسمان کا بھی الہ اور زمین میں بھی قابل عبادت وہی ہے۔

تقدیر کلام:

اس طرح ہے۔ وهو الذى هو فى السماء الله۔ وہ وہی ذات ہے جو کہ آسمان میں معبود ہے۔

يَخُوْ: الله یہ مرفوع ہے۔ کیونکہ مبتدأ مضمّر کی خبر ہے۔ اور الله یہ ابتداء کی وجہ سے مرفوع نہیں ہے۔ اور فى السماء۔ یہ خبر ہے۔ کیونکہ اس صورت میں صلہ ضمیر عائد سے خالی ہے جو موصول کی طرف لوٹے۔

وَهُوَ الْحَكِيْمُ (وہ اپنے اقوال و افعال میں حکمت والا ہے) الْعَلِيْمُ (وہ جو کچھ ہو اور جو ہونے والا ہے تمام کا علم رکھتا ہے)

آیت ۸۵: وَتَبْرَكَ الَّذِي لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ (اور وہ ذات بڑی عالی شان ہے۔ جس کے لئے آسمانوں کی اور زمین کی اور جو ان کے درمیان میں ہے۔ ان کی سلطنت ثابت ہے۔ اور اس کو قیامت کی خبر ہے) یعنی اس کے قائم ہونے کی خبر ہے۔ وَآلِهٖ تُرْجَعُوْنَ (اور تم سب اسی کے پاس لوٹ کر جاؤ گے) قراءت: کئی حمزہ علی نے بُرْجَعُوْنَ پڑھا ہے۔

شفاعت کا اختیار مسلمانوں کو:

آیت ۸۶: وَلَا يَمْلِكُ (اور اختیار نہ رکھیں گے) یعنی ان کے معبود الَّذِينَ يَدْعُوْنَ (جن کو یہ پکارتے ہیں) یعنی جن کو پکارتے ہیں۔ مِنْ دُونِهٖ (اس کے سوا) یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا الشَّفَاعَةَ (سفارش کے) جیسا کہ ان کا خیال ہے۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے سفارشی ہونگے۔ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ (مگر جس سے حق کا اقرار کیا تھا) یعنی لیکن جس نے حق کا اقرار کلمہ توحید کے ساتھ کیا۔ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ (اور وہ تصدیق بھی کیا کرتے تھے) کہ اللہ تعالیٰ ان کا سچا رب ہے اور اس کا دلوں سے اعتقاد رکھتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہونگے جن کو شفاعت کا اختیار دیا جائے گا۔

نَحْوُ: یہ استثناء منقطع ہے یا متصل ہے۔ کیونکہ جملہ الذین یدعون من دون اللہ میں ملائکہ بھی ہیں۔

آیت ۸۷: وَلَیْنُ سَأَلْتَهُمْ (اور اگر آپ ان سے پوچھیں) یعنی مشرکین مکہ سے۔ مَنْ خَلَقَهُمْ لَیَقُوْلَنَّ اللّٰهُ (تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے ان کو پیدا کیا ہے) بتوں اور ملائکہ نے نہیں۔ فَآنِیْ یُؤْفَكُوْنَ (پھر یہ لوگ کدھرائے چلے جا رہے ہیں) نَحْوُ: یہاں انی کیف کے معنی میں ہے۔ یامن این۔ پھر کیوں یہ توحید سے پھرتے ہیں جبکہ یہ اقرار بھی کرتے ہیں؟

عظمت و شان پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم:

آیت ۸۸: وَقِيلَہٗ (اور اس کو رسول کے اس کہنے کی بھی خبر ہے)

قراءت: عاصم حمزہ نے جر سے پڑھا ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَ عِلْمُ قَيْلِہٖ۔ اور اس کے پاس قیامت کا علم ہے اور اس کے پاس اس قول کی خبر ہے۔

یُرَبِّ (اے میرے رب!) قیلہ کی ہضمیر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے۔ کیونکہ آپ کا تذکرہ پہلے ہوا۔

اس ارشاد میں۔ قل ان کان للرحمان ولد فانا اول العابدین۔ [الزخرف۔ ۸۱]

باقی قراء نے نصب سے پڑھا ہے۔ اور اس کو الساعۃ کے محل پر معطوف کیا ہے۔ ای یعلم الساعۃ یعلم قیلہ۔ ای

قیل محمد صلی اللہ علیہ وسلم یارب وہ قیامت کو جانتا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کو جانتا ہے۔

القیل۔ القول القال المقال یہ تمام ایک ہی معنی رکھتے ہیں۔

نمبر ۲۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ حرف قسم کو مضمیر مانکر جر اور نصب مان لیا جائے۔ اور حرف کو حذف کر دیا گیا ہے اور جواب قسم ان

ہؤلاء قوم لا یؤمنون ہے۔

إِنَّ هَؤُلَاءِ قَوْمٌ لَّا یُؤْمِنُونَ (کہ یہ لوگ ایمان نہ لائیں گے) گویا آپ نے بات فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے اس کی قسم اٹھائی اور قول یا رب ان هؤلاء قوم لا یؤمنون۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کی بات کی قسم اٹھانا یہ آپ کی عظمت و بلندی شان کو ظاہر کرتا ہے۔ اور آپ کی دعا و التجاء کی قبولیت کو ظاہر کرتا ہے۔

آپ کو تسلی اور کفار کو وعید:

آیت ۸۹: فَاصْفَحْ عَنْهُمْ (تو آپ ان سے بے رخ رہیے) ان کی دعوت سے اعراض فرمائیں۔ کیونکہ ان کے ایمان کی امید نہیں۔ اور ان کو چھوڑیں اور ان کے حال پر رہنے دیں۔ وَقُلْ (اور ان کو کہہ دیں) سَلِّمْ (کہ میں تم کو سلام کرتا ہوں) یہ سلام متارکت ہے۔ فَسَوْفَ یَعْلَمُونَ (پس ان کو بھی معلوم ہو جائے گا) یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کفار کو وعید ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی ہے۔

قراءت: مدنی شامی نے تعلمون پڑھا ہے۔

الحمد للہ بعونہ تمم الصالحات ترجمہ و تفسیر سورۃ الزخرف کا مکمل ہوا آج جمعہ ۱۱۸ اپریل ۲۰۰۳ء

سُورَةُ الدَّخَانِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ آيَةً وَتَقْرَأُ فِي رُكُوعٍ وَاحِدٍ

سورۃ الدخان مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں آیتوں کی تعداد ۱۹ ہے اور تین رکوع میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

حَمِّ ۱ وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ ۲ اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ مُبْرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ۳

حم، قسم ہے کتاب مبین کی بلاشبہ ہم نے اس کو مبارک رات میں نازل کیا ہے، بلاشبہ ہم ڈرانے والے ہیں،

فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ۴ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ۵ رَحْمَةً

اس رات میں ہر امر حکیم کا فیصلہ کیا جاتا ہے جو ہماری طرف سے بطور حکم کے صادر ہوتا ہے، بلاشبہ ہم بھیجنے والے ہیں آپ کے رب کی طرف سے

مِّنْ رَّبِّكَ ۶ اِنَّهُ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۷ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۸

رحمت کے طور پر، بلاشبہ وہ سنے والا ہے جاننے والا ہے، وہ آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان سب کا رب ہے

اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ۹ اِلَّا اِلٰهَ الْاٰهْوٰی حٰی وَیْمِیْتُ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَائِكُمُ الْاَوَّلِیْنَ ۱۰

اگر تم یقین کرنے والے ہو، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ زندہ فرماتا ہے اور موت دیتا ہے وہ تمہارا اور تم سے پہلے جو تمہارے باپ دادا کے گزر گئے ان کا رب ہے

بَلْ هُمْ فِي شَكٍّ يَّلْعَبُوْنَ ۱۱

بلکہ وہ لوگ شک میں پڑے ہوئے کھیل رہے ہیں۔

حَمَّ ۱ وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ ۲ اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ مُبْرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ -

(حم - قسم ہے اس واضح کتاب کی - کہ ہم نے اس کو ایک برکت والی رات میں اتارا ہے - ہم آگاہ کرنے والے تھے)

آیت ۱: حَمَّ ۱ وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ یعنی قرآن مجید - حَمَّ ۲ : واو قسمیہ ہے اگر حم کو حروف مقطعات میں سے بناؤ - یا

سورت کا نام قرار دیں تو خبر ہے اور اس کا مبتداء محذوف ہے اور واو عاطفہ ہے - جب حم کو مقسم بہ بنائیں اور جواب قسم انا انزلناہ

فی لیلۃ مبارکۃ ہے -

آیت ۳: اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ مُبْرَكَةٍ مبارک سے لیلۃ القدر کی رات مراد ہے - یا پندرہ شعبان کی رات مراد ہے -

ایک قول یہ ہے:

اس کے اور لیلۃ القدر کے درمیان چالیس راتیں ہیں۔

قول جمہور:

اس سے لیلۃ القدر مراد ہے۔ اس لئے کہ دوسری آیت میں فرمایا انا انزلناه فی لیلۃ القدر۔ (القدر)۔ ۱۔ اور دوسرا یہ ارشاد شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن۔ [البقرۃ۔ ۱۸۵]

اکثر علماء کا قول یہ ہے کہ لیلۃ القدر رمضان المبارک میں ہے۔ پھر علماء نے فرمایا۔ مکمل قرآن کو لوح محفوظ سے آسمان دنیا کی طرف لیلۃ القدر کی رات میں اتارا گیا۔ پھر جبرئیل علیہ السلام ضرورت کے وقت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر لے کر اترتے تھے۔

ایک قول یہ ہے:

ابتداءً نزول لیلۃ القدر میں ہوا۔ المبارک کا معنی خیر کثیر اور اس لئے بھی کہ اس میں خیر و برکت اترتی ہے۔ اور دعائیں قبول کی جاتی ہیں اگر ان میں سے کوئی چیز نہ بھی ہوتی تب بھی اس کی برکت کے لئے نزول قرآن ہی کافی ہے۔ اِنَّا كُنَّا مُنذِرِينَ (ہم ہی آگاہ کرنے والے تھے)

قرآن خود امر حکیم سے ہے:

آیت ۳: فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ (اسی رات میں ہر حکمت والا معاملہ طے کیا جاتا ہے) یہ اکٹھے دو جملے مستانفے ہیں۔ جن سے جواب قسم کی تفسیر کی گئی ہے۔ گویا اس طرح فرمایا۔ ہم نے اس کو اتارا کیونکہ ہماری شان انذار اور عقاب سے خبردار کرنا ہے۔ اور ہمارا قرآن مجید کو خصوصاً اس رات میں اتارنا کیونکہ انزال قرآن امور حکیمہ میں سے ہے۔ اور یہ رات ہر امر حکیمی کو جدا کرنے والی ہے اور یفرق کا معنی جدا کرنا اور لکھنا ہے۔ کل امر۔ سے بندوں کے ارزاق ان کی مدت عمر اور اس رات سے لے کر آئندہ رات پیش آنے والے معاملات مراد ہیں۔ حکیم۔ حکمت والے۔ اس طرح کئے جاتے ہیں جن کا حکمت تقاضا کرتی ہے۔ امور کو حکیم کہنا یہ اسناد مجازی ہے۔ کیونکہ یہ تو دراصل صاحب امر کی صفت ہے۔ مجازاً امر کو بھی حکیم کہہ دیا۔

آیت ۵: أَمْراً مِّنْ عِنْدِنَا (ہمارے پاس سے حکم ہو کر) امر ایہ منصوب بوجہ اختصاص ہے۔ ہر امر کو بڑا عظیم الشان قرار دیا کیونکہ وہ حکیم کی صفت رکھتا ہے۔ پھر اس کی عظمت و شان کو یہ کہہ کر چار چاند لگا دیئے کہ فرمایا یہ امر تو ہمارے پاس سے صادر ہونے والا ہے۔ جیسا ہمارا علم اور تدبیر اس کا تقاضا کرتی ہے۔ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ (ہم ہی آپ کو پیغمبر بنانے والے تھے) نَحْنُ: یہ انا کنا منذرین [الدخان: ۳] سے بدل ہے۔ رَحْمَةً مِّنْ رَبِّكَ اس کا مفعول لہ ہے۔

آیت ۶: رَحْمَةً مِّنْ رَبِّكَ (بوجہ رحمت کے جو آپ کے رب کی طرف سے ہوتی ہے) نمبر ۱۔ اس کو مفعول لہ بنائیں تو معنی اس

طرح ہوگا۔ ہم نے قرآن مجید اتارا ہے۔ کیونکہ ہماری شان یہ ہے کہ رسولوں کو کتابیں دے کر اپنے بندوں کی طرف بھیجتے ہیں۔ ان بندوں پر رحمت کرنے کے لئے۔ نمبر ۲۔ امرًا من عندنا کی یہ علت ہے۔ اور رحمة مفعول بہ ہے۔

ایک نکتہ:

رحمت کی صفت ارسال کے ساتھ لائی گئی ہے۔ جیسا کہ اس کی صفت اس ارشاد میں بھی اسی طرح ہے۔ وما یمسک فلا مرسل له من بعدہ۔ [فاطر: ۲] اصل عبارت اس طرح ہے۔ انا کنا مرسلین رحمةً منا۔ پس منا ضمیر کی بجائے من ربک کو لایا گیا تاکہ بتلا دیا جائے ربوبیت کا تقاضا یہ ہے کہ مر بو بین پر رحمت کی جائے۔ اِنَّهُ هُوَ السَّمِیْعُ (بیشک وہی سننے والا) ان کے اقوال کا الْعَلِیْمُ (جاننے والا) ان کے احوال کا۔

اگر وہ سے اللہ کو خالق مانتے ہو تو محمد ﷺ کو اس کا رسول مان لو:

آیت ۷: رَبِّ قِرَاءَتٍ وَنَحْوٍ: یہ من ربک سے بدل ہے۔ کوئی نے اس کو مکسور پڑھا ہے اور دیگر قراء نے رفع سے پڑھا ہے ای ہو رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِیْنَ (جو کہ مالک ہے آسمان و زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے۔ اس کا بھی اگر تم یقین لانا چاہو) اور شرط کا مطلب یہ ہے کہ ان کو اقرار تھا کہ آسمانوں اور زمین کا ایک رب اور خالق ہے۔ پس ان کو کہا گیا۔ کہ ارسال رسل اور انزال کتب یہ رب العالمین کی محض رحمت ہے۔ پھر فرمایا بلاشبہ یہ رب ہی تو ہر بات کو سننے اور جاننے والا ہے۔ جس کے تم خود اقراری ہو اور یہ مانتے ہو کہ وہ آسمانوں اور زمین کا رب ہے اور ان کے مابین کا بھی رب ہے۔ اگر تمہارا یہ اقرار علم اور یقین کی بنیاد پر ہے۔ جیسا تم کہتے ہو۔ ان هذا انعام زید الذی تسامع الناس بکرمہ۔ اگر تمہیں اس کے متعلق بات پہنچی ہو۔ اور اس کا واقعہ بیان کیا گیا ہو۔ اگر یہ چوپائے اس زید کے ہیں جس کے متعلق لوگ سخاوت کی باتیں ایک دوسرے سے کرتے ہیں۔ اس سے مقصد یہ ہوتا ہے کہ اگر یہ جانور اسی سے متعلق ہیں تو سنی جانے والی بات بالکل درست ہے۔ ان اظہار شک کے لئے نہیں ہے۔ پس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کو آسمان و زمین کا خالق دل سے کہتے ہو تو دل سے اس کو مانو اور یقین کرو کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

آیت ۸: لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ یُحِیْ وَیُمِیْتُ رَبُّكُمْ (اس کے سوا اور کوئی لائق عبادت نہیں) وہی جان ڈالتا ہے اور جان نکالتا ہے۔ وہ تمہارا بھی پروردگار ہے۔ یعنی وہ تمہارا بھی پروردگار ہے۔ وَرَبُّ اَبَانِكُمْ الْاَوَّلِیْنَ (اور تمہارے پہلے باپ دادوں کا بھی پروردگار ہے) اس پر عطف کیا۔ پھر اگلی آیت میں ان کے دعویٰ یقین کی تردید کی۔

آیت ۹: بَلْ هُمْ فِیْ شَکِّ یَلْعَبُوْنَ (بلکہ وہ شک میں پڑے کھیل رہے ہیں) ان کا اقرار علم و یقین کی بنیاد نہیں رکھتا بلکہ کھیل اور استہزاء کا ملغوبہ ہے۔

فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ ﴿۱۰﴾ يَغْشَى النَّاسَ هَذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۱۱﴾

سو آپ اس دن کا انتظار کیجئے جس دن آسمان کی طرف دیکھنے والے کو واضح طور پر دھواں نظر آئے گا، وہ لوگوں پر چھا جائے گا، یہ دردناک عذاب ہے

رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ إِنَّا مُؤْمِنُونَ ﴿۱۲﴾ اِنِّیْ لَهُمُ الذِّكْرٰی وَقَدْ جَاءَهُمْ رَسُوْلٌ ﴿۱۳﴾

اے ہمارے رب ہم سے عذاب کو دور کر دیجئے، بلاشبہ ہم ایمان لے آئیں گے، کہاں ہے انکو نصیحت حالانکہ ان کے پاس رسول

مُبِیْنٌ ﴿۱۴﴾ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مَعَلَمٌ مَّجْنُوْنٌ ﴿۱۵﴾ اِنَّا كَاَشْفُوْا الْعَذَابَ قَلِيْلًا

مبین آگیا، پھر اس سے انہوں نے اعراض کیا اور کہنے لگے کہ یہ شخص سکھایا ہوا دیوانہ ہے، بلاشبہ ہم عذاب کو تھوڑے وقت کے لئے ہٹا دیں گے،

اِنَّكُمْ عَاٰیِدُوْنَ ﴿۱۶﴾ یَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطِشَةَ الْكُبْرٰی اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ ﴿۱۷﴾

پیشک تم لوٹنے والے ہو، جس روز ہم بڑی پکڑ کریں گے، بلاشبہ ہم انتقام لینے والے ہیں۔

قیامت کے قریب والا دھواں:

آیت ۱۰: فَارْتَقِبْ یَوْمَ تَأْتِی السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِیْنٍ (پس آپ اس دن کا انتظار کریں کہ آسمان کی طرف نظر آنے والا دھواں پیدا ہو) فارتقب کا معنی پس آپ انتظار کریں۔ مَجْنُوْنٌ: فارتقب کا مفعول یوم تاتی ہے۔

قیامت سے پہلے آسمان کی طرف سے ایک دھواں چھا جائے گا۔ وہ کفار کے کانوں میں گھس کر اس طرح کر دے گا کہ ہر ایک کا سر بکری کے بھونے ہوئے سر کی طرح ہوگا۔ مؤمن کو اس سے صرف زکام پیش آئے گا اور پوری زمین پر یہ حال ہوگا۔ جیسا کہ وہ ایک گھر ہے جس میں آگ جلائی گئی ہے اور دھواں اٹھ رہا ہے گھر کی دیواروں میں کوئی روشن دان دھواں خارج کرنے والا نہیں۔

ایک قول یہ ہے:

جب قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت تنگ کیا آپ نے دعا فرمائی۔ اللھم اشدد وطأتک علی مضر و اجعلھا علیہم سنین کسنی یوسف۔ اے اللہ قریش پر اپنے بندھن کو سخت کر دے اور یوسف کے قحط والے سالوں کی طرح قحط کے ساں مسلط فرما۔ قریش کو کافی مشقتیں آئیں۔ یہاں تک کہ کچھ لوگ مردار اور خون اور اونٹ کی اون کا بنا ہوا کھانا کھانے پر مجبور ہو گئے۔ آدمی آسمان کی طرف نگاہ دوڑاتا تو دھواں چھایا ہوا نظر آتا۔ اور آدمی بات کرتا دھوئیں سے نظر نہ آتا تھا۔ (رواہ احمد ۳۳۱/۱، البخاری ۲۸۲۳، مسلم ۲۷۹۸)۔ مبین جس کا حال ظاہر ہو۔ اور اس کے دھواں ہونے میں کوئی شک نہ کرے گا۔

آیت ۱۱: یَغْشٰی النَّاسَ (وہ لوگوں کو ڈھانپ لے گا) ان کو ہر طرف سے آگھیرے گا۔ اور لباس کی طرح ڈھانپ لے گا۔ یہ محلا

مجرور ہے اور دُخاں کی صفت ہے۔ هَذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ (یہ دردناک عذاب ہے)
 آیت ۱۲: رَبَّنَا اَكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ (اے ہمارے رب ہم سے اس مصیبت کو دور کر دے۔ ہم ضرور ایمان لے
 آئیں گے) یعنی اگر عذاب ہم سے ہٹا لیا جائے تو ابھی ہم ایمان لے آئیں گے۔
 نَجْوٍ: یہ فعل مضمَر کی وجہ سے محلاً منصوب ہے اور وہ یقولون ہے۔ اور پھر یقولون خود حال ہونے کی وجہ سے منصوب المحل ہے۔
 ای قائلین ذلك۔

آیت ۱۳: اِنِّیْ لَهُمُ الذِّكْرٰی (ان کو کب نصیحت ہوتی ہے) یہ کیسے وعظ و نصیحت کو قبول کریں گے اور عذاب کے کھل جانے پر
 وعدہ وفا کیا کریں گے۔ وَقَدْ جَاءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِیْنٌ (حالانکہ ان کے پاس ظاہر شان کا پیغمبر آیا)

کفار کا اُلٹا الزام یہ مجنون ہے:

آیت ۱۴: ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ (پھر بھی یہ لوگ اس سے منہ پھیرے رہے اور کہتے رہے سکھایا ہوا دیوانہ ہے)
 یعنی حالانکہ اس کے پاس سے عظیم تر نشان آچکا۔ اور اس کو نصیحت پالینے میں دھوئیں کے کھل جانے کی نسبت زیادہ دخل ہے اور وہ
 واضح معجزات ہیں جو آیات بینات کی صورت میں ان کے سامنے ظاہر ہوئے۔ مگر انہوں نے نصیحت قبول نہ کی بلکہ اس سے منہ موڑا
 اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان لگایا کہ عداس نامی غلام نے اس کو سکھا دیا اور آپ کی نسبت جنون کی طرف کی۔
 آیت ۱۵: اِنَّا كَاَشَفُوْا الْعَذَابَ قَلِيْلًا (ہم کچھ وقت کے لئے عذاب کو ان سے ہٹا دیں گے) قلیلاً سے پہلے موصوف زماناً
 محذوف ہے یا کشفاً قلیلاً۔

اِنكُمْ عَاٰبِدُوْنَ (بیشک تم اپنی اسی حالت پر آ جاؤ گے) اسی کفر کی طرف جس میں تم پہلے مبتلا تھے یا عذاب کی طرف لوٹنے
 والے ہو۔

آیت ۱۶: یَوْمَ نَبِطِشُ الْبَطِشَةَ الْكُبْرٰی (جس روز ہم بڑی سخت پکڑ کریں گے) اس سے مراد قیامت کا دن یا یوم بدر کا دن
 ہے۔ اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ (ہم بدلہ لیں گے) اس دن ہم ان سے بدلہ لیں گے۔ نَجْوٍ: اذکر کی وجہ سے یوم منصوب ہے۔ یا انا
 منتقمون جس پر دلالت کر رہا ہے۔ ای منتقم۔ منتقمون نہیں۔ کیونکہ انا کا ما بعد ما قبل میں عمل نہیں کرتا۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَاءَهُمْ رَسُولٌ كَرِيمٌ ۗ أَنْ أَدُّوا إِلَىٰ عِبَادِ اللَّهِ

اور یہ بات واقعی ہے کہ ہم نے ان سے پہلے فرعون کی قوم کو آزمایا اور انکے پاس رسول کریم آیا کہ تم اللہ کے بندوں کو میرے حوالہ کر دو

إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ۗ وَأَنْ لَا تَعْلُوا عَلَى اللَّهِ إِنِّي آتِيكُمْ بِسُلْطَنِ مُّبِينٍ ۙ وَإِنِّي

بلاشبہ میں تمہارے لئے رسول امین ہوں، اور یہ کہ تم اللہ کے مقابلے میں سرکشی نہ کرو بلاشبہ میں تمہارے پاس واضح دلیل لے کر آیا ہوں اور بلاشبہ میں

عَدْتُ بَرِيًّا وَرَبِّكُمْ أَنْ تَرْجُمُونَ ۚ وَإِنْ لَمْ تُؤْمِنُوا لِي فَاغْتَرِلُونِ ۙ فَدَعَارِبَةٌ أَنْ

اپنے رب سے اور تمہارے رب سے اس بات کی پناہ لیتا ہوں کہ تم مجھے سنگسار کر دو، اور اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو مجھ سے علیحدہ رہو، پھر موسیٰ نے اپنے رب سے دعا کی کہ

هَؤُلَاءِ قَوْمٌ مُّجْرِمُونَ ۙ فَاسْرِ بِعِبَادِي لَيْلًا إِنَّكُمْ مُّتَّبِعُونَ ۙ وَاتْرِكِ الْبَحْرَ

یہ لوگ مجرم قوم ہیں، سو تم میرے بندوں کو رات کو لے کر روانہ ہو جاؤ، بیشک تمہارا پیچھا کیا جائے گا۔ اور سمندر کو سکون کی حالت میں

رَهْوًا إِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُونَ ۙ كَمْ تَرَكُوا مِنْ جُنْدٍ وَعُيُُونٍ ۙ وَزُرُوعٍ وَمَقَامٍ

چھوڑ دینا، بلاشبہ یہ لشکر غرق کر دیا جائے والا ہے، ان لوگوں نے کتنے ہی باغ اور چشمتے اور کھیتیاں اور اچھے مکانات

كَرِيمٍ ۙ وَنِعْمَةً كَانُوا فِيهَا فِكْهِينَ ۙ كَذَلِكَ نَسُتُهَا قَوْمًا آخِرِينَ ۙ

اور بیشک کے سامان چھوڑ دیئے جن میں وہ خوشی کی حالت میں رہا کرتے تھے، اور ہم نے ان چیزوں کا دوسرے لوگوں کو وارث بنا دیا

تذکرہ موسیٰ علیہ السلام:

آیت ۱۷: وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ (ہم نے ان سے پہلے آزمایا) ان مشرکین سے یعنی ان کے ساتھ اس طرح کا معاملہ کیا جو مختبر مختبر کے ساتھ کرتا ہے۔ تاکہ ان کا باطن سامنے آجائے۔ قَوْمٌ فِرْعَوْنَ وَجَاءَهُمْ رَسُولٌ كَرِيمٌ (قوم فرعون کو اور ان کے پاس ایک معزز پیغمبر آئے تھے) جو اللہ تعالیٰ کے ہاں عزت والے اور اس کے مؤمن بندوں پر مہربانی کرنے والے یا ذاتی اعتبار سے کریم، حسب و نسب والے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قوم کے سردار اور شرفاء کو ہی نبوت سے نوازا ہے۔

آیت ۱۸: أَنْ أَدُّوا إِلَىٰ (کہ میرے حوالے کر دو) مَحْجُوٌّ: یہ ان مفسرہ ہے۔ کیونکہ رسول کی آمد ان کی طرف جن کی طرف ان کی بعثت ہوتی ہے اس میں قول کا معنی خود پایا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ پیغمبر ان کے ہاں مبشر، نذیر اور داعی الی اللہ بن کر آتے ہیں۔ یا نمبر ۲۔ ان مخففہ من المثلہ ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہے۔ وجاءهم بان الشان والحديث ادوا ای سلموا الی۔ اور وہ رسول ان کے پاس آئے اس لئے کہ شان اور بات یہ ہے تم میرے سپرد کر دو۔

عِبَادَ اللَّهِ (اللہ تعالیٰ کے بندوں کو) اور مراد بنو اسرائیل ہیں۔ عرب کہتے ہیں ادوہم الی وارسلوہم معی جیسا کہ اس ارشاد میں ہے۔ فارسل معنا بنی اسرائیل ولا تعذبہم۔ [ط۔ ۳۷] یہ مفعول بہ ہے۔ اور یہ بھی درست ہے کہ یہ منادی ہو۔ ای ادوا الی ما عباد اللہ۔ اے اللہ کے بندو مجھے ادا کرو جو میرا حق تم پر لازم ہے۔ کہ مجھ پر ایمان لاؤ۔ اور میری دعوت کو قبول کر کے میری راہ پر چلو۔ اور اس کی تعلیل اس قول سے فرمائی۔ اِنِّی لَکُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ (میں تمہاری طرف فرستادہ ہوں) اپنی رسالت کے متعلق امانتدار ہوں مجھ پر بددیانتی کی تہمت نہیں۔

آیت ۱۹: وَ اَنْ لَا تَعْلُوْا عَلٰی اللّٰہِ (اور یہ کہ تم اللہ تعالیٰ سے سرکشی مت کرو) یہ ان ادوا کی طرح دو صورتیں رکھتا ہے۔ نمبر ۱۔ اللہ تعالیٰ کے رسول اور اس کی وحی کی توہین کر کے تکبر مت کرو۔ نمبر ۲۔ اور پیغمبر رب العالمین کے ماننے میں تکبر سے مت کام لو۔ اِنِّی اَتِیْکُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ (میں تمہارے سامنے ایک واضح دلیل پیش کرتا ہوں) واضح دلیل جو میری نبوت کو ثابت کرے۔

قتل کی دھمکی پر استعاذہ رب:

آیت ۲۰: وَ اِنِّی عٰذْتُ بِرَبِّیْ وَرَبِّکُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ (میں اپنے اور تمہارے پروردگار کی پناہ میں آتا ہوں کہ تم لوگ مجھے پتھروں سے قتل کرو) قراءت: عٰذْتُ کو عت ادغام کے ساتھ ابو عمرو حمزہ اور علی نے پڑھا۔ ترجمون کا معنی مجھے رجم سے قتل کرو۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ انہوں نے اپنے رب کی پناہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے پکڑی ان کے تمام فریبوں سے۔ اس میں پیغمبران کی رجم و قتل کی دھمکیوں سے مرعوب نہیں ہیں۔

آیت ۲۱: وَ اِنْ لَّمْ تُوْمِنُوْا لِیْ فَاَعْتٰزِلُوْنِ (اور اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو تم مجھ سے الگ رہو) اگر تم میرے اوپر ایمان نہیں لاتے تو میرے اور ایمان نہ لانے والوں کے درمیان پھر کوئی دوستی نہیں۔ پس تم مجھ سے دور ہو جاؤ یا تم مجھے میرے حال پر چھوڑ دو نہ میری موافقت کرو اور نہ مخالفت اور اپنے شر و ایذاء سے میرا سامنا مت کرو۔ پس ایسے شخص کا سنگ سار کرنا نہیں جو تمہیں فلاح و بھلائی کی طرف بلاتا ہو۔

قراءت: فاعتزلونی۔ دونوں حالتوں میں یعقوب نے پڑھا ہے۔

آیت ۲۲: فَدَعَا رَبَّهُ (تب موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی) اپنی قوم کی شکایت کرتے ہوئے۔ اَنَّ هٰؤُلَاءِ قَوْمٌ مُّجْرِمُوْنَ (بیشک یہ سخت مجرم لوگ ہیں) ان یہ اصل میں بان ہے۔ یعنی انہوں نے اپنے رب سے اس طرح دعا کی ہوا، قَوْمٌ مُّجْرِمُوْنَ۔

ایک قول یہ ہے:

ان کی دعا اس طرح تھی۔ اللہم عجل لہم ما یتحقونہ باجرامہم۔

ایک اور قول ہے:

دعا کا مصداق یہ قول ہے۔ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ۔ [یونس۔ ۸۵]
 قراءت: اِنْ هُوَ اِلَّا كَسْرَةٌ مِّنْهُ يَوْمَ يُنْفَخُ اَلسُّجُودُ مِّنْهُمْ لِيَسْئَلُوْا رَبَّهُمْ فَاِنْ هُوَ اِلَّا كَسْرَةٌ مِّنْهُ يَوْمَ يُنْفَخُ اَلسُّجُودُ مِّنْهُمْ لِيَسْئَلُوْا رَبَّهُمْ
 فقال ان هؤلاء۔

بنی اسرائیل کا خروج اور فرعون کا تعاقب:

آیت ۲۳: فَاسْرِبْ (تم راتوں رات میرے بندوں کو لے جاؤ) یہ اسری سے ہے۔ قراءت: فاسر۔ وصل کی صورت میں حجازی نے پڑھا۔ اور سری سے لیا ہے۔ اور فاء کے بعد قول مضمّر ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے۔ فقال اسر۔ بعبادی (اے میرے بندو!) مراد بنی اسرائیل ہیں۔ لَيْلًا اِنْكُمْ مُّتَّبِعُوْنَ (رات کو بیشک تمہارا تعاقب ہوگا) یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ تدبیر کی کہ تم آگے اور فرعون اور اس کا لشکر تمہارے تعاقب میں نکلیں۔ پھر آگے جانے والوں کو اللہ تعالیٰ بچالے اور پیچھا کرنے والوں کو ہلاک کر دے۔
 آیت ۲۴: وَاتْرِكِ الْبَحْرَ رَهْوًا (اور تم سمندر کو سکون کی حالت میں چھوڑ دینا) رھو اساکن۔ موسیٰ علیہ السلام نے سمندر عبور کر کے بعد میں سمندر پر لٹھی مارنا چاہی تاکہ وہ راستہ فرعونوں پر بند ہو جائے۔ پس اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا۔ کہ سمندر کو اس کی اسی حالت میں برقرار رہنے دیں۔ راستے خشک پانی ان کے کناروں پر دیواروں کی شکل میں موجود رہے۔ اس کو لٹھی نہ ماریں اور اس میں کوئی چیز نہ بدلیں تاکہ قبلی لوگ اس میں داخل ہو جائیں جب وہ اس میں پورے طور پر پہنچ جائیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے ان پر بند کر دیں گے۔

ایک قول:

الرھو۔ وسیع میدان۔ یعنی اس کو کھلا ہوا رہنے دیں۔ اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ (بیشک ان کا تمام لشکر ڈبو یا جائے گا) اس کے بعد کہ تم سمندر سے نکل جاؤ گے۔
 قراءت: اِنَّهُمْ فَتْحٌ مِّنْهُ يَوْمَ يُنْفَخُ اَلسُّجُودُ مِّنْهُمْ لِيَسْئَلُوْا رَبَّهُمْ فَاِنْ هُوَ اِلَّا كَسْرَةٌ مِّنْهُ يَوْمَ يُنْفَخُ اَلسُّجُودُ مِّنْهُمْ لِيَسْئَلُوْا رَبَّهُمْ
 قراءت: اِنَّهُمْ فَتْحٌ مِّنْهُ يَوْمَ يُنْفَخُ اَلسُّجُودُ مِّنْهُمْ لِيَسْئَلُوْا رَبَّهُمْ فَاِنْ هُوَ اِلَّا كَسْرَةٌ مِّنْهُ يَوْمَ يُنْفَخُ اَلسُّجُودُ مِّنْهُمْ لِيَسْئَلُوْا رَبَّهُمْ

دیارِ فرعون:

آیت ۲۵: كَمْ تَرَكُوا مِنْ جَنَّاتٍ وَعُيُوْنٍ (ان لوگوں نے کتنے ہی باغ اور چشمے)
 آیت ۲۶: وَزُرُوْعٍ وَّ مَقَامٍ كَرِيْمٍ (اور کھیتیاں اور عمدہ مکانات) مقام۔ سے خوبصورت مکانات ایک قول: منبر۔
 آیت ۲۷: وَنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فِكِهِيْنَ (اور آرام کے سامان چھوڑ دیئے جن میں وہ خوش رہا کرتے تھے) خوش عیشی اختیار کرنے والے تھے۔

فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ وَمَا كَانُوا مُنظَرِينَ ۲۹ وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ

سو نہ ان پر آسمان رویا نہ زمین، اور ان کو مہلت نہیں دی گئی، اور یہ بات واقعی ہے کہ ہم نے بنی اسرائیل کو ذلیل کرنے

مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِينِ ۳۰ مِنْ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ كَانَ عَلِيًّا مِنَ الْمُسْرِفِينَ ۳۱ وَلَقَدْ

والے عذاب سے نجات دی جو فرعون کی طرف سے تھا، بیشک وہ بڑا سرکش اور حد سے نکل جانے والوں میں سے تھا، اور یہ بات واقعی ہے

اخْتَرْنَاهُمْ عَلَىٰ عِلْمٍ عَلَىٰ الْعَالَمِينَ ۳۲ وَاتَّيْنَاهُم مِّنَ الْآيَاتِ مَا فِيهِ بَلَاءٌ مُّبِينٌ ۳۳

کہ ہم نے بنی اسرائیل کو اپنے علم کی رو سے جہاں والوں پر فوقیت دی اور ہم نے ان کو ایسی نشانیاں دیں جن میں انعام تھا واضح طور پر۔

آیت ۲۸: كَذَلِكَ (اسی طرح ہوا) معاملہ اسی طرح ہے۔ نَجَّيْنَا: کاف رفع کے مقام پر مبتداء مضمیر کی خبر ہے۔ وَ أَوْرَثْنَاهَا قَوْمًا آخِرِينَ (ہم نے ایک دوسری قوم کو ان کا وارث بنا دیا) جو قرابت دین دوستی کے اعتبار سے نہ ہونے کے برابر تھے اور وہ بنی اسرائیل تھے۔

آیت ۲۹: فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ (پس نہ تو ان پر آسمان و زمین کو رونا آیا) کیونکہ وہ کفر پر مرے اور مؤمن جب مرتا ہے تو اس پر آسمان و زمین روتے ہیں۔ مؤمن پر اس کے نماز پڑھنے کی جگہ روتی ہے۔ اور آسمان کا وہ مقام ہوتا ہے جہاں سے اس کے اعمال چڑھتے ہیں۔

قول حسن رحمہ اللہ:

اہل السماء والارض یہاں مضاف محذوف ہے یعنی اہل آسمان و اہل زمین روتے ہیں۔

وَمَا كَانُوا مُنظَرِينَ (اور نہ ان کو مہلت دی گئی) ان کو دوسرے وقت تک مہلت نہ دی گئی اور نہ چھوڑا گیا۔

آیت ۳۰: وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ مِنْ الْعَذَابِ الْمُهِينِ (اور ہم نے بنی اسرائیل کو ذلت کے عذاب سے نجات دی) عذاب مہین سے مراد غلامی و عورتوں سے خدمتگاری اور قتل اولاد۔

آیت ۳۱: مِنْ فِرْعَوْنَ (فرعون سے) نَجَّيْنَا: یہ العذاب المہین سے بدل ہے۔ جار کو دو بار لوٹایا گیا۔ گویا فرعون بذات خود ایک ذلت والا عذاب تھا۔ کیونکہ وہ ان کو سزا دینے میں حد سے نکلا ہوا تھا۔ اور توہین کی انتہاء کو پہنچا تھا۔ نمبر ۲۔ مبتداء محذوف کی خبر ہے۔ ای ذلک من فرعون۔ إِنَّهُ كَانَ عَلِيًّا مِنَ الْمُسْرِفِينَ (واقعی وہ سرکش اور حد سے نکل جانے والوں میں سے تھا) عالیا: متکبر کو کہتے ہیں۔ نَجَّيْنَا: کان کی اول خبر عالیا اور من المسرفین دوسری خبر ہے۔ ای کان متکبراً مسرفاً۔

آیت ۳۲: وَلَقَدْ اخْتَرْنَاهُمْ (اور ہم نے ان کو فوقیت دی) یعنی بنی اسرائیل کو علی علم (علم کی رو سے) ضمیر فاعلی سے حال ہے۔ ای عالمین بمکان الخیرة و بانہم احقاء ان یختاروا۔ چناؤ کے مقام کو جانتے ہوئے اور اس لئے کہ وہ چناؤ کے

اِنَّ هٰؤُلَاءِ لَيَقُولُوْنَ ﴿۳۴﴾ اِنْ هِيَ اِلَّا مَوْتُنَا اَوَّلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُنشَرِيْنَ ﴿۳۵﴾ فَاتُوا

بِاٰبَانَا اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۶﴾ اَهُمْ خَيْرًا مَّقَوْمٍ تُبْعِ لَوَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ط

ہمارے باپ دادوں کو لے آؤ اگر تم سچے ہو، کیا یہ لوگ بہتر ہیں یا سچ کی قوم اور وہ لوگ جو ان سے پہلے تھے،

اٰهَلَكْتُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۷﴾ وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا

بم نے انہیں ہلاک کر دیا بلاشبہ وہ مجرم تھے، اور ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اس طور پر پیدا نہیں کیا کہ ہم نفل عبث

لِعٰبِيْنَ ﴿۳۸﴾ مَا خَلَقْنَاهُمَا اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّا كَثَرْتُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنْ يَوْمَ

کرنے والے ہوں ہم نے ان کو پیدا نہیں کیا مگر حق کے ساتھ، اور لیکن ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے، بلاشبہ فیصلہ کا

الفصل ميقاتهم اجمعين ﴿۴۰﴾ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ مَوْلٰى عَنْ مَوْلٰى شَيْئًا وَلَا هُمْ يُنصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾

دن ان سب کا وقت مقرر ہے جس دن کوئی تعلق رکھنے والا کسی تعلق رکھنے والے کو کچھ بھی نفع نہ دے سکے گا ورنہ ان کی مدد کی جائے گی

اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۴۲﴾

مگر جس پر اللہ رحم فرمائے بیشک وہ عزیز ہے رحیم ہے

حقدار تھے۔ عَلٰى الْعٰلَمِيْنَ (جہان والوں پر) ان کے زمانہ کے جتنے لوگ تھے۔

آیت ۳۳: وَاتَّبَعْتُمْ مِّنَ الْاٰلِيَّتِ (اور ہم نے ان کو ایسی نشانیاں دیں) مثلاً سمندر کا پھٹنا، بادلوں کا سائبانوں کی طرح سایہ کرنا من و سلویٰ کا نزول وغیر ذلک۔ مَا فِيْهِ بَلٰغٌ مُّبِيْنٌ (جن میں صریح انعام تھا) بلاء مبین ظاہری نعمت یا ظاہر اختیار و امتحان تاکہ ان کی عملی حالت کو جانچا جاسکے۔

آیت ۳۴: اِنَّ هٰؤُلَاءِ (بیشک یہ لوگ) کفار قریش لَيَقُولُوْنَ (کہتے ہیں)

آیت ۳۵: اِنْ هِيَ (کہ بس یہی) ہماری موت تو اِلَّا مَوْتُنَا اَوَّلٰى (ہماری پہلی موت ہے) ایک اشکال: بات تو حیات ثانیہ کی ہے نہ کہ موت کی تو اس طرح کیوں نہ کہہ دیا گیا۔ ان ہی الاحیاتنا الاولیٰ نیز موت کے ساتھ اولیٰ کی قید کا کیا مطلب ہے۔ گویا اس سے یہ متبادر ہوتا ہے کہ ان سے دوسری موت کا وعدہ کیا گیا جس کا انہوں نے انکار کر کے پہلی کو ثابت کیا۔

جواب نمبر ۱۔ ان کو یہ کہا گیا ہے۔ کہ تم ایسی موت مرو گے جس کے بعد ایک زندگی آئے گی جیسا کہ تمہاری ایک موت گزری جس کے بعد زندگی ملی۔ اور یہ اس آیت میں مذکور ہے۔ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يَحْيِيْكُمْ۔ [البقرہ۔ ۲۸] اس پر کفار

کہنے لگے ان ہی الا موتنا الا ولی مراد ان کی یہ تھی۔ کہ پہلی موت ہی ایسی تھی کہ جس کی حالت یہ تھی کہ اس کے بعد زندگی آئے اور وہ ہو چکی (یہ موت ایسی نہیں کہ جس کے بعد زندگی آئے) اس کے مطابق اس آیت اور اس آیت کا مفہوم ایک ہو جاتا ہے۔ الاحیاتنا الدنیا۔ [الجاثیہ۔ ۲۳] نمبر ۲۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ اس بات کا انکار ہو۔ جو اس ارشاد میں ہے۔ ربنا امتنا اثنتین و احيیتنا اثنتین۔ [غافر۔ ۱۱]

وَمَا نَحْنُ بِمُنشَرِينَ (اور ہم دوبارہ زندہ نہ ہونگے) اٹھائے نہ جائیں گے۔ عرب کہتے ہیں۔ انشر الله الموتی و نشرهم اذا بعثهم۔ جبکہ وہ ان کو اٹھائے گا۔

جھوٹا بہانہ:

آیت ۳۶: فَاتُوا بِآبَائِنَا (پس تم ہمارے باپ دادوں کو لا موجود کرو) یہ کفار کا خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مؤمنین کو ہے جو ان کو اٹھائے جانے کا وعدہ کرتے تھے۔ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ (اگر تم سچے ہو) اگر تم اپنی بات میں سچے ہو تو جلدی سے اپنے رب سے سوال کر کے ہمارے آباء کو زندہ کر دو۔ تاکہ یہ تمہارے وعدہ قیامت اور دوبارہ اٹھائے جانے کی حقانیت پر دلیل بن جائے۔

آیت ۳۷: اَهُمْ خَيْرٌ (یہ لوگ زیادہ بڑے ہوتے ہیں) طاقت و حفاظت میں اَمْ قَوْمٌ تَبِعَ (یا قوم تبع) یہ تبع حمیری ہے۔ یہ خود مؤمن تھا اور اس کی قوم کافر تھی۔ ایک قول یہ ہے: یہ پیغمبر تھا۔ حدیث میں وارد ہے ما ادری اکان تبع نبیا او غیر نبی۔ مجھے معلوم نہیں آیا تبع نبی تھا یا غیر نبی (اخر جہ النعلبی۔ کذا قال ابن حجر رحمہ اللہ)۔ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ (اور وہ لوگ جو ان سے پہلے ہوئے) نَجَّوْا: یہ قوم تبع پر عطف کی وجہ سے حالت رفعی میں ہے۔ اَهْلَكْنَهُمْ اِنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ (ہم نے ان کو ہلاک کر ڈالا وہ نافرمان تھے) وہ کافر اور منکرین بعث تھے۔

آیت ۳۸: وَمَا خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا (اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے مابین ہے اس کو اسطور پر نہیں بنایا) بینہما سے جو ان دونوں جنسوں کے درمیان ہے۔ لِّلْعَبِيْنِ (کہ ہم فعل عبث کرنے والے ہوں) نَجَّوْا: یہ حال ہے۔ اگر بعث و حساب اور ثواب و عذاب نہ ہو تو مخلوق کی پیدائش فناء کے لئے مانی پڑے جس کے گھاٹ مخلوق اتر رہی ہے۔ پس یہ فعل عبث ٹھہرے گا۔ (جس سے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے)

آیت ۳۹: مَا خَلَقْنَاهُمَا اِلَّا بِالْحَقِّ (ہم نے ان دونوں کو کسی حکمت ہی سے بنایا ہے) حق کا معنی مقصد ہے جو کہ عبث کی ضد ہے۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے) کہ انسان اس خاطر پیدا کیا گیا ہے۔

آیت ۴۰: اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ (بیشک فیصلہ کا دن) باطل پرست اور حق پرور کے درمیان وہ قیامت ہی کا دن ہے۔ مِيقَاتِهِمْ اَجْمَعِينَ (ان سب کا وقت مقرر ہے) ان تمام کے وعدہ کا وقت ہے۔

معانقہ ۱۴

۴۳ إِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّومِ طَعَامُ الْاِثْمِ كَالْمُهْلِ يَغْلِي فِي الْبُطُونِ ۱۵ كَغَلِي

بلاشبہ زقوم کا درخت گنہگار کا کھانا ہوگا جو تیل کی تھنٹ کی طرح ہوگا، وہ پیوں میں ایسا کھولے گا جیسے گرم پانی

۴۶ الْحَمِيمِ خَذُوهُ فَاَعْتَلُوهُ اِلَى سَوَاءِ الْجَحِيمِ ۱۶ ثُمَّ صَبُّوا فَوْقَ رَاسِهِ مِنْ عَذَابِ

کھولتا ہے اس کو پکڑو پھر اسے ٹھینتے ہوئے دوزخ کے پیوں سے لے جاؤ، پھر اس کے سر پر گرم پانی کے عذاب سے

۴۸ الْحَمِيمِ ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ ۱۷ اِنَّ هَذَا مَا كُنْتُمْ بِهِ تَمْتَرُونَ ۱۸

ڈال دو، تو چکھ لے بیشک تو معزز مکرم ہے۔ یہ وہی عذاب ہے جس کے بارے میں تم شک کیا کرتے تھے۔

آیت ۳۱: يَوْمَ لَا يُغْنِي مَوْلَى عَنْ مَوْلَى (جس دن کوئی تعلق والا دوسرے تعلق والے کے کام نہ آئے گا) مولیٰ یہاں ولیٰ کے معنی میں ہے کوئی دوستی و تعلق والا کسی کے بھی کام نہ آئے گا۔ شَيْنًا (ذرا بھر) ذرا بھر کام آنا یعنی بہت معمولی سا۔ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ (اور نہ ان کی مدد کی جائے گی) نَحْوًا: ہم کی ضمیر موالی کی طرف لوٹ رہی ہے۔ کیونکہ وہ کثیر کے معنی میں ہے۔ اس لئے کہ لفظ میں ابہام ہے۔ اور ہر تعلق کو شامل ہے۔

آیت ۳۲: اِلَّا مَنْ رَحِمَ اللّٰهُ (ہاں مگر جس پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے) نَحْوًا: یہ محل رفع ہے۔ ینصرون کی ضمیر واؤ سے بدل ہے۔ یعنی عذاب سے نہ بچے گا مگر وہ جس پر اللہ تعالیٰ کا رحم ہوا۔ اِنَّهُ هُوَ الْعَزِيزُ (بے شک وہ زبردست ہے) اپنے دشمنوں پر غالب ہے۔ الرَّحِيمُ (مہربان ہے) اپنے اولیاء پر۔

آیت ۳۳: اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّومِ (بیشک زقوم کا درخت) وہ دنیا کے درخت کی صورت میں ہے مگر وہ آگ میں پیدا ہونے والا درخت ہے۔ اور زقوم اس کا پھل ہے۔ اور ہر ثقیل کھانے کو عرب زقوم کہتے ہیں۔

آیت ۳۴: طَعَامُ الْاِثْمِ (بڑے مجرم کا کھانا ہوگا) اِثْمِ۔ بہت جرم کرنے والا گناہ گار۔

حضرت ابوورداء رضی اللہ عنہ:

سے روایت ہے کہ وہ ایک شخص کو پڑھا رہے تھے۔ طعام الاثیم اور وہ طعام الیتیم پڑھ رہا تھا۔ تو آپ نے فرمایا۔ طعام الفاجر کہو۔ اے میاں! اسی روایت کو لے کر استدلال کیا جاتا ہے۔ کہ کلمہ کی جگہ کلمہ کو بدلنا جائز ہے۔ جبکہ معنی وہی ہو۔ اور ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فارسی میں قراءت کا جواز مانا ہے۔ بشرطیکہ کہ قاری تمام معانی کو ان کے کمال پر ادا کرنے والا ہو بغیر اس کے کہ اس میں سے کوئی چیز کم ہو۔

علماء نے فرمایا:

یہ شرط اس بات کی شہادت ہے کہ اجازت ہے تو سب زبانوں کے لئے اجازت ہے۔ کیونکہ کلام عرب۔ اور خاص طور پر قرآن مجید جو کہ اپنی فصاحت و بلاغت، غرابت، نظم، اسلوب کلام میں ایسے لطیف و دقیق معانی سمیٹے ہوئے ہے۔ جن کی ادائیگی سے فارسی تو کیا ہر زبان قاصر ہے۔ (جب شرط نہ پائی گئی تو مشروط مفقود ہوا) باقی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا رجوع اس قول سے مروی ہے۔ اور یہی قابل اعتماد ہے۔ (پس کسی دوسری زبان میں قراءت والا مسئلہ بنیاد کے ختم ہونے کی وجہ سے کالعدم ہو گیا)

آیت ۳۵: كَالْمُهْلِ (جو تیل کی تلچھٹ جیسا ہوگا) مہل۔ زیتون کے تیل کی میل کو کہا جاتا ہے۔ نَجْوًا: کاف مرفوع ہے اور یہ دوسری خبر ہے۔ يَغْلِي فِي الْبُطُونِ (وہ پیٹ میں کھولتا ہے) قراءت: مکی حفص نے یاء سے پڑھا اور مراد طعام ہوگا اور دیگر قراءت نافع، ابن عامر نے تغلی پڑھا اور کثبرہ مراد لیا۔

آیت ۳۶: كَغَلِي الْحَمِيمِ (جیسا تیز گرم پانی کھولتا ہے) الحمیم۔ سخت گرم پانی۔ اس کا معنی ہے: غلیاً کغلی الحمیم۔ اس کا کھولنا گرم پانی کے کھولنے جیسا ہوگا۔ نَجْوًا: کاف منصوب محل ہے۔ پھر جہنم کے داروغہ فرشتوں کو کہا جائے گا۔

آیت ۳۷: خُذُوهُ (اس کو پکڑو) اس گناہگار کو فَاعْتَلُوهُ (پھر اس کو گھسیٹتے ہوئے لے جاؤ) اس کو زبردستی دھکے دے کر سختی سے چلاؤ۔

قراءت: مکی، نافع، شامی، سہل و یعقوب نے فاعتلوه پڑھا ہے۔

إِلَى سَوَاءِ الْجَحِيمِ (جہنم کے وسط تک) اس کے درمیان اور بڑے حصہ میں۔

آیت ۳۸: ثُمَّ صُبُّوا فَوْقَ رَأْسِهِ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيمِ (پھر اس کے سر کے اوپر تکلیف دینے والا گرم پانی چھوڑ دو) بہایا جانے والا گرم کھولتا ہوا پانی نہ کہ اس کا عذاب۔ البتہ جب گرم پانی اس پر ڈالا جائے گا تو گویا اس پر عذاب اور اس کی شدت ڈال دی گئی۔ صب العذاب یہ استعارہ ہے۔

آیت ۳۹: ذُقْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ (لے چکھ! تو بڑا معزز و مکرم ہے) یہ بطور استہزاء اور تمہکم کے کہا جائے گا۔ انک سے قبل لام تعلیلیہ محذوف ہے۔ ای لانک۔ کیونکہ تو بلند ہے۔

آیت ۵۰: إِنَّ هَذَا (یہ وہی چیز ہے) عذاب یا یہ معاملہ وہی ہے۔ مَا كُنْتُمْ بِهِ تَمْتَرُونَ (جس میں تم شک کیا کرتے تھے) تمترون کا معنی تم شک کرتے تھے۔

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي مَقَامٍ أَمِينٍ ﴿۵۱﴾ فِي جَنَّتٍ وَعُيُونٍ ﴿۵۲﴾ يَلْبَسُونَ مِنْ سُندُسٍ

بلاشبہ متقی لوگ امن والی جگہ میں ہونگے، باغوں اور چشموں میں ہوں گے، وہ سندس، اور استبرق کا

وَاسْتَبْرَقٍ مُّتَقِيلِينَ ﴿۵۳﴾ كَذَلِكَ وَزَوَّجْنَاهُمْ بِحُورٍ عِينٍ ﴿۵۴﴾ يَدْعُونَ فِيهَا بِكُلِّ

لباس پہنے ہوں گے، آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے، یہ بت اسی طرح سے ہے، اور ہم بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے ان کا نکاح کریں گے وہ لوگ اس میں اطمینان سے

فَاكِهَةِ أَمِينٍ ﴿۵۵﴾ لَا يَذُوقُونَ فِيهَا الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتَةَ الْأُولَىٰ وَوَقَّهُمْ

ہر قسم کے میوے منگائیں گے پہلی موت جو انہیں دنیا میں آچکی تھی اس کے سوا موت کو نہ چکھیں گے اور اللہ تعالیٰ انہیں دوزخ کے

عَذَابِ الْجَحِيمِ ﴿۵۶﴾ فَضَلًا مِّن رَّبِّكَ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿۵۷﴾ فَإِنَّمَا يَسَّرْنَاهُ

عذاب سے بچالے گا جو آپ کے رب کی طرف سے فضل ہوگا یہ بڑی کامیابی ہے۔ سو بات یہی ہے کہ ہم نے اس

بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿۵۸﴾ فَارْتَقِبْ إِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُونَ ﴿۵۹﴾

قرآن کو آپ کی زبان پر آسان کر دیا تاکہ یہ لوگ نصیحت حاصل کریں سو آپ انتظار کیجئے، بلاشبہ وہ لوگ بھی انتظار کر رہے ہیں۔

متقین کا ٹھکانہ:

آیت ۵۱: إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي مَقَامٍ أَمِينٍ (بیشک متقی امن کی جگہ میں ہوں گے) مقام۔ فتح کے ساتھ ہو تو معنی کھڑے ہونے کی جگہ۔ اور مراد مکان اور یہ ان خاص الفاظ میں سے ہے جو اپنے عمومی معنی میں مستعمل ہوئے۔ مقام ضمہ میم ہو تو معنی ہوگا اقامت کی جگہ۔

قراءت: مدنی و شامی نے ضمہ میم سے پڑھا ہے۔

أَمِينٍ یہ امن الرجل امانة فهو امين سے لیا گیا ہے۔ یہ خائن کی ضد ہے۔ مکان کو امین بطور استعارہ کہا گیا ہے۔ گویا خوف والا مقام اس طرح ہے کہ اپنے ساتھی کو تکالیف پہنچا کر اس کی خیانت کرتا ہے۔

آیت ۵۲: فِي جَنَّتٍ وَعُيُونٍ (وہ باغات اور چشموں میں ہونگے) نَحْوُ: یہ مقام امین سے بدل ہے۔

آیت ۵۳: يَلْبَسُونَ مِنْ سُندُسٍ (وہ لباس پہنیں گے باریک ریشم) سندس: باریک ریشم۔ وَاسْتَبْرَقٍ (دبیز موٹا ریشم)

معرب: یہ لفظ استبر سے معرب ہے۔ جب کوئی لفظ معرب ہو جائے تو پھر جمعی نہیں رہتا۔ کیونکہ تعریب کا معنی ہی یہ ہے کہ اس کو تصرف کر کے عربی بنا لیا جائے۔ صحیح رخ سے تبدیلی اور اعراب وجوہ پر اس کا جاری ہونا قرآن عربی بنائے جانے کے لائق ہے۔ مُتَقِيلِينَ (آمنے سامنے بیٹھے ہونگے) اپنی مجالس میں۔ یہ کمال انس ہے۔

آیت ۵۴: كَذٰلِكَ (یہ بات اسی طرح ہے) کاف مرفوع ہے۔ ای الامر كذلك۔ مبتداء محذوف کی خبر ہے۔
وَزَوٰجِنٰهُم (ہم بیاہ کر دیں گے) جوڑا بنا دیں گے۔ اسی لئے باء سے متعدی کیا گیا ہے۔ بحور: (گوری گوری بڑی بڑی
آنکھوں والیوں سے) حور جمع حوراء کی ہے۔ وہ آنکھ کی انتہاء سیاہی اور انتہائی سفیدی والی کو کہتے ہیں۔ عین جمع عیناء کی ہے بمعنی
وسیع اور بڑی آنکھ والی۔

آیت ۵۵: يٰذٰعُوْنَ فِيْهَا (وہ منگاتے ہونگے) جنت میں طلب کریں گے۔ بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ (ہر قسم کے میوے اطمینان
سے) وہ میوے زوال و انقطاع اور کثرت کی وجہ سے ضرر کے پیدا ہونے سے محفوظ ہونگے۔

دوزخیوں کا حال:

آیت ۵۶: لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا (وہ نہ چکھیں گے وہاں) یعنی جنت میں المَوْت (موت کو) قطعی طور پر اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُولٰی (مگر
وہی موت جو دنیا میں آچکی) یعنی سوائے اس موت کے جو دنیا میں چکھ چکے۔ ایک قول یہ ہے: الا یہ لکن کے معنی میں ہے۔
لیکن پہلی موت اس کو دنیا میں چکھ چکے۔ وَوَقَّهٖمُ عَذَابَ الْجَحِيْمِ (اور اللہ تعالیٰ ان کو دوزخ سے بچالے گا)
آیت ۵۷: فَضَلًا مِّنْ رَّبِّكَ (یہ سب کچھ آپ کے رب کے فضل سے ہوگا) فضلاً۔ یہ مفعول لہ ہے۔ نمبر ۲۔ ماقبل کا مصدر
مؤکد ہے۔ کیونکہ ووقاهم عذاب الجحیم۔ یہ ان پر اللہ تعالیٰ کا محض فضل ہی ہے۔ کیونکہ بندہ کا اللہ تعالیٰ پر کوئی استحقاق نہیں
ہے۔

داخلہ جنت:

ذٰلِكَ (یہ) عذاب کا پھر جانا اور جنت میں داخلہ جانا۔ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (یہی بڑی کامیابی ہے)
آیت ۵۸: فَاِنَّمَا يَسَّرُنٰهُ (پس ہم نے اس قرآن کو آپ کی زبان پر آسان کر دیا ہے) ؕ سے مراد کتاب ہے۔ اور اس کا تذکرہ
ابتداءً سورت میں ہوا ہے۔ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ (تاکہ یہ نصیحت قبول کریں) يتذكرون۔ نصیحت قبول کرنے کے
معنی میں ہے۔

بڑی کامیابی:

آیت ۵۹: فَارْتَقِبْ (پس آپ منتظر رہیے) آپ ان پر اترنے والے عذاب کے منتظر رہیں۔ اِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُوْنَ (یہ لوگ بھی
منتظر ہیں) یہ ان دنیوی حوادث کے منتظر ہیں جو آپ پر اتریں گے۔

الحمد للہ اولاً و آخراً سورة الدخان کا تفسیری ترجمہ قبل از نماز عشاء ۲۰ اپریل بروز اتوار ۲۰۰۳ء مکمل ہوا

سُورَةُ الْجَاثِيَةِ وَهِيَ سَبْعٌ وَثَلَاثُونَ آيَةً وَأَرْبَعٌ رُكُوعًا

سورۃ الجاثیہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں ۳۷ آیات اور چار رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

حَمِّ ۱ تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ۲ اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ

حکم، اتارنا ہے کتاب کا اللہ کی طرف سے جو عزیز ہے حکیم ہے، بلاشبہ آسمانوں میں اور زمین میں نشانیاں ہیں

لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۳ وَفِي خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُتُّ مِنْ دَاۤءِ اٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُوقِنُوْنَ ۴ وَاخْتِلَافِ

مؤمنین کے لیے، اور تمہارے پیدا کرنے میں اور جو چوہائے اللہ تعالیٰ پھیلاتا ہے انکے پیدا کرنے میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو یقین رکھتے ہیں، اور رات اور دن کے

الْيَلِ وَالنَّهَارِ وَمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمٰءِ مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْيَاۤبِهٖ الْاَرْضَ بَعْدَ

آگے پیچھے آنے میں اور جو رزق اللہ نے آسمان سے اتارا ہے پھر اس کے ذریعہ زمین کو اگلی موت کے بعد

مَوْتِهَا وَتَصْرِيفِ الرِّيْحِ اٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُوْنَ ۵ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلٰيكَ

زندہ فرما دیا اور ہواؤں کے پھیرنے میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو سمجھتے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی آیات ہیں جو ہم آپ پر حق کے

بِالْحَقِّ فَبَاۤءِیْ حَدِيْثٍ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰتِيْهِ يُؤْمِنُوْنَ ۶

ساتھ تلاوت کرتے ہیں، سو یہ لوگ اللہ کے اور اگلی آیات کے بعد کس بات پر ایمان لائیں گے۔

حَمِّ ۱ تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ۲

(حکم۔ یہ نازل کی ہوئی کتاب ہے اللہ غالب حکمت والے کی طرف سے)

اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ -

(آسمانوں اور زمین میں اہل ایمان کے لئے بہت سے دلائل ہیں)

آیت ۱: حَمِّ مَجْحُوْمٌ: اگر اس کو سورت کا نام قرار دو تو پھر یہ مبتدأ ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔ اور تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللّٰهِ

خبر ہے۔ من اللہ یہ تنزیل کا صلہ ہے۔ نمبر ۲۔ اگر یہ حروف مقطعات سے شمار ہو۔ تو پھر تنزیل الكتاب مبتدأ اور ظرف خبر

ہے۔ الْعَزِيزِ (وہ زبردست ہے) اپنے انتقام میں الْحَكِيمِ (حکمت والا ہے)۔ اپنی تدبیر میں۔

آیت ۳: اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ (آسمان و زمین میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر دلائل کثیرہ موجود ہیں) اور نمبر ۲۔ یہ معنی بھی درست ہے۔ بلاشبہ آسمان و زمین کی پیدائش میں ایمان والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ اس کی دلیل اگلی آیت و فی خلقکم ہے۔ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (مؤمنین کیلئے)

آیت ۴: وَفِيْ خَلْقِكُمْ (اور تمہاری پیدائش میں) وَمَا يَتُّ مِنْ ذٰآبَةٍ (اور ان حیوانات کے پیدا کرنے میں جن کو پھیلا رکھا ہے)

نحو: اس کا عطف خلق جو مضاف ہے اس پر ہے۔ کیونکہ مضاف الیہ ضمیر مجرور متصل ہے اس پر عطف قبیح ہے۔ ایت (دلائل ہیں) قراءت: حمزہ علی نے نصب سے پڑھا ہے باقی قراء نے رفع سے۔ جیسے تم کہو ان زیداً فی الدار و عمرواً فی السوق یا عمرواً فی السوق۔ اسم پر عطف کی صورت میں منصوب ہے اور مبتدأ ہونے کی حیثیت سے مرفوع ہے۔ لِقَوْمٍ يُوقِنُوْنَ (ان لوگوں کے لئے جو یقین رکھتے ہیں)

آیات قدرت:

آیت ۵: وَاٰخْتِلَافِ الْاٰلِ وَالنَّهَارِ وَمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمٰوٰتِ مِنْ رِّزْقٍ (اور یکے بعد دیگرے رات اور دن کے آنے جانے میں اور اس رزق میں جس کو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے اتارا) رزق سے مراد بارش ہے اور رزق بوجہ سبب رزق ہونے کے کہا گیا ہے۔ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِيفِ الرِّيْحِ (اور اس سے زمین کو تروتازہ کر دیا۔ اس کے خشک ہو جانے کے بعد اور ہواؤں کے بدلنے میں) قراءت: حمزہ علی نے الرفع پڑھا ہے۔ ایت لِقَوْمٍ يَعْقِلُوْنَ (عقل والوں کے لئے دلائل ہیں)

قراءت و نحو:

آیات کو علی و حمزہ نے حالت نصب سے پڑھا اور دیگر قراء نے رفع سے۔ یہ دو عاملوں کا عطف ہے اس میں رفع و نصب برابر ہیں۔ دو عامل نمبر ۱۔ ان اور فی ہیں۔ واوان دونوں کی جگہ لائے پس و اختلاف اللیل والنہار میں جر کا عمل کیا اور آیات میں نصب کا اور جب تم رفع دو تو پھر دو عامل ابتداء اور فی ہیں۔ واوان آیات میں رفع کا عمل کرے گا اور اختلاف میں جر دے گا۔ یہ انخس کا مذہب ہے۔ کیونکہ وہ عاملین کے عطف کو جائز قرار دیتے ہیں۔ باقی سیبویہ وہ اس کے سرے سے انکاری ہیں۔ پس آیت ان کے ہاں فی کو مضمحل ماننے کے ساتھ ہوگی۔ اور جو بات اس کی تحسین کرتی ہے وہ یہ ہے کہ ان دو آیتوں میں فی کا تذکرہ موجود ہے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت بھی اس کی تصدیق کرتی ہے۔ و فی اختلاف اللیل والنہار۔

نمبر ۲۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ آیات کو خصوصاً منصوب مان لیں اور مجرور کو ماقبل پر معطوف مان کر کلام کو ختم کر دیں یا آیات جو پہلی مرتبہ استعمال ہوا ہے اس کی تکریر تاکید کے طور پر منصوب مان لیں۔ گویا اس طرح کہا گیا آیات آیات۔ اور رفع کی صورت

میں ہی کو مضمر مانیں گے۔

فائدہ مہمہ:

ایمان کو ایقان سے پہلے اور پھر درمیان میں لانے اور آخر میں ذکر کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ انصاف پسند بندے جب آسمانوں اور زمین پر صحیح نگاہ ڈالتے ہیں تو وہ یقین کر لیتے ہیں کہ یہ کسی کا بنایا ہوا ہے اور اس کا صانع اور بنانے والا سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی ہو نہیں سکتا۔ پس وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آتے ہیں۔ پھر جب اپنے نفوس کی تخلیق کو دیکھتے ہیں اور اس میں آئے روز کے تغیرات دیکھتے ہیں اور زمین میں جو ظاہری اشیاء ہیں ان کی تخلیق پر نگاہ ڈالتے ہیں کہ اس میں قسم قسم کے حیوانات ہیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے۔ اور ان کو یقین ہو جاتا ہے پھر جب تمام حوادث پر ان کی نگاہ پڑتی ہے۔ جو ہر وقت نئے سے نئے پیش آرہے ہیں۔ مثلاً دن رات کا آنا جانا۔ بارشوں کا اترنا، زمین کا بنجر ہونے کے بعد دوبارہ درست ہو جانا، ہواؤں کا مختلف اطراف و کیفیات جنوب، شمال، قبول، دبور سے چلنا وغیرہ تو سمجھ جاتے ہیں اور ان کا علم اس کے متعلق پختہ ہو کر یقین خالص بن جاتا ہے۔

آیت ۶: تِلْكَ (یہ) اس سے آیات سابقہ متقدمہ کی طرف اشارہ کیا ہے ای تِلْكَ الْآيَاتِ۔ (آیات) اَيْنُ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی آیات ہیں) نَتَلَوُهَا (ہم ان کو پڑھ کر سناتے ہیں) یہ محل حال میں ہے۔ ای متلوة۔ اس حال میں کہ پڑھی جانے والی ہیں۔

عَلَيْكَ بِالْحَقِّ (آپ کو صحیح طور پر) اور عامل پر تلک کا اشارہ والا معنی دلالت کر رہا ہے۔ فَبِآيٍ حَدِيثٍ بَعَدَ اللّٰهِ وَآيِهِ يَوْمِنُونَ (تو پھر اللہ تعالیٰ اور اس کی آیتوں کے بعد اور کونسی بات پر یہ لوگ ایمان لائیں گے) بعد اللہ کا معنی بعد آیات اللہ۔ اللہ تعالیٰ کی آیات کے بعد یہ اسی طرح ہے جیسے کہتے ہیں اعجبنی زید و کرمہ۔ اس سے ان کا مقصد اعجبنی کرم زید۔ مجھے زید کی سخاوت نے تعجب میں ڈال دیا ہے۔ قراءت: حجازی، ابو عمرو، سہل اور حفص نے یؤمنون یاء سے پڑھا دیگر قراء نے تاء سے پڑھا اور تقدیر عبارت یہ قرار دی۔ قل یا محمد۔ الی آخر تو ممنون۔

وَيَلُّ لِكُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ ۖ يَسْمَعُ آيَاتِ اللَّهِ تُتْلَىٰ عَلَيْهِ ثُمَّ يَصِرُ مُسْتَكْبِرًا كَأَن

بڑی خرابی ہے ہر جھوٹے کے لئے جو نافرمان ہے اللہ کی آیتوں کو سنتا ہے جو اسکے روبرو پڑھی جاتی ہیں پھر وہ تکبر کرتے ہوئے اصرار کرتا ہے گویا

لَمْ يَسْمَعْهَا فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۗ وَإِذَا عَلِمَ مِنْ آيَاتِنَا شَيْئًا اتَّخَذَ هَاهُنَا أُوْلِيكَ

کے لئے ان وسنائی نہیں سوائے شخص کو آپ دردناک عذاب کی بشارت دے دیجئے، اور جب وہ ہماری آیتوں میں سے کسی کو جان لیتا ہے تو ان کا مذاق بناتا ہے ان لوگوں

لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۙ مِنْ وَرَائِهِمْ جَهَنَّمُ ۗ وَلَا يُغْنِي عَنْهُمْ مَا كَسَبُوا شَيْئًا وَلَا مَا

کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب ہے، ان کے آگے دوزخ ہے انہوں نے دنیا میں جو کچھ کمایا اور اللہ کے سوا

اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ ۗ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۙ هَذَا هُدًى وَالَّذِينَ كَفَرُوا

انہوں نے جو کار ساز بنائے ان میں سے انہیں کوئی بھی کچھ نفع نہیں دے گا، اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے یہ ایک بڑی ہدایت ہے اور جن لوگوں نے اپنے رب کی

بَايَاتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّن رِّجْزٍ أَلِيمٍ ۙ

آیات کے ساتھ کفر کیا ان کے لئے عذاب ہے سختی والا دردناک۔

آیت ۷: وَيَلُّ لِكُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ (بڑی خرابی ہوگی ہر ایسے شخص کے لئے جو جھوٹا ہونا فرمان ہو) افاک - کذاب - اثم - جو پہ در پہ گناہ کرنے والا ہو۔

آیت ۸: يَسْمَعُ آيَاتِ اللَّهِ (وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو سنتا ہے) يَخْوَعُ: یہ موضع جر میں صفت ہے۔ تُتْلَىٰ عَلَيْهِ (جبکہ وہ اس کے سامنے پڑھی جاتی ہیں)۔ یہ آیات اللہ سے حال ہے۔ ثُمَّ يَصِرُ (پھر بھی وہ تکبر کرتا ہے) اپنے کفر کی طرف متوجہ اور قائم رہتا ہے۔ مُسْتَكْبِرًا (آیات حقہ پر ایمان لانے اور یقین کرنے سے تکبر کرتا ہے) ان آیات میں عیب نکالتا اور اپنے ہاں جو کچھ ہے اس کو بہت کچھ خیال کرتا ہے۔

ایک قول یہ ہے:

کہ یہ نضر بن حارث کے متعلق اتریں وہ عجم سے قصے خرید کر لاتا اور اس میں لوگوں کو مصروف کر کے قرآن سننے سے رکاوٹ بنتا۔ آیات اپنے عموم میں تمام اعدائے دین کو شامل ہیں۔

نکتہ ثم:

ثم یہاں لا کر اس طرف اشارہ کیا گیا کہ گمراہی پر اصرار اور ایمان سے تکبر کی راہ اختیار کرنا قرآن جیسی معجز کتاب کے بعد تو

بہت ہی بعید ہے۔ صحیح عقل اس کے خلاف فیصلہ دے گی۔

كَانَ میں تخفیف ہے اصل كَانَهُ ہے۔ لَمْ يَسْمَعَهَا (جیسے ان کو سنا ہی نہیں) ہا کی ضمیر ضمیر شان ہے اور یہ جملہ حال کی وجہ سے محلا منصوب ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے۔ یصر مثل غیر السامع۔

فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ (پس اس کو ایک دردناک عذاب کی خبر سنا دیجئے) یعنی اس کو ایسی خبر دے دو جس کا اثر اس کی ظاہری پیشانی پر نظر آئے۔

کفار کا قرآن سے استہزاء:

آیت ۹: وَإِذَا عَلِمَ مِنْ آيَاتِنَا شَيْئًا (اور جب وہ ہماری آیتوں میں سے کسی آیت کی خبر پاتا ہے) جب اس کو ہماری آیات میں سے کوئی چیز پہنچتی ہے اور وہ جان لیتا ہے کہ یہ ان آیات میں سے ہے۔ يَتَّخِذَهَا (تو اس کی ہنسی اڑاتا ہے) وہ ان آیات کو بناتا ہے۔ هُزُؤًا (مذاق)۔

ایک نکتہ:

یہاں اتخذه نہیں فرمایا۔ تاکہ یہ بتلا دیا جائے کہ جب وہ کلام کا کوئی سا حصہ پاتا ہے تو اس کو تمام آیات سے مذاق سوجھتی ہے اور تمام قرآن کا مذاق اڑاتا ہے۔ صرف قرآن کے اسی حصے کے استہزاء پر اکتفاء نہیں کرتا۔

نمبر ۲۔ ضمیر ہا کا مرجع شئی بھی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ وہ آیت کے معنی میں ہے۔ جیسا ابو العتاہیہ نے کہا۔
نفسی بشی من الدنيا معلقة۔ الله والقائم المهدي يكفيها۔

شئی سے مراد یہاں مہدی کی محبوبہ لونڈیوں میں سے عتبہ نامی لونڈی مراد ہے اسی لئے ضمیر مؤنث کی ہا اس کی طرف لوٹائی گئی ہے۔ ابو العتاہیہ اس کے عشق میں مبتلا تھا۔

أُولَئِكَ سے ہر جھوٹے مفتری کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ وہ تمام افتراء پردازوں کو شامل ہے۔ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ (ان کے لئے ذلت آمیز عذاب ہے)

آیت ۱۰: مِنْ وَرَائِهِمْ (ان کے آگے) الوراء: ہر اس جہت کو کہتے ہیں جو آدمی کو چھپائے خواہ آگے ہو یا پیچھے۔ جَهَنَّمَ وَلَا يُعْنِي عَنْهُمْ مَا كَسَبُوا (جہنم ہے اور نہ تو ان کو وہ چیزیں ذرا کام آئیں گی جو وہ کما کر گئے تھے) ما کسبوا سے اموال مراد ہیں۔

شَيْئًا (ذرا بھر) اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے کے لئے ذرا بھر وَلَا مَا اتَّخَذُوا (اور نہ وہ جن کو انہوں نے بنایا تھا)
نَجْوًا: مَا۔ دونوں میں مصدر یہ ہے۔ یا موصولہ ہے۔ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ (کار ساز اللہ تعالیٰ کے سوا) یعنی بت۔ اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے جہنم میں۔

اللَّهُ الَّذِي سَخَّرَ لَكُمْ الْبَحْرَ لَتَجْرِيَ الْفُلُكُ فِيهِ بِأَمْرِهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ

اللہ وہ ہے جس نے سمندر کو مسخر کیا تاکہ اس کے حکم سے اس میں کشتیاں چلیں اور تاکہ تم اس کے فضل سے تلاش کرو اور تاکہ تم

تَشْكُرُونَ ۱۲ وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ إِنَّ فِي ذَلِكَ

شکر کرو اور جو چیزیں آسمانوں میں اور زمین میں ہیں ان سب کو اپنی طرف سے تمہارے لئے مسخر بنا دیا، بلاشبہ اس میں

لَايَاتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُونَ ۱۳ قُلْ لِلَّذِينَ آمَنُوا يَغْفِرُوا الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ أَيَّامَ

نشانیوں ہیں ان لوگوں کے لئے جو فکر کرتے ہیں۔ آپ ایمان والوں سے فرمادیں کہ ان لوگوں سے درگزر کریں جو اللہ کے ایام

اللَّهُ لِيَجْزِيَ قَوْمًا بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۱۴ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ ۖ وَمَنْ

کی امید نہیں رکھتے تاکہ اللہ ہر قوم کو اسکی جزا سے جو وہ کماتے ہیں، جو شخص نیک کام کرے سو وہ اسی کی جان کے لئے ہے اور جو

أَسَاءَ فَعَلِيَهَا ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ تُرْجَعُونَ ۱۵

شخص کوئی برا کام کرے اس کا وبال اسی کے نفس پر ہے، پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

آیت ۱۱: هَذَا هُدًى (یہ قرآن مکمل ہدایت ہے) ہذا کا اشاریہ قرآن ہے۔ اس پر یہ آیت دلالت کر رہی ہے۔ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بآيَاتِ رَبِّهِمْ (اور جو لوگ اپنے رب کی آیات کو نہیں مانتے) آیات رب تو قرآن مجید ہے۔ یعنی یہ قرآن ہدایت میں کامل ہے۔ جیسا کہتے ہیں زیدٌ رجلٌ اى كامل فى الرجولية۔ لَهُمْ عَذَابٌ مِّن رَّجْزٍ أَلِيمٍ (ان کے لئے سختی کا دردناک عذاب ہوگا) رجز سخت ترین عذاب کو کہتے ہیں۔

قراءت: الیم کورفع کے ساتھ مکی یعقوب و حفص نے پڑھا ہے۔ یہ عذاب کی صفت ہے اور دیگر قراء نے رجز کی صفت قرار دے کر مجرور پڑھا ہے۔

تسخیر بحر کی نشانی:

آیت ۱۲: اللَّهُ الَّذِي سَخَّرَ لَكُمْ الْبَحْرَ لَتَجْرِيَ الْفُلُكُ فِيهِ بِأَمْرِهِ (اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے سمندر کو مسخر کیا اپنے حکم سے تاکہ اس میں کشتیاں چلیں) بامرہ کا معنی باذنہ ہے۔ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ (تاکہ تم اس کی روزی تلاش کرو)۔ تجارت کے ذریعہ یا غوطہ خوری کر کے لوگو کو اور مرجان نکالو۔ اور تازہ گوشت مچھلی کی صورت میں اس سے نکالو وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ (تاکہ تم شکر ادا کرو)

تمام کائنات کی تسخیر:

آیت ۱۳: وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ (اور جتنی چیزیں آسمانوں میں جتنی چیزیں زمین میں ہیں۔ ان سب کو اپنی طرف سے مسخر کیا) سَخَّرَ: جمعاً یہ مافی السموات کی تاکید ہے اور سخر کا مفعول ہے۔ دوسرا قول یہ ہے۔ یہ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ مِنْهُ سَخَّرَ: یہ حال ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے۔ سخر هذه الاشياء كائنة منه وحاصلة من عنده۔ ان اشیاء کو مسخر کیا اس حال میں کہ وہ اس کی طرف سے ہونے والی اور اس کے ہاں سے وجود میں آنے والی ہیں۔ یا مصدر محذوف کی صفت ہے ای تسخيراً منه۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ (بیشک ان باتوں میں ان لوگوں کے لئے دلائل ہیں جو غور کرتے رہتے ہیں)

آیت ۱۴: قُلْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَغْفِرُوْا (آپ ایمان والوں سے فرمادیتے۔ کہ ان لوگوں سے درگزر کریں) یعنی ان کو کہہ دیں تم درگزر کرو وہ درگزر کریں گے۔ قال کا مقولہ حذف کر دیا۔ کیونکہ جواب اس پر دلالت کر رہا تھا۔ يغفر وا کا معنی معاف اور درگزر کرنا ہے۔

ایک قول یہ ہے:

یہ لام مضممرہ کی وجہ سے مجزوم ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ لیغفر وا۔ پس اس صورت میں یہ امر ہے اور جملہ مستانفہ ہے۔ اور امر پر دلالت کی وجہ سے حذف لام جائز ہے۔

لِلَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ اَيَّامَ اللّٰهِ (جو اللہ تعالیٰ کے معاملات کا یقین نہیں رکھتے) وہ توقع نہیں رکھتے اللہ تعالیٰ کے ان معاملات کی جو وہ اپنے دشمنوں سے فرماتا ہے۔ اہل عرب ایام العرب وقائع عرب کو بولتے ہیں۔

ایک قول یہ ہے:

وہ ان اوقات میں تامل نہیں کرتے جو اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو ثواب دینے کے لئے مقرر فرمائے ان میں ان سے کامیابی کا وعدہ فرمایا۔

ایک قول یہ ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق اترتی:

جب ان کو بنی غفار کے ایک مشرک نے گالیاں دیں۔ آپ نے اس کی مرمت کا ارادہ کیا۔ لِيَجْزِيَ (تا کہ اللہ تعالیٰ بدلہ دے) یہ امر بالمغفرت کی علت بیان فرمائی گئی ہے۔ یعنی ان کو حکم ملا کہ وہ بخش دیں تا کہ اللہ تعالیٰ ان کو پورا بدلہ مغفرت کی صورت میں قیامت کے دن عنایت فرمائے۔ قَوْمًا (ایک قوم کو) اس کو نکرہ مدح کی وجہ سے لائے۔ گویا اس طرح فرمایا۔ لیجزی ایما قوم وقومًا مخصوصین بصبرهم علی اذی اعدائهم۔ تا کہ وہ جس قوم کو چاہے بدلہ دے خصوصاً وہ لوگ جو دشمن کی

وَلَقَدْ آتَيْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنَاهُمْ مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ

اور یہ بات واقعی ہے کہ ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب دی اور حکم عطا کیا اور نبوت دی، اور ہم نے انہیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا، اور جہانوں

عَلَى الْعَالَمِينَ ۱۶ وَآتَيْنَاهُمْ بَيِّنَاتٍ مِّنَ الْأَمْرِ فَمَا اخْتَلَفُوا إِلَّا مِمَّا بَعْدَ مَا جَاءَهُمْ

پر فضیلت دی، اور ہم نے دین کے بارے میں انہیں کھلی کھلی دلیلیں عطا کیں، سو انہوں نے آپس میں اختلاف نہیں کیا مگر اس کے بعد کہ ان کے

الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۗ إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ

پاس علم آگیا آپس کی صداقت کی وجہ سے، بلاشبہ آپ کا رب قیامت کے دن ان امور میں انکے درمیان فیصلہ فرمائے گا جن میں وہ آپس میں

يَخْتَلِفُونَ ۱۷

اختلاف کرتے تھے

ایذاؤں پر صبر کرنے والے تھے۔ قراءت: شامی حمزہ علی نے لُجْزَى پڑھا ہے۔ یزید نے لُجْزَى قومًا پڑھا۔ ای لیجزی الخیر قومًا۔ تاکہ ان لوگوں کو خیر کا بدلہ دیا جائے۔ خیر کے لفظ کو مضمر مانا گیا کیونکہ کلام اس پر دلالت کر رہا ہے جیسا کہ الشمس کا لفظ مضمر ہے اس آیت میں حتی تورات بالحجاب۔ [ص ۳۲]

کیونکہ ارشاد اذ عرض علیہ بالعشی۔ [ص ۳۱] سورج کے غروب ہونے کی دلیل ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح نہیں ہے لیجزی الجزاء قومًا۔ کیونکہ مصدر فاعل کا قائم مقام نہیں ہوتا۔ اور معک صحیح مفعول ہے۔ مفعول ثانی کا فاعل کی جگہ رکھنا جائز ہے۔ جیسا تم کہتے ہو جزاک اللہ خیراً۔ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ (ان کے عمل کا صلہ دے) احسان کے ساتھ اپنی طرف سے۔

آیت ۱۵: مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا (جو شخص نیک کام کرتا ہے وہ اپنے ذاتی نفع کے لئے کرتا ہے اور جو شخص برا کام کرتا ہے تو اس کا وبال اسی پر پڑتا ہے)۔ نیک کام والے کو اپنا ثواب ملے گا اور برے کام والے کو اپنا عذاب ہوگا۔ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ تُرْجَعُونَ (پھر تم اپنے رب کی بارگاہ میں لوٹائے جاؤ گے) الی ربکم سے اپنے رب کی جزاء کی طرف آیت ۱۶:

وَلَقَدْ آتَيْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ الْكِتَابَ (ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب دی) الْكِتَابَ سے تورات مراد ہے۔ وَالْحُكْمَ (اور حکم) حکمت اور فقہ یا لوگوں کے مابین فیصلے چکانا کیونکہ بادشاہت انہی میں تھی۔ وَالنُّبُوَّةَ (پیغمبری دی) نبوت کو خاص طور پر اس لئے ذکر کیا کیونکہ بنی اسرائیل میں کثرت سے انبیاء علیہم السلام ہوئے۔ وَرَزَقْنَاهُمْ مِّنَ الطَّيِّبَاتِ (اور ہم نے ان کو نفیس نفیس چیزیں کھانے کو دی) جو حلال رزق اللہ تعالیٰ ان کو میسر فرماتے تھے۔ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ (اور ہم نے ان کو دنیا جہان والوں پر فضیلت دی) جو ان کے زمانہ میں لوگ تھے۔

ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلَىٰ شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْأَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۱۸﴾

پھر ہم نے آپ کو ایک خاص طریقہ پر کر دیا سو آپ اس کا اتباع کیجئے اور ان لوگوں کی خواہشوں کا اتباع نہ کیجئے جو نہیں جانتے،

إِنَّهُمْ لَن يَغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا وَإِنَّ الظَّالِمِيْنَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَآءُ بَعْضٍ

بلاشبہ وہ لوگ اللہ کے مقابلہ میں آپ کو کچھ نفع نہیں دے سکتے، اور بیشک ظلم کرنے والے ایک دوسرے کے دوست ہیں،

وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۹﴾ هَذَا بَصَائِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُوقِنُوْنَ ﴿۲۰﴾

اور اللہ متقیوں کا دوست ہے۔ یہ قرآن لوگوں کے لئے دانشمندیوں کا اور ہدایت کا ذریعہ ہے اور رحمت ہے ان لوگوں کے لئے جو یقین رکھتے ہیں

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ نَجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

جن لوگوں نے برے کام کئے کیا وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم انہیں ان لوگوں کے برابر کر دیں گے جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ کئے

سَوَاءٌ مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ﴿۲۱﴾ وَخَلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ

کہ ان کا مرنا اور جینا برابر ہو جائے، یہ برا فیصلہ کرتے ہیں، اور اللہ نے پیدا فرمایا آسمانوں کو اور زمین کو حق کے ساتھ

وَلِيُجْزِيَ كُلَّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿۲۲﴾

اور تاکہ ہر جان کو اس کے کئے ہوئے اعمال کا بدلہ دیا جائے اور ان لوگوں پر ظلم نہ کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے علم نبوت اختلاف کے ازالہ کے لئے اتارا، انہوں نے حد سے انکار کر دیا:

آیت ۱۷: وَآتَيْنَهُمْ بَيِّنَاتٍ (اور ہم نے ان کو دین کے بارے میں واضح دلیلیں دیں) بینات سے آیات اور معجزات مراد ہیں۔ مِّنَ الْأَمْرِ (یعنی دین کے معاملہ میں) فَمَا اخْتَلَفُوا (پس انہوں نے اختلاف نہیں کیا) ان کے مابین دین میں اختلاف واقع نہ ہوا۔ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ (مگر علم آجانے کے بعد آپس کی حسد کی وجہ سے) یعنی اس وقت اختلاف ڈالا جب اللہ تعالیٰ نے ایسی چیز اتاری جو مخالفت کو زائل کرنے والی تھی۔ اور وہ علم نبوت ہے۔ انہوں نے اختلاف کو حسد و عداوت کی بناء پر قائم کیا اور رکھا۔ إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (بیشک آپ کا رب ان کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ فرمائے گا) فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ (جن باتوں میں یہ باہم اختلاف کیا کرتے تھے) ایک قول: اس سے مراد وہ اختلاف ہے جو ان کے درمیان طلب ریاست میں اوامرو نواہی کے سلسلہ میں محض حسد کی وجہ سے پیدا ہوا۔ جہالت کی بناء پر نہیں تھا کہ جس میں انسان کسی قدر معذور شمار ہوتا ہے۔

دین قریش اہواء کا مجموعہ ہے:

آیت ۱۸: ثُمَّ جَعَلْنَاكَ (پھر ہم نے آپ کو کر دیا)۔ اہل کتاب کے اختلاف کے بعد عَلِيٌّ شَرِيْعَةً مِّنَ الْأَمْرِ (دین کے ایک خاص طریقہ پر) فَاتَّبَعَهَا (پس آپ اسی طریقہ پر چلتے جائے) آپ اپنی اس شریعت کی اتباع کرتے رہیں جو دلائل و شواہد سے ثابت شدہ ہے۔ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ (اور ان جہلاء کی خواہشات پر مت چلیں) جہال کی خواہشات پر مت چلیں اس لئے کہ ان کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ اور دین قریش بدعات و اہواء پر ہی مشتمل تھا یہ اس مطالبے کا جواب ہے جو رؤسائے قریش کی طرف سے سامنے آیا اور بار بار سامنے آیا کہ اپنے آباؤ اجداد کے دین پر لوٹ آئیں۔

آیت ۱۹: إِنَّهُمْ (بیشک یہ کافر لوگ) لَنْ يُغْنُوا عَنْكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا وَإِنَّ الظَّالِمِينَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِينَ (اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں ذرہ بھر آپ کے کام نہیں آسکتے۔ اور ظالم ایک دوسرے کے دوست ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اہل تقویٰ کا دوست ہے) متقین ہی اللہ تعالیٰ سے موالات کرنے والے ہیں۔ دونوں موالاتوں کے درمیان کتنا فاصلہ ہے۔

آیت ۲۰: هَذَا بَصَائِرُ لِلنَّاسِ (یہ قرآن عام لوگوں کے لئے دانشمندیوں کا ذریعہ ہے) ہذا کا مشار الیہ قرآن ہے۔ بصائر: یعنی اس میں دین و شریعت کے جو نشانات بتلائے گئے وہ دلوں میں بصیرت کی جگہ ہیں جیسا کہ ان کو روح و حیات قلوب بنایا گیا ہے۔

وَهُدًى (اور ہدایت ہے گمراہی سے) وَرَحْمَةً (اور رحمت ہے عذاب سے) لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ (یقین لانے والوں کے لئے) جو ایمان لائے اور بعث بعد الموت پر یقین کیا۔

گنہگار اور نیک برابر نہیں:

آیت ۲۱: أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ (کیا یہ خیال کرتے ہیں جو) ام منقطعہ ہے اور ہمزہ کا معنی انکار گمان ہے۔ اجترحووا السیئات (برے برے کام کرتے ہیں) کفر و معاصی کماتے ہیں۔ اجترح سے ہی جوارح ہے۔ وفلان جارحة اہلہ۔ یعنی اس کا کام کرنے والا ہے۔ أَنْ نَجْعَلَهُمْ (کہ ہم ان کو رکھیں گے) بنادیں گے۔ نَجْعُو: یہ جعل متعدی الی المفعولین ہے۔ پہلا مفعول ضمیر اور دوسرا کاف ہے جو کہ کالذین میں ہے کَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ (برابر ان لوگوں کے جنہوں نے ایمان اور اعمال صالحہ اختیار کیے) نَجْعُو: اور جملہ سواء محیاہم و مماتہم یہ کاف کا بدل ہے۔ کیونکہ جملہ مفعول ثانی ہے۔ اور حکم مفرد میں ہے۔ سَوَاءٌ مَحْيَاهُمْ وَمَمَاتِهِمْ (سب کا جینا مرنا برابر ہو جائے) قراءت: علی حمزہ و حفص نے نصب سے سواء پڑھا ہے۔ فجعلہم کی ضمیر سے حال قرار دیا ہے۔ اور محیاہم و مماتہم سواء کی وجہ سے مرفوع ہے۔ اعمش نے و مماتہم نصب سے پڑھا ہے اور محیاہم و مماتہم کو ظرف قرار دیا جیسا مقدم الحاج۔ مطلب یہ ہوگا سواء فی محیاہم و فی مماتہم۔ اپنی زندگی اور اپنی موت میں برابر ہوں۔

معنی آیت کا یہ ہے۔ گناہگار اور نیک زندگی میں برابر نہیں اور موت میں برابر نہیں۔ کیونکہ زندگی میں ان کے حالات مختلف ہیں۔ اس لئے کہ یہ نیک لوگ زندگی میں طاعات پر قائم رہے اور کافر برائیوں کا ارتکاب کرتے رہے اور موت میں بھی برابر نہیں کیونکہ ایمان والوں کو رحمت و کرامت کی بشارت ملی اور کفار کو رحمت سے مایوسی اور ندامت سامنے آئی۔

ایک قول یہ ہے:

اس میں اس بات سے انکار ہے کہ موت میں وہ برابر ہوں۔ جیسا کہ زندگی میں رزق و صحت میں برابر تھے۔

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ :

سے روایت ہے کہ ایک دن وہ مقام کے پاس نماز پڑھے رہے تھے۔ جب اس آیت پر تلاوت پہنچی تو رونے لگے اور صبح تک اسی کو دہراتے رہے۔

فضیل رحمہ اللہ:

وہ تلاوت میں جب اس آیت تک پہنچے تو دہرانے لگے۔ اور کہنے لگے۔ اے فضیل کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ تو کونسے فریق میں سے ہے؟

سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ (یہ برا حکم لگاتے ہیں) یہ بہت برا فیصلہ کر رہے ہیں۔ جبکہ انہوں نے یہ گمان کر لیا کہ وہ ایمان والوں کی طرح ہونگے۔ اس لئے کہ جو موافقت کے قالین پر بٹھایا ہوا ہو وہ اس جیسا نہیں جو مقام مخالفت میں بٹھایا گیا ہو۔ بلکہ ہم ان میں فرق کریں گے۔ اور اہل ایمان کو بلند کریں گے اور کفار کو رسوا کریں گے۔

آیت ۲۲: وَخَلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ (اور اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کو حکمت کے ساتھ پیدا کیا) تاکہ یہ اس کی قدرت پر دلالت کریں۔ وَلْتَجْزَى (اور تاکہ بدلہ دیا جائے) اس کا عطف اس معلل محذوف پر ہے۔ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ (ہر نفس کو اس کے کیے ہوئے عمل کا امدان پر ذرا ظلم نہ کیا جائے گا)

أَفْرَأَيْتَ مَنْ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَىٰ سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَ

کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا لیا اور اللہ نے اسے علم کے باوجود گمراہ کر دیا اور اسکے کانوں پر اور دل پر

جَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِ غِشَاوَةً فَمَنْ يَهْدِيهِ مِنْ بَعْدِ اللَّهِ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿۲۳﴾ وَقَالُوا مَا هِيَ

مہر لگا دی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا، سو کون ہے جو اللہ کے بعد اس شخص کو ہدایت دے گا، کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے، اور ان لوگوں نے کہا کہ نہیں ہے یہ

الْحَيَاتِنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ وَمَا لَهُم بِذَلِكَ مِنْ

مگر ہماری دنیا دلی زندگی ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہماری ہلاک نہیں کریگا مگر زمانہ، اور انہیں اس کا کچھ بھی

عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ ﴿۲۴﴾ وَإِذْ أَنْتَلَىٰ عَلَيْهِمُ آيَاتِنَا بَيِّنَاتٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ إِلَّا

علم نہیں، یہ لوگ صرف گمان کرتے ہیں، اور جب ان کے اوپر ہماری کھلی کھلی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو ان کی حجت اس کے سوا کچھ نہیں ہوتی کہ

أَنْ قَالُوا اتُّوَابَا بَابِنَا إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۲۵﴾ قُلِ اللَّهُ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ

ہمارے باپ دادوں کو لے آؤ، اگر تم سچے ہو، آپ فرما دیجئے اللہ تمہیں زندگی بخشتا ہے پھر موت دیتا ہے

ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۲۶﴾

پھر تمہیں قیامت کے دن جمع فرمائے گا جس میں کوئی شک نہیں اور لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے۔

آیت ۲۳: أَفْرَأَيْتَ مَنْ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ (کیا آپ نے اس شخص کی حالت بھی دیکھی جس نے اپنا الہ اپنی خواہش نفسانی کو بنا رکھا ہے) یعنی وہ خواہش نفس کا مطیع ہے۔ جس طرف خواہش اس کو لے جاتی ہے۔ گویا وہ خواہش کی اسی طرح عبادت کرتا ہے جیسا معبود کی عبادت کرتے ہیں۔ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ (اور اللہ تعالیٰ نے اس کو باوجود سمجھ بوجھ کے گمراہ کر دیا) اس نے خود ضلال کو اختیار کیا یا ضلال کا فعل اس میں پیدا فرما دیا۔ علی علم اس کے باوجود کہ اس کو اس کا علم ہے۔ وَخَتَمَ عَلَىٰ سَمْعِهِ (اور اس کے کان پر مہر لگا دی) وہ وعظ و نصیحت کو قبول نہیں کرتا۔ وَقَلْبِهِ (اور دل پر) وہ حق کا معتقد نہیں ہوتا۔ وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِ غِشَاوَةً (اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا ہے) وہ عبرت کی نگاہ سے نہیں دیکھتا۔ قراءت: حمزہ و علی نے غِشَاوَةً پڑھا ہے۔ فَمَنْ يَهْدِيهِ مِنْ بَعْدِ اللَّهِ (پس ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ کے بعد کون ہدایت دے گا) یعنی اللہ تعالیٰ کے اس کو گمراہ کر دینے کے بعد أَفَلَا تَذَكَّرُونَ (کیا تم پھر بھی نہیں سمجھتے) قراءت: حمزہ و علی حفص نے تذکرون کو تخفیف سے پڑھا اور دیگر قراء نے تشدید

شروخیر:

شرکی اصل اتباع خواہشات ہے اور مخالفت خواہشات میں مکمل خیر ہے۔ کسی نے خوب کہا۔
 اذا طلبتک النفس یوما بشهوة ☆ وکان الیها للخلاف طریق
 فدعها وخالف ماہویت فانما ☆ ہواک عدو والخلاف صدیق
 نمبر ۱۔ جب تم سے کسی دن تمہارا نفس کسی نفسانی خواہش کا طالب ہو اور اس خواہش کی مخالفت کا تمہارے پاس راستہ بھی ہو۔
 نمبر ۲۔ تو اس خواہش کو چھوڑ دے اور خواہش کی مخالفت کر کیونکہ خواہش تیرا دشمن اور اس کی مخالفت تیرا دوست ہے۔
 آیت ۲۴: وَقَالُوا مَا هِيَ (اور یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ سوائے اس حیات کے) یعنی کوئی زندگی نہیں کیونکہ ان سے موت کے بعد
 والی زندگی کا وعدہ کیا گیا۔ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا (جو ہماری دنیا کی زندگی ہے۔ اور کوئی حیات نہیں) جس میں ہم ہیں اور اس کو گزار
 رہے ہیں۔ نَمُوْتُ وَنَحْيَا (ہم مرتے اور جیتتے ہیں) نمبر ۱۔ ہم مرتے ہیں اور ہماری اولادیں پیدا ہوتی ہیں۔ یا نمبر ۲۔ بعض
 مرتے اور بعض زندہ رہتے ہیں۔ نمبر ۳۔ یا ہم نطفہ کی شکل میں مردہ تھے اور اس کے بعد پیدا ہوئے۔ نمبر ۴۔ یا ہمیں دونوں باتیں پیش
 آتی ہیں موت و زندگی۔ مقصد ان کا یہ تھا کہ حیات تو یہ دنیا کی زندگی ہے اور موت اسکے بعد ہے۔ اسکے بعد کوئی زندگی نام کی چیز نہیں۔
 ایک قول یہ ہے:

کہ یہ اہل تخاص کا مقولہ ہے۔ کہ آدمی مرجاتا ہے۔ پھر اس کی روح مختلف مردہ چیزوں میں ڈال دی جاتی ہے وہ اس سے زندہ ہو
 جاتی ہیں۔

کفار کا قول: زمانہ قوت دیتا ہے:

وَمَا يَهْلِكُنَا اِلَّا الدَّهْرُ (اور ہم کو زمانہ سے موت آتی ہے) ان کا خیال یہ تھا کہ دن رات کی آمد و جامد یہ موت میں موثر
 ہے۔ وہ موت کے فرشتہ اور قبض ارواح باذن اللہ کے قائل نہ تھے۔ وہ ہر پیش آنے والے حادثہ کو دھرو زمانہ کی طرف منسوب کر دیا
 کرتے تھے۔ ان کے اشعار میں کثرت سے زمانے کا شکوہ پایا جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی سلسلہ میں ارشاد فرمایا۔
 لاتسبوا الدهر۔ زمانہ کو گالیاں نہ دو بیشک زمانہ تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ (بخاری ۶۱۸۱، مسلم ۲۲۴۶) یعنی حوادث اللہ تعالیٰ لاتے
 ہیں زمانہ نہیں۔ وَمَالَهُمْ بِذَلِكَ مِنْ عِلْمٍ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّونَ (ان لوگوں کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں ہے محض انکل سے
 ہانک رہے ہیں) وہ یہ بات کسی علم و یقین کی بنیاد پر نہیں کہتے بلکہ محض ظن و تخمین کا شاخسانہ ہے۔

آیت ۲۵: وَاِذَا تَلَّی عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا (اور جس وقت ان کے سامنے ہماری آیات پڑھی جاتی ہیں) آیات سے قرآن مراد ہے وہ
 آیات جن میں بعث بعد الموت کا تذکرہ ہے۔ بَیِّنَاتٍ مَّا كَانَتْ حُجَّتَهُمْ (کھلی کھلی تو ان کا جواب یہی ہوتا ہے) ان کی بات کو حجت
 فرمایا اگرچہ وہ واقعہ میں حجت نہ تھی۔ کیونکہ ان کے خیال میں تو حجت تھی گویا بقول انکے انکی دلیل اِلَّا اَنْ قَالُوا اِنْتُمْ اَبَاۤءُنَا (کہ

وَلِلَّهِ مَلِكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُومِذِيخِرُ الْمُبِطِلُونَ ﴿٢٧﴾ وَتَرَى

اور اللہ ہی کے لئے ہے ملک آسمانوں کا اور زمین کا، اور جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن باطل والے خسارہ میں پڑ جائیں گے، اور اے مخاطب تو

كُلِّ أُمَّةٍ جَاثِيَةً كُلُّ أُمَّةٍ تُدْعَى إِلَى كِتَابِهَا الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٢٨﴾

ہر امت کو دیکھے گا کہ وہ گنہگاروں کے بل گری ہوئی ہوگی، ہر امت اپنی کتاب کی طرف بلائی جائے گی آج تمہیں اس کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے،

هَذَا كِتَابُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ إِنَّا كُنَّا نَسْتَنسِخُ مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٢٩﴾ فَأَمَّا

یہ ہماری کتاب ہے جو تمہارے بارے میں حق کے ساتھ بولتی ہے، بیشک ہم لکھوا لیتے تھے جو کچھ تم کرتے تھے سو جو

الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِي رَحْمَتِهِ ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ

لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان کا رب انہیں اپنی رحمت میں داخل فرمائے گا یہ کھلی ہوئی

الْمُبِينُ ﴿٣٠﴾ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا أَفَلَمْ تَكُنْ آتِي تَتْلَىٰ عَلَيْهِمْ فَاستَكْبَرْتُمْ وَكُنتُمْ

کامیابی ہے، اور جن لوگوں نے کفر کیا کیا تمہارے پاس میری آیات نہیں آئیں جو تم پر پڑھی جاتی تھیں؟ سو تم نے تکبر کیا اور تم

قَوْمًا مُّجْرِمِينَ ﴿٣١﴾ وَإِذْ أَقِيلَ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ لَأَرِيْبَ فِيهَا قُلْتُمْ

مجرم قوم تھے، اور جب کہا گیا کہ بیشک اللہ کا وعدہ حق ہے اور قیامت کے آنے میں کوئی شک نہیں تو تم نے کہا

مَا نَدْرِي مَا السَّاعَةُ إِنَّا نَحْنُ الْإِنْسَانُ وَمَا نَحْنُ بِمُتَّقِينَ ﴿٣٢﴾

ہم نہیں جانتے کہ قیامت کیا ہے ہم تو بس یوں ہی خیال کرتے ہیں اور ہم یقین کرنے والے نہیں ہیں

ہمارے باپ دادوں کو سامنے لے آؤ) یعنی انکو زندہ کرو۔ اِنْ كُنتُمْ صٰدِقِيْنَ (اگر تم سچے ہو) اپنے بعث بعد الموت کے دعویٰ میں۔

نَحْوُ: کان کا اسم ان قالوا ہے اور حجتہم اس کی خبر ہے۔ معنی یہ ہے۔ انکی حجت آ جا کر یہ بات ہے کہ ہمارے باپ دادوں کو لے آؤ۔

قراءت: ایک قراءت میں حجتہم رفع کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔ اس صورت میں یہ اسم کان ہے اور ان قالوا خبر ہے۔

آیت ۲۶: قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيكُمْ (کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ تم کو زندہ رکھتا ہے) دنیا کی زندگی میں۔ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ (پھر وہ تم کو موت

دے گا) جبکہ تمہاری عمروں کا اختتام ہوگا۔ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ اِلَىٰ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ (پھر وہ قیامت کے دن میں تم کو جمع کرے گا) تم سب

کو قیامت کے دن اٹھائے گا۔ اور جو ذات اس پر قادر ہے۔ وہ تمہارے آباء کو بھی لانے کی قدرت رکھتی ہے اگر ضرورت ہو۔

لَا رَيْبَ فِيْهِ (اس میں شبہ نہیں) جمع ہونے میں وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے) کہ اللہ تعالیٰ کو بعث

پر قدرت ہے۔ کیونکہ وہ دلائل پر غور و فکر سے منہ موڑنے والے ہیں۔

آیت ۲۷: وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُومِئِدُ يَخْسِرُ الْمُبْتَطِلُوْنَ (اور اللہ تعالیٰ ہی کی سلطنت ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور جس روز قیامت قائم ہوگی اس روز اہل باطل خسارہ میں پڑیں گے)
 نَجْوٰ: يَخْسِرُ - یہ قوم پر نصب دے رہا ہے اور یومئذ یہ یوم تقوم کا بدل ہے۔

قیامت کے دن زانوں کے بل گرنا:

آیت ۲۸: وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً (اور آپ ہر فرقہ کو دیکھیں گے کہ زانوں کے بل گر پڑیں گے) جاثیہ: زانوں کے بل بیٹھنا۔ کہا جاتا ہے۔ جثا فلان یجثو۔ جبکہ وہ زانوں کے بل بیٹھے۔ ایک قول یہ ہے: اس کا معنی اکٹھے ہونے والی ہے۔
 نَجْوٰ: كُلُّ اُمَّةٍ - ابتداء کی وجہ سے مرفوع ہے۔

قرآءت: كل کو كل امہ کا بدل مان کر یعقوب نے نصب پڑھا ہے۔ كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰى اِلٰى كِتٰبِهَا (ہر فرقہ اپنے نامہ عمل کی طرف بلایا جائے گا) کتاب سے اعمال کے صحائف مراد ہیں۔ اسم جنس پر اکتفاء کیا گیا۔ پھر ان کو کہا جائے گا۔ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ (آج تم کو تمہارے کئے ہوئے اعمال کا بدلہ ملے گا) جو دنیا میں کیے ہیں۔

اعمال نامے کا پیش ہونا

آیت ۲۹: هٰذَا كِتٰبُنَا (یہ ہمارا دفتر ہے) کتاب کی نسبت اپنی طرف ملاہست کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ ان کے اعمال اس میں درج ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی نسبت اس لئے ہے کہ وہ مالک ہے۔ فرشتوں کو اسی نے حکم دیا کہ وہ اس کے ندوں کے اعمال اس میں درج کریں۔ يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ (جو تمہارے مقابلے میں بول رہا ہے) جو تم نے عمل کیے ان کی گواہی دے رہا ہے۔ بِالْحَقِّ (ٹھیک ٹھیک) بلا کم و کاست۔ اِنَّا كُنَّا نَسْتَسِيخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ (ہم تمہارے اعمال کو لکھواتے جاتے تھے) تمہارے اعمال ملائکہ سے لکھواتے تھے۔

ایک قول یہ ہے:

نسخت اور استنسخت دونوں ایک معنی میں ہیں۔ یہ کتاب سے نقل کرنے سے نہیں بلکہ اس کا معنی رجسٹر میں لکھنا درج کرنا ہے۔

آیت ۳۰: فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِيْ رَحْمَتِهٖ (پس جو لوگ ایمان لائے تھے اور انہوں نے اچھے کام کیے تھے۔ تو ان کو ان کا رب اپنی رحمت میں داخل کرے گا) رحمت سے جنت مراد ہے۔ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ (اور یہ صریح کامیابی ہے)

آیت ۳۱: وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (اور وہ لوگ جو کافر تھے) پس ان کو کہا جائے گا۔ اَفَلَمْ تَكُنْ اِيْتٰى عَلَيْكُمْ (کیا میری آیتیں تم کو پڑھ کر نہیں سنائی جاتی تھیں) مطلب یہ ہے۔ کیا تمہارے پاس میرے رسول نہیں آئے۔ پس میری

وَبَدَّ الھُمْسِيَّاتُ مَا عَمِلُوا وَاَحَاقَ بِھُمْ مَا كَانُوا بِہِ یَسْتَهْزِءُونَ ﴿۳۳﴾ وَقِيلَ الْیَوْمَ نَنْسِكُمْ كَمَا

اور جو نسل انہوں نے کئے تھے انکے برے نتیجے ظاہر ہو گئے اور جس چیز کا وہ مذاق بنایا کرتے تھے وہ ان پر نازل ہو گئی اور کہہ دیا جائے گا کہ آج ہم تمہیں بھولتے ہیں جیسا کہ

نَسِيتُمْ لِقَاءَ یَوْمِکُمْ ھَذَا وَاَمْوَالُکُمْ النَّارُ وَمَا لَکُمْ مِّنْ نَّصِیْرٍ ﴿۳۴﴾ ذَلِکُمْ بِاَنْتُمْ کُمْ

تم آج کے دن کی ملاقات کو بھول گئے، اور تمہارا ٹھکانہ دوزخ ہے اور تمہارے لئے کوئی مددگار نہیں ہے۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ تم نے

اتَّخَذْتُمْ آيَاتِ اللّٰهِ ھُزُوًا وَّغَرَّتْکُمُ الْحَیْوةُ الدُّنْیَا فَاَلْیَوْمَ لَا یُخْرَجُونَ مِنْهَا وَلَا ھُمْ

اللہ کی آیات کو مذاق کی چیز بنا لیا اور دنیا والی زندگی نے تمہیں دھوکہ دیا، سو آج وہ اس میں سے نہیں نکالے جائیں گے اور نہ ان سے

یَسْتَعْتَبُونَ ﴿۳۵﴾ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۳۶﴾

یوں کہا جائے گا کہ راضی کر لو، سو اللہ ہی کے لئے سب تعریف ہے جو رب ہے آسمانوں کا اور رب ہے سارے جہانوں کا،

وَلَهُ الْکِبْرِیَاءُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ﴿۳۷﴾

اور اسی کے لئے بڑائی ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور وہ عزیز ہے حکیم ہے۔

آیات تم پر نہیں پڑھی جاتیں تھیں۔ تو معطوف علیہ کو حذف کر دیا۔ تقدیر عبارت یہ ہے: اَلَمْ یَا تَکُمْ رَسُلِی فَلَـمْ تَکُنْ آیَاتِی تَتَلٰی عَلَیْکُمْ۔

فَاَسْتَكْبَرْتُمْ (پس تم نے ان پر ایمان لانے سے تکبر کیا تھا) وَکُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِیْنَ (اور تم بڑے مجرم لوگ تھے) یعنی کافر۔

آیت ۳۲: وَاِذَا قِیْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ (اور جب کہا جاتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ حق ہے) جو جزاء کے متعلق فرمایا۔

نَجْوٰی: ان اور اس کے اسم کے محل پر عطف کی صورت میں مرفوع ہے۔ قراءت: حمزہ نے السَّاعَةَ پڑھا ہے۔ اور اس کو

وَعْدَ اللّٰهِ۔ پر عطف کیا ہے۔ وَالسَّاعَةُ لَا رَیْبَ فِیْہَا قُلْتُمْ مَا نَنْدَرِیْ مَا السَّاعَةُ (اور قیامت میں کوئی شک نہیں ہے۔ تو تم

کہا کرتے تھے کہ ہم نہیں جانتے قیامت کیا چیز ہے) وہ کہتے قیامت کیا چیز ہے۔ اِنْ نَّظُنُّ الْاَظْطٰنًا (محض ایک خیال تھا) اس کا

اصل اس طرح ہے۔ نَظُنُّ ظَنًّا اور اس کا معنی صرف گمان کا ثابت کرنا ہے۔ پھر حرف نفی اور استثناء کو داخل کیا گیا۔ تاکہ اثبات ظن

کا فائدہ نفی ماسوا کے ساتھ دے۔ اور ماسوی الظن کی نفی کا اضافہ تاکید کے لئے کیا گیا ہے۔ وَمَا نَحْنُ بِمُستَیْقِنِیْنَ (اور ہم کو

یقین نہیں)

آیت ۳۳: وَبَدَّ الھُمْ (اور ان کو ظاہر ہو جائیں گے) یعنی ان کفار کے سامنے ظاہر ہو جائیں گے۔ سَيَّاتٌ مَا عَمِلُوا (تمام برے

اعمال) ان کے اعمال کی قباحتیں یا ان کے برے اعمال کی سزائیں۔ جیسا کہ اس ارشاد میں فرمایا۔ و جزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا۔

[الشوری - ۳۰]

وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ (اور وہ ان کو آگھیرے گا جس کے ساتھ وہ استہزاء کیا کرتے تھے) ان کے استہزاء کی سزا ان پر اتر پڑے گی۔

عذاب میں پڑے چھوڑ دیا جائے گا:

آیت ۳۳: وَقِيلَ الْيَوْمَ نُنَسِّكُمْ كَمَا نَسِيتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَذَا (اور کہا جائے گا۔ آج ہم تم کو بھلائے دیتے ہیں جیسا تم نے اپنے اس دن کے آنے کو بھلا رکھا تھا) ننساکم ہم تمہیں عذاب میں چھوڑ دیں گے۔ جیسا تم نے اس دن کی ملاقات کا وعدہ چھوڑے رکھا اور اس کا حاصل اطاعت ہے۔ لقاء کی اضافت یوم کی طرف اس طرح ہے جیسا مکر کی اضافت لیل و نہار کی طرف اس آیت میں آئی ہے۔ بل مکر اللیل والنہار [۳۳-۳۴] یعنی تم نے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو بھلا دیا اپنے اس دن میں اور اس کی جزاء کے ملنے کو بھلا دیا۔ وَمَا أُنسِئُكُمْ النَّارُ (تمہارا ٹھکانہ جہنم ہے) تمہاری منزل وَمَالِكُمْ مِّنْ نَّصْرَيْنِ (اور کوئی تمہارا مددگار نہیں)

آیت ۳۵: ذَلِكُمْ (یہ) اس وجہ سے ہے یعنی عذاب بَانِكُمْ (اس سبب سے کہ تم) اتَّخَذْتُمْ آيَاتِ اللَّهِ هُزُوًا وَ عَرَّيْتُمْ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُونَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ (کہ تم نے اللہ تعالیٰ کی آیات کی ہنسی اڑائی تھی اور تم کو دنیوی زندگی نے دھوکہ میں ڈال رکھا تھا۔ پس آج یہ لوگ نہ تو دوزخ سے نکالے جائیں گے اور نہ ان سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا تدارک طلب کیا جائے گا) یعنی ان سے یہ نہ طلب کیا جائے گا کہ وہ اپنے رب سے معافی مانگیں یعنی اس کو راضی کریں۔

آیت ۳۶: فَلِلَّهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (پس تمام خوبیاں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ جو آسمانوں کا پروردگار اور زمین کا پروردگار ہے تمام عالم کا) اس اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرو جو کہ تمہارا رب اور ہر چیز کا رب ہے خواہ وہ آسمانوں و زمین کی چیز ہو یا اور جہانوں کی۔ پس ایسی ربوبیت عامہ حمد و ثناء کو ہر مربوب پر لازم کرتی ہے۔

تمام حمد و بڑائی کے لائق وہی ہے:

آیت ۳۷: وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اور اسی کے لئے بڑائی ہے۔ آسمان و زمین میں) اس کی بڑائی بیان کر دے اس کی کبریائی کے آثار ظاہر و باہر ہیں اور اس کی عظمت آسمانوں اور زمین میں۔ وَهُوَ الْعَزِيْزُ (اور وہی زبردست ہے) اپنے انتقام میں۔ الْحَكِيْمُ (حکمت والا ہے) اپنے احکام میں۔

الحمد لله سورة الجاثية كالتفسيرى ترجمه كمل هو ۱-۲۲-۳-۲۰۰۳

سُورَةُ الْاِحْقَافِ وَهِيَ خَمْسٌ وَاثِنُونَ اَيُّهَا الرَّكُوعَاتُ

سورۃ الاحقاف مکہ معظمہ میں نازل ہوئی انہیں پچیس آیات اور چار رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

حَمْدٌ تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ۱ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

لِحَمْدٍ يٰ كِتَابُ ہے اتاری ہوئی اللہ کی طرف سے جو عزیز ہے حکیم ہے ، ہم نے نہیں پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو

وَمَا بَيْنَهُمَا اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ۲ وَالَّذِينَ كَفَرُوْا عَمَّا اُنذِرُوْا مُعْرِضُونَ ۳

مکرم حق کے ساتھ اور ایک ميعاد معین کے سے ، اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ اس چیز سے اعراض کئے ہوئے ہیں جس سے ڈرائے گئے ،

قُلْ اَرَايْتُمْ مَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوا مِنَ الْاَرْضِ

آپ فرم دیجئے کہ جن کو تم اللہ کے علاوہ پکارتے ہو انکے بارے میں بتاؤ مجھے دکھاؤ انہوں نے زمین کے اجزاء میں سے کیا پیدا کیا؟

اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِى السَّمٰوٰتِ اَيُّوْنِىْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَا اَوْ اَثَرٍ مِّنْ

کیا انکے لئے آسمانوں میں کوئی سا جھا ہے؟ لے آؤ میرے پاس کوئی کتاب جو اس سے پہلے ہو یا کوئی ایسا علم لے آؤ جو منقول ہو کر

عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۴ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَا

آیا ہو ، اگر تم سچے ہو ، اور اس سے بہت کر کون گمراہ ہوگا جو اللہ کے سوا اسے پکارتا ہو جو

يَسْتَجِیْبُ لَهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنِ دَعْوٰتِهِمْ غٰفِلُوْنَ ۵ وَاِذَا حُشِرَ

قیامت کے دن تک اس کا جواب نہ دے اور وہ انکے پکارنے سے غافل ہیں ، اور جب لوگوں کو

النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَاۗءٌ وَكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ۶ وَاِذَا تَلٰى عَلَيْهِمْ

جمع کیا جائے گا تو وہ انکے دشمن ہو جائیں گے اور انکی عبادت سے منکر ہوں گے اور جب ان پر واضح

اٰیٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۷ ط

آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو جن لوگوں نے کفر کیا وہ حق کے بارے میں کہتے ہیں جب انکے پاس آگیا کہ یہ کھانا ہوا جاوے ہے

حَمَّ ۝ تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ۝ مَا خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَجَلٍ مُّسَمًّى وَالَّذِينَ كَفَرُوا عَمَّا أُنذِرُوا مُّعْرِضُونَ ۝

حَمَّ۔ یہ کتاب اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والے کی طرف سے بھیجی گئی ہے۔ ہم نے آسمان وزمین کو اور ان چیزوں کو جو ان کے درمیان میں ہیں حکمت کے ساتھ اور ایک میعاد معین کے لئے پیدا کیا ہے اور جو لوگ کافر ہیں ان کو جس چیز سے ڈرایا جاتا ہے وہ اس سے بے رخی کرتے ہیں۔

آیت ۱: حَمَّ (۲) تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ (۳) مَا خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ (حَمَّ)۔ یہ کتاب ہے اتاری ہوئی اللہ کی طرف سے جو عزیز ہے حکیم ہے ہم نے نہیں پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو مگر حق کے ساتھ اور ایک میعاد معین کے لئے اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ اس چیز سے اعراض کئے ہوئے ہیں جس سے ڈرائے گئے (حکمت کے ساتھ ملا ہوا۔ وَأَجَلٍ مُّسَمًّى (ایک مقرر مدت) جس پر منتہی ہونگے وہ قیامت کا دن ہے۔ وَالَّذِينَ كَفَرُوا عَمَّا أُنذِرُوا (اس دن کی ہولناکی جس سے ان کو ڈرایا جا رہا ہے)۔ جس تک ہر مخلوق کی انتہاء ہے۔ مُّعْرِضُونَ (اعراض کرنے والے ہیں) یعنی اس پر ایمان نہیں لاتے اور نہ ہی اس کی تیاری کا کچھ اہتمام کرتے ہیں۔

غیر اللہ کی عبادت کا درست ہونا کسی ایک آسمانی کتاب سے ثابت کر دو:

اور یہ بھی درست ہے کہ ما مصدر یہ ہو۔ تقدیر کلام یہ ہے۔ عن اندارہم ذالک الیوم۔ اس دن کے ڈراوے سے۔ آیت ۴: قُلْ أَرَأَيْتُمْ (آپ کہیے کہ یہ تو بتلاؤ) مجھے خبر دو! مَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ (جن چیزوں کی تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو) جن بتوں کی تم پوجا کرتے ہو۔ أَرُونِي مَاذَا خَلَقُوا مِنَ الْأَرْضِ (مجھے یہ دکھلاؤ انہوں نے کونسی زمین پیدا کی) اگر وہ معبود ہیں تو انہوں نے زمین میں جو چیزیں ہیں ان میں سے کونسی چیز پیدا کی ہے۔ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمَوَاتِ (یا ان کا آسمانوں میں سا جھا اور حصہ داری ہے) کیا آسمانوں کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شراکت ہے؟ اِبْتُونِي بِكِتَابٍ مِّنْ قَبْلِ هَذَا (میرے پاس کوئی کتاب جو اس سے پہلے کی ہولاؤ) یعنی اس کتاب قرآن مجید سے پہلے کی۔ مطلب یہ ہے کہ یہ کتاب توحید کا بول بلند کرنے اور شرک کا ابطال کرنے والی ہے اور جتنی کتابیں اللہ تعالیٰ کی اس سے پہلے اتریں وہ بھی اسی طرح توحید کا بول بولنے والی ہیں۔ کوئی ایک نازل شدہ کتاب ایسی پیش کرو جو غیر اللہ کی عبادت کی درستی کو ثابت کر دے۔ أَوْ آثَرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ (یا کوئی اور مضمون منقول لاؤ) اولین کے علوم میں سے نقل شدہ صحیح حصہ جو تمہارے پاس باقی رہ گیا ہو۔ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ (اگر تم سچے ہو) کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں بتوں کی عبادت کا حکم دیا ہے۔

سب سے بڑا گمراہ بت پرست:

آیت ۵: وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّن يَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَن دُعَائِهِمْ غَفْلُونَ (اور

اس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہوگا جو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ایسے معبود کو پکارے جو قیامت تک بھی اس کا کہنا نہ مانے اور ان کو ان کے پکارنے کی بھی خبر نہ ہو) الی یوم القیامة سے ہمیشہ مراد ہے۔

آیت ۶: **وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءً** (جب سب آدمی جمع کیے جائیں تو وہ ان کے دشمن ہو جائیں گے) بت اپنے عابدوں کے **وَكَانُوا** (اور وہ) یعنی بت **بِعِبَادَتِهِمْ** (اپنے عابدوں کی عبادت سے) **كُفِرِينَ** (انکار کر دیں گے) وہ کہیں گے ہم نے ان کو اپنی عبادت کی طرف نہیں بلایا۔

فَأَنذَرْنَا: من اضل میں استفہام کا معنی یہ ہے۔ اس بات سے انکار ہے کہ بت کی عبادت کرنے والوں سے بڑھ کر کوئی گمراہ نہیں۔ اس لئے کہ انہوں نے سمیع، مجیب، قادر مطلق، ہستی کو چھوڑ کر ان کو پکارا جو خود جماد لا یعقل ہیں اور کسی کی بات کو قبول کرنے کی قدرت بھی ان میں پائی نہیں جاتی۔ خواہ پوری دنیا کی عمر سے قیامت تک پکارتے رہیں اور قیامت برپا ہو جائے گی اور تمام لوگ جمع ہو جائیں گے تو وہ ان کے دشمن بن جائیں گے اور ان کے مخالف ہونگے۔ پس یہ عابدین دونوں جہاں میں نقصان و گھائے میں رہیں گے۔

آخرت کا نقصان عابد و معبود میں دشمنی:

دنیا میں ان کی فریاد قبول کر کے دوستی نہ دکھائی اور آخرت میں دشمنی ظاہر کی۔ اور ان کی عبادت کا سرے سے انکار کر دیا۔ جب ان کی طرف اولیٰ العلم کی طرف اسناد کی جانے والی چیز کا اسناد کیا تو من اور ہم کے صیغے لائے اور بطور تہکم ان کے لئے ترک استجاب و غفلت کو ثابت کیا۔ تاکہ ان کی اور عابدین کی تذلیل ہو۔ جیسا دوسرے مقام پر فرمایا۔ **ان تدعوہم لا یسمعوا دعاءکم ولو سمعوا ما استجابوا لکم ویوم القیامة یکفرون بشرکم**۔ [فاطر-۱۳]

آیت ۷: **وَإِذَا تُلِيٰ عَلَيْهِمُ آيَاتُنَا بِآيَاتٍ** (اور جب ان پر ہماری کھلی کھلی آیات پڑھی جاتی ہیں) **بَيْنَاتٍ** جمع بینة کی ہے اور وہ دلیل و شاہد دونوں کے لئے بولتے ہیں۔ یا واضح و کھلی آیات۔ **قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلْحَقِّ** (تو منکر لوگ اس سچی بات کی نسبت کہتے ہیں) حق سے مراد آیات اور الذین کفروا سے وہ مخاطبین جن پر پڑھا جا رہا تھا۔

نکتہ: دونوں ضمیروں کی جگہ اسم ظاہر لانے کا فائدہ یہ ہے۔ کہ ان کا کفر پختہ اور ظاہر ہو جائے اور آیات کا حق ہونا ثابت ہو۔ **لَمَّا جَاءَهُمْ** (جبکہ وہ اس کے پاس پہنچتی ہیں) آنے کے وقت ہی فی البدیہہ انکار کر دیا۔ اور فکر کو دوڑانے کے پہلے ہی مرحلے میں انکاری ہو گئے۔ اور بار دیگر نظر ثانی کی زحمت گوارا نہیں کی۔ **هَذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ** (یہ کھلا جادو ہے) باطل ہونے میں اس کا معاملہ واضح ہے کسی شبہ کی گنجائش ہی نہیں۔

أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ إِنْ افْتَرَيْتُهُ فَلَا تَمْلِكُونَ لِي مِنَ اللَّهِ شَيْئًا

کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس شخص نے اس کو اپنی طرف سے بنالیا، آپ فرمادیجئے کہ اگر میں نے اس کو اپنی طرف سے بنالیا تو تم مجھے اللہ سے ذرا بھی نہیں بچا سکتے،

هُوَ أَعْلَمُ بِمَا تُفِيضُونَ فِيهِ كَفَىٰ بِهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَهُوَ

وہ خوب جانتا ہے جن باتوں میں تم رہتے ہو، وہ میرے اور تمہارے درمیان گواہ کافی ہے،

الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿٨﴾ قُلْ مَا كُنْتُ بِدَعَاءِ مَنْ الرُّسُلِ وَمَا أَدْرِي مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا

بڑی مغفرت والا ہے اور بڑی رحمت والا ہے، آپ فرمادیجئے کہ میں رسولوں میں سے کوئی انوکھا نہیں ہوں اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ

بِكُمْ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ وَمَا أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٩﴾ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كَانَ

کیا کیا جائے گا، میں صرف اس کا اتباع کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی جاتی ہے، اور میں صرف واضح طور پر ڈرانے والا ہوں، آپ فرمادیجئے کہ تم بتاؤ اگر یہ

مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَكَفَرْتُمْ بِهِ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَىٰ مِثْلِهِ فَأَمَنْ

قرآن اللہ کی طرف سے ہو اور تم اس کے منکر ہو گئے اور بنی اسرائیل میں سے کوئی گواہ اس جیسی کتاب پر گواہی دے کر ایمان لے آئے

وَاسْتَكْبَرْتُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿١٠﴾

اور تم تکبر کرو، بے شک اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

آیت ۸: أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ (کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس شخص نے اپنی طرف سے بنالیا ہے) آیات کو کفار سحر کہتے تھے۔ اس کے تذکرے سے اعراض کرتے ہوئے۔ ان کی اس بات کو ذکر کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو خود بنالیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹ موٹ نسبت کر دی ہے۔ ضمیر حق کی طرف راجع ہے اس لئے مذکر ہے اور مراد آیات ہیں۔ قُلْ إِنْ افْتَرَيْتُهُ فَلَا تَمْلِكُونَ لِي مِنَ اللَّهِ شَيْئًا (کہہ دیجئے اگر میں نے اس کو گھڑ لیا ہے تو پھر تم مجھے اللہ تعالیٰ سے ذرا بھر بچا نہیں سکتے) یعنی بالفرض اگر میں نے افتراء کیا ہے۔ تو پھر اللہ تعالیٰ جلد افتراء کی سزا دیں گے۔ تم مجھ پر اس جلد آنے والی سزا کو روک نہ سکو گے۔ اور اس کے عذاب و عقاب میں سے کسی چیز کے دور کرنے کی تم میں طاقت نہ ہوگی۔ پھر کیونکر میں گھڑ سکتا ہوں اور اپنے آپ کو عذاب الہی کے سامنے پیش کر سکتا ہوں؟

هُوَ أَعْلَمُ بِمَا تُفِيضُونَ فِيهِ (وہ خوب جانتا ہے جو باتیں تم قرآن میں بنا رہے ہو) یعنی اللہ تعالیٰ کی وحی میں رد و قدح اور طعن و تشنیع کرتے اور کبھی ان کو سحر اور دوسری مرتبہ مفسر ہی کہتے ہو۔ كَفَىٰ بِهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ (وہ میرے اور تمہارے درمیان میں گواہ کافی ہے) وہ میری سچائی کی گواہی دیتا اور اس کا حکم پہنچا دینے کا گواہ ہے جبکہ تمہارے متعلق انکار و ضد بازی کی

گواہی دے رہا ہے۔

ایک نکتہ:

علم و شہادت کے تذکرہ سے مقصود کفار کو جزاء کی وعید سنانا ہے۔

وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ (وہ بڑی مغفرت والا اور بڑی رحمت والا ہے) اگر تم کفر سے توبہ کر کے ایمان لاؤ تو اس کی طرف سے مغفرت و رحمت کا وعدہ ہے۔

آیت ۹: قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ (کہہ دیں میں کوئی انوکھا رسول نہیں) بدعا یہ بدیع کے معنی میں ہے جیسا خف بمعنی خفیف آتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ میں کوئی پہلا رسول نہیں کہ تم میری نبوت کو انوکھا قرار دے رہے ہو۔
وَمَا آذِرِي مَا يَفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ (اور مجھے معلوم نہیں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا) یعنی میرے اور تمہارے ساتھ زمانہ مستقبل میں کیا کرنے والے ہیں۔

قول کلبی عنہ:

کفار و مشرکین کی ایذاؤں سے تنگ آ کر آپ کے اصحاب نے آپ سے عرض کیا۔ ہم اس حالت میں کب تک رہیں گے؟ تو فرمایا۔ مجھے معلوم نہیں کہ میرے اور تمہارے ساتھ مستقبل میں کیا ہونے والا ہے۔ آیا مکہ کو چھوڑوں گا یا کسی ایسی زمین کی طرف نکلنے کا مجھے حکم ہوگا خواب میں جو مجھے دکھائی گئی ہے وہ جگہ کثرت سے کھجور کے درختوں والی ہے۔

(ذکرہ الواحدی فی اسباب النزول)

نحو: ما یفعل کا ما موصولہ و منصوبہ ہو سکتا ہے۔ اور استفہامیہ مرفوعہ ہے۔ نمبر ۲۔ اور لا بکم میں لا کو داخل کیا گیا ہے۔ باوجودیکہ یفعل مثبت ہے منفی نہیں ہے۔ تاکہ ما ادری کی نفی ما اور جو اس کے حیثیت میں واقع ہے سب کو شامل ہو جائے۔ اِنِ اتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰى اِلَيَّ وَمَا اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ (میں صرف اس کا اتباع کرتا ہوں جو میرے پاس وحی کے ذریعہ آتا ہے اور میں تو صرف صاف صاف ڈرانے والا ہوں)

آیت ۱۰: قُلْ اَرَاَيْتُمْ (آپ کہہ دیجئے) تم مجھ کو یہ بتلاؤ۔ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهِ وَشَهِدَ شَهِدٌ مِّنْ بَنِيْ اِسْرَآءِيْلَ (کہ اگر یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو اور تم اس کے منکر ہو اور بنی اسرائیل میں سے کوئی گواہ گواہی دے کر ایمان لے آئے)

شاید سے مراد:

یہ شاید بنی اسرائیل عبد اللہ بن سلام ہیں جمہور کا یہی مسلک ہے۔ اسی لئے کہا گیا ہے۔ کہ یہ آیت مدنی ہے۔ کیونکہ عبد اللہ بن سلام کا زمانہ اسلام مدینہ منورہ کا ہے۔

روایت بخاری:

روایت میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے۔ تو آپ کے چہرے کو دیکھتے ہی پہچان گئے۔ کہ یہ جھوٹے کا چہرہ نہیں ہے۔ پھر عرض کیا میں آپ سے تین سوال کرنا چاہتا ہوں۔ جن کا جواب پیغمبر ہی دے سکتا ہے۔ نمبر ۱۔ قیامت کی پہلی نشانی کیا ہوگی۔ نمبر ۲۔ اہل جنت کا پہلا کھانا کیا ہوگا۔ نمبر ۳۔ کیا وجہ ہے کہ لڑکا یا والد پر ہوتا ہے یا والدہ پر۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نمبر ۱۔ قیامت کی پہلی نشانی ایک آگ ہوگی جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف دھکیل لے جائے گی۔ نمبر ۲۔ اہل جنت کا اولین کھانا مچھلی کے کباب ہونگے۔ نمبر ۳۔ لڑکے کی ماں باپ سے مشابہت کی وجہ یہ ہے کہ اگر آدمی کا پانی پہل کر جائے تو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور اگر عورت کا پانی سبقت کر جائے تو وہ اپنی طرف لے جاتا ہے۔ یہ سن کر عبد اللہ کہنے لگے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے برحق رسول ہیں۔ [بخاری۔ ۳۳۲۹۔ احمد ۱۰۸/۳۔ ابن حبان۔ ۷۱۶۱]

عَلَىٰ مِثْلِهِ (اس جیسی کتاب پر) ء کی ضمیر قرآن کی طرف راجع ہے۔ جو اس کی مثل ہو معنی میں اور نمبر ۱: اس سے مراد وہ مضامین جو تورات کے قرآن کے مطابق ہیں۔ مثلاً توحید، وعدہ، وعید وغیرہ۔ نمبر ۱۔ اور یہ بھی درست ہے کہ معنی اس طرح لیا جائے۔ اگر بالفرض یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو اور تم اس کے انکاری ہو اور ایک گواہی دینے والے نے اس کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے کی گواہی دی ہو اور وہ شاہد ایمان لے آیا اور تم نے ایمان سے بڑائی اختیار کی۔ تو کیا تم پھر ظالم نہیں ہو؟

فَأَمَّنَ (تم ایمان لے آئے) وَاسْتَكْبَرْتُمْ (اور تم نے تکبر کیا) ایمان سے۔ جو اب شرط محذوف ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے ان کان القرآن من عند اللہ و کفرتم بہ الستم ظالمین؟ اور محذوف پر دلالت کے لئے آیت کا حصہ کافی ہے۔ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں کیا کرتا)

نَحْوُ: نمبر ۱۔ واو اول عاطفہ ہے۔ اور کفرتم کا عطف فعل شرط پر ہے۔ اسی طرح۔ نمبر ۲۔ واستکبرتم کی واو عاطفہ ہے۔ اور اس کا عطف شہد شاہد پر ہے۔ نمبر ۳۔ باقی وشہد کی واو۔ اس پورے جملے کا عطف کان من عند اللہ و کفرتم بہ کے جملہ پر ہے۔

قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثابت ہو گیا اور تم انکاری ہو تو تم سب سے بڑے ظالم ہو:

معنی اس طرح ہے۔ کہہ دیجئے۔ مجھے تم بتلاؤ! اگر قرآن کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونا اور تمہارا اس کے ساتھ انکار کرنا دونوں اکٹھے ہو جائیں اور بنی اسرائیل کے بڑے علم والے کی شہادت بھی اس کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے پر جمع ہو جائے پھر اس کا ایمان تمہارے قرآن سے استکبار اور اس پر ایمان سے استکبار کے باوجود ثابت ہو جائے تو کیا تم لوگوں میں سب سے بڑھ کر گمراہ اور ظالم نہ ٹھہرو گے؟

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُونَا إِلَيْهِ وَإِذْ لَمْ يَهْتَدُوا

اور کافروں نے ایمان والوں کے بارے میں یوں کہا کہ اگر یہ ایمان لانا کوئی اچھی بات ہوتی تو یہ لوگ ہم سے آگے کیوں بڑھ جاتے بلکہ جب قرآن کے ذریعہ انہوں نے ہدایت

بِهِ فَسَيَقُولُونَ هَذَا أَفْكٌ قَدِيمٌ ۝۱۱ وَمِنْ قَبْلِهِ كِتَابُ مُوسَى إِمَامًا وَرَحْمَةً وَهَذَا

نہ پائی تو یوں کہیں گے کہ یہ پرانا جھوٹ ہے، اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب ہے جو پیشوا تھی اور رحمت تھی، اور یہ

كِتَابٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانِ عَرَبِيًّا لِيُنذِرَ الَّذِينَ ظَلَمُوا ۗ وَبُشْرَىٰ لِلْمُحْسِنِينَ ۝۱۲ إِنَّ

کتاب ہے جو تصدیق کرنے والی ہے عربی زبان میں ہے، تاکہ ظالموں کو ڈرائے، اور خوشخبری ہے اچھے کام کرنے والوں کے لئے، بلاشبہ

الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝۱۳ أُولَٰئِكَ

جن لوگوں نے یوں کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر جے رہے تو ان پر کوئی خوف نہیں ہے اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے،

أَصْحَابُ الْجَنَّةِ خَالِدِينَ فِيهَا جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝۱۴

جنت والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، ان کاموں کے عوض جو وہ کیا کرتے تھے۔

آیت ۱۱: وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا (اور کافر لوگ ایمان والوں کو یوں کہتے ہیں) ایمان والوں کے لئے۔ یہ کفار مکہ کا کلام ہے۔ وہ کہنے لگے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عام پیرو کم درجہ لوگ ہیں۔ ان کی مراد فقراء صحابہ رضی اللہ عنہم مثلاً عمار، صہیب، ابن مسعود رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُونَا إِلَيْهِ (اگر یہ قرآن کوئی اچھی چیز ہوتا تو یہ لوگ اس کی طرف ہم سے سبقت نہ کرتے) یعنی اگر محمد ﷺ جو چیز لائے ہیں خیر ہوتی تو یہ لوگ ہم سے پہلے اس کو قبول نہ کرتے۔ وَإِذْ لَمْ يَهْتَدُوا بِهِ (اور جب ان لوگوں کو قرآن سے ہدایت نصیب نہ ہوئی) نَجْوًا: اذ میں عامل محذوف ہے۔ کلام اس پر دلالت کر رہا ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے۔ اذ لم يهتدوا به ظهر عنادهم۔ فَسَيَقُولُونَ هَذَا أَفْكٌ قَدِيمٌ (تو یہی کہیں گے کہ یہ تو پرانا جھوٹ ہے) یہ مسبب عنہ ہے۔ اور افک قدیم کا معنی پرانا جھوٹ ہے جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا۔ اساطیر الاولین۔ [الانعام۔ ۲۵]

آیت ۱۲: وَمِنْ قَبْلِهِ (اور اس سے پہلے) یعنی قرآن مجید سے کِتَابُ مُوسَى (موسیٰ کی کتاب ہے) تورات۔ نَجْوًا: یہ مبتدأ اور من قبلہ ظرف مقدم خبر ہے اور اس کی وجہ سے امامانصوب بوجہ حال ہے جیسا کہتے ہیں فی الدار زید قائمًا۔ إِمَامًا (نمونہ) دین و شریعت میں جس کی اقتداء کی جائے جیسا امام کی کی جاتی ہے۔ وَرَحْمَةً (اور رحمت ہے) ان کے لئے جو اس پر ایمان لائے اور اس پر عمل کیا۔ وَهَذَا (یہ) یعنی قرآن کِتَابٌ مُّصَدِّقٌ (ایک کتاب ہے جو اس کو سچا کرتی ہے) یعنی

طرح پڑھا۔ مطلب یہ ہے ہم نے اس کو حکم دیا کہ اپنے والدین کے ساتھ احسان کرے احسان کرنا۔ دیگر قراء نے حُسناً پڑھا یعنی ہم نے اس کو والدین کے ساتھ حسن والی بات کا حکم دیا۔ یا بامر ذی حسن۔ یہ بوالدیہ سے بدل کی جگہ میں ہے اور وہ بدل اشمال ہے۔

حَمَلَتْهُ اُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا (اس کی ماں نے اس کو بڑی مشقت کے ساتھ پیٹ میں رکھا اور بڑی مشقت کے ساتھ جنا) قراءت: حجازی اور ابو عمرو نے کُرْهًا پڑھا ہے۔ یہ دونوں لغتیں ہیں جو مشقت کے معنی میں آتی ہیں یہ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ ای ذات کرہ یا نمبر ۲۔ مصدر کی یہ صفت ہے۔ ای حملًا ذا کرہ۔

وَحَمْلُهُ وَفِصْلُهُ (اور اس کو پیٹ میں رکھنا اور دودھ چھڑانا) یعنی مدت حمل و فطام (دودھ چھڑانا) ثَلَاثُونَ شَهْرًا (تیس ماہ ہے)

مَنْبِتْلَهُ: اس میں دلیل ہے کہ اقل مدت حمل چھ ماہ ہے۔ کیونکہ مدت رضاعت جب دوسری آیت کے مطابق حولین کاملین (البقرہ۔ ۲۳۳) ہے تو باقی حمل کے لئے چھ ماہ بچے۔ امام ابو یوسف و محمد رحمہما اللہ کا یہی قول ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس سے مراد ہاتھوں پر اٹھانا ہے۔

قراءت: یعقوب نے فصلہ پڑھا ہے۔ الفصل اور الفصال کے الفاظ لفظم اور الفطام کی طرح ہیں۔ معنی و بناوٹ ہر دو لحاظ سے۔

حَتَّىٰ اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهُ (یہاں تک کہ جب وہ اپنی جوانی کو پہنچ جاتا ہے) اَشُدُّ كَالْفِطَمِ جمع ہے اس کا واحد اس کے لفظ سے نہیں آتا۔

قول سیبویہ:

اس کا واحد اَشُدُّ ہے۔ بلوغ الاشد۔ ادھیڑ عمر۔ اس عمر کو پورا کرنا جس میں عمر عقل مکمل ہو جاتی ہے اور یہ تیس سے زیادہ اور چالیس تک کا زمانہ ہے۔

قول قتادہ:

۳۳ تینتیس سال اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ جوانی کا پہلا حصہ ہے اور انتہی چالیس سال ہے۔

جوانی اور چالیس سال کی عمر زندگی کا کامل حصہ ہے:

وَبَلَغَ اَرْبَعِينَ سَنَةً قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ (اور وہ چالیس سال کو پہنچتا ہے۔ تو کہتا ہے اے میرے پروردگار تو مجھ کو اس پر مداومت عنایت فرما کہ میں آپ کی نعمتوں کا شکر یہ ادا کروں۔ جو آپ نے مجھے اور میرے والدین کو عنایت فرمائی ہیں) اوزعنی کا معنی مجھے الہام فرما۔ شکر نعمت سے مراد نعمت توحید و اسلام ہے۔

أُولَئِكَ الَّذِينَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّئَاتِهِمْ فِي أَصْحَابِ الْجَنَّةِ

یہ وہ لوگ ہیں جن کے اچھے کاموں کو ہم قبول کریں گے اور انکے گناہوں سے درگزر کر دیں گے۔ جنت والوں میں شمار کرتے ہوئے

وَعَدَ الصِّدْقِ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ ﴿۱۶﴾ وَالَّذِي قَالَ لِوَالِدَيْهِ أُفٍّ لَّكُمَا أَتَعِدَانِي أَنْ

بچے وعدہ کی بوجہ سے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا اور جس نے اپنے ماں باپ سے کہا اُف ہے تمہارے لئے کیا تم مجھے یہ وعدہ دیتے ہو کہ

أُخْرَجَ وَقَدْ خَلَّتِ الْقُرُونُ مِنْ قَبْلِي وَهُمَا يَسْتَغِيثَانِ اللَّهَ وَيْلَكَ آمِنْ ﴿۱۷﴾

اُنیں نکالا جائے گا حالانکہ مجھ سے پہلے امتیں گزر چکی ہیں اور وہ دونوں اللہ سے فریاد کرتے ہیں کہ اے تیرا مال ہو یا نہ ہو۔ آمین

وَعَدَ اللَّهُ حَقًّا ۖ فَيَقُولُ مَا هَذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿۱۷﴾ أُولَئِكَ الَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ

اللہ کا وعدہ سچ ہے، اس پر وہ کہتا ہے کہ یہ پرانے لوگوں کی لکھی ہوئی باتیں ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے حق میں

الْقَوْلُ فِي أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ إِنَّهُمْ كَانُوا خَسِرِينَ ﴿۱۸﴾ وَلِكُلِّ

اللہ کا قول پورا ہو کر رہا جو ان سے پہلے جنات میں سے اور انسانوں میں سے گزر چکے ہیں، بلاشبہ یہ لوگ خسار والے ہیں، اور ہر ایک کے لئے

دَرَجَاتٍ مِّمَّا عَمِلُوا ۖ وَلِيُوفِّيَهُمْ أَعْمَالَهُمْ وَلَا يُظْلَمُونَ ﴿۱۹﴾

انکے اعمال کی بوجہ سے درجات ہیں، اور تاکہ اللہ ان کے اعمال کی پوری جزا دیدے، اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

مَسْئَلَةٌ: اپنے اور والدین پر نعمت کے شکرے کو جمع کیا کیونکہ دونوں پر کی جانے والی نعمت خود اس پر نعمت ہے۔

وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ (اور میں نیک کام کیا کروں جس سے آپ خوش ہوں) ایک قول: اس سے مراد پانچوں نمازیں ہیں۔ وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي (اور میری اولاد میں بھی میرے لئے صلاحیت پیدا فرما) یعنی میری اولاد میں بھلائی کا موقع اور مقام پیدا فرما۔ إِنِّي تَبْتُ إِلَيْكَ (میں آپ کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں) ہر گناہ سے وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ (اور میں فرمانبرداروں میں سے ہوں) یعنی اخلاص برتنے والوں میں سے۔

آیت ۱۶: أُولَئِكَ الَّذِينَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّئَاتِهِمْ (یہ وہ لوگ ہیں کہ ہم ان کے نیک کاموں کو قبول کریں گے اور انکے گناہوں سے درگزر کر دیں گے) قراءت: حمزہ علی اور حفص کی قراءت میں نتقبل و نتجاوز ہے اور دیگر قراء نے يتقبل اور يتجاوز احسن پڑھا ہے۔ فِي أَصْحَابِ الْجَنَّةِ (یہ اہل جنت میں سے ہونگے) یہ اس طرح ہے جیسا کہتے ہیں اکرمی الامیر فی ناس من اصحابہ۔ مراد یہ ہے اس نے ان میں سے جن لوگوں کا اکرام کیا مجھے ان لوگوں میں سے شمار کیا۔ یہ حال ہونے کی بوجہ سے محلا منسوب ہے۔ معنی یہ ہوگا وہ جنت والوں میں ہونگے۔ اور ان میں ان کا شمار ہوگا۔

وَعَدَ الصِّدِّقِ (اس وعدہ صادق کی وجہ سے)۔ **حَجْوٍ**: یہ مصدر مؤکد ہے کیونکہ یتقبل اور یتجاوز یہ اللہ تعالیٰ کی طرف تجاوز و قبولیت کے وعدے ہیں۔

ایک قول:

یہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے والد ابو قحافہ اور ان کی والدہ ام الخیر اور اولاد کے متعلق اتری۔ اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دعا کی قبولیت ان میں ظاہر ہوئی وہ جب ایمان لائے تو ۳۸ اڑتیس سال کی عمر تھی اور ان کے لئے چالیس سال کی عمر میں دعا کی۔ صحابہ کرام میں کوئی بھی ایسا نہ تھا جو خود اسلام لایا اور اس کے والدین اور بیٹے اور بیٹیاں تمام مسلمان صحابی بنے یہ اعزاز ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حاصل رہا۔ **الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ** (جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا) دنیا کی زندگی میں۔

آیت ۷۱: **وَالَّذِي قَالَ لَوْلَا دِيهِ** (اور جس نے اپنے والدین سے کہا) **حَجْوٍ**: یہ مبتدأ ہے اور اس کی خبر اولئك الذين حق عليهم القول ہے۔ اور مراد اس سے ان کی جنس ہے جنہوں نے یہ بات کہی۔ اس قول کی قائل جنس ہے اس لئے خبر جمع آئی ہے۔

قول حسن رحمہ اللہ:

یہ اس کافر کے متعلق ہے جو ماں باپ کا نافرمان موت کے بعد اٹھائے جانے کی تکذیب کرنے والا ہو۔

ایک قول یہ ہے:

کہ یہ عبد الرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کے متعلق اتری۔ ان کے اسلام لانے سے قبل۔ مگر اس بات کے باطل ہونے کے لئے حضرت معاویہ کا خط دلیل ہے جو مروان کی طرف لکھا تھا کہ لوگوں کو یزید کی بیعت کا حکم دو۔ تو اس پر عبد الرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے کہا کیا تم اس سے ہرقلیت لاؤ گے۔ کیا تم اپنے بیٹوں کے لئے بیعت لینے لگے ہو۔ اس پر مروان نے کہا۔ اے لوگو! یہ تو وہ شخص ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ **وَالَّذِي قَالَ لَوْلَا دِيهِ اف لکما**۔ اس بات کو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سنا تو وہ اس پر ناراض ہوئیں اور فرمانے لگیں۔ اللہ کی قسم وہ اس کے متعلق نہیں ہے۔ اگر میں چاہوں تو میں اس کا نام لے سکتی ہوں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے تیرے باپ پر لعنت کی جب کہ تو اس کی پشت میں تھا۔ پھر تو اس کا حصہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی۔

(رواہ النسائی فی السنن الکبریٰ ۱۱۳۹۱)

أَفٍ لِّكُمَا (تم پر افسوس ہے) قراءت: یہ مدنی، حفص کی قراءت ہے۔ مکی اور شامی نے **أَفٍ** پڑھا ہے اور دیگر قراء نے **أَفٍ** پڑھا ہے۔ یہ ایک آواز ہے جب یہ نکالی جاتی ہے اس سے ضجر کرنا ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ جب کوئی حسرت کہے تو معلوم ہوتا ہے وہ دکھی ہے اور لکما کی لام یہ بیان کے لئے ہے۔ کہ تانیف تم دونوں کے ساتھ خاص ہے اور کوئی اس سے متعلق نہیں۔ **أَتَعِدَّيْنِي أَنْ أُخْرَجَ** (کیا تم یہ وعدہ دیتے ہو کہ میں قبر سے نکالا جاؤں گا) بعث بعد الموت سے میں اٹھوں گا اور زمین سے نکالا جاؤں گا۔ **وَقَدْ خَلَّتِ الْقُرُونُ مِنْ قَبْلِي** (حالانکہ مجھ سے پہلے بہت سی امتیں گزریں) اور ان میں سے کوئی نہیں اٹھا۔ **وَهُمَا** (اور وہ دونوں

وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ أَدْهَبْتُمْ طِبْيَتَكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا

اور جس دن کافروں کو آگ پر پیش کیا جائے گا، ان سے کہا جائے گا کہ تم نے اپنی لذتوں کو اپنی دنیا والی زندگی میں ختم کر لیا

وَأَسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا، فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ

اور ان سے نفع حاصل کر لیا سو آج تمہیں سزا کے طور پر ذلت کا عذاب دیا جائے گا اس سبب سے کہ تم زمین میں

فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُونَ ۴

ناحق تکبر کرتے تھے اور اس سبب سے تم نافرمانی کرتے تھے۔

والدین) يَسْتَعِيشُنِ اللّٰهَ (اللہ تعالیٰ سے فریاد کر رہے ہیں) وہ کہنے لگے ہم تیرے اس قول کے متعلق اللہ تعالیٰ سے فریاد کے طالب ہیں۔ اس میں درحقیقت اس کے قول کو بہت سخت قرار دیا گیا۔ وہ دونوں کہہ رہے تھے۔ وَيَلْكَ (تیرا ناس ہو) یہ دعا ہلاکت حقیقت میں نہیں بلکہ اس ایمان پر برا بیچتہ کرنا اور ابھارنا مقصود ہے۔ اَمِنُ (تو ایمان لے آ) بعث بعد الموت پر اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ (اللہ تعالیٰ کا بعث والا وعدہ سچا ہے) فَيَقُولُ (پس وہ انہیں کہنے لگا) مَا هَذَا (بس یہ تمہاری) اِلَّا اَسَاطِيرُ الْاَوَّلِينَ (بے سند باتیں ہیں)۔

آیت ۱۸: اُولَئِكَ الَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ (اور یہ وہ لوگ ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کا قول پورا ہو کر رہا) وہ قول لا ملان جہنم ہے۔ [اعراف۔ ۱۸] فِي اُمَمٍ (ان لوگوں کے ساتھ) یعنی من جملہ ان جماعتوں میں قَدْ خَلَتْ (جو ہو گزریں) مِّنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنَّ وَالْاِنْسِ اِنَّهُمْ كَانُوا خٰسِرِيْنَ (ان سے پہلے جن و انس میں سے کہ وہ نقصان اٹھانے والے تھے) آیت ۱۹: وَلِكُلِّ دَرَجٰتٍ مِّمَّا عَمِلُوْا (اور ہر ایک کے لئے ان کے اعمال کی وجہ سے الگ الگ درجے ملیں گے) کل سے دونوں جنس ابرار و اشرار مراد ہیں اور درجات سے منازل و مراتب۔ نَخْوَفُ: مِّنْ بَيَانِيَهٗ یعنی بدلہ ما عملوا جو عمل خیر و شر میں سے کیا۔ مِّنْ اَجَلِيَهٗ ہے۔ ان کے عملوں کی وجہ سے درجات ہونگے۔

ایک قول:

درجات۔ جنت کے تو درجات ہیں۔ اور آگ کے درجات ہیں۔ تغلیباً درجات کہہ دیا۔ وَلِيُوَفِّيَهُمْ اَعْمَالَهُمْ (تا کہ وہ ان کو ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے) قراءت: مکی، بصری، عاصم نے یاء سے پڑھا ہے۔ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ (اور ان پر ظلم نہ ہوگا) تا کہ وہ ان کو ان کے اعمال کا بدلہ دے اور ان کے حقوق میں کمی نہ کرے۔ اس نے ان کی جزاء ان کے اعمال کے مطابق اندازہ کر رکھی ہے۔ پس ثواب کو درجات کی صورت اور سزا کو درجات کی حالت دے دی۔ لام محذوف سے متعلق ہے۔

کفار کی آگ پر پیشی سزا کے لئے:

آیت ۲۰: وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ (اور جس روز کفار آگ کے سامنے لائے جائیں گے) ان کو آگ پر پیش کرنا تعذیب و سزا کے لئے ہوگا۔ عرب کہتے ہیں۔ عرض بنو فلان علی السیف۔ فلان قتل کر دیئے گئے۔ ایک قول یہ ہے کہ عرض النار کا قول اس سے لیا گیا جیسے کہتے ہیں۔ عرضت الناقة علی الحوض اس سے مقصد حوض کو اس کے سامنے کرنا مراد ہوتا ہے۔ پس ان کو پلٹا جائے گا۔ اَذْهَبْتُمْ (کیا تم حاصل کر چکے) ان کو کہا جائے گا کیا تم حاصل کر چکے۔ یہ ناصب ظرف ہے۔

طَبَّيْكُمْ فِي حَيَاتِكُمْ الدُّنْيَا (لذت کی چیزیں اپنی دنیا کی زندگی میں) یعنی جو تمہارے لئے طیبات میں سے حصہ لکھا گیا تھا۔ وہ تم نے دنیا ہی میں پالیا اور اس کو ضائع کر دیا اس کو لے لیا۔ اب حصہ پورا کر لینے کے بعد کوئی چیز باقی رہی ہی نہیں جو تمہیں ملے۔

قول عمر رضی اللہ عنہ:

اگر میں چاہوں تو میں تم سے زیادہ بہتر کھاؤں اور تم سے خوبصورت پہنوں۔ لیکن میں تو اپنی آخرت کے لئے اپنے طیبات باقی چھوڑ رہا ہوں۔

وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا (اور تم نے ان طیبات سے خوب فائدہ اٹھایا) فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ (آج تمہیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا) الْهُونِ کا معنی ذلت ہے اور ایک قراءت میں بھی ایسا پڑھا گیا ہے۔ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ فِي الْأَرْضِ (اس وجہ سے کہ تم ناحق تکبر کیا کرتے تھے) تَسْتَكْبِرُونَ بمعنی تکبر و ن ہے۔ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُونَ (اور اس وجہ سے کہ تم نے نافرمانیاں کیں) تمہارے تکبر و فسق کی وجہ سے۔

وَإِذْ كُرَّخَاعَادٍ إِذْ أَنْذَرْنَا قَوْمَهُ بِالْأَحْقَافِ وَقَدْ خَلَّتِ النُّذُرُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ

اور قوم عاد کے بھان کا ذکر کیجئے جبکہ اس نے اپنی قوم کو احقاف میں ڈرنا اور حال یہ ہے کہ ان سے پہلے اور پیچھے وہاں سے

وَمِنْ خَلْفِهِ إِلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۳۱

گئے ہیں یہ کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو بے شک میں تم پر بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ کرتا ہوں،

قَالُوا أَجِئْتَنَا لِنَأْفِكَنَا عَنِ الْهَيْئَةِ فَاِنَّا بِمَا تَعِدُنَا اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۳۲

... لو کہتے تھے یہ تو ہمارے پاس اسلئے آیا ہے کہ ہمیں ہمارے معبودوں سے ہٹا دے، سو تو جس کا ہوس ہے اور... ہمارے لئے آئے اور ہمیں جس سے

قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللَّهِ وَإُبَلِّغُكُمْ مَا ارْسَلْتُ بِهِ وَلَٰكِنَّ رِبْكَمُ لَشَرٌّ مَّا تَجْهَلُوْنَ ۳۳

انہوں نے جواب میں فرمایا کہ علم اللہ ہی کے پاس ہے اور میں تمہیں وہ بات پہنچاتا ہوں جو میں نے کہہ بھیجا گیا ہوں اور تمہیں اس میں کوئی حیرت کی باتیں نہیں ہے،

قوم عاد کا تذکرہ:

آیت ۳۱: **وَإِذْ كُرَّخَاعَادٍ** (اور تم قوم عاد کے بھائی کا ذکر کرو) **اخاعاد** سے مراد یہ اسلام مراد ہیں۔ **إِذْ أَنْذَرْنَا قَوْمَهُ بِالْأَحْقَافِ** (جبکہ انہوں نے اپنی قوم کو ریت کے مستطیل گول ٹیلوں کے پاس ڈرایا) **احقاف** یہ جمع **حقف** کی ہے بمعنی ریت کا طویل کچھ میڑھا ٹیلہ۔ یہ **احقوقف الششی** سے لیا گیا ہے۔ جبکہ وہ میڑھی ہو جائے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

یہ احقاف عمان و مہرہ کے درمیان وادی کا نام ہے۔

وَقَدْ خَلَّتِ النُّذُرُ (اور ڈرانے والے ہو گزرے) **النذر** جمع **نذیر** کی ہے جو بمعنی **منذر** ہے۔ **یا النذر** بمعنی **انذار** یعنی ڈرانا ہے۔ **مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ مِنْ خَلْفِهِ** (ان سے پہلے اور ان سے پیچھے) یہ جملہ معترضہ **وَقَدْ خَلَّتِ النذر من بين يديه** و **من خلفه** جو **انذر قومه** اور **الاتعبدوا** کے مابین آیا ہے۔ **بين يديه** سے ہود سے پہلے اور **خلفه** سے مراد ہود کے بعد۔

شُرک کی سزا:

إِلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ (کہ تم عبادت نہ کرو مگر اللہ تعالیٰ ہی کی۔ مجھ کو تمہارے متعلق بڑے دن کے عذاب کا خطرہ ہے) مطلب یہ ہے۔ قوم ہود کو جو ہود علیہ السلام کا انذار ہوا وہ تم ذکر کرو اور شرک کا انجام اور بڑا عذاب جو ان کو پیش آیا ان سے پہلے اور بعد بھی رسولوں نے اسی طرح امتوں کو ڈرایا۔

آیت ۲۲: قَالُوا (قوم ہود کے لوگ کہنے لگے) أَجِئْنَا لِنُؤْفِكَ (کیا تو اس لئے ہمارے پاس آیا ہے تا کہ تو ہم کو ہمارے معبودوں سے پھیر دو) تَأْفِكُنَا اِمے تصرفنا پس الافک پھیرنے کو کہتے ہیں۔ جیسے کہتے ہیں افکہ عن رأیه۔ عَنِ الْهَيْتِنَا (ہمارے معبودوں سے) یعنی ان کی عبادت سے۔ فَاتِنَا بِمَا تَعِدُنَا (تو ہمارے پاس لے آ جس کا تو ہم سے وعدہ کرتا ہے) کہ شرک پر ایسا عذاب ہوگا۔ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ (اگر تو سچا ہے) اپنے اس وعدے میں۔

آیت ۲۳: قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ (انہوں نے فرمایا۔ بیشک علم پورا تو) کہ عذاب کس وقت آئے گا۔ عِنْدَ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے) مجھے اس وقت کا کچھ علم نہیں۔ جس میں تمہیں عذاب ہوگا۔ وَاَبْلَغُكُمْ مَّا اُرْسِلْتُ بِهِ (مجھ کو جو پیغام دے کر بھیجا گیا ہے وہ تم کو پہنچائے دیتا ہوں) قراءت: ابو عمرو نے تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ وہ جو کہ میری شان ہے۔ کہ میں تمہیں وہ پیغام پہنچاؤں۔ جو انذار و تخویف میں سے مجھے دے کر بھیجا گیا ہے۔ وَلَكِنِّي اُرَاكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُونَ (لیکن میں تو دیکھتا ہوں کہ تم لوگ نری جہالت کی باتیں کر رہے ہو) یعنی تم جاہل ہو اور جانتے نہیں ہو۔ کہ رسول تو منذر بنا کر بھیجے جاتے ہیں۔ وہ ایجاد کرنے والے اور ان چیزوں کا سوال کرنے والے نہیں ہوتے جس کی ان کو اجازت نہ ہو۔

فَلَمَّا رَأَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ أَوْدِيَّتِهِمْ قَالَ هَذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا بَلْ هُوَ

سو جب انہوں نے بادل کی صورت میں اپنی وادیوں کے سامنے آتا ہوا دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ بادل ہے جو ہم پر بارش برسائے گا، بلکہ یہ

مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهِ رِيْحٌ فِيهَا عَذَابٌ أَلِيمٌ ۲۴ تَدْمِرُ كُلَّ شَيْءٍ بِأَمْرِ رَبِّهَا

وہی چیز ہے جس کی تم جلدی مچا رہے تھے، ہوا ہے جس میں دردناک عذاب ہے، وہ اپنے رب کے حکم سے ہر چیز کو ہلاک کر دے گی۔

فَاصْبِرْ حَتَّىٰ يَأْتِيَ الْاَسْكَدِيْنُ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمَجْرِمِيْنَ ۲۵ وَلَقَدْ

سو وہ اس حال میں ہو گئے کہ انکے گھروں کے سوا کوئی دکھائی نہ دیتا تھا، ہم ایسے ہی مجرم قوم کو سزا دیا کرتے ہیں، اور ہم نے

مَكَّنٰهُمْ فَيَمٰنٍ اِنْ مَّكَّنٰكُمْ فِيْهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّ اَبْصٰرًا وَّ اَفْئِدَةً ۲۶

انہیں ان چیزوں میں قدرت دی تھی جن میں تمہیں قدرت نہیں دی اور ہم نے ان کو سننے کی قوت دی اور آنکھیں بھی اور دل بھی،

فَمَا اَعْنٰی عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَّ لَا اَبْصَارُهُمْ وَّ لَا اَفْئِدَتُهُمْ مِنْ شَيْءٍ اِذْ كَانُوْا

سو انہیں فائدہ نہ دیا ان کے کانوں نے اور ان کی آنکھوں نے اور انکے دلوں نے کچھ بھی، اس لئے کہ وہ

يَجْحَدُوْنَ بِآيٰتِ اللّٰهِ وَحٰقٌّ بِهٖمْ مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۲۷ وَلَقَدْ

اللہ کی آیات کا انکار کرتے تھے اور انہیں اسی چیز نے آگھرا جس کا وہ مذاق کرتے تھے، اور یہ بات واقعی ہے

اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى وَصَرَّفْنَا الْاٰیٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۲۸

کہ ہم نے ان بستیوں کو ہلاک کر دیا جو تمہارے آس پاس تھیں اور ہم نے بار بار اپنی نشانیاں بیان کر دیں تاکہ وہ باز آجائیں

فَلَوْ لَا نَصَرَهُمُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبٰنًا اِلٰهَةً بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ ۲۹

سو اللہ کے سوا ان لوگوں کی انہوں نے کیوں مدد نہیں کی جنہیں انہوں نے قریب حاصل کرنے کے لئے معبود بنا رکھا تھا بلکہ وہ لوگ ان سے غائب ہو گئے،

وَذٰلِكَ اِفْكَهٖمْ وَّمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۲۸

اور یہ ان کی تراشی ہوئی بات ہے اور وہ بات ہے جس کو وہ جھوٹ بناتے ہیں۔

آیت ۲۴: فَلَمَّا رَأَوْهُ (جب انہوں نے دیکھا اس بادل کو) اس کی ضمیر ماتعدنا کی طرف لوٹ رہی ہے۔ یا وہ ضمیر مبہم ہے جس کو عارضاً سے واضح کیا گیا ہے۔ عَارِضًا یہ تمیز یا حال ہے۔ العارض اس بادل کو کہتے ہیں۔ جو سامنے والے افق سماء پر ظاہر ہو۔

مُسْتَقْبِلًا أَوْ دِيَّتِهِمْ قَالُوا هَذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا (اپنی وادیوں کے مقابل آتے دیکھا تو کہنے لگے یہ تو بادل ہے جو ہم پر برسے گا) روایت میں ہے کہ بارش ان کے ہاں عرصہ سے نہ ہوئی تھی۔ انہوں نے اپنی وادیوں کی جانب آتا ہوا بادل دیکھا تو کہنے لگے۔ یہ بادل ہم پر بارش لائے گا اور خوشی سے یہ بات کھل کر کہی۔

الطَّيْفَةُ: اِضَافَةٌ.

مستقبل اور مضر کی اِضَافَةٌ مجازی اِضَافَةٌ ہے۔ معرفہ بنانے والی نہیں ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ دونوں مضاف تو معرفوں کی طرف ہیں مگر صفت نکرہ عارض کی بن رہے ہیں۔

بَلْ هُوَ (نہیں نہیں بلکہ وہی) یعنی ہُوَ عَلِيهِ السَّلَامُ نے فرمایا۔ بلکہ وہ اور اس پر وہ قراءت بھی دلالت کرتی ہیں جنہوں نے قال ہُوَ دَلُّهُ پڑھا ہے۔ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهِ (جس کو تم جلدی مچاتے تھے) یعنی عذاب پھر تفسیر کرتے ہوئے فرمایا۔ رِيحٌ فِينَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ (ایک آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے)

آیت ۲۵: تَذَمَّرُوا كُلُّ شَيْءٍ (جو چیز و بلاگ مردے گی) وہ عادی کے لوگوں اور کثیر مالوں و تہمتیں نہیں کرے گی۔ کثرت گوئی کے لفظ سے تعبیر کیا۔ بِأَمْرِ رَبِّهَا (اپنے رب کے حکم سے) جو رت کا رب ہے۔ فَأَصْبَحُوا لَا يُرَى إِلَّا أَسْكَانُهُمْ (چنانچہ وہ ایسے ہو گئے کہ سوائے ان کے مکانات کے اور کچھ دکھائی نہ دیتا تھا)۔ قراءت: عاصم و حمزہ و خلف میں ہے ای لا یروی شیئ الامساکنہم کہ ان کے مکانات کے سوا اور کوئی چیز نظر نہ آتی تھی۔ دیگر قراءت نے مجہول و غائب کی بجائے لا تری الامساکنہم پڑھا۔ اس میں خطاب کا صیغہ ہر دیکھنے والا کو مخاطب کر کے لایا گیا۔ كَذَلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِينَ (ہم مجرموں کو یونہی سزا دیا کرتے ہیں) یعنی اس جیسی ہم سزا دیتے ہیں جو ان جیسے جرم کا مرتکب ہو۔ اس میں مشرکین مکہ کو ڈرایا گیا ہے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

حضرت ہُوَ عَلِيهِ السَّلَامُ اور مؤمن ایک مقام میں جمع ہو گئے۔ ان کو اتنی ہوا لگ رہی تھی۔ جو نفوس کو سکون پہنچا رہی تھی۔ اور وہ قوم عاد کو آسمان وزمین کے مابین گھما گھما کر بیچ رہی تھی اور پتھروں سے ان کے سروں کو کچل رہی تھی۔ آیت ۲۶: وَلَقَدْ مَكَّنَّهُمْ فِيمَا اِنْ مَكَّنَّاكُمْ فِيهِ (ہم نے ان لوگوں کو ان باتوں میں قدرت دی تھی کہ تم کو ان باتوں میں قدرت نہیں دی) انجھو: اِنْ نَافِيَةٌ ہے۔ ان باتوں میں مامکننا کم ہم نے تم کو قدرت نہیں دی۔ البتہ

ان کا مزہ

اِنْ لَفْظُ كَيْ اِعْتِبَارٌ سَيَّادَةٌ خَيْرٌ بَصُورَةٌ هِيَ۔ اور ما کو جمع کرنے میں بے مزہ تکرار واقع ہو جاتا ہے۔ ذرا غور کرو کہ مہمما اصل میں ما ما ہے۔ اس بد مزگی کی وجہ سے الف کو ہا سے بدل ڈالا مہمما بنا لیا۔ نمبر ۲۔ ان کو وصلیہ زائدہ بنائیں اور اس کا مطلب ہوگا۔ اس لئے کہ ہم نے ان کو قدرت دی ان چیزوں میں جن میں تم کو قدرت دے رکھی ہے۔ مگر سب سے درست وجہ ان

وَإِذْ صَرَفْنَا إِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُونَ الْقُرْآنَ فَلَمَّا حَضَرُوهُ قَالُوا

اور جب ہم نے آپ کی طرف جنات کی ایک جماعت کو پھیر دیا جو قرآن سننے لگے، سو جب یہ لوگ قرآن کے پاس حاضر ہوئے تو کہنے لگے

أَنْصِتُوا فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا إِلَىٰ قَوْمِهِمْ مُنْذِرِينَ ﴿٢٩﴾ قَالُوا يَا قَوْمَنَا إِنَّا سَمِعْنَا

کہ چپ رہو، پھر جب قرآن پڑھا جا چکا تو اپنی قوم کی طرف ڈرانے والے بکر چلے گئے، کہنے لگے اے ہماری قوم بیشک ہم نے ایسی کتاب

كِتَابًا أَنْزَلَ مِن بَعْدِ مُوسَىٰ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ وَإِلَى طَرِيقِ

سچی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے وہ ان کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے تھیں، وہ حق کی طرف اور سیدھے راستے کی طرف ہدایت

تُسْتَقِيمِ ﴿٣٠﴾ يَقَوْمَنَا أَجِيبُوا دَاعِيَ اللَّهِ وَآمِنُوا بِهِ يَغْفِرَ لَكُم مِّن ذُنُوبِكُمْ وَيُجِرْكُم

دینے والی ہے۔ اے ہماری قوم اللہ کی طرف بلانے والے کی بات مان لو اور اس پر ایمان لے آؤ اللہ تمہارے گناہوں کو معاف فرمادے گا اور تمہیں سخت

مِّن عَذَابِ أَلِيمٍ ﴿٣١﴾ وَمَنْ لَا يُجِبْ دَاعِيَ اللَّهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْأَرْضِ وَلَيْسَ

عذاب سے بچا دے گا، اور جو شخص اللہ کی طرف بلانے والے کی بات نہ مانے تو وہ زمین میں عاجز کرنے والا نہیں ہے اور اس کے لئے اللہ کے سوا

لَهُ مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءُ أُولَٰئِكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿٣٢﴾ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي

کوئی دل نہ ہو گا، یہ لوگ کھلی ہوئی گمراہی میں ہیں، کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ اللہ نے آسمانوں کو اور

خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَمْ يَعْزُبْ عَنْهُ بَقْدِرِ عَلَىٰ أَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتَىٰ بَلَىٰ إِنَّهُ

زمین کو پیدا کیا وہ ان کو پیدا کرنے سے نہیں تھکا وہ اس پر قادر ہے کہ مردوں کو زندہ کرے، ہاں اسے ضرور قدرت ہے، بیشک وہ

عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٣٣﴾ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ أَلَيْسَ هَذَا بِالْحَقِّ

ہر چیز پر قادر ہے، اور جس روز کافر لوگ آگ پر پیش کئے جائیں گے کہ کیا یہ حق نہیں ہے؟

قَالُوا بَلَىٰ وَرَبِّنَا قَالَ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿٣٤﴾

کہیں گے کہ قسم ہے ہمارے رب کی یہ ضرور امر واقعی ہے ارشاد ہوگا تو چکھو لعذاب اس سبب سے کہ تم کفر کرتے تھے۔

جنات کی آمد اور ایمان قبول کرنا:

آیت ۲۹: وَإِذْ صَرَفْنَا إِلَيْكَ نَفَرًا (جب کہ ہم جنات کی ایک جماعت کو آپ کی طرف لے آئے) ہم نے ان کو مائل کیا اور

آپ کی جانب متوجہ کیا۔ النفر دس سے کم تعداد پر بولا جاتا ہے۔ مِّنَ الْجِنَّةِ (جنات کی ایک جماعت) یہ نصیبین مقام کے جنات تھے۔ يَسْتَمِعُونَ الْقُرْآنَ (جو قرآن سننے لگے تھے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ فَلَمَّا حَضَرُوهُ (جب وہ لوگ قرآن کے پاس آ پہنچے) اے کی ضمیر قرآن مجید یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب وہ آپ سے اتنے فاصلہ پر پہنچے کہ وہاں سے قرآن سن سکتے تھے۔ قَالُوا (وہ ایک دوسرے کو کہنے لگے) اَنْصِتُوا (خاموشی سے سنو) روایت: میں ہے کہ جنات خبریں چرانے کے لئے آسمان کی طرف پرواز کرتے جب آسمان کی حفاظت کر دی گئی اور ان کو شہاب پڑنے لگے۔ تو کہنے لگے۔ یہ بات کسی خاص حادثہ کا نتیجہ ہے۔ سات جنات کا ٹولہ یا نو سرداران نصیبین یا نینوی جن میں ایک کا نام زوبعہ تھا۔ ادھر ادھر چلتے پھرتے رہے یہاں تک کہ وہ تہامہ میں پہنچے پھر ان کا گزر وادی نخلہ سے ہوا۔ وہاں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پایا جبکہ آپ رات کے دوران نماز ادا فرما رہے تھے یا نماز فجر میں مصروف تھے۔ انہوں نے آپ کی قراءت کو غور سے سنا۔

قول سعید بن جبیر:

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو جنات کے سامنے پڑھا اور نہ ان کو دیکھا۔ بلکہ آپ تو نماز میں تلاوت فرما رہے تھے۔ ادھر سے جنات کا گزر ہوا۔ تو ان کو قرآن سننے کی توفیق مل گئی۔ آپ کو اس کی خبر بھی نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان کے قرآن سننے کی آپ کو خبر دی ہے۔

ایک قول یہ ہے:

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جنات کو انداز کرنے کا حکم دیا اور ان کو پڑھ کر سنانے کا حکم ہوا۔ تو ان میں ایک گروہ آپ کی طرف پھر کر آیا۔ پس آپ نے فرمایا۔ مجھے حکم ملا ہے کہ آج رات میں جنات کے سامنے قرآن پڑھوں پس کون میرے ساتھ چلے گا۔ یہ بات آپ نے تین مرتبہ دہرائی۔ تمام نے سر جھکا لیے صرف عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں لیلۃ الجن میں صرف حاضر تھا میرے سوا اور کوئی موجود نہ تھا۔ ہم چلتے گئے یہاں تک کہ ہم مکہ کی بالائی جانب شعب حجون میں پہنچ گئے۔ آپ نے میرے لئے ایک خط کھینچ دیا۔ اور فرمایا۔ تم اس سے مت نکلنا جب تک میں واپس نہ آؤں۔ پھر قرآن کو شروع فرمایا۔ میں نے سخت شور و شغب سنا۔ (واپس آ کر مجھے فرمایا کیا تم نے کچھ دیکھا۔ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ کالے سیاہ مرد۔ آپ نے فرمایا۔ وہ نصیبین مقام کے جنات تھے۔ یہ بارہ ہزار کی تعداد میں آئے تھے۔ اور جو سورت ان پر پڑھی وہ اقرء باسم ربك تھی۔ (حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لم اجده بتمامہ فی سیاق واحدیہ حاشیہ کشاف)

فَلَمَّا قُضِيَ (پھر جب قرآن پڑھا جا چکا) یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قراءت سے فارغ ہو چکے۔ وَلَوْ اِلَى قَوْمِهِمْ مُّندِرِينَ (تو وہ لوگ اپنی قوم کے پاس خبر پہنچانے کے لئے واپس آ گئے) تاکہ وہ ان کو ڈرائیں۔

آیت ۳۰: قَالُوا يَنْقُومَنَا اِنَّا سَمِعْنَا كِتَابًا اُنزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوسٰى (وہ کہنے لگے اے ہمارے بھائیو! ہم ایک کتاب سن کر آئے ہیں۔ جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی) انہوں نے من بعد موسیٰ کہا۔ کیوں کہ وہ پہلے یہودیت پر تھے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

جنات نے عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت کی اطلاع نہ پائی تھی۔

مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ (جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے) يَهْدِي اِلَى الْحَقِّ (حق کی طرف راہنمائی کرتی ہے) الحق سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ وَالْحَى طَرِيقٍ مُّسْتَقِيمٍ (سیدھے راستے کی طرف)

آیت ۳۱: يَنْقُومَنَا اَجِبُّوْا دَاعِيَ اللّٰهِ (اے ہماری قوم اللہ تعالیٰ کے داعی کی بات کو قبول کرو) داعی سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَ يَجْرُكُمْ مِّنْ عَذَابِ اَلِيْمٍ (اور اس پر ایمان لے آؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔ اور دردناک عذاب سے محفوظ رکھے گا)

قول امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ:

جنات کو کوئی ثواب نہیں مگر صرف جہنم سے آزادی۔ اور دلیل یہ آیت ہے۔

قول امام مالک، ابن ابی لیلیٰ، ابو یوسف و محمد رحمہم اللہ:

ان کو ثواب و عقاب دونوں ہونگے۔

قول ضحاک:

وہ جنت میں داخل ہونگے اور اس میں سے کھائیں پئیں گے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ۔ [الرحمان۔ ۵۶]

آیت ۳۲: وَمَنْ لَا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ (اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کی بات قبول نہ کرے گا۔ وہ زمین میں ہر نہیں سکتا) یعنی اس کو عذاب سے نجات پانے کے لئے بھاگنے کی جگہ نہ ملے گی۔ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖ اَوْلِيَاءٌ اُولٰٓئِكَ فِي ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (اور اللہ تعالیٰ کے سوا اس کا کوئی حامی بھی نہ ہوگا۔ ایسے لوگ صریح گمراہی میں ہیں)

آیت ۳۳: اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْزِبْ عَنْهَا بِخَلْقِهِنَّ (کیا ان لوگوں نے یہ نہ جانا کہ جس اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا۔ اور ان کے پیدا کرنے میں ذرا نہیں تھکا) یہ اس ارشاد کی طرح ہے۔ وَمَا مَسَّنَا مِنْ لَّغْوٍ۔ [ق۔ ۳۸] عرب عیبت بالامر اس وقت بولتے ہیں۔ جب اس کی کوئی صورت نظر نہ آئے۔ بِقَدْرِ (وہ اس پر قدرت کرتے ہیں) جو یہ عمل رفع میں خبر آنے ہے۔ اس پر قرأت عبد اللہ بن مسعود قادر دلالت کرتی ہے۔ اور باء کو اس پر داخل کیا گیا

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَأُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَهُمْ كَانَهُمْ يَوْمَ يَرُونَ

سو آپ صبر کیجئے جیسے ہمت والے پیغمبروں نے صبر کیا۔ اور ان لوگوں کے لئے جلدی نہ کیجئے جس دن یہ لوگ وعدہ کی

مَا يُوعَدُونَ لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ بَلَّغٌ فَهَلْ يُهْلِكُ إِلَّا الْقَوْمَ

جیز و دیکھیں گے تو یا صرف دن کی ایک گھڑی ٹھہرے تھے۔ یہ پہنچا دینا ہے سو ہلاک نہیں ہوں گے مگر نافرمانی

الْفٰسِقُوْنَ ﴿۳۵﴾

کرنیوالے ہی۔

کیونکہ ابتدائے آیت نفی پر مشتمل ہے۔ اس طرح کہ آن اور ما اس کے چیز میں ہیں۔

قول الزجاج:

اگر تم اس طرح کہو: ماظنت ان زیداً بقائم تو یہ جائز ہے۔ گویا یہ اس طرح کہا گیا ہے۔ ایس اللہ بقادر۔ کیا تم بلی کو نہیں دیکھ رہے کہ وہ آرہا ہے۔ وہ اس ہر چیز بعث وغیرہ پر قدرت کو پختہ کر رہا ہے۔ وہ ان کی رویت کے لئے نہیں لایا گیا۔ عَلٰی اَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتٰى بَلٰى (کہ مردوں کو زندہ کر دے۔ کیوں نہیں) یہ نفی کے جواب میں کلام لائی گئی۔ اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے)

آیت ۳۳: وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ (اور جس روز کافر لوگ دوزخ کے سامنے لائے جائیں گے)۔ انہیں کہا جائے گا۔ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ (کیا یہ دوزخ امر حقیقت نہیں ہے) ظرف کا ناصب قول کا لفظ مضمرب ہے۔ اور ہذا کا مشار الیہ عذاب ہے۔ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ (وہ کہیں گے کہ ہم کو اپنے پروردگار کی قسم! ضرور امر واقعی ہے۔ ارشاد ہوگا۔ تو اپنے کفر کے بدلے میں اس کا عذاب چکھو) کیونکہ تم دنیا میں کفر کرتے تھے۔

صبر و ثبات کا حکم جلد بازی کی ممانعت:

آیت ۳۵: فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ (تو آپ صبر کریں جیسا اور ہمت والے) مِنَ الرُّسُلِ (رسولوں نے صبر کیا تھا) اولوا العزم کا معنی کوشش، صبر و ثبات والے۔ نَحْوُ: نمبراً۔ من الرسل کا من تبعیضیہ ہے۔ اس سے مراد اولوا العزم ہیں۔ جن کا تذکرہ احزاب کی اس آیت میں ہے۔ وَاِذَا اخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّۦنَ مِثْقَلَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوحٍ وَاِبْرٰهِيۡمَ وَمُوْسٰى وَعِیْسٰی ابْنِ مَرْیَمَ۔ [الاحزاب: ۷]

اور یونس علیہ السلام ان میں سے نہیں کیونکہ ان کے لئے فرمایا۔ لَا تَكُنْ كَصٰحِبِ الْحُوْتِ۔ [القلم۔ ۴۸] اسی آدم علیہ

السلام بھی اس لئے کہ ارشاد الہی ہے ولم نجد له عزماً [ط۔ ۱۱۵]

نمبر ۲۔ یا من بیان یہ ہو تو اولوالعزم یہ صفت تمام رسل کی بنے گی۔ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَهُمْ (اور ان لوگوں کے لئے جلدی نہ کیجئے) کفار قریش کے لئے جلد عذاب نہ مانگیں۔ یعنی جلد عذاب ملنے کی دعا نہ کریں۔ پس وہ عذاب ضرور اترے گا۔ خواہ کچھ دیر سے۔ كَانَهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوعَدُونَ لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ (جس روز یہ لوگ اس چیز کو دیکھیں گے۔ جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے۔ تو گویا یہ لوگ دن بھر میں ایک گھڑی رہے ہیں) یہ اس وقت دنیا میں قیام کی مدت کو بہت قلیل قرار دیں گے۔ یہاں تک کہ وہ اس کو دن کی ایک گھڑی خیال کریں گے۔ بَلَّغْ (یہ پہنچا دینا ہے) یہ پوری بات ہے۔ یعنی یہ وعظ جو تمہیں کیا گیا یہ کافی وعظ ہے۔ یا یہ رسول کی طرف سے پہنچا دینا ہو چکا ہے۔ فَهَلْ يُهْلَكُ إِلَّا الْقَوْمُ الْفَاسِقُونَ (پس وہی برباد ہونگے جو نافرمانی کریں گے) عذاب سے ہلاکت مراد ہے۔ مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ہرگز ہلاک نہ کیا جائے گا مگر ان لوگوں کو جو نافرمان ہیں یعنی شرک کرنے والے اور نصیحت سے نکلنے والے اور اس کے موجب پر عمل سے نکلنے والے ہیں۔

الحمد للہ قبل العشاء لیلة الجمعة ۲۳ اپریل ۲۰۰۳ء ترجمہ تکمیل پذیر ہوا۔

سُورَةُ الرَّحْمٰنِ مَدْرَسَةٌ لِّتَلْوِيْنِ الْاٰيَاتِ وَارْتِعَادِ الرَّكُوْعَاتِ

سورہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو مدینہ منورہ میں نازل ہوئی جس میں اڑتیس آیات اور چار رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنِ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝۱ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستے سے روکا اللہ نے انکے اعمال کو ضائع فرما دیا، اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک

وَعَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نَزَّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا كُفْرَ

عمل کئے اور جو کچھ محمد پر نازل ہوا اس پر ایمان لائے اور وہ انکے رب کی طرف سے امر واقعی ہے اللہ ان کے

عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَاَصْلَحَ بِاَلْحَمْدِ ۝۲ ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اتَّبَعُوْا الْبٰطِلَ

گناہوں کا کفارہ فرمادے گا اور انکے حال کو درست فرمادے گا، یہ اس وجہ سے کہ کافروں نے باطل کا اتباع کیا،

وَاَنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اتَّبَعُوْا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۝۳ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنّٰسِ

اور بے شک جو لوگ ایمان لائے انہوں نے حق کا اتباع کیا جو ان کے رب کی طرف سے ہے، اسی طرح اللہ لوگوں کے لئے ان کے احوال

اَمْثَالَهُمْ ۝۴

بیان فرماتا ہے۔

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنِ سَبِيْلِ اللّٰهِ

(جو لوگ کافر ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکا)

اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ

(اللہ تعالیٰ نے ان کے عمل کو بے کار کر دیا۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے)

وَاٰمَنُوْا بِمَا نَزَّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ

(اور وہ اس سب پر ایمان لائے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے)

رَبِّهِمْ كَفَرَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَاَصْلَحَ بِاَلْحَمْدِ

(اور وہ ان کے رب کے پاس سے امر واقعی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے گناہ ان پر سے اتار دے گا اور ان کی حالت درست رکھے گا) آیت: الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ یعنی انہوں نے اعراض کیا اور دخول اسلام سے باز رہے۔ نمبر ۲۔ دوسروں کو اسلام میں داخل ہونے سے روکا۔

قول الجوهری:

صد عنه یصد صدوداً۔ کا معنی اعراض کرنا۔ اور صدہ عن الامر صدّاً کا معنی منع کرنا اور اس سے پھیر دینا آتا ہے۔ کفار قریش بدر کے دن کھانا کھانے والے تھے۔ یا کفروا سے اہل کتاب مراد ہیں۔ نمبر ۳۔ ہر کافر مراد ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکنے والا ہو۔ أَضَلَّ أَعْمَالَهُمْ اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کو باطل و جھٹ کر دیا اور اس کی حقیقت اس طرح ہے۔ کہ ان کے اعمال کو گم شدہ اور ضائع قرار دے دیا۔ ان میں قبولیت و ثواب نہیں۔ جیسا کہ گم شدہ اونٹ بے فائدہ ہوتا ہے۔ اعمال سے مراد وہ اعمال جو حالت کفر میں وہ صلہ رحمی، اطعام مسافرین، عمارت مسجد حرام یا وہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف تدابیر اختیار کیں اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں رکاوٹیں ڈالیں۔

امَنُوا کی مراد:

آیت ۲: وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے۔ اس سے قریش کے کچھ لوگ مراد ہیں۔ نمبر ۲۔ انصار کے کچھ حضرات۔ نمبر ۳۔ اہل کتاب کے کچھ افراد۔ نمبر ۴۔ عام ہے۔ وَآمَنُوا بِمَا نُزِّلَ عَلَيَّ مُحَمَّدٍ اور وہ اس سب پر ایمان لائے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے۔ ما نزل سے قرآن مجید مراد ہے۔ پھر جملہ معترضہ لاکر اس کی تاکید کر دی اور وہ جملہ یہ ارشاد ہے۔

وَهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ یعنی قرآن ایک قول یہ ہے: کہ دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہی حق ہے۔ اس لئے کہ وہ منسوخ نہ ہو گا۔ وہ دیگر تمام ادیان کا ناسخ ہے۔ كَفَرُوا عَنْهُمْ سَيَاتِهِمْ (اللہ تعالیٰ ان کے گناہ ان پر سے اتار دے گا) کفر سے رجوع اور توبہ کر لینے کی وجہ سے ان کے کفر و معاصی کو ایمان و عمل صالح کی چادر سے ڈھانپ دیا جائے گا۔ وَأَصْلَحَ بِأَلْفِهِمْ (اور ان کی حالت درست رکھے گا) دین کے معاملات میں توفیق کے ذریعہ ان کی حالت کو درست رکھا جائے گا۔ اور اپنی نصرت و تائید سے ان کو دنیا پر غلبہ دے گا۔

مؤمنوں اور کافروں کے عمل کی مثال:

آیت ۳: ذَلِكَ بَانَ الَّذِينَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَأَنَّ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَبِّهِمْ (یہ اس وجہ سے ہے کہ کافر تو غلط راستہ پر چلے اور اہل ایمان صحیح راستہ پر چلے جو ان کے رب کی طرف سے ہے) نَحْوُ: ذَلِكَ مَبْتَدَأُ اور ما بعد اس کی خبر ہے۔ تنقید مبارک اس صرح سے ذلت الامر یہ بات یعنی ایک فریق کے اعمال بیکار کیے اور دوسرے فریق کی سینات کو منادیا گیا اور

فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتَّىٰ إِذَا أَثْخَتْمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوَتَاقَ ۖ

سو جب کافروں سے تمہاری ٹہبھیز ہو جائے تو انکی گردنیں مارو۔ یہاں تک کہ جب تم اچھی طرح سے انکی خون ریزی کرو تو خوب مضبوط باندھ دو۔

فَمَا مَنَّا بَعْدُ وَإِنَّا فِدَاءٌ حَتَّىٰ تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا ۚ ذَٰلِكَ وَلَوْ يَشَاءُ اللَّهُ لَانتَصَرَ

پھر اس کے بعد یا تو بلا معاوضہ چھوڑ دیا انکی جانوں کا بدلہ لے کر چھوڑ دو جب تک کہ لڑائی اپنے ہتھیاروں کو نہ رکھ دے، یہ اسی طرح ہے، اور اگر اللہ چاہے تو ان سے

مِنْهُمْ وَلَٰكِن لِّيَبْلُوَ أَعْضَابَكُم بِبَعْضٍ ۗ وَالَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَلَن يُضِلَّ

انقام لے لے، اور لیکن تاکہ تم میں بعض کا بعض کے ذریعہ امتحان فرمائے، اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے سو اللہ ہرگز ان کے اعمال

أَعْمَالَهُمْ ۚ سَيَهْدِيهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ ۗ وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ۖ

ضائع نہ فرمائے گا، وہ انہیں عنقریب مقصود تک پہنچا دے گا۔ اور ان کا حال درست فرما دے گا اور انہیں جنت میں داخل فرما دے گا جس کی انہیں پہچان کر دے گا

اصلاح و درستی اس لئے کی گئی کہ ایک فریق نے شیطان کی اتباع اختیار کی اور دوسرے نے قرآن کی اتباع کی۔ مَثَلُكَ (اس بیان کرنے کی طرح) يَضْرِبُ اللَّهُ (اللہ تعالیٰ کھول کر بیان کرتے ہیں) لِلنَّاسِ أَمْثَالَهُمْ (لوگوں کے لئے ان کے حالات) ہم کی ضمیر الناس کی طرف راجع ہے۔ نمبر ۲۔ دو فریق جن کا اوپر ذکر ہوا مطلب یہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ مؤمنوں اور کافروں کے حالات بیان کرتے ہیں تاکہ لوگ عبرت حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اتباع باطل کو کافروں کے عمل کی مثال کے طور پر ذکر فرمایا اور اتباع حق کو مؤمنوں کے عمل کی مثال کے طور پر ذکر فرمایا۔ نمبر ۲۔ اضلال کو کفار کی ناکامی بیان کرنے کے لئے مثال بنایا اور ابرار کی کامیابی کے لئے تکفیر سینات کو نمونہ بنایا۔

قتال میں کفار کو خوب قتل کرو:

آیت ۴: فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا (پس جب تمہارا کفار سے مقابلہ ہو) اللقاء لڑائی کو کہتے ہیں۔ فَضَرْبَ الرِّقَابِ (توان کی گردنیں مارو) اصل اس طرح ہے۔ فاضربوا الرقاب ضرباً۔ پس تم گردنوں کو مارو مارنا۔ فعل کو حذف کر دیا اور مصدر کو شروع میں لائے۔ پس وہ اس کے قائم مقام ہو گیا۔ اور اس کی اضافت مفعول کی طرف ہے۔ تاکید کے ساتھ ساتھ اس میں اختیار بھی ملحوظ ہے۔ اس لئے کہ تم مصدر کا تذکرہ کرتے ہو اور وہ اس نصب والی حالت کے ساتھ ساتھ فعل پر دلالت کرتا ہے۔ ضرب الرقاب۔ یہ قتل کی تعبیر ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ قتل ہی کیا جائے دوسرے اعضاء نہ کاٹے جائیں۔ اور تعبیر کی وجہ یہ ہے کہ قتل انسانی عموماً گردن مارنے سے ہوتا ہے۔ اس لئے یہ تعبیر قتل کے طور پر استعمال ہوا۔ خواہ گردن کے علاوہ کسی دوسرے عضو پر کافر کو مارا جائے۔ حَتَّىٰ إِذَا أَثْخَتْمُوهُمْ (یہاں تک کہ جب تم ان کی خوب خون ریزی کر چکو) خوب قتل کر چکو۔ فَشُدُّوا الْوَتَاقَ (تو

خوب مضبوط باندھ لو) پس ان کو قید کر لو۔ الوثاق یہ واؤ کے فتح و کسرہ دونوں سے مستعمل ہے۔ اس رسی وغیرہ کو کہتے ہیں جس سے قیدی کو باندھا جائے۔ مطلب یہ ہے کہ ان کے بندھن خوب مضبوط باندھو تا کہ وہ کھسک نہ جائیں۔ فَأَمَّا مَنْ بَعْدُ (پھر اس کے بعد یا تو بلا معاوضہ چھوڑ دو) ان کے قید کر لینے کے بعد وَأَمَّا فِدَاءٌ (یا معاوضہ لے کر چھوڑ دینا) نَجْوًا: منّا اور فداءً یہ دو مضمرفعلوں کی وجہ سے منصوب ہیں تقدیر کلام یہ ہے اما تمنون منا و تفدون فداء۔ مطلب یہ ہے کہ کفار کو قید کرنے کے بعد تمہیں ان پر احسان کر کے چھوڑ دینا اور فدیہ لے کر چھوڑنے کا اختیار ہے۔

عند الاحناف:

اساری مشرکین کا حکم قتل یا غلام بنانا ہے۔ یہ فداء و من کا حکم اس آیت سے منسوخ ہے فاقتلوا المشرکین۔ [التوبہ۔ ۵] کیونکہ سورہ براءت آخر میں نازل ہونے والی سورتوں میں سے ہے۔

قول مجاہد رحمہ اللہ:

آج کل من و فداء نہیں۔ اب اسلام قبول کرنا یا ضرب الرقاب ہے۔
نمبر ۲۔ من کا مطلب قتل نہ کرنا بلکہ غلام بنا لینا۔ نمبر ۳۔ ان پر احسان کرنا یہ ہے کہ جزیہ قبول کرنے کے لئے ان کو موقع دیا جائے گا۔

اور الفداء کا معنی قیدیوں سے تبادلہ ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے امام صاحب کا یہ مسلک نقل کیا۔ اور صاحبین کا قول بھی یہی ہے۔ مگر آپ کی طرف منسوب مشہور قول اول ہے کہ مال وغیر مال کسی چیز سے فدیہ نہ ہوگا۔ تاکہ وہ دوبارہ اسلام کے خلاف نبرد آزمانہ ہوں۔

عند الشافعی رحمہ اللہ:

امام المسلمین کو اختیار ہے کہ چار میں سے کسی ایک کو بموقعہ اختیار کرے۔ نمبر ۱۔ قتل۔ نمبر ۲۔ غلام بنانا۔ نمبر ۳۔ فداء یا ساری المسلمین۔ نمبر ۴۔ احسان سے چھوڑنا۔

حَتَّى تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا (جب تک کہ لڑنے والے اپنے ہتھیار نہ رکھ دیں) اوزار: بوجھ آلات ضروریہ تلوار وغیرہ۔ ایک قول: اوزار سے گناہ مراد ہیں مطلب یہ ہوا یہاں تک کہ اہل حرب حرب کو چھوڑ دیں۔ وہ اپنا شرک چھوڑ کر اسلام لے آئیں۔ نمبر ۲۔ یہاں تک کہ وہ ضرب و حرب سے لا تعلق نہ ہو جائیں۔ یہاں تک کہ وہ خالی نہ رہیں اس سے کہ ان کا تعلق ضرب و حرب یا من و فداء سے ہو۔ پس دونوں متعلقوں کے ساتھ شافعی رحمہ اللہ کے ہاں معنی یہ ہے وہ اس بات پر ہمیشہ رہیں گے کہ وہ مشرکین کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف لڑنے والے نہ بنیں اور اس کی شکل یہی ہے کہ ان کی شوکت ختم ہو جائے۔

ایک قول :

یہ حکم ہے جبکہ عیسیٰ علیہ السلام نازل ہونگے۔

عند ابی حنیفہ رحمہ اللہ :

جب ضرب و شد سے معلق کریں تو معنی یہ ہوگا۔ کہ ان سے قتال کیا جائے گا اور قید کیا جائے گا یہاں تک کہ جس حرب بند ہو جائے۔ اور یہ اس وقت ہے جبکہ مشرکین کی شوکت ٹوٹ جائے۔

اور جب من و فداء سے معلق کریں تو مطلب اس طرح ہے ان پر احسان کیا جائے گا کہ وہ فدیہ ادا کریں یہاں تک کہ غزوہ بدر ختم ہو۔ البتہ جو تاویل من و فداء کی ہم ذکر کر چکے وہ تاویل کی جائے۔

انتقام کفار کی صورتیں :

ذٰلِكَ (یہ) یعنی معاملہ اس طرح ہے یہ مبتدأ اور خبر ہے۔ یا یہ محل نصب میں افعلوا فعل محذوف کا مفعول ہے۔ وَكَلِمَاتٍ يَسَاءُ اللّٰهُ لَا تَنْصُرُ مِنْهُمْ (اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو ضرور ان سے انتقام لیتا) لڑائی کے بغیر بعض اسباب ہلاکت کے ساتھ ان سے انتقام لے لیتا۔ جیسے دھنسانے، زلزلے یا ایسی ہی کسی اور صورت سے۔ وَلٰكِنْ (لیکن) اس نے تمہیں قتال کا حکم دیا۔ لِيَبْلُوْا بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ (تاکہ وہ تم میں ایک دوسرے کا امتحان کر لے) یعنی مؤمنین کا کفار کے ذریعہ امتحان لے تاکہ مخلص الگ ہوں اور کفار کو مؤمنوں کے ذریعہ مٹائے۔ وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا (اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے جاتے ہیں)

قراءت : بصری و حفص نے اسی طرح پڑھا جبکہ دیگر قراء نے قاتلوا پڑھا۔ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُضِلَّ اَعْمَالَهُمْ (اللہ تعالیٰ کی راہ میں اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو ہرگز ضائع نہ کریگا)

آیت ۵ : سَيَهْدِيْهِمْ (اللہ تعالیٰ ان کو مقصود تک پہنچائے گا) جنت کے راستہ کی طرف یا منکر نکیر کے درست جواب میں وَيُضِلِّحْ بِاٰلِهِمْ (اور ان کی حالت درست رکھے گا) ان کے خصماء کو راضی کر دے گا اور ان کے اعمال کو قبول کرے گا۔

اللہ کے دین کی مدد :

آیت ۶ : وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَفَهَا لَهُمْ (اور ان کو جنت میں داخل کرے گا۔ جس کی ان کو پہچان کرائے گا)

قول مجاہد رحمہ اللہ :

ان کو ان کی رہائش گاہوں کا اس طرح تعارف کرائے گا کہ کسی سے وہ پوچھنے کے محتاج نہ ہونگے۔ نمبر ۲۔ ان کو عرف نامی خوشبو سے خوشبو والا بنائے گا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ ۗ وَالَّذِينَ كَفَرُوا

اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا

فَتَعَسَّأَلَهُمْ وَاضَلَّ أَعْمَالَهُمْ ۘ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَرِهُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأَحْبَطَ

سوائے لئے ہلاکت ہے اور اللہ ان کے اعمال کو ضائع کر دے گا۔ یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے اس چیز کو کمرہ جانا جو اللہ نے نازل فرمائی سو اس نے ان کے اعمال کو

أَعْمَالَهُمْ ۙ أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ

اکارت کر دیا۔ کیا یہ لوگ زمین میں نہیں چلے پھرے سو انہوں نے نہیں دیکھا کیسا ہوا ان کا انجام جو ان سے

قَبْلِهِمْ ۗ دَمَّرَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَلِلْكَافِرِينَ أَمْثَالُهَا ۙ ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ مَوْلَى الَّذِينَ

پہلے تھے اللہ نے ان پر تباہی ڈال دی اور کافروں کے لئے اسی قسم کی چیزیں ہیں، یہ اس وجہ سے کہ اللہ ایمان والوں کا

آمَنُوا وَأَنَّ الْكَافِرِينَ لَا مَوْلَى لَهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ يَدْخُلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

مولى ہے اور بے شک کافروں کے لئے کوئی بھی مولى نہیں، بے شک جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے اللہ انہیں ایسے باغوں

جَنَّتِ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۗ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يَتَمَتَّعُونَ وَيَأْكُلُونَ كَمَا تَأْكُلُ

میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور جو لوگ کافر ہیں وہ پیش کر رہے ہیں اور اس طرح کھاتے ہیں جس طرح

الْأَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوَىٰ لَهُمْ ۗ وَكَأَيِّنْ مِنْ قَرْيَةٍ هِيَ أَشَدُّ قُوَّةً مِنْ قَرْيَتِكَ الَّتِي

چوپائے کھاتے ہیں اور جہنم ان کا ٹھکانہ ہے، اور بہت سی بستیاں تھیں جنکے رہنے والوں کو ہم نے ہلاک کر دیا یہ بستیوں کی بستی سے زیادہ سخت تھیں

أَخْرَجَتْكَ أَهْلُكُنَّهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ۗ أَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيْنَتِهِ مِنْ رَبِّهِ كَمَنْ

جنہوں نے آپ کو نکال دیا، ان بستیوں کا کوئی مددگار نہ ہوا جو لوگ اپنے پروردگار کے واضح راستہ پر ہوں کیا وہ ان شخصوں کی طرح ہو سکتے ہیں

مُرِينَ لَهُ سُوءَ عَمَلِهِ وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ ۗ

جن کی بد عملی ان کو اچھی چیز بتائی گئی اور جو نفسانی خواہشوں پر چلتے ہوں۔

آیت ۷: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَنْصُرُوا اللَّهَ (اے ایمان والو! اگر تم اللہ تعالیٰ کی مدد کرو گے) اللہ تعالیٰ کی مدد کا مطلب اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کے رسول کی مدد۔ يَنْصُرْكُمْ (وہ تمہاری مدد کرے گا) تمہارے دشمنوں کے خلاف اور تمہیں فتح دے گا۔

وَيُثَبِّتُ أَقْدَامَكُمْ (اور تمہارے قدم جمادے گا) لڑائی کے مواقع پر یا اسلام کی راہ پر۔

آیت ۸: وَالَّذِينَ كَفَرُوا (اور جو لوگ کافر ہیں) نَحْوًا: یہ ابتداء کی وجہ سے موضع رفع میں ہے۔ اور خبر فَعَسَا لَهُمْ (ان کے لئے تباہی ہے) وَأَضَلَّ أَعْمَالَهُمْ (اور اللہ ان کے اعمال کو ضائع کر دے گا) اس کا عطف اسی فعل پر ہے جس نے تعسا کو نصب دیا ہے کیونکہ معنی اس طرح ہے۔ پس فرمایا ان کے لئے ہلاکت ہے۔ التعس۔ ٹھوکر کھانا۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

دنیا میں اس سے مراد قتل اور آخرت میں آگ میں گرنا۔

آیت ۹: ذَلِكَ (یہ) یعنی گمراہی و تباہی بآنَّهُمْ كَرِهُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ (اس سبب سے ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اتارے ہوئے احکام کو ناپسند کیا) مَا أَنْزَلَ اللَّهُ سے قرآن مراد ہے۔ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ (پس اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کو ضائع کر دیا) آیت ۱۰: أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ (کیا یہ لوگ ملک میں چلے پھرے نہیں) یعنی آپ کی امت کے کافر فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ دَمَّرَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ (اور انہوں نے دیکھا نہیں کہ جو لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں۔ ان کا انجام کیا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر کیسی تباہی ڈالی) کہ ان کو استیصال والا عذاب بھیج کر ہلاک کر دیا۔ وَلِلْكَافِرِينَ (اور ان کافروں کے لئے بھی) مشرکین قریش کے لیے امثالہا (اس جیسے معاملات ہونے کو ہیں) ان ہلاک شدہ لوگوں کی مثل کیونکہ تمہیں نہیں کرنا اس پر دلالت کر رہا ہے۔

کار سازی کی جہتیں:

آیت ۱۱: ذَلِكَ (یہ) یعنی مومنوں کی مدد اور کفار کی بد انجامی بَانَ اللَّهُ مَوْلَى الَّذِينَ آمَنُوا (اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا کار ساز ہے) کار ساز و مددگار وَأَنَّ الْكَافِرِينَ لَا مَوْلَى لَهُمْ (اور کافروں کا کوئی کار ساز نہیں) ان کا کوئی مددگار نہیں اللہ تعالیٰ موجد ہونے کی وجہ سے بندے کا کار ساز ہے۔ اس کو بندے میں تصرف کا پورا اختیار ہے۔ اور مدد کا مالک ہے پس موجد و متصرف ہونے کی جہت سے تو وہ مومنوں اور کافروں کا کار ساز ہے اور جہت نصرت کے لحاظ سے صرف مومنوں کا خاص طور پر کار ساز ہے۔

ایمان والوں اور کفار کے انجام کا تقابل:

آیت ۱۲: إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يَتَمَتَّعُونَ (اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور اچھے اعمال کئے ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں اور جو لوگ کافر ہیں وہ عیش کر رہے ہیں) اور دنیا کی زندگی کے سامان سے چند دنوں نفع اٹھا رہے ہیں۔ وَيَأْكُلُونَ (اور وہ اس طرح کھاتے ہیں) جو بلا سوچ و فکر انجام محض غفلت سے ہے۔ كَمَا تَأْكُلُ الْأَنْعَامُ (جیسے چوپائے کھاتے ہیں) اپنی چراگاہوں

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وَعَدَ الْمُتَّقُونَ فِيهَا أَنْهَارٌ مِنْ مَّاءٍ غَيْرِ آسِنٍ وَأَنْهَارٌ

جس جنت کا متقیوں سے وعدہ کیا جاتا ہے اس کی کیفیت یہ ہے کہ اس میں بہت سی نہریں ایسے پانی کی ہیں جن میں ذرا تغیر نہ ہوگا اور بہت سی نہریں

مِنْ لَبَنٍ لَمْ يَتَغَيَّرَ طَعْمُهُ وَأَنْهَارٌ مِنْ خَمْرٍ لَذَّةٍ لِلشَّارِبِينَ وَأَنْهَارٌ مِنْ

دودھ کی ہیں جن کا ذائقہ ذرا بدلا ہوا نہ ہوگا اور بہت سی نہریں شراب کی ہیں جو پینے والوں کو بہت لذیذ معلوم ہوگی اور بہت سی نہریں

عَسَلٍ مُصَفًّى وَلَهُمْ فِيهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ كَمَنْ

شہد کی ہیں جو بالکل صاف ہوگا اور انکے لئے وہاں ہر قسم کے پھل ہوں گے اور ان کے رب کی طرف سے بخشش ہوگی کیا ایسے لوگ ان جیسے ہو سکتے ہیں

هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوا مَاءً حَمِيمًا فَقَطَّعَ أَمْعَاءَهُمْ ۝۱۵

جو ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور کھوتا ہوا پانی انکو پلایا جائے گا۔ سو وہ ان کی انتڑیوں کے ٹکڑے کر ڈالے گا۔

اور علف زاروں میں بغیر اس بات کو سوچے و سمجھے کہ ان کو اس کے بعد نحر و ذبح ہونا ہوگا۔ وَالنَّارُ مَشْوًى لَّهُمْ (اور جہنم ان لوگوں کا ٹھکانہ ہے) منزل و مقام ہے۔

آیت ۱۳: وَكَأَيِّن مِّن قَرْيَةٍ (اور بہت سی بستیاں ایسی تھیں) کم من قریہ یہ کثرت کو بیان کرنے کیلئے ہے۔ قریہ سے اہل قریہ مراد ہیں اسی لئے فرمایا: أَهْلُكُنَّاهُمْ هِيَ أَشَدُّ قُوَّةً مِّن قَرْيَتِكَ الَّتِي أَخْرَجْتِكَ (ہم نے ان کو ہلاک کر دیا جو قوت میں اس بستی سے بڑھی ہوئی تھیں۔ جس کے رہنے والوں نے آپ کو گھر سے بے گھر کیا) مطلب یہ ہے بہت سی بستیاں تیری قوم سے جنہوں نے آپ کو نکالا زیادہ طاقتور تھیں۔ اخراج جوں کا مطلب آپ کے مکہ سے نکلنے کا سبب بنے۔ أَهْلُكُنَّاهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ (ہم نے ان کو ہلاک کر دیا ان کا کوئی مددگار نہ ہوا) ان کے لئے کوئی ایسا نہ ہوا جو ان سے عذاب کو روک لیتا اور ان کی مدد کرتا۔

آیت ۱۴: أَقَمْنَاكَ عَلَى بَيْتِنَا مِن رَّبِّهِ (تو جو لوگ اپنے رب کے واضح راستہ پر ہوں) کیا وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حجت و برہان پر ہو۔ اور وہ برہان قرآن مجید اور دیگر معجزات رسول ہے۔ مَنْ سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ كَمَنْ زَيْنَ لَهُ سُوءَ عَمَلِهِ (کیا وہ اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے۔ جس کی بد عملی اس کو مستحسن معلوم ہو) اس سے مراد اہل مکہ ہیں جن کے لئے شیطان نے ان کے شرک اور اللہ اور اس کے رسول کی عداوت کو مزین کر دیا تھا۔ سوء عملہ کی ضمیر واحد من کے لفظ کا لحاظ کر کے لائے اور وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ کی ضمائر جمع من کے معنی کا لحاظ کر کے لائے۔

جنت کا حال:

آیت ۱۵: مَثَلُ الْجَنَّةِ (جس جنت کا متقیوں سے وعدہ کیا جاتا ہے) الَّتِي وَعَدَ الْمُتَّقُونَ (اس کی کیفیت یعنی عجیب شان یہ

ہے کہ) متقی سے مراد شرک سے بچنے والا ہے۔ فِيهَا أَنْهَرُ (اس جنت میں نہریں تو ایسے پانی کی ہیں) حَجْوٍ: نمبر ۱۔ یہ صلہ کے حکم میں داخل ہے اور اس کے لئے تکریر کی مانند ہے۔ یہ ایسے ہے جیسے تم کہتے ہو الٹی فیہا انہار۔ یہ کہنا صحیح ہے۔ اسی طرح بلا صلہ اس کے معادلانا یہی حکم رکھتا ہے۔ نمبر ۲۔ یا یہ حال ہے مستقرۃ فیہا انہار۔ اس حال میں کہ نہریں اس میں قرار پکڑنے والی ہیں۔ مِّنْ مَّاءٍ غَيْرِ اِسْنٍ (اچھے پانی کی جن میں ذرات غیر نہ ہوگا) نہ رنگ بدلے نہ بونہ ذائقہ۔ عرب کہتے ہیں اسن الماء۔ جبکہ اس کا ذائقہ اور بو بدلے۔

قراءت: مکی نے اِسْنٌ پڑھا۔

وَ اَنْهَرُ مِّنْ لَّبَنِ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ (اور بہت سی نہریں دودھ کی جن کا ذائقہ نہ تبدیل ہو) جیسا کہ دُنیا کے دودھ کھٹے ہو جاتے ہیں۔

وَ اَنْهَرُ مِّنْ خَمْرٍ لَّدَّةٍ لِلشَّرْبِ (اور بہت سی نہریں شراب کی جو پینے والوں کو بہت لذیذ معلوم ہوں) لَّدَّةٌ یہ لَّد کی مؤنث ہے اور وہ لذیذ کو کہتے ہیں۔ للشربین بڑھا کر بتلایا کہ وہ خالص لذت ہی ہے۔ اس شراب میں نہ خماز نہ سرگرانی نہ عقل کا اڑنا اور نہ ہی شراب دنیا کی شراب والی کوئی خرابی۔ وَ اَنْهَرُ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى (اور بہت سی نہریں شہد کی جو بالکل صاف ہوگا) وہ شہد مکھی کے پیٹ سے نکل کر آنے والا نہ ہوگا کہ اس میں موم کی ملاوٹ ہو اور اسی طرح کی دیگر ملاوٹیں نہ ہوں گی۔ وَلَهُمْ فِيهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَبِّهِمْ (اور ان کے لئے وہاں ہر قسم کے پھل ہوں گے اور ان کے رب کی طرف سے بخشش ہوگی) حَجْوٍ: مثل مبتدأ اور اس کی خبر کمن ہو خالد۔ ہے۔

كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوا مَاءً حَمِيمًا (کیا ایسے لوگ ان جیسے ہو سکتے ہیں جو ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور کھولتا ہو پانی ان کو دیا جائے گا) حَمِيمًا انتہائی گرم۔ فَقَطَّعَ اَمْعَاءَهُمْ (پس وہ ان کی انتڑیوں کو کاٹ ڈالے گا) تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ أمثل الجنة كمثل جزاء من هو خالد في النار؟ یہ کلام اثبات کی صورت میں ہے۔ اور اس کا معنی نفی ہے۔ کیونکہ یہ ایسے کلام کے حکم پر مشتمل ہے جو صرف انکار پر مشتمل ہو اور اس کی جگہ میں داخل ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے اَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيْنَةٍ مِّن رَّبِّهِ كَمَن زَيْنَ لَهُ سُوءَ عَمَلِهِ [محمد-۱۳]

حرف انکار کے حذف کا فائدہ:

یہ ہے کہ اس شخص کے مجادلہ اور مکابرہ کی تصویر کھینچی گئی جو دلیل حق کے پیرو اور خواہش پرست میں برابری پر اصرار کرنے والا ہے وہ گویا اس شخص کی طرح ہے جو جاری نہروں والی جنت اور گرم پانیوں والی جہنم میں برابری کا مدعی ہو۔

وَمِنْهُمْ مَنْ يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ حَتَّىٰ إِذَا خَرَجُوا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوا الَّذِينَ أُوْتُوا الْعِلْمَ

اور بعض آدمی ایسے ہیں کہ وہ آپ کی طرف کان لگاتے ہیں یہاں تک کہ جب وہ لوگ آپ کے پاس سے باہر جاتے ہیں تو اہل علم سے کہتے ہیں

مَاذَا قَالَ إِنْفَاءً أُولَٰئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ ۝۱۶

کہ حضرت نے ابھی کیا بات فرمائی تھی؟ یہ وہ لوگ ہیں کہ حق تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے اور وہ اپنی نفسانی خواہشوں پر چلتے ہیں،

وَالَّذِينَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًىٰ وَآتَاهُمْ تَقْوَاهُمْ ۝۱۷ فَهَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ

اور جو لوگ سچ راہ پر ہیں اللہ تعالیٰ ان کو اور زیادہ ہدایت دیتا ہے اور ان کو انکے تقویٰ کی توفیق دیتا ہے سو یہ لوگ بس قیامت کے منتظر ہیں

أَن تَأْتِيَهُم بَغْتَةً فَقَدْ جَاءَ أَشْرَاطُهَا فَأَنَّىٰ لَهُمْ إِذَا جَاءَهُمْ ذِكْرُهُمْ ۝۱۸

کہ وہ اس پر دفعتہ آپڑے، سو آسلی علامتیں تو آچکی ہیں سو جب قیامت انکے سامنے آکھڑی ہوئی اس وقت انکو سمجھنا کہاں میسر ہوگا؟

فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ۗ وَاللَّهُ

تو آپ اس کا یقین رکھئے کہ بجز اللہ کے اور کوئی لائق عبادت نہیں اور آپ اپنی خطا کی معافی مانگتے رہیے اور سب مسلمان مردوں اور سب عورتوں کیلئے بھی اور اللہ

يَعْلَمُ مَتَّ قَلْبِكُمْ وَمَشُوبِكُمْ ۝۱۹

تمہارے چلنے پھرنے اور رہنے سہنے کی خبر رکھتا ہے

آیت ۱۶: وَمِنْهُمْ مَنْ يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ حَتَّىٰ إِذَا خَرَجُوا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوا الَّذِينَ أُوْتُوا الْعِلْمَ (اور بعض آدمی ایسے ہیں جو آپ کی طرف کان لگاتے ہیں یہاں تک کہ جب) عِنْدِكَ قَالُوا لِلَّذِينَ أُوْتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ إِنْفَاءً (وہ لوگ آپ کے پاس سے باہر جاتے ہیں۔ تو دوسرے اہل علم سے کہتے ہیں۔ کہ حضرت نے ابھی کیا بات فرمائی تھی) یہ منافقین تھے جو مجلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر آپ کا کلام تو سنتے مگر اس کی طرف پوری توجہ نہ کرتے تھے۔ اور سستی کرتے ہوئے اس کی کوئی پرواہ نہ کرتے۔ جب آپ کی مجلس سے نکل جاتے تو اہل علم صحابہ سے مل کر کہتے۔ کہ آپ نے اس وقت کیا فرمایا۔ اور یہ بات بطور استہزاء کہتے تھے۔ اُولَٰئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ (یہ وہ لوگ ہیں کہ حق تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر کر دی ہے۔ اور یہ اپنی نفسانی خواہشات پر چلتے ہیں)

آیت ۱۷: وَالَّذِينَ اهْتَدَوْا (اور وہ لوگ جو ہدایت پر ہیں) اِيْمَانٌ لَّا كُرْهُ لَكُمْ فِي قُرْآنِ الْكَرِيمِ (اللہ تعالیٰ نے بڑھادیا) هُدًى (ان کی ہدایت کو)۔ علم و بصیرت یا شرح صدر کو۔ وَآتَاهُمْ تَقْوَاهُمْ (اور ان کو ان کے تقویٰ کی توفیق دیتا ہے) تقویٰ پران کی اعانت فرمائی یا ان کو ان کے تقویٰ کا بدلہ دیا یا ان کے سامنے تقویٰ کی حقیقت کھول دی جس سے تقویٰ پران کا چلنا آسان

ہو گیا۔

آیت ۱۸: فَهَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ (پس یہ لوگ تو قیامت کے منتظر ہیں) وہ قیامت کا انتظار کر رہے ہیں۔ اَنْ تَاتِيَهُمْ (کہ وہ ان کے اوپر آ پڑے) یہ مصدر معنی اتیان میں ہے۔ یہ ساعت سے بدل الاشتمال ہے۔ بَغْتَةً (اچانک)

علامات قیامت:

فَقَدْ جَاءَ أَشْرَاطُهَا (پس اس کی علامات تو آ چکی ہیں) شرط علامت کو کہتے ہیں اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ ہے۔ اور اسی طرح چاند کا پھٹنا، دھوئیں کا ظہور۔

ایک قول یہ بھی ہے:

قطع رحمی، شرفاء کی کمی، کینوں کی بھیڑ۔

فَإِنِّي لَهُمْ إِذَا جَاءَ تَهُمْ ذِكْرُهُمْ (پس جب قیامت ان کے سامنے آ کھڑی ہوگی تو اس وقت ان کو سمجھنا کہاں میسر آئے گا)۔

قول اخفش:

تقدیر عبارت یہ ہے۔ فانی لهم ذکر اہم اذا جاء تہم۔ ان کے یاد آنے کا فائدہ کیا ہوگا جبکہ وہ ان کے پاس آن پہنچے گی۔

علم وحدانیت پر قائم رہیں:

آیت ۱۹: فَاعْلَمُ أَنَّهُ (تو آپ اس کا یقین رکھیے تحقیق شان یہ ہے) لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ (کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی لائق عبادت نہیں اور آپ اپنی خطا کی معافی مانگتے رہیے اور سب مسلمان مردوں اور سب مسلمان عورتوں کے لئے بھی) معنی یہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا جو علم آپ کو دیا گیا اس پر قائم رہیں اور تواضع پر ثابت قدمی دکھائیں اور استغفار کے ساتھ اپنے ذنب اور جو آپ کے دین پر ہوں ان کے ذنوب کو مٹاتے رہیے۔

شرح التاویلات:

جائز ہے کہ آپ کا ذنب ہو اس لئے استغفار کا حکم دیا گیا لیکن ہم نہیں جانتے سوائے اس بات کے کہ انبیاء کا ذنب ترک افضل ہے۔ نہ کہ کسی قبیح کا ارتکاب اور ہمارے گناہ تو قبائح کے ارتکاب سے ہیں خواہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ۔

فاء کا فائدہ:

ان آیات میں فَاؤں کا آنا اس لئے ہے کہ عطف جملہ علی الجملہ ہو جن کے مابین اتصال ہے۔

اللہ تمہاری تمام حالتوں سے واقف ہے:

وَاللَّهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ (اور اللہ تعالیٰ تمہارے چلنے پھرنے کی خبر رکھتا ہے) تمہارے معیشت اور تجارت کے سلسلے میں ادھر ادھر جانے کو جانتا ہے۔ وَمَثْوَاكُمْ (اور تمہارے رہنے سہنے کو) اپنے مکانات میں جہاں تم ٹھہرتے ہو۔ نمبر ۲۔ یا زندگی میں مختلف حالتوں میں پلٹنا (بچپن سے بڑھاپا) اور مَثْوَاكُمْ سے قبور میں رہائش پذیر ہونا۔ نمبر ۳۔ اعمال کرنے میں تگ و دو کرنا (یہ تقلب فی الاعمال ہے) اور مَثْوَاكُمْ سے جنت یا دوزخ میں قیام۔ اور ایسی ذات اس لائق ہے کہ اس سے ڈرا جائے اور اس سے تقویٰ اختیار کیا جائے اور اس سے مغفرت مانگی جائے۔

سفیان بن عیینہ کا قول:

سفیان سے کسی نے علم کی فضیلت دریافت کی تو کہنے لگے۔ کیا تم نے ارشاد الہی نہیں سنا۔ فاعلم انه لا اله الا الله واستغفر لذنبك۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں علم کے بعد عمل کا حکم دیا۔

وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا لَوْلَا نَزَّلَتْ سُورَةٌ فَإِذَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ مُحْكَمَةٌ وَذُكِرَ فِيهَا

اور جو لوگ ایمان والے ہیں وہ کہتے ہیں کہ کوئی سورت کیوں نہ نازل ہوئی سو جس وقت کوئی محکم سورت نازل ہوتی ہے اور اس میں

الْقِتَالُ رَأَيْتَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ

جہاد کا ذکر ہوتا ہے تو جن لوگوں کے دلوں میں بیماری ہے آپ ان لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ آپ کی طرف اس طرح دیکھ رہے ہیں جیسے کسی پر موت کی

مِنَ الْمَوْتِ طَأُولِي لَهُمْ طَاعَةٌ وَقَوْلٌ مَّعْرُوفٌ فَإِذَا عَزَمَ الْأَمْرُ فَلَوْصَدَقُوا اللَّهَ

بے ہوش طاری ہوگی ہو، سو غمگین رہنے والی ہے، ان کی اطاعت اور بات چیت معلوم ہے، پھر جب مضبوطی کے ساتھ حکم آگیا تو اگر یہ لوگ اللہ سے سچا وعدہ کرتے

لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ ۗ فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتَقَطَّعُوا

تو ان کیلئے بہت ہی بہتر ہوتا، سو اگر تم والی بن جاؤ تو آیا تم کو یہ احتمال بھی ہے کہ دنیا میں فساد مچاؤ اور آپس میں

أَرْحَامَكُمْ ۗ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعَمَّى أَبْصَارَهُمْ ۗ أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ

قطع رحمی کر دو، یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے اپنی رحمت سے دور کر دیا پھر ان کو بہرا کر دیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا، سو کیا یہ لوگ

الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا ۗ

قرآن میں غور نہیں کرتے یا دلوں پر ان کے قفل ہیں۔

آیت ۳۰: وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا لَوْلَا نَزَّلَتْ سُورَةٌ (اور جو ایمان والے ہیں وہ کہتے ہیں کہ کوئی سورت کیوں نہ نازل ہوئی) جس میں جہاد کا ذکر ہوتا۔ فَإِذَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ (پس جس وقت کوئی سورت اتاری جاتی ہے۔ جو جہاد کو بیان کرتی ہے۔ مُحْكَمَةٌ (صاف صاف) واضح جس میں کسی اور وجہ کا احتمال نہیں بلکہ صرف جہاد کا جو ظاہر ہوتا ہے۔

قول قتادہ رحمہ اللہ!

ہر سورت جس میں جہاد کا ذکر ہے وہ سورہ محکمہ ہے اس لئے کہ اس پر نسخ وارد نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کے نزول سے پہلے جو صلح اور ملاپ کا حکم دیا گیا تھا وہ سب حکم جہاد سے منسوخ ہونے والا ہے حکم جہاد قیامت تک جاری رہے گا۔

منافقین کی آنکھیں بزودی سے پتھرانے والی ہیں:

وَذُكِرَ فِيهَا الْقِتَالُ (اور اس میں جہاد کا بھی ذکر ہوتا ہے) جہاد کا حکم دیا جاتا ہے۔ رَأَيْتَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ (تو جن لوگوں کے دلوں میں بیماری ہے آپ ان لوگوں کو دیکھتے ہیں) مرض سے منافقت مراد ہے۔ منافقین کو دیکھیں گے کہ وہ

اکتاہٹ محسوس کرتے ہیں۔ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ نَظْرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ (کہ وہ آپ کی طرف دیکھتے ہیں۔ جیسے کسی پر موت کی بے ہوشی طاری ہو) ان کی آنکھیں بزدلی اور گھبراہٹ سے پھرائیں گی جیسا سکرات موت کا بتلا ہوتا ہے۔ فَأُولَئِي لَهُمْ (پس عنقریب ان کی کم بختی آنے والی ہے) یہ وعید ہے۔ اس کا معنی یہ ہے ان کے لئے ہلاکت ہو۔ یہ الولیٰ سے اسم تفضیل ہے۔ اور ولی قریب کو کہتے ہیں اس میں ان کو بد عادی گئی کہ ان کی بد بختی ان کے سر پر کھڑی ہے۔

آیت ۲۱: طَاعَةٌ وَقَوْلٌ مَّعْرُوفٌ (ان کی اطاعت اور بات چیت معلوم ہے) نَجْوَى: یہ جملہ مستانفہ ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے۔ طاعة و قول معروف خیر لهم۔ فَإِذَا عَزَمَ الْأَمْرُ (پھر جب سارا کام تیار ہی ہو جاتا ہے) جب معاملہ حقیقت بن کر سامنے آ جاتا ہے اور لڑائی ان پر لازم ہو جاتی ہے۔ فَلَوْ صَدَقُوا اللَّهَ (تو اگر یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے سچے رہتے) ایمان اور اطاعت میں۔ لَكَانَ (تو یہ سچ) خَيْرًا لَهُمْ (ان کے لئے بہت بہتر رہتا) جہاد سے نفرت کی بنسبت۔

آیت ۲۲: پھر انداز غائب سے خطاب کی طرف پھیر دیا تاکہ اس سے توجیح و ترہیب ہو۔ فرمایا فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتَقَطَّعُوا أَرْحَامَكُمْ (پس اگر تم کنارہ کش رہو آیا تم کو یہ احتمال بھی ہے کہ تم دنیا میں فساد مچا دو۔ اور آپس میں قطع قرابت کرو) شاید کہ اگر تم دین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی سنت سے منہ موڑ لو تو تم اسی جاہلیت کی طرف لوٹ جاؤ گے جس میں لوٹ مار اور زمین میں فساد پھیلانا اور قطع ارحام جبکہ اپنے ہی بعض اقارب سے لڑ پڑو اور بچیوں کو زندہ درگور کرنے کی طرف لوٹو گے۔ نَجْوَى: ان تفسدوا یہ عسلی کی خبر ہے۔ اور شرط اسم و خبر کے درمیان جملہ معترضہ ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تَفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتَقَطَّعُوا أَرْحَامَكُمْ، ان توليتم۔

آیت ۲۳: أُولَئِكَ (یہ) اس میں مذکورہ بالا لوگوں کی طرف اشارہ فرمایا۔ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ (وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے) لعنت۔ رحمت سے ان کو دور کر دیا ہے۔ فَأَصَمَّهُمْ (پھر ان کو بہرا کر دیا) نصیحت کو غور سے سننے سے۔ وَأَعَمَّى أَبْصَارَهُمْ (اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا) کہ ہدایت کا راستہ دیکھیں۔

کفار کے قلوب پر قفل لگ چکے:

آیت ۲۴: أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ (تو کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے) تاکہ یہ اس کے مواعظ و نصائح اور زواجر کو پہچانتے۔ اس میں نافرمانوں کے لئے وعید ہے تاکہ وہ معاصی کی طرف جسارت سے باز رہیں۔ أَمْ عَلَى قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا (یا دلوں پر قفل لگ رہے ہیں) ام۔ یہ بل کے معنی میں ہے اور ہمزہ تقریری ہے۔ ان کے بارے میں یہ ثابت کرنے کے لئے لائے کہ ان کے دل مقفل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر ان تک نہیں پہنچتا۔ قلوب نکرہ لائے کیونکہ مراد یہ ہے۔ ایسے سخت دلوں پر جن کا معاملہ مبہم ہے۔ مراد بعض دل ہیں۔ اور وہ قلوب منافقین ہیں۔ اقفال کی اضافت و نسبت قلوب کی طرف کی گئی ہے کیونکہ اس سے وہ قفل مراد ہیں جو دلوں کے ساتھ خاص ہیں اور وہ کفر کے قفل ہیں جو بند ہو چکے وہ کھلتے نہیں جیسا رین ختم اور طبع ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ ارْتَدُّوا عَلَىٰ أَدْبَارِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَىٰ ۗ الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ

بے شک جو لوگ پشت پھیر کر پلٹ گئے اس کے بعد کہ ان کے لئے ہدایت ظاہر ہو گئی تھی شیطان نے ان کے سامنے

لَهُمْ طَوَامِلٌ ۙ لَهُمْ ۗ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِيعُكُمْ فِيْ بَعْضِ

مزین کر دیا اور انہیں تاخیر والی باتیں سمجھادیں، یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے ان لوگوں سے کہا جنہوں نے اللہ کے نازل کئے ہوئے فرمان کو ناپسند کیا کہ ہم بعض کاموں میں تمہاری

الْاٰمِرِ ۗ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ سِرّٰرَهُمْ ۗ فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّيْتَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ يُضْرَبُوْنَ وُجُوْهُهُمْ

اطاعت کریں گے، اور اللہ ان کے خفیہ باتیں کرنے کو جانتا ہے، سو ان کا کیا حال ہوگا جب فرشتے ان کی جانوں کو قبض کرتے ہوئے انکے چہروں اور ان کی

وَادْبَارَهُمْ ۗ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اتَّبَعُوْا مَا اسَّخَطَ اللّٰهُ وَكَرِهُوْا رِضْوَانَهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ۗ

پشتوں پر مارے ہوں گے یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے اس چیز کا اتباع کیا جس نے اللہ کو ناراض کیا اور انہوں نے اللہ کی رضا کو ناپسند کیا تو اللہ نے ان کے اعمال کو ضائع کر دیا۔

آیت ۲۵: إِنَّ الَّذِينَ ارْتَدُّوا عَلَىٰ أَدْبَارِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَىٰ (جو لوگ پشت پھیر کر ہٹ گئے۔ بعد اس کے کہ سیدھا راستہ ان کو صاف معلوم ہو گیا)۔ یعنی منافقین حق کے واضح ہو جانے کے باوجود خفیہ طور پر کفر کی طرف پھر گئے۔ الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ وَآمَلَى لَهُمْ (شیطان نے ان کو پھتمہ دیا اور ان کو دور کی امید دلائی) سَوَّلَ۔ زین اور املی۔ امیدیں اور لمبی تمنا میں کرنا۔

قراءت: ابو عمرو نے و املی پڑھا ہے یعنی ان کو مہلت دی گئی اور ان کی عمر دراز کی گئی۔

آیت ۲۶: ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ (یہ اس وجہ سے ہوا کہ انہوں نے ان لوگوں کو جو اللہ تعالیٰ کے اتارے ہوئے احکام ناپسند کرتے تھے۔ یہ کہا) منافقین نے یہود کو جا کر کہا۔ سَنُطِيعُكُمْ فِيْ بَعْضِ الْاٰمِرِ (بعض باتوں میں ہم تمہارا کہنا مان لیں گے) مثلاً یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت اور ان کی معاونت سے گریز۔ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ سِرّٰرَهُمْ (اللہ تعالیٰ ان کی خفیہ باتیں کرنے کو جانتا ہے) اسرار۔ یہ اسرار کا مصدر ہے۔

قراءت: حمزہ علی، حفص نے اسی طرح پڑھا۔ دیگر قراء نے اَسْرَارَهُمْ جمع سِرٌّ پڑھا ہے۔

آیت ۲۷: فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّيْتَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ (پس ان کا کیا حال ہوگا جب فرشتے ان کی جان قبض کرتے ہوئے) یعنی وہ اس وقت کیا کریں گے؟ ان کا کیا حیلہ ہوگا؟ يُضْرَبُوْنَ وَوُجُوْهُهُمْ (اور ان کے چہروں اور پشتوں پر مارتے جاتے ہوئے)

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ أَنْ لَنْ يُخْرِجَ اللَّهُ أَضْغَانَهُمْ ۗ وَلَوْ نَشَاءُ

کیا ان لوگوں نے خیال کیا ہے جن کو دلوں میں مرض ہے کہ اللہ انکے کیوں کو نہ نکالے گا، اور اگر تم چاہتے

لَأَرِيَنَّهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيمَاهُمْ ۗ وَتَعَرَّفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ أَعْمَالَكُمْ ۙ

تو آپ کو انہیں دکھادیتے، سو آپ انہیں ان کی نشانی سے پہچان لیتے اور آپ انہیں ضرور بالضرورت بات کرنے کے ڈھنگ سے پہچان لیں گے، بلکہ اللہ تمہارے اعمال کو جانتا ہے،

وَلَنْبَلُونَكُمْ حَتَّى نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِينَ مِنْكُمْ وَالصَّابِرِينَ ۗ وَنَبَلُوا أَخْبَارَكُمْ ۙ

اور بلاشبہ ہم ضرور تم کو آزا کریں گے تاکہ ہم تم میں سے مجاہدین کو اور صبر کرنے والوں کو جان لیں اور تاکہ ہم تمہارے اعمال کو جان لیں۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

جو شخص معصیت پر مرتا ہے تو فرشتے اس کے چہرے اور پشت پر مارتے ہیں۔

آیت ۲۸: ذَلِكَ (یہ) اس سے توفی موصوف کی طرف اشارہ ہے۔ بَانْتَهُمْ بَاءٌ سِيَّيَةٌ هِيَ۔ (اس وجہ سے کہ انہوں نے) اتَّبَعُوا مَا

أَسْخَطَ اللَّهُ (اس چیز کی اتباع کی جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کو لازم کرنے والی تھی) یعنی کفار کی معاونت۔ وَكَرِهُوا رِضْوَانَهُ (اور اسکی

رضامندی سے نفرت کی) یعنی ایمان والوں کی امداد و معاونت۔ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ (اسلئے اللہ تعالیٰ نے انکے اعمال کو کالعدم کر دیا)

آیت ۲۹: أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ أَنْ لَنْ يُخْرِجَ اللَّهُ أَضْغَانَهُمْ (جن لوگوں کے دلوں میں مرض ہے۔ کیا یہ

لوگ خیال کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کبھی ان کے دلوں کی عداوتوں کو ظاہر نہ کریں گے) اَضْغَانٌ: کینے۔ مطلب یہ ہے منافقین نے

یہ گمان کر لیا کہ اللہ تعالیٰ ان کے بغض و عداوت کو مومنین کے سامنے ظاہر نہ کریں گے۔

آیت ۳۰: وَلَوْ نَشَاءُ لَأَرَيْنَهُمْ (اگر ہم چاہتے تو ہم آپ کو ان کا پورا پتہ بتا دیتے) ہم ان کے بارے میں آپ کی راہنمائی کر

دیتے اور آپ کو ان کی پہچان کر دیتے۔ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيمَاهُمْ (پس آپ ان کو ان کے حلیہ سے پہچان لیتے) سِيمَا: علامت۔ یعنی

اللہ تعالیٰ ان کی ایسی علامت ذکر کرتے جس سے وہ معلوم ہو جاتے۔

قول انس رضی اللہ عنہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس آیت کے بعد کوئی منافق مخفی نہ رہا۔ آپ ان کو ان کی علامات سے پہچانتے تھے۔

وَلَتَعَرَّفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ (آپ ان کو طرز کلام سے ضرور پہچان لیں گے) کلام کے اندر خوبصورت انداز و طرز سے۔

کیونکہ وہ اپنے دلوں کے اندر کی بات کو چھپانے کی قدرت نہ رکھتے تھے۔

جب اس آیت کو پڑھتے تو رو دیتے اور کہتے: اللھم لا تبلسنا۔ اے اللہ تو ہمیں نہ آزما اگر تو نے ہمیں آزمایا تو تو نے ہمیں

رسوا کر دیا اور ہماری عزتوں پر پڑے پردوں کو چاک کر دیا اور ہمیں سزا میں ڈال دیا۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَشَاقُّوا الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستے سے روکا اور رسول کی مخالفت کی اس کے بعد

تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَىٰ لَنْ يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا وَسَيُحِبُّ أَعْمَالَهُمْ ۙ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ

کہ انکے لئے ہدایت ظاہر ہو گئی یہ لوگ اللہ کو کچھ بھی نقصان نہ پہنچا سکیں گے اور وہ عنقریب ان کے اعمال کو اکارت کر دے گا، اے ایمان

أَمِنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ ۚ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا

والو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اپنے اعمال کو باطل نہ کرو، بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستے

عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ مَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ ۗ فَلَا تَهِنُوا وَتَدْعُوا

سے روکا پھر وہ اس حال میں مر گئے کہ وہ کافر تھے تو ہرگز اللہ ان کی مغفرت نہ فرمائے گا، سو تم ست نہ بنو اور صلح کی طرف

إِلَى السَّلَامِ وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ ۗ وَاللَّهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَتْرُكَكُمْ أَعْمَالَكُمْ ۙ

مت بلاؤ اور تم غالب رہو گے اور اللہ تمہارے ساتھ ہے اور تمہارے اعمال میں ہرگز کمی نہ کرے گا۔

اور فلعرفتہم کی لام یہ لو کے جواب میں آئی ہے۔ جیسا کہ لا رینکمہم میں ہے معطوف میں دوبارہ لائے۔ البتہ ولتعرفتمہم کی لام یہ قسم محذوف کے جواب میں نون ثقیلہ کے ساتھ مل کر آرہی ہے۔ وَاللَّهُ يَعْلَمُ أَعْمَالَكُمْ (اور اللہ تعالیٰ تم سب کے اعمال کو جانتا ہے) پس وہ اعمال میں سے خیر و شر کو الگ کرتا اور کرتا رہے گا۔

آزمائش برائے ظہور:

آیت ۳۱: وَلَنْبَلُونَكُمْ (اور ضرور تمہاری آزمائش کریں گے) قتال کے ذریعہ تمہارے سامنے ظاہر کرنے کے لئے نہ کہ تمہارے متعلق معلومات لینے کیلئے (کیونکہ ہم تو علام الغیوب ہیں) نمبر ۲۔ ہم تم سے ایسا معاملہ کریں گے۔ جیسا امتحان لینے والا معاملہ کرتا ہے تاکہ اظہار عدل میں بلغ تر ہو۔ حَتَّى نَعْلَمَ الْمُجْهِدِينَ مِنْكُمْ وَالصَّابِرِينَ (تاکہ ہم ان لوگوں کو معلوم کر لیں جو تم میں سے جہاد کرنے والے اور جو ثابت قدم رہنے والے ہیں) یعنی جہاد پر ثابت قدم یعنی اس کا ہونا جان لیں جس کے متعلق ہم جانتے ہیں کہ وہ عنقریب پیش آئے گا۔ وَنَبَلُوا أَخْبَارَكُمْ (اور تمہاری حالتوں کی جانچ کر لیں) اخبار سے مراد یہاں مخفی حالات ہیں۔
قرآءت: ابوبکر نے لیبلونکم حتی يعلم اور یبلو پڑھا ہے۔

آپ کو پہچاننے کے باوجود کفار کی معاونت کی:

آیت ۳۲: إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَشَاقُّوا الرَّسُولَ (بیشک جو لوگ کافر ہوئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکا اور رسول کی مخالفت کی) اور اس سے دشمنی اختیار کی یعنی بدر کے دن کھانا کھلانے والے تھے۔ اور یہ گزر چکا ہے۔ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَىٰ (اس کے بعد کہ ان کو رستہ نظر آچکا تھا) اس کے بعد کہ ان کے سامنے آپ کی حقانیت ظاہر ہو گئی تھی اور آپ کا رسول اللہ ہونا پہچان چکے تھے۔ لَنْ يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا وَسَيُحِطُّ أَعْمَالَكُمْ (یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو مٹا دے گا) جو اعمال انہوں نے مخالفتِ رسول میں کیے۔ ان کو اس طرح مٹایا جائے گا کہ اس سے ان کی اغراض پوری نہ ہو سکیں گی۔

آیت ۳۳: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تَبْطُلُوا أَعْمَالَكُمْ (اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو باطل مت کرو) منافقت یا ریا کاری سے۔
 آیت ۳۴: إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ مَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ (بیشک جو لوگ کافر ہو گئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے رستہ سے روکا پھر وہ کافر ہی رہ کر مر گئے پس اللہ تعالیٰ ان کو کبھی نہ بخشے گا)

ایک قول:

قلیب بدر والے لوگ مراد ہیں۔ اور ظاہر آیت عموم کو چاہتی ہے۔

آیت ۳۵: فَلَا تَهِنُوا (اور تم ہمت مت ہارو!) اور تم کمزوری مت دکھاؤ اور دشمن کے سامنے جھکومت۔ وَتَدْعُوا إِلَى السَّلَامِ (اور صلح کی طرف مت بلاؤ)

قرآنت: حمزہ ابوبکر ابو عمرو نے السَّلَامِ پڑھا اور دونوں کا معنی مسالمت ہے مطلب یہ ہے کہ کفار کو صلح کی دعوت مت دو۔
 وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ (اور تم ہی غالب ہو گے) ضرور غالب ہو گے۔ تدعوا۔ یہ مجزوم ہے کیونکہ حکم نبی میں داخل ہے۔ وَاللَّهُ مَعَكُمْ (اور اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہیں) مدد سے یعنی وہ تمہارا حامی و ناصر ہے۔ وَلَنْ يَتْرُقَكُمْ أَعْمَالَكُمْ (وہ تمہارے اعمال میں ہرگز کمی نہ کرے گا) یعنی تمہارے اعمال کا بدلہ کم نہ کرے گا۔

إِنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهُوَ ۖ وَإِنْ تُوْمِنُوا وَتَتَّقُوا يُؤْتِكُمْ أَجْرَكُمْ وَلَا يَسْأَلْكُمْ

دنیا والی زندگی بس لہو و لعب ہے اور اگر تم ایمان پر جسے رہے اور تم نے تقویٰ اختیار کیا تو وہ تمہیں تمہارے اجور عطا فرمادے گا اور وہ تم سے تمہارے مال طلب نہ

أَمْوَالِكُمْ ۖ إِنْ يَسْأَلْكُمْ مَوَالِيهَا فَيُحْفِكُمْ تَبَخَّلُوا وَبَخَّلُوا ۚ وَأَخْرَجَ أَصْعَانَكُمْ ۗ هَٰنْتُمْ هُوَ لَا تَدْعُونَ

فرمائے گا اگر وہ تم سے مال طلب کرے پھر انتہاء درجہ تک طلب فرمائے تو تم بخل کرنے لگو گے اور اللہ تعالیٰ تمہارے اولوں کی ناگواری کو ظاہر فرمادے گا، خبردار تمہیں اللہ تعالیٰ راہ میں

لِتُنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَمِنْكُمْ مَنْ يَبْخَلُ ۚ وَمَنْ يَبْخَلْ فَإِنَّمَا يَبْخَلْ عَن نَّفْسِهِ ۗ

خرج کرنے کی دعوت دی جاتی ہے سو تم میں سے بعض لوگ بخل کرتے ہیں اور جو شخص بخل کرتا ہے تو وہ اپنی جان کی طرف سے بخل کرتا ہے

وَاللَّهُ الْغَنِيُّ وَأَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ ۗ وَإِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبَدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ لَا تُمْ لَّا يَكُونُوا

اور اللہ غنی ہے تم محتاج ہو، اور اگر تم روگردانی کرو گے تو اللہ تمہارے بدلہ دوسری قوم کو لے آئے گا پھر وہ تمہارے جیسے

أَمْثَالِكُمْ ۚ

نہ ہوں گے۔

آیت ۳۶: إِنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهُوَ (اور یہ دنیوی زندگی تو محض ایک لہو و لعب ہے) بہت قلیل مدت میں منقطع ہو جاتی ہے۔ وَإِنْ تُوْمِنُوا (اور اگر تم ایمان لاؤ) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر۔ وَتَتَّقُوا (اور تقویٰ اختیار کرو) یعنی شرک سے بچو۔ يُؤْتِكُمْ أَجْرَكُمْ (تو تم کو تمہارا اجر عطا کریگا) تمہارے ایمان و تقویٰ کا اجر۔ وَلَا يَسْأَلْكُمْ أَمْوَالَكُمْ (وہ تم سے تمہارے مال طلب نہیں کریگا) وہ تمام مال کا مطالبہ نہ کرے گا۔ بلکہ چالیسواں حصہ ہوگا۔ لَٰ يَسْئَلُ كَافِعًا لِّللَّهِ تَعَالَىٰ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ہیں۔

قول سفیان بن عیینہ:

بہت میں سے تھوڑا سا (غیضاً من فیض)

آیت ۳۷: إِنْ يَسْأَلْكُمْ مَوَالِيهَا فَيُحْفِكُمْ (اگر تم سے تمہارے مال طلب کرے پھر انتہاء درجہ تک تم سے طلب کرتا رہے) وہ تم کو مشقت میں ڈال دے اور سارے مال کو طلب کرے۔ الاحفاء: کسی چیز میں مبالغہ اور اس کی غایت تک پہنچنا۔ عرب کہتے ہیں۔ احفاه فی المسألة۔ جبکہ اصرار کا کوئی رخ نہ چھوڑے اور احفی شاربہ۔ جبکہ وہ ان کو جز سے منڈوائے۔ تَبَخَّلُوا وَيُخْرِجُ (تو تم بخل کرنے لگو اور وہ نکال دے) یعنی اللہ تعالیٰ یا بخل۔ أَصْعَانَكُمْ (تمہاری ناگواری کو) جب کہ تم اس دینے سے رک جاؤ۔ یا وہ تم سے تمام مال کا سوال کرے کیونکہ مال کا مطالبہ کرنے کے وقت عداوت و کینہ ظاہر ہوتا ہے۔

آیت ۳۸: هَانَتْكُمْ هَاءُ تَنْبِيهِ كَيْ لَمْ يَكُنْ هُوَ لَوْلَا ۚ يَهْمُ مَوْصُولِ الَّذِينَ كَيْ مَعْنَى فِي هُوَ ۚ اِسْ كَا صِلَهٗ تَدْعُوْنَ هُوَ يَهْمُ اِسْمٌ هَا تَمْ لَوْ اَيْسَهُ هُوَ كَيْ تَمْ كُو بَلَا يَا جَاتَا هُوَ ۚ يَهْمُ تَمْ هِي وَهٗ لَوْ كُو هُوَ جَنْ كُو بَلَا يَا جَاتَا هُوَ ۚ لِيَتَنَفَّقُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ (تَا كَيْ تَمْ اللّٰهُ تَعَالَى كِي رَاهٗ مِي خَرْجِ كَرُو) اِس سَ مَرَادُ غَرْوَهُ يَا زَكَاةَ كَيْ سَلْسَلَهٗ مِي خَرْجِ كَرْنَا هُوَ ۚ كُو يَا اِس طَرَحِ كَبَاهُ كِيَا ۚ الدَّلِيلُ عَلٰى اَنَّهُ لَوْ اَحْفَا كُمْ لَبَخَلْتُمْ وَ كَرِهْتُمْ الْعَطَاءَ اِس بَاتِ كِي دَلِيلُ كَيْ اَكْرُوهُ تَمَامِ كَيْ خَرْجِ كَا حَكْمِ دِيَا تُو تَمْ بَخْلُ كَرْتَهٗ اَوْرَعَطَاءُ كُو نَا پَسْنَدِ كَرْتَهٗ ۚ تَمْ هِي سَرَفِ چَالِي سَوَا اِحْصَا دِيْنَهٗ كَا كَبَاهُ كِيَا ۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَبْخَلُ (بَعْضُ تَمْ مِي سَ وَهٗ هِي جُو بَخْلُ كَرْتَهٗ هِي) يَبْخَلُ ۚ يَهْمُ ضَمُّ كَيْ سَا تَهٗ هُوَ كِيُو نَكْهٗ يَهْمُ شَرْطِيَهٗ نَهِي سَ هُوَ ۚ يَهْمُ بَعْضُ لَوْ كُو تَمْ مِي سَ بَخْلُ كَرِي سَ كَ ۚ وَ مَّنْ يَبْخَلُ (جُو شَخْصٌ بَخْلُ كَرْتَا هُوَ) صَدَقَ اَوْر اِدَا عَ فَرِيضَهٗ مِي فَا نَمَّا يَبْخَلُ عَنْ نَفْسِهٖ (تُو وَهٗ خُو دَا پَنَهٗ سَ بَخْلُ كَرْتَا هُوَ) يَهْمُ وَهٗ دَا عِيَهٗ نَفْسِ سَ بَخْلُ كَرْنَهٗ وَ اِلَّا هُوَ ۚ اللّٰهُ تَعَالَى اِس كُو بَخْلُ كَا حَكْمِ دِيْنَهٗ وَ اَلَهٗ نَهِي ۚ

ایک قول یہ ہے:

يَبْخَلُ عَلَى نَفْسِهِ كَبَاهُ جَاتَا هُوَ بَخَلْتُمْ عَلَيْهِ وَعَنْهُ ۚ

اللّٰهُ بِي نِيَا زَتَمْ حَا جَتِ مَنْدُ هُوَ:

وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَ اَنْتُمْ الْفُقَرَاءُ (اَوْر اللّٰهُ تَعَالَى كَيْ كَا مَحْتَا جِ نَهِي سَ اَوْر تَمْ سَبِّ مَحْتَا جِ هُوَ) وَهٗ اِس بَاتِ كَا حَكْمِ نَهِي سَ دِيْتَهٗ كِيُو سَ اِس كِي ضَرْوَرَتِ هُوَ اَوْر خُو دِ ذَاتِ بَارِي تَعَالَى تُو حَا جَاتَا سَ سَ بِيَا زَهٗ لِيَكُنْ تَمْ هِي سَ مَالِ كِي حَا جَتِ اَوْر ثَوَابِ كِي بَهِي حَا جَتِ ۚ وَ اِنْ تَتَوَلَّوْا (اَوْر اَكْرُو تَمْ رُو كَرْدَانِي كَرُو كَ) اِ اَهْلُ عَرَبِ اَكْرُو تَمْ اللّٰهُ تَعَالَى اَوْر اِس كَيْ رَسُوْلِ كِي اَطَاعَتِ سَ اِعْرَاضِ كَرُو كَ اَوْر اِس كِي رَاهٗ مِي خَرْجِ سَ مَنُ مَوْزُو كَ ۚ اِس كَا عَطْفِ اِنْ تُوْمِنُوْا وَ تَتَّقُوْا پَر هُوَ ۚ

يَسْتَبْدِلُ قَوْمًا غَيْرَكُمْ (اللّٰهُ تَعَالَى تَمْ هَارِي جَكْهٗ دُوسَرِي قَوْمِ پِي دَا كَرْدَهٗ كَا) وَهٗ اَيْسِي قَوْمِ پِي دَا كَرَهٗ كَا جُو تَمْ سَ بَهْتَرِ اَوْر زِيَادَهٗ مَطْبَعِ هُو كِي اَوْر وَهٗ اَهْلُ فَا رَسِ هِي ۚ

قوم کی مراد:

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَ اِس قَوْمِ كَيْ بَارَهٗ مِي سُوْا لِ كِيَا كِيَا ۚ اِس وَ قَتِ حَضْرَتِ سَلْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَبِ كَيْ پَهْلُو مِي بِيْتَهٗ تَهٗ ۚ اَبِ نَهٗ اِنْ كَيْ رَا نِ پَرِ هَاتَهٗ مَار كَر فَر مَا يَا ۚ يَهٗ اَوْر اِس كِي قَوْمِ ۚ مَجْهٗ اِس ذَاتِ كِي قَسْمِ هُوَ ۚ جَسِ كَيْ هَاتَهٗ مِي مِي رِي جَا نِ هُوَ ۚ اَمْرَا اِيْمَانِ ثَرِيَا كَيْ پَا سَ بَلَنْدِ هُوَ جَا عَ تُو فَا رَسِ كَيْ كَچْھِ لَوْ كُو اِس كُو لَهٗ لِي سَ كَ ۚ (رَاهٗ وَهٗ اَحْمَدُ ۱۲/۳۱۷ ۚ بَخَارِي ۲۸۹۸ مَسْلَمُ ۲۵۳۶)

ثُمَّ لَا يَكُونُوا امثالكم (پَچْھَرُو هُوَ تَمْ جِي سَ نَهٗ هُو نَكْهٗ) پَچْھَرُو هُوَ اَطَاعَتِ مِي تَمْ جِي سَ نَهٗ هُو نَكْهٗ بَلَكَهٗ وَهٗ تَمْ سَ زِيَادَهٗ اَطَاعَتِ كَرْنَهٗ وَ اَلَهٗ هُو نَكْهٗ ۚ

الحمد لله که سورہ محمد کا تفسیری ترجمہ پایہ تکمیل کو پہنچی

سُورَةُ الْفَتْحِ مَدْرُوهٌ تَسْعُ وَعِشْرُونَ آيَةً اَبْرَحَ زَكْوَاتٍ

سورۃ الفتح مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں ۲۹ آیات اور چار رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۱ لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاخَّرَ وِيْتِمَّ

بے شک ہم نے آپ کو کھلی ہوئی فتح دی تاکہ اللہ آپ کی اگلی پچھلی سب خطائیں معاف فرمادے اور آپ پر اپنی نعمت

نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ۲ وَيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيزًا ۳ هُوَ

پوری کر دے اور آپ کو صراط مستقیم پر چلائے اور اللہ آپ کی ایسی مدد فرمائے جو زبردست ہو، اللہ

الَّذِي اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِي قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيُزِدَ اَدْوَانَ اِيْمَانًا مَّعَ

وہی ہے جس نے مومنین کے دلوں میں سکون نازل فرمایا تاکہ ایمان کے ساتھ ان کا ایمان اور زیادہ

اِيْمَانِهِمْ وَبِاللّٰهِ جُنُودُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۷ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۸

ہو جائے، اور اللہ ہی کے لئے ہیں لشکر آسمانوں کے اور زمین کے اور اللہ علیم سے حکیم سے

فتح مبین کی خوشخبری:

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا

(بیشک ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی)

لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاخَّرَ۔

(تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کی سب اگلی پچھلی فروگذشتہ معاف فرمادے)

آیت ۱: اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا الفتح۔ کسی شہر پر زبردستی کامیابی نمبر ۲۔ لڑائی کے ساتھ صلح۔ نمبر ۳۔ صلح بغیر لڑائی کیونکہ وہ بند

ہوتی ہے جب تک کامیابی نہ پائی جائے جب کامیابی پالی تو گویا اس نے اس کو کھول لیا۔

پھر ایک قول یہ ہے:

کہ اس سے مراد فتح مکہ ہے۔

شان نزول: یہ سورت اس وقت اتری جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے حدیبیہ والے سال مدینہ منورہ کی طرف لوٹ رہے تھے۔ آپ سے فتح کا وعدہ کیا گیا اور اس میں لفظ ماضی کا لایا گیا کیونکہ وہ اپنے یقینی وقوع میں ہو چکی ہوئی بات کی طرح تھی۔ اس سے خبر دینے والے کی عظمت و شان ٹپک رہی ہے۔ کہ زمانہ کی لگام کے قبضہ قدرت میں ٹھیک اسی طرح ہے جیسا ماضی کی زنجیر اس کے ہاتھ میں ہے۔

ایک قول:

اس سے فتح حدیبیہ مراد ہے۔ اس میں شدید لڑائی تو پیش نہ آئی البتہ باہمی تھوڑا بہت تیروں اور پتھروں کا تبادلہ ضرور ہوا۔ مسلمانوں نے تیر اندازی سے کفار کو واپس گھروں کی طرف لوٹا دیا۔ کفار نے صلح کا مطالبہ پیش کیا۔ پس یہ کھلی فتح تھی۔

قول زجاج رحمہ اللہ:

حدیبیہ کے موقعہ پر ایک عظیم معجزہ ظاہر ہوا۔ حدیبیہ کے کنوئیں کا تمام پانی ختم ہو گیا۔ ایک قطرہ تک باقی نہ رہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلی کر کے اس کو کنوئیں میں ڈال دیا۔ پانی کے سوتے پھوٹ پڑے اور تمام لشکر سیراب ہو گیا۔

ایک قول:

اس سے فتح خیبر مراد ہے۔ ایک اور قول ہے: کہ فتح کا لفظ الفتاحہ سے لیا گیا جس کا معنی فیصلہ کرنا ہے۔ اب آیت کا مطلب یہ ہوگا۔ ہم نے آپ کے لئے اہل مکہ کے خلاف واضح فیصلہ دیا۔ کہ تم اور تمہارے اصحاب مکہ میں آئندہ سال داخل ہوتا کہ تم بیت اللہ کا طواف کرو۔

جہاد سبب مغفرت:

آیت ۲: لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ فَتَحْ سَبَبَ مَغْفِرَتِهِمْ هِيَ۔ تقدیر کلام اس طرح ہے۔ انا فتحنا لك فتحا مبينا فاستغفر ليغفر لك الله۔ اور اس کی مثل یہ آیت ہے اذا جاء نصر الله والفتح الى قوله واستغفره۔ [النصر۔ ۳۲۱]

نمبر ۲۔ اور یہ بھی درست ہے کہ اس سے مراد فتح مکہ ہو۔ اس حیثیت سے کہ یہ دشمن کے خلاف جہاد ہے تو یہ سبب مغفرت ہے۔

اتمام نعمت (ایک قول):

فتح سبب مغفرت نہیں بلکہ تمام نعمت اور زبردست نصرت کی تکمیل کے لئے تھی۔ لیکن جب ان نعمتوں کو شمار کیا تو ان نعمتوں کے ساتھ ملایا جو کہ ان سے بھی عظیم ترین نعمتیں تھیں۔ گویا اس طرح فرمایا۔ ہم نے فتح مکہ کو آپ کے لئے آسان کر دیا۔ یا اسی طرح کی نعمتیں تاکہ آپ کے لئے دارین کی عزتیں جمع کر دیں اور آجل و عاجل کے اغراض جمع کر دیں۔

مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ (تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف فرمادے) مراد وہ تمام جو آپ سے

ہو چکیں۔ یا ما تقدم سے واقعہ ماریہ قبضیہ اور ما تاخر زید کی بیوی والا واقعہ مراد ہو۔ وَیُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَیْكَ (اور آپ پر اپنے احسانات کی تکمیل کر دے) آپ کے دین کو غلبہ دے کر اور آپ کے ہاتھوں شہروں کو فتح کرا کر۔ وَیَهْدِیْكَ صِرَاطًا مُسْتَقِیْمًا (اور آپ کو سیدھے راستے پر لے چلے) پسندیدہ دین پر آپ کو ثابت قدمی عنایت فرمائے۔

آیت ۳: وَیَنْصُرْكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِیْزًا (اور اللہ تعالیٰ آپ کو ایسا غلبہ دے جس میں عزت ہی عزت ہو) طاقتور محفوظ کہ کبھی بھی اس کے بعد عاجزی و جھکاؤ نہ ہو۔

صلح کے سبب سکون اتارا:

آیت ۴: هُوَ الَّذِیْ اَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ لِیَزِدُوْا اِیْمَانًا مَّعَ اِیْمَانِهِمْ (وہی اللہ تعالیٰ ایسا ہے جس نے مسلمانوں کے دلوں میں تحمل پیدا کیا تاکہ ان کے پہلے ایمان کے ساتھ ان کا ایمان اور زیادہ ہو) السکینہ کا لفظ سکون مصدر سے اسی طرح ہے جیسا البہتان سے البہیۃ ہے مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں صلح کے سبب سکون و اطمینان اتارا۔ تاکہ ان کا یقین مزید بڑھ جائے۔

ایک قول یہ ہے:

السکینۃ۔ اللہ تعالیٰ کے حکم پر صبر اور اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین و اعتماد اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعظیم کا نام ہے۔ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَکِیْمًا (اور زمین کا سب لشکر اللہ تعالیٰ ہی کا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑا جاننے والا اور حکمت والا ہے)

لِيَدْخُلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا

تاکہ اللہ مؤمن مردوں اور عورتوں کو ایسی جنتوں میں داخل فرمائے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے تاکہ۔

وَيُكَفِّرُ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَكَانَ ذَلِكَ عِنْدَ اللَّهِ فَوْزًا عَظِيمًا ۝ وَيُعَذِّبُ الْمُنَافِقِينَ

ان کے گناہوں کا کفارہ فرمادے۔ اور یہ اللہ کے نزدیک بڑی کامیابی ہے، اور تاکہ اللہ منافق مردوں اور

وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتِ الظَّالِمِينَ بِاللَّهِ ظَنَّ السَّوْءِ عَلَيْهِمْ

منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو سزا دے جو اللہ کے بارے میں برا گمان رکھنے والے ہیں، ان میں بدیہی

دَائِرَةُ السَّوْءِ وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ۝

مصیبت پڑنے والی ہے، اور اللہ ان پر غصہ ہوا اور ان پر لعنت کر دی اور ان کیسے جہنم تیار کر دی اور وہ وہاں ٹھکانے ہے،

وَلِلَّهِ جُنُودُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيزًا حَكِيْمًا ۝

اور اللہ ہی کے لئے ہیں لشکر آسمانوں کے اور زمین کے اور اللہ عزیز ہے حکیم ہے۔

آیت ۵: لِيَدْخُلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَيُكَفِّرُ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَكَانَ ذَلِكَ عِنْدَ اللَّهِ فَوْزًا عَظِيمًا (تاکہ اللہ تعالیٰ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو ایسی بہشتوں میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جس میں وہ ہمیشہ کور ہیں گے۔ اور تاکہ ان کے گناہوں کو دور کر دے اور یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی کامیابی ہے)

حکمت کے تقاضے:

آیت ۶: وَيُعَذِّبُ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتِ (اور تاکہ اللہ تعالیٰ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے) یعنی اللہ تعالیٰ کے ہیں آسمان و زمین کے تمام لشکر۔ ان کو ایک دوسرے پر اپنے عم و حکمت کے تقاضے کے مطابق جب چاہتے ہیں مسلط کر دیتے ہیں اور اس کے تقاضہ حکمت میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے صلح حدیبیہ کے موقع پر ایمان والوں کے دلوں میں سکون پیدا کیا اور ان سے فتوح کا وعدہ فرمایا اور یہ وعدہ صرف اس لئے فرمایا تاکہ مؤمن اللہ تعالیٰ کے انعام کو معلوم کر کے شکر گزار ہوں اور اللہ تعالیٰ ان کو اس پر ثواب سے نوازیں اور کفار و منافقین کو اس سے ناراض ہونے اور ناپسند کرنے کی بنا پر سزا دے۔ الظَّالِمِينَ بِاللَّهِ ظَنَّ السَّوْءِ (جو کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق برے برے گمان رکھتے ہیں) السوء کسی چیز کا ردی پن اور بگاڑ۔ عرب کہتے ہیں۔ فعل سوء۔ بگڑا ہوا قابل نفرت فعل۔ یہاں مراد ان کا یہ گمان کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مؤمنوں کی مدد نہ فرمائے گا اور نہ ہی ان کو کامیاب و کامران بنا کر مکہ لوٹائے گا۔ کہ وہ مکہ

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ﴿۸﴾ لِيُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَيَعْرِزُوا

بِشَاهِدِهِمْ نَعَىٰ آيَاتِهِمْ لِيُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَيَعْرِزُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ﴿۸﴾ تاکہ تم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور انکی مدد کرو،

وَتُوقِرُوهُ وَيَسْبِحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ﴿۹﴾ إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ

وَتُوقِرُوهُ وَيَسْبِحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ﴿۹﴾ اور انکی تعظیم کرو اور صبح شام اس کی تسبیح بیان کرو۔ بلاشبہ جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں

بِأَنَّ اللَّهَ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ فَمَنْ نَكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا

بِأَنَّ اللَّهَ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ فَمَنْ نَكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا اللہ کا ہاتھ انکے ہاتھوں پر ہے، سو جو شخص عہد توڑ دے گا اس کا توڑنا اسی کی جان پر ہو گا اور جو شخص اس عہد کو پورا کرے

عَهْدَ عَلَيْهِ اللَّهُ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿۱۰﴾

جو اس نے اللہ سے لیا ہے سو وہ اسے بڑا اجر عطا فرمائے گا۔

زبردستی اور غلبہ سے فتح کرنے والے ہونگے۔ عَلَيْهِمْ ذَا آتْرَةُ السُّوءِ (ان پر برا وقت پڑنے والا ہے)

قراءت: ہکی اور ابو عمرو کے ہاں السُّوءِ ہے یعنی جو وہ ایمان والوں کے متعلق گمان کرنے والے اور انتظار کرنے والے ہیں۔ وہ انہی کو گھیرنے والا اور ان پر گھومنے والا ہے۔ السُّوءُ کا معنی ہلاکت و تباہی ہے۔ دیگر قراء نے السُّوءِ فتح سے پڑھا یعنی وہ دائرہ جس کی وہ مذمت کرتے ہیں اور اس پر ناراض ہیں۔ السُّوءُ السُّوءُ دونوں لفظ الکرہ الکرہ اور الضعف والضعف کی طرح ہیں۔ البتہ مفتوح کا استعمال غالب ہے اس کی طرف اس چیز کی اضافت کر کے استعمال کرتے ہیں۔ جس کی مذمت ہر چیز میں مقصود ہو۔ اور باقی السُّوءِ یہ شر کے قائم مقام استعمال ہوتا ہے۔ جو کہ خیر کی ضد ہے۔ وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا (اور اللہ تعالیٰ ان پر غضبناک ہو گا اور ان کو رحمت سے دور کر دے گا اور ان کے لئے اس نے دوزخ تیار کر رکھی ہے اور وہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے) برے ٹھکانے سے جہنم مراد ہے۔

آیت ۷: وَلِلَّهِ جُنُودُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اور آسمان و زمین کا سب لشکر اللہ تعالیٰ ہی کا ہے) پس وہ ان لوگوں کے مکرو فریب کو دور کرے گا جو اس کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور ایمان والوں سے مکرو فریب کر رہے ہیں۔ جس قدر وہ چاہے گا۔ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا (اور اللہ تعالیٰ زبردست) غالب ہیں ان کی پکڑ کو لوٹایا نہیں جاسکتا۔ حَكِيمًا (حکمت والا ہے) اپنی تدابیر و انتظامات میں۔

آیت ۸: إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا (ہم نے آپ کو گواہی دینے والا) قیامت کے دن اپنی امت پر گواہی دیں گے۔ نَحْوًا شَاهِدًا یہ حال مقدرہ ہے۔ وَمُبَشِّرًا (اور بشارت دینے والا) ایمان والوں کو جنت کی۔ وَنَذِيرًا (اور ڈرانے والا) کافروں کو ڈرانے والا۔

آیت ۹: لَتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ (تا کہ تم اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ) اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کو خطاب ہے۔ وَتُعْزِزُوهُ (اور اس کی مدد کرو) نصرت سے ان کو قوت پہنچاؤ۔ وَتُوقِرُوهُ (اور اس کی تعظیم کرو) وَتَسْبِحُوهُ (اور اس کی تسبیح میں لگے رہو) مَجْحُوْرٌ: یہ التسبیح سے ماخوذ ہے۔ یا السبحة سے ہے۔ اور ضماائر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنے والی ہیں۔ اور اللہ کی تعزیر سے مراد اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کے رسول کی معاونت ہے۔

ضمیر کا مرجع:

جن لوگوں نے ضماائر کو مختلف قرار دیا انہوں نے پہلی دو ضمیریں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹائیں ہیں انہوں نے بہت بعید بات کہی ہے۔

قراءت: مکی ابو عمرو نے لیومنا پڑھا ہے۔ اور ضمیر لوگوں کی طرف لوٹائی اور آخری تینوں الفاظ بھی انہوں نے یاء کے ساتھ پڑھے ہیں۔ بَكْرَةٌ (صبح سویرے) مراد صلاۃ الفجر ہے۔ وَأَصِيلًا (شام) چاروں نمازیں مراد ہیں۔

بیعت رضوان کا تذکرہ:

آیت ۱۰: إِنَّ الَّذِينَ يَبَايِعُونَكَ (جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں) بیعت سے یہاں بیعت رضوان مراد ہے۔ إِنَّمَا يَبَايِعُونَ اللَّهَ (وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کر رہے ہیں) جب فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کر رہے ہیں۔ تو بطریقہ تخییل اس کو اور مؤکد کرتے ہوئے فرمایا۔ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ (اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے) مراد یہ ہے کہ وہ دست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ بیعت کیلئے بیعت کرنے والوں کے ہاتھوں پر بلند ہو رہا ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کا ہاتھ ہے۔ باقی اللہ تعالیٰ کی ذات جوارح اور صفات اجسام سے پاک ہیں۔ معنی یہ ہے۔ اس بات کو خوب پختہ کرنا مقصود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر بیعت وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ عقد و معاہدہ باندھنے کی طرح ہے۔ ان کے مابین کوئی تفاوت و فرق نہیں جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا من يطع الرسول فقد اطاع الله۔ [النساء۔ ۸۰] مَجْحُوْرٌ: انما يبايعون الله۔ یہ ان کی خبر ہے۔

فَمَنْ نَكَتْ فَإِنَّمَا يَنْكُتُ عَلَى نَفْسِهِ (پھر جو شخص عہد توڑے گا۔ پس اس کے عہد توڑنے کا وبال اسی پر پڑے گا) جس نے عہد توڑا اور بیعت کو پورا نہ کیا۔ تو اس کے توڑنے کا نقصان و ضرر اسی پر پڑے گا۔

قول جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما:

ہم نے درخت کے نیچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت موت پر کی اور اس بات پر کہ ہم میدان سے نہ بھاگیں گے۔ اس بیعت کو جابر بن قیس منافق نے توڑ دیا۔ وہ اپنے اونٹ کی بغل میں چھپ گیا اور صحابہ کے ساتھ نہ چلا۔ اس کا بعض حصہ مسلم ۱۱۸۵۶ الترمذی۔ ۱۵۹۱ میں پایا جاتا ہے۔

وَمَنْ أَوْفَى بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهِ اللَّهُ (اور جو شخص اس بات کو پورا کرے گا جس پر اس نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا) عرب کہتے ہیں وفیت

سَيَقُولُ لَكَ الْمُخَلَّفُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ شَغَلَتْنَا أَمْوَالُنَا وَأَهْلُونَا فَاسْتَغْفِرْنَا

عنقریب دیہات کے وہ لوگ جو پیچھے ڈال دیئے گئے آپ سے کہیں گے کہ ہمارے مالوں نے اور اہل و عیال نے ہمیں مشغول کر دیا سو آپ ہمارے لئے استغفار کیجئے،

يَقُولُونَ بِالسِّنْتِهِمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ط قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ لَكُمْ مِنْ اللَّهِ شَيْئًا

وہ اپنی زبانوں سے کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے، آپ فرمادیں گے سو وہ کون ہے جو تمہیں اللہ سے بچانے کے لئے کسی بھی چیز کا اختیار رکھتا ہو

إِنْ أَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا بَلْ كَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ۝۱۱

اگر وہ تمہیں کوئی نقصان یا نفع پہنچانا چاہے، بلکہ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے کاموں کی سب خبر ہے، بلکہ

ظَنَنْتُمْ أَنْ لَنْ يَنْقَلِبَ الرَّسُولُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَىٰ أَهْلِيهِمْ أَبَدًا وَزَيَّنَ ذَلِكَ فِي

بات یہ ہے کہ تمہارا خیال تھا کہ رسول اور مومنین کبھی اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ کر نہیں آئیں گے اور یہ بات تمہارے دلوں میں مزین

قُلُوبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ ۖ وَكُنْتُمْ قَوْمًا بُورًا ۝۱۲ وَمَنْ لَمْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ

کر دی گئی، اور تم نے برا گمان کیا اور تم ہلاک ہونے والے لوگ ہو، اور جو شخص اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان نہ لائے

فَإِنَّا أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ سَعِيرًا ۝۱۳ وَ لِلَّهِ مَلِكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ يَغْفِرُ لِمَنْ

تو ہم نے کافروں کے لئے دوزخ تیار کر رکھا ہے، اور اللہ ہی کے لئے ہے ملک آسمانوں کا اور زمین کا، وہ بخش دے جسے

يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۝۱۴

چاہے، اور عذاب دے جسے چاہے، اور اللہ بخشنے والا ہے مہربان ہے۔

بالعهد و اوفیت بہ پورا کرنا اور اس ارشاد کا بھی یہی مطلب ہے۔ اوفوا بالعقود۔ [المائدہ: ۱] والموفون بعهدهم۔ [البقرہ:

۱۱۷۷] قراءت: حفص نے اسی طرح پڑھا ہے۔ فَسَيُؤْتِيهِ (تو عنقریب اللہ تعالیٰ اس کو دے گا)

قراءت: حجازی و شامی نے نون سے پڑھا ہے۔ أَجْرًا عَظِيمًا (بڑا اجر) وہ جنت ہے۔

پیچھے رہنے والے دیہاتی قبائل کا معاملہ:

آیت ۱۱: سَيَقُولُ لَكَ (عنقریب آپ سے کہیں گے) جب آپ حدیبیہ سے لوٹ کر جائیں گے۔ الْمُخَلَّفُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ

(جو دیہاتی آپ سے پیچھے رہ گئے) حدیبیہ سے پیچھے رہنے والے دیہاتی ان قبائل سے تھے۔ غفار، مزینہ، جمینہ، 'اسلم، اشجع، الدیل

وغیرہ اور اس کا سبب یہ ہوا۔ کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام الحدیبیہ عمرہ کی غرض سے مکہ جانے کا عزم فرمایا۔ تو آپ نے

مدینہ کے ارد گرد دیہاتی اور اہل بادیہ سے ساتھ چلنے کو کہا تاکہ قریش کی طرف سے اگر لڑائی پیش آئے یا وہ آپ کو بیت اللہ سے ٹاؤٹ پیدا کریں تو یہ معاونت کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھ لیا اور ہدایا اپنے سامنے چلائے تاکہ یہ معلوم ہو کہ آپ کی غرض لڑائی کی نہیں۔ مگر اس وقت بہت سے اعراب نے بوجھ محسوس کیا۔ اور کہنے لگے۔ آپ ایسی قوم کی طرف جا رہے ہیں جنہوں نے آپ سے مدینہ کی دہلیز پر جنگ کی اور ان کے ساتھیوں کو قتل کیا۔ پس یہ ان سے لڑیں گے۔ ان کا خیال یہ تھا کہ یہ ہلاک ہو جائیں گے واپس بچ کر مدینہ نہ لوٹیں گے۔ شَغَلْتَنَا اَمْوَالَنَا وَاهْلُوْنَا (ہمارے اموال و عیال نے ہمیں فرصت نہ لینے دی) اہلون یہ جمع اہل کی ہے۔ انہوں نے اہل و عیال اور اموال میں مشغولیت کو علت کے طور پر ذکر کیا۔ کہ ان کی نگرانی کرنے والا کوئی نہ تھا۔ فَاسْتَغْفِرُ لَنَا (پس آپ ہمارے لئے معافی کی دعا کیجئے) تاکہ ہمیں اللہ تعالیٰ آپ سے پیچھے رہنا معاف فرمادے۔ يَقُولُونَ بِاللَّيْسَتِهِمْ مَالِيسَ فِي قُلُوبِهِمْ (یہ لوگ اپنی زبان سے وہ باتیں کہتے ہیں۔ جو ان کے دل میں نہیں ہیں) اس میں ان کے عذر کی تکذیب کی گئی۔ اور پیچھے رہنے کا اصل یہ سبب نہیں جو وہ بیان کر رہے ہیں۔ بلکہ اصل سبب تو اللہ تعالیٰ کے متعلق شک اور منافقت ہے۔ اور استغفار کا طلب کرنا بھی حقیقت سے تعلق نہیں رکھتا۔ قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا (آپ کہہ دیجئے۔ پس وہ کون ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے سامنے تمہارے لئے کسی چیز کا اختیار رکھتا ہو) اللہ تعالیٰ کی مشیت اور قضاء سے تمہیں کون بچائے گا۔ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا (اگر اللہ تعالیٰ تم کو کوئی نقصان) جو نقصان تمہیں قتل یا شکست کا پیش آئے۔

قراءت: حمزہ علی نے ضراً پڑھا ہے۔

اَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا (یا کوئی نفع پہنچانا چاہے) نفع سے مراد غنیمت و کامیابی ہے۔ بَلْ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا (بلکہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال پر مطلع ہیں)

ان کے گمان کا پردہ چاک:

آیت ۱۴: بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَنْقَلِبَ الرَّسُولُ وَالْمُؤْمِنُونَ اِلَىٰ اٰهْلِيهِمْ اَبَدًا وَزَيَّنَ ذٰلِكَ فِي قُلُوبِكُمْ (بلکہ تم نے یہ سمجھا کہ رسول اور مؤمنین اپنے گھروں میں کبھی لوٹ کر نہ آویں گے اور یہ بات تمہارے دلوں میں اچھی بھی معلوم ہوئی تھی) یعنی شیطان نے دلوں میں مزین کیا۔ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ (اور تم نے برے برے گمان کیے) کہ کفر غالب آجائے گا اور فساد ظاہر ہو گا۔ وَكُنْتُمْ قَوْمًا بُورًا (اور تم برباد ہونے والے لوگ ہو گئے) بوجہ جمع بائر کی ہے۔ جیسا عائد و عوذ۔ یہ بار الشی سے لیا گیا جس کا معنی ہلاک ہونا اور بگڑنا آتا ہے۔ اور تم لوگ خراب دل، بگڑے نفس اور بری نیتوں والے ہو۔ کوئی بھلائی و خیر کا نشان بھی تم میں نہیں۔

نمبر ۲۔ تم اللہ تعالیٰ کے ہاں ہلاک ہونے والے اور اس کے عذاب اور ناراضگی کا شکار ہونے والے ہو۔

سَيَقُولُ الْمُخَلَّفُونَ إِذَا انْطَلَقْتُمْ إِلَىٰ مَغَانِمَ لِتَأْخُذُوهَا ذَرُونَا نَتَّبِعْكُمْ

جب تم اموال غنیمت لینے کے لئے چلو گے تو وہ لوگ کہیں گے جو پیچھے ڈال دیئے گئے کہ ہمیں چھوڑ دو کہ تمہارے پیچھے چلیں۔

يُرِيدُونَ أَن يُبَدِّلُوا كَلِمَ اللَّهِ قُل لَّنْ تَتَّبِعُونَا كَذَلِكُمْ قَالَ اللَّهُ مِنْ قَبْلُ

وہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے کلام کو بدل دیں، آپ فرمادیتے کہ تم ہرگز ہمارے پیچھے نہ چلو، اللہ نے پہلے سے یہی فرمایا ہے،

فَسَيَقُولُونَ بَلْ تَحْسُدُونَنَا بَلْ كَانُوا لَا يَفْقَهُونَ إِلَّا قَلِيلًا ۝۱۵

سو وہ لوگ کہیں گے بلکہ تم ہم سے حسد کرتے ہو، بلکہ بات یہ ہے کہ وہ نہیں سمجھتے مگر تمہارا۔

ایمان باللہ اور ایمان بالرسول نہ ہو تو کافر:

آیت ۱۳: وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ فَإِنَّا أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ سَعِيرًا (اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ایمان نہ لائے گا پس ہم نے کافروں کے لئے دوزخ تیار کر رکھی ہے) یہاں کافرین فرما دیا۔ ضمیر کے بجائے اسم ظاہر لایا گیا۔ تاکہ یہ کھول دیا جائے کہ جس کا ان دو چیزوں پر ایمان نہیں ایمان باللہ اور ایمان بالرسول وہ کافر ہے۔ سَعِيرًا کو نکرہ لائے کیونکہ وہ مخصوص آگ ہے جیسا کہ اس آیت میں نکرہ ہے۔ نَارًا تَلْظِي۔ [اللیل-۱۳]

آیت ۱۴: وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ (اور تمام آسمان و زمین کی سلطنت اللہ تعالیٰ ہی کی ہے) ان کو ایک قادر حکیم کی طرح چلا رہے ہیں۔ يَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ (وہ جس کو چاہے سزا دے اور جس کو چاہے بخش دے) وہ عذاب و مغفرت اپنی مشیت و حکمت سے کرتے ہیں۔ مغفرت ایمان والوں کی اور عذاب کفار کو۔ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا (اور اللہ تعالیٰ بڑا غفور رحیم ہے) اس کی رحمت اس کے غضب سے سبقت کرنے والی ہے۔

اہل حدیبیہ کے ساتھ غنائم کا عوض رہنے کا وعدہ:

آیت ۱۵: سَيَقُولُ الْمُخَلَّفُونَ (عنقریب پیچھے رہنے والے کہیں گے) وہ لوگ جو حدیبیہ میں ساتھ نہ گئے تھے۔ إِذَا انْطَلَقْتُمْ إِلَىٰ مَغَانِمَ (جب تم غنیمتیں لینے چلو گے) مغانم سے غنائم خیر مراد ہیں۔ لِتَأْخُذُوهَا ذَرُونَا نَتَّبِعْكُمْ يُرِيدُونَ أَن يُبَدِّلُوا كَلِمَ اللَّهِ (ہم کو بھی اجازت دو کہ ہم تمہارے ساتھ چلیں وہ لوگ یوں چاہتے ہیں۔ کہ خدا کے حکم کو بدل ڈالیں)

قرأت: حمزہ علی نے کلمہ اللہ پڑھا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس وعدے کو تبدیل کر دیں جو اس نے اہل حدیبیہ کے ساتھ فرمایا۔ اور وہ وعدہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کو مکہ کے غنائم کا عوض عنایت فرمائیں گے اور وہ خیبر کے غنائم ہونگے۔ جب وہ ان کو چھوڑ کر لوٹیں گے اور ان میں سے کوئی چیز نہ پائیں گے۔ قُل لَّنْ تَتَّبِعُونَا (آپ کہہ دیجئے تم ہرگز ہمارے

قُلْ لِّلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ سُدُّعُونَ إِلَىٰ قَوْمٍ أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ تُقَاتِلُونَهُمْ

آپ ان دیہاتوں سے فرمادیجئے جو پیچھے ڈال دیئے گئے تھے کہ تمہیں ایک ایسی قوم کی طرف بلایا جائے گا جو سخت قوت والے ہوں گے تم ان سے قتال کرو گے

أَوْ يُسَلِّمُونَ ۚ فَإِن تَطِيعُوا يُؤْتِكُمُ اللَّهُ أَجْرًا حَسَنًا ۚ وَإِن تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّن

یا وہ مسلمان ہو جائیں گے، سو اگر تم فرمانبرداری کرو گے تو اللہ تمہیں اچھا عوض عطا فرمائے گا اور اگر تم نے روگردانی کی جیسا اس سے پہلے روگردانی

قَبْلُ يُعَذِّبُكُم بِعَذَابِ الْيَمِّ ۗ لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَىٰ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ

کر چکے ہو تو اللہ تمہیں دردناک عذاب دے گا۔ نابینا پر کوئی گناہ نہیں، اور لنگڑے پر کوئی گناہ نہیں

وَلَا عَلَى الْمَرِيضِ حَرَجٌ ۚ وَمَن يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يَدْخُلْهُ جَنَّتٍ تَجْرِي مِن

اور بیمار پر کوئی گناہ نہیں، اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے وہ اسے ایسی جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے

تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۚ وَمَن يَتَوَلَّىٰ يَؤُودُ عَذَابِ الْيَمِّ ۗ

نیچے نہریں جاری ہوں گی، اور جو شخص روگردانی کرے وہ اسے دردناک عذاب دے گا۔

التصنيف
١٠٠

ساتھ نہیں چل سکتے) یعنی خیبر کی جانب۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اطلاع دی گئی وہ تمہارے ساتھ نہ ہونگے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی بات بدلی نہیں جاسکتی۔ كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ (اللہ تعالیٰ نے پہلے سے اسی طرح فرمادیا ہے) مدینہ کی طرف اہل حدیبیہ کی واپسی اور خیبر کی غنیمت کے وہ مستحق ہونگے جو حدیبیہ میں شریک ہوئے نہ اور کوئی۔ فَسَيَقُولُونَ بَلْ تَحْسُدُونَنَا۔ (تو وہ لوگ کہیں گے تم ہم سے حسد کرتے ہو)۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے کوئی حکم نہیں دیا بلکہ تم ہم پر حسد کرتے ہو۔ کہہیں ہم مال غنیمت میں تمہارے ساتھ شریک نہ ہو جائیں۔ بَلْ كَانُوا لَا يَفْقَهُونَ (بلکہ خود یہ لوگ بہت کم بات سمجھتے ہیں اللہ تعالیٰ کے کلام میں سے نہیں سمجھتے) اِلَّا قَلِيْلًا (مگر بہت معمولی) یعنی فقط بات کی حد تک۔

دو بل:

اول بل اس بات کی تردید کے لئے لائے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ نہ جائیں اور ان کے حسد کو ثابت کیا گیا ہے۔ دوسرے بل میں ان کے اس بیان کی تردید جو وہ مسلمانوں کو حسد کی طرف منسوب کرتے تھے اور ان کا اس سے بڑا وصف جہالت اور قلت فہم بیان کیا گیا۔

بنوحنیفہ یا اہل فارس:

آیت ۱۶: قُلْ لِلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ (آپ ان پیچھے رہنے والے دیہاتیوں سے کہہ دیجئے) جو حدیبیہ سے پیچھے رہ گئے۔ سَتُدْعُونَ إِلَى قَوْمٍ أُولَىٰ بَأْسٍ شَدِيدٍ (عنقریب تم لوگ ایسے لوگوں کی طرف بلائے جاؤ گے جو سخت لڑنے والے ہونگے) یعنی بنوحنیفہ جو مسیلمہ کی قوم تھی اور مرتدین جن سے ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جہاد کیا۔ کیونکہ مشرکین عرب اور مرتدین سے دو میں سے ایک بات ہی قبول کی جاتی تھی اسلام یا تلوار۔

ایک قول یہ بھی ہے:

یہ اہل فارس ہیں۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان قبائل کو ان سے لڑنے کے لئے بلایا۔ تَقَاتِلُوهُمْ أَوْ يُسَلِّمُونَ (یا تو ان سے لڑتے رہو یا وہ مطیع ہو جائیں) یعنی دو میں سے ایک بات ہو۔ نمبر ۱۔ مقاتلہ۔ نمبر ۲۔ اسلام۔ یسلمون۔ کا معنی اس تاویل کے مطابق مطیع ہونا ہوگا۔ کیونکہ اہل فارس مجوس تھے ان سے جزیہ بھی قبول کیا گیا۔

درست استنباط:

اس آیت میں شیخین کی خلافت کی حقانیت پر دلالت واضح ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس بلائے والے کی اطاعت اختیار کرنے پر فان تطیعوا سے بدلے کا وعدہ فرمایا ہے۔ فَإِنْ تَطِيعُوا (اگر تم اطاعت کرو گے) اس کی جو تمہیں اس قتال کی طرف بلائے گا۔ يُوْتِكُمُ اللَّهُ أَجْرًا حَسَنًا (تو تم کو اللہ تعالیٰ نیک عوض عنایت فرمائے گا) پس اس سے لازم آیا کہ وہ داعی ایسا ہوگا جس کی اطاعت فرض ہے۔ وَإِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِنْ قَبْلُ (اور اگر تم اس وقت بھی روگردانی کرو گے جیسا اس سے قبل روگردانی کر چکے ہو) حدیبیہ کے موقع پر يُعَذِّبُكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا (تو وہ دردناک عذاب کی سزا دے گا) آخرت میں۔

آیت ۱۷: لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَىٰ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْمَرِيضِ حَرَجٌ (نہ اندھے پر کوئی گناہ ہے اور نہ لنگڑے پر کوئی گناہ ہے اور نہ بیمار پر کوئی گناہ ہے) اس میں غزوہ سے پیچھے رہنے والے معذورین حقیقیہ کو مستثنیٰ فرمایا گیا۔ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ (اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا) جہاد وغیرہ دیگر امور میں۔ يَدْخُلْهُ جَنَّتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَنْ يَتَوَلَّ (اس کو ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور جو شخص روگردانی کرے گا) طاعت سے منہ موڑے گا۔ يُعَذِّبُهُ عَذَابًا أَلِيمًا (اس کو دردناک عذاب کی سزا دے گا)

قراءت: مدنی اور شامی نے ندخله اور نعدبه پڑھا ہے۔

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ

بالتحقیق اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے راضی ہوا جبکہ وہ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔ سو ان کے دلوں میں جو کچھ تھا اللہ کو معلوم تھا

فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا ۱۸ وَمَغَانِمَ كَثِيرَةً يَأْخُذُونَهَا وَكَانَ

اور اللہ تعالیٰ نے ان پر اطمینان نازل فرما دیا اور ان کو لگتے ہاتھ ایک فتح دے دی۔ اور بہت سی غنیمتیں بھی جن کو یہ لوگ لے رہے ہیں، اور

اللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمًا ۱۹ وَعَدَّكُمْ اللَّهُ مَغَانِمَ كَثِيرَةً تَأْخُذُونَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هَذِهِ

اللہ تعالیٰ بڑا زبردست بڑا حکمت والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کر رکھا ہے جن کو تم لوگ لے لو گے، سو سردست تم کو یہ دے دی ہے

وَكَفَّ أَيْدِي النَّاسِ عَنْكُمْ وَلِتَكُونَ آيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ۲۰

اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیے، اور تاکہ یہ اہل ایمان کے لئے نمونہ ہو جائے، اور تاکہ تم کو ایک سیدھی راہ پر ڈال دے

وَأُخْرَى لَمْ تَقْدِرُوا عَلَيْهَا قَدْ أَحَاطَ اللَّهُ بِهَا وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا ۲۱

اور ایک فتح اور بھی ہے جو تمہارے قابو میں نہیں آئی خدا تعالیٰ اس کو احاطہ میں لے لئے ہوئے ہے، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے

آیت بیعت رضوان:

آیت ۱۸: لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ (تحقیق اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں سے خوش ہوا۔ جبکہ یہ لوگ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے) اسی آیت کی وجہ سے اس بیعت کا نام بیعت رضوان رکھا گیا۔ اس کا واقعہ اس طرح ہے۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب حدیبیہ میں نزول فرما ہوئے تو آپ نے جو اس بن امیہ الخزاعی کو اہل مکہ کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔ انہوں نے اس پر حملہ کا ارادہ کیا۔ تو احابیش اس میں رکاوٹ بن گئے۔ جب وہ واپس لوٹے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا تاکہ ان کو قاصد بنا کر بھیجیں۔ آپ نے عرض کیا مجھے ان کی طرف سے خطرہ ہے کیونکہ ان کے ساتھ میری دشمنی ڈھکی چھپی نہیں ہے۔ پھر آپ نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ انہوں نے ان کو اطلاع دی آپ لڑائی کی غرض سے نہیں آئے۔ بیت اللہ کی زیارت کے لئے آئے ہیں۔ انہوں نے آپ پر دباؤ ڈالا اور اپنے ہاں بند کر لیا۔ انواہ گرم ہو گئی کہ ان کو قتل کر دیا گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک اطلاع پہنچی تو آپ نے فرمایا۔ ہم اس وقت تک یہاں سے نہ نکلے گے جب تک ان لوگوں سے بدلہ نہ لے لیں۔ اور آپ نے لوگوں کو بیعت کی طرف بلایا کہ وہ قریش سے بدلہ لیں گے اور فرار اختیار نہ کریں گے۔

تَحْتَ الشَّجَرَةِ (درخت کے نیچے) یہ یلدر کا درخت تھا اور بیعت کرنے والوں کی تعداد چودہ سو تھی۔ فَعَلِمَهُ مَا فِي

قُلُوْبِهِمْ (ان کے دلوں میں جو کچھ تھا وہ بھی اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا) اخلاص اور جس پر بیعت کی تھی اس کو دل کی گہرائیوں سے کرنے والے ہیں۔ فَأَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ (پس اللہ تعالیٰ نے ان میں اطمینان پیدا کر دیا) دلوں کی درستی کی وجہ سے دلوں میں امن و اطمینان پیدا کر دیا۔ وَأَثَابَهُمْ (اور ان کو دے دی) بدلہ دیا۔ فَتَحًا قَرِيْبًا (قریبی فتح) وہ فتح خیبر ہے جو مکہ سے واپسی کے فوراً بعد عنایت فرمائی۔

آیت ۱۹: وَمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَأْخُذُوْنَهَا (اور اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کر رکھا ہے) یہ غنائم خیبر ہیں۔ سر زمین خیبر کھیتوں اور اموال والی زمین ہے۔ اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام میں تقسیم فرما دیا۔ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا (اور اللہ تعالیٰ بڑا زبردست) وہ حفاظتوں والا ہے کہ اس پر کوئی غلبہ نہیں پاسکتا۔ حَكِيْمًا (بڑا حکمت والا ہے) جس میں وہ فیصلہ کرتا ہے اس کا معارضہ نہیں کیا جاسکتا۔

آیت ۲۰: وَعَدَكُمْ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَأْخُذُوْنَهَا (اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کر رکھا ہے جن کو تم لوگ) وہ غنائم انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی پائیں اور آپ کے بعد قیامت تک پائیں گے۔ فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهِ (پس سر دست تم کو یہ دے دی ہیں) المغانم جمع مغنم اس سے خیبر کے غنائم مراد ہیں۔ وَكَفَّتْ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ (اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے) یعنی اہل خیبر اور ان کے حلفاء بنو اسد و بنو عطفان وغیرہ جبکہ وہ ان کی مدد کے لئے آئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا جس سے وہ واپس لوٹ گئے۔

ایک قول یہ ہے:

اہل مکہ کے ہاتھ صلح کی وجہ سے روک دیئے۔

وَلِتَكُوْنَنَّ (تاکہ یہ روکنا ہو جائے) اَيَّةٌ لِّلْمُوْمِنِيْنَ (ایمان والوں کے لئے ایک نمونہ) اور عبرت ناک نشان جس سے وہ پہچان لیں کہ ان کا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایک مقام ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ ہی خود ان کی نصرت کا ضامن اور ان پر فتح دینے والا ہے اور اسی نے یہ کیا ہے۔ وَيَهْدِيْكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا (اور تاکہ تم کو ایک سیدھی سڑک پر ڈال دے) تمہاری بصیرت و یقین میں اضافہ فرمائے اور اللہ تعالیٰ کے فضل پر اعتماد کو اور زیادہ کر دے۔

دیگر غنائم:

آیت ۲۱: وَأُخْرَى (اور ایک اور فتح) اس کا عطف ہدہ پر ہے ای فجعل لكم هذه المغانم ومغانم اخرى وهي مغانم هوازن فی غزوة حنین۔ پس اس نے یہ غنائم تمہیں جلد دے دیں اور دوسری غنائم جو هوازن کی غنائم ہیں جو غزوة حنین میں میسر آئیں۔ لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا (جو تمہارے قابو میں نہیں آئی) کیونکہ اس میں بڑا حملہ تھا۔ قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا (اللہ تعالیٰ اس کو احاطہ میں لیے ہوئے ہیں) یعنی اس پر قدرت رکھنے اور غلبہ پانے والے ہیں اور تمہیں ان پر غلبہ دینے والے ہیں۔

وَلَوْ قَاتَلَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوَلَّوْا الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُونَ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ۳۲

اور اگر کافر لوگ تم سے جنگ کرتے تو پشت پھیر لیتے پھر نہ کوئی کارساز پائے اور نہ کوئی مددگار۔

سُنَّةَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۖ وَلَكِنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ۳۳

یہ پہلے سے اللہ کا دستور رہا ہے اور اے مخاطب تو اس کے دستور میں تبدیلی نہ پائے گا۔

وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ

اور اللہ وہ ہے جس نے ان کے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے مکہ میں ہوتے ہوئے روک دیا اس کے بعد کہ تمہیں ان پر

عَلَيْهِمْ ۖ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا ۳۴

قابو سے دیا تھا اور اللہ تمہارے کاموں کو دیکھنے والا ہے۔

نحو: نمبر ۱۔ آخری میں نصب بھی جائز ہے۔ اور فعل مضمّر ماننا ہوگا جس کی تفسیر قد احاط اللہ بہا کر رہا ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے۔ و قضی اللہ اخرای قد احاط اللہ بہا (اور اللہ نے دوسری کا فیصلہ کیا جس کا اللہ تعالیٰ احاطہ کرنے والے ہیں۔ لم تقدروا علیہا یہ آخری کی صفت ہے۔

نمبر ۲۔ اور رفع ابتداء کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ وہ اس کی صفت لم تقدروا سے آرہی ہے اور قد احاط اللہ بہا یہ مبتدأ کی خبر ہے۔

وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا (اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والے ہیں) تقدیر بمعنی قادر ہے۔

آیت ۲۲: وَلَوْ قَاتَلَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا (اور اگر کافر تم سے لڑتے) اہل مکہ اور وہ صلح پر آمادہ نہ ہوتے یا اہل خیبر کے حلیف قبائل۔ لَوَلَّوْا الْأَدْبَارَ (تو ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگتے) مغلوب ہوتے اور شکست کھا جاتے۔ ثُمَّ لَا يَجِدُونَ وَلِيًّا (پھر نہ ان کو کوئی یار ملتا) جو ان کے معاملے کا ذمہ دار بنتا۔ وَلَا نَصِيرًا (اور نہ مددگار) جو ان کی مدد کرتا۔

آیت ۲۳: سُنَّةَ اللَّهِ (اللہ تعالیٰ نے یہی دستور کر رکھا ہے)

نحو: یہ مصدر مؤکد کی جگہ ہے۔ ای سن اللہ غلبۃ انبیاء ہ سنة اور وہ اس آیت میں مذکور ہے لا غلبن انا ورسلی۔

[المجادلہ - ۳۱]

الَّتِي قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ وَلَكِنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا (جو پہلے سے چلا آتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے دستور میں آپ ردو

بدل نہ پائیں گے) تبدیل تغیر کے معنی میں ہے۔

قریش مکہ کی شرارت:

آیت ۲۴: وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ (اور وہ ایسا ہے کہ اس نے ان کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے روک دیئے) اہل مکہ کے ہاتھ و ایدیٰ عنہم (اور تمہارے ہاتھ ان سے) اہل مکہ سے یعنی اس نے تمہارے اور ان کے مابین روک پیدا کر دی اس کے بعد کہ تمہیں ان پر کامیابی اور غلبہ عنایت فرمایا اور یہی فتح کا دن ہے۔

استدلال امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ:

کہ مکہ قوت سے فتح ہوا نہ کہ صلح سے۔

ایک قول:

یہ غزوہ حدیبیہ میں پیش آیا اس لئے کہ روایت میں ہے کہ عکرمہ بن ابی جہل پانچ سو سواروں کے ساتھ نکلا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھیجا جنہوں نے اس کو شکست دے کر مکہ کے اندر گھسنے پر مجبور کر دیا۔ (اخرجہ الطبرانی)

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

اللہ نے مسلمانوں کو ان پر غلبہ دیا یہاں تک کہ ان کو مسلمانوں نے پتھر مار مار کر گھروں میں داخل کر دیا۔ بَطْنِ مَكَّةَ (عین مکہ میں) مکہ مکرمہ میں یا حدیبیہ میں کیونکہ اس کا بعض حصہ حرم کی طرف منسوب ہے۔ مِنْ بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ (اس کے بعد کہ تم کو ان پر قابو دے دیا تھا) تمہیں ان پر تسلط و قدرت دے دی۔ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا (اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو دیکھ رہا تھا) قراءت: ابو عمرو نے یاء سے یعملون پڑھا ہے۔

هُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدَىٰ مَعَكُوفًا أَنْ يَبْلُغَ

یہ لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تم کو مسجد حرام سے روکا اور قربانی کے جانور کو روک دیا جو رکاب ہوارہ گیا اس کے موقع میں پہنچنے سے

مِحْلَةً ۖ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُونَ وَنِسَاءٌ مُّؤْمِنَاتٌ لَّمَّ تَعْلَمُوهُنَّ مِنْ أَنْ تَطُوهُمْ فَتَصِيبَكُمْ

روکا، اور اگر بہت سے مسلمان مرد اور بہت سی مسلمان عورتیں نہ ہوتیں جن کی تم کو خبر نہ تھی یعنی ان کے پاس جانے کا احتمال نہ ہوتا جس پر ان کی ہجرت سے تم کو

مِنْهُمْ مَّعْرَةٌ ۖ بَغَيْرِ عِلْمٍ لِّدُخُلِ اللَّهِ فِي رَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ ۗ لَوْ تَزَيَّلُوا لَعَذَّبْنَا

بے خبری میں ضرورت پڑتی جاتا تو سب قصے طے کر دیا جاتا، تاکہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں جس کو چاہے داخل کرے یہ مسلمان مرد و عورت جدا ہو جاتے تو ہم ان کو

الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۗ إِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْحَمِيَّةَ

دردناک عذاب دیتے جو اہل مکہ میں سے کافر تھے۔ جب کہ ان کافروں نے اپنے دلوں میں عار کو جگہ دی اور عار بھی

حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَالزَّمَمَهُمْ

جاہلیت کی تھی سو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اور مؤمنین کو اپنی طرف سے تحمل عطا فرمایا، اور اللہ تعالیٰ نے ان کو تقویٰ کی بات پر

كَلِمَةَ التَّقْوَىٰ وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا ۗ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ۗ

جائے رکھا اور وہ اس کے زیادہ مستحق ہیں اور اس کے اہل ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔

آیت ۲۵: هُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدَىٰ (یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تم کو مسجد حرام سے روکا اور قربانی کے جانور کو) الہدی وہ جانور جو بطور ہدی کعبہ کی طرف بھیجا جائے۔

مُحْجُوٌّ: اس پر نصب اس لئے ہے کہ صدو کم کے کم پر اس کا عطف ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے۔ صدو کم و صدوا الہدی۔

مَعَكُوفًا أَنْ يَبْلُغَ (جو رکاب ہوارہ گیا کہ وہ پہنچے) معکوفاً کا معنی رُکا ہوا پہنچنے سے۔ مُحْجُوٌّ: یہ معکوفاً حال ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر اونٹ چلائے تھے۔ مِحْلَةً (اپنے موقع پر) اپنی اس جگہ جہاں اس کا نحر کرنا حلال ہے یعنی واجب ہے۔ مَسْئَلَةٌ: یہ دلیل ہے کہ محصر کے دم احصار کا محل حرم ہے۔ اور مراد محل مقررہ منیٰ ہے۔

قتال کے روکنے میں حکمت:

وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُونَ وَنِسَاءٌ مُّؤْمِنَاتٌ (اور اگر بہت سے مسلمان مرد اور بہت سی مسلمان عورتیں نہ ہوتیں) مکہ میں تم

تَعْلَمُوهُمْ (جن کی تم کو خبر بھی نہ تھی) یہ مردوں اور عورتوں تمام کی صفت ہے۔ اَنْ تَطْنُوهُمْ (ان کے پس جانے کا احتمال نہ ہوتا) نَحْوًا: یہ رجال و نساء سے بدل الاشمال ہے۔ یا تعلموہم کی ضمیر ہم سے بدل ہے۔ فَتُصِيبُكُمْ مِنْهُمْ مَعْرَةٌ بَغَيْرِ عِلْمٍ (پس تمہیں بھی بے خبری میں ضرر پہنچتا) گناہ اور سختی۔ مَعْرَةٌ یہ مَفْعَلَةٌ کا وزن ہے۔ یہ عَرَاةٌ سے ہے بمعنی عَرَاہ جب کسی کو وہ چیز پیش آجائے جو وہ ناپسند کرتا ہو۔ اور وہ اس پر گراں ہو۔ یہاں کفارہ مراد ہے جبکہ اس نے خطا قتل کیا ہو اور مشرکین کا برا قول: انہوں نے بلا امتیاز اپنے اہل دین سے بھی وہی کیا جو ہمارے ساتھ کیا تھا اور گناہ جبکہ وہ قصر کر دے۔ بَغَيْرِ عِلْمٍ یہ ان تَطْنُوهُمْ سے متعلق ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے۔ ان تَطْنُوهُمْ غَيْرِ عَالَمِينَ بِهِمْ۔ ان کو روند ڈالو اس حال میں کہ تمہیں ان کا علم نہ ہو۔ الوطأ۔ جا پڑنا اور ہلاک کرنا۔ مطلب یہ ہے کہ مکہ میں کچھ مسلمان ایسے تھے جو مشرکین کے ساتھ ملے جلے رہتے تھے۔ مجبوراً ایمان کو چھپانے والے تھے۔

ایک قول یہ ہے۔ اگر یہ کراہت نہ ہوتی کہ تم کچھ مؤمن لوگوں کو ہلاک کر ڈالتے مشرکین کے درمیان اس حال میں کہ تم ان کو نہ جاننے والے تھے پس ان کی ہلاکت سے تمہیں تکلیف و مشقت پہنچتی۔ اسی لئے اس نے تمہارے ہاتھوں کو ان سے روک دیا۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد لِيُدْخِلَ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ (تا کہ اللہ تعالیٰ داخل کرے اپنی رحمت میں جس کو چاہے) یہ اس کے لئے علت ہے جس پر آیت دلالت کر رہی ہے اور جس کیلئے آیت لائی گئی ہے۔ یعنی اہل مکہ سے ہاتھوں کا روکنا اور ان کے ساتھ قتال سے روکنا اس وجہ سے تھا کہ مکہ میں ان کے درمیان خفیہ ایمان والے تھے گویا یہ اس طرح فرمایا۔ كَانِ الْكُفْرُ وَمَنْعُ التَّعْذِيبِ لِيُدْخِلَ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ أَي فِي تَوْفِيقِهِ بزيادة الخیر والطاعة مؤمنیہم یا ليدخل فی الاسلام من رغب فیہ من مشرکیہم۔ یہ روکنا اور سزا سے منع کرنا اس لئے تھا تا کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت یعنی توفیق میں اضافہ خیر و طاعت کے لئے ان کے مؤمنین کو داخل فرمائے یا اللہ تعالیٰ مشرکین میں سے اسلام کی طرف رغبت کرنے والوں کو داخل فرمائے۔ لَوْ تَزَيَّلُوا (اور اگر یہ ٹل گئے ہوتے) اگر وہ متفرق ہو جاتے اور کافر مسلمان سے ممتاز ہو چکے ہوتے۔ لولا کا جواب محذوف ہے۔ لولا کا جواب اس سے بے نیاز کرنے والا ہے۔

نمبر ۲۔ اور یہ بھی درست ہے کہ لو تزیلوا یہ لولا رجال مؤمنون کے لئے تکریر کی طرح ہو۔ کیونکہ دونوں کا معنی آجا کر ایک بنتا ہے اور لَعَذَابُنَا الَّذِينَ كَفَرُوا یہ جواب لولا ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے: وَلَوْلَا اَنْ تَطْوَوا رَجَالًا مُّؤْمِنِينَ وَ نِسَاءً مُّؤْمِنَاتٍ وَلَوْ كَانُوا مَتَمِيزِينَ لَعَذَبْنَاہُمْ بِالسَّيْفِ۔ اگر تمہارا مؤمن مردوں اور عورتوں کو روندنا اور اگر وہ کفار سے الگ ہو جاتے تو ہم مشرکین کو تلوار سے سزا دیتے۔ مِنْهُمْ (اہل مکہ سے) عَذَابًا اَلِيمًا (دردناک عذاب) آیت ۲۶: اِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا (جبکہ ان کافروں نے اپنے دلوں میں) اس کا عامل لَعَذَبْنَا ہے اور تقدیر کلام اس طرح ہے۔ لَعَذَبْنَاہُمْ فِي ذَلِكَ الْوَقْتِ يَا ذَكَرْ عَامِلٌ ہے۔ كَفَرُوا سے قریش مکہ مراد ہیں۔

مسلمانوں کے لوٹ جانے پر کفار کا اصرار:

فِي قُلُوبِهِمُ الْحَمِيَّةُ الْجَاهِلِيَّةُ فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ (عار کو جگہ دی اور عار بھی جاہلیت کی۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور مؤمنین کو اپنی طرف سے تحمل عطا فرمایا) کافروں کی حمیت سے مراد جاہلی غیرت۔ سکینۃ المؤمنین سے وقار مراد ہے۔ جیسا کہ مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب حدیبیہ میں اترے تو قریش نے سہیل بن عمرو کو بھیجا۔ اور اس کے ساتھ وفد میں حویطب بن عبدالعزیٰ، مکرز بن حفص شامل تھے انہوں نے یہ پیش کیا کہ آپ اس سال لوٹ جائیں اور آئندہ سال لوٹ کر آئیں۔ قریش مکہ کو تین دن کے لئے خالی کر دیں گے۔ آپ ﷺ نے یہ بات منظور فرمائی اور انہوں نے اپنے درمیان ایک معاہدہ تحریر کیا۔ آپ ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا تم لکھو۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ وفد قریش نے کہا ہم اس کو نہیں جانتے۔ بلکہ تم لکھو باسمک اللہم۔ پھر فرمایا لکھو۔ هذا ما صالح عليه رسول الله ﷺ اهل مكة۔ وفد قریش نے کہا۔ اگر ہم آپ کو اللہ کا رسول جانتے تو بیت اللہ سے آپ کو نہ روکتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جو یہ چاہتے ہیں لکھو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور میں محمد بن عبد اللہ ہوں۔ مسلمانوں نے اس سے گھٹن محسوس کی اور اسکے مسترد کرنے کا ارادہ کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر سکینہ نازل فرمائی پس وہ وقار و حوصلے میں آگئے۔ (بخاری۔ ۲۷۳۲۔ بیہقی ۱۰۵/۴)

وَالزَّمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَى (اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تقویٰ کی بات پر جمائے رکھا)

قول جمہور:

یہ ہے کہ یہ کلمہ شہادت ہے۔

ایک قول یہ ہے:

یہ بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے۔

فائدہ اضافت:

تقویٰ کی طرف اضافت اس لئے ہے کہ یہ تقویٰ کا سبب ہے اور اس کی اساس و بنیاد ہے۔

ایک قول:

تقدیر کلام اس طرح ہے کلمۃ اهل التقویٰ۔ اہل تقویٰ والی بات پر۔

وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا (اور وہ مؤمن اس کے دوسروں سے زیادہ حقدار تھے) وَأَهْلَهَا (اور وہ اس کے اہل تھے) اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کا اہل بنا دیا تھا۔ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا (اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے) پس وہ معاملات کو مصلحتوں کے مطابق چلاتا ہے۔

لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ

بیشک اللہ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا جو واقع کے مطابق ہے، انشاء اللہ تم ضرور ضرور مسجد حرام میں امن وامان کے ساتھ

أَمِينٌ مُحَلِّقِينَ رُءُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ لَا تَخَافُونَ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوا

داخل ہو گے اپنے سروں کو مونڈنے والے ہو گے اور اپنے بالوں کو کتروانے والے ہو گے تمہیں کوئی خوف نہیں ہوگا، سو اللہ نے جان لیا جو تم نے نہیں جانا،

فَجَعَلَ مِنْ دُونِ ذَلِكَ فَتْحًا قَرِيبًا ۝۲۷ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ

سو اس سے پہلے عنقریب ہی ایک فتح نصیب فرمادی، اللہ وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت

وَدِينٍ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ ۝ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا ۝۲۸

اور دین حق کے ساتھ بھیجا کہ اسے تمام دینوں پر غالب کر دے، اور اللہ کافی گواہ ہے۔

وَمُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا

محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت ہیں آپس میں مہربان ہیں بلکہ مخاطب تو انہیں اس حال میں دیکھنا کہ وہ کھجی رکوع میں ہیں کھجی سجدوں میں ہیں

يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ۝ ذَلِكَ

وہ اللہ کے فضل اور رضا مندی کو تلاش کرتے ہیں، ان کی شان یہ ہے کہ ان کے چہروں میں سجدوں کے نشان ہیں، ان کی یہ

مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ ۝ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ ۝ كَزُرْعٍ أَخْرَجَ شَطْئَهُ فَازَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ

مثال توریت میں ہے، اور انجیل میں ان کا یہ وصف ہے کہ جیسے کھیت ہو اس نے اپنی سوئی نکالی پھر اس نے اسے قوی کیا پھر وہ کھیتی موٹی ہو گئی

فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوْقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۝ وَعَدَّ اللَّهُ الَّذِينَ

پھر اپنے سینے پر سیدھی کھڑی ہو گئی جو کسانوں کو بھلی معلوم ہونے لگی، تا کہ اللہ ان کے ذریعے کافروں کے دلوں کو جلانے، اللہ نے ان لوگوں سے جو

أَمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ۝۲۹

ایمان لائے اور نیک عمل کے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔

آیت ۲۷: لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ (بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا ہے) یعنی ان کو ان کے خواب میں سچا کر دیا اور ان کو خلاف واقعہ نہیں دکھایا۔ اللہ تعالیٰ کذب سے وراء الوراہ ہیں۔ اسی لئے جار کو حذف کر کے فعل کو ملا

دیا۔ جیسا کہ اس آیت میں صدقوا معاہدوا اللہ علیہ [الحزاب-۲۳]

خواب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم:

روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کی طرف نکلنے سے پہلے دیکھا گویا کہ آپ اپنے اصحاب سمیت امن و سلامتی کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے ہیں اور انہوں نے حلق و قصر کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا خواب صحابہ کرام کے سامنے بیان فرمایا۔ وہ بڑے خوش ہوئے اور انہوں نے یہ گمان کیا کہ وہ اسی سال داخل ہونے والے ہیں۔ اور کہنے لگے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب سچا ہے۔ جب یہ معاملہ اگلے سال پر پڑ گیا۔ تو عبد اللہ بن ابی اور اس کی پارٹی کہنے لگی ہم نے نہ تو حلق کیا اور نہ ہی قصر اور نہ ہم نے مسجد حرام دیکھی۔ پس یہ آیت نازل ہوئی۔ [الدر المنثور- ۵/۵۳۸]

بِالْحَقِّ (جو واقع کے مطابق ہے) نمبر ۱۔ یہ صدق کے متعلق ہے۔ انہوں نے جو دیکھا وہ حاصل اور سچ کے ساتھ ملے ہونے میں برحق ہے۔ یعنی حکمت بالغہ پر مبنی ہے اور یہ اس لئے کہ اس میں ابتلاء اور مخلص مؤمن اور منافق کے درمیان امتیاز ہے۔ نمبر ۲۔ اور یہ بھی درست ہے کہ بالحق میں باہتم کے لئے ہو پھر حق سے مراد یا تو وہ ہے جو باطل کی نقیض ہے۔ یا حق سے مراد اللہ تعالیٰ کا نام مبارک ہے اور جو اب قسم لَتَدْخُلَنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ ہے۔ اور اول صورت میں قسم محذوف کا جواب ہے۔

مسجد حرام میں داخلہ اور حلق و قصر:

لَتَدْخُلَنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ (تم لوگ مسجد حرام میں انشاء اللہ ضرور جاؤ گے) ان شاء اللہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکایت ہے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو فرمایا اور ان کے سامنے بیان کیا۔ یا اپنے بندوں کی تعلیم کے لئے فرمایا کہ وہ اس طرح کہیں اپنے وعدوں میں اللہ تعالیٰ کے ادب کو اختیار کریں اور اس طریقے کو اپنائیں۔ اٰمِنِيْنَ (امن و امان کے ساتھ) نَحْوُ: یہ حال ہے اور شرط جملہ معترضہ ہے۔ مُحَلِّقِيْنَ (کہ کوئی تم میں سر منڈواتا ہوگا) نَحْوُ: یہ آمینین کی ضمیر سے حال ہے۔ رءٌ وُسْكُمُ حَلْقُ تَمَامِ سَرِّ كَبَالٍ مَنْدُوَانِ كَوَكْتَبِيْ هِيْ۔ وَ مَقْصِرِيْنَ (اور کوئی بال کتراتا ہوگا) قصر بعض بال لینا۔ لَا تَخَافُوْنَ (کسی طرح کا اندیشہ نہ ہوگا) نَحْوُ: یہ حال مؤکدہ ہے۔ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا (پس اللہ تعالیٰ کو وہ باتیں معلوم ہیں جو تم کو معلوم نہیں) فتح مکہ کے آئندہ سال تک مؤخر کرنے کی حکمت فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ (پھر اس نے لگے ہاتھ ایک فتح دے دی) فتح مکہ کے علاوہ۔ فَتَحًا قَرِيْبًا (قریبی فتح) اور وہ فتح خیبر ہے۔ تاکہ اس سے ایمان والوں کے دلوں کو راحت حاصل ہو اس فتح موعود کی آمد تک۔

آیت ۲۸: هُوَ الَّذِي ارْسَلَ رَسُوْلَهُ بِالْهُدٰى (اور وہ اللہ تعالیٰ ایسا ہے۔ کہ اس نے اپنے رسول کو ہدایت) ہدایت سے یہاں توحید مراد ہے۔ وَ دِيْنِ الْحَقِّ (اور سچا دین دے کر بھیجا) اس سے دین اسلام مراد ہے۔ لِيُظْهِرَهُ (تاکہ وہ اس کو غالب کرے) بلند کرے۔ تَفُوْقِ عِنَايَتِ كَرِيْمٍ (تمام دینوں پر) الف لام جنس کا ہے۔ جنس ادیان پر۔ اس سے

ادیان مشرکین اور اہل کتاب مراد ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ سچا کر دیا۔ کوئی دین ایسا نہیں جس کو اسلام جتنا عزت و غلبہ ملا ہو۔
ایک قول یہ ہے:

یہ نزول مسیح علیہ السلام کے وقت ہوگا جبکہ سطح زمین پر کوئی کافر نہ رہے گا۔

ایک قول یہ بھی ہے:

یہ دلائل و نشانات سے غلبہ ہے۔ (جو آج بھی حاصل ہے)

وَ كَفَى بِاللّٰهِ شَهِيدًا (اور اللہ تعالیٰ کافی گواہ ہے) اس بات پر کہ جو اس نے وعدہ کیا وہ ہو کر رہے گا۔

قول حسن رحمہ اللہ:

اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے متعلق گواہی دی کہ میں اپنے اس دین کو غلبہ دوں گا۔ تقدیر کلام اس طرح ہے کفاه اللہ شہیداً۔ نَحْوُ: شَهِيدًا: یہ تمیز ہے یا حال ہے۔

آیت ۲۹: مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ۔ (محمد اللہ کے رسول ہیں) نَحْوُ: نَمْرًا۔ یہ مبتدأ کی خبر ہے اور وہ ہو ہے۔ کیونکہ پہلے ہو الذی ارسل رسولہ گزر چکا۔ نمبر ۲۔ مبتدأ ہے اس کی خبر رسول اللہ ہے۔

عظمتِ مقتداء و مقتدیان باصفا:

قراءت: نصر نے اس پر وقف کیا ہے۔ وَالَّذِينَ مَعَهُ (اور جو لوگ آپ کے صحبت یافتہ ہیں) یعنی آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم

نَحْوُ: نَمْرًا۔ یہ مبتدأ ہے اور اس کی خبر اشداء علی الکفار ہے۔ نمبر ۲۔ محمد مبتدأ اور رسول اللہ عطف بیان ہے اور والذین معہ پر مبتدأ کا معطوف ہے۔ یہ سارا مبتدأ بن گیا۔ اشداء یہ تمام کی خبر ہے۔

اَشِدَّاءُ عَلٰی الْكُفَّارِ (وہ کافروں کے مقابلہ میں تیز ہیں) اشداء کا معنی سخت ہے۔ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ (اور آپس میں مہربان ہیں) باہمی مہربانی کرنے والے۔ نَحْوُ: یہ دوسری خبر ہے۔ اور ان میں دونوں صفات شدت و رحمت کی پائی جاتی ہیں۔

جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا اذلة علی المؤمنین اعزة علی الکافرین۔ [المائدہ-۵۳] کفار پر ان کی شدت اس مقام تک پہنچنے والی تھی کہ وہ ان کے کپڑوں کو ان سے بچاتے کہ ان کے ساتھ نہ لگ جائیں اور اپنے ابدان کو ان کے ابدان کے ساتھ چھونے سے بچاتے تھے اور رحم کا حال یہ تھا۔ کہ جو مؤمن دوسرے کو دیکھتا وہ اس سے مصافحہ اور معانقہ کرتا تھا۔ تَرَاهُمْ رُكَّعًا (اے

مخاطب تو ان کو دیکھے گا رکوع کی حالت میں) سَجَّدًا (اور کبھی سجدہ کرتے ہوئے) يَتَسَوَّوْنَ (وہ جستجو میں لگے رہتے ہیں) یہ حال ہے۔ جیسا کہ رُكَّعًا اور سَجَّدًا اسی طرح فضلاً من اللہ و رضواناً۔ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا (اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس

کی رضامندی کی) سَيِّمَاهُمْ فِي وُجُوْهِهِمْ مِنْ اَثْرِ السُّجُوْدِ (اور ان کے آثار ان کے چہروں پر بوجہ تاثیر سجدہ کے نمایاں ہیں) یعنی وہ تاثیر جو وجود کے اثر سے نمایاں ہوتی ہے۔ قول عطاء رحمہ اللہ: ان کے چہرے رات کو طویل نماز پڑھنے کی وجہ سے روشن ہیں۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ من کثرت صلاته باللیل حسن وجهه بالنهار۔ (ابن ماجہ۔ ۱۳۳۳) جس کی رات کو نماز کثرت سے ہوگی دن کو اس کا چہرہ روشن ہوگا۔ ذَلِکَ (جس کا ذکر ہوا) مَثَلُهُمْ (ان کی صفت و حالت ہے) فِي التَّوْرَةِ (تورات میں) قراءت: اس پر وقف ہے۔ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيلِ (اور ان کی صفت ہے انجیل میں) یہ مبتدأ ہے اس کی خبر کزروع ہے۔ کَزْرَعٍ اَخْرَجَ شَطْنَهُ (جیسے کھیتی کہ اس نے اپنی سوئی نکالی) کو نپل۔ عرب کہتے ہیں اشطا الزرع۔ جب وہ اپنی سوئی نکالے۔ فَازْرَعُ (پھر اس نے اس کو مضبوط کر دیا) قراءت: شامی نے فازرہ پڑھا ہے۔ فَاسْتَعْلَظَ (پھر وہ کھیتی اور موٹی ہوئی) وہ نرمی سے سختی تک پہنچی۔ فَاسْتَوَى عَلٰی سُوْقِهِ (پھر وہ اپنے تنہ پر سیدھی کھڑی ہو گئی) اپنی پوری پر سیدھی ہو گئی۔ سُوْقِ جَمْعِ سَاقٍ كِي هِيَ۔ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ (وہ کسانوں کو بھلی معلوم ہونے لگی) کہ وہ اس کی قوت پر متعجب ہیں۔

ایک قول یہ ہے:

انجیل میں لکھا ہے کہ عنقریب ایسے لوگ آئیں گے۔ وہ کھیتی کی طرح اگیں گے وہ بھلائی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے۔

قول عکرمہ رحمہ اللہ:

اس نے اپنی سوئی نکالی ابو بکر کے ساتھ پس اس کو قوت دی عمر کے ذریعہ اور موٹی ہو گئی عثمان کے ذریعہ اور اپنی پنڈلی پر کھڑی ہوئی علی کے ذریعہ رضی اللہ عنہم۔ یہ ایک مثال ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ابتدائے اسلام اور اس کی ترقی کے سلسلہ میں بیان فرمایا ہے۔ یہاں تک کہ وہ قوی و مستحکم ہو گیا کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے کھڑے ہوئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے آپ کو قوت دی۔ جیسا کہ کھیتی کی اولین طاقت کہ جو اس کھیتی کو اطراف سے پیدا ہو کر گھیر لیتی ہے۔ اس کو مضبوط کرتی ہے یہاں تک کہ کسان کو خوبصورت نظر آتی ہے۔ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ (تاکہ ان سے کافروں کے دلوں کو جلادے) کھیتی کی تشبیہ جس نشوونما اور قوت میں اضافے پر دلالت کرتی ہے۔ یہ اس کی تعلیل ہے اور یہ بھی درست ہے کہ اس کو وعد اللہ الذین کا معلل قرار دیا جائے۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا (اللہ تعالیٰ نے ان صاحبوں سے جو کہ ایمان لائے ہیں اور نیک کام کر رہے ہیں مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے) اس کی تعلیل اس لئے بن سکتی ہے۔ کیونکہ جب کفار سب گئے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی عزت کے ساتھ آخرت کے ان انعامات کا وعدہ کر رکھا ہے تو وہ اس سے جلیں گے۔

مِنْ جَوْكَ مِنْهُمْ مِيں ہے یہ بیانیہ ہے۔ جیسا کہ اس ارشاد میں ہے۔ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ۔ (الحج: ۳۰) ای

فاجتنبوا الرجس الذي هو الاوثان - عرب کہتے ہیں انفق من الدراهم ای اجعل نفقتك هذا الجنس - اس جنس کو اپنا خرچہ بناؤ۔ (ہم کا مرجع وہی ہے جو بہم میں ہم کا ہے۔)

ردِ قولِ روافض:

یہ آیت روافض کے اس قول کی تردید کر رہی ہے۔ کہ وفات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت وہ سب کافر ہو گئے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے ساتھ مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ اسی صورت میں درست ہو سکتا ہے جبکہ وہ اس پر ثابت قدم رہے ہوں۔ جس پر وہ آپ کی زندگی میں وعدہ کے وقت قائم تھے۔ اے اللہ صحابہ کرام کے نقش قدم پر چلنے اور قیامت میں ان کے ساتھ حشر فرما آمین ثم آمین۔

الحمد لله سورة الفتح کی آیات کا تفسیری ترجمہ آج قبل العشاء ۲۹ اپریل ۲۰۰۳ء تکمیل پذیر ہوا۔

سُورَةُ الْحَجَرَاتِ نَبِيٌّ قَوْمِي ثَمَانِي عَشْرَةَ آيَةً فِيهَا كُتِبَ عَلَيْنَا

سورہ حجرات مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں اٹھارہ آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتے ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْدِمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَاَتَّقُوا اللّٰهَ ۗ اِنَّ اللّٰهَ

اے ایمان والو تم اللہ اور رسول سے پہلے سبقت مت کرو، اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ

سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۙ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ

سننے والا جاننے والا ہے، اے ایمان والو اپنی آوازوں کو نبی کی آواز پر بلند نہ کرو

وَلَا تَجْهَرُوْا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اِنْ تَحْبَطْ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا

اور نہ نبی سے اس طرح اونچی آواز سے بات کرو جیسے تم بعض بعض سے اونچی آواز سے بات کرتے ہو، ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال جپٹ ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی

تَشْعُرُوْنَ ۙ اِنَّ الَّذِيْنَ يَغْضُوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ

نہ ہوں بیشک جو لوگ اللہ کے رسول کے پاس اپنی آوازوں کو پست کرتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں

اَمْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰی ۗ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ۙ اِنَّ الَّذِيْنَ يِنَادُوْنَكَ

جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کیلئے خاص کر دیا ہے، ان کے لئے مغفرت ہے اور بڑا اجر ہے، بیشک جو لوگ حجروں کے باہر سے آپ کو

مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۗ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ

پکارتے ہیں ان میں سے اکثر عقل نہیں رکھتے ہیں، اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ انکی طرف نکل آتے

لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۙ

تو ان کے لئے بہتر تھا اور اللہ بخشنے والا ہے مہربان ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْدِمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ

(اے ایمان والو! اللہ اور رسول سے پہلے تم سبقت مت کیا کرو)

آیت ۱: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقَدَّمُوا قَدَمَهُ وَاقْدَمَهُ يَهْزُؤُا هَمْزُهُ كَثِيلٌ هُوَ نَوْنٌ كِي وَجْهٌ سَعْدَمَةٌ سَعْدَمَةٌ مَنَقُولٌ هِيَ جَبْهَةٌ وَه
 آگے بڑھے سبقت کر لے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے۔ یقدم قومہ۔ [ہود: ۹۸] مفعول کو یہاں حذف کیا گیا۔ تاکہ قول و
 فعل جس میں سبقت کی جاتی ہے۔ ان سب کو شامل ہو اور یہ بھی درست ہے کہ مفعول کا قصد نہ کیا جائے۔ اور نفس تقدم کی طرف
 متوجہ ہو۔ جیسا کہ اس ارشاد میں ہے۔ وهو الذی یحیی ویمیت۔ [المؤمنون۔ ۸۰]

نمبر ۲۔ یا یہ قدم بمعنی تقدم سے لیا جائے۔ جیسا کہ وجہ بمعنی توجه آتا ہے اور اسی سے مقدمۃ لکھیش ہے۔ ایک ایسی جماعت جس
 کو لشکر سے آگے بھیجا جائے۔ اس کی تاکید قراءت یعقوب۔ ہوتی ہے۔
 قراءت: لَا تَقَدَّمُوا تَقَدَّمُوا کی ایک تاء کو حذف کر کے یعقوب نے پڑھا۔
 تعظیم رسول کا حکم:

بَيْنَ يَدَيْ اللَّهِ وَرَسُولِهِ عرب کہتے ہیں جلست بین یدی فلان۔ جبکہ تم بین و شمال کو چھوڑ کر اس کے قریب بیٹھو۔
 دونوں جہتوں کو یدین سے تعبیر کیا گیا۔ کیونکہ وہ دونوں ہاتھوں کی سمتوں میں پائی جاتی ہیں۔ ان اطراف سے قرب کے باوجود
 توسعاً ایسا کیا گیا ہے۔ جیسا کہ کسی چیز کو مجاورت کی وجہ سے کسی اور نام سے پکار لیتے ہیں۔ اس عبارت میں مجاز کی قسم تمثیل پائی جاتی
 ہے اور اس میں ایک عظیم الشان فائدہ ہے۔

فائدہ جلیلہ:

یہ اس شاعت اور برائی کی تصویر ہے جو اس صورت میں پائی جاتی ہے۔ جبکہ وہ کتاب و سنت کی امثلہ کی اتباع کی بجائے
 امور منہیہ میں سے کسی امر کا ارتکاب کرے۔

نمبر ۲۔ اور یہ بھی درست ہے کہ یہ تمہارے اس قول کی طرح ہو۔ سَرْنِي زَيْدٌ وَحُسْنُ حَالِهِ۔ یعنی سرنی حسن حال
 زید۔ اسی طرح یہاں معنی بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے۔ اس
 اسلوب کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے اختصاص اور قوی تر ہو جاتا ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ مرتبہ
 و مقام ہے۔ اسی لئے اس انداز کو اختیار کیا گیا۔ اس میں اس ناراضگی والی بات کی تمہید ہے جو ان سے ہوئی یعنی رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم کی آواز سے ان کی آواز بلند ہوئی۔ کیونکہ جس ہستی کا یہ مرتبہ اور عظمت ہو اور ایسی خصوصیت عنایت فرمائی ہو اور ان کے
 ادب کا سب سے کم درجہ یہ ہے کہ ان کے سامنے آواز پست رکھی جائے اور ان کے ساتھ انتہائی تادب و تعظیم سے پیش آئیں۔

قول حسن رحمہ اللہ:

بعض لوگوں نے عید الاضحیٰ کے دن نماز عید سے قبل جانور ذبح کر ڈالے۔ پس یہ آیت اتری۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 ان کو قربانی کے اعادہ کا حکم فرمایا۔ (رواہ عبدالرزاق)

قول عائشہ رضی اللہ عنہا:

اس میں یوم شک کے روزے سے منع کیا گیا ہے اسی سلسلہ میں یہ آیت اتری ہے۔ (ذکرہ دارقطنی)
 وَاتَّقُوا اللَّهَ (اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو!) اگر اس سے ڈرو گے تو تقویٰ تمہیں مناہی کے ارتکاب سے محفوظ کر دے گا۔ إِنَّ اللَّهَ
 سَمِيعٌ (بیشک اللہ سننے والے ہیں) ان سب باتوں کو جو تم کہتے ہو۔ عَلِيمٌ (اور جاننے والے ہیں) جو تم کرتے ہو۔ اور ایسی سمیع
 و بصیر و علیم ہستی کا حق یہ ہے کہ اس سے ڈرا جائے۔

آیت ۲: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا (اے ایمان والو!) اس نداء کو دوبارہ تاکید کیلئے لائے تاکہ ہر خطاب جدید کے وقت اپنی بصیرت کی
 تجدید کر لیں اور غور و فکر سے بالکل غفلت نہ برتیں۔

آواز کو آپ کی مجلس میں پست رکھیں:

لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ (اپنی آوازیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند نہ کرو) یعنی جب آپ گفتگو فرما
 رہے ہوں اور تم بھی گفتگو کرو تو تم اپنی آواز کو بلندی میں اس حد تک نہ پہنچاؤ۔ جس حد تک آپ پہنچانے والے ہوں۔ اپنی آواز اس
 طرح بلکی رکھو کہ آپ کا کلام تمہارے کلام سے بلند تر نظر آئے۔ اور آپ کا جہر تمہارے جہر پر نمایاں ہو یہاں تک کہ آپ کا مقام
 اس سے چمکنے والا ہو۔ آپ کی سابقیت واضح تر ہو۔ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ (اور نہ ان سے کھل
 کر بولا کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے سے کھل کر بولا کرتے ہو) جب تم آپ سے اس حالت میں گفتگو کرو کہ آپ خاموشی اختیار
 فرمانے والے ہوں تو آواز کو بلند کرنے کی جو ممانعت کی گئی ہے۔ اس سے مت پھرو بلکہ وہ ملحوظ خاطر رہے اور مزید یہ کہ جہر میں اس
 مقام پر بھی نہ پہنچو جو تم باہمی ایک دوسرے کے ساتھ استعمال کرتے ہو۔ اور ایسا مت کرو کہ جان بوجھ کر آپ سے ایسا نرم اور
 سرگوشی کے قریب کلام کرو جس سے دوبارہ سوال کر کے جہر میں اضافہ ہو۔

یا آپ کو یا محمد اور یا احمد نام لے کر مت آواز دو۔ بلکہ آپ سے نبوت کے لقب سے اور وقار و تعظیم سے خطاب کرو۔

جب یہ آیت نازل ہوئی ابو بکر و عمرؓ آپ سے اس طرح کلام فرماتے جیسے کوئی صاحب راز سے کلام کرتا ہے۔

(رواہ البخاری: ۲۸۳۵)

روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما:

یہ آیت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کے متعلق اتری۔ ان کو اونچا سنتا تھا۔ اور ان کی آواز بھی زوردار تھی۔ کلام کرتے

وقت وہ اپنی آواز کو بلند کرتے۔ بسا اوقات وہ آپ سے بات کرتے ہوتے تو ان کی آواز سے آپ کو تکلیف پہنچتی۔

کجہر کی کاف تشبیہ محل نصب میں واقع ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے لا تجہروا له جہراً مثل جہر بعضکم لبعض۔

مخصوص جہر کی ممانعت:

اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے۔ کہ مطلقاً جہر سے نہیں روکا گیا کہ کسی صورت میں ان کو سوائے آہستہ کلام کے اجازت ہی نہ ہو۔ بلکہ مخصوص جہر کی ممانعت کی گئی ہے۔ میری مراد یہ ہے۔ کہ ایسا جہر جو اس انداز کا ہو جس کی ان کے ہاں باہمی گفتگو میں عادت تھی اور وہ جہر عظمت نبوت شان ذات نبوت کے لحاظ کے بغیر ہو۔

أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ (کبھی تمہارے اعمال برباد ہو جائیں) مَحْجُورٌ: یہ مفعول لہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ اور نہیں کے معنی سے متعلق ہے۔ معنی اس طرح ہے انتھوا عما نہیتم عنہ لحبوط اعمالکم ای بخشیتہ حبوطھا۔ تم بازار ہو اس سے جس سے تمہیں اعمال کے حبط ہونے کے خطرہ کے پیش نظر روکا گیا ہے۔ حبوط کا مضاف محذوف مانا گیا ہے۔ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ (اور تم کو خبر بھی نہ ہو)

آیت ۳: إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ (بے شک جو لوگ اپنی آوازوں کو رسول اللہ کے سامنے پست رکھتے ہیں) مَحْجُورٌ: ان کا اسم رسول اللہ پر مکمل ہوا۔ اولئك الذين انخى ان کی خبر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی آوازوں کو آپ کی تعظیم کیلئے پست رکھتے ہیں۔ أُولَئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَى (یہ وہ لوگ ہیں جن کے قلوب کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کیلئے خاص کر دیا ہے) مَحْجُورٌ: اولئك مبتدأ اور الذين یہ جملہ اس کی خبر ہے۔ الذين کا صلہ للتقوى تک پورا ہوا۔ یہ اپنے مبتدأ سے مل کر خبر ان بن گئی۔ امتحن کا معنی تقویٰ کیلئے خالص کرنا۔ عرب کہتے ہیں امتحن الذهب وفتنه۔ جبکہ پگھلایا جائے اور اس سے میل کو نکال دیا جائے اور صاف کر دیا جائے۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ اس کے دل کے ساتھ مختبر کا سا معاملہ کیا گیا تو اس کو خالص پایا گیا۔

قول عمر رضی اللہ عنہ:

امتحن کا معنی شہوات کا اس سے دور کرنا۔ الامتحان یہ باب اتعال ہے۔ محنہ: زبردست آزمائش، تھکا دینے والی پرکھ۔ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ (ان لوگوں کیلئے بخشش اور عظیم اجر ہے) یہ دوسرا جملہ ہے۔ یہ شیخین رضی اللہ عنہما کے متعلق اتری کیونکہ وہ دونوں آواز کو ہلکا کرنے والے تھے۔

آیت کے لطائف:

آواز پست کرنے والوں کو ان مؤکدہ کا اسم بنایا اور اس کی خبر ایسے مبتدأ و خبر سے لائے جو دونوں معرفہ ہیں۔ مبتدأ اسم اشارہ اولئك ہے۔ ان کے عمل کی جزاء جس جملہ میں ذکر کی اس کو دوبارہ لوٹایا۔ اور جزاء کو نکرہ مبہمہ لائے۔ اس معاملے سے معلوم ہوتا ہے کہ آواز پست کرنے پر انتہائی راضی ہیں اور ایسے لوگ کمال کے انتہائی درجہ پر فائز المرام ہیں اور آواز بلند کرنے والوں پر تعریض کر دی کہ اس کا ارتکاب اللہ تعالیٰ کو انتہائی ناپسند ہے۔

وفد بنو تمیم کی نادانی:

آیت ۴: اِنَّ الَّذِيْنَ يُّنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرَاتِ (بیشک جو لوگ حجروں کے باہر آپ کو پکارتے ہیں) یہ آیت وفد بنو تمیم کے متعلق نازل ہوئی۔ وہ خدمت نبوی میں دوپہر کے وقت پہنچے جبکہ آپ آرام فرماتے تھے۔ ان میں اقرع بن حابس، عیینہ بن حصن بھی تھے۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حجرات کے باہر سے آوازیں دیں اور کہنے لگے۔ اے محمد! آپ باہر نکل کر آئیں! ہماری مدح زینت اور ہماری مذمت عیب دار بنا دیتی ہے۔ پس آپ بیدار ہو کر باہر تشریف لائے۔ (ابن اسحاق فی السیرة)

الوراء: ہر وہ جانب جو تم سے کسی شخص کو اس کے سایے کے ساتھ چھپالے خواہ وہ آگے ہو یا پیچھے۔ من۔ یہ ابتدائے غایت کیلئے ہے۔ کہ آواز اس مقام سے شروع ہوئی اور دی گئی۔ الحجرۃ۔ زمین کا ایسا ٹکڑا جس کو چاروں طرف دیوار کھینچ کر روکا گیا ہو۔ یہ فُعْلَةٌ کا وزن بمعنی مفعولہ استعمال ہوتا ہے جیسے قَبْضَةٌ بمعنی مقبوض۔ اس کی جمع حُجُرَاتٌ دو ضمموں سے ہے۔ یزید نے حُجُرَاتٌ پڑھا ہے۔ یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے حجرات مراد ہیں۔ ہر زوجہ محترمہ کے لئے ایک حجرہ تھا۔ ان کے آواز دینے کا واقعہ ان تمام حجرات کے پیچھے سے تھا شاید وہ آپ کی تلاش میں تمام حجرات پر پھیل گئے تھے۔ یا انہوں نے آپ کو اس حجرہ کے پیچھے سے آواز دی جس میں آپ آرام فرما رہے تھے۔ مگر آپ کی عظمت شان کے لئے جمع کا صیغہ لایا گیا۔ اگرچہ اس کا ارتکاب تو بعض نے کیا مگر نسبت ان تمام کی طرف کر دی گئی۔ اور چونکہ تمام وفد کی صورت میں تھے اور باقی بھی اس پر راضی تھے اس لئے گویا تمام نے یہ فعل کیا۔

اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ (ان میں سے اکثروں کو عقل نہیں ہے) نمبر ۱۔ یہ بھی احتمال ہے کہ اس میں وہ بھی ہوں جن کو مستثنیٰ کرنے کا ارادہ کیا گیا۔ نمبر ۲۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ مراد نفی عام ہو۔ کیونکہ قلت نفی کے موقع پر ہی شمار کی جاتی ہے۔

لَطَافِ آيَتٍ:

اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی عظمت و شان کو ذکر فرمایا گیا ہے۔ نمبر ۱۔ چیخ کر آواز دینے والوں کے لئے بیوقوفی و جہالت لکھ دی۔ نمبر ۲۔ آپ کے قیلولہ اور مقام خلوت کو کنایہ حجرات سے تعبیر فرمایا۔ نمبر ۳۔ الف لام سے معرفہ ذکر کیا۔ اضافت سے نہیں۔ اگر ذرا غور سے کام لیا جائے تو اول سورت سے اس آیت تک اسی طرح الف لام سے معارف کو ذکر کیا۔ دیکھو اللہ اور رسول کی طرف جن امور کی نسبت ہے وہ دوسرے امور پر بلا تقييد مقدم ہیں۔ پھر اس نہی کے بعد تقدیم کی جنس جیسے رفع صوت اور جبر کو پہلے لائے۔ گویا پہلا دوسرے کیلئے تمہید کی مانند ہے۔ پھر آواز آہستہ کرنے والوں کی تعریف فرمائی تاکہ اس سے یہ ظاہر ہو کہ اللہ کی بارگاہ میں اس کی بڑی قدر ہے۔ پھر اس کے بعد وہ لائے جو کہ اس سے بھی زیادہ ناپسندیدگی میں بڑھ کر ہے۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ میں آرام فرمانے کی صورت میں دیوار کے پیچھے سے چیخ چیخ کر آواز دینا۔ چیخ چیخ کر اس طرح آواز دینا جیسا کہ عام آدمی کو آواز دی جاتی ہے۔ یہ اس ترتیب سے اس لئے لائے تاکہ اس بدترین جسارت پر متنبہ کر دیا جائے۔ کیونکہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا

اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق کوئی خبر لے کر آئے تو اچھی طرح تحقیق کر لو ایسا نہ ہو کہ تم نادانی کی وجہ سے کسی قوم کو ضرر پہنچا دو پھر اپنے

عَلَى مَا فَعَلْتُمْ نَذِيرٍ ﴿۶﴾

کئے پر نادم ہونا پڑے۔

جن کے مرتبے کو اللہ تعالیٰ نے اس قدر بلند کیا ہو تو ان کے متعلق یہ جسارت انتہائی سخت ترین جسارت ہے۔

صبر کا مفہوم:

آیت ۵: وَكَلِمَاتُهُمْ صَبْرٌ وَأُورَاغٌ لِّغَيْرِ (اور اگر یہ لوگ صبر کرتے) یعنی اگر ان کا صبر قائم رہتا۔ یہ محل رفع میں فاعلیت کی بناء پر واقع ہے۔
 الصبر: نفس کی خواہش کو روک کر رکھنا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا۔ واصبر نفسك مع الذين يدعون ربهم۔
 [الکہف: ۲۸] اور عرب کا قول صبر عن کذا۔ اس سے نفس کو جو کہ مفعول ہے حذف کیا گیا ہے۔ مشہور محاورہ ہے۔ الصبر مز لا يتجرعه الاحر۔ صبر تلخ است مگر بر شیریں دارد۔ حتّٰی تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ (یہاں تک کہ آپ خود ان کے پاس باہر آجاتے)
 لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ (تو ان کے لئے بہتر تھا) اس سے یہ فائدہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اگر آپ باہر تشریف لاتے اور آپ کا نکلنا ان کی طرف اور ان کی خاطر نہ ہوتا تو پھر بھی لازم تھا کہ وہ اس وقت تک صبر کرتے یہاں تک کہ ان کو علم ہو جاتا کہ آپ کا نکلنا ان کی طرف ہے۔ تو صبر ان کے لئے دینی لحاظ سے بہتر ہوا۔ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے) اللہ تعالیٰ بہت وسیع مغفرت و رحمت والا ہے۔ ان لوگوں سے بھی وہ اپنی رحمت کو ہرگز تنگ نہ کریں گے اگر یہ توبہ و انابت سے کام لیں گے۔

ولید بن عقبہ کی بدگمانی:

آیت ۶: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا (اے ایمان والو! اگر کوئی شریر آدمی تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو اچھی طرح تحقیق کرو) اس بات پر مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ ولید بن عقبہ کے متعلق نازل ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بنو مصطلق کی طرف صدقہ کی وصولیابی کیلئے عامل مقرر فرمایا۔ ان کے اور بنو مصطلق کے درمیان زمانہ جاہلیت میں چپقلش تھی۔ پس جب وہ ان کے گھروں کے قریب پہنچا تو وہ ان کا استقبال کرنے نکلے۔ اس نے گمان کیا کہ وہ اس سے لڑنے نکلے ہیں۔ وہاں سے واپس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لوٹ کر کہہ دیا۔ وہ تو مرتد ہو گئے اور انہوں نے زکوٰۃ سے انکار کر دیا ہے۔ پس آپ نے خالد بن ولید کو تحقیق حال کیلئے بھیجا تو ان کو نماز پڑھتے پایا۔ بنو مصطلق نے ان کو اپنے تمام اموال صدقات سپرد کر دیئے جنہیں لے کر وہ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے۔ آیت میں فاسق اور نبأ دونوں کو نکرہ لا کر عام کرنا مقصود ہے۔ گویا اس طرح فرمایا۔ جو نسا فاسق اور جو خبر لائے۔

وَأَعْلَمُوا أَنَّ فِيكُمْ رَسُولَ اللَّهِ لَوْ يُطِيعُكُمْ فِي كَثِيرٍ مِّنَ الْأَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ

اور تم جان لو کہ بیشک تمہارے اندر اللہ کے رسول موجود ہیں، بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ اگر وہ ان میں تمہاری بات مان میں تو تم مشقت میں پڑ جاؤ، اور لیکن اللہ نے

حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ

ایمان کو تمہارے لئے محبوب بنا دیا اور اسے تمہارے قلوب میں مزین کر دیا اور کفر اور فسوق اور نافرمانی کو تمہارے نزدیک مکروہ بنا دیا ہے،

أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّشِدُونَ ۖ فَضَّلْنَا مِنَ اللَّهِ وَنِعْمَهُ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝۸

یہ لوگ ہدایت والے ہیں اللہ کی طرف سے فضل اور نعمت کی وجہ سے، اور اللہ جاننے والا ہے حکمت والا ہے۔

فَتَبَيَّنُوا : (تو خوب تحقیق کر لیا کرو) پس اس میں توقف کرو اور معاملے کی وضاحت اور حقیقت کا انکشاف تلاش کرو۔ فاسق کی بات پر اعتماد مت کرو کیونکہ جو فسق سے نہیں بچتا وہ کذب سے کیونکر محفوظ ہوگا جو اسی کی قسم ہے۔

دلالت آیت :

اس آیت میں دلالت پائی جاتی ہے کہ ایک عادل کی خبر قبول کر لی جائے گی کیونکہ اگر ہم اس کی خبر پر بھی توقف کریں گے تو ہم فاسق و عادل کو برابر ٹھہرانے والے بن جائیں گے اور یہاں فاسق کی تخصیص بلا فائدہ ہو جائے گی۔ الفسوق: کسی چیز سے نکلنا۔ عرب کہتے ہیں: فسقت الرطبة عن قشرها۔ اس کا مقلوب فقست البيضة۔ جبکہ تم انڈے کو توڑ کر اس کے اندرون کو نکال لو۔ اور اس کا مقلوب۔ قفست الشيء۔ جب کہ تم غضب کے ذریعہ کسی چیز کو اس کے مالک کے ہاتھ سے نکال لو۔ پھر یہ لفظ کبار کے ارتکاب کے ساتھ میانہ روی سے نکلنے کے لئے استعمال ہونے لگا۔

قراءت: علی حمزہ نے فتبتوا پڑھا ہے۔ التثبت اور التبیین یہ دونوں لفظ قریب قریب ہیں۔ دونوں پختگی و وضاحت اور پہچان طلب کرنے کے لئے آتے ہیں۔ اَنْ تُصَيَّبُوا قَوْمًا (کبھی کسی قوم کو ضرر نہ پہنچا دو) بِجَهَالَةٍ (نادانی سے) مَجْحُورًا: یہ حال ہے۔ اس حال میں کہ تمہیں حقیقت حال و واقعہ کا علم نہ ہو۔ فَتُصَبِّحُوا یہ تیسرے معنی میں ہے۔ عَلِي مَا فَعَلْتُمْ نِدْمِيْنَ (پھر اپنے کیے پر پچھتانا پڑے) الندم: غم کی ایک قسم ہے۔ کہ آدمی اپنے کیے پر پشیمان ہو۔ اور تمنا کرے کہ وہ کام اس سے سرزد نہ ہوتا۔ یہ ایسا غم ہے جو ہر وقت انسان کے ساتھ رہتا ہے۔

بنو مصطلق اور ولید کے واقعہ میں مبالغہ نہ کرنے والوں کی تعریف:

آیت ۷: وَأَعْلَمُوا أَنَّ فِيكُمْ رَسُولَ اللَّهِ (اور تم جان رکھو کہ تم میں رسول اللہ ہیں) پس ان سے جھوٹ مت کہو۔ اللہ تعالیٰ ان کو اطلاع دے دیں گے پھر جھوٹے کا پردہ چاک ہو جائے گا۔ نمبر ۲۔ ان کی طرف رجوع کرو اور ان کی رائے طلب کرو۔ پھر جملہ

مستانفہ لائے اور فرمایا۔ لَوْ يُطِيعُكُمْ فِي كَثِيرٍ مِّنَ الْأَمْرِ لَعَنِتُّمْ (بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ اگر اس میں تمہارا کہنا مانا کریں تو تم کو بڑی مضرت پہنچے) تو تم مشقت و ہلاکت میں پڑ جاؤ۔ اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ بعض مسلمانوں نے واقعہ بنو مصطلق کے مبتلا ہونے اور ولید کے قول کو مزین کر کے پیش کیا اور بعض اس سے بچنے والے تھے اور ایسی جسارت کو ان کے تقویٰ کے خلاف خیال کرتے تھے۔ یہی وہ لوگ تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے مستثنیٰ کیا اور فرمایا۔ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيْمَانَ (لیکن اللہ تعالیٰ نے تم کو ایمان کی محبت دی)

ایک قول یہ ہے:

کہ یہ وہی لوگ ہیں الذین امتحن اللہ قلوبہم للتقویٰ میں جن کا ذکر فرمایا۔ جب کہ حب اللہ والی صفت اس حالت سے مغایرت رکھتی تھی جس کا تذکرہ اس سے پہلے ہے تو لیکن بطور استدراک کے لایا گیا وہ موقعہ استدراک یہ ہے کہ نفی و اثبات دونوں کے لحاظ سے یہ ماقبل کے مخالف ہے۔

وَزَيِّنَآ فِي قُلُوبِكُمْ وَكُرْهًا إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ (اور اس کو تمہارے دلوں میں مزین کر دیا۔ اور نفرت دے دی کفر) اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو چھپانا اور تکبر سے ان کا انکار کرنا۔ وَالْفُسُوقَ (اور فسق) ایمان کی راہ سے کبار کے ارتکاب کے ساتھ نکلنا۔ وَالْعِصْيَانَ (اور عصیان سے) عصیان: شارع نے جس بات کا حکم دیا اس کی اطاعت چھوڑنا۔ أُولَٰئِكَ هُمُ الرُّشِدُونَ (ایسے لوگ راہ راست پر ہیں۔) یعنی یہ لوگ جن کو مستثنیٰ کیا گیا وہی راہ راست پر ہیں۔ انہوں نے حق کی راہ کو پالیا ہے اور استقامت سے ادھر ادھر مائل نہیں ہوتے۔ الرشد راہ حق پر چنگلی سے قائم رہنا۔ یہ الرشادۃ سے لیا گیا جس کا معنی چٹان آتا ہے۔

آیت ۸: فَضَلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً (اللہ تعالیٰ کے فضل و انعام سے) فضل و نعمت۔ افضال و انعام کے معنی میں ہیں۔ مَجْحُورٌ: یہ مفعول لہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں۔ تقدیر کلام اس طرح ہے۔ حب و کفرہ للفضل والنعمۃ اس افضال و انعام کے لئے ایمان محبوب بنایا اور کفر و فسق و عصیان کو مبغوض بنایا ہے۔ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ (اللہ تعالیٰ جاننے والا ہے) ایمان والوں کے حالات اور ان کے باہمی تفاضل و امتیاز کو جانتا ہے۔ حَكِيمٌ (حکمت والا ہے) جبکہ وہ افاضل پر اپنی توفیق سے فضل و انعام کرتا ہے۔

وَإِنْ طَائِفَتَيْنِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا ۚ فَإِنْ بَغَتْ

اور اگر ایمان والوں کی دو جماعتیں آپس میں قتال کرنے لگیں تو ان کے درمیان صلح کرادو، پھر اگر ان میں سے ایک گروہ

إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ ۚ فَإِنْ

دوسرے گروہ پر زیادتی کرے تو اس سے جنگ کرو جو زیادتی کر رہا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے، سو اگر

فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا ۗ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ﴿۳۹﴾

وہ جرح کرے تو ان دونوں کے درمیان انصاف کے ساتھ صلح کرادو اور انصاف کرو، بیشک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ

ایمان والے آپس میں بھائی بھائی ہیں سو اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کرادو اور اللہ سے ڈرو تا کہ تم پر

تُرْحَمُونَ ﴿۴۰﴾

رحم کیا جائے۔

اوس و خزرج کی باہمی لے دے:

آیت ۹: وَإِنْ طَائِفَتَيْنِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا (اور اگر مسلمانوں میں دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مجلس کے پاس رکے جس میں بعض انصار بھی تھے۔ آپ ﷺ گدھے پر سوار تھے۔ گدھے نے پیشاب کیا تو عبداللہ بن ابی اپنی ناک بند کر کے کہنے لگا۔ اپنے گدھے کو جانے دو اس کی بدبو نے ہمیں تکلیف پہنچائی ہے۔ اس پر عبداللہ بن رواحہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گدھے کا پیشاب تیری کستوری سے زیادہ خوشبودار ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور ان کے درمیان بات لمبی ہو گئی۔ یہاں تک کہ ایک دوسرے کو سخت ست اور تمچیاں بھرنے کی پہنچ گئی۔ دونوں کے حمایتی آئے اور وہ اوس و خزرج تھے۔ ان کی باہمی لڑائیوں سے لے دے ہوئی۔ ایک قول یہ ہے کہ مکوں اور گھونسوں اور جوتوں اور کھجور کی چھڑیوں سے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف دوبارہ لوٹے اور ان کے مابین صلح کرائی۔ اور یہ آیت اتری۔

(رواہ البخاری۔ ۲۶۹۱۔ مسلم ۱۷۹۹)

فَوَاكِدْ لِقَظ:

اقتتلوا کو معنی کا لحاظ کر کے جمع لائے۔ کیونکہ الطائفتین قوم و ناس کے معنی میں ہے اور فاصلحوا بینہما میں ضمیر تثنیہ لفظ

کے لحاظ سے لائی گئی ہے۔

فَإِنْ بَغْتُمْ أَحَدَهُمَا عَلَى الْآخِرَىٰ (پھر اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے) البغی: ظلم و زیادتی اور صلح سے انکار۔ فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّىٰ تَفِيءَ (تو اس گروہ سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ خدا تعالیٰ کے حکم کی طرف رجوع ہو جائے) تفسی: رجوع کرنا لوٹنا۔ سائے کو بھی فہی اور غنیمت کو بھی فہی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ غروب آفتاب کے بعد سایہ اصل کی طرف لوٹ آتا ہے اور کفار کا جو مال مسلمانوں کی طرف لوٹ آئے وہ مال فہی ہے۔

باغی گروہ سے لڑنے کا حکم:

الفئة الباغية کا حکم یہ ہے کہ جب تک وہ لڑیں ان سے قتال کیا جائے۔ جب وہ رک جائیں اور لڑائی سے ہاتھ کھینچ لیں تو ان سے ہاتھ روک لیا جائے۔ اِلَىٰ اَمْرِ اللّٰهِ (یعنی صلح کی جو بات کتاب اللہ میں مذکور ہے) اور بغض کو زائل کرنے کا جو حکم ہے۔ فَإِنْ فَاءَتْ (پھر اگر رجوع ہو جائے) یعنی بغاوت سے امر اللہ کی طرف فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا (تو ان کے مابین اصلاح کرو اور انصاف کا خیال رکھو) اقسطوا کا معنی عدل کرو۔ بطور عموم قسط کا لفظ استعمال کر کے انصاف کا حکم دیا۔ حالانکہ اس سے پہلے اصلاح ذات البین کا حکم دیا جا چکا۔ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ (بیشک اللہ تعالیٰ انصاف والوں کو پسند کرتے ہیں) مقسط: عادل کو کہتے ہیں۔ القسط ظلم کو اور القسط العدل کو کہتے ہیں۔ اقسط یہ اسم تفضیل ہے۔ اس کا ہمزہ سبب کیلئے ہے۔ ای ازال القسط اس نے ظلم کو زائل کیا۔ (اور انصاف ازالہ ظلم ہی کو کہتے ہیں)

مسلمانوں میں باہمی مخالفت کی تاکید:

آیت ۱۰: إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ (مسلمان تو سب بھائی ہیں۔ پس اپنے دو بھائیوں کے درمیان اصلاح کرو) یہ آیت اس اصلاح کی ذمہ داری کے مضمون کو پختہ کرنے کے لئے لائے۔ کہ اگر ان کے مابین مخالفت پھوٹ پڑے تو درستگی کرو۔ اور اس آیت میں وضاحت فرمائی کہ ایمان نے مسلمانوں کے اندر ایک قریبی تعلق اور چمٹی رہنے والی مناسبت پیدا کر دی ہے۔ اگر بھائی فضیلت نہ دیں تو اس میں کمی نہ آئے گی۔ پھر یہ عامہ مستمرہ ہے کہ جب دو بھائیوں میں ایسی چیز پھوٹ پڑے تو سب پر لازم ہے کہ اس کے دور کرنے کے لئے انھیں اور صلح سے اس کو ختم کریں پھر دینی بھائی تو اس کے زیادہ حقدار ہیں۔

قراءت: یعقوب نے اخوتکم پڑھا ہے۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ (اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو تا کہ تم پر رحمت کی جائے) یعنی اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو تقویٰ تمہیں الفت و میل ملاپ پر آمادہ کرے گا۔ تمہارے ایسا کرنے سے اللہ تعالیٰ کی مطلوبہ رحمت تمہیں حاصل ہو جائے گی۔

مَسْئَلَةٌ: یہ آیت دلالت کر رہی ہے کہ بغاوت ایمان کو زائل نہیں کرتی۔ کیونکہ بغاوت کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کو مؤمن قرار دیا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرُ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسَىٰ أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ

اے ایمان والو نہ تو مرد مردوں کی ہنسی اڑائیں، ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، اور نہ عورتیں

مِّنْ نِّسَاءٍ عَسَىٰ أَن يَكُنَّ خَيْرًا مِنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا

عورتوں کی ہنسی اڑائیں ممکن ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، اور نہ اپنی جانوں کو عیب لگاؤ، اور نہ ایک دوسرے کو

بِالْأَلْقَابِ طِبُّسُ الْأِسْمِ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ

برے لقب سے یاد کرو، اور ایمان کے بعد گناہ کا نام لگنا برا ہے اور جو شخص توبہ نہ کرے یہ لوگ

الظَّالِمُونَ ﴿۱۱﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ

ظلم کرنے والے ہیں۔ اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو، بلا شبہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں

وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبَ بَعْضُكُم بَعْضًا أَيُّبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ

اور تجسس نہ کرو، اور تم میں سے بعض بعض کی نیبت نہ کریں، کیا تم میں سے کوئی شخص اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت

مَيْتًا فَكْرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ ﴿۱۲﴾ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ

کھائے سو تم اس کو برا سمجھتے ہو، اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والا ہے مہربان ہے۔ اے لوگو! بیشک ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا

مِّنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَىٰكُمْ

کیا ہے اور تمہارے مختلف خاندان اور قبیلے بنائے تاکہ آپس میں شناخت کر سکو بیشک تم میں سے سب سے بڑا عزت والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سب سے بڑا پرہیزگار ہے

إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴿۱۳﴾

بیشک اللہ جاننے والا ہے باخبر ہے۔

تمسخر کی ممانعت:

آیت ۱۱: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرُ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسَىٰ أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّنْ نِّسَاءٍ عَسَىٰ أَن يَكُنَّ خَيْرًا مِنْهُنَّ (اے ایمان والو! نہ تو مردوں کو مردوں پر ہنسا چاہیے۔ کیا عجب ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتوں کو عورتوں پر ہنسا چاہیے۔ کیا عجب ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں) قوم سے خاص کر مرد مراد ہیں کیونکہ وہ عورتوں کے امور کے ذمہ دار

ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ الرجال قوامون علی [النساء: ۳۴] قوامون اصل میں قائم کی جمع ہے جیسا صوم جمع صائم کی ہے اور زور جمع زائر کی ہے۔ اور قوم سے مردوں کا مراد ہونا ظاہر ہے کیونکہ اگر عورتیں اس میں داخل ہوتیں۔ تو لا نساء نہ فرمایا جاتا۔ اور زہیر شاعر نے اپنے قول میں اس کو پیش کیا ہے۔

وما ادری ولست اخال ادری۔ اقوم آل حصن ام نساء؟ باقی قوم فرعون اور قوم عاد کا لفظ جو قرآن مجید میں استعمال ہوا ہے۔ وہاں مذکر و مؤنث ہر دو مراد ہیں۔ قوم کا لفظ فریقین کو شامل کرنے والا نہیں۔ لیکن مذکر کا قصد کر کے اناث کو چھوڑ دیا کیونکہ وہ مردوں کے تابع ہیں۔

قوم اور نساء کے لفظ دونوں نکرہ لائے گئے اس میں دو معنی کا احتمال ہے۔ نمبر ۱۔ بعض مؤمنین و مؤمنات ایک دوسرے کا مذاق نہ اڑائیں۔ فائدہ کے عام ہونے اور ہر جماعت کے لئے تمسخر کو ممنوع قرار دیا۔ یہاں رجل من رجل اور لا امرأۃ من امرأۃ مفرد استعمال نہیں کیا گیا۔ یہ بتلانے کیلئے کہ بہت سے آدمی اور بہت سی عورتیں اس فعل کا اقدام کرتی ہیں۔ اور اسی طرح بہت سی عورتیں اس کو کرنے والی ہیں۔ اور اس حالت کی برائی کو ظاہر کیا۔ اور عسلی ان یكونوا خیراً منہم جملہ مستانفہ ہے۔ اور یہ جملہ نبی کی علت دریافت کرنے والے کے جواب کی جگہ لایا گیا ہے۔ ورنہ تو اس کا حق یہ تھا کہ فاء کے ذریعہ یہ ماقبل سے ملا ہوا ہوتا۔ معنی یہ ہے کہ ہر ایک کو یہ اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ جس کا مذاق اڑایا گیا وہ بسا اوقات تمسخر اڑانے والے سے بہت بہتر ہوتا ہے۔ اس لئے کہ لوگوں کو تو صرف ظواہر کا علم ہے۔ دلوں کے رازوں سے وہ واقف نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں جس چیز کا وزن ہے۔ وہ خلوص قلب ہے۔ اس لئے مناسب یہ ہے کہ کوئی اس شخص کے ساتھ استہزاء کی جرأت نہ کرے۔ جس کو اس کی آنکھ حقیر قرار دیتی ہے۔ اس لئے کہ اس کو پراگندہ حالت میں دیکھا یا بدن میں عیب والا پایا یا گفتگو طرار نہ پایا۔ شاید کہ وہ ضمیر کے لحاظ سے مخلص ترین اور دل کے اعتبار سے پاکیزہ تر ہو جو کہ اس حالت کا عکس ہے جس میں اس کو دیکھا۔ پس جس کو اللہ تعالیٰ نے عزت دی اس کو حقیر قرار دے کر یہ اپنے اوپر ظلم کرے گا۔

قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ:

مصیبت کا دار و مدار بات پر ہے۔ اگر تو کتے سے کہے کہ میں تم سے تمسخر کروں گا تو مجھے خطرہ ہوگا کہ بدل کر کتا نہ بنا دیا

جاؤں۔ (رواہ ابن ابی شیبہ)

طعنہ زنی کی ممانعت:

وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ (اور نہ طعنہ دو ایک دوسرے کو) اپنے اہل دین کو طعنہ زنی نہ کرو۔ اللمز: طعنہ مارنا اور زبان استعمال کرنا۔ قراءت: تَلْمِزُوا یعقوب پہل نے پڑھا ہے۔ مؤمن ایک جان کی طرح ہیں۔ جب ایک مؤمن نے دوسرے کا عیب نکالا تو گویا اپنا عیب نکالا۔ ایک قول یہ ہے: اس کا معنی اس طرح ہے۔ ایسا کام نہ کرو جس سے طعنہ زنی کی جائے۔ کیونکہ

جس نے طعنہ زنی والا کام کیا گویا اس نے اپنے پر خود طعنہ زنی کی۔ وَلَا تَنَابَزُوا بِاللِّقَابِ (اور نہ ایک دوسرے کو برے لقب سے پکارو) تنابز بالاللقاب کا معنی القاب سے یاد کرنا۔ النبز: برالقب اور التلقیب جو لقب ممنوع ہے جس سے ملقب بہ کو ناپسندیدگی ہو اور اس سے اس کی مذمت و قدح نکلتی ہو۔ جس لقب کو وہ پسند کرے اس میں کوئی حرج نہیں۔

روایت میں ہے کہ بنو تمیم کے کچھ لوگوں نے بلال و خباب، عمار و صہیب رضی اللہ عنہم کا مذاق اڑایا۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔

روایت عائشہ رضی اللہ عنہا میں ہے کہ میں زینب بنت خزیمہ سے مذاق کیا کرتی تھی ان کا قد چھوٹا تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے ام سلمہ کو چھوٹے قد کی عار دلائی۔

(ترمذی۔ ۳۸۹۳۔ احمد ۱۳۵/۳۔ نسائی ۳۳ فی عشرة النساء)

ایک روایت ہے کہ یہ ثابت بن قیس کے متعلق نازل ہوئی۔ ان کو اونچا سنتا تھا۔ صحابہ کرام ان کے لئے مجلس رسول میں گنجائش کر دیتے تاکہ بات کو سن سکیں۔ ایک دن وہ آئے اور زبان سے کہہ رہے تھے۔ کھل جاؤ کھل جاؤ۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا پہنچے۔ اور ایک آدمی کو کہا۔ ذرا ہٹ جاؤ۔ اس نے ایسا نہ کیا تو ثابت کہنے لگے یہ کون ہے؟ اس نے کہا میں فلاں ہوں۔ تو ثابت نے کہا تو تو فلاںی عورت کا بیٹا ہے۔ اس سے مراد اس کی ماں تھی۔ جس کی وجہ سے جاہلیت میں اس کو عار دلاتے تھے۔ وہ آدمی شرمندہ ہوا۔ اس پر یہ آیت اتری۔ تو ثابت نے سن کر کہا میں آئندہ کبھی کسی پر نسب سے فخر نہ کروں گا۔ (عجابی بغیر سند)

بِسْمِ الْاِسْمِ الْفُسُوقِ بَعْدَ الْاِيْمَانِ (ایمان لانے کے بعد گناہ کا نام لگنا برا ہے) الاسم یہاں تذکرہ کے معنی میں ہے۔ عرب کا قول ہے۔ طار اسمہ فی الناس بالکرم یا باللؤم لوگوں میں اس کا نام سخاوت یا ملامت میں مشہور ہوا۔ اس کی حقیقت اس کا تذکرہ جو لوگوں میں بلند و بالا ہوا۔ گویا تقدیر کلام اس طرح ہے۔ بس الذکر المرتفع للمؤمنین بسب ارتکاب هذه الجرائر ان يذكروا بالفسق۔ ایمان والوں کے لئے ایسا تذکرہ بلند ہونا بہت ہی برا ہے جو ان جرائم کی وجہ سے ہو کہ ان کا تذکرہ فسق سے کیا جائے۔

بعد الايمان کہہ کر بتلایا کہ ایمان اور فسق کا جمع کرنا جو ایمان کیلئے خطرہ ہے بہت ہی برا ہے۔ جیسا کہتے ہیں۔ بس

الشان بعد الکبر الصبوة۔ عشق اور بڑھاپے کو جمع کرنا بڑا خطرناک ہے۔

ایک قول یہ ہے:

ان کے ہاں جو یہود میں سے مسلمان ہوتا تو اس کو اس طرح برا کہتے یا یہودی یا فاسق وغیرہ پس اس بات کی ممانعت کر دی

گئی۔ اور انہیں کہا گیا۔ کہ آدمی کے مسلمان ہونے کے بعد اس کا تذکرہ یہودیت و فسق کے الفاظ سے کرنا یہ بدترین تذکرہ ہے۔

بدگمانی سے گریز کا حکم:

وَمَنْ لَّمْ يَتَّبِعْ (جو باز نہ آویں گے) اس سے جس سے اس کو روکا گیا ہے۔ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ (وہ ظلم کرنے والے

ہیں) مَنْ کے لفظ کا لحاظ اور معنی کا لحاظ کر کے واحد جمع صیغے وارد ہوئے ہیں۔

آیت ۱۲: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ (اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچا کرو) عرب کہتے ہیں جنبہ الشر: جبکہ وہ اس سے دور رہے۔ اور حقیقت میں اس کا معنی اس کو ایک جانب کر دیا۔ پس اس کو دو مفعول کی طرف متعدی کیا جاوے گا۔ اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر فرمایا۔ واجنبنی وبنی ان نعبد الاصلنام [ابراہیم: ۳۵] اور اس کا مطاوع اجتنب الشر ہے پس ایک مفعول کم ہو گیا۔

آیت میں ہر گمان سے نہیں بلکہ بعض گمانوں سے اجتناب کا حکم دیا اور اس بعض کو پھر کثرت سے موصوف کیا۔ کیا تم نے اس ارشاد پر غور نہیں کیا جو آگے آتا ہے۔ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ (کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں)

قول زجاج:

جو گمان گناہ ہے وہ اہل خیر کے متعلق بدگمان ہونا ہے۔ باقی اہل فسق کے متعلق تو ہمارا گمان اسی طرح ہے جیسا ان کے ظاہر حال سے نمایاں ہیں۔

نمبر ۲۔ آیت کا معنی اس طرح ہے۔ اجتنبوا اجتناباً کثیراً۔ تم بچو بہت بچنا۔ نمبر ۳۔ کثیر گمانوں سے احتراز کرو تا کہ بعض سے بچ جاؤ۔ الاثم: وہ گناہ جس کا مرتکب سزا کا حقدار ہو۔ اسی لئے ان کی سزاؤں کو اثم کہا جاتا ہے۔ اس سے نکال اور عذاب کی طرح فَعَالٌ کا وزن ہے۔ وَلَا تَجَسَّسُوا (اور سراغ مت لگایا کرو) مسلمانوں کے عیوب اور مستور کا پیچھا مت کرو۔ عرب کہتے ہیں: تجسس الامر: جبکہ اس کو خوب تلاش کرے اور ڈھونڈ لے۔ یہ تَفَعَّلَ کا وزن الجس مصدر سے ہے۔

قول مجاہد رحمۃ اللہ علیہ:

ظاہر کو اختیار کرو جو اللہ تعالیٰ نے مستور کیا اس کو چھوڑ دو۔

قول سہل رحمۃ اللہ علیہ:

اپنے بندوں کے جو عیوب اللہ تعالیٰ نے چھپا دیئے تم ان کی تلاش کے پیچھے مت پڑو۔ وَلَا يَغْتَبُ بَعْضُكُم بَعْضًا (اور کوئی کسی کی غیبت بھی نہ کیا کرے) الغيبة: غیر موجودگی میں عیب سے کسی کا تذکرہ کرنا۔ یہ الاغتیاب مصدر سے ہے جیسا الغیلة: اغتیال سے ہے۔ حدیث میں فرمایا تم اپنے بھائی کا ایسی صفت سے تذکرہ کرو جو وہ ناپسند کرتا ہو۔ اگر وہ اس میں پائی جاتی ہو تو غیبت ورنہ بہتان ہے۔ (احمد ۲/۳۸۳۔ مسلم ۲۵۸۹۔ ابوداؤد ۳/۲۸۷۔ ترمذی ۱۹۳۳)

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

الغیبة: ہمیشہ لوگوں کو کاٹنا (ادام کلاب الناس)

اَيُّحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ اَخِيهِ مَيْتًا (کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے)

قرآنت: مدنی نے میتا پڑھا ہے۔ اس آیت میں تمثیل کے انداز میں غیبت کرنے والے کی انتہائی بری تصویر کھینچی گئی ہے۔

بلاغی مبالغات:

اس آیت میں کئی مبالغات ہیں۔ نمبر ۱۔ استفہام تقریری نمبر ۲۔ انتہائی ناپسند چیز کو محبت سے متصل کیا۔ نمبر ۳۔ احد کم کی طرف فعل کا اسناد کیا گیا ہے اور اس سے یہ بتلایا کہ افراد میں سے کسی بھی فرد کیلئے یہ مناسب نہیں۔ نمبر ۴۔ غیبت کی تمثیل میں صرف انسانی گوشت کھانے پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ انسان کو بھائی قرار دیا۔ نمبر ۵۔ بھائی کے گوشت پر اکتفاء کیا جاتا تو کافی تھا مگر یہاں اس کو مردہ قرار دے کر اس کا گوشت کھانے کا ذکر کیا۔

قول قتادہ رحمہ اللہ:

اگر کیڑے پڑا مردار تم پاؤ تو اس میں سے کھانا تم جیسے ناپسند کرتے ہو اسی طرح زندہ بھائی کے گوشت کو بھی ناپسند کرو۔ **نَحْوُ**: میتا یہ لحم سے حال ہونے کی بناء پر منصوب ہے۔ یا اخیہ سے جب یہ بات پختہ طور پر ثابت کر دی گئی کہ کوئی شخص بھی مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند نہیں کرتا تو اس کے بعد فرمایا فَكِرْ هُمُوهُ (اس کو تو تم ناگوار سمجھتے ہو) یعنی اس کے متعلق ناپسندیدگی جب تمہارے ہاں ثابت ہو چکی اور صحیح عقل کا فیصلہ اسی طرح ہے۔ تو استقامت دین کے ساتھ ساتھ یہ کراہت بھی پختہ طور پر تمہارے ہاں ثابت ہو جانی چاہیے۔ جو کہ اس کی مثل ہے یعنی جیسے غیبت۔ **وَاتَّقُوا اللَّهَ اِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ** (اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو بیشک اللہ تعالیٰ بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے) التواب: جو قبولیت توبہ میں انتہاء کو پہنچنے والا ہو۔ معنی یہ ہے جس چیز سے بچنے کا حکم دیا اس کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ اور جو غلطی پائی جائے اس پر شرمندہ ہو۔ پس اگر تم تقویٰ اختیار کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری توبہ قبول فرمائیں گے۔ اور متقی توبہ کرنے والوں کے ثواب کا تم پر انعام فرمائے گا۔

غیبت کا اثر:

روایت میں ہے کہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ دو صحابہ کی خدمت کرتے تھے ان کے لئے کھانا درست کرتے ایک دن وہ نیند کی وجہ سے یہ کام انجام نہ دے سکے۔ پھر ان دونوں نے سلمان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سالن کے لئے بھیجا۔ اسامہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانے کے نگران تھے۔ انہوں نے کہا میرے پاس تو کچھ نہیں۔ سلمان نے ان دونوں کو آ کر اطلاع دی۔ تو دونوں کہنے لگے۔ اگر ہم اس کو خنی کنوئیں کی طرف بھیجتے تو اس کا پانی بھی خشک ہو جاتا۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دونوں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا۔ میں تمہارے مونہوں میں گوشت کی سرخی پاتا ہوں۔ ان دونوں نے کہا۔ ہم نے تو گوشت کھایا ہی نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ تم دونوں نے اس کی غیبت کی ہے۔ جس نے کسی مسلمان کی غیبت

کی اس نے گویا اس کا گوشت کھلایا۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ (تعلیمی بغیر سند)
ایک قول:

مخلوق کی غیبت وہ حق سے غیبت کی بناء پر ہوتی ہے۔

آیت ۱۳: يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى (اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد و عورت سے پیدا کیا ہے) مذکور سے آدم اور انثی سے حواء مراد ہیں۔ نمبر ۲۔ ہر ایک تم میں سے ایک ماں باپ سے ہے۔ پس تم میں سے ہر ایک ایک دوسرے کی طرح ڈول ڈالتے ہیں پھر تفاخر و تفاضل فی النسب تو کوئی معنی نہیں رکھتا۔

شعب و قبیلہ کا فرق:

وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ (اور تمہارے مختلف قومیں اور خاندان بنائے) الشعب: عرب جن طبقات پر منقسم ہیں ان میں سے طبقہ اولیٰ۔ وہ کل یہ ہیں۔ نمبر ۱۔ الشعب۔ نمبر ۲۔ القبیلہ۔ نمبر ۳۔ العمارة۔ نمبر ۴۔ البطن۔ نمبر ۵۔ الفخذ۔ نمبر ۶۔ الفصیلہ۔ شعب میں کئی قبائل جمع ہوتے ہیں جبکہ قبیلہ کئی عمائر کو جمع کرنے والا ہے۔ اور العمارة بطون کو جامع ہے۔ او بطن بہت سے افخاذ کو جمع کرتا ہے۔ اور الفخذ بہت سے فصائل کو سمیٹنے والا ہوتا ہے۔ مثلاً خزیمہ شعب اور کنانہ قبیلہ ہے اور قریش ہمارہ ہے۔ اور قصی بطن ہے اور ہاشم فخذ ہے اور العباس فصیلہ ہے۔ ان کو شعوب اس لئے کہا گیا کیونکہ قبائل اس میں سے پھوٹ نکلے۔

لِتَعَارَفُوا (تاکہ ایک دوسرے کی شناخت کر سکو) تمہیں قبائل و شعوب پر مرتب کیا تاکہ ایک دوسرے کا نسب جان سکو۔ پس وہ اپنے باپ کے علاوہ دوسرے کی طرف نسبت نہ کرے۔ اس لئے نہیں بنائے کہ تم آباء و اجداد پر فخر کرنے لگو۔ اور نسبوں میں فضیلت گننے لگ جاؤ۔ پھر اس خصلت کو ذکر کیا جس کی وجہ سے انسان دوسروں سے فضیلت والا بنتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شرف و مرتبہ پاتا ہے۔ پس فرمایا۔ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ (اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے) حدیث میں فرمایا گیا۔ جس کو یہ بات بھاتی ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے بڑا معزز بن جائے پس وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے۔ (بیہقی ابو یعلیٰ۔ حاکم۔ طبرانی)

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

دنیا کی عزت مالداری اور آخرت کی عزت تقویٰ ہے۔

روایت میں آیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن طواف کعبہ فرمایا۔ پھر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان فرمائی۔ پھر فرمایا۔ الحمد لله الذي الى آخر الخطبة۔ تمام تعریفیں اس ذات کے لائق ہیں۔ جس نے تم سے جاہلیت کی نخوت کو دور کر دیا اور اس کے تکبر کو ختم کر دیا۔ اے لوگو! لوگ دو ہی قسم کے ہیں۔ نمبر ۱۔ مؤمن متقی جو اللہ تعالیٰ کے ہاں عزت والا ہے۔ نمبر ۲۔ فاجر بد بخت جو اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی مقام نہیں رکھتا۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔ (رواہ احمد ۳۶۱/۲۔ ابوداؤد۔ ۵۱۱۶۔ الترمذی۔ ۳۹۵۰)
 یزید بن شجرہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر مدینہ کے بازار سے ہوا۔ پس آپ نے ایک سیاہ غلام دیکھا جو یہ کہہ رہا تھا۔ جو

قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا وَلَكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ

زیادت کے کرنے والوں نے کہا کہ ہم ایمان لے آئے، آپ فرمادیتے تم ایمان نہیں لائے لیکن یوں کہو کہ ہم ظاہری فرمانبردار ہو گئے اور ابھی ایمان تمہارے دلوں میں

فِي قُلُوبِكُمْ وَإِنْ تُطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَا يَلِتْكُمْ مِنْ أَعْمَالِكُمْ شَيْئًا إِنَّ اللَّهَ

داخل نہیں ہوا اور اگر اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو گے تو اللہ تمہارے اعمال میں سے کچھ بھی کمی نہیں کرے گا، بیشک اللہ

عَفُورٌ رَحِيمٌ ١٤ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَ

غفور ہے رحیم ایمان والے وہی ہیں جو ایمان لائے اللہ پر اور اس کے رسول پر، پھر انہوں نے شک نہیں کیا اور

جَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ١٥ قُلْ

انہوں نے اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا، یہ وہ لوگ ہیں جو سچے ہیں، آپ فرمادیتے

أَتَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَاللَّهُ

کیا تم اللہ کو اپنا دین بتا رہے ہو اور اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور زمینوں میں ہے، اور اللہ

بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ١٦ يَمْشُونَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوا قُلْ لَا تَمْنُوا عَلَيَّ إِلَّا سَلَامٌ ١٧

ہر چیز کا جاننے والا ہے، وہ آپ پر احسان دھرتے ہیں کہ اسلام لے آئے، آپ فرمادیتے کہ مجھ پر احسان نہ دہو،

بَلِ اللَّهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ هَدَىٰكُمْ لِلْإِيمَانِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ١٧ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ

بلکہ اللہ تم پر اپنا احسان جانتا ہے کہ اس نے تمہیں اسلام کی ہدایت دے دی اگر تم سچے ہو، بیشک اللہ آسان

غَيْبِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاللَّهُ بِصِيرٍ بِمَا تَعْمَلُونَ ١٨

اور زمین کے غیب کو جانتا ہے اور اللہ ان کاموں کو دیکھنے والا ہے جو تم کرتے ہو۔

شخص مجھے خریدنا چاہے تو اس کی شرط ہے۔ کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پانچ نمازیں پڑھوں گا۔ کسی نے اس کو خرید لیا۔ پھر وہ بیمار پڑ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی عیادت کیلئے تشریف لائے۔ پھر وہ بیمار ہو کر وفات پا گیا۔ آپ تشریف لائے اور اس کی تدفین میں شرکت فرمائی۔ صحابہ کرام نے اس سلسلہ میں کوئی بات کہی تو یہ آیت اتری۔ (ذکر الواحدی فی اسباب النزول۔ صفحہ ۲۶۵)

إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ (اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے) دلوں کے تقویٰ اور شرافت کو۔ حَبِيبٌ (پورا خبردار ہے) نفوس کی ہمتیں اپنے دعوؤں میں کس قدر پورا اترنے والی ہیں۔

ایمان لانا کسی پر احسان نہیں:

آیت ۱۴: قَالَتِ الْأَعْرَابُ (یہ گنوار کہتے ہیں) بعض بدو مراد ہیں۔ کیونکہ من الاعراب من یؤمن باللہ والیوم الآخر اس کی تخصیص کرتا ہے۔ اس سے مراد بنو اسد کے بدو ہیں۔ جب وہ مد بنہ آئے۔ اس وقت قحط کے حالات تھے۔ انہوں نے ایمان کا اظہار کیا۔ مقصد ان کا صدقہ تھا اور آپ پر اپنے ایمان کا احسان جتلا رہے تھے۔ اَمَّنَّا (ہم ظاہر و باطن سے ایمان لائے ہیں)۔ قُلْ (ان سے کہہ دیں اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) لَمْ تُؤْمِنُوا (تم ایمان تو نہیں لائے) تم نے دلوں سے تصدیق نہیں کی۔ وَلَٰكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا (لیکن یوں کہو ہم مطیع ہو گئے) پس ایمان تصدیق قلبی ہے۔ اسلام: اسلام میں داخل ہونے اور مسلمانوں کی لڑائی سے بچنے کیلئے شہادتین کا اظہار ضروری ہے۔ اس ارشاد خداوندی کو دیکھو۔ وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ (اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا)

ایمان کی تعریف:

پس یہ اچھی طرح جان لینا چاہیے کہ فقط زبانی اقرار بلا موافقت قلب اسلام کہلائے گا اور جس میں دل زبان کے موافق ہو جائے وہ ایمان ہے اور یہ معنی لغت کے لحاظ سے ہے۔

شرعی معنی ایمان:

ایمان و اسلام ایک چیز ہے۔ لَمَّا۔ یہ صرف توقع ہے۔ آیت دلالت کر رہی ہے کہ ان میں سے بعض لوگ بعد میں ایمان لائے۔ آیت میں کرامیہ فرقہ کے عقیدہ کی تردید ہے۔ کہ ایمان دل سے ہوتا ہی نہیں بلکہ زبان سے ہی ہوتا ہے۔

سوال: نظم کلام کا تقاضا یہ ہے۔ کہ اس طرح کہا جائے قُلْ لَا تَقُولُوا آمَنَّا وَلَكِنْ قُولُوا اسلمنا یا اس طرح عبارت ہو۔ قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا وَلَكِنْ اسلمتم۔

جواب: قرآن مجید کے نظم سے اولین فائدہ یہ ہے کہ ان کے دعویٰ کی تکذیب کی گئی اور فرمایا قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا۔ حسن ادب کے تقاضے سے یہ نہیں فرمایا۔ کذبتم۔ کہ صراحت ہو جاتی۔ بلکہ لَمْ تُؤْمِنُوا کو اس کی جگہ لایا گیا جو کہ ان کے اس دعویٰ کی نفی ہے جس کو وہ ثابت کرتے تھے۔ پس لَمْ تُؤْمِنُوا نے اس بات سے مستغنی کر دیا۔ کہ اس طرح کہا جاتا کہ لَا تَقُولُوا آمَنَّا۔ کیونکہ یہ بات بری معلوم ہوتی ہے کہ ان کو ایسے لفظ سے مخاطب کیا جائے جس سے مقصود ایمان کا لفظ بولنے کی ممانعت نکلتی ہو۔ اور اس طرح بھی نہیں کہا وَلَكِنْ اسلمتم تا کہ اس سے دعویٰ اور زعم پیدا ہو جیسا کہ ان کا قول آمنا تھا۔ اسی طرح اگر کہا جاتا۔ وَلَكِنْ اسلمتم تو اسلام اور شمار ان کے قول سے ہوتا۔ حالانکہ وہ کسی شمار میں نہیں۔ باقی لَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ۔ یہ تکرار بھی نہیں کیونکہ لَمْ تُؤْمِنُوا تو ان کے دعویٰ کی تکذیب کیلئے لائے ہیں اور لَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ۔ جس بات کے کہنے کا ان کو حکم تھا اس کی توفیق اس میں بیان کی گئی ہے۔ گویا ان کو اس طرح کہہ دیا گیا۔ وَلَكِنْ قُولُوا اسلمنا۔ اس کے وقت کی توفیق جس کے

کہنے کا ان کو حکم ہے۔ گویا ان کو کہا گیا۔ ولکن قولوا اسلمنا۔ جب کہ تمہارے دلوں کی موافقت تمہاری زبانوں کے ساتھ ثابت نہیں ہو سکی۔ کیونکہ یہ کلام قولوا کی ضمیر سے حال واقع ہو رہا ہے۔ وَإِنْ تُطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ (اور اگر تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا کہنا مان لو اور نفاق کو خیر باد کہہ دو) لَا يَلْتَكُمُ (وہ کمی نہ کرے گا) قراءت : بصری نے یالتکم پڑھا ہے۔ مِّنْ أَعْمَالِكُمْ شَيْئًا (ذرا سی بھی تمہارے اعمال میں سے) وہ تمہاری نیکیوں کے ثواب میں ذرہ بھر کم نہ کرے گا۔ الت یالت و آلات یلیت و لات یلیت کا ایک معنی ہے۔ اور وہ کم کرنا ہے۔ إِنَّ اللَّهَ عَفُورٌ (بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والے ہیں) گناہوں کو ستاری سے۔ رَحِيمٌ (مہربان ہیں) عیوب سے توبہ کرنے کی طرف ہدایت کر دی۔

آیت ۱۵: إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا (پورے مؤمن وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر شک نہیں کیا) ارتاب یہ رابہ کا مطاوع بن کر آتا ہے۔ جبکہ کسی کو تہمت کے ساتھ شک میں ڈالا جائے۔ مطلب یہ ہے وہ ایمان لائے۔ پھر ان کے دلوں میں ایمانیات کے متعلق شک پیدا نہیں ہوا۔ اور نہ جس بات کی انہوں نے تصدیق کی اس میں ان پر تہمت والزام ہے۔

ایمان اور اس کی تروتازگی :

① اس لئے کہ یقین اور ریب کا زوال یہ ایمان کا نچوڑ ہیں۔ تو ایمان کو مقدم کرنے کے بعد پھر الگ اس کو ذکر کیا تاکہ ایمان میں اس کا مرتبہ معلوم ہو جائے۔

② ثم جو تراخی کیلئے ہے اس کے ساتھ ایمان پر اس کا عطف کیا۔ اس سے یہ بتلانا مقصود ہے۔ کہ بعد والے طویل زمانوں میں اس کے ایمان میں اسی طرح کی تروتازگی برقرار ہے۔

وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ (پھر اپنی جانوں اور مالوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں محنت اٹھائی) نمبر ۱۔ یہ بھی درست ہے کہ مجاہد میں محارب دشمن یا شیطان یا خواہشات مراد ہوں۔

نمبر ۲۔ جاہد کو جہد سے مبالغہ قرار دیا جائے اور مجاہدہ بالنفس اور مجاہدہ بالغزو مراد لیا جائے اور تمام عبادات اس میں شامل ہوں اور مجاہدہ بالمال مراد ہو جیسا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے غزوہ عسره میں کیا۔ اور زکوٰۃ کو بھی اس میں شامل کر لیا جائے اور اعمال بروخیر میں تمامی اس میں داخل ہوں۔

اور المؤمنون مبتدأ کی خبر اولئك هم الصادقون ہے۔

أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ (یہ لوگ سچے ہیں) یعنی ان لوگوں نے اپنے قول آمان میں سچ بولا اور جھوٹ نہیں بولا جیسا کہ بنو اسد کے گنواروں نے کیا۔ نمبر ۲۔ وہ وہی لوگ ہیں جن کا ایمان سچا ایمان ہے۔ اور الذین امنوا یہ ان کی صفت ہے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو وہ حاضر خدمت ہوئے اور انہوں نے قسمیں اٹھائیں۔ کہ وہ مخلص ہیں پس یہ آیت نازل ہوئی۔

آیت ۱۶: قُلْ أَتَعْلَمُونَ اللَّهَ بِدِينِكُمْ (کہہ دیجئے کہ تم اللہ تعالیٰ کو اپنے دین کی خبر دیتے ہو) کیا تم اس کو اطلاع دیتے ہو کہ

تمہارے دل تصدیق کرنے والے ہیں۔ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (اللہ تعالیٰ کو تو سب آسمان اور سب زمین کی چیزوں کی خبر ہے اور اللہ تعالیٰ سب چیزوں کو جانتا ہے) نفاق و اخلاص وغیرہ جو کچھ بھی تمہارے دلوں میں ہے۔

ایمان اللہ کا احسان ہے نہ کہ لانے والے کا:

آیت ۷: اٰیۃ: ۷: یَمُنُّونَ عَلَیْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا (یہ لوگ اپنے اسلام لانے کا احسان آپ پر رکھتے ہیں) اُن سے پہلے باءِ سبیہ محذوف ہے وہ اپنے اسلام کے سبب آپ پر احسان جتلاتے ہیں۔ المن: شکر کی تعریض کرتے ہوئے اور اس سے روکتے ہوئے احسانات کا تذکرہ کرنا۔ قُلْ لَا تَمُنُّوا عَلَیَّ اِسْلَامِكُمْ بَلِ اللّٰهُ یَمُنُّ عَلَیْكُمْ (آپ کہہ دیجئے کہ مجھ پر اپنے اسلام کا احسان مت رکھو! بلکہ اللہ تعالیٰ تم پر احسان رکھتا ہے) یعنی اللہ تعالیٰ کا تم پر احسان ہے۔ اَنْ هَدَاكُمْ (کہ اس نے تم کو ہدایت دی) ان سے پہلے باءِ محذوف ہے۔ اس سبب سے کہ اس نے تم کو ہدایت دی یا لام محذوف ہے اس لئے کہ اس نے تم کو ہدایت دی۔ لِیَلْیَمَّانَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ (ایمان کی بشرطیکہ تم سچے ہو) اگر تمہارا گمان درست ہے اور تمہارا دعویٰ سچا ہے۔ ورنہ تم صرف گمان کرتے اور محض دعویٰ رکھتے ہو اللہ تعالیٰ اس کی مخالفت کو جاننے والے ہیں۔ اور جواب شرط محذوف ہے۔ کیونکہ ما قبل کی دلالت اس پر موجود ہے تقدیر کلام اس طرح ہوگی۔ ان كنتم صادقین فی ادعائکم الایمان فلله المنۃ علیکم۔ اگر تم اپنے دعوائے ایمان میں سچے ہو تو پھر اللہ تعالیٰ کا تم پر احسان ہے۔ قراءت: اِنْ هَدَاكُمْ بھی پڑھا گیا ہے۔

آیت ۱۸: اِنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ بَصِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (اللہ تعالیٰ آسمان و زمین کی سب مخفی باتوں کو جانتا ہے اور تمہارے سب اعمال کو بھی جانتا ہے) قراءت: مکی نے یعملون پڑھا ہے۔ اس میں وضاحت فرمادی کہ وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹے ہیں مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر پوشیدہ سے پوشیدہ تر چیز جو جہاں میں پائی جاتی ہے۔ اس سے واقف ہیں اور وہ ہر عمل کو دیکھتا ہے۔ جو تم اپنے سر و علانیہ میں کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز بھی مخفی نہیں۔ پس اس پر تمہارے ضمائر کی بات کیسے مخفی رہ سکتی ہے۔

الحمد للہ آج لیلة الجمعة ۲۷ صفر المظفر ۱۴۲۴ بعد نصف اللیلة یہ تفسیری ترجمہ سورۃ الحجرات مکمل ہوا۔

سُورَةُ قَدْ فَكَيْتَ وَهِيَ خَمْسٌ وَأَرْبَعُونَ آيَةً نَزَّلَتْ لِقَوْمِكَ

سورۃ قد مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں پینتالیس آیات اور تین رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

قَدْ نَزَّلَ الْقُرْآنَ الْمَجِيدَ ۱ بَلْ عَجَبُوا أَنْ جَاءَهُمْ مُنذِرٌ مِنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُونَ

ان قسم ہے قرآن مجید کی، بلکہ ان کو اس بات پر تعجب ہوا کہ ان کے پاس ان ہی میں سے ایک ڈرانے والا آگیا، جو کافر لوگ کہنے لگے

هٰذَا شَيْءٌ عَجِیْبٌ ۲ اِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۳ ذٰلِكَ رَجْعٌ بَعِیْدٌ ۴ قَدْ عَلِمْنَا مَا

کہ یہ عجیب بات ہے، جب ہم مر گئے اور مٹی ہو گئے تو کیا دوبارہ زندہ ہوں گے، یہ دوبارہ زندہ ہونا بہت ہی بعید بات ہے، ہم ان کے ان اجزاء کو جانتے ہیں جن کو

تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِیْظٌ ۵ بَلْ كَذَّبُوا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ

زمین کم کرتی ہے اور ہم سے پاس کتاب محفوظ ہے، بلکہ یہی بات وہ جہد وہ ان کو پہنچنے سے بچاتے ہیں

فَهُمْ فِيْ اٰمْرِ مَرِیْضٍ ۶ اَفَلَمْ يَنْظُرُوْا اِلَى السَّمٰوٰتِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنٰیْنٰهَا وَزَيَّنٰهَا

غرض یہ کہ وہ ایک متزلزل حالت میں ہیں، کیا ان لوگوں نے اپنے اوپر آسمان کو نہیں دیکھا کہ ہم نے اس کو کیسا بنایا اور اس کو آرامت کیا

وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ۷ وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَالْقِيٰنَا فِیْهَا رَوٰسِیَ وَاَنْبَتْنَا فِیْهَا مِنْ

اور اس میں کوئی رخنہ نہیں، اور زمین کو ہم نے پھیلا دیا اور اس میں پہاڑوں کو جما دیا اور اس میں ہر قسم کی خوشنما

كُلِّ زَوْجٍ بِهَيْجٍ ۸ تَبٰصِرَةٌ وَّذِكْرٰی لِکُلِّ عَبْدٍ مُّنِیْبٍ ۹ وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمٰوٰتِ مٰءًا مُّبٰرَكًا

چیزیں اگائیں، جو ذریعہ ہے دانائی کا اور نصیحت کا ہر رجوع ہونے والے بندہ کے لئے، اور ہم نے آسمان سے برکت والا پانی برسایا

فَاَنْبَتْنَا بِهٖ جَنٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِیْدِ ۱۰ وَالنَّخْلَ بِسِقِّیْ لَهَا طَلْعٌ نَّضِیْدٌ ۱۱ رِزْقًا

پھر اس سے بہت سے باغ اگائے اور کھیتی کا غلہ اور سب سے بھجور کے درخت جن کے پھلے خوب گندھے ہوئے ہوتے ہیں، بندوں کو رزق

لِلْعِبَادِ ۱۲ وَاَحْيٰنَا بِهٖ بَلَدًا مِّثْلًا كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ ۱۳

لینے کے لئے، اور ہم نے اس کے ذریعہ سے مردہ زمین کو زندہ کیا، اسی طرح نخل ہوگا۔

ذَلِكَ رَجْعٌ بَعِيدٌ (یہ دوبارہ زندہ ہونا بہت ہی بعید بات ہے) نمبر ۱۔ انتہائی انوکھی اور بعید ہے جیسا کہتے ہیں۔ ہذا قول بعید۔ یعنی وہم و عادت سے بعید ہے۔ اور یہ بھی درست ہے کہ الرجوع بمعنی الرجوع ہو یعنی یہ لوٹایا جانا۔ اس صورت میں یہ جواب ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے انکار بعث کے استبعاد کا دیا گیا۔ اس وقت تو ابا پر وقف خوب ہے۔ اس صورت میں ظرف کا نائب بعث ہے جس پر منذر اور منذر بہ دلالت کرتے ہیں۔

جب اجزائے موت معلوم ہو تو اس کو لوٹانے پر کیوں قدرت نہیں:

آیت ۳: قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْأَرْضُ مِنْهُمْ (ہم ان کے ان اجزاء کو جانتے ہیں۔ جن کو مٹی کم کرتی ہے) اس میں ان کے دوبارہ لوٹانے کو بعید خیال کرنے کی تردید ہے۔ کیونکہ جس ذات کا علم اس قدر لطیف ہے کہ وہ جانتے ہیں کہ مردوں کے اجسام میں سے زمین کیا کچھ کم کرتی اور ان کے گوشت، پوست اور ہڈیوں کو کھاتی ہے۔ وہ ان مردوں کو اسی طرح زندہ کر کے لوٹانے کی بھی قدرت رکھتے ہیں جیسا وہ پہلے تھے۔ وَ عِنْدَنَا كِتَابٌ حَفِيظٌ (اور ہمارے پاس کتاب محفوظ ہے) شیاطین کی دست برد اور تغیر سے محفوظ ہے اور وہ لوح محفوظ ہے۔ نمبر ۲۔ حفیظ بمعنی حافظ ہے وہ کتاب اس کی حفاظت کرنے والی ہے جو اس میں لکھ دیا گیا۔ اور درج کر دیا گیا۔

انہوں نے نبوت کا انکار کر دیا:

آیت ۵: بَلْ كَذَّبُوا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ (بلکہ سچی بات کو جب ان کے پاس پہنچتی ہے جھٹلاتے ہیں) یہ بل اضرابیہ کے بعد پھر دوسرا بل لائے تاکہ یہ بتلا دیا جائے کہ انہوں نے تعجب سے بھی زیادہ حیرت انگیز حرکت کی ہے کہ ایسی نبوت جو معجزات سے بلا غور و فکر سمجھ آتی ہے اس کا انکار کر دیا۔ حالانکہ وہ واضح حق ہے۔ فَهُمْ فِي أَمْرٍ مَّرِيعٍ (غرض یہ کہ وہ ایک متزلزل حالت میں ہیں) مریع مضطرب کے معنی میں آتا ہے۔ عرب کہتے ہیں مرج الخاتم فی اصبعہ۔ جبکہ وہ کھلی ہونے کی وجہ سے انگلی میں چلتی پھرے۔ اسی بناء پر تو کبھی کہتے ہیں شاعر، کبھی ساحر اور کبھی کاہن۔ وہ ایک بات پر قائم نہیں۔

ایک قول یہ ہے:

الحق سے قرآن مجید مراد ہے۔ ایک اور قول: کہ بعث بعد الموت کے متعلق جو خبریں دی گئیں وہ حق سے مراد ہیں۔

بیان قدرت کا ایک انداز:

آیت ۶: پھر بعث بعد الموت پر اپنی قدرت کو بیان فرمایا۔ أَفَلَمْ يَنْظُرُوا (کیا ان لوگوں نے نہیں دیکھا) جب انہوں نے بعث کا انکار کیا۔ اِلَى السَّمَاءِ فَوْقَهُمْ (اپنے اوپر کی طرف آسمان کو) جہان کو پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے آثار کو كَيْفَ بَنَيْنَاهَا (ہم نے اس کو کیسا بنایا) بلاستون بلند کیا۔ وَ زَيَّنَّاهَا (اور اس کو نیرات سے آراستہ کیا) وَمَالِهَا مِنْ فَرُوجٍ (اور اس

میں کوئی رخنہ تک نہیں) چرنے اور پھٹنے سے یعنی وہ عیوب سے صحیح سالم ہے۔ نہ دراڑ نہ چیر نہ خرابی۔

آیت ۷: وَالْأَرْضُ مَدَدُهَا (اور زمین کو ہم نے پھیلا یا) وَالْقَيْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ (اور اس میں پہاڑوں کو جمادیا) قائم رہنے والے پہاڑ اگر نہ ہوتے تو زمین جھک جاتی۔ وَأَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ (اور اس میں ہر قسم کی چیزیں اگائیں) بِهَيْجٍ (خوش نما) جن سے سرور حاصل کیا جاتا ہے ان کے حسن کی وجہ سے۔

آیت ۸: تَبْصِرَةٌ وَذِكْرَى (جو ذریعہ کو انائی اور بینائی ہے) تاکہ ہم اس کے ذریعہ بصارت دیں اور ہم نصیحت کریں ہر ایک کو۔ لِكُلِّ عَبْدٍ مُنِيبٍ (ہر رجوع ہونے والے بندے کیلئے) جو اپنے رب کی طرف رجوع کرنے والا اور اس کی مخلوقات کے عجائبات میں سوچ و بچار کرنے والا ہو۔

تیسرا انداز:

آیت ۹: وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً مُّبْرَكًا (اور ہم نے آسمان سے برکت والا پانی اتارا) مبارک یعنی بے شمار منافع والا۔ فَأَنْبَتْنَا بِهِ جَنَّاتٍ وَحَبَّ الْحَصِيدِ (پھر اس سے بہت سے باغ اگائے اور کھیتی کا غلہ) یعنی کھیتی کا غلہ جس کی شان کا تقاضا ہے کہ اس کو کاٹا جائے۔ مثلاً گندم جو وغیرہ

چوتھا انداز:

آیت ۱۰: وَالنَّخْلَ بَاسِقَاتٍ (اور لمبی لمبی کھجور کے درخت) آسمان میں بلند۔ لَهَا طَلْعٌ (اس کے گچھے) طلع: کھجور کے پھل میں سے جو نمودار ہو۔ نَضِيدٌ (تہ بہ تہ ہوتے ہیں) ایک دوسرے پر گچھے اور گندھے ہوتے ہیں۔ پھلوں کے بہت دور تہ بہ تہ ہونے کی وجہ سے یا پھلوں کی کثرت کی بناء پر جن کو نضید کہا گیا۔

آیت ۱۱: رِزْقًا لِلْعِبَادِ (بندوں کو رزق دینے کے لئے) ہم نے ان کو اگایا رزق کے طور پر۔ انبات رزق کے معنی میں ہے اس سے رزق اس کا مصدر من غیر لفظ ہوا۔ اور یہ مفعول لہ ہے۔ ای انبتناھا لئلا نرزقھم۔ ان کو رزق دینے کے لئے اسے اگایا۔ وَأَحْيَيْنَا بِهِ (اور ہم نے اس کے ذریعہ زندہ کر دیا) اس پانی کے ذریعہ بَلْدَةً مَّيْتًا (مردہ زمین کو) جس کی نباتات خشک ہو چکی تھی۔ كَذَلِكَ الْخُرُوجُ (اسی طرح زمین سے نکلنا ہوگا) جس طرح یہ مردہ زمین آباد کر دی گئی اسی طرح تم زندہ کر کے موت کے بعد نکالے جاؤ گے کیونکہ بنجر کی آبادی مردوں کو زندہ کرنے کی طرح ہے۔

کاف محل رفع میں مبتدا ہونے کی وجہ سے واقع ہے۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَأَصْحَابُ الرَّسِّ وَثَمُودُ ۝۱۷ وَعَادٌ وَفِرْعَوْنُ وَإِخْوَانُ لُوطٍ ۝۱۳

ان سے پہلے نوح کی قوم نے اور اصحاب رس نے اور ثمود نے اور عاد نے اور فرعون نے اور لوط کی قوم نے

وَأَصْحَابُ الْأَيْكَةِ وَقَوْمِ تُبَّعٍ ۝۱۴ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيدِ ۝۱۵ أَفَعَيْنَا

اور ایک والوں نے اور تبع کی قوم نے جھٹلایا ان سب نے پیغمبروں کو جھٹلایا سو میری وعید ثابت ہو گئی، کیا ہم پہلی بار پیدا

بِالْخَلْقِ الْأَوَّلِ ۝۱۵ بَلْ هُمْ فِي لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيدٍ ۝۱۶

کرنے سے تھک گئے؟ بلکہ بات یہ ہے کہ یہ لوگ پیدائش کی طرف سے شبہ میں ہیں۔

فرد کا زمین سے نکالنا نباتات کی طرح ہے:

آیت ۱۳: كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ (ان سے پہلے جھٹلایا) ہم کا مرجع قریش مکہ ہیں قَوْمُ نُوحٍ وَأَصْحَابُ الرَّسِّ (قوم نوح اور رس والے) الرس وہ کنواں جس کی منڈیر نہ ہو۔ یہ پیامہ کے رہنے والے لوگ تھے۔ ایک قول یہ ہے: یہ اصحاب اخدود ہیں۔ وَثَمُودُ۔

احوال تکذیب اقوام:

آیت ۱۳: وَعَادٌ وَفِرْعَوْنُ (اور ثمود اور عاد اور فرعون نے) نمبر ۱۔ فرعون سے قوم فرعون مراد ہے۔ جیسا کہ فرمایا من فرعون وملانہم۔ [یونس: ۸۳] نمبر ۲۔ کیونکہ معطوف علیہ قوم نوح ہے اور معطوفات جماعتیں ہیں۔ وَإِخْوَانُ لُوطٍ وَأَصْحَابُ الْأَيْكَةِ (اور قوم لوط اور بن والے) اخوان لوط کہنے کی وجہ یہ ہے کہ لوط اور ان کے درمیان قرابت نسبی پائی جاتی تھی۔ وَقَوْمُ تَبَّعٍ (اور تبع کی قوم) یہ یمن کا مسلمان بادشاہ گزرا۔ اس نے اپنی قوم کو اسلام کی طرف بلایا۔ انہوں نے جھٹلا دیا۔ اسکو تبع کثرت پیروکاروں کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔ كُلٌّ (ان میں سے ہر ایک نے) كَذَّبَ الرُّسُلَ (رسولوں کو جھٹلایا) کیونکہ جس نے ایک رسول کو جھٹلایا پس اس نے گویا تمام کو جھٹلا دیا۔ فَحَقَّ وَعِيدِ (پس میری وعید ان پر واقع ہو گئی) میری وعید ان پر لازم ہو کر اتر پڑی اس میں رسول اللہ کیلئے تسلی اور کفار مکہ کو تہدید کی گئی ہے۔

آیت ۱۵: أَفَعَيْنَا (کیا ہم پہلی مرتبہ پیدا کرنے میں تھک گئے ہیں) اعییٰ بالامر اس وقت بولتے ہیں جب اپنے مقصد کو پانے کے لئے راہ نہ پائے۔ نَجْحُوْا: ہمزہ انکار کے لئے ہے فاء عاطفہ تعقیبیہ ہے۔ بِالْخَلْقِ الْأَوَّلِ (یعنی ہم پہلی مرتبہ پیدا کر کے تھک نہیں گئے) پھر دوسری سے ہم کیسے عاجز ہو گئے۔ اور خلق اول کا اعتراف تو خود اعادہ کا اعتراف ہے۔

بعثت کے متعلق یہ شک میں پڑے ہیں:

بَلْ هُمْ فِي لَبْسٍ (بلکہ یہ لوگ شبہ میں پڑے ہیں) یہ لوگ خلط ملط اور اشتباہ میں ہیں شیطان نے ان کو التباس و حیرت میں ڈال رکھا ہے۔ ان کے لئے تسویل شیطانی یہ ہے کہ مردوں کو زندہ کرنا عادت کے خلاف ہے۔ پس اس بات کی وجہ سے انہوں نے صحیح

۱۰۹۰

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِ نَفْسُهُ ۗ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْجِدِّ

اور بے شک ہم نے انسان کو پیدا کیا اور ہم جانتے ہیں ان وسوسوں کو جو اس کے جی میں آتے ہیں اور ہم اکی گردن کی رگ سے بھی زیادہ اس سے

اَلْوَرِيْدِ ۙ اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّينَ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ۙ ۱۷ مَا يَلْفِظُ مِنْ

قریب ہیں جبکہ دو لینے والے لے لیتے ہیں جو داہنی طرف اور بائیں طرف بیٹھے ہوئے ہیں اور کوئی بات

قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَعِيْدٌ ۙ ۱۸ وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۗ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدٌ ۙ ۱۹

متر سے نہیں نکال سکتا مگر اس کے پاس ایک نگران تیار ہے، اور موت کی سختی حق کے ساتھ آگئی یہ وہ ہے جس سے توجہ تھا۔

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ ۗ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ ۙ ۲۰ وَجَاءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَاتِقٌ وَّشَهِيدٌ ۙ ۲۱

اور صور پھونکا جائے گا، یہ وعید کا دن ہے، اور ہر شخص اس طرح سے آئے گا کہ اس کے ساتھ ایک سائق اور ایک شہید ہوگا،

لَقَدْ كُنْتَ فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ۙ ۲۲ وَ

واقعی بات یہ ہے کہ تو اکی طرف سے غفلت میں تھا سو ہم نے تجھ سے تیرا پردہ ہٹا دیا سو آج تیری نگاہ تیز ہے اور

قَالَ قَرِيْبُهُ هٰذَا مَا لَدَىٰ عَعِيْدٍ ۙ ۲۳ اَلْقِيَا فِي جَهَنَّمَ كُلٌّ كَفَّارٍ عَعِيْدٍ ۙ ۲۴ مِّنَّا لِلْخَيْرِ

اس کا ساتھی کہے گا یہ وہ ہے جو میرے پاس تیار ہے، ڈال دو جہنم میں ہر کفر کرنیوالے کو ضدی کو خیر سے منع کرنے والے کو،

مَعْتَدٍ مُّرِيْبٍ ۙ ۲۵ الَّذِي جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اٰخَرَ فَاَلْقِيْهِ فِي الْعَذَابِ الشَّدِيْدِ ۙ ۲۶

حد سے بڑھنے والے کو، شبہ میں ڈالنے والے کو، جس نے اللہ کے سوا دوسرا معبود تجویز کر دیا، سوائے سخت عذاب میں ڈال دیا،

قَالَ قَرِيْبُهُ رَبَّنَا مَا اَطَعْتُهُ وَّلٰكِنْ كَانَ فِي ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ ۙ ۲۷ قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَىٰ

اس کا ساتھی کہے گا کہ اے ہمارے رب میں نے اسے گمراہ نہیں کیا لیکن یہ دور کی گمراہی میں تھا، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہو گا میرے سامنے جھگڑا مت کرو

وَقَدْ قَدَّمْتُ إِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ ۙ ۲۸ مَا يُبَدِّلُ الْقَوْلُ لَدَىٰ وَمَا اَنَا بِظَلّٰمٍ لِّلْعَبِيْدِ ۙ ۲۹

اور میں نے تمہارے پاس پہلے سے وعید بھیج دی تھی، میرے پاس بات نہیں بدلی جاتی اور میں بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہوں۔

دلیل کو ترک کر دیا۔ وہ یہ ہے کہ جو ذات اولین مرتبہ پیدا کرنے پر قادر ہے وہ اعادہ پر بدرجہ اولیٰ قادر ہے۔ مَن خَلَقَ جَدِيْدًا (از سر نو پیدا کرنے کی طرف سے) موت کے بعد۔ یہاں خلق کو نکرہ لائے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کی عظمت شان پر دلالت کرے اور جو اس کو سننے

اسے ڈرنا اور اس کا اہتمام کرنا چاہیے۔

علمی قرب کو جبل الوریڈ کی مثال ذکر کیا:

آیت ۱۶: **وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ وَنَعَلْمُ مَا تَوْسُوْسُ بِهِ نَفْسُهُ** (ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور اس کے جی میں جو خیالات آتے ہیں ہم ان کو جانتے ہیں) **الوسوسة**: مخفی آواز اور **وسوسة النفس** جو انسان کے دل میں پیدا ہوا اور حدیث نفس میں سے جو خیال اس کے ضمیر میں آئے۔ اس میں بقاء کا معنی وہی ہے جو صوت بکذا میں ہے۔ **وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ** (اور ہم انسان کے اس قدر قریب ہیں کہ اس کی رگ گردن سے بھی زیادہ) **قرب** سے **قرب علمی** مراد ہے۔ **حبل الوریڈ** یہ انتہائی قرب کی مثال ہے۔ **الوریڈ**: گردن کے اندر کی رگ۔ **العجل**: رگ رسی۔ یہ اضافت وریڈ کی طرف اضافت بیانہ ہے۔ جیسے کہتے ہیں **بعیر سانیة**، **یوم الجمعة** وغیرہ۔

آیت ۱۷: **إِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِينَ** (جب (قول و عمل کو) لینے والے فرشتے لیتے رہتے ہیں) **متلقیان** سے محافظ فرشتے مراد ہیں۔ **عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيدٌ** (جو کہ داہنی اور بائیں طرف بیٹھے رہتے ہیں) **التلقى**: حفظ و کتابت سے اس کو اخذ کرنا۔ **القعيد** اور **المقاعد** یہ **الجلس** بمعنی مجالس کے آتا ہے۔ **تقدیر کلام** اس طرح ہے۔ **عن اليمين قعيد** و **عن الشمال قعيد** **من المتلقين**۔ تو ایک کا ذکر چھوڑ دیا کیونکہ دوسرے کی دلالت اس پر موجود ہے۔ جیسا شاعر کے اس قول میں۔ **رمانی بامر کنت منه و والدی۔ بریناً و من اجل الطوی رمانی۔ تو اصل کلام میں رمانی بامر کنت منه بریناً و کان والدی بریناً** مگر بری کا لفظ ایک مرتبہ لائے کیونکہ دوسرے پر اس میں دلالت موجود ہے۔ **اذ۔ اقرب کی وجہ سے منصوب ہے۔** کیونکہ اس میں **يقرب** کا معنی پایا جاتا ہے۔

علم الہی خطراتِ نفس سے بھی مخفی تر کو جاننے والا ہے:

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات لطیف خبیر ہے اس کا علم خطراتِ نفس تک پہنچنے والا ہے اور اس تک بھی پہنچنے والا ہے جو اس سے بھی مخفی تر ہو۔ وہ ہر قریب سے زیادہ انسان کے لئے اقرب ہے۔ جبکہ دو محافظ فرشتے انسان کے بول کو اخذ کر رہے ہوتے ہیں۔ اور یہ اس بات کو بتلانے کیلئے فرمایا کہ وہ فرشتوں کے ذریعہ ان اعمال کے محفوظ کرنے سے بے نیاز ہے۔ (یہ خفیہ دستاویز معلومات حاصل کرنے کیلئے نہیں بلکہ انسان کے لئے قریبی گواہی پیش کرنے کیلئے ہے) وہ اس سے کیونکر مستغنی نہ ہو جبکہ وہ عالم السرو الاخفی ہے۔ اور یہ نظام حکمت کے تحت بنا رکھا ہے اور وہ جو دونوں فرشتوں کے رجسٹروں اور ان کی حفاظت میں ہے۔ اور صحائف اعمال کا قیامت کے دن پیش کیا جاتا ہے۔ یہ سینات سے باز آنے اور حسنات کی طرف رغبت دلانے کی لطیف تدبیر ہے۔

کراما کا تبین کا اعمال لکھنا:

آیت ۱۸: **مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ** (وہ کوئی لفظ منہ سے نکالنے نہیں پاتا) جو وہ بولتا اور منہ سے نکالتا ہے۔ **إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ**

(مگر اس کے پاس ایک حافظ تیار ہے) عتید: حاضر۔ پھر یہ کہا گیا کہ وہ ہر چیز لکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ مرض کی اینٹیں بھی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ بات لکھتے ہیں جس میں اجر یا گناہ ہوتا ہے۔ ایک تیسرا قول ہے۔ فرشتے اس سے الگ نہیں ہوتے سوائے دو حالتوں۔ (۱) پاخانہ (۲) جماع کے۔

علم و قدرت کے بعد مقدمہ قیامت کو ذکر کیا:

آیت ۱۹: جب ان کے انکار بعثت کا تذکرہ ہو چکا۔ تو اپنے علم و قدرت سے ان پر حجت قائم کی۔ اور ان کو خبردار کیا کہ وہ جس کا انکار کر رہے ہیں عنقریب ایسا وقت آنے والا ہے کہ موت اور قیام ساعت کے وقت ان کے پاس کچھ بھی طاقت نہ ہوگی۔ ایسے وقت کے قریب آجانے پر ان کو متنبہ کرتے ہوئے لفظ ماضی سے تعبیر فرمائی۔ وَجَاءَتْ سَكْرَةٌ الْمَوْتِ (اور موت کی سختی آپہنچی) سکر سے ایسی شدت مراد ہے جو عقل کو ہوا کر دے۔ بِالْحَقِّ (حقیقہ) واقع میں یا حکمت کے ساتھ۔ بآء تعدیہ ہے یہ مفعول ہے۔ ذَلِكْ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيدُ (یہ وہ ہے جس سے تو بدکوتا تھا) ذلک کا مشاڑا الیہ موت ہے اور خطاب انسان کو کیا گیا ہے۔ لقد خلقنا الانسان میں بطریق التفات ہے۔ تحید نفرت کرنے اور بھاگنے کو کہتے ہیں۔ (اس سے پہلے يقال محذوف ہے)

تذکرہ قیامت:

آیت ۲۰: وَنُفِخَ فِي الصُّورِ (اور صور پھونکا جائے گا) اس سے مراد نفخہ بعثت مراد ہے۔ ذَلِكْ يَوْمَ الْوَعِيدِ (یہ دن ہوگا وعید کا) یعنی اس وعید کا وقت۔ گویا مضاف محذوف ہے اور ذلک کا اشارہ نَفِخَ کے مصدر کی طرف ہے۔

آیت ۲۱: وَجَاءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَعَهَا سَائِقٌ وَشَهِيدٌ (اور ہر شخص اس طرح آئے گا کہ اس کے ساتھ ایک اس کو اپنے ہمراہ لائے گا اور ایک گواہ ہوگا) یعنی دو فرشتے ہونگے۔ ایک اس کو حشر کی طرف ہنکا کر لائے گا۔ اور دوسرا اس کے عمل کا گواہ ہوگا۔ نَجْوَى: معها سائق محلاً منصوب ہے۔ یہ کل سے حال ہے۔ کیونکہ وہ جو حکم معرفہ میں ہے اس کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے معرفہ بن گیا۔

غفلت کا پردہ چاک ہوا:

آیت ۲۲: لَقَدْ كُنْتَ (تو تھا) یعنی اس کو کہا جائے گا۔ لقد كنت۔ فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هَذَا (اس دن سے بے خبر) یہ دن جو تجھ پر اتر پڑا ہے۔ فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ (پس اب ہم نے تجھ سے تیرا پردہ ہٹا دیا) پس تیری غفلت کو اس سے دور کر دیا جس کا تو مشاہدہ کر رہا ہے۔ فَبَصُرْتَ الْيَوْمَ حَدِيدًا (پس آج تیری نگاہ بڑی تیز ہے) آیت میں غفلت کو پردہ کی طرح قرار دیا۔ گویا وہ پردہ ہے جس نے اس کے سارے جسم کو ڈھانپ رکھا ہے۔ یا وہ ایسا پردہ ہے جو اس کی آنکھوں کو ڈھانپنے والا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ کچھ بھی دیکھنے نہیں پاتا۔ جب قیامت کا دن ہوگا اور غفلت و غطاء ہر چیز زائل ہو کر چھٹ جائے گی تو وہ حق بھی اس کو نظر آ جائے گا۔ جو وہ نہ دیکھتا تھا۔ اور اس کی غفلت کے سبب تھکی ہوئی نگاہ بیداری کی وجہ سے بہت تیز ہو جائے گی۔

قرین کی مراد:

آیت ۲۳: وَقَالَ قَرِينُهُ (اور اس کا ساتھی کہے گا) قول جمہور: یہ ہے۔ وہ فرشتہ ہے جو اس کے اعمال لکھنے پر مقرر ہے وہ اس پر گواہ ہوگا۔ ہذا کا اشارہ دیوان عمل کی طرف ہے۔ قول مجاہد: اس سے اس کا وہ شیطان مراد ہے جو اس پر مقرر کیا گیا۔ جو ارشاد الہی میں ہے۔ نقيض له شيطاناً فهو له قرين۔ [الزخرف۔ ۳۶] ہذا یعنی یہ وہ شخص ہے جس پر مجھے مقرر کیا گیا۔

مَا لَدَيْ عَتِيدٍ (یہ وہ ہے جو میرے پاس تیار ہے) نَحْوُ: ہذا مبتدأ اور مانکرہ ہے جو شئی کا معنی دے رہا ہے۔ بعد والا ظرف ما کی صفت ہے۔ اسی طرح عتید بھی صفت ہے۔ ما اپنی صفت سے مل کر خبر اور ہذا مبتدأ۔ تقدیر کلام یہ ہے۔ ہذا شئی ثابت لَدَيْ عَتِيدٍ۔

آیت ۲۴: پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ الْقِيَا نَمْرًا۔ یہ سائق و شہید کو خطاب ہے۔ نمبر ۲۔ مالک فرشتے کو خطاب ہے۔ اصل میں الق۔ الق ہے۔ اس کی جگہ القیا لایا گیا ہے۔ کیونکہ فاعل فعل کے جزو کی طرح ہوتا ہے۔ فاعل کا تشبیہ آنا تکرار فعل کا نائب ہے۔

ایک قول یہ ہے:

اس کی اصل الْقِيَيْنُ ہے۔ اور الف نون سے بدل دیا گیا وصل کو وقف کے قائم مقام کرتے ہوئے۔ اس کی دلیل حسن کی یہ قراءت ہے۔ القين۔

فِي جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ (ہر اس شخص کو جہنم میں ڈال دو جو کفر کرنے والا) نعمتوں اور منعم کا۔ عَتِيدٍ (ضد کرنے والا) حق سے پہلو تہی اختیار کرنے والا اہل حق کا دشمن۔

آیت ۲۵: مَنَاعَ لِلْخَيْرِ (وہ نیک کام سے روکتا ہو) مال کو اس کے حقوق سے بہت زیادہ روک کر رکھنے والا یا نمبر ۲۔ جنس خیر کو اس کے مستحقوں تک پہنچنے سے رکاوٹ بننے والا۔ مُعْتَدٍ (حد سے گزرنے والا) ظالم حق کی حدود کو پھاندنے والا۔ مُرِيْبٍ (شبه پیدا کرنے والا) اللہ تعالیٰ اور اس کے دین میں شک کرنے والا۔

آیت ۲۶: الَّذِي جَعَلَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ (جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور معبود تجویز کیا ہو) نَحْوُ: یہ مبتدأ ہے جو معنی شرط کو متضمن ہے۔ اس کی خبر فَاَلْقِيَاهُ فِي الْعَذَابِ الشَّدِيدِ ہے۔ يَأْكُلُ كَفَّارٍ سے بدل ہے اور فَاَلْقِيَاهُ تکریر تاکید ہے۔ مگر یہ جائز نہیں کہ اسے کفار کی صفت بنا کر اسے مجرور قرار دیں۔ کیونکہ نکرہ کی صفت اسم موصول سے نہیں آتی۔

قول مجاہد:

آیت ۲۷: قَالَ قَرِينُهُ (وہ شیطان جو اس کے ساتھ رہتا تھا وہ کہے گا) وہ ساتھ رہنے والا شیطان اس کے خلاف شاہد ہوگا۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ میں نے اس جملہ کو واؤ سے خالی کیا۔ پہلے کو نہیں کیونکہ پہلے کا عطف واجب ہے۔ کیونکہ دونوں کا معنی ان کے جمع کرنے پر دلالت کر رہا ہے۔ میری مراد یہ ہے مجیسی کل نفس مع الملکین اور اس کے قرین کا قول جو اس کو کہے گا۔

يَوْمَ نَقُولُ لِيَجْهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأَتْ وَتَقُولُ هَلْ مِنْ مَزِيدٍ ۳۱ وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ

جس دن ہم جہنم سے کہیں گے کیا تو بھر گئی اور وہ کہے گی کہ کیا کچھ اور بھی ہے؟ اور متقیوں کے لئے جنت قریب کی جائے گی

غَيْرَ بَعِيدٍ ۳۲ هَذَا مَا تُوْعَدُونَ لِكُلِّ أَوَّابٍ حَفِيظٍ ۳۳ مَنْ خَشِيَ الرَّحْمَنَ بِالْغَيْبِ

دور نہ رہے گی یہ وہ ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا ہر ایسے شخص کے لئے جو رجوع کرنے والا یا بندی کرنے والا ہو، جو بغیر دیکھے رحمن سے ذرا

وَجَاءَ بِقَلْبٍ مُنِيبٍ ۳۴ ادْخُلُوهَا بِسَلَامٍ ذَلِكَ يَوْمُ الْخُلُودِ ۳۵ لَهُمْ مَا يَشَاءُونَ

اور رجوع کرنے والا دل لے کر آیا، اس میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ، یہ بیشکی والا دن ہے ان کے لئے وہ سب کچھ ہوگا جو وہ چاہیں گے

فِيهَا وَلَدَيْنَا مَزِيدٌ ۳۶ وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنْ قَرْنٍ هُمْ أَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوا

اور ہمارے پاس اور بھی زیادہ ہے۔ اور ان سے پہلے ہم نے کتنی ہی امتوں کو ہلاک کر دیا جو گرفت کرنے میں ان سے زیادہ سخت تھیں، وہ وہ شہروں

فِي الْبِلَادِ هَلْ مِنْ مَحِيصٍ ۳۷

میں چلتے پھرتے رہے کیا بھاگنے کی کوئی جگہ ہے،

آیت ۳۰: يَوْمَ نَحْجُو: یہ ظلام کی وجہ سے منصوب ہے۔ نمبر ۲۔ مضمحل فعل اذکر اندر وغیرہ کی وجہ سے منصوب ہے۔

جہنم پکارے گی کیا کچھ اور ہے.....:

نَقُولُ۔ قراءت: ابوبکر و نافع نے یقول پڑھا ہے۔ ای یقول اللہ۔ لِيَجْهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأَتْ وَتَقُولُ هَلْ مِنْ مَزِيدٍ (جس دن کہ ہم دوزخ سے کہیں گے کہ تو بھر بھی گئی اور وہ کہے گی کچھ اور بھی ہے) مزید یہ الجید کی طرح مصدر ہے۔ مطلب یہ ہے۔ وہ بھر جانے کے بعد کہے گی کیا کچھ اور بھی ہے۔ یعنی کیا مجھ میں کوئی ایسی جگہ ہے جو بھری نہ ہو؟ یعنی میں بھر چلی۔ یا جہنم اور طلب کرے گی۔ اور اس میں اصناف کی گنجائش ہوگی۔ یہ اس صورت میں ہے کہ جہنم جب واقعی کلام کرے۔ اور یہ بعید بات نہیں۔ جیسا کہ جو ارح انسانی بات کریں گے۔ اور یہ جہنم کا سوال کفار کو تو بیخ کے لئے ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ تو پہلے ہی جانتے ہیں کہ آیا وہ بھر گئی یا کچھ خالی ہے۔

آیت ۳۱: وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ غَيْرَ بَعِيدٍ (جنت متقین کے قریب لائی جائے گی۔ کچھ بھی دور نہ رہے گی)

نَحْجُو: غیر بعید۔ یہ ظرف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ ای مکانا غیر بعید۔ نمبر ۲۔ حال کی بناء پر نصب ہے۔ اور اس کو مذکر لانے کی وجہ یہ ہے۔ کہ یہ مصدر کے وزن پر ہے مثلاً الصلیل اور مصدر کے ذریعہ مؤنث و مذکر کی صفت لاسکتے ہیں۔

نمبر ۳۔ موصوف محذوف ہے ای شینا غیر بعید۔ اور اس کا معنی تاکید والا ہوگا جیسا تم کہو۔ ہو قریب غیر بعید و عزیز

غیر ذلیل۔

آیت ۳۳: هَذَا - نَحْوًا : یہ مبتدأ ہے۔ اس کا مشارالیه الثواب ہے۔ نمبر ۲۔ ازلفت کے مصدر کی طرف اشارہ ہے۔ مَا تُوْعِدُونَ (جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا) نَحْوًا : یہ مبتدأ کی صفت ہے۔ قراءت : مکی نے یاء سے یو عدون پڑھا ہے۔ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيظٍ (یہ وہ چیز ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا) او اب جو اللہ تعالیٰ کی یاد کی طرف رجوع کرنے والا ہو۔ نَحْوًا : یہ خبر مبتدأ ہے۔ حفیظ۔ جو حدود اللہ کی حفاظت کرنے والا ہو۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جس نے دن کی ابتداء میں چار رکعات پر مواظبت کی وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں او اب و حفیظ لکھا جاتا ہے۔

آیت ۳۳: مَنْ يَأْتِ اَوَّابًا كَابِدًا هُوَ اَوْ اَبًا مَجْرُورٌ هُوَ۔ نمبر ۲۔ یہ مبتدأ ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے اور اس کی خبر اذخلوھا ہے جبکہ یقال لهم کو مقدر مانیں کیونکہ مَنْ معنی کے لحاظ سے جمع ہے۔ خَشِيَ الرَّحْمَنَ (جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوگا) الخشية : اپنی غلطی دیکھ کر دل کی بیقراری۔ اللہ تعالیٰ نے خشیت کے ساتھ اپنا وسیع رحمت والا اسم گرامی ملا کر ذکر کیا۔ اس سے خشیت والے کی خوب تعریف کر دی کہ یہ بیقرار ہے باوجود اس بات کے جان لینے کے کہ میرا رب وسیع رحمت والا ہے اور وہ ڈر رہا ہے باوجود اس بات کہ جس ذات سے ڈر رہا ہے وہ اپنی ذات کے اعتبار سے اس سے غائب ہے۔ بِالْغَيْبِ (بن دیکھے) نَحْوًا : نمبر ۱۔ یہ مفعول سے حال ہے۔ یعنی اس سے ڈرا اس حال میں کہ وہ غائب ہے۔ نمبر ۲۔ خشی کے مصدر کی صفت ہے۔ خشی خشية ملتبسة بالغیب وہ ایسا ڈرا جو ڈرنا بغیر دیکھنے کے ساتھ ملا ہوا تھا۔ اس طرح کہ اس کے سزا دینے سے ڈرا باوجودیکہ وہ غائب ہے۔

قول حسن عند

جب دروازہ بند کر لیا اور پردہ ڈال لیا پھر بھی وہ اس سے ڈرا۔

وَجَاءَ بِقَلْبٍ مُنِيبٍ (اور رجوع ہونے والا دل لے کر آئے گا) منیب : اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہونے والا۔

ایک قول یہ ہے:

صحیح عقیدہ اور پسندیدہ باطن کے ساتھ۔

آیت ۳۴: اَدْخُلُوْهَا بِسَلَامٍ (اس جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ) یعنی اس حال میں کہ تم نعمتوں کے زوال اور ناراضگی کے اترنے سے محفوظ رہو گے۔ ذَلِكْ يَوْمُ الْخُلُوْدِ (اور یہ دن ہے ہمیشہ رہنے کا) یعنی ایسا دن جس کا اندازہ ہمیشگی ہے۔ جیسا فرمایا فادخلوها خالدین۔ [الزمر۔ ۷۳] یعنی تمہارے لئے ہمیشگی طے کر دی گئی ہے۔

مزید کی مراد:

آیت ۳۵: لَهُمْ مَا يَشَاءُوْنَ وَفِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ (ان کو بہشت میں سب کچھ ملے گا) جو جو چاہیں گے اور ہمارے پاس اور بھی

زیادہ ہے۔ اس سے جو وہ چاہیں گے۔

قول الجمہور:

مزید سے مراد رویت باری تعالیٰ کا بلا کیف میسر آنا۔

آیت ۳۶: وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ (اور ہم ان سے پہلے بہت سی امتوں کو ہلاک کر چکے) آپ کی قوم قریش سے پہلے۔ مِنْ قَرْنٍ (ان زمانہ والوں کو جنہوں نے اپنے رسولوں کو جھٹلادیا) هُمْ أَشَدُّ مِنْهُمْ (جو قوت میں ان سے زیادہ تھے) ہم قریش مکہ سے بَطْشًا (قوت و دبدبہ) فَانْقَبُوا فِي الْبِلَادِ (وہ تمام شہروں کو چھانٹتے پھرتے تھے) وہ ملکوں ملکوں ہر قسم کا تصرف کرنے اور فائدہ اندوزی کے لئے خوب گھومے پھرے۔ التَّنْقِيبُ بِی مَعَالِي فِي بَحْثٍ وَكُرَيْدٍ أَوْ طَلَبٍ وَتَلَّاشٍ فَأَسْبِيحٌ اس پر داخل ہے۔ ہم اشد منہم بطشا کا سبب بیان کیا ہے۔ یعنی قوت کی زیادتی اور شدت ان کے کثرت سے گھومنے کا سبب تھی۔ نمبر ۲۔ اور یہ بھی درست ہے کہ اہل مکہ اپنے اسفار اور راستوں میں ان اہل زمانہ کے ملکوں میں گھومے ہیں۔ کیا ان کے لئے بچاؤ کی جگہ ہوئی۔ یہاں تک کہ یہ بھی اپنے نفسوں کیلئے اسی طرح کی جگہ کے امیدوار ہیں۔ (یہ استفہام انکاری ہے کہ ان کو پناہ گاہ نہ ملی نہ ان کو ملے گی) ان قراء کی قراءت بھی اس پر دلالت کرتی ہے جنہوں نے اس طرح پڑھا ہے فَانْقَبُوا صِيغَةً أَمْرٍ كَمَا تَقُولُونَ۔ هَلْ مِنْ مَّحِيصٍ (کہیں بھاگنے کی جگہ نہ ملی) نمبر ۱۔ موت سے بھاگنے کی یا نمبر ۲۔ اللہ تعالیٰ سے بھاگنے کی۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقٰى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ ۝۳۷ وَاَقْدَ

بلاشبہ اس میں اس شخص کے لئے عبرت ہے جس کے پاس دل ہو یا جو ایسی حالت میں ہو کہ کان لگائے ہوئے حاضر ہو، اور یہ واقعی بات ہے کہ

خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ۝۳۸ وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ۝۳۹

ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دن میں پیدا کیا اور ہم کو تھکن نے چھوا تک نہیں،

فَاَصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ۝۴۰

سو آپ ان باتوں پر صبر کیجئے جو یہ لوگ کہتے ہیں اور آفتاب نکلنے سے پہلے اور غروب سے پہلے اپنے رب کی تسبیح و تحمید بیان کیجئے

وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ ۝۴۱ وَاَسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ۝۴۲

اور رات کے حصہ میں بھی اسکی تسبیح بیان کیجئے اور سجدوں کے بعد بھی۔ اے مخاطب اس بات کو سن لے کہ جس دن پکارنے والا قریب ہی جگہ سے پکارے گا

يَوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ۝۴۳ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ ۝۴۴ اِنَّا نَحْنُ نُحْيِیْ وَنُمِیْتُ

جس روز چیخ کو حق کے ساتھ سنیں گے یہ نکلنے کا دن ہوگا بے شک ہم زندہ کرتے اور موت دیتے ہیں

وَاللّٰی نَا الْمَصِيْرُ ۝۴۵ یَوْمَ تَشَقُّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ۝۴۶ ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا یَسِيْرٌ ۝۴۷ نَحْنُ

اور ہماری طرف لوٹ کر آتا ہے جس دن زمین ان کے اوپر سے پھٹ جائے گی جبکہ دوڑتے ہوں گے، یہ جمع کرنا ہم پر آسان ہے، ہم

اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ وَمَا اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ۝۴۸ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَخَافُ

خوب جانتے ہیں جو یہ لوگ کہتے ہیں اور آپ ان پر زبردستی کرنے والے نہیں سو آپ قرآن کے ذریعہ ایسے شخص کو نصیحت کیجئے

وَعِيْدٌ ۝۴۹

جو میری نصیحت سے ڈرتا ہے۔

آیت ۳۷: اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ (بلاشبہ اس میں) اس مذکور میں لَذِكْرٰى (بڑی عبرت و نصیحت ہے) لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ (جس کے پاس دل ہو) بچھنے والا۔ کیونکہ جس کا دل قبول نہیں کرتا۔ گویا اس کا دل ہی نہیں۔ اَوْ اَلْقٰى السَّمْعَ (یا کان لگا دیتا ہو) مواعظ پر کان دھرے۔ وَهُوَ شَهِيدٌ (متوجہ ہو کر) وہ اپنی فطانت کو حاضر باش کرنے والا ہو۔ کیونکہ جو اپنے ذہن کو حاضر نہیں کرتا وہ غائب کی طرح ہے۔

یہود کے عقیدہ کی تردید:

آیت ۳۸: وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُغُوبٍ (اور ہم نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے۔ چھ دن میں پیدا کیا اور ہم کو تھکانے چھو اتک نہیں) لغوب: تھکن و عجز۔

ایک قول یہ ہے:

یہ یہود کے متعلق نازل ہوئی۔ ان کی اس بات کی تکذیب میں جو انہوں نے کہی کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا ان میں پہلا یوم الاحد اور آخر یوم الجمعہ تھا۔ اور ہفتہ کے دن آرام کیا۔ اور عرش پر لیٹ گیا۔ علماء نے فرمایا کہ اس امت میں تشبیہ کا عقیدہ یہود سے نقل ہو کر آیا۔ یہود اپنے ہاں آلتی پالتی مار کر بیٹھنے کو برا خیال کرتے ہیں۔ ان کا زعم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ (نعوذ باللہ) ہفتہ کے دن اسی طرح بیٹھا تھا۔

آیت ۳۹: فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ (پس ان کی باتوں پر صبر کیجئے) یعنی یہود کی باتوں پر جو کہ کفریات اور تشبیہ وغیرہ کہتے ہیں۔ نمبر ۲۔ بعث کے متعلق جو مشرکین کہتے ہیں۔ پس جو ذات ساری کائنات کو پیدا کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ وہ ان کو اٹھانے اور انتقام لینے پر بلاشبہ قادر ہے۔ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ (اور اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتے رہیے) اس حال میں کہ آپ اپنے رب کی حمد و ثناء کرنے والے ہوں۔ التسبیح۔ نمبر ۱۔ اپنے ظاہری مراد پر ہے۔ نمبر ۲۔ نماز مراد ہے۔ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ (طلوع آفتاب سے پہلے) نماز فجر وَقَبْلَ الْغُرُوبِ (اور غروب سے پہلے) ظہر و عصر۔

تسبیح سے مراد:

آیت ۴۰: وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ (اور رات میں بھی اس کی تسبیح کیا کریں) نمبر ۱۔ مغرب و عشاء۔ نمبر ۲۔ تہجد کی نماز۔ وَأَذْبَارَ السُّجُودِ (اور نمازوں کے بعد بھی) اور تسبیح نماز کے اعمال میں۔ رکوع اور سجدہ کی تعبیر نماز سے کی گئی۔

ایک قول یہ ہے:

فرائض کے بعد نوافل۔ نمبر ۲۔ وتر جو نماز عشاء کے بعد پڑھے جاتے ہیں۔ الْأَذْبَارَ۔ جمع دُبُر کی ہے قراءت: خلف حجازی اور حمزہ نے اذبار پڑھا ہے۔ یہ ادبوت الصلوٰۃ سے لیا گیا۔ جبکہ اس کو مکمل اور پورا کرو۔ اس کا معنی یہ ہوا۔ وقت انقضاء السجود۔ جیسا کہ کہتے ہیں اتیک خفوق النجم ای وقت خفوق النجم۔

آیت ۴۱: وَاسْتَمِعْ (اور سن رکھ) اس کو جو آپ کو قیامت کا حال سنایا گیا۔ اس میں قیامت کی ہولناکی اور بڑائی کو بیان کیا ہے۔

قراءت: یعقوب نے اس پر وقف کیا۔ يَوْمَ يَنَادِ الْمُنَادِ يَوْمَ يَهَا اس فعل سے منصوب ہے۔ جس پر ذلک یوم الخروج

دلالت کرتا ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے یوم ینادی المنادی یخرجون من القبور۔ بعض نے کہا اس کی تقدیر یہ ہے۔ واستمع حدیث یوم ینادی المنادی۔ اور غور سے سن رکھو اس دن کی بات جس دن منادی آواز دے گا۔
قراءت: المنادی دونوں حالتوں میں مکی، مہل اور یعقوب نے پڑھا ہے اور مدنی اور ابو عمرو نے وصل میں پڑھا اور دیگر قراء نے دونوں حالتوں میں یاء کے بغیر پڑھا ہے۔

اسرائیل کی نداء:

المنادی سے مراد اسرائیل علیہ السلام ہیں۔ وہ صور پھونکیں گے۔ اور آواز اس طرح دیں گے۔ ابتھا العظام البالية والواصل المنقطعة واللحوم المتمزقة والشعور المتفرقة! ان الله يأمر کن ان تجتمعن لفصل القضاء۔
اے بوسیدہ ہڈیو! اے الگ الگ کیے ہوئے جوڑو! اے پارہ پارہ گوشت! اے پراگندہ بالو! اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے۔ فیصلہ الہی کے لئے باہم اکٹھے ہو جاؤ۔ (یہ قول مقاتل ہے)

ایک قول یہ ہے:

اسرائیل صور پھونکیں گے۔ اور جبرائیل حشر کی منادی کریں گے۔
مِنْ مَّكَانٍ قَرِيبٍ (جس دن پکارنے والا پاس ہی سے پکارے گا) صحرۃ بیت المقدس سے اور یہ آسمان کے لئے زمین کا قریب ترین حصہ ہے۔ جو دوسرے حصوں کی نسبت بارہ میل زیادہ قریب ہے۔ اور وہ وسط زمین ہے۔ (یہ کلبی کا قول ہے)

مردوں کا نکلنا:

آیت ۴۲: يَوْمَ يَسْمَعُونَ الصَّيْحَةَ (جس دن اس چیخنے کو سب سن لیں گے) نَحْفُورٍ: یہ یوم ینادی سے بدل ہے۔ الصیحة سے نغمہ ثانیہ مراد ہے۔ بِالْحَقِّ (بالیقین) یہ صیحة سے متعلق ہے۔ اور اس سے مراد بعث و حشر جزاء و سزا کیلئے۔ ذَلِكَ يَوْمُ الْخُرُوجِ (یہ دن نکلنے کا ہوگا) قبور سے۔

آیت ۴۳: اِنَّا نَحْنُ نُحْيِي (بیشک ہم ہی زندہ کرتے ہیں) مخلوقات کو وَنُمِيتُ (اور ہم ہی مارتے ہیں) یعنی دنیا میں مارتے ہیں۔ وَ اِلَيْنَا الْمَصِيرُ (اور ہماری طرف ہی پھر لوٹ کر آنا ہے) یعنی ان سب نے لوٹنا ہے۔

آیت ۴۴: يَوْمَ تَشَقُّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ (جس دن زمین ان پر سے کھل جائے گی) قراءت: کوفی، ابو عمرو نے تخفیف کے ساتھ اور باقی نے تشدید سے پڑھا ہے۔ زمین پھٹ جائے گی اور مردے اس سے نکل کھڑے ہونگے۔ سِرَاعًا (جبکہ وہ دوڑتے ہونگے) یہ مجرور سے حال ہے۔ یعنی اس حال میں کہ وہ تیزی کرنے والے ہونگے۔ ذَلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيرٌ (یہ ہمارے نزدیک ایک آسان جمع کر لینا ہے) یسیر: آسان۔ یہاں ظرف کو مقدم کیا۔ تاکہ تخصیص کو ظاہر کرے۔ یعنی اس جیسا بڑا کام آسان نہیں مگر اس قادر مطلق ذات کو جس کو ایک حالت دوسری سے مشغول نہیں کر سکتی۔

آپ مدعی ہیں نصیحت کرتے جائیں:

آیت ۴۵: نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَقُولُونَ (جو جو کچھ یہ لوگ کہتے ہیں)۔ آپ کے اور ہمارے متعلق ہم وہ خوب جانتے ہیں اس میں کفار مکہ کو ڈرایا گیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے۔ وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ (آپ ان پر جبر کرنے والے نہیں ہیں) یہ اسی طرح ہے جیسا فرمایا۔ لست عليهم بمسيطر [الغاشیہ: ۲۲] یعنی آپ ان پر مسلط نہیں۔ آپ تو داعی ہیں۔ اور ان کو آمادہ کرنے والے ہیں۔

ایک قول یہ ہے:

یہ جبرہ علی الامر سے لیا گیا ہے۔ اس کا معنی اجبرہ ہے مطلب یہ ہے۔ آپ ان پر والی نہیں کہ ایمان پر جبر کر کے آمادہ کریں۔ فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ مَنْ يَخَافُ وَعِيدِ (تو آپ قرآن کے ذریعہ ایسے شخص کو نصیحت کیجئے جو میری وعید سے ڈرتا ہے) یہ اس طرح ہے جیسا فرمایا۔ انما انت منذر من يخشها۔ [النازعات: ۴۵] کیونکہ نصیحت کا فائدہ اسی کو ملے گا۔

الحمد لله بعد العصر سورة ق مكملة هونى

کیم ربیع الاول ۱۴۲۴ء

سُورَةُ الذَّارِيَاتِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ سِتُّونَ آيَةً وَقِيلَتْ رُكُوعًا

سورۃ الذاریات مکہ معظمہ میں نازل ہوئی انہیں ساٹھ آیات اور تین رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالذَّرِيَّتِ ذُرْوًا ۝۱ فَالْحَمِلَتِ وَقْرًا ۝۲ فَالْجَرِيَّتِ يُسْرًا ۝۳ فَالْمُقْسِمَتِ أَمْرًا ۝۴ إِنَّمَا

قسم ہے ہواؤں کی جو (غبار وغیرہ کو) اڑاتی ہیں پھر ان بادلوں کی جو بوجھ کو اٹھاتے ہیں، پھر ان کشتیوں کی جو زری سے چلتی ہیں، پھر ان فرشتوں کی جو چیزیں تقسیم کرتے ہیں، تم سے

تُوْعَدُونَ لَصَادِقٍ ۝۵ وَإِنَّ الدِّينَ لَوَاقِعٌ ۝۶ وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ۝۷ إِنَّكُمْ

جس کا وعدہ کیا جاتا ہے وہ بالکل سچ ہے اور جزاء ضرور ہونے والی ہے، قسم ہے آسمان کی جس میں راستے ہیں کہ تم

لَفِي قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ۝۸ يُؤْفِكُ عَنْهُ مِنَ الْوَيْفِكِ ۝۹ قِتْلَ الْخَرِصُونَ ۝۱۰ الَّذِينَ هُمْ

لوگ مختلف گفتگو میں ہو، اس سے وہی پھرتا ہے جس کو پھرتا ہوتا ہے غارت ہو جائیں گے انکل بچو باتیں کرنا والے جو جہالت

فِي غَمْرَةٍ سَاهُونَ ۝۱۱ يَسْأَلُونَ أَيَّانَ يَوْمِ الدِّينِ ۝۱۲ يَوْمَهُمْ عَلَى النَّارِ

میں بھولے ہوئے ہیں غارت ہو جائیں، پوچھتے ہیں کہ روز جزا کب ہو گا، جس دن وہ لوگ آگ پر تپائے جائیں گے

يُفْتَنُونَ ۝۱۳ ذُوقُوا فِتْنَتَكُمْ ۝۱۴ هَذَا الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تَسْتَعْجِلُونَ ۝۱۵ إِنَّ

اپنی اس سزا کا مزہ چکھو، یہی ہے جس کی تم جلدی چھایا کرتے تھے۔ بلاشبہ

الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّتٍ وَعِيُونَ ۝۱۶ أَخْذِينَ مَا أَنَّهُمْ رَبُّهُمْ ۝۱۷ إِنَّهُمْ كَانُوا قَبْلَ ذَلِكَ

متقی لوگ باغوں اور چشموں میں ہوں گے، ان کے رب نے جو کچھ انہیں عطا فرمایا اسے لینے والے ہوں گے، بے شک یہ لوگ اس سے پہلے

مُحْسِنِينَ ۝۱۸ كَانُوا قَلِيلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ ۝۱۹ وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ۝۲۰

اچھے کام کرنے والے تھے، یہ لوگ رات کو کم سوتے تھے، اور رات کے آخری اوقات میں استغفار کرتے تھے،

وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ۝۲۱

ان کے مالوں میں حق تھا سوال کرنے والے کے لئے اور محروم کے لئے۔

وَالذَّرِيَّتِ ذُرْوًا ۝۱ فَالْحَمِلَتِ وَقْرًا ۝۲ فَالْجَرِيَّتِ يُسْرًا ۝۳ فَالْمُقْسِمَتِ أَمْرًا ۝۴ إِنَّمَا تُوْعَدُونَ لَصَادِقٍ

(قسم ہے۔ ان ہواؤں کی جو غبار وغیرہ کو اڑاتی ہیں پھر ان بادلوں کی جو بوجھ کو اٹھاتے ہیں۔ پھر ان کشتیوں کی جو نرمی سے چلتی ہیں۔ پھر ان فرشتوں کی جو چیزیں تقسیم کرتے ہیں۔ تم سے جس کا وعدہ کیا جاتا ہے۔ وہ بالکل سچ ہے)

آیت ۱: وَالذَّرِيَّتِ ہوا میں کیونکہ وہ مٹی وغیرہ کو اڑاتی ہیں۔

قرآنت: حمزہ ابو عمرو نے تاء کو ذال میں ادغام کے ساتھ پڑھا ہے۔

ذَرُوْا یہ مصدر ہے۔ اس میں اسم فاعل عامل ہے۔

آیت ۲: فَالْحَمِيْلَتِ وَقُرْا اس سے مراد بادل ہیں کیونکہ وہ بارش کو اٹھاتے ہیں۔ وَقُرْا یہ حاملات کا مفعول ہے۔

آیت ۳: فَالْجَبْرِیَّتِ کشتیاں۔ یُسْرًا چلنا آسانی سے سہولت سے۔

مختلف کاموں پر مقرر فرشتے:

آیت ۴: فَالْمُقَسِّمَاتِ اَمْرًا اس سے ملائکہ مراد ہیں۔ کیونکہ وہ مختلف کام بارش، ارزاق وغیرہ کی تقسیم پر مقرر ہیں۔ نمبر ۲۔ وہ تقسیم کا فعل کرتے ہیں اس حال میں کہ ان کو اس کا حکم دیا گیا ہے۔ نمبر ۳۔ بندوں کے معاملات کی تقسیم کے ذمہ دار ہیں مثلاً جبرئیل سختی کیلئے۔ نمبر ۲۔ میکائیل رحمت کیلئے۔ نمبر ۳۔ ملک الموت قبض ارواح کیلئے نمبر ۴۔ اسرافیل نفع صور کیلئے۔

ایک اور تفسیر:

اور یہ بھی درست ہے کہ اس سے صرف ہوا میں مراد ہوں کیونکہ وہ بادلوں کو بناتی اور ان کو اٹھاتی اور تقسیم کرتی اور فضاؤں میں نرمی سے چلتی ہیں۔ اور بادلوں کو موڑ کر بارش کو تقسیم کرتی ہیں۔

فاء کا معنی نمبر ۱۔ معنی صورت اول میں یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اول ہواؤں کی قسم کھائی پھر ان بادلوں کی جس کو وہ چلاتی اور ہنکاتی ہیں پھر ان کشتیوں کی جو ہواؤں کے چلنے سے چلتی ہیں پھر ان ملائکہ کی جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ارزاق کو تقسیم کرتے ہیں وہ ارزاق بارشیں ہوں تجارت بحار اور ان کے فوائد ہوں۔ نمبر ۲۔ صورت ثانی میں وہ ہوائیں چلنے سے شروع ہوئیں پھر مٹی اور کنکریاں اڑاتی پھر بادلوں کو اٹھا کر فضا میں پھیلانے چلتی اور پھر بارش کو تقسیم کرتی ہیں۔

آیت ۵: اِنَّمَا تُوعَدُوْنَ یہ جواب قسم ہے۔ اور ما موصولہ یا مصدر یہ ہے اور موعودہ چیز بعثت ہے۔ لَصَادِقٌ یعنی وہ سچائی والا وعدہ ہے یہ ترکیب عیشة راضیة کی طرح ہے۔ ای ذات رضا۔

آیت ۶: وَاِنَّ الدِّیْنَ (اور جزائے اعمال) لَوَاقِعٌ (ضرور ہونے والی ہے)

آیت ۷: وَالسَّمَاءِ (قسم ہے آسمان کی) یہ دوسری قسم ہے۔ ذَاتِ الْحُبْكِ (جس میں راستے ہیں) عمدہ راستے۔ جیسا کہ پانی پر ہوا چلنے سے ظاہر ہوتے ہیں یعنی لہریں اور اسی طرح حبك الشعر۔ ایسے آثار جو ان کو دوہرا کریں اور توڑیں۔ یعنی گھونگر یا لے بال۔ حبك جمع حبیكة جیسے طرق جمع طریقہ کی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آسمان کی خلقت اسی طرح ہے۔ قول حسن رحمہ اللہ:

حَبْكُ السَّمَاءِ سے آسمان کے ستارے مراد ہیں اور یہ جمع حباک ہے۔

رسول اللہ ﷺ سے متعلق کفار کے قول:

آیت ۸: اِنَّكُمْ لَفِي قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ (کہ تم لوگ مختلف گفتگو میں ہو) اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ان کا قول ساحر، شاعر، مجنون اور قرآن مجید کے متعلق شعر، سحر، اساطیر الاولین وغیرہ۔

قرآن سے پھرنے والا بدنصیب ہو گیا:

آیت ۹: يُوَفِّكُ عَنْهُ مَنَ اِفْكَ (اس سے وہی پھرتا ہے جسے پھرنا ہوتا ہے) نمبر ۱- ضمیر کا مرجع قرآن مجید ہے یا نمبر ۲- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی یعنی اس قرآن سے وہ پھرتا ہے جو ایسا پھرا ہے کہ جس سے بڑھ کر کوئی پھرنا خطرناک نہیں ہے۔ نمبر ۳- اس سے وہی پھرتا ہے۔ جو علم الہی میں پھرنے والوں میں لکھا جا چکا یعنی علم ازلی میں حق کی طرف نہ آنا جس کا معلوم ہے۔ نمبر ۲- یہ ضمیر ما تو عدون کی طرف یا الدین کی طرف بھی لوٹ سکتی ہے۔ ذاریات کی اولاً قسم اٹھائی کہ قیامت کی آمد برحق ہے پھر آسمان کی قسم اٹھائی کہ یہ لوگ قیامت کے متعلق اختلاف کا شکار ہیں بعض تو شک کرنے والے ہیں جبکہ دوسرے منکر ہیں۔ پھر فرمایا کہ اقرار قیامت سے وہ شخص پھرنے والا ہے۔ جو کہ پھرا ہوا ہے۔

بے دلیل باتوں والوں کی ہلاکت:

آیت ۱۰: قُتِلَ (غارت ہو جائیں) ملعون ہوئے دراصل یہ قتل و ہلاکت کی بددعا ہے۔ پھر لعنت کی جگہ استعمال ہونے لگی۔ الْخَرِصُونَ (بے سند باتیں کرنے والے) جھوٹے غلط اندازے کرنے والے وہ مختلف باتیں کرنے والے تھے۔ لام سے انہی کی طرف اشارہ ہے گویا تقدیر کلام اس طرح ہے۔ قتل هؤلاء الخراصون۔ یہ بے سند باتیں کرنے والے ہلاک ہوں۔

آیت ۱۱: الَّذِينَ هُمْ فِي غَمْرَةٍ (جو کہ جہالت میں بھولے ہوئے ہیں) ایسی جہالت میں مبتلا ہیں جو ان کو ڈھانپنے ہوئے ہے۔ سَاهُونَ (جو ان کو حکم ملا ہے اس سے غافل ہیں)

آیت ۱۲: يَسْئَلُونَ (پوچھتے ہیں یہ کہتے ہوئے) اَيَّانَ يَوْمِ الدِّينِ (کہ روز جزاء کب ہوگا) کہ جزاء کا دن کب ہے۔ اس کی تقدیر کلام یہ ہے۔ ایان وقوع یوم الدین۔ (قیامت کا وقوع کب ہے) کیونکہ احیان حوادث کیلئے ظرف بنتے ہیں۔

آیت ۱۳: يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُونَ (جس دن وہ آگ پر پٹائے جائیں گے) یوم کا لفظ صرف فعل مضمّر کہ جس پر سوال دلالت کر رہا ہے کی وجہ سے منصوب ہے ای یقع یوم۔ نمبر ۲- غیر متمکن کی طرف اضافت کی وجہ سے اس کا مفتوح ہونا بھی درست ہے۔ اور وہ غیر متمکن جملہ اسمیہ ہے۔ اور فعل مضمّر یقع کی وجہ سے وہ محلاً منصوب ہے یا نمبر ۲- مرفوع ہو مقدر کی وجہ سے بے ای ہو یوم ہم علی النار یفتنون۔ یفتنون کا معنی: جلائے جائیں گے۔

آیت ۱۴: ذُوقُوا فِتْنَتَكُمْ (اپنی اس سزا کا مزہ چکھو) یعنی ان کو جہنم کے داروغہ کہیں گے۔ تم اپنا عذاب اور آگ سے جلنا چکھو۔

هَذَا الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تَسْتَعْجِلُونَ (یہی ہے جس کی تم جلدی مچایا کرتے تھے) هذا مبتدأ اور الذی صلہ سے مل کر خبر ہے۔ یعنی یہ وہی عذاب تو ہے جس کو تم دنیا میں یہ کہہ کر جلدی طلب کرتے تھے۔ فأتنا بما تعدنا۔ [الاعراف۔ ۷۰]

ایمان والوں کا تذکرہ:

آیت ۱۵: پھر ایمان والوں کا حال بیان فرمایا۔ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ (بیشک متقی لوگ بہشتوں اور چشموں میں ہونگے) یعنی چشمے ہونگے وہ جاری نہریں ہونگی اس طرح کہ ان کو وہ آنکھوں سے دیکھیں گے۔ ان کی نگاہیں ان پر پڑیں گی۔ یہ نہیں کہ وہ چشموں کے اندر ہونگے۔ اخذِينَ مَا اَنْهَمُ رَبُّهُمْ (ان کے رب نے جو کچھ ان کو عطاء کیا اس کو وہ لے رہے ہونگے) اس سب کو وہ قبول کرنے والے ہونگے۔ جو اللہ تعالیٰ ان کو ثواب میں سے عطاء فرمائیں گے اور اس پر وہ راضی ہونگے۔

نَحْوًا: اخذین یہ ظرف کی ضمیر سے حال ہے۔ اور وہ ان کی خبر ہے۔ اِنَّهُمْ كَانُوا قَبْلَ ذٰلِكَ (وہ لوگ اس سے قبل) دنیا میں داخلہ جنت سے پہلے مُحْسِنِينَ (نیکیو کرتے) انہوں نے خوب نیک اعمال کیے۔ ان کے احسان کی تفسیر بعد میں آرہی ہے۔ آیت ۱۷: كَانُوا قَلِيْلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ (وہ لوگ رات کو بہت کم سوتے تھے) یہ جععون۔ سونے کے معنی میں آتا ہے۔

نَحْوًا: نمبر ۱۔ ما تاکید کے لئے زائدہ ہے۔ یہ جععون یہ کان کی خبر ہے۔ معنی یہ ہے وہ رات کے تھوڑے سے حصہ میں سوتے تھے۔ یا نمبر ۲۔ ما مصدریہ ہے تقدیر کلام یہ ہے۔ كانوا قليلاً من الليل هجوعهم۔ اور ان کا سونا بہت تھوڑا رات میں تھا۔ هجوعهم یہ مرفوع ہے كانوا کی واؤ سے بدل ہے۔ قليلاً سے بدل نہیں ہے۔ چونکہ جب قلیل کی صفت من الليل آگئی تو وہ شبہ فعل سے نکل گیا۔ اور اس کا عمل مشابہت ہی کی وجہ سے ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہوئی كان هجوعهم قليلاً من الليل۔ نمبر ۳۔ مانا فیہ نہیں بن سکتا کہ اس کا یہ معنی کریں کہ وہ رات کا تھوڑا سا حصہ بھی نہ سوتے تھے بلکہ ساری رات بیدار رہتے کیونکہ مانا فیہ کا مابعد ما قبل میں عمل نہیں کرتا۔ اس طرح نہیں کہہ سکتے۔ زیداً ما ضربت۔

آیت ۱۸: وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ (اور وہ اخیر شب میں استغفار کیا کرتے تھے) اس میں ان کی یہ تعریف فرمائی کہ وہ تہجد کی ادائیگی میں رات کو زندہ کرتے ہیں۔ جب سحر کا وقت ہو جاتا ہے تو استغفار کرنے لگتے ہیں گویا انہوں نے رات میں گناہ کئے ہیں۔ السحر: رات کا آخری چھٹا حصہ۔

آیت ۱۹: وَفِي اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ (اور ان کے اموال سوالی کا حق ہیں) السائل: جو اپنی حاجت طلب کرے۔ وَالْمَحْرُومِ (اور غیر سوالی) جو سامنے آئے مگر حیا کی وجہ سے سوال نہ کرے۔

وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِلْمُوقِنِينَ ۲۰ وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ۲۱ وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ

اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین کرنے والوں کے لئے، اور تمہاری جانوں میں، یہ تم نہیں دیکھتے، اور آسمان میں تمہارا رزق ہے

وَمَا تَوْعَدُونَ ۲۲

اور جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے،

عظیم قدرت کے نمونے:

آیت ۲۰: وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ (اور زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں) جو پیدا کرنے والے اور اس کی قدرت و تدبیر پر دلالت کرتی ہیں۔ زمین کو دیکھو بستر کی طرح بچھی ہوئی ہے۔ اس میں راستے اور وادیاں آنے جانے والوں کیلئے ہیں اور اس کے مختلف حصے ہیں۔ نچان زمین کے حصے پہاڑ، نرم سخت اور شور والے اور اس میں پھوٹنے والے چشمے اور مختلف انواع کی کانیں اور مختلف صورتوں اور شکلوں کے پھیلے ہوئے جانور، متضاد ہیئات و افعال والے جانور پائے جاتے ہیں۔ لِلْمُوقِنِينَ (یقین لانے والوں کیلئے) ایسے توحید پرستوں کیلئے جو درست دلیل والے راستے پر چلیں جو راستہ ان کو معرفت تک پہنچانے والا ہے وہ کھلی بصیرت والی آنکھوں اور صحیح فہم و فراست سے دیکھنے والے ہیں۔ جب بھی وہ کسی نشانی کو دیکھتے ہیں تو اس پر غور کا راستہ پا کر ان کا یقین پہلے سے بہت بڑھ جاتا ہے۔

انسان میں نمونہ قدرت:

آیت ۲۱: وَفِي أَنْفُسِكُمْ (اور تمہاری ذات میں بھی) ان کی ابتدائی حالت اور ایک حالت سے دوسری حالت میں منتقل ہونے اور نفوس کے ظواہر و بواطن میں عجائبات فطرت اور تخلیق کے وہ عمدہ نمونے ہیں جن پر ذہن حیران ہو جاتے ہیں۔ یہ دلوں کو دیکھ لو اور جو اس میں عقل رکھ دی۔ زبانوں کو دیکھو اور ان کا بولنا، مخارج حروف اور ان کی ترکیب و ترتیب اور اس کے لطائف میں اللہ تعالیٰ کی تدبیر صنعت کی قطعی اور روشن دلیلیں ہیں۔ کانوں، آنکھوں اور اطراف اور تمام جوارح پر توجہ کرو اور جس کیلئے انکو بنایا گیا انکی ادائیگی دیکھو۔ اللہ تعالیٰ نے جوڑوں میں دوہرے ہونے اور مڑنے کا کتنا شاندار انداز بنایا جب ان میں سے کوئی جوڑ سخت ہو جائے تو انسان عاجز ہو جاتا ہے اور جب کوئی جوڑ ڈھیلا پڑ جائے عاجزی انسان کو بیٹھا دیتی ہے۔ فتبارك الله احسن الخالقين۔

بعض کا قول:

جنہوں نے تقدیر عبارت اس طرح قرار دی افلا تبصرون فی انفسکم یہ کمزور قول ہے۔ کیونکہ اس سے استفہام کے دورانیہ میں آنے والے کو حرف استفہام سے مقدم کرنا لازم آتا ہے جو کہ نادرست ہے۔

فَوَرَبِّ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَا أَنَّكُمْ تَنْطِقُونَ ۲۳ هَلْ أَتَاكَ

سو قسم آسمان اور زمین کے رب کی بے شک وہ حق ہے جیسا کہ تم بول رہے ہو۔ کیا ابراہیم کے

حَدِيثُ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ الْمَكْرُمِينَ ۲۴ إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَامًا ۗ قَالَ

معزز مہمانوں کی حکایت آپ کو پہنچی ہے، جب وہ ان پر داخل ہوئے تو انہوں نے سلام کیا، ابراہیم نے بھی کہا

سَلَامٌ ۗ قَوْمٌ مُنْكَرُونَ ۲۵ فَرَاغَ إِلَىٰ أَهْلِهِ فَجَاءَ بِعَجَلٍ سَمِينٍ ۗ فَقَرَّبَهُ إِلَيْهِمْ

سلام ہو انجان لوگ ہیں، پھر اپنے گھروالوں کی طرف چلے تو ایک موٹا بچھڑالے آئے، پھر اسے ان کے پاس لا کر رکھا،

قَالَ الْآتَاكُونَ ۲۶ فَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً ۗ قَالُوا لَا تَخَفْ ۗ وَبَشَّرُوهُ بِغُلَامٍ عَلِيمٍ ۲۷

کہنے لگے، کیا تم نہیں کھاتے؟ پھر انکی طرف سے دل میں ڈر محسوس کیا انہوں نے کہا ڈرو نہیں اور انہوں نے ایک صاحب علم لڑکے کی بشارت دی،

أَفَلَا تَبْصُرُونَ (کیا تم کو دکھائی نہیں دیتا) عبرت حاصل کرنے والے کی نگاہ سے دیکھو۔

آیت ۲۴: وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ (اور تمہارا رزق آسمان میں ہے) رزق سے بارش مراد ہے کیونکہ وہ سب اقوات ہے۔

قول حسن عسکری:

جب آپ بادل کو دیکھتے تو اپنے اصحاب کو فرماتے۔ اس میں اللہ کی قسم تمہارا رزق ہے۔ لیکن تم اپنی خطاؤں سے اس سے محروم کر دیئے جاتے ہو۔

وَمَا تَوْعَدُونَ (اور جو تم سے وعدہ کیا جاتا ہے) یعنی جنت وہ آسمان سابع کی چھت اور عرش کے نیچے ہے۔ یا مراد وہ ارزاق ہیں جو دنیا میں ملتے ہیں اور وعدہ جو آخرت میں رزق ملنے کا کیا جاتا ہے۔ یہ سب مقدر اور آسمان میں لکھا ہے۔

آیت ۲۳: فَوَرَبِّ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ لَحَقٌّ (تو قسم ہے آسمان و زمین کے پروردگار کی کہ وہ برحق ہے) مَخْبُورٌ: ضمیر رزق کی طرف عائد ہے یا ماتو عدون کی طرف مِثْلَ مَا أَنَّكُمْ تَنْطِقُونَ (جیسا کہ تم باتیں کر رہے ہو) قراءت: مثل کو رفع کے ساتھ کوئی قراءت حمزہ کسائی نے سوائے حفص کے پڑھا۔ اور حق کی صفت بنایا۔ اسی حقا مثل نطقکم۔ تمہارے بولنے کی طرح حق ہے۔ دیگر قراءت نے مثل پڑھا ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے۔ انہ لحق حقا مثل نطقکم اور غیر متمکن کی طرف اضافت کی وجہ سے بھی فتح درست ہے اور ملائندہ ہے۔

قول اصمعی عسکری:

کہ میں جامع بصرہ سے آ رہا تھا۔ کہ ایک اعرابی بیٹھا سامنے آیا۔ کہنے لگا تم کون ہو؟ میں نے کہا بنی اصمعی میں سے ہوں اس

نے کہا کہاں سے تشریف لا رہے ہیں؟ میں نے کہا میں ایسی جگہ سے آ رہا ہوں جہاں رحمان کا کلام پڑھا جاتا ہے۔ اس نے کہا مجھے تلاوت کر کے سناؤ۔ پس میں نے سورہ الذاریات پڑھ کر سنانا شروع کی۔ جب میں اس آیت **وَفِي السَّمَاءِ رِزْقَكُمْ!** پر پہنچا تو کہنے لگا۔ بس کافی ہے۔ وہاں سے اٹھ کر اپنی اونٹنی کو ذبح کر ڈالا۔ اور اس کا گوشت آگے پیچھے ادھر ادھر تقسیم کر دیا اور اپنا تیر اور کمان لے کر اس کو توڑ ڈالا۔ جب میں ہارون الرشید کے ساتھ حج کرنے گیا تو میں طواف میں مصروف تھا۔ تو اچانک ایک نرم آواز مجھے سنائی دی۔ میں متوجہ ہوا تو وہی اعرابی تھا۔ کمزور زرد پڑ چکا تھا۔ اس نے بڑھ کر سلام کیا اور کہا مجھے سورہ الذاریات پڑھ کر سناؤ۔ جب میں اس آیت پر پہنچا تو اس نے زور سے چیخ ماری اور کہہ رہا تھا۔ **قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبَّنَا حَقًّا**۔ پھر کہنے لگا۔ کیا اور بھی حصہ سورت کا باقی ہے تو میں نے آیت پڑھی۔ **فَوَرَبِّ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ لَحَقٌّ**۔ اس نے پھر چیخ ماری اور کہا سبحان اللہ! جس نے اس جلیل ذات کو ناراض کیا یہاں تک کہ اس نے قسم اٹھائی اور اس کی بات کو سچا نہ جانا یہاں تک کہ اس نے قسم کھائی۔ یہ کلمات تین مرتبہ دہرائے اور تیسری بار روح بھی ساتھ ہی پرواز کر گئی۔

آیتِ قدرت:

آیت ۲۴: **هَلْ أَتَاكَ** (کیا آپ تک پہنچی ہے) بات کی عظمت شان کو ظاہر کرنے اور اس بات پر متنبہ کرنے کے لئے کہ یہ علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں۔ بلاشبہ اس کو وحی سے جانا اور آیت کا ماقبل سے ربط اس طرح ہے کہ پہلے نے فرمایا۔ **وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ**۔ اور اس قصہ کے آخر میں فرمایا۔ **وَتَرَكَنَا فِيهَا آيَةً**۔ تو گویا یہ بھی من جملہ آیاتِ قدرت سے ہے۔ **حَدِيثُ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ** (بات ابراہیم کے معزز مہمانوں کی) الضیف ایک اور جماعت کے لئے بولا جاتا ہے جیسا الصوم الزور۔ کیونکہ یہ اصل میں مصدر ہے۔ جس کو مضاف کیا گیا۔ یہ بارہ فرشتے تھے۔

ایک اور قول:

نو فرشتے تھے دسویں جبرائیل علیہ السلام تھے۔ ان کو آیت ضیف قرار دیا۔ کیونکہ وہ صورتہ ضیف تھے۔ اس لئے ان کو ابراہیم علیہ السلام کی طرف مضاف کیا یا ابراہیم علیہ السلام کے گمان میں وہ مہمان تھے۔

الْمُكْرَمِينَ (اللہ تعالیٰ کے ہاں عزت والے) جیسا دوسرے مقام پر فرمایا۔ **بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ**۔ ایک قول یہ ہے: ابراہیم علیہ السلام نے خود ان کی خدمت کی اور ان کی زوجہ محترمہ نے ان کی خدمت کی۔ اور جلد مہمانی ان کیلئے تیار کر دی۔

آیت ۲۵: **إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ** (جبکہ وہ ان کے پاس آئے) **نَجَّوْا**: مکرمین کی وجہ سے منصوب ہے۔ جبکہ ابراہیم علیہ السلام کے اکرام سے تفسیر کی جائے۔ ورنہ اذ کو فعل مضمراً مفعول ہے۔ **فَقَالُوا سَلَامًا** (پھر ان کو سلام کیا) **نَجَّوْا**: سلاماً مصدر ہے۔ اس کو فعل کے قائم مقام لائے اور فعل سے استغناء اختیار کیا۔ اصل کلام یہ ہے۔ **نَسَلِمُ عَلَيْكُمْ سَلَامًا**۔ **قَالَ سَلَامٌ** (ابراہیم علیہ السلام نے بھی کہا سلام) یعنی تم پر سلام ہو۔ **نَجَّوْا**: یہ مبتدأ کی وجہ سے مرفوع ہے۔ اس کی خبر محذوف ہے اور رفع کی طرف عدول تو اثبات سلام

کیلئے ہے۔ گویا انہوں نے یہ قصد فرمایا کہ وہ ان کو اس سے بہتر انداز سے سلام کریں۔ جس طرح سے انہوں نے کیا۔ اور یہ بھی مہمانوں کا اکرام تھا۔

قراءت: حمزہ علی نے سَلَّمَ پڑھا ہے۔ اس کا معنی بھی سلام ہے۔ قَوْمٌ مُّنْكَرُونَ (انجان لوگ ہیں) یعنی تم انجان لوگ ہو پس مجھے تعارف کرو تم کون ہو۔

آیت ۲۶: فَرَاغَ إِلَىٰ أَهْلِهِ (پھر اپنے گھر کی طرف چلے) اپنے مہمانوں سے خفیہ طور پر گھر کی طرف گئے۔ اور میزبانی کا ادب یہ ہے کہ اس کا معاملہ مخفی ہو۔ اور مہمانی شروع کر دے بغیر اس کے کہ مہمان کو معلوم ہو۔ اس خطرے کے پیش نظر کہ وہ انکار نہ کر دے۔ ابراہیم علیہ السلام کے پاس گائیں کثرت سے تھیں۔ فَجَاءَ بِعِجْلٍ سَمِينٍ (اور ایک موٹا بچھڑا لائے)

آیت ۲۷: فَقَرَّبَهُ إِلَيْهِمْ (اور اس کو ان کے پاس لا کر رکھا) تاکہ وہ اس میں سے کھائیں مگر انہوں نے نہ کھایا۔ قَالَ أَلَا تَأْكُلُونَ (کہنے لگے آپ لوگ کھاتے کیوں نہیں) ان کا نہ کھانا ان کو اوپر معلوم ہوایا آپ نے ان کو اس پر آمادہ کیا۔

آیت ۲۸: فَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً (ان سے دل میں خوف محسوس کیا) کیونکہ جو تیرا کھانا نہیں کھاتا وہ تیری ذمہ داری کا لحاظ بھی نہ کرے گا۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

ان کے دل میں آیا کہ یہ فرشتے ہیں جن کو عذاب کیلئے بھیجا گیا ہے۔ قَالُوا لَا تَخَفْ (انہوں نے کہا تم ڈرو مت) ہم تو اللہ تعالیٰ کے قاصد ہیں۔ ایک قول یہ ہے: جبرائیل علیہ السلام نے پچھڑے پر ہاتھ پھیرا تو اٹھ کھڑا ہوا اور اپنی ماں کے ساتھ جا ملا۔ وَبَشَّرُوهُ بِغُلْمٍ عَلَيْهِم (اور ان کو ایک فرزند کی بشارت دی جو بڑا عالم ہوگا) یعنی تبلیغ کرے گا اور تعلیم دے گا۔

فَاقْبَلْتِ امْرَأَتَهُ فِي صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوزٌ عَقِيمٌ ۝۲۹ قَالُوا كَذَلِكَ

اور پھر انکی بیوی زور سے پکارتی ہوئی آئی پھر اس نے اپنے ماتھے پر ہاتھ مارا کہنے لگی بڑھیا ہوں، بانجھ ہوں، فرشتوں نے کہا کہ تمہارے

قَالَ رَبُّكَ إِنَّهُ هُوَ الْحَكِيمُ الْعَلِيمُ ۝۳۰

رب نے ایسا ہی فرمایا ہے بیشک وہ حکمت والا ہے علم والا ہے

قول جمہور:

یہ ہے کہ اسحاق علیہ السلام تھے۔

آیت ۲۹: فَاقْبَلْتِ امْرَأَتَهُ فِي صَرَّةٍ (اتنے میں ان کی بی بی بولتی پکارتی آئیں) صرّة زور سے بولنا۔ یہ صر القلم والباب سے ہے۔

قول الزجاج:

یہاں زور سے چیخنا مراد ہے۔ حال کی وجہ سے محلاً منصوب ہے۔ ای جاءت صرّة فاخذت فی صياح: لگی زور سے بولنے چیخنے۔ اور اس کی آواز اس کا یہ قول تھا۔ یا ویلتا۔ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا (پھر ماتھے پر ہاتھ مارا) پس اس نے اپنے دونوں ہاتھ کھول کر چہرے پر مارے۔

ایک قول یہ ہے:

اپنی انگلیوں کے اطراف اپنی پیشانی پر مارے جیسے کوئی تعجب والا کرتا ہے۔

وَقَالَتْ عَجُوزٌ عَقِيمٌ (اور کہنے لگیں بڑھیا بانجھ) یعنی انا عجوز میں بانجھ ہوں پس کیسے میں جنوں گی؟ جیسا کہ

دوسرے مقام پر فرمایا الد وانا عجوز وهذا بعلى شيخا۔ [ہود-۷۲]

آیت ۳۰: قَالُوا كَذَلِكَ (فرشتوں نے کہا ایسا ہی) اسی کی مثل جو ہم نے کہا اور جس کی ہم نے اطلاع دی۔ قَالَ رَبُّكَ (تمہارے رب نے فرمایا ہے) ہم تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بتلاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس بات پر قدرت رکھتے ہیں جس کو تم بعید قرار دیتی ہو۔ إِنَّهُ هُوَ الْحَكِيمُ (بیشک وہ حکمت والا ہے) اپنے فعل میں۔ الْعَلِيمُ (وہ علم والا ہے) اس پر کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔ روایت میں ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے اسے فرمایا۔ جب اس نے تعجب کا اظہار کیا۔ تو چھت کی طرف دیکھ جو نبی اس نے دیکھا تو کھجور کا تاپتے دار ہو گیا۔ اور پھل لے آیا۔

جب ان کو معلوم ہو گیا۔ کہ یہ فرشتے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کے قاصد بن کر بعض امور کیلئے اتر ا کرتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا۔

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ أَيُّهَا الْمُرْسَلُونَ ﴿۳۱﴾ قَالُوا إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلَىٰ قَوْمٍ مُّجْرِمِينَ ﴿۳۲﴾

ابراہیم نے کہا اے بھیجے ہوئے لوگو! تمہیں کیا بڑا کام کرنا ہے؟ انہوں نے کہا بے شک ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں

لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِينٍ ﴿۳۳﴾ مُّسَوَّمَةٌ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِينَ ﴿۳۴﴾ فَأَخْرَجْنَا

تاکہ ہم ان پر ایسے پتھر برسائیں جوٹی سے بنائے گئے ہوں، جن پر آپ کعب کے پاس سے خاص نشان بھی جن کے لئے جو حد سے گزرنے والوں میں سے ہیں، سوان میں

مَنْ كَانَ فِيهَا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۳۵﴾ فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿۳۶﴾ وَتَرَكْنَا

جتنے ایمان والے تھے انہیں ہم نے نکال دیا۔ سو اس میں ایک گھر کے سوا مسلمانوں کا کوئی گھر نہ پایا۔ اور ہم نے

فِيهَا آيَةً لِّلَّذِينَ يَخَافُونَ الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ﴿۳۷﴾ وَفِي مُوسَىٰ إِذْ أَرْسَلْنَاهُ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ

اس واقعہ میں ایسے لوگوں کے لئے عبرت رہنے دی جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں۔ اور موسیٰ کے قصہ میں عبرت ہے جبکہ ہم نے انہیں فرعون کے پاس مکمل ہوا دیا

بِسُلْطٰنٍ مُّبِينٍ ﴿۳۸﴾ فَتَوَلَّىٰ بَرْكِنَهُ وَقَالَ سِحْرٌ أَوْ مَجْنُونٌ ﴿۳۹﴾ فَأَخَذْنَاهُ وَجُودَهُ فَنَبَذْنَاهُمْ

کے ساتھ بھیجا، سحرعون نے اپنی جماعت کے ساتھ روگردانی کی اور کہنے لگا کہ یہ جادوگر ہے یا دیوانہ ہے سو ہم نے اسے اور اسکے لشکروں کو پھینکا، سو ہم نے انہیں سمندر میں

فِي الْيَمِّ وَهُوَ مُلِيمٌ ﴿۴۰﴾ وَفِي عَادٍ إِذْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيحَ الْعَقِيمَ ﴿۴۱﴾

پھینک دیا اور اس حال میں کہ وہ علامت کا کام کرنے والا تھا، اور عاد کے قصہ میں عبرت ہے جبکہ ہم نے ان پر ہوا بھیج دی جو ہر خیر سے خالی تھی،

آیت ۳۱: قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ (ابراہیم کہنے لگے اچھا تو تم کو بڑی مہم کیا درپیش ہے) یعنی تمہارا کیا مطلوب اور کیا معاملہ ہے۔ کس مقصد کی خاطر تمہیں بھیجا گیا ہے۔ أَيُّهَا الْمُرْسَلُونَ (اے فرشتو!) تم صرف بشارت کیلئے بھیجے گئے ہو یا کسی دوسرے کام یا دونوں کیلئے؟

آیت ۳۲: قَالُوا إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلَىٰ قَوْمٍ مُّجْرِمِينَ (وہ کہنے لگے ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں) یعنی قوم لوط کی طرف۔

آیت ۳۳: لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِينٍ (تاکہ ہم ان پر کھنگر کے پتھر برسائیں) مراد کنگریاں ہیں۔ وہ مٹی ہے جس کو پکایا جاتا ہے جیسا کہ پکی اینٹ پک کر مضبوطی میں پتھر کی طرح ہو جاتی ہے۔

آیت ۳۴: مُّسَوَّمَةٌ (جن پر نشان بھی ہے) یہ السومة سے لیا گیا ہے۔ اور وہ علامت و نشان کو کہتے ہیں۔ ہر ایک پتھر پر اس کا نام تھا جس نے اس سے ہلاک ہونا تھا۔ عِنْدَ رَبِّكَ (آپ کے رب کے پاس سے) اس کی ملکیت و سلطنت میں۔ لِلْمُسْرِفِينَ (حد سے گزرنے والوں کے لئے) ان کو مسرفین فرمایا۔ جیسا کہ ان کو عادیں کا لقب دیا۔ کیونکہ وہ اپنے عمل میں حد سے بڑھنے

والے اور زیادتی کی انتہاء تک پہنچنے والے تھے۔ اس لئے کہ انہوں نے مباحات پر قناعت نہ کی۔
 آیت ۳۵: فَأَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيهَا (ہم نے سب کو وہاں سے علیحدہ کر دیا) یعنی بستی میں۔ اس کے معروف ہونے کی وجہ سے
 بستی کا ذکر نہیں کیا۔ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ (جتنے ایماندار تھے) یعنی حضرت لوط علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والے۔
 آیت ۳۶: فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ (پھر سوائے مسلمانوں کے ایک گھر کے اور کوئی گھر ہم نے نہیں پایا)
 یعنی سوائے لوط علیہ السلام کے اہل بیت کے۔

مَنْتَلَهُ: اس میں دلیل ہے کہ ایمان اور اسلام ایک چیز ہے۔ کیونکہ یہاں ملائکہ نے انہی کو مؤمنین اور مسلمین دونوں القاب
 سے ذکر کیا ہے۔

آیت ۳۷: وَتَرَكْنَا فِيهَا (اور ہم نے اس واقعہ میں) ان بستیوں میں آيَةً لِلَّذِينَ يَخَافُونَ الْعَذَابَ الْأَلِيمَ (ایسے لوگوں
 کے لئے عبرت رہنے دی جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں) ایسی علامت جس سے عبرت حاصل کی جاتی ہے اور وہ اس سے
 خوف محسوس کرتے ہیں۔ وہ نہیں کہ جن کے دل سخت ہیں۔

ایک قول یہ ہے:

بدبودار سیاہ پانی۔

نمونہ عبرت:

آیت ۳۸: وَفِي مُوسَى (اور موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں عبرت ہے) اس کا عطف و فی الارض آیات پر ہے۔ یاوتر کنا
 فیہا اية پر ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہوگا وجعلنا فی موسیٰ اية (کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام میں نشانی بنائی) یہ اس مثال
 کے مطابق ہوگا۔ علفتها تبنا وماء باردًا۔ اِذْ أَرْسَلْنَاهُ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِينٍ (جبکہ ہم نے ان کو فرعون کے پاس ایک
 کھلی ہوئی دلیل دے کر بھیجا) سلطان مبین سے واضح حجت یعنی ید بیضاء اور عصا مراد ہیں۔

آیت ۳۹: فَتَوَلَّىٰ (پس اس نے سرتابی کی اور ایمان سے اعراض کیا) بِرُكْنِهِ (بمع اپنے ارکان سلطنت کے) جن کے ساتھ وہ
 قوت حاصل کرتا تھا مثلاً لشکر و ملک۔ الركن: جس کی طرف جھکاؤ ہو خواہ وہ مال و لشکر ہو۔ وَقَالَ سِحْرٌ أَوْ مَجْنُونٌ (اور کہنے لگا
 یہ ساحر یا مجنون ہے)

ملامت کا معنی:

آیت ۴۰: فَأَخَذْنَاهُ وَجُنُودَهُ فَنَبَذْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ وَهُوَ مُلِيمٌ (پس ہم نے اس کو اور اس کے لشکر کو پکڑ کر دریا میں پھینک دیا۔ اور
 اس نے کام بھی ملامت کا کیا تھا) ملیم یعنی وہ کفر و عناد والا قابل مذمت فعل کرنے والا تھا۔ یہ ملیم ایک مقام پر سورۃ الصافات
 آیت ۱۳۲ میں فالتقمه الحوت وهو ملیم استعمال ہوا۔ مگر وہاں یہ معنی نہیں کیونکہ ملامت کے لوازم مختلف ہیں اور ان کے

مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ اَتَتْ عَلَيْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيمِ ۴۷ وَفِي ثَمُوْدَ اِذْ قِيلَ لَهُمْ

وہ جس چیز پر بھی گزرتی تھی اسے ایسی بنا دیتی تھی جیسے کوئی چیز گل کر ریزہ ریزہ ہو جائے اور ثمود کے قصہ میں عبرت ہے جبکہ ان سے کہا گیا

تَمَتَّعُوا حَتَّىٰ حِينٍ ۴۸ فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ فَاَخَذَتْهُمُ الصُّعِقَةُ وَهُمْ

کہ تمھوڑے سے وقت تک نفع حاصل کر لو، سو انہوں نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی، لہذا انہیں عذاب نے پکڑ لیا اور وہ

يَنْظُرُوْنَ ۴۹ فَمَا اسْتَطَاعُوا مِنْ قِيَامٍ وَمَا كَانُوا مُتَّصِرِينَ ۵۰ وَقَوْمِ نُوحٍ مِّنْ قَبْلُ ۵۱

دیکھ رہے تھے، سو وہ کھڑے نہ ہو سکے اور نہ بدلہ لے سکے، اور ان سے پہلے نوح کی قوم کا ایسا ہی حال ہوا

اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فَسِيْقِيْنَ ۵۲

بے شک وہ نافرمان لوگ تھے۔

مختلف ہونے سے ملامت کی مقدار میں بھی فرق ہوگا۔ کفر کا ارتکاب کرنے والا اپنے فعل کفر کی مقدار کے مطابق قابل ملامت ہے اور کبیرہ کا مرتکب کبیرہ گناہ کے مطابق اور صغیرہ کا صغیرہ کے مطابق اور لغزش کرنے والا اس کے مطابق (فتدبر) نَحْوًا: یہ جملہ واؤ کے ساتھ فاخذناہ کی ضمیر سے حال ہے۔

خیر سے خالی ہوا:

آیت ۴۱: وَفِي عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ (اور عاد کے قصہ میں بھی عبرت ہے۔ جبکہ ہم نے ان پر نامبارک آندھی بھیجی) عقیم وہ جس میں کوئی خیر بارش وغیرہ میں سے نہ تھی یا درختوں کو شمر بار کرنے سے خالی تھی وہ ہلاکت کی ہوا تھی۔ اس کے متعلق اختلاف کیا گیا ہے۔

قول اظہر:

سب سے ظاہر قول یہ ہے۔ کہ وہ دبور۔ پچھتم کی ہوا تھی اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ نصرت بالصبا و اهلکت عاد بالدبور۔ (رواہ احمد ۳۲۴۔ مسلم ۹۰۰)

تکذیب کے نتیجہ میں ہر چیز ریزہ ہوگئی:

آیت ۴۲: مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ اَتَتْ عَلَيْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيمِ (جس چیز پر گزرتی اس کو ایسا کر دیتی تھی جیسے کوئی چیز گل کر ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے) الرمیم: ہر وہ چیز جو ریزہ ریزہ ہو یعنی پرانی ہو کر ریزہ ریزہ ہو جائے۔ نمبر ۲۔ خواہ وہ ہڈی ہو یا نبات یا اور

وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ وَإِنَّا لَمُوسِعُونَ ﴿٤٧﴾ وَالْأَرْضَ فَرَشْنَاهَا فَنِعْمَ الْمُهْدُونَ ﴿٤٨﴾

اور ہم نے آسمان کو قوت کے ساتھ پیدا فرمایا اور بے شک ہم وسیع قدرت والے ہیں، اور زمین کو ہم نے فرش بنایا سو ہم اچھے بچھانے والے ہیں،

وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿٤٩﴾ فَاذْكُرُوا لِلَّهِ اِيَّانِي لَكُمْ

اور ہر چیز سے ہم نے دو قسمیں بنائی ہیں تاکہ تم سمجھو، سو تم اللہ کی طرف دوڑو، بیشک میں تمہیں

مِّنْهُ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٥٠﴾ وَلَا تَجْعَلُوا مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ إِنِّي لَكُمْ مِنْهُ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٥١﴾

اس کی طرف سے کھلا ڈرانے والا ہوں، اور اللہ کے ساتھ دوسرا معبود قرار نہ دو بے شک میں تمہیں اسکی طرف سے کھلا ڈرانے والا ہوں،

کوئی چیز مطلب یہ ہوا۔ کہ اس ہوا کا گزران کی جس چیز چوپائے، کھیتیاں، اموال پر ہوتا اس کو وہ تہس نہیں کر دیتی۔
آیت ۴۲: وَفِي ثَمُودَ إِذْ قِيلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوا حَتَّىٰ حِينٍ۔ (اور ثمود کے قصہ میں جب ان سے فرمایا گیا ایک وقت تک برت لو۔)

آیت ۴۳: فَعَتَوْا عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ (پس ان لوگوں نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی) اس کو بجالانے سے تکبر اختیار کیا۔
فَاخَذَتْهُمْ الصَّعِقَةُ (پس ان کو عذاب نے آلیا) الصاعقه: سے عذاب مراد ہے ہر مہلک عذاب کو صاعقه کہا جاتا ہے۔
قراءت: الصعقة علی نے پڑھا۔ فعلہ کا وزن ایک بار کیلئے آتا ہے۔ یہ مصدر ہے ای صعقتهم الصاعقه۔ ان کو عذاب نے پکڑ لیا یکبارگی پکڑنا۔ وَهُمْ يَنْظُرُونَ (اور وہ دیکھ رہے تھے) کیونکہ وہ دن کے وقت تھا جس کو وہ آنکھوں سے ملاحظہ کر رہے تھے۔

آیت ۴۵: فَمَا اسْتَطَاعُوا مِنْ قِيَامٍ (پس نہ تو وہ کھڑے ہی ہو سکے) یعنی بلکہ بھاگ گئے یا یہ عرب کے اس قول سے ہے۔
مايقوم بہ۔ جبکہ وہ کسی چیز کے دفع کرنے سے عاجز آجائے۔ وَمَا كَانُوا مُتَّصِرِينَ (اور نہ وہ بدلہ لے سکے) نہ وہ عذاب کو روک سکے۔ یا ان کو عذاب سے ہمارا مقابلہ ممکن نہ ہوا کیونکہ انتصار مقابلے کے لئے آتا ہے۔

آیت ۴۶: وَقَوْمَ نُوحٍ (اور قوم نوح علیہ السلام) امے اہلکنا قوم نوح ہم نے قوم نوح کو ہلاک کر دیا۔ کیونکہ ما قبل اس فعل کے حذف پر دلالت کرتا ہے۔ یا نمبر ۲۔ اذکر فعل کا مفعول ہے۔

قراءت: ابو عمرو علی حمزہ نے جر سے پڑھا ہے۔ ای وفی قوم نوح آیۃ۔ اور قراءت عبد اللہ اس پر دلالت کرتی ہے۔ وفی قوم نوح۔ مِّنْ قَبْلُ (ان سے پہلے) ان مذکورۃ الصدر لوگوں سے پہلے۔ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ (وہ بڑے نافرمان لوگ تھے) فاسقین بمعنی کافرین ہے۔

آیت ۴۷: وَالسَّمَاءَ۔ نَحْنُ: یہ بنینہا باید جس فعل کی تفسیر کر رہا ہے اسکی وجہ سے منصوب ہے۔ ای بنینا السماء بنینہا۔

بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ (اور آسمان کو ہم نے قدرت سے بنایا) اید: قوت و اَنَا لَمُوسِعُونَ (اور ہم وسیع القدرت ہیں) ضرور قدرت والے ہیں۔ یہ الوسع سے لیا گیا جس کا معنی طاقت ہے۔ الموسع۔ القوی علی الانفاق (جو خرچ کرنے میں قوی ہو) یا الموسعون ہم آسمان وزمین کے درمیان وسعت کرنے والے ہیں۔

آیت ۴۸: وَالْأَرْضُ فَرَشْنَاهَا (اور ہم نے زمین کو فرش بنایا) ہم نے زمین کو پھیلا یا اور بچھایا۔ شَجَّوْا: الارض۔ فعل مضمر سے منصوب ہے۔ ای فرشنا الارض فرشنا ہا۔ یہ جملہ اس کی تفسیر ہے۔ فَنِعْمَ الْمُهَيَّدُونَ (پس ہم اچھے بچھانے والے ہیں) ہر چیز میں مستقبل چیزیں ہیں:

آیت ۴۹: وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ اٰوْرہم نے ہر چیز کو حیوانات میں سے خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ (دو دو قسم کا بنایا) مذکر و مؤنث۔

قول حسن رحمہ اللہ:

آسمان وزمین، لیل، نہار، سورج، چاند، خشکی، تری، موت، زندگی پس انہوں نے بہت سی اشیاء کو شمار کیا۔ اور فرمایا ان میں سے ہر دو جوڑا (متضاد) اور ذات باری تعالیٰ وہ فرد بے مثل ہیں۔ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ (تاکہ تم سمجھو) ہم نے یہ سب کیا یعنی آسمان کا بنانا، زمین کا بچھانا، ازواج کا پیدا کرنا، تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ اور خالق کو پہچان کر اس کی عبادت کرو۔

آیت ۵۰: فَفِرُّوْا اِلَى اللّٰهِ (تو تم اللہ تعالیٰ ہی کی طرف دوڑو) نمبر ۱۔ یعنی شرک سے ایمان باللہ کی طرف آؤ۔ یا اطاعت شیطان کو چھوڑ کر۔ نمبر ۲۔ طاعت رحمان اختیار کرو۔ نمبر ۳۔ یا وہ چیز جو اس کی طرف لے جانے والی ہے۔ اِنِّیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ (میں تمہارے واسطے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کھلا ڈرانے والا ہوں)

آیت ۵۱: وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اٰخَرَ اٰیٰتِیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ (اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور کوئی معبود مت قرار دو! میں تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کھلا ڈرانے والا ہوں) انی لکم الایة کو دوبارہ تاکید کے لئے لائے۔ وعید کو طویل کرنا بلاغت کا قاعدہ ہے۔

كَذَلِكَ مَا آتَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا قَالُوا سَاحِرٌ أَوْ مُجْنُونٌ ۗ ۵۱ ۚ اتَّوَصَّوْا بِهِ ۚ بَلْ هُمْ

ای طرح اس سے پہلے ان کے پاس کوئی رسول نہیں آیا جسے انہوں نے دیوانہ یا جادوگر نہ بتایا ہو، کیا وہ لوگ آپس میں اس بات کی وصیت کرتے آئے ہیں بلکہ وہ

قَوْمٌ طَاغُونَ ۗ ۵۲ ۚ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَا أَنْتَ بِمَلُومٍ ۗ ۵۳ ۚ وَذَكَرْنَا لِلذِّكْرِى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِينَ ۗ ۵۴

سب سرکش لوگ ہیں سو آپ انکی طرف سے اعراض کیجئے کیونکہ آپ پر کوئی ملامت نہیں، اور نصیحت کیجئے کیونکہ نصیحت ایمان والوں کو نفع دیتی ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۗ ۵۵ ۚ مَا أُرِيدُ مِنْهُمْ مِنْ رِزْقٍ وَمَا أُرِيدُ

اور میں نے جن اور انس کو صرف اس لئے پیدا کیا کہ میری عبادت کریں۔ میں ان سے کوئی رزق نہیں چاہتا اور یہ نہیں چاہتا

أَنْ يُطْعَمُونَ ۗ ۵۶ ۚ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ ۗ ۵۷ ۚ فَإِنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا

کہ مجھے کھلائیں، بلاشبہ اللہ وہ ہے جو خوب رزق دینے والا ہے قوت والا ہے، نہایت ہی قوت والا ہے سو بیشک ان لوگوں کیلئے جنہوں نے ظلم کیا

ذُنُوبًا مِثْلَ ذُنُوبِ أَصْحَابِهِمْ فَلَا يَسْتَعْجَلُونَ ۗ ۵۸ ۚ فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ

ان کے لئے عذاب کا بڑا حصہ ہے جیسا کہ ان کے ہم مشربوں کا تھا، سو وہ مجھ سے جلدی نہ کریں، سو کافروں کے لئے بڑی خرابی ہے انکے

يَوْمِهِمُ الَّذِي يُوعَدُونَ ۗ ۵۹

اس دن سے جس کا ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔

آیت ۵۲: كَذَلِكَ (اسی طرح جو لوگ) یعنی معاملہ اسی طرح ہے۔ ذلک سے ان کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلانے اور ساحر و مجنون جیسے القاب دینے کی طرف اشارہ ہے۔ پھر اس اجمال کی تفصیل اس ارشاد میں فرمائی۔ مَا آتَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ (جو لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں) ہم آپ کی قوم قریش۔ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا قَالُوا (ان کے پاس کوئی پیغمبر ایسا نہیں آیا۔ جس کو انہوں نے نہ کہا ہو) کہ وہ سَاحِرٌ أَوْ مُجْنُونٌ (ساحر ہے یا مجنون) انہوں نے ان پر سحر یا جنون کا الزام اپنی جہالت کی بنیاد پر لگا دیا۔

ایک دوسرے کو وصیت تو نہیں کی اصل میں یہ سرکش نہیں:

آیت ۵۳: اتَّوَصَّوْا بِهِ (کیا وہ اس بات کی ایک دوسرے کو وصیت کرتے چلے آتے تھے) ء کی ضمیر قول کی طرف راجع ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے اتواصی الاولون والآخرون بهذا القول حتى قالوه جميعا متفقین علیہ۔ کیا اول و آخر اس بات کی وصیت کرتے چلے آئے یہاں تک کہ سب نے بالاتفاق یہ بات کہی۔ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُونَ (بلکہ یہ سب کے سب سرکش

لوگ تھے) یعنی انہوں نے وصیت تو نہ کی کیونکہ ان کی باہمی ملاقات ہی نہ ہوئی۔ زمانے مختلف تھے۔ بلکہ ایک علت نے ان کو جمع کر دیا اور وہ علت طغیان تھی اور سرکشی ہی اس بات پر آمادہ کرنے والی ہے۔

آیت ۵۴: فَتَوَلَّوْا عَنْهُمْ (پس آپ ان کی طرف التفات نہ فرمائیں) پس ان سے اعراض فرمائیں جن کو بار بار دعوت دی جا چکی مگر انہوں نے عناد کی وجہ سے اسے قبول نہ کیا۔ فَمَا أَنْتَ بِمَلْمُومٍ (کیونکہ آپ پر کسی طرح کا الزام نہیں) آپ نے جب پیغام رسالت پہنچا دیا تو اب اعراض سے آپ پر الزام نہ ہوگا آپ نے تو دعوت و تبلیغ میں امکانی جہد صرف کر ڈالی۔

آیت ۵۵: وَذِكْرُ (اور سمجھاتے رہئے) قرآن سے نصیحت کرتے رہیں۔ فَإِنَّ الذِّكْرَ يُنْفَعُ الْمُؤْمِنِينَ (کیونکہ سمجھانا ایمان والوں کو فائدہ دے گا) ان کے علم میں اضافہ ہوگا۔

سیاق سے آیت حاصل ہے:

آیت ۵۶: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ (اور میں نے جن و انس کو اس لئے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کیا کریں) العبادۃ کا حقیقی معنی مراد لیں تو پھر آیت عام نہ بنے گی۔ بلکہ اس وقت اس سے مراد جن و انس میں سے مؤمن مراد ہونگے۔ اس کی دلیل سیاق آیت ہے۔ میری مراد یہ ہے و ذکر فان الذکری تنفع المؤمنین۔ اور قرأت ابن عباس رضی اللہ عنہما وما خلقت الجن والانس من المؤمنین اس کی تائید کرتی ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ درست نہیں کہ وہ ان لوگوں کو عبادت کے لئے پیدا کرے جن کے متعلق یہ معلوم ہے کہ وہ ایمان نہ لائیں گے۔ کیونکہ جب ان کو عبادت کے لئے پیدا کیا اور عبادت ان سے چاہی تو اس ارادہ کا ظہور لازم ہے اور ادھر جب وہ ایمان نہ لائے تو اس سے یہ معلوم ہوا کہ وہ جہنم کے لئے پیدا کیے گئے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا۔ ولقد ذرانا لجہنم کثیراً من الجن والانس۔ [الاعراف۔ ۱۷۹]

ایک قول یہ ہے:

میں نے جن و انس کو پیدا نہیں کیا مگر اس لئے تاکہ میں ان کو عبادت کا حکم دوں۔ یہ قول علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ (الامرہم بالعبادۃ)

ایک اور قول:

الایکونوا عباداً لی۔ مگر اس لئے تاکہ وہ میرے بندے بن جائیں۔

بہترین توجیہ:

عبادت کا معنی توحید لیا جائے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے تھے۔ کہ کل عبادۃ فی القرآن فہی توحید کہ عبادت کا لفظ جہاں قرآن میں ہے وہاں توحید مراد ہے۔ اور تمام اللہ تعالیٰ کو آخرت میں وحدہ لا شریک مان لیں گے۔ جیسا کہ معلوم ہے

اور کافر بھی آخرت میں مؤمن موحد ہونے کا اقرار کریں گے۔ جیسا کہ اس ارشاد الہی میں فرمایا۔ ثم لم تکن فتنهم الا ان قالوا واللّٰه ربنا ما کنّا مشرکین [الانعام-۲۳]

اگرچہ بعض نے دنیا میں شرک کیا لیکن دنیا کی مدت ابد کی بنسبت ایک دن سے بھی اقل قلیل ہے۔ جو شخص غلام خرید لے اور کہے۔ ما اشتریت الا للکتابۃ کان صادقاً فی قولہ۔ ما اشتریتہ الا للکتابۃ اگرچہ وہ اس کی عمر غلامی میں کسی اور کام پر بھی لگائے۔ گویا معتد بہ مدت جو کام کرایا جائے وہ کل سے محاورہ میں تعبیر کر دیا جاتا ہے۔

آیت ۵۷: مَا أُرِيدُ مِنْهُمْ مِنْ رِزْقٍ (میں ان سے رزق رسائی کی درخواست نہیں کرتا) میں نے ان کو اس لئے نہیں بنایا کہ وہ اپنے نفسوں کو رزق پہنچائیں۔ یا میرے بندوں میں سے کسی کو رزق پہنچائیں۔ وَمَا أُرِيدُ أَنْ يُطْعَمُونَ (کہ وہ مجھ کو کھلایا کریں)

قول ثعلب نحوی:

ای يطعموا عبادی۔ یہ اضافت تخصیص ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں جو کہ حدیث قدسی ہے۔ من اکرم مؤمناً فقد اکرمنی۔ ومن اذی مؤمناً فقد آذانی۔ (فیض القدر۔ ۸۵۱۷)

جس نے کسی مؤمن کا اکرام کیا اس نے میرا اکرام کیا اور جس نے کسی مؤمن کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی۔

آیت ۵۸: إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ (اللہ تعالیٰ خود ہی سب کو رزق پہنچانے والا ہے۔ قوت والا نہایت ہی قوت والا ہے) القوة المتین (نہایت قوت والا) حَجْوٌ:۔ رفع کے ساتھ یہ ذوقی صفت ہے۔ اعمش نے جر کے ساتھ پڑھا۔ اور القوة کی صفت قرار دیا۔ اقتدار کی تاویل پر ہے۔

اب ان ظالموں کی باری:

آیت ۵۹: فَإِنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا (پس ان ظالموں کی) قریش مکہ جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تکذیب کا ظلم کیا۔ ذُنُوبًا مِّثْلَ ذُنُوبِ أَصْحَابِهِمْ (بھی باری ہے جیسا کہ ان کے ہم مشربوں کی باری تھی) اللہ تعالیٰ کے عذاب میں سے ان کا حصہ ہے جیسا کہ ان کے ہم مثل ہلاک شدہ زمانوں والے کا۔

قول الزجاج:

الذنوب لغت میں حصہ کو کہتے ہیں۔ فَلَا يَسْتَعْجِلُونَ (پس یہ مجھ سے جلدی نہ طلب کریں) یعنی نزول عذاب میں۔ اس میں نضر اور اس کے ساتھیوں کا جواب ہے۔ جب کہ انہوں نے جلد عذاب مانگا۔

آیت ۶۰: فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ يَوْمِهِمُ الَّذِي يُوعَدُونَ (غرض ان کافروں کے لئے اس دن کے آنے سے بڑی خرابی ہے۔ جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے) جس کا وعدہ کیا گیا اس سے قیامت کا دن مراد ہے۔ اور ایک قول یہ ہے بدر کا دن

مراد ہے۔

قراءت: یعقوب نے دونوں حالتوں میں یاء سے پڑھا ہے پہل نے وصل میں اس کی موافقت کی ہے اور باقی قراء نے ان کو لیعدونی 'ان یطعمونی' فلا یستعجلونی کو بغیر یاء پڑھا۔ لیعدون 'ان یطعمون' فلا یستعجلون۔

الحمد لله بقوته تتم الصالحات آج قبل العشاء تفسیری ترجمہ مکمل ہوا۔

سُورَةُ الطُّورِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ تِسْعٌ وَأَرْبَعُونَ آيَةً وَقَدْ بَارَكُوا فِيهَا

سورۃ الطور مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اسمیں انچاس آیات اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالطُّورِ ۱ وَكِتَابٍ مَّسْطُورٍ ۲ فِي رَقٍّ مَّنْشُورٍ ۳ وَالْبَيْتِ الْمَعْمُورِ ۴ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوعِ ۵

قسم ہے طور کی اور کتاب مسطور کی جو کھلے ہوئے کاغذ میں لکھی ہوئی ہے اور بیت معمور کی اور سقف مرفوع کی،

وَالْبَحْرِ الْمَسْجُورِ ۶ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۷ مَا لَهُ مِنْ دَافِعٍ ۸ يَوْمَ تَمُورُ السَّمَاءُ مَوْرًا ۹

اور بحر مسجور کی، بلاشبہ آپ کے رب کا عذاب ضرور واقع ہونے والا ہے۔ اسے کوئی دفع کرنے والا نہیں، جس دن آسمان تھر تھرانے لگے گا

وَتَسِيرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ۱۰ قَوْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ۱۱ الَّذِينَ هُمْ فِي خَوْضٍ يَلْعَبُونَ ۱۲ يَوْمَ

اور پہاڑ چل پڑیں گے، سو اس دن بڑی خرابی ہے جھٹلانے والوں کے لئے جو بیہودگی میں لگے رہتے ہیں، جس دن

يَدْعُونَ إِلَى نَارِجَهَنَّمَ دَعَاً ۱۳ هَذِهِ النَّارُ الَّتِي كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُونَ ۱۴

انہیں دوزخ کی آگ کی طرف دھکے دیئے جائیں گے، یہ دوزخ ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے،

وَالطُّورِ ۱ وَكِتَابٍ مَّسْطُورٍ ۲ فِي رَقٍّ مَّنْشُورٍ ۳ وَالْبَيْتِ الْمَعْمُورِ ۴ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوعِ ۵ وَالْبَحْرِ الْمَسْجُورِ ۶

(قسم ہے طور کی اور اس کتاب کی جو کھلے ہوئے کاغذ میں لکھی ہے۔ اور بیت المعمور کی اور اونچی چھت کی اور دریائے شور کی جو پر ہے)

آیت ۱: وَالطُّورِ یہ وہ پہاڑ ہے جس میں موسیٰ علیہ السلام کو شرف کلام بخشا گیا۔ یہ مدین میں ہے۔

آیت ۲: وَكِتَابٍ مَّسْطُورٍ قرآن مجید ہے۔ نکرہ لائے کیونکہ یہ تمام کتابوں میں مخصوص شان والی کتاب ہے۔ یا نمبر ۲۔ لوح محفوظ نمبر ۳۔ تورات۔

آیت ۳: فِي رَقٍّ اس سے صحیفہ مراد ہے یا نمبر ۲۔ وہ چمڑہ جس پر لکھا جائے۔ مَنْشُورٌ کھلا ہوا جس پر مہر اختتام نہ ہو۔ یا چمکدار۔

فرشتوں کا کعبہ:

آیت ۴: وَالْبَيْتِ الْمَعْمُورِ وہ عبادت خانہ جو آسمان میں بیت اللہ کے سیدھ (برابری) میں ہے جس کا فرشتے طواف کرتے

ہیں۔ کثرت زواری کی وجہ سے اس کو آباد گھر فرمایا۔ روایت میں ہے کہ ہر روز اس میں سے جو ستر ہزار ملائکہ طواف کر کے نکلتے ہیں۔

ان کی دوبارہ باری نہ آئے گی۔ ایک قول: کعبہ کا ہی نام ہے۔ حجاج و عمار کی وجہ سے وہ ہر وقت آباد ہے۔

آیت ۵: وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوعِ آسمان مراد ہے عرش الہی مراد ہے۔

آیت ۶: وَالْبَحْرِ الْمَسْجُورِ بھرا ہوا سمندر یا گرم کیا ہوا۔

نَحْوٍ: اول واؤ قسم کے لئے ہے اور باقی عاطفہ ہیں اور جواب قسم ان عذاب ربك ہے۔

آیت ۷: إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ (بیشک تیرے رب کا عذاب ضرور اترنے والا ہے) وہ عذاب جس سے کفار کو ڈرایا گیا ہے۔ واقع۔ اترنے کو کہتے ہیں۔

قول جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ:

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اساری بدر کے سلسلہ میں بات چیت کے لئے حاضر ہوا۔ نماز فجر کے وقت میں پہنچا آپ سورہ طور تلاوت فرما رہے تھے جب آپ اس آیت پر پہنچے ان عذاب ربك لواقِع تو میں اس خوف سے مسلمان ہو گیا کہ کہیں عذاب اتر نہ پڑے۔ صحیح کے اندر جو روایت آئی ہے اس میں صلاة المغرب کا ذکر ہے اور آیت ام خلقوا من غیر شیء ام هم الخالقون۔ سنی تو میرا دل خوف سے اڑنے لگا۔ [بحوالہ حاشیہ کشف ۴/۳۰۹]

آیت ۸: مَالَهُ مِنْ دَافِعٍ (کوئی اس کو ٹال نہیں سکتا) اس کو کوئی روک نہیں سکتا۔ نَحْوٍ: جملہ واقع کی صفت ہے۔ ای واقع غیر مدفوع اور لواقع یہ یوم کا عامل ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے ای يقع فی ذلك اليوم یا ذ کر یوم۔

منظر قیامت:

آیت ۹: يَوْمَ تَمُورُ السَّمَاءُ مَوْرًا (جس روز آسمان تھر تھرانے لگے گا) چلنے والی چکی کی طرح گھومے گا۔

آیت ۱۰: وَتَسِيرُ الْجِبَالُ سَيْرًا (اور پہاڑ ہٹ جائیں گے) ہوا میں بادلوں کی طرح چلیں گے۔ کیونکہ وہ بکھرے ہوئے ریت کے ذرات بن جائیں گے۔

کافروں کی کمبختی کا دن:

آیت ۱۱: فَوَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ (تو اس روز جو لوگ جھٹلانے والے ہیں۔ ان کی بڑی کم بختی آئے گی)

آیت ۱۲: الَّذِينَ هُمْ فِي خَوْضٍ يَلْعَبُونَ (جو مشغلہ میں بے ہودگی کے ساتھ لگ رہے ہیں) باطل و کذب کی مشغولیت میں داخل ہونا ان کا وطیرہ بن گیا۔ دوسرے مقام پر فرمایا کنا نخوض مع الخائضين۔ [المدثر۔ ۳۵]

آیت ۱۳: يَوْمَ يَدْعُونَ إِلَى نَارِ جَهَنَّمَ دَعْوًا (جس روز ان کو جہنم کی آگ کی طرف دھکے دے دے کر لائیں گے) یہ یوم تمور سے بدل ہے۔ الدع زور سے دھکا دینا اور وہ اس طرح ہوگا۔ کہ آگ کے مقررہ فرشتے ان کے ہاتھ گردنوں سے باندھ دیں گے اور

أَفِيحْرُهُذَآ أَمْ أَنْتُمْ لَا تُبْصِرُونَ ۝۱۵۱ اِصْلُوْهَا فَاصْبِرُوْا أَوْ لَا تَصْبِرُوْا سَوَآءٌ

کیا یہ جادو ہے یا تم نہیں دیکھتے، اس میں داخل ہو جاؤ صبر کرو یا نہ کرو برابر ہے

عَلَيْكُمْ ۝ إِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝۱۶۱ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّتٍ وَنَعِيمٍ ۝۱۷۱

تمہارے حق میں تمہیں انہی اعمال کی جزا دی جائے گی جو تم کیا کرتے تھے۔ بے شک متقی لوگ جنوں میں اور نعمتوں میں ہوں گے،

فَكَهَيْنَ بِمَا آتَاهُمْ رَبُّهُمْ ۝ وَوَقَّهْمُ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ۝۱۸۱ كَلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا

جو پیمانہ ان کے رب نے انہیں دیا ہوگا خوشی کے ساتھ اس میں مشغول ہوں گے اور ان کا رب انہیں دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھے گا، کھاؤ اور پیو مبارک طریقہ پر ان اعمال

كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝۱۹۱ مُتَّكِنِينَ عَلَى سُرُرٍ مَّصْفُوفَةٍ ۝ وَزَوَّجْنَاهُمْ بِحُورٍ عِينٍ ۝۲۰۱

کے بدلہ جو تم کیا کرتے تھے، یہ لوگ ایسے تختوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے جو برابر رکھے ہوئے ہوں گے، اور ہم گورے رنگ والی بڑی آنکھوں والی عورتوں سے

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُمْ

ان کا بیاہ کرادیں گے، اور جو لوگ ایمان لائے اور انکی ذریت نے ایمان کے ساتھ ان کا اتباع کیا تو ہم انکی ذریت کو ان کے ساتھ ملا دیں گے اور ان کے نسل میں

مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ۝ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ۝۲۱۱

نے کوئی چیز بھی کم نہیں کریں گے، ہر شخص اپنے اعمال کی وجہ سے محبوس ہو گا،

پیشانیوں اور قدموں کو جکڑ کر اکٹھا کر دیں گے۔ پھر چہروں کے بل ان کو جہنم کی طرف دھکیل کر لے جائیں گے۔ پس ان کو کہا جائے گا۔

آیت ۱۴: هٰذِهِ النَّارُ الَّتِي كُنْتُمْ بِهَا تُكْذِبُوْنَ (یہ وہی دوزخ ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے) دنیا میں۔

آیت ۱۵: اَفْسِحْرٌ هٰذَا (کیا یہ سحر ہے) بَجْحُوْا: هٰذَا مُبْتَدَاٌ۔ اسحر اس کی خبر ہے۔ یعنی تم وحی کو سحر کہتے ہو۔ کیا یہ جادو ہے؟

مراد یہ ہے کیا یہ مصداق بھی جادو ہے؟ اسی وجہ سے فاء کو اس پر داخل کیا۔ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ (یا یہ کہ تم کو نظر نہیں آتا) جیسا کہ

تم دنیا میں نہ دیکھتے تھے۔ یعنی کیا تم جس کے متعلق خبر دی گئی ہے اس سے اندھے ہو جیسا کہ خبر سے اندھے تھے؟ یہ تو بیخ و ذانت

ہے۔ افسحر کا استفہام انکاری ہے۔

عذاب پر صبر تو سزا ہے:

آیت ۱۶: اِصْلُوْهَا فَاصْبِرُوْا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْكُمْ (اس میں داخل ہو پھر سہار کونا یا نہ کرنا تمہارے حق میں برابر

ہے) سواء کی خبر محذوف ہے ای علیکم الامر ان الصبر و عدمہ۔ بعض نے اس کا مکس کہا ہے۔ اور استواء الصبر و عدمہ

کی اس قول سے تعلیل بیان کی کہ اعمال کی سزا تو ضرور ملنی ہی ہے۔ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ (تمہیں انہی اعمال کی جزا دی جائے گی جو تم کیا کرتے تھے) یہ تعلیل ہے۔ کیونکہ صبر کو جزع جزع پر یہ مرتبہ حاصل ہے کہ صبر کا بدلہ یہ ہے کہ صابر کو بہتر بدلہ ملتا ہے۔ باقی عذاب پر صبر جو کہ سزا ہے اس کا کوئی انجام نہیں اور نہ فائدہ ہے۔ اور جزع میں اس کی کوئی حیثیت نہیں اور نہ فائدہ۔

متقین کا بدلہ:

آیت ۱۷: اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنَّتٍ وَّ نَعِيْمٍ (متقی لوگ بلاشبہ بہشت کے باغوں اور سامان عیش میں ہونگے) جنات کی تنوین تعظیم کیلئے ہے کیا خوب باغات میں و نعیم۔ کیا خوب نعمتوں میں ہونگے جو اپنی صفات میں کامل ہیں۔ یا ایسے باغات اور نعمتیں جو متقین کے ساتھ مخصوص ہونگی۔ جو انہی کیلئے پیدا کی گئیں ہیں۔

آیت ۱۸: فَكِهِيْنَ (وہ خوش دل ہونگے) نَحْوُ: یہ ظرف کی ضمیر سے حال ہے اور ظرف خبر ہے۔ ای متلذذین اس حال میں کہ وہ لذت حاصل کرنے والے ہونگے۔ بِمَا اَتَاهُمْ رَبُّهُمْ (جو چیزیں ان کو ان کے رب نے دی ہونگی) وَوَقَّهْمُ رَبُّهُمْ (اور ان کا رب ان کو محفوظ رکھے گا) نَحْوُ: اس کا عطف فی جنات پر ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ ان المتقین استقروا فی جنات و وقاهم ربهم۔ نمبر ۲۔ اناہم ربہم پر اس کا عطف ہے۔ اس صورت میں ما مصدریہ ہے۔ معنی یہ ہوگا۔ وہ لذت اندوز ہونے والے ہونگے۔ اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو نعمتیں دی ہیں اور اس سبب سے کہ ان کو جہنم کے عذاب سے بچایا ہے۔ عَذَابَ الْجَحِيْمِ (دوزخ کا عذاب) نمبر ۳۔ واو حالیہ قرار دیں اور اس کے بعد قد مضمیہ ہے۔

آیت ۱۹: کُلُوْا وَاَشْرَبُوْا هٰنِیْنًا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (خوب کھاؤ اور پیو مزہ کے ساتھ اپنے اعمال کے بدلہ میں) کھاؤ و پیو کھانا اور پینا خوشگوار۔ نمبر ۲۔ کُلُوْا طَعَامًا وَاَشْرَبُوْا شَرَابًا هٰنِیْنًا۔ کھانے والی اور پینے والی چیزیں مزے سے کھاؤ۔ ہنینا اس کھانے کو کہتے ہیں جس میں ناگواری نہ ہو۔

آیت ۲۰: مُتَكِيْنٍ (وہ تکیہ لگائے ہوئے) نَحْوُ: یہ کُلُوْا وَاَشْرَبُوْا کی ضمیر سے حال ہے۔ عَلٰی سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ (برابر برابر بچھائے ہوئے تختوں پر ہونگے) سرر جمع سریر کی ہے۔ مصفوفة: ایک دوسرے سے متصل۔ وَوَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ (اور ہم کشادہ چشم گوریوں یعنی حوروں سے ان کا جوڑ لگا دیں گے) زوجنا کا معنی جوڑ لگانا۔ حور جمع حوراء کی ہے۔ عین بڑی آنکھوں والی ہونا یہ ان کا حسن ہے۔

اولاد کا آباء سے ملنا:

آیت ۲۱: وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (اور جو لوگ ایمان لائے) نَحْوُ: یہ مبتدأ ہے اور الحقنا بہم اس کی خبر ہے۔ وَاتَّبَعْتُهُمْ (اور ان کی اولاد نے بھی ایمان میں ان کا ساتھ دیا)

قراءت: ابو عمرو نے واتبعناہم پڑھا ہے۔ ذُرِّيَّتُهُمْ (ان کی اولاد نے) بِاِيْمَانٍ - نَحْوُ: یہ فاعل سے حال ہے۔

الْحَقْنَابِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ (ہم ان کی اولاد کو بھی ان کے ساتھ شامل کر دیں گے) یعنی اولاد کو اس کے ایمان اور اعمال صالحہ کے سبب سے ان کے آباء کے ساتھ درجات میں ملا دیں گے۔ خواہ اولاد کے اعمال اپنے آباء سے کم ہوں۔

ایک قول یہ ہے:

اولاد اگر چہ وہ کسی مقام پر نہ پہنچے ہوں۔ کہ ان کا ایمان استدلالی ہو۔ انہوں نے وہ ایمان تقلیدی اختیار کیا ہو وہ بھی اپنے آباء کے ساتھ مل جائیں گے۔

قراءت: مدنی نے ذریاتہم اور ذریتہم پڑھا۔ ابو عمرو نے ذریاتہم و ذریاتہم پڑھا۔ شامی نے ذریاتہم ذریاتہم پڑھا۔

وَمَا آتَيْنَهُمْ مِّنْ شَيْءٍ (اور ہم ان کے عمل میں سے بھی کچھ کم نہ کریں گے) یعنی ان کے ثواب اعمال میں سے کچھ کم نہ کریں گے۔

قراءت: مکی نے التناہم پڑھا یہ آلت یا لٹ اور آلت یا لٹ دونوں لغات ہیں۔

تخف: پہلا من یہ التناہم کے متعلق ہے اور دوسرا زائدہ ہے۔

كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ (ہر شخص اپنے اعمال میں مجبوس ہوگا) رہین یہ مرہون کے معنی میں ہے۔ پس مؤمن کا نفس اپنے اعمال کے بدلے رہن رکھا ہوا ہے پس اس کو بدلہ دیا جائے گا۔

وَأَمَدَدْنَهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ ۚ ۲۲ يَتَنَازَعُونَ فِيهَا كَأْسًا لَّا لَغْوٌ فِيهَا وَلَا

اور ہم ان کو میوے اور گوشت بڑھا کر دیتے رہیں گے جس کی انہیں خواہش ہوگی، وہ اس میں جام کی چھینا چھینی کریں گے، نہ اس میں کوئی لغو بات ہوگی اور نہ

تَأْتِيهِمْ ۚ وَيُطَوَّفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَأَنَّهُمْ لَوْلُؤُهُمْ مُّكْنُونٌ ۚ ۲۳ وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ

کوئی گناہ کی بات، اور ایسے لڑکے ان کے پاس آتے جاتے رہیں گے گویا کہ وہ چھپے ہوئے موتی ہیں، اور یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے سے

عَلَىٰ بَعْضٍ يَّتَسَاءَلُونَ ۚ ۲۴ قَالُوا إِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِي أَهْلِنَا مُشْفِقِينَ ۚ ۲۵ فَمَنْ أَلَّهِ

سوال کریں گے، وہ نہیں گے کہ بے شک ہم پہلے اپنے اہل و عیال میں رنجے ہوئے ڈرتے تھے، سو اللہ نے ہم پر

عَلَيْنَا وَوَقَدْنَا عَذَابَ السَّمُومِ ۚ ۲۶ إِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوهُ إِنَّهُ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيمُ ۚ ۲۷

احسان فرمایا اور ہمیں دوزخ سے بچالیا، بلاشبہ ہم پہلے اس سے دعائیں مانگا کرتے تھے، بے شک وہ بڑا احسن ہے مہربان ہے۔

فَذَكِّرْ مَا آنتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَلَا مَجْنُونٍ ۚ ۲۸ أَمْ يَقُولُونَ شَاعِرٌ نَّبْرِئِصُ

سو آپ سمجھاتے رہیں کہ کیونکہ آپ بفضلِ تعالیٰ نہ کاہن ہیں اور نہ مجنون ہیں۔ کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہے

بِهِ رَبِّبَ الْمَنُونِ ۚ ۲۹ قُلْ تَرَبُّصُوا فَإِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُتَرَبِّصِينَ ۚ ۳۰

ہم انہی موت کے حادثہ کا انتظار کر رہے ہیں، آپ فرما دیجئے انتظار میں رہو سو بے شک میں تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں،

نظار ہائے جنت:

آیت ۲۲: وَأَمَدَدْنَهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ (اور ہم ان کو میوہ اور گوشت جس قسم کا مرعوب ہو روز افزوں دیتے رہیں

گے) آمدنا کا معنی وقفہ وقتاً بڑھانا ہے۔ مما یشتہون۔ اگرچہ وہ اپنی طرف سے تجویز نہ بھی کریں۔

آیت ۲۳: يَتَنَازَعُونَ فِيهَا كَأْسًا (اور وہ شراب بھرے پیالوں کی چھینا چھینی بھی کریں گے) کاسًا خمرا: ام شراب۔ وہ

اپنے مجلس والوں اور اقرباء کے ساتھ ایک دوسرے کے ہاتھ سے سرور میں چھین چھپٹ کریں گے۔ لَّا لَغْوٌ فِيهَا (اس میں نہ

بک بک ہوگی) اس شراب کے پینے میں۔ وَلَا تَأْتِيهِمْ (اور نہ کوئی بیہودہ بات ہوگی) ان کے مابین لغو بات نہ چلے گی باطل بات

وہاں نہ ہوگی اور نہ ایسی بات ہوگی جس میں گناہ ہو۔ اگر ایسا کام کہ اگر وہ دارالتکلیف میں کرتا تو گناہ ہوتا جیسے جھوٹ۔ گالم گلوچ

جیسے شرابی کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کی عقلیں قائم ہوگی اور وہ حکمت اور عمدہ کلام کرنے والے ہونگے۔

قرآءت: لَا لَغْوًا فِيهَا وَلَا تَأْتِيهِمْ۔ مکی و بصری نے پڑھا ہے۔

آیت ۲۴: وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ (اور ان کے پاس ایسے لڑکے آتے جاتے ہونگے) غلام۔ لَہُمْ (جو انہی کے ساتھ مخصوص ہونگے) كَاتِبَهُمْ (گویا کہ وہ) اپنی سفیدی اور صفائی کی وجہ سے۔ لَوْلَوْ مَكْنُونٌ (حفاظت سے رکھے ہوئے موتی ہیں) نمبر ۱۔ سیپ میں کیونکہ جب یہ موتی تر ہوتا ہے تو زیادہ خوبصورت اور پاکیزہ ہوتا ہے۔ نمبر ۲۔ مکنون مخزون کے معنی میں خزانہ میں جمع شدہ۔ کیونکہ انتہائی قیمتی چیز کو خزانہ میں رکھا جاتا ہے۔ حدیث میں ارشاد فرمایا۔ ان ادنی اهل الجنة الحدیث سب سے کم درجہ جنتی خدام کو آواز دے گا تو ایک آواز پر ایک ہزار لیک لیک کہتے ہوئے اس کے دروازے پر حاضر ہو جائیں گے۔ (اعلمی۔ حاشیہ کشف)

آیت ۲۵: وَاقْبَلْ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ (وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر بات چیت کریں گے۔ ایک دوسرے سے حالات دریافت کریں گے اور وہ اعمال پوچھیں گے جن کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ درجات پانے کا مستحق بنا) دُنیا میں رحمت کے چھن جانے کا خطرہ تھا:

آیت ۲۶: قَالُوا إِنَّا كُنَّا قَبْلُ (وہ کہیں گے۔ ہم اس سے پہلے) دنیا کی زندگی میں۔ فِي أَهْلِنَا مُشْفِقِينَ (اپنے گھر میں بہت ڈرا کرتے تھے) نمبر ۱۔ مشفقین۔ اللہ تعالیٰ کی خشیت سے ہمارے دل نرم تھے۔ یا نمبر ۲۔ ایمان کے کھینچ اور فوت ہو جانے اور رحمت کے چھن جانے کا ڈر رکھتے تھے۔ نمبر ۳۔ نیکیوں کے مسترد ہو جانے اور گناہوں کے بدلے پکڑ لیے جانے سے ڈرتے تھے۔ آیت ۲۷: فَمَنْ اللَّهُ عَلَيْنَا (پس اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا) مغفرت و رحمت کے ساتھ۔ وَوَقْنَا عَذَابَ السَّمُومِ (اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھا) السمووم ایسی گرم ہوا جو مسامات میں داخل ہو جائے۔ جہنم کی آگ کو یہ نام دیا گیا کیونکہ وہ بھی مسامات میں داخل ہو جائے گی۔

آیت ۲۸: إِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ (ہم اس سے پہلے) اللہ تعالیٰ کی ملاقات اور اس کی بارگاہ میں پہنچنے سے پہلے یعنی دنیا میں۔ نَدْعُوهُ (اسی سے دعائیں مانگا کرتے تھے) اسی کی عبادت کرتے اور اس کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرتے تھے اور اسی سے جہنم سے بچنے کا سوال کرتے تھے۔ إِنَّهُ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيمُ (وہ بڑا محسن و مہربان ہے) البر: محسن الرحیم: ایسی عظیم رحمت والا کہ جب اس کی عبادت کی جائے تو وہ بدلہ دیتا ہے۔ جب اس سے سوال کیا جائے تو قبولیت بخشتا ہے۔ قراءت: أَنَّهُ فَتْحٌ كَسْرٌ مَعْدِيٌّ (وہ فتح کے ساتھ مدنی علی نے پڑھا ہے۔ باء کو محذوف یا لام کو محذوف مانا ہے۔ بانه او لانه۔ آیت ۲۹: فَذَكِّرْ (پس آپ سمجھاتے رہیں) لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتے رہیے۔

نبوت اور عقل سلیم کا انعام:

فَمَا أَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ (کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کے فضل سے) نعمت رحمت کے معنی میں ہے۔ اور وہ انعام جو نبوت کی صورت اور عقل سلیم کے انداز میں ہے۔ بگاہین و لا مَجْنُونٍ (نہ کاہن ہیں اور نہ مجنون ہیں) جیسا کہ کفار مکہ کا خیال ہے۔

أَمْ تَأْمُرُهُمْ أَحْلَامُهُمْ بِهَذَا أَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُونَ ۳۲ أَمْ يَقُولُونَ تَقْوَلَهُ بَلْ لَّا يُؤْمِنُونَ ۳۳

کیا انکی عقلیں انہیں اس کا حکم دے رہی ہیں یا یہ ایسے لوگ ہیں جو سرکش ہیں، کیا وہ یوں کہتے ہیں کہ آپ نے بات بنالی ہے بلکہ بات یہ ہے کہ وہ ایمان نہیں لاتے،

فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ إِنْ كَانُوا صَادِقِينَ ۳۴ أَمْ خَلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمْ

سو اس طرح کا کوئی اور کلام لے آئیں اگر سچے ہیں، کیا وہ کسی خالق کے بغیر پیدا کیے گئے ہیں یا وہ خود پیدا

الْخَالِقُونَ ۳۵ أَمْ خَلَقُوا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بَلْ لَّا يُوقِنُونَ ۳۶ أَمْ عِنْدَهُمْ خَزَائِنُ رِبِّكَ

کرنے والے ہیں کیا انہوں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، بلکہ یہ لوگ یقین نہیں لاتے، کیا ان کے پاس آپ کے رب کے خزانے ہیں

أَمْ هُمُ الْمُضْطَرُونَ ۳۷ أَمْ لَهُمْ سُلْمٌ يَسْتَمِعُونَ فِيهِ فَلْيَأْتِ مُسْتَمِعَهُمْ بِسُلْطَنٍ

یا یہ لوگ غلبہ والے ہیں یا کیا انکے پاس کوئی زینہ ہے جس سے باتیں ملتے ہیں، سو ان کا سننے والا کوئی واضح دلیل

مُبِينٌ ۳۸ أَمْ لَهُ الْبَنَاتُ وَلَكُمُ الْبَنُونَ ۳۹ أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا فَهُمْ مِنْ مَغْرَمٍ مُثْقَلُونَ ۴۰

لے آئے کیا انکے لئے بیٹیاں اور تمہارے لئے بیٹے ہیں، کیا آپ ان سے کسی معاوضہ کا سوال کرتے ہیں سو وہ تاوان سے گراں ہار ہو رہے ہیں،

مُتَجَوِّزٍ: یہ موضع حال میں ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے۔ لست كاهنًا ولا مجنونًا ملتبسًا بنعمة ربك۔ آپ نہ كاهن ہیں اور نہ مجنون بلکہ اپنے رب کی نعمت کے ساتھ ملتبس ہیں۔

آیت ۳۰: أَمْ يَقُولُونَ (کیا وہ یہ کہتے ہیں) شَاعِرٌ تَتَرَبَّصُّ بِهِ رَبِّبُ الْمُنُونِ (کہ یہ شاعر ہے اور ہم ان پر حادثہ موت کے منتظر ہیں) ریب المنون۔ حوادث زمانہ یعنی ہم اس کے متعلق مصائب زمانہ کے منتظر ہیں جن کا شکار ہو کر یہ ہلاک ہو جائے گا۔ جیسا کہ اس سے پہلے شعراء ہلاک ہوئے۔ مثلاً زہیر نا بعد وغیرہ۔ ام۔ اس آیت کی ابتداء میں منقطعہ ہے اور اس کا معنی بل ہے۔ اور ہمزہ اس پر لائی گئی ہے۔

آیت ۳۱: قُلْ تَرَبَّصُوا فَإِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُتَرَبِّصِينَ (آپ کہہ دیجئے۔ تم لوگ انتظار کرتے ہو۔ میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں) میں تمہاری ہلاکت کا منتظر ہوں جیسا تم میری ہلاکت کے منتظر ہو۔

یہ عقل ہے یا شرارت:

آیت ۳۲: أَمْ تَأْمُرُهُمْ أَحْلَامُهُمْ (کیا ان کی عقلیں ان کو اس بات کی تعلیم دیتی ہیں) احلام: عقول۔ بہذا (اس تناقض بات کا) کہ کبھی كاهن، کبھی شاعر اور ایک قول یہ بھی ہے کہ مجنون ہے۔ اور قریش اپنے کو اهل الاحلام والنہی۔ صاحبان عقل و دانش کہلاتے تھے۔ أَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُونَ (یا یہ شریر لوگ ہی ہیں) کہ جو ظہور حق کے باوجود عناد کی حدود کو پھاندنے والے ہیں۔

بلاغت: امر کا اسناد احلام کی طرف اسناد مجازی ہے۔

آیت ۲۳: اَمْ يَقُولُونَ تَقَوَّلَهُ (یہ بھی کہتے ہیں کہ اس قرآن کو انہوں نے خود گھڑ لیا ہے) محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خود گھڑ کر بنا لیا ہے۔

بَلْ (بلکہ) یعنی معاملہ اس طرح نہیں جیسا انہوں نے خیال کر لیا ہے۔ لَا يُؤْمِنُونَ (یہ لوگ تصدیق نہیں کرتے) اپنے کفر و عناد کی وجہ سے یہ طعن و تشنیع کرتے ہیں۔ حالانکہ ان کے قول کا بطلان ظاہر و باہر ہے اور نہ ہی آپ گھڑنے والے ہیں، اہل عرب کے اس سے عاجز ہونے کی بناء پر۔ حالانکہ محمد ﷺ تو عرب میں سے ایک ہیں۔

آیت ۳۳: فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ (تو یہ بھی اس جیسا کلام گھڑ کر لے آئیں) مِثْلَهُ (جو قرآن جیسا ہو) اِنْ كَانُوا صَادِقِينَ (اگر وہ سچے ہیں) اس بات میں کہ محمد نے اپنی طرف سے اس کو گھڑ لیا۔ لیکن محمد ﷺ بھی ان کے اہل زبان ہیں اور وہ فصحاء عرب ہیں (پھر یہ بقول ان کے گھڑ لائے تو وہ کیوں نہیں لاتے)

آیت ۳۵: اَمْ خُلِقُوا (کیا یہ لوگ پیدا کیے گئے) کیا ان کو پیدا کیا گیا اور ان کا اندازہ اس فطرت کے مطابق لگایا گیا جس پر یہ ہیں۔
بلا مقصد:

مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ (کسی خالق کے بغیر خود بخود) کسی اندازہ کرنے والے کے بغیر اَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ (یا یہ خود اپنے خالق ہیں) یا یہ وہ لوگ ہیں۔ جنہوں نے اپنے کو اس طرح پیدا کیا کہ وہ خالق کی عبادت نہ کریں گے۔

ایک قول یہ ہے کہ بلا خالق بنایا:

کیا ان کو بغیر جزاء و سزا کے مقصد کے یونہی بیکار پیدا کیا گیا۔ کیا وہ خود خالق ہیں کہ حکم پر چلنے کو تیار نہیں۔

آیت ۳۶: اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (یا انہوں نے آسمان و زمین کو پیدا کیا ہے) پس اس لئے وہ ان کے خالق کی عبادت نہیں کرتے۔ بَلْ لَا يُؤْمِنُونَ (بلکہ یہ لوگ یقین نہیں لاتے) یعنی آیات میں غور و فکر نہیں کرتے کہ جس سے اپنے خالق کو اور آسمان و زمین کے خالق کو جان لیتے۔

یہ تو نہ خزان کے مالک نہ مدبر:

آیت ۳۷: اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَائِنُ رَبِّكَ (کیا ان کے پاس آپ کے رب کے خزانے ہیں) یعنی نبوت، رزق وغیرہ۔ پس وہ اس میں جس کو چاہیں جو چاہیں عطا کریں۔ اَمْ هُمُ الْمُصَيِّرُونَ (یا یہ لوگ حاکم ہیں) غلبہ والے ہیں کہ ربوبیت کے معاملات کی تدبیر جس سے کریں اور معاملات کو اپنی مرضی کے مطابق چلائیں۔

قراءت: مسیطرون۔ شامی وکی نے پڑھا ہے۔

آیت ۳۸: اَمْ لَهُمْ سُلْمٌ (کیا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے) جو گڑی ہوئی ہے کہ جس سے آسمان پر یہ چڑھ جائیں گے۔

أَمْعِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتَبُونَ ﴿۴۱﴾ أَمْ يَرِيدُونَ كَيْدًا فَالَّذِينَ كَفَرُوا

کیا ان کے پاس غیب ہے جسے لکھ لیتے ہیں، کیا وہ لوگ کسی برائی کا ارادہ رکھتے ہیں، سو جن لوگوں نے کفر کیا وہ

هُمْ الْمَكِيدُونَ ﴿۴۲﴾ أَمْ لَهُمْ آلِهَةٌ غَيْرُ اللَّهِ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿۴۳﴾

خود ہی برائی میں گرفتار ہوں گے کیا ان کا کوئی معبود ہے اللہ کے سوا، اللہ پاک ہے اس چیز سے جو شرک کرتے ہیں۔

وَأَنْ يَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَاءِ سَاقِطًا يَقُولُوا سَحَابٌ مَّرْكُومٌ ﴿۴۴﴾ فَذَرَهُمْ حَتَّىٰ يُلْقُوا يَوْمَهُمُ

اور اگر آسمان سے کسی ٹکڑے کو دیکھ لیں کہ گرتا ہوا آ رہا ہے تو کہیں گے کہ یہ تو تہہ جہا ہوا بادل ہے، سو آپ انہیں چھوڑیے یہاں تک کہ وہ اپنے اس دن سے ملاقات کریں

الَّذِي فِيهِ يَصْعَقُونَ ﴿۴۵﴾ يَوْمَ لَا يَغْنَىٰ عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ﴿۴۶﴾ وَإِنَّ

جس میں وہ بے ہوش ہو جائیں گے، جس دن انکی کوئی تدبیر ان کے کچھ بھی کام نہ آئے گی اور انکی کچھ بھی مدد نہ کی جائے گی، اور بلا شبہ

لِلَّذِينَ ظَلَمُوا عَذَابًا بَادُونَ ذَٰلِكَ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۴۷﴾ وَأَصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ

جن لوگوں نے ظلم کیا انکے لئے عذاب ہے اس سے پہلے، لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے اور آپ اپنے رب کی تجویز پر صبر کیجئے

فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ ﴿۴۸﴾ وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَإِدْبَارَ النُّجُومِ ﴿۴۹﴾

سو بے شک آپ ہماری حفاظت میں ہیں اور جس وقت آپ کھڑے ہوتے ہیں اپنے رب کی تسبیح اور تم کیجئے اور رات کے حصے میں بھی انکی تسبیح بیان کی جائے اور ستاروں کے چھپنے کے بعد بھی۔

۲۴

يَسْتَمِعُونَ فِيهِ (جس پر چڑھ کر باتیں سن لیا کرتے ہیں) ملائکہ کا کلام اور جو علم غیب کی باتیں وحی کے ذریعہ بھیجی جاتی ہے۔ تاکہ ان کو آئندہ ہونے والے حالات کا علم ہو جائے کہ ان کی ہلاکت سے پہلے کس کی ہلاکت ہے۔ اور آخرت میں کامیابی انہوں نے لکھوا رکھی ہیں۔ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو میسر نہ ہوگی جیسا کہ ان کا زعم و وہم ہے۔

قول الزجاج رحمۃ اللہ علیہ:

يستمعون فيه میں فی علی کے معنی میں ہے۔ وہ اس پر کان لگائیں۔ فَلَيَاتِ مُسْتَمِعُهُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِينٍ (اگر ایسا ہے تو ان میں جو آسمانی باتیں سننے کا مدعی ہے۔ وہ صاف دلیل پیش کر لے) جو اس کے استماع کے لئے حجت ہو۔

آیت ۳۹: أَمْ لَهُ الْبَنَاتُ وَلَكُمْ الْبُنُونَ (کیا اللہ تعالیٰ کیلئے بیٹیاں اور تمہارے لئے بیٹے ہیں) پھر ان کی حماقت ذکر کی کہ وہ کہلاتے تو بڑے عقل مند ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کے لئے ایسی چیز کا چناؤ کیا جس کو خود اپنے لئے ناپسند کرتے ہیں۔

آیت ۴۰: أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُونَ (کیا آپ ان سے کوئی معاوضہ مانگتے ہیں کہ وہ تاوان ان کو گراں معلوم

ہوتا ہے) اجر سے تبلیغ و انذار پر بدلہ۔ المعرّم: چٹی۔ انسان اپنے اوپر ایسی شئی لازم کرے جو اس پر لازم نہ ہو۔ مطلب یہ ہے کہ ان پر بھاری چٹی لازم آگئی جس نے ان کو بوجھل کر دیا اور آپ کی اتباع سے ایک جانب لاکھڑا کیا۔
آیت ۳۱: اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُونَ (کیا ان کے پاس غیب کا علم ہے۔ کہ یہ لکھ لیا کرتے ہیں) الغیب سے یہاں لوح محفوظ۔ یکتبون سے مراد جو کچھ اس میں اندراج ہے۔ یہاں تک کہ وہ کہنے لگ گئے ہم اٹھائے نہ جائیں گے اور اگر ہم اٹھائے گئے تو ہمیں عذاب نہ ہوگا۔

وبال و مکر خود ان کی طرف لوٹے گا:

آیت ۳۲: اَمْ يُرِيدُونَ كَيْدًا (کیا یہ لوگ کچھ برائی کا ارادہ رکھتے ہیں) اور وہ ان کی تدابیر جو دارالندوہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اور مؤمنین کے متعلق آئے روز کرتے رہتے تھے۔ فَالَّذِينَ كَفَرُوا هُمُ الْمَكِيدُونَ (پس یہ کافر خود اس برائی میں گرفتار ہونگے) اس میں اشارہ تو کفار مکہ کی طرف ہے اور مراد ہر اللہ تعالیٰ کا منکر ہے۔ مکیدون کا مطلب یہ ہے کہ وبال مکران پر لوٹ کر رہے گا اور ان کا مکران پر گرے گا اور وہ اس طرح ہوا کہ بدر میں مارے گئے۔ یا تدابیر نا کام کر دیں گئیں۔ کید یہ کایدتہ فکدتہ سے لیا گیا ہے۔

آیت ۳۳: اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ (کیا اللہ تعالیٰ کے سوا ان کا کوئی اور معبود ہے) جو ان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچالے گا۔ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (اللہ تعالیٰ ان کے شرک سے پاک ہے)

سرکشی و عناد میں انتہاء کو پہنچ گئے:

آیت ۳۴: وَاِنْ يَرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَاءِ سَاقِطًا يَقُولُوا سَحَابٌ مَّرْكُومٌ (اور اگر وہ آسمان کے ٹکڑے کو دیکھ لیں کہ گرتا ہوا آ رہا ہے۔ تو کہیں گے یہ تو تہ بہ تہ جما ہوا بادل ہے) الكسف: ٹکڑا۔ یہ کفار کے اس قول کا جواب ہے۔ او تسقط السماء کما زعمت علينا کسفا۔ [الاسراء۔ ۹۲] مراد یہ ہے کہ اگر ہم ان کے سروں پر آسمان کا ٹکڑا بھی گرا دیں۔ تو ان کی سرکشی اور عناد اس حد تک پہنچ چکا ہے کہ وہ اس کو بادل کہہ ڈالیں گے۔ مَرْكُومٌ (تہ بہ تہ) وہ اس کو آسمان کا ٹکڑا تسلیم نہ کریں گے۔ جو کہ ان پر عذاب کی وجہ سے گرا ہے۔

آیت ۳۵: فَذَرَهُمْ حَتَّىٰ يُلْقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي فِيهِ يُصْعَقُونَ (تو آپ ان کو رہنے دیجئے۔ یہاں تک کہ ان کو اپنے اس دن سے سابقہ ہو جس میں ان کے ہوش اڑ جائیں گے)

قراءت: عاصم و شامی نے يُصْعَقُونَ ضمہ یاء سے پڑھا۔ جبکہ باقی قراء نے یاء کا فتح پڑھا۔ کہا جاتا ہے۔ صعقة فصعق۔ اس کو بے ہوش کیا پس وہ بے ہوش ہو گیا اور یہ فتح اولیٰ کے وقت جو کہ فتح صعق ہے۔

آیت ۳۶: يَوْمَ لَا يُغْنِي عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ (جس روز ان کی تدابیر ان کے کچھ کام نہ آئیں گے۔ اور

ندان کی مدد کی جائے گی)

بدر کا قتل یا عذابِ قبر:

آیت ۴۷: **وَإِنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا (اور ان ظالموں کے لئے) عَذَابًا دُونَ ذَلِكَ (قبل اس کے اور عذاب بھی ہونے والا ہے)** قیامت کے عذاب کے علاوہ۔ اور وہ بدر میں قتل ہونا ہے۔ اور سات سال کا قحط اور عذابِ قبر۔ **وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ** (لیکن ان میں سے اکثر کو یہ معلوم نہیں)

آیت ۴۸: پھر ان پر عذاب آنے تک صبر کی تلقین فرمائی۔ **وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ (اور آپ اپنے رب کی اس تجویز پر صبر سے بیٹھے رہیے)** کہ ان کو مہلت دے رکھی ہے اور آپ کو مشقتیں پہنچ رہی ہیں۔ **فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا (آپ ہماری حفاظت میں ہیں)** یعنی ہم آپ کو دیکھتے اور آپ کی حفاظت کرتے ہیں اور اعراب جمع عین کی ہے کیونکہ ضمیر لفظ جماعت سے تاء لاتے ہیں۔ کیا دوسرے مقام پر نہیں دیکھتے ہو۔ **وَلتصنع على عینی**۔ مفرد لائے ضمیر بھی مفرد۔ [ط۔ ۳۹]

نیند سے بیدار ہو کر اس کی تسبیح کریں:

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ (اور اپنے رب کی تسبیح و تحمید اٹھتے وقت کیا کریں) جب نماز کے لئے اٹھیں۔ اور یہ وہی ہے جو تکبیر تحریمہ کے بعد کہا جاتا ہے۔ **سبحانك اللهم وبحمدك** یا نمبر ۲۔ جس جگہ سے بھی آپ اٹھیں تو تسبیح و تحمید کریں۔ نمبر ۳۔ نیند سے بیدار ہوں تو تسبیح و تحمید کریں۔

آیت ۴۹: **وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَإِدْبَارَ النُّجُومِ (اور رات میں بھی اس کی تسبیح کریں اور ستاروں سے پیچھے بھی)** جب کہ ستارے رات کے آخری حصہ میں چلے جائیں۔

قراءت: **و ادبار زیر سے پڑھا۔** یعنی ستاروں کے پیچھے اور ان کے آثار جب غروب ہو جائیں۔
المراد: یہاں ان کلمات کے کہنے کا حکم دیتا ہے۔ سبحان اللہ و بحمدہ۔ ان اوقات میں۔

ایک قول یہ ہے:

التسبیح سے مراد نماز ہے جبکہ آدمی نیند سے بیدار ہو۔ اور **ومن اللیل سے مغرب و عشاء کی نمازیں اور ادبار النجوم سے نماز فجر** مراد ہے۔

الحمد للہ نماز عشاء کے بعد تفسیری ترجمہ مکمل ہوا۔

سُورَةُ النَّجْمِ كَثِيرَةٌ هِيَ اثْنَتَانِ سِتُونَ آيَةً وَتَنْزِيلُهَا فِي ثَلَاثِ لَيَالٍ

سورۃ النجم مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اسکی باسٹھ آیتیں اور تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰی ۱ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰی ۲ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی ۳ اِنْ هُوَ اِلَّا

قسم ہے ستاروں کی جب وہ غروب ہونے لگے تمہارا ساتھی نہ راہ سے بھٹکا ہے اور نہ غلط راستہ پر پڑا ہے اور وہ اپنی نفسانی خواہش سے بات نہیں کرتا وہ نہیں ہے مگر

وَحٰی یُّوحٰی ۴ عَلَّمَهُ شَدِیْدُ الْقُوٰی ۵ ذُو مِرَّةٍ فَاسْتَوٰی ۶ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی ۷

جو وحی کی جاتی ہے اس کو سکھایا ہے بڑے طاقت والے نے وہ طاقتور ہے پھر وہ اسکی صورت میں نمودار ہوا اور وہ بلند کنارہ پر تھا

تَمَّ دَنَا فَتَدَلٰی ۸ فَكَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی ۹ فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰی ۱۰ مَا

پھر وہ اس حال میں تھا کہ دونوں کمانوں کے برابر یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا پھر اللہ نے اپنے بندہ کی طرف وحی نازل فرمائی جو نازل کرنی تھی وہ

كَذَبَ الْفُوَادُ مَا رَاٰی ۱۱ اَفْتُمِرُوْنَہٗ عَلٰی مَا یُرٰی ۱۲ وَلَقَدْ رَاٰ نَزْلَةَ الْاٰخِرٰی ۱۳

نے جو کچھ دیکھا اس میں غلطی نہیں کی کیا تم اس سے اس چیز میں جھگڑتے ہو جو کچھ اس نے دیکھا اور یہ تحقیقی بات ہے کہ انہوں نے اس کو ایک بار اور دیکھا

عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی ۱۴ عِنْدَ حَاجَتِ الْمَاوٰی ۱۵ اِذْ یَغْشٰی السِّدْرَةَ مَا یَغْشٰی ۱۶

سدرۃ المنتہی کے قریب اس کے قریب جنۃ الماوی ہے جبکہ سدرۃ المنتہی کو وہ چیزیں ڈھانپ رہی تھیں جنہوں نے ڈھانپ رکھا تھا

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ۱۷ لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّہِ الْکُبْرٰی ۱۸

نہ تو نگاہ ہٹی نہ بڑھی یہ تحقیقی بات ہے کہ انہوں نے اپنے رب کی بڑی آیات کو دیکھا۔

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰی ۱ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰی ۲ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی ۳ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحٰی یُّوحٰی ۴
عَلَّمَهُ شَدِیْدُ الْقُوٰی ۵

(قسم ہے۔ ستارہ کی جب وہ غروب ہونے لگے۔ یہ تمہارے ساتھ کے رہنے والے نہ راہ سے بھٹکے اور نہ غلط راستے ہوئے۔ اور نہ آپ اپنی نفسانی خواہش سے باتیں بناتے ہیں۔ ان کا ارشاد نری وحی ہے جو ان پر بھیجی جاتی ہے۔ ان کو ایک فرشتہ تعلیم کرتا ہے جو بڑا طاقتور ہے)

آیت ۱: وَالنَّجْمِ نَمْرًا۔ ثریا ستاروں کی قسم اٹھائی۔ نمبر ۲۔ جنس نجوم کی۔ اِذَا هَوَىٰ۔ جب غروب ہو۔ نمبر ۲۔ جب قیامت کے دن ٹوٹ کر بکھر جائے۔

وہ سیدی راہ پر نہ کہ ضلالت میں:

آیت ۲: مَا ضَلَّٰ اور میانہ روی سے نہیں بھٹکے۔ یہ جواب قسم ہے۔ صَاحِبِكُمْ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ کم سے قریش مکہ سے مراد و فَاغْوَىٰ اور باطل کی اتباع میں وہ غلط راستے پر نہیں چلے۔ الضلال یہ الہدیٰ کی ضد ہے۔ اور النعی یہ الرشد کی۔ مطلب یہ ہوا۔ وہ سیدھا راہ پانے والے ہیں وہ اس طرح نہیں جیسا کہ تم اپنے خیال کے مطابق ان کی نسبت ضلالت و غوایت کی طرف کر رہے ہو۔

آیت ۳: وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ (وہ اپنی خواہش سے نہیں کلام کرتے)۔

آیت ۴: اِنَّ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ (ان کا ارشاد نری وحی ہے جو ان پر بھیجی گئی ہے) جو تمہیں وہ قرآن میں سے دیں وہ ایسی بات نہیں جو اپنی رائے اور خواہش سے صادر ہونے والی ہو۔ وہ اللہ تعالیٰ کی وحی ہے جو ان کی طرف کی جاتی ہے۔

ایک دلیل:

اس آیت سے ان لوگوں نے حجت بنائی ہے جو انبیاء علیہم السلام کے متعلق اجتہاد کو جائز نہیں رکھتے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو اجتہاد میسر فرمایا اور اس پر ان کو باقی رکھا تو وہ وحی کی طرح ہے۔ اور اپنی خواہش کی گفتگو نہیں۔

طاقتور فرشتہ جبرئیل علیہ السلام:

آیت ۵: عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَىٰ (ان کو ایک بڑے طاقتور نے تعلیم دی) علمہ۔ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھایا۔ شدید القوی۔ طاقتور فرشتہ اس میں اضافت غیر حقیقی ہے۔ کیونکہ وہ صفت مشبہ کی اضافت فاعل کی طرف ہے۔ اور مراد اس سے جبرئیل علیہ السلام ہیں جمہور کا قول یہی ہے اور اس کی قوت کا حال یہ ہے۔ کہ انہوں نے ماء اسود سے قوم لوط کی بستیوں کو اکھاڑ کر اپنے ایک پر کے کنارے پراٹھا کر پلٹ دیا اور ایک چیخ ماری جس سے قوم ثمود اوندھے منہ گر کر ہلاک ہو گئے۔

جبرئیل علیہ السلام کا اصلی صورت میں ظاہر ہونا:

آیت ۶: ذُو مِرَّةٍ (جو پیدائشی طاقتور ہے) خوبصورت ہے۔ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔ فَاسْتَوَىٰ (نمودار ہوا) وہ اپنی حقیقی صورت میں نمودار ہوا۔ صورت مثالیہ میں نہیں جبکہ وہ وحی لے کر آتے تھے تو حضرت دجیہ کلبی کی صورت میں آتے۔ اور اس کا واقعہ اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمایا کہ جبرئیل کو اس کی اصلی صورت میں دیکھیں۔ پس

جبرئیل علیہ السلام آسمان کے بلند کنارے میں نمودار ہوئے اور وہ مشرقی کنارہ تھا پس افق کو بھر دیا۔ ایک قول یہ ہے: کسی بھی پیغمبر علیہم الصلوٰت والسلام نے ان کو اصلی صورت میں نہیں دیکھا سوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ آپ نے بھی دو مرتبہ ان کو اصلی صورت میں دیکھا۔ ایک مرتبہ زمین پر اور دوسری مرتبہ آسمانوں پر۔ آیت ۷: وَهُوَ (اور وہ) یعنی جبرائیل علیہ السلام بِالْأَفْقِ الْأَعْلَى (اس وقت آسمان کے بلند ترین کنارے پر تھا) مشرقی کنارہ۔

آیت ۸: ثُمَّ دَنَا (پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آیا) یعنی جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا۔ فَتَدَلَّى (پھر اور قریب آیا) قرب و نزدیکی میں بڑھ گیا۔ التدلَّى۔ کسی چیز کے قریب اترنا۔

بہتر قریب تر:

آیت ۹: فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ (پس دو کمانون کے برابر فاصلہ رہ گیا بلکہ اس سے بھی کم) یعنی عربی کمانون کی مقدار۔ یہاں اندازے کمانون سے اور نیزے اور کوڑے بازو اور دونوں کھلے بازوؤں سے بیان کیا جاتا ہے۔ جیسا حدیث میں فرمایا۔ لا صلاة الى ان ترتفع الشمس مقدار محين اور دوسری روایت میں ہے لقاب قوس احدكم من الجنة وموضع قدہ خیر من الدنيا وما فیہا۔ رواہ البخاری۔ ۲۷۹۳۔ القد کوڑا۔ تقدیر کلام یہ ہے۔ فكان مقدار مسافة قربه مثل قاب قوسین۔ پس قرب کا مقدار فاصلہ دو کمانون کی مقدار تھا۔ پس ان مضافات کو حذف کر دیا۔

أَوْ أَدْنَى (یا اس سے بھی زیادہ قریب) یعنی تمہارے اندازے کے مطابق جیسا کہ فرمایا او یزیدون۔ الصافات۔ ۱۴۷۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو خطاب ان کی لغت اور ان کی مقدار فہم کے مطابق کیا گیا۔ عرب کہا کرتے ہیں هذا قدری محین او انقص۔

ایک اور قول یہ ہے: بل ادنی او بل کے معنی میں ہے بلکہ زیادہ قریب۔

آیت ۱۰: فَأَوْحَى (پس اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ پر وحی نازل کی) پس وحی لائے جبرئیل علیہ السلام الى عبده (اللہ تعالیٰ کے بندے پر) اگرچہ اللہ تعالیٰ کے اسم گرامی کا تذکرہ ہوا مگر ضمیر لوٹانے میں التباس نہیں ہے جیسا کہ اس ارشاد میں فرمایا۔ ماترک علی ظہرہا۔ [فاطر۔ ۴۵]

آپ کی امت پہلے جنت میں:

مَا أَوْحَى (جو کچھ نازل فرمائی) اس میں وحی کی عظمت شان کو ذکر کیا جو آپ کی طرف بھیجی گئی۔

ایک قول یہ ہے: آپ کی طرف وحی کی گئی۔ کہ جنت اس وقت تک انبیاء علیہم السلام کے لئے حرام ہے جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم داخل نہ ہوں گے۔ اور تمام امتوں پر جنت حرام ہے یہاں تک کہ آپ کی امت اس میں داخل ہو۔ (بخاری فی الکشاف)

جبرئیل علیہ السلام کو سر کی آنکھوں سے دیکھا:

آیت ۱۱: مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ (قلب نے دیکھی ہوئی چیز میں کوئی غلطی نہیں کی) الفواد سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا فواد مراد ہے۔ مَازَاي (اس میں غلطی نہیں کی) جو آپ نے صورت جبرئیلی اپنی آنکھ سے دیکھی تھی یعنی آپ کے دل نے یہ نہیں کہا جبکہ جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا کہ میں نے تمہیں نہیں پہچانا۔ اور اگر ایسا کہتے تو غلط ہوتا کیونکہ آپ نے اس کو پہچانا تھا۔ یعنی آپ نے اس کو اپنی آنکھ سے دیکھا اور دل سے پہچانا۔ اور اس میں قطعاً شک نہ کیا کہ جو آپ نے دیکھا وہ برحق ہے۔ ایک قول یہ ہے جو قیل سے نقل کیا: جن کو دیکھا وہ اللہ تعالیٰ سبحانہ و تعالیٰ کی ذات ہے آپ نے اپنے سر کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھا اور دوسرا قول یہ ہے۔ کہ دل سے دیکھا۔

آیت ۱۲: أَفْتَمْرُونَهُ عَلِي مَآيْرِي (کیا تم ان سے ان کی دیکھی ہوئی چیز میں نزاع کرتے ہو) کیا تم جھگڑتے ہو۔ یہ المرء سے مشتق ہے۔ جس کا معنی جھگڑنا ہے اور المرء یہ مری الناقة سے لیا گیا۔ گویا جھگڑنے والوں میں سے ہر ایک اس کو کہلواتا ہے اور نکلواتا ہے جو اس کے ساتھی کے پاس ہوتا ہے۔ مری مری۔ اونٹنی کے تھن کو دودھ کے لئے سہلانا تا کہ دودھ نکلے۔

قراءت: أَفْتَمْرُونَهُ حمزة، علی، خلف، يعقوب نے پڑھا ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کیا تم جھگڑے میں اس پر غالب آنا چاہتے ہو۔ یہ ماریتہ فمریتہ سے لیا گیا ہے۔ کیونکہ اس میں غلبہ کا معنی پایا جاتا ہے۔ اسی لئے علی سے متعدی کیا گیا ہے۔ علی مایری علی سے متعدی کیا گیا۔ جیسا تم کہو۔ غلبتہ علی کذا۔

ایک قول یہ ہے: اتمرونہ ای افتجحدونہ۔ کیا تم اس کا انکار کرتے ہو۔ عرب کہتے ہیں مریتہ حقہ اذا جحدتہ جبکہ حق کا انکار کر دیا جائے۔ علی سے اس کا متعدی ہونا اسی وقت صحیح ہے جبکہ اس میں تضمین کو تسلیم کریں۔

معراج میں دوبارہ دیکھنا:

آیت ۱۳: وَلَقَدْ رَاَهُ (اور انہوں نے اس کو ایک اور مرتبہ بھی دیکھا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام کو نَزْلَةً أُخْرَى (ایک اور نزول کے وقت) نزلۃ کو مَرَّةً کی طرح منصوب پڑھیں گے۔ کیونکہ فعلہ کا وزن کسی بھی فعل کے ایک مرتبہ کرنے کو ظاہر کرتا ہے۔ اسی لئے اسی کے حکم میں ہوتا ہے۔ یعنی جبرئیل علیہ السلام دوسری مرتبہ آپ پر اپنی اصلی شکل میں نمودار ہوئے اور آپ نے اس کو اسی صورت میں دیکھا۔ اور یہ معراج کی رات کا واقعہ ہے۔

یہ بیری کا درخت ہے:

آیت ۱۴: عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهَى (سدرۃ المنتہی کے پاس) جمہور کا قول یہ ہے کہ یہ بیری کا درخت ہے جو ساتوں آسمانوں سے اوپر عرش کے دائیں جانب ہے۔ المنتہی انتہاء کی جگہ کو کہتے ہیں۔ یا نمبر ۲۔ انتہاء کرنا۔ گویا وہ جنت کی انتہاء اور اس

کے آخر میں ہے۔

ایک قول یہ ہے: اس سے کوئی تجاوز نہیں کرتا۔ اس تک فرشتوں کا علم ختم ہو جاتا ہے۔ کسی کو معلوم نہیں کہ اس کے مابعد کیا ہے۔

ایک قول یہ ہے: ارواح شہداء اس تک پہنچتی ہیں اس لئے اس کو سدرۃ المنتہیٰ کہتے ہیں۔

آیت ۱۵: عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَأْوٰی (اس کے قریب جنت الماویٰ ہے) یعنی وہ جنت جس میں متقی لوگ پہنچیں گے۔ ایک قول: اس میں شہداء کی ارواح قیام کرتی ہیں اس لئے اس کا نام جنت الماویٰ ہے۔

آیت ۱۶: اِذْ يَغْشٰى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى (جب سدرۃ المنتہیٰ کو لپیٹ رہی تھیں جو چیزیں لپٹ رہی تھیں) یعنی اس کو دیکھا اس وقت جبکہ سدرہ کو لپیٹ رہی تھیں جو چیزیں لپٹ رہی تھیں۔ ما یغشیٰ کہہ کر ان چیزوں کی عظمت و کثرت کو ذکر کیا۔

مسئلہ: اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جو مخلوق اس کو ڈھانپے ہوئے تھی وہ اللہ تعالیٰ کی ایسی عظمت و شان پر دلالت کرتی ہے جو بیان میں آ نہیں سکتی۔

ایک قول یہ ہے: اس کو فرشتوں کی بہت بڑی جماعت گھیرنے والی تھی جو اس کے قریب اللہ تعالیٰ کی بندگی میں مصروف تھے۔

ایک اور قول یہ ہے: سونے کے پروانے اس کو گھیرے میں لینے والے تھے۔

کمال شان:

آیت ۱۷: مَا زَاغَ الْبَصَرُ (نگاہ نہ ہٹی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بصر مبارک ان عجائب کے دیکھنے سے جن کے دیکھنے کا حکم ہوا مڑی نہیں بلکہ ان میں مصروف و لگن رہی۔ وَمَا طَفٰى (اور نہ بڑھی) جس چیز کو دیکھنے کا حکم ہوا اسی کو دیکھا اس سے تجاوز نہیں کیا۔ (اس میں کمال شان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ فرمایا)

آیت ۱۸: لَقَدْ رَاٰی (انہوں نے دیکھے) اللہ تعالیٰ کی قسم آپ نے دیکھے۔ مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی (اپنے پروردگار کے بڑے بڑے عجائبات) یعنی جب آپ کو آسمانوں پر لے جایا گیا تو آپ نے عالم ملکوت کے عجائبات دیکھے۔

أَفْرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزَّىٰ ۙ وَمَنْوَةَ الثَّالِثَةَ الْآخِرَىٰ ۚ أَلْكُمْ الذِّكْرَ وَلَهُ الْإِنشَىٰ ۙ

کیا تم نے لات اور عزی اور تیسرے منات کے بارے میں غور کیا ہے کیا تمہارے لئے مذکور ہو اور اللہ کے لئے منوت ہے

تِلْكَ إِذْ أَقْسَمَهُ ضِيْزَىٰ ۙ إِنْ هِيَ إِلَّا أَسْمَاءُ سَمِيَّتُوهَا أَنْتُمْ وَأَبَاؤُكُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ

یہ قسمت تو بڑی ظالمانہ ہے یہ تو بس کچھ نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے رکھ لئے ہیں اللہ نے انکی کوئی دلیل

بِهَآءِ مِنْ سُلْطٰنٍ ۙ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنْفُسُ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ

مازل نہیں فرمائی صرف گمان کا اور نفسوں کی خواہشوں کا اتباع کرتے ہیں اور بلاشبہ ان کے پاس ان کے

مِّن رَّبِّهِمْ الْهُدَىٰ ۙ أَمْ لِلْإِنسَانِ مَا تَمَنَّىٰ ۙ فَلِللَّهِ الْآخِرَةُ وَالْأُولَىٰ ۙ وَكَمْ

رب کی طرف سے ہدایت آچکی ہے کیا انسان کو ہر وہ چیز مل جاتی ہے جس کی وہ آرزو کرے سو اللہ ہی کے لئے آخرت ہے اور اولی ہے اور بہت سے

مِّن مَّلَآئِكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تَعْنِي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا إِلَّا مِنْ بَعْدِ أَنْ يَأْذَنَ اللَّهُ لِمَنْ

فرشتے آسمانوں میں موجود ہیں ان کی سفارش کچھ بھی فائدہ نہ دے گی مگر اس کے بعد جس کے لئے اللہ اجازت

يَشَاءُ وَيَرْضَىٰ ۙ إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ لَيُسَمُّونَ الْمَلَآئِكَةَ تَسْمِيَةً الْإِنشَىٰ ۙ

دے اور راضی ہوا بیشک جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے وہ فرشتوں کے نام منوت کے نام پر رکھتے ہیں

وَمَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ ۙ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ ۙ وَإِنَّ الظَّنَّ لَا يَغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ۙ

حالانکہ انہیں اس کا کچھ بھی علم نہیں صرف گمان کے پیچھے چلتے ہیں اور بلاشبہ گمان حق کے بارے میں ذرا بھی فائدہ نہیں دیتا۔

فَاعْرِضْ عَنْ مَّن تَوَلَّىٰ ۙ عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ إِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۙ ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ

سو آپ اس کی طرف سے اعراض کیجئے جس نے ہماری نصیحت سے روگردانی کی اور دنیاوی زندگی کے علاوہ اس نے کوئی مقصد نہ بنایا یہ ان کے علم کی

مِّن الْعِلْمِ ۙ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ ۙ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَن اهْتَدَىٰ ۙ

حد ہے بیشک آپ کا رب اسے خوب جانتا ہے جو اس کے راستہ سے بھٹکا اور وہ اسے خوب جانتا ہے جس نے ہدایت پائی

جاہلیت کے بت:

آیت ۱۹: أَفْرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزَّىٰ (۲۰) وَمَنْوَةَ الثَّالِثَةَ الْآخِرَىٰ (بھلا کیا تم نے لات و عزی ایک اور منات کی حالت پر غور بھی کیا) یعنی تم بتلاؤ ان چیزوں کے متعلق جن کی تم اللہ تعالیٰ کے سوا پوجا کرتے ہو۔ کیا ان میں وہ قدرت و

۰۰۸۰

۰۰۸۰

عظمت پائی جاتی ہے۔ جو رب العزت کی صفات میں سے ہے؟

اللّات العزى مناة - یہ تینوں بتوں کے نام ہیں۔ یہ تینوں مؤنث ہیں۔ لات یہ ثقیف کا بت تھا جس کو اہل

طائف پوجتے تھے۔ ایک قول یہ ہے: یہ مقام نخلہ میں تھا اس کی پوجا قریش کرتے تھے۔ لات یہ لوی سے فَعْلَة کا وزن ہے۔ لات کہنے کی وجہ یہ ہے لوی یلوی وہ اس کی طرف مڑتے اور متوجہ ہوتے اور عبادت کیلئے اعتکاف کرتے تھے اور ان کے پاس پڑے رہتے۔ العزى - یہ غطفان والوں کا بت تھا۔ یہ کیکر کا درخت تھا۔ اس کی اصل الاعز ہے۔ اس کو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے تباہ کیا۔

مناة - یہ ایک پتھر تھا جس کی ہذیل اور خزاعہ پوجا کرتے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ ثقیف پوجتے تھے۔ اس کو منات کہنے کی وجہ یہ تھی کہ قربانیوں کے خون اس کے پاس بہائے جاتے تھے۔

قراءت: ومناء مکی نے مفعلة کے وزن پر انواء سے پڑھا ہے۔ گویا کفار ان کے پاس انواء ستاروں سے بارش طلب کرتے اس سے تبرک حاصل کرتے تھے۔

الأخرى یہ منات کی صفت ہے جو مذمت کیلئے لائے۔ سب سے پچھلا نکی حیثیت والا جیسا کہ اس آیت میں قالت اخرهم لأولهم - [الاعراف، ۳۸] (یعنی ان کے کم درجہ اپنے شرفاء و رؤسا کو کہیں گے) اور یہ بھی درست ہے کہ ان کے ہاں درجات میں لات و عزى کو اولیت و تقدم حاصل ہو۔

آیت ۲۱: کفار کہا کرتے تھے کہ ملائکہ اور یہ اصنام اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ وہ ان کی عبادت کرتے اور یہ خیال کرتے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے سفارشی ہونگے۔ اگرچہ وہ لڑکیوں کو زندہ درگور کرتے ہیں اور ان سے نفرت کرتے ہیں۔ ان کو کہا گیا۔ اَلْكُمْ الذَّكْرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى .

آیت ۲۲: تِلْكَ اِذَا قِسْمَةٌ ضِيزٰى (کیا تمہارے لئے بیٹے ہوں اور اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹیاں۔ یہ تو بہت بے ڈھنگی تقسیم ہوئی) یعنی اللہ تعالیٰ کے لئے تمہارا بیٹیاں مقرر کرنا اور اپنے لئے بیٹے یہ بھونڈی یعنی ظالمانہ تقسیم ہے۔ ضیزی - یہ ضازہ یضیزہ جبکہ اس کی حق تلفی کرے۔ ضیزی یہ فعلی کا وزن ہے۔ اس لئے کہ صفت میں فعلی بکسر الفاء نہیں آتا۔ یاء کی مناسبت سے فا کو کسرہ دیا گیا ہے۔ جیسا کہا جاتا ہے بیض حالانکہ وہ بوض ہے جیسا کہ حمر سود ہے۔

ضیزی ہمزہ سے مکی نے پڑھا اور اس کو ضازہ یہ ضازہ ہی کی طرح ہے معنی میں فرق نہیں ہے۔

آیت ۲۳: اِنْ هِىَ (یہ صرف) یعنی اصنام نہیں ہیں۔ اِلَّا اَسْمَاءٌ (نام ہی نام ہیں) جن کے ماتحت مسمیات نہیں کیونکہ تم ان کے لئے معبودیت کے قائل ہو حالانکہ وہ اس سے بہت ہی دور ہیں۔ اور اس سے انتہائی منافات رکھتے ہیں۔ سَمِيْتُمْوهَا (جو تم نے ٹھہرا لے ہیں) یعنی تم نے ان کا وہ نام رکھ دیا ہے۔ جیسا کہتے ہیں سمیتہ زیداً امے سمیتہ بزید۔ میں نے اس کا نام زید تجویز کیا۔ اَنْتُمْ وَاَبَاؤُكُمْ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ اِنْ يَّبْعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ (اور تمہارے آباء و اجداد نے اللہ

تعالیٰ نے تو ان کے معبود ہونے کی کوئی دلیل بھیجی نہیں یہ صرف بے اصل خیالات ہیں (سلطان - حجت و دلیل ظن سے مراد ان کا یہ وہم کہ وہ حق پر ہیں۔ وَمَا تَهْوَى الْأَنْفُسُ (اور اپنے نفس کی خواہش جس پر وہ چل رہے ہیں) جو ان کے نفوس پسند کرتے ہیں۔ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنْ رَبِّهِمُ الْهُدَىٰ (حالانکہ ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے بواسطہ رسول ہدایت آچکی ہے) وہ ہدایت اللہ کا رسول اور اس کی کتاب ہے انہوں نے اس کو چھوڑ دیا اور اس پر عمل نہیں کیا۔

آیت ۲۴: اَمْ لِلْإِنْسَانِ مَا تَمَنَّى (کیا انسان کو اس کی ہر تمنا مل جاتی ہے) یہ ام منقطعہ بمعنی بل ہے۔ اور ہمزہ استفہام انکاری کا ہے۔ مطلب یہ ہے انسان یعنی کافر کو اس کی ہر تمنا نہیں ملتی جو وہ شفاعت اصنام کی لگائے بیٹھا ہے یا یہ تمنا و لسن رجعت الی ربی ان لی عنده للحسنى۔ [سافات۔ ۵۰]

ایک قول یہ بھی ہے: اس سے مراد وہ تمنا ہے جو بعض نے کی کہ وہ نبی بن جاتے۔ آیت ۲۵: فَلِلَّهِ الْآخِرَةُ وَالْأُولَىٰ (پس اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے۔ آخرت اور دنیا) یعنی وہی دونوں کا مالک ہے اور اس کی دونوں میں حکمرانی ہے۔ جس کو چاہے نبوت و شفاعت دے جس کو وہ پسند کرے نہ کہ جو کوئی تمنا کرے۔

اللہ کے اذن کے بغیر کسی کی سفارش کام نہیں دیتی:

آیت ۲۶: وَكَبُم مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمَوَاتِ لَا تُغْنِي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا إِلَّا مِنْ بَعْدِ أَنْ يَأْذَنَ اللَّهُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَرْضَىٰ (اور بہت سے فرشتے آسمانوں میں موجود ہیں۔ ان کی سفارش ذرا بھی کام نہیں آسکتی مگر اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہے اجازت دے اور پسند کرے) شفاعت کا معاملہ بڑا مشکل ہے۔ ملائکہ قرب و کثرت کے باوجود اگر تمام کے تمام کسی ایک کی سفارش کریں تو ان کی شفاعت ذرہ بھر کام نہ دے گی اور نہ فائدہ پہنچائے گی۔ مگر جبکہ اللہ تعالیٰ اس سفارش کی اجازت دیں اور جس کے حق میں شفاعت کی اجازت دیں اور ان کی شفاعت کو اس کے حق میں پسند کریں اور اس کو شفاعت کا مستحق پائیں کہ اس کے لئے کوئی سفارش کرے۔ تو تب جا کر سفارش قبول ہوگی۔ ان بتوں کی سفارش کی اپنے عابدین کے متعلق کیا حیثیت ہے؟

آیت ۲۷: إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ لَيَسْمُونَ الْمَلَائِكَةَ تَسْمِيَةَ الْإِنْسِي (جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کے نام سے نام زد کرتے ہیں) یسمون۔ یعنی ان میں سے ہر ایک فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہتا ہے۔ تسمیة الانسی اس لئے کہا کہ وہ ملائکہ کو بنات اللہ کہتے تھے۔ ان میں سے ہر ایک کو بیٹیاں کہتے تھے۔

آیت ۲۸: وَمَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ (حالانکہ ان کے پاس اس پر کوئی دلیل نہیں ہے) اپنے اس قول کی۔
قراءت: بھا بھی پڑھا گیا۔ ملائکہ یا تسمیة کی طرف ضمیر لوٹتی ہے۔

اِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا (صرف بے اصل خیالات پر چل رہے ہیں اور بیشک بے اصل خیالات امر حق میں ذرہ بھی مفید نہیں ہوتے) الظن سے ان کی تقلید آباء مراد ہے۔ لایغنی کا مطلب یہ ہے کہ حق کی پہچان علم و یقین سے ہوتی ہے۔ ظن و توہمات سے نہیں ہوتی۔

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَاءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ

اور اللہ ہی کے لئے ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے تاکہ وہ بدلہ برے عمل کرنے والوں کو ان کے عمل کا اور جن لوگوں نے اچھے کام کئے

اَحْسَنُوْا بِالْحَسَنٰتِ ﴿۳۷﴾ الَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبِيْرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشِ اِلَّا اللَّمَمَ لَنْ رَّبِّكَ

ان کی اچھائی کا بدلہ دے ' وہ لوگ ایسے ہیں جو بڑے گناہوں سے بچتے ہیں مگر بلکے گناہ ' بے شک آپ کا رب

وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذَا اَنْشَاكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذَا اَنْتُمْ اَجْنَةٌ فِي

بڑی وسیع مغفرت والا ہے ' وہ تمہیں خوب جانتا ہے جب اس نے تمہیں زمین سے پیدا فرمایا اور جب تم ماؤں کے

بُطُوْنٍ اُمَّهَاتِكُمْ فَلَا تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ اَتَقٰۤى ﴿۳۸﴾ اَفْرَعَيْتَ

بیٹوں میں تھے سو تم اپنی جانوں کو پاک باز نہ بتاؤ وہ تقوے والوں کو خوب جانتے والا ہے۔ اے مخاطب کیا

الَّذِي تَوَلٰۤى ﴿۳۹﴾ وَاَعْطٰ قَلِيْلًا وَّاَكْثٰۤى ﴿۴۰﴾ اَعِنْدَهُ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرٰۤى ﴿۴۱﴾

تو نے اسے دیکھا جس نے روگردانی کی اور تمہوڑا مال دیا اور بند کر دیا ' کیا اس کے پاس علم غیب ہے کہ وہ دیکھ رہا ہے '

آیت ۲۹: فَأَعْرِضْ عَنْ مَنْ تَوَلٰۤى عَنْ ذِكْرِنَا (تو آپ ایسے شخص سے اپنا خیال ہٹا لیجئے جو ہماری نصیحت کا خیال نہ کرے) پس آپ ایسے شخص سے منہ موڑ لیجئے جو ہماری یاد سے منہ موڑنے والا ہو۔ ذکرنا سے قرآن مجید مراد ہے۔ وَلَمْ يُرْذِ الْاَلْحَيٰوةَ الدُّنْيَا (اور سوائے دنیوی زندگی کے اس کا اور کوئی مقصد نہ ہو)

آیت ۳۰: ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ (یہ ان کے علم کی حد ہے) ذٰلِكَ كَامِشَارَالِيْهٖ اِنْ كَادِنْيَا پْر خَوْشْ هُوَ جَانَا اُوْر اِسْ كُو پَسْنَد كَرْنَا هِي۔ مَبْلَغُ سِي اَنْتِهَاءُ وَّمَقْصُوْدُ عِلْمٍ هِي۔ اِنَّ رَبِّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهِ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ اَهْتَدٰى (تمہارا رب خوب جانتا ہے کہ کون اس راستہ سے بھٹکا ہوا ہے اور وہی تمہارا رب خوب جانتا ہے کہ کون راہِ راست پر ہے) یعنی اللہ تعالیٰ گمراہ و ہدایت یافتہ کو خوب جانتے ہیں وہی ان کو بدلہ دیں گے۔

آیت ۳۱: وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَاءُوْا بِمَا عَمِلُوْا (اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ سب اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے۔ انجامِ کاریہ ہے کہ برے کام کرنے والوں کو ان کے کیے کی سزا دے گا) جو برے کام کیے ان کی سزا یا اس وجہ سے کہ انہوں نے برے کام کیے وہ ان کو سزا دے گا۔ وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحَسَنٰتِ (اور نیک کام کرنے والوں کو ان کے نیک کاموں کے بدلہ میں اچھی جزا دے گا) الْحَسَنٰتِ: اچھا

ثواب و بدلہ اور وہ جنت ہے یا اعمالِ حسنیٰ کے سبب سے ان کو بدلہ دے گا۔ مطلب اس طرح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جہان کو پیدا فرمایا اور کارخانہ کو درست کیا تا کہ مکلفین میں سے نیکو کار کو اور ان میں سے بدکار کو بدلہ عنایت فرمائے۔ اس لئے کہ بادشاہ ہی اولیاء کی نصرت اور دشمنوں پر غلبہ دے سکتا ہے۔

کبیرہ و صغیرہ میں فرق:

آیت ۳۲: الَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبِيرَ الْاِثْمِ (یہ وہ لوگ ہیں جو کبیرہ گناہوں سے بچتے ہیں) نحو: الذین یہ بدل ہے یا مدح کی وجہ سے موضع رفع میں ہے ای ہم الذین۔ الکبائر۔ گناہ دو قسم پر ہیں۔ نمبر ۱۔ کبائر۔ نمبر ۲۔ صغائر۔ وہ گناہ جن کی سزا بڑی ہے وہ کبیرہ ہیں۔ اور جو ایسے نہیں وہ صغائر ہیں۔ قراءت: حمزہ علی نے کبیر پڑھا ہے۔ یعنی ان میں سے وہ قسم جو بڑی ہے۔ وَالْفَوَاحِشَ (جو کبیرہ میں سے حد سے بڑھے ہیں) گویا اس طرح فرمایا اس میں سے فواحش خاص کر گویا یہ عطف تفسیری ہے۔

ایک قول: کبیرہ جس پر عذاب کی دھمکی دی گئی ہو۔ اور فواحش وہ ہیں جن پر حد لگتی ہو۔ اِلَّا اللَّمَمَ (مگر جو ہلکے ہلکے گناہ ہوں) یعنی صغائر۔ یہ استثناء منقطع ہے۔ کیونکہ یہ جنس کبائر و فواحش میں سے نہیں ہے۔ جیسے نگاہِ محرم، بوسہ، لمس آنکھ سے اشارہ۔ اِنَّ رَبَّكَ وَاَسِعُ الْمَغْفِرَةَ (بیشک آپ کا رب وسیع مغفرت والا ہے) وہ بلا توبہ جو چاہتا ہے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ (اور وہ تمہیں اس وقت سے خوب جانتا ہے۔ جب اس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا تھا) کم سے مراد یہاں آباء و اجداد ہیں۔ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجْنَةٌ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّهَاتِكُمْ فَلَا تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ

اپنے تزکیہ پر فخر مت کرو:

(اور جب تم ماؤں کے پیٹ میں بچے تھے۔ پس تم اپنے کو مقدس مت سمجھا کرو) اجنۃ جمع جنین ماں کے پیٹ کا بچہ۔ فلا تزکوا۔ اپنے عمل کو پاکیزگی اور زیادہ خیر اور طاعات کی طرف منسوب مت کرو۔ (کہ اس پر فخر کرنے لگ جاؤ) یا نمبر ۲۔ اپنے کو گناہوں سے پاک مت قرار دو۔ اور نہ اس پر اپنی تعریف کرتے پھرو۔ اپنے نفوس کو مٹا کر رکھو۔ ان میں سے پاکیزہ کو اللہ تعالیٰ جانتے ہیں۔ ابتداء انہما میں متقی بھی اس کے علم میں ہے۔ اس سے پہلے کہ صلبِ آدم سے تمہیں نکالا اور اس سے پہلے بھی وہ جانتے ہیں کہ ماؤں کے پیٹوں سے تم نکلے۔

ایک قول یہ ہے: بعض لوگ اچھے اعمال کر کے کہتے پھرتے تھے۔ ہماری نمازیں۔ ہمارے روزے۔ ہمارا حج۔ تو یہ آیت اتری۔ مگر یہ اس صورت میں ہے جبکہ خود پسندی کے طور پر کرے یا ریاکاری کے طور پر کرے۔ البتہ اعترافِ نعمت کے طور پر جائز ہے۔ کیونکہ یہ تو طاعت پر اظہارِ مسرت ہے اور اس کا تذکرہ تو شکر یہ کی قسم ہے۔

هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ اتَّقَى (تقویٰ والوں کو وہی خوب جانتا ہے) بس اس کے جاننے پر اکتفاء کرو لوگوں کو بتلانے کی حاجت نہیں اور اس کا بدلہ کافی ہے لوگوں کی ثناء کی ضرورت نہیں۔

آیت ۳۳: اَفَرَأَيْتَ الَّذِي تَوَلَّى (کیا آپ نے ایسے شخص کو بھی دیکھا جس نے روگردانی کی) ایمان سے اعراض کیا۔

اسلام کے بعد کفر اختیار کیا:

آیت ۳۴: وَاعْطَى قَلِيلاً وَّ اَكْثَى (اور تھوڑا مال دیا اور بند کر دیا) اپنا عطیہ دینا بند کر دیا اور اس کے دینے سے رک گیا۔ اکدی اصل میں اکداء الحاضر سے لیا گیا۔ وہ یہ ہے کہ کھودنے میں سامنے سخت چٹان آجائے اور وہ اس کو کھودنے سے روک دے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما: یہ ان لوگوں کے متعلق ہے جنہوں نے اسلام کے بعد کفر اختیار کیا۔ ایک قول یہ ہے: ولید بن مغیرہ کے متعلق اتری۔ اس نے قریب تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کر لی مگر بعض کفار نے اس کو عار دلائی۔ اور کہنے لگے تو نے اپنے بڑوں کا دین چھوڑ دیا اور خیال کیا کہ وہ جہنمی ہیں۔ اس نے جواب دیا مجھے خطرہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہو۔ دوسرا کافر کہنے لگا میں اس کا ضامن ہوں اگر وہ اپنے مال میں سے کچھ حصہ دے اور اپنے شرک کی طرف لوٹ آئے۔ تو وہ اس کی طرف سے عذاب الہی کو اٹھالے گا۔ ولید نے ایسا کر دیا اور اس مال کا کچھ حصہ اس کو دیا جس نے اس شرط پر ضمانت اٹھالی پھر بقیہ کے متعلق بخل اختیار کرتے ہوئے رک گیا۔

آیت ۳۵: اَعِنْدَهُ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرَى (کیا اس کے پاس علم غیب ہے کہ اس کو دیکھ رہا ہے) جس سے وہ جانتا ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کے عذاب کے لئے اس کی ضمانت اٹھائی ہے وہ برحق ہے۔

أَمْ لَمْ يُنَبِّأْ بِمَا فِي صُحُفِ مُوسَىٰ ۖ وَإِبْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّىٰ ۗ ۝۳۶ ۚ أَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ

کیا اسے ان مضامین کی خبر نہیں دی گئی جو موسیٰ کے صحیفوں میں ہیں اور جو ابراہیم کے صحیفوں میں ہیں کہ جس نے پوری بجا آوری کر دی یہ کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا

وَزِرًا أُخْرَىٰ ۗ وَأَنْ لَّيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ ۗ وَأَنَّ سَعْيَهُ سَوْفَ يُرَىٰ ۗ ۝۳۷ ۚ ثُمَّ

دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا اور یہ کہ انسان کے لئے نہیں ہے مگر وہی جو کچھ اس نے کیا اور یہ کہ اسکی سعی عنقریب دیکھی لی جائے گی پھر

يُجْزَاهُ الْجِزَاءَ الْأَوْفَىٰ ۗ وَأَنَّ إِلَىٰ رَبِّكَ الْمُنْتَهَىٰ ۗ ۝۳۸ ۚ وَأَنَّ هُوَ أَضْحَكَ وَأَبْكَىٰ ۗ ۝۳۹ ۚ وَأَنَّ هُوَ

اسے پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور یہ کہ تیرے رب کے پاس پہنچنا ہے اور یہ کہ وہی ہنساتا ہے اور وہی رلاتا ہے اور یہ کہ وہی

أَمَاتَ وَأَحْيَا ۗ ۝۴۰ ۚ وَأَنَّ هُوَ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ ۗ ۝۴۱ ۚ مِنْ نُّطْفَةٍ إِذَا تُمْنَىٰ ۗ ۝۴۲

ماتا ہے اور زندہ کرتا ہے اور یہ کہ اسی نے جوڑے پیدا کئے یعنی مذکر اور مؤنث نطفے سے جبکہ وہ ڈالا جاتا ہے

آیت ۳۶: اَمْ لَمْ يُنَبِّأْ بِمَا فِي صُحُفِ مُوسَىٰ (کیا اس کو اس مضمون کی خبر نہیں جو موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں میں ہے) صحف موسیٰ سے تورات مراد ہے۔

پوری و فاء والے:

آیت ۳۷: وَإِبْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّىٰ (اور ابراہیم کے صحیفوں میں جس نے احکام کی پوری بجا آوری کی) ابراہیم سے صحف ابراہیم میں۔ وفی۔ توقیر و تکمیل کی۔ جیسا دوسرے مقام پر فرمایا فَاَتَمَّهُنَّ۔ [البقرہ۔ ۱۲۳] اور وفی کو مطلقاً ذکر کیا۔ تاکہ ہر و فاء کو شامل ہو۔

قراءت: یہ تخفیف سے وفی پڑھا گیا ہے۔ تشدید تو و فاء میں مبالغہ کو ظاہر کرنے کیلئے ہے۔

قول حسن رحمہ اللہ: اللہ تعالیٰ نے جو ان کو حکم دیا انہوں نے اسے پورا کر دیا۔

عطاء بن السائب رحمہ اللہ: انہوں نے عہد کیا کہ وہ مخلوق سے سوال نہ کرے گا۔ جب ان کو آگ میں ڈالا گیا۔ تو جبریل علیہ السلام نے ان کو کہا۔ کیا کوئی کام میرے ذمہ ہے؟ انہوں نے کہا حاجت تو ہے مگر تجھ سے نہیں؟ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انہوں نے ہر روز صدر نہار میں چار رکعت پڑھنے کا عہد کیا تھا اس کو پورا کیا۔ (طبرانی، ابی حاتم)

اور یہی صلوة الضحیٰ ہے روایت میں وارد ہے۔ کہ آپ نے فرمایا کیا میں تمہیں یہ بتلاؤں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنا خلیل جس نے وفا کی۔ کیوں فرمایا؟ اس لئے کہ آپ صبح اور شام کو یہ کلمات پڑھتے تھے فسبحان اللہ حین تمسون۔

الی حین تظہرون (رواہ احمد ۳/۳۳۹)

ایک قول یہ ہے: انہوں نے فرمانبرداری کا حصہ پورا کر دیا اور وہ تم میں خصائل تین حصے ہیں۔ نمبر ۱۔ دس توبہ میں التائبون سے مذکور ہیں۔ نمبر ۲۔ اور دس احزاب میں مذکور ہیں ان المسلمین الایة اور نمبر ۳۔ دس المؤمنون میں قد افلح المؤمنون۔

آیت ۳۸: پھر موسیٰ و ابراہیم علیہما السلام کے صحف کا مضمون بتلایا۔ اَلَّا تَنْزِرُوْا زِرَّةً وَّ زِرَّةً اٰخْرٰی (کہ کوئی شخص کسی کا گناہ اپنے اوپر نہیں اٹھا سکتا) تنزیر یہ وزر یزر سے لیا گیا۔ جبکہ کوئی گناہ کر لے۔ و زر گناہ کو کہتے ہیں۔ ان مخففہ من المشقلہ ہے۔ معنی یہ ہے شان یہ ہے کہ گناہ نہ اٹھائے گا۔ ضمیر شان ہے۔ اور ان اور ما بعد کا محل مجرور ہے کیونکہ یہ ماضی صحف موسیٰ سے بدل ہے۔ نمبر ۲۔ محلا مرفوع ہے۔ هو الا تنزیر۔ گویا کسی کہنے والے نے کہا ابراہیم و موسیٰ کے صحائف میں کیا ہے؟ تو جواب آیا۔ الا تنزیر و ازرة و زر اخراى۔ یعنی کوئی نفس دوسرے نفس کا گناہ نہ اٹھائے گا۔ دوسرے کی کوشش کام دے گی:

آیت ۳۹: وَاِنْ لِّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَسْعٰی (اور انسان کے لئے صرف اپنی ہی کمائی ملے گی) ماسعی یعنی اس کی کوشش۔ اور یہ بھی ابراہیم و موسیٰ علیہما السلام کے صحائف کی بات ہے۔ میت کی طرف سے صحیح روایات میں صدقہ اور حج کرنا مذکور ہے۔ تو اس کے متعلق اقوال ہیں۔ نمبر ۱۔ اس کو دوسرے کی کوشش کام نہ دے گی جب تک اپنی کوشش نہ ہوگی۔ اور وہ اپنی کوشش ایمان کا پایا جانا ہے۔ اس صورت میں دوسرے کا عمل گویا اس کا اپنا عمل شمار ہوگا۔ کیونکہ وہ ایمان کے تابع اور ایمان کے ساتھ قائم ہے۔ اور اس وجہ سے کہ غیر کی کوشش اس کو کام نہ دے گی۔ جبکہ وہ اپنی ذات کی خاطر کرے۔ مگر جب اس نے اس کی نیت کر لی تو وہ اس کام میں اس کا نائب و وکیل اور قائم مقام ہو گیا۔

آیت ۴۰: وَاَنْ سَعِیْہٖ سَوْفَ یُرٰی (اور یہ کہ انسان کی کوشش بہت جلد دیکھی جائے گی) یعنی وہ اپنی کوشش و کارکردگی قیامت کے دن اپنے میزان میں دیکھے گا۔

آیت ۴۱: ثُمَّ یُجْزٰہُ الْجِزَآءَ الْاَوْفٰی (پھر اس کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا) پھر بندے کو اس کی کوشش کا بدلہ دیا جائے گا۔ عرب کہتے ہیں جزاء اللہ عملہ۔ و جزاء علی عملہ۔ حذف جار کے ساتھ فعل کے ساتھ ملا کر۔ معنی دونوں طرح یکساں ہے۔ اور یہ بھی درست ہے کہ ضمیر جزاء کی طرف راجع ہو۔ پھر اس کی تفسیر فرمائی۔ الجزاء الاوفی۔ پوری جزاء یا اس کے بدلے میں دے گا۔

آیت ۴۲: وَاَنَّ اِلٰی رَبِّکَ الْمُنْتَهٰی (اور یہ کہ سب آپ کے رب کے پاس پہنچنا ہے) یہ تمام باتیں صحف اولیٰ کی ہیں۔ المنتہی۔ یہ مصدر ہے جس کا معنی انتہاء ہے۔ مخلوق اسی تک پہنچے گی اور اس کی بارگاہ میں لوٹے گی۔ جیسا کہ فرمایا۔ والی اللہ المصیر۔ [آل عمران۔ ۲۸]

آیت ۴۳: وَاِنَّہٗ هُوَ اَضْحٰکٌ وَاَبْکٰی (اور یہ کہ وہی ہنساتا اور رلاتا ہے) یعنی ہنسنے اور رونے کو اسی نے پیدا کیا ہے۔

وَأَنَّ عَلَيْهِ النَّشْأَةَ الْآخِرَىٰ ۗ ﴿٤٧﴾ وَأَنَّهُ هُوَ أَغْنَىٰ وَأَقْنَىٰ ۗ ﴿٤٨﴾ وَأَنَّهُ هُوَ رَبُّ الشِّعْرَىٰ ۗ ﴿٤٩﴾

اور یہ کہ اسی کے ذمہ ہے دوبارہ پیدا کرنا اور یہ کہ اسی نے دولت دی اور پونجی اور یہ کہ وہی شعری کا رب ہے

وَأَنَّهُ أَهْلَكَ عَادًا الْأُولَىٰ ۗ ﴿٥٠﴾ وَثَمُودَ أَفْمَا أَبْقَىٰ ۗ ﴿٥١﴾ وَقَوْمَ نُوحٍ مِّنْ قَبْلُ ۗ إِنَّهُمْ كَانُوا هُمُ

اور یہ کہ اس نے عاد اولیٰ کو ہلاک کیا اور ثمود کو بھی سو باقی نہیں رکھا اور اس سے پہلے نوح کی قوم کو بیشک یہ لوگ خوب بڑھ کر ظالم

أظلم وأطغىٰ ۗ ﴿٥٢﴾ وَالْمُؤْتَفِكَةَ أَهْوَىٰ ۗ ﴿٥٣﴾ فَخَشَاهَا عَصَىٰ ۗ ﴿٥٤﴾ فَبِأَيِّ آيَاتِكَ تَتْمَارَىٰ ۗ ﴿٥٥﴾

اور سرکش تھے اور اتنی ہوئی بستیوں کو پھینک دیا سوان بستیوں کو ڈھانپ لیا جس چیز نے ڈھانپا ہو تو اپنے رب کی کن کن نعمتوں میں شک کرتا رہے گا۔

هَذَا نَذِيرٌ مِّنَ النَّذِرِ الْأُولَىٰ ۗ ﴿٥٦﴾ أَرَأَيْتِ الْإِنزِفَةَ ۗ ﴿٥٧﴾ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُونِ اللَّهِ

یہ ایک ڈرانے والا ہے پرانے ڈرانے والوں میں سے جدی آنے والی قریب آچھنی اللہ کے سوا اس کا کوئی بھانے

كَاشِفَةٌ ۗ ﴿٥٨﴾ أَفَمِنْ هَذَا الْحَدِيثِ تَعْجَبُونَ ۗ ﴿٥٩﴾ وَتَضْحَكُونَ وَلَا تَتَّبِعُونَ ۗ ﴿٦٠﴾ وَ

والا نہیں کیا اس بات سے تعجب کرتے ہو اور ہنستے ہو اور روتے نہیں ہو اور

أَنْتُمْ سَمِدُونَ ۗ ﴿٦١﴾ فَاسْجُدُوا لِلَّهِ وَاعْبُدُوا ۗ ﴿٦٢﴾ السَّجْدَةُ

تم تکبر کرتے ہو سوا اللہ سجدہ کرو اور عبادت کرو۔

ایک قول: نمبر ۱۔ اس نے حزن و مزاج کو پیدا کیا۔ نمبر ۲۔ وہ مؤمن کو عطیات دیکر آخرت میں ہنسائے گا اور دنیا میں نوائب و مصائب سے رلائے گا۔

آیت ۳۴: وَأَنَّهُ هُوَ أَمَاتٌ وَأَحْيَا (اور یہ کہ وہی مارتا ہے اور زندہ کرتا ہے) ایک قول یہ ہے: اس نے باء کو موت دی اور بیٹوں کو زندہ کیا۔ نمبر ۲۔ کفر سے موت اور ایمان سے زندگی۔ نمبر ۳۔ یہاں موت دی اور وہاں زندہ کر دیا۔

آیت ۳۵: وَأَنَّهُ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ (اور یہ کہ وہی دونوں قسم نر اور مادہ کو نطفہ سے بناتا ہے)

آیت ۳۶: مَنْ نُطْفَةٍ إِذَا تُمْنَىٰ (جب نطفہ رحم میں ڈالا جاتا ہے)۔ جبکہ رحم میں چپکایا جائے عرب کہتے ہیں منیٰ و امنیٰ

آیت ۴۷: وَأَنَّ عَلَيْهِ النَّشْأَةَ الْآخِرَىٰ (اور یہ کہ دوبارہ پیدا کرنا اسی کے ذمہ ہے) موت کے بعد زندہ کرنا۔

آیت ۴۸: وَأَنَّهُ هُوَ أَغْنَىٰ وَأَقْنَىٰ (اور یہ کہ وہی غنی کرتا ہے اور سرمایہ دے کر باقی رکھتا ہے) اقنی۔ کا معنی۔ القنیہ یعنی مال دیتا ہے۔ قنیہ وہ مال جس کو محفوظ کر کے پکا ارادہ ہو کہ اس کو اپنے ہاتھ سے نہ نکالے گا۔

آیت ۴۹: **وَإِنَّهُ هُوَ رَبُّ الشَّعْرَىٰ** (اور یہ کہ وہی رب ہے شعری کا) شعری ستارہ ہے جو جوزاء کے بعد طلوع ہوتا ہے۔ جبکہ موسم شدید گرمی کا ہوتا ہے۔ بنو خزاعہ اس کی پوجا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تو ان کے بنائے ہوئے معبود کا رب ہے۔

آیت ۵۰: **وَإِنَّهُ أَهْلَكَ عَادَ الْأُولَىٰ** (اور یہ کہ اس نے قوم عاد کو ہلاک کیا) یہ ہود علیہ السلام کی قوم ہے۔ عاد آخری قوم ثمود کا لقب ہے۔

قراءت: مدنی، بصری نے سوائے سہل کے تنوین کو لام میں مدغم کر کے پڑھا۔ **عَادَ الْأُولَىٰ**۔ اور ہمزہ اولیٰ کو گرایا۔ اور اس کا ضمہ لام تعریف کی طرف منتقل کر دیا۔

آیت ۵۱: **وَتَمُودًا فَمَا أَبْقَىٰ** (اور ثمود کو بھی کہ ان میں سے کسی کو باقی نہیں چھوڑا) حمزہ عاصم نے ثمود ا پڑھا۔ باقی قراء نے و ثمود ا پڑھا۔

نحو: اس کا عطف عاد ا پر ہے یہ فَمَا أَبْقَىٰ کی وجہ سے منصوب نہیں ہے۔ کیونکہ فَا كَا مَابَعْدَ مَاقَبْلٍ پر عامل نہیں بن سکتا۔ تم اس طرح نہیں کہہ سکتے۔ زیدًا فضربت۔ اسی طرح نفی کے مابعد کا حال ہے کہ وہ بھی ماقبل میں عمل نہیں کرتا۔ معنی یہ ہے۔ اھلك ثمود فَمَا أَبْقَاهُمْ۔ اس نے ثمود کو ہلاک کیا پس ان کو باقی نہ چھوڑا۔

آیت ۵۲: **وَقَوْمَ نُوحٍ مِّنْ قَبْلُ** (اور ان سے پہلے قوم نوح کو) یعنی قوم نوح کو عاد و ثمود سے پہلے ہلاک کیا۔ **إِنَّهُمْ كَانُوا هُمْ أَظْلَمَ وَأَطْغَىٰ** (بیشک وہ سب سے زیادہ ظالم اور شریر تھے) عاد و ثمود سے بڑھ کر۔ کیونکہ وہ نوح علیہ السلام کو اتنا مارتے یہاں تک کہ ان میں حرکت نہ رہتی۔ اور ان سے دوسروں کو نفرت دلاتے یہاں تک کہ اپنے بچوں کو ان کی بات سننے سے ڈراتے۔

آیت ۵۳: **وَالْمُؤْتَفِكَةَ** (اور لٹی ہوئی بستیاں) وہ بستیاں جن کو ان کے رہنے والوں سمیت پلٹ دیا۔ وہ قوم لوط علیہ السلام ہے۔ عرب کہتے ہیں۔ **أَفَكَ فَاَنْتَفَكَ**۔ اس کو الٹا تو وہ الٹ گیا۔

أَهْوَىٰ (پھینک مارا) ان کو آسمان کی طرف بلند کیا۔ جبرئیل علیہ السلام نے اپنے پر کے کنارہ پر زمین سمیت اٹھایا۔ پھر زمین پر دے مارا۔

نحو: **الْمُؤْتَفِكَةَ**۔ یہ اہویٰ کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

آیت ۵۴: **فَعَشَّهَا** (پھر ان بستیوں کو گھیر لیا) **مَا عَشَّىٰ** (جس چیز نے گھیر لیا) ما کا ابہام اس عذاب کی خوفناکی اور بڑائی کو ظاہر کر رہا ہے۔ جو ان پر برسایا گیا۔ ان پر تہہ بہ تہہ پتھر برسائے۔

کسی نعمت میں شک ہے؟

آیت ۵۵: فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكَ تُشْكِرُونَ (پس تو اپنے رب کی کونسی نعمت میں شک کرتا ہے) اے مخاطب تَتَمَّازِي (شک کرنا) کیا ان نعمتوں کے ساتھ جن سے تمہیں انعامات کا والی بنایا۔ نمبر ۲۔ یا وہ نعمتیں جو ناراضگی کی طرف سے تیرے لئے کفایت کرتی ہیں۔ نمبر ۳۔ کونسی نعمتوں کے سبب سے جو تیرے رب کی ربوبیت و وحدانیت پر دلالت کرنے والی ہیں ان میں سے کس میں تو شک کرتا ہے۔

آیت ۵۶: هَذَا نَذِيرٌ (یہ ایک ڈرانے والا ہے) یہ من جملہ ان پہلے آئی ہوئی تنبیہات کے ایک تنبیہ ہے تَذِيرٌ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں، مِّنَ النَّذْرِ الْأُولَى (پہلے ڈرانے والوں میں سے ہے) اولیٰ۔ جماعت کا لحاظ کر کے کہا۔ یا ہذا القرآن یہ قرآن پہلے نذیروں میں سے ایک نذیر ہے۔ یعنی یہ انداز کوئی نیا نہیں بلکہ پہلے اندازات کی جنس سے ہے وہ اندازات جن سے تم سے پہلے لوگوں کو ڈرایا گیا۔

آیت ۵۷: أَزِفَتِ الْأَرْفَةُ (وہ جلدی آنے والی قریب آ پہنچی) جس کی قرب سے صفت کی گئی ہے جیسا اس ارشاد میں ہے اقتربت الساعة [التمر]۔

آیت ۵۸: لَيْسَ لَهَا مِنْ دُونِ اللَّهِ كَاشِفَةٌ (اللہ تعالیٰ کے سوا اس کو کوئی ہٹانے والا نہیں) اس کو کوئی نفس دور نہیں کر سکتا وہ واضح ہے کہ کب قائم ہوگی۔ جیسا کہ فرمایا لایجلیہا لوقتہا الا هو [الاعراف۔ ۱۸۷] یا اس کو کوئی نفس دور نہیں کر سکتا یعنی جو دور کرنے پر قادر ہو۔ جبکہ اللہ تعالیٰ اس کو برپا کر دیں گے اس کو کوئی مال

نہیں سکتا۔

آیت ۵۹: أَفَمِنْ هَذَا الْحَدِيثِ تَعْجَبُونَ (کیا تم اس کلام خداوندی سے تعجب کرتے ہو) الحدیث سے قرآن مراد ہے تم انکار کرتے ہو تعجب کرتے ہو۔

آیت ۶۰: وَتَضْحَكُونَ وَلَا تَبْكُونَ (اور تم ہنستے ہو۔ اور روتے نہیں ہو) تم مذاق کے طور پر ہنستے ہو اور ڈرتے ہوئے روتے نہیں ہو۔

آیت ۶۱: وَأَنْتُمْ سَمِدُونَ (اور تم تکبر کرتے ہو) اس سے غافل ہو اور تم کھیل کود کرنے والے ہو۔ کفار جب قرآن سنتے غناء سے اس کا مقابلہ کرتے۔ تاکہ لوگوں کو اس کے سننے سے مشغول کریں۔

آیت ۶۲: فَاسْجُدُوا لِلَّهِ وَاعْبُدُوا (پس تم اللہ ہی کیلئے سجدہ کرو اور اسی ہی کی عبادت کرو) اور اس کے سوا غیر اللہ کی عبادت مت کرو۔

الحمد للہ بعد العشاء تفسیری ترجمہ لیلۃ الجمعة مکمل ہوا

سُورَةُ الْقَمَرِ مَكِّيَّةٌ وَمِنْ خَمْسِينَ آيَةً وَقِيلَتْ بُرُوءًا

سورۃ القمر مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اسکی پچیس آیتیں اور تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَالنَّشَقُ الْقَمَرُ ۝۱؎ وَاِنْ يَّرَوْا آيَةً يُعْرَضُوا وَيَقُولُوا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ۝۲؎

قیامت قریب آ پہنچی اور چاند شق ہو گیا اور یہ لوگ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو اعراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ جادو ہے جو ابھی ختم ہو جانے والا ہے

وَكَذَّبُوا وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ وَكُلُّ أَمْرٍ مُّسْتَقَرٌّ ۝۳؎ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنَ الْاَنْبَاءِ مَا فِيهِ

اور انہوں نے جھٹلایا اور اپنی خواہشوں کا اتباع کیا اور ہر بات فرار پانے والی ہے اور بلاشبہ ان کے پاس ایسی خبریں آئی ہیں جن میں ہارتے کے نئے

مُرْدَجِرٌ ۝۴؎ حِكْمَةٌ بِاللِّغَةِ فَمَا تَعْنِ النَّذْرُ ۝۵؎ فَتَوَلَّوْا عَنْهُمْ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى

عبرت ہے یعنی اعلیٰ درجے کی حکمت ہے۔ سو ڈرانے والی چیزیں ان کو کچھ فائدہ نہیں دے رہی ہیں۔ سو آپ ان سے اعراض کیجئے جس دن بلانے والا ایسی

شَيْءٍ تُنْكِرُ ۝۶؎ خَشَعًا اَبْصَارُهُمْ يُخْرِجُونَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنْهُمْ جُرَادٌ مُّنتَشِرٌ ۝۷؎

چیزوں کی طرف بلانے گا جو ناگوار ہوگی اسکی آنکھیں پھٹکی ہوئی ہوں گی قبروں سے نکل رہے ہوں گے جیسے ٹڈیاں پھیلی ہوئی ہوتی ہیں

مُهْطِعِينَ اِلٰى الدَّاعِ يَقُولُ الْكٰفِرُونَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ۝۸؎ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمٌ نُّوحٌ

بلانے والے کی طرف دوڑتے ہوئے جا رہے ہوں گے کافر لوگ کہیں گے کہ یہ بڑا سخت دن ہے۔ ان سے پہلے نوح کی قوم نے

فَكَذَّبُوْا عِبْدَنَا وَقَالُوْا مَجْنُوْنَ وَاِنَّا لَمُرْدَجِرٌ ۝۹؎

جھٹلایا سوا انہوں نے ہمارے بندہ کو جھٹلایا اور کہنے لگے کہ یہ دیوانہ ہے اور اسے جھڑک دیا گیا

معجزہ شق قمر

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَالنَّشَقُ الْقَمَرُ ۝۱؎ وَاِنْ يَّرَوْا آيَةً يُعْرَضُوا وَيَقُولُوا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ۝۲؎ وَكَذَّبُوا وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ وَكُلُّ أَمْرٍ مُّسْتَقَرٌّ ۝۳؎

قیامت نزدیک آ پہنچی اور چاند شق ہو گیا۔ اور یہ لوگ اگر کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو ٹال دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ جادو ہے

جو ابھی ختم ہو جائے گا اور ان لوگوں نے جھٹلایا اور اپنی نفسانی خواہشوں کی پیروی کی اور ہر بات کو قرار آجاتا ہے۔
آیت ۱: اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ قِيَامَتٌ قَرِيبٌ آگئی۔ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ چاند پھٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا۔ قراءت: وقد انشق پڑھا گیا
مطلب یہ ہوگا۔ قیامت قریب آگئی اور اس کے قرب کے نشانات بھی ظاہر ہو گئے۔ کہ چاند پھٹ گیا ہے۔ یہ اس طرح ہے جیسا
مخاورہ میں کہتے ہیں۔ اقبل الامير وقد جاء البشر بقدمه۔ امیر آ رہا ہے اور اس کی آمد کی اطلاع کرنے والا آچکا ہے۔

قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ:

میں نے خود حراء کو چاند کے دونوں ٹکڑوں کے درمیان دیکھا۔ ایک قول یہ ہے: اس کا معنی یہ ہے۔ قیامت کے دن پھٹ
جائے گا۔

قول جمہور:

کہ یہ معجزہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر ہوا۔ یہ بخاری و مسلم میں مروی ہے۔

سوال: اگر چاند پھٹتا تو اطراف کے لوگوں پر مخفی نہ رہتا۔ اور اگر کفار کے ہاں ظاہر ہوا ہوتا تو وہ اس کو نقل کرتے اور نقل متواتر سے
نقل کرتے۔ کیونکہ طبائع عجیب اشیاء کو پھیلانے کی عادی ہیں۔

جواب: ممکن ہے بادل کی وجہ سے ان کے سامنے نہ آیا ہو۔ (جب واقعات کا ہے تو کونسا ہر وقت لوگ رات کو آسمان کی طرف ٹکٹکی
باندھ کر دیکھتے ہیں)

آیت ۲: وَانْ يَرَوْا (اگر اہل مکہ دیکھتے ہیں۔) آيَةً (ایسی نشانی) جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی پر دلالت کرتی
ہو۔ يُعْرِضُوا وہ اس پر ایمان لانے سے اعراض کر رہے ہیں۔ وَيَقُولُوا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ مضبوط و طاقتور جادو۔ یہ المرۃ سے
بنا ہے جس کا معنی قوت ہے۔ نمبر ۲۔ ہر وقت چھادینے والا۔ نمبر ۳۔ گزر کر ختم ہو جانے والا۔ زائل اور نابود ہونے والا۔

آیت ۳: وَكَذَّبُوا اور انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا۔ وَاتَّبَعُوا اَهْوَاءَهُمْ اہواء جو شیطان نے ان کے سامنے
پیش کیا کہ ظاہر ہونے کے بعد بھی حق کو روکا۔ وَكُلُّ امْرٍ امر سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ مراد ہے۔ مُسْتَقِرٌّ اپنے وقت میں ہو کر
رہے گا۔ ایک قول یہ ہے: کل ہر مقدرہ پر واقع ہوگی اور ایک قول: ہر کام ان کے کاموں میں عنقریب ثابت اور ثواب و
عقاب کے ظہور کے وقت قائم ہو جائے گا۔

آیت ۴: وَلَقَدْ جَاءَهُمْ (اور ان لوگوں کے پاس آچکی ہیں)۔ ہم سے اہل مکہ مراد ہیں۔ مِنَ الْاَنْبَاءِ (اتنی خبریں)۔ قرآن
مجید میں جو قرون گزشتہ کی خبریں دی گئی ہیں۔ یا آخرت کے حالات اور خبریں اور کفار کو ہونے والے عذاب کی تفصیلات جو بیان کر
دی گئی ہیں۔ مَا فِيهِ مُزْدَجَرٌ (کہ ان میں کافی عبرت ہے)۔ کفر سے روک، تنبیہ و ممانعت ہے جیسا تم کہو۔ زجرتہ و
ازدجرتہ، یعنی میں نے اس کو روکا۔

فَاِنَّهَا: ازدجر اصل میں ازتجر ہے۔ تاء کو دال سے بدل دیا کیونکہ تاء حرف مہوس ہے۔ اور راء مجھور ہے۔ تاء کو حرف مجھور سے بدل لیا۔ تاکہ مناسب ہو جائیں یہ کتاب سیبویہ کے آخر میں مذکور ہے۔

آیت ۵: حِكْمَةٌ (وہ دانشمندی ہے)۔ نَحْوٌ: یہ ما سے بدل ہے۔ نمبر ۲۔ ہو حکمة۔ بِالْغَةِ (اعلیٰ درجہ کی)۔ انتہائی درست یا نمبر ۲۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان تک پہنچنے والی ہے۔ فَمَا تُغْنِ النُّذْرُ لیکن خوف دلانے والی چیز ان کو کچھ فائدہ ہی نہیں دیتی ہے۔

نَحْوٌ: مانفی کیلئے ہے اور النذر مصدر بمعنی انذار ہے۔

قیامت کا ہولناک منظر:

آیت ۶: قَتَوْلًا عَنْهُمْ (پس آپ ان کی طرف سے کچھ خیال نہ کیجئے)۔ اس لئے کہ آپ جانتے ہیں کہ ڈرانا ان کے کچھ کام نہ آئے گا۔ یَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ (جس دن ایک بلانے والا فرشتہ بلائے گا)۔ نحو قراءت: یہ یخروجون کی وجہ سے منسوب ہے۔ نمبر ۲۔ اذکر کا ظرف ہونے کی وجہ۔ الداعی الی الداعی۔ میں سہل یعقوب وکی نے دونوں میں یاء پڑھے۔ اور مدنی نے ان کی موافقت کی۔ ابو عمرو نے وصل میں جنہوں نے یاء کو ساکت کیا اور کسرہ پر اکتفاء کیا۔ اور یدع سے واو کو حذف کیا کتابت میں اتباع لفظی کی وجہ سے۔ الداعی۔ یہ اسرافیل علیہ السلام ہونگے۔ الی شئء نکر (ناگوار چیز کی طرف) ناگوار سواکن ہونے کی وجہ سے لوگ اس کو جاننا بھی گوارہ نہ کریں گے۔ کیونکہ اس جیسی چیز کا آج تک سامنا نہیں ہوا۔ اور وہ قیامت کا ہولناک منظر ہے۔ قراءت: نکر۔ کی نے کاف کو تخفیف سے پڑھا ہے۔

آیت ۷: خُشَعًا ابْصَارُهُمْ (ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی) قراءت: عراقی قراء نے سوائے عاصم کے خاشعاً پڑھا ہے۔ نَحْوٌ: یہ خارجیوں سے حال ہے۔ اور یہ آنکھوں کا فعل ہے۔ اور مذکر لایا گیا ہے جیسا کہتے ہیں یخشع ابصارہم دیگر قراء نے خُشَعًا پڑھا اور یخشعن ابصارہم مؤنث کا معنی لیا۔ یہ ان کی لغت ہے جو کہتے ہیں اکلونی البراغیث۔ نمبر ۲۔ اور یہ بھی درست ہے کہ خُشَعًا میں ہم ضمیر ہو اور ابصارہم اس سے بدل ہو۔ اور خشوع ابصار یہ ذلت سے کنایہ ہو کیونکہ قیامت کے روز ذلیل کی ذلت اور عزیز کی عزت آنکھوں میں ظاہر ہو رہی ہوگی۔ یخروجون من الابدان (قبروں سے نکل رہے ہوں گے)۔ كَانَهُمْ جَرَادٌ مُّنتَشِرٌ (ایسے جیسے مڈی پھیل جاتی ہے)۔ کثرت تعداد اور ہر جانب منتشر ہونے سے تشبیہ دی۔ کہ انسان بھی کثرت و موجیں مارنے میں مکڑی کی طرح ہونگے۔ کثیر اور موجوں کی طرح ٹھانٹیں مارنے والے لشکر کو کہتے ہیں۔ جفاؤ و کالجراد وہ لشکر آیا مکڑی کی طرح کثرت میں ایک دوسرے میں گھسا چاہتا ہے۔

آیت ۸: مُهْطِعِينَ إِلَى الدَّاعِ (بلانے والے کی آواز کی طرف دوڑے چلے جا رہے ہونگے)۔ اپنی گردنوں کو اٹھائے تیزی سے جا رہے ہونگے۔ يَقُولُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ (اور کافر کہتے ہونگے یہ دن بڑا سخت ہے)۔

فَدَعَا رَبَّهُ أَنِّي مَغْلُوبٌ فَانْتَصِرْ ۝۱۰ فَفَتَحْنَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ بِمَاءٍ مُنْهَمِرٍ ۝۱۱ وَفَجَّرْنَا الْأَرْضَ عُيُونًا

ہو اس نے اپنے رب سے دعا کی کہ بیشک میں مغلوب ہوں میری مدد فرمائیے سو ہم نے آسمان کے دروازے خوب زیادہ برسے والے پانی سے کھول دیئے اور ہم نے زمین میں چشمے جاری کر دیئے

فَالْتَقَى الْمَاءُ عَلَىٰ أَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ۝۱۲ وَحَمَلْنَاهُ عَلَىٰ ذَاتِ الْأَوَاجِ وَدُسِّرَ ۝۱۳ تَجْرِي بِأَعْيُنِنَا ۝

پھر پانی اس کام کے لئے مل گیا جس کا فیصلہ کر دیا گیا تھا اور ہم نے نوح کو تختوں اور میٹھوں والی کشتی پر سوار کر دیا جو ہماری نگرانی میں چل رہی تھی

جَزَاءً لِّمَن كَانَ كُفِرًا ۝۱۴ وَلَقَدْ تَرَكْنَاهَا آيَةً فَهَلْ مِنْ مُدْكِرٍ ۝۱۵ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرٍ ۝۱۶

یہ اس شخص کا بدلہ لینے کے لئے کیا گیا جس کی نافرمانی کی گئی اور بلاشبہ ہم نے اس واقعہ کو عبرت بنا کر چھوڑ دیا سو کیا کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا پھر کیسا؟ و امیر عذاب اور میرا ڈرانا

وَلَقَدْ يَسِّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدْكِرٍ ۝۱۷

اور البتہ یہ یقینی بات ہے کہ ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان کر دیا سو کیا کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا۔

تکذیبِ رسل کا مرض:

آیت ۹: كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ (ان سے پہلے جھوٹا قرار دیا۔) اہل مکہ سے پہلے قَوْمِ نُوحٍ فَكَذَّبُوا عَبْدَنَا (قوم نوح نے اور ہمارے بندے کی تکذیب کی)۔ عبدنا سے نوح علیہ السلام مراد ہیں۔

تکذیب کو دوبارہ لائے۔ یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ انہوں نے تکذیب کے بعد تکذیب کی۔ جب ان میں سے ایک جھٹلانے والی قرن چلی گئی اس کے بعد ایک قرن اور تکذیب کرنے والی آگئی۔ نمبر ۲۔ قوم نوح نے رسولوں کو جھٹلایا پھر انہوں نے ہمارے بندے کی تکذیب کی۔ مطلب یہ ہے جب وہ شدت سے رسولوں کے انکاری تھے اور سرے سے نبوت کے ہی قائل نہ تھے آخر میں نوح کو بھی جھٹلایا کیونکہ وہ بھی من جملہ رسولوں میں سے تھے۔

وَقَالُوا مَجْنُونٌ (اور کہا یہ دیوانہ ہے)۔ (ای ہو مجنون) وہ دیوانہ ہے۔ وَاذْذُجَرَ (اور اس کو دھمکی دی گئی)۔ انہوں نے گالی گلوچ اور قتل کی دھمکی دی تاکہ ادائے رسالت سے باز رہیں۔ نمبر ۲۔ ان کے منجملہ اقوال میں سے یہ بات تھی۔ کہ وہ کہنے لگے وہ مجنون اور اس کو جنات نے منحوظ الحواس کر دیا اور بے عقل بنا دیا کذا قال مجاہد۔

آیت ۱۰: فَدَعَا رَبَّهُ أَنِّي مَغْلُوبٌ (تو نوح علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی کہ میں در ماندہ ہوں)۔ تو ان سے انتقام لے۔ انی سے پہلے باء سببیہ محذوف ہے۔ اس لئے کہ میں مغلوب ہوں میری قوم نے مجھ پر غلبہ کیا اور میری بات نہ سنی اور ان کے جواب سے مایوسی پختہ ہو گئی۔ فَانْتَصِرْ (تو میرا ان سے انتقام لے) اس عذاب کے ذریعہ جو آپ ان پر بھیجیں گے۔

آیت ۱۱: فَفَتَحْنَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ (پس ہم نے آسمان کے دروازے کھول دیئے)۔

قراءت: شامی، یزید، سہل، یعقوب نے فففتحنا پڑھا ہے۔

بِمَاءٍ مُّهِمٍّ (کثرت سے برسنے والے پانی سے)۔ جو پے در پے اور کثرت سے بہنے والا ہو۔ وہ پانی چالیس دن تک منقطع نہ ہو۔

آیت ۱۲: وَفَجَّرْنَا الْأَرْضَ عُيُونًا (اور زمین سے چشمے جاری کر دیئے)۔ ہم نے تمام زمین کو ایسا کر دیا گویا اس سے چشمے پھوٹ رہے ہیں۔

بلاغت: یہ جملہ اس سے زیادہ بلوغ ہے۔ و فجرنا عيون الارض۔ فالتقى الماء (پھر پانی مل گیا)۔ یعنی آسمان و زمین کا۔

قراءت: الماء ان بھی پڑھا گیا یعنی دو قسم کا پانی ارضی و سماوی۔

عَلَىٰ أَمْرٍ قَدْ قَدِرَ (اس کام کے پورا ہونے کے لئے جو تجویز ہو چکا تھا) تاکہ اسی حالت میں یورا ہو جس کے مطابق اس نے جیسا چاہا طے کیا۔ نمبر ۲۔ اس کے مطابق جیسا لوح محفوظ میں مقدور و مندرج تھا کہ ایسا ہوگا۔ اور وہ قوم نوح کی طوفان سے ہلاکت مراد ہے۔

آیت ۱۳: وَحَمَلْنَاهُ عَلَىٰ ذَاتِ الْأَوَّاحِ وَدُسْرٍ (اور ہم نے لوح کو ایک تختوں اور میخوں والی کشتی پر سوار کر دیا)۔ اس سے مراد کشتی ہے۔ یہ وہ صفات ہیں جو موصوف کے قائم مقام ہیں اور آسکتی ہیں۔ اور اس کا نائب بن سکتی ہیں کہ اس میں اور اس میں کوئی بھی فاصلہ نہیں جیسے شاعر کا قول ہے۔ ولکن قمیصی مسرودة من حديد۔ مراد شاعر کی یہ ہے لکن قمیصی درع۔

آیت میں غور کرو کہ اگر تم کشتی اور الواح وکیل جمع کرو تو یہ صحیح نہیں۔ (اصل و نائب جمع نہیں ہوتے) یہ فصیح و بدلیج کلام ہے۔ الدسر جمع دسار کی ہے اور وہ کیل کو کہتے ہیں۔ مسار بروزن فعال۔ یہ دسرة سے لیا گیا جس کا معنی دھکیلنا ہے۔ کیونکہ کیل سے اس کے سوراخوں کو پانا جاتا ہے۔

آیت ۱۴: تَجْرِي بِأَعْيُنِنَا (وہ ہماری نگرانی میں چل رہی تھی)۔ نمبر ۱۔ ہماری نگرانی میں۔ نمبر ۲۔ ہماری حفاظت میں۔ مَجْحُورٌ: باعیننا یہ تجری کی ضمیر سے حال ہے۔ اسی محفوظ بنا۔ اس حال میں کہ وہ ہماری حفاظت میں تھی۔ جَزَاءً (بدلہ لینے کیلئے)۔ مَجْحُورٌ: یہ ما قبل فتح ابواب السماء وغیرہ کیلئے مفعول لہ ہے یعنی ہم نے یہ بدلہ لینے کیلئے کیا۔ لِمَنْ كَانَ كُفْرًا (جس کی ناقدری کی گئی تھی)۔ من سے نوح علیہ السلام مراد ہیں۔ نوح علیہ السلام کو مکفور قرار دیا کیونکہ پیغمبر اللہ تعالیٰ کی نعمت و رحمت ہے۔ ارشاد فرمایا۔ وما ارسلناك الا رحمة للعالمين [الانبياء۔ ۱۰۷] پس نوح علیہ السلام وہ نعمت ہوئے جس کی ناقدری کی گئی۔

کشتی نوح جو وہ پر:

آیت ۱۵: وَلَقَدْ تَرَكْنَاهَا (اور ہم نے اس واقعہ کو عبرت کیلئے رہنے دیا)۔ ہا سے مراد کشتی یا ان کا وہ واقعہ جس کو نشانی بنا دیا جس

سے عبرت حاصل کی جاتی ہے۔ قول قتادہ رحمہ اللہ: اس کشتی کو ارض جزیرہ میں باقی رکھا۔

ایک قول:

جو دی پر باقی رکھا اور اس امت کے پہلے لوگوں نے وہ کشتی دیکھی۔

فَهَلْ مِنْ مُدَكِّرٍ (کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔) مد کر نصیحت و عبرت حاصل کرنے والا۔ یہ اصل میں مذکر ہے۔ تا کو دال سے بدل دیا اور دال۔ ذال کا ایک مقام ہے۔ ایک دوسرے میں ادغام کر دیئے گئے۔

آیت ۱۶: فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذْرٍ (پھر دیکھو میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا ہوا)۔ نذر جمع نذیر ہے اور وہ انذار مصدر کے معنی میں ہے۔ قراءت: ونذری، یعقوب نے دونوں جگہ پڑھا۔ وصل میں سہل سے اس کے موافق اور دیگر قراء نے بغیر یاء کے بڑھا اور آخر سورت تک قراء کا یہی اختلاف ملحوظ رہے۔

آیت ۱۷: وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ (اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کیلئے آسان کر دیا ہے)۔ نصیحت اور یاد کرنے کیلئے آسان کر دیا۔ اس طرح کہ کافی شافی مواعظ اس میں رکھ دیئے اور وعدے اور وعیدیں بار بار بیان کر دیں۔ فَهَلْ مِنْ مُدَكِّرٍ کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔ مد کر بمعنی نصیحت حاصل کرنے والا۔ ایک قول یہ ہے: حفظ کیلئے اس کو آسان کر دیا۔ اور جو اس کو یاد کرنے کا ارادہ کرے اس کی مدد و اعانت کر دی۔ کیا کوئی حفظ کا طالب ہے کہ اس کی اعانت کی جائے؟

روایت میں ہے کہا اہل ادیان کی کتب یعنی تورات، انجیل، ان کو دیکھ کر ہی پڑھ سکتے تھے۔ ان کو حفظ نہ کر سکتے تھے۔ جیسا کہ قرآن کو کر سکتے ہیں۔

كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِي ۝۱۸ اِنَّا ارسلنا عليهم ريجاصرًا

جھٹلایا قوم عاد نے سو کیا ہوا میرا عذاب اور میرا ڈرانا ' بیشک ہم نے ان پر سخت ہوا بھیج دی

فِي يَوْمٍ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ۝۱۹ تَنْزِعُ النَّاسُ كَانْتَهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ۝۲۰ فَكَيْفَ

ایسے دن میں جو نوحوست والا تھا دیر تک رہنے والا تھا وہ ہوا لوگوں کو اکھاڑ کر پھینک رہی تھی گویا کہ وہ اکھڑی ہوئی کھجوروں کے تنے ہیں سو کیا ہوا

كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِي ۝۲۱ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّذَكِّرٍ ۝۲۲

میرا عذاب اور میرا ڈرانا اور یہ بات یقینی ہے کہ ہم نے قرآن کو نصیحت کے لئے آسان کر دیا سو کیا کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا۔

كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِالنُّذُرِ ۝۲۳ فَقَالُوا ابشرا منّا وَاِحِدًا تَتَّبِعُهُ اِنَّا اِذَا نَفِى ضَلِّ

قوم ثمود نے ڈرانے والوں کو جھٹلایا سو انہوں نے کہا کیا ہم ایسے انسان کا اتباع کریں جو ہمیں میں سے ایک شخص ہے بیشک اس صورت میں تو ہم بڑی گمراہی اور

وَسُعُرٍ ۝۲۴ اَلْقَى الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشْرٌ ۝۲۵ سَيَعْلَمُونَ عَذَابًا مِّنْ

دیوانگی میں جاویں گے کیا ہم سب کے درمیان سے اسی پر وحی نازل کی گئی؟ بلکہ بات یہ ہے کہ یہ بڑا جھوٹا ہے شیخی باز ہے عقرب کل کو جان لیں گے۔

الْكَذَّابِ الْاَشْرِ ۝۲۶ اِنَّا مَرْسِلُو النَّاقَةَ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ ۝۲۷ وَنَبِّئْهُمْ

کون ہے بڑا جھوٹا شیخی باز بیشک ہم انہیں کو بھیجے والے ہیں ان کی آزمائش کے لئے سو آپ ان کو دیکھتے رہئے اور صبر کیجئے اور آپ انہیں بتادیں

اَنَّ الْمَاءَ قِسْمَةٌ بَيْنَهُمْ كُلُّ شِرْبٍ مُحْتَضَرٌ ۝۲۸ فَنَادُوا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطَى

کہ بیشک پانی تقسیم ہے ان کے درمیان ہر ایک اپنے جانے کی باری پر حاضر ہوا کرے سو انہوں نے اپنے ساتھی کو پکارا سو اس نے حمد کر دیا

فَعَقَرَهُ ۝۲۹ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِي ۝۳۰ اِنَّا ارسلنا عليهم صيحةً وَاِحِدَةً فَكَانُوا

اور کاٹ ڈالا سو کیا ہوا میرا عذاب اور میرا ڈرانا ' بیشک ہم نے ان پر ایک چیخ بھیج دی سو وہ ایسے ہو گئے

كَهَشِيمِ الْمُحْتَظِرِ ۝۳۱ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّذَكِّرٍ ۝۳۲

جیسے ہار گانے والے کا چورا ہوا اور بلاشبہ یہ بات حق ہے کہ ہم نے قرآن کو نصیحت کے لئے آسان کر دیا سو کیا کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا

آیت ۱۸: كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِي (قوم عاد نے جھٹلایا پس میرا عذاب اور ڈرانا کیسا ہوا۔) عذاب کے اترنے سے پہلے جوڈراوے ان کی طرف بھیجے۔ نمبر ۲۔ ان کو مزادینے میں بعد والوں کیلئے جوڈراوے تھے۔

۱۰۵۱۸

آیت ۱۹: اِنَّا ارَّسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا (ہم نے ان پر ایک تند ہوا چھوڑ دی)۔ صر صر: ٹھنڈی یا نمبر ۲۔ سخت آواز والی۔

فِي يَوْمٍ نَّحْسٍ (نحوست کے دنوں میں)۔ مُسْتَمِرًّا (دوامی شر والے)۔ وہ عذاب ان پر مسلط رہا یہاں تک کہ ان کو ہلاک کر دیا۔ یہ مہینہ کی آخری تاریخ بدھ کا دن تھا۔

ہوانے اس کے مقامات سے اُکھاڑ پھینکا:

آیت ۲۰: تَنْزِعُ النَّاسَ (وہ ہوا لوگوں کو اکھاڑ اکھاڑ کر پھینک رہی تھی)۔ ان کے مقامات سے اکھاڑتی تھی۔ وہ صف باندھے ایک دوسرے کے ہاتھ تھام کر کھڑے ہو جاتے۔ گھاٹیوں میں داخل ہو گئے اور گڑھے کھود کر ان میں گھس گئے ہوانے ان کو وہاں سے کھینچ لیا اور اندھے منہ گرا کر ان کی گردنیں توڑ ڈالیں۔ كَانَتْهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُنْقَعِرٍ (گویا وہ اکھڑے ہوئے کھجور کے درختوں کے تنے ہیں)۔ کھجور کا تنا جس کو زمین سے اکھیڑ لیا جائے۔ ان کو کھجور کے تنوں سے مشابہت دی کیونکہ جو ان کے سروں کو کاٹ ڈالتی وہ جسد بلا سر رہ جاتے اور زمین پر مردہ ہو کر گر پڑتے ان کے جسم لمبے لمبے تھے۔

ایک نکتہ:

نخل کے لفظ کا لحاظ کر کے صفت لائی گئی اگر اس کے معنی کا لحاظ کریں تو مؤنث ہوگا۔ جیسا دوسرے مقام پر فرمایا۔ اعجاز نخل خاویہ۔

آیت ۲۱: فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذْرٍ (پس دیکھو میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا ہوا)۔

آیت ۲۲: وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَكِّرٍ (اور ہم نے قرآن کو نصیحت کیلئے آسان کر دیا تو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے)۔

آیت ۲۳: كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِالنُّذْرِ (ثمود نے بھی پیغمبروں کی تکذیب کی)۔

پیغمبر کی بات کو غلطی اور جنون کہا:

آیت ۲۳: فَقَالُوا اَبَشْرًا مِمَّا وَاٰحِدًا (کہنے لگے کیا ہم ایسے شخص کی اتباع کریں گے۔ جو ہماری جنس کا آدمی ہے اور اکیلا ہے) بشرًا منصوب ہے اس فعل کی بنا پر نبتعه جس کی تفسیر کر رہا ہے۔ تقدیر عبارت ہے۔ اَنْتَبِعْ بَشْرًا مِمَّا وَاٰحِدًا۔ اِنَّا اِذَا لَفِئْتُ ضَلَلٍ وَّسُعُرٍ اِگر ہم نے ایسا کیا تو اس صورت میں ہم بڑی غلطی اور پاگل پن میں جا پڑیں گے۔ وہ کہا کرتے تھے۔ کہ اگر تم میری بات نہ مانو گے تو حق سے ہٹ جاؤ گے۔ اور آگ میں پڑو گے۔ سعر جمع سعیر: آگ۔ کفار نے اس بات کا الٹ کر کے کہا۔ اگر ہم تمہاری اتباع کر لیں گے تو ہم اس طرح ہو جائیں جیسا تو ہمیں کہتا ہے۔

ایک قول:

الضلال: غلطی، درستی سے دور ہونا۔ السعرجون: تمہاری اتباع سے ہم غلطی کا شکار ہو کر جنون میں مبتلا ہو جائیں گے۔ کفار کا قول۔ ایشراً۔ یہ انکار ہے اس بات سے کہ وہ اپنے ہم جنس کی اتباع کریں۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ وہ ملائکہ میں سے ہونا چاہیے۔ اور کہنے لگے۔ منّا۔ لہا تا کہ مماثلت تو یہ تاہم ثابت کی جاسکے۔ انہوں نے واحداً کہا۔ اس بات سے انکار ہے کہ جماعت ایک فرد واحد کی پیروی کرے یا واحد سے مراد عامۃ الناس میں سے ہے ان کے اشراف و افضل میں سے نہیں اس مفہوم پر اگلی آیت دلالت کر رہی ہے۔

آیت ۲۵: اَلَّذِي الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْ بَيْنِنَا (کیا ہم سب میں سے اس پر وحی نازل ہوئی۔) مطلب یہ ہے کیا اس پر وحی اتری حالانکہ ہم میں ایسے بھی ہیں جو نبوت کے چناؤ کے لئے اس سے زیادہ مستحق ہیں۔ بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌّ (بلکہ وہ بڑا جھوٹا اور شیخی باز ہے۔) اشیر: شیخی باز، متکبر اس کو اس کی شیخی نے آمادہ کیا ہے کہ یہ دعویٰ کرے کہ ہم پر بڑائی حاصل کرے۔

آیت ۲۶: سَيَعْلَمُونَ غَدًا مِّنَ الْكُذَّابِ الْاَشِرِّ (ان کو عنقریب کل ہی کو معلوم ہو جائے گا۔ کہ جھوٹا شیخی باز کون تھا۔) جب ان پر عذاب اترے گا۔ نمبر ۲۔ قیامت کے دن کہ جھوٹا شیخی باز کون ہے۔ کیا میں صالح یا مجھے جھٹلانے والے؟
قراءت: شامی و حمزہ نے ستعلمون پڑھا ہے۔ اس کو نقل کرتے ہوئے جو ان کو صالح علیہ السلام نے بطور جواب فرمایا۔ نمبر ۲۔ بطور التفات یہ ادخال الہی ہے۔

آیت ۲۷: اِنَّا مُرْسِلُو النَّاقَةِ (ہم اونٹنی کو نکالنے والے ہیں۔) مقرر کرنے اور ان کے مطالبہ پر پہاڑ سے نکالنے والے ہیں۔ فِتْنَةً لَهُمْ (ان کی آزمائش کیلئے) ان کے ابتلاء و امتحان کے لئے۔ نَحْنُ: یہ مفعول لہ ہے۔ نمبر ۲۔ حال ہے۔ فَارْتَقِبْهُمْ (پس ان کو دیکھتے رہو) انتظار کرو اور دیکھتے رہو وہ کیا کرنے والے ہیں۔ وَاصْطَبِرْ (اور صبر رکھو۔) ان کی ایذاؤں پر اور جلدی مت کرنا یہاں تک کہ میرا حکم تمہارے پاس آئے۔

آیت ۲۸: وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَاءَ قِسْمَةٌ بَيْنَهُمْ (اور ان لوگوں کو بتادینا کہ پانی ان میں بانٹ دیا گیا ہے۔) ان کے مابین تقسیم کر دیا گیا ہے۔ ایک دن اونٹنی کا اور دوسرا دن ان کا۔ بینہم۔ عقلاء کو تغلیب دے کر ذکر کیا۔ ورنہ باری تو ان کے جانوروں اور اونٹنی کے مابین تھی۔ کُلُّ شَرْبٍ مُّحْتَضَرٌ (ہر ایک باری پر باری والا حاضر ہوا کرے گا۔) مختصر بمعنی محضو، باری مقرر کیا ہوا۔ ایک دن قوم گھاٹ پر آ موجود ہوا اور ایک دن اونٹنی حاضر ہو۔

قدار بن سالف:

آیت ۲۹: فَنادوا صاحبهم (انہوں نے اپنے رفیق کو بلایا۔) صاحبہم۔ قدار بن سالف شموذ کا چھوٹا سرخا۔ فتعاطی (پس اس

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ بِالَّذُرِّ ۝۳۳ اِنَّا ارسلنا عليهم حاصبًا اِلَّا اَل لُّوطِ نَجَّيْنَهُمْ ۝۳۱

لوٹ کی قوم نے پیغمبروں کو جھٹلایا، بیشک ہم نے ان پر پتھر لانے والی تیز ہوا بھیج دی، سوائے لوٹ کے گھر والوں کے ہم نے انہیں آخری رات میں

بِسِحْرِ ۝۳۲ نِعْمَةٌ مِّنْ عِنْدِنَا ۝ كَذٰلِكَ نَجِزِيْ مَنْ شَكَرَ ۝۳۵ وَلَقَدْ اَنْذَرْنَاهُمْ بَطْشَتَنَا

اپنے فضل سے نجات دے دی، ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں اس شخص کو جو شکر ادا کرے اور لوٹ نے ان کو ہماری گرفت سے ڈرایا تھا

فَتَمَارَوْا بِالَّذُرِّ ۝۳۶ وَلَقَدْ رَاوْدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهِ فَطَمَسْنَا اَعْيُنَهُمْ فَذُوقُوا عَذَابِيْ وَنُذِرٌ ۝۳۷

سو انہوں نے اڑانے کی چیزوں میں جھڑ سے بازی کی اور بے عمل بات یہ ہے کہ ان لوٹوں نے لوٹ کے مہمانوں کو برے ارادہ سے لینا چاہا سو ہم نے ان کی آنکھیں چوہت کر دیں سو کچھ لو میرا عذاب

نے اونٹنی پر وار کیا۔ یعنی عظیم جرم کے ارتکاب کی جرأت کی اور اسکی کوئی پرواہ نہ کی۔ فَعَقَرُوْا (پس اسکی کونچیں کاٹ دیں)۔ یعنی اونٹنی کی۔ نمبر ۲۔ اس نے تلوار لے کر اونٹنی کو آلیا اور قتل کر دیا۔ نمبر ۳۔ اس نے تلوار کو لیا۔ دوسرے مقام پر فرمایا فَعَقَرُوا الناقۃ۔

[۲۱ ف۔۔]

ایک نکتہ:

گویا اس آیت میں مفرد لائے اور دوسری آیت میں جمع لائے اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اس قتل پر سب راضی تھے اس لئے سب گویا شریک تھے۔ نمبر ۲۔ تمام اونٹنی کے قتل میں اس کے معاون تھے۔ تلوار و تیر سے وار والا وہی تھا۔

آیت ۳۰: فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذِرٌ (پس دیکھو میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا ہوا)۔

آیت ۳۱: اِنَّا ارسلنا عَلَيْهِمْ (ہم نے ان پر مسلط کیا)۔ اونٹنی کے ذبح کے چوتھے دن بعد صَيْحَةً وَّ اِحْدَةً (ایک نعرہ)۔

جبریل علیہ السلام نے ان پر چیخ ماری۔ فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ (پس وہ ایسے ہو گئے جیسے کانٹوں کی باڑ لگانے والے کی باڑ

کا چورا)۔ الہشیم: خشک درخت جس کا بھوسہ بنایا جاتا ہے۔ والمحتظر: باڑ لگانے والا اور جس پر باڑ لگائیں اور زیادہ وقت

گزرنے پر وہ خشک ہو جائے اور حیوانات کے پے در پے گزرنے سے وہ روندی جائے اور ٹوٹ کر چورا چور ہو جائے۔

قرآنت: حسن رحمہ اللہ نے مُحْتَظِرٍ پڑھا اور وہ باڑ لگانے کی جگہ ہے۔

آیت ۳۲: وَلَقَدْ يَسْرُنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَكِّرٍ (اور ہم نے قرآن نصیحت حاصل کرنے والے کے لئے آسان کر

دیا ہے پس کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے)۔

آیت ۳۳: كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ بِالَّذُرِّ (قوم لوٹ نے بھی پیغمبروں کی تکذیب کی)۔

آیت ۳۴: اِنَّا ارسلنا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا (ہم نے ان پر پتھروں کا مینہ برسایا)۔ ایسی ہوا بھیجی جو ان پر پتھر پھینکتی تھی۔ اِلَّا اَل لُّوطِ

لُوطِ (مگر لوٹ علیہ السلام کے متعلقین)۔ آپ کی دونوں بیٹیاں اور جو لوگ آپ پر ایمان لائے تھے۔ نَجَّيْنَهُمْ بِسِحْرِ (ان کو

اخیر شب میں ہم نے بچالیا۔) سحر یعنی اسحار اسی لئے اس کو منصرف لائے۔ عرب کہتے ہیں۔ لقیثہ بسحر۔ جبکہ اسی دن کی سحر کو تم ملو۔

ایک قول یہ ہے:

سحر دو ہیں۔ نمبر ۱۔ المسحر الاعلیٰ پو پھوٹنے سے پہلے۔ نمبر ۲۔ پو پھوٹنے کے وقت۔

آیت ۳۵: نِعْمَةٌ (اپنی جانب سے فضل کر کے۔) یہ مفعول لہ ہے یعنی بطور انعام کے مِنْ عِنْدِنَا كَذَلِكَ نَجْزِي مَنْ شَكَرَ جَوْ (شکر کرتا ہے اس کو ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں۔) ایمان اور اپنی اطاعت کی نعمت۔

آیت ۳۶: وَلَقَدْ أَنْذَرَهُمْ (اور لوط علیہ السلام نے ان کو ڈرایا تھا۔) بَطُشْتَنَا (ہماری پکڑ سے۔) عذاب مسلط کرنے سے پہلے۔ فَتَمَّ رَوْا بِالنُّذْرِ (لیکن انہوں نے اس ڈرانے میں جھگڑے پیدا کیے۔) پس انہوں نے ڈرانے والوں میں شک کر کے جھٹلایا۔

آنکھوں کو مٹا دیا:

آیت ۳۷: وَلَقَدْ رَاوَدُوهُ عَنْ صَيْفِهِ (اور ان لوگوں نے لوط علیہ السلام سے ان کے مہمانوں کو بری نیت سے لینا چاہا۔) ان کے مہمانوں سے بے حیائی کا مطالبہ کیا۔ فَطَمَسْنَا أَعْيُنَهُمْ (پس ہم نے ان کی آنکھیں چو پٹ کر دیں۔) یعنی ان کو اندھا کر دیا۔

ایک قول یہ ہے:

ان کی آنکھوں کو مسخ کر کے چہرے کی طرح بنا دیا۔ آنکھوں کے شقوق کا نشان نہ تھا۔ روایت میں ہے کہ جب انہوں نے لوط علیہ السلام کے دروازے کو مروڑا تا کہ وہ اس میں داخل ہوں تو ملائکہ نے کہا۔ ان کو اندر آنے دیں۔ ہم تو تیرے رب کے قاصد ہیں وہ ہرگز تجھ تک پہنچ نہیں سکتے۔ جبرئیل علیہ السلام نے اپنے پر کی ایک جھپٹ ماری۔ ان کو ادھر ادھر بھاگتے چھوڑ دیا۔ ان کو دروازہ کا راستہ نہیں مل رہا تھا۔ یہاں تک کہ لوط علیہ السلام نے خود ان کو دروازے سے باہر نکالا۔ فَذُوقُوا (اور کہا لو چکھو۔) یہ ملائکہ کی زبانی کہا۔ عَذَابِي وَنُذْرِ (میرے عذاب اور ڈرانے کا مزہ)۔

وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ ۖ فَذُوقُوا عَذَابِي وَاذُرْ ۖ ۳۸ وَلَقَدْ

اور یہ بات یقینی ہے کہ صبح سویرے ان پر ایسا عذاب آگیا جو برقرار رہنے والا تھا سوچو لو میرا عذاب اور میرے ڈرانے کا نتیجہ اور یہ بات یقینی ہے

يَسِّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّذَكِّرٍ ۚ ۳۹ وَلَقَدْ جَاءَ آلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ۚ ۴۰

کہ ہم نے قرآن کو نصیحت کے لئے آسان کر دیا سو کیا کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا۔ اور یہ بات واقعی ہے کہ آل فرعون کے پاس ڈرانے کی چیزیں آئی تھیں

كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كِذَّابًا فَآخَذْنَاهُمْ أَخْذَ عَزِيزٍ مُّقْتَدِرٍ ۚ ۴۱ أَكْفَارُكُمْ خَيْرٌ

انہوں نے ہماری تمام نشانیوں کو جھٹلایا سو ہم نے انہیں پکڑ لیا زبردست صاحب قدرت کا پکڑنا کیا تمہارے کافر بہتر ہیں

مِّنْ أَوْلِيكُمْ أَمْ لَكُمْ بَرَاءَةٌ فِي الزُّبُرِ ۚ ۴۲ أَمْ يَقُولُونَ نَحْنُ جَمِيعٌ مُّنتَصِرُونَ ۚ ۴۳

ان لوگوں سے یا تمہارے لئے کتابوں میں کوئی معافی ہے؟ کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ ہماری جماعت ہے جو غالب رہے گی

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ ۚ ۴۴ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهَىٰ وَأَمَرٌ ۚ ۴۵ إِنَّ

عقرب جماعت شکست کھا جائے گی اور پشت پھیر کر چل دیں گے بلکہ قیامت ان کا وعدہ ہے اور قیامت بڑی سخت اور بڑی کڑوی چیز ہے بلاشبہ

الْمُجْرِمِينَ فِي ضَلٰلٍ وَسَعْرٍ ۚ ۴۶ يَوْمَ يُسْحَبُونَ فِي النَّارِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ ذُوقُوا مَسَّ

مجرمین بڑی گمراہی اور بڑی بے عقلی میں ہیں جس دن دوزخ میں چہروں کے بل گھسیٹے جائیں گے پکھ لو دوزخ کا

سَقَرٍ ۚ ۴۷ إِنَّا كُلُّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ ۚ ۴۸ وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ ۚ ۴۹ وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا

عذاب بیشک ہم نے ہر چیز کو انداز سے پیدا کیا اور ہمارا حکم بس ایک بارگی ہوگا جیسے آنکھوں کا جھپکنا اور یہ بات یقینی ہے کہ ہم نے تمہارے جیسے

أَشْيَاءَ عَلَّمَكُمْ فَهَلْ مِنْ مُّذَكِّرٍ ۚ ۵۰ وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوهُ فِي الزُّبُرِ ۚ ۵۱ وَكُلُّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ

لوگوں کو ہلاک کیا تو کیا کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا اور جو کچھ بھی ان لوگوں نے کیا ہے سب کتابوں میں ہے اور ہر چھوٹی بڑی چیز کتابوں میں

مُسْتَطَرٌّ ۚ ۵۲ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّتٍ وَنَهْرٍ ۚ ۵۳ فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ ۚ ۵۴

لکھی ہوتی ہے بیشک پرہیزگار لوگ باغوں میں اور نہروں میں ہوں گے ایک عمدہ مقام میں بادشاہ کے پاس جو قدرت والا ہے۔

آیت ۳۸: وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً (اور صبح سویرے دن کے اول حصہ میں ان پر آ پہنچا۔) عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ (دائمی عذاب) قائم رہنے والا جو ان پر اس طرح قائم ہو گیا کہ جو ان کو آخرت کے عذاب تک پہنچا کر چھوڑے گا۔

آیت ۳۹: فَذُوقُوا عَذَابِي وَنَذِيرِ (تو میرے عذاب اور ڈرانے کا مزہ چکھو۔) دوبارہ لانے کا فائدہ یہ ہے کہ ہر خبر کو سن کر نصیحت

تازہ ہو جائے۔

آیت ۴۰: وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَكِّرٍ (اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان کر دیا۔ پس کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔)

عظیم فائدہ:

تذکیر و نصیحت کی تازگی کے لئے بار بار ان کلمات کو دہرایا گیا۔ کہ دوبارہ متنبہ ہوں اور اس پر آمادہ کرنے سے بیداری میں تجدید ہو جائے۔ اور سورہ رحمان میں بار بار فبای الاء ربکما تکذبان۔ [الرحمان-۱۳] کو لانے کا بھی یہی مقصد ہے۔ ہر نعمت جس کو شمار کرے۔ اس پر اپنے ذہن کو متنبہ کر کے اپنے دل و دماغ کو نئے سرے سے بیدار کرے اور اسی طرح ویل یومئذ للمکذبین [الرسلات-۱۵] میں دوبارہ لانے میں یہی حکمتیں ہیں۔ اور اسی طرح انبیاء علیہم السلام اور ان کے واقعات کو بار بار دہرایا تاکہ وہ عبرتیں دلوں میں متحضر ہو جائیں اور ذہنوں کے سامنے تصویر بن کر آجائیں۔ اور ہر آن میں وہ نصیحت کو یاد دلانے والے ہوں نہ کہ بھلانے والے۔

آیت ۴۱: وَلَقَدْ جَاءَ آلَ فِرْعَوْنَ النَّذِيرِ (اور فرعون کے ساتھیوں کے پاس بھی ڈرانے کی بہت سی چیزیں پہنچیں۔) النذیر: موسیٰ و ہارون اور دیگر انبیاء علیہم السلام یا النذیر جمع نذیر کی ہے بمعنی انذار۔ ڈراوے کی چیزیں۔

آیت ۴۲: كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كُذَّابًا (ان لوگوں نے ہماری تمام نشانیوں کو جھٹلایا۔) آیات سے نو نشانیاں مراد ہیں۔ فَأَخَذْنَاهُمْ أَخْذَ عَزِيزٍ مُّقْتَدِرٍ (ہم نے زبردست قدرت والے کی پکڑ کی طرح ان کو دھر پکڑا۔) عزیز جس پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔ مقتدر اس کو کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی۔

یہ کافر زیادہ شریر ہیں:

آیت ۴۳: اَكْفَارُكُمْ (کیا تمہارے کافر) اے اہل مکہ خَیْرٌ مِّنْ اَوْلَادِكُمْ (ان سے کچھ بہتر ہیں)۔ وہ کفار جن کا پہلے شمار ہوا۔ مثلاً قوم نوح و ہود صاحب لوط آل فرعون یعنی کیا وہ قوت آلات اور دنیاوی مراتب میں بہتر تھے یا کفر و عناد میں کم تر تھے؟ مطلب یہ ہے کہ تمہارے کفار انہی کی مثل بلکہ ان سے زیادہ شریر ہیں۔ اَمْ لَكُمْ بَرَاءَةٌ فِی الزُّبُرِ (یا تمہارے لئے آسمانی کتابوں میں کوئی معافی آگئی)۔ اے اہل مکہ کیا تم پر پہلی کتابوں میں براءت کی دستاویز لکھ دی گئی ہے کہ جو تم میں سے رسولوں کو جھٹلائے گا اور کفر کرے گا اس کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے امن دیا جائے گا۔ اور تم بھی اسی معاہدہ کے تحت امن میں کر دیئے گئے ہو؟ آیت ۴۴: اَمْ يَقُولُونَ نَحْنُ جَمِيعٌ (یا یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہماری جماعت ایسی ہے جو غالب ہی رہیں گے۔) جمیع جماعت

کو کہتے ہیں کہ ہم جماعت ہیں ہم اکٹھے رہیں گے ہمارا معاملہ اجتماعی ہے۔ مُنْتَصِرٌ محفوظ و مضبوط۔ نہ کوئی دشمن ہمارا قصد کر سکتا ہے اور نہ ہمارا نقصان کر سکتا ہے۔

علامات نبوت:

آیت ۴۵: سَيَهْرَمُ الْجَمْعُ (عنقریب ان کی یہ جماعت شکست کھائے گی۔) جمع سے جماعت اہل مکہ مراد ہے۔ وَيُولُونَ الدُّبُرَ (اور پیٹھ پھیر کر بھاگ جائے گی۔) دُبُرٌ بمعنی ادبار۔ جیسا کہ کہا۔ کَلُوا فِي بَعْضِ بَطْنِكُمْ تَعَفُّوا یعنی وہ شکست کھا کر بھاگ جائیں گے یعنی یوم بدر۔ اور یہ علامات نبوت میں سے ہے۔

آیت ۴۶: بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ (بلکہ قیامت ان کے لئے وعدہ عذاب ہے)۔ بدر کے بعد ان سے عذاب کا وعدہ کیا۔ وَالسَّاعَةُ أَذْهَى (اور قیامت بڑی سخت اور ناگوار چیز ہے۔) موقف بدر کی نسبت زیادہ سخت ہے۔ الداهية ایسی اوپری مصیبت جس کا علاج نہ ہو۔ وَأَمْرٌ وَه عذاب دنیا سے زیادہ کڑوا ہے۔ یامرہ سے زیادہ بدمزہ ہے۔

آیت ۴۷: إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي ضَلٰلٍ (بلاشبہ یہ مجرم بڑی غلطی میں ہیں) دنیا میں حق سے بھٹک کر۔ وَسُعُرٍ (اور آگ میں) جو آخرت میں ہے یا ہلاکت اور آگ میں۔

آیت ۴۸: يَوْمَ يُسْحَبُونَ فِي النَّارِ (جس روز آگ میں ان کو گھسیٹا جائے گا۔) اس میں کھینچا جائے گا۔ عَلٰی وُجُوهِهِمْ (منہ کے بل) اور ان کو کہا جائے گا۔ ذُوقُوا مَسَّ سَقَرَ (تم آگ لگنے کا مزہ چکھو۔) جیسا کہتے ہیں۔ وجد مس الحمى و ذاق طعم الضرب۔ سقر یہ غیر منصرف ہے۔ تانیث و معرف یہ جہنم کا نام ہے۔ یہ سقرتہ النار سے لیا گیا ہے جس کا معنی جب آگ اس کو متغیر کر دے۔

آیت ۴۹: اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ (ہم نے ہر چیز کو اندازہ سے پیدا کیا۔) بخور: کل یہ فعل مضموم کی وجہ سے منصوب سے جس کی تفسیر یہ فعل ظاہر کر رہا ہے۔

قرآنت: شاذ قرآت میں کل کو مرفوع پڑھا گیا ہے۔ نصب پڑھنا اولیٰ ہے کیونکہ اگر رفع دیا جائے تو ممکن ہے کہ خلقناہ موضع خبر میں ہو۔ اور شی کا وصف بن جائے۔ اور بقدر یہ خبر بن جائے تقدیر کلام اس طرح ہے۔ انا کل شیء مخلوق لنا کائن بقدر۔ ہر مخلوق چیز جو ہماری ہے۔ وہ اندازہ کے مطابق ہوگی۔ نمبر ۲۔ خلقناہ خبر ہو اور تقدیر عبارت یہ ہو۔ انا کل شیء مخلوق لنا بقدر۔ ہماری ہر مخلوق ایک اندازے کے مطابق ہے۔ جب معاملہ رفع میں متردد ہو تو نصب کی طرف عدول کیا گیا ہے۔ اور اس کی تقدیر عبارت یہ ہے۔ انا خلقنا کل شیء بقدر۔ ہم نے ہر چیز ایک اندازے سے بنائی۔ پس مخلوق اس صورت میں عام ہوگی اور ہر چیز پر بولی جائے گی۔ روایت کا مقصود یہی ہے۔ نصب میں یہ درست نہیں کہ خلقنا کو شیء کی صفت بنائیں۔ کیونکہ وہ ناصب کی تفسیر ہے۔ حالانکہ صفت اپنے موصوف پر عمل نہیں کرتی۔ القدر، القدر، اندازے کے معنی میں ہے۔ یعنی سابقہ اندازہ۔ یا ہر چیز کو اندازہ کیا ہوا بنایا۔ مضبوط بنایا اور تقاضائے حکمت کے مطابق ترتیب دے کر بنایا۔

یا اندازہ کیا ہوا، لوح میں لکھا ہوا، وجود سے پہلے معلوم شدہ بنایا کہ ہم اس کا زمانہ اور کیفیت سے بھی واقف ہیں۔

قول ابو ہریرہ: مشرکین قریش نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آئے تقدیر کے سلسلہ میں جھگڑ رہے تھے۔ تو یہ آیت اتری۔ (رواہ

مسلم۔ ۲۶۵۶) اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ قسم اٹھا کر فرماتے کہ یہ قدر یہ فرقہ کے متعلق اتری یعنی وہ بھی اس کا مصداق ہیں۔

آیت ۵۰: وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ (اور ہمارا حکم یکبارگی ایسا ہو جائے گا۔) یعنی ایک ہی کلمہ۔ مطلب یہ ہے کہ ہم جس چیز کو بنانے کا ارادہ کرتے ہیں۔ تو اس کو اس طرح کہتے ہیں۔ کن فیکون۔ ہو جا۔ وہ ہو جاتی ہے۔ کَلِمَةٍ بِالْبَصْرِ (جیسے آنکھ جھپکانا۔) اتنی مقدار کہ جتنی مقدار میں تم میں سے کوئی ایک پلک جھپکتا ہے۔

ایک قول یہ ہے:

امرنا سے مراد قیامت ہے۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے وما امر الساعة الا کلمح البصر۔ [النحل۔ ۷۷]

آیت ۵۱: وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا أَشْيَاعَكُمْ (اور ہم نے تمہارے ہم مشرب لوگوں کو ہلاک کر دیا)۔ جو تمہارے مشابہ پہلی امتوں میں کفر اختیار کرنے والے تھے۔ فَهَلْ مِنْ مَّدَكِرٍ (پس کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔)

آیت ۵۲: وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوهُ فِي الزُّبُرِ (اور جو کچھ بھی یہ لوگ کرتے ہیں۔ سب اعمال ناموں میں درج ہے۔) اے سے مراد یہ کفار ہیں یعنی ہر ایک ان کا کیا ہوا اعمال نامے میں قائم ہے۔ الزبر سے حفاظتی فرشتوں کے رجسٹر فعلوہ یہ موضع جر میں ہے۔ اور شیء کی صفت ہے۔ اور فی الزبر۔ یہ لکل کی خبر ہے۔

آیت ۵۳: وَكُلُّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ مُسْتَطَرٌّ (اور ہر چھوٹی بڑی بات لکھی ہوئی ہے۔ اعمال اور جو چیزیں آئندہ کرنی ہیں۔ مستطر۔ لوح میں لکھی ہوئی ہیں۔)

آیت ۵۴: إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّةٍ وَنَهْرٍ (بیشک متقی باغات اور نہروں میں ہونگے۔) نہر جمع انہار۔ یہاں جنس کے ذکر پر اکتفاء کیا۔

ایک قول یہ ہے:

اس کا معنی وسعت اور روشنی اور انہار کا لفظ اسی سے بنا ہے۔

عند کی مراد:

آیت ۵۵: فِي مَقْعَدِ صَدَقٍ عِنْدَ مَلِيكَ مُقْتَدِرٍ (ایک عمدہ مقام میں قدرت والے بادشاہ کے قرب میں۔) مقعد صدق پسندیدہ مکان۔ عند مملک میں مرتبہ و کرامت والی عندیت مراد ہے۔ مسافت و چھونے کا عند نہیں۔ مقتدر قادر۔ اس میں نکرہ لا کر بتلایا کہ کوئی کائنات کی چیز ہو وہ اللہ تعالیٰ کی ملک و قدرت کے ماتحت ہے۔

الحمد لله تفسیری ترجمہ مکمل ہوا

سُورَةُ الرَّحْمٰنِ اَمْدٌ بَعِيْدٌ لِّمَا نَسَا مِنْ سَبْعِ مِائَاتٍ اَيُّهَا الرَّحْمٰنُ

سورة الرحمن مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں اٹھتر آیات اور تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

الرَّحْمٰنُ ۱ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۲ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۳ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۴ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ

رحمن نے قرآن کی تعلیم دی ۱ اس نے انسان کو پیدا کیا ۲ اس کو بیان سکھایا ۳ سورج اور چاند

بِحُسْبَانٍ ۵ وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ۶ وَالسَّمَاءُ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ ۷ اَلَّا

حساب کے ساتھ ہیں ۵ اور بے حد کے درخت اور فرماںبردار ہیں ۶ اور اس نے آسمان کو بلند کیا اور ترازو رکھ دی کہ تم

تَطَّغَوْا فِي الْمِيزَانِ ۸ وَاَقِمْوْا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ ۹

تو نے میں سرکشی نہ کرو ۸ اور وزن کو انصاف کے ساتھ قائم رکھو ۹ اور تول کو مت گھٹاؤ ۹

وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاِنَامِ ۱۰ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ۱۱ وَالْحَبُّ

اور اس نے زمین کو لوگوں کے واسطے رکھ دیا ۱۰ اس میں میوے ہیں اور کھجور کے درخت ہیں جن پر غلاف ہوتا ہے اور دانے ہیں

ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ۱۲ فِیْ اٰیِ الْاَعْمَارِ بِكَمَا بَكَدٰنِ ۱۳

بھوسہ والے اور غذا ہے ۱۲ سو اے جن و انس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ ۱۳

۱ : الرَّحْمٰنُ - عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ - خَلَقَ الْاِنْسَانَ - عَلَّمَهُ الْبَيَانَ (رحمان نے قرآن کی تعلیم دی اس نے انسان کو پیدا کیا اس کو گویائی سکھائی)

۱ : الرَّحْمٰنُ - عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ - خَلَقَ الْاِنْسَانَ انسان سے یہاں جنس انسان مراد ہے۔ نمبر ۲۔ آدم علیہ السلام نمبر ۳۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بلند نعمت:

۴ : عَلَّمَهُ الْبَيَانَ اللہ تعالیٰ نے اپنے انعامات کا شمار فرمایا تو چاہا کہ ان میں سے سب سے مقدم، سابق اور اقسام نعم میں عمدہ ترین کو پہلے ذکر کیا جائے چنانچہ دین والی نعمت کو سب سے مقدم ذکر کیا۔ اور پھر دینی نعمتوں میں سب سے زیادہ فائق اور بلند مرتبہ

والی نعمت قرآن کو شمار فرمایا۔ قرآن کا اتارنا، تعلیم قرآن یہ سب نعمتیں ہیں۔ کیونکہ قرآن تمام وحی کے ذریعہ نازل کردہ کتابوں سے مرتبہ و مقام میں اعلیٰ ترین اور اثر پذیری میں بھی سب سے بڑھ کر مؤثر ہے یہ آسمانی کتابوں کی چوٹی اور سب کی مصدق اور ٹھپہ ہے۔ پہلے قرآن کا ذکر کیا پھر تخلیق انسانی کا ذکر کیا اس سے یہ بتلادیا کہ انسان کی پیدائش دین کیلئے ہے اور انسان کو اللہ تعالیٰ کی وحی اور کتب کے علم سے اپنے کو گھیر لینا چاہیے اور انسان کی پیدائش جس مقصد کی خاطر کی گئی اس کو مقدم کیا پھر بیان کی صفت ذکر کی جس کی وجہ سے اس کو حیوانات سے امتیاز حاصل ہے وہ فصیح و بلیغ گفتگو اور اپنے مافی الضمیر کی وضاحت ہے۔

نَحْوُ: الرحمن مبتدأ ہے اور یہ تمام افعال اپنی ضمائر سمیت اس کی مترادف خبریں ہیں۔ رہا سوال عاطف سے خالی ہونے کا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ خبریں گنتی کے انداز سے لائی گئی ہیں۔ جیسا محاورہ میں کہتے ہیں زید اغناک بعد فقر، اعزک بعد ذل کثرک بعد قلة۔ فعل بک مالک یفعل احد باحد فما تنکر من احسانہ؟ تو ان تمام اخبار میں باہمی عاطف کی حاجت نہیں ہے۔

۵: اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ (سورج و چاند حساب کے ساتھ چلتے ہیں) ایک مقررہ حساب اور درست اندازے کے مطابق چلتے ہیں۔ ان کا چلنا اپنے بروج و منازل میں ہے اور اس کے چلنے میں مخلوق کے فوائد ہیں۔ ان میں سے ایک سالوں اور حساب کا علم ہے۔

۶: وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ (بے تنے درخت اور تنے دار درخت اللہ تعالیٰ کے مطیع ہیں) الجحیم ایسی نباتات جو زمین سے پھوٹ کر نکلے اس کا تانہ ہو مثلاً سبزیاں، الشجر تناو الاد درخت۔

ایک قول یہ ہے:

الجحیم آسمان کا ستارہ۔ یسجدان جس مقصد کیلئے ان کو بنایا اس میں وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر رہے ہیں۔ ان کو مکلفین منقاد و مطیع لوگوں سے بطور مشابہت کے ساجد کہہ دیا۔ یہ دونوں جملے الرحمان کے ساتھ معنوی ربط رکھتے ہیں اس لئے کہ یہ بات تو جانی پہچانی ہے کہ محاسبہ کا اختیار اسی کے پاس اور سجدہ کے لائق اس کی ذات ہے۔ گویا اس طرح فرمایا گیا سورج و چاند اس کے مقرر کرنے سے ہیں اور پودے اور درخت اس کے سامنے جھکنے والے ہیں۔

پہلے جملوں میں عاطف نہیں لائے اور اس میں لے آئے کیونکہ پہلا جملہ بطور گنتی و شمار کے واقع ہے تاکہ ناشکرے لوگوں کو رلایا جائے جیسا کہ منعم کے احسانات کے منکرین کو شرمندہ کیا گیا ہے جیسا کہ مثال مذکور میں ہے۔ پھر تبکیت کے بعد کلام کو دوبارہ اس کے انداز کی طرف لوٹایا گیا تاکہ مناسبت کیلئے جن کو لانا ہے ان کو ملایا جائے اور عاطف کے قریب کیا جائے۔

مناسبت: سورج و چاند آسمانی و آفاقی ہیں اور نجم و شجر ارضی و زمینی ہیں۔ گویا ان میں تقابل کا تناسب ہے آسمان و زمین کو ہمیشہ ملا کر ذکر کرتے ہیں سورج اور چاند کا حساب سے چلنا یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے اپنے آپ کو ڈال دینے کی جنس میں سے ہے پس یہ نجم و شجر کے سجدہ سے بہت قریب مناسبت ہو گئی۔

آسمان مسکن ملائکہ:

۷ : وَالسَّمَاءَ رَفَعَهَا (اور اسی نے آسمان کو اونچا کیا) بلند بنایا اور اونچا کیا اس انداز سے کہ اپنے احکامات کے بنانے کی جگہ اور اپنے فیصلوں کے صادر ہونے کا مقام اور ان ملائکہ کا مسکن بنا دیا جو انبیاء علیہم السلام پر وحی لانے والے ہیں۔ اس سے اپنی شان کی کبریائی اور ملک و سلطنت کی عظمت کو لوگوں پر ظاہر کیا۔ وَوَضَعَ الْمِيزَانَ (اور اسی نے دنیا میں ترازو رکھ دی) المیزان ہر وہ چیز جس سے اشیاء کا وزن کیا جاتا ہے اور ان کی مقداریں مقرر کی جاتی ہیں مثلاً میزان، قمر سٹون، مکیال، مقیاس وغیرہ۔ مطلب یہ ہے میزان کو زمین پر رکھا ہوا اس نے پیدا کیا کہ اس کے ساتھ بندوں کے مابین برابری اور لین دین میں اعتدال کے احکامات کو اس سے معلق کر دیا۔

۸ : اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ (تا کہ تم تولنے میں کمی بیشی نہ کرو) اس سے پہلے لام محذوف ہے لَّا تَطْغَوْا تا کہ تم سرکشی نہ کرو۔ نمبر ۲۔ ان مفسرہ ہے۔ گویا میزان کی تفسیر ہوئی۔

۹ : وَاقِمْوا الْوِزْنَ بِالْقِسْطِ (اور انصاف کے ساتھ وزن کو ٹھیک ٹھیک رکھو) عدل کے ساتھ اپنے وزن کو درست رکھو۔ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ (اور تول کو نہ گھٹاؤ) تول میں کمی نہ کرو۔ برابری کا حکم دیا اور اعتداء و زیادتی جو سرکشی کا نتیجہ ہے اس سے باز رکھا اور ایسے نقصان سے جو تطفیف تک لے جائے منع کر دیا۔ اور لفظ میزان کو دوبارہ لائے تاکہ نصیحت پختہ ہو اور اس کے استعمال کا حکم مضبوط ہو اور دلی آمادگی سے اس کو استعمال میں لائے۔

۱۰ : وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا (اور زمین کو رکھ دیا) پست کر کے پانی پر بچھا دیا لِئَلَّا تَمَّ (مخلوق کیلئے) سطح زمین پر ریگنے والے کو کہتے ہیں۔

قول حسن رحمہ اللہ:

الانام سے جن و انس مراد ہیں۔ یہ ان کے لئے بچھونے کی طرح ہے اپنی مرضی سے اس پر چلتے پھرتے ہیں۔
۱۱ : فِيهَا فَاكِهَةٌ (اس میں میوے ہیں) بہت سی اقسام جس کو لوگ بطور لذت کے استعمال کرتے ہیں۔ وَالنَّخْلُ ذَاتُ الْاُكْمَامِ (اور کھجور کے درخت ہیں جس کے پھلوں پر غلاف ہوتا ہے) اکمام پھل کا برتن اس کا واحد کُمَّم ہے یا ہر وہ چیز جو چھپائے جیسے چھلکا، چھڑیاں پتے تمام سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے جیسا اس کے چھپے ہوئے پھل اور گابھے اور تنے سے فائدہ حاصل کیا جاتا ہے

۱۲ : وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ (اور اناج ہے جس میں بھوسہ اور غذائی چیزیں ہوتی ہیں) العصف کھیتی پتے یا بھوسہ الریحان رزق اور مغز کو کہتے ہیں مراد یہ ہے کہ کچھ غذائیں تو ایسی ہیں جو فقط تلذذ کے طور پر استعمال ہوتی ہیں اور بعض غذاؤں تلذذ ہر دو کی جامع ہیں اور وہ تمر ہے اور غذا فقط اناج میں ہے۔

خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ۙ وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ۗ

اللہ نے پیدا کیا انسان کو بجتی ہوئی مٹی سے جو ٹھیکرے کی طرح سے تھی اور پیدا کیا جان کو لہلیس مارتی ہوئی خالص آگ سے

فَبِأَيِّ آيَاتِنَا تُكذِّبُ ۚ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ۗ فَبِأَيِّ آيَاتِنَا

سوائے جن و انس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ وہ دونوں مغربوں اور دونوں مشرقوں کا رب ہے سوائے جن و انس تم اپنے

رَبِّكُمْ تُكذِّبُ ۚ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ ۗ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَا يَبْغِيَانِ ۚ

رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے اس نے دونوں سمندروں کو ملا دیا ان کے درمیان آڑ ہے وہ دونوں بغاوت نہیں کرتے

نحو، قرأت:

الريحان کو جر کے ساتھ حمزہ، علی نے پڑھا ہے یعنی والحب ذوالعصف الذی هو علف الانعام والريحان الذی هو مطعم الانسان۔ اور اناج بھوسے والا وہ بھوسہ جو چوپایوں کی خوراک ہے اور ریحان یہ انسانوں کا کھانا ہے۔ نمبر ۲۔ رفع سے اگر پڑھیں تو ذوالريحان ہوگا اور مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام بنایا۔

ایک قول یہ ہے:

کہ اس کا معنی اس طرح ہے وفيها الريحان الذی يشم والحب ذوالعصف والريحان شامی نے نصب سے پڑھا۔ ای خلق الحب و الريحان یا اخص الحب و الريحان۔

۱۳: فَبِأَيِّ آيَاتِنَا (پس تم اے جن و انس اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں) الآء وہ انعامات جن کو ابتدائے سورت سے شمار شروع فرمایا گیا ہے یہ الکی، والئی کی جمع ہے۔ رَبِّكُمْ تُكذِّبُ (کے منکر ہو جاؤ گے) یہ (ثقلین) جن و انس کو خطاب ہے۔ انا م کا لفظ اس پر دلالت کر رہا ہے۔

۱۴: خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ (اسی نے انسان کو پیدا کیا بجتی مٹی سے) صَلْصَالٍ خشک مٹی جس سے آواز آئے۔ كَالْفَخَّارِ (جو ٹھیکرے کی طرح تھی) فخار آگ سے پکی ہوئی مٹی اور اسی کو ٹھیکری کہتے ہیں۔

ازالۃ الشک:

اس ارشاد اور دوسری آیات میں من حما منسون [الحجر: ۲۶] اور من طین لازب [الصافات: ۱۱] اور نمبر ۳۔ من تراب [آل عمران: ۵۹] میں کوئی اختلاف نہیں کیونکہ یہ سب معنی کے لحاظ سے متفق ہیں۔ کیونکہ ان کا حاصل یہ ہے اس نے مٹی سے پیدا کیا اولاً طیناً پھر حما منسون پھر صلصال کی حالتوں سے گزارا۔

۱۵: وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ (اور جنات کو خاص آگ سے پیدا کیا) الجان جنات کا باپ مراد ہے۔ ایک قول ضعیف یہ ہے وہ ابلیس ہے من مارج وہ صاف شعلہ جس میں دھوئیں کی ملاوٹ نہ ہو۔ ایک قول یہ ہے وہ شعلہ جس میں آگ کی سیاہی ملی ہوئی ہو۔ یہ مرج الشیء سے بنا ہے جس کا معنی مضطرب ہونا اور ملنا ہے۔ من نار یہ مارج کا بیان ہے گویا اس طرح کہا گیا من صاف من نار او مختلط من نار۔ صاف آگ یا ملی جلی آگ سے یا من نار سے مراد مخصوص آگ ہے جیسا کہ اس ارشاد میں فانذرتکم نارا تلطی [اللیل: ۱۳]

۱۶: فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

۱۷: رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ (وہ دونوں مشرقوں اور دونوں مغربوں کا مالک ہے) دو مشرق، مغرب سے گرمیوں اور سردیوں کے مشرق و مغرب مراد ہیں۔

۱۸: فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

۱۹: مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ (اس نے دو دریاؤں کو ملایا کہ دونوں آپس میں ملے ہوئے ہیں) نمکین اور میٹھے دریاؤں کو چلا دیا اس طرح کہ ایک دوسرے کے پڑوس میں ملے چل رہے ہیں آنکھوں کے دیکھنے میں دونوں میں کوئی فرق نظر نہیں آتا ہے۔

۲۰: بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ (ان دونوں کے درمیان ایک حجاب ہے) اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ایک روک ہے۔ لَا يَبْغِيَانِ (دونوں اپنی حد سے بڑھ نہیں سکتے)۔ ایک دوسرے کے ساتھ ملنے میں سرکشی نہیں کرتا۔

فَبِأَيِّ آيَاتِنَا تَكْذِبُنِ ۚ (۲۱) يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللَّوْءُ وَالْمَرْجَانُ ۚ (۲۲) فَبِأَيِّ آيَاتِنَا

سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے، ان دونوں میں سے لؤلؤ اور مرجان نکلتے ہیں سوائے جن وانس تم اپنے

رَبِّكُمْ تَكْذِبُنِ ۚ (۲۳) وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنشَآتُ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ ۚ (۲۴) فَبِأَيِّ آيَاتِنَا

رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے اور اسی کے لئے کشتیاں ہیں جو بلند کی ہوئی ہیں سمندروں میں پہاڑوں کی طرح سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کن کن

تَكْذِبُنِ ۚ (۲۵) كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۚ (۲۶) وَيَبْقَىٰ وَجْهَ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ

نعمتوں کو جھٹلاؤ گے، جو کچھ بھی زمین پر ہے سب فنا ہونے والا ہے اور آپ کے رب کی ذات باقی رہے گی جو جلال

وَالْإِكْرَامِ ۚ (۲۷) فَبِأَيِّ آيَاتِنَا تَكْذِبُنِ ۚ (۲۸) يَسْأَلُهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

اور اکرام والا ہے سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ اس سے سوال کرتے ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں

كُلِّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ ۚ (۲۹) فَبِأَيِّ آيَاتِنَا تَكْذِبُنِ ۚ (۳۰) سَنَفِخُ لَكُمْ

ہر دن وہ ایک شان میں ہے سوائے انس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے، اے دونوں جماعتو! ہم فقیر

أَيُّهُ الثَّقَلَيْنِ ۚ (۳۱) فَبِأَيِّ آيَاتِنَا تَكْذِبُنِ ۚ (۳۲)

تمہارے لئے فارغ ہوں گے سوائے انس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے

۲۱: فَبِأَيِّ آيَاتِنَا تَكْذِبُنِ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

۲۲: يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللَّوْءُ وَالْمَرْجَانُ (ان دونوں سے موتی اور مونگے برآمد ہوتے ہیں)

قراءت: مدنی و بصری نے یُخْرَجُ پڑھا ہے۔

اللُّوْلُؤُ قراءت: ابو بکر و یزید نے بلا ہمزہ پڑھا ہے۔ بڑے موتی کو کہتے ہیں۔ وَالْمَرْجَانُ چھوٹے موتی۔ آیت میں

منھما فرمایا جس سے متبادر ہوتا ہے۔ کہ دونوں سمندروں سے نکلتے ہیں حالانکہ یہ صرف نمکین سے نکلتے ہیں کیونکہ دونوں مل گئے

اور ایک شی کی طرح ہو گئے تو پھر یہ کہنا درست ہو گیا کہ دونوں سے نکلتے ہیں۔ جیسا کہتے ہیں یخرجان من البحر۔ حالانکہ وہ

تمام بحر سے نہیں نکلتے بلکہ بعض حصے سے نکلتے ہیں۔ اور تم محاورے میں بولتے ہو۔ خرجت من البلد۔ حالانکہ تم شہر کے کسی ایک

محلے سے نکلے ہو۔

ایک قول یہ ہے:

یہ اس مقام سے نکلتے ہیں جہاں بیٹھے اور نمکین پانی آپس میں مل جاتے ہیں۔
 ۲۳: فَبَاتِي الْآءِ رَبِّكُمْ تَكْذِبِينَ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)
 ۲۴: وَلَهُ الْجَوَارِ (اور اسی کے ہیں جہاز) اللہ تعالیٰ کے ہیں۔ الجوار جمع جارہ کشتیاں۔
 قراءت: اس پر وقف یاء کے ساتھ ہوگا اور وصل میں اختیار ہے اگر بغیر یاء کوئی وقف کرے تو جائز ہے بعد کی بناء پر لیکن راء میں کسرہ مناسب ہوگا تا کہ حذف یاء پر دلالت ہو۔ الْمُنْشَأَتُ (اونچے کھڑے نظر آتے ہیں) ان کے بادبان بلند ہیں۔ (اب تو بادبان کی تاویل کی حاجت نہیں خود بحری جہاز کئی کئی گویا شہر کے شہر آباد ہیں)
 قراءت: المنشآت، شین کے کسرہ سے حمزہ ویحیٰ نے پڑھا ہے۔ بادبان بلند ہیں یا جن کے چلنے سے سمندر میں موجیں پیدا ہوتی ہیں۔

فِي الْبَحْرِ كَمَا لَأَعْلَامٍ (سمندر میں پہاڑوں کی طرح) اعلام جمع علم۔ لمبے پہاڑ کو کہا جاتا ہے۔

۲۵: فَبَاتِي الْآءِ رَبِّكُمْ تَكْذِبِينَ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

۲۷، ۲۶: كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ۔ وَيَبْقَىٰ وَجْهَ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ (جتنے روئے زمین پر ہیں۔ سب فنا ہو جائیں گے اور آپ کے پروردگار کی ذات جو عظمت و شان والی ہے۔ باقی رہ جائے گی) علیہا یعنی زمین پر وجہ ربک تیرے رب کی ذات۔ ذوالجلال۔ عظمت و سلطنت والی۔ یہ الوجہ کی صفت ہے۔ الاکرام احسان والی ذات ہے سینات سے تجاوز کے ساتھ۔ یہ صفت اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان صفات میں سے ہے۔ حدیث میں ارشاد فرمایا الظوا بیا ذالجلال والا کرام۔ (راہ الترمذی ۳۵۲۷/۵/۲۳۶) روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا گزرا ایک آدمی کے پاس سے ہوا جو نماز پڑھ رہا تھا۔ اور کہہ رہا تھا: یا ذالجلال والا کرام آپ نے فرمایا تیری دعا قبول کر لی گئی۔ (رواہ الترمذی ۳۵۲۷/۵/۲۳۶)

۲۸: فَبَاتِي الْآءِ رَبِّكُمْ تَكْذِبِينَ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

سوال اور جواب:

فناء میں کونسی نعمت ہے کہ اس کے بعد بھی یہ آیت لائی گئی۔ فناء نعمت اس لئے ہے کہ مؤمنین موت کے ذریعہ سرمدی قائم رہنے والی زندگی میں پہنچ گئے۔

قول یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ:

وہ موت کیا خوب ہے جو دوست کو دوست سے قریب کرتی ہے۔

۲۹: يَسْئَلُهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ (اسی سے سب آسمان و زمین والے مانگتے ہیں)

قراءت: نافع نے اس پر وقف کیا ہے۔

سب سائل ہیں:

تمام اہل ارض و سماء اسی کے محتاج ہیں۔ آسمان والے وہ چیزیں اس سے مانگتے ہیں جو ان کے دین سے متعلق ہیں۔ اور اہل ارض وہ چیزیں مانگتے ہیں جو دین و دنیا دونوں سے متعلق ہے۔

نَحْوُ: کُلُّ يَوْمٍ (ہر دن) یہ ظرف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اس پر ہو فی شان دلالت کرتا ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے: کل وقت و حین يحدث اموراً و يجدد احوالاً۔

ایک بلند ایک کو پست کرتا ہے:

هُوَ فِي شَانٍ (وہ ایک نئی شان میں ہے) یعنی ہر وقت و گھڑی وہ کچھ امور کو پیدا کرتا اور حالات کی تجدید کرتا ہے۔ جیسا کہ مروی ہے۔ کہ آپ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی آپ سے عرض کیا گیا وہ شان کیا ہے؟ تو ارشاد فرمایا اس کی ایک شان یہ ہے کہ وہ کسی کے گناہ کو معاف کرتا ہے تو کسی کے دکھ کا ازالہ اور ایک قوم کو بلند اور دوسروں کو پست کرتا ہے۔ [رواہ ابن ماجہ: ۲۰۲] ابن حبان فی صحیحہ ۶۸۹۔

قول ابن عیینہ رضی اللہ عنہ:

ہے کہ زمانہ اللہ تعالیٰ کے ہاں دو دن ہے۔ ان میں سے ایک وہ دن ہے جس کو مدت دنیا کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شان اس دن میں امر و نبی احوال امت، عطاء و منع، ہے اور دوسرا دن یوم آخرت ہے۔ اس دن میں اس کی شان جزاء و حساب ہے۔

ایک قول یہ ہے:

کہ یہ یہود کے متعلق اتری جبکہ انہوں نے کہا کہ ہفتے کے دن کسی شان کا اظہار نہیں کرتے (بلکہ آرام کرتے ہیں) نکتہ: کسی بادشاہ نے اپنے وزیر سے اس آیت کے متعلق سوال کیا تو وزیر نے اگلے روز تک مہلت طلب کی۔ اور پریشان ہو کر اس آیت کے متعلق سوچتا ہوا گیا وزیر کے ایک سیاہ غلام نے اسے کہا اے میرے آقا مجھے بتلاؤ آپ کو کیا پریشانی ہے۔ شاید میری وجہ سے اللہ تعالیٰ آسانی پیدا فرمادے۔ پس اس نے اطلاع دی۔ تو غلام کہنے لگا۔ میں بادشاہ کے سامنے اس کی تفسیر بیان کر دوں گا وزیر نے بادشاہ کو اس کی اطلاع دی۔ تو غلام نے حاضر ہو کر کہا اے بادشاہ! اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل فرماتا ہے اور زندہ کو مردہ اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے۔ بیمار کو تندرست اور تندرست کو بیمار کر دیتا ہے۔ مجتلی کو معافی دیتا اور معافی والے کو ابتلاء میں ڈال دیتا ہے۔ ذلیل کو معزز اور معزز کو ذلیل کر دیتا ہے۔ مالدار کو فقیر و محتاج اور محتاج کو غنی و مالدار بنا دیتا ہے۔ اس پر بادشاہ کہنے لگا۔ تو نے بہت خوب بیان کیا۔ اور وزیر کو حکم دیا کہ وہ اس کو وزارت کا خلعت پہنائے اس پر غلام کہنے

لگا۔ اے میرے آقا یہ بھی اللہ تعالیٰ کی شان ہے۔ ایک قول یہ ہے تقدیر کو ان کے اوقات تک چلا کر لے جاتا ہے۔ (اس کو شان سے تعبیر فرمایا)

ایک نکتہ:

عبداللہ بن طاہر نے حسین بن الفضل کو بلا کر کہا کہ تین آیات کے سمجھنے میں مجھے مشکل پیش آئی ہے۔ میں نے تمہیں اس لئے بلایا ہے تاکہ تو ان کی وضاحت کرے۔ نمبر ۱۔ فاصبح من الناد مین [المائدہ: ۳۱] اور یہ بات ثابت شدہ ہے کہ شرمندگی تو بہ ہے (مگر وہ سزا کا شکار ہوا) نمبر ۲۔ کل یوم ہو فی شان۔ (الرحمان۔ ۳۹) اور یہ بات بالکل حقیقت ہے کہ قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے اس کے متعلق تقدیر کا قلم لکھ چکا اور خشک ہو گیا۔ نمبر ۳۔ ان لیس للانسان الاماسعی [النجم: ۳۹] تو پھر بڑھا کر کئی گنا کا کیا مطلب ہے۔ حسین نے جواب دیا ممکن ہے کہ اس امت میں ندامت محضہ تو بہ کیلئے کافی نہ ہوتی ہو اور اس امت میں ندامت حقیقیہ کو تو بہ شمار کیا گیا ہے۔ اور قول یہ ہے کہ قابیل کی شرمندگی قتل ہابیل نہ تھی۔ بلکہ اس کو اٹھائے اٹھائے پھرنے کی پریشانی پر تھی۔ نمبر ۲۔ لیس والی آیت قوم ابراہیم و موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ خاص ہے۔ نمبر ۳۔ کل یوم والی آیت تو یہ شانیں وہ ظاہر فرماتے ہیں۔ ان کو نئے سرے سے نہیں بناتے۔ اس پر عبداللہ اٹھا اور حسین کا سر چوم لیا۔

۳۰: فَبَايَ الْآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

نگرانی اور انتظام میں اضافہ:

۳۱: سَنَفْرُغُ لَكُمْ (ہم عنقریب ہی تمہارے (حساب و کتاب کے) لئے خالی ہو جاتے ہیں) یہ قول بطور استعارہ اس شخص کے قول سے لیا گیا ہے۔ جو اس کو کہے جس کو ڈرائے۔ کہ میں تمہارے لئے فارغ ہو چاہتا ہوں۔ مراد یہ ہوتی ہے کہ میں مشغولیت میں ڈالنے والی ہر چیز سے الگ ہو کر تیرے لئے الگ تھلگ ہو جاؤنگا۔ اس سے مقصود نگرانی اور انتظام میں اضافہ ہے۔ نمبر ۲۔ یہ بھی درست ہے کہ اس سے مراد یہ ہو۔ عنقریب دنیا ختم ہو کر انجام کو پہنچ جائے گی۔ اور مخلوق کے کام بھی ختم ہو جائیں گے وہ جن کا ارادہ اس قول سے فرمایا۔ کل یوم ہو فی شان۔ پس ایک ہی شان رہ جائے گی اور وہ تمہاری جزاء ہے پس اس کو بطور مثل کے فراغت قرار دیا۔

قراءت: سیفرغ، حمزہ علی نے پڑھا یعنی اللہ تعالیٰ۔

آیۃ الثقلین (اے جن و انس) ان دونوں کو زمین کا ثقل و بوجھ قرار دیا۔

۳۲: فَبَايَ الْآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

يَمْعَشَرُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ تَنْفُذُوا مِنْ أَقْطَارِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

اے جماعت جنات کی اور انسانوں کی اگر تم سے ہو سکے کہ آسمان اور زمین کے کناروں سے نکل سؤ تو نکل جاؤ تم

فَانْفُذُوا وَلَا تَنْفُذُونَ إِلَّا بِسُلْطَنِ ۚ فَبِأَيِّ آيَاتِكُمْ تَكْذِبُونَ ۚ يُرْسَلُ

بغیر قوت کے نہیں نکل سکتے سوائے اس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ تم دونوں

عَلَيْكُمْ مِثْوَابٌ مِّنْ نَّارِهِ وَنَحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرُونَ ۚ فَبِأَيِّ آيَاتِكُمْ

پر آگ کا شعلہ اور دھواں چھوڑا جائے گا سو تم اسے بنا نہ سکو گے تو اے جن و انس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو

تُكْذِبُونَ ۚ فَإِذَا انشَقَّتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ۚ فَبِأَيِّ آيَاتِكُمْ

جھٹلاؤ گے پھر جب آسمان پھٹ جائے گا سو ایسا ہو جائے گا جیسے سرخ چمڑا ہو تو اے جن و انس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو

تُكْذِبُونَ ۚ فَيَوْمَ ذَا يُسْأَلُ عَنِ ذُنُوبِهِ إِنْسٌ وَّلَا جَانٌ ۚ فَبِأَيِّ آيَاتِكُمْ

جھٹلاؤ گے سو اس دن کسی انسان یا جن سے اس کے گناہ کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا تو اے جن و انس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو

تُكْذِبُونَ ۚ يَعْرِفُ الْمُجْرِمُونَ بِسِيمَاهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِي وَالْأَقْدَامِ ۚ فَبِأَيِّ

جھٹلاؤ گے مجرم لوگ اپنی نشانی کے ذریعہ پہچانے جائیں گے۔ سو پیشانیوں اور قدموں سے پکڑا جائے گا تو اے جن و انس

الْآيَاتِكُمْ تَكْذِبُونَ ۚ هَذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي يُكْذِبُ بِهَا الْمُجْرِمُونَ ۚ يُطَوَّفُونَ فِيهَا

تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ یہ جہنم ہے جسے مجرمین جھٹلاتے ہیں۔ دوزخ کے اور کھولتے ہوئے گرم پانی کے

وَبَيْنَ حَمِيمٍ إِنِ ۚ فَبِأَيِّ آيَاتِكُمْ تَكْذِبُونَ ۚ

درمیان پھر گائیں گے۔ سوائے اس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔

۳۳ : يَمْعَشَرُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ (اے گروہ جن و انس) یہ ایہا الثقلان کا گویا ترجمہ ہے۔ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوا مِنْ اَقْطَارِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ فَاَنْفُذُوا (تم کو اگر یہ قدرت ہے کہ آسمان و زمین کی حدود سے کہیں باہر نکل جاؤ۔ تو نکلو) یعنی اگر تم آسمان و زمین کی اطراف و جوانب سے نکل کر میری قضاء سے بھاگ سکتے ہو تو پھر نکل جاؤ۔ پھر فرمایا۔ لَا تَنْفُذُونَ (تم نکلنے کی طاقت نہیں رکھتے) اِلَّا بِسُلْطَنِ (مگر قوت و غلبہ زور کے ذریعے) اور وہ تمہیں کہاں میسر ہے؟ ایک قول یہ ہے کہ اس میں آسمان و زمین کی اطراف سے نکلنے کی عاجزی سے مقصود یہ ہے کہ حساب کے لئے تمہاری قوت کا عجز اس سے بھی بڑھ کر ہوگا۔ ایک اور قول

یہ ہے کہ ان کو اس وقت کہا جائے گا یہ قیامت کا دن ہے جبکہ فرشتے ان کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہے ہوں گے جوں ہی ان کو جنات اور انسان دیکھیں گے تو سامنے آنے سے بھاگ کھڑے ہونگے مگر فرشتوں کو دیکھیں گے کہ وہ ان کا احاطہ کر چکے ہیں۔

۳۴: فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

قیامت کا دھواں:

۳۵: يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شَوْاظٌ مِّنْ نَّارٍ (اور تم دونوں پر قیامت کے دن آگ کے شعلے اور دھواں چھوڑ دیا جائے گا) قراءت: شواظ شین کے کسرہ سے مکی نے پڑھا ہے اور دونوں خالص شعلے کو کہتے ہیں۔

وَنُحَاسٍ (یعنی دھواں) قراءت: مکی نے نحاس پڑھا اور ابو عمر و بھی اس کے موافق ہیں۔ رفع کی صورت میں اس کا عطف شواظ پر ہوگا۔ اور جر کی حالت میں عطف نار پر ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ جب تم اپنی قبور سے نکلو گے تو تم پر آگ کی خالص لپٹ اور دھواں مسلط کر دیا جائے گا جو ہانک کر محشر کی طرف لے جائے گا۔ فَلَا تَنْتَصِرِينَ (پھر تم اس کو ہٹانہ سکو گے) ان دونوں سے تمہیں کوئی نہیں بچا سکے گا۔

۳۶: فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

۳۷: فَإِذَا انشَقَّتِ السَّمَاءُ (جب آسمان پھٹ جائے گا) ایک دوسرے سے جدا ہو جائے گا اور یہ قیامت کیلئے ہوگا۔ فَكَانَتْ وَرْدَةً (پس وہ سرخ ہو جائے گا) اس کا رنگ سرخ گلاب کے پھول کی طرح ہو جائے گا۔ ایک قول یہ ہے کہ آسمان کا اصل رنگ سرخی ہے مگر دور ہونے کی وجہ سے نیلگون نظر آتا ہے۔ كَالِدِهَانِ (جیسے زیتون کے تیل کی طرح) جیسا کہ فرمایا كَالْمُهَلِّ يه زیتون کے تیل کی تلچھٹ کو کہا جاتا ہے دھان جمع دھن ایک قول یہ ہے کہ سرخ چمڑہ (اس صورت میں یہ واحد ہے اور اس کی جمع ادھنة و دهن آتی ہے)

۳۸: فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

۳۹: فَيَوْمَئِذٍ (پس اس روز) یعنی جس دن آسمان پھٹ جائے گا۔ لَا يُسْأَلُ عَنْ ذَنْبِهِ إِنْسٌ وَلَا جَانٌ (کسی جن و انس سے اس کے گناہ کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا) یہاں جان بول کر جو ابوالجن ہے جن مراد لیا ہے جیسا کہتے ہیں ہاشم اور مراد اس کی اولاد لیتے ہیں۔ تقدیر کلام اس طرح ہے لَا يَسْأَلُ إِنْسٌ وَلَا جَانٌ عَنْ ذَنْبِهِ۔

ایک ابھرتا ہوا سوال اور اس کا حل:

اس آیت میں فرمایا گناہ کے متعلق سوال نہ ہوگا۔ اور دوسری آیت میں فرمایا فو ربك لنسئلنهم اجمعين [الحجر: ۹۴]

وقفوههم انهم مسنونون [الصافات: ۲۳]

حل: وہ ایک طویل دن ہے جس میں بہت سے احوال درپیش ہونگے بعض مواقع میں پوچھا جائے گا اور دوسرے مواقع میں

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّاتٌ ۖ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ﴿٤٧﴾ ذَوَاتَا أَفْنَانٍ ۖ فَبِأَيِّ

اور جو شخص اپنے رب کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرتا ہے اس کے لئے دو باغ ہیں سوائس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ یہ دونوں باغ بہت سی شاخوں والے ہوں گے

الْآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ﴿٤٨﴾ فِيهِمَا عَيْنَانِ تَجْرِيْنَ ۖ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ﴿٤٩﴾

سوائس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ان دونوں باغوں میں دو چشمے جاری ہوں گے سوائس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔

پوچھنا نہ جائیگا۔

قول قتادہ رحمہ اللہ:

پہلے یہ سوال تھا پھر لوگوں کے منہ پر مہر لگا دی گئی اور ان کے ہاتھوں اور دیگر اعضاء نے بول کر گواہی دے دی اور ان کے اعمال ثابت ہو گئے۔ ایک قول یہ ہے گناہ کے متعلق معلومات حاصل کرنے کیلئے نہ پوچھا جائے گا جو سوال ہوگا۔ وہ تو بیخ کیلئے کیا جائے گا۔

۴۰: فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

۴۱: يُعْرِفُ الْمُجْرِمُونَ بِسِيمِهِمْ (اور مجرم لوگ اپنے حلیے سے پہچان لیے جائیں گے) وہ چہروں کی سیاہی اور آنکھوں کا نیلا پن ہوگا۔ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِي وَالْأَقْدَامِ (پس ان کے سر کے بال اور پاؤں پکڑ لیے جائیں گے) کبھی ان کو پیشانی کے بالوں اور کبھی قدموں سے پکڑا جائے گا۔

۴۲: فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

۴۳: هٰذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُونَ (یہ وہ جہنم ہے جس کو منکر جھٹلاتے تھے)

۴۴: يَطُوفُونَ فِيهَا وَبَيْنَ حَمِيمٍ اِنْ (وہ لوگ دوزخ کے ارد گرد دھولتے ہوئے پانی کے درمیان دورہ کرتے ہونگے) حمیم آن: انتہائی گرم پانی یعنی ان کو عذاب آگ سے تپانے اور گرم پانی پلانے سے دیا جائے گا۔

۴۵: فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے) ان اوپر والی اشیاء میں نعمت اس طرح ہے اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت سے ناجی کو نجات ملی اور اس سے ڈرانے کے ذریعہ متنبہ کیا گیا (کہ مجرموں کی صف میں مت داخل ہو)

فرائض ادا کرتا ہے:

۴۶: وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّاتٌ (اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا رہتا ہے اس کے لئے دو باغ ہونگے) مقام سے وہ موقف مراد ہے جب یہ حساب کیلئے بارگاہ الہی میں کھڑا ہوگا۔ اس کو سامنے رکھ کر وہ گناہوں سے باز رہتا

ہے۔ یا نمبر ۲۔ فرائض ادا کیے۔ ایک قول یہ ہے کہ مقام کا لفظ زائد ہے جیسا کہتے ہیں نفیت عنہ مقام الذنب ای نفیت عنہ الذنب۔ جنات دو جنتوں سے انسان کی جنت نمبر ۲۔ جنات کی جنت کیونکہ اس میں خطاب جن وانس کو ہے گویا اس طرح کہا گیا لکل خائفین منکم جنتان۔ جنۃ للخائف الانسی و جنۃ للخائف الجنی۔ ہر دو تم میں سے ان کے لئے دو باغ ہیں۔ ایک انسان جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے تو دوسرا جن جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔

۴۷: قَبَائِلِ الْآءِ رَبِّكُمْ تَكْذِبِينَ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)
لذت اندوز نعمتیں:

۴۸: ذَوَاتَا أَفْنَانٍ (اور وہ دونوں باغ کثیر شاخوں والے ہونگے) افنان جمع فنن ٹہنیوں کو خاص اس لیے کیا گیا کیونکہ اسی پر پتے اور پھل آتے ہیں۔ اسی سے سائے دراز ہوتے ہیں۔ اور پھل انہی سے چنے جاتے ہیں۔ نمبر ۲۔ افنان جمع فن بمعنی رنگ یعنی رنگا

رنگ پھلوں والے۔ مطلب یہ ہوا کہ جنتی کیلئے اسی میں وہ چیزیں ہونگی جن کو نفوس پسند کریں گے اور آنکھیں ان سے لذت اندوز ہونگی۔ جیسا شاعر کا قول ومن کل افنان اللذازة والصبأ۔ لہوت بہ والعیش اخضر ناصر تو یہاں افنان اللذازة کا معنی رنگا رنگ کی لذتیں ہیں۔

۴۹: قَبَائِلِ الْآءِ رَبِّكُمْ تَكْذِبِينَ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

۵۰: فِيهِمَا عَيْنَانِ تَجْرِيَانِ (ان دونوں باغوں میں دو چشمے ہونگے کہ بہتے جائیں گے) آہا کی ضمیر باغات کی طرف راجع ہے تجریان کا مطلب جہاں جنتی اوپر، نیچے ان کو بہنے کیلئے اشارہ کریگا بہتے جائیں گے۔

قول حسن رحمہ اللہ :

دو چشمے بیٹھے پانی کے بہتے ہونگے نمبر: تسنیم نمبر: ۲ سلسبیل۔

۵۱: قَبَائِلِ الْآءِ رَبِّكُمْ تَكْذِبِينَ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

فِيهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجَيْنِ ﴿٥٢﴾ فَبِأَيِّ آيَاتِنَا تُكذِّبِينَ ﴿٥٣﴾ مُتَكِنِينَ عَلَى فُرُشٍ بَطَّانِنَهَا

ان دونوں باغوں میں ہر میوہ کی دو قسمیں ہوں گی سوائے اس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ان نعمتوں میں رہنے والے لوگ ایسے ستروں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے جن کے ستر

مِنْ اِسْتَبْرَقٍ وَجَنَّاتٍ دَانٍ ﴿٥٤﴾ فَبِأَيِّ آيَاتِنَا تُكذِّبِينَ ﴿٥٥﴾ فِيهِنَّ قُصِرَتْ

دییز ریشم کے ہوں گے اور دونوں جنتوں کے پھل قریب ہوں گے سوائے اس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ان باغوں میں ایسی عورتیں

الطَّرْفِ لَمْ يَطْمِئِنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌ ﴿٥٦﴾ فَبِأَيِّ آيَاتِنَا تُكذِّبِينَ ﴿٥٧﴾

ہوں گی جو نیچی نگاہ رکھنے والی ہوں گی ان کو ان لوگوں سے پہلے کسی انسان یا کسی جن نے استعمال نہ کیا ہوگا۔ سوائے اس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے

كَانَهُنَّ الْيَاقُوتُ وَالْمَرْجَانُ ﴿٥٨﴾ فَبِأَيِّ آيَاتِنَا تُكذِّبِينَ ﴿٥٩﴾ هَلْ

گویا کہ وہ یاقوت اور مرجان ہیں سوائے اس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے کیا احسان کا بدلہ احسان کے

جَزَاءِ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ﴿٦٠﴾ فَبِأَيِّ آيَاتِنَا تُكذِّبِينَ ﴿٦١﴾ وَمِنْ

علاوہ بھی ہے۔ سوائے اس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ اور ان دو

دُونِهِمَا جَنَّاتٍ ﴿٦٢﴾ فَبِأَيِّ آيَاتِنَا تُكذِّبِينَ ﴿٦٣﴾ مُدْهَامَاتٍ ﴿٦٤﴾ فَبِأَيِّ

باغوں سے کم درجے کے اور دو باغ ہیں سوائے اس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے یہ دونوں باغ گہرے سبز رنگ کے ہوں گے۔ سوائے اس و جن

الْآيَاتِ رَبِّكُمْ تُكذِّبِينَ ﴿٦٥﴾ فِيهِمَا عَيْنَانِ نَضَّاخَاتٍ ﴿٦٦﴾ فَبِأَيِّ آيَاتِنَا تُكذِّبِينَ ﴿٦٧﴾

تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ان دونوں باغوں میں خوب جوش مارتے ہوئے دو چشمے ہوں گے۔ سوائے اس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے

۵۲: فِيهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجَيْنِ (ان دونوں باغوں میں ہر میوے کی دو قسمیں ہوں گی) دو قسمیں نمبر اجانی پہچانی ہوئی نمبر ۲۔ انوکھی۔

۵۳: فَبِأَيِّ آيَاتِنَا تُكذِّبِينَ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

۵۴: مُتَكِنِينَ عَلَى فُرُشٍ بَطَّانِنَهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ وَجَنَّاتٍ دَانٍ (وہ لوگ تکیے لگائے ایسے فرشوں پر بیٹھے ہوں گے جن کے ستر دییز ریشم کے ہوں گے) متکین۔

تَحْقُوقٍ: یہ خائفین کی مدح کے طور پر منصوب ہے یا نمبر ۲۔ اس سے حال ہے کیونکہ من خاف جمع کے معنی میں ہے۔ علی فرش جمع فراش۔ بطاننہا جمع بطانة اندرون۔ من استبرق: موٹا ریشم۔ یہ لفظ معرب ہے۔ ایک قول یہ ہے ان کے ابرے

سندس کے ایک قول ان کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ و جنة الجنتين دان یعنی ان کے پھل قریب ہونگے ان کو بیٹھا، کھڑا تکیہ لگائے ہوئے ہر طرح حاصل کر سکے گا۔

۵۵: فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

باغوں کی حالت:

۵۶: فِيهِنَّ قِصِرَاتُ الطَّرْفِ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ (ان باغوں میں نیچی نگاہ والیاں ہونگی کہ ان جنتیوں سے پہلے ان پر نہ کسی آدمی نے تصرف کیا ہوگا۔ نہ کسی جن نے) ہن کی ضمیر جنتین کی طرف راجع ہے ان دو باغوں میں کیونکہ وہ باغ مقامات، محلات، مجالس پر مشتمل ہونگے۔ یا نمبر ۲۔ یہ نعمتیں جو شمار کی گئیں جیسے دو باغ، دو چشمے، میوے، فرش، تازہ پھل۔ قاصرات الطرف ایسی عورتیں جن کی نگاہیں ان کے خاوندوں تک محدود رہنے والی ہوں گئیں کسی طرف نگاہ نہ اٹھائیں گئیں۔ لم یطمثھن۔

قراءت: اس کو دوری نے میم کے کسرہ اور علی نے میم کے ضمہ سے پڑھا ہے۔ الطمٹ خون کے ساتھ جماع۔ جماع سے ان کو خون آلودہ نہ کیا ہوگا۔ انس قبلہم ولا جان

مَسْتَكَلَّة: اس سے معلوم ہوا کہ جنات کو بھی خون آتا ہے جیسا انسانوں کو آتا ہے۔

۵۷: فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

۵۸: كَانَهُنَّ الْيَاقُوتُ وَالْمَرْجَانُ (گویا وہ یاقوت و مرجان ہیں) الیاقوت کہا صفائی کے اعتبار سے اور المرجان کہا سفیدی کے لحاظ سے۔ یہ موتیوں سے زیادہ سفید ہوتا ہے۔

۵۹: فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

۶۰: هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ (بھلا انتہائی اطاعت کا بدلہ سوائے عنایت کے اور کچھ بھی ہو سکتا ہے) الاحسان عمل میں خوبی۔ الاحسان ثواب و بدلہ میں خوبی۔ ایک قول یہ ہے جس نے لا الہ الا اللہ کہا اس کا بدلہ جنت ہی ہے۔ ابراہیم خواص کا قول ہے: الاحسان کا معنی اسلام ہے کہ اسلام کا بدلہ دارالسلام جنت ہی ہے۔

۶۱: فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

۶۲: وَمِنْ ذُنُوبِهِمَا جَنَّاتٍ (ان دو باغوں سے کم مرتبہ دو باغ اور ہیں) ومن ذنوبہما ان دو باغوں کے علاوہ جن کا وعدہ مقررین سے کیا گیا ہے جنان اس سے وہ باغ جو ان سے کم مرتبہ اصحاب یمین کیلئے ہونگے۔

۶۳: فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

۶۴: مَذَهَّاتٍ (وہ دونوں باغ گہرے سرسبز ہونگے) انتہائی سبز ہونے کی وجہ سے وہ سیاہ معلوم ہونگے۔

فِيهِمَا فَاكِهَةٌ وَنَخْلٌ وَرُمَّانٌ ﴿٦٨﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ﴿٦٩﴾ فِيهِنَّ خَيْرٌ حَسَانٌ ﴿٧٠﴾

ان دونوں میں میوے اور کھجوریں اور انار ہوں گے سوائے اس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ان باغوں میں اچھی عورتیں ہوں گی

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ﴿٧١﴾ حُورٌ مَّقْصُورَاتٌ فِي الْخِيَامِ ﴿٧٢﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ﴿٧٣﴾ لَمْ

سوائے اس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے وہ عورتیں حوریں ہوں گی جو خیموں میں محفوظ ہوں گی۔ سوائے اس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے

يَطْمِئِنَّ إِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌ ﴿٧٤﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ﴿٧٥﴾ مُتَكِينِينَ عَلَى رُفُوفٍ خُضِرُوا

ان میں سے پہلے کسی انسان یا جن نے انہیں استعمال نہ کیا ہوگا سوائے اس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ان عورتوں میں داخل ہونے والے لوگ بزرگ کے

عَبَقَرِيِّ حَسَانٌ ﴿٧٦﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ﴿٧٧﴾ تَبْرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ﴿٧٨﴾

انتش و نگار والے خوبصورت بستروں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے سوائے اس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے بڑا بابرکت ہے آپ کے رب کا نام جو عظمت اور احسان والا ہے۔

قول خلیل ﷺ:

الدهمة : سیاہی کو کہتے ہیں۔

٦٥ : فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

٦٦ : فِيهِمَا عَيْنَيْنِ نَضَّاخَتَيْنِ (ان دونوں باغوں میں دو اچھلتے چشمے ہوں گے) وہ جوش سے پانی نکال رہے ہونگے ہرگز منقطع نہ ہونگے۔

٦٧ : فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

٦٨ : فِيهِمَا فَاكِهَةٌ (ان دونوں باغوں میں میوے) قسم قسم کے میوے وَنَخْلٌ وَرُمَّانٌ (اور کھجوریں اور انار ہوں گے) انار اور کھجور یہ قول امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک فواکہ میں سے نہیں ہے کیونکہ یہاں عطف کیا جا رہا ہے (جو تغایر کو چاہتا ہے) اور دوسری وجہ یہ ہے کھجور پھل اور کھانا دونوں ہے اور انار پھل اور دواء ہے۔ خالص میوے نہ ہوں گے۔

قول صاحبین رحمہ اللہ:

یہاں فاکہہ پر عطف اس لئے کیا گیا کیونکہ یہ دونوں افضل ترین ہیں۔ گویا یہ الگ جنس ہیں اس لئے کہ ان کو اعلیٰ مقام

حاصل ہے۔ جیسا کہ ارشاد الہی میں فرمایا: جبرئیل و میکال۔ (البقرہ۔ ۹۸)

٦٩ : فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

٧٠ : فِيهِنَّ خَيْرَاتٌ حَسَانٌ (ان میں خوبصورت، خوب سیرت عورتیں) (یعنی حوریں) ہونگی) خیرات یہ خیرات ہے پھر

تخفیف کی گئی اور خیرات اصل کے مطابق تشدید سے بھی پڑھا گیا ہے۔ معنی اعلیٰ اخلاق اور خوبصورت خلقت۔

۷۱ : فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

۷۲ : حُورٌ مَّقْصُورَاتٌ فِي الْبِحَارِ (وہ عورتیں گورے رنگ کی ہونگی اور خیموں میں محفوظ ہونگی) یعنی بند کہا جاتا ہے۔ امرأۃ قصیرہ و مقصورة یعنی محذرہ، خیمہ میں بند۔ ایک قول یہ ہے خیمے جو ف دار (اندر سے خالی) موتی کے ہونگے۔

۷۳ : فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

۷۴ : لَمْ يَطْمِئِنُّنَّ إِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ (ان جنتیوں سے پہلے ان عورتوں پر نہ کسی آدمی نے تصرف کیا ہوگا نہ کسی جن نے) ہم کی ضمیر ان دو باغوں کے جنتیوں کی طرف راجع ہے اور اس پر جنتین کا تذکرہ دلالت کر رہا ہے۔

۷۵ : فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

۷۶ : مُتَكِينِينَ (وہ تکیہ لگانے والے ہونگے)

تخجور: یہ اختصاص کی وجہ سے منصوب ہے۔

علی رفرف خضر (سبز شجر پر) رفرف ہر چوڑے کپڑے کو کہتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے رفرف تکیہ و عبقری (اور عجیب خوبصورت کپڑوں پر) ریشم نمبر ۲۔ کپڑا، چٹائی حسان (خوبصورت)

۷۷ : فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے) ان دو باغات کی صفات پہلے دو باغوں سے کم ہیں یہاں تک کہ فرمایا من دونہما ان سے کم درجہ کیونکہ مدھا متان یہ ذواتا افنان سے کم مرتبہ ہیں۔ اور نضاختان یہ تجربان سے کم ہیں اور فاکھہ یہ کل فاکھہ سے کم ہے۔ اسی طرح حوروں کی صفات اور تکیہ گاہوں کی صفات۔

۷۸ : تَبْرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ (بڑا بابرکت نام ہے آپ کے رب کا جو عظمت والا اور احسان والا ہے) ذی الجلال عظمت والا ہے۔

قراءت: شامی نے ذوالجلال پڑھا اور اسم کی صفت قرار دیا۔ الاکرام احسان کرنے والا اپنے دوستوں پر انعامات کے ذریعہ۔

فَضَائِلُ

جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے سورہ رحمان پڑھی۔ پھر فرمایا میں تمہیں خاموش کیوں دیکھ رہا ہوں؟ جنات نے تم سے زیادہ خوبصورت جواب دیا۔ جب میں فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ پر پہنچا تو وہ پکارا ٹھے۔ ہم اپنے رب کی کس نعمت کو بھی نہیں جھٹلاتے اے اللہ آپ کا شکر اور تمام تعریفیں آپ کے لائق ہیں۔ رواہ حاکم فی المستدرک ۴/۳۷۳۔ نمبر ۲۔ اس سورت میں فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ والی آیت اکتیس مرتبہ دہرائی گئی ہے۔ آٹھ مرتبہ اس آیت کو ان آیات کے بعد لا۔ جن میں اللہ تعالیٰ کی تخلیق کے عجائبات گنائے گئے ہیں۔ اور اس کی صنعت و کاریگری کے نمونے ذکر کیے گئے ہیں۔ اور تخلیق کی ابتداء اور معاد کا ذکر فرمایا ہے۔ نمبر ۲۔ پھر سات مرتبہ ایسی آیات کے بعد لائے۔ جن میں آگ اور اس کے مصائب و شدائد کا ذکر

ہے۔ اور جہنم کے دروازوں کی تعداد اتنی ہی ہے نمبر ۳۔ اور ان سات کے بعد آٹھ مرتبہ لائے اور ان میں جنین کا ذکر فرمایا اور ان دونوں باغوں کے رونق پذیر لوگوں کا ذکر کیا۔ تو یہ جنت کے آٹھ دروازوں کی مناسبت سے ہے۔ نمبر ۳۔ پھر آٹھ مرتبہ ان دو باغوں کے تذکرہ میں لائے جو پہلے باغوں سے کم مرتبہ ہیں پس جس نے پہلے آٹھ پر اعتقاد کر لیا اور اس کے مطابق عمل کیا۔ تو اس کے لئے جنت کے دروازے کھل جائیں گے۔ اور جہنم کے دوازے بند کر دیے جائیں گے۔

اللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْ اهل الجنة بفضلِكَ يا رحمان يا ذا الجلالِ والا كرام
الحمد لله آج منگل بعد العصر تفسیری ترجمہ سورۃ الرحمان مکمل ہوا۔

سُورَةُ الْوَاقِعَةِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ وَتِسْعُونَ آيَةً نَزَلَتْ بِرُكُوعَاتٍ

سورۃ الواقفہ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اور اس میں چھیانوے آیات اور تین رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۙ لَيْسَ لَوْفَعَتِهَا كَاذِبَةٌ ۖ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ۗ اِذَا رُجَّتِ

جب قیامت واقع ہوگی اس کا جھٹلانے والا کوئی نہ ہوگا وہ پست کرے گی بلند کر دے گی جبکہ زمین کو سخت

الْاَرْضُ رَجًا ۗ وَبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًا ۗ فَكَانَتْ هَبَاءً مُّنبَثًا ۙ وَكُنُوزًا وَّاجَانِثَةً ۗ

زلزل آئے گا اور پہاڑ بالکل ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے پھر وہ پراگندہ غبار ہو جائیں گے اور تم تین قسم ہو جاؤ گے۔

فَاَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ مَا اصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ ۗ وَاَصْحَابُ الْمَشْأَمِ مَا اصْحَابُ الْمَشْأَمِ ۗ

سو جو دائیں والے ہیں وہ دائیں والے کیسے اچھے ہیں اور جو بائیں والے ہیں وہ بائیں والے کیسے برے ہیں

وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ ۗ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُونَ ۗ فِي جَنَّتِ النَّعِيمِ ۗ ثَلَاثَةٌ مِّنْ

اور جو آگے بڑھنے والے وہ آگے بڑھنے والے ہیں وہ خاص قرب رکھنے والے ہیں یہ لوگ آرام کے باغوں میں ہوں گے ان کا ایک بڑا گروہ اچھے

الْاُولٰٓئِن ۗ وَقَلِيلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ۗ عَلٰی سُرُرٍ مَّوْضُونَةٍ ۙ مُّتَّكِنِيْنَ عَلَيْهَا

لوگوں میں سے ہوگا اور تھوڑے پچھلے لوگوں میں سے ہوں گے وہ لوگ سونے کے تاروں سے بنے ہوئے تختوں پر تکیے لگائے

مُتَّقِبِيْنَ ۗ يَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ ۗ بِالْكَوَابِ ۗ وَاَبَارِيقَ ۙ وَكَاسٍ مِّنْ

آسنے سامنے بیٹھے ہوں گے ان کے پاس ایسے لڑکے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے یہ چیزیں لے کر آمد و رفت کیا کریں گے آنچورے اور آفتابے اور ایسا جام شراب

مَّعِيْنٍ ۗ لَا يَصَدَعُونَ عَنْهَا وَاَلَا يُنْزِفُونَ ۗ وَاَفَاكِهِ مِمَّا يَتَخَيَّرُونَ ۗ وَلَحْمِ طَيْرٍ

جو ہنسی ہوئی شراب سے بھرا جائے گا نہ اس سے ان کو درد ہوگا اور نہ اس سے عقل میں فتور آئے گا اور میوے جن کو وہ پسند کریں اور پرندوں کا گوشت

مِمَّا يَشْتَهُونَ ۗ وَحُورٍ عِيْنٍ ۗ كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُونِ ۗ جَزَاءً لِّمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۗ

جو ان کو محبوب ہوگا اور ان کے سنے بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں ہوں جیسے پوشیدہ رکھا ہوا موتی ہوں یہ ان کے اعمال کے صلہ میں ملے گا

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۙ لَيْسَ لَوْفَعَتِهَا كَاذِبَةٌ ۖ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ۗ اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًا ۗ (جب قیامت واقع ہوگی جس

کے واقع ہونے میں کوئی خلاف نہیں ہے تو وہ پست کردے گی اور بلند کردے گی جب زمین میں سخت زلزلہ آئے گا (۱) : **إِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ** جب قیامت قائم ہوگی ایک قول یہ ہے قیامت کو واقع سے اس لئے تعبیر کیا کیونکہ قیامت بہر حال آئے گی۔ گویا اس طرح فرمایا اذا وقعت لا بد من وقوعها جب وہ آجائے گا۔ جس کا وقوع یقینی ہے۔ وقوع الامر عرب کے لوگ اس وقت بولتے ہیں جبکہ وہ اتر پڑے چنانچہ کہتے ہیں وقع ما كنت اتوقعه یعنی وہ اتر پڑا جس کے نزول کا میں منتظر تھا۔ **نَحْوُ**: اذا اذکر فعل کی وجہ سے ہے۔

۲ : **لَيْسَ لَوْقَعَتِهَا كَاذِبَةٌ** (اس کا جھٹلانے والا کوئی نہ ہوگا) کاذبہ یہ نفس کی صفت ہے مطلب یہ ہے جب قیامت واقع ہو جائے گی تو کوئی نفس اس وقت ایسا نہ ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بول سکے۔ اور غیب کی تکذیب میں کذب بیانی کرے۔ کیونکہ اس وقت ہر نفس ایمان لانے اور سچ بولنے اور تصدیق کرنے والا ہوگا۔ آج کی دنیا میں اکثر نفوس جھوٹ بولنے والے تکذیب کرنے والے ہیں۔

نَحْوُ: لوقعتها کی لام اسی طرح ہے جیسا اس ارشاد میں : یلیتني قدمت لحياتي [الفجر: ۲۳]

مناظر قیامت:

۳ : **خَافِضَةٌ رَافِعَةٌ** (وہ پست کردے گی بلند کردے گی) یعنی وہ پست و بلند کرنے والی ہے۔ بعض لوگوں کو بلند کردے گی اور دوسروں کو ذلیل کردے گی۔

۴ : **إِذَا رُجَّتِ الْأَرْضُ رَجًا** (جب زمین سخت ہلائی جائے گی) یہاں تک کہ ہر چیز جو اس پر واقع ہے پہاڑ، تعمیرات یہ سب گر کر منہدم ہو جائیں گے۔

نَحْوُ: یہ اذا وقعت سے بدل ہے۔ نمبر ۲۔ خافضة رافعة کی وجہ سے اس کو منصوب قرار دینا بھی درست ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے تخفض و ترفع وقت رج الارض و بس الجبال۔

۵ : **وَأُبْسَتِ الْجِبَالُ بَسًا** (اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے) اور ریزہ ریزہ ہو کر ستو کی طرح ہو جائیں گے۔ یا چلائے جائیں گے اس وقت یہ **بَسَّ الغنم**۔ (اس نے بکریوں کو چلایا) جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا : وسیرت الجبال [النبا: ۲۰]

۶ : **فَكَانَتْ هَبَاءً** (پھر وہ غبار ہو جائیں گے) **مُنْبَثًا** (پراگندہ) متفرق۔

تین اقسام:

۷ : **وَأَكْتُمَّتْ أَزْوَاجًا** (اور تم ہو جاؤ گے) ازواج اصفاء کے معنی میں ہے یہ ان اصناف کیلئے آتا ہے جو ایک دوسرے سے ہوں یا جن کے بعض کا ذکر بعض کے ساتھ یعنی ایک دوسرے کے ساتھ کیا جائے۔ **ثَلَاثَةٌ** (تین قسم) دو قسمیں جنت اور ایک قسم جہنمی۔ پھر ان اقسام کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا۔

۸ : فَأَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ (سوجود اپنے والے ہیں) یہ وہ لوگ ہیں جن کو ان کا صحیفہ عمل ان کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ مَا أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ (اور دائیں طرف والے کیسے اچھے ہونگے دائیں طرف والے) یہ مبتدأ و خبر مل کر اصحاب المیمنة کی خبر ہے۔ اس میں ان کی سعادت والی حالت اور عظمت شان پر تعجب ظاہر کیا گیا گیا گویا اس طرح فرمایا ماہم؟ وای شی ہم؟ وہ کیا ہیں اور کیا چیز ہیں؟ (جو اس قدر اعزاز ملا)

۹ : وَأَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ (اور بائیں طرف والے) یعنی وہ لوگ جن کو ان کے صحائف اعمال بائیں ہاتھ میں دیے جائیں گے۔ نمبر ۲۔ بلند مرتبہ والے اور خیس ترین مرتبہ والے۔ جیسا کہتے ہیں فلان منی بالیمین و فلان منی بالشمال۔ جبکہ تم ان دونوں کی تعریف بلندی اور حقارت کے ساتھ کرو۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل عرب یمن کے ساتھ برکت اور بائیں طرف سے نحوست مراد لیتے تھے۔ ایک اور قول یہ ہے اہل جنت کو دائیں جانب سے لیا جائے گا۔ اور اہل نار کو بائیں جانب سے۔ مَا أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ (کیسے برے ہونگے بائیں طرف والے) وہ کیا چیز ہیں؟ بد بختی میں ان کی اس حالت پر تعجب کا اظہار کیا گیا۔ (کہ یہ لوگ کتنے ہی بد بخت ہیں؟)

۱۰ : وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ (اور جو آگے بڑھنے والے ہیں وہ آگے بڑھنے والے ہیں) پہلا السابق مبتدأ اور دوسرا خبر ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے۔ السابقون الی الخیرات السابقون الی الجنات جو بھلائی کی طرف بڑھنے والے ہیں وہ جنتوں کی طرف سبقت کرنے والے ہیں۔ ایک اور قول یہ ہے دوسرا السابقون اول کی تاکید ہو کر مبتدأ ہے اور۔ ۱۱ : خَيْرَ أَوْلَادِكَ الْمُقْرَبُونَ (اور جو اعلیٰ درجہ کے ہونگے وہ تو اعلیٰ درجہ کے ہی ہیں۔ وہ تو اللہ تعالیٰ کے مقرب ہونگے)

دونوں میں اول ترکیب راجح ہے۔

۱۲ : فِي جَنَّاتٍ النَّعِيمِ (آرام کے باغ میں ہونگے) یعنی وہ آرام کے باغ میں ہونگے۔ مبتدأ محذوف ہے۔

۱۳ : ثَلَاثَةٌ مِنَ الْأُولَىٰ (ان کا ایک بڑا گروہ تو اگلے لوگوں میں سے ہوگا) ثلثة لوگوں کی بہت بڑی جماعت معنی یہ ہے ساتفین اول لوگوں میں بہت ہونگے۔

۱۴ : وَقَلِيلٌ مِنَ الْآخِرِينَ (اور پچھلے لوگوں میں سے تھوڑے ہونگے) اور یہ آدم علیہ السلام سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام امتوں سے ہونگے۔ قلیل من الآخرین اس سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت مراد ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ من الاولین سے اس امت کے متقدمین اور آخرین سے امت کا پچھلا طبقہ مراد ہے۔ جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ دونوں طبقے میری امت سے ہیں۔ (طبری۔ ابن: بحوالہ کشاف)

جنت کے مناظر:

۱۵ : عَلَىٰ سُرُرٍ (تختوں پر) سرر جمع سریر جیسا کثیب و کشب۔ مَوْضُونَةٍ (سونے کے تاروں سے بنے ہوئے) جو

سونے کے تاروں اور موتیوں اور یا قوت سے بنے ہوئے ہونگے۔

۱۶: مُتَّكِنِينَ (وہ تکیہ لگانے والے ہونگے) یہ علی کی ضمیر سے حال ہے۔ اور وہی اس میں عامل ہے تقدیر کلام اس طرح ہے استقر وا علیہا متکین تم استقر اختیار کرو اس پر اس حال میں کہ وہ تکیہ لگانے والے ہونگے۔ عَلَیْهَا مُتَّقِبِلِينَ (آمنے سامنے بیٹھنے والے ہونگے) وہ ایک دوسرے کے چہرہ کو دیکھیں گے ایک دوسرے کی پشت کی طرف دیکھنا نہ ہوگا۔ ان کی یہ صفت اس لئے بیان کی گئی تاکہ ان کے حسن معاشرت، تہذیب اخلاق اور خالص مودت پر دلالت کرے۔
مَخْرُوجًا: متقابلین بھی حال ہے۔

۱۷: يَطُوفُ عَلَيْهِمْ (اور ان کے پاس آتے جاتے رہیں گے) ان کی خدمت کریں گے۔ وَ لِدَانًا (لڑکے) جمع ولید بمعنی لڑکے مُخَلَّدُونَ (ہمیشہ رہنے والے ہونگے) وہ لڑکوں کی شکل میں ہمیشہ رہیں گے اس حالت سے نہیں پھریں گے۔ ایک قول یہ ہے ان کے کانوں میں بالیاں ڈالی جائیں گی۔ عرب النخلدة بالی کو کہتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے یہ اہل دنیا کی وہ اولاد ہے کہ جن کی کوئی نیکی نہ تھی کہ ان کو ثواب ملے اور نہ کوئی گناہ تھا کہ ان کو عذاب دیا جائے۔ حدیث میں ہے جس کو بزاز نے کشف الاستار میں ذکر کیا ہے۔ اولاد کفار اہل جنت کے خدام ہونگے۔ مجمع الزوائد ۲/۲۱۹ کشف الاستار ۲۱۷۔

۱۸: بِاَكْوَابٍ (آنخوروں کے ساتھ) اکواب جمع کوب ایسا برتن جس کا دستہ نہ ہو اور نہ ٹوٹی۔ وَ اَبَارِيقٍ جمع ابریق (لوٹے) جس برتن کا دستہ اور ٹوٹی دونوں ہوں۔ وَ كَأْسٍ (اور جام جن میں شراب ہوگی) اور ان میں شراب نہ ہو تو اس کو کاس نہ کہیں گے۔ مِّنْ مَّعِينٍ (جو بہتی ہوئی شراب سے بھرا جائے گا) ان کے پاس آنخورے، آفتابے اور جاری رہنے والی شراب سے بھرے ہوئے جام لیے ہونگے۔ معین وہ شراب جو چشموں سے جاری ہوگی۔

۱۹: لَا يُصَدَّعُونَ عَنْهَا (نہ اس شراب سے ان کو درد سر ہوگا) عنہا اس کے سبب سے۔ حقیقت میں یہ اس طرح ہے لا یصدر صدا عنهم عنہا ان کا سر درد اس کی وجہ سے صادر نہ ہوگا۔ وَلَا يُنْزِفُونَ (اور نہ عقل میں فتور آئے گا) نہ ان کو نشہ چڑھے گا۔ عرب کہتے ہیں۔ نزع الرجل اس کی عقل جاتی رہی نشے کی وجہ سے۔

قراءت: ینزفون زاء کا کسرہ کو فیوں نے پڑھا۔ ان کی شراب ختم نہ ہوگی کہتے ہیں۔ اَنْزَفَ الْقَوْمُ جبکہ ان کی شراب ختم ہو جائے۔

۲۰: وَ فَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُونَ (اور پسندیدہ میوے) ان میں سے افضل و عمدہ وہ پسند کر کے لیں گے۔

۲۱: وَ لَحْمٍ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ (اور مرغوب خاطر پرندوں کا گوشت) یشتہون تمنا کرنے کے معنی میں آتا ہے۔

۲۲: وَ حُورٍ عِينٍ (اور گوری گوری بڑی آنکھوں والی عورتیں ہوں گی) حور یہ حوراء کی جمع ہے۔ عین عیناء کی جمع ہے۔ یعنی اس جنت میں بڑی آنکھوں والی حوریں ہوں گی۔ نمبر ۲۔ ان کے لئے بڑی آنکھوں والی حوریں ہوں گی۔ اور یہ بھی درست ہے کہ اس کا عطف ولدان پر ہو۔

لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا تَأْتِيهَا ۱۵ إِلَّا قِيلًا سَلَامًا سَلَامًا ۱۶ وَأَصْحَابُ الْيَمِينِ ۱۷ مَا أَصْحَابُ

وہاں نہ بک بک نہیں گے اور نہ اور کوئی بے ہودہ بات بس سلام ہی سلام کی آواز آئے گی اور جو داہنے والے ہیں وہ داہنے والے کیسے

الْيَمِينِ ۱۷ فِي سِدْرٍ مَّخْضُودٍ ۱۸ وَطَلْحٍ مَّنْضُودٍ ۱۹ وَظِلِّ مَمْدُودٍ ۲۰ وَمَاءٍ مَّسْكُوبٍ ۲۱ وَفَاكِهَةٍ

ایچھے ہیں وہ ان باغوں میں ہوں گے جہاں بے خار بیریاں ہوں گی اور تہہ بہ تہہ کیلے ہوں گے اور لہلہا لہا سیاہ ہوگا اور چلتا ہوا پانی ہوگا اور کثرت سے میوے

كَثِيرَةٍ ۲۲ لَا مَقْطُوعَةٍ وَلَا مَمْنُوعَةٍ ۲۳ وَفُرُشٍ مَّرْفُوعَةٍ ۲۴ إِنَّا أَنشَأْنَهُنَّ إِنِشَاءً ۲۵ فَجَعَلْنَهُنَّ

ہوں گے جو نہ ختم ہوں گے اور نہ انگی روک ٹوک ہوگی اور اونچے اونچے فرش ہوں گے ہم نے ان عورتوں کو خاص طور پر بنایا ہے یعنی ہم نے ان کو ایسا بنایا کہ وہ

أَبْكَارًا ۲۶ عُرْبًا أْتْرَابًا ۲۷ لِأَصْحَابِ الْيَمِينِ ۲۸ ثَلَاثَةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ ۲۹ وَثَلَاثَةٌ مِّنَ الْآخِرِينَ ۳۰

کنواریاں ہیں محبوبہ ہیں ہم عمر ہیں یہ سب چیزیں داہنے والوں کے لئے ہیں ان کا ایک بڑا گروہ اگلے لوگوں میں سے ہوگا اور ایک بڑا گروہ پچھلے لوگوں میں سے ہوگا۔

وَأَصْحَابُ الشِّمَالِ ۳۱ مَا أَصْحَابُ الشِّمَالِ ۳۲ فِي سَمُومٍ وَحَمِيمٍ ۳۳ وَظِلِّ مِّنْ يَّحْمُومٍ ۳۴

اور جو بائیں والے ہیں وہ بائیں والے کیسے برے ہیں وہ لوگ سموم میں ہوں گے اور کھولتے ہوئے پانی میں اور سیاہ دھوکوں کے سایہ میں

قراءت: حمزہ، علی، یزید نے حور پڑھا اور اس کو جنات النعیم پر عطف کیا۔ گویا اس طرح فرمایا ہم فی جنات وفاکھہ ولحم و حور وہ باغات اور میوے اور گوشت اور حوروں میں ہونگے۔

۲۳: كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُونِ (جیسے حفاظت سے پوشیدہ رکھا ہوا موتی) لؤلؤ کے ساتھ صفائی و ستھرائی میں تشبیہ دی۔ اور المکنون محفوظ قول الزجاج موتیوں کی طرح جب کہ ان کو سیپ سے نکالا جائے اور زمانہ نے اس میں کوئی تبدیلی نہ کی اور نہ استعمال کے مختلف حالات سے وہ گزرا ہو۔

۲۴: جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (یہ ان کے اعمال کے صلہ میں ہوگی) جزاء یہ مفعول لہ ہے۔ یعنی یہ سب کچھ سلوک ان کے اعمال کے بدلہ کی خاطر کیا جائے گا۔ یا جزاء مصدر ہے تقدیر اس طرح ہے یجزون جزاء ان کو بدلہ دیا جائے گا بدلہ دیا جانا۔

۲۵: لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا تَأْتِيهَا (اور وہاں وہ نہ بک بک نہیں گے اور نہ کوئی بیہودہ بات) وہ جنتوں میں کوئی باطل بات اور نہ ہی ہدیہ بیان نہیں گے۔

۲۶: إِلَّا قِيلًا سَلَامًا سَلَامًا (سلام ہی سلام کی آواز آئے گی) مگر سلامتی والی بات۔

تجوید: یہ استثناء منقطع ہے۔ اور سلاماً یہ قیلاً سے بدل ہے یا قیلاً یہ مفعول بہ ہے۔ یعنی وہ اس میں کوئی چیز نہ نہیں گے سوائے سلام سلام کہنے کے۔ مطلب یہ ہوا کہ وہ ایک دوسرے کو السلام علیکم کھل کر کہیں گے۔ وہ سلام کے بعد سلام کہیں گے۔

۲۷: وَأَصْحَابُ الِّيمِينِ مَا أَصْحَابُ الِّيمِينِ (اور دائیں طرف والے، وہ کیسے اچھے ہونگے دائیں طرف والے)
 ۲۸: فِي سِدْرٍ مَّخْضُودٍ (جہاں بے خار بیریاں) السِّدْرُ بیری کا درخت۔ المَخْضُودُ جس میں کاٹنا نہ ہو گویا اس کے کانٹے کو کاٹ دیا گیا ہے۔

۲۹: وَ طَلْحٍ مَّنْضُودٍ (تہ بہ تہ کیلے) الطَّلْحُ: کیلے کا پودا المنضود: جو پھل کی وجہ سے نیچے سے اوپر تک بھرا ہو۔ اس کا ظاہر ہونے والا کوئی تنا نہیں ہوتا۔

۳۰: وَ ظِلِّ مَمْدُودٍ (اور وسیع سائے) دراز پھیلے ہوئے جیسا کہ سائے طلوع فجر اور طلوع آفتاب کے وقت ہوتے ہیں۔

۳۱: وَ مَاءٍ مَّسْكُوبٍ (اور آب رواں) جو بلا کھائی اور کنارے کے جاری ہوگا۔ یعنی وہ زمین پر نالیوں کے بغیر چلے گا۔

۳۲: وَ فَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ (اور کثیر خوش ذائقہ پھل ہوں گے) کثیرہ سے کثیر الاجناس مراد ہے۔

۳۳: لَا مَقْطُوعَةٍ (جو نہ ختم ہونگے) وہ کسی وقت میں منقطع نہ ہونگے جیسے دنیا کے پھل ہیں۔ بلکہ وہ دائمی ہونگے۔ وَلَا مَمْنُوعَةٍ (نہ ان کی روک ٹوک ہوگی) کسی طرح سے لینے والے کو روکا نہ جائے گا۔ ایک قول یہ ہے وقت کے ساتھ منقطع نہ ہونگے اور نہ قیمت کے بغیر ممنوع ہونگے۔

بلند مرتبہ والے:

۳۴: وَ فُرُشٍ مَّرْفُوعَةٍ (اور اونچے فرش ہونگے) بلند مرتبے والے یا نمبر ۲۔ ان کو بچھایا جائے۔ یہاں تک کہ اٹھانا پڑے۔ نمبر ۳۔ چار پایوں پر بلند ہونگے۔ ایک قول یہ ہے اس سے مراد عورتیں ہیں کنایۃً عورت کو فراش کہا جاتا ہے۔ بلند ہونگی مسہریوں پر دوسرے مقام پر فرمایا: ہم وازواجہم فی ظلال علی الارائك متکنون [یس: ۵۶] اور اگلی آیت اسی معنی پر دلالت کرتی ہے۔

۳۵: اِنَّا اَنْشَاْنُهِنَّ اِنْشَاءً (ہم نے ان عورتوں کو خاص طور پر بنایا ہے) ہم نے ان کی خلقت کی ابتداء محض قدرت سے کی ہے۔ وہ ولادت سے پیدا نہیں ہوئیں۔ پھر یا تو وہ مراد ہوں جن کو ابتداءً پیدا فرمایا یا ان کو دوبارہ پیدا کیا گیا۔ اس تاویل کے علاوہ تاویلات کیلئے ہُنَّ کی ضمیر لائی گئی کیونکہ فرش کا تذکرہ جو کہ بستر ہیں۔ ان پر دلالت کر رہا ہے۔

۳۶: فَجَعَلْنَهِنَّ اَبْكَارًا (پس ان کو اس طور پر بنایا کہ وہ کنواری ہیں) ابکار کنواری۔ جب بھی خاوندان کے پاس جائیں گے تو ان کو کنواری پائیں گے۔

۳۷: عُرْبًا اَتْرَابًا (محبوبہ ہیں، ہم عمر ہیں)

قراءت: حمزہ، خلف، یحییٰ، حماد نے عُرْبًا جمع عروب پڑھا ہے۔ عروب محبوبہ اپنے خاوند سے محبت کرنے والی خوبصورت، مطیع و فرمانبردار۔ اترابا: عمر میں برابر۔ تینتیس سال کی لڑکیاں اور ان کے خاوند بھی اسی عمر کے ہونگے۔

۳۸: لَا اَصْحَابِ الِّيمِينِ (دائیں طرف والوں کیلئے)

نحو: اس میں لام انشانا کے صلہ میں لائی گئی ہے۔

۳۹: ثَلَاثَةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ (ان کا ایک بڑا گروہ تو اگلے لوگوں میں سے ہوگا) یعنی دائیں طرف والے پہلے لوگوں کا بڑا گروہ ہیں۔

۴۰: وَثَلَاثَةٌ مِّنَ الْآخِرِينَ (اور ایک بڑا گروہ پچھلے لوگوں میں سے ہوگا)

سوال: اس سے پہلے کہا گیا۔ وقلیل من الآخِرین اور یہاں فرمایا: ثلثہ من الآخِرین۔ کیوں؟

جواب: وہ السابقون الاولون کا بیان ہے۔ اور یہ اصحاب الیمین کا بیان ہے۔ یہ اولین و آخرین دونوں میں کثرت سے ہونگے۔

قول حسن رحمہ اللہ:

سابقین پہلی امتوں میں سے ہماری امت کے سابقین سے زیادہ ہیں اور ان امتوں کے پیروہ اس امت کے پیروؤں کی طرح ہیں۔

۴۱: وَأَصْحَابُ الشِّمَالِ مَا أَصْحَابُ الشِّمَالِ (اور جو بائیں طرف والے ہیں وہ بائیں طرف والے کیسے برے ہیں) شمال اور مشاۓہ ایک چیز ہے (بائیں طرف اور نحوست)

۴۲: فِي سَمُومٍ (وہ آگ میں ہونگے) وہ آگ کی ایسی حرارت میں ہونگے جو مسام میں سرایت کرنے والی ہوگی۔ وَحَمِيمٍ (اور کھولتے ہوئے پانی میں ہونگے) ایسا گرم پانی جو حرارت کی انتہاء کو پہنچا ہو۔

۴۳: وَظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُومٍ (اور دھوئیں کے سایہ میں ہوں گے) سیاہ دھوئیں کا سایہ۔

لَا بَارِدٌ وَلَا كَرِيمٌ ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا قَبْلَ ذَلِكَ مُتْرَفِينَ ۚ وَكَانُوا يُصِرُّونَ عَلَى الْحِنثِ

جو نہ ٹھنڈا ہوگا اور نہ فرحت بخش ہوگا' وہ لوگ اس سے پہلے بڑی خوش حالی میں رہتے تھے اور بڑے بھاری گناہ پر اصرار کیا

الْعَظِيمِ ۚ وَكَانُوا يَقُولُونَ ۚ إِذْ أَمْتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظْمًا ۚ إِنَّا لَمَبْعُوثُونَ ۚ أَوْ

کرتے تھے' اور یوں کہا کرتے تھے' کہ جب ہم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں رہ گئے تو کیا ہم دوبارہ زندہ کیے جائیں گے اور کیا

أَبَاؤُنَا الْأَوَّلُونَ ۚ قُلْ إِنَّ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ ۚ لَمَجْمُوعُونَ ۚ إِلَىٰ مِيقَاتِ يَوْمٍ

ہمارے اگلے باپ دادا بھی؟ آپ کہہ دیجئے کہ سب اگلے اور پچھلے جمع کئے جائیں گے ایک معین

مَعْلُومٍ ۚ ثُمَّ إِنَّكُمْ أَيُّهَا الضَّالُّونَ الْمُكَذِّبُونَ ۚ لَا تَكُلُونَ مِنْ شَجَرٍ مِنْ زُقُومٍ ۚ

دن پ پھر تم کو اے گمراہو جھٹلانے والو! درخت زقوم سے کھانا ہوگا'

فَمَا كُنْتُمْ مِنْهَا الْبُطُونَ ۚ فَشَرِبُونَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيمِ ۚ فَشَرِبُونَ شُرَبًا

سو اس سے پیٹ بھرنا ہوگا' پھر اس پر کھولتا ہوا پانی پینا ہوگا' پھر پینا بھی پیاسے

الْهِيمِ ۚ هَذَا نَزْلُ يَوْمِ الدِّينِ ۚ

اونٹوں کی طرح ہوگا' ان لوگوں کی قیامت کے روز یہ دعوت ہوگی۔

نام کا سایہ:

۳۴ : لَا بَارِدٌ وَلَا كَرِيمٌ (جو نہ ٹھنڈا ہوگا نہ فرحت بخش ہوگا) سائے کی دو صفات کی نفی کی گئی۔ مراد یہ ہے کہ وہ سایہ تو ہوگا مگر عام سایوں کی طرح نہ ہوگا اس کا نام سایہ ہی رکھا پھر سائے کی اچھی صفات بردوراحت کی نفی کر دی۔ اور اس کا فائدہ سایہ والے کیلئے سوائے ایذا کے اور کچھ نہ ہوگا۔ اور یہی اس کا کرم ہے اور انداز سے سایہ کے متعلق آرام حاصل ہونے کی جو دلالت تھی اس کا ازالہ ہو گیا۔ حاصل یہ ہے کہ گرم نقصان دہ سایہ ہوگا۔

۳۵ : إِنَّهُمْ كَانُوا قَبْلَ ذَلِكَ مُتْرَفِينَ (وہ لوگ اس سے پہلے بڑی خوشحالی سے رہتے تھے) قبل ذلك سے مراد دنیا میں مترفین خوشحال تھے اس وجہ سے انہوں نے ڈانٹ ڈپٹ کی طرف توجہ نہ کی اور عبرت سے بے خبر رہے۔

بڑا گناہ شرک:

۳۶ : وَكَانُوا يُصِرُّونَ عَلَى الْحِنثِ الْعَظِيمِ (اور وہ بڑے بھاری گناہ پر اصرار کیا کرتے تھے) يصرون مداومت کرتے

تھے۔ الحنث العظیم : بڑا گناہ نمبر ۲۔ شرک۔ کیونکہ اس سے میثاق والا عہد ٹوٹ جاتا ہے۔ الحنث قسم والے عہد کو توڑنا۔ نمبر ۲۔ بعث کا انکار۔ اس کی دلیل یہ ارشاد الہی ہے۔ واقسموا باللہ جہد ایمانہم لا یبعث اللہ من یموت [النحل: ۳۸] ۴۷ : وَكَانُوا يَقُولُونَ اِنْدَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا ؕ اِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ (اور کہا کرتے تھے کہ جب ہم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں ہو کر رہ گئے تو کیا ہم دوبارہ زندہ کیے جائیں گے)

نَحْوًا : تقدیر عبارت اس طرح ہے اُنبعث اذا متنا اور ظرف میں یہی عامل ہے اور اس کا حذف جائز ہے۔ اس لئے کہ مبعوثون اس پر دلالت کر رہا ہے۔ البتہ مبعوثون اس کا عامل نہیں۔ کیونکہ اِن اور استفہام اس بات سے مانع ہیں کہ ان کا مابعد ماقبل میں عمل کرے۔

۳۸ : اَوَابًا وَّنَا الْاَوَّلُوْنَ (یا ہمارے اگلے باپ دادا بھی زندہ کیے جائیں گے)

نَحْوًا : ہمزہ استفہام کو حرف عطف پر داخل کیا گیا۔ اور مبعوثون کے مضممر پر اس کا عطف نحن کی ضمیر فاصل کے بغیر ہی خوب ہے۔ اس لئے کہ ہمزہ فاصل موجود ہے۔ جیسا کہ اس قول میں خوب ہے۔ ما اشرکنا ولا اباؤنا۔ [الانعام: ۱۳۸] کیونکہ لا جو تاکید نفی کیلئے ہے وہ فاصل کافی ہے۔

قراءت : اَوَابًا وَّنَا مدنی و شامی نے پڑھا ہے۔

۳۹ : قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ (آپ کہہ دیجئے سب اگلے اور پچھلے)

۵۰ : لَمَجْمُوْعُوْنَ اِلٰی مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ (ایک معین تاریخ کی حد پر سب جمع کیے جائیں گے) مقررہ حد جس سے دنیا کا وقت مقرر کیا گیا۔ یہاں میقات کی اضافت یوم کی طرف من کے حذف کے ساتھ خاتم فضیہ جیسی ہے۔ میقات کسی چیز کی مقررہ حد جیسے میقات احرام۔ وہ حدود ہیں جن کو عمرہ، حج کیلئے مکہ جانے والا بلا احرام عبور نہیں کر سکتا۔

۵۱ : ثُمَّ اِنكُمْ اِيْهَا الضَّالُّوْنَ الْمُكْذِبُوْنَ (پھر اے گمراہ جھٹلانے والو) ضال ہدایت کو گم کرنے والے مکذب سے بعث بعد الموت کی تکذیب کرنے والے مراد ہیں اور وہ اہل مکہ اور جو انہی جیسے لوگ ہیں۔

۵۲ : لَا يَكْلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُوْمٍ (تم کو درخت زقوم سے کھانا ہوگا)

نَحْوًا : اول من یہ ابتدائے غایت کیلئے ہے اور دوسرا من بیان شجر کیلئے ہے۔ یعنی وہ درخت زقوم ہوگا۔

۵۳ : فَمَا لِنُوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ (پھر اس سے پیٹ بھرنا ہوگا)

۵۴ : فَسَارِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ۔ (پھر اس پر کھولتا پانی پینا ہوگا)

ایک نکتہ:

ہا ضمیر جو الشجر کی طرف راجع ہے معنی کا لحاظ کر کے مؤنث لائی گئی ہے۔ اور علیہ میں لفظ کے لحاظ سے اس کی طرف مذکر ضمیر

لائے۔

جائے۔ یوم الدین سے قیامت کا دن مراد ہے۔

۵۷ : نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْ لَا تُصَدِّقُوْنَ (ہم نے ہی پیدا کیا پھر تم تصدیق کیوں نہیں کرتے) لولا ہلا کے معنی میں تو بیخ کیلئے ہے۔ اس میں تخلیق اول کے ذریعہ تصدیق بعث پر آمادہ کیا گیا ہے کیونکہ وہ اول پیدائش کی تصدیق کرتے تھے۔ مگر جب ان کا مذہب تصدیق کے تقاضا کے خلاف تھا تو گویا وہ اس کے بھی مکذب ہوئے یا بعث سے ان کو آمادہ کیا گیا وہ اس طرح کہ جو ذات اولاً پیدا کرنے پر قادر ہے۔ دوبارہ پیدا کرنا اس کے لئے کیا مشکل ہے۔

۵۸ : اَفَرَأٰۤیۡتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ (بتلاؤ تم جو عورتوں کے رحم میں نطفہ ٹپکتے ہو) ما تممنونہ جس کو تم ٹپکتے ہو یعنی ارحام میں جو نطفے تم ڈالتے ہو۔

۵۹ : ءَاۤ اَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَہٗ (کیا تم اس کو آدمی بناتے ہو) تم اس کا اندازہ کرتے، تصویر بناتے اور اس کو صحیح سالم بشر بناتے ہو۔ اَمْ نَحْنُ الْخَالِقُوْنَ (یا ہم بناتے ہیں)

۶۰ : نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ (ہم نے تمہارے درمیان موت کو وقت مقررہ پر ٹھہرا رکھا ہے) ہم نے اس کو پورے اندازے سے مقرر کر رکھا ہے۔ اور رزق کی طرح اختلاف و تفاوت کے ساتھ اس کو ہم نے تمہارے لئے تقسیم کر دیا ہے۔ جیسا کہ ہماری مشیت تقاضا کرتی ہے۔ پس تمہاری عمریں مختلف لمبی، چھوٹی، متوسط ہیں۔

قراءت: قدرنا تخفیف کے ساتھ کی نے پڑھا۔

وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوقِيْنَ (اور ہم اس سے عاجز نہیں ہیں) سبقت بالشیء بولتے ہیں جبکہ اس کے کرنے سے عاجز آجائیں اس چیز کا غلبہ ہو جائے۔ اب معنی یہ ہوگا ہم عاجز نہیں۔

مماثل مخلوق:

۶۱ : عَلٰۤیۡۤ اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ (کہ تمہاری جگہ اور تم جیسے آدمی پیدا کر دیں) مطلب یہ ہے کہ ہم اس بات پر قادر ہیں۔ اس سلسلہ میں تم مجھ پر غالب نہیں آ سکتے۔ مثال جمع مثل یعنی اس پر کہ تمہاری جگہ بدل کر تم جیسی اور مخلوق لے آئیں۔ وَنُنشِئْكُمْ فِیۡۤ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (اور تم کو ایسی صورت میں پیدا کر دیں جس کو تم جانتے بھی نہیں ہو) اس کا عطف تبدل پر ہے۔ علی ان ننشئکم ایسے قادر ہیں کہ تم کو پیدا کر دیں کسی ایسی مخلوق کی شکل میں جس کو تم جانتے بھی نہیں اور نہ پہلے اس سے سابقہ پڑا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہم دونوں باتوں پر قدرت رکھتے ہیں۔ نمبر ۱۔ تمہارے مماثل مخلوق پیدا کرنے پر نمبر ۲۔ اور ایسی مخلوق جو تمہارے مماثل نہ ہو۔ تو پھر ہم اعادہ سے کس طرح عاجز ہوتے۔؟ اور یہ بھی درست ہے کہ امثالکم جمع مثل کی ہو۔ مطلب یہ ہے ہم اس بات پر قادر ہیں کہ ہم تمہاری صفات کو بدل دیں جو تمہارے خلق اور اخلاق میں پائی جاتی ہیں اور تم میں نئے سرے سے ایسی صفات پیدا کر دیں جن کو تم جانتے بھی نہیں۔

۶۲ : وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشَاۤءَ الْاُولٰۤی (اور تم کو اول پیدائش کا علم ہے)

قراءت: ابو عمرو کی نے النشاء ة پڑھا ہے۔

فَلَوْلَا تَذَكَّرُونَ (پھر تم کیوں نہیں سمجھتے) کہ جو ایک چیز قابو رکھتا ہو دوسری مرتبہ وہ شئی اس کے لئے ممتنع نہیں۔

مَسْتَنَلَّةً: اس میں دلیل ہے کہ قیاس درست ہے اس لئے کہ نشاء ة ثانیہ کے نشاء ة اولیٰ پر قیاس نہ کرنے پر ان کی تجہیل کی گئی۔

۶۳: أَفَرَأَيْتُمْ مَا تَحْرُثُونَ (اچھا پھر یہ بتاؤ کہ تم جو کچھ بوتے ہو) جو غلہ تم کاشت کرتے ہو یعنی زمین میں بل چلاتے اور اس میں بیج ڈالتے ہو۔

۶۴: ءَأَنْتُمْ تَزْرَعُونَهُ (کیا تم اس کو اگاتے ہو) تم اس کو اگا کر نبات کی شکل میں لوٹاتے ہو۔ اَمْ نَحْنُ الزَّارِعُونَ (یا ہم اس کو اگاتے ہیں) زارع: اگانے والے۔ حدیث پاک میں فرمایا گیا: لا یقولن احدکم زرعتم و لیقل حرثتم۔ تم میں سے کوئی یہ نہ کہے میں نے اگایا بلکہ کہے میں نے کھیتی بوئی۔ [رواہ ابن حبان: ۵۷۲۳، البیہقی ۶/۱۱۳۸]

۶۵: لَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَاهُ حُطَامًا (اگر ہم چاہیں تو اس پیداوار کو چوراچورا کر دیں) پکنے سے بل ہی ریزہ ریزہ تنکے تنکے کر دیں۔ فَظَلَّمْتُمْ تَفَكَّهُونَ (پھر تم متعجب ہو کر رہ جاؤ) تعجب میں پڑ جاؤ یا اپنی تھکاوٹ و خرچ کے رائیگاں جانے پر شرمندہ ہو جاؤ۔ نمبر ۳۔ اس گناہ پر پشیمان ہوتے ہو جو اس سزا کا باعث بنا۔

۶۶: اِنَّا لَمُغْرَمُونَ (اب ہم پرتاوان ہی پڑ گیا) تم کہتے ہو۔

قراءت: ابو بکر نے اننا پڑھا ہے۔ لمغرمون ہم پر تو خرچہ کی چٹی پڑ گئی۔ یا نمبر ۲۔ ہم تباہ ہو گئے کیونکہ ہمارا رزق برباد ہوا۔ یہ الغرام سے لیا گیا ہے جس کا معنی ہلاکت ہے۔

۶۷: بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ (بلکہ ہم محروم ہی ہو کر رہ گئے) بلکہ ہم ایسے لوگ ہیں جو محروم کر دیئے گئے ہیں ہم تو بد نصیب و بد بخت ہیں نہ کہ خوش نصیب۔ ہمارا نہ کوئی حصہ ہے اور نہ نصیب۔ اگر ہم خوش نصیب ہوتے تو ہمارے ساتھ یہ نہ ہوتا۔

۶۸: أَفَرَأَيْتُمُ الْمَاءَ الَّذِي تَشْرَبُونَ (اچھا یہ بتلاؤ کہ جس پانی کو تم پیتے ہو) الماء سے وہ پانی جو میٹھا پینے کے قابل ہو۔

۶۹: ءَأَنْتُمْ أَنْزَلْتُمُوهُ مِنَ الْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ الْمُنزِلُونَ (اس کو بادل سے تم برساتے ہو یا ہم برسائے والے ہیں) المزن سفید بادل۔ اس کا پانی نہایت شیریں ہوتا ہے۔ المنزلون ہم اپنی قدرت سے اتارنے والے ہیں۔

لَوْ نَشَاءُ جَعَلْنَاهُ أُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُونَ ﴿۷۰﴾ اَفْرَعَيْتُمُ النَّارَ الَّتِي تُورُونَ ﴿۷۱﴾

اگر ہم چاہیں اس کو کڑوا کر دیں سو تم شکر کیوں نہیں کرتے ' اچھا پھر یہ تلاء کہ جس میں کو تم سگاتے ہو

ءَا أَنْتُمْ أَنْشَأْتُمْ شَجَرَتَهَا أَمْ نَحْنُ الْمُنْشِئُونَ ﴿۷۲﴾ نَحْنُ جَعَلْنَاهَا تَذْكَرَةً

اس کے درخت کو تم نے پیدا کیا ہے یا ہم پیدا کرنے والے ہیں ' ہم نے اس کو یاد دہانی کی چیز

وَمَتَاعًا لِلْمُقْوِينَ ﴿۷۳﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ﴿۷۴﴾ فَلَا أُقْسِمُ

اور مسافروں کے فائدہ کی چیز بنایا ہے ' سو اپنے عظیم الشان پروردگار کے نام کی تسبیح بیان کیجئے۔ سو میں مواقع النجوم

بِمَوَاقِعِ النُّجُومِ ﴿۷۵﴾ وَإِنَّهُ لَقَسَمٌ لِّوَتَّعَلَمُونَ عَظِيمٌ ﴿۷۶﴾ إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ ﴿۷۷﴾

کی قسم کھاتا ہوں اور بیشک یہ بڑی قسم ہے اگر تم جانتے ہو۔ بیشک وہ قرآن کریم ہے

فِي كِتَابٍ مَّكْنُونٍ ﴿۷۸﴾ لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ ﴿۷۹﴾ تَنْزِيلٌ مِّنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۸۰﴾ أَفَبِهَذَا

مخفوظ کتاب میں اسے نہیں چھوتے ہیں مگر پاکیزہ لوگ ' یہ اتارا ہوا ہے رب العالمین کی طرف سے ' کیا تم اس

الْحَدِيثِ أَنْتُمْ مُدْهِنُونَ ﴿۸۱﴾ وَتَجْعَلُونَ رِزْقَكُمْ أَنْكُمْ تَكْذِبُونَ ﴿۸۲﴾

کلام کو سرسری سمجھتے ہو اور تم نے اپنا حصہ یہی تجویز کر لیا ہے کہ جھٹلاتے رہو۔

۷۰: لَوْ نَشَاءُ جَعَلْنَاهُ أُجَاجًا (اگر ہم چاہیں تو اس کو کڑوا کر ڈالیں) اُجَاجًا نمکین یا کڑوا جو پیمانہ جاسکے۔ فَلَوْلَا تَشْكُرُونَ (پس تم شکر کیوں نہیں کرتے)

ایک لطیف تحقیق:

لولا یہ ہلا کے معنی میں ہے لو کے جواب میں لجعلناہ حطامًا میں لام لگائی گئی ہے۔ جبکہ یہاں لام نہیں لگائی گئی کیونکہ لولا جب دو جملوں پر داخل ہو تو دوسرا جملہ پہلے کے ساتھ اس طرح معلق ہو گیا جیسے جزاء شرط سے معلق ہوتی ہے۔ یہ ان کی طرح خاص شرط کیلئے نہیں اور نہ اس طرح عمل کرنے والا ہے۔ پس اس میں شرط کا معنی تو اتفاقاً سرایت کر گیا اس لئے کہ اس سے دونوں جملوں کے مضمون میں فائدہ تھا اور دوسرے جملہ میں ممانعت تو پہلے جملے میں ممانعت کی بناء پر ہے۔ اس لئے اس کے جواب میں ایسی چیز کی محتاجی ہوئی جو علم کو نصب اس تعلق کی بنیاد پر دے اسی لئے لام کا اضافہ کر دیا۔ تاکہ وہ اس کی علامت بن جائے۔ جب اس کے موقع کی تشہیر ہو گئی تو لفظوں سے اس کے ساقط کر دینے میں کوئی حرج نہ ہو کیونکہ ہر ایک اس کو جانتا ہے اور اس کی حذف، اور بقاء کی

دونوں حالتیں برابر ہیں۔ باوجودیکہ اس کا ذکر پہلے ہوا اور معمولی فاصلہ اس کے دوسری مرتبہ تذکرے کا ضرورت مند نہیں ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ یہ لام بہر صورت تاکید کے معنی کو مفید ہے پس مطعومات والی آیات میں اس کو داخل کیا گیا مشروب والی آیات میں نہیں اس لئے کہ مطعوم کا معاملہ مشروب سے مقدم ہے اور اس کے نہ پائے جانے سے وعید زیادہ سخت و مشکل ہے اس لحاظ سے بھی کہ مشروب کی ضرورت مطعوم کے تابع کی حیثیت سے ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے مطعوم والی آیت کو مشروبات والی آیت پر مقدم فرمایا گیا۔

۷۱: اَفْرَاءُ يُتَمُّ النَّارَ الَّتِي تُورُونَ (پھر یہ بتلاؤ جس آگ کو تم سلگاتے ہو) توروں سلگاتے اور چقماق سے اس کو حاصل کرتے ہو۔ اہل عرب دو لکڑیوں کو رگڑ کر آگ حاصل کرتے ہیں ایک کو دوسرے پر رگڑتے ہیں اوپر والی لکڑی کو الزندہ اور نیچے والی کو الزندۃ کہتے ہیں اور دونوں کو ز مادہ سے مشابہت دیتے ہیں۔

۷۲: اَنْتُمْ اَنْشَأْتُمْ شَجَرَ تَهَا (کیا تم نے اس کے درخت کو پیدا کیا) وہ درخت جس سے یہ زنادہ ہے۔ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِئُونَ (یا ہم ہی اس کو پیدا کرنے والے ہیں) ابتداء اس کو بنانے والے ہیں۔

۷۳: نَحْنُ جَعَلْنَاهَا (ہم نے ہی اس کو بنایا ہے) یعنی آگ کو تذکرۃ (یاد دہانی) جہنم کی یاد دہانی۔ اس طرح کہ اسباب معاش اس سے متعلق کر دیئے۔ اور عام ضرورت کی وجہ سے اس کو عام کر دیا تاکہ لوگوں کے سامنے رہے اور ہر وقت اس کو دیکھتے رہیں۔ اور اس آگ کو یاد کریں جس سے ان کو ڈرایا گیا۔ وَمَتَاعًا (اور نفع بخش شے) لِلْمُقْوِينَ (مسافروں کیلئے) جو کہ جنگل میں اترنے والے ہوں۔ القواء: سنسان جنگل۔ یا نمبر ۲۔ ان کے لئے جن کے پیٹ طعام سے خالی ہیں۔ نمبر ۳۔ یا ان کے توشہ دان طعام سے خالی ہیں عرب کہتے ہیں۔ اقوت الدار۔ جبکہ وہ رہائشی لوگوں سے خالی ہو جائے۔

عجیب ترتیب: انسان کی پیدائش کا ذکر کیا تو فرمایا افرایتم ماتمنون کیونکہ یہ نعمت تمام نعمتوں سے بڑھ کر ہے۔ نمبر ۲۔ پھر جس سے بدن انسانی کا قوام ہے اس کو ذکر فرمایا اور وہ اناج ہے چنانچہ فرمایا: افرایتم ماتحراثون۔ نمبر ۳۔ پھر جس سے اناج کو گوندھا اور اس کے بعد پیا جاتا ہے۔ وہ پانی ہے۔ افرایتم الماء۔ نمبر ۴۔ پھر جس سے روٹی پک کر تیار ہوتی ہے۔ وہ آگ ہے۔ پس کھانا ان تین چیزوں کے مجموعہ سے بنتا ہے۔ اور جو انسانی زندگی تک اس سے بے نیاز نہیں۔ (سبحان ما اعظم شانہ)

۷۴: فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ (پس آپ اپنے عظیم الشان رب کے نام کی تسبیح کیجئے) پس اپنے رب کی تزییہ بیان کریں جو اس کی ذات کے لائق نہیں۔ اے مخاطب متدل، نمبر ۲۔ اسم سے ذکر مراد ہے۔ مطلب یہ ہے پس تسبیح کریں اپنے رب عظیم کے ذکر کے ساتھ۔

نَحْوُ: الْعَظِيمِ یہ مضاف کی صفت ہے یا مضاف الیہ کی۔

ایک قول :

سبحان ربی العظیم کہو۔ روایت مرفوعہ میں وارد ہے کہ جب یہ آیت اتری تو آپ نے فرمایا اس کو اپنے رکوع میں پڑھا

کرو۔ [رواہ احمد ۳/۱۵۵، ابوداؤد ۸۶۹، ابن ماجہ ۸۸۷، الدارمی ۱/۲۹۹]

۷۵ : فَلَا أُقْسِمُ (پس میں قسم کھاتا ہوں) یہ فاء قسم ہے اور لاتا کید کیلئے زائدہ ہے جیسا کہ اس ارشاد میں ہے۔ لئلا يعلم اهل

الكتاب [الحمدید: ۲۹]

ایک قراءت : میں فَلَا أُقْسِمُ پڑھا گیا اس کا معنی فَلَانَا اقسام ہے۔ یہ لام ابتدائیہ جس کو جملہ اسمیہ پر داخل کیا گیا۔ وہ جملہ انا اقسام ہے۔ پھر مبتدأ کو حذف کر دیا گیا۔

ایک تنبیہ :

یہ لام قسم نہیں ہو سکتی کیونکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ نون تاکید اس کے ساتھ ملی ہوئی ہو۔ بِمَوَاقِعِ النُّجُومِ (ستاروں کے چھپنے کی) ان کے غروب اور گرنے کے مقامات۔

قراءت : حمزہ، علی نے بموقع پڑھا ہے۔

وجوہ قسم : شاید کہ رات کے آخری حصہ میں جب ستارے مغرب کی طرف اترتے ہوں۔ کچھ قدرت کے مخصوص افعال ہوں۔ (اس لئے قسم اٹھائی) نمبر ۲۔ ملائکہ کی مخصوص عبادات ہوں۔ (اور ان کے یہ اوقات ہوں) نمبر ۳۔ اہل تہجد کے قیام اور آسمانوں سے ان پر رحمت و رضوان کے اترنے کا وقت ہے اسی لئے ان اوقات کو عظیم قرار دے کر قسم اٹھائی۔

۷۶ : وَإِنَّهُ لَقَسَمٌ لِّو تَعْلَمُونَ عَظِيمٌ (اور اگر تم غور کرو تو یہ ایک بڑی قسم ہے) یہ جملہ معترضہ در معترضہ ہے کیونکہ اس کے ذریعے قسم و قسم بہ کے درمیان فاصلہ کیا گیا ہے۔ وہ مقسم بہ انہ لقرآن کریم ہے۔

۷۷ : إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ (بلاشبہ یہ ایک معزز قرآن ہے) کریم، عمدہ پسندیدہ، نمبر ۲۔ بے شمار منافع والا۔ نمبر ۳۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں شان والا۔ اور لو تعلمون کے ذریعے قسم اور عظیم جو صفت موصوف ہیں ان کے درمیان فاصلہ کر دیا۔

۷۸ : فِي كِتَابٍ مَّحْفُوظٍ (جو ایک محفوظ کتاب میں درج ہے) کتاب سے لوح محفوظ مراد ہے۔ مَكْنُونٍ (باطل کی آمد و شر سے محفوظ ہے) نمبر ۲۔ غیر مقررین سے اس کو محفوظ کر دیا گیا ہے مقررین کے علاوہ کوئی اس کی اطلاع نہیں پاسکتا۔

۷۹ : لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ (اس کو سوائے پاک ہستیوں کے اور کوئی نہیں چھوتا) المطہرون وہ تمام گندگیوں سے پاک ہیں۔ گناہوں کی میل کچیل وغیرہ سے یہ اس وقت معنی ہے جبکہ تم اس کو کتاب مکنون کی صفت قرار دو۔ جو کہ لوح محفوظ ہے نمبر ۲۔ اور اگر اس کو قرآن مجید کی صفت قرار دو۔ تو اس وقت معنی یہ ہوگا اس کو لوگوں میں سے وہ چھو سکتا ہے جو طہارت کی حالت میں ہو اور مس سے مراد اس کے لکھے ہوئے کا چھونا ہے۔

۸۰: تَنْزِيلٌ (اتارا ہوا ہے) یہ قرآن مجید کی چوتھی صفت ہے۔ یعنی اتارا ہوا ہے۔ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ (رب العالمین کی طرف سے) نمبر ۲۔ مصدر سے قرآن کی صفت بیان کی گئی کیونکہ قرآن مجید تمام کتابوں میں تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا گیا گویا کہ وہ ذات کے اعتبار سے اتارا ہوا ہے۔ اسی لئے اس کو ناموں کے قائم مقام لایا گیا۔ ایک قول یہ ہے کہ تنزیل میں اسی طرح آیا اور تنزیل نے اسی طرح بتلایا۔ نمبر ۲۔ ہو مبتدا محذوف کی خبر ہے ای ہو تنزیل۔

۸۱: أَفْبِهَذَا الْحَدِيثِ (کیا تم اس کلام کو) الحدیث سے قرآن مجید مراد ہے۔ أَنْتُمْ مُذْهِبُونَ (سرسری بات سمجھتے ہو) سستی برتنے والے ہو۔ جیسا کہ کوئی کسی بات میں مد اہنت کرے، نرم پہلو اختیار کرے اور سستی کرتے ہوئے اس میں پختگی ظاہر نہ کرے۔

۸۲: وَتَجْعَلُونَ رِزْقَكُمْ أَنْكُمْ تَكْذِبُونَ (کہ اس کی تکذیب کو تم نے اپنا رزق بنا لیا ہے) یعنی تم نے اپنے رزق کے شکر کو تکذیب بنا لیا ہے یعنی شکر کی بجائے تم تکذیب اختیار کرنے والے ہو۔

قراءت علیٰ میں ہے اور بقول صاحب کشاف یہ قراءت رسول اللہ ﷺ بھی ہے۔ وتجعلون شکرکم انکم تکذبون (تم نے اپنے شکر یہ کو اس طرح بنا لیا کہ تم تکذیب کرتے ہو) تم نے نعمت قرآن پر شکر یہ کو اس طرح بنا لیا کہ تم قرآن کی تکذیب کرتے ہو۔ ایک قول یہ ہے یہ ستاروں کے بارے میں نازل ہوئی جن سے عرب میں بارش حاصل کرنے کا رواج تھا۔ اور اسی طرح رزق بھی۔ اب معنی یہ ہے تم نے بنا لیا اس چیز پر شکر یہ کو جو اللہ تعالیٰ تم کو بارش کی صورت میں دیتے ہیں کہ اس بارش کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے کا انکار کر دیا اور کہنے لگے کہ فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ہوئی ہے۔

فَلَوْلَا إِذَا بَلَغَتِ الْحُلُقُومَ ﴿۸۳﴾ وَأَنْتُمْ حِينِيذٍ تَنْظُرُونَ ﴿۸۴﴾ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْكُمْ

سو جس وقت روح حلق تک پہنچتی ہے اور تم اس وقت دیکھتے رہتے ہو اور ہم تم سے بھی زیادہ اس کے نزدیک ہوتے ہیں

وَلَكِنْ لَا تَبْصُرُونَ ﴿۸۵﴾ فَلَوْلَا إِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِينِينَ ﴿۸۶﴾ تَرْجِعُونَهَا إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۸۷﴾

لیکن تم سمجھتے نہیں ہو سو اگر تمہارا حساب و کتاب ہونے والا نہیں تو تم اس روح کو کیوں نہیں لوٹا لیتے اگر تم سچے ہو

فَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِينَ ﴿۸۸﴾ فَرَوْحٌ وَرَيْحَانٌ وَجَنَّتُ نَعِيمٍ ﴿۸۹﴾ وَأَمَّا إِنْ كَانَ

پھر جو شخص مقربین میں سے ہو گا اس کے لئے راحت ہے اور غذائیں ہیں اور آرام کی جنت ہے اور جو شخص دابھے

مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِينِ ﴿۹۰﴾ فَسَلَامٌ لَكَ مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِينِ ﴿۹۱﴾ وَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنَ الْمَكْذِبِينَ

والوں میں سے ہو گا تو اس سے کہا جائے گا کہ تیرے لئے سلامتی ہے تو دابھے ہاتھ والوں میں سے ہے اور جو شخص جھٹلانے والوں گمراہوں

الضَّالِّينَ ﴿۹۲﴾ فَنَزَلَ مِنْ حَمِيمٍ ﴿۹۳﴾ وَتَصْلِيَةٌ جَحِيمٍ ﴿۹۴﴾ إِنَّ هَذَا هُوَ حَقُّ الْيَقِينِ ﴿۹۵﴾

میں سے ہو گا سوھولتے ہوئے پانی سے اس کی ضیافت ہوگی اور وہ دوزخ میں داخل ہوگا بے شک یہ تحقیقی یقینی بات ہے۔

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ﴿۹۶﴾

سوائے عظیم الشان پروردگار کے نام کی تسبیح کیجئے۔

۸۳ : فَلَوْلَا إِذَا بَلَغَتِ الْحُلُقُومَ (پس جس وقت روح حلق تک پہنچتی ہے) جب روح موت کے وقت حلقوم تک پہنچ جاتی ہے۔ حلقوم کھانے، پینے کی گزرگاہ۔

۸۴ : وَأَنْتُمْ حِينِيذٍ تَنْظُرُونَ (اور تم اس وقت دیکھا کرتے ہو) یہ خطاب ہر اس شخص کو ہے جو میت کے پاس اس وقت موجود ہو۔

۸۵ : وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلَكِنْ لَا تَبْصُرُونَ (ہم اس وقت اس مرنے والے آدمی سے تمہاری نسبت زیادہ قریب ہوتے ہیں لیکن تم سمجھتے نہیں)۔ الیہ کی ہضمیر سے مراد قریب المرگ شخص۔ لا تبصرون نہ سمجھتے ہو اور نہ جانتے ہو۔

۸۶ : فَلَوْلَا إِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِينِينَ (تو فی الواقع) اگر تمہارا حساب و کتاب ہونے والا نہیں ہے (مدینین مطیع و غلام)۔ یہ دان السلطان الرعیۃ سے لیا گیا جبکہ وہ ان کے معاملات کو چلائے مطیع بنائے۔

تم ہر چیز کے انکار پر اترتے ہو

۸۷: تَرَجِعُونَهَا إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ (تو پھر اس روح کو بدن کی طرف نہیں لوٹاتے ہو۔ اگر تم سچے ہو) تر جعون روح کو لوٹاؤ جسم میں حلق تک پہنچ جانے کے بعد اگر بقول تمہارے تم مغلوب و غلام نہیں ہو۔ لولا ان دونوں آیات میں لولا تخصیص کیلئے ہے اور ایک فعل کا طالب ہے اور تر جعونہا اس کو دو مرتبہ لانے کی بجائے ایک بار پر اکتفاء کر لیا۔ پس آیت کی ترتیب معنوی اس طرح ہوگی۔ فلولا تر جعونہا اذا بلغت الحلقوم ان کنتم غیر مدینین۔ دوسرا لولا تاکید کیلئے لایا گیا ہے۔ ونحن اقرب الیہ منکم اور ہم تمہاری نسبت اس کے قریب تر ہیں۔ اے میت کے گھر والو! ہم اپنی قدرت و علم سے قریب ہیں یا ملائکہ۔ الموت کے ذریعہ قریب ہیں۔ مطلب یہ ہے اے لوگو! تم تو ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کی آیات قدرت کا انکار کرنے پر اترے ہوئے ہو۔ اگر وہ معجز کتاب اتارتا ہے تو اس کو سحر و افتراء کہہ کر مسترد کر دیتے ہو اور اگر وہ اپنا رسول بھیجتا ہے جو صادق الامین ہے تو تم اس کو ساحر، کذاب کہہ کر مسترد کر دیتے ہو۔ اگر وہ تمہاری آبادی کیلئے بارش نازل کرتا ہے تو اس کی نسبت تم ستاروں کی طرف کرتے ہو۔ (یہ ان کے مذہب کے مطابق ہے جو اہمال و تعطیل تک پہنچنے والے ہیں) پھر تمہیں کیا ہوا کہ روح کے حلق تک پہنچنے کے بعد تم دوبارہ اس کو بدن کی طرف واپس نہیں کرتے۔ اگر کوئی وہاں قبضہ قدرت والا نہیں اور تم تعطیل کے قول میں سچے ہو اور ہمیشہ زندہ رہنے والی ذات اور میت و مہدی اور المعید کے قائل نہیں ہو۔

۸۸: فَأَمَّا إِنْ كَانَ (پھر جو شخص ہوگا) متوفی مرنے والا مِنَ الْمَقْرَبِينَ (مقرب لوگوں میں سے) ان تینوں اقسام میں سے ہو جو سبقت کرنے والے ہیں اور جن کا ذکر ابتدائے سورت میں ہوا۔

۸۹: فَرَوْحٌ (تو اس کے لئے راحت ہے) وَرَيْحَانٌ (اور رزق) غِذَائِينَ (غذائیں ہیں) وَجَنَّتْ نَعِيمٌ (اور آرام کی جنت ہے)

۹۰: وَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِينِ (اور جو شخص دائیں طرف والوں میں سے ہوگا)

۹۱: فَسَلِّمْ لَكَ مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِينِ (تو اس کو کہا جائے گا) تیرے لئے امن و امان ہے کہ تو دائیں طرف والوں میں سے ہے) پس تیرے لئے اے صاحب الیمین۔ دوسرے اصحاب الیمین کی طرف سے سلام ہو۔ یعنی وہ تمہیں سلام کہتے ہیں۔ جیسا کہ

دوسرے مقام پر فرمایا: إِلَّا قِيلاً سَلَامًا سَلَامًا [الواقعة: ۲۶]

۹۲: وَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِينَ الضَّالِّينَ (اور جو شخص تکذیب کرنے والے گمراہوں میں سے ہوگا) یہ تیسری قسم ہے۔ یہ

وہ لوگ ہیں جن کے متعلق اسی سورت میں فرمایا۔ ثم انکم ایہا الضالون المکذبون [الواقعة]

۹۳: فَنُزِّلْ مِنْ حَمِيمٍ (تو کھولتے ہوئے پانی سے اس کی دعوت ہوگی)

۹۴: وَتَصْلِيَةٌ جَحِيمٍ (اور دوزخ میں اس کا داخلہ ہوگا) تصلیۃ: داخلہ۔

اہم مسئلہ:

ان آیات میں اشارہ فرمایا کہ تمام کفر ایک ملت ہے اور گناہ گار لوگ یہ اصحاب یمین میں سے ہیں کیونکہ وہ تکذیب کرنے والے نہیں ہیں۔

۹۵: اِنَّ هٰذَا (بیشک یہ جو کچھ اس سورت میں مذکور ہوا) لَهٗوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ (تحقیق یقینی بات ہے) یعنی ایسا حق ہے جو قطعی طور پر ثابت ہونے والا ہے۔

۹۶: فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ (پس آپ اپنے عظیم الشان رب کی تسبیح کیجئے)

فضائل:

روایت میں ہے کہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ جبکہ وہ مرض وفات میں تھے۔ تو انہیں پوچھا کیا تکلیف ہے؟ انہوں نے کہا میرے گناہ ہیں۔ نمبر ۲۔ آپ کیا چاہتے ہیں؟ ہم اس کو عطاء کرنے کا حکم کر دیتے ہیں؟ عبد اللہ نے جواب دیا مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ نمبر ۳۔ اپنی بیٹیوں کو دے دینا۔ عبد اللہ کہنے لگے ان کو بھی اس کی ضرورت نہیں۔ اس لئے کہ میں نے ان کو سورہ واقعہ پڑھنے کا کہہ رکھا ہے۔ اس لئے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ جس نے سورہ واقعہ ہر رات پڑھ لی۔ اس کو کبھی فاقہ نہ آئے گا۔ (مسند ابویعلیٰ ورواہ ابن الضریس فی فضائل القرآن [۲۲۶] البیہقی بسند ضعیف فی شعب الایمان۔)

عجیب نکتہ:

ان تین سورتوں، القمر، الرحمان، الواقعہ میں لفظ اللہ وارد نہیں ہوا۔ بلکہ صفاتی اسمائے مبارکہ آئے ہیں۔

الحمد للہ اذانِ عصر کے وقت جمعرات ۱۲ ربیع الاول ۱۴۲۳ھ ترجمہ سورہ الواقعہ مکمل ہوا۔

رَبُّهُ الَّذِي نَبِّئَتْهُ تِسْعَ وَعِشْرُونَ آيَةً وَأَرْبَعُ رُكُوعًا

سورۃ الحدید مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں اسیس آیات اور چار رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

سَبَّحَ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ① لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں وہ سب جو آسمانوں میں اور زمین میں ہیں اور وہ زبردست ہے حکمت والا ہے اسی کے لئے سلطنت ہے آسمانوں کی اور زمین کی

يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ② هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ

وہی حیات دیتا ہے اور موت دیتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے وہی اول ہے وہی آخر ہے اور وہی ظاہر ہے اور وہی باطن ہے

وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ③ هُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ

اور وہ ہر چیز کا خوب جاننے والا ہے اس نے آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کیا

ثُمَّ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ يُعَلِّمُ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ

پھر عرش پر مستوی ہوا وہ جانتا ہے اس چیز کو جو زمین کے اندر داخل ہوتی ہے اور جو اس میں سے نکلتی ہے اور جو آسمانوں سے

مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ④

ارتی ہے اور جو اس میں چڑھتی ہے اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم کہیں بھی ہو اور وہ تمہارے سب اعمال کو دیکھتا ہے

سَبَّحَ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے ہیں سب جو آسمانوں میں اور

زمین میں ہیں اور وہی زبردست اور حکمت والا ہے)

کلمہ کی جہالت اربعہ:

۱: سَبَّحَ لِلَّهِ اس سورت اور سورۃ حشر وصف میں سج لہ سے شروع کیا جو لفظ ماضی ہے اور بعض سورتوں مثلاً جمعہ، تغابن میں

مضارع کے لفظ اور سورۃ بنی اسرائیل میں لفظ مصدر سے اور سورۃ اعلیٰ میں لفظ امر سے ذکر فرمایا گیا۔ اس کلمہ کی چار جہات ہوئیں۔

نمبر ۱۔ مصدر نمبر ۲۔ ماضی۔ نمبر ۳۔ مضارع۔ نمبر ۴۔ امر۔ حج فعل کبھی لام کے ساتھ متعدی ہوتا ہے اور بعض اوقات متعدی بنفسہ ہوتا

ہے جیسا اس قول و تسبیحوہ اور اس کی اصل متعدی بنفسہ ہے کیونکہ سَبَّحْتَهُ کا معنی میں نے اس کو برائی سے دور کیا۔ یہ سَبَّحَ

سے منقول ہو کر آیا ہے جس کا معنی جانا اور دور ہونا ہے۔ پس اس میں لام یا تو نصحتہ و نصحت لہ کی طرح ہے یا پھر سبح لہ سے مراد اللہ تعالیٰ کیلئے اس نے تسبیح کی اور خالص اس کی ذات کیلئے کی۔ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (وہ سب جو آسمانوں اور زمین میں ہے) آما سے ہر وہ مخلوق مراد ہے جس سے تسبیح کا صدور ہو سکتا ہو۔ تسبیح اس سے درست ہو۔ وَهُوَ الْعَزِيزُ (اور وہ زبردست ہے) اس مکلف سے انتقام لینے والا ہے) جس نے عناد اس کی تسبیح نہیں کی۔ الْحٰكِمِ (اس کو بدلہ دینے میں حکمت والا ہے) جس نے مطیع بنکر اس کی اطاعت کی۔

۲: لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (آسمانوں اور زمین کی سلطنت اسی کی ہے) نہ کہ کسی اور کی بُوْحٰی (وہ زندہ کرتا ہے) نَحْوًا: بُوْحٰی مقام رفع میں واقع ہے اسی ہو یحیی الموتی وہ مردوں کو زندہ کریگا۔ وَيُمِيتُ (اور وہ موت دیتا ہے) زندوں کو نمبر ۲۔ یہ موضع نصب میں واقع ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے: لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَحْيًا وَمَمِيتًا اس کیلئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اس حالت میں کہ وہ زندگی اور موت دینے والا ہے۔ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (اور وہ ہر چیز پر قادر ہے) ۳: هُوَ الْاَوَّلُ (وہی پہلے ہے) وہ قدیم ذات ہے جو ہر شئی سے پہلے تھی۔ وَالْاٰخِرُ (اور وہی پیچھے) جو کہ ہر شئی کے ہلاک ہونے کے بعد باقی رہنے والی ہے۔ وَالظَّاهِرُ (وہی ظاہر ہے) ان دلائل سے جو اس کی ذات پر دلالت کرنے والی ہیں۔ وَالْبَاطِنُ (وہی باطن ہے) کیونکہ وہ مدرك بالحواس نہیں اگرچہ وہ مرنی ہے۔

وَاُوْكَافَاٰنِدَه:

پہلی واؤ کا معنی یہ ہے کہ وہ اولیت و آخریت ہر دو صفات کے جامع ہیں اور تیسری واؤ اس لئے کہ وہ ظہور و خفاء کو جامع ہے رہی درمیانی واؤ وہ ظاہر کرتی ہے کہ اس کی ذات پہلی دونوں صفات اور پچھلی دونوں صفات کی جامع ہے۔ اس کا وجود ماضی و مستقبل تمام اوقات میں دائمی ہے۔ وہ تمام اوقات میں ظاہر و باطن ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ الظاہر کا معنی ہر چیز پر بلند اور اس پر غالب۔ یہ ظہر علیہ سے ماخوذ ہے جبکہ وہ اس چیز پر بلند و غالب ہو جائے اور الباطن جو ہر چیز کے اندرون کو جانتا ہے۔ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے)

۴: هُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ (وہی تو ہے جس نے آسمان کو زمین کو چھ روز کی مقدار میں پیدا کیا) قول حسن ہے کہ ایام دنیا کی مقدار اگر وہ پلک جھپک میں بنانا چاہیں تو وہ بنا سکتے ہیں۔ لیکن چھ دن کو ایک بنانا تھا تا کہ اس پر مدار زمانہ ہو۔ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلٰی الْعَرْشِ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ (پھر وہ تخت پر قائم ہوا۔ وہ جانتا ہے جو چیز زمین میں داخل ہوتی ہے) جو زمین میں بیج، پانی کے قطرات، خزانے، مردے وغیرہ داخل ہوتے ہیں۔ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا (اور جو چیز زمین سے برآمد ہوتی ہے) نباتات وغیرہ وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاۗءِ (اور جو آسمان سے اترتی ہے) یعنی ملائکہ اور بارشیں۔ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا (اور جو چیز اس میں چڑھتی ہے) یعنی اعمال اور دعائیں وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ (اور وہ تمہارے ساتھ رہتا ہے تم جہاں کہیں ہو) اپنے علم و قدرت عامہ اور اپنے فضل و رحمت خاصہ کے ساتھ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (اور وہ تمہارے سب اعمال کو دیکھتا ہے)

لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ وَاِلٰى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝۵۸ يُوَلِّجُ الْاَيْلَ فِي

اسی کی سلطنت ہے آسمانوں کی اور زمین کی اور اللہ ہی کی طرف سب امور لوٹ جائیں گے وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو

النَّهَارِ وَيُوَلِّجُ النَّهَارَ فِي الْاَيْلِ ۗ وَهُوَ عَلِيْمٌ بِذٰتِ الصُّدُوْرِ ۝۵۹ اٰمِنُوْا

رات میں داخل کرتا ہے اور وہ سینوں کی باتوں کو جانتا ہے۔ تم لوگ

بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَحْلِفِيْنَ فِيْهِ ۗ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ

اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور جس مال میں تم کو اس نے دوسروں کا قائم مقام بنایا ہے اس میں سے خرچ کرو جو لوگ تم میں سے ایمان لائے ہیں

وَاَنْفِقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝۶۰ وَمَالَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا

اور خرچ کریں ان کو بڑا ثواب ہوگا اور تمہارے لئے اس کا کیا سبب ہے کہ تم اللہ پر ایمان نہیں لاتے حالانکہ رسول تم کو اسکی طرف بلا رہے ہیں کہ تم اپنے

بِرَبِّكُمْ وَقَدْ اَخَذْتُمْ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۶۱ هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖ

رب پر ایمان لاؤ اور اللہ نے تم سے عہد لیا تھا اگر تم کو ایمان لانا ہو وہ ایسا ہے کہ اپنے بندہ پر صاف صاف

اٰتٍ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۗ وَاِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝۶۲

آیتیں بھیجتا ہے تاکہ وہ تم کو تاریکیوں سے روشنی کی طرف لائے اور بیشک اللہ تعالیٰ تم پر بڑا شفیق ہے مہربان ہے

وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيْرٰثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ لَا يَسْتَوِي

اور تمہارے لئے اس کا کیا سبب ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے حالانکہ سب آسمانوں کی اور زمین کی میراث اللہ ہی کے لئے ہے جو لوگ فتح تک سے

مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَتْلَ ۗ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا

پہلے خرچ کر چکے اور لڑ چکے وہ برابر نہیں ہیں وہ لوگ درجہ میں ان لوگوں سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد میں

مِنْۢ بَعْدٍ وَقَتَلُوْا ۗ وَكُلًّا وَعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝۶۳

خرچ کیا اور قتال کیا اور اللہ تعالیٰ نے سب سے بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی پوری خبر ہے

مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضِعُّهُ لَهٗ ۗ وَلَهٗ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ۝۶۴

کوئی شخص ہے جو اللہ کو قرض حسن دے پھر اللہ اس کو اس کے لئے بڑھائے اور اس کے لئے اجر پسندیدہ ہے۔

۵ : لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَآلِی اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ (آسمان وزمین کی سلطنت اسی کی ہے اور اللہ ہی کی طرف سب امور لوٹ جائیں گے)

۶ : یُوْلَجُ الْاَیْلَ فِی النَّهَارِ وَیُوْلَجُ النَّهَارَ فِی الْاَیْلِ وَهُوَ عَلَیْمٌ بِذٰتِ الصُّدُوْرِ (وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے۔ اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے وہی دلوں کی پوشیدہ باتوں کو بخوبی جانتے ہیں) یوحج کا معنی رات کو دن میں داخل کرتا ہے کہ رات میں سے کچھ حصہ کم ہو جائے اور دن میں رات کو داخل کر کے اس کو طویل کر دیتا ہے۔

۷ : اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَاَنْفِقُوْا (تم لوگ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اور خرچ کرو اس مال سے) یہ انفاق زکوٰۃ اور انفاق فی سبیل اللہ کا احتمال رکھتا ہے۔

قائم مقام بنایا:

مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِیْنَ فِیْهِ (جس مال میں اللہ تعالیٰ نے تم کو قائم مقام بنایا) یعنی تمہارے ہاتھوں میں جو اموال ہیں۔ یہ تمام اللہ تعالیٰ کے اموال ہیں۔ اسی نے یہ بنائے اور پیدا کیے ہیں۔ تم کو نفع اٹھانے کیلئے مالک بنایا ہے اور ان کے تصرفات میں تم کو اس نے اپنا نائب بنایا ہے۔ حقیقت میں یہ تمہارے اموال ہیں ہی نہیں۔ اور تم ان میں صرف وکیل اور نائب ہو اس لئے ان اموال میں سے حقوق اللہ میں صرف کرو اور اس میں سے خرچ تمہیں اسی قدر آسان ہونا چاہئے جتنا آدمی پر غیر کا مال خرچ کرنا آسان ہوتا ہے جبکہ وہ غیر اس کو خرچ کی اجازت دے دے۔ نمبر ۲۔ جعلکم مستخلفین اس نے تمہیں ان کا خلیفہ اور نائب بنا دیا جو تم میں سے پہلے گزرے۔ تم ان کے وارث بن گئے اسی طرح یہ مال تم سے بھی منتقل ہو کر بعد والوں کو پہنچ جائے گا پس ان کے حالات سے عبرت حاصل کر کے اس میں بخل نہ کرو۔ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (پس وہ لوگ جو ایمان لائیں) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ کَبِیْرٌ (تم میں سے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کریں ان کو بڑا ثواب ہوگا)

تم کیوں ایمان نہیں لاتے:

۸ : وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (اور تمہارے لئے کیا سبب ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے) یہ مالکم میں جو معنی فعل ہے اس سے حال ہے جیسا تم کہو: مالک قائم؟ معنی یہ تم کھڑے کیا کرتے ہو؟ مطلب یہ ہو تم کیوں کر اللہ تعالیٰ کا انکار کرتے ہو حالانکہ وَالرَّسُوْلُ یَدْعُوْكُمْ (رسول اللہ ﷺ) تم کو بلا رہے ہیں) واؤ حالیہ ہے۔ یہ دونوں حال متداخل ہیں۔ مطلب یہ ہے ایمان کو چھوڑنے میں تمہارے پاس کیا عذر ہے جبکہ رسول ﷺ تم کو بلا رہے ہیں۔ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ اَخَذَ مِیْثَاقَكُمْ (کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ۔ اور خود اللہ تعالیٰ نے تم سے پکا عہد لیا تھا) اور اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تم سے پکا وعدہ لیا اپنے اس قول سے السّٰتِ بِرَبِّكُمْ [الاعراف ۱۷۲] نمبر ۳۔ یا اس سبب سے کہ اس نے تمہیں عقول عنایت فرمائیں اور دلائل پر غور و فکر کی قوت عنایت فرمائی۔ پس جب تمہارے پاس عقول کی راہنمائی اور رسول ﷺ کی تنبیہ آچکی تو تم کیوں ایمان قبول نہیں کرتے ہو۔ اِنْ كُنْتُمْ

مُؤْمِنِينَ (اگر تم کو ایمان لانا ہو) کسی موجب کے سبب سے تو یہ موجب موجود ہے اس سے بڑھ کر اور کوئی موجب ایمان نہیں ہو سکتا۔

قراءت: ابو عمرو نے اِخَذَ مِثَاقَكُمْ پڑھا ہے۔

۹: هُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ عَلٰی عَبْدِهِ (وہ اللہ تعالیٰ ایسا ہے کہ وہ اپنے بندے پر کھلی ہوئی آیتیں اتارتا ہے) عبدہ سے محمد ﷺ مراد ہیں۔ اِيْتٍ بَيِّنَةٍ (یعنی قرآن مجید) لِيُخْرِجَكُمْ (تاکہ وہ تم کو نکالے) اللہ تعالیٰ یا محمد ﷺ اپنی دعوت کے ذریعہ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ (تاریکیوں سے روشنی کی طرف) یعنی ظلمات کفر سے نور ایمان کی جانب وَاِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوفٌ رَّحِيْمٌ (اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر بڑا شفیق اور مہربان ہے) انتہائی رَأْفَت اور رحمت والے ہیں۔

قراءت: لَرءُوفٌ کو مد و ہمزہ کے ساتھ حجازی، شامی اور حفص نے پڑھا ہے۔

۱۰: وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا (اور تمہارے لئے اس کا کیا سبب ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے) الا سے قبل فی محذوف ہے کہ اس بارے میں ای فی الا تنفقوا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (حالانکہ سب آسمان اور زمین اخیر میں اللہ تعالیٰ ہی کا رہ جائے گا) وہ ان میں ہر چیز کا اخیر میں مالک ہے کسی کے پاس کوئی مال وغیرہ بھی باقی نہ رہے گا۔

انفاق کی ترغیب کا بلوغ پیرایہ:

مطلب یہ ہے کہ انفاق فی سبیل اللہ کے چھوڑنے کی تمہیں کیا غرض ہے اور اسی طرح اس کے رسول کے ساتھ ترک جہاد کی کیا غرض ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ہلاک کرنے والے پھر تمہارے اموال کے وہی وارث ہونگے یہ انفاق فی سبیل اللہ پر ابھارنے کا بلوغ ترین انداز ہے۔ پھر دونوں خرچ کرنے والوں میں فرق بیان فرمایا، فرمایا لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ (جو لوگ فتح مکہ سے پہلے راہ خدا میں خرچ کر چکے اور لڑ چکے برابر نہیں) یعنی فتح مکہ سے اسلام کو عزت و قوت ملی اور لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہو گئے اور وہ لوگ جنہوں نے فتح مکہ کے بعد خرچ کیا (دونوں برابر نہیں) من بعد الفتح کو حذف کر دیا کیونکہ من الذين انفقوا من بعد اس پر دلالت کر رہا ہے۔ اُولٰٓئِكَ (وہ لوگ جنہوں نے فتح سے قبل خرچ کیا) وہ السابقون الاولون من المهاجرين والانصار [التوبہ: ۱۰۰] ہیں۔ انہی کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ لو انفق احدكم مثل احد ذہباً ما بلغ مد احدهم ولا نصيفه [رواہ البخاری: ۳۶۷۳، مسلم: ۲۵۳۰] اگر تم میں سے کوئی احد کے برابر سونا خرچ کر ڈالے تو وہ ان میں سے کسی ایک کے مد تو کجا نصف مد تک بھی نہیں پہنچ سکتا۔

اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا وَكُلًّا وَعَدَّ اللّٰهُ الْحُسْنٰی (وہ لوگ درجہ میں ان لوگوں سے بہت بڑے ہیں جنہوں نے فتح مکہ کے بعد خرچ کیا اور لڑے اور اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ سب سے کیا ہے) كُلًّا سے مراد فریقین میں سے ہر ایک۔ الحسنی عمدہ ثواب اور وہ جنت ہے تفاوت و فرق مراتب کے ساتھ ساتھ۔

نحو: كَلَّا یہ وعدہ کا مفعول اول ہے الحسنی مفعول ثانی ہے۔

قراءت: شامی نے کل وعدہ اللہ الحسنیٰ۔ ہر وعدہ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ عمدہ ہے۔

ایک قول:

یہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق اتری کیونکہ وہ سب سے پہلے اسلام لائے اور سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا۔ اس آیت میں ابو بکر صدیق کی فضیلت سب سے بڑھنے کی دلیل ہے۔
وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ (اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال سے باخبر ہے) پس وہ تمہارے اعمال کی مقدار کے مطابق بدلہ دیں گے۔

۱۱: مَنْ ذَا الَّذِي يُقرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا (کوئی ہے جو اللہ تعالیٰ کو اچھی طرح قرض کے طور پر دے) حسناً سے مراد بطیب خاطر یقرض سے مراد انفاق فی سبیل اللہ بطور استعارہ اس کو قرض سے تعبیر فرمایا تاکہ جزاء کے لازم ہونے پر دلالت کرے۔ فَيُضِعْفَهُ لَكَ (پھر اللہ تعالیٰ اس کو اس شخص کیلئے بڑھاتا چلا جاتا ہے) یعنی اس کے انفاق پر وہ اپنے فضل سے کئی گنا بڑھا کر بدلہ دیتے ہیں۔ وَلَهُ أَجْرٌ كَرِيمٌ (اور اس کے لئے اجر پسندیدہ ہے) وہ اجر جو کئی گنا بڑھا کر اس کو دیا گیا وہ ذاتی لحاظ سے پسندیدہ شاندار رزق ہے۔

قراءت: کئی نے فَيُضِعْفَهُ پڑھا۔ شامی نے فَيُضِعْفَهُ عاصم نے فَيُضَاعَفُهُ اور سہل نے فَيُضَاعَفُهُ پڑھا ہے۔ جبکہ باقی قراءت نے فَيُضَاعَفَهُ پڑھا ہے۔ اس میں نصب تو جواب استفہام میں آیا اور رفع ہو مبتدأ محذوف فهو يضاعفه کی بناء پر۔ یا يقرض پر عطف کی وجہ سے۔

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ يَسْعَى نُورُهُمْ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ بُشْرَاكُمُ

جس دن آپ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو دیکھیں گے کہ ان کا نور ان کے آگے اور ان کی داہنی طرف دوڑتا ہوگا۔ آج تم کو

الْيَوْمَ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿١٣﴾ يَوْمَ

بشارت ہے ایسے باغوں کی جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔ جس روز

يَقُولُ الْمُنْفِقُونَ وَالْمُنْفِقَاتُ لِلَّذِينَ آمَنُوا انظُرُونَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُورِكُمْ قِيلَ

منافق مرد اور منافق عورتیں مسلمانوں سے کہیں گے کہ ہمارا انتظار کرو کہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کر لیں۔ ان کو جواب دیا جائے گا

ارْجِعُوا وِرَاءَكُمْ فَالْتَمِسُوا نُورًا فَضُرِبَ بَيْنَهُم بِسُورٍ لَهُ بَابٌ بَاطِنُهُ فِيهِ

کہ تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ پھر روشنی تلاش کرو۔ پھر ان کے درمیان ایک دیوار قائم کر دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا۔ اس کے اندرونی جانب میں

الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهُ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ﴿١٤﴾ يُنَادُونَ لَهُمُ الْمَنُكِنُ مَعَكُمْ قَالُوا بَلَىٰ وَلَكِنَّكُمْ

رحمت ہوگی اور بیرونی جانب عذاب ہوگا۔ وہ ان کو پکاریں گے کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ وہ کہیں گے کہ تھے تو سہی لیکن تم نے اپنے کو

فَتَنَّمْ أَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْأَمَانِيُّ حَتَّىٰ جَاءَ أَمْرُ اللَّهِ وَ

گمراہی میں پھنسا رکھا تھا اور تم منتظر رہا کرتے تھے اور تم شک کیا کرتے تھے اور تم کو تمہاری تمناؤں نے دھوکہ میں ڈال رکھا تھا یہاں تک کہ اللہ کا حکم آپہنچا

غَرَّتْكُمْ بِاللَّهِ الْغُرُورُ ﴿١٥﴾ فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَلَا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مَأْوَانَكُمْ

اور تم کو دھوکہ دینے والے نے اللہ کے ساتھ دھوکہ میں ڈال رکھا تھا۔ غرض آج نہ تم سے کوئی معاوضہ لیا جاوے گا اور نہ کافروں سے۔ تم سب کا ٹھکانہ

النَّارُ هِيَ مَوْلَاكُمْ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿١٦﴾

دوزخ ہے وہی تمہاری رفیق ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔

۱۳: يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ (جس دن آپ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو دیکھیں گے) نمبر ۱۔ یوم یہ ولہ اجر کریم کا ظرف ہے نمبر ۲۔ اذکر مضمحل کا ظرف ہے اس دن کی عظمت کو ظاہر کرنے کیلئے فعل محذوف ہے۔ يَسْعَى نُورُهُمْ (اس دن ان کا نور چلے گا یہ نور توحید صبر و طاعات کا ہوگا)

دو طرفوں کا ذکر:

بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ (ان کا نور ان کے آگے اور ان کے دائیں طرف دوڑتا ہوگا) یہاں سامنے اور دائیں جانب کا ذکر کیا

کیونکہ سعادت مندوں کو صحائف اعمال انہی دو طرفوں سے دیئے جائیں گے۔ جیسا کہ بد بختوں کو ان کے صحائف بائیں طرف اور پیٹھ پیچھے سے دیئے جائیں گے۔ اس دن اللہ تعالیٰ مؤمنوں کیلئے بطور شعار کے ہر دو جانب نور پھیلا دیں گے۔ کیونکہ یہی لوگ ہیں جو اپنی حسنت کے سبب سعادت مند ہوئے اور اپنے روشن صحائف سے کامران بنے۔ جب ان کو جنت کی طرف لے جایا جائیگا۔ تو پل صراط پر دوڑتے ہوئے گزریں گے اور ان کی یہ دوڑ ان کے نور کی تیزی کے حساب سے ہوگی ان کو ملائکہ کہیں گے۔ بُشْرَاكُمْ الْيَوْمَ جَنَّتْ (آج تم کو بشارت ہے ایسے باغوں کی) جنات سے قبل دخول مضاف محذوف ہے ای دخول جنات۔ کیونکہ بشارت احداث و واقعات پر واقع ہوتی ہے۔ اجسام پر نہیں تجرئی مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ خَلِيدِينَ فِيهَا ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی جن کے اندر وہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے)

منافقین کا پل صراط پر حال:

۱۳: يَوْمَ يَقُولُ كَفَّوْا: يَوْمَ تَرَىٰ مِنْهُمُ

الْمُنْفِقُونَ وَالْمُنْفِقَاتُ لِلَّذِينَ اٰمَنُوا اَنْظُرُوْنَا (جس روز منافق مرد اور منافق عورتیں مسلمانوں سے کہیں گی۔ کہ ذرا ہمارا انتظار کرو) اَنْظُرُوْنَا، انتظار کے معنی میں ہے کیونکہ ایمان والوں کو کوندنے والی بجلیوں کی طرح جنت کی طرف لے جایا جائے گا۔ قراءت: اَنْظُرُوْنَا حمزہ نے پڑھا اور اس کو النَّظْرَةُ بمعنی مہلت دینا سے لیا گیا ہے۔ آیت میں چلنے میں رفتار کے کم کرنے و تا کہ وہ پل سبب انتظار قرار دیا گیا۔

نَقْتَسِسُ مِنْ نُورِكُمْ (تا کہ ہم روشنی حاصل کر لیں) ہم اس میں سے پالیں۔ اور وہ اسی طرح ہے کہ وہ ان کے ساتھ آئیں پس اس سے روشنی ہو جائے۔ قِيلَ اَرْجِعُوْا وَّرَاۤءَ كُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا (جواب دیا جائیگا۔ کہ تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ پھر وہاں سے روشنی تلاش کرو) اس میں ان کو دھتکار دیا جائیگا۔ اور شرمسار کرنے کیلئے ان کو فرشتے کہیں گے یا مؤمن کہیں گے ارجعوا تم موقوف حساب کی طرف لوٹ جاؤ جہاں سے ہمیں یہ روشنی ملی ہے۔ پس وہاں روشنی تلاش کرو۔ بس اس جگہ سے اس کا شعلہ حاصل ہوگا۔ نمبر ۲۔ دنیا کی طرف لوٹ جاؤ۔ اس کا سبب اصلی ایمان حاصل کر کے پھر وہاں سے روشنی کو تلاش کرو۔

فَضْرِبَ بَيْنَهُمْ (پھر ان دونوں فریقوں کے درمیان ایک دیوار قائم کر دی جائیگی) بَيْنَهُمْ سے مؤمنین اور منافقین مراد ہیں۔ بِسُوْرٍ (ایک دیوار) جو اہل جنت اور اہل جہنم کے مابین حائل ہوگی ایک قول کہ وہ اعراف ہے۔ لَئِنْ اَسْأَلْتُمْ عَنْهَا لَتَكُنَّ بَابًا (دروازہ ہوگا) اہل جنت کیلئے جس میں سے وہ جنت میں داخل ہونگے۔ بِاطْنَةِ (اس کی اندرونی جانب) دیوار کی اندرون یا دروازے کی اندرون یہ وہ جانب ہوگی جو جنت کے قریب ہوگی۔ فِيْهِ الرَّحْمَةُ (اس میں رحمت ہوگی) نمبر ۱۔ نور نمبر ۲۔ جنت۔ وَظَاهِرُهُ (اور اس کا بیرون) جو بیرون اہل نار کی جانب ہے۔ مِنْ قِبَلِهِ (اس کی طرف اور اس کے پاس) الْعَذَابُ (عذاب ہے) اندھیرا یا آگ ہے۔

۱۴: يٰۤاٰمَنُوْنَ اِنۡ مَّوَدَّوْا نَفْسَهُمْ (یہ منافق ان مؤمنوں کو پکاریں گے) اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ (کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے) مراد اس سے ان کی وہ

ظاہری مرافقت ہے جو دنیا میں وہ رکھے ہوئے تھے۔ قَالُوا (وہ مومن کہیں گے)۔ بَلَىٰ وَلَكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ أَنْفُسَكُمْ (کہ ہاں تھے تو صحیح لیکن تم نے اپنے کو گمراہی میں پھنسا رکھا تھا) تم نے اپنے کو نفاق کی مشقت میں ڈال کر اپنے نفسوں کو ہلاک کر ڈالا۔ وَتَوَبَّصْتُمْ (اور تم منتظر رہا کرتے تھے) ایمان والوں کے متعلق کہ ان پر کب حوادث پڑتے ہیں۔ وَارْتَبْتُمْ (اور تم نے شک کیا) اور توحید میں تم نے شک کیا۔ وَغَرَّكُمْ الْأَمَانِيُّ (اور تم کو تمہاری تمناؤں نے دھوکہ میں ڈال رکھا تھا) طویل امید اور درازی عمر کی طمع۔ حَتَّىٰ جَاءَ أَمْرُ اللَّهِ (یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آن پہنچا) یعنی موت آگئی۔ وَغَرَّكُمْ بِاللَّهِ الْغُرُورُ (اور تم کو دھوکہ دینے والے نے دھوکا میں ڈال رکھا تھا) شیطان نے یہ دھوکا دیا کہ اللہ تعالیٰ تو معاف کرنے والے مہربان ہیں وہ تم کو عذاب نہ دیں گے۔ یا یہ کہ بعث و حساب کا وجود نہیں۔

۱۵: فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ (آج نہ تم سے لیا جائے گا) اے منافقو!

قراءت: شامی نے تو خذ تاء سے پڑھا ہے۔

فِدْيَةٌ (کوئی معاوضہ) جس سے فدیہ دیا جاسکے وَلَا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مَا وَأَكُمُ النَّارُ هِيَ مَوْلَاكُمْ (اور نہ کافروں سے تم سب کا ٹھکانہ دوزخ ہے وہی تمہارا رفیق ہے) ماواى: ٹھکانہ، مولیٰ بمعنی وہ تمہارے لئے زیادہ مناسب ہے۔ مولاکم ای محراکم وہ مکان تمہارے مناسب ہے جیسا کہتے ہیں۔ ہو مننة للكرم۔ ای مکان جبکہ کوئی کہے انہ لکریم وہ مکان مہربانی ہے۔ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ (اور وہ برا ٹھکانہ ہے) یعنی آگ۔

الْمَرِيَانِ الَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا يَكُونُوا

کیا ایمان والوں کے لئے اس کا وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر کے لئے اور جو دین حق نازل ہوا ہے اس کے سامنے جھک جائیں اور ان لوگوں کی طرح

كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ

نہ ہو جائیں جنہیں اس سے پہلے کتاب دی گئی پھر ان پر زمانہ دراز گزر گیا سو ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں سے بہت سے

فَسِقُونَ ۗ ﴿١٧﴾ اَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحْيِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۗ ﴿١٧﴾

فاسق تھے جان لو کہ بے شک اللہ زندہ فرماتا ہے زمین کو اسکی موت کے بعد بیشک ہم نے تمہارے لئے آیات بیان کیں تاکہ تم سمجھو۔

إِنَّ الْمُصَدِّقِينَ وَالْمُصَدِّقَاتِ وَأَقْرَضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا يَضْعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ أَجْرٌ كَرِيمٌ ﴿١٨﴾

بلاشبہ صدقہ کرنے والے مرد اور صدقہ کرنے والی عورتیں اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ کو قرض حسن دیا ان کے لئے اس کو بڑھا دیا جائے گا ان کے لئے اجر کریم ہے

وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصِّدِّيقُونَ ۗ وَالشَّهَادَةُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ

اور جو لوگ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے یہ وہ لوگ ہیں جو بڑی سچائی والے ہیں اور جو شہداء ہیں اپنے رب کے پاس ہیں ان کے لئے

أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ ۗ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ۗ ﴿١٩﴾

ان کا اجر اور ان کا نور ہوگا اور جن لوگوں نے نظر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا یہ لوگ دوزخ والے ہیں۔

۱۶: اَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ (کیا ایمان والوں کیلئے ابھی وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ تعالیٰ کی نصیحت اور اس دین حق کے سامنے جھک جائیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے) بیان یہ انہی الامریانی سے لیا گیا ہے، جبکہ اس کا وقت آجائے۔

ایک قول:

مکہ میں قحط تھا۔ جب ہجرت کی تو رزق و نعمت میسر آگیا۔ جس بات پر پہلے عمل پیرا تھے اس سے ڈھیلے پڑ گئے۔ تو یہ آیت اتری۔ روایت ابن مسعود رضی اللہ عنہ: ہمارے اسلام اور ہمارے اس آیت سے عقاب کے درمیان چار سال کا فاصلہ ہے۔ قول ابو بکر: یہ آیت آپ کے سامنے پڑھی گئی جبکہ آپ کے سامنے اہل یمامہ کی ایک جماعت تھی وہ سکر بہت روئے۔ پس ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو دیکھ کر فرمایا ہم اسی طرح تھے یہاں تک کہ دل سخت ہو گئے۔

قراءت: نَزَلَ كُونَاغٍ وَحَفْصٌ نَزَلَ تَخْفِيفٌ كَسَاثَةً پڑھا۔ باقی قراء نے نَزَلَ پڑھا ہے۔ اور مَا الَّذِي كَسَاثَةً مَعْنَى فِيهِ۔ الذِّكْرُ

اور منازل من الحق سے قرآن مجید مراد ہے۔ کیونکہ قرآن ہر دو کا جامع ہے۔ ذکر و نصیحت ہے اور یہ وہ حق ہے جو آسمان سے اترا ہے۔

وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلُ (اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جن کو ان سے پہلے کتاب دی گئی تھی) قراءت: لا یكونوا یا کے ساتھ تشعیر پر عطف کرتے ہوئے اور تاء کے ساتھ لا تکلونوا پر یہ روایس کی قراءت ہے بصورت التفات اور یہ بھی درست ہے کہ ان کو اہل کتاب کے قسوة قلوب میں مشابہت میں ممانعت مقصود ہو اس کے بعد کہ ان کو توبیخ کی گئی۔ اس کا واقعہ اس طرح ہے کہ بنی اسرائیل کا حال یہ تھا کہ حق ان کے اور ان کی خواہشات کے مابین گھومتا پھرتا تھا۔ جب انہوں نے تورات و انجیل کو سنا تو ان کے دلوں میں خشوع و رقت پیدا ہوئی۔ جب عرصہ دراز ہو گیا تو ظلم و سخت دلی ان پر غالب ہو گئی۔ اس وقت انہوں نے باہمی اختلاف کیا اور تحریف کو ایجاد کیا تا کہ خواہشات پوری ہوں۔ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ (پھر ان پر زمانہ دراز گزر گیا) امد مدت مقررہ یا زمانہ فقسست قلوبہم (پھر ان کے دل خوب ہی سخت ہو گئے) اس کا سبب اتباع شہوت تھا۔ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُونَ (اور ان میں سے بہت لوگ کافر ہیں۔) فاسق اپنے دین سے نکلنے والے۔ دونوں کتابوں میں جو کچھ تھا اس کا انکار کر دیا۔ مطلب یہ ہوا کہ مؤمنوں کی تعداد ان میں بہت تھوڑی تھی۔

۱۷: اِعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحْيِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا (یہ بات جان لو کہ اللہ تعالیٰ زمین کو اس کے خشک ہو جانے کے بعد زندہ کر دیتا ہے) قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ (ہم نے تم سے اس کے نظائر بیان کر دیے تا کہ تم سمجھو) ایک قول یہ ہے دلوں میں ذکر کے اثر کو بطور تمثیل بیان کیا گیا ہے۔ کہ یہ ذکر دلوں کو اسی طرح زندہ کر دیتے ہیں جیسا بادل زمین کو زندہ کر دیتا ہے۔

۱۸: اِنَّ الْمُصَّدِّقِينَ وَالْمُصَّدِّقَاتِ (بلاشبہ صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں۔)

قراءت: مصدقات دال کی صرف تشدید سے مکی اور ابو عمرو نے پڑھا ہے۔ یہ مصدقین اسم فاعل کا صیغہ ہے باب صدق اس سے مراد وہ لوگ ہیں۔ جنہوں نے اللہ اور رسول کی تصدیق کی یعنی مؤمن۔ باقی قراء نے مُصَّدِّقِينَ دونوں کی تشدید سے پڑھا ہے۔ اور یہ اسم فاعل تصدق سے ہے۔ پھر تاء کو صاد میں ادغام کر دیا اور اس کو اصل پر بھی پڑھا گیا ہے۔ وَاَقْرَضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا (اور وہ خلوص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو قرض دیتے رہے ہیں) اس کا عطف مصدقین میں معنی فعل پر ہے۔ کیونکہ المصدقین کی لام الذین کے معنی میں ہے۔ اور اسم فاعل فعل کے معنی میں ہے اور وہ فعل اصدقوا ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا۔ ان الذین اصدقوا و اقرضوا۔ قرض حسن (۱) عمدہ شئی (۲) خوشدلی سے خرچ کرے (۳) اور نیت بھی درست ہو اور (۴) خرچ بھی مستحق پر کی جائے۔

يُضَعَّفُ لَهُمْ وَلَهُمْ أَجْرٌ كَرِيمٌ (وہ صدقہ ان کے لئے بڑھا دیا جائے گا اور ان کے لئے پسندیدہ اجر ہوگا)

قراءت: مکی و شامی نے يُضَعَّفُ پڑھا ہے۔ اجر کریم سے مراد جنت ہے۔

۱۹: وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ أُولَئِكَ هُمْ (اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ ایسے ہی)

اعلموا انما الحيوۃ الدنیا لعب و لهو و زینة و تفاخر بئینکم و تکاثر فی الاموال

تم خوب جان لو کہ دنیوی زندگی محض لہو و لعب اور زینت اور باہم ایک دوسرے پر فخر کرنا اور اموال اور اولاد میں ایک کا دوسرے سے اپنے کو زیادہ

والاولاد کمثل غیت عجیب الکفار نباتہ ثم یرھیج فترہ مصفراً ثم یرکون

بتانا ہے جیسے بارش ہے کہ اس کی پیداوار کاشتکاروں کو اچھی معلوم ہوتی ہے پھر وہ خشک ہو جاتی ہے سوائے مخاطب اس کو تو زرد ہونے کی حالت میں دیکھتا ہے پھر وہ چوراہا

حطاماً و فی الآخرة عذاب شدید و مغفرة من الله و رضوان و ما الحیوة الدنیا

ہو جاتی ہے اور آخرت میں عذاب شدید ہے اور اللہ کی طرف سے مغفرت اور رضا مندی ہے اور دنیاوی زمین محض دھوکہ کا

الامتع الغرور سابقوا الی مغفرة من ربکم و جنۃ عرضہا کعرض السماء

سامان ہے تم اپنے پروردگار کی مغفرت کی طرف دوڑو اور ایسی جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان اور زمین کی

والارض اعدت للذین امنوا بالله ورسوله ذلك فضل الله یؤتیہ من یشاء

وسعت کے برابر ہے وہ ان لوگوں کے واسطے تیار کی گئی ہے جو اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں یہ اللہ کا فضل ہے اپنا فضل جس کو چاہے عنایت فرمائے

والله ذو الفضل العظیم

اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

الصّٰدِقُونَ وَالشّٰهَدَاءُ عِنْدَ رَبّہِم (لوگ اپنے رب کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں) مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لانے والے اللہ تعالیٰ کے ہاں صدیقین و شہداء کے مرتبہ میں ہیں۔ الصّٰدِقُونَ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے تصدیق میں سبقت کی اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہو گئے۔ لہم اجرہم و نورہم (ان کے لئے خاص اجر ہے۔ اور پل صراط پر ان کا نور ہوگا) ان کو صدیقین اور شہداء جیسا اجر ملے گا۔ سوان جیسا نور میسر ہوگا۔

نحو: اور یہ بھی درست ہے کہ الشہداء مبتدأ اور لہم اجرہم اس کی خبر ہو۔

والذین کفروا و کذبوا بائیننا اولئک اصحاب الجحیم (اور جو لوگ کافر ہوئے اور ہماری آیات کو جھٹلایا یہی لوگ

دوزخی ہیں)

۲۰: اعلموا انما الحیوة الدنیا لعب (تم خوب جان لو، کہ بیشک دنیا کی زندگی محض لعب) جیسا بچوں کا کھیل ہوتا ہے۔

ولہو (اور لہو ہے) جیسے نوجوانوں کا بہلاوا ہوتا ہے۔ و زینة (اور زینت و سجاوٹ ہے) جیسا عورتوں کی زینت و تفاخر بئینکم

(اور ایک دوسرے پر فخر کرنا ہے) جیسا ہم جولی ایک دوسرے پر بے جا تفاخر کرتے ہیں۔ و تکاثر (اور کثرت میں مقابلہ ہے)

جیسا کسان کثرت میں مقابلہ کرتے ہیں۔ فی الاموال والآ ولاد (مال و اولاد میں) ان کے ذریعہ فخر و مباہات ہے التکاثر۔ کثرت کا مدعی بننا۔ کَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهُ ثُمَّ يَهِيْجُ (جیسے بارش کہ اس کی پیدوار کا شکراروں کو اچھی لگتی ہے۔ پھر وہ خشک) فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا (ہو جاتی ہے کہ تم کو زرد دکھائی دیتی ہے) اس کے بعد کہ وہ سبز تھی۔ ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا (پھر وہ چورا چورا ہو جاتی ہے) حطام: ریزہ ریزہ۔ دنیا کی بے ثباتی اور سرعت زوال اور قلت منفعت کو اس نبات سے تشبیہ دی جس کو بارش اگائے۔ وہ درست آگ کر مضبوط ہو جائے۔ اور وہ ان کفار کو جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے منکر ہیں کہ بادل و نبات سے اللہ تعالیٰ نے ان پر کیا انعام کر دیا ہے ان کفار کو وہ خوب صورت نظر آتی ہے اللہ تعالیٰ نے اچانک آفت بھیجی جس سے اس نے جوش مارا اور وہ زرد پڑ گئی۔ اور ریزہ ریزہ کر دی گئی یہ ان کے انکار نعمت کی بناء پر ہوا جیسا کہ باغ والوں کے ساتھ پیش آیا۔ ایک قول یہ ہے کفار سے کسان مراد ہے۔

وَ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ (اور آخرت میں سخت عذاب ہے۔) کفار کیلئے وَ مَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٌ (اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت اور رضامندی ہے) ایمان والوں کیلئے۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا ایک معمولی شئی ہے۔ بس وہ لہو و لعب، زینت و تقاضا و تکاثر کا نام ہے۔ اور وہی آخرت وہ عظیم الشان معاملات کا نام ہے۔ سخت قسم کا عذاب اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت و رضامندیاں۔

نَحْوُ: کمثل غیت اس میں کاف محل رفع میں واقع ہے۔ اسطور پر کہ یہ خبر کے بعد دوسری خبر ہے۔ ای الحیاة الدنیا مثل غیث۔ وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ (اور دنیا کی زندگی محض سامان فریب ہے) اس شخص کیلئے جو دنیا کی طرف جھک گیا اور اس پر اعتماد کر بیٹھا۔

قول ذوالنون:

اے مریدین کے گروہ! دنیا کو طلب مت کرو۔ اور اگر تم اس کو طلب کرو تو اس سے محبت مت کرو۔ پس اس سے زاہد راہ حاصل کیا جاتا ہے۔ اور قیلولہ کسی دوسری جگہ کیا جاتا ہے۔

۲۱: لَئِيْطٌ: جب دنیا کی تحقیر اور تذلیل ذکر کر دی اور آخرت کی عظمت شان بتلا دی۔ اب اپنے بندوں کو اس بات پر آمادہ کیا کہ میں نے آخرت میں جو وعدہ ہائے حسنہ کیے ہیں ان کو پانے کیلئے مسارعت کریں۔ وہ وعدہ مغفرت اور سخت عذاب سے نجات پانا ہے۔ اور ہمیشہ کی کامرانی جنت کے داخلہ کی صورت میں پالینا ہے۔ فرمایا سَابِقُوْا اِلَى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَبِّكُمْ (اور تم تیزی سے بڑھو اپنے رب کی مغفرت) اعمال صالحہ کے ذریعہ ایک قول سار عوا مسارعة المسابقین۔ تم مقابلہ کے میدان میں دوڑ میں مقابلہ کرنے والوں کی طرح جلدی کرو۔

عرضِ جنت:

وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ (اور اس جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان و زمین کی وسعت کے برابر ہے)۔

قولِ سدی رحمۃ اللہ علیہ:

جس کی چوڑائی ساتوں آسمان اور ساتوں زمینوں کے عرض کے برابر ہے۔ آیت میں عرض کو ذکر فرمایا۔ طول کا ذکر نہیں فرمایا کیونکہ جس چیز کا طول عرض ہو اس کا عرض طول سے چھوٹا ہوتا ہے۔ جب جنت کے عرض کی وسعت اور پھیلاؤ اتنا بڑا ہے تو اس کا طول تو بہت ہی وسیع ہوگا۔ نمبر ۲۔ عرض سے مطلق پھیلاؤ مراد ہے۔ اس سے ان لوگوں کی بات کی تردید ہوتی ہے۔ جو جنت کو چوتھے آسمان میں بتلاتے ہیں۔ کیونکہ جو ایک آسمان میں سامنے والی ہو وہ عرض میں ساتوں آسمان اور زمین کے برابر کہاں ہوگی۔ اِعْدَتْ لِلَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ (وہ ان لوگوں کیلئے تیار کی گئی ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں)۔ مَسْئَلَةٌ: یہ دلیل ہے کہ جنات بنائی جا چکی ہیں۔ ذَلِكَ (یہ) مغفرت و جنت کا وعدہ۔ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ (اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہ اپنا فضل جس کو چاہے عنایت کرے) اور وہ مؤمن ہیں جو اس کے مستحق ہیں۔ مَسْئَلَةٌ: اس میں دلیل ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے فضل کے بغیر جنت میں نہ جائے گا۔ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ (اللہ تعالیٰ بڑے فضل والے ہیں)۔

مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ نَبْرَأَهَا

کوئی مصیبت نہ دنیا میں آتی ہے اور نہ خاص تمہاری جانوں میں مگر وہ ایک کتاب میں لکھی ہوئی ہے قبل اس کے کہ ہم ان کو پیدا کریں

إِنَّ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ۝ لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا

اللہ کے نزدیک آسان ہے تاکہ جو چیز تم سے جاتی رہے تم اس پر رنج نہ کرو اور جو چیز تم کو عطا فرمائی ہے اس پر اتراؤ نہیں

أَسَكُمُ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ۝ الَّذِينَ يَبْخُلُونَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ

اور اللہ تعالیٰ کسی اترانے والے سخی باز کو پسند نہیں کرتا جو ایسے ہیں کہ خود بھی بخل کرتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو بھی

بِالْبُخْلِ ۝ وَمَنْ يَتَوَلَّ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ۝ لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا

بخل کا علم دیتے ہیں اور جو شخص اعراض کرے گا تو اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے سزاوار حمد ہے۔ ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلے کھلے

بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ وَأَنْزَلْنَا

احکام دے کر بھیجا اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب کو اور ترازو کو نازل کیا تاکہ لوگ عدل پر قائم رہیں اور ہم نے لوہے کو اتارا

الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ وَرُسُلَهُ

جس میں شدید ہیبت ہے اور لوگوں کے لئے طرح طرح کے فائدے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ جان لے کہ بے دیکھے اس کی اور اس کے رسولوں

بِالْغَيْبِ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ ۝

کی کون مدد کرتا ہے بیشک اللہ تعالیٰ قوی اور زبردست ہے۔

۱۰۳

۳۲ : زلِط : پھر بیان فرمایا کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے قضاء و قدر سے ہوتا ہے۔ فرمایا :

مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ (کوئی مصیبت نہ دنیا میں آتی ہے) مصیبت سے مراد قحط، کھیتوں اور پھلوں پر اترنے والی آفات۔

يَخْفَوْنَ : فی الارض یہ موضع جر میں ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے ما اصاب من مصیبة ثابتة فی الارض۔ وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ (اور نہ تمہاری جانوں میں) جیسے امراض، تکالیف اور موت اولاد وغیرہ۔

إِلَّا فِي كِتَابٍ (مگر وہ ایک کتاب میں لکھی ہوئی ہے) کتاب لوح محفوظ میں ہے۔

يَخْفَوْنَ : یہ موضع حال میں ہے ای الامکتوباً۔

مِنْ قَبْلِ أَنْ نَبْرَأَهَا (اس سے قبل کہ ہم ان کو پیدا کر دیں) اس سے پہلے کہ ہم نفوس کو پیدا کریں۔ إِنَّ ذَلِكَ (بیشک یہ) اس کا اندازہ اور کتاب میں لکھنا قائم کرنا۔ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ (اللہ تعالیٰ کے نزدیک آسان کام ہے) اگرچہ بندوں کے لئے مشکل ہے۔

۲۳: زَلِظُ: پھر اس کا سبب اور حکمت کو واضح کیا۔ فرمایا لَكَيْلًا تَأْسُوا (یہ بات اس لئے کہ تم غمگین نہ ہو) ایسا غم نہ کرو جو تمہیں سرکشی میں مبتلا کر دے۔ عَلَى مَا فَاتَكُمْ (جو چیز تم سے جاتی رہے) جیسے دنیا کی خوشحالی نمبر ۲۔ عافیت و صحت۔ وَلَا تَفْرَحُوا (اور نہ اترانے لگو) جیسے متکبر فخر والے کرتے ہیں۔ بِمَا آتَاكُمْ (جو چیز تم کو عطا فرمائی) یہ اعطاء کے معنی میں ہے یا الایاء مصدر سے ہے۔

قرآنت: ابو عمرو نے اتنا کم پڑھا یعنی جو آئے تمہارے پاس۔

ہر چیز مقدر سے ملے گی:

یہ الایات سے ہے مطلب یہ ہے جب تمہیں یہ معلوم ہوگا کہ ہر چیز مقدر اور اللہ تعالیٰ کے ہاں لکھی ہوئی ہے۔ تو فوت شدہ چیز پر تمہیں افسوس کم ہوگا اور آنے والی چیز پر اترانا بھی کم ہوگا۔ کیونکہ جس کو یہ معلوم ہے جو کچھ اس کے پاس ہے یہ بہر حال مفقود ہوگا تو اس کی گمشدگی پر اس کو زیادہ افسوس نہیں ہوگا کیونکہ اس نے اپنے کو اس کا عادی بنا لیا ہے۔ اسی طرح جس کو یہ معلوم ہے کہ بعض بھلائیاں مجھے ملنے ہی والی ہیں اور وہ کسی حال میں مجھ سے رہ نہیں سکتیں تو حاصل ہو جانے پر وہ حد سے زیادہ خوش نہ ہوگا۔ اور ہر آدمی منفعت کے پالینے پر خوش ہوتا ہے اور تکلیف کے اترنے پر غمگین ہوتا ہے۔ لیکن مناسب یہ ہے کہ خوشی شکر یہ کی صورت میں ہو۔ اور غم صبر کی شکل میں ہو۔ ایسا حزن جو جزع فزع تک پہنچا دے۔ وہ منافی صبر ہونے کی وجہ سے قابل مذمت ہے اور وہ خوشی جو سرکشی میں مبتلا کر کے شکر سے غافل کر دے وہ بھی مذمت کے قابل ہے۔

وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ (اللہ تعالیٰ کسی شیخی باز اترانے والے کو پسند نہیں کرتے) لیکن جو شخص دنیا کے کسی حصہ پر خوش ہو اور اپنے دل میں اس کو بڑا سمجھا تو وہ فخر غرور میں مبتلا ہو کر شیخی بگھارے گا اور لوگوں پر بڑائی ظاہر کرے گا۔

۲۴: الَّذِينَ يَبْخُلُونَ (وہ ایسے ہیں کہ خود بھی بخل کرتے ہیں) یہ مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ نمبر ۲۔ کل مختال فخور کا بدل ہے۔ گویا کلام اس طرح ہے لا يحب الذين يبخلون (اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو پسند نہیں کرتے جو بخل کرتے ہیں) وہ لوگ جو سرکشی والی خوشی میں مبتلا ہیں وہ یہ چاہتے ہیں جب ان کو مال ملے وہ اور دنیا کا حصہ پائیں تو وہ اس مال کی محبت کی وجہ سے اور ان کے نزدیک اس کی بڑائی کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق سے منہ موڑتے اور اس میں بخل کرتے ہیں۔ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ (اور وہ دوسرے لوگوں کو بخل کرنے کی تعلیم دیتے ہیں) اور دوسروں کو بخل پر آمادہ کرتے ہیں۔ اور مال کے روک رکھنے کی ان کو

رغبت دلاتے ہیں۔ وَمَنْ يَتَوَلَّ (اور جو شخص روگردانی کریگا) انفاق سے منہ موڑے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی سے منہ موڑے گا اور جس بات سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا وہ اس سے نہ باز رہے گا۔ مثلاً فوت شدہ چیز پر شدید افسوس اور ملنے والی چیز پر

اترانا۔ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ (تو اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے) تمام مخلوقات سے پس اس شخص سے بے نیاز کیوں نہ ہوگا۔ الْحَمِيدُ (وہ سزاوار حمد ہیں) اپنے افعال میں۔

قرآنت: مدنی اور شامی نے فان اللہ الغنی پڑھا ہے۔

رسل سے مراد:

۲۵: لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا (ہم نے اپنے پیغمبروں کو بھیجا) ہم نے ملائکہ کو اپنے انبیاء علیہم السلام کے پاس بھیجا۔ بِالْبَيِّنَاتِ (دلائل و معجزات کے ساتھ) وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ (اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب اتاری) الْكِتَابِ سے مراد وحی۔ ایک قول الرسل سے انبیاء مراد ہیں۔ مگر قول اول اولیٰ ہے اس لئے کہ معہم کا لفظ اس کی تائید کرتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام پر کتاب نازل ہوتی ہے۔ ان کے ساتھ نہیں۔ وَالْمِيزَانَ (اور انصاف کا حکم اتارا) روایت میں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام میزان لے کر اترے اور نوح علیہ السلام کے اس کو سپرد کیا اور کہا اپنی قوم کو اس کے ساتھ وزن کا حکم دیں۔ لِيَقُومَ النَّاسُ (تاکہ لوگ قائم رہیں) تاکہ وہ اپنے مابین برابری سے معاملت کریں۔ بِالْقِسْطِ (اعتدال کے ساتھ) اور کوئی دوسرے پر ظلم نہ کرے۔

لوہے کو پیدا کیا:

وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ (اور ہم نے لوہے کو پیدا کیا) ایک قول یہ ہے آدم جنت سے ان کو لے کر آئے۔ اس وقت ان کے پاس پانچ چیزیں تھیں۔ لوہا۔ ہتھوڑا، سوئی، ہرن چلاں۔ روایت میں ہے ان کے ساتھ پھاوڑا۔ قول حسن انزلنا کا معنی خلقنا ہے۔

فوائدِ حدید:

فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ (اس میں شدت و مصیبت ہے) اس سے قتال کیا جاتا ہے۔ وَمَنْفَعٌ لِلنَّاسِ (اور لوگوں کے طرح طرح کے فائدے ہیں)۔ مصالِح، صنعتوں اور زندگی کے بہت سے مقامات پر استعمال ہوتا ہے۔ ہر صنعت کا آلہ لوہے سے تیار ہوتا ہے نمبر ۲۔ جو بھی کام کیا جاتا ہے وہ لوہے سے وابستہ ہے۔ وَلَيَعْلَمَ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ وَرُسُلَهُ (تاکہ اللہ تعالیٰ جان لے کہ اس کی اور اس کے رسولوں کی کون مدد کرتا ہے) تلواروں کو استعمال کر کے اور نیزے کام میں لا کر اور دین کے دشمنوں کے خلاف جہاد میں تمام آلاتِ حدیدہ کام میں لائے جائیں۔ قول الزجاجة: تاکہ اللہ تعالیٰ جان لے کہ کون اس کے رسول کے ساتھ ہو کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتا ہے۔ بِالْغَيْبِ (بے دیکھے) اس حالت میں کہ یہ ان سے غائب ہو۔ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ (بیشک اللہ تعالیٰ قوت والے ہیں) وہ اپنی قوت سے دور کرتے ہیں اس کی لڑائی جو دین اسلام سے اعراض کرتا ہے۔ عَزِيزٌ (وہ زبردست ہے) وہ اپنے غلبہ سے اس آدمی کے جوش کو روک دیتا ہے جو اس کی نصرت کے راستے میں آڑ بنتا ہے۔

رُحْمًا: ان تین آیات کے درمیان مناسبت یہ ہے کہ کتاب شریعت کا قانون اور احکامات و حدود ویدیہ کا دستور ہے۔ جو عہد و مرشد کے راستوں کو کھول کر بیان کرتا ہے۔ اور جامع احکام اور حدود پر مشتمل ہے۔ عدل و احسان کا حکم دیتا اور سرکشی اور بغاوت سے منع کرتا ہے۔ عدل کا استعمال اور ظلم سے پرہیز ایسے آلہ سے ہونا چاہیے جس سے تعامل واقع ہو اور باہمی عدل و برابری حاصل

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوحًا وَّ اِبْرٰهِيْمَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ فَمِنْهُمْ

اور ہم نے نوح اور ابراہیم کو پیغمبر بنا کر بھیجا اور ہم نے ان کی اولاد میں پیغمبری اور کتاب جاری رکھی۔ سو ان لوگوں میں

مُهْتَدٍ وَّ كَثِيْرٍ مِنْهُمْ فَسِقُوْنَ ﴿۲۶﴾ ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰی اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيْسٰى

بعض تو ہدایت یافتہ ہوئے اور بہت سے ان میں نافرمان تھے۔ پھر ہم ان کے بعد دوسرے رسولوں کو نکلے بعد دیگرے بھیجتے رہے اور ان کے بعد عیسیٰ ابن مریم

ابْنِ مَرْيَمَ وَاَتَيْنَاهُ الْاِنجِيْلَ وَجَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَافَةً وَّ رَحْمَةً ؕ

کو بھیجا اور ہم نے ان کو انجیل دی اور جن لوگوں نے ان کا اتباع کیا تھا ہم نے انکے دلوں میں شفقت اور نرمی پیدا کیا۔

وَمَرْهَبَانِيَّةً اٰتَتْهُمُ اٰتٰتُهَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا اِبْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا

اور انہوں نے مہبانیت کو خود ایجاد کر لیا ہم نے ان پر اس کو واجب نہ کیا تھا، لیکن انہوں نے حق تعالیٰ کی رضا کے واسطے اس کو اختیار کیا تھا سو انہوں نے اسکی

رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا فَاتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ وَّ كَثِيْرٍ مِنْهُمْ فَسِقُوْنَ ﴿۲۷﴾

پوری رعایت نہ کی۔ سو ان میں سے جو لوگ ایمان لائے ہم نے ان کو ان کا اجر دیا اور ان میں زیادہ نافرمان ہیں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرِسُوْلِهِ يُوْتِيْكُمْ كَفٰلِيْنَ مِنْ رَّحْمَتِيْهِ

اے ایمان رکھنے والو! اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اللہ تعالیٰ تم کو اپنی رحمت سے دو حصے دے گا

وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۸﴾ لِيَّلَا يَعْلَمَ

اور تم کو ایسا نور عنایت فرمائے گا کہ تم اس کو نئے ہوئے چلو پھرو گے اور وہ تم کو بخش دے گا اور اللہ غفور رحیم ہے تاکہ اہل کتاب کو

اَهْلُ الْكِتٰبِ اِلَّا يَقْدِرُوْنَ عَلٰی شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ

یہ بات معلوم ہو جائے کہ ان لوگوں کو اللہ کے فضل کے کسی جزو پر بھی دسترس نہیں اور یہ کہ اللہ کے ہاتھ میں فضل ہے

يُوْتِيْهِ مِنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۹﴾

وہ اسے جس کو چاہے دے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

ہو۔ وہ میزان ہے اور یہ بات جانی پہچانی ہے۔ کہ کتاب جو کہ اوامر الہیہ کی جامع ہے اور وہ برابر باہمی معاملات کیلئے مقرر شدہ آلہ ہے۔ عام آدمی کو ان کی اتباع پر پختہ تلواریں کے ذریعہ رکھا جاسکتا ہے۔ جو کہ منکرین و معاندین کیلئے اللہ تعالیٰ کی حجت ہے۔ اور وہ تلواریں ہی تو ہے جس کی صفت باس شدید سے فرمائی گئی ہے۔

۲۶ : وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا وَإِبْرَاهِيمَ (اور ہم نے نوح اور ابراہیم علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا) ان دونوں کا خصوصاً تذکرہ اس لئے فرمایا کیونکہ یہ دونوں بہت سے انبیاء علیہم السلام کے جد امجد ہیں۔ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِمَا (اور ہم نے ان کی اولاد میں جاری رکھی) ان کی اولاد میں النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ (نبوت اور کتاب) یعنی وحی۔ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما: الخط بالقلم اس کو کتب کتابا و کتابتہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ فَمِنْهُمْ (سوان لوگوں میں) پس نمبر ۱۔ اس اولاد میں سے یا نمبر ۲۔ مرسل الیہم میں سے۔ اور ان دونوں پر ارسال اور مرسلین کا تذکرہ دلالت کر رہا ہے۔ مُهْتَدٍ وَكَثِيرٍ مِّنْهُمْ فَسِقُونَ (پس ان لوگوں میں بعض تو ہدایت یافتہ ہوئے اور بہت سے ان میں نافرمان تھے) یہ ان کے حالات کی تفصیل ہے کہ کچھ ان میں سے اتباع رسل کی وجہ سے ہدایت پا گئے اور بعض ان میں سے اطاعت سے نکل کر فاسق بن گئے اور غلبہ فساق و فجار کا تھا۔

۲۷ : ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلَىٰ آثَارِهِم (پھر ان کے بعد بھیجتے رہے، یکے بعد دیگرے) یعنی نوح و ابراہیم علیہم السلام کے بعد۔ اور اسی طرح جو انبیاء علیہم السلام ہو گزرے۔ بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَآتَيْنَاهُ الْإِنجِيلَ وَجَعَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ رَأْفَةً وَرَحْمَةً (رسولوں کو اور ان کے بعد عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا اور ہم نے ان کو انجیل دی اور جن لوگوں نے ان کا اتباع کیا ان کے دلوں میں ہم نے شفقت و رحمت پیدا کر دی) رافۃ مودت و نرمی کو کہتے ہیں رحمت اپنے بھائیوں سے مہربانی جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کے اصحاب کی صفات میں آیا ہے۔ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ [الفح: ۲۹] وَرَهَبًا نِّيَّةً ابْتَدَعُوهَا (اور انہوں نے رہبانیت کو خود ایجاد کر لیا) رہبانیت پہاڑوں میں الگ تھلگ چلے جانا۔ تاکہ دین محفوظ ہو جائے اور الگ ہو کر اپنے کو عبادت کیلئے وقف کر دیں۔ نَحْوُ: یہ الرهبان سے اسم منسوب ہے۔ اور رهبان یہ فعلان کا وزن ہے۔ رهب یرهب ڈرنے والا جیسا خشیان از خشى ینخشى رہبانیت یہ فعل مضمر کی وجہ سے منصوب ہے۔ ظاہر جس کی تفسیر کر رہا ہے اے ابتدعوا رہبانیتہ ابتدعوا یعنی اس کو اپنی طرف سے نکالا اور اس کی نذرمان لی۔ مَا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ (ہم نے اس کو ان پر واجب نہیں کیا تھا) ہم نے ان پر اس کو فرض نہیں کیا۔ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ (لیکن انہوں نے حق تعالیٰ کی رضامندی کیلئے اس کو اختیار کیا تھا) یہ مستثنیٰ منقطع ہے لیکن انہوں نے اس کو ایجاد کیا اللہ تعالیٰ کی رضامندی چاہنے کیلئے۔ لکنہم ابتدعوا ابتغاء رضوان اللہ۔

نذر کی رعایت نہ کی:

فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا (پس انہوں نے اس رہبانیت کی پوری نگہداشت نہیں کی) جیسا کہ نذر ماننے والے کو اپنی نذر کی رعایت کرنا لازم ہے۔ کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ سے ایسا عہد کیا ہے جس کا توڑنا جائز نہیں۔ فَأَتَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا مِنْهُمْ أَجْرَهُمْ (ان میں جو لوگ ایمان لائے ہم نے ان کا اجر ان کو عطاء کر دیا) یعنی رافۃ و رحمت والے لوگ جنہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کی اتباع کی۔ اور حضرت محمد ﷺ پر ایمان لے آئے۔ وَكَثِيرٍ مِّنْهُمْ فَسِقُونَ (اور زیادہ ان میں نافرمان ہیں) فاسق یہاں کافر کے معنی میں ہے۔

۲۸ : يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا (اے ایمان والوں) اے عیسیٰ پر ایمان رکھنے والو! اس میں خطاب اہل کتاب کو ہے۔ اتَّقُوا اللَّهَ

وَامِنُوا بِرَسُولِهِ (اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ) رسول سے یہاں محمد ﷺ مراد ہیں۔ يُوْتِكُمْ (وہ اللہ تعالیٰ تمہیں دے گا) كَفْلَيْنِ (دو حصے) مِنْ رَحْمَتِهِ (اپنی رحمت سے) اس لئے کہ تم محمد ﷺ پر ایمان لائے اور ان پیغمبروں پر ایمان لائے جو ان سے پہلے ہوئے۔ وَيَجْعَلْ لَكُمْ (اور تم کو عنایت کریگا) قِيَامَتِ كَ (قیامت کے دن نُورًا تَمْشُونَ بِهِ) (ایسا نور کہ اس کو تم لیے ہوئے چلو گے) یہ وہی نور ہے جس کا تذکرہ اس ارشاد میں فرمایا بسعی نور ہم [الحید: ۱۲] وَيَغْفِرْ لَكُمْ (اور تم کو بخش دے گا) تمہارے گناہ۔ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ (اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہیں)

۲۹: لِنَلَّا يَعْلَمَ أَهْلُ الْكِتَابِ (تاکہ اہل کتاب کو یہ بات معلوم ہو جائے)۔ اس سے وہ اہل کتاب مراد ہیں جو اسلام نہ لائے۔ نَحْوُ: لِنَلَّا يَعْلَمَ كَالآ زَائِدَةِ ہے۔

أَلَّا يَقْدِرُونَ (کہ ان کو دسترس حاصل نہیں) آلا میں ان مخففہ من المشقلہ ہے اس کی اصل یہ ہے انہ لا یقدرون یعنی ان الشان لا یقدرون۔ شان یہ ہے کہ وہ قدرت و دسترس نہیں رکھتے۔ عَلَى شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللَّهِ (اللہ تعالیٰ کے فضل کے کسی حصہ پر بھی) یعنی ان کو اللہ تعالیٰ کے اس فضل میں سے کچھ بھی نہ ملے گا۔ جس کا ذکر فرمایا گیا کہ دو حصے رحمت اور نور اور مغفرت۔ کیونکہ یہ رسول اللہ ﷺ پر ایمان نہیں لائے (جو کہ اس فضل کو ملنے کیلئے شرط تھی)۔ پس ان کا ما قبل انبیاء علیہم السلام پر ایمان ان کو فائدہ نہ دے گا۔ اور اس سے وہ فضل کو کبھی نہ کما سکیں گے۔ (کیونکہ اس رسول کو نہ مان کر گویا انہوں نے سارے رسولوں کی تکذیب کر دی) وَأَنَّ الْفَضْلَ (اور یہ کہ فضل) اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اس کا عطف لا یقدرون پر ہے۔ بِيَدِ اللَّهِ (اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے) یعنی اس کی ملک اور تصرف میں ہے۔ يُوْتِيهِ مَن يَشَاءُ (وہ جس کو چاہے عطاء فرما دے) اپنے بندوں میں سے وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ (اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے)

الحمد للہ آج ۱۳ ربیع الاول ۱۴۲۴ھ بعد نماز ظہر سورۃ الحدید کا تفسیری ترجمہ پایا تکمیل کو پہنچا۔

سُورَةُ الْمُحَجَّلَاتِ ۵۱

سورہ مجادلہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں بائیس آیات اور تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ فِي زَوْجِهَا وَتَشْتَكِي اِلَى اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ

بے شک اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات سن لی جو آپ سے اپنے شوہر کے معاملہ میں جھگڑتی تھی اور اللہ تعالیٰ سے شکایت کر رہی تھی اور اللہ تعالیٰ تم دونوں کی

تَحَاوَرَكُمَا ۗ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ بَصِیْرٌ ۝۱ الَّذِیْنَ یُظْهِرُوْنَ مِنْ نِّسَابِهِمْ مَّا هُنَّ

کنگھڑی رہا تھا، بیشک اللہ تعالیٰ سننے والا دیکھنے والا ہے، تم میں جو لوگ اپنی بیویوں سے طہار کرتے ہیں وہ ان کی مائیں

اُمَّهَاتِهِمْ ۗ اِنَّ اُمَّهَاتَهُمْ اِلَّا الَّتِیْ وُلِدْنَهُمْ ۗ وَاِنَّهُمْ لَیَقُولُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُورًا ۗ

نہیں ہیں، ان کی مائیں تو بس وہی ہیں جنہوں نے ان کو جنا ہے، اور وہ لوگ بلاشبہ ایک نامعقول اور جھوٹ بات کہتے ہیں،

وَ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۝۲ وَالَّذِیْنَ یُظْهِرُوْنَ مِنْ نِّسَابِهِمْ ثُمَّ یَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا

اور یقیناً اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے، اور جو لوگ اپنی بیویوں سے طہار کرتے ہیں پھر اپنی کہی ہوئی بات کی تلافی کرنا چاہتے ہیں

فَتَحْرِیْرُ رِقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّتِمَّاسَا ۗ ذٰلِكُمْ تُوَعِّظُوْنَ بِهٖ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

تو ان کے ذمہ ایک غلام یا لوطی کا آزاد کرنا ہے قبل اس کے کہ دونوں باہم ایک دوسرے کو چھوئیں اسکی تم کو نصیحت کی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب

خَیْرٌ ۝۳ فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فِصْیَامَ شَهْرَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّتِمَّاسَا ۗ فَمَنْ لَّمْ

اعمال کی پوری خبر ہے، پھر جس کو میسر نہ ہو تو اس کے ذمہ لگا تار دو مہینے کے روزے ہیں قبل اس کے کہ دونوں باہم ایک دوسرے کو چھوئیں، پھر جس سے

یَسْتَطِیْعُ فَاَطْعَامُ سِتِّیْنِ مِسْکِیْنًا ۗ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ ۗ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۗ

یہ بھی نہ ہو سکے تو اس کے ذمہ ماٹھ مہینوں کو کھانا کھلانا ہے، یہ قسم اس لئے ہے تاکہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ، اور یہ اللہ کی حدود ہیں

وَاللّٰكِفِرِیْنَ عَذَابُ الْاَلِیْمِ ۝۴

اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

قَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ فِي زَوْجِهَا وَتَشْتَكِي إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَ كُفَمَا إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ
(بیشک اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات سن لی جو اپنے شوہر کے معاملہ میں آپ سے جھگڑ رہی تھی۔ اور اپنے رنج اور غم کا اللہ تعالیٰ سے شکوہ کر رہی تھی۔ اور اللہ تعالیٰ تم دونوں کی گفتگو سن رہا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا اور دیکھنے والا ہے)

خولہ بنت ثعلبہ کا واقعہ:

۱: قَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ تَجَادُلٌ بِمَعْنَى تَحَاوُرٍ: گفتگو کرنا۔ اور اس طرح پڑھا بھی گیا ہے۔ وہ عورت خولہ بنت ثعلبہ تھی جو کہ اوس بن صامت جو عبادہ بن صامت کے بھائی تھے ان کی زوجہ تھیں۔ معاملہ اس طرح پیش آیا کہ اوس نے اس کو نماز پڑھتے دیکھا۔ ان کا جسم حسین تھا۔ جب اس نے سلام پھیرا تو ان کے دل میں قربت کی خواہش ہوئی اس نے انکار کیا۔ یہ غصے میں آئے اور اس سے ظہار کر دیا۔ خولہ رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس طرح گویا ہوئیں کہ اوس نے مجھ سے اس وقت نکاح کیا۔ جبکہ میں جوان تھی۔ اور اس کو میری طرف رغبت تھی۔ جب میری جوانی بیت گئی اور میرا کنبہ بچھڑ گیا اور اس نے میرا پیٹ جھار دیا۔ یعنی بہت سی اولاد ہو گئی تو اس نے مجھے اپنے اوپر ماں کی طرح قرار دے دیا۔ روایت میں ہے اس نے کہا میرے بچے چھوٹے ہیں۔ اگر ان کو اس کے ساتھ ملاؤں تو ضائع ہو جائیں گے اور اگر ان کو اپنے ساتھ ملاؤں تو بھوکے مر جائیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارے معاملے میں میرے پاس کوئی چیز نہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ایسے کہا میرے خیال میں تو اس پر حرام ہو گئی ہے۔ وہ کہنے لگی یا رسول اللہ اس نے طلاق کا تذکرہ بھی نہیں کیا۔ وہ تو میری اولاد کا باپ ہے۔ اور مجھے بہت سے زیادہ لوگوں میں محبوب ہے۔ آپ نے فرمایا تو اس پر حرام ہو گئی ہے۔ اس پر وہ کہنے لگی۔ میں اپنے غم و فاقہ کا شکوہ بارگاہ ایزدی میں پیش کرتی ہوں۔ جب بھی آپ فرماتے تو اس پر حرام ہو گئی تو وہ زور سے چیخ مارتی اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکایت عرض کرتی پس یہ آیت نازل ہوئی۔ فِي زَوْجِهَا اپنے خاوند کے متعلق وَتَشْتَكِي إِلَى اللَّهِ اللہ تعالیٰ کے سامنے پریشانی کا اظہار کرتی وَاللَّهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَ كُفَمَا (اللہ تعالیٰ تمہاری گفتگو کو سننے والے تھے) یہ حار سے نکالا ہے جس کا معنی لوٹنا ہے۔ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ وہ مجبور کی شکایات کو سننے والے ہیں۔ بَصِيرٌ اس کی حالت کو دیکھنے والے ہیں۔

۲: الَّذِينَ يُظَاهِرُونَ مِنْكُمْ (تم میں جو لوگ اپنی بیویوں سے اظہار کرتے ہیں) قراءت: عاصم نے يُظَاهِرُونَ پڑھا ہے۔ اور حجازی، بصری وغیرہم نے يُظَاهِرُونَ پڑھا ہے۔ مِنْكُمْ (تم میں سے) اس میں اہل عرب کو تو بیخ ہے کیونکہ ان کے ہاں یہ قسم تھی اور کسی امت میں یہ بات نہ تھی۔ مَنْ نَسَا نِهْمُ (اپنی بیویوں سے) مَا هُنَّ امَّهَاتُهُمْ اول حجازی ہے۔ امَّهَاتُهُمْ یہ تسمی ہے۔ إِنَّ امَّهَاتُهُمْ إِلَّا الَّتِي وَلَدَتْهُمْ (وہ ان کی مائیں نہیں ہیں ان کی مائیں تو وہی ہیں۔ جنہوں نے ان کو جنا ہے) مراد یہ ہے حقیقت میں مائیں تو جننے والیاں ہیں۔ اور دودھ پلانے والیاں دودھ کی وجہ سے ماؤں سے ملا دی گئیں ہیں۔ اسی طرح ازواج رسول اللہ ﷺ عظمت شان کی وجہ سے ماؤں کے ساتھ ملا دی گئیں۔ رہی بیویاں تو وہ امومت سے سب سے زیادہ بعید تر ہیں اسی لئے فرمایا وَانَّهُمْ لَيَقُولُونَ مُنْكَرًا مِنَ الْقَوْلِ (اور بلاشبہ وہ ایک نامعقول) یعنی ایسی بات جس کا احکام شرع انکار کرتے ہیں۔

وَزُورًا (اور جھوٹی بات کہتے ہیں) جھوٹ اور بے کار بات جو حق سے بالکل ہٹی ہوئی ہے۔ وَإِنَّ اللَّهَ لَعَفُوٌّ غَفُورٌ (اور یقیناً اللہ تعالیٰ بڑا معاف کرنے والا بخشنے والا ہے) اس کو جو ان سے پہلے گناہ ہو گیا۔

۳: وَالَّذِينَ يُظَاهِرُونَ مِنْ نِسَائِهِمْ (اور جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں) پہلی آیت میں بتلادیا کہ یہ منکر اور جھوٹی بات ہے اور اس آیت میں ظہار کا حکم بیان فرمایا۔ ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا قَالُوا (پھر اپنی کہی ہوئی بات کی تلافی کرنا چاہتے ہیں) العود ابتداء یا بناء ایک سے دوسری حالت کی طرف لوٹنا۔ ابتداء لوٹنے کی مثال یہ آیت ہے: حتی عاد كالعرجون القديم [یس: ۳۹] اور بناء لوٹنے کی مثال، ان عدتم عدنا۔ [الاسراء: ۸] اور یہ متعدی بنفسہ ہوتا ہے جیسے کہتے ہیں عدتہ جبکہ تم اس کے پاس آئے اور اس تک پہنچے اور حرف جر کے ساتھ متعدی بھی استعمال ہوتا ہے۔ وہ چار صلے ہیں الی، علی، فی، لام، جیسے اس ارشاد باری تعالیٰ میں لورُدُوا لِعَادُوا لِمَا نَهَوْا عَنْهُ [الانعام: ۲۸] اور اس آیت میں یہی لام استعمال فرمایا۔ ثم يعودون لما قالوا۔ مطلب یہ ہو يعودون نقض ما قالوا۔ وہ لوٹے ہیں اس کو توڑنے کی طرف جو کچھ انہوں نے کہا۔ نمبر ۲۔ يعودون لتدارکہ ما قالوا۔ پھر وہ اپنی بات کے تدارک کی طرف لوٹتے ہیں۔ گویا مضاف کو محذوف مانا گیا ہے۔

قول ثعلب:

کہ جس کو انہوں نے اپنے لئے حرام کیا تھا اس کو حلال کرنے کی طرف لوٹ آتے ہیں۔ اس صورت میں بھی مضاف محذوف ہے۔ البتہ فرق یہ ہے کہ ما قالوا سے انہوں نے ما حرما علی انفسہم بلفظ الظہار مراد لیا ہے۔ گویا قول کو مقول فیہ کے قائم مقام لے آئے جیسا کہ اس آیت میں ہے و نرثہ ما یقول یہاں ما یقول سے کہنا مراد نہیں بلکہ مال و ولد مراد ہے جس کے متعلق وہ کہتا ہے۔

اختلاف:

ہے کہ ظہار کس سے ٹوٹے گا۔

عند الاحناف:

وطی کا عزم کر لینے سے ٹوٹ جائے گا۔ یہ ابن عباس، حسن، قتادہ، رحمہم اللہ کا قول ہے۔ عند الشافعی رحمہ اللہ: مطلق رک جانے سے اور رکنا یہ ہے کہ ظہار کے بعد اس کو طلاق نہ دے (تو اس سے رجوع ثابت ہو گیا)

فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ (تو ان کے ذمہ ایک بردہ آزاد کرنا ہے) تو اس کے ذمہ ایک مؤمنہ گردن یا کافرہ گردن کا آزاد کرنا لازم ہے۔ مدبر، ام الولد اور مکاتب جس نے کچھ ادا کی گئی کر دی ہو کو آزاد کرنا جائز نہیں ہے۔ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَتَمَّ سَا (دونوں کے باہم اختلاط کرنے سے پہلے) ضمیر ان دونوں کی طرف راجع ہے یعنی مظاہر اور مظاہر منہا کی طرف۔ جن پر کلام دلالت کرتی ہے۔ المماسۃ سے مراد جماع ہے۔ یا شہوت سے چھونا یا اس کی شرمگاہ کی طرف شہوت سے دیکھنا۔ ذَلِكُمْ (اس حکم کی) تَوَعُّظُونَ بِهِ

(تم کو نصیحت کی جاتی ہے) تاکہ تم ظہار کا ارتکاب دوبارہ نہ کرو۔ اور اللہ تعالیٰ کی سزا سے ڈرتے رہو۔ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ
(اللہ تعالیٰ تمہارے سارے اعمال سے پورا باخبر ہے)

ظہار کی حقیقت:

کوئی شخص اپنی بیوی کو کہے: اَنْتِ عَلِيٌّ كَظْهَرِ اُمِّي کہ تو میرے لئے اس طرح ہے جیسے ”میری ماں کی پشت“ جب اس نے اَنْتِ کی بجائے ایسا عضو رکھ دیا جس کی تعبیر پورا جسم ہے یا پھر پشت کی بجائے دیگر کوئی ایسا عضو محرمات ماں وغیرہ کا رکھ دیا جس کی طرف نظر ڈالنا اس کے لئے حرام ہے۔ مثلاً پیٹ، ران وغیرہ یا ماں کی بجائے محرمات نسبیہ یا رضاعیہ یا محرمات صبریہ یا جن سے جماع حرام ہے۔ ان کو ذکر کر دیا مثلاً کہ اَنْتِ عَلِيٌّ كَظْهَرِ اَخْتِي مِنَ الرِّضَاعِ۔ تو میرے لئے ایسی ہے جیسے میرے لئے میری رضاعی بہن کی پشت یا نسبی پھوپھی کی پشت یا میرے حقیقی بیٹے کی بیوی یا باپ کی بیوی یا میری بیوی کی ماں یا میری بیوی کی بیٹی تو ان تمام صورتوں میں وہ مظاہر شمار ہوگا۔

مَسْنَدُهُ: جب مظاہر کفارہ ادا نہیں کر رہا۔ تو عورت کا حق ہے کہ وہ قاضی کی عدالت میں کیس لے جائے اور قاضی پر لازم ہے کہ وہ اس کو کفارہ پر مجبور کرے اور اس کے لئے اس کو قید کر دے۔

ایک نکتہ:

کفارات میں سے کوئی کفارہ ایسا نہیں ہے جس پر جبر کرنا جائز ہو۔ اور کفارہ کی ادائیگی کیلئے قید میں ڈالنا جائز ہو صرف کفارہ ظہار ہی ہے کہ اس کے لئے دونوں چیزیں قاضی پر لازم ہیں کیونکہ اس کو ترک کر کے وہ عورت کو نقصان پہنچا رہا ہے۔
مَسْنَدُهُ: عورت کے ساتھ استمتاع سے وہ کفارہ کی ادائیگی تک باز رہے اگر اس نے اس سے قربت کر لی۔ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے اور دوبارہ کفارہ کی ادائیگی سے قبل اس کے قریب تک نہ پھٹکے۔

قولِ امامِ اعظمِ عِبْدِ اللَّهِ:

اگر اس نے گردن کا بعض حصہ آزاد کیا پھر عورت کو چھو لیا تو کفارہ کا وہ حصہ دوبارہ ادا کرنا پڑے گا۔
۴: فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ (پس جس کو غلام یا باندی میسر نہ ہو)۔ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ (تو اس کے ذمہ لگا تا دو مہینے کے روزے ہیں) مُتَّابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَتَمَّآ سَا فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ (قبل اس کے کہ دونوں باہم اختلاط کریں۔ پھر جس سے یہ بھی نہ ہو سکے) یعنی روزے کی طاقت نہ ہو۔ فَاطْعَامُ (تو اس کے ذمہ کھانا کھلانا ہے) سِتِّينَ مَسْكِينًا (ساتھ مسکین کو) اس طرح کہ ہر مسکین کو نصف صاع گندم یا ایک صاع دوسری چیزوں میں سے اور قربت سے پہلے کھانا کھلائے۔ اگر کھانا کھلانے کے دوران اس نے قربت کر لی تو دوبارہ کھانا کھلانا نہ پڑے گا۔ ذَلِكَ (یہ حکم اس لئے ہے) یہ احکام کی تعلیم اور وضاحت۔ لِيُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ (تاکہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ) تاکہ تم عمل سے ان کی تصدیق کرو۔ (اور جو احکام اس نے ظہار کے سلسلے

إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ كُبِتُوا كَمَا كُبِتَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَقَدْ

باشبہ جو لوگ اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ ذلیل ہوں گے جیسے وہ لوگ ذلیل ہوئے جو ان سے پہلے تھے اور ہم نے کئے کئے

أَنْزَلْنَا آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ ۖ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ مُهِينٌ ۝ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ

ایک دم نازل کئے ہیں اور کافروں کو ذلت کا عذاب ہو گا جس روز ان سب کو اللہ تعالیٰ دوبارہ زندہ فرمائے گا پھر ان کا سب کیا

جَمِيعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا أَحْصَاهُ اللَّهُ وَنَسُوهُ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝

ہوا ان کو بتلا دے گا اللہ تعالیٰ نے اسے محفوظ کر رکھا ہے اور یہ لوگ اس کو بھول گئے ہیں اور اللہ ہر چیز پر مطلع ہے۔

الْمُرْتَانَ اللَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوَى ثَلَاثَةٍ

کیا آپ نے اس پر نظر نہیں فرمائی کہ بے شک اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے جو بھی خفیہ مشورہ تین آدمیوں کا ہو

إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةَ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا آدِنِي مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْثَرَ إِلَّا هُوَ

وہ ضرور چوتھا ہوتا ہے اور جو پانچ آدمیوں کا مشورہ ہو تو وہ ان کا چھٹا ہوتا ہے اور اس سے کم افراد ہوں یا زیادہ وہ

مَعَهُمْ آيِنَ مَا كَانُوا ثُمَّ يَنْبِئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝

انکے ساتھ ہوتا ہے وہ جہاں کہیں بھی ہوں پھر وہ انہیں قیامت کے دن ان کے اعمال سے باخبر کر دے گا باشبہ اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

الْمُرْتَالِي الَّذِينَ نُهُوا عَنِ النَّجْوَى ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا نُهُوا عَنْهُ وَيَتَنَجَّوْنَ بِالْإِثْمِ

یا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں سرکوشی سے منع کیا گیا پھر وہ وہی کام کرتے ہیں جس سے ان کو روکا گیا اور وہ گناہ کی اور زیادتی کی اور رسول کی

وَالْعُدْوَانَ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُولِ وَإِذَا جَاءُوكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللَّهُ ۖ

نافرمانی کی سرکشیاں کرتے ہیں اور جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں تو ایسے لفظ سے آپ کو سلام کہتے ہیں جس سے اللہ نے آپ کو سلام نہیں فرمایا

وَيَقُولُونَ فِي أَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللَّهُ بِمَا نَقُولُ ۚ حَسْبُكُمْ جَهَنَّمُ ۖ يَصَلُّونَهَا فِئْسَ

اور وہ اپنے نفسوں میں یوں کہتے ہیں کہ ہمارے ایسا کئے پر اللہ ہمیں کیوں نہیں عذاب کرتا کافی ہے ان کے لئے جہنم جو ان میں داخل ہوں گے سو وہ برا

الْمَصِيرُ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ

ایمان سے۔ اے ایمان والو جب تم سرکوشی کرو تو گناہ کی اور زیادتی کی اور رسول کی نافرمانی کی

وَمَعْصِيَتِ الرَّسُولِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ۝

سرکشیاں مت کرو اور نیکی اور تقویٰ کی سرکشیاں کرو اور اللہ سے ڈرو جس کی طرف تم سب جمع کئے جاؤ گے

۱۰۰

میں بیان کئے ان پر عمل پیرا ہو اور رسم جاہلیت کو چھوڑ دو۔ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ (اور یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود ہیں) حدود سے مراد یہاں ظہار و کفارہ کے احکامات ہیں۔ اور حدود اللہ کہا کہ ان کو پھاندا جائز نہیں ہے۔ وَ لِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ (اور کافروں کیلئے دردناک عذاب ہوگا) کافرین جو ان احکام کی اتباع نہیں کرتے۔ الیم: دردناک۔

۵: إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ (اور جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں) یعنی دشمنی اور مخالفت کرتے ہیں۔ كُتِبُوا (وہ ایسے ذلیل ہونگے) پکڑے اور ہلاک کیے جائیں گے كَمَا كُتِبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ (جیسے وہ لوگ ذلیل ہوئے جو ان سے پہلے تھے) یعنی انبیاء علیہم السلام کے دشمن وَقَدْ أَنْزَلْنَا آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ (اور ہم نے کھلے کھلے احکام نازل کر دیئے ہیں) جو رسول اللہ ﷺ کی صداقت اور دین حق کی صحت پر دلالت کرتے ہیں۔ وَ لِلْكَافِرِينَ (اور ان آیات کا انکار کرنے والوں کیلئے) عَذَابٌ مُهِينٌ (ذلت کا عذاب ہے) جو ان کی بڑائی و عزت کو ختم کر کے رکھ دے گا۔

تذکرہ بعثت:

۶: يَوْمَ يَبْعَثُهُمْ (جس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو دوبارہ زندہ کریگا) نمبر: ایوم یہ مہین کی وجہ سے منصوب ہے۔ نمبر ۲۔ اذکر کا مفعول ہے یوم کی تعظیم کیلئے اس کو مقدم کیا۔ اللَّهُ جَمِيعًا (تمام کو کسی کو بھی بغیر اٹھائے نہ چھوڑے گا) نمبر ۲۔ جمیعاً کا معنی مجتمعیں فی حالة واحدة اکٹھے ایک ہی حالت میں اٹھا کھڑا کرے گا۔ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا (پھر ان کو ان کا سب کیا ہوا بتلا دے گا) ان کو شرمندہ کرنے اور ڈانٹ ڈپٹ کرنے اور ان کی حالت کو سب کے سامنے مشہور کرنے کیلئے وہ اس وقت شرمندگی سے چاہیں گے کہ ان کو جلد آگ میں بھیج دیا جائے۔ أَحْصَهُ اللَّهُ (اللہ تعالیٰ نے اس کو محفوظ کر رکھا ہے) گن کر شمار کر رکھا ہے اس میں سے کسی چیز کو چھوڑا نہیں۔ وَ نَسُوهُ (اور یہ لوگ اس کو بھول گئے) کیونکہ انہوں نے اس کا ارتکاب کرتے ہوئے اس کو معمولی سمجھا۔ اور بڑے بڑے امور کو محفوظ کیا جاتا ہے (اور ان کے ہاں گناہ کوئی بڑی چیز نہ تھی) وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ (اور اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز سے مطلع ہے) اس سے کوئی چیز غائب نہیں۔

کفار کی سرگوشیاں:

۷: أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مَا يَكُونُ (کیا آپ نے ان پر نظر نہیں کی۔ کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے) یہ یوں کان تامل سے ہے اس کا معنی ما یقع ہے جو واقع ہوتا ہے۔ مِنْ نَجْوَى ثَلَاثَةٍ (کوئی تین کی سرگوشی ایسی نہیں ہوتی) انجوتی: سرگوشی کرنا۔ اس کی اضافت یہاں تین کی طرف کی گئی۔ یعنی تین شخصوں کی سرگوشی إِلَّا هُوَ (مگر اللہ تعالیٰ) رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةَ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا آذُنِي مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْثَرَ إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ (چوتھانہ ہو۔ اور نہ کوئی پانچ کی سرگوشی ہوتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ چھٹانہ ہو اور نہ اس سے کم اور نہ اس سے زائد کی سرگوشی ہوتی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہوتا ہے) ادنیٰ اقل کے معنی میں ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام کی سرگوشیوں کو جانتے ہیں اور جس حالت میں وہ ہوتے ہیں وہ اس

پر مخفی نہیں۔ ذات باری تعالیٰ مکان سے بلند و بالا ہے۔

وجہ تخصیص:

تین اور پانچ کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ یہ آیت منافقین کے متعلق نازل ہوئی۔ وہ تین تین اور پانچ پانچ کی ٹولیوں میں مسلمانوں کو غصہ دلانے کیلئے بیٹھتے اور سرگوشیاں کرتے۔ تو فرمایا گیا۔ ان میں سے جو بھی سرگوشی کرتے ہیں خواہ تین ہوں یا پانچ اور اس سے کم ان کی تعداد ہو اور اس سے زیادہ ہوں۔ مگر ذات باری تعالیٰ ان کے ساتھ ہوتی ہے اور ان کی سرگوشی کو سنتی ہے اور کیونکہ سرگوشیاں کرنے والے اصحاب رائے اور اصحاب تجربہ ہوتے ہیں۔ ان کا سب سے پہلا عدد دو ہے۔ پس اس سے بڑھ کر پانچ سے چھ تک پہنچ جاتے ہیں۔ جیسا کہ وقت کا تقاضا ہو پس اللہ تعالیٰ نے تین پانچ کی گنتی کو ذکر فرمادیا اور فرمایا ولا ادنیٰ من ذلك پس اس دو اور چار پر دلالت ہو گئی اور پھر ولا اکثر فرمادیا جس سے اس عدد کے قریب قریب پر دلالت کر دی گئی۔ اِنَّ مَا كَانُوا ثُمَّ يَنْبَهُمْ بِمَا عَمِلُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ (خواہ وہ لوگ کہیں بھی ہوں۔ پھر قیامت کے دن ان کو ان کے کیے ہوئے کام بتا دے گا) ان پر ان کو بدلہ دے گا۔ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (بیشک اللہ تعالیٰ ہر بات سے باخبر ہے)

سرگوشیوں کا مقصد نافرمانی رسول:

۸: اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَهَوْا عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ يَّعُوْدُوْنَ لِمَا نُهَوْا عَنْهُ وَيَتَنَبَّحُوْنَ بِاللَّائِمِ وَالْعُدُوَانَ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ (کیا آپ نے ان لوگوں کی طرف نظر نہیں کی جن کو سرگوشی سے منع کر دیا گیا تھا۔ پھر بھی لوٹ کر وہی کام کرتے ہیں جس سے ان کو منع کر دیا گیا تھا۔ اور گناہ اور مسلمانوں پر زیادتی اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشیاں کرتے ہیں) یہود اور منافقین ایک دوسرے سے سرگوشیاں کرتے تھے۔ اور جب مؤمنوں کو دیکھتے تو آنکھوں سے ایک دوسرے کو اشارہ کرتے اور ان کا مقصد مسلمانوں کو غصہ دلانا اور اپنی سرگوشیوں کے متعلق اور اشارہ کے متعلق وہم دلانا ہونا تھا۔ ان کے غزوات شکست خوردہ ہیں۔ اور ان کے اقارب مقتول ہو چکے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو اس سے منع فرمایا مگر انہوں نے اپنے اس فعل کا اعادہ کیا۔ ان کی یہ سرگوشیاں گناہ، عداوت مؤمنین اور ایک دوسرے کو معصیت رسول کی تلقین اور مخالفت رسول کیلئے ہوتی تھیں۔

قراءت: حمزہ نے يَتَنَبَّحُوْنَ پڑھا ہے اور اس کا معنی يتنا جون کا ہی ہے۔

وَ اِذَا جَاءُوكَ وَ كَحَيُّوكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ (جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں۔ تو آپ کو ایسے لفظ سے سلام کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے سلام کیلئے استعمال نہیں کیا) یعنی وہ کہتے ہیں۔ السّٰم عليك يا محمد السّٰم موت کو کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ تو فرماتے ہیں: سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ [نمل: ۵۹] یا ایہا الرسول [المائدہ: ۴۱] یا ایہا النبی [الاحزاب: ۵۹] وَ یَقُولُوْنَ فِیْ اَنْفُسِهِمْ لَوْلَا یُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُولُ (اور آپس میں کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ہمارے اس کہنے پر سزا کیوں نہ دی) یعنی وہ کہتے ہیں اگر یہ پیغمبر ہوتے تو اللہ تعالیٰ ہمارے اس قول پر ہمیں سزا دیتے اس پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ حَسْبُہُمْ

جَهَنَّمَ (جہنم ان کے عذاب کیلئے کافی ہے) يَصْلَوْنَهَا (اس حال میں کہ اس میں وہ داخل ہونگے) یہ حال ہے۔ فَبِئْسَ الْمَصِيرُ (پس وہ بہت برا ٹھکانہ ہے) مصیر سے جہنم مراد ہے۔

۹: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا (اے ایمان والو!) جوزبانوں سے فقط ایمان لائے ہو۔ یہ منافقین کو خطاب ہے۔ ظاہر کلام کا تقاضا یہ ہے کہ مؤمنین کو خطاب ہے۔ اِذَا تَنَا جَيْتُمْ فَلَا تَنَا جَوْا بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (جب تم سرگوشی کرو تو گناہ اور زیادتی اور رسول کی نافرمانی کی) وَمَعْصِيَةِ الرَّسُولِ (سرگوشیاں نہ کیا کرو) یعنی جب سرگوشی کرو تو یہود اور منافقین کی طرح شر و گناہ کی سرگوشی مت کرو) وَتَنَا جَوْا بِالْبُرِّ (اور نفع رسانی کی سرگوشی کرو) طاعات اور ادائے فرائض کی سرگوشی کرو۔ وَالتَّقْوَى (اور پرہیزگاری کی باتوں کی) گناہوں کو ترک کرنے کی سرگوشی کرو۔ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ (اور اس اللہ تعالیٰ سے ڈرو! جس کے پاس تم سب کو جمع کیا جائیگا) حساب و کتاب کیلئے پس وہ تمہاری اچھی یا بری سرگوشیوں پر بدلہ دے گا۔

إِنَّمَا النَّجْوٰی مِنَ الشَّيْطٰنِ لِيَحْزَنَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَلَيْسَ بِضَارِّهِمْ شَيْئًا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ

بات یہی ہے کہ سرگوشی شیطان کی طرف سے ہے تاکہ وہ ایمان والوں کو رنجیدہ کرے اور وہ بغیر اللہ کے حکم کے انہیں کچھ بھی نقصان نہیں دے سکتا۔

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۱۰ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اِذَا قِيلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا

اور مومن بندے اللہ ہی پر بھروسہ کریں۔ اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلسوں میں جگہ کھول

فِي الْمَجْلِسِ فَا فْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ ۖ وَاِذَا قِيلَ اُنْشُرُوْا فَا نْشُرُوْا وَيَرْفَعِ

دو تو تم جگہ کھول دیا کرو اللہ تعالیٰ تم کو کھلی جگہ دے گا اور جب یہ کہا جائے کہ اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہوا کرو

اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْكُمْ ۗ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوْا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

جو لوگ ایمان لائے اللہ انکے اور ان لوگوں کے درجات بلند فرمائے گا جنہیں علم عطا ہوا ہے اور اللہ کو سب اعمال کی

خَيْرٌ ۗ ۱۱ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ

پوری خیر ہے۔ اے ایمان والو! جب تم رسول سے سرگوشی کرو تو اپنی سرگوشی سے پہلے

نَجْوٰكُمْ صَدَقَةٌ ۗ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُ ۗ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ

کچھ صدقہ دے دیا کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور پاک ہونے کا اچھا ذریعہ ہے سو اگر تم نہ پاؤ تو اللہ

عَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۗ ۱۲ اَسْأَفَقْتُمْ اَنْ تَقْدِمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰكُمْ صَدَقَتٍ ۗ فَاِذْ

غفور ہے رحیم ہے کیا تم اس بات سے ڈر گئے کہ اپنی سرگوشی سے پہلے صدقات دیا کرو سو جب تم نے نہ

لَمْ تَفْعَلُوْا وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ وَاطِيعُوْا

ایا اور اللہ نے تمہارے حال پر مہربانی فرمائی سو نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ اور اس کے

اللّٰهِ وَرَسُوْلَهُ ۗ وَاللّٰهُ خَيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۗ ۱۳

رسول کی فرمانبرداری کرو اور اللہ تمہارے کاموں سے باخبر ہے۔

۱۰: إِنَّمَا النَّجْوٰی (بیشک سرگوشی شیطان کی طرف سے ہے) جو سرگوشی گناہ اور دشمنی کی ہو مِنَ الشَّيْطٰنِ (یعنی شیطان کی تزیین سے ہے) لِيَحْزَنَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا (تاکہ ایمان والے غم زدہ ہوں) وَلَيْسَ بِضَارِّهِمْ شَيْئًا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ (حالانکہ مومنین کو کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر نقصان پہنچانے والی نہیں) مسلمانوں کو شیطان یا غم نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ

تعالیٰ کے علم اور قضاء و قدر سے وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ (اور اللہ تعالیٰ ہی پر مؤمنین بھروسہ کرتے ہیں) یعنی اپنے معاملے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں اور اس کی اور شیطان سے اسی کی پناہ میں آتے ہیں۔

۱۱: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قِيلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوا فِي الْمَجَالِسِ (اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلس میں جگہ کھول دو۔ مجالس میں توسع پیدا کرو) فی المجالس عاصم و نافع کی قراءت ہے۔ مراد اس سے مجلس رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم ہے۔ آپ کا قرب حاصل کرنے کیلئے ایک دوسرے کے مقابلہ میں قریب تر بیٹھتے تاکہ آپ کی بات خوب سن سکیں۔

مجالس میں توسع، ایک قول:

وہ قتال کی مجالس میں سے ایک مجلس تھی۔ اور وہ مجالس ہی قتال کے مراکز ہوتیں جیسا کہ فرمایا مقاعد للقتال [آل عمران: ۱۲۱] مقاعد، مقاتل کے معنی میں ہے۔ نماز جمعہ میں لڑائی کے مقامات فَافْسَحُوا (پس تم مجلس میں وسعت پیدا کرو) يَفْسَحِ اللَّهُ لَكُمْ (اللہ تعالیٰ تمہارے لئے وسعت فرمائیں گے) یہ عام ہے اس میں ہر وسعت شامل ہے۔ خواہ وہ وسعت مکان میں ہو۔ رزق میں خواہ سینے میں ہو وغیرہ ذلک۔ وَإِذَا قِيلَ انشُزُوا (اور جب کہا جائے کہ مجلس سے وسعت کیلئے اٹھ جاؤ) نمبر ۱۔ آنے والوں پر مجلس کو وسیع کرنے کیلئے اٹھ جایا کرو۔ نمبر ۲۔ یا مجلس رسول اللہ ﷺ سے اٹھ جانے کا حکم ملے تو فوراً اٹھ جایا کرو۔ نمبر ۳۔ یا مجلس رسول ﷺ میں جہاد، نماز اور اعمال خیر کیلئے اٹھ جایا کرو۔ فَانشُزُوا۔ دونوں میں ضمہ مدنی، شامی، عاصم نے سوائے حماد کے پڑھا ہے۔ يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ (اللہ تعالیٰ تم میں سے ایمان والوں کے درجات بلند کرے گا) اس کے احکام کی پابندی کی وجہ سے اور اس کے رسول کے حکموں کو ماننے کی وجہ سے۔ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ (اور وہ لوگ جن کو علم دیا گیا) اور خاص کر ان میں سے جو علماء ہیں۔ دَرَجَاتٍ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ (اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے پورے طور پر باخبر ہیں) درجات کے متعلق دو قول ہیں۔ نمبر ۱۔ دنیا میں مرتبہ اور شرف کا حصول نمبر ۲۔ آخرت میں مرتبہ و شرف ملنا۔

قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ:

جب اس آیت کو پڑھتے تو فرماتے يَا أَيُّهَا النَّاسُ، اے لوگو! اس آیت کو خوب سمجھ لو۔ اور علم کی طرف خوب دھیان دو۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا عالم کو عابد پر اس طرح فضیلت حاصل ہے۔ جیسا کہ چودھویں رات کے چاند کو تمام ستاروں پر [الترمذی ۲۶۸۳، ابن ماجہ ۲۲۳، رواہ احمد، ۵/۱۹۶، ابوداؤد ۳۶۴۱] نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے۔ عالم کی ایک دن کی عبادت وہ عابد کی عبادت کے چالیس سال کے برابر ہے۔ [رواہ ابن ماجہ ۴۳۱۳] نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے۔ قیامت کے دن تین افراد سفارش کریں گے۔ نمبر ۱۔ انبیاء نمبر ۲۔ علماء نمبر ۳۔ شہداء۔ علم کا مرتبہ کتنا اعلیٰ ہے کہ یہ نبوت و شہادت کے درمیان واسطہ ہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ کا ارشاد شاہد ہے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

کہ سلیمان علیہ السلام کو علم اور مال و بادشاہت کے درمیان اختیار دیا گیا تو انہوں نے علم کو اختیار کیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کو مال و بادشاہت بھی عنایت فرمادی۔ رسول اللہ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی طرف وحی کی۔ اے ابراہیم! میں علیم ہوں مجھے ہر علم والا پسند ہے۔ [رواہ ابن عبد البر فی العلم: بحوالہ حاشیہ کشاف ۱]

بعض حکماء کا قول:

کاش مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ جس سے علم فوت ہوا اس نے کیا چیز پائی؟ اور جس نے علم کو پالیا اس کی کون سی چیز رہ گئی۔

زبیری کا قول:

علم مذکور ہے اور اس کو زمرہ ہی پسند کرتے ہیں۔ علم کی بہت سی اقسام ہیں مگر سب سے اعلیٰ وہ ہے جس کی معلومات اعلیٰ ہوں۔

۱۳: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَا جَيْتُمُ الرَّسُولَ (جب تم رسول اللہ ﷺ سے سرگوشی کا ارادہ کرو) جب تمہارا ارادہ ان سے سرگوشی کرنے کا ہو۔ فَقَدْ مَوَّأ بَيْنَ يَدَي نَجْوَاكُمْ صَدَقَةٌ (تو اپنی اس سرگوشی سے پہلے کچھ خیرات کر دیا کرو) یعنی نجواکم ای قبل نجواکم سرگوشی سے قبل۔ یہ استعارہ ان کے لئے ہے جن کو قدرت حاصل ہے۔ جیسا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قول ہے من افضل ما اوتيت العرب الشعر۔ اہل عرب کو افضل ترین چیز شعر ملے ہیں۔ جن کو اپنی ضرورت سے قبل امیر کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ اور انہی اشعار سے نخی کی سخاوت اس سے طلب کی جاتی ہے۔ اور انہی سے کمینہ کو نیچے اتارا جاتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ اپنی حاجت سے قبل وہ صدقہ پیش کرے۔ ذَلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ (یہ تمہارے لئے بہتر ہے) ذلک کا مشارالیه تقدیم صدقہ ہے۔ خیر سے مراد دین کے اعتبار سے بہتر ہے۔ وَأَطْهَرُ (اور گناہوں سے پاک ہونے کا ذریعہ ہے) کیونکہ صدقہ پاکیزگی ہے۔ فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا (پس اگر تم کو خیرات دینے کا مقدور نہ ہو) جو کہ تم صدقہ کر سکو۔ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (پس اللہ تعالیٰ بخشنے والے مہربان ہیں) کہ اس نے بلا صدقہ بھی سرگوشی کی اجازت مرحمت فرمادی ہے۔ ایک قول یہ ہے یہ حکم دس رات رہا پھر منسوخ ہو گیا۔

ایک قول:

یہ ہے یہ دن کی ایک گھڑی رہا پھر منسوخ کر دیا گیا۔

قول علی رضی اللہ عنہ:

یہ کتاب اللہ کی وہ آیت ہے کہ اس پر مجھ سے پہلے کسی نے عمل نہیں کیا اور نہ میرے بعد اس پر کوئی عمل کرے گا۔ میرے پاس ایک دینار تھا۔ میں نے اس کو بطور صدقہ صرف کر دیا۔ پھر جب بھی میں سرگوشی کرتا تو ایک درہم صدقہ کر دیتا۔ میں نے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم سے دس مسائل دریافت کئے پس آپ نے مجھے ان کے جوابات مرحمت فرمائے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نمبر ۱۔ وفا کیا ہے آپ نے فرمایا تو حید اور لا الہ الا اللہ کی گواہی۔ نمبر ۲۔ فساد کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کفر اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا۔ نمبر ۳۔ حق کیا ہے۔ آپ نے فرمایا اسلام اور قرآن اور دوستی جبکہ اس کا اختتام تم پر ہوگا۔ نمبر ۴۔ حیلہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا حیلہ کا چھوڑ دینا۔ نمبر ۵۔ مجھ پر کیا لازم ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے رسول کی اطاعت۔ نمبر ۶۔ میں اللہ تعالیٰ سے کس طرح دعا کروں آپ نے فرمایا صدق و یقین کے ساتھ نمبر ۷۔ میں اللہ تعالیٰ سے کیا مانگوں آپ نے فرمایا عافیت۔ نمبر ۸۔ اپنے نفس کی نجات کیلئے کیا کروں آپ نے فرمایا حلال کھاؤ اور سچ بولو۔ نمبر ۹۔ خوشی کی حقیقت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا جنت نمبر ۱۰۔ آرام کیا ہے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی ملاقات جب میں ان سوالات سے فارغ ہوا تو یہ آیت منسوخ ہوگئی۔ (قال ابن حجر لم اجده حاشیہ کشاف)

۱۳ : اَشْفَقْتُمْ اَنْ تَقْدِمُوْا بَيْنَ يَدَي نَجْوٰكُمْ صَدَقْتُمْ (کیا تم اپنی سرگوشی کے قبل خیرات دینے سے ڈر گئے) کیا تم صدقات پیش کرنے سے ڈر گئے اس لئے کہ اس میں وہ انفاق ہے جس کو تم ناپسند کرتے ہو۔ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا (جب تم اس کو نہ کر سکتے) جس کا تمہیں حکم دیا گیا اور وہ تم پر گراں گزرا۔ وَتَابَ اللّٰهُ عَلٰیكُمْ (اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے حال پر عنایت فرمائی) یعنی تخفیف کر دی گئی اور اس پر مواخذہ کو اٹھالیا گیا۔ جیسا کہ نایب سے مواخذہ اٹھالیا جاتا ہے۔ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ وَاطِيعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ (پس تم نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو) نماز و زکوٰۃ اور تمام طاعات میں کمی و کوتاہی مت کرو۔ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (تمہارے تمام اعمال سے اللہ تعالیٰ پورے طور پر باخبر ہے) یہ وعدہ اور وعید دونوں ہیں۔

الْمُتَرَالِي الَّذِينَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مَا هُم مِّنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ وَيَحْلِفُونَ

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن پر اللہ کا غضب ہوا نہ وہ تم میں سے ہیں نہ ان میں سے اور وہ جانتے ہوئے

عَلَى الْكُذِبِ وَهُمْ يَعْمُونَ ﴿۱۴﴾ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا إِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۵﴾

جھوٹ پر قسم کھاتے ہیں اللہ نے ان کے لئے سخت عذاب تیار فرمایا ہے بیشک وہ برے کام کیا کرتے تھے

اتَّخَذُوا أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿۱۶﴾ لَنْ تَغْنِي

انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا لیا سو اللہ کے راستے سے روک دیا لہذا ان کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب ہے ہرگز کچھ بھی

عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا

ان کے اموال اور اولاد اللہ سے بچنے کے لئے کچھ کام نہ آئیں گے یہ دوزخ والے ہیں اس میں

خَالِدُونَ ﴿۱۷﴾ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ جَمِيعًا فَيَحْلِفُونَ لَهُ كَمَا يَحْلِفُونَ لَكُمْ وَيَحْسَبُونَ

بیشک رہیں گے جس روز اللہ ان کو دوبارہ زندہ فرمائے گا سو وہ اس کیلئے بھی ایسی قسمیں کھائیں جیسی قسمیں تمہارے سامنے کھاتے ہیں اور وہ خیال کر رہے

أَنَّهُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ طَّالًا إِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُونَ ﴿۱۸﴾ اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنسٰهُمْ

ہیں کہ ہم کسی اچھے حال میں ہیں خبردار بلاشبہ وہ جھوٹے ہیں شیطان نے ان پر غلبہ پا لیا سو انہیں اللہ کا ذکر

ذَكَرَ اللَّهُ أُولَٰئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ طَّالًا إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُونَ ﴿۱۹﴾ إِنَّ الَّذِينَ

بھلا دیا یہ شیطان کا گروہ ہے خبردار بیشک شیطان کا گروہ خسارے میں پڑ جائے والا ہے بے شک جو لوگ

يُحَادِّثُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ فِي الْأَذَلِّينَ ﴿۲۰﴾

اللہ کا اور اس کے رسول کا مقابلہ کرتے ہیں یہ لوگ بڑی ذلت والوں میں ہیں۔

۱۴: اَلْمُتَرَالِي الَّذِينَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ (کیا آپ نے ان لوگوں کی حالت کو نہیں دیکھا جو ایسے لوگوں سے دوستی رکھتے ہیں۔ جن پر اللہ تعالیٰ نے غضب نازل کیا ہے) منافقین یہود سے دوستی کا دم بھرتے تھے۔ اور یہود پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوا۔ جیسا کہ اس ارشاد میں فرمایا۔ *من لعنه الله و غضب عليه [المائدہ: ۶۰]* اور منافقین ایمان والوں کے راز یہود کی طرف منتقل کرتے تھے۔ *مَا هُمْ مِّنْكُمْ (وہ اے مسلمانوں تم میں سے نہیں) وَلَا مِنْهُمْ (اور نہ وہ یہود میں سے ہیں)* جیسا کہ ارشاد فرمایا۔ *مذبذبين بين ذلك لا الی هؤلاء ولا الی هؤلاء [النساء: ۶۳]* وَيَحْلِفُونَ عَلَى الْكُذِبِ (وہ اللہ تعالیٰ پر دانستہ

جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں) یعنی اس طرح کہتے ہیں۔ واللہ انا لمسلمون لا منافقون۔ اللہ کی قسم ہم مسلمان ہیں منافق نہیں ہیں۔ وَهُمْ يَعْلَمُونَ (حالانکہ وہ جانتے ہیں) کہ وہ اس قول میں جھوٹے ہیں۔ اور وہ منافق ہیں۔

۱۵: اَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا (اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کیلئے سخت عذاب مہیا کر رکھا ہے) ان کے لئے عذاب کی خاص قسم کا غلبہ پالینے والا عذاب ہوگا۔ اِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (بیشک وہ برے کام کیا کرتے تھے) وہ زمانہ ماضی میں بد عملی پر مصر تھے۔ یہ دراصل قیامت کے دن کہی جانے والی بات کی حکایت ہے۔

۱۶: اتَّخَذُوا اٰيْمَانَهُمْ (انہوں نے اپنی قسموں کو بنا لیا ہے) قسموں سے جھوٹی قسمیں مراد ہیں۔ جُنَّةً (ڈھال) اپنے اموال و دماء کو محفوظ کرنے کیلئے وہ قسمیں کھاتے ہیں۔ فَصَدُّوا (پھر وہ روکتے ہیں) لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستہ سے امن و سلامتی کے زمانہ میں عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی راہ سے) طاعت و ایمان مراد ہے۔ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ (پس ان کے لئے ذلت کا عذاب ہونے والا ہے) ان کے کفر اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکنے کی وجہ سے ان کے ساتھ رسوا کن عذاب کا وعدہ کیا گیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا اللہین کفروا وصدوا عن سبيل الله زدناهم عذابا فوق العذاب [النحل: ۸۸]

۱۷: لَنْ تَغْنِي عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَا اَوْلَادُهُمْ مِنَ اللّٰهِ (ان کے مال و اولاد اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ان کو ذرا نہ بچا سکیں گے) من اللہ یعنی من عذاب اللہ شیناً (ذرا بھر) ذرا سا فائدہ بھی نہ دیں گے۔ اُولٰٓئِكَ اَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خٰلِدُونَ (یہ لوگ دوزخی ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے)

۱۸: يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيعًا فَيَحْلِفُونَ لَهُ (جس روز اللہ تعالیٰ سب کو زندہ کر کے اٹھائے گا پھر اس کے سامنے وہ جھوٹی قسمیں کھا جائیں گے) اللہ تعالیٰ کے سامنے قیامت کے دن کہ وہ دنیا میں مخلص تھے منافق نہ تھے۔ كَمَا يَحْلِفُونَ لَكُمْ (جیسا کہ وہ تمہارے سامنے کھاتے ہیں) اس بات پر دنیا میں وَيَحْسَبُونَ اِنَّهُمْ (اور خیال کریں گے کہ وہ) دنیا میں عَلَى شَيْءٍ (کسی اچھی حالت پر ہیں) یعنی نفع بخش یا ان کا خیال یہ ہے کہ ان کو کچھ نفع حاصل ہو جائے گا جیسا کہ اپنی جھوٹی قسموں سے یہاں ان کو فائدہ پہنچا۔ اَلَا اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُونَ (یقیناً یہ انتہائی جھوٹے ہیں) اس میں کہ ان کا حال دنیا اور آخرت میں برابر ہوگا۔

۱۹: اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ (ان پر شیطان غالب آگیا) مسلط ہو گیا۔ فَاَنسَاهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ (شیطان نے ان کو اللہ تعالیٰ کی یاد بھلا دی ہے)

قول علامہ کرمانی رحمہ اللہ علیہ:

بندے پر شیطان کے غلبہ کی علامت یہ ہے کہ اس کو ظاہری بناوٹ کھانے، پینے اور پہننے میں مشغول کر دے۔ اور اللہ تعالیٰ کے انعام پر غور کرنے سے اس کے دل کو مشغول کر دے اور اس کے شکر کی ادائیگی سے غافل کر دے اور اس کی زبان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ہٹا کر جھوٹ، غیبت، بہتان پر لگا دے اور دل کو سوچ و بچار اور توجہ سے دنیا کی تدبیر اور اس کے جمع کرنے کی وجہ سے مشغول کر دے۔

كَتَبَ اللَّهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي ۖ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ ﴿۲۱﴾ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ

اللہ نے لکھ دیا ہے میں ضرور غلبہ غالب رہوں گا اور میرے رسول بے شک اللہ قوی ہے عزیز ہے۔ آپ نہ پائیں گے ایسے لوگوں کو جو اللہ پر اور

بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ

یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں کہ دوستی رکھتے ہوں اس شخص سے جو مخالفت کرتا ہو اللہ کی اور اس کے رسول کی اگرچہ وہ ان کے باپ ہوں یا بیٹے ہوں یا

أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ ۗ أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ

بھائی ہوں یا کنبہ کے لوگ ہوں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان کو لکھ دیا اور اپنی رحمت کے ذریعہ ان کی

بِرُوحٍ مِّنْهُ ۖ وَيَدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۗ رَضِيَ اللَّهُ

تائید فرما دی اور وہ ان کو داخل فرمائے گا ایسی بہشتوں میں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان

عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۗ أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ ۗ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿۲۲﴾

سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہیں یہ جماعت اللہ کا گروہ ہے۔ خیردار بلاشبہ اللہ کا گروہ ہی کامیاب ہونے والا ہے۔

أُولَٰئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ (یہ لوگ شیطان کا گروہ ہیں) اس کا لشکر ہیں۔ أَلَا إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُونَ (اور

شیطان کا گروہ ضرور برباد ہونے والا ہے)

۲۰: إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ فِي الْأَذَلِّينَ (جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ سخت

ذلیل لوگوں میں سے ہیں) یعنی وہ من جملہ ان لوگوں میں سے ہونگے جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے ذلیل ترین ہیں۔ ان

سے بڑھ کر تم کسی کو ذلیل نہ پاؤ گے۔

۲۱: كَتَبَ اللَّهُ (اور اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا) لوح محفوظ میں لَا غَلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي (کہ میں اور میرے پیغمبر غالب رہیں گے)

دلائل اور تلوار سے یا ان دونوں میں سے کسی ایک سے إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ (بلاشک اللہ تعالیٰ توت والا ہے) اس کے ارادے کو کوئی موڑ

نہیں سکتا۔ عَزِيزٌ (وہ غلبہ والا ہے) وہ غالب ہے اس پر کوئی غلبہ نہیں پاسکتا۔

۲۲: لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ (جو لوگ اللہ تعالیٰ اور قیامت کے روز پر پورا پورا ایمان رکھتے

ہیں۔ آپ ان کو نہیں دیکھیں گے کہ وہ ایسے لوگوں سے دوستی کرتے ہوں) یُوَادُّونَ یہ تجدد کا مفعول ثانی ہے۔ یا حال ہے یا قوما کی

صفت ہے۔ اور تجدد کا معنی مقابل پانا ہے۔ مَنْ حَادَّ اللَّهَ (جو اللہ تعالیٰ کے مخالف ہوں) مخالفت اور عداوت رکھنے والا وَرَسُولَهُ

(اور اس کے رسول کے)

مؤمن مشرک سے موالات نہیں کر سکتا:

مطلب یہ ہے کہ یہ بات ناممکن ہے کہ مؤمن ہو کر مشرکین سے موالات و مودت قائم کرنے والا ہو۔ مقصد یہ ہے کہ مؤمنوں کیلئے یہ مناسب نہیں ہے۔ اور مؤمن کا تقاضا ایمانی یہ ہے کہ وہ اس سے باز رہے اور اس سے یہ بات کسی حال میں نہ پائی جائے۔ یہ انداز بیان ڈانٹ میں مبالغہ کیلئے ہے۔ کہ ان سے ملاہست بھی اختیار نہ کی جائے۔ اور اس بات کی تاکید کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے سلسلہ میں مضبوطی دکھائیں۔ اور ان سے دور رہیں۔ اور ان کے میل جول اور رہن سہن سے بچ کر رہیں اور اس ارشاد نے تاکید میں مزید اضافہ کر دیا۔

وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ (خواہ وہ مخالفت کرنے والے ان کے باپ ہوں۔ یا ان کے بیٹے ہوں یا ان کے بھائی ہوں یا ان کے کنبے والے ہوں) اور یہ فرما کر تاکید درت تاکید کر دی۔ اُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْاِيْمَانَ (یہ وہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان جمادیا ہے) پختہ کر دیا ہے اور اس کا تقابل اولئک حزب الشیطان سے کرتے ہوئے فرمایا۔ اولئک حزب اللہ کہ یہ میرا شکر ہے میری مدد کا ہاتھ ان کے پیچھے ہے۔ وَاَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ (اور ان کو اپنے نور سے مدد دی) یعنی روح سے م ا کتاب اللہ سے اس طرح کہ وہ ذاتی لحاظ سے دلوں کی زندگی کیلئے بمنزلہ روح ہے۔

قول ثوری رحمہ اللہ:

یہ ان لوگوں کے بارے میں اتری جو بادشاہوں کے ساتھی بنتے ہیں۔

قول عبدالعزیز رحمہ اللہ علیہ بن ابی رواد رحمہ اللہ:

منصور عباسی کی ان سے ملاقات ہوئی جب اس کو پہچان لیا کہ یہ منار سے۔ تو اس سے بھاگ گئے۔ اور یہ آیت پڑھی۔

قول سہل رحمہ اللہ:

جس نے اپنے ایمان کو صحیح رکھا اور توحید کو خالص کیا۔ وہ کسی مبتدع سے مانوس نہیں ہو سکتا۔ اور نہ اس کے ساتھ بیٹھ سکتا ہے۔ اس کے دل میں اس بدعتی سے دشمنی ہوگی اور جس نے کسی بدعتی سے مداہنت اختیار کی۔ اللہ تعالیٰ اس کے دل سے سنت کی حلاوت چھین لیتے ہیں۔ اور جس نے کسی بدعتی کی بات کو قبول کیا تا کہ دنیا کی عزت حاصل کرے یا دنیا کا کوئی سامان جوڑے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس عزت کے بدلے ذلیل کرے گا۔ اور ایسی مالدار سے اس کو فقیر کر دے گا۔ اور جس نے مبتدع کے ساتھ کسی بات پر خوشی کا اظہار کیا۔ اللہ تعالیٰ اس کے دل سے نور ایمان کھینچ لیتے ہیں۔ اور جو آدمی تصدیق نہیں کرتا۔ وہ تجربہ کر لے۔ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ (اور ان کو ایسی جنتوں میں داخل کریگا۔ جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی) خِلْدِينَ فِيهَا

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ (اور ان جنتوں میں وہ ہمیشہ رہیں گے اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگا) ان کی خالص توحید اور اطاعت کی وجہ سے
 وَرَضُوا عَنْهُ (اور وہ اللہ سے راضی ہوں گے) آخرت میں اس کے عظیم ثواب دینے پر یا دنیا میں جو ان پر مہربانیاں ہوئیں۔
 أُولَئِكَ حِزْبُ اللَّهِ (یہ اللہ تعالیٰ کا گروہ ہے) وہ اس کے حق کے مددگار ہیں اور اس کی مخلوق کے نگران ہیں۔ أَلَا إِنَّ حِزْبَ
 اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (اور اللہ تعالیٰ کا گروہ ہی یقیناً کامیاب ہونے والا ہے) وہ ہمیشہ رہنے والی نعمتوں میں باقی رہیں گے اور ہر
 محبوب چیز ان کو میسر ہوگی۔ اور خوفناک چیز سے مامون و محفوظ ہونگے۔

الحمد لله سورة مجادلة کے تفسیری ترجمہ سے بعد از نماز مغرب ۱۸ مئی ۲۰۰۳ء کو فراغت ہوئی۔

سُورَةُ الْحَشْرِ نَبِيًّا هُوَ الرَّبُّ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ①

سورۃ الحشر مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں چوبیس آیات اور تین رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ②

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ① هُوَ الَّذِيْ اَخْرَجَ

اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں جو بھی آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں اور وہ عزیز ہے حکیم ہے اللہ وہی ہے جس نے کافروں کو

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِأَوَّلِ الْحَشْرِ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرِجُوْا وَّظَنُّوْا

یعنی اہل کتاب کو پہلی بار گھروں سے نکال دیا تمہارا آگمان نہ تھا کہ وہ لوگ نکلیں گے اور انہوں نے گمان کیا تھا

اَنْهُمْ مَّا نَعْتَهُمْ حٰصِرُوْنَ مِنْهُ مِنْ اِلٰهٍ فَاَنْتَهُمْ اِلٰهٌ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا وَقَذَفَ

کہ ان کے قلعے انہیں اللہ سے بچالیں گے سو ان پر اللہ کا انتقام ایسی جگہ سے آگیا جہاں سے ان کا خیال بھی نہ تھا اور اللہ نے ان کے دلوں

فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُوْمِنِيْنَ ② فَاَعْتَبِرُوْا

میں رعب ڈال دیا وہ اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے اجازت سے تھے سو اسے آنکھوں والو

يَاۤوْلِي الْاَبْصَارِ ③ وَاَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلٰءَ لَعَذَابِهِمْ فِي الدُّنْيَا

عبرت حاصل کرو اور اگر اللہ نے انکے بارے میں جلا وطن ہونا نہ لکھ دیا ہوتا تو انہیں دنیا میں عذاب دیتا

وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ④ ذٰلِكَ بِاَنْهُمْ شَاقُوْا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ ⑤ وَمَنْ يُّشَاقِقِ

اور ان کے لئے آخرت میں آگ کا عذاب ہے اور یہ اس لئے کہ انہوں نے اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور جو شخص اللہ کی

اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ⑥

مخالفت کریگا سو اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (اللہ کی پاکی بیان کرتی ہیں۔ وہ سب چیزیں جو آسمان

میں ہیں اور زمین میں ہیں اور وہی غالب حکمت والا ہے)

غزوة بنی نضیر:

۱: روایت میں ہے یہ تمام سورت مکمل طور پر بنی نضیر کے متعلق نازل ہوئی۔ اور اس کا واقعہ اس طرح ہے۔ کہ نبی اکرم ﷺ نے مدینہ تشریف آوری پر بنو نضیر سے صلح کر لی۔ اور شرط یہ قرار پائی کہ وہ نہ ان کی مخالفت کریں گے اور نہ آپ کی حمایت میں کسی سے لڑیں گے۔ جب بدر کے دن غلبہ آیا تو وہ کہنے لگے یہ وہ پیغمبر ہیں جن کی صفت تورات میں موجود ہے۔ اور اگلے سال احد میں شکست سے دوچار ہونا پڑا تو انہوں نے آپ کی نبوت میں شک کیا اور معاہدہ کو توڑ ڈالا۔ چنانچہ کعب بن اشرف چالیس سو ایلے کر مکہ پہنچا اور بیت اللہ کے پاس ابوسفیان سے معاہدہ کر لیا۔ آپ ﷺ نے اس غداری پر محمد بن مسلمہ کو حکم دیا۔ انہوں نے کعب بن اشرف کو ایک طریقے سے رات کو قتل کر دیا۔ پھر لشکر لے کر بنو نضیر کا محاصرہ کر لیا۔ جو اکیس روز جاری رہا۔ آپ نے ان کے نخلستان کاٹنے کا حکم دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا جس کی وجہ سے انہوں نے صلح کا مطالبہ کیا۔ آپ ﷺ نے جلاوطنی کے سوا ہر چیز سے انکار کر دیا۔ کہ ہر تین گھنٹے کا اونٹ کا بوجھ لاد کر سوائے ہتھیاروں کے جو چاہیں اپنا گھریلو سامان لے جائیں۔ چنانچہ وہ شام کے علاقہ میں اریحاء اور اذرعات کی طرف جلاوطن ہو گئے۔

حشر اول دوم سوم:

۲: هُوَ الَّذِي أَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ (وہی ہے جس نے کفار اہل کتاب کو ان کے گھروں سے نکالا) اہل کتاب سے یہاں یہود بن نضیر مراد ہیں۔ مِنْ دِيَارِهِمْ سے مراد مدینہ منورہ ہے لِأَوَّلِ الْحَشْرِ (پہلی بار اکٹھا کر کے) لام اخراج کے متعلق ہے۔ یہ اس طرح کی لام ہے جیسی اس ارشاد میں ہے۔ ياليتنى قدمت لحياتى [العنكبوت: ۲۳] اور عرب کہتے ہیں۔ جنتہ لوقت كذا میں فلاں وقت آیا مطلب یہ ہے اخراج الذين كفروا عند اول الحشر كافروں کو پہلے اکٹھا میں نکال دیا۔ اول الحشر کا مطلب یہ ہے کہ شام کی طرف یہ انکا پہلا اکٹھا ہے۔ یہ ایسے لوگوں کی اولاد تھے۔ جن کو پہلے جلاوطنی آج تک نہ ہوئی تھی۔ یہ پہلا گروہ ہے جن کو جزیرہ عرب سے شام کی طرف نکالا گیا۔ نمبر ۲۔ یہ ان کا پہلی مرتبہ جمع ہو کر نکلنا تھا۔ دوسری مرتبہ اکٹھے اس وقت نکلے جب عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو خیبر سے شام کی طرف جلاوطن کیا۔ اور ان کا آخری حشر قیامت کا حشر ہے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

جس کو شک ہو کہ محشر شام ہے پس وہ اس آیت کو پڑھ لے۔ پس ان کا یہ پہلا حشر ہے اور تمام لوگوں کا حشر ثانی ہوگا۔ جب یہود نکلے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم جاؤ تمہارا یہ اول حشر ہے اور ہم بھی تمہارے پیچھے ہیں۔ [رواہ البیہقی فی الدر المنثور ۸/۸۹]۔

قول قتادہ ع:

جب آخری زمانہ ہوگا۔ تو ایک آگ مشرق کی جانب سے نکلے گی جو لوگوں کو سر زمین شام کی طرف جمع کر دے گی اور وہیں ہم

لوگوں پر قیامت قائم کریں گے۔

ایک اور قول یہ ہے:

انکوائے گھروں سے نکالا۔ اس پہلے اجتماع کیلئے جو ان کے ساتھ لڑائی کیلئے تھا۔ کیونکہ یہ پہلا قتال تھا جو یہود کے ساتھ پیش آیا۔
 مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوا (تمہارا تو گمان بھی نہ تھا کہ وہ اپنے گھروں سے نکل جائیں گے) کیونکہ وہ بڑے لڑاکے اور
 ان کے قلعے مضبوط اور حفاظت شاندار، جنگی اسلحہ اور افرادی قوت میں کافی حد تک مضبوط تھی۔ وَظَنُّوا اَنَّهُمْ مَّا نَعْتُهُمْ
 حُصُونُهُمْ مِنَ اللّٰهِ (اور انہوں نے یہ گمان کر رکھا تھا کہ ان کے قلعے ان کو اللہ تعالیٰ سے بچالیں گے) یعنی انکا گمان یہ تھا ان
 کو اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے بچالیں گے۔ ان حصونہم تمنعہم من باس اللہ اور انہم مانعتہم حصونہم من اللہ
 دونوں تراکیب میں فرق یہ نمبر ۱۔ خبر کو مقدم کرنا۔ یہ ظاہر کرتا ہے۔ ان کو قلعوں پر بہت زیادہ اعتماد اور ان کی حفاظت پر یقین
 تھا۔ نمبر ۲۔ ہم کی ضمیر کو اُن کا اسم بنایا گیا ہے۔ جبکہ جملہ کا اسناد اس کی طرف ہو رہا ہے۔ یہ ان کے اس اعتقاد کی دلیل ہے۔
 کہ وہ ایسی عزت اور حفاظت میں ہیں کہ جس کے ہوتے ہوئے کوئی ان پر تعرض نہیں کر سکتا۔ یا ان پر غلبہ کی طمع نہیں کر سکتا۔
 اور یہ باتیں ظنوا ان حصونہم تمنعہم میں نہیں پائی جاتیں۔ فَاتَّهُمُ اللّٰهُ (پس اللہ تعالیٰ ان کو ایسی جگہ سے آپہنچا)
 یعنی اللہ تعالیٰ کا حکم اور اس کا عذاب۔

قراءت: شاذ قراءت میں فاتاہم اللہ یعنی فاتاہم الہلاک من حیث لَمْ یَحْتَسِبُوا (ایسی جگہ سے کہ جہاں سے ان
 کو گمان بھی نہ تھا) اور ان کے دل میں خیال بھی نہ گزرا تھا۔ اور وہ کعب بن اشرف رئیس بنو نضیر کا اس کے رضاعی بھائی کے ہاتھوں
 قتل کیا جانا ہے۔ وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ (اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا) رعب سے خوف مراد ہے۔ یُخْرِبُونَ
 بُيُوتَهُمْ بِاَيْدِيهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِينَ (کہ اپنے گھروں کو خود اپنے ہاتھوں سے اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے اجاڑ رہے تھے)
 قراءت: یخربون ابو عمرو نے پڑھا۔ تخریب اور اخراب: کسی چیز کو توڑ اور گرا کر بگاڑنا۔ الخربۃ: فساد و بگاڑ۔

وہ اپنے گھروں کو اندر سے بگاڑ رہے تھے اور مسلمان ظاہر اور باہر سے گرا رہے تھے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کی شان و شوکت کا
 استیصال چاہتے تھے۔ مدینہ میں نہ یہودیوں کا گھر رہے اور نہ گھر کا باسی۔ ان گھروں کو برباد کرنے کا جو چیز موجب بنی وہ یہ تھی کہ
 لکڑیوں اور پتھروں سے گلیوں کے ناکے بند کر رہے تھے۔ تاکہ مسلمان داخل نہ ہوں اور اگر وہ جلا وطن کر دیے جائیں تو وہ
 مسلمانوں کے رہائش کے قابل نہ رہیں اور مکانات کی عمدہ عمدہ لکڑی اور کڑیاں جو ساگوان وغیرہ پر مشتمل تھیں وہ ساتھ لے
 جائیں۔ باقی مسلمان ان مکانات کو اس لئے برباد کر رہے تھے۔ تاکہ ان کی قلعہ بندی ختم ہو۔ اور لڑائی کا کھل کر موقع ملے اور
 تخریبہم بایدی المؤمنین کا معنی یہ ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو عہد شکنی کر کے خود تخریب کے حوالہ کیا تھا۔ جب وہ خود اس کا
 سبب بنے تو گویا انہوں نے خود اس کا حکم کیا تھا۔ اور ان کو تکلف اس کا ذمہ دار بنایا تھا۔

فَاعْتَبِرُوا يَا اُولِيَ الْاَبْصَارِ (پس اے دانشمندو اس حالت کو دیکھ کر عبرت حاصل کرو) یعنی اس بات میں غور کرو کہ ان کو کیا

مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِينَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوهَا قَائِمَةً عَلَىٰ أُصُولِهَا فَبِإِذْنِ اللَّهِ وَلِيُخْرِىَ الْفَاسِقِينَ ۝

تم نے جو بھی کھجوروں کے درخت کاٹ ڈالے یا تم نے انہیں انکی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا سو یہ اللہ کے حکم سے ہوا اور تاکہ اللہ کافروں کو ذلیل کرے۔

وَمَا آفَاءَ اللَّهِ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ

اور جو کچھ مال فی ان سے اللہ نے اپنے رسول کو مال دلویا سو تم نے اس پر نہ گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ دوڑائے

وَلَكِنَّ اللَّهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهُ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

اور لیکن اللہ اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے مسلط فرما دیتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے اللہ نے جو کچھ

آفَاءَ اللَّهِ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ فَلِلَّهِ وَاللرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ

اپنے رسول کو ہستیوں کے رہنے والوں سے جلورقی مال دلوا دیا سو وہ اللہ کے لئے سے اور رسول کے لئے اور قرابت داروں کے لئے اور یتیموں کے لئے

وَالْمَسْكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ ۗ كَىٰ لَا يَكُونَ دُولَةَ بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ ۗ وَمَا أَتَكُمْ

اور مسکینوں کے لئے اور مسافروں کے لئے تاکہ یہ ماں ان لوگوں کے درمیان دولت بن نہ رہ جائے جو مال دار ہیں اور رسول جو کچھ عطا کریں

الرَّسُولُ فخذوه ۗ وَمَا نَهَكُمُ عَنْهُ فَأنتهوا ۗ وَأَتَّقُوا اللَّهَ ۗ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝

وہ لے لو اور جس چیز سے روکیں اس سے رُک جاؤ اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

ہوا۔ اور اس کا کیا سبب تھا۔ پس اس سبب کو اختیار کرنے سے گریز کرو۔ ورنہ تمہیں ان کی سزا بھگتنا ہوگی۔

قیاس کا جواز:

مَسْتَكَلَّةٌ: یہ قیاس کے جواز کی دلیل ہے۔

۳: وَلَوْلَا أَنْ كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَآءَ (اور اگر اللہ تعالیٰ نے ان کی قسمت میں جلا وطن ہونا نہ لکھ دیا ہوتا) الجلاء اہل و عیال

سمیت وطن سے نکلنا۔ لَعَذَابُهُمْ فِي الدُّنْيَا (تو دنیا میں ہی ان کو سزا دیتا) یعنی قتل اور قید کی سزا۔ جیسا کہ بنو قریظہ کے ساتھ پیش

آیا۔ وَلَهُمْ (اور ان کے لئے) خواہ وہ جلا وطن ہوں یا قتل کئے جائیں۔ فِي الْآخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ (آخرت میں آگ کا عذاب

ہے)۔ جس سے زیادہ سخت کوئی سزا نہیں ہے۔

۴: ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ (یہ اس سبب سے ہے کہ) ان کو یہ سزا اس سبب سے ملی کہ شَأ قُوا اللَّهَ (انہوں نے اللہ تعالیٰ کی مخالفت کی)

وَرَسُولَهُ وَمَنْ يُشَاقِقِ اللَّهَ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ (اور اسکے رسول کی مخالفت کی اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی مخالفت کرتا ہے اللہ

تعالیٰ اس کو سخت سزا دینے والا ہے)

۵: مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لَيْنَةٍ (جو کھجوروں کے درخت تم نے کاٹ ڈالے) یہ ماقطعتم کا بیان ہے۔

بخجو: مَا قَطَعْتُمْ کی وجہ سے محل نصب میں ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا تم نے کیا چیز کاٹ ڈالی۔ ما کی طرف راجع ضمیر اَوْ تَرَ كُتْمُوَهَا میں مؤنث لائے کیونکہ وہ لینۃ کے معنی میں ہے۔ اللینۃ کھجور کو کہتے ہیں۔ یہ الالوان سے لیا گیا ہے۔ ماقبل کسرہ کی وجہ سے واؤ کو یاء سے بدل دیا۔ ایک قول یہ ہے کہ اللینۃ عمدہ کھجور کو کہتے ہیں۔ گویا انہوں نے اس کو اللین سے لیا ہے جس کا معنی نرمی ہے۔ قَائِمَةٌ عَلَىٰ أُصُولِهَا فَيَاذَنَ اللّٰهُ (یا ان کو ان کی جگہ کھڑا رہنے دیا۔ پس یہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور اجازت سے ہوا) پس ان کا کاشنا اور چھوڑنا اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھا۔ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ (اور تاکہ کافروں کو اللہ رسوا کر دے) تاکہ یہود ذلیل ہو جائیں اور ان کو کانٹے کا حکم دے کر بھی یہود کو جلایا۔

مالِ فِئِي:

۶: وَمَا آفَاءَ اللّٰهُ عَلَىٰ رَسُوْلِهِ (اور جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو ان سے دلویا) اس کو آپ ﷺ کیلئے فِئِي قرار دیا۔ مِنْهُمْ ہم سے مراد بنو نضیر ہیں۔ فَمَا اَوْ جَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّ لَا رِكَابٍ (پس تم نے اس پر نہ گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ) یہ اموال بنی نضیر کا حصول تمہارے گھوڑے دوڑانے اور سواریوں چڑھانے کی وجہ سے نہیں ہوا۔ الرکاب اونٹ۔ مطلب یہ ہے کہ اس کو حاصل کرنے کیلئے اور اس کو غنیمت بنانے کیلئے گھوڑوں اور سواریوں کی ضرورت نہ پڑی اور نہ ان کے ساتھ لڑائی کر کے تمہیں تھکنا پڑا۔ بلکہ تم وہاں پیدل گئے کیونکہ یہ مدینہ سے دو میل کے فاصلہ پر قباء کے پاس ہی واقع ہے۔ آپ ﷺ گدھے پر سواری تھے پس وہی کافی ہو گیا۔

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهُ عَلَىٰ مَنْ يَّشَاءُ (لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے مسلط کرتا ہے) مطلب یہ ہے بنو نضیر کے جو اموال اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو عنایت فرمائے ہیں تم نے یہ اموال قتال و غلبہ سے حاصل نہیں کیے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان پر تسلط دیا جیسا کہ وہ اپنے رسولوں کو ان کے دشمنوں پر تسلط دیتے آئے ہیں۔ پس ان کی تقسیم کا معاملہ بھی اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے وہ جیسے چاہے تقسیم فرمادیں اس کو ان غنائم کی طرح جن کے لئے قتال کیا جائے۔ تقسیم نہ کیا جائے گا۔ اور جن غنائم کو زور و قوت سے حاصل کیا جائے ان کی طرح اس کا حکم نہ ہوگا۔ آپ ﷺ نے اس کو مہاجرین میں تقسیم فرمادیا۔ صرف تین انصاریوں کو اس میں سے حصہ دیا گیا کیونکہ وہ مفلوک الحال تھے۔ وَاللّٰهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر قدرت حاصل ہے)

۷: وَمَا آفَاءَ اللّٰهُ عَلَىٰ رَسُوْلِهِ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسْكِيْنَ وَاٰبِنِ السَّبِيْلِ (جو کچھ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو دوسری بستیوں کے کافر لوگوں سے دلوائے۔ پس وہ بھی اللہ کا حق ہے اور رسول کا اور رسول کے قرابت داروں کا اور یتیموں کا اور غریبوں کا اور مسافروں کا) اس جملے اور پہلے جملے کے درمیان عاطف نہیں لائے کیونکہ یہ پہلے جملے کا بیان ہے پس یہ جملہ اس سے اجنبی نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر وضاحت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جو

مال فنی دیا ہے۔ اس سے کیا کریں۔ آپ کو حکم دیا کہ اس کا مصرف وہی ہے۔ جو خمس غنائم کا ہے۔ جس کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا جائیگا۔

بعض مفسرین کا قول:

بعض مفسرین نے اس قول کو کھوٹا قرار دے کر کہا کہ پہلی آیت تو اموال بنو نضیر کے سلسلہ میں ہے۔ جن کی تقسیم اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے سپرد فرمائی۔ اور یہ آیت ہر ایسی بستی کے متعلق ہے جو لڑائی کے بغیر حاصل ہو اور اس آیت میں اس کے خمس کا مصرف ذکر کیا گیا پس یہ ابتدائی کلام ہے۔

كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ (تا کہ وہ مال تمہارے مالداروں کے قبضہ میں نہ آجائے)

قراءت: یزید نے تَكُونُ دُولَةً پڑھا ہے۔ اور کان کو تامہ قرار دیا۔ الدُولَةُ، الدُولَةُ جو انسان کیلئے بدل کر آئے۔ اجداد سے گھوم کر آئے۔ اب اس کا معنی یہ ہوا: تا کہ وہ مال فنی جو فقراء کا حق خالص ہے تا کہ وہ اس سے گزراوقات کر سکیں۔ وہ اغنیاء کے مابین جدی جائیداد نہ بن جائے جس سے اپنے مال کو اور زیادہ بڑھائیں۔ وَمَا اتَّكُمُ الرَّسُولُ (اور رسول تم کو جو کچھ دے دے دے۔ کریں وہ لے لیا کرو) اور جس کے لینے سے تم کو روک دیں یعنی تقسیم غنیمت یا فنی میں سے جو حصہ اللہ تعالیٰ کا رسول تمہیں دے۔ فَخُذُوهُ (پس اس کو قبول کر لو) وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ (اور جس کے لینے سے روک دیں) اور منع کر دیں۔ فَانْتَهُوا (پس اس سے رک جاؤ) اور اس کا مطالبہ مت کرو۔ وَاتَّقُوا اللَّهَ (اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو!) اس بات سے کہ تم ان کی مخالفت اختیار کرو۔ اور ان کے حکم کی بجا آوری میں سستی برتو! اور نہی کو قبول کرنے میں پس و پیش کرنے لگو۔ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ (بیشک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے) اس شخص کو جو رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرے۔ بہتر قول یہ ہے یہ آیت عام ہو اور ہر امر و نہی رسول ﷺ اس میں شامل ہو اور اسی عموم کے تحت حکم فنی بھی داخل ہو۔

لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا

فقراء مہاجرین کے لئے ہیں جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے نکالے گئے وہ اللہ کا فضل اور رضامندی

مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنْصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ﴿۸﴾

طلب کرتے ہیں اور اللہ کی اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں یہ وہ ہیں جو سچے ہیں۔

وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ

اور ان لوگوں کے لئے ہیں جنہوں نے ان سے پہلے دار کو اور ایمان کو ٹھکانہ بنا لیا جو شخص ان کی طرف ہجرت کر کے آئے اس سے محبت کرتے ہیں اور اپنے

فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا وَيُؤْتُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ

سینوں میں اس مال کی وجہ سے کوئی حاجت محسوس نہیں کرتے جو مہاجرین کو دیا جائے اور وہ اپنی جانوں پر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود انہیں

خِصَاصَةً ۖ وَمَنْ يُؤَقِّحْ نَفْسَهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿۹﴾

حاجت ہو اور جو شخص اپنے نفس کی کنجوسی سے بچا دیا گیا سو یہ وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔

۸: لِلْفُقَرَاءِ (اور ان فقراء)

تَحْوِيلًا: یہ لذی القربی اور معطوف علیہ سے بدل ہے۔ یہ للرسول سے بدل نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کو فقیر مہاجر نہیں کہا جاسکتا۔ علاوہ ازیں اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ینصرون اللہ ورسولہ اور ظاہر ہے کہ اگر رسول کو فقراء میں بدل قرار دے کر شامل کیا جائے تو معنی اس طرح ہو جائے گا کہ رسول اللہ ﷺ اور دوسرے فقراء مہاجرین اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں یعنی رسول خود اپنی مدد کرتے ہیں۔ اور یہ مطلب درست نہیں پس یہ بدل بنانا اللہ عزوجل کی جو تعظیم واجب ہے اس کے خلاف بنتا ہے۔ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ (مہاجرین کیلئے ہے جو اپنے گھروں سے نکالے گئے اور اپنے مالوں سے جدا کر دیئے گئے) یعنی مکہ میں۔

خاص دلیل:

استیلاء کے ساتھ مسلمانوں کے اموال کے مالک بن جائیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مہاجرین کو فقراء قرار دیا حالانکہ مکہ میں تو ان کے گھر اور جائیدادیں تھیں۔

يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا (وہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضامندی کے طالب ہیں)

مُخَوِّرِينَ: بے گنہگار یہ حال ہے فضل سے مراد جنت ہے وہ جنت اور رضائے الہی کے طالب ہیں۔ وَ يَنْصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ (اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے دین کی مدد کرتے ہیں) یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرتے ہیں۔ اور اس کے رسول کی اعانت کرتے ہیں۔ اُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ (یہی لوگ (ایمان کے) سچے ہیں) یعنی اپنے ایمان اور جہاد میں۔

مدینہ دارالمہاجرین اور دارالہجرۃ:

۹: وَالَّذِينَ (اور ان لوگوں کا بھی حق ہے) اس کا عطف المہاجرین پر ہے۔ اور اس سے مراد انصار ہیں۔ تَبَوُّوا لَدَارَ (جو دارالاسلام) (مدینہ میں) ان مہاجروں کے آنے سے پہلے جاگزیں تھے) یعنی مدینہ میں رہائشی تھی۔ وَالْإِيمَانَ (اور ایمان مخلصانہ لائے) یہ اس قول کے مطابق ہے۔ جو عرب کہتے ہیں۔ علفتها تبنا و ماء باردًا یا انہوں نے اپنا مستقر و متوطن قرار دیا کیونکہ وہ اس پر پختہ اور مضبوط ہو گئے۔ جیسا کہ انہوں نے مدینہ کو بھی اسی طرح بنایا یا دارالہجرات کو دارالایمان قرار دیا۔ تو الدار کی لام تعریف کو مضاف الیہ کے قائم مقام رکھا اور دارالایمان سے مضاف کو حذف کر دیا اور مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام کر دیا۔ مِنْ قَبْلِهِمْ (مہاجرین سے پہلے جاگزیں تھے) کیونکہ انہوں نے دارالہجرت اور ایمان کو ٹھکانہ دینے میں ان سے سبقت اور پہل کی۔ ایک قول یہ ہے ان کے ہجرت کرنے سے پہلے يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ (جو مہاجرین کے پاس ہجرت کر کے آتے ہیں۔ ان سے یہ محبت کرتے ہیں) یہاں تک کہ ان کو اپنے مال بانٹ کر دے دیئے اور ان کو اپنے گھروں میں اتارا اور جن کی دو بیویاں تھیں۔ ایک سے علیحدگی اختیار کر کے مہاجر بھائی سے شادی کر دی۔ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِمَّا أُوتُوا (اور مہاجرین کو جو کچھ ملتا ہے اس سے یہ لوگ اپنے دلوں میں کوئی رشک نہیں پاتے) مہاجرین کو جو مال فئی وغیرہ دیا جاتا ہے۔ اس کے متعلق اپنے دلوں میں کوئی طلب و حاجت نہیں پاتے۔

ایک نکتہ:

آیت میں محتاج الیہ کا نام حاجۃ رکھا گیا۔ مطلب یہ ہوا کہ ان کے نفوس مقدسہ اس قدر صاف ہیں کہ مہاجرین کو جو کچھ دیا جائے۔ ان کے نفوس اس کی طرف لالچ کرتے ہوئے جھکاؤ بھی اختیار نہیں کرتے اور ان میں سے کسی ضرورت والی چیز کی طرف نگاہ بھی نہیں اٹھاتے (سبحان اللہ) ایک قول یہ ہے حاجۃ کا معنی حسد ہے اس چیز سے جو مہاجرین کو فئی میں سے دیا جائے۔ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو مال فئی کے ساتھ خاص کر دیا تھا۔ ایک اور قول وہ اپنے دلوں میں ضرورت کی ایک ذرا سی رمتی بھی نہیں پاتے اس مال کے چلے جانے سے جو ان مہاجرین کو دیا گیا۔ وَيُؤْتُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (اور ان کو اپنے سے مقدم رکھتے ہیں خواہ ان پر فاقہ ہی ہو) خصاصة فقر۔ اس کی اصل ہے خصاص البیت: گھر کے سوراخ۔ یہ جملہ موضع حال میں ہے۔ ای مفروضۃ خصاصتہم۔

انصاری رضی اللہ عنہ اور مہمان:

روایت میں ہے کہ ایک انصاری کے ہاں ایک مہمان آیا۔ انہوں نے بچوں کو پہلا کر سلا دیا اور مہمان کی خدمت میں کھانا پیش کیا اور دیا صرف اس غرض سے بجا دیا کہ مہمان سیر ہو جائے اور وہ اس میں سے نہ کھائے [بخاری]۔ روایت انس رضی اللہ عنہ: کسی انصاری کو بکری کی بھنی ہوئی سری بطور ہدیہ دی گئی۔ وہ شدید بھوک سے دوچار تھے مگر انہوں نے اپنے پڑوسی کی طرف بھیجی شاید ان کو ضرورت زیادہ ہو۔ نواشخاص میں یہ گھومتی گھماتی پھر ان کے گھر واپس پہنچ گئی۔

قول ابو زید:

مجھے ایک بچی نو جوان نے کہا تمہارے نزدیک زہد کیا ہے؟ میں نے کہا جب ہم پاتے ہیں کھا لیتے ہیں اور جب نہیں پاتے تو صبر کرتے ہیں اس نے کہا ہمارے ہاں بلخ کے کتے اسی طرح کرتے ہیں۔ ہمارا طرز عمل یہ ہے جب ہم نہیں پاتے تو صبر کرتے ہیں۔ اور جب پالیتے ہیں تو دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں۔ وَمَنْ يُؤَقِّمْ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (اور جو شخص اپنی طبیعت کے بخل کی وجہ سے محفوظ رکھا جائے پس وہی لوگ کامیاب ہیں) افسوس اپنے مقصد کو پانے والے۔ افسوس ملامت و کمینگی۔ آدمی کا اپنا نفس بعض اوقات روک لینے کا خواہاں ہو۔ البخل بعینہ روکنا۔ ایک قول یہ ہے ظلم سے کسی مسلمان بھائی کا مال کھا جانا۔ البخل اپنے مال کو دوسرے سے روکنا۔ بقول کسری بخل فقر سے زیادہ نقصان دہ ہے۔ کیونکہ فقیر وسعت آنے پر دیتا ہے مگر بخیل کبھی نہیں دیتا۔

اور ان لوگوں کے لئے

وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا

اور ان لوگوں کے لئے ہیں جو ان کے بعد آئے وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب بخش دے ہم کو اور ان لوگوں کو جو ہمارے بھائی ایمان کے ساتھ

بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ ۝۴

ہم سے پہلے گزر گئے اور مت کر دے ہمارے دلوں میں کوئی کھوٹ ایمان والوں کے لئے اے ہمارے رب بے شک آپ رؤف رحیم ہیں۔

الْمُتْرَلِي الَّذِينَ نَافَقُوا يَقُولُونَ لِإِخْوَانِهِمُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكُتُبِ

کیا آپ نے منافقوں کو نہیں دیکھا جو اپنے کافر بھائیوں سے کہہ رہے تھے جو اہل کتاب میں سے ہیں

لَئِنْ أَخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نَطِيعُ فِيكُمْ أَحَدًا أَبَدًا وَإِنْ قُوتِلْتُمْ لَنَنصُرَنَّكُمْ

کہ یقین جانوا اگر تم نکالے گئے تو ضرور ہم بھی تمہارے ساتھ نکل جائیں گے اور تمہارے بارے میں کبھی بھی کسی کی بات نہ مانیں گے اور اگر تم سے جنگ کی تو ہم ضرور تمہاری مدد کریں گے

وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ۝۵ لَئِنْ أَخْرِجُوا لَا يَخْرُجُونَ مَعَهُمْ وَلَئِنْ قُوتِلُوا لَا

اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ جھوٹے ہیں۔ یہ یعنی بات ہے کہ اگر وہ نکالے گئے تو یہ ان کے ساتھ نہیں نکلیں گے اور یعنی بات ہے اگر ان سے جنگ کی گئی تو یہ

يَنْصُرُونَهُمْ وَلَئِنْ نَصَرُوهُمْ لَيُولَيَنَّ الْأَدْبَارُ ثُمَّ لَا يَنْصُرُونَ ۝۶ لَا أَنْتُمْ أَشَدُّ

ان کی مدد نہیں کریں گے اور اگر ان کی مدد کریں گے تو پشت پھیر کر چلے جائیں گے پھر انکی مدد نہیں کی جائے گی یہ بات بھی یعنی ہے کہ ان کے سینوں میں

رَهَبَةً فِي صُدُورِهِمْ مِنَ اللَّهِ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ ۝۷ لَا يَقَاتِلُونَكُمْ

تمہارا ڈر اللہ کے خوف سے بھی زیادہ ہے یہ اس وجہ سے کہ بیشک وہ ایسے لوگ ہیں جو سمجھتے نہیں ہیں وہ تم سے جنگ نہیں کریں گے

جَمِيعًا إِلَّا فِي قَرْيٍ مُحَصَّنَةٍ أَوْ مِنْ وَرَاءِ جُدُرٍ بَأْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيدٌ ۝۸

اکٹھے ہو کر مگر ایسی جگہوں میں جو محفوظ ہوں یا دیواروں کی آڑ میں آپس میں ان کی لڑائی سخت ہے

تَحْسِبُهُمْ جَمِيعًا وَقُلُوبُهُمْ شَتَّىٰ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ ۝۹

آپ خیال کرتے ہیں کہ وہ اکٹھے ہیں حالانکہ ان کے دل الگ الگ ہیں یہ اس وجہ سے کہ بیشک وہ ایسے لوگ ہیں جو عقل نہیں رکھتے۔

كَمَثَلِ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيبًا ذَاقُوا وَبَالَ أَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝۱۰

ان لوگوں کی سی مثال ہے جو ان سے کچھ پہلے تھے انہوں نے اپنے کردار کا مزہ چکھ لیا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

حکم استغفار:

۱۰: وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ (اور ان لوگوں کا بھی جو ان کے بعد آئے) اس کا عطف بھی المہاجرین پر ہے۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے بعد میں ہجرت کی۔ ایک قول: احسان سے ان کی اتباع کرنے والے۔ ایک قول یہ ہے ان کے بعد قیامت تک آنے والے لوگ۔ قول عمر رضی اللہ عنہ: اس میں ہر وہ بچہ داخل ہے جو قیامت تک مسلمانوں کا پیدا ہوگا۔ پس انہوں نے دونوں میں واؤ کو عطف مانا۔

قرأت: دونوں آیات میں للذین پڑھا گیا ہے۔

يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ (بعد کو آنے والے کہتے ہیں اے ہمارے رب ہم کو بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں) ایک قول یہ مہاجرین و انصار ہیں۔ قول عائشہ رضی اللہ عنہا: لوگوں کو حکم دیا گیا کہ وہ ان کے لئے استغفار کریں مگر لوگوں نے ان کو گالیاں بکیں۔ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا (ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے متعلق کینہ نہ پیدا کر دینا) غلا: کینہ، حسد، بعض للذین آمنوا (ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے) الذین آمنوا سے صحابہ کرام مراد ہیں۔ رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ (اے ہمارے رب آپ بڑے شفیق و رحیم ہیں)

قول سعید بن مسیب رحمہ اللہ:

سعید سے پوچھا گیا تم عثمان و طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہم کے متعلق کیا کہتے ہو انہوں نے کہا میں وہ کہتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے کہلوا یا ہے اور یہ آیت پڑھی۔

منافقین کا حال:

۱۱: پھر بطور اظہار تعجب اپنے پیغمبر ﷺ کو فرمایا اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا (کیا آپ نے ان منافقین کی حالت نہیں دیکھی) یعنی اے محمد ﷺ کیا آپ نے عبد اللہ بن ابی اور اس کے حامیوں کو نہیں دیکھا۔ يَقُولُوْنَ لِإِخْوَانِهِمُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ (کہ اپنے بھائیوں سے جو کفار اہل کتاب ہیں) اہل کتاب سے بنو نضیر مراد ہیں۔ اور اخوانہم سے مراد کفر میں شریک بھائی۔ لَئِنْ أُخْرِجْتُمْ (واللہ اگر تم نکالے گئے) اپنے گھروں سے لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ (تو ہم تمہارے ساتھ نکل جائیں گے) روایت ہے کہ عبد اللہ بن ابی اور اس کی پارٹی کے لوگ رات کو بنی نضیر کے پاس گئے اور کہنے لگے تم قلعہ سے مت نکلوا اگر محمد ﷺ اور ان کے ساتھی تمہارے ساتھ لڑے تو ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ ہم تمہارے لئے ان کو خود روک لیں گے اور اگر تمہیں نکالا گیا تو ہم ضرور تمہارے ساتھ نکلیں گے۔ وَلَا نَطِيعُ فِيكُمْ أَحَدًا أَبَدًا (اور ہم تمہارے سلسلہ میں کبھی کسی کا کہنا نہ مانیں گے) فيكم سے تمہارے ساتھ لڑائی کے معاملے میں رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں میں جو بھی ہو ہم کسی کی بات نہ مانیں گے خواہ مجبور کئے جائیں یا تمہارے رسوائی کے سلسلہ میں اور نصرت کا جو وعدہ ہم نے کیا اس کے خلاف کرنے میں ہم کسی کی بات نہ مانیں گے۔ وَإِنْ

قَوْلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ (اور اگر تم سے کسی کی لڑائی ہوئی تو ہم تمہاری مدد ضرور کریں گے اور اللہ تعالیٰ گواہ ہے کہ وہ بالکل جھوٹے ہیں) ان وعدوں میں جو بنو نضیر سے یہ زبانی کلامی کر رہے ہیں۔

مَسْئَلَةٌ: یہ اخبار بالغیب ہے جو وحی کے ذریعہ ہی ممکن ہے یہ آپ کی نبوت کی صداقت پر دلیل ہے۔

۱۳: لَیْسَ اُخْرِجُوْا لَیْخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ وَلَیْنِ قَوْلُتُوْا لَیَنْصُرُوْا نَهُمْ لَیُوْثِنَنَّ الْاُدْبَارَ ثُمَّ لَا یَنْصُرُوْنَ (اگر اہل کتاب نکالے گئے تو یہ منافقین ان کے ساتھ نہ نکلیں گے اور اگر ان سے لڑائی ہوئی تو یہ ان کی مدد نہیں کریں گے اور اگر ان کی مدد بھی کی تو پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔ پھر ان کی کوئی مدد نہ ہوگی) آیت میں فرمایا ولئن نصر وہم حالانکہ پہلے فرمادیا کہ وہ ان کی مدد نہ کریں گے تو یہ بالفرض والتقدیر کے طور پر فرمایا گیا ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے۔ لئن اشرکت لیحبطن عملک [الزمر: ۶۵] اور اللہ تعالیٰ کی ذات جس طرح مایکون کو جانتی ہے اسی طرح مالا یکون کو بھی جانتی ہے اور اگر وہ ہوتا تو وہ کس طرح ہوتا مطلب یہ ہے کہ اگر منافقین نے یہود کی بالفرض مدد کی تو منافقین ضرور شکست کھائیں گے اس کے بعد پھر ان کی مدد نہ کی جائے گی۔ یعنی اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک کر ڈالیں گے اور ان کا نفاق ان کو بچانہ سکے گا کیونکہ مخالفت رسول کر کے ان کا کفر ظاہر ہو گیا۔ یا یہود کو ضرور شکست ہوگی پھر منافقین کی امداد ان کا سہارا نہ بن سکے گی۔

۱۳: لَا اَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً (اے مسلمانو! بیشک تمہارا خوف ان کے دلوں میں بہت زیادہ ہے) رہبت یہ مصدر ہے معنی للمفعول ہے ڈر میں بڑھ کر فی صدورہم (ان کے دلوں میں) یہ ان کے نفاق کی دلالت ہے۔ یعنی وہ تمہارے سامنے اللہ تعالیٰ کا خوف ظاہر کرتے ہیں حالانکہ تمہارا خوف ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ ہے۔ مِّنَ اللّٰهِ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا یَفْقَهُوْنَ (اللہ تعالیٰ کے خوف سے یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو سمجھتے نہیں) وہ اللہ تعالیٰ کو جانتے نہیں نہ اس کی عظمت کو مانتے ہیں تاکہ یہ اس سے صحیح طور پر ڈرتے۔

۱۴: لَا یَقَاتِلُوْا نَکْمٌ (وہ سب ملکر بھی تم سے نہیں لڑیں گے) یعنی تمہارے ساتھ لڑائی کی انہیں طاقت نہیں۔ جَمِیْعًا (اکٹھے مل کر) یعنی یہود و منافقین الا (مگر یہ کہ ہوں) فِیْ قَرْیٰ مُحَصَّنَةٍ (حفاظت والی بستیوں میں) خندقوں کی آڑ میں اَوْ مِنْ وَّ رَآءِ جُدُرٍ (یاد یواروں کی آڑ میں)

قراءت: مکی، ابو عمرو نے جدار پڑھا ہے۔

بَاسُهُمْ بَیْنَهُمْ شَدِیْدٌ (ان کی لڑائی آپس میں ہی بڑی تیز ہے) یعنی سخت لڑائی جس سے وہ معروف ہیں وہ اپنے مابین لڑی جانے والی ہے جبکہ وہ ایک دوسرے سے لڑیں اور اگر وہ تم سے لڑیں گے تو ان کی مضبوطی اور جنگجوئی نہیں رہے گی کیونکہ اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی میں بڑے سے بڑا بہادر بھی بزدل ہے۔ تَحْسَبُهُمْ (تم ان کو گمان کرتے) یعنی یہود و منافقین کو جَمِیْعًا (اکٹھے باہمی الفت و یگانگت والے) وَاَقْلُوْبُهُمْ شَتٰی (حالانکہ ان کے دل غیر متفق ہیں) الگ الگ ہیں ان کے اندر باہمی الفت کا نشان نہیں۔ مطلب یہ ہے ان کے مابین کینے اور عداوتیں ہیں جس کی وجہ سے ان کے مابین حقیقی یگانگت نہیں ہے۔

۱۰۲۵

كَمَثَلِ الشَّيْطَانِ إِذْ قَالَ لِلْإِنْسَانِ اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِّنْكَ إِنِّي

شیطان کی سی مثال ہے کہ وہ انسان سے کہتا ہے کہ کافر ہو جا' سو وہ جب کافر ہو جاتا ہے تو شیطان کہتا ہے کہ میں تجھ سے بیزار ہوں میں

أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ ۱۶ فَكَانَ عَاقِبَتُهُمَا أَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدِينَ

اللہ سے ڈرتا ہوں جو رب العالمین ہے سو ان دونوں کا انجام یہ ہوا کہ بلاشبہ دونوں دوزخ میں ہوں گے اس میں ہمیشہ

فِيهَا وَذَلِكَ جَزَاءُ الظَّالِمِينَ ۱۷ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنْظُرْ

رہیں گے اور یہ ظالموں کی سزا ہے۔ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہر جان یہ غور کر لے کہ

نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۱۸

اس نے کل کے لئے کیا بھیجا ہے اور اللہ سے ڈرو۔ بلاشبہ اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے اور تم ان لوگوں

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنسَاهُمْ أَنفُسَهُمْ أُولَٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُونَ ۱۹

کی طرح نہ ہو جاؤ جو اللہ کو بھول گئے سو اللہ نے ان کو ان کی جانیں بھلا دیں یہ لوگ فاسق ہیں

لَا يَسْتَوِي أَصْحَابُ النَّارِ وَأَصْحَابُ الْجَنَّةِ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفٰئِزُونَ ۲۰

برابر نہیں ہیں دوزخ والے اور جنت والے اہل جنت ہی کامیاب ہیں

نلاحظ: اس میں مسلمانوں کو جرأت دلائی گئی اور ان کے خلاف لڑائی کیلئے ان کے دلوں کو مضبوط کیا گیا ہے۔

ذٰلِكَ (یہ پراگندگی) بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ (صرف اس وجہ سے ہے کہ وہ بے عقل لوگ ہیں) دلوں کے تشتت وافتراق نے ان کے قومی کو کمزور کر ڈالا اور روحوں میں بزدلی پیدا کر دی۔

۱۵: كَمَثَلِ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ (ان لوگوں کی سی مثال ہے جو ان سے کچھ ہی پہلے ہوئے) ان کی مثال اہل بدر جیسی ہے۔
تَحْوِيلًا: مبتدأ کو حذف کر دیا گیا ہے۔

قَرِيبًا۔ اسی استقروا قریباً جو ان سے قریبی زمانہ میں ان سے تھوڑا عرصہ قبل ہوئے۔ ذٰقُوا وَبَالَ أَمْرِهِمْ (وہ اپنے کردار کا مزہ چکھ چکے) اپنے کفر کا برا انجام اور عداوت رسول ﷺ کا نتیجہ چکھ چکے۔ عرب کا قول ہے کلا و بیل بد مزہ بد انجام یعنی دنیا میں انہوں نے قتل کا عذاب پالیا۔ وَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا) اس کے ساتھ ساتھ ان کے لئے دردناک عذاب آخرت میں ہوگا۔

منافقین کا حال شیطان کے مشابہ:

۱۶: كَمَثَلِ الشَّيْطَانِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اٰكْفُرْ فَلَمَّا اٰكْفُرْ قَالَ اِنِّىٓ بَرِىْءٌ مِّنْكَ اِنِّىٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ (شیطان کی ایسی مثال ہے کہ انسان سے کہتا ہے کافر ہو جا۔ جب وہ کافر ہو جاتا ہے تو اس سے کہتا ہے میرا تجھ سے کوئی واسطہ نہیں۔ میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں) منافقین کی یہودیوں کو لڑائی پر ابھارنے اور ان سے نصرت کا وعدہ کرنے پھر ان کے چھوڑنے اور مخالفت کرنے کی مثال شیطان جیسی ہے کہ جب وہ اپنے فریب سے انسان کو گمراہ کر لیتا ہے۔ تو آخرت میں اس سے بیزاری کا اظہار کرتا ہے۔ ایک قول یہ ہے اس سے شیطان کا قریش کو گمراہ کر کے میدان بدر میں لاکھڑا کرنا ہے۔ اور یہ کہہ کر ابھارنا۔ لاغالب لكم اليوم من الناس وانی جار لكم الی۔ انی بری منکم [الانفال: ۴۱]

۱۷: فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَا (پس آخری انجام دونوں کا یہ ہوا) دونوں کافر انسان اور شیطان کا انجام انھما فی النارِ خالِدینِ فیہا (دونوں دوزخ میں گئے جہاں ہمیشہ رہیں گے) اَنَّ اپنے اسم و خبر سمیت یہ موضع رفع میں کان کا اسم ہے اور عاقبتہما یہ اس کی خبر ہے اور خالِدینِ حال ہے۔ وَذٰلِكَ جَزَاؤُ الظّٰلِمِيْنَ (اور ظالموں کی یہی سزا ہے)

۱۸: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰهَ (اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو) اس کے اوامر کے سلسلہ میں اور ان کی خلاف ورزی مت کرو۔ وَكُنْتُمْ نَفْسٌ (اور ہر شخص کو دیکھنا چاہیے)

ایک نکتہ:

نفس کو نکرہ لائے کیونکہ آخرت کی طرف دھیان کرنے والے نفس قلیل ہیں۔ مَا قَدَّمْتُ لِعَدِيٍّ (کہ کل کے دن کیلئے اس نے کیا پہلے بھیجا ہے) غد سے قیامت کا دن مراد ہے اس کو ذہن کی تقریب کیلئے اس دن سے تعبیر فرمایا جو آج کے دن سے متصل ہے یا نمبر ۲۔ اس کو اس لئے غد سے تعبیر کیا گیا دنیا اور آخرت دونوں میں ایک آج کا دوسرا کل کا۔ اور پھر غد کو نکرہ لا کر اس کی عظمت کو بڑھایا۔ کہ ایسا کل جس کی عظمت شان کی وجہ سے کیفیت جانی نہیں جاسکتی۔

قول مالک بن دینار رحمہ اللہ:

جنت کے دروازہ پر لکھا ہوگا ہم نے جو عمل کیا اس کو پالیا اور جو آگے بھیجا اس کو نفع سے پالیا اور جس کو پیچھے چھوڑا اس کا نقصان اٹھالیا۔

وَ اتَّقُوا اللّٰهَ (اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو!) نمبر ۱۔ تقویٰ کے حکم کو تاکید کیلئے دوبارہ لائے یا نمبر ۲۔ ادائے واجبات میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ کیونکہ پہلا و اتقوا اللہ اعمال کے متصل آرہا ہے۔ اور پھر فرمایا و اتقوا اللہ اور اللہ تعالیٰ سے ترک معاصی کے سلسلہ میں ڈرو، کیونکہ اس اتقوا اللہ کو اس کے ساتھ ملا کر ذکر کیا جو وعید کے قائم مقام ہے اور وہ وعید جیسی آیت یہ آیت ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (بیشک اللہ تعالیٰ اس سے باخبر ہے جو کچھ تم کرتے ہو) اس میں مراقبہ پر ابھارا گیا۔ کیونکہ جو شخص یہ جانتا ہے

کہ اللہ تعالیٰ کو وہ سارے سناہ معلوم ہیں جن کا وہ ارتکاب کر رہا ہے۔ اور جن سے رک رہا ہے۔
 ۱۹: وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ (اور تم ان لوگوں کی طرح مت ہو جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام سے بے پروائی اختیار کی) انہوں نے یاد الہی کو ترک کر دیا اور جن باتوں کا ان کو حکم دیا تھا۔ ان کو چھوڑ بیٹھے۔ فَأَنْسَاهُمْ أَنْفُسَهُمْ (تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کی جانوں سے بے پرواہ بنا دیا) اللہ تعالیٰ کی رحمت و توفیق ان کا ساتھ چھوڑ گئی۔ أُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ (وہ وہی فاسق ہیں) اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے نکلنے والے ہیں۔

اہل جنت و دوزخ برابر نہیں:

۲۰: لَا يَسْتَوِي أَصْحَابُ النَّارِ وَأَصْحَابُ الْجَنَّةِ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَائِزُونَ (دوزخی اور جنتی باہم برابر نہیں۔ اہل جنت ہی کامیاب ہیں) اس میں لوگوں کو خبردار کیا اور یہ اعلان کر دیا گیا کہ لوگو! تم کثرت غفلت اور آخرت کی فکر بہت کم کرنے اور دنیا کو آخرت کے مقابلہ میں ترجیح دے کر اور شہوات کی پیروی کر کے اس درجہ میں پہنچ چکے۔ گویا کہ جنت و دوزخ کے فرق کو ہی تم نہیں جانتے اور ان کے رہنے والوں کے درمیان تو دور کا فاصلہ پایا جاتا ہے۔ وہ تمہارے پیش نظر رہا ہی نہیں۔ حالانکہ بڑی کامرانی تو اصحاب جنت کو حاصل ہوگی اور اصحاب نار کو دردناک عذاب میں مبتلا ہونا ہوگا۔ پس لوگوں کو چاہئے کہ وہ اس بات کو جانیں اور اس سے خبردار ہوں۔ جیسا تم اس شخص کو کہو جو اپنے باپ کی نافرمانی کرتا ہو۔ ہو ابوك کہ وہ تیرا باپ ہے تم نے یہ جملہ اس کو اس انداز سے کہا ہے گویا وہ اپنے باپ کو جانتا ہی نہیں پس یہ جملہ کہہ کر تم اس کو حق بات یاد دلا رہے ہو جو کہ مہربانی اور صلہ رحمہ کا مقتضی ہے۔

استدلال شوافع:

اس آیت سے انہوں نے استدلال کیا کہ مسلمان کو کافر کے بدلہ میں قتل نہ کیا جائے گا۔ اور کافر استیلاء سے مسلمانوں کے مال کے مالک نہیں بنتے۔ ان استدلال کے جوابات اصول فقہ کی کتب میں عموماً اور خصوصاً ہماری کتاب الکافی میں ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔

لَوْ أَنْزَلْنَا هَذَا الْقُرْآنَ عَلَىٰ جَبَلٍ لَّرَأَيْتَهُ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ

اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو اسے مخاطب تو اسے دیکھتا کہ اللہ کے خوف سے

اللَّهُ ۖ وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ﴿۲۱﴾

دب جاتا اور پھٹ جاتا اور یہ مضامین عجیبہ ہم لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ فکر کریں۔

هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عِلْمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ ﴿۲۲﴾ هُوَ

وہ اللہ ہے کوئی معبود نہیں مگر وہی ' وہ غیب کا اور ظاہر چیزوں کا جاننے والا ہے وہ رحمن ہے رحیم ہے ' وہ

اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيزُ

اللہ ہے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ' وہ بادشاہ ہے ' بہت پاک ہے ' باسلامت ہے امن دینے والا ہے ' تمہیں ہے عزیز ہے

الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿۲۳﴾ هُوَ اللَّهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ

جبار ہے ' بڑی عظمت والا ہے ' اللہ ان باتوں سے پاک ہے جو لوگ شرک کرتے ہیں ' وہ اللہ ہے پیدا کرنے والا ہے ' ٹھیک ٹھیک بنانے والا ہے

لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۲۴﴾

اس کے اچھے اچھے نام ہیں جو چیزیں آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں انکی تسبیح بیان کرتی ہیں اور وہ عزیز ہے حکیم ہے۔

عظمت قرآن:

۲۱: لَوْ أَنْزَلْنَا هَذَا الْقُرْآنَ عَلَىٰ جَبَلٍ لَّرَأَيْتَهُ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللَّهِ (اور اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو تو اس کو دیکھتا کہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے دب جاتا اور پھٹ جاتا) مطلب یہ ہے کہ قرآن کی عظمت و شان کا تقاضا یہ ہے کہ اگر کسی پہاڑ میں تمیز ڈال دی جائے۔ اور اس پر قرآن مجید اتارا جائے تو وہ ضرور دب جائے جھک جائے۔ اور خوف الہی سے پھٹ جاتا۔ نمبر ۲۔ اور یہ بھی درست ہے کہ یہ تمثیل ہو جیسا کہ اس قول باری تعالیٰ میں۔ انا عرضنا الامانة [الاحزاب: ۷۲] اور اس پر آیت کا اگلا حصہ دلالت کر رہا ہے۔ وتلك الامثال نضربها للناس لعلهم يتفكرون۔ اس میں اس مثال اور اس جیسی دیگر امثلہ کی طرف اشارہ ہے۔ جو قرآن مجید میں بیان ہوئیں۔ وتلك الامثال نضربها للناس لعلهم يتفكرون (اور ان مضامین عجیبہ کو ہم لوگوں کے فائدہ کیلئے بیان کرتے ہیں تاکہ غور کریں)

اصل مقصود:

انسان کی سخت دلی پر اس کو خبردار کیا گیا کہ تلاوت قرآن کے وقت تجھ میں جتنا خشوع ہونا چاہیے وہ پایا نہیں جاتا اور اس کے زواج و تنبیہات پر جیسا غور و فکر چاہیے ایسا نہیں کیا جاتا ہے۔

تردید شرک بتدکرہ صفات باری تعالیٰ:

۲۲: لَمِطٌ: پھر شرک کی تردید فرمائی اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے مشابہ قرار دیا انکار کیا۔ هُوَ اللّٰهُ الَّذِي لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عِلْمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ (وہ ایسا معبود ہے کہ اس کے سوا اور کوئی معبود بننے کے لائق نہیں۔ وہ جاننے والا ہے پوشیدہ چیزوں کا اور ظاہر چیزوں کا) غیب سے سر اور شہادہ سے علانیہ نمبر ۲۔ دنیا و آخرت نمبر ۳۔ معدوم و موجود۔ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ (وہی بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے)

۲۳: هُوَ اللّٰهُ الَّذِي لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْمَلِكُ (وہی اللہ تعالیٰ ہے کہ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں وہ بادشاہ ہے) کہ جس کی بادشاہی زائل نہ ہوگی۔

الْقُدُّوسُ (سب عیبوں سے پاک) تمام قبائح سے منزہ۔ ملائکہ کی تسبیح میں یہ الفاظ ہیں سُبُوْحٌ قُدُّوسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ۔ السَّلْمُ (سلامت رہنے والا ہے) زجاج کہتے ہیں السلام وہ ذات کہ مخلوق جس کے ظلم سے سالم و محفوظ ہے۔ (کیونکہ وہ عادل ہے) الْمُؤْمِنُ (وہ امن دینے والا ہے) بقول زجاج امن عطاء کرنے والا۔ مخلوق جس کے ظلم سے مامون ہے یا وہ مطیع کو اپنے عذاب سے بچانے اور امن دینے والا ہے۔ الْمُهَيِّمُنُ (نگہبانی کرنے والا ہے)۔ ہر چیز پر نگہبانی کرنے والا۔ اس کی حفاظت کرنے والا۔ یہ الامن مصدر سے مُفْعِلٌ کا صیغہ ہے۔ البتہ یہاں ہمزہ کو ہاء سے بدلا گیا ہے۔ الْعَزِيْزُ (وہ زبردست ہے) وہ غالب ہے مغلوب نہیں۔ الْجَبَّارُ (خرابی کا درست کرنے والا ہے) بلند عظمت والا کہ سب اس کے سامنے جھکنے والے ہیں۔ یا وہ قدرت و سلطنت میں عظیم الشان ہے۔ یا قہار و جبروت والا ہے۔ الْمُتَكَبِّرُ (جو بڑائی و عظمت میں انتہاء کو پہنچنے والا) سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (وہ کافروں کی شرک آفرینی سے پاک ہے) اس نے اپنی ذات کو ان سب صفات سے منزہ قرار دیا جو شرکیں اس کے متعلق بیان کرتے تھے۔

۲۴: هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ (وہی معبود ہے پیدا کرنے والا) جو اس نے بنانا ہے اس کا اندازہ کرنے والا الْبَارِيُّ (ٹھیک ٹھیک بنانے والا) ایجاد کرنے والا۔ الْمُصَوِّرُ (صورتیں بنانے والا) ماؤں کے رحموں میں لہُ الْأَسْمَاءِ الْحُسْنٰی (اسی کے اچھے اچھے نام ہیں) جو اس کی بلند صفات پر دلالت کرنے والے ہیں۔ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ. وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (جو چیزیں آسمانوں میں ہیں۔ اور زمین میں ہیں سب اس کی پاکی ظاہر کرتی ہیں۔ اور وہی زبردست ہے حکمت والا ہے)

ایک نکتہ:

تسبیح باری تعالیٰ سے سورت کو شروع کیا گیا۔ اور اسی پر سورت کو ختم فرمایا گیا۔

فضیلت:

نمبر ۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ کہ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا۔ تم سورہ حشر کی آخری آیات لازم پکڑو اور اس کی کثرت سے تلاوت کیا کرو۔ میں نے سوال دہرایا تو آپ نے یہی جواب دہرا دیا۔ میں نے تیسری مرتبہ سوال کولوٹایا تو آپ نے تیسری بار اسی جواب کولوٹا دیا۔ [رواہ العسلی کمانی الکشاف]

نمبر ۲۔ حضرت معقل بن یسار کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص صبح کے وقت تین مرتبہ اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم پڑھ کر سورہ حشر کی آخری تین آیات کی تلاوت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ ستر ہزار فرشتے اس کے لئے دعا کرنے پر شام تک مقرر فرمادے گا۔ اور اگر اس روز مر جائے گا تو شہید مرے گا۔ اور اگر شام کو پڑھے گا تو توبہ بھی یہی مرتبہ ملے گا۔ [رواہ الترمذی وقال حدیث غریب]

الحمد للہ اس سورت کا تفسیری ترجمہ ظہر سے قبل مکمل ہوا۔

لے کر آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے علی، عمار، عمر، طلحہ، زبیر، مقداد، ابو مرثد پر مشتمل شاہ سواروں کا دستہ روانہ فرمایا۔ آپ نے فرمایا تم چلتے رہو تاکہ روضہ خاخ میں پہنچو۔ وہاں ایک اونٹ سوار عورت تمہیں ملے گی اس کے پاس ایک خط ہے۔ جو حاطب نے اہل مکہ کے نام تحریر کیا ہے؟ وہ خط اس سے وصول کر لو۔ اور اس عورت کا راستہ چھوڑ دو۔ اگر وہ انکاری ہو تو اس کی گردن اڑا دو۔

اس دستہ نے اس کو روضہ خاخ میں جا پکڑا۔ اس نے اولاً قسم اٹھا کر خط سے انکار کر دیا۔ سب نے لوٹنے کا ارادہ کیا تو علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم ہمیں جھوٹی بات نہیں کہی گئی۔ اور نہ اللہ کے رسول اللہ ﷺ کو غلط بات بتلائی گئی ہے۔ آپ نے تلواریں سونپی اور اس کو دھمکایا خط نکالو۔ ورنہ تیرا سر جدا کر دیا جائے گا۔ اس نے اپنے بالوں کی چوٹی سے رقعہ نکال کر ان کے حوالہ کر دیا۔

فتح مکہ کے دن جن کو امن نہ ملا اس میں یہ بھی شامل تھی:

روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح کے دن تمام کو امن دے دیا سوائے چار کے ان میں یہ بھی شامل تھی۔ خط لایا گیا آپ نے حاطب کو طلب کیا۔ اور فرمایا یہ حرکت تو نے کیوں کی۔ تو حاطب نے کہا یا رسول اللہ! میں نے اسلام لانے کے دن سے آج تک کفر نہیں کیا۔ اور جب سے آپ کا خیر خواہ بنا۔ آپ کو دھوکا نہیں دیا۔ جب سے مکہ والوں سے جدا ہوا اس وقت سے آج تک ان کو پسند نہیں کیا۔ لیکن میں قریش کا حلیف ہوں۔ قریش میں سے نہیں ہوں۔ آپ کے ساتھ جتنے مہاجرین ہیں۔ ان تمام کی قرابت قریبیہ مکہ میں پائی جاتی ہیں۔ جس کی بناء پر وہ اپنے اہل و اموال کی حفاظت کرتے ہیں۔ مجھے اپنے اہل کے متعلق خطرہ پیدا ہوا۔ میرا ارادہ یہ ہوا کہ میں ان پر احسان کر دوں۔ اور یہ مجھے معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی سزا نازل فرمائے گا۔ میرے خط سے ان کو کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ آپ نے ان کی بات کو مان کر ان کی معذرت کو قبول کر لیا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ مجھے اجازت ہو تو میں اس منافق کی گردن مار دوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے عمر تمہیں کیا معلوم اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کے دلوں کو جھانکا ہے۔ اور ان کو فرما دیا ہے اعملوا ماشئتم فقد غفرت لکم اس پر عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ پس یہ آیات نازل ہوئیں۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِي وَعَدُوِيكُمْ أَوْلِيَاءَ - (واحدی فی اسباب النزول۔ ۲۸۱، ۲۸۳) (قال الحافظ فيه مخالفة شديدة لما في الصحيحين - والاصل في الصحيحين)

اتخذ کو دو مفعولوں کے ساتھ متعدی کیا گیا ہے۔ اور وہ یہ ہے نمبر ۱۔ عدوی نمبر ۲۔ اولیاء۔ العدو یہ عدا سے فعول کا وزن ہے۔ مثلاً عفو از عفا۔ لیکن یہ مصدر کے وزن پر ہو تو جملے کیلئے اسی طرح استعمال ہوتا ہے۔ جیسا واحد کیلئے۔

مَنْ يَتَّخِذْ كُفْرًا مَثَلًا لِّمَنْ يَخْتَارُ لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِي وَعَدُوِيكُمْ أَوْلِيَاءَ (تم بناتے ہو) لَا تَتَّخِذُوا كُفْرًا مَثَلًا لِّمَنْ يَخْتَارُ (تقدیر عبارت یہ ہے لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِي وَعَدُوِيكُمْ أَوْلِيَاءَ مَثَلًا لِّمَنْ يَخْتَارُ) (کہ ان سے دوستی کا اظہار کرنے لگو) نمبر ۱۔ یہ وقف کے بعد جملہ متانفہ ہے تو بیخ والقاء کیلئے لائے اور ان تک دوستی پہنچانے کی تعبیر ہے۔ المودة پر باء زائدہ ہے۔ اور تعدی کی تاکید کیلئے ہے۔ جیسا کہ اس ارشاد میں وَلَا تَلْقُوا بَايِدِكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ [البقرہ: ۱۹۵] يَا أَيُّهَا كُفْرًا مَثَلًا لِّمَنْ يَخْتَارُ

قائم رکھا جائے۔ اس طرح کہ تلقون کا مفعول محذوف ہے۔ اور اس کا معنی یہ ہے تلقون الیہم یہ رسول اللہ ﷺ کو سبب مودت کی خبر دی ہے جو تمہارے اور ان کے مابین ہے۔

وَقَدْ كَفَرُوا (حالانکہ وہ اس کے منکر ہیں اس کے جو تمہارے پاس سچا دین آچکا) یہ لاتتخذوا سے حال ہے یا تلقون سے حال ہے۔ مطلب اس طرح ہوگا۔ لاتتولوہم اوتوادونہم؟ تم ان سے دوستی نہ کرو کیا تم ان سے دوستی کرتے ہو حالانکہ ان کا حال یہ ہے۔ بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ الْحَقِّ لِحَقِّ دین اسلام اور قرآن مجید مراد ہے۔ يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ (وہ شہر بدر کر چکے رسول اللہ ﷺ اور تم کو) یہ جملہ مستانفہ ہے جو ان کے کفر اور غلو و سرکشی کی تفسیر ہے۔ نمبر ۱۔ یہ الذین کفروا سے حال ہے۔ اَنْ تُوْمِنُوا (یہ کہ تم ایمان لاؤ) یہ یخروجون کی علت ہے۔ یعنی یخروجونکم من مکة لا یمانکم باللہ ربکم وہ مکہ سے تمہیں نکالنے والے ہیں۔ تمہارے اللہ تعالیٰ پر ایمان کی وجہ سے جو تمہارا رب ہے۔ بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ (اس لئے کہ تم اپنے پروردگار پر ایمان لائے۔ اگر تم میرے راستہ میں جہاد کی غرض سے نکلے ہو) ان کنتم یہ لاتتخذوا کے متعلق ہے تقدیر کلام اس طرح ہے لاتتولوا اعدائی ان کنتم اولیائی۔ تم ان سے دوستی مت کرو اگر تم میرے دوست ہو۔ نحو یوں کے نزدیک: یہ شرط ہے اور اس کا جواب ماقبل کی دلالت کی وجہ سے محذوف ہے۔

جِهَادًا فِي سَبِيلِي (جہاد کرنے کے لئے میری راہ میں) یہ مصدر ہے جو حال کی جگہ ہے تقدیر کلام اس طرح ہے۔ ان کنتم خرجتم مجاہدین فی سبیلی۔ وَاِبْتِغَاءَ مَرْضَاتِي (اور میری رضامندی ڈھونڈنے کیلئے نکلے ہو) یہ ابتغاء مصدر اسم فاعل کے معنی میں ہے۔ میری رضامندیاں چاہنے والے ہو۔ تُسِرُّونَ اِلَيْهِمْ بِالْمُؤَدَّةِ (تم چپکے چپکے ان سے دوستی کی باتیں کرتے ہو)۔ یعنی تم اپنی خفیہ دوستی ان تک پہنچاتے ہو۔ یا دوستی کے سبب تم رسول اللہ ﷺ کے اسرار خفیہ ان تک پہنچاتے ہو۔ یہ جملہ مستانفہ ہے۔ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَا اخْفَيْتُمْ وَمَا اَعْلَنْتُمْ (اور میں خوب جانتا ہوں جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو) مطلب یہ ہے کہ تمہاری رازداری کا کیا فائدہ جبکہ تمہارا راز معلوم ہو گیا۔ اعلان و اخفاء تو میرے علم کی دو قسمیں ہیں۔ اور میں نے اپنے رسول ﷺ کو تمہارے راز کی اطلاع دے دی ہے۔ وَمَنْ يَفْعَلْهُ (اور جو شخص تم میں سے ایسا کرے گا) ذہ سے مراد یہ رازداری منکم فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ (وہ راہ راست سے بھٹک جائے گا) اس نے حق و صواب کا راستہ بھلا دیا چھوڑ دیا۔

إِنْ يَتَّقُواكُمْ يَكُونُوا لَكُمْ أَعْدَاءً وَيَسْطُورَ إِلَيْكُمْ أَيْدِيهِمْ وَالسُّوءُ وَوَدُّوا

اگر وہ تمہیں پالیں تو تمہارے دشمن ہو جائیں اور تمہاری طرف برائی کے ساتھ اپنے ہاتھوں کو اور اپنی زبانوں و بڑھادیں۔ انہیں اس بات کی خواہش ہے

لَوْ تَكْفُرُونَ ۝ لَنْ تَنْفَعَكُمْ أَرْحَامُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَفْصَلُ بَيْنَكُمْ وَاللَّهُ

کہ تم کافر ہو جاؤ ہرگز نفع نہ دیں گی تمہاری رشتہ داریاں اور تمہاری اولاد قیامت کے دن اللہ تمہارے درمیان جدائی فرما دے گا اور اللہ

بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ

تمہارے سارے کاموں کو دیکھتا ہے۔ تمہارے لئے ابراہیمؑ میں اور ان لوگوں میں جو ان کے ساتھ تھے۔ ایک عمدہ نمونہ ہے جبکہ ان سب

قَالُوا الْقَوْمِ هُمْ إِنَّا بَرَاءٌ وَأَمِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ

نے اپنی قوم سے کہہ دیا کہ ہم تم سے اور جن کو تم اللہ کے سوا معبود سمجھتے ہو ان سے بیزار ہیں ہم تمہارے منکر ہیں اور ہم میں اور تم میں

الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّى تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحْدَهُ إِلَّا قَوْلَ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ لَأَسْتَغْفِرَنَّ

ہیش کے لئے عداوت اور بغض ظاہر ہو گیا جب تک تم اللہ واحد پر ایمان نہ لاؤ لیکن ابراہیمؑ کی اتنی بات جو اپنے باپ سے ہوئی تھی کہ میں تمہارے لئے استغفار

لَكَ وَمَا أَمَلْتُكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنبْنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ ۝

ضرور کروں گا اور تمہارے لئے مجھ کو خدا کے آگے کسی بات کا اختیار نہیں ہے ہمارے پروردگار ہم آپ پر توکل کرتے ہیں اور آپ ہی کی طرف جوع مرتے ہیں اور آپ ہی کی طرف لوٹنا ہے۔

رَبَّنَا لَتَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِلَّذِينَ كَفَرُوا وَاعْفِرْنَا رَبَّنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

اے ہمارے پروردگار آپ ہم کو کافروں کا فتنہ نہ بنائے اور اے ہمارے پروردگار ہمارے گناہ معاف فرما دیجئے۔ بیشک آپ زبردست حکمت والے ہیں

کفار کی تمنا:

۲: إِنْ يَتَّقُواكُمْ (اگر ان کو تم پر دسترس ہو جائے) اگر وہ تم پر کامیابی اور اختیار پالیں۔ يَكُونُوا لَكُمْ أَعْدَاءً (تو اظہار

عداوت کرنے لگیں گے) وہ خالص دشمنی کرنے والے ہونگے وہ تمہاری طرح دوستی کرنے والے نہ ہونگے۔ وَيَسْطُورَ إِلَيْكُمْ

أَيْدِيهِمْ وَالسُّوءَ (وہ دست درازی کریں گے اور برائی کے ساتھ تم پر زبا میں چلائیں گے) یعنی گالم گلوچ اور قتل پر اتر

آئیں گے۔ وَوَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ (وہ متمنی ہیں کہ تم کافر ہو جاؤ) ان کی تمنا یہ ہے کہ کاش تم اپنے دین سے مرتد ہو جاتے۔ ایسے

لوگوں کی دوستی تمہاری طرف سے بڑی عظیم غلطی ہے۔

ایک نکتہ:

شرط کے موقع پر ماضی مضارع کی جگہ استعمال ہو جاتی ہے۔ مگر اس میں ایک نکتہ ہوتا ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا وود و اقبل کل شیء کفرکم وارتدادکم یعنی انہم یریدون ان یلحقوا بکم مضار الدنیا والدین من قتل الانفس و تمزیق الاعراض و رد کم کفارا۔ ان کو تمہارا کفر و ارتداد ہر چیز سے مقدم ہے۔ یعنی وہ یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں دنیا میں دکھ پہنچے اور دین کا بھی نقصان ہو جیسے قتل نفوس، عزتوں کا لٹنا اور تمہارا کفر کی طرف لوٹنا وغیرہ۔ یا نمبر ۲۔ اس سے زیادہ نقصان جو ان کو تمہارے متعلق مطلوب ہے وہ تمہارا کفر کی طرف لوٹ جانا ہے۔ یہ ان کے ہاں اولین حیثیت رکھتا ہے۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ دین تو تمہیں اپنی جانوں سے عزیز تر ہے۔ اس لئے کہ دین کیلئے تم اپنی جانیں نچھاور کر دیتے ہو۔ اور دشمن کے ہاں اہم ترین چیز یہی ہوتی ہے کہ وہ اپنے مخالف کی اہم ترین متاع کا قصد کرے۔

۳: لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ (ہرگز تمہارے کام نہ آئیں گی تمہاری رشتہ داریاں) قرابت داریاں۔ وَلَا اَوْلَادُكُمْ (اور نہ تمہاری اولادیں) جن کی وجہ سے تم کفار سے موالات برتنے والے ہو۔ اور ان کو بچانے کیلئے کفار کے ہاں قرب حاصل کرتے ہو۔ پھر فرمایا یَوْمَ الْقِيَامَةِ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ (قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان فیصلہ کر دے گا) اور تمہارے اقارب اور اولاد کے مابین جبکہ ہر شخص کا یہ حال ہوگا: یوم یفر المؤمن اخیہ الایة [سج: ۳۳] پھر تم اللہ تعالیٰ کے حق کا آج اس کی خاطر انکار کرتے ہو جو کل تم سے بھاگ جائے گا اور تمہارے ذرا بھر کام نہ آئے گا۔

قراءت: عاصم نے یَفْصِلُ عَلٰی، حمزہ نے یَفْصِلُ اور فاعل اللہ عزوجل ہیں۔ ابن ذکوان نے یَفْصِلُ اور دیگر قراء نے یَفْصِلُ پڑھا ہے۔ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِیْرٌ (اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال کو خوب دیکھتا ہے) پس وہ تمہارے اعمال پر تمہیں بدلہ دیگا۔

بیزاری کا عمدہ نمونہ:

۴: قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ (تمہارے لئے ایک عمدہ نمونہ ہے) اہل سے بیزاری کا عمدہ نمونہ حَسَنَةٌ فِیْ اِبْرٰہِیْمَ (ابراہیم علیہ السلام کی زندگی اور قول میں) یہاں اقوال مراد ہیں اسی لئے اس سے قول ابراہیم کو مستثنیٰ کیا۔ وَالَّذِیْنَ مَعَهُ (اور وہ لوگ جو ان کے ساتھی تھے) ایمان والے ایک قول یہ ہے وہ انبیاء علیہم السلام تھے۔ اِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بَرّٰؤُا وَاٰمِنُكُمْ (جب ان سب نے اپنی قوم سے کہہ دیا کہ ہم تم سے) بَرّٰؤُا جمع بریٰ جیسے ظریف جمع ظرفاء وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ الْعَدَاوَةُ (اور ان سے جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پوجتے ہو۔ بیزار ہیں۔ ہم تمہارے) مذہب، عقیدہ، عمل کے) منکر ہیں۔ اور ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کیلئے بغض و عداوت پیدا ہوگئی) افعال کے ذریعہ وَالْبَغْضَاءُ (بغض دلوں میں) اَبَدًا حَتّٰی تُوْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهُ (جب تک کہ تم اللہ تعالیٰ واحد پر ایمان نہ لاؤ) پس اس وقت ہم تمہاری عداوت ترک

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيهِمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَمَن يَتَوَلَّ

بے شک ان لوگوں میں تمہارے لئے یعنی ایسے شخص کے لئے عمدہ نمونہ ہے جو اللہ کا اور قیامت کے دن کا اعتقاد رکھتا ہو اور جو شخص روگردانی

فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ﴿۶۱﴾ عَسَى اللَّهُ أَن يَجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِينَ عَادَيْتُمُ

کرے گا سو اللہ تعالیٰ بالکل بے نیاز اور مستحق حمد ہے۔ عنقریب اللہ تمہارے اور ان لوگوں کے درمیان دوستی پیدا فرما دے گا جن سے تمہاری

مِنْهُمْ مَوَدَّةٌ وَاللَّهُ قَدِيرٌ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۶۲﴾

عداوت ہے اور اللہ کو بڑی قدرت ہے اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے

کردیں گے۔ اَلَا قَوْلَ اِبْرَاهِيْمَ لَا بِيْهٖ لَا سْتَعْفِرَنَّ لَكَ (مگر اتنی بات ابراہیم کی تو اپنے باپ سے ہوئی تھی کہ ابراہیم نے کہا تھا) میں تمہارے لئے معافی کی درخواست کروں گا) اور یہ بات بھی اس وعدے کی بنیاد پر تھی جو انہوں نے رخصت ہوتے ہوئے کیا تھا۔ موعده وعدھا ایاہ۔ [التوبہ: ۱۱۴] مطلب یہ ہے کہ تم ابراہیم کے تمام اقوال میں ان کی اقتداء کرو صرف کا فر باپ کیلئے استغفار میں ان کی پیروی مت کرو۔ وَمَا اَمَلْتُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ (اور اس سے زیادہ مجھے اللہ تعالیٰ کے آگے کسی بات کا اختیار نہیں) یعنی ہدایت، مغفرت اور توفیق کا۔ یہ جملہ استثناء کے لائق نہیں ہے۔ کیا تم ان کا یہ قول نہیں دیکھتے۔ قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا [الفتح: ۱۱] لیکن مراد والد کو کہی جانے والی تمام بات کا استثناء ہے اور اس سے بھی مقصود استغفار کے وعدہ کی حد تک ہے اور اس کا مابعد اس کا تابع ہے گویا انہوں نے اس طرح کہا استغفر لک و مافی طاقتی الا الاستغفار۔ میں تیرے لیے استغفار کروں گا اور میری طاقت میں سوائے استغفار کے اور کوئی چیز نہیں۔ رَبَّنَا عَلَیْكَ تَوَكَّلْنَا (اے ہمارے رب ہم نے آپ ہی پر توکل کیا) یہ استثناء کے ماقبل سے متصل ہے۔ اور یہ بھی من جملہ ان چیزوں میں سے ہے جن میں ان کی ذات کو نمونہ بنایا ہے۔ ایک قول یہ ہے اس کا معنی یہ ہے : قولوا ربنا۔ اس صورت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مؤمنین کو ابتدائی کلام ہوگا کہ وہ اس طرح کہیں۔ وَ اِلَیْكَ اَنْبَا (اور تیری طرف رجوع کیا) ہم متوجہ ہوئے۔ وَ اِلَیْكَ الْمَصِيْرُ (اور تیری ہی طرف انجام کار لوٹنا ہے) الْمَصِيْرُ (لوٹنے کی جگہ)

۵ : رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا (اے ہمارے رب ہم کو کافروں کا تختہ مشق نہ بنانا) دشمن کو ہم پر مسلط نہ فرما کہ وہ سزا کے ذریعہ ہمیں فتنہ میں ڈالیں۔ وَ اَغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (اور اے ہمارے رب ہم کو معاف کر دے بیشک تو زبردست حکمت والا ہے) غالب و حاکم ہے۔

۶ : لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ (بیشک ان لوگوں کے عمل و عقیدے) میں تمہارے لئے عمدہ نمونہ ہے ایسے شخص کیلئے جو اللہ تعالیٰ کے سامنے جانے اور روزِ آخرت کا یقین رکھتا ہو) پھر دوبارہ ابراہیم علیہ

السلام اور ان کے پیروکاروں کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کا حکم دیا۔ تاکہ بات اور پختہ ہو جائے اور خوب تاکید ہو جائے اسی لئے اس کو مصدر کی صورت میں قسم کے ساتھ ذکر کیا۔ کیونکہ یہ تاکید کا انتہائی طریقہ ہے البتہ یہاں لکم کی بجائے لمن کان یرجو اللہ کو لائے۔ یرجو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والا ثواب مراد ہے۔ یا اس کا معنی بخشی اللہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرا۔ اور اس کے معا بعد فرمایا۔ وَمَنْ يَتَوَلَّ (جو ہمارے حکم سے اعراض کرے گا۔ اور کفر سے موالات برتے گا) فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ (اللہ تعالیٰ بالکل بے نیاز اور سزاوار حمد ہیں) یعنی مخلوق سے بے نیاز۔ الحمد کے حقدار ہیں۔ تاکید کی کوئی قسم ایسی نہیں جو یہاں ذکر نہ کر دی ہو۔

مسلمانوں کو ان کے ایمان کی توقع دلائی:

ے : جب یہ آیات نازل ہوئیں اور مسلمانوں نے اپنے کافر آباء و ابناء، رشتہ داروں کی عداوت میں خوب سختی کی تو اس آیت میں اس کے برعکس حالت کی تبدیلی کی توقع دلائی گئی فرمایا عَسَى اللَّهُ أَنْ يَجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِينَ عَادَيْتُمْ مِنْهُمْ (امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اور ان لوگوں کے درمیان جو تمہارے دشمن ہیں۔ دوستی پیدا کر دے گا) یعنی اہل مکہ میں سے جو تمہارے اقارب ہیں۔ مَوَدَّةٌ (دوستی) کہ ان کو ایمان کی توفیق سے نواز دیں۔ جب مکہ فتح ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ تمنا پوری کر دی۔ قریش مسلمان ہو گئے اور ان کے درمیان محبت تکمیل کو پہنچ گئی۔

عسیٰ یہ شاہی وعدہ ہے جو بادشاہ خسروانہ نوازشات کے وقت کرتے ہیں وہ اپنے بعض کاموں میں عسیٰ یا لعل کا استعمال کرتے رہتے ہیں۔ محتاج کو اس کے پورا ہونے میں کوئی اشتباہ نہیں رہ جاتا۔ نمبر ۲۔ ایمان والوں کو طمع دلائی گئی کہ وہ مسلمان ہو جائیں گے) وَاللَّهُ قَدِيرٌ (اللہ تعالیٰ دلوں کے پلٹنے پر قادر ہیں) اور حالات کو بدلنے اور مودت کے اسباب آسان کرنے پر پورا قابو ہے۔ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ (اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔ ان لوگوں کیلئے جو ان میں سے مسلمان ہوں)۔

لَا يَنْهَكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ

اللہ تعالیٰ تم کو ان لوگوں کے ساتھ احسان اور انصاف کا برتاؤ کرنے سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑے

أَنْ تَبْرُوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ۝۸ إِنَّمَا يَنْهَكُمُ اللَّهُ

اور تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا اللہ انصاف کا برتاؤ کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے اللہ تمہیں ان لوگوں کی دوستی سے منع

عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَأَخْرَجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوا عَلَىٰ إِخْرَاجِكُمْ أَنْ

کرتا ہے جنہوں نے تم سے دین کے بارے میں جنگ کی اور جنہوں نے تمہیں تمہارے گھر سے نکالا اور تمہارے نکالنے میں

تَوَلَّوْهُمْ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝۹

مدد کی اور جو شخص ان سے دوستی کرے گا سو یہ وہ لوگ ہیں جو ظالم ہیں۔

بعض سے برتاؤ کی اجازت:

۸ : لَا يَنْهَكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِّن دِيَارِكُمْ أَنْ تَبْرُوهُمْ (اللہ تعالیٰ تم کو ان لوگوں کے ساتھ احسان اور انصاف کا برتاؤ کرنے سے منع نہیں کرتے جو تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑے اور نہ تم کو تمہارے گھروں سے نکالا۔ ان کا اکرام کرو) قولاً اور فعلاً ان پر احسان کرو۔ ان تباروہم محلاً مجرور ہے۔ کیونکہ یہ الذین لم یقاتلوکم سے بدل ہے۔ یہ بدل اشتمال ہے تقدیر کلام اس طرح ہے۔ عن بر الذین تمہیں ان کے ساتھ بھلائی سے منع نہیں کرتا۔ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ (انصاف کا برتاؤ کرو اور ان پر ظلم نہ کرو) جب اللہ تعالیٰ نے مشرک کے متعلق ظلم سے روک دیا تو مسلم پر ظلم کس طرح روا ہے۔ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ (اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے)

برتاؤ کی ممانعت:

۹ : إِنَّمَا يَنْهَكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَأَخْرَجُوكُمْ مِّن دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوا عَلَىٰ إِخْرَاجِكُمْ أَنْ تَوَلَّوْهُمْ (اللہ صرف ان لوگوں کے ساتھ دوستی کرنے سے تم کو منع کرتا ہے۔ جو دین کے بارے میں تم سے لڑے اور تم کو تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہارے نکالنے میں مدد کی)۔

تَخْفَوْا: یہ الذین قاتلوکم سے بدل ہے۔ مطلب یہ ہے ان لوگوں کے ساتھ نیک سلوک سے منع نہیں کیا البتہ ان کے ساتھ موالات اور گہری دوستی سے منع کیا ہے۔

وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ (اور جو شخص ایسوں سے دوستی اختیار کرے گا۔ تو وہ گناہ گار ہوں گے) اس لئے کہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمْ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَامْتَحِنُوهُنَّ ۗ اللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِهِنَّ ۗ

اے ایمان والو! جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو تم ان کا امتحان کر لیا کرو۔ ان کے ایمان کو اللہ ہی خوب جانتا ہے۔

فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ ۚ لَأَهُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ ۗ وَآتُوهُنَّ مَا أَنْفَقُوا ۗ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ

پس اگر ان کو مسلمان سمجھو تو ان کو کفار کی طرف واپس مت کرو۔ نہ تو وہ عورتیں ان کافروں کے لئے حلال ہیں اور نہ وہ کافر

يَحِلُّونَ لَهُنَّ ۗ وَآتُوهُنَّ مَا أَنْفَقُوا ۗ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ

ان عورتوں کے لئے حلال ہیں اور ان کافروں نے جو کچھ خرچ کیا ہو ان کو ادا کر دو۔ اور تم کو ان عورتوں سے نکاح کرنے میں کچھ گناہ نہیں ہوگا جبکہ تم انکے مہر

أَجْرَهُنَّ ۙ وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكُوفِرِ وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَافِرِ ۚ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَلَّا تُنكِحُوا

ان کو دے دو اور تم کافر عورتوں کے تعلقات کو باقی مت رکھو۔ اور جو کچھ تم نے خرچ کیا وہ مانگ لو اور جو کچھ ان کافروں نے خرچ کیا ہو وہ مانگ لیں۔

ذَلِكُمْ حُكْمُ اللَّهِ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿۱۰﴾ وَإِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ أَزْوَاجِكُمْ

یہ اللہ کا حکم ہے وہ تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہے اور اللہ بڑا علم اور حکمت والا ہے اور اگر تمہاری بیویوں میں سے کوئی بیوی کافروں

إِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقِبْتُمْ فَاتُوا الَّذِينَ ذَهَبَتْ أَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَا أَنْفَقُوا ۗ وَاتَّقُوا اللَّهَ

میں رہ جائے پھر تمہاری نوبت آجائے تو جن کی بیویاں ہاتھ سے نکل گئیں جتنا انہوں نے خرچ کیا تھا اس کے برابر تم ان کو دے دو اور اللہ سے ڈرو

الَّذِي أَنْتُمْ بِهِ مُؤْمِنُونَ ﴿۱۱﴾

جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔

انہوں نے دوستی کو غلط مقام پر استعمال کیا (اسی لئے ظالم کے لفظ سے ذکر کیا جو کہ وضع الٰہی غیر محلہ کو کہتے ہیں)

۱۰ : يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمْ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ (اے ایمان والو! جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں دارالحرب سے ہجرت کر کے آئیں) ان کو مؤمنہ کہا کیونکہ وہ زبان سے اقرار شہادت کرنے والیاں ہیں۔ نمبر ۲۔ وہ امتحان کے ذریعہ ثبات ایمان کو جھانکنے والی ہیں اس لئے ان کو مؤمنہ کہہ دیا گیا۔ نَحْوُ: یہ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

امتحان کا مطلب:

فَامْتَحِنُوهُنَّ (پس تم ان کی جانچ کر لیا کرو) علامات پر نگاہ ڈال کر ان کا امتحان لو۔ تاکہ ان کے ایمان کی سچائی کا تمہیں غالب گمان ہو جائے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

اس کا امتحان یہ ہے کہ تم کہو تو شہادتیں کا اقرار کر۔ اللہ اعلم بما ینہن (اللہ تعالیٰ کو ان کا ایمان خوب معلوم ہے) اگرچہ تم نے ان کے اموال کا جائزہ تولے لیا۔ مگر پھر بھی تم حقیقت کو نہیں جان سکتے۔ حقیقی علم اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے۔ فَاِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ (اگر تم ان کو مسلمان جانو) اپنی طاقت کے مطابق علم جس کو غالب ظن کہا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کی علامات ظاہر ہوئیں۔

ایک نکتہ:

یہاں ظن کو علم سے تعبیر کرنا ظاہر کرتا ہے کہ ظن غالب اور جس پر قیاس کا مدار ہے۔ وہ علم ہی کے قائم مقام ہے اور ظن غالب والا اس آیت کے تحت داخل نہیں لاتفق ماليس لك به علم [الاسراء: ۳۶] فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ (تو پھر ان مسلمان عورتوں کو کفار کی طرف مت واپس کرو) یعنی ان کے مشرک خاوندوں کی طرف ان کو مت لوٹاؤ۔ لَاهُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَّهُنَّ (کیونکہ وہ عورتیں کافروں کیلئے نہ حلال ہیں اور نہ وہ کافران مسلمان عورتوں کیلئے حلال ہیں) یعنی مؤمنہ و مشرک کے درمیان حلت والا رشتہ باقی نہیں رہا۔ مسلمان ہو کر اس کے نکلنے کی وجہ سے ان کے مابین فرقت واقع ہوگئی۔ وَاتُّوهُم مَّا اَنْفَقُوا (اور کافروں نے جو کچھ ان پر خرچ کیا ہو۔ وہ کافروں کو ادا کر دو)۔ ان کے خاوندوں کو وہ مہر دے دو۔ جو انہوں نے ان عورتوں پر صرف کیا۔ یہ آیت صلح حدیبیہ کے بعد نازل ہوئی۔ صلح کی شرط یہ تھی کہ جو شخص مؤمن مکہ سے بھاگ کر مدینہ آجائے گا۔ اس کو واپس کیا جائے گا۔ (جیسا ابو جندل اور ابو بصیر رضی اللہ عنہما کو واپس کیا گیا) اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتار کر وضاحت فرمادی کہ اس شرط کا اطلاق مردوں پر ہوگا۔ عورتوں پر نہ ہوگا۔ کیونکہ مسلمہ عورت کافر کیلئے حلال نہیں۔ ایک قول یہ ہے اس آیت نے حکم اول کو منسوخ کر دیا۔

مہاجرات نکاح کی اجازت:

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوهُنَّ (اور تم کو ان مہاجرہ عورتوں کے ساتھ نکاح میں کوئی حرج نہیں) مہاجرات سے نکاح میں حرج کی نفی کر دی۔ اِذَا اتَّيْمُمُوهُنَّ اُجُورَهُنَّ (جبکہ تم ان کے مہران کو دے دو) اجور مہر کو کہتے ہیں کیونکہ مہر اجر بضع ہے۔ مَنِتَّلَهُ: امام ابو حنیفہ نے اس سے استدلال کیا ہے کہ مہاجرہ عورت پر عدت نہیں ہے۔ وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكُوفِرِ (اور تم کافر عورتوں کے تعلقات کو باقی مت رکھو) قراءت: لا تمسکوا بصری قراء نے پڑھا ہے۔ العصمة جس سے پختگی حاصل کی جائے بندھن خواہ وہ عقد ہو یا سبب عقد۔ الکوافر جمع کافرہ۔ وہ عورت جو دار الحرب میں باقی ہو۔ نمبر ۲۔ مرتدہ ہو کر دوبارہ دار الحرب کو لوٹ جائے۔ مطلب یہ ہے کہ تمہارے اور ان کافرہ عورتوں کے درمیان ازدواجی تعلق اور عقد نہ ہونا چاہیے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما :

ہے کہ جس کی عورت کافرہ مکہ میں ہو۔ وہ اس کو اپنی بیویوں میں شمار نہ کرے۔ کیونکہ اختلاف دارین نے ان کے بندھن کو کاٹ دیا ہے۔ وَسَلُّوْا مَا أَنْفَقْتُمْ (اور اپنی کافرہ بیویوں پر جو کچھ خرچ کیا ہو وہ کافروں سے مانگ لو) تمہاری ان عورتوں کے مہر جن سے کفار نے نکاح کر لیا ہے۔ وَلَيْسَلُّوْا مَا أَنْفَقُوْا (اور وہ مانگ لیں تم سے جو انہوں نے ان پر خرچ کیا ہو) ان مہاجرہ عورتوں کے مہر جنہوں نے مسلمانوں سے ہجرت کر کے شادی کر لی ہے۔

ذَلِكُمْ حُكْمُ اللَّهِ (یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے) وہ تمام جو اس آیت میں مذکور ہوا۔ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ (وہ تمہارے درمیان فیصلہ فرمائیں گے) نَحْوُ: یہ جملہ مستانفہ ہے۔ نمبر ۲۔ حکم اللہ سے حذف ضمیر کے باوجود حال ہے ای یحکمہ اللہ۔ یا نمبر ۳۔ حکم کو حاکم بطور مبالغہ فرمایا۔ اور یہ آیت منسوخ ہے۔ پس مہر کے سوال کا حکم نہ رہا۔ نہ ان کی طرف سے نہ ہماری طرف سے۔ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ (اور اللہ تعالیٰ علم والے حکمت والے ہیں)

۱۱: وَإِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ أَزْوَاجِكُمْ إِلَى الْكُفَّارِ (اور اگر تمہاری بیویوں میں سے کوئی بالکل تمہارے ہاتھ نہ آئے۔ کفار کے ہاں رہ پڑے) اگر ان میں سے کوئی عورت کفار کی طرف نکل جائے۔

قراءت: ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں احد ہے۔ فَعَاقَبْتُمْ (پھر تمہاری نوبت آئے) پس تم ان کو لڑائی میں خوب سزا دو یہاں تک کہ تم غنیمت پاؤ۔ قال الزجاج۔ فَاتُوا الَّذِينَ ذَهَبَتْ أَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَا أَنْفَقُوا (تو جن کی بیویاں ہاتھ سے نکل گئیں جتنا مہر انہوں نے خرچ کیا تھا۔ اس کے برابر تم ان کو دیدو) پس ان مسلمانوں کو دو جن کی بیویاں مرتدہ ہو کر دارالحرہ میں چلی گئی ہیں ان کی بیویوں کے مہر اس مال غنیمت میں سے وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي أَنْتُمْ بِهِ مُؤْمِنُونَ (اور اس اللہ تعالیٰ سے ڈرو! جس پر تم ایمان لانے والے ہو) ایک قول یہ ہے کہ یہ حکم بھی منسوخ ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعُنَكَ عَلَىٰ أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا

اے نبی جب آپ کے پاس مومن عورتیں آئیں جو آپ سے ان باتوں پر بیعت کریں کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں گی اور نہ

يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ

چوری کریں گی اور نہ زنا کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ کوئی بہتان کی اولاد لے کر آئیں گی جسے اپنے ہاتھوں

أَيْدِيَهُنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيَنَّ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعُهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهُ

اور پاؤں کے درمیان سے تراشیں اور یہ کہ کسی نیک کام میں آپ کی نافرمانی نہ کریں گی سو انہیں بیعت کر لیجئے اور ان کے لئے استغفار کیجئے

إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۱۲﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ

بے شک اللہ غفور رحیم ہے۔ اے ایمان والو! ان لوگوں سے دوستی نہ کرو جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا وہ لوگ

قَدْ يَسُؤُوا مِنَ الْآخِرَةِ كَمَا يَبِئْسَ الْكُفَّارُ مِنْ أَصْحَابِ الْقُبُورِ ﴿۱۳﴾

آخرت سے ایسے نا امید ہو گئے جیسے کافر لوگ نا امید ہو گئے جو قبروں میں ہیں۔

شراطِ بیعت:

۱۲: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ (اے نبی اگر مومن عورتیں آپ کے پاس (اس غرض سے آئیں کہ)

يَخُوجُو: يُبَايِعُنَكَ یہ حال ہے۔

عَلَىٰ أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ (آپ سے ان ان باتوں پر بیعت کریں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ) وَلَا

يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ (کسی چیز کو شریک نہیں کریں گی اور نہ

چوری کریں گی اور نہ زنا کریں گے اور نہ اپنے بچوں کو قتل کریں گی۔ اور نہ بہتان کی اولاد لائیں گی۔ جس کو وہ اپنے ہاتھوں اور

پاؤں کے درمیان نطفہ شوہر سے جنی ہوئی اولاد ہونے کا جھوٹا دعویٰ کرتی ہوں) قتل اولاد سے زندہ درگور کرنا مراد ہے۔ بہتان

عورتیں کسی کا بچہ اچک کر اپنے خاوند کو کہتیں یہ میرا بیٹا تجھ سے ہے۔ اس منسوب لڑکے کو ایسا بہتان قرار دیا گیا جو سامنے باندھا

جائے۔ اور اس کو بین دیدیہا سے تعبیر کیا کیونکہ عورت کا پیٹ جس میں حمل ہوتا ہے وہ ہاتھوں اور ٹانگوں کے درمیان ہے اور وہ فرج

جس سے وہ عورت جنتی ہے وہ بھی ان کے درمیان ہے۔ وَلَا يَعْصِيَنَّ فِي مَعْرُوفٍ (اور نہ شرعی باتوں میں آپ کی نافرمانی

کریں گی) معروف سے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت مراد ہے۔ فَبَايِعُهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهُ (تو آپ ان سے بیعت

لے لیا کریں۔ اور ان کے لئے مغفرت کی دعا اللہ تعالیٰ سے کیا کریں) ان گناہوں کیلئے جو پہلے ہو چکے۔ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ

(بیشک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے) وہ غفور ہیں۔ کہ گزشتہ گناہ مٹانے والے ہیں اور رحیم ہیں۔ کہ اپنی توفیق سے سابقہ کمی کو پورا کرنے کا موقعہ دیا۔

روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب فتح مکہ کے دن مردوں کی بیعت سے فارغ ہوئے تو عورتوں سے بیعت لینے لگے آپ ﷺ صفا پر تشریف فرما تھے۔ اور آپ سے نخلی جانب عمر رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے۔ جو آپ کے حکم سے ان سے بیعت لے رہے تھے۔ اور آپ ﷺ کا پیغام ان کو پہنچا رہے تھے۔ ابوسفیان کی بیوی ہندہ بنت عتبہ نے نقاب پہن کر حلیہ بدل لیا تھا۔ اس خوف سے کہ رسول اللہ ﷺ اس کو پہچان لیں۔ اس حرکت کی وجہ سے جو حضرت حمزہ کے سلسلہ میں اس نے کی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں تم سے اس بات پر بیعت لیتا ہوں کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ گی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اس شرط کا اعلان کر کے ان عورتوں سے اقرار لیا۔ پھر آپ نے فرمایا چوری نہ کرو گی، اس پر ہند کہنے لگی ابوسفیان بخیل آدمی ہے۔ میں اس کے مال میں سے کچھ لے لیا کرتی تھی۔ اس پر ابوسفیان نے کہا جو تو نے لے لیا وہ تیرے لیے حلال ہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے تبسم فرمایا۔ اور اس کو پہچانا اور فرمایا تم ہندہ ہو۔ اس نے عرض کیا جی ہاں۔ اے اللہ کے نبی جو ہو اس کو معاف کر دیجئے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ معاف کریں گے۔

پھر فرمایا وہ زنا نہ کریں گی۔ اس پر ہندہ کہنے لگیں کیا شریف زادی بھی زنا کیا کرتی ہے؟ پھر آپ نے فرمایا۔ وہ اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی۔ اس پر ہندہ کہنے لگی ہم نے ان کو بچپن میں پالا بڑے ہوئے تو آپ نے قتل کر ڈالا۔ پس تم جانو اور وہ جانیں۔ اس کا بیٹا حنظلہ بدر کے دن قتل ہوا۔ اس پر عمر رضی اللہ عنہ اتنے ہنسے کہ ہنستے ہوئے لیٹ گئے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے تبسم فرمایا۔ پھر فرمایا ولا یأتین بہتھان وہ بہتان نہ باندھیں گی۔ اس پر ہندہ نے کہا بلاشبہ بہتان بہت بری حرکت ہے اور آپ ہم کو جو بھی حکم فرماتے ہیں وہ رشد و ہدایت اور مکارم اخلاق سے ہے آخر میں آپ نے فرمایا۔ وہ حکم شرعی میں آپ کی کسی چیز میں نافرمانی نہ کریں گی۔ آپ ﷺ کا اشارہ اس طرف تھا کہ حکام کی اطاعت معروف میں ہے منکر میں ان کی اطاعت لازم نہیں ہے۔ [رواہ احمد، ۶/۲۰۶، ابوداؤد، ۳۵۳۲، نسائی ۸/۲۳۶]۔

۱۳: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ (اے ایمان والو! ان لوگوں سے دوستی مت کرو جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا) ایک قول اس سے مراد مشرکین ہیں۔

ایک نکتہ:

سورت کو جس مضمون سے شروع فرمایا اسی پر اختتام فرمایا۔ جیسا کہ گزشتہ سورت میں بھی تھا۔
قَدْ يَنْسُوا مِنَ الْآخِرَةِ (وہ آخرت سے ناامید ہو گئے ہیں)۔ یعنی اس کے ثواب سے۔ کیوں کہ وہ بعث بعد الموت کے قائل نہیں۔ كَمَا يَنْسَى الْكُفَّارُ (جیسا کفار قبروں والوں سے مایوس ہو گئے) ای کما ينسوا۔ البتہ ظاہر کو ضمیر کی جگہ لے آئے۔ مِنْ أَصْحَابِ الْقُبُورِ (ان کے واپس لوٹنے سے یا جیسا ان کے وہ اسلاف جو کہ قبور میں جا چکے وہ آخرت سے مایوس

تھے یعنی یہ اپنے سلف کے پیرو ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد یہود ہیں۔ مطلب یہ ہے اے مسلمانوں تم مغضوب علیہم سے دوستی مت کرو۔ اس لئے کہ وہ اس بات سے ناامید ہو چکے ہیں کہ ان کا آخرت میں کوئی حصہ ہوگا۔ کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عناد رکھنے والے ہیں۔ حالانکہ ان کو روز روشن کی طرح معلوم ہے کہ آپ وہی رسول ہیں جن کی صفت تورات میں کی گئی ہے۔ جیسا کہ کفار مکہ اپنے مردوں کے متعلق مایوس ہو چکے کہ وہ اٹھائے جائیں۔ اور زندہ کر کے واپس لائے جائیں۔

ایک قول یہ ہے :

کہ اصحاب القبور یہ کفار کا عطف بیان ہے یعنی جیسا کفار مایوس ہو چکے جو قبروں میں پہنچ گئے کہ ان کو کوئی خیر آخرت میں ملے گی۔ کیونکہ اب ان کے سامنے اپنی بد حالی اور برا انجام آچکا۔

الحمد لله سورة المنتهنة کا ترجمہ مکمل ہوا۔

سُوْرَةُ الصَّفِّ نَبِيَّهَا رُبْعُ عَشْرَةَ آيَةً وَفِيهَا رَكْعَتَانِ

سورة الصف مدینہ میں نازل ہوئی اس میں چودہ آیات اور دو رکعت ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۱ یٰۤاَيُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

اللہ کی تسبیح بیان کی ان سب چیزوں نے جو آسمانوں میں اور زمین میں ہیں اور وہ عزیز ہے حکیم ہے۔ اے ایمان والو!

لَمْ تَقُوْلُوْنَ مٰلًا تَفْعَلُوْنَ ۲ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مٰلًا تَفْعَلُوْنَ ۳

تم وہ بات کیوں کہتے ہو جسے نہیں کرتے اللہ کے نزدیک بڑی ناراضگی کی بات ہے کہ تم ایسی باتیں کیوں کہتے ہو جو تم کو نہیں ملے گی۔

اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِهِ صَفًّا کَاَنْهُمْ بُنِیَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۴

بیشک اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف بنا کر لڑتے ہیں گویا کہ وہ ایسی عمارت ہیں جس میں سیسہ پلایا گیا ہو۔

وَ اِذْ قَالَ مُوسٰی لِقَوْمِهِ یَقَوْمِ لِمَ تُوذُوْنِیْ وَ قَدْ تَعْلَمُوْنَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ فَلَمَّا

اور جب کہ موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اے میری قوم مجھ کو کیوں ایذا پہنچاتے ہو حالانکہ تم کو معلوم ہے کہ میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں پھر جب

زَاغُوْا اَزَاغَ اللّٰهِ قُلُوْبُهُمْ وَاَللّٰهُ لَیْهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ۵ وَ اِذْ قَالَ عِیْسٰی ابْنُ مَرْیَمَ

وہ لوگ بیڑھے ہی رہے تو اللہ تعالیٰ نے انکے دلوں کو منحصر کر دیا اور اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتا اور جبکہ عیسیٰ

یٰبَنۡیَ اِسْرٰءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْ مِنَ التَّوْرٰتِ وَ مَبَشِّرًا

ابن مریم نے فرمایا کہ اے بنی اسرائیل میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں مجھ سے پہلے جو تورات ہے میں انکی تصدیق کرتی ہوں اور میرے

بِرَسُوْلٍ یَّآتِیْ مِنْۢ بَعْدِیْ اِسْمُهٗ اَحْمَدٌ فَلَمَّا جَاؤْهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ قَالُوْۤا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ۶

بعد جو ایک رسول آنے والے ہیں جن کا نام احمد ہو گا ان کی بشارت دینے والا ہوں پھر جب ان لوگوں کے پاس کھلی دلیلیں لائے تو وہ لوگ کہنے لگے کہ یہ صرف جادو ہے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلٰی اللّٰهِ الْکَذِبَ وَهُوَ یَدْعِیْ اِلَی الْاِسْلَامِ وَاَللّٰهُ لَا

اور اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہو گا جو اللہ پر جھوٹ باندھے حالانکہ وہ اسلام کی طرف بلایا جاتا ہو اور اللہ

یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۷

ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا

۱: سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَهُوَ (جو چیزیں آسمانوں میں ہیں۔ اور جو زمین میں ہیں۔ سب اللہ ہی کی) الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ (پاکی بیان کرتی ہیں۔ وہی زبردست حکمت والا ہے۔ اے ایمان والو! مالا تَفْعَلُوْنَ (کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو)

ایک روایت:

۱: سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ روایت میں ہے کہ جہاد کا حکم دیے جانے سے قبل لوگوں نے کہا اگر ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کو سب سے محبوب ترین عمل کونسا ہے۔ تو ہم اس کو اپنالیں۔ پس یہ آیت جہاد نازل ہوئی۔ پھر بعض نے سستی کی تو یہ آیت اتری۔

۲: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مٰلًا تَفْعَلُوْنَ۔ لِمَ۔ یہ لام اضافت ہے۔ جو ما استفہامیہ پر داخل ہوئی ہے۔ جیسا کہ اس پر دیگر حروف جرد داخل ہوتے ہیں۔ جیسے کہتے ہیں، ہم، فیم، ومم، الام و علام۔ البتہ الف کو حذف کر دیا گیا۔ کیونکہ ما اور لام یا اس کے علاوہ وہ ایک شی بن جائیں۔ یہ استفہامی کلام میں کثرت سے مستعمل ہے اگرچہ اصل کا استعمال بھی ہے مگر یہ بہت قلیل۔ جیسا شاعر کا قول علام قام یشتمنی جریر؟

قراءت: اور ہاء سکتہ لائیں گے تو وقف ہوگا یا اسکان کی صورت میں۔ جنہوں نے وصل میں اس کو اختیار کیا۔ تو اس کو وقف کے قائم مقام کر کے کیا ہے۔

۳: كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مٰلًا تَفْعَلُوْنَ (اللہ تعالیٰ کی بڑی ناراضگی ہے یہ کہ جو کہو وہ کرو نہیں) كَبُرَ میں تعجب کا معنی غیر لفظ سے مقصود ہے۔ جیسا اس قول میں غَلَّتْ نَابٌ كَلِيْبٌ بُوَا وُهَا۔ اور تعجب کا مطلب سامعین کے دلوں میں اس امر کی عظمت بٹھانا مقصود ہوتا ہے۔ کیوں تعجب اسی چیز میں ہوتا ہے جو اپنے ہم مثلوں سے خارج ہو جائے۔ ان تقولوا کی طرف اسناد کی گئی اور مقنا پر نصب تمیز کی وجہ سے ہے۔ اس میں اس بات پر دلالت ہے کہ ان کا قول مالا يفعلون۔ یہ خالص ناراضگی ہے اس میں کوئی اور ملاوٹ نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے تمہارا قول مالا تفعلون اللہ تعالیٰ کے ہاں ناراضگی کیلئے کافی ہے۔ لفظ المقت کو استعمال فرمایا کیونکہ یہ بغض کی انتہائی قسم ہے۔

قول بعض سلف:

ان کو کسی نے کہا ہمیں حدیث بیان کرو۔ انہوں نے جواب میں فرمایا کیا تم مجھے حکم دیتے ہو کہ میں وہ بات کہہ ڈالوں جو میں نہیں کرتا ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کو اپنے لئے جلد طلب کر لوں؟

۴: پھر اللہ تعالیٰ نے وہ بات بتلائی جو اس کو پسند ہے۔ فرمایا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهِ صَفًا (اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو خاص کر پسند کرتا ہے جو اس کی راہ میں اس طرح صف بستہ ہو کر لڑتے ہیں) یعنی اس حالت میں کہ وہ اپنے آپ کو صفوں

میں کرنے والے ہوتے ہیں۔

مخجور: صفاً یہ مصدر ہے جو حال واقع ہوا ہے۔

كَانَهُمْ بَنِيَانٌ مَّرْصُوصٌ (گویا وہ سیسہ پلائی دیوار ہیں) ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح ملے ہوئے چمٹے ہوئے۔ ایک قول یہ ہے اس سے مراد ان کی نیتوں کی درستی اور برابری ہے۔ یہاں تک کہ ایک بات پر اجتماعیت میں وہ دیوار کی طرح ہیں۔ جس کا بعض بعض حصہ سے چمٹا ہو۔

مخجور: یہ بھی حال ہے۔

پیغمبر کی توقیت چاہئے نہ کہ ایذا:

۵: وَاذْقَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ يَقَوْمٍ لِمَ تُوذُونََنِي (اور جب کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم! تم مجھے دکھ کیوں دیتے ہو) آیات کا انکار کر کے اور میرے متعلق ان باتوں کی نسبت کر کے جو مجھ میں پائی نہیں جاتیں۔ وَقَدْ تَعْلَمُونَ (حالانکہ تم جانتے ہو) یہ موضع حال میں ہے۔ مطلب یہ ہے لہذا تو ذونسی تم مجھے کیوں کراہذا پہنچاتے ہو۔ یہ یقینی طور پر جانتے ہوئے کہ اِنِّي رَسُولُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ (میں تمہاری طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں) اور تمہارے اس بات کو جان لینے کا تقاضا یہ ہے کہ تم میری توقیر و تعظیم کرو نہ کہ الٹا مجھے دکھ پہنچاؤ۔ فَلَمَّا زَاغُوا (پس جب وہ لوگ ٹیڑھے ہی رہے) حق سے باطل کی طرف جھکاؤ اختیار کر لیا۔ اَزَاعَ اللّٰهُ قُلُوبَهُمْ (تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا) ہدایت سے نمبر ۲۔ یا جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اوامر کو ترک کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں سے نور ایمان کو کھینچ لیا۔ نمبر ۳۔ جب انہوں نے ٹیڑھا پن چن لیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے قلوب کو ٹیڑھا کر دیا یعنی ان کو رسوا کر دیا اور اتباع حق والی توفیق سے ان کو محروم کر دیا۔ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ (اور اللہ تعالیٰ فاسق قوم کو ہدایت یا نہیں کرتا) یعنی اس کو ہدایت نہیں دیتے جس کے بارے میں فاسق ہونا علم الہی میں لکھا جا چکا ہو۔

بشارت عیسیٰ علیہ السلام:

۶: وَاذْقَالَ عِيسَىٰ ابْنُ مَرْيَمَ بَنِي اِسْرٰٓءٰٓءِلَ (جب کہ عیسیٰ بن مریم نے کہا۔ اے بنی اسرائیل) یہاں یقوم نہیں فرمایا جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے ان کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کیونکہ آپ کا ان میں کوئی نسب نہ تھا کہ وہ آپ کی قوم بنتی۔ اِنِّي رَسُولُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَةِ (میں تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا رسول آیا ہوں کہ مجھ سے پہلے جو تورات و مبشیرا بر رسول یاتنی من بعدی اسمہ احمد) (آچکی ہے۔ اس کی تصدیق کرنے والا ہوں۔ اور ایک عالی قدر رسول کی بشارت دینے والا ہوں جو میرے بعد آئیں گے جن کا نام احمد ہوگا) میں تمہارے پاس اس حالت میں بھیجا گیا ہوں کہ میں اپنے سے پہلی کتاب تورات کی تصدیق کرتا ہوں۔ اور اس حال میں کہ میں ایک رسول کی خوشخبری دے رہا ہوں۔ جو میرے

بعد ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ میرا دین اللہ تعالیٰ کی کتابوں اور اس کے تمام انبیاء جو پہلے گزرے اور جو بعد میں ہیں ان کی تصدیق کرتا ہے۔

قراءت: بَعْدِي، حَازِي، ابوعمر، ابوبکر اور خلیل و سبویہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔

مَجْحُوْر: مصدقاً و مبشراً یہ الرسول کے اندر جو معنی ارسال ہے اس کی بناء پر منصوب ہے۔ فَلَمَّا جَاءَهُمْ (پس جب وہ اپنی رسالت کی کھلی نشانیاں ان کے سامنے لائے) عیسیٰ علیہ السلام یا محمد ﷺ بِالْبَيِّنَاتِ (یعنی معجزات لائے) قَالُوا هَذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ (تو انہوں نے کہا یہ صریح جادو ہے)

قراءت: ساحر، حمزہ اور علی نے پڑھا ہے۔

۷: وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ الْكُذِبَ وَهُوَ يُدْعَىٰ إِلَى الْإِسْلَامِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ (اور اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا۔ جو اللہ تعالیٰ پر دروغ بندی کرتا ہے حالانکہ اس کو اسلام کی طرف بلایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے ظالم لوگوں کو ہدایت یا نہیں کرتے) اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے۔ جس کو اس کا رب اپنے پیغمبر کی زبان پر اسلام کی طرف بلا رہا ہو۔ وہ اسلام جس میں دارین کی خوش نصیبی ہے۔ وہ اس کو قبول کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کے کلام برحق کو سحر کہنے لگ جائے۔ السحر جھوٹ، ملمع سازی۔

يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ﴿۸﴾ هُوَ الَّذِي

یہ لوگ یوں چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھادیں حالانکہ اللہ اپنے نور کو کمال تک پہنچائے گا گو کافر کیسے ہی ناخوش ہوں۔ وہ ایسا ہے

أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ﴿۹﴾

جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا ہے تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کر دے گو مشرک کیسے ہی ناخوش ہوں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُنْجِيكُمْ مِّنْ عَذَابِ أَلِيمٍ ﴿۱۰﴾ تَوْمِنُونَ بِاللَّهِ

اے ایمان والو! کیا میں تم کو ایسی سوداگری بتاؤں جو تم کو ایک دردناک عذاب سے بچالے تم لوگ اللہ پر اور اس کے

وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن

رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو یہ تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہے اگر تم

كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۱۱﴾ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ

مجھ رکھتے ہو اللہ تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور تم کو ایسے باغوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی

وَمَسْكِنٍ طَيِّبَةٍ فِي جَنَّتٍ عَدْنٍ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿۱۲﴾ وَأُخْرَىٰ يُحِبُّونَهَا نَصْرٌ

اور عمدہ مکانات میں جو ہمیشہ رہنے کے باغوں میں ہوں گے یہ بڑی اور عمدہ کامیابی ہے اور ایک دوسری نعمت بھی ہے جسے تم پسند کرتے ہو اللہ کی

مِّنَ اللَّهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ ۖ وَبَشِيرٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۳﴾

طرف سے مدد اور جلد فتح یابی اور آپ مؤمنین کو بشارت دیجئے۔

۸: يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ (وہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نور کو اپنے منہ (کی پھونکوں سے) بجھادیں)۔ اس میں کفار کے ابطال اسلام کے ارادہ کے ساتھ استہزاء کیا گیا۔ کہ تم قرآن کو سحر کہتے ہو۔ تمہاری مثال تو اس شخص جیسی ہے جو سورج کی روشنی کو منہ کی پھونک سے بجھا رہا ہو۔

نَجْوَى: مفعول کو حذف کر دیا۔ اور لام تعلیل کیلئے ہے تقدیر کلام یہ ہے۔ یريدون الكذب ليطفئوا نور الله بافواههم ای بکلامہم۔ وہ کلام سے اللہ تعالیٰ کے نور کو بجھانے کا جھوٹا ارادہ رکھتے ہیں۔ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ (اور اللہ اپنے نور کو کمال تک پہنچا کر رہے گا)

قراءت: کلی، حمزہ علی، حفص نے مُتِمُّ نُورِهِ پڑھا ہے۔ جبکہ دیگر نے مُتَمُّ نُورِهِ پڑھا ہے۔ یعنی وہ حق کو مکمل کرنے والے

اور ان کی کمال تک اس کو پہنچانے والے ہیں۔ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ (اگرچہ کافر اس بات کو ناپسند کریں)

اظہارِ دین کا عہد:

۹: هُوَ الَّذِي ارْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ (اسی نے اپنے رسول کو ہدایت کا سامان یعنی قرآن اور سچا دین دے کر بھیجا ہے) دین الحق سے ملت حنیفیہ مراد ہے۔ لِيُظْهِرَهُ (تاکہ اس کو غالب کرے) اس کو بلند کرے۔ عَلٰى الدِّيْنِ كُلِّهِ (تمام دوسرے دینوں پر) اس کے مخالف تمام ادیان پر۔ میری عمر کی قسم اللہ تعالیٰ نے ایسا کر دیا۔ کوئی ایسا دین نہیں رہا جو اسلام کے سامنے مقہور نہ ہوا ہو۔ قول مجاہد رحمہ اللہ: جب عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے تو صرف دین اسلام ہی باقی رہ جائے گا۔ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ (گو مشرک کیسے ہی ناخوش ہوں)۔

ایمان و جہاد باقی رہے گا:

۱۰: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدْرٰكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِنْ عَذَابِ اَلَيْمٍ (اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایسی تجارت بتاؤں جو تم کو ایک دردناک عذاب سے بچالے)

قراءت: تُنْجِيْكُمْ شامی نے پڑھا ہے۔

۱۱: تُوْمِنُوْنَ (تم ایمان لاؤ) یہ جملہ مستانفہ ہے گویا اس طرح کہا ہم کیا کریں۔ تو جواب ملا۔ تم ایمان لاؤ۔ یہ سیبویہ کے نزدیک آمنوا کے معنی میں ہے۔ اسی لئے اس کا جواب یغفر لکم سے دیا گیا اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت اس پر دلالت کرتی ہے۔ آمنو باللہ ورسولہ وجاهدوا۔

وجہ: اس کو خبر کے انداز سے اس لئے لائے تاکہ بتلا دیا جائے کہ اس پر عمل کرنا لازم ہے گویا اس پر عمل کر لیا گیا ہے۔ اس سے خبر دی کہ ایمان و جہاد موجود رہے گا۔ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ (اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول پر اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مال و جان سے جہاد کرو یہ) جس کا تذکرہ ہوا یعنی ایمان و جہاد۔ خَيْرٌ لَّكُمْ (بہت ہی بہتر ہے تمہارے لئے) تمہارے لئے تمہارے اموال و نفس کے مقابلہ میں اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (اگر تم کچھ سمجھ رکھتے ہو) کہ یہ تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہے۔ تو پھر تمہارے لئے بہتر ہی ہوگا کیونکہ جب تم نے اسکو جان لیا اور اسکے مطابق اعتقاد کر لیا تو تم نے ایمان اور جہاد کو اپنے اموال و نفس کے مقابلہ میں محبوب قرار دے دیا۔ پس تم مخلص ہو گئے تو کامیابی حاصل ہو جائیگی۔

۱۲: يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنَّتِ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسْكِنٌ طَيِّبَةٌ فِيْ جَنَّتِ عَدْنِ (اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا۔ اور تم کو آخرت میں ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور عمدہ مکانوں میں داخل کر دیگا۔ جو ہمیشہ رہنے کے باغوں میں بنے ہوں گے)۔ یعنی اقامت اور ہمیشگی کہا جاتا ہے۔ عدن بالمکان جبکہ وہاں اقامت اختیار کرے اسی طرح کہا گیا ہے۔ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (یہ بڑی کامیابی ہے)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَنْصَارَ اللَّهِ كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيِّينَ مَنْ أَنْصَارِيَّ

اے ایمان والو! اللہ کے مددگار ہو جاؤ جیسا کہ عیسیٰ بن مریم نے اپنے حواریوں سے کہا کون لوگ اللہ کی طرف سے

إِلَى اللَّهِ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ فَأَمَّنْتَ طَّائِفَةً مِّنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ

میرے مددگار ہیں حواریوں نے کہا ہم اللہ کے مددگار ہیں سو بنی اسرائیل میں سے ایک جماعت ایمان سے آئی

وَكَفَرَتْ طَّائِفَةٌ فَأَيَّدْنَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَىٰ عَدُوِّهِمْ فَأَصْبَحُوا ظَاهِرِينَ ﴿۱۲﴾

اور دوسری جماعت نے کفر اختیار کر لیا سو جو لوگ ایمان لائے ہم نے ان کے دشمن کے مقابلہ میں انکی مدد کی سو وہ غالب ہو گئے۔

فتح مکہ یا فارس و روم کی فتح:

۱۳: وَأُخْرَىٰ تُحِبُّونَهَا (اور ایک اور بھی ہے جس کو تم پسند کرتے ہو) یعنی مغفرت و ثواب کی اس نعمت کے ساتھ اس جلد آنے والی دنیا میں ایک پسندیدہ نعمت ہے جو تمہیں میسر آئی گی۔ پھر اس کی تفسیر فرمائی۔ نَصْرٌ مِّنَ اللَّهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ (وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد اور قریب فتح یا بلی ہے) قریب یعنی جلد ملنے والی۔ وہ فتح مکہ ہے اور قریش پر غلبہ یا فارس کی فتح اور روم کی فتح۔

ایک تشبیہ:

تحبونہا کے لفظ میں تھوڑی سی تویح ہے کہ جلد ملنے والی چیز کو پسند کرتے ہو جو کہ نہ چاہیے۔ صاحب کشاف نے کہا ہے۔ اس کا معنی اهل ادلکم علی تجارة تنجیکم و علی تجارة اخری تحبونہا فرما کر بعد میں فرمایا۔ نصر ای ہی نصر کہ وہ نصرت و مدد ہے۔ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ (تم ایمان والوں کو خوشخبری دے دو) اس کا عطف مؤمنون پر ہے کیونکہ وہ بھی امر کے معنی میں ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا آمنا و جاہدوا یشکم اللہ و ینصرکم و بشرنا رسول اللہ المؤمنین بدلت۔ تم ایمان لاؤ اور جہاد کرو اللہ تعالیٰ تمہیں ثواب دیں گے اور تمہاری مدد فرمائیں گے۔ اے اللہ کے رسول آپ مؤمنین کو اس کی خوشخبری دے دیں۔ ایک قول یہ ہے اس کا عطف قل پر ہے جو یا ایہا الذین امنوا اهل ادلکم سے پہلے مراد ہے۔

۱۴: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَنْصَارَ اللَّهِ (اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ کے دین کے مددگار ہو جاؤ) انصار اللہ۔ یعنی انصار دین۔ اس کے دین کے مددگار۔

قراءت: حجازی، ابو عمرو نے انصار اللہ پڑھا ہے۔

حواریوں سے معاونت کا مطالبہ:

كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيِّينَ مَنْ أَنْصَارِيَّ إِلَى اللَّهِ (جیسا عیسیٰ ابن مریم نے اپنے حواریوں سے کہا تھا۔

اللہ تعالیٰ کے واسطے میرا مددگار کون ہے) ظاہر میں یہ تشبیہ ہے اس بات میں کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کے اس قول من انصاری الی اللہ میں ناصر و مددگار بنے۔ مگر اس کو معنی پر محمول کیا گیا ہے۔ اسی کو نوا انصار اللہ کما کان الحواریون انصار عیسیٰ حین قال لهم من انصاری الی اللہ۔ تم بھی اللہ تعالیٰ کے مددگار بنو جیسا حواری عیسیٰ ابن مریم کے اس وقت مددگار بنے جب انہوں نے من انصاری الی اللہ کہا۔ مطلب یہ ہے کہ کون میرے لشکر میں سے ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی نصرت کی طرف متوجہ ہونے والا ہو۔ تاکہ حواریوں کے جواب کے مطابق بات ہو جائے اور وہ ان کا قول قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ہے یعنی ہم میں وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی مدد کریں گے۔ من انصاری کا معنی من الانصار الذین یختصون بہی۔ ایسے مددگار کون کون ہیں۔ جو میرے ساتھ خاص ہو جائیں گے۔ اپنے کو میرے ساتھ خاص کر دیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کی نصرت میں میرا ساتھ دیں گے۔ الحواریون ان کے منتخب لوگ۔ یہ وہ لوگ تھے جو سب سے اول ایمان لائے اور یہ بارہ آدمی تھے۔ حواری الرجل: خالص اور پسندیدہ۔ یہ الحور سے لیا گیا۔ جو خالص سفیدی کو کہتے ہیں۔ ایک قول وہ دھوبی تھے جو کپڑوں کو سفید کرتے تھے۔

فَامَنْتَ طَآئِفَةً مِّنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ (پھر ایک گروہ بنی اسرائیل کا تو ایمان لے آیا) عیسیٰ علیہ السلام پر وَكَفَرَتْ طَآئِفَةٌ (اور ایک گروہ منکر رہا) ان کا فَايَدْنَا الَّذِينَ اٰمَنُوْا عَلٰی عَدُوِّهِمْ (پس ہم نے ایمان والوں کی ان کے دشمنوں کے مقابلے میں مدد کی) ان کے مَوْمِنِينَ کو کفار کے مقابلہ میں مضبوط کر دیا۔ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ (اس کے نتیجے میں وہ غالب ہو گئے) پس وہ مَوْمِنِينَ کافروں پر غالب آ گئے۔

الحمد للہ آج چاشت کے وقت ترجمہ سورۃ القف مکمل ہوا۔

سُورَةُ الْجُمُعَةِ نَبِيًّا وَهِيَ أَحَدُ عَشْرَةِ آيَاتٍ وَقَفِيَّ بِأَرْكَانِ

سورہ جمعہ مدینہ میں نازل ہوئی جس میں سب سے زیادہ آیات اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقَدُّوْسِ الْعَزِیْزِ الْحَكِیْمِ ۱ هُوَ الَّذِي

اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں وہ سب جو آسمانوں میں اور زمین میں ہیں جو بادشاہ ہے بہت زیادہ پاک ہے غالب ہے حکمت والا ہے وہ ہی ہے

بَعَثَ فِي الْاُمَمِیْنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ آيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ

جس نے بے پڑھے لوگوں میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیات تلاوت کرتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور ان کو کتاب اور

وَالْحِكْمَةَ ۲ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۳ وَاٰخِرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ

حکمت سکھاتا ہے اور بلاشبہ وہ لوگ پہلے کھلی گمراہی میں تھے اور دوسروں کے لئے بھی جو ان میں سے ہونے والے ہیں جو ان کے ساتھ نہیں ملے

وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۴ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مِنْ يَّشَآءُ ۵ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۶

اور وہ عزیز ہے حکیم ہے یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمائے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ حَمَلُوْا التَّوْرَةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ۷ بِئْسَ مَثَلُ

مثال ان لوگوں کی جنہیں تورات اٹھانے کا حکم دیا گیا پھر انہوں نے اسے نہیں اٹھایا گدھے کی سی مثال ہے جو کتابوں کو لاتا ہے۔ بری مثال ہے

الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِآيٰتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۸ قُلْ يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادَوْا

ان لوگوں کی جنہوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا آپ کہہ دیجئے اسے وہ لوگو جنہوں نے یہودیت اختیار کی

اِنْ زَعَمْتُمْ اَنْكُمْ اَوْلِيَاءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمْنُوْا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۹ وَلَا يَتَمَنَّوْنَ

اگر تم نے یہ خیال کیا ہے کہ تم اللہ کے دوست ہو دوسرے لوگ اس میں شریک نہیں تو تم موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو اور یہ لوگ اپنے اعمال کی وجہ سے جو

اَبَدًا يَّمٰقَدَمَتْ اَيْدِيْهِمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالظّٰلِمِيْنَ ۱۰

انہوں نے آگے بھیجے ہیں کبھی بھی اس بات کی تمنا نہ کریں گے اور اللہ جانتا ہے ظالموں کو

۱: يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ (جو چیزیں آسمانوں میں ہیں۔ اور جو چیزیں زمین میں ہیں۔ سب اللہ تعالیٰ) الْقُدُّوسِ الْعَزِيزِ الْحَكِيْمِ (کی پاک کی بیان کرتے ہیں۔ جو بادشاہ ہے ہر عیب و نقص سے پاک ہے زبردست ہے۔ حکمت والا ہے)

تسبیح:

تسبیح سے مراد۔ نمبر ۱۔ تسبیح خلقت ہے کہ جب تم غور سے ہر چیز پر نگاہ ڈالو تو وہ اسکی وحدانیت کی طرف تیری راہنمائی کرے گی اور ہم مخلوقوں سے اس کے پاک ہونے کو بتلائے گی۔ نمبر ۲۔ تسبیح معرفت ہے کہ ہر شئی میں اپنے لطف و کرم سے ایسی چیز رکھ دے جس سے وہ اپنے خالق کو پہچانے۔ اور عیب سے اس کو پاک قرار دے۔ جیسا کہ اس قول میں فرمایا۔ وان من شیء الا یسبح بحمدہ ولكن لا تفقہون تسبیحہم [الاسراء: ۴۴] نمبر ۳۔ تسبیح ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جوہر میں بلا معرفت تسبیح جاری کر دے۔

امین میں بعث رسول:

۲: هُوَ الَّذِي بَعَثَ (وہی ہے جس نے بھیجا) رسول بنایا۔ فِي الْاُمِّيْنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ (ناخواندہ لوگوں میں انہی کی قوم میں سے ایک پیغمبر) یعنی ایک امی انسان کو ناخواندہ قوم میں رسول بنایا۔

ایک قول:

منہم یہ اس قول کی طرح ہے۔ من انفسکم [التوبہ: ۱۲۸] کہ وہ اس کے نسب و احوال کو جانتے ہیں۔ الامی اس کی نسبت امت عرب کی طرف ہے کیونکہ وہ پوری امتوں میں پڑھ لکھ نہ سکتے تھے (اکثریت ان کی اس طرح تھی) ایک قول یہ ہے کتابت کی ابتداء طائف میں ہوئی۔ جس کو انہوں نے اہل حیرہ سے لیا۔ اور اہل حیرہ نے اہل انبار سے لی۔ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰیٰتِہ (جو ان کو اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے) آیات سے قرآن مجید مراد ہے۔ وَيُزَكِّيْهِمْ (اور ان کو پاک کرتا ہے) ان کو شرک و خباثت جاہلیت سے پاک کرتا ہے۔ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ (اور ان کو کتاب کی تعلیم دیتا ہے) الکتاب سے قرآن مجید مراد ہے۔ وَالْحِكْمَةَ (اور دانشمندی کی باتیں سکھاتا ہے) سنت یا تفقہ فی الدین مراد ہے۔ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ (اور بلاشبہ یہ لوگ پہلے) یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے لَفِي ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (کھلی گمراہی میں تھے) کفر و جہالت میں تھے۔ ان مخففہ من الممقلہ ہے۔ اور اس کی دلیل لام ہے۔ مطلب یہ ہوا وہ گمراہی میں تھے۔ جس سے بڑھ کر کسی گمراہی کا تصور نہیں کیا جاسکتا ہے۔

آخرین کی مراد:

۳: وَاٰخِرِيْنَ مِنْهُمْ (اور دوسرے لوگوں کیلئے بھی) مُحَمَّدًا: یہ مجرور ہے۔ اور اس کا عطف الامتین پر ہے۔ یعنی اسی نے آپ کو بھیجا امتین میں جو آپ کے زمانہ میں ہیں۔ اور امتین میں سے پچھلوں میں جو ابھی تک نہیں آئے۔ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ (مگر

ابھی ان میں شامل نہیں ہوئے) یعنی ابھی تک ان کے ساتھ نہیں ملے۔ وہ عنقریب ان سے آئیں گے۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد ہوئے (تابعین) نمبر ۲۔ جو صحابہ کرام کے بعد قیامت تک آئیں گے۔ ایک قول یہ ہے اس سے بھی مراد ہیں۔

نَحْوُ: اس کا عطف بعلمہم کی ضمیر مفعول پر ہے۔ اور یہ حالت نصی میں ہے۔ تقدیر عبارت يعلمہم و يعلم آخرین۔ کیونکہ تعلیم کا جب پچھلے زمانہ تک متصل ہو جائے تو وہ اول کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ پس گویا اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ہر اس چیز کا ذمہ دار ہے جو آپ سے پائی جا رہی ہے۔ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (اور وہی زبردست حکمت والا ہے)۔ کہ اس نے اپنی زبردست قدرت سے ایک امی آدمی کو اس عظیم کام کیلئے مقرر فرمادیا اور اپنی تائید و مدد اس کے شامل حال کر دی۔ اور تمام انسانوں میں اسی کا چناؤ کیا۔

۴: ذَلِكْ (یہ) وہ فضل جو اس نے محمد ﷺ کو عنایت فرمایا وہ یہی ہے کہ ان کو اپنے زمانہ کے لوگوں کا پیغمبر بنا دیا اور بعد والے زمانوں کیلئے بھی پیغمبر بنا دیا۔ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ (اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے) جس کو وہ عطاء کرنا چاہتا ہے۔ اور اس کی حکمت جس کو عطاء کرنے کا تقاضا کرتی ہے۔ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ (اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے) **عدم عمل میں گدھے سے تشبیہ دی:**

۵: مَثَلُ الَّذِينَ حُمِلُوا التَّوْرَةَ (جن لوگوں کو تورات پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا پھر انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا ان کی حالت) جن کو اس کے علم کا ذمہ دار اور اس کے احکام پر عمل کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا۔ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا (پھر انہوں نے اس پر عمل نہ کیا) پس گویا انہوں نے اس حکم کی ذمہ داری لی ہی نہیں) كَمَثَلِ الْيَمْرِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا (اس گدھے جیسی ہے جو اپنے اوپر بہت سی کتابیں لادے ہوئے ہو) اسفار جمع سفر بڑی کتاب۔

نَحْوُ: محمل حال ہونے کی وجہ سے محل نصب میں ہے۔ نمبر ۲۔ صفت ہونے کی وجہ سے مجرور ہے۔ کیونکہ حمار حکمنا اس قول میں لئیم کی طرح ہے۔ ولقد امر علی اللئیم یسبنی۔ یسبنی جملہ اس کی صفت ہے۔ اس آیت میں یہود کو گدھے سے تشبیہ دی۔ کہ وہ تورات کو اٹھانے والے اس کے ذمہ دار اور اس کو پڑھنے والے اور جو کچھ اس میں ہے اس کو یاد کرنے والے ہیں۔ مگر اس پر عامل نہیں ہیں۔ اور اس کی آیات سے نفع اٹھانے والے نہیں ہیں۔ اور وہ اس طرح ہے کہ تورات میں رسول اللہ ﷺ کی صفات اور بشارت لکھی ہے۔ مگر یہ اس پر ایمان نہیں رکھتے۔ اس گدھے سے تشبیہ دی جو علم کی بڑی بڑی کتابیں اٹھانے والا ہو۔ اور ان کو لے کر وہ جا رہا ہو۔ وہ ان کتابوں کے متعلق اور کچھ نہیں جانتا۔ سوائے اس تکلیف و تھکاوٹ کے جو بوجھ کی وجہ سے اسے اٹھانی پڑ رہی ہے۔ ہر وہ شخص جو علم پڑھ رہا ہو مگر اس پر عمل نہ ہو اس کی یہی مثال ہے۔

بِسْمِ مَثَلِ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ (بری حالت ہے ان لوگوں کی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا) یعنی نمبر ۱: حالت کے لحاظ سے بری حالت اس قوم کی ہے۔ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا۔ نمبر ۲۔ بدترین جھٹلانے والی قوم کی

مثال ان جیسی ہے۔ اور اس سے مراد یہود ہیں۔ جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی نبوت کی صحت و درستی پر دلالت کرنے والی آیات کو جھٹلادیا۔ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ (اور اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا) یعنی جبکہ انہوں نے ظلم کو پسند کر لیا۔ نمبر ۲۔ ان کو ہدایت نہیں دیتا جن کے متعلق اس کے علم میں ظالم ہونا لکھا جا چکا ہے۔

۶: قُلْ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ هَادُوا (آپ کہہ دیجئے اے یہودیو!) هَادٍ - جبکہ وہ یہودیت اختیار کر لے۔ اِنْ زَعَمْتُمْ اَنْكُمْ اَوْلِيَاءُ لِلّٰهِ مِنْ دُونِ النَّاسِ فَتَمَنَّوْا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (اگر تم یہ دعویٰ کرتے ہو کہ بلا شرکت غیرے تم اللہ تعالیٰ کے محبوب ہو تو تم موت کی آرزو کرو) تاکہ تم جلد قرب میں پہنچ جاؤ (اگر تم سچے ہو)۔ یہود کہا کرتے تھے۔ نحن ابناء الله واحباءه [المائدہ: ۱۸] یعنی اگر تمہاری بات درست ہے۔ اور تمہیں یقین ہے تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمنا کرو کہ وہ تمہیں موت دے کر جلدی سے اپنی عزت و کرمات کے مقام میں منتقل کر دے جو اس نے اپنے اولیاء کیلئے تیار کی ہے۔ پھر فرمایا:

۷: وَلَا يَتَمَنَّوْنَ اَبَدًا بِمَا قَدَّمْتْ اَيْدِيْهِمْ (وہ کبھی موت کی تمنا نہ کریں گے بوجہ ان اعمال کے جو انہوں نے اپنے ہاتھوں سے کیے ہیں) اس سبب سے کہ انہوں نے کفر کر کے آگے بھیجا۔

نَحْوًا: لا۔ لن میں نفی مستقبل کرنے میں کوئی فرق نہیں۔ البتہ لن کی نفی میں جو تاکید اور تشدید ہے۔ وہ لا میں نہیں پائی جاتی۔ اس لئے کبھی تو وہ تاکید شدید والا لفظ لائے۔ ولن يتمنوه [البقرہ: ۹۵] اور کبھی دوسرے الفاظ لائے جیسا یہاں ولا يتمنونه واللہ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ (اور اللہ تعالیٰ ان ظالموں کی حالت کو خوب جانتے ہیں) اس میں ان کو وعید سنائی گئی ہے۔

قُلْ إِنَّ الْمَوْتَ الَّذِي تَفِرُّونَ مِنْهُ فَإِنَّهُ مُلْقِيكُمْ ثُمَّ تُرَدُّونَ إِلَىٰ عِلْمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ

آپ فرمادیجئے کہ بیشک موت جس سے تم بھاگتے ہو وہ ضرور تم سے ملاقات کرے گی پھر تم لوٹا دیئے جاؤ گے غیب اور شہادت کے جاننے والے

فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۗ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ

کی طرف سو وہ تمہیں تمہارے اعمال سے باخبر کر دے گا۔ اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لئے اذان دی جائے

فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۗ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۙ ۙ فَإِذَا

تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو اور بیع کو چھوڑ دو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو پھر جب

قُضِيَ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ

نماز کی ادائیگی ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کے فضل سے تلاش کرو اور اللہ کو خوب زیادہ یاد کرو

كثِيرًا الْعَلَمُ تَفْلِحُونَ ۙ ۙ وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا ۗ

تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ اور جب وہ کسی تجارت یا لہو کی چیز کو دیکھتے ہیں تو اس کی طرف دوڑ جاتے ہیں اور آپ کو کھڑا ہوا چھوڑ جاتے ہیں۔

قُلْ مَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ مِنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ۗ وَاللَّهُ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ۙ ۙ

آپ فرمادیجئے کہ جو چیز اللہ کے پاس ہے وہ ایسے لہو اور تجارت سے بدرجہا بہتر ہے اور اللہ سب سے اچھا روزی پہنچانے والا ہے۔

۸: قُلْ إِنَّ الْمَوْتَ الَّذِي تَفِرُّونَ مِنْهُ (آپ کہہ دیجئے کہ جس موت سے تم بھاگ رہے ہو) اور تم جرأت نہیں کر رہے۔ کہ تم اس کی تمنا کر لو۔ اس خطرہ کے پیش نظر کہ تم اپنے کفر کے وبال میں پکڑ لیے جاؤ۔ فَإِنَّهُ مُلْقِيكُمْ (وہ ایک دن تمہیں آپکڑے گی) بہر صورت۔

تجفؤ: جملہ ان کی خبر ہے۔ اور اس پر فاء اس لئے آئی ہے کیونکہ الذی شرط کے معنی کو متضمن ہے۔

ثُمَّ تُرَدُّونَ إِلَىٰ عِلْمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ (پھر عالم الغیب والشہادۃ کی طرف تم کو لے جایا جائے گا۔ پھر وہ تم کو تمہارے سب کیے کام بتلا دے گا) پھر تم جس سزا کے حقدار ہو گے وہ سزا دے گا۔

نداء جمع:

۹: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ (اے ایمان والو! جب جمعہ کے روز نماز جمعہ کیلئے اذان دی جایا کرے) النداء: اذان، من یہ اذا کا بیان ہے۔ اور اسکی تفسیر ہے۔ یوم جمعہ یہ دنوں کا سردار ہے۔ حدیث میں وارد ہے۔ جو آدمی

جمعہ کے دن فوت ہوا اس کے لئے شہید کا اجر لکھا جائے گا۔ اور اس کو فتنہ قبر سے بچالیا جائیگا۔ (رواہ ابو یعلیٰ فی مسندہ: ۳۱۱۳) فَاَسْعُوا (تو تم اللہ تعالیٰ کی یاد کی طرف (فوراً) چل پڑا کرو) اسعوا اور امضوا جانے اور چلنے کے معنی میں ہے۔ اور ایک قراءت میں اس طرح آیا ہے۔ قول فراء السعی، الممضی، الذہاب، ان کا معنی ایک ہے۔ اس سے مراد تیزی سے چلنا نہیں ہے۔

إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ (اللہ کے ذکر کی طرف) ذکر اللہ سے مراد جمہور علماء کے نزدیک خطبہ ہے۔

استدلال ابو حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ:

اسی سے آپ نے استدلال فرمایا ہے کہ اگر خطیب نے صرف الحمد للہ کے الفاظ خطبے میں کہہ کر اسی پر اکتفاء کر لیا تو یہ جائز ہے (کیونکہ الحمد للہ ذکر اللہ میں شمار ہوتا ہے) وَذَرُوا الْبَيْعَ (اور خرید و فروخت کو چھوڑ دو) یہاں اصل اس بات کا حکم دینا مقصود ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کرنے والے امور مثلاً دنیا کے مشاغل ان کو چھوڑ دو۔ البتہ ان مشاغل میں سے بیع کو خاص اس لئے کیا گیا۔ کیونکہ جمعہ کے دن بیع و شراء زوال کے وقت کثرت سے ہوتی ہے۔ پس ان کو فرمایا گیا آخرت کی تجارت میں جلدی کرو۔ اور دنیا کی تجارت کو چھوڑ دو اور اللہ تعالیٰ کی یاد کی طرف جلد لپکو۔ جس سے زیادہ نفع بخش اور فائدہ مند کوئی چیز نہیں ہے۔ وَذَرُوا الْبَيْعَ (اور بیع کو ترک کر دو) جس کا نفع معمولی ہے۔ ذَلِكُمْ (یہ) اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف جانا۔ خَيْرٌ لَّكُمْ (تمہارے لئے بہت زیادہ بہتر ہے) بیع و شراء کے مقابلہ میں۔ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ (اگر تم کو کچھ سمجھ ہو)

فضل اللہ سے مراد:

۱۰: فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ (جب نماز ادا کی جا چکے) فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ (تو زمین میں پھیل جاؤ) یہ امر اباحت کیلئے ہے۔ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ (اور تم اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرو) فضل اللہ سے۔ نمبر ۱۔ رزق مراد ہے۔ نمبر ۲۔ طلب علم نمبر ۳۔ عیادۃ المریض۔ نمبر ۴۔ دینی بھائی کی ملاقات۔ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا (اور اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت کیا کرو) اور اس کا اس بات پر شکر یہ ادا کرو کہ اس نے اپنے فریضہ کی ادائیگی کی توفیق مرحمت فرمائی۔ لَعَلَّكُمْ تَفْلِحُونَ (کامیابی کی امید رکھتے ہوئے)

تجارتی فاصلہ کا واقعہ:

۱۱: وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا بِانْفُسًا إِلَيْهَا (اور جب انہوں نے تجارت اور کھیل تماشا ہوتے دیکھا تو اس کی طرف لپک گئے) آپ سے جدا ہو گئے تقدیر کلام اس طرح ہے۔ واذا راوا تجارة انفسوا اليها اولهوا انفسوا اليه پس ایک فعل کو حذف کر دیا کیونکہ دوسرا اس پر دلالت کر رہا ہے۔ تجارت کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ ان کے لئے اہم ترین تھی۔ (یا جب یہ آیت اتری تو وہ واقعہ تجارتی قافلہ کا ہی تھا)۔

روایت میں ہے کہ مدینہ منورہ میں بھوک اور مہنگائی پھیل گئی دجیہ بن خلیفہ ایک تجارتی قافلہ لے کر شام سے مدینہ پہنچے۔ اس میں زیتون کا تیل وغیرہ تھا۔ یہ جمعہ کا دن تھا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ جمعہ دے رہے تھے۔ پس قافلے کا سن کر تمام چلے گئے صرف

آٹھ افراد باقی رہ گئے یا ۱۲ بارہ افراد رہ گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ اگر یہ تمام نکل جاتے تو اللہ تعالیٰ ان کی وادی کو آگ سے جلا کر خاکستر کر دیتے۔ (رواہ الواحدی فی اسباب النزول ۲۸۶) جب قافلہ آتا تو اس کا استقبال طبل، تصفیق سے کیا جاتا تھا۔ اور لہو سے یہی مراد ہے۔ وَتَرَكُوكَ (اور تمہیں کھڑا چھوڑ دیا) یعنی منبر پر قائمًا (خطبہ دیتے)

مَسْتَلَّةً: اس میں دلیل ہے کہ خطیب کو کھڑے ہو کر خطبہ دینا چاہیے۔ قُلْ مَا عِنْدَ اللَّهِ (ان سے کہو! جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے) یعنی ثواب۔ خَيْرٌ مِنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التَّجَارَةِ وَاللَّهُ خَيْرُ الرَّزَاقِينَ (وہ کھیل تماشے اور تجارت سے بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے) بیع کو ترک کر دینے سے ان کا رزق فوت نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ وہ بہتر رزق دینے والے ہیں۔

الحمد لله سورة الجمعة كالتفسيرى ترجمہ مکمل ہوا۔ یوم الاربعاء ۲۱۔۵۔۲۰۰۳

رُءُءَا اُوْمُوْنَ نَسِيْتُوْهُنَّ اِذْ اُنزِلَتْ عَلَيْهِنَّ اٰيٰتُ رَبِّهِنَّ لَكُوْنًا سُوْرَةُ الْمُنْفِقُوْنَ

سورة المنفقون مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں گیارہ آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِذَا جَاءَكَ الْمُنْفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لِرَسُوْلَةٍ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ

جب منافقین آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ بیشک ہم گواہی دیتے ہیں آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ بیشک آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ گواہی دیتا ہے

اِنَّ الْمُنْفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۝۱ اِتَّخَذُوْا اِيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوْا

کہ منافقین جھوٹے ہیں۔ انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا لیا سو انہوں نے اللہ کی راہ سے روک دیا بیشک یہ لوگ جو کرتے ہیں برا عمل

يَعْمَلُوْنَ ۝۲ اِنَّكَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اَمْنُوْا تَمْ كُفْرًا وَافْطَبِعْ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝۳ وَاِذَا رَاٰتِهِمْ

کرتے ہیں یہ اس سبب سے کہ وہ ایمان لائے پھر کافر ہو گئے پھر ان کے دلوں پر مہر مار دی گئی لہذا وہ نہیں سمجھتے اور جب آپ انہیں دیکھیں گے

تَعْجَبُكَ اَجْسَامُهُمْ ۝۴ وَاِنْ يَقُوْلُوْا سَمِعْنَا لِقَوْلِهِمْ كَاْنَهُمْ حَشَبٌ مُّسْتَدَةً ۝۵ يَحْسَبُوْنَ كُلَّ

تو ان کے جسم آپ کو جیسے معلوم ہوں گے اور اگر وہ باتیں کرنے لگیں گے تو آپ ان کی بات سننے کی طرف دھیان دیں گے گویا کہ وہ کھڑیاں ہیں جو ٹیک لگا کر کھڑی گئی ہیں وہ ہر چیخ و

صِيْحَةٍ عَلَيْهِمْ هُمُ الْعٰدُوْنَ فَاحْذَرُوْهُمْ قَتَلَهُمُ اللّٰهُ اِنْ يُّوْفِكُوْنَ ۝۶ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ

اپنے اوپر خیال کرتے ہیں یہ دشمن ہی ہیں سو آپ ان سے ہوشیار رہیے۔ اللہ ان کو بلاک کرے کہاں پھرے جارہے ہیں اور جب ان سے کہا گیا کہ آ جاؤ اللہ کا رسول

لَكُمْ رَسُوْلٌ اللّٰهُ لَوْ وَاْرءَوْسَهُمْ وَاْتَيْتَهُمْ يَصِدُوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ۝۷ سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ

تمہارے لئے استغفار کرے تو وہ اپنے سروں کو موڑ لیتے ہیں اور آپ انہیں دیکھیں گے کہ وہ تکبر کرتے ہوئے بے رخی کر رہے ہیں برابر ہے

اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝۸

کہ آپ ان کے لئے استغفار کریں یا نہ کریں بلاشبہ اللہ انہیں نہیں بخشنے گا بے شک اللہ ہدایت نہیں دیتا فاسقوں کو

اِذَا جَاءَكَ الْمُنْفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ (جب یہ منافق آپ کے پاس آتے ہیں۔ تو کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں)

لِرَسُوْلِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لِرَسُوْلَةٍ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنْفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ (کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کو

یہ معلوم ہے کہ آپ بلاشبہ اس کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ شہادت دیتا ہے کہ منافقین بلاشبہ اس قول میں جھوٹے ہیں)۔

جھوٹی شہادت:

قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ الْآيَةَ سے منافقین کی مراد ایسی شہادت تھی کہ جس میں زبانوں کے ساتھ ان کے دل بھی موافقت کرنے والے ہیں۔ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ یعنی اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ وہ معاملہ بالکل اسی طرح ہے جیسا ان کا قول إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ دلالت کر رہا ہے۔ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنْفِقِينَ لَكَاذِبُونَ وہ زبان و دل کی موافقت کے دعویٰ میں جھوٹے ہیں۔ نمبر ۲۔ انہم لکاذبون فیہ۔ وہ اس میں جھوٹے ہیں۔ کیونکہ جب شہادت زبان و دل کی موافقت سے خالی ہو تو وہ شہادت ہی نہیں رہتی۔ پس اس کا نام شہادت قرار دینے میں وہ جھوٹے ہیں۔ نمبر ۳۔ وہ اپنے نفسوں کے ہاں جھوٹے ہیں۔ کیونکہ ان کا اعتقاد یہ ہے۔ کہ ان کا قول انک لرسول اللہ یہ کذب ہے۔ اور ایسی خبر ہے جو مخبر عنہ کی حالت کے برخلاف ہے۔

۲: اتَّخَذُوا أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً (انہوں نے اپنی قسموں کو سپر بنا رکھا ہے) یعنی قتل و قید سے بچانے کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔

مَنْبَتَهُ: اس میں دلیل ہے کہ اشہد یمین ہے۔ فَصَدُّوا (پھر دوسروں کو بھی روکتے ہیں) عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ (اللہ تعالیٰ کی راہ سے) اسلام سے نفرت دلاتے ہیں۔ اور لوگوں کو اشتباہ میں مبتلا کرتے ہیں۔

إِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (ان کے یہ اعمال بہت ہی برے ہیں) منافقت سے مراد لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکنا۔ ساء میں تعجب کا معنی ہے تاکہ سامعین کے ذہنوں میں ان کے اس معاملے کو انتہائی برا سمجھا جائے۔

منافقین کا طرز عمل:

۳: ذَلِكَ (یہ بات) اس کا اشاریہ ساء ما كانوا يعملون ہے۔ مطلب یہ ہے یہ قول اس بات پر شاہد عدل ہے کہ وہ عملی اعتبار سے لوگوں میں سب سے بدترین ہیں۔ بِأَنَّهُمْ (اس وجہ سے ہے کہ یہ لوگ) ای بسبب انہم۔ اس سبب سے کہ وہ اٰمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا (ایمان لائے پھر کافر ہو گئے) نمبر ۲۔ ان کے جو حالات منافقت و کذب اور ایمان کو دنیاوی اغراض کیلئے بطور ڈھال استعمال کرنا وغیرہ تمام کام اس سبب سے ہیں کہ انہوں نے پہلے اپنی زبانوں سے کلمہ شہادت کا اقرار کیا اور اسلام میں داخل ہونے والے جیسا عمل تو کیا مگر پھر کافر ہو گئے ان کا کفر ان کے اس قول میں ظاہر ہو گیا۔ ان کان ما يقوله محمد حقا فنحن حمير (اگر محمد ﷺ کی بات سچی ہے تو ہم گدھے ہوئے) وغیر ذلک۔ نمبر ۳۔ مؤمنوں کے پاس تو ایمان کا اقرار کیا پھر اپنے سرداروں کے پاس اسلام سے استہزاء کرتے ہوئے کفر بک دیا۔ جیسا فرمایا: واذا لقوا الذين آمنوا قالوا آمنا الآية [بقرہ: ۱۳۰] فَطُبِعَ عَلَى قُلُوبِهِمْ (پس ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی) ان کے نفاق کی سزا کے طور پر ان کے دلوں کو مہر کر کے بند کر دیا گیا ایمان اس میں داخل ہو نہیں سکتا۔ فَهُمْ لَا يَفْقَهُونَ (پس اس سبب سے کہ وہ حق کو نہیں سمجھتے) وہ غور و فکر نہیں کرتے یا ایمان کی صحت کو جانتے ہی نہیں۔

منافقین کی دوغلی پالیسی:

۴: وَإِذَا رَأَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ أَجْسَامُهُمْ (جب آپ ان کو دیکھیں تو ان کے قد و قامت خوشنما معلوم ہوں) گ کا خطاب رسول اللہ ﷺ کو فرمایا گیا۔ نمبر ۲۔ ہر مخاطب مراد ہے۔ وَإِنْ يَقُولُوا تَسْمَعُ لِقَوْلِهِمْ (اگر وہ بات کہیں تو آپ ان کی بات سن لیں) عبد اللہ بن ابی نجیم جسیم خوبصورت فصیح الکلام آدمی تھا۔ کچھ دیگر منافق بھی اسی ڈیل ڈول کے تھے۔ پس جب وہ مجلس نبوی ﷺ میں حاضر ہوتے۔ پس وہ اس میں ٹھاٹھ سے بیٹھتے۔ پر شوکت مناظر اور فصیح زبانوں سے بولتے۔ نبی اکرم ﷺ اور حاضرین مجلس ان کی شکلوں اور صورتوں پر تعجب کرتے اور ان کی گفتگو کی طرف کان لگاتے۔ كَانَهُمْ خُشْبٌ مِّنْ سَنَدَةٍ (گویا کہ وہ لکڑیاں ہیں جو دیوار کے سہارے کھڑی ہیں)

بجھو: یہ ہم کی وجہ سے حالت رفی میں ہے۔ ای ہم کانہم خشب مسندۃ۔ نمبر ۲۔ جملہ مستانفہ ہے جس کا کوئی محل اعراب نہیں۔ مسندۃ سے مراد دیوار کے ساتھ کھڑا ہونا۔ ان کے ٹیک لگانے کو دیوار کے ساتھ کھڑی لکڑی کے ساتھ تشبیہ دی کہ وہ صرف خول ہیں۔ جو اندر سے ایمان و خیر سے خالی ہیں۔

وجہ تشبیہ:

جب لکڑی سے فائدہ حاصل کیا جاتا ہے تو وہ لکڑی چھت یا دیوار یا دیگر ضروریات میں صرف کی جاتی ہے اور جب اس کی ضرورت نہیں ہوتی تو دیوار کے ساتھ اس کو کھڑا کر دیا جاتا ہے۔ گویا عدم فائدہ میں اس لکڑی سے تشبیہ دی۔ یا لکڑی بے جان ہوتی ہے۔ تو یہ بھی شکلیں ہیں ان میں روح ایمان نہیں۔ اجسام ہیں ان میں عقل کا ذرہ نہیں۔

قراءت: ابو عمرو سوائے عباس علی کے خُشْبٌ پڑھا۔ جمع خشبة جیسے بَدَنَةٌ وَبُدْنٌ اور خُشْبٌ یہ ثمرۃ و ثَمَرٌ کی طرح ہے۔ يَحْسَبُونَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ (وہ شور و پکار کو اپنے اوپر پڑنے والی خیال کرتے ہیں) کل صیحة یہ مفعول اول ہے۔

اور علیہم دوسرا مفعول ہے۔ اور کلام پورا ہے۔ ای يحسبون كل صيحة واقعة عليهم۔ ضارة لهم لجنهم و رعبهم مطلب یہ ہے جب لشکر کی طرف ان کو آواز دی جاتی ہے۔ یا کوئی جانور بھاگ جاتا ہے یا گمشدہ چیز کو ڈھونڈنے کیلئے آواز لگائی جاتی ہے تو ان کا خیال یہ ہوتا ہے کہ یہ مصیبت ان پر آن پڑی ہے۔ پھر فرمایا هُمُ الْعَدُوُّ (یہی لوگ دشمن ہیں) یعنی یہ عدوات میں کامل ہیں۔ کیونکہ سب سے بڑا دشمن اندر گھسا ہوا دشمن ہے۔ جو معاملات میں تیرے ساتھ شریک ہو اور اس کی پسلیوں میں مخالفت کی بیماری گھسی ہو۔ فَاخْذَرْتَهُمْ (پس ان سے محتاط رہو) ان کے ظاہر پر دھوکہ نہ کھانا۔ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ (اللہ تعالیٰ ان کو غارت کرے) یہ ان کے متعلق بددعا ہے۔ نمبر ۲۔ ایمان والوں کو تعلیم دی کہ ان کے حق میں یہ بددعا کریں۔ اَنَّى يُوَفِّكُونَ (کہاں پھرے چلے جاتے ہیں) وہ حق سے کس طرح عدول کرنے والے ہیں۔ اس میں ان کی جہالت و ضلالت پر تعجب کا اظہار کیا گیا۔

۵: وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولُ اللَّهِ لَوَّارًا وَرَأَوْا سُهُمْ (جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس

آؤ۔ تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ استغفار کریں تو وہ اپنے سر پھیر لیتے ہیں) ان کو موڑتے اور اس سے اعراض کرتے ہوئے اور تکبر کرتے ہوئے ان کو مائل کرتے ہیں۔

قرأت: نافع نے کوؤا تخفیف سے پڑھا ہے۔

غزوة بنو مصطلق اور منافقین کی بدزبانی:

وَرَأَيْتَهُمْ يَصُدُّونَ (اور آپ ان کو دیکھیں گے کہ وہ بے رخی کرتے ہیں) اعراض کرتے ہیں۔ وَهُمْ مُسْتَكْبِرُونَ (تکبر کرتے ہوئے) معذرت اور استغفار سے۔ روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے جب بنو مصطلق کو مریسح کے مقام پر جالیا۔ (یہ پانی کا نام ہے) اور ان کو شکست دی۔ ان کے کچھ آدمی قتل ہوئے۔ تو جب جہا بن سعید اجیر عمر رضی اللہ عنہ اور سنان جہنی حلیف ابن ابی کا پانی پر جھگڑا ہو گیا۔ جب جہا نے یاللمہاجرین اور سنان نے یاللانصار کہہ کر آواز دی۔ تو فقراء مہاجرین میں سے جعال نے اس کی مدد کرتے ہوئے سنان کو تھپڑ مارا۔ اس پر عبد اللہ نے جعال کو کہا تیری کیا مجال! ہم نے محمد کا اس لئے ساتھ نہیں دیا کہ ہم تھپڑ کھائیں۔ ہماری اور ان کی مثال تو ایسی ہے جیسے کسی نے کہا: سمن کلبك یا كلك۔ اپنے کتے کو پا لوتا کہ وہ تمہیں کانے۔ سنو! اللہ کی قسم! اگر ہم مدینہ لوٹ کر گئے تو ہم میں سے زیادہ عزت والے وہاں سے ذلت والوں کو نکال باہر کریں گے۔ الاعز سے اپنا آپ اور الاذل سے رسول اللہ ﷺ کی ذات مراد لی۔ پھر اپنی قوم کو خطاب کر کے کہنے لگا۔ اللہ کی قسم اگر تم جعال اور اس کے ساتھ والوں کو بچا ہوا کھانا نہ دیتے تو آج وہ تمہاری گردنوں پر سوار نہ ہوتے۔ ان پر خرچ بند کر دو یہاں تک کہ یہ محمد کے ارد گرد سے بھاگ جائیں۔ یہ باتیں زید بن ارقم نو عمر صحابی نے سنیں۔ اور منہ پر عبد اللہ کو کہا تو ذلیل ہے۔ اور حقیر اور اپنی قوم کا مبغوض انسان ہے۔ محمد ﷺ رحمان کی طرف سے باعزت اور مسلمانوں کے ساتھ قوت و شوکت والے ہیں۔ عبد اللہ نے کہا تو خاموش ہو جا تو تو کھلونا پتلی ہے۔ زید رضی اللہ عنہ نے رسول ﷺ کو آ کر اطلاع دی۔ اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ مجھے اجازت دیں کہ میں اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ آپ نے فرمایا اس میں بیثرب کے بہت سے ناک بگڑ جائیں گے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ اگر مہاجرین کے ہاتھوں قتل مناسب نہیں تو کسی انصاری کو اس پر مقرر فرما دیں۔ آپ نے فرمایا۔ اگر ایسا ہوا تو اس بات کا کیا جواب ہوگا کہ محمد تو اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے عبد اللہ کو بلوا کر فرمایا۔ تو نے یہ بات کہی ہے۔ جو مجھے پہنچائی گئی ہے تو اس نے کہا اللہ کی قسم! جس نے آپ پر کتاب اتاری۔ میں نے اس میں سے ذرہ بھر بات نہیں کی۔ اور زید جھوٹ بولتا ہے۔ پس یہی اس کا قول اتخذوا ایمانہم جنۃ میں نقل کر دیا گیا ہے۔ (جھوٹ بول کر اپنے کو بچالیا) حاضرین نے کہا یا رسول اللہ ہمارا یہ شیخ اور بڑا ہے۔ ایک چھوٹے بچے کی بات اس کے متعلق قبول نہ فرمائیں۔ ہو سکتا ہے بچے کو وہم ہو گیا ہو۔

جب آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے زید کو فرمایا اے نوجوان! اللہ تعالیٰ نے تمہیں سچا کر دیا اور منافقین کو جھوٹا ثابت کر دیا۔ جب عبد اللہ کا کذب ظاہر ہو گیا۔ اور اس کو کہا گیا تمہارے متعلق بڑی سخت آیات اتریں ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جا کر اپنے لئے استغفار کرواؤ۔ تو اس نے سر موڑ لیا۔ پھر یہ آیت اتری۔ واذا قيل لهم تعالوا يستغفر لكم رسول الله۔

هُمُ الَّذِينَ يَقُولُونَ لَا تُنْفِقُوا عَلَيَّ مِنْ عِنْدِ رَسُولِ اللَّهِ حَتَّىٰ يَنْفَضُوا وَيَلَّ اللَّهُ خَزَائِنُ السَّمَوَاتِ

یہ لوگ وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ ان لوگوں پر خرچ نہ کرو جو اللہ کے رسول کے پاس ہیں یہاں تک کہ وہ منتشر ہو جائیں اور اللہ ہی کے لئے ہیں خزانے زمین کے

وَالْأَرْضِ وَلَكِنَّ الْمُنْفِقِينَ لَا يَفْقَهُونَ ۗ يَقُولُونَ لِنُ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ

اور آسمان کے لیکن منافقین نہیں سمجھتے وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینہ واپس ہو گئے تو عزت والا

الْأَعْرَضُ مِنْهَا الْأَذَلُّ وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلَّذِينَ آمَنُوا مِنَ الْمُنْفِقِينَ يُرِيدُونَ أَنْ يَكْفُرُوا بِاللَّهِ وَالرَّسُولِ لِيُرْجُوا

ذلت والے کو کال دے گا اور اللہ ہی کے لئے ہے عزت اور رسول کے لئے اور مؤمنین کے لئے لیکن منافقین نہیں جانتے۔

يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ

اے ایمان والو! تمہارے اموال اور اولاد تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں اور جو شخص ایسا کرے گا

فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ ۙ وَأَنْفِقُوا مِنْ مَّا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ

سو یہ لوگ وہ ہیں جو نقصان میں پڑنے والے ہیں اور جو کچھ ہم نے تمہیں دیا اس میں سے خرچ کرو اس سے پہلے کہ تمہیں موت آ جائے

فَيَقُولَ رَبِّ لَوْلَا أَخَّرْتَنِي إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ فَأَصَّدَّقَ وَأَكُنْ مِنَ الصَّٰلِحِينَ ۙ

سو وہ کہے گا کہ اے میرے رب آپ نے تمہاری مدت کے لئے مجھے کیوں مہلت نہ دی میں صدقہ کرتا اور صالحین میں سے ہو جاتا

وَلَنْ يُؤَخِّرَ اللَّهُ نَفْسًا إِذَا جَاءَ أَجَلُهَا وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۙ

اور اللہ ہرگز کسی جان کو مہلت نہ دے گا جب اسکی اجل آ جائے اور اللہ تمہارے کاموں سے باخبر ہے۔

زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ وہ بیمار ہو کر مر گیا۔ (واحدی فی اسباب النزول: ۲۸۷) (اصل القصة فی الصحیحین)

۶: سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ (اب آپ ان کے لئے استغفار کریں یا نہ کریں۔ ان کے حق میں دونوں برابر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز معاف نہ کرے گا) جب تک وہ نفاق پر مداومت اختیار کرنے والے ہیں۔ مطلب یہ ہے۔ استغفار اور عدم استغفار ان کے حق میں برابر ہے کیونکہ وہ اس کی طرف توجہ نہیں کرتے اور نہ ہی اس کو کوئی حیثیت دیتے ہیں۔ اس کا سبب کفر ہے۔ نمبر ۲۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ان کو نہ بخشیں گے اس لئے ان کے حق میں استغفار اور عدم استغفار برابر ہے۔

قرآنت: استغفرت حرف استفہام کو حذف کر کے پڑھا گیا۔ کیونکہ ام جو دو میں سے ایک کیلئے آتا ہے۔ وہ اس پر دلالت کرتا ہے۔ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِينَ (بیشک اللہ ایسے نافرمانوں کو توفیق ہدایت نہیں دیتا)

۷: هُمْ الَّذِينَ يَقُولُونَ لَا تَنْفِقُوا عَلَيَّ مَنْ عِنْدَ (یہ وہی لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ جو لوگ رسول اللہ) رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰی يَنْفِقُوْا (کے پاس جمع ہیں ان پر کچھ خرچ مت کرو۔ یہاں تک کہ وہ آپ ہی منتشر ہو جائیں) يَنْفِقُوْا کا معنی منتشر و متفرق ہونا۔ وَلِلّٰهِ خَزَايْنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اور اللہ تعالیٰ کے پاس آسمان و زمین کے خزانے ہیں) یعنی رزق اور تقسیم رزق اسی کے قبضہ میں ہے۔ وہی انکار ازق ہے۔ اگر اہل مدینہ ان پر خرچ کرنے سے انکار کر دیں گے۔ وَلٰكِنَّ الْمُنْفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ (لیکن یہ منافق سمجھتے نہیں) لیکن عبد اللہ بن ابی اور اس کے ہم مثل جاہل ہیں۔ وہ اس بات کو نہیں سمجھتے۔ پھر ہر وہ بات بک دیتے ہیں جو ان کے منہ میں آتی ہے۔ اور جو شیطان ان کے لئے مزین کرتا ہے۔

دوسری بدزبانی:

۸: يَقُولُونَ لَیْنُ رَجَعْنَا (وہ کہتے ہیں اگر ہم مدینہ کو لوٹ کر پہنچے) غزوة بنو مصطلق سے واپس مدینہ پہنچے۔ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيَسْخِرْنَ الْاَعْرَابُ مِنْهَا الْاَذَلَّ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ (تو جو عزت والا ہوگا وہ ذلت والے کو مدینے سے نکال کر باہر کر دے گا۔ عزت تو اللہ) عزت یعنی غلبہ اور قوت وَلِرَسُوْلِهِ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ (اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کو حاصل ہے) جس کو اللہ تعالیٰ عزت دے اور ان کی تائید اپنے رسول اور مؤمنین سے کروائے۔ اور وہ عزت کے ساتھ خاص ہیں۔ جیسا کہ ذلت، بزدلی شیطان اور اس کے حمایتی کفار و منافقین کیلئے ہے۔

بعض صالحات کا مقولہ:

ان کو پھٹے پرانے کپڑوں میں دیکھا۔ تو انہوں نے کہا کیا تم اسلام پر نہیں ہو۔ انہوں نے کہا اسلام وہ عزت ہے۔ جس کے ہوتے ہوئے کوئی ذلت نہیں اور ایسا غناء ہے جس کے ہوتے ہوئے کوئی فقر نہیں۔

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کا قول:

ایک آدمی نے ان کو کہا۔ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ تم میں تکبر ہے۔ آپ نے فرمایا یہ تکبر نہیں بلکہ یہ عزت ہے اور یہ آیت تلاوت فرمائی۔ وَلٰكِنَّ الْمُنْفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (لیکن منافقین یہ بات جانتے نہیں)۔

۹: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ (اے ایمان والو! تم کو تمہارے مال غافل نہ کر دیں) لَا تُلْهِكُمْ تَمَهِيْنَ مشغول نہ کر دیں۔ اموال یعنی اموال میں لین دین اور اس کو بڑھانے کی کوشش اور اس پر نفع کی طلب۔ وَلَا اَوْلَادُكُمْ (اور نہ تمہاری اولادیں) اور تمہارا ان سے خوش ہونا اور ان پر شفقت کرنا اور ان کی امداد کیلئے کھڑے ہونا عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی یاد سے) یعنی صلوات خمس یا قرآن مجید کے وَمَنْ يَّفْعَلْ ذَلِكَ (اور جو ایسا کریں گے) وہ دین ترک کر کے دنیا میں مشغول ہو جائیں گے۔

ایک قول یہ ہے:

کہ جو آدمی اپنے اموال کو بڑھانے کی طرف متوجہ ہے۔ مگر اپنے احوال کی طرف توجہ نہیں دیتا۔ اور آخرت کی درستی کی بجائے اولاد کی رضامندی میں مشغول ہے۔ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ (وہی ناکام رہنے والے ہوں گے) اپنی اس تجارت میں اس لئے کہ انہوں نے فانی کے بدلے باقی کو بیچ ڈالا۔

موت سے پہلے خرچ کر لو:

۱۰: وَأَنْفِقُوا مِنْ مَّا رَزَقْنَاكُمْ (اور ہم نے جو کچھ تم کو دیا۔ اس میں سے کچھ (حقوق واجبہ کی ادائیگی میں) خرچ کرو) مِنْ يَهْتَدِي سَبِيلَهُ (جو سیدھے راستے پر چلتا ہے)۔ مراد اس سے انفاق واجب علی الواجب ہے۔ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ (اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کی موت آکھڑی ہو) یعنی من قبل ان یروی دلائل الموت اس سے پہلے کہ وہ موت کے آثار دیکھے اور ان معاونتوں کو جو مہلت سے مایوس کرنے والی ہوں در آنحالیکہ اس پر خرچ کرنا بھی مشکل ہو۔ فَيَقُولُ رَبِّ لَوْلَا أَخَّرْتَنِي (پھر وہ حسرت سے کہنے لگے اے میرے رب مجھے تھوڑی سی اور مہلت کیوں نہیں دی) آپ نے میری موت کو مؤخر کیوں نہ کر دیا۔ اِلَىٰ اٰجَلٍ قَرِيْبٍ (ایک قریبی زمانہ تک) فَاصْدَقْ (کہ میں خیر خیرات کر دیتا) میں صدقہ کر لیتا۔

نَحْوُ: یہ لولا کا جواب ہے۔ وَأَكُنْ مِنَ الصَّٰلِحِيْنَ (اور نیک کام کرنے والوں میں شامل ہو جاتا) الصالحین سے مؤمنین مراد ہیں۔ یہ آیت ایمان والوں کے متعلق نازل ہوئی۔ ایک قول یہ ہے: یہ منافقین کے متعلق اتری۔

قراءت: وَاكُونَ ابوعمر نے نصب کے ساتھ پڑھا اور لفظ پر عطف کیا۔ اور جزم موضع اصدق پر عطف کی وجہ سے ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا ان اختر تنی اصدق واکن۔

۱۱: وَلَنْ يُؤَخِّرَ اللَّهُ نَفْسًا (اور اللہ تعالیٰ کسی شخص کو مہلت نہیں دیتا) موت سے اِذَا جَاءَ اٰجَلُهَا (جبکہ اس کی میعاد ختم ہونے پر آجاتی ہے) جو لوح محفوظ میں لکھی جا چکی ہے۔ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ (اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب کاموں کی پوری خبر ہے) قراءت: حماد و یحییٰ نے یعملون پڑھا ہے۔ مطلب یہ ہوگا جب تمہیں معلوم ہے۔ کہ موت کی اپنے وقت سے تاخیر کا کوئی راستہ نہیں۔ اور وہ اچانک ہجوم کر کے آجانے والی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سارے اعمال کا علم ہے۔ پس وہ ترک واجبات پر خود سزا دیں گے۔ اب تو صرف اتنی بات باقی رہ گئی کہ آدمی جلد از جلد اپنے واجبات و فرائض سے بری الذمہ ہونے کی کوشش کرے۔ اور اللہ تعالیٰ کی ملاقات کی تیاری کرے۔

الحمد لله سورة المنافقون کا تفسیری ترجمہ مکمل ہوا۔

سُورَةُ التَّغَابُنِ نَبِيَّتُهَا مِنْ ثَمَانِي عَشْرَةَ آيَةً وَفِيهَا كُرُوعٌ

سورۃ التغابن مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اور ایک قول کے مطابق مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں اٹھارہ آیات اور دو کروع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ

سب چیزیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اللہ کی پاکی بیان کرتی ہیں اس کی سلطنت ہے اور وہی تعریف کے لائق ہے اور وہ ہر چیز پر

شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۱ هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كٰفِرٌ وَمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

قادر ہے وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا سو تم میں بعض کافر ہیں اور بعض مومن ہیں اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو

بَصِيْرٌ ۲ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوْرَكُمْ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۳

دیکھ رہا ہے۔ اس نے پیدا فرمایا آسمانوں کو اور زمین کو حق کے ساتھ اور تمہاری صورتیں بنا دیں سو اچھی بنائیں اس کی طرف لوٹ جانا ہے۔

يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسْرُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذٰتِ

وہ جانتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور وہ سب اعمال کو جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو اور اللہ سینے کی باتوں کو

الصُّدُوْرِ ۴ اَلَمْ يٰۤاَتِكُمْ نَبِۤؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ فذٰقُوْا وِجَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ

جاننے والا ہے۔ کیا تمہارے پاس ان کافروں کی خبر نہیں آئی جو ان سے پہلے تھے سو انہوں نے اپنے اعمال کا وبال کھچ لیا اور ان کے لئے

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۵ ذٰلِكَ بِاَنَّهُ كَانَتْ تٰتِيْهِمْ رَسٰلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْا اِبْرٰهِيْمَ هٰدُوْنَا وَاِنَّا

دردناک عذاب ہے۔ یہ اس وجہ سے کہ بیشک ان کے پاس ان کے رسول کھلے ہوئے بیانات لائے تھے سو انہوں نے کہا کیا ہمیں آدمی ہدایت دیں گے

فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَاَسْتَغْنٰۤى اللّٰهُ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۶ زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَن لَّنْ

سو انہوں نے تمرا اختیار کیا اور اعراض کیا اور اللہ نے بے نیازی کا معاملہ کیا اور اللہ بے نیاز ہے اور حمد کا مستحق ہے۔ کافروں نے یہ خیال کیا کہ وہ ہرگز نہیں

يُبْعَثُوْنَ اَقْلٰۤى بَلٰۤى وَاَسْتَعِزُّوْا بِمَا عَمِلْتُمْ وَذٰلِكَ عَلٰى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۷

انھائے جائیں گے آپ فرمادیتے کہ ہاں قسم ہے میرے رب کی کہ تم ضرور ضرور انھائے جاؤ گے اور تمہیں ضرور ضرور تمہارے اعمال سے باخبر کیا جائے گا اور یہ اللہ پر آسان ہے

حقیقی بادشاہی اللہ کی:

۱: يُسَبِّحُ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ (اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہیں جو چیزیں آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں زمین میں ہیں۔ بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے)

آیت میں دونوں ظروف کو مقدم کیا تا کہ ملک و حمد کی خصوصیت اللہ عزوجل کے ساتھ ثابت ہو سکے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ بادشاہی حقیقت میں اسی ہی کی ہے کیونکہ وہ ہر چیز کو ابتداء سے بنانے والا اور اس کو قائم رکھنے والا ہے اور اسی طرح تعریف حقیقی کا حقدار بھی وہی ہے۔ کیوں کہ اصول نعمت اور فروع نعمت اس کی طرف سے میسر ہوئیں۔ باقی دنیا میں جو بادشاہ کہلاتے ہیں۔ یہ اسی نے ان کو تسلط دیا۔ اور نگران بنا دیا۔ اور دوسرے کی تعریف جو تھوڑی بہت کی جاتی ہے وہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت اس کے ہاتھ سے جاری ہوئی۔ اس لئے وہ سب عارضی برائے حصول نعمت بن جانے کی وجہ سے تعریف کیا جانے لگا۔

۲: هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَمِنْكُمْ مُؤْمِنٌ (وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا۔ تم میں سے بعض کافر ہیں اور بعض مؤمن) کافر ہیں یعنی کفر کا ارتکاب کرنے والے اور کفر کرنے والے ہیں۔ اور بعض ایمان لانے والے ہیں۔ ایمان کا فعل کرنے والے ہیں۔ اور اس معنی پر۔ واللہ بما تعملون بصیر دلالت کر رہا ہے۔

اصل نعمتیں دینے والے اللہ ہیں:

وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ (یعنی تمہارے کفر و ایمان کو جاننے والے اور دیکھنے والے ہیں) جو کہ دونوں تمہارے عمل ہیں۔ مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ ہی وہ ذات ہے۔ جنہوں نے اصل نعمتیں اپنے فضل سے عنایت فرمائیں ہیں۔ اور اسی کو عدم سے خلق و ایجاد کہا جاتا ہے۔ لازم یہ تھا کہ تم تمام شکر گزار ہوتے۔ تمہیں کیا ہوا کہ تم نے پارٹی بازی بنالی۔ پس کوئی کافر بن گئے اور کچھ مؤمن؟ کفر کو اولاً لائے۔ کیونکہ اغلب و اکثر کافر ہی ہیں۔ اور اس میں ان لوگوں کی تردید ہے جو یہ کہتے ہیں۔ جیسے (خوارج) کہ کچھ لوگ نہ مؤمن ہیں اور نہ کافر۔ ایک قول یہ ہے وہی ذات جس نے تمہیں پیدا کیا پس بعض تم میں خلق کے انکاری ہیں اور وہ دہریہ ہیں اور بعض تم میں سے اس پر ایمان لانے والے ہیں۔

۳: خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ (اسی نے آسمانوں کو اور زمین کو ٹھیک ٹھیک پیدا کیا) اپنی حکمت بالغہ کے مطابق اور وہ یہ ہے کہ زمین کو مکلفین کے ٹھہراؤ کی جگہ بنا دیا تا کہ وہ عمل کریں اور اللہ تعالیٰ ان کو ان کے اعمال کا بدلہ دیں۔

سب سے زیادہ خوبصورت انسان:

وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُوْرَكُمْ (اور تمہاری صورتیں بنائیں) پس اچھی صورتیں بنائیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمام حیوانات میں سب سے زیادہ شاندار اور خوبصورت بنایا۔ اس کی دلیل نمبر ۱۔ عقلی یہ ہے۔ کہ انسان کبھی بھی یہ تمنا نہیں کرتا کہ اس کی صورت دیگر حیوانات میں سے کسی کی شکل جیسی ہوتی۔ نمبر ۲۔ اس کی حسن صورت کی دلیل یہ بھی کہ سیدھے قد والا بنایا۔ کبڑا، جھکا ہوا

بد صورت، بد شکل نہیں بنایا۔ بے ڈھسی خلقت ہو۔ اس میں بے ڈھبہ پن تو کوئی نہیں۔

درجاتِ حسن:

البتہ یہ ضرور بات ہے کہ حسن کے درجات ہیں۔ سب سے کم درجہ اور اس سے اوپر جن میں ملاحظت نہیں۔ صباحت نہیں مگر حسن سے کوئی خالی نہیں۔

قول حکماء:

دو چیزوں کی کوئی انتہاء نہیں ہے۔ نمبر ۱۔ جمال نمبر ۲۔ بیان۔

وَاللّٰهِ الْمَصِيْرُ (اور اس کی طرف تم سب نے لوٹ کر جانا ہے) پس اپنے بواطن کو خوبصورت بناؤ۔ جیسا اس نے تمہیں خوبصورت شکلیں دیں۔

۳: يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسْرُوْنَ (وہ اس سے بھی واقف ہے جو زمین اور جو آسمان میں ہے۔ اور سب چیزوں) وَمَا تُعْلِنُوْنَ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذٰتِ الصُّدُوْرِ (کو جانتا ہے جو تم پوشیدہ کرتے ہو اور جو تم علانیہ کرتے ہو۔ اور وہ دلوں تک کی باتوں کو جاننے والا ہے) وہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اس کو جانتے ہیں۔ پھر جو بندے بھی چھپاتے اور جو ظاہر کرتے ہیں۔ اس سے بھی واقف ہے۔ پھر وہ سینوں کے رازوں سے واقف ہے۔ کلیات و جزئیات کی کوئی چیز ایسی نہیں جو اس پر مخفی ہو۔ پس اس کا حق یہ ہے کہ اس سے ڈرا جائے اور احتیاط کی جائے۔ اور جو چیز اس کی رضا کے خلاف ہو۔ اس کی جرأت نہ کی جائے۔ علم الہی کو دوبارہ ذکر کرنا درحقیقت یہ وعید کو دوبارہ لانے کی طرح ہے۔ اور وہ تمام جو فمناکم کافرو منکم مؤمن کے بعد ذکر کیا گیا۔ وہ کفر پر وعید ہی کے حکم میں ہے۔ اور اس بات پر انکار ہے کہ خالق کی نافرمانی کی جائے اور اس کی نعمتوں کا شکر یہ نہ ادا کیا جائے۔

۵: اَلَمْ يٰۤاٰتِكُمْ (کیا تم کو نہیں پہنچی) یہ کفار مکہ کو خطاب ہے۔ نَبُوۤا الَّذِيْنَ كَفَرُوۡا مِنْ قَبْلُ (خبر ان لوگوں کی جنہوں نے تم سے پہلے کفر کیا) یعنی قوم نوح، ہود، صالح، لوط۔ فَاَقْوٰ وَاَبَالَۢ اَمْرِهِمْ (انہوں نے اپنے اعمال کا وبال (دنیا میں بھی) چکھا) یعنی دنیا میں کفر کی سزا چکھی۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (اور اس کے علاوہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے) جو آخرت میں ملے گا۔

۶: ذٰلِكَ (یہ) اس کا مشاٰرا الیہ ہے وہ وبال جو ان کو دنیا میں پہنچا اور آخرت میں ان کے لئے تیار کیا گیا۔ بِاِنَّهٗ (اس سبب سے) کہ بات اور حالت یہ ہے۔ كَانَتْ تَاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ (یہ اس سبب سے کہ ان کے پاس ان کے پیغمبر دلائل واضح لے کر آئے) الْبَيِّنٰتِ سے معجزات مراد ہیں۔ فَقَالُوۡا اَبَشْرٌ يَّهْدُوۡنَا (تو ان لوگوں نے ان کو کہا کیا آدمی ہم کو ہدایت کریں گے) انہوں نے بشر کے لئے رسالت کا انکار کر دیا۔ مگر حجر و پتھر کیلئے عبادت کا انکار نہیں کیا۔ فَكَفَرُوۡا (غرض انہوں نے کفر کیا) رسولوں کا انکار کر دیا۔ وَتَوَلَّوۡا (اور روگردانی اختیار کی) ایمان سے منہ موڑ لیا۔ وَاسْتَغْنٰی اللّٰهُ (اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی کوئی پرواہ نہ کی)

فَامِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَالنُّورِ الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۸﴾ يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ

سو ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس نور پر جو ہم نے نازل کیا اور اللہ تمہارے سب اعمال سے باخبر ہے جس دن تم کو جمع ہونے کے

لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ يَوْمِ التَّغَابُنِ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُكْفِرْ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ

دن میں جمع فرمائے گا۔ یہ دن ہے جس میں لوگ نقصان میں پڑیں گے اور جو شخص اللہ پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے۔ اللہ اس کے گناہوں کا کفارہ فرمادے گا

وَيَدْخُلْهُ جَنَّتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۹﴾

اور اسے ایسی جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے وہ بڑی کامیابی ہے

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِآيٰتِنَا اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وِبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۰﴾

اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا یہ لوگ دوزخ والے ہیں۔ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔

ان کو آزاد چھوڑ دیا۔ تاکہ ہر چیز حاصل کر لیں اور ان اشیاء من جملہ میں سے ایمان اور طاعت بھی تھی۔ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ (اور اللہ تعالیٰ

ہر چیز سے بے نیاز ہیں) حَمِيْدٌ (اپنی صنعت پر تعریفوں والے ہیں)

۷: زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (کافر یہ دعویٰ کرتے ہیں) کافروں سے یہاں اہل مکہ مراد ہیں۔

نَجْوً: الزعم: علم کا دعویٰ اور یہ فعل علم کی طرح متعدی ہوتا ہے۔

کفار کا انکارِ بعث:

اَنْ لَّنْ يُبْعَثُوْا (کہ وہ ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے) ان اپنے مابعد سمیت دو مفعولوں کے قائم مقام ہے۔ تقدیر کلام یہ

ہے۔ انہم ان یبعثوا۔ کہ وہ ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے۔ قُلْ بَلٰی (آپ کہہ دیجئے کیوں نہیں) یہ مابعد لن کے اثبات کیلئے

لائے اور جس کا اثبات کیا وہ بعث ہی ہے۔ وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ (مجھے اپنے رب کی قسم تم ضرور اٹھائے جاؤ گے)۔ یہاں اخبار کو قسم

سے مؤکد کیا گیا ہے۔

سوال: جس چیز کو انہوں نے انکار کیا۔ اس پر قسم کا کیا فائدہ ہے؟

جواب: یہ جائز ہے کیونکہ اس سے خوب تہدید ہوتی ہے۔ اور دل میں اس کا زیادہ اثر ہوتا ہے؟ گویا اس طرح کہا گیا جس کا تم انکار

کرتے ہو وہ لامحالہ ہو کر رہے گی۔ ثُمَّ لَتَسُوْنَ بِمَا عَمِلْتُمْ وَذٰلِكَ (پھر جو کچھ تم نے کیا ہوگا۔ اس سے تم کو آگاہ کیا جائے گا) اور اس

کے مطابق سزا دی جائے اور یہ بات اور مشاٰز الیہ بعث ہے کہ یہ بعث علی اللہ یسیر (اللہ تعالیٰ کیلئے بہت آسان ہے) معمولی ہے۔

۸: فَامِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ (پس تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ)۔ رسول سے محمد ﷺ مراد ہیں۔ وَالنُّورِ الَّذِيْ

أَنْزَلْنَا (اور اس نور پر جو ہم نے نازل کیا) یعنی نور سے قرآن مراد ہے۔ کیونکہ وہ ہر چیز کی حقیقت کو بیان کرتا ہے۔ پس اس سے راہنمائی لی جاتی ہے جیسا روشنی سے۔ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ (اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو اس سے باخبر ہے) پس امور کا دھیان کرو۔

یوم تغابن:

۹: يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ (اور یاد کرو اس دن کو جب اللہ تعالیٰ تم سب کو قیامت کے دن جمع کرے گا) **تَجْمَعُكُمْ**: یوم منصوب لسنبؤن کی وجہ سے ہے۔ نمبر ۲۔ اذکر محذوف کی وجہ سے لِيَوْمِ الْجَمْعِ (جس میں اولین و آخرین سب جمع ہونگے) ذَلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ (وہ دن گھانا دینے کا ہے) یہ لفظ بطور استعارہ تغابن القوم فی التجارة سے لیا گیا ہے۔ اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ وہ غبن کریں۔ قیامت کے دن سعداء اشقیاء کے مقام پر اتر آئے وہ مقامات جن کو وہ کم درجہ سمجھتے تھے اگر وہ سعداء ہوتے۔ اور بد بخت سعداء کی جگہ اتر آئے۔ وہ مقامات کہ جن کو وہ کم درجہ خیال کرتے۔ اگر وہ اشقیاء ہوتے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔ اور ذلك یوم التغابن کا معنی یہ ہے۔ لوگ تو اس دن کے علاوہ دنوں میں گھانا ڈالا کرتے تھے۔ اور اسی کو بڑا خیال کرتے۔ مگر قیامت کے دن کا گھانا حقیقت میں وہ گھانا ہے۔ دنیا کے معاملات میں تغابن کی تو اس کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں۔ وَمَنْ يَوْمِنُ بِاللَّهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا (اور جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہوگا۔ اور نیک کام کرتا ہوگا) یہ صالحی مصدر کی صفت ہے۔ ای عملاً صالحی اور اس نے عمل کیا نیک عمل۔ يَكْفِرُ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ وَيُدْخِلُهُ (اللہ تعالیٰ اس کے گناہ دور کر دے گا اور اس کو داخل کرے گا)

قرأت: مدنی، شامی نے نکر اور ندخلہ پڑھا ہے۔

جَنَّتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (ایسے باغوں میں داخل کرے گا۔ جن

کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ اور جن کے اندر ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی ہی کامیابی ہے)

۱۰: وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ خَالِدِينَ فِيهَا وَبِئْسَ الْمَصِيرُ (اور جن لوگوں نے کفر کیا ہوگا۔

اور ہماری آیات کو جھٹلایا ہوگا۔ وہ دوزخی ہیں۔ اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور برا ٹھکانہ ہے)

مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ يَهْدِ اللَّهُ قَلْبَهُ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ

جو بھی کوئی مصیبت پہنچتی ہے وہ اللہ کے حکم سے ہے اور جو بھی کوئی شخص اللہ پر ایمان لائے وہ اس کے قلب کو ہدایت دے دیتا ہے اور اللہ ہر چیز کا

عَلِيمٌ ۝۱۱ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَإِنَّمَا عَلَى رَسُولِنَا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ۝۱۲

جاننے والا ہے اور فرمانبرداری کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی سو اگر تم اعراض کرو تو ہمارے رسول پر پہنچا دیتا ہے واضح طور پر

اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ۝۱۳ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنِّ مِنْ أَرْوَاجِكُمْ

اللہ ہے کوئی معبود نہیں مگر وہ ہی اور اللہ پر بھروسہ کریں مومن بندے اے ایمان والو! بیشک تمہاری بیویوں

وَأَوْلَادِكُمْ وَعَدُوِّكُمْ فَأَحْذَرُوا هُمُومًا وَإِنْ تَعَفَّوْا وَتَصَفَّحُوا وَتَغْفِرُوا فَإِنَّ اللَّهَ

اور تمہاری اولاد میں سے تمہارے دشمن ہیں سو ان سے ہوشیار رہو اور اگر تم معاف کرو اور درگزر کرو اور بخش دو سو بلاشبہ اللہ

غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝۱۴ إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَاللَّهُ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ۝۱۵ فَاتَّقُوا

غفور ہے رحیم ہے بات یہی ہے کہ تمہارے اموال اور تمہاری اولاد فتنہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے پاس اجر عظیم ہے سو تم اللہ سے

اللَّهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَأَسْمَعُوا وَأَطِيعُوا وَأَنْفِقُوا خَيْرًا لِّأَنْفُسِكُمْ وَمَنْ يُوقِ شُحَّهُ

ذرو جہاں تک تمہاری طاقت ہے اور بات سناؤ اور فرمانبرداری کرو اور اچھے مال کو اپنی جانوں کے لئے خرچ کرو اور جو شخص اپنے

نَفْسِهِ وَأَوْلِيَّكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝۱۶ إِنَّ تَقْرِيضَ اللَّهِ قَرْضًا حَسَنًا يَضْعَفُ لَكُمْ

نفس کی کجی سے بچا دیا گیا سو یہ وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہیں اگر تم اللہ کو قرض دو اچھا قرض تو وہ تمہیں اس کو بڑھا کر دے گا

وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ شَكُورٌ حَلِيمٌ ۝۱۷ عِلْمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ۝۱۸

اور تمہاری مغفرت فرمادے گا اور اللہ قدر دان ہے بردبار ہے غیب اور شہادت کا جاننے والا ہے عزیز ہے حکیم ہے۔

تکلیف اس کی تقدیر و مشیت ہے:

۱۱: مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ (اور کوئی مصیبت بغیر حکم اللہ تعالیٰ کے نہیں آتی) مصیبت سے مراد سختی، مرض، موت اہل و عیال نمبر ۲۔
 ایسی شئی جو غم پہنچائے۔ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ یعنی اس کے علم اور اس کی تقدیر اور مشیت سے۔ یہ گویا اس کی طرف سے مصیبت کو اجازت
 ہے کہ وہ بندے کو پہنچے۔ وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ يَهْدِ اللَّهُ قَلْبَهُ (اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر (پورا) ایمان لاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے دل کو صبر

ورضا کی راہ دکھا دیتا ہے۔ کہ وہ مصیبت کے وقت اس کی بارگاہ میں رجوع کر کے انا للہ وانا الیہ راجعون کہتا ہے۔ (البقرہ: ۱۵۶) نمبر ۲۔ دل اور سینے کو کھول دیتا ہے جس سے ان کی اطاعت و خیر میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ نمبر ۳۔ یہد قلبہ اس کے دل کی راہنمائی کر دیتا ہے جس سے اس کو یقین ہو جاتا ہے کہ جو اس کو پہنچا ہے۔ وہ اس سے خطا کرنے والا نہ تھا۔ اور جو اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ وہ اس کو پانہ سکتا تھا۔

قول مجاہد:

اگر وہ ابتلاء میں پڑے تو صبر کرے اور اس کو مزید نعمت ملے تو شکر کرے اور اگر اسپر ظلم ہو تو وہ درگزر سے کام لے۔ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (اور اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا علم ہے) ۱۲: وَاطِيعُوا اللّٰهَ وَاَطِيعُوا الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی کے حکم پر چلو اور رسول کی اطاعت کرو۔ پھر اگر تم روگردانی کرو گے (اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے رسول کی فرمانبرداری سے۔ فَاِنَّمَا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ) (تو ہمارے رسول کے ذمہ تو صرف صاف صاف پہنچا دینا ہے۔ یعنی اس پر تبلیغ لازم ہے۔ اور وہ انہوں نے کر دی) ۱۳: اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَعَلٰی اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ (وہی اللہ ہے۔ اس کے سوا کوئی قابل عبادت نہیں اور مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ ہی پر توکل کرنا چاہیے۔ اس میں رسول اللہ ﷺ کو توکل علی اللہ پر ابھارا گیا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ اس توکل کے نتیجے میں تکذیب کرنے اور منہ موڑنے والوں کے خلاف ان کی امداد فرمائے۔

بعض اولادیں تمہاری دشمن ہیں:

۱۴: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمِنْ أَرْوَاجِكُمْ وَأَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ (اے ایمان والو! تمہاری بعض بیویاں اور اولاد تمہارے دشمن ہیں) یعنی بیویوں میں سے بعض بیویاں اپنے خاوندوں کی نافرمانی کرتیں اور ان سے جھگڑا کرتی ہیں۔ اور اسی طرح بعض اولادیں اپنے والدین سے دشمنی کرتی اور ان کی نافرمانی کرتی ہیں۔ فَاَحْذَرُوْهُمْ (پس تم ان سے ہوشیار رہو) ہم کی ضمیر عدوایا ازواج یا اولاد تمام کی طرف راجع ہے۔ مطلب یہ ہو جب یہ معلوم ہو گیا کہ یہ بھی دشمن سے خالی نہیں۔ پس تم ان سے احتیاط برتو۔ اور انکے شرور اور گمراہ کن باتوں پر اعتبار نہ کرو۔

وَاِنْ تَعَفُّوْا (اور اگر تم معاف کرو گے) جب ان کی کسی عداوت پر اطلاع پا کر اگر تم ان کو معاف کر دو۔ اور ان کا مقابلہ ان کے طرز عمل سے نہ کرو۔ وَتَصْفَحُوْا (اور درگزر کرو گے) تو بخ سے گریز کرو گے۔ وَتَغْفِرُوْا (اور بخش دو گے) ان کے گناہوں کو چھپا کر۔ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا بڑا مہربان ہے)۔ وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور برائیاں مٹا ڈالے گا۔

ایک قول یہ ہے:

کہ بعض لوگوں نے ہجرت کا ارادہ کیا۔ ان کی ازواج اور اولاد آڑے آئی۔ اور کہنے لگے۔ تم چلے جاؤ گے تو ہم کو ضائع کر دو گے۔ پس وہ نرم پڑ گئے اور ہجرت سے رک گئے۔ جب بعد میں انہوں نے ہجرت کی۔ اور ان لوگوں کو دیکھا کہ جو ہجرت میں سبقت کرنے والے ہیں وہ دین میں بہت آگے بڑھ گئے اور فقاہت حاصل کر چکے ہیں۔ تو انہوں نے اپنے ازواج و اولاد کو سزا دینا چاہی تو ان کے غم و درگزر سے زینت دے دی گئی۔

۱۵: اِنَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ (تمہارے اموال اور اولاد ایک آزمائش کی چیز ہے) آزمائش و مشقت ہے کیونکہ وہ گناہ اور سزا میں مبتلا کرتے ہیں۔ اور ان دونوں چیزوں سے بڑھ کر کوئی مصیبت نہیں۔ وَاللّٰهُ عِنْدَهُ اَجْرٌ عَظِيْمٌ (اور اللہ تعالیٰ ہی کے ہاں اجر عظیم ہے) آخرت میں اور یہ تمہارے دنیاوی فوائد جو اموال و اولاد کے ذریعہ حاصل ہوتے ہیں۔ ان سے بہت بڑھ کر ہے۔

مِن كَانَتْ:

یہاں مِّن داخل نہیں کیا۔ مَن اموال یا مَن اولاد نہیں فرمایا۔ جیسا کہ العداوت کے سلسلہ میں مِّن داخل کیا۔ کیونکہ تمام اموال و اولاد ہی آزمائش کا باعث اور دل کو مشغول کرنے والے ہیں۔ البتہ بعض عداوت سے خالی ہیں۔ اس لئے مَن داخل نہیں کیا۔

حق تعالیٰ کی تفسیر:

۱۶: فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ (تو جہاں تک تم سے ہو سکے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو) تمہاری ہمت اور وسعت کے مطابق۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ حق تعالیٰ کی تفسیر ہے۔ وَاسْمَعُوا (اور سنو) جو تم کو نصیحت کی جاتی ہے۔ وَأَطِيعُوا (اور مانو) جس کا تمہیں حکم دیا جائے۔ اور جس سے منع کیا جائے۔ وَأَنْفِقُوا (اور تم خرچ کرو) ان مقامات پر جہاں خرچ کرنا تم پر لازم ہو۔ خَيْرًا لِّأَنْفُسِكُمْ (یہ تمہارے لیے بہتر ہوگا)

زیادہ صحیح قول یہ ہے:

اس کی تقدیر کلام اس طرح ہے۔ اِنْتُمْ اٰخِرًا لَا نَفْسِكُمْ وَاَفْعَلُوا مَا هُوَ خَيْرٌ لِّهَا تَمَّ اِنْفُسُكُمْ كُوْبَهْلَانِي پَنِجَا وَاوَرُوهُ كُرُوْجُوْ تَمَّهَارِے نَفُوْسُ كَيْلِيْے بَهْتَرُ هُو۔ اس میں اوامر کی پیروی کرنے کی تاکید ہے۔ اور وضاحت ہے۔ کیونکہ یہ امور تمہارے نفوس کیلئے اموال و اولاد سے بہتر ہیں۔ اور اس سے بھی جس پر تم جھکے پڑے ہو اور یعنی شہوات و زخارفِ دنیا کی محبت۔ وَمَنْ يُؤَقِّ شُحَّ نَفْسِيْهِ (اور جو لوگ نفسانی حرص سے محفوظ رہیں) زکوٰۃ اور صدقہ واجبہ کے متعلق بخل سے بچے رہے۔ فَاولئك هم المفلحون (وہی آخرت میں فلاح یاب ہونگے)

۱۷: اِنْ تَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا (اگر تم اللہ تعالیٰ کو اچھی طرح قرض دو گے) قرض حسن سے نیت و اخلاص کے ساتھ دینا۔

قرض کا تذکرہ استدعاء میں لطف پیدا کرنے کیلئے ہے (یہ ہم ایسے لوٹا دیں گے جیسے قرض لازم سمجھ کر لوٹا یا جاتا ہے۔ ورنہ آقا اور غلام میں قرض ہی کیا اور یہاں تو خالق و مخلوق ہیں) يُضْعِفُهُ لَكُمْ (وہ اس کو تمہارے لئے بڑھاتا چلا جائے گا) ایک کے بدلہ میں دس یا سات سو گنا سے جتنا چاہے گا بڑھا دے گا۔ وَيَغْفِرُ لَكُمْ وَاللَّهُ شَكُورٌ (اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اللہ تعالیٰ بڑا قدر دان ہے) کہ قلیل کو قبول کر کے بہت کثیر و جزیل عنایت فرماتا ہے۔ حَلِيمٌ (بڑا بردبار ہے) بخیل کے گناہ میں سے بڑے گناہوں پر بھی واپسی کر لیتا ہے۔ نمبر ۲۔ صدقہ رد کرنے والے کو بڑھا کر دیتا ہے۔ اور روک لینے والے کو جلد سزا نہیں دیتا۔

۱۸: عِلْمُ الْغَيْبِ (وہ ہر پوشیدہ چیز کو جاننے والا ہے) دلوں کے جو راز چھپے ہوتے ہیں۔ وہ ان کو بھی جانتا ہے۔ وَالشَّهَادَةِ (اور جس چیز کا لوگ مشاہدہ کرتے ہیں اس کو بھی جانتا ہے)۔ یعنی جو ظاہری مصائب و حوادث دنیا میں پھیلے ہیں ان سے بھی واقف ہے۔ الْعَزِيزُ (وہ زبردست ہے) سخاوت و معروف کے اظہار سے عزت دینے والا ہے۔ الْحَكِيمُ (اور حکمت والا ہے) غیب کے حالات اور اطلاعات دینے میں۔

الحمد لله بعد المغرب تفسیری ترجمہ سورت کا تکمیل ہوا

سُوْرَةُ الطَّلَاقِ مَدَّةٌ وَهِيَ اثْنَا عَشْرَةَ آيَةً وَفِيهَا ثَلَاثُونَ

سورة الطلاق مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں بارہ آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعَدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ وَاتَّقُوا

اے نبی جب تم عورتوں کو طلاق دینا چاہو تو انہیں عدت سے پہلے طلاق دو اور عدت کو اچھی طرح شمار کرو اور اللہ سے

اللّٰهَ رَبَّكُمْ لَا تَخْرُجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبِينَةٍ

ڈرو جو تمہارا رب ہے ان عورتوں کو تم ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں مگر یہ کہ وہ کوئی کھلی ہوئی جہت سے نہ آئیں

وَتِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ لَا تَدْرِي لَعَلَّ

یہ اللہ کی حدود ہیں اور جو شخص اللہ کی حدود سے تجاوز کرے سو اس نے اپنی جان پر ظلم کیا اے مخاطب شاید تو یہ نہیں جانتا

اللّٰهُ يَحْدِثُ بَعْدَ ذَلِكَ أَمْرًا ۚ فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ

کہ اللہ اس کے بعد کوئی نئی بات پیدا فرمادے پھر جب وہ عورتیں اپنی عدت کر لیں تو انہیں روک کر بھائی کے ساتھ یا

فَارِقُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَأَشْهِدُوا ذَوَىٰ عَدْلٍ مِّنكُمْ وَأَقِيمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ذَٰلِكُمْ يُوعَظُ

چھوڑو بھائی کے ساتھ اور عدل والے دو آدمیوں کو گواہ بنا لو اور اللہ کے لئے گواہی کو قائم کرو اور یہ دو چیزیں

بِهِ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهُ مَخْرَجًا ۙ

جس کی اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ پر اور آخرت پر ایمان لائے اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہو وہ اس کے لئے مشکل سے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے

ارادۃ طلاق مراد ہے:

۱: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعَدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) آپ لوگوں کو کہہ دیجئے کہ جب تم عورتوں کو طلاق دینے لگو۔ تو (زمانہ) عدت میں (طہر کی حالت میں) طلاق دو اور عدت کی گنتی یاد رکھو (نداء میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاص کیا گیا۔ اور خطاب عام امت کو کیا گیا کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم امت کے پیشوا اور مقتدا ہیں۔ جیسا کہ قوم کے رئیس کو کہا

جاتا ہے۔ یا فلان افعلو کذا۔ اس سے مقصود اس کے تقدم کو ظاہر کرنا اور اس کی سرداری کو معتبر قرار دینا ہوتا ہے۔ اور یہ کہ وہ اپنی قوم کا نمونہ ہے۔ پس وہ اکیلا ہی پوری قوم کے حکم میں ہے اور تمام کے قائم مقام ہے۔

ایک قول یہ ہے:

تقدیر کلام اس طرح ہے: یا ایہا النبی و المؤمنون اذا طلقتم النساء کا معنی جب تم ان کو طلاق دینے کا ارادہ کرو۔ ارادہ فعل کی تعبیر فعل سے کی جاتی ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔ من قتل قتیلاً فله سلبہ [رواہ احمد: ۱۱۳/۳ و البخاری ۳۰۵۱/۱۸۰۹] اور اسی سے کہا جاتا ہے کہ نماز کی طرف جانے والا اور نماز کا منتظر حکم نماز میں شمار ہوتا ہے۔ فَطَلِقُوهُنَّ لِعَدَّتِهِنَّ (پس تم ان کو طلاق دو اس حال میں کہ وہ اپنی عدت کا سامنا کرنے والیاں ہوں۔ اور رسول اللہ ﷺ کی قرأت میں فی قبل عدتھن ہے۔ جب عورت کو طلاق اس طہر میں دی جائے گی جو حیض سے پہلے ہوگا۔ تو گویا اس عورت کو طلاق ایسی حالت میں ملی ہے کہ وہ اپنی عدت کا سامنا کرنے والی ہے۔ مراد یہ ہے۔

طلاق احسن:

ایسی مدخول بہا عورتیں جو حیض سے عدت گزارنے والیاں ہوں ان کو ایسے طہر میں طلاق دی جائے جس میں ان سے جماع نہ کیا گیا ہو۔ پھر ان کو چھوڑ دیا جائے۔ یہاں تک کہ ان کی عدت گزر جائے۔ یہ سب سے بہتر طلاق ہے۔ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ اس کو حفظ سے یاد کرو اور تین کامل آئندہ حیضوں سے پورا کرو۔ کہ ان میں کوئی ناقص نہ ہو۔ خاوندوں کو خطاب اس لئے کیا کیونکہ عورتیں اس سلسلہ میں غفلت کرتی ہیں۔ وَاتَّقُوا اللَّهَ رَبَّكُمْ لَا تُخْرِجُوهُنَّ (اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جو تمہارا رب ہے۔ اور ان عورتوں کو مت نکالو) یہاں تک کہ ان کی عدت پوری ہو۔ مِنْ بُيُوتِهِنَّ (ان کے رہنے کے گھروں سے) ان رہائشی مکانات سے جہاں وہ عدت سے قبل رہائش پذیر تھیں۔ اور وہ خاوندوں کے گھر ہی ہیں۔ اور عورتوں کی طرف اضافت کی وجہ یہ ہے کہ وہ ان کی رہائش کیلئے خاص تھے۔

مَنْبَتُهُ: اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ سکنی واجب ہے اور جب کوئی آدمی یہ قسم اٹھالے کہ وہ فلاں کے گھر میں داخل نہ ہوگا۔ تو اس کے رہائشی مکان میں خواہ وہ اس کی ملک نہ تھی داخل ہونے سے قسم ٹوٹ جائے گی۔

معنی الاخراج:

کہ خاوندان کو ناراضگی کی وجہ سے مت نکالیں۔ ان کی سکونت کو ناپسند کرتے ہوئے نہ نکالیں یا مکان کی ضرورت کے پیش نظر نہ نکالیں۔ اور نہ ہی ان کو نکلنے کی اجازت دیں جبکہ وہ ان سے نکلنے کا مطالبہ کریں یہ بات ظاہر کرنے کیلئے کہ رکاوٹ کے دور کرنے میں ان کے اذن و اجازت کو کوئی دخل نہیں ہے۔ وَلَا يَخْرُجْنَ (اور نہ وہ خود نکلیں) اگر اس کا ارادہ رکھتی ہوں۔ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبِينَةٍ (ہاں مگر کوئی کھلی بے حیائی کریں) ایک قول یہ ہے: فاحشہ سے مراد زنا ہے۔ یعنی اگر وہ ارتکاب زنا کر

لیں تو نفاذ حد کیلئے اس کو نکالا جائے گا۔ ایک اور قول یہ ہے عورت کا اختتام عدت سے پہلے نکلنا یہ فی نفسہ فاحشہ ہے۔ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ (یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں) اس سے مذکورہ احکام مراد ہیں وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ لَا تَدْرِي لَعَلَّ اللَّهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذَلِكَ أَمْرًا (اور جو شخص احکام خداوندی سے تجاوز کرے گا۔ وہ خود اپنے اوپر ظلم کرے گا۔ اے مخاطب مجھے معلوم نہیں کہ شاید اللہ تعالیٰ (اس کے بعد) کوئی نئی بات تیرے دل میں پیدا کر دے) کہ خاوند کے دل کو بغض سے محبت کی طرف پلٹ دے اور بے رغبتی کو رغبت میں بدل ڈالے اور عزیمت طلاق پر شرمندگی کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس سے رجوع کرے۔ مطلب یہ ہو اطلقوہن لعدتہن واحصوا العدة اور ولا تخرجوہن من بیوتہن۔ پس ان کو عدت کے وقت میں طلاق دو اور عدت کو شمار کرو اور ان کو رہائشی گھروں سے نہ نکالو شاید کہ تمہیں شرمندگی ہو پھر تم رجوع کر لو۔

۲: فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ (پھر جب وہ اپنی عدت کے خاتمہ کے قریب پہنچ جائے) عدت کے اختتام کے قریب پہنچ جائیں۔ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ فَارِقُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ (تو تم قاعدے کے موافق ان کو (اپنے نکاح) میں روک لو یا قاعدہ کے موافق ان کو چھوڑ دو) مطلب یہ ہے تمہیں اختیار ہے اگر تم رجوع کرنا چاہو۔ اور روکنا قاعدہ اور احسان کے ساتھ ہونا چاہیے۔ اور اگر رجعت نہیں چاہتے مفارقت چاہتے ہو تو وہ ضرار سے بچی ہوئی ہونی چاہیے ضرار یہ ہے کہ عورت سے عدت کے اختتام پر رجوع کرے پھر اس کو اسلئے طلاق دے تاکہ اس کی عدت طویل ہو اور اس کو تکلیف پہنچے۔ وَأَشْهَدُوا (اور تم گواہ بنا لو) رجوع و فرقت ہر دو وقت میں گواہ بنا لینا مستحب ہے تاکہ ان کے مابین جھگڑانہ پڑے۔ ذَوِي عَدْلٍ مِّنْكُمْ (دو عدل والے تم مسلمانوں میں سے) وَأَقِيمُوا الشَّهَادَةَ (اے گواہو! تم ٹھیک ٹھیک اللہ تعالیٰ کیلئے شہادت دو) خالص اس کی رضا مندی کیلئے اور وہ یہ ہے کہ وہ گواہی نہ تو مشہود علیہ اور نہ مشہود لہ اور نہ ہی کسی اور غرض کی خاطر دیں بلکہ صرف از لہ ظلم اور قیام حق کیلئے دیں۔ ذَلِكُمْ (یہ) یعنی شہادت کو رضائے الہی اور انصاف کو قائم رکھنے کیلئے دینا۔ يُوعِظُ بِهِ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ (اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ پر اور روز آخرت پر یقین رکھتا ہو) یعنی اس سے نفع ایسے ہی لوگوں کو ہوگا۔

تقویٰ والے کے لئے اللہ راہ نکال دیتے ہیں:

وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا (جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے نجات کی شکل نکال دیتا ہے) یہ جملہ معترضہ طلاق کو طریق سنت کے مطابق جاری کرنے کی تاکید کیلئے لایا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے جو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرتا ہے۔ پھر سنت طریق سے اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے اور معتدہ طلاق کو تنگ نہیں کرتا اور اس کو جائے سکونت سے دوران عدت نہیں نکالتا اور محتاط رہا۔ تو اس کو جمع خاطر رہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اس کے لئے ضرور کوئی ایسا راستہ اس غم سے نکلنے کا پیدا کر دیں گے جو عموماً ایسے خاوندوں کو پیش آیا کرتا ہے۔ اس کو تنگیوں سے نکال کر کشادگی کر دیں گے اور پریشانیوں سے چھٹکارا عنایت فرمائیں گے۔

وَيَرْزُقُهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۗ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ ۗ إِنَّ اللَّهَ بَالِغُ أَمْرِهِ ۗ قَدْ

اور اسے وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے اسے ملنے کا گمان بھی نہ ہو اور جو شخص اللہ پر بھروسہ کرے سو وہ اس کے لئے کافی ہے بلاشبہ اللہ اپنا کام پورا ہی کر کے رہتا ہے بیشک۔

جَعَلَ اللَّهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ۗ وَاللَّهُ يَبْسُطُ مِنَ الْمَحِيضِ مَنْ نَسِئَكُمْ إِنْ أَرْتَبْتُمْ

اللہ نے ہر چیز کے لئے ایک اندازہ مقرر فرمایا ہے۔ اور تمہاری بیویوں میں سے جو عورتیں حیض آنے سے ناامید ہو چکی ہیں اگر تم کو شبہ ہو

فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةَ أَشْهُرٍ وَاللَّهُ لَمْ يُخِضْ وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۗ وَمَنْ

تو ان کی عدت تین مہینے ہیں اور اسی طرح جن عورتوں کو حیض نہیں آتا اور حاملہ عورتوں کی عدت ان کے اس حمل کا پیدا ہو جانا ہے اور جو شخص اللہ سے

يَتَّقِ اللَّهُ يَجْعَلْ لَهُ مِنْ أَمْرِهِ يُسْرًا ۗ ذَٰلِكَ أَمْرُ اللَّهِ أَنْزَلَهُ إِلَيْكُمْ ۗ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَكْفِرْ

بے ڈرے گا اللہ تعالیٰ اس کے ہر کام میں آسانی کرے گا یہ اللہ کا حکم ہے جو اس نے تمہاری طرف نازل فرمایا ہے جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا اللہ تعالیٰ اس

عَنْ سَيِّئَاتِهِ وَيُعْظِمْ لَهُ أَجْرًا ۗ أَسْكِنُوهُنَّ مِمَّنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِنْ وَجْدِكُمْ وَلَا تُضَارُّوهُنَّ

کے گنہوں کا کفارہ فرمادے گا اور اس کو بڑا اجر دے گا تم ان عورتوں کو اپنی وسعت کے موافق رہنے کا مکان دو جہاں تم رہتے ہو اور ان کو تک

لِيُضَيِّقُوا عَلَيْهِنَّ ۗ وَإِنْ كُنَّ أُولَاتٍ حَمْلٍ فَأَنْفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَتَّىٰ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۗ فَإِنْ أَرْضَعْنَ

کرنے کے لئے ضرورت پہنچاؤ اور اگر وہ عورتیں حمل والیاں ہوں تو حمل پیدا ہونے تک ان پر خرچ کرو۔ پھر اگر وہ عورتیں تمہارے لئے

لَكُمْ فَاتَّوَهُنَّ أَجُورَهُنَّ وَأَتَمِرُوا بِئِنَّكُمْ بِمَعْرُوفٍ ۗ وَإِنْ تَعَاَسَرْتُمْ فِئْتَرَضِعْ لَهُ الْآخَرَىٰ ۗ

دودھ پلائیں تو تم ان کو اجرت دو۔ اور باہم مناسب طور پر مشورہ کر لیا کرو۔ اور اگر باہم کشمکش کرو گے تو کوئی دوسری عورت دودھ پلا دے گی۔

۳: وَيَرْزُقُهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (اور اس کو ایسی جگہ سے رزق بھی پہنچا دیتا ہے۔ جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں) ایسے طریق سے کہ جس کا اس دل میں گمان بھی نہیں ہوتا) یہ بھی درست ہے کہ اس آیت کو ذلکم یو عظ بہ کے ساتھ بطور استطراد لایا جائے۔ یعنی جو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے نکلنے کا راستہ مقرر کر دیں گے اور اس کو دنیا و آخرت کے غموم سے چھٹکارا ملے گا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تلاوت فرمائی اور فرمایا دنیا کے شہادت اور عمرات موت اور قیامت کے دن کی سختیوں سے چھٹکارا ملے گا۔ (رواہ العسلی والواحدی۔ حاشیہ کشاف) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے ایک ایسی آیت معلوم ہے۔ کہ اگر لوگ اسی کو اپنائیں تو ان کے لئے کفایت کر جائے پھر یہ آیت ومن يتق الله الاية پڑھی پھر اس کو بار بار پڑھ کر دھراتے رہے۔ [رواہ ابن ماجہ: ۳۲۳۰]

عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کا واقعہ:

روایت میں ہے کہ عوف بن مالک کے بیٹے کو مشرکین نے قید کر لیا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور شکایت کی کہ میرے بیٹے کو قید کر لیا گیا۔ اور فاقے کی بھی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا آل محمد نے تو ایک مد پر شام کی ہے۔ پس تو تقویٰ اختیار کر اور صبر کے دامن کو تھام اور لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کو کثرت سے پڑھ عوف اپنے گھر لوٹے اور اپنی بیوی کو کہا۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اور تمہیں حکم دیا کہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ کو کثرت سے پڑھو۔ اس نے کہا بہت خوب وہ کلمہ ہے جس کے پڑھنے کا حکم ملا ہے۔ انہوں نے اس کو پڑھنا شروع کیا اچانک ان کے دروازہ کو کسی نے کھٹکھٹایا۔ وہ ان کا بیٹا ہی تھا۔ اور اس کے ساتھ ایک سوانٹ تھے۔ دشمن ان سے غافل ہوئے تو وہ ان کو اپنے ساتھ کھینچ کر لے آیا۔ پس یہ آیت اتری۔ [رواہ الثعلبی والبیہقی نحوہ حاشیہ کشاف] اَوْ مَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ (اور جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے) اپنا معاملہ خواہ طمع ہو یا تدبیر وہ اس کے سپرد کرتا ہے۔ فَهُوَ حَسْبُهُ (پس وہ اس کے لئے کافی ہو جاتا ہے) دونوں جہانوں میں۔ اِنَّ اللّٰهَ بِاٰمِرٍہ (اللہ تعالیٰ اپنے کام کو پورا کر کے رہتا ہے)

قرأت: حفص نے اسی طرح پڑھا ہے جس کا معنی اپنے حکم کو نافذ کرنے والا ہے۔ دیگر قراء نے بالغ امرہ وہ پہنچاتا ہے اپنے معاملے کو جو وہ ارادہ کرتا ہے۔ کوئی مراد اس سے رہ نہیں سکتی اور کوئی مطلوب اس سے چھوٹ نہیں سکتا۔ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا (اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے) ہر چیز کا اندازہ اور وقت مقرر ہے۔ یہ اس بات کی وضاحت ہے کہ اللہ تعالیٰ پر توکل کیوں ضروری ہے اور معاملات کو کیوں اس کے سپرد کرنا چاہیے کیونکہ جب انسان کو یہ معلوم ہو گیا کہ ہر چیز خواہ وہ رزق ہو یا روشنی اس کا ایک وقت و اندازہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ تو رب مخلوق کی تقدیر کے تسلیم کرنے اور اس کی ذات پر بھروسہ کے سوا کوئی چارہ کار نہیں۔

عدتِ آنسہ:

۴: وَاللّٰی یَنْسَنَ مِنَ الْمَحِیضِ مِنْ نِسَاۤئِکُمْ (اور تمہاری بیویوں میں سے جو عورتیں حیض آنے سے مایوس ہو گئی ہوں) روایت میں ہے کہ بعض لوگوں نے کہا ہمیں حیض والی عورتوں کی عدت تو معلوم ہو گئی۔ جو عورتیں حیض والی نہیں ہیں ان کی عدت کیا ہے؟ تو یہ آیت اتری اِنْ اَرْتَبْتُمْ (اگر تم کو شبہ ہو) اگر ان کا حکم مشکل ہو جائے اور تمہیں معلوم نہ ہو کہ کس طرح عدت گزاریں تو فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ اَشْهُرٍ (ان کی عدت تین ماہ ہے) یعنی ان کا حکم یہی ہے۔ ایک قول یہ ہے: اگر تمہیں بالغات کے دم حیض کے نامیدی کی عمر تک پہنچ جانے میں شک ہو (اور اس کا اندازہ ساٹھ سال اور پچپن سال سے کیا گیا ہے) آیا وہ دم حیض ہے یا استحاضہ؟ تو ان کی عدت تین ماہ ہے۔ جب یہ مشکوک الدم عورت کی عدت ہے تو غیر مشکوک کی تو بدرجہ اولیٰ یہی عدت ہوگی۔ وَاللّٰی لَمْ یَحِضْنَ (اور وہ عورتیں جن کو حیض نہ آیا ہو) وہ کم عمر ہیں۔ تقدیر کلام یہ ہے واللانی لم یحضن فعدتھن ثلاثة اشهر۔ کہ

کم عمر عورتوں کی عدت بھی تین ماہ ہے۔ جملہ کو حذف کیا کیونکہ اس میں دلالت موجود تھی۔

کم عمر عورتوں کی عدت:

وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ (اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے) اجل عدت کے معنی میں ہے یہ نص تمام مطلقات کو شامل ہے جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے تو اس کے متعلق قول علی و عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما یہ ہے کہ ابعد الاجلین اس کی عدت شمار ہوگی۔ خواہ وضع حمل ہو یا دیگر و مَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مِنْ أَمْرِهِ يُسْرًا (اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر کام میں آسانی کر دے گا) تقویٰ کے سبب اس کے معاملے کو آسان اور اس کے عقدے حل کر دیے جائیں گے۔

۵: ذَلِكَ أَمْرُ اللَّهِ (یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے) جو ان معتدات کے سلسلہ میں معلوم ہوا۔ أَنْزَلَهُ إِلَيْكُمْ (جو اس نے تمہارے پاس بھیجا ہے) لوح محفوظ سے۔ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ (جو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرے) ان پر عمل کے سلسلہ میں جو اس نے احکامات اتارے اور اس پر لازم آنے والے حقوق کی نگہبانی کی۔ يَكْفِرْ عَنْهُ سَيِّئِهِ وَيُعْظِمَ لَهُ أَجْرًا (وہ اس کے گناہوں کو دور کر دیں گے۔ اور اس کو بڑا اجر دے گا)

وضاحت تقویٰ:

۶: رَظِيظٌ: پھر تقویٰ کی وضاحت فرمائی گویا من يتق الله کا حکم سن کر سوال کیا گیا کہ ہم تقویٰ پر معتدات کے سلسلہ میں کس طرح چلیں تو فرمایا۔ أَسْكِنُوا هُنَّ (تم ان کو رہنے کا مکان دو) اس اس طرح یعنی حیثیت کے مطابق۔ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ (جہاں تم رہتے ہو) یہ من تبعیضیہ ہے۔ اور جس کی بعضیت بیان کی گئی وہ محذوف ہے اے مکان ای اسکنوہن مکانا من حیث سکنتم یعنی اپنی رہائش گاہ کا کوئی حصہ، مِّنْ وَجْدِكُمْ (اپنی وسعت کے موافق)

نَحْوُ: یہ من حیث سکنتم کا عطف بیان ہے۔ اور اس کی تفسیر ہے گویا اس طرح کہا گیا اسکنوہن مکانا من مسکنکم مما تطيقونه۔ الوجد وسعت و طاقت کو کہتے ہیں۔

قراءت: وَوَجِدِكُمْ یہ ضمہ سے قراءت معروف ہے۔ باقی تینوں حرکات سے پڑھا گیا ہے۔

مَسْتَكِلَةٌ: نفقہ اور سکنی مطلقہ کیلئے واجب ہے اور امام مالک و شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک مطلقہ مبتوتہ کیلئے نفقہ نہیں ہے دلیل وہ روایت ہے جس کو فاطمہ بنت قیس نے نقل کیا کہ ان کے خاوند نے ان کو طلاق بائنہ دے دی رسول اللہ نے فرمایا تیرے لئے نہ سکنی ہے اور نہ نفقہ۔ (رواہ الترمذی ۱۱۸۰، ابن ماجہ ۲۰۳۶) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم اپنے رب کی کتاب اور اپنے پیغمبر کی سنت ایک عورت کے قول پر چھوڑ نہیں سکتے شاید کہ اس کو بھول ہو گئی یا اس کو اشتباہ پڑ گیا۔ میں نے نبی اکرم ﷺ سے خود سنا۔ لَهَا السَّكْنَىٰ وَالنَّفَقَةُ [رواہ احمد ۴۱۲/۶، مسلم ۱۴۸۰، ابوداؤد/۲۴۸۸] وَلَا تَصَا رُؤُوهُنَّ (اور ان کو تکلیف مت پہنچاؤ) ان کے ساتھ ضرار

کا استعمال نہ کرو۔ لَتُضَيَّقُوا عَلَيْهِنَّ (ان کو تنگ کرنے کیلئے) رہائش کے سلسلہ میں بعض ایسے اسباب پیدا کر کے جو ان کے موافق نہ ہوں۔ یا ان کے مکان کو مصروف کر دیا جائے۔ نمبر ۳۔ اور صورت ایسی پیدا کی جائے جس سے تم ان کو نکلنے پر مجبور کر دو۔ وَ اِنْ كُنَّ (اور اگر وہ مطلقات) اُولَاتٍ حَمْلٍ (حمل والی ہوں) فَانْفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَتَّى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ (تو وضع حمل تک ان کو) کھانے پینے کا) خرچہ دو)

فائدہ شرط:

حمل کی شرط لگانے کا فائدہ یہ ہے۔ اس لئے کہ وہ مدت حمل بسا اوقات طویل ہو جاتی ہے۔ تو ممکن ہے کوئی گمان کر لے کہ پھر نفقہ تو ساقط ہو جانا چاہیے جبکہ حائل سے عدت ختم ہو جائے تو یہ شرط لگا کر اس گمان کی نفی کر دی گئی۔

مطلقہ مرضعہ:

فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ (اگر وہ تمہارے بچوں کو دودھ پلائیں) یعنی یہ مطلقات اگر تمہارے بچوں کو دودھ پلائیں جو دوسری عورتوں سے ہو یا انہی کے لطن سے ہو اس زوجیت کے سلسلہ کے ختم ہونے کے بعد۔ فَانْفِقُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ (تو ان کو مقرر اجرت دے دو) تو ان کا حکم اس وقت دایہ کا ہے۔ جب بچہ خود ان سے ہی ہو تو ان سے (اجرت کا معاملہ) سے استیجار جائز نہیں۔ البتہ امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں جائز ہے وَ اَتِمُّوْا بَيْنَكُمْ (اور باہم مناسب طور پر مشورہ کر لیا کرو) اجرت میں باہمی رضامندی پر مشورہ کر لیا کرو۔ نمبر ۲۔ ایک دوسرے کو مناسب بات کہہ دیا کرو۔ اس میں خطاب امہات اور آباء کو ہے۔ بِمَعْرُوْفٍ (دستور کے موافق) طریق سنت کے مناسب، اور جو مروءۃ کے اعتبار سے خوب ہو۔ نہ باپ پر بوجھ ڈالا جائے اور نہ ماں کو تنگ کیا جائے کیونکہ وہ ان کا بیٹا ہے اور وہ دونوں اس میں شریک ہیں۔ اور اس پر شفقت کرنے میں۔ وَ اِنْ تَعَاَسَرْتُمْ (اور اگر تم باہم کشمکش کرو گے) ایک دوسرے کے سلسلے میں تنگی کرو گے۔ مثلاً ماں اتنی اجرت پر خوش نہیں جتنی اجرت پر اچھی عورت پلاتی ہے۔ اور باپ اس سے زیادہ دیتا نہیں۔ فَسْتَرْضِعْ لَهٗ اٰخْرٰی (تو کوئی دوسری عورت اس کو دودھ پلا دے گی) عنقریب دودھ پلانے والی میسر ہو جائے گی۔ ماں جو دودھ پلائے اس کے علاوہ مرضعہ دشوار نہیں۔ اس میں ماں کی طرف سے جو تنگی پیدا کی گئی اس پر عتاب کیا گیا ہے۔ لہٰذا والد کیلئے یعنی اگر ماں نے تنگی ظاہر کی ہے۔ تو بغیر تنگی والی دایہ اس کو میسر ہو جائے گی جو اس کے بیٹے کو دودھ پلائے گی۔

لِيُنْفِقَ ذُو سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهِ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنْفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ طَلَا

وسعت والے کو اپنی وسعت کے موافق خرچ کرنا چاہئے اور جس کی آمدنی کم ہو اس کو چاہئے کہ اللہ نے جتنا اس کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرے۔ اللہ کسی شخص کو اس سے

يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا مَّا آتَاهَا سَيِّجَعُ اللَّهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا ۗ وَكَأَيِّن مِّنْ قَرِيْبَةٍ عَتَتْ

زیادہ تکلیف نہیں دیتا جتنا اس کو دیا ہے اللہ تنگی کے بعد جلدی خوشحالی دے دے گا۔ اور کتنی ہی بستیاں تھیں جنہوں نے اپنے

عَنْ أَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهِ فَحَاسِبْنَهَا حَسَابًا شَدِيدًا ۗ وَعَدُّنَهَا عَدَابًا ثَانِكْرًا ۗ فَذَاقَتْ وَبَالَ

رب کے حکم سے اور اس کے رسولوں سے سرتابی کی۔ سو ہم نے ان کا سخت حساب کیا اور انہیں برا عذاب دیا سو اس نے اپنے اعمال کا

أَمْرَهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ أَمْرِهَا خُسْرًا ۗ أَعْدَّ اللَّهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا ۗ فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ ۗ

دہل چکھ لیا اور ان کا انجام کار خسارہ ہوا۔ اللہ نے ان کے لئے سخت عذاب تیار فرمایا سو اسے عقل والو جو ایمان لائے اللہ سے ڈرو۔

الَّذِينَ آمَنُوا قَدْ أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْكُمْ ذِكْرًا ۗ رَسُولًا يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِ اللَّهِ مُبَيِّنَاتٍ لِّيُخْرِجَ

اللہ نے تمہاری طرف ایک نصیحت نامہ نازل فرمایا ایک ایسا رسول جو تم پر اللہ کی آیات تلاوت کرتا ہے جو واضح طور پر بیان

الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۗ وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا

کرنے والی ہیں تاکہ ان لوگوں کو اندھیریوں سے نور کی طرف نکالے جو ایمان لائے اور اچھے عمل کیے اور جو شخص اللہ پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے

يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۗ قَدْ أَحْسَنَ اللَّهُ لَهُ رِزْقًا ۗ

وہ اللہ سے ایسی جنت میں داخل کرے گا جس کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے بیشک اللہ نے اس کے لئے اچھی روزی مقرر فرمائی ہے۔

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْأَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوا

اللہ ایسا ہے جس نے سات آسمان پیدا کئے اور ان ہی کی طرح زمین بھی ان سب میں احکام نازل ہوتے رہتے ہیں تاکہ تم کو معلوم ہو جائے

أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۗ وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ۗ

کہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو احاطہ علمی میں لئے ہوئے ہے۔

خرچہ خشیت کے مطابق :

۷ : لِيُنْفِقَ ذُو سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهِ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنْفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ (وسعت والے کو اپنی وسعت کے موافق خرچ

کرنا چاہئے اور جس کی آمدنی کم ہو۔ اس کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے جتنا اس کو دیا ہے۔ اس میں سے خرچ کرے) تنگ دست وسعت والا ہر ایک اپنی حیثیت کا لحاظ کر کے خرچ کریں اور اس خرچ سے مراد وہ نفعات واجبہ ہیں جو مطلقاً ومرضعات کو دینے کا شرع نے حکم دیا ہے۔ قدر علیہ رزقہ تنگی والا ہونا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کو خوراک کی حد تک دیا ہے۔ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا مَا آتَاهَا (اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے جتنا اس کو دیا ہے) آتا ہا بمعنی اعطا ہا کے ہے۔ اور ہا سے مراد نفس ہے۔۔ سَيَجْعَلُ اللَّهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا (عنقریب اللہ تعالیٰ تنگی کے بعد وسعت پیدا کر دیں گے) یعنی معیشت کی تنگی کے بعد وسعت۔ اس میں تنگ دست کو کشائش کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔

سرکشی اور اس کے نتائج:

۸ : وَكَانَ مِنْ قَرْيَةٍ (بہت سی ایسی بستیاں ہیں) قریہ سے پہلے مضاف محذوف ہے۔ امے اہل قریۃ بستیوں والے عتت عَنْ أَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهِ (جنہوں نے اپنے رب کے حکم اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں سے سرتابی کی) یعنی انبیاء سے عناد و سرکشی کی بناء پر اعراض کیا۔ فَحَاسَبُنَهَا حِسَابًا شَدِيدًا (پس ہم نے ان کے اعمال کا سخت محاسبہ کیا) ان کا پیچھا کر کے اور پڑتال کر کے۔ وَعَذَّبْنَاهَا عَذَابًا نُكْرًا (اور ہم نے ان کو بڑی بھاری سخت سزا دی) قراءت: مدنی اور ابوہریرہ نے نُكْرًا پڑھا ہے۔ بہت ہی اوپر اور انوکھا۔

۹ : فَذَاقَتْ وَبَالَ أَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ أَمْرِهَا خُسْرًا (غرض انہوں نے اپنے اعمال کا وبال چکھا اور ان کا انجام کار خسارہ ہی ہوا) یعنی خسارہ اور ہلاکت۔ مراد یہ ہے آخرت کا حساب اور عذاب اور جو اس میں وبال پائیں گے اور خسارہ حاصل ہوگا۔

ایک نکتہ:

یہ لفظ ماضی سے ذکر کیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وہ وعدہ جس کا انتظار ہو رہا ہے۔ اور اس کی وعیدیں جو مستقبل سے متعلق ہیں۔ وہ حقیقت میں ایسی ہیں جیسے پہنچ چکی اور جو بھی ہونے والا ہے گویا وہ ہو چکا ہے۔

۱۰ : أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا (اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے) اس میں وعید کو دو بارہ لائے اور اس بات کی وضاحت فرمائی کہ یہ ہے جس کا انتظار ہے۔ گویا اس طرح فرمادیا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اعد اللہ لهم هذا العذاب۔ کہ یہ عذاب اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے تیار کیا ہے۔ فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ الَّذِينَ آمَنُوا (پس اے سمجھدار لوگو! جو ایمان لائے ہو۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو) اے عقل والو! ایمان والوں میں سے یہ تمہارے لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تقوے میں مہربانی اور اس کے عقاب سے بچنے میں خیر ہے۔ اوپر والی آیات حاسبنا کو ملا کر تفسیر کر رہے اور یہ بھی جائز ہے کہ اس سے مراد یہ لیں۔ گناہوں کا شمار اور ان کا گناہ دنیا میں ہے اور فرشتوں کے صحائف میں ان کو درج بھی کر دیا گیا۔ اور جو کچھ ان کو اس دنیا کی زندگی میں عذاب پہنچا۔ وہ مراد ہو۔ (مگر اکثر مفسرین آخرت کا عذاب مراد لیتے ہیں)

نَحْوًا: عتت اپنے معطوفات کے ساتھ قریہ کی صفت ہے۔ اور اعد اللہ لہم یہ کاین کا جواب ہے۔

قَدْ أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْكُمْ ذِكْرًا (اللہ تعالیٰ نے تمہارے پاس ایک نصیحت نامہ بھیجا) ذکر سے قرآن مراد ہے۔

۱۱: رَسُولًا (ایک عظیم الشان رسول)

نَحْوًا: نمبر ۱۔ رسولاً منصوب ہے۔ فعل اس کا محذوف ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے ارسل رسولاً یا یہ ذکر اسے بدل ہے۔ گویا کہ وہ رسول

اپنی ذات کے اعتبار سے نصیحت ہے۔ نمبر ۳۔ مضاف محذوف ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے قد انزل اللہ ذکر رسولاً اور ذکر سے

مراد شرف و عظمت ہوگی جیسا اس آیت میں ہے۔ وانه لذكر لك ولقومك [الزخرف: ۳۳] معنی یہ ہوا اے ذا شرف و مجد

عند اللہ۔ الرسول سے مراد جبرئیل علیہ السلام، نمبر ۲، محمد علیہ السلام۔

يَتْلُوا (وہ رسول پڑھتا ہے) نمبر ۲۔ اللہ تعالیٰ عزوجل عَلَيْكُمْ اٰيَاتٍ مَّبِيَّنَاتٍ لِّيُخْرِجَ (تم پر اللہ تعالیٰ کی واضح آیات

تا کہ وہ نکالے) یعنی اللہ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ (ایسے لوگوں کو جو ایمان لائیں اور اچھے عمل کریں) تا کہ ان کو

حاصل ہو جس پر وہ اس گھڑی ہیں یعنی ایمان اور عمل صالح۔ نمبر ۲۔ یا تا کہ وہ نکالے ان لوگوں کو جن کے متعلق علم ہو چکا کہ وہ ایمان

لائیں گے۔ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّورِ (اندھیروں سے روشنی کی طرف) ظلمات کفر سے یا جہالت سے ایمان کی روشنی کی طرف یا

علم کی طرف وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُدْخِلْهُ (اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے گا اللہ تعالیٰ اس

کو داخل فرمائیں گے)

قراءت: ندخلہ نون کے ساتھ مدنی اور شامی نے پڑھا ہے۔

جَنَّتِ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا اَبَدًا (جنت کے باغات میں کہ جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی ان

میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے)

ایک نکتہ:

مَنْ کے لفظ کا لحاظ کر کے اور معنی کا لحاظ کر کے واحد جمع صیغے لائے گئے ہیں۔ قَدْ أَحْسَنَ اللَّهُ لَهُ رِزْقًا (بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے

ان کو بہت اچھی روزی دی ہے) اس میں معنی تعجب کا اور تعظیم کا پایا جاتا ہے اس ثواب کے متعلق جو ایمان والوں کو عنایت کیا جائے

گا۔

مثلیت ارض سے مراد:

۱۲: اَللَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَوَاتٍ (اللہ تعالیٰ ہی نے سات آسمان پیدا کیے)

نَحْوًا: اللہ مبتدأ الذی خلق خبر ہے۔ سبع سموات۔

اجماع مفسرین:

مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آسمان سات ہیں۔
وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ (اور انہی کی طرح زمین بھی)
نَحْوُ: منصوب مانیں تو اس کا عطف سبع سموات پر ہوگا۔

ایک قول:

قرآن مجید میں ہے سوائے اس آیت کے اور کوئی آیت نہیں جو زمین کے سات عدد ہونے پر دلالت کرتی ہو۔ ہر دو آسمانوں کے مابین تو پانچ سو سال کا فاصلہ ہے۔ اور ہر آسمان کی موٹائی بھی پانچ سو سال کی ہے۔ اور زمینیں بھی ان آسمانوں کی طرح ہیں۔
ایک اور قول: زمین ایک ہے البتہ اقلیم اس میں سات ہیں۔ يَتَنَزَّلُ الْأَمْرُ بَيْنَهُنَّ (ان سب میں اللہ تعالیٰ کے احکام نازل ہوتے رہتے ہیں) یعنی اللہ تعالیٰ کا حکم اور فیصلہ ان کے درمیان جاری ہے۔ اور اس کی بادشاہی ان سب میں نافذ ہے۔ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (تا کہ تم کو معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ ہر شئی پر قدرت رکھتا ہے)
نَحْوُ: لام اس کا تعلق خلق سے ہے۔

وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا (اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو اپنے احاطہ علمی میں لیے ہوئے ہیں)
نَحْوُ: عِلْمًا یہ تمیز ہے نمبر ۲۔ مصدر ہے جو غیر لفظ سے آیا ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے قد علم کل شیء عِلْمًا۔

الحمد لله سورة الطلاق کا تفسیری ترجمہ مکمل ہوا

سُورَةُ التَّجْوِيْدِ قَدْ نَبِّتَ وَهِيَ ثِنْتَا عِشْرَةَ آيَةً وَفِيهَا الْكُوفَا

سورۃ التجریم مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں بارہ آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ وَاللَّهُ غَفُورٌ

اے نبی آپ اس چیز کو کیوں حرام کرتے ہیں جسے اللہ نے آپ کے لئے حلال کیا، آپ اپنی بیویوں کی خوشنودی چاہتے ہیں اور اللہ بخشنے والا ہے

رَّحِيمٌ ① قَدْ فَرَضَ اللَّهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ أَيْمَانِكُمْ وَاللَّهُ مَوْلَاكُمْ وَهُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ②

مہربان ہے اللہ نے تمہارے لئے تمہاری قسموں کا کھولنا مقرر فرما دیا ہے اور اللہ تمہارا مولیٰ ہے اور وہ جاننے والا ہے حکمت والا ہے۔

وَإِذَا سَرَ النَّبِيُّ إِلَى بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا فَلَمَّا نَبَّاتُ بِهِ وَأَظْهَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ

اور جب نبی نے ایک بات اپنی ایک بیوی سے آہستہ سے بیان فرمادی پھر جب وہ بات اس بیوی نے بتادی اور اللہ نے وہ بات نبی پر ظاہر فرمادی

عَرَّفَ بَعْضَهُ وَأَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّاهَا بِهِ قَالَتْ مَنْ أَنْبَاكَ هَذَا قَالَ

تو جو خبر نے کچھ بات بتادی اور کچھ بات سے اعراض کیا پھر جب نبی نے وہ بات اس بیوی کو بتادی تو اس نے کہا کہ آپ کو اس کی کس نے خبر دی؟ آپ نے فرمایا

نَبَّأَنِي الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ ③

مجھے جاننے والے خبر رکھنے والے نے خبر دی۔

۱: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ (اے نبی جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے حلال کیا ہے اس کو آپ حرام کیوں کرتے ہیں؟) روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری میں ماریہ سے خلوت کی۔ حفصہ رضی اللہ عنہا کو اس کا علم ہو گیا۔ آپ نے حفصہ کو فرمایا میری بات ظاہر نہ کرنا۔ میں نے ماریہ کو اپنے اوپر حرام کر لیا ہے اور تمہیں خوشخبری دیتا ہوں کہ ابوبکر، عمر میرے بعد میری امت کے معاملے کے ذمہ دار ہونگے۔ حفصہ رضی اللہ عنہا نے اس کی اطلاع عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دی۔ یہ دو سہیلیاں تھیں۔

ایک قول یہ ہے:

کہ حفصہ کی باری کے دن میں ماریہ سے خلوت کی پھر اس کو خوش کرنے کیلئے ماریہ کو اپنے اوپر حرام کر لیا۔ اور اس کو چھپانے کا

حکم دیا۔ مگر اس نے نہ چھپایا۔ پس آپ نے حفصہ کو طلاق دے دی۔ اور بیویوں سے علیحدگی اختیار فرمائی۔ ۲۹ انتیس راتیں ماریہ کے گھر میں گزاریں پس جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کیا حفصہ سے رجوع فرمائیں وہ بہت زیادہ روزے رکھنے اور قیام کرنے والی ہے اور قیامت کے دن جنت میں یہ آپ کی ازواج سے ہے۔ [قال الحافظ اراہ هكذا وهو عند الحاکم وغیرہ

بغیر ذکر سببہ حاشیہ کشاف]

ایک اور روایت:

میں ہے کہ آپ نے زینب بنت جحش کے گھر میں شہد پیا۔ عائشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہما، نے باہمی موافقت کی اور کہنے لگیں ہمیں آپ کے منہ سے مغفیر کو بو آرہی ہے۔ آپ ﷺ کو ناپسند کرتے تھے۔ پس آپ نے شہد کو حرام کر لیا۔ پس اس کا معنی: آپ کیوں حرام کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کیلئے حلال کر رکھا ہے۔ باندیوں کو یا شہد کو۔ [رواہ البخاری ۵۲۶۷، مسلم ۱۳۷۷]

تَبْتَغِي مَرْضَاتِ اَزْوَاجِكَ (آپ چاہتے ہیں اپنی بیویوں کی خوشنودی) یہ لم تحرم کی تفسیر ہے۔ نمبر ۲۔ حال ہے نمبر ۳۔ جملہ مستانفہ ہے اور یہ آپ کی طرف سے لغزش تھی کیوں کہ کسی کو حق نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیز کو حرام کرے۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے) اس نے آپ کو بخش دیا جو لغزش آپ سے ہوئی۔ اور آپ پر اس نے رحم فرمایا کہ مؤاخذہ نہیں کیا۔

قسم کی نکلنے کی راہ:

۲: قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ (اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کیلئے تمہاری قسموں کے کھولنے (کا طریقہ) مقرر کر دیا ہے) اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ایسی چیز مقرر فرمادی جس سے تم اپنی قسموں سے حلال ہو سکتے ہو اور وہ کفارہ ہے۔ نمبر ۲۔ کفارہ سے قسموں کی حلت کو مشروع کیا۔ نمبر ۳۔ قسموں میں استثناء کو جائز قرار دیا۔ عرب کہتے ہیں حلل فلان فی یمینہ جب کہ وہ اس میں استثناء کرے۔ اور استثناء یہ ہے کہ قسم کے آخر میں انشاء اللہ کہہ دے تو اس کی قسم نہ ٹوٹے۔

عند الاحناف:

حلال کو حرام کر لینا قسم ہے۔

بقول مقاتل:

رسول اللہ ﷺ نے ایک رقبہ تحریم ماریہ میں آزاد فرمایا۔ قول حسن رحمہ اللہ۔ آپ ﷺ نے کفارہ نہیں دیا کیونکہ آپ کو ماتقدم من ذنبہ اور ماتاخر سب معاف تھے۔ اور یہ ایمان والوں کی تعلیم کیلئے فرمایا گیا۔ وَاللّٰهُ مَوْلَاكُمْ (اور اللہ تعالیٰ تمہارا کارساز ہے) تمہارا آقا اور تمہارے کاموں کا ذمہ دار ہے۔ ایک قول یہ ہے: مولا کم تمہارے نفوس سے بڑھ کر حقدار ہے۔ پس

اس کی خیر خواہی تمہاری نصیحتوں سے زیادہ نفع بخش ہے۔ وَهُوَ الْعَلِيمُ (وہی بڑا جاننے والا ہے) جو چیز تمہارے لئے درست ہے پس وہ اسی کو مشروع کرنے والا ہے۔ الْحَكِيمُ (بڑی حکمت والا ہے) اس میں جو اس نے حلال و حرام قرار دیں ہیں۔

حدیث ماریہ امامت شیخین:

۳: وَإِذَا أَسْرَ النَّبِيُّ إِلَى بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا (جب پیغمبر ﷺ نے اپنی کسی زوجہ سے ایک بات چپکے سے کہی اور اس کو کہہ دیا کہ کسی دوسری بی بی سے مت کہنا) حدیث ماریہ اور امامت شیخین مراد ہے۔ فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهِ (پھر جب اس بیوی نے وہ بات دوسری بی بی کو بتلا دی) عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ظاہر کر دی۔ وَأَظْهَرَ اللَّهُ عَلَيْهِ (اور پیغمبر ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی اس کی خبر دے دی) پیغمبر ﷺ کو بات کا افشاء کرنا جبرئیل علیہ السلام کی زبان پر بتلا دیا گیا۔ عَرَفَتْ بَعْضَهُ (تو پیغمبر ﷺ نے ظاہر کرنے والی بی بی کو تھوڑی سی بات تو بتلا دی) کچھ بات جنوادی وَأَعْرَضَ عَنْ بَعْضِ (اور تھوڑی بات کو ٹال گئے) پس اس کی اطلاع بطور کرم نفسی نہ دی۔

قول سفیان رحمہ اللہ:

شرفاء اور مہربان لوگوں کی باتوں سے تغافل برتنے کا رواج چلا آ رہا ہے۔

قراءت: علی نے عرف تخفیف سے پڑھا ہے۔ یعنی بدلہ دیا جیسے تم مجرم و گناہ گار کو کہو: لَا عَرَفْنَا لَكَ ذَلِكَ فِي تَمِّمْ سے اس بات کا بدلہ لوں گا۔ ایک قول یہ ہے: المعرف حدیث امامت جس سے اعراض کر لیا جائے اس کو المعرض عنہ کہا جاتا ہے اس سے مراد حدیث ماریہ تھی۔ روایت میں ہے کہ آپ نے حفصہ کو کہا کیا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ میری یہ بات چھپاؤ! حفصہ نے جواب دیا جس ذات نے آپ کو سچا پیغمبر بنایا ہے۔ خوشی کی وجہ سے مجھے اپنے اوپر اختیار نہیں رہا اس لئے کہ یہ ایک عظیم شرف تھا جس سے اللہ تعالیٰ نے میرے باپ کو خاص کیا۔ [ذکر اللمعشری فی الکشاف ۳/۵۶۶] فَلَمَّا نَبَّأَهَا بِهِ (جب آپ ﷺ نے حفصہ کو وہ بات بتلا دی) نبی اکرم ﷺ نے حفصہ کو بات بتلا دی کہ تم نے عائشہ رضی اللہ عنہا پر راز افشاء کیا ہے۔ قَالَتْ (تو حفصہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ سے کہنے لگی) مَنْ أَبَاكَ هَذَا قَالَ نَبَائِي الْعَلِيمُ (آپ کو یہ اطلاع کس نے دی۔ پیغمبر ﷺ نے فرمایا مجھے بڑے علم والے نے) جو سراڑ کارازدان ہے۔ الْخَبِيرُ (باخبر ذات نے خبر دی ہے) جو ضائر سے واقف ہے۔

إِنْ تَتُوبَا إِلَى اللَّهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا وَإِنْ تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ

اے دونوں بیویو! اگر تم اللہ کے سامنے توبہ کر لو تو تمہارے دل مائل ہو گئے اور اگر پیغمبر کے مقابلہ میں تم دونوں آپس میں کارروائیاں کرتی ہو تو اللہ ان کا مولیٰ ہے

وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذَلِكَ ظَهِيرٌ ۗ عَسَى رَبُّهُ إِنْ طَلَّقَكُنَّ

اور جبریل بھی اور نیک مسلمان بھی اور ان کے علاوہ فرشتے مددگار ہیں اگر پیغمبر تم عورتوں کو طلاق دے دیں تو ان کا پروردگار بہت جلد

أَنْ يُبَدِّلَهُ أَزْوَاجًا خَيْرًا مِنْكُنَّ مُسْلِمَاتٍ مُؤْمِنَاتٍ قَنِيتٍ تَبَّتْ عِبْدَتِ سَبَّحَتْ

تمہارے بدلہ ان کو تم سے اچھی بیویاں عطا فرما دے گا جو اسلام والیاں ایمان والیاں فرمانبرواری کرنے والیاں توبہ کرنے والیاں عبادت کرنے والیاں روزہ رکھنے والیاں ہوں گی

تَبَّتْ وَأَبْكَرًا ۝

کچھ بیوہ اور کچھ کنواریاں۔

۴: إِنْ تَتُوبَا إِلَى اللَّهِ (اگر تم دونوں اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کر لو) اس میں حفظہ و عانتہ رضی اللہ عنہما کو خطاب ہے۔ جو بطور التفات فرمایا گیا۔ تاکہ عتاب میں زیادہ بلیغ ہو۔

تَبَّتْ: شرط کا جواب محذوف ہے اور تقدیر کلام اس طرح ہے ان تتوبا الی اللہ فهو الواجب۔ اگر تم دونوں توبہ کرو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تو وہ ضروری ہے۔ اور محذوف پر دلالت فقد صغت قلوبکم کر رہا ہے۔ فَقَدْ صَغَتْ (پس بلاشبہ تمہارے دل قائل ہو گئے) قُلُوبُكُمْ حَالًا لَکُمْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ کے ساتھ اخلاص میں ہر شخص پر واجب ہے کہ وہی چیز پسند کرے جو آپ پسند کرتے ہیں اور اسی چیز کو ناپسند سمجھے جس کو آپ ناپسند کرتے ہیں۔

دو عورتوں کا باہمی تعاون کیا حیثیت رکھتا ہے جس کے معاون یہ ہوں:

وَإِنْ تَظَاهَرَا عَلَيْهِ (اور اگر پیغمبر ﷺ کے خلاف تم باہم تعاون کرتی رہیں)۔

قراءت: کوئی نے تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ اگر تم دونوں باہمی پیغمبر ﷺ کی مرضی کے خلاف تعاون کرتی رہیں اس بات میں جو آپ کو ناپسند ہے یعنی ایک دوسرے پر غیرت میں افراط اور آپ کے راز کو کھولنا اور ظاہر کرنا۔ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ (تو یاد رکھو! پیغمبر ﷺ کا رفیق اللہ ہے) آپ کا ولی و ناصر ہے۔ درمیان میں ہو کا اضافہ اس بات کو ظاہر کرنے کیلئے ہے کہ اللہ تعالیٰ ذاتی طور پر آپ کا نگہبان و مددگار ہے۔ وَجِبْرِيلُ (اور جبریل بھی آپ کا ولی و دوست ہے۔) وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ (اور نیک مؤمنین) جو صالح مؤمنین ہیں ایمان لا کر صالح اعمال انجام دینے والے ہیں۔ ایک قول یہ ہے: جو نفاق سے بری ہیں۔ ایک قول: صحابہ مراد ہیں۔ اگرچہ واحد کا صیغہ ہے مگر مراد جمع ہے۔ جیسے کہتے ہیں۔ لَا يَفْعَلُ هَذَا الصَّالِحُ مِنَ النَّاسِ يَهَا تَمَّهَارِي مَرَادُ جَنَسِ

صالح ہے۔ ایک قول یہ ہے: اس کی اصل صالحوا المؤمنین ہے۔ واؤ کو لکھنے میں حذف کر دیا۔ تاکہ لفظ کی موافقت ہو جائے۔ وَالْمَلٰٓئِكَةُ (اور ان کے علاوہ فرشتے مددگار ہیں) اپنی کثرت تعداد کے ساتھ۔ بَعْدَ ذٰلِكَ (اس کے بعد) یعنی اللہ تعالیٰ کی نصرت اور جبرئیل و صالح مؤمنین کی معاونت کے بعد ظہیر (ایک فوج آپ کی معاون ہے۔) پس دو عورتوں کا باہمی تعاون کیا حیثیت رکھتا ہے ان کے لئے جن کے معاون یہ سب ہوں۔ کیونکہ فرشتوں کا معاونت کرنا یہ من جملہ اللہ تعالیٰ کی نصرت میں سے ہے تو اسی لئے بعد ذلک کے لفظ ان کی نصرت و معاونت کی عظمت کو ظاہر کرنے کیلئے لائے گئے ہیں۔

۵: عَسَىٰ رَبُّهُۥٓ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُدۡلِكَ (اگر پیغمبر ﷺ کو طلاق دے دیں گے بہت جلد ان کا رب تعالیٰ تمہارے بدلے دے دے گا)

قرأت: مدنی، ابو عمرو نے یُدِّلُّہ پڑھا ہے۔ تشدید کثرت کو ظاہر کرنے کیلئے ہے۔ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُمْ (بیویاں تم سے اچھی ہونگی)

سوال: وہ تبدلات ان سے زیادہ بہتر کیسے ہو سکتی ہیں حالانکہ امہات المؤمنین سے زیادہ خیر والی کوئی عورت سطح زمین پر نہیں پائی جاتی؟

جواب: جب رسول اللہ ﷺ ان کی ایذا کی وجہ سے ان کو طلاق دے دیں گے۔ تو ام والی صفت نہ رہی تو دوسری عورتیں ان صفات سے موصوف ہونگی (اور ان کو شرف زوجیت حاصل ہو جائے گا) تو وہ ان سے بہت بہتر ہو جائیں گی۔ (جب طلاق نہیں دی تو کسی دوسری عورت کا ان سے افضل ہونا ثابت نہ ہوا)

صفاتِ مومنات:

مُسْلِمَاتٍ مُّؤْمِنَاتٍ (اسلام لانے والیاں، فرماں برداری کرنے والیاں) اخلاص کے ساتھ اقرار اسلام کرنے والیاں۔ قَنِیٰتٍ (فرمانبردار) التقوت اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو بجالانا۔ اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت اس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں ہے۔ تَبٰتٰتٍ (توبہ کرنے والیاں)۔ گناہوں سے نمبر ۲۔ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والیاں اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کی طرف رجوع کرنے والیاں۔

عِبَادَاتٍ (عبادت گزار) اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والیاں سِتِّحٰتٍ (روزے رکھنے والیاں) ہجرت کرنے والیاں۔ روزہ دار کو بھی سآح کہہ دیا جاتا ہے کیونکہ ہجرت والے کے پاس زادراہ نہیں ہوتا وہ کھانے سے اس وقت تک بازرہتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ کھانے والی چیز پائے پس روزہ دار بھی وقت افطار تک کھانے سے رک جانے میں اس کے مشابہ ہو گیا جس کی وجہ سے سآح کا اطلاق اس پر آ گیا۔ تَبٰتٰتٍ وَّ اَبْكَارًا (کچھ بیوہ اور کچھ کنواریاں)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا

اے ایمان والو! بچاؤ اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں

مَلَائِكَةٌ غُلَاظٌ شِدَادٌ لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ﴿٦﴾

اس پرفرشتے مقرر ہیں جو سخت مزاج ہیں، مضبوط ہیں وہ اس کام میں اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے جس کا وہ انہیں حکم دیتا ہے اور وہ وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَعْتَذِرُوا وَالْيَوْمِ إِنَّمَا تَجْزُونَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٧﴾ يَا أَيُّهَا

اے کافرو! آج عذر بیان نہ کرو تمہیں اسی چیز کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کرتے تھے اے

الَّذِينَ آمَنُوا تَوْبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَنْ يُكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ

ایمان والو! تم اللہ کے حضور میں سچی توبہ کرو، قریب ہے کہ تمہارا رب تمہارے گناہوں کا آقاہ فرما دے گا

وَيُدْخِلَكُم جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ لَا يَخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ

اور تمہیں ایسے باغوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، جس دن اللہ نبی کو اور ان کو رسوا نہ فرمائے گا جو انہیں

آمَنُوا مَعَهُ نُورُهُمْ يَسْعَىٰ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا آتِنَا نُورَنَا

ایمان ان کے ساتھ ہیں ان کا نور ان کے سامنے اور انکی دائیں طرف دوزخا ہوگا وہ عرض کرتے ہوئے کہ اے ہمارے رب! ہماری نور پور فرما دے

وَاعْفِرْ لَنَا إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٨﴾ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ

اور ہماری مغفرت فرما دے، بے شک آپ ہر چیز پر قادر ہیں، اے نبی جہاد کیجئے کافروں سے اور منافقوں سے

وَاعْلَظْ عَلَيْهِمْ وَمَا أُولَٰئِكَ إِلَّا فِي سَعِيرٍ ﴿٩﴾

اور ان پر سختی کیجئے اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بری جگہ ہے۔

ایک نکتہ:

ثببات اور ابرار کے درمیان واؤ عاطفہ لائے۔ بقیہ صفات میں واؤ کو ذکر نہیں کیا گیا۔ کیونکہ یہ دونوں صفتیں ایک دوسرے کی منافی اور ضد ہیں۔ بقیہ صفات ایسی نہیں۔

۲: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ (اے ایمان والو! تم اپنے کو بچاؤ) معاصی کو چھوڑ کر اور طاعات کو اختیار کر کے۔

وَأَهْلِيكُمْ (اور اپنے گھر والوں کو) ان پر وہ چیزیں لازم کرو جو اپنے نفسوں پر لازم قرار دیتے ہو۔ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ (اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں) وہ آگ کی ایسی قسم ہے جو انسان اور پتھروں سے جلے گی۔ جیسا دوسری آگیں لکڑیوں سے جلتی ہیں۔ عَلَيْهَا (جس پر متعین ہیں) اس کے ذمہ دار اور اس آگ کے ذریعہ عذاب دینے پر نگران مَلٰٓئِكَةٌ (فرشتے ہیں) زبانیہ جن کی تعداد انیس ہے اور ان کے معاون فرشتے۔ غَلَاظٌ شِدَادٌ (تندخو اور قوی) ان کے اجسام میں سختی و شدت ہے یا سخت بول اور زبردست افعال والے۔

وہ ہر حکم کی ادائیگی کرتے ہیں:

لَا يَعْصُونَ اللَّهَ (جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے) یہ صفت کی وجہ سے محل رفع میں واقع ہے۔ مَا أَمَرَهُمْ (اس کے حکم میں) علیہ محل نصب میں واقع ہے۔ کیونکہ بدل ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے۔ لا يعصون ما امر الله ای امرہ۔ حکم کی نافرمانی نہیں کرتے۔ یہ اسی طرح ہے جیسا دوسرے مقام پر فرمایا۔ اف عصيت امری [ط: ۹۳]۔ نمبر ۲۔ تقدیر کلام یہ ہو ایعصونه فیما امرهم۔ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ (اور وہی کرتے ہیں جو ان کو حکم دیا جاتا ہے) یہ دونوں جملے ایک معنی میں ہیں۔ اس لئے کہ پہلے کا معنی یہ ہے انہم يتقبلون او امرہ ویلتزمونها۔ وہ اس کے احکام کو قبول کرتے اور ان کو اپنے پر لازم کرتے ہیں۔ اور دوسرے جملے کا معنی یہ ہے وہ جو حکم دیا جائے اس کی ادائیگی کرتے ہیں اور اس سے بوجھ محسوس نہیں کرتے اور نہ سستی کرتے ہیں۔

کفار کو معذرت غیر مفید:

۷: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَعْتَدِرُوا الْيَوْمَ إِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ (اے کافرو! آج معذرت نہ کرو۔ بس تم کو اس کی سزا مل رہی ہے۔ جو تم (دنیا میں) کیا کرتے تھے) ان کو آگ میں داخل ہوتے وقت یہ بات کہی جائے گی۔ تعملون سے دنیا میں کیے جانے والے اعمال۔ لا تعتذروا آج معذرت نہ کرو کیونکہ تمہارا کوئی عذر ہے ہی نہیں۔ نمبر ۲۔ اس لئے عذر نہ کرو کیونکہ معذرت کرنا تمہارے حق میں آج مفید نہ ہوگا۔

خالص توبہ:

۸: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تَوْبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا (اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کے سامنے سچی توبہ کرو) نصوحاً سچی یہ معنی انخس رحمہ اللہ نے بیان فرمایا ہے۔ ایک قول یہ ہے: نصوح بمعنی خالص۔ عرب کہتے ہیں۔ عسل ناصح جبکہ وہ موم سے اس کو الگ کر دیا جائے۔ ایک قول یہ ہے نصوحاً یہ نصاحۃ الثوب یعنی ایسی توبہ جو تیرے دین کے شگافوں کو رنوا کر دے اور سوراخ کو بند کر دے۔ یہ بھی درست ہے کہ ایسی توبہ جس میں تو لوگوں سے خیر خواہی کرے یعنی ان کو خیر کی طرف بلائے تاکہ اس کا اثر کرنے والے میں ظاہر ہو۔ اور عمل کے مقتضیات پر عمل پیرا ہونے میں عزیمت و اعلیٰ ہمت کا اظہار کرے۔

قراءت: نُصُوحٌ حماد و یحییٰ نے پڑھا اور اس کو مصدر قرار دیا ای ذات نصوح او تنصح نصوحاً۔ اور مرفوع بھی وارد ہوا ہے

انَّ التَّوْبَةَ النَّصُوْحُ تَوْبَةُ نَصُوْحٍ يَهِيَ كَهْ كُنَاةٍ سَه تَوْبَةٍ كَرَّهٍ دَوْبَارَهٗ اَسْ كِي طَرَفٍ نَه لَوْنَهٗ جِي سَه دَوْدَه لَوْثٌ كَرْتَهْنٌ مِي سَ نَهِي سَ جَا تَا هِيَ -

قول حذیفہ:

آدمی کی برائی کیلئے یہی کافی ہے کہ گناہ سے توبہ کرے پھر دوبارہ وہی گناہ کرنے لگے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

توبہ زبان سے استغفار، دل سے شرمندگی، ارکان کے ساتھ اس سے علیحدگی کو کہتے ہیں۔

عَسَى رَبُّكُمْ اَنْ يُكْفِرَ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ (امید ہے کہ تمہارا رب تمہارے گناہ معاف کرے گا) یہ عسی کا لفظ اسی انداز سے ہے جیسا کہ بادشاہ اپنے وعدوں کے وقت کہا کرتے تھے۔ عسی، لعل، فعل کذا وغیرہ۔ حالانکہ ان افعال کا وقوع ان سے قطعی و طے شدہ ہوتا ہے۔ وَيُدْخِلْكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ (اور تم کو ایسی جنتوں میں داخل فرمائے گا۔ جس کے محلات اور درختوں کے نیچے نہریں بہتی ہیں) اس میں ان لوگوں یعنی کفار پر تعریض فرمائی جن کو اس دن رسوا کیا جائیگا۔ نُورُهُمْ يَسْعَى بَيْنَ اَيْدِيهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ (ان کا نور ان کے سامنے اور ان کے داہنے جانب دوڑتا ہوگا)

نحو: نورہم، مبتدأ اور یسعی الخ خبر ہے۔

يَقُولُونَ رَبَّنَا اَتَمِّمْ لَنَا نُورَنَا (وہ کہیں گے اے ہمارے رب! ہمارے اس نور کو آخر تک رکھنا) یہ اس وقت کہیں گے جب وہ منافقین کا نور بجھا ہوا دیکھیں گے۔ وَاعْفِرْ لَنَا اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (اور ہم کو تو بخشدے تو ہر شئی پر قادر ہے) ۹: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ (اے نبی ﷺ کافروں سے جہاد کریں) تلوار کے ساتھ وَالْمُنَافِقِينَ (اور منافقین سے) سخت بات، وعظ بلیغ کے ذریعہ۔

ایک قول:

ان پر حدود اسلامی کو قائم کر کے وَاعْلُظْ عَلَيْهِمْ (اور ان پر سختی کرو) دو فریق پر اس مجاہدہ میں جو قتال اور حجت باللسان کی صورت میں ان کے ساتھ اختیار فرمائیں۔ وَمَا وَهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ (ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے)

ضَرَبَ اللهُ مَثَلًا لِلَّذِينَ كَفَرُوا امْرَأَاتَ نُوحٍ وَامْرَأَاتَ لُوطٍ كَانَتَا تَحْتَ

اللہ نے کافروں کے لئے نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کا حال بیان فرمایا ' یہ دونوں ہمارے خاص بندوں میں سے دو

عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحِينَ فَخَانَتُهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللَّهِ شَيْئًا وَقِيلَ

صالح بندوں کے نکاح میں تھیں ' سوان دونوں عورتوں نے ان دونوں کی خیانت کی پھر وہ اللہ کے مقابلہ میں ان عورتوں کے ذرا بھی کام نہ آسکے اور حکم دیا گیا

ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدَّٰخِلِيْنَ ۝۱۰ وَضَرَبَ اللهُ مَثَلًا لِلَّذِينَ آمَنُوا امْرَأَاتَ فِرْعَوْنَ

کہ تم دونوں دوسرے داخل ہونے والوں کے ساتھ دوزخ میں داخل ہو جاؤ ' اور اللہ نے اہل ایمان کے لئے فرعون کی بیوی کا حال بیان فرمایا ہے

اذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِى الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ

جبکہ اس نے عرض کیا کہ اے میرے رب میرے لئے اپنے قرب میں جنت میں گھر بنا دیجئے اور مجھے فرعون سے اور ظالم

مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ ۝۱۱ وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ

قوم سے نجات دیجئے اور عمران کی بیٹی مریم کا حال بیان فرمایا جس نے اپنی ناموس کو محفوظ رکھا سو ہم نے اس میں اپنی

مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمَاتِ رَبِّهَا وَكُتِبَ لَهَا مِنَ الصَّالِحِيْنَ ۝۱۲

روح پھونک دی اور اس نے اپنے رب کے کلمات کی اور اسکی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ فرمانبرداروں میں سے تھی۔

کافروں کے لئے مثال زوجہ نوح و لوط کونیکوں کے نکاح میں ہونا کام نہ آئے گا:

۱۰: ضَرَبَ اللهُ مَثَلًا لِلَّذِينَ كَفَرُوا امْرَأَاتَ نُوحٍ وَ امْرَأَاتَ لُوطٍ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحِينَ

فَخَانَتُهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللَّهِ شَيْئًا وَقِيلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدَّٰخِلِيْنَ (اللہ تعالیٰ نے کافروں کیلئے نوح علیہ السلام

کی بیوی کا اور لوط علیہ السلام کی بیوی کا حال بیان فرمایا ہے۔ وہ دونوں ہمارے خاص بندوں میں سے دو نیک بندوں کے نکاح میں

تھیں۔ پس ان دونوں عورتوں نے ان دونوں بندوں کا حق ادا نہیں کیا۔ تو یہ نیک بندے اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں ان دونوں عورتوں

کے کچھ کام نہ آسکے اور دونوں عورتوں کو حکم دیدیا گیا کہ دوزخ میں جانے والوں کے ساتھ تم دونوں بھی دوزخ میں چلی جاؤ)

اللہ تعالیٰ نے یہ مثال کفار کی حالت کے متعلق اس سلسلہ میں بیان فرمائی۔ کہ ان کو ان کے کفر و عداوت مؤمنین پر بغیر کسی

پرواہ کے سزا دی جائے گی اور عداوت کے ہوتے ہوئے ان کو نسب و مصاہرت کام نہ دے گی۔ خواہ وہ نسب سے متصل مؤمن پیغمبر

ہی کیوں نہ ہو۔ جیسا کہ نوح علیہ السلام و لوط علیہ السلام کی بیویوں کا حال ہوا۔ جب دونوں نے منافقت اختیار کی اور دونوں

رسولوں کی خیانت، ان کے افشائے راز سے کی تو دونوں رسول ان کے کچھ بھی کام نہ آئے حالانکہ ان کے مابین باہمی ازدواجی تعلق تھا۔ کہ ان کو عذاب سے بچا لیتے۔ قیل ان دونوں کی موت کے وقت یا قیامت کے دن کہا جائے گا۔ ادخلاً النار تم دونوں آگ میں داخل ہو جاؤ۔ مع سائر الداخلین۔ (دوسرے تمام داخل ہونے والوں کے ساتھ) کہ جن کا اور انبیاء علیہم السلام کا باہمی کوئی رشتہ نہیں۔ یا داخلین سے اپنی اپنی قوم کے جہنم میں داخل ہونے والے قومی بھائی۔

ایمان والوں کے لئے آسہ کو مثال فرعون کی زوجیت کا کچھ نقصان نہ ہوا:

۱۱: وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِلَّذِينَ آمَنُوا امْرَأَتَ فِرْعَوْنَ (اور اللہ تعالیٰ مسلمانوں (کی تسلی) کیلئے فرعون کی بیوی کا بیان کرتا ہے) اس کا نام آسہ بنت مترحم تھا۔ وہ موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئیں فرعون نے چومینا کروا کر اسے عذاب میں مبتلا کیا۔ اذْقَالَتْ (جب اس نے کہا) جب کہ اسے عذاب دیا جا رہا تھا۔ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ (اے میرے رب میرے لئے اپنے قرب میں جنت کے اندر ایک مکان بنا دے) گویا اس نے بلند درجے کا ارادہ کیا۔ کیونکہ ذات باری تعالیٰ تو مکان سے پاک ہے۔ پس اس کی تعبیر عندک سے کی۔ وَنَجَّيْنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهِ (اور مجھے فرعون اور اس کے عمل سے محفوظ رکھ) عملہ یعنی عمل فرعون، یا فرعون کی خبیث شخصیت سے اور خصوصاً اس کے عمل کفر، ظلم اور بلا جرم سزا سے محفوظ فرما۔ وَنَجَّيْنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ (اور مجھے ان ظالموں سے بچا) اس سے سارے قبطنی مراد ہیں۔

مَسْتَكْلًا: نیک لوگوں کی عادت یہ ہے کہ مصائب و مشکلات کے وقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجاء اور اللہ تعالیٰ کی پناہ اور ظلم سے چھٹکارے کا سوال کرتے رہنا چاہیے۔

مریم نے بلد خاوند اپنی ناموس کی حفاظت کی یہود کا پیران کو نقصان نہ دے سکا:

۱۲: وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا (اور اللہ تعالیٰ مریم بنت عمران کا حال بیان کرتا ہے کہ جس نے اپنے ناموس کو محفوظ رکھا) مردوں سے فَنَفَخْنَا (پس ہم نے پھونک دی) فِيْهِ (اس کے ناموس میں) (شرمگاہ میں) مِنْ رُؤُوسِنَا (اپنی روح) جو ہماری مخلوق تھی۔ وَصَدَّقَتْ بِكَلِمَاتِ رَبِّهَا (اور اس نے تصدیق کی اپنے رب کے پیغامات کی) وہ صحائف جو اور لیس علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے اتارے وَكُتِبَ (اور اس کی چاروں کتابوں پر) قراءت: بصری و حفص نے کُتِبَ پڑھا ہے۔

وَكَانَتْ مِنَ الْقَانِنِيْنَ (اور وہ اطاعت گزاروں میں سے تھی)۔ جبکہ قنوت ایک صفت ہے جو ہر اس ذات کو شامل ہے جو مرد و عورت میں سے کرے۔ تو اس صفت میں مذکور مؤنحوں پر غالب ہیں۔ اور اسی کے لحاظ سے یہاں استعمال کیا گیا۔

مِنْ حَيْضٍ: من یہ تبعیض کیلئے ہے۔ اور ابتدائے غایت کیلئے بھی ہو سکتا ہے اس طور پر کہ اس کی ولادت قانتین ہی کے ہاں ہوئی کیونکہ وہ حضرت ہارون علیہ السلام جو موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہیں ان کی نسل سے تھیں۔

مؤمنین کی حالت کی مثال اس بات میں ہے کہ کفار کا تعلق ورشتہ داری کوئی نقصان نہیں دیتی اور نہ ہی ایمان والوں کے مراتب و ثواب جو اللہ تعالیٰ کے ہاں مقرر ہیں اس میں کچھ کمی واقع ہوتی ہے۔ جیسا کہ فرعون کی بیوی اور اس کا عالی مرتبہ باوجودیکہ وہ اللہ تعالیٰ کے عظیم ترین دشمن کی بیوی تھی۔ اور مریم بنت عمران کو جو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اور آخرت میں عزتیں عنایت فرمائیں اور تمام جہان کی عورتوں پر ان کو چنا گیا حالانکہ ان کی قوم یہود کا فر تھے۔ ان دو مثالوں میں دونوں امہات المؤمنین کو تعریض کی گئی ہے۔

اس میں امہات المؤمنین کو تعریض ہے:

جن کا واقعہ شروع سورت میں گزرا۔ اور ان سے جو زیادتی ہوئی کہ رسول اللہ کی مرضی کے برخلاف آپ پر چڑھائی کی۔ ان دونوں کو خبردار کیا گیا۔ اور انتہائی انداز سے خبردار کیا گیا۔ اور اس بات کی طرف اشارہ کر دیا۔ ان کا حق تو یہ تھا کہ وہ ان مؤمنہ عورتوں کی طرح اخلاص سے رہیں۔ اور ان کو اس بات پر ہرگز بھروسہ نہ کرنا چاہئے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی ازواج ہیں تو ان کو رسول اللہ ﷺ کے سلسلہ میں ہر چیز درست ہے۔

الحمد للہ قبل العصر سورۃ التحریم کا تفسیری ترجمہ مکمل ہوا۔ یوم الجمعہ ۲۰ ربیع الاول ۱۴۲۴ھ

سُوْرَةُ الْمَلِكِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَلَاثُونَ آيَةً وَفِيهَا رُكُوْعَانِ

سورہ ملک مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اس میں تیس آیات اور دو رُوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

تَبْرٰكَ الَّذِیْ بِيْدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۱ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ

وہ بڑی عالی ذات ہے جس کے قبضے میں ملک ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے جس نے پیدا کیا موت کو

وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيْكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ ۝۲ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ

اور حیات کو تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں کون شخص عمل کے اعتبار سے زیادہ اچھا ہے اور وہ عزیز ہے غفور ہے جس نے پیدا کیا سات آسمانوں کو

طِبَاقًا مَّا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفْوُتٍ فَاَرْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ۝۳

تہ بہ تہ اے مخاطب تو رحمان کی تخلیق میں کوئی خلل نہیں دیکھے گا سو تو پھر نظر ڈال کر دیکھ لے کیا تجھے کوئی خلل نظر آتا ہے

۱: تَبْرٰكَ الَّذِیْ بِيْدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (وہ بڑا عالی شان ہے جس کے قبضے میں تمام سلطنت ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے)

اسمائے سورت:

اس سورت کا نام الواقعہ نمبر ۲۔ المنجیہ بھی ہے کیونکہ یہ اپنے پڑھنے والے کو عذاب قبر سے بچانے کا ذریعہ ہے۔

روایت مرفوعہ میں ہے، جس نے اس سورت کو ایک رات میں پڑھا اس نے بہت زیادہ اور بہت خوب عمل کیا۔

(رواہ الطبری و ابن مردویہ من حدیث ابن مسعود مرفوعاً)

تَبْرٰكَ (بلند و عالی شان ہے ان صفات سے جو مخلوق میں پائی جاتی ہیں) الَّذِیْ بِيْدِهِ الْمُلْكُ یعنی ملک اسی کے تصرف میں

ہے اور اس کو ہر موجود پر غلبہ حاصل ہے۔ وہ ملک کا مالک ہے۔ جس کو چاہتا ہے عنایت کرتا اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے۔

وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ شئی سے مقدورات مراد ہے، گویا شئی مصدر بمعنی اسم مفعول ہے۔ نمبر ۲۔ شئی سے انعام و انتقام مراد

ہے کہ دونوں پر یکساں قدرت ہے۔ قدریر کامل قدرت والا ہے۔

۲: الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ (جس نے موت و حیات کو پیدا کیا)

مخبر: مبتدأ مخذوف کی خبر ہے۔ نمبر ۲۔ پہلے الذی سے بدل ہے۔

الحیاء: جس کے پائے جانے سے احساس درست ہو۔ الموت: جس کے پائے جانے سے احساس درست نہ رہے۔

خلق، موت و حیات کا معنی:

اس صبح (تندرست) کا ایجاد حیات اور اعدام موت ہے۔ مطلب یہ ہے اے مکلف (انسانوں) اس نے تمہاری موت اور زندگی کو پیدا کیا۔ لَبِلُوْكُمْ (تا کہ تمہاری آزمائش کرے) تا کہ وہ اپنے امر و نہی سے۔ اس موت اور زندگی کے ذریعہ تمہارا امتحان لے، جو موت امیر و اسیر کو شامل ہے اور جو زندگی بیمار و طیب ہر دو سے بے وفائی کرنے والی ہے۔ تا کہ تم سے وہ ظاہر ہو جو اس کے علم میں ہے کہ تم سے ظاہر ہوگا۔ پھر وہ تمہارے عمل پر تمہیں بدلہ دے گا۔ نہ کہ اپنے علم پر جو اسے تمہارے متعلق ہے۔ اَيْكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (کہ تم میں کون شخص عمل میں زیادہ اچھا ہے) ائیم مبتدأ اور احسن عملاً اس کی خبر ہے۔ احسن زیادہ خالص زیادہ باصواب، الخالص: خالص اللہ تعالیٰ کی رضامندی کیلئے جو کریں۔ الصواب: سنت کے بالکل مطابق ہو۔

المراد المطلوب:

اس نے تمہیں زندگی بخشی جس کے ذریعہ عمل کی توفیق ملی۔ پھر اس نے موت کو مسلط کیا جو کہ تمہیں دعوت دے رہی ہے۔ کہ نتیجے کے مقابلہ میں تم حسن عمل کو اختیار کرو۔ پس موت کے بعد تو بعثت اور وہ جزاء ہے جس نے بہر صورت پیش آنا ہے۔

موت کی وجہ تقدیم:

موت کو حیات سے مقدم کیا کیونکہ عمل کا سب سے مضبوط داعی موت ہے۔ جس نے اپنی موت کو سامنے رکھا اس نے خوب عمل کیا یہاں موت کو اس لئے بھی مقدم کیا کہ سیاق آیت کے اعتبار سے بھی زیادہ اہم یہی ہے۔ جب موت کو پہلے لائے جو صفت قہاریت کا پرتو ہے اور زندگی کو جو کہ لطف الہی کا اثر ہے بعد میں ذکر کیا گیا۔ اسی ترتیب ذکر کی کے لحاظ سے صفت قہری کو مہری سے مقدم کیا فرمایا وَهُوَ الْعَزِيزُ (اور وہ زبردست) یعنی ایسا غالب ہے کہ برا عمل کرنے والا اس کو تھکا نہیں سکتا۔ الْغَفُوْرُ (بخشنے والا ہے) ستارا ایسا کہ کوئی بڑے سے بڑے گناہ و لغزش والا اس کی بارگاہ سے کبھی مایوس نہیں ہوتا۔

۳: الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طَبٰقًا (جس نے سات آسمان اوپر نیچے پیدا کئے) آید دوسرے آسمان پر طبقاتی صورت میں۔ طباق یہ طباق النعل سے لیا گیا ہے جبکہ موچی جوتے کو تہ بہ تہ کر کے سیتا ہے۔ یہ مصدر ہے جس کو بطور صفت لائے ہیں۔ نمبر ۲۔ مضاف محذوف ہے ای ذات طباق نمبر ۳۔ طوبقت طباقاً۔ فعل محذوف کا مصدر ہے۔ نمبر ۴۔ ایک قول یہ ہے یہ طباق جمع طباق کی ہے جیسے جمل کی جمع جمال ہے۔ مَا تَرٰى فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ (تو رحمان کی اس صنعت میں نہ دیکھے گا) یہ خطاب رسول اللہ ﷺ کو ہے۔ نمبر ۲۔ ہر مخاطب کو عام ہے۔ مِنْ تَفْوٰتٍ (کوئی خلل) کوئی اضطراب، اختلاف، بقول سدئی کوئی عیب۔ قراءت: حمزہ و علی نے من تفوت پڑھا ہے۔ دونوں وزن ایک ہی معنی رکھتے ہیں۔ جیسا تعاہد اور تعہد۔

ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَهُوَ حَسِيرٌ ﴿۷۰﴾ وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ

پھر بار بار نگاہ ڈال کر دیکھ تیری نگاہ ذلیل ہو کر تھک کر تیری طرف لوٹ آئے گی اور ہم نے قریب والے آسمان کو

الدُّنْيَا بِمَصَابِيحٍ وَجَعَلْنَاهَا رُجُومًا لِلشَّيْطٰنِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ ﴿۷۱﴾

چراغوں سے آراستہ کیا ہے اور ہم نے ان کو شیطانوں کے مارنے کا ذریعہ بنا دیا ہے اور ہم نے ان کے لئے دوزخ کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

حقیقتِ تفاوت:

تناسب کا نہ ہونا گویا بعض حصہ دوسرے سے فوت ہو جائے اور اس کے مناسب نہ رہے۔

یہ اشیاء تخلیقِ رحمانی ہیں:

یہ جملہ طباق کی صفت ہے تقدیر کلام یہ ہے ماتری فیہن من تفاوت پس خلق الرحمان کو ضمیر کی جگہ لائے۔ ان کی تخلیق کی عظمت کو بتلانے اور تفاوت سے سلامت رہنے کا سبب ظاہر کرنے کے لئے ایسا کیا گیا اور وہ اس طرح ہے کہ یہ چیزیں رحمان کی تخلیقات سے ہیں اور وہی اپنی زبردست قدرت کی وجہ سے ایسی متناسب مخلوق پیدا کر سکتا ہے۔ فَارْجِعِ الْبَصَرَ (پس تم پھر نگاہ ڈال کر دیکھ لو) یعنی اپنی نگاہ آسمان کی طرف لوٹاؤ۔ تاکہ مشاہدہ سے اس خبر کی سچائی تیرے سامنے آجائے۔ اور تمہیں کسی شبہ کی گنجائش باقی نہ رہے۔ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ (کہیں تجھ کو کوئی خلل نظر آتا ہے) فطور جمع فطر، پھٹن، شکاف، دراڑ (من زائدہ ہے اور استفہام تقریری ہے۔)

۴: ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ (پھر بار بار نگاہ ڈال کر دیکھ) دوبارہ دو مرتبہ نگاہ ڈال پہلی سمیت دو مرتبہ۔ ایک قول: پہلی کے علاوہ دو مرتبہ پس تین مرتبہ ہو جائیں گی۔ ایک قول اور ہے: دو مرتبہ پر اکتفاء مطلوب نہیں بلکہ کثرت تکرار مراد ہے۔ بار بار نگاہ ڈال اور گہرائی اختیار کرو۔ کیا تمہیں اس میں کوئی عیب و شکاف نظر آتا ہے۔ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا (نگاہ ذلیل اور در ماندہ ہو کر تیری طرف لوٹ آئے گی) نَحْوًا: ینقلب یہ لوٹنے کے معنی میں ہے۔ یہ جواب امر ہے اسی لئے مجزوم ہے۔ خاسئًا ذلیل نمبر ۲۔ اس سے بہت دور جو تیرے ارادہ میں ہے۔

نَحْوًا: یہ البصر سے حال واقع ہے۔ وَهُوَ حَسِيْرٌ (وہ تھکی ہوئی اور در ماندہ ہے) اور تمہیں آسمان میں کوئی شکاف نہ مل سکے گا۔

آسمان میں چراغ:

۵: وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا (اور ہم نے قریب کے آسمانوں کو مزین کر رکھا ہے) الدنیا قریبی، یعنی وہ آسمان جو تمہارے قریب ہے۔ بِمَصَابِيْحٍ (ستاروں کے ساتھ) ایسے ستاروں کے ذریعہ جو صبح کی طرح روشن ہیں۔ یہ مصباح کی جمع ہے۔ چراغ

کو کہتے ہیں۔ ان کو چراغ اس لئے کہا کیونکہ لوگ اپنی مساجد اور گھروں کو چراغوں کی روشنی سے مزین کرتے ہیں۔ (اور ان سے آسمان مزین ہے) ایک قول یہ ہے: ہم نے اس گھر کی چھت کو جس میں تم اکٹھے ہو چراغوں سے مزین کر دیا۔ ایسے چراغ کہ روشنی میں تمہارے چراغ ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

وَجَعَلْنَاهَا رُجُومًا لِلشَّيْطَانِ (اور ہم نے ان کو شیطانوں کے مارنے کا ذریعہ بھی بنایا ہے) تمہارے ایسے دشمنوں کیلئے جو تمہیں روشنی سے اندھیروں میں ڈالتے ہیں۔

ستاروں کے کام:

قول قتادہ رحمہ اللہ ستاروں کے تین کام ہیں۔ نمبر ۱۔ آسمان کی زینت نمبر ۲۔ شیاطین کیلئے رجم نمبر ۳۔ زمین میں راہنمائی کیلئے علامات جس نے اس کے علاوہ تاویل کی ہے اس نے جہالت و بے علمی اور تکلف سے کام لیا ہے۔ الرجوم جمع رجم کی ہے یہ مصدر ہے جس سے مرجوم کا نام رکھا گیا ہے۔ رجوم شیاطین کا مطلب یہ ہے کہ ستارے سے ایک شعلہ (چنگاری) نار کی طرح جدا ہوتا ہے۔ جو اس جن کو ہلاک کر دیتا ہے۔ یا اس کو مجبوط الحواس کر ڈالتا ہے۔ یہ معنی ہرگز نہیں کہ ستارے اپنی جگہ سے زائل ہو کر اس کو لگتے ہیں۔ بلکہ وہ تو اپنی حالت میں آسمان میں جھے رہنے والے ہیں۔ وَأَعْتَدْنَا لَهُمْ (اور ہم نے تیار کر رکھا ہے) یعنی شیاطین کیلئے عَذَابَ السَّعِيرِ (دوزخ کا عذاب) جو آخرت میں ان کو شہاب ثاقب سے دنیا میں جل جانے کے بعد ملے گا۔

وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَيُسَّ الْمَصِيرُ ۱ اِذَا الْقَوَا فِيهَا سَمِعُوا

اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے اور وہ لوٹنے کی بری جگہ ہے جب یہ لوگ اس میں ڈالے جائیں گے تو اس کی

لہا شہیقاً وہی تَقْوَرُ ۷ تَكَادُ تَمَيِّرُ مِنَ الْغَيْظِ كُلَّمَا أَلْقَى فِيهَا فَوْجٌ سَأَلَهُمْ

زور داتا وازشیں گے اور وہ جوش مار رہی ہوگی ایسا محسوس ہوگا کہ وہ غصہ کی وجہ سے پھٹ پڑے گی۔ جب بھی اس میں کافروں کی کوئی جماعت ڈالی جائے گی ان سے

خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ ۸ قَالُوا بَلَىٰ قَدْ جَاءَنَا نَذِيرٌ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللَّهُ

دوزخ کے محافظ پوچھیں گے کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ وہ جواب میں کہیں گے ہاں ہمارے پاس ڈرانے والا آیا تو تھا سو ہم نے جھٹلایا اور ہم نے کہا کہ اللہ نے

مِنْ شَيْءٍ ۹ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ كَبِيرٍ ۹ وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا

کوئی چیز بھی نازل نہیں کی تم لوگ صرف بڑی گمراہی میں ہو اور وہ یوں کہیں گے کہ اگر ہم سنتے یا سمجھتے تو ہم جلتے والی آگ

فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ ۱۰ فَأَعْتَرَفُوا بِذَنبِهِمْ فَسُحْقًا لِأَصْحَابِ السَّعِيرِ ۱۱

میں نہ ہوتے حاصل یہ کہ وہ اپنے گناہوں کا اقرار کر لیں گے۔ سو ڈوری ہے جلتے والی آگ والوں کے لئے۔

إِنَّ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ ۱۲ وَأَسِرُوا قَوْلَكُمْ

بلاشبہ جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کے لئے مغفرت ہے اور بڑا اجر ہے اور تم اپنی بات کو چپکے سے کہو

أَوْ اجْهَرُوا بِهِ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۱۳ أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيفُ

یا زور سے پیشک وہ سینوں کی باتوں کو جاننے والا ہے کیا وہ نہیں جانتا جس نے پیدا کیا حالانکہ وہ باریک بین ہے اور

الْخَبِيرُ ۱۴ هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِنْ

باخبر ہے۔ وہ ایسا ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو مسخر بنا دیا سو تم اس کے راستوں میں چلو اور اس کی روزی میں سے کھاؤ اور

رِزْقِهِ وَإِلَيْهِ النُّشُورُ ۱۵

اس کے پاس دوبارہ زندہ ہو کر جانا ہے۔

۶ : وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ (اور جو لوگ اپنے رب کا انکار کرتے ہیں) اس میں شیاطین کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے والا ہر شخص شامل ہے۔ عَذَابُ جَهَنَّمَ (ان کے لئے دوزخ کا عذاب ہے) فقط شیاطین دوزخ کے عذاب کے ساتھ مخصوص نہیں

ہیں۔ وَبَسَسَ الْمَصِيرُ (اور وہ بری جگہ ہے) المصیر لوٹنے کی جگہ مراد جہنم ہے۔

ع: اِذَا أَلْقُوا فِيهَا (جب یہ لوگ اس میں ڈالے جائیں گے) جب ان کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ جیسا لکڑیوں کو بڑی آگ میں پھینکا جاتا ہے۔ سَمِعُوا لَهَا (تو اس کی ایک بڑی زور کی آواز سنیں گے) جہنم کی آواز شَهِيقًا (گدھے کی آواز جیسی انوکھی آواز) جہنم کی زوردار بری آواز کو گدھے کی آواز سے تشبیہ دی۔ وَهِيَ تَفُورٌ (اور وہ جوش مارتی ہوگی) جہنمیوں کے ساتھ جہنم میں اسی طرح ابال آئے گا جیسے ہنڈیا میں پکنے والی اشیاء کو ابال آتا ہے۔

زبانہ کا سوال:

۸: تَكَادُ تَمَيَّزُ (ایسا معلوم ہوتا ہے کہ غصہ کے مارے پھٹ پڑے گی) تمیز یہ تمیز ہے پھٹنا اور ٹکڑے ٹکڑے ہونا۔ مِنَ الْغَيْظِ (کفار پر غصہ کی بناء پر) جہنم کے بہت زیادہ ابال کو استعارۃً اس طرح قرار دیا گیا وہ سخت غصہ میں لال پبلی ہے۔ كَلَّمَ الْقِي فِيهَا فَوْجٌ (جب بھی اس میں کوئی گروہ ڈالا جائے گا) کفار کی جماعت مراد ہے۔ سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَا (تو اس کے محافظان لوگوں سے پوچھیں گے) خزنہ سے مالک اور اس کے مددگار زبانہ مراد ہیں اور یہ سوال زجر و تذلیل کیلئے ہوگا۔ اَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ (کیا تمہارے پاس ڈرانے والا نہیں آیا تھا) وہ رسول جو تمہیں اس عذاب سے ڈرائے۔

کفار کا اعتراف:

۹: قَالُوا بَلَىٰ قَدْ جَاءَنَا نَذِيرٌ (وہ کافر کہیں گے واقعی ہمارے پاس ڈرانے والا آیا تھا۔) یہ کفار کی طرف سے عدل الہی کا اعتراف ہے۔ اور اس بات کا اقرار ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو روانہ کر کے اور انذار کے ذریعہ عذاب میں مبتلا ہونے کے اسباب بالکل واضح کر دیے تھے۔ فَكَذَّبْنَا (پس ہم نے جھٹلادیا) یعنی ہم نے ان کو جھٹلادیا۔ وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ (اور کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز نہیں اتاری۔) جو یہ انبیاء وعدہ وعید وغیرہ کہہ رہے ہیں۔ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِي ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ (تم بڑی غلطی میں پڑے ہو) یعنی کفار منذرین کو کہنے لگے تم شدید غلطی کا شکار ہو۔ النذیر یہ انذار کے معنی میں ہے پھر انہوں نے اسی کو اپنے منذرین کے متعلق غلو کرتے ہوئے بطور صفت استعمال کیا گویا کفار کا مطلب یہ تھا یہ تمہاری بات نرا ڈراوا ہے۔ (حقیقت سے اس کا تعلق نہیں) نمبر ۲۔ ممکن ہے کہ یہ جہنم کے فرشتوں کا کلام ہو جبکہ اس سے پہلے قال کو مان لیں۔ اس صورت میں ضلال سے ہلاکت مراد ہوگی۔ نمبر ۳۔ گمراہی کی سزا کو خود گمراہی سے تعبیر کر دیا جیسا کہ جزاء سیئہ کو سیئہ کہہ دیا جاتا ہے۔ اور اعتدائے سیئہ کو اعتداء کہتے ہیں اس کو علم بیان کی زبان میں مشاکلہ کہتے ہیں۔ نمبر ۲۔ یہ رسولوں کا کلام ہے جو وہ خزنہ کے سامنے نقل کریں گے یعنی کفار کہیں گے کہ انبیاء علیہم السلام نے تو ہم کو یہ بات کہی مگر ہم نے اس کو قبول نہ کیا۔

۱۰: وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ (اور کہیں گے اگر ہم سنتے) طالب حق کی طرح ڈراوؤں کو سنتے اَوْ نَعْقِلُ (یا سمجھتے) ایسے سمجھتے جیسے غور و فکر والا سمجھتا ہے مَا كُنَّا فِي اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ (تو ہم اہل دوزخ میں نہ ہوتے) من جملہ ان لوگوں میں سے جو دوزخ میں

پڑے ہیں۔

مَسْنَلَةٌ: تکلیف کا دار و مدار دلائل سمع و عقل پر ہے اور یہی دو دلیلیں اتمام حجت کیلئے کافی ہیں۔

۱۱: فَاعْتَرَفُوا بِذَنبِهِمْ (غرض اپنے جرم کا اقرار کریں گے) کہ تکذیب رسل کر کے انہوں نے کفر کیا ہے۔ فَسُحْقًا لِّأَصْحَابِ السَّعِيرِ (پس اہل دوزخ پر لعنت ہے)

قراءت: فَسُحْقًا یزید و علی نے پڑھا۔ سحقا کا معنی اللہ تعالیٰ کی رحمت و کرامت سے ان کو دور کر دیا گیا وہ اعتراف کریں یا انکار اس سے ان کو کچھ فائدہ نہ ہوگا۔

مَحْوٍ: یہ مصدر ہے جو بددعا کے موقع پر استعمال ہوا۔ اس لئے منصوب ہے۔

۱۲: اِنَّ الَّذِیْنَ یَنْحُسُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغِیْبِ (بے شک جو لوگ اپنے رب سے بے دیکھے ڈرتے ہیں) یعنی اس کے عذاب کو دیکھنے کے بغیر ڈرتے ہیں۔ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ (ان کے لئے مغفرت ہے) گناہوں کی۔ وَاَجْرٌ کَبِیْرٌ (اور اجر عظیم ہے) وہ جنت ہے۔

اللہ تعالیٰ کو سر و اعلانیہ کی اطلاع ہے:

۱۳: وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوْ اَجْهَرُوْا بِهٖ (تم لوگ خواہ چھپا کر بات کرو یا پکار کر کہو) اس کے ظاہر سے دونوں میں سے ایک بات ثابت ہو رہی ہے۔ اسرار یا اظہار مگر معنی یہ ہے کہ تمہارا اسرار و اظہار اس کے علم میں برابر ہے۔ روایت ہے کہ مشرکین مکہ رسول اللہ ﷺ کے متعلق طرح طرح کی بدگوئیاں کرتے۔ اللہ تعالیٰ جبریل علیہ السلام کو بھیج کر ان کے اقوال کی اطلاع دے دیتے۔ تو وہ کہتے آہستہ باتیں کرو کہیں محمد کا الہ سن نہ لے۔ پس یہ آیت اتاری۔ پھر اس کی تعلیل آیت کے اگلے حصہ میں ذکر کر دی۔ اِنَّہٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (وہ دلوں تک کی باتوں سے خوب آگاہ ہے) یعنی وہ چھپی ہوئی باتیں جن کی ترجمانی ابھی تک زبانوں نے نہیں کر پائی ہوتی۔ پس یہ یوں نہ وہ جائے گا جو زبان سے کہہ دی گئی (خواہ آہستہ کہی یا زور سے)

۱۴: اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللّٰطِیْفُ الْخَبِیْرُ (کیا وہ نہ جانے گا جس نے پیدا کیا ہے اور وہ باریک بین پورا باخبر ہے)

مَحْوٍ: مَنْ یہ یعلم کا فاعل ہونے کی وجہ سے موضع رفع میں ہے۔ یہ استفہام انکاری ہے۔ کیا وہ جس نے مخلوق کو پیدا کیا اور اس کی صفت لطیف و خبیر بھی ہے وہ ان کے ضمیر اور راز ہائے سینہ اور ظاہر سے واقف نہ ہوگا؟ اللطیف اس کی صفت یہ ہے کہ وہ اشیاء کے دقائق سے واقف ہے۔ الخبیر اور اشیاء کے حقائق سے بھی آگاہ ہے۔

مَسْنَلَةٌ: اس سے ثابت ہوا کہ اللہ اقوال کا خالق ہے پس افعال کا خالق ہونا خود ثابت ہو گیا۔

قول ابو براء صم و جمعقر بن حرب:

کہ مَنْ مفعول ہے اور فاعل مضمَر ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہیں۔ اس حیلہ بازی سے انہوں نے خلق افعال کی نفی کرنا چاہی (مگر

فرمایا، منتہم خالق السماء و ملکہ کیا تم آسمان کے خالق و بادشاہ سے بے خوف ہو گئے ہو اور دوسری بات یہ ہے کہ ان کا اعتقاد یہ تھا کہ وہ آسمان میں ہے اور رحمت و عذاب اسی کی طرف سے اترتے ہیں۔ پس ان کو کہا گیا انہی کے اعتقاد کو سامنے رکھ کر کہ کیا تم اس ذات سے بے خوف ہو گئے ہو جس کے متعلق تمہارا گمان یہ ہے کہ وہ آسمان میں ہے حالانکہ اس کی ذات تو مکان سے بلند و بالا ہے۔

۱۷: اَنْ يَّخْشِيَ بِكُمْ الْاَرْضَ (کہ وہ تم کو زمین میں دھنسا دے) جیسا قارون کو دھنسا دیا فَاذْهَبِي تَمُورُ (پھر وہ زمین تھر تھرانے لگے) اضطراب و حرکت میں آجائے۔

۱۸: اَمْ اَمِنْتُمْ مِّنْ فِي السَّمَاۤءِ اَنْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا (کیا تم لوگ اس سے بے خوف ہو گئے ہو کہ جو آسمان میں ہے کہ وہ تم پر ایک ہوائے تند بھیج دے) حاصِب: پتھر۔

نَجْوٰ: ان يرسل یہ بدل الاشتمال سے بدل ہے اور اسی طرح ان يخسف بھی۔ ام بمعنى هل ہے۔ فَسَتَعْلَمُونَ كَيْفَ نَذِيرٍ (پھر عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ میرا ڈرانا کیسا تھا) یعنی جب تم عذاب کو دیکھ لو گے تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ میرا ڈرانا کیسا تھا مگر اس وقت کا علم چنداں مفید ثابت نہ ہوگا۔

۱۸: وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ (اور ان سے پہلے جو لوگ ہو گزرے ہیں انہوں نے جھٹلایا تھا) آپ کی قوم سے پہلے فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرٍ (پس میرا عذاب کیسا ہوا) میرا انکار ان پر کیسا رہا جبکہ میں نے ان کو ہلاک کر دیا۔

۱۹: پھر اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حذف اور آندھی بھیجنے پر اپنی قدرت کے متعلق متنبہ کیا اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ (کیا ان لوگوں نے اپنے اوپر پرندوں کی طرف نظر نہیں کی) الطیر یہ جمع طائر کی ہے فوق سے فضا مراد ہے۔ صَفَّتْ (کہ پر پھیلائے ہوئے ہیں) وہ اپنے پر فضا میں اڑتے وقت پھیلانے والے ہیں۔ وَيَقْبِضْنَ (اور پر سمیٹ لیتے ہیں) اور ان کو سمیٹ لیتے ہیں جبکہ وہ ان پروں کو اپنے پہلوؤں پر مارتے ہیں۔

نَجْوٰ: ويقبضن کا عطف اسم فاعل صافات پر اس کو یصففن کے معنی پر محمول کرنے کی بناء پر ہے ای یصففن ويقبضن یا اس کو اسم فاعل کے معنی میں مان کر ای صافات و قابضات حکمت: اسی دوسری ترکیب کو اس لئے اختیار کیا کیونکہ طیر ان کی اصل پر پھیلانا ہے۔ ہوا میں پرواز پانی میں تیرا کی کی طرح ہے اور پرندے کیلئے ہوا، تیرنے والے کے لئے پانی کی طرح ہے۔ السباحة اصل میں اطراف کو دراز کرنا اور پھیلانا۔ باقی قبض تو حرکت پر معاونت کیلئے اس پر طاری ہوتی ہے۔ چنانچہ آیت میں طاری کو لفظ فعل سے لائے تاکہ یہ ظاہر کر دیا جائے کہ اصل تو وہ پروں کو پھیلاتے ہیں باقی وقتاً فوقتاً پر سمیٹنے بھی پڑتے ہیں جیسا تیرنے والے کو کبھی کرنا پڑتا ہے۔ مَا يُمْسِكُهُنَّ (نہیں ان کو تھامے ہوئے ہے) گرنے سے جبکہ وہ پروں کو پھیلاتے اور سمیٹتے ہیں۔ اِلَّا الرَّحْمٰنُ (مگر رحمان) محض اپنی قدرت و رحمت کے ساتھ۔ ورنہ ثقیل چیز تو طبعی طور پر نیچے کو آتی ہے بلند نہیں ہوتی۔ اسی طرح اگر وہ پورے جہان سے اپنی حفاظت و تدبیر کو ہٹالے تو یکبارگی تمام افلاک دھڑام سے نیچے آگریں۔

اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُّكْبًا عَلٰى وَجْهِهٖ اَهْدٰى اَمَّنْ يَّمْشِيْ سَوِيًّا عَلٰى صِرَاطٍ

سو کیا جو شخص منہ کے بل گر کر اوندھا چل رہا ہو وہ شخص زیادہ ہدایت پر ہے یا وہ شخص جو سیدھے راستے پر

مُسْتَقِيْمٌ ۱۲ قُلْ هُوَ الَّذِيْ اَنْشَاكُمْ وَجَعَلَ لَكُمْ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ ۝

چل رہا ہو؟ آپ فرما دیجئے کہ اللہ وہی ہے جس نے تمہیں پیدا فرمایا اور تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل بنا دیئے

قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۱۳ قُلْ هُوَ الَّذِيْ ذَرَاكُمْ فِي الْاَرْضِ وَاِلَيْهٖ تُحْشَرُوْنَ ۱۴

تم بہت کم شکر ادا کرتے ہو آپ فرما دیجئے کہ اللہ وہی ہے جس نے تم کو زمین پر پھیلا دیا اور تم اسی کے پاس اکٹھے کئے جاؤ گے۔

نَحْوُ: ما یمسکھن یہ جملہ مستانفہ ہے۔ نمبر ۲۔ یقبضن کی ضمیر سے حال ہے۔

اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ بِصِيْرٍ (بیشک وہ ہر چیز کو دیکھ رہا ہے) وہ مخلوق کو پیدا کرنے اور عجائبات کی تدبیر کرنے سے خوب واقف ہے۔
۲۰: اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ (ہاں رحمان کے سوا اور کون ہے کہ وہ تمہارا لشکر بنکر تمہاری حفاظت کر سکے)

نَحْوُ: اَمَّنْ یہ مبتدأ ہے ہذا اس کی خبر ہے۔ الذی ہو یہ ہذا کا بدل ہے۔ اور ينصرکم جملہ جنڈ کی صفت محل رفع میں ہے یہ بحیثیت لفظ اس کی صفت ہے۔ معنی یہ ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کون ایسا ہے جس کی طرف نصرت و مدد میں اشارہ کیا جائے۔ (یعنی کوئی ایسا نہیں) اِنَّ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِيْ غُرُوْرٍ (کافر نرے دھوکہ میں ہیں) اِنَّ، ما کے معنی میں ہے۔

کیا اللہ کے رزق روکنے پر تمہارے معبود رزق دیتے ہیں:

۲۱: اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ يَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ (ہاں وہ کون ہے جو تم کو روزی پہنچا دے۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنی روزی بند کرے) امن کون ایسا ہے جس کی طرف اشارہ کر کے کہا جائے کہ تم کو یہ رزق دے گا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اپنا رزق روک لیا؟ یہ تو اس تقدیر پر ہے جب کہ من سے جمع خلق مراد لی جائے۔ نمبر ۲۔ یہ بھی درست ہے کہ اس سے اشارہ ان کے تمام بتوں کی طرف ہو کیونکہ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ وہ ان کی مصائب سے حفاظت کرتے ہیں اور ان کو اپنے ان معبودوں کی برکت سے رزق ملتا ہے گویا وہ اصنام مددگار لشکر اور رازق لشکر ہیں۔ جب انہوں نے اس سے کوئی تاثر نہ لیا اور اس کو قبول نہ کیا تو ان سے اعراض کرتے ہوئے فرمایا۔ بَلْ تَجْحَدُوْنَ (بلکہ یہ لوگ جم رہے ہیں) بزھتے جانا جسے رہنا۔ فِيْ عُنُوْبٍ (سرکشی میں) حق قبول کرنے سے تکبر کرنا۔ وَاَنْفُوْرٍ (اور نفرت پر) حق سے دور بھاگنے کی وجہ سے کیونکہ حق کو بوجھل خیال کرتے ہوئے اس کی اتباع نہیں کرتے۔ اَلْبٰطِلُ: مومنوں اور کافروں کی مثال بیان فرمائی پس فرمایا۔

۲۲: اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُّكْبًا عَلٰى وَجْهِهٖ (پس کیا جو شخص منہ کے بل گرتا ہوا چل رہا ہو) یعنی اپنے چہرے کے بل گرتے والا ہوا اور

ہر گھڑی لڑکھڑائے اور بغیر سمجھے بوجھے راستہ اختیار کرنے والا ہو۔

نَحْوُ: من کی خبر اہدی ہے۔

أَهْدَى (راہ منزل مقصود پر زیادہ پہنچنے والا ہو) زیادہ راہ پانے والا ہو۔

نَحْوُ: اکب یہ کب کا مطاوع آتا ہے کہتے ہیں کببۃ فاکب میں نے اس کو اوندھا کیا وہ اوندھا ہو گیا (گویا کباب لازم و متعدی ہر دو طرح ہے) اَمَّنْ يَمْشِي سَوِيًّا (یا وہ شخص جو سیدھا چلتا ہے) سو یا درست سیدھا پھسلنے کرنے سے محفوظ۔ عَلِي عِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ (ایک ہموار سڑک پر چلا جا رہا ہو) ایک برابر راستہ پر ہو۔

نَحْوُ: من کی خبر اہدی محذوف ہے کیونکہ پہلا اہدی اس پر دلالت کرتا ہے۔ بقول کلبی، مکب سے مراد ابو جہل اور اہدی سے نبی اکرم ﷺ ہیں۔

۲۳: قُلْ هُوَ الَّذِي أَنْشَأَكُمْ (آپ کہہ دیجئے کہ وہی جس نے تم کو پیدا کیا) ابتداء اس نے تمہیں پیدا کیا۔ وَجَعَلَ لَكُمْ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ (اور اس نے تم کو کان، آنکھیں اور دل دیے) ان کو اس لئے خاص کیا کیونکہ یہ تینوں ذرائع علم ہیں۔

تم بالکل شکر نہیں کرتے:

قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ (تم لوگ بہت کم شکر کرتے ہو) ان انعامات کا کیونکہ تم شرک کرتے ہو اور خالص اس کی عبادت نہیں کرتے ہو۔ مطلب یہ ہے کہ تم بہت قلیل شکر یہ ادا کرتے ہو۔ اس صورت میں مازائد ہے۔ ایک قول یہ ہے قلت سے مراد عدم ہے کہ تم بالکل شکر نہیں کرتے ہو۔

۲۴: قُلْ هُوَ الَّذِي ذَرَأَكُمْ فِي الْأَرْضِ وَإِلَيْهِ تُحْشَرُونَ (آپ کہہ دیجئے کہ وہی ہے جس نے تم کو روئے زمین پر پھیلا یا اور تم اسی کے پاس اکٹھے کیے جاؤ گے) ذراکم اس نے پیدا کیا۔ تحشرون حساب و جزاء کیلئے جمع کیے جاؤ گے۔

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَذَا الْوَعْدُ إِن كُنْتُمْ صٰدِقِينَ ﴿٢٥﴾ قُلْ إِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللَّهِ

اور وہ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب ہو گا اگر تم سچے ہو؟ آپ فرما دیجئے کہ علم تو اللہ ہی کو ہے

وَإِنَّمَا أَنَا نٰذِرٌ مُّبِينٌ ﴿٢٦﴾ فَلَمَّا رَأَوْهُ زُلْفَةً سَيِّئَتْ وُجُوهُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَقِيلَ

اور میں تو صرف واضح طریقہ پر ڈرانے والا ہوں پھر جب اس کو اپنے پاس آتا ہوا دیکھیں گے تو کافروں کے چہرے بگڑ جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا

هٰذَا الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تَدْعُونَ ﴿٢٧﴾ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِن أَهْلَكَنِی اللَّهُ وَمَنْ مَّعِيَ

کہ یہ وہی ہے جس کو تم مانگا کرتے تھے۔ آپ فرما دیجئے کہ تم بتاؤ اگر اللہ مجھے اور میرے ساتھ والوں کو ہلاک

أَوْ رَحِمَنَا فَمَنْ يُجِيرُ الْكٰفِرِينَ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٢٨﴾ قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنًا

فرمادے یا ہم پر رحم فرمائے سو وہ کون ہے جو کافروں کو دردناک عذاب سے بچائے گا۔ آپ فرما دیجئے کہ وہ رحمن ہے ہم اس

بِهِ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا فَسَتَعْلَمُونَ مَنْ هُوَ فِي ضَلٰلٍ مُّبِينٍ ﴿٢٩﴾ قُلْ أَرَأَيْتُمْ

پر ایمان لائے اور ہم نے اسی پر بھروسہ کیا۔ سو تم غمگین جان لو گے کہ وہ کون ہے جو کھلی ہوئی گمراہی میں ہے؟ آپ فرما دیجئے کہ تم بتاؤ

إِن أَصْبَحَ مَاؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَأْتِيكُمْ بِمَآءٍ مَّعِينٍ ﴿٣٠﴾

اگر تمہارا پانی زمین میں نیچے چلا جائے سو وہ کون ہے جو تمہارے پاس چشمہ والا پانی لے آئے۔

۲۵: وَيَقُولُونَ (اور یہ لوگ کہتے ہیں) کافر مومنوں کو بطور استہزاء کہتے تھے۔ مَتَىٰ هٰذَا الْوَعْدُ (کہ یہ وعدہ کب ہوگا) وہ جس کا تم ہم سے وعدہ کرتے رہتے ہو۔ وَعَدَ سے عذاب والا وعدہ مراد ہے۔ اِن كُنْتُمْ صٰدِقِينَ (اگر تم سچے ہو) اس کے واقع ہونے میں تو ہمیں اس کا زمانہ بتلا دو۔

۲۶: قُلْ إِنَّمَا الْعِلْمُ (آپ کہہ دیجئے کہ یہ علم) یعنی عذاب کے وقت کا علم عِنْدَ اللَّهِ وَإِنَّمَا أَنَا نٰذِرٌ مُّبِينٌ (تو اللہ تعالیٰ ہی کو ہے اور میں تو محض صاف صاف ڈرانے والوں میں سے ہوں) نذیر ڈرانے والا۔ مبین شرايع کی تمہارے سامنے وضاحت پیش کرنے والا۔

۲۷: فَلَمَّا رَأَوْهُ (پھر جب اس کو پاس آتا ہوا دیکھیں گے) اے سے مراد وہ عذاب ہے جس کا وعدہ کیا گیا۔ زُلْفَةً (اپنے قریب)

مُجِبِّوۃ: یہ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

کافروں پر اکتاہت کا سوار ہونا:

سَيِّئَتْ وُجُوهُ الَّذِينَ كَفَرُوا (تو کافروں کے منہ بگڑ جائیں گے) وعدہ عذاب کو دیکھتے ہی ان کے چہرے بگڑ جائیں

گے اس لئے کہ ان پر اکتاہٹ اور برائی سوار ہو جائیگی اور ان کے چہروں پر سیاہی کے بادل چڑھ جائیں گے۔ وَقِيلَ هَذَا الَّذِي (اور ان کو کہا جائے گا) یہ زبانیہ کا قول ہے وہ کہیں گے۔ كُنْتُمْ بِهِ تَدْعُونَ (جس کو تم مانگا کرتے تھے) تدعون الدعاء سے باب افتعال ہے یعنی تم اس کو جلد مانگتے تھے اور تم کہتے تھے اِنْتِنَا بِمَا تَعْدُنَا۔ نمبر ۲۔ یہ الدعوی مصدر سے ہے یعنی اس کے سبب سے تم دعویٰ کرتے تھے۔ کہ تم اٹھائے نہ جاؤ گے۔

قراءت: یعقوب نے تَدْعُونَ تخفیف سے پڑھا ہے۔

کفار کی دُعائے ہلاکت کا جواب:

۲۸: قُلْ اَرَاَيْتُمْ اِنْ اَهْلَكْنِي اللّٰهُ (آپ کہہ دیجیے کہ تم یہ بتلاؤ اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو ہلاک کر دے) مجھے موت دے دے جیسا دوسرے مقام پر فرمایا اِنْ اَمْرُوْهُ هَلَكَ [النساء: ۱۷۶] اَوْ مَن مَّعِيَ (اور میرے ساتھیوں کو جو میرے ساتھ ہیں) اَوْ رَحِمْنَا (یا ہم پر رحمت فرمائے) پس ہماری موت کو مؤخر کر دے۔ فَمَنْ يُجْبِرُ (تو کون بچائے گا) نجات دے گا۔ الْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابِ اَلِيْمٍ (کافروں کو دردناک عذاب سے) الیم بمعنی مولم ہے۔

کفار مکہ رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کے متعلق ہلاکت کی دعائیں کرتے پس اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو ان کا جواب اس طرح دینے کا حکم فرمایا۔ ہم مؤمن دو اچھائیوں میں سے ایک کے منتظر ہیں خواہ تمہاری تمنا کے مطابق ہم ہلاک ہو جائیں تو جنت میں پہنچ جائیں گے یا اللہ تعالیٰ ہم پر رحمت فرما کر تمہارے خلاف ہماری مدد کر کے تم پر غلبہ دے دیں گے۔ جیسا کہ ہم امیدوار ہیں تو بھی ہم کامیاب پھر تمہارا کیا بنے گا۔ تمہیں اور تمہارے کافروں کو آگ کے عذاب سے کون بچائے گا۔ تمہارے لئے وہ (کفر کی حالت میں تو) آگ یقینی ہے۔

۲۹: قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ (آپ کہہ دیجئے کہ وہ بڑا مہربان ہے۔ یعنی جس ذات کی طرف میں تمہیں بلاتا ہوں وہ رحمان ہے۔ اَمَّا بِه (ہم اس پر ایمان لائے) اور اس کی تصدیق کی اور ہم نے تمہاری طرح کفر نہیں کیا۔ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا (اور ہم اس پر توکل کرتے ہیں) پس ہم نے اپنے تمام امور اسی ہی کے سپرد کر رکھے ہیں۔ فَسْتَعْلَمُوْنَ (پس عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا) جبکہ تم پر عذاب نازل ہو گا۔

قراءت: علی نے يعلمون یاء سے پڑھا ہے۔

مَنْ هُوَ فِي ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (کہ کون کھلی گمراہی میں ہے تم یا ہم)

۳۰: قُلْ اَرَاَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَا وُكُّم غَوْرًا (کہہ دیجئے اچھلا بتلاؤ۔ اگر تمہارا پانی نیچے کو غائب ہی ہو جائے) گہرائی میں زمین کے اندر چلا جائے۔ ڈول اس کو نہ پہنچ سکیں یہ صفت مصدر کی صورت میں لائی گئی جیسا عدل بمعنی عادل آتا ہے۔ فَمَنْ يَّاتِيْكُمْ بِمَا وُ مَعِيْنٍ (تو کون ہے جو تمہارے پاس بہتا ہو پانی لے آئے) معین (جاری) جو اس کو پہنچ جائے جو اس کا ارادہ کر لے۔

لطفیہ: ایک ملحد کے سامنے یہ آیات پڑھی گئیں تو وہ کہنے لگا ہم کسی کدال سے نکال لیں گے رات کو اس کی آنکھ کا پانی چلا گیا اور وہ

اندھا ہو گیا اور اسے کہا گیا اب کسی کدال سے لے آؤ۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ محمد بن زکریا متطبب تھا۔ (اعاذنا اللہ منہ) اے اللہ ہماری بصیرت میں اضافہ فرما۔

تم بحمد اللہ رب العالمین سورة الملك بتفسیر فی الاردیة ۲۳ ربیع الاول ۱۴۲۴ھ

سُوْرَةُ الْقَلَمِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ اثْنَتَانِ فِي خَمْسُوَايَةِ وَفِيهَا اَلْقَوْلُ

سورة القلم مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں ہاوں آیات اور درکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

ن وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ ۱ مَا أَنْتَ بِمَجْنُونٍ ۲ وَإِنَّ لَكَ لَأَجْرًا

ن، قسم ہے قلم کی اور فرشتوں کے لکھنے کی، آپ اپنے رب کی نعمت کی وجہ سے مجنون نہیں ہیں اور بلاشبہ آپ کے لئے ایسا اجر ہے

غَيْرِ مَمْنُونٍ ۳ وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ۴ فَسَبِّحْهُ وَابْصُرْ ۵ بِبَآئِكُمْ

جو ختم ہونے والا نہیں، اور بیشک آپ بڑے اخلاق والے ہیں سو عنقریب آپ دیکھ لیں گے اور یہ لوگ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں سے کس کو

الْمَفْتُونِ ۶ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ۷

جنون تھا، بلاشبہ آپ کا رب اس شخص کو خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹکا ہو اور وہ ہدایت پانے والوں کو بھی خوب جانتا ہے۔

فَلَا تَطِعِ الْمُكَذِّبِينَ ۸

سو آپ تکذیب کرنے والوں کی بات نہ مانئے۔

قلم کی قسم کثرت منافع کے لئے کھائی:

۱: ن وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ (ن! قسم ہے قلم کی اور ان کے لکھنے کی) آن ظاہر یہ ہے کہ اس سے مراد یہی حرف مجتم ہے۔ باقی قول حسن رحمہ اللہ کا کہ اس کا معنی دوات ہے اور قول ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ نون مچھلی کو کہتے ہیں۔ جس پر زمین رکی ہوئی ہے اور اس کا نام بھموت ہے وہ یہاں مراد نہیں ہو سکتی کیونکہ اس کے لیے اعراب ضروری ہے خواہ وہ اسم جنس ہو یا علم ہو۔ پس سکون اس بات کی دلیل ہے کہ یہ حروف تہجی میں سے ہے۔ وَالْقَلَمِ قلم سے وہ مراد ہے جس سے لوح محفوظ کو لکھا گیا نمبر ۲۔ ملائکہ کے اقلام۔ نمبر ۳۔ جس سے لوگ لکھتے ہیں۔ اس کی قسم اسلئے کھائی کیونکہ اس کے منافع و فوائد بیان سے باہر ہیں۔ وَمَا يَسْطُرُونَ یعنی جو کرانا کاتبین لکھتے ہیں۔ نمبر ۲۔ خیر کی جو باتیں کسی بھی کتاب میں لکھی جاتی ہیں۔ ما موصولہ ہے یا مصدریہ۔

۲: مَا أَنْتَ بِمَجْنُونٍ (کہ آپ اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں ہیں) یہ جواب قسم ہے اپنے رب کے فضل کی موجودگی میں جو اس لئے ثبوت اور دیگر انعامات کی صورت میں آپ پر فرمایا۔ (دیوانہ نہیں ہیں)

نَجْوٍ: انت یہ ما کا اسم ہے۔ بمجنون اس کی خبر ہے۔ اور بنعمة ربك یہ اسم و خبر کے درمیان جملہ معترضہ ہے۔ بنعمة کی بآء محذوف کے متعلق ہے اور وہ حال ہونے کی بناء پر محلاً منصوب ہے۔ بمجنون اس میں عامل ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے۔ مَا أَنْتَ بِمَجْنُونٍ مَنَعَمًا عَلَيْكَ بِذَلِكَ بآء اس سلسلہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتی کہ مجنون اپنے ما قبل پر عمل کرے کیونکہ یہ بآء زائدہ ہے جو تاکید نفی کیلئے ذکر کی گئی ہے۔ یہ کفار کے اس قول کا جواب ہے۔ جو ان کی زبانوں پر رہتا تھا۔ وَقَالُوا يَا أَيُّهَا الَّذِي نُزِّلَ عَلَيْكَ الْذِّكْرُ إِنَّكَ لَمَجْنُونٌ [المجر: ۲۰] (ان کے انکار کی شدت کی بناء پر جواب میں قسم اور دیگر تاکیدات لائی گئی ہیں)۔

۳: وَإِنَّ لَكَ (اور بیشک آپ کے لئے) ان باتوں کے برداشت کرنے اور صبر میں لاجراً (ایسا اجر ہے) اجر ثواب کے معنی میں ہے۔ غَيْرَ مَمْنُونٍ (جو ختم ہونے والا نہیں) غیر منقطع ہے نمبر ۲۔ ایسا ثواب ہے جس پر دوسرے لوگوں کا احسان مند نہ ہونا پڑے۔ محض احسان الہی ہے۔

۴: وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ (بلاشبہ آپ اخلاق کے اعلیٰ پیمانہ پر ہیں) ایک قول یہ ہے اس میں اسی بات کا تذکرہ ہے جس کا دوسرے مقام پر حکم دیا خذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ [الاعراف: ۱۹۹]

اخلاق نبوت:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ کا اخلاق قرآن تھا یعنی قرآن میں جو مکارم اخلاق ہیں۔ وہ سب آپ کی طبیعت ثانیہ تھے۔ آپ کے اخلاق کو عظیم قرار دیا کیونکہ آپ کو نین پر بخشش و سخاوت فرمانے والے اور کونین کے خالق پر کامل بھروسہ والے تھے۔ [مسلم: ۷۳۶، نسائی: ۱۹۹/۳]

۵: فَسْتَبْصِرْ وَيُبَصِّرُونَ (پس عنقریب آپ بھی دیکھ لیں گے اور یہ لوگ بھی دیکھ لیں گے) عنقریب آپ دیکھ لیں گے اور وہ دیکھ لیں گے یہ آپ کے ساتھ وعدہ اور کفار کے متعلق وعید ہے۔

۶: يَا أَيُّهَا الْمَفْتُونُ (کہ تم میں کس کو جنون تھا) مفتون مجنون کے معنی میں ہے یہ فتن سے لیا گیا کیونکہ وہ جنون کی مشقت میں ڈالا گیا بآء زائدہ ہے۔ نمبر ۲۔ المفتون مصدر ہے جیسا المعقول یعنی تم میں کس کو جنون ہے۔

قول الزجاج رحمہ اللہ بآء فی کے معنی میں ہے جیسا کہتے ہیں کنت ببلد کذا ای فی بلد کذا میں فلاں شہر میں تھا۔ اب تقدیر کلام یہ ہے فی ایکم المفتون یعنی کس فریق کو ہر دو فریق میں سے جنون تھا مؤمنوں کے فرقہ کو یا کفار کے گروہ کو۔

۷: إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ (آپ کا پروردگار اس شخص کو بھی خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹکا ہوا ہے) حقیقتاً وہ ان مجانین کو اچھی طرح جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹک چکے ہیں۔ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ (اور وہ راہ پر چلنے والوں کو بھی خوب جانتا ہے) اور وہ عقلاء کو اچھی طرح جانتا ہے۔ اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔

۸: فَلَا تَطِعِ الْمُكَذِّبِينَ (تو آپ ان تکذیب کرنے والوں کا کہنا نہ مانیں) اس میں ان کی نافرمانی پر مضبوطی سے قائم رہنے پر آپ کو آمادہ کیا گیا ہے۔ کفار تو یہ چاہتے تھے کہ کچھ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور کچھ عرصہ آپ ان کے معبودوں کی عبادت

وَدُّوا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُونَ ۹ وَلَا تَطْعُ كُلَّ حَلَا فِي مَهِينٍ ۱۰ هَمَّا زَمَّ شَاءِ

یونہ چاہتے ہیں کہ آپ ڈھیلے پڑ جائیں تو وہ بھی ڈھیلے ہو جائیں اور آپ کسی ایسے شخص کی بات نہ مانیں جو بہت قسمیں کھانے والا ہے ذلیل ہے جو دوسروں کو عیب لگاتا ہے

بِنَمِيمٍ ۱۱ مَنَاعٍ لِلْخَيْرِ مُعْتَدٍ ۱۲ عَتِلٌ بَعْدَ ذَلِكَ زَنِيمٌ ۱۳ أَنْ كَانَ ذَا مَالٍ

پھل خور ہے خیر سے روکنے والا ہے گناہ کا ارتکاب کرنے والا ہے سخت مزاج ہے اور اس کے بعد منقطع النسب بھی ہے اس وجہ سے کہ وہ مال والا

وَبَيْنَ ۱۴ إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا قَالَ أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۱۵ سَنَسِئُهُ عَلَىٰ الْخُرُطُومِ ۱۶

بیوں والا ہے جب اس پر ہماری آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو کہتا ہے کہ یہ اگلے لوگوں سے نقل کی جانے والی باتیں ہیں ہم عنقریب اسکی سونڈ پر نشان لگا دیں گے۔

إِنَّا بَلَوْنَهُمْ كَمَا بَلَوْنَا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ إِذْ أَقْسَمُوا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِينَ ۱۷ وَلَا

بلاشبہ ہم نے انہیں آزمایا جیسا کہ ہم نے باغ والوں کو آزمایا جبکہ ان لوگوں نے آپس میں قسم کھائی کہ صبح کو چل کر پھل توڑ لیں گے اور انہوں نے

يَسْتَشْنُونَ ۱۸ فَطَافَ عَلَيْهَا طَائِفٌ مِّن رَّبِّكَ وَهُمْ نَائِمُونَ ۱۹ فَأَصْبَحَتْ كَالصَّرِيمِ ۲۰

انشاء اللہ بھی نہیں کہا سو اس باغ پر آپ کے رب کی طرف سے ایک پھرنے والا پھر گیا اس حال میں کہ وہ سو رہے تھے سو وہ باغ صبح کو ایسا رہ گیا جیسے کٹا ہوا کھیت ہو

فَتَنَادَ وَاصْبِحِينَ ۲۱ أَنْ اْعُدُّوا عَلَي حَرْثِكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَرِيمِينَ ۲۲

صبح کے وقت وہ آپس میں ایک دوسرے کو پکارنے لگے کہ صبح سویرے اپنے کھیت پر چلے چلو اگر تمہیں پھل توڑنا ہے

کر لیں تو وہ اپنی شرارتیں اور سختیاں آپ سے بند کر لیں گے۔

۹: وَدُّوا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُونَ (یہ لوگ چاہتے ہیں کہ آپ ڈھیلے ہو جائیں) اگر آپ ان کے سلسلہ میں نرمی اختیار کریں فَيُدْهِنُونَ (تو یہ بھی ڈھیلے ہو جائیں) پھر وہ ان کے سلسلہ میں نرمی برتیں گے۔

فیدھنون: یہ ان مضمہ کی وجہ سے منصوب نہیں ہے حالانکہ یہ تمنی کے جواب میں واقع ہے کیونکہ یہ دوسرے رخ پر مڑ گیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ مبتدا محذوف ہم کی یہ خبر ہے اے فہم یدھنون مطلب یہ ہے پھر وہ تو ابھی نرمی اختیار کر لیں گے اس لئے کہ ان کو تو آپ کے نرم پڑنے کی طمع تھی۔

ولید کے متعلق یہ آیت اتری:

۱۰: وَلَا تَطْعُ كُلَّ حَلَا فِي مَهِينٍ (اور آپ کسی ایسے شخص کا کہنا نہ مانیں جو بہت زیادہ قسمیں اٹھانے والا ہے وقعت ہو) حلاف جو جھوٹی سچی بہت قسمیں اٹھائے۔ اس آیت میں بہت زیادہ قسمیں کھانے والوں کو خوب ڈانٹ پلائی گئی ہے۔ مہین۔ نمبراً۔ جو رائے

اور تمیز میں کمی رکھتا ہو۔ یہ المہاندہ سے لیا گیا۔ وہ قلت و حقارت پر بولتے ہیں۔ نمبر ۲۔ جھوٹا کیونکہ وہ بھی لوگوں میں ذلیل ہوتا ہے۔

۱۱: هَمَّا زِي (طعنہ زن) عیب جو، طعنہ مارنے والا۔ غیبت کرنے والے۔ مَشَاءٍ بِنَمِيمٍ (چغلیاں لگاتا پھرتا ہو) ایک قوم کی بات دوسرے لوگوں کو فساد و چغلی کے طور پر نقل کرنے والا۔ لنمیم و النمیمہ دونوں کا معنی چغلی ہے۔

۱۲: مَنَاعٍ لِلْخَيْرِ (نیک کام سے روکنے والا ہو) بخیل ہو۔ الخیر سے مال مراد ہے۔ نمبر ۲۔ اپنے اہل کونیکلی سے بہت روکنے والا اس صورت میں خیر سے مراد اسلام ہے۔ اور یہ ولید بن المغیرہ، مخرومی ہے جمہور علماء کا قول یہی ہے۔ اس کے دو بیٹے تھے وہ ان کو کہا کرتا تھا۔ جو تم میں سے مسلمان ہوگا میں اس کا خرچہ بند کر دوں گا۔ مُعْتَدٍ (حد سے گزرنے والا ہو) ظلم میں حدود کو پھاندے والا۔ اَنِيمٍ (گناہوں کا کرنے والا ہو) بہت گناہ کرنے والا۔

۱۳: عْتَلِمٍ (سخت مزاج ہو) اکھڑ بدخلق بَعْدَ ذَلِكَ (اس کے بعد) اس کے ان شمار کردہ معایب کے ساتھ زَنِيمٍ (حرامی کی تہمت والا) منسوب۔ ولید قریش کی طرف منسوب تھا۔ ان کے اصل میں سے نہ تھا جب اس کی عمر ۱۸ سال کی ہو گئی تو تب اس کے باپ نے اس کے اپنا بیٹا ہونے کا اقرار کیا۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کی ماں نے ارتکابِ زنا کیا تھا۔ اس آیت کے نزول سے قبل ولید کو اس بات کا علم نہ تھا۔ جب نطفہ خبیث ہو تو اس شخص میں خباثیں ہی ہونگی۔ روایت میں ہے کہ یہ اپنی ماں کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ محمد (ﷺ) نے میری دس صفات بیان کی ہیں۔ تو تو مجھ میں موجود ہیں دسویں صفت الزنیم اس کا مجھے علم نہیں ہے تو مجھے سچی بات بتلا ورنہ میں تیری گردن اڑا دوں گا۔ اس کی ماں نے کہا تیرا باپ عنین و نامرد تھا۔ مجھے خطرہ ہوا کہ یہ مر جائے گا اور مال اولاد کے علاوہ اور کسی کے ہاں چلا جائے گا۔ چنانچہ میں نے ایک چرواہے کو اپنے نفس پر قابو دیا۔ تو اس چرواہے کا نطفہ ہے۔

۱۴: اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَ بَنِينَ (اس سبب سے کہ وہ مال و اولاد والا ہو) یہ ولا طمع سے متعلق ہے یعنی ان معایب کے ہوتے ہوئے اس کی اتباع اس بنا پر مت کرو کہ وہ مالی وسعت رکھتا ہے۔ نمبر ۲۔ اور یہ بھی درست ہے کہ یہ مابعد سے متعلق ہو۔ اس وجہ سے کہ وہ مال و اولاد والا تو ہماری آیات کی تکذیب کرتا ہے۔ اس پر اذات تلی دلالت کر رہا ہے۔

۱۵: اِذَا تُلِيٰ عَلَيْهِ اٰیٰتُنَا (جب اس کے سامنے ہماری آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں) آیات سے قرآن مجید مراد ہے۔ قَالَ اَسَاطِيرُ الْاَوَّلٰیْنَ (تو وہ کہتا ہے کہ یہ بے سند باتیں ہیں)

نَحْوِ: اس میں قال عمل نہیں کرتا کیونکہ شرط کا مابعد اپنے ماقبل پر عمل نہیں کرتا۔

قراءت: حمزہ، ابو بکر نے اُن پڑھا ہے۔ کیا اس لئے کہ وہ مال و اولاد والا ہے۔ اس نے جھٹلایا اور تکذیب کی؟ اُن شامی، یزید، یعقوب، سہل، نے بلا حمزہ پڑھا ہے۔ گویا لام اس سے پہلے محذوف ہے یعنی اس وجہ سے اس کی بات نہ مان لینا کہ مال والا ہے۔ علماء نے کہا کہ جب ولید نے نبی اکرم ﷺ پر کاذب ہونے کا عیب دھرا اور نام لے کر الجھون کہا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے دس بچے نام بتلائے۔

ایک نکتہ:

جب عدل الہی کا فیصلہ یہ ہے کہ رسول ﷺ کے ساتھ ایک زیادتی کرنے والے کو دس گنا سزا سے نوازا۔ تو اس کے فضل کا تقاضا یہی تھا کہ جو آپ پر ایک مرتبہ درود پڑھے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائیں۔

خرطوم تذلیل کے لئے فرمایا:

۱۶: سَنَسِمُهُ عَلَى الْخُرْطُومِ (ہم عنقریب اس کی ناک پر داغ لگائیں گے) تسم داغ دینا۔ الخرطوم: ہاتھی کی سونڈھ۔ تذلیل کیلئے اس کی ناک کو خرطوم فرمایا۔ اور علم کے طور پر ذکر کیا تاکہ وہ اسی سے معروف ہو۔ ناک کو خاص طور پر اس لئے ذکر کیا کیونکہ اسپر لگا ہوا نشان بہت بھدا لگتا ہے۔ ایک قول یہ ہے بدر کے دن اس کی ناک میں تلوار سے نکیل ڈالی گئی وہ اس کی خاک پر مستقل نشان چھوڑ گئی۔

۱۷: اِنَّا بَلَوْنَهُمْ (ہم نے ان کی آزمائش کر رکھی ہے) ہم نے اہل مکہ کا قحط و بھوک کے ساتھ امتحان لیا۔ یہاں تک کہ مردار اور بوسیدہ ہڈیاں کھانے تک مجبور ہو گئے۔ اور یہ نبی اکرم ﷺ کی اس بددعا کی وجہ سے ہوا۔ اللھم اشد دو طأتک علی مضر و اجعلھا سنین کسنی یوسف [بخاری: ۸۰۴، مسلم: ۶۷۵] اے اللہ مضر پر بندھن کو سخت فرما اور یوسف علیہ السلام کے زمانہ جیسا قحط ان پر مسلط فرما۔

باغ والوں کی مثال:

کَمَا بَلَوْنَا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ (جیسا ہم نے باغ والوں کی آزمائش کی تھی) وہ نماز پڑھنے والے لوگ تھے۔ ان کے والد کا ایک باغ بستی میں تھا جس کو ذروان کہتے تھے۔ یہ صنعاء یمن سے دو فرسنگ پر واقع تھا۔ وہ اس باغ سے سال کا خرچہ حاصل کرتا۔ باقی فقراء و مساکین کو دے دیتا۔ جب وہ فوت ہو گیا تو اس کے بیٹے کہنے لگے اگر ہم بھی اسی طرح کریں گے جیسا ہمارا والد کرتا تھا تو ہم تنگ دست ہو جائیں گے۔ ہم صاحب عیال ہیں۔ پس انہوں نے باہمی قسمیں اٹھائیں۔ کہ لیصر منھا مصبحین منہ اندھیرے توڑ لیں گے تاکہ مساکین کو علم نہ ہو۔ انہوں نے قسم میں انشاء اللہ نہ کہا پس اللہ تعالیٰ نے ان کے باغ کو جلا دیا۔ قول حسن رحمہ اللہ یہ کافر تھے۔ قول جمہور: یہ مسلمان تھے جیسا پہلا قول نقل کیا۔ اِذَا قَسَمُوا (انہوں نے قسمیں اٹھائیں) لَيَصْرِمُنَّهَا (وہ ضرور اس کا پھل توڑ لیں گے) مُصْبِحِينَ (صبح سویرے) جو نہی صبح داخل ہو اور فقراء ادھر ادھر منتشر ہوں۔

نَحْوُ: یہ یصر منھا کی ضمیر فاعلی سے حال ہے۔

۱۸: وَلَا يَسْتَنْوِنَ (اور انہوں نے انشاء اللہ بھی نہ کہا) انشاء اللہ کو عرب کے لوگ استثناء کا نام دیتے ہیں۔ اگرچہ صورت تو یہ شرط ہے کیونکہ یہ استثناء کا معنی ادا کرتا ہے۔ لا خرجن انشاء اللہ اور لا اخرج الا ان یشاء اللہ دونوں کا معنی ایک ہے۔

۱۹: فَطَافَ عَلَيْهَا طَائِفٌ مِّن رَّبِّكَ (اس باغ پر آپ کے رب کی طرف سے پھرنے والا پھر گیا) اس پر عذاب اترا۔ ایک قول

فَانْطَلِقُوا وَهُمْ يَتَخَفَتُونَ ۲۳ اَنْ لَا يَدْخُلْنَهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مَسْكِينٌ ۲۴ وَغَدَاً عَلٰى حَرْدٍ

پھر وہ لوگ آپس میں چپکے چپکے باتیں کرتے ہوئے چلے کہ آج تمہارے پاس کوئی مسکین نہ آنے پائے اور وہ اپنے کو اس کے نہ دینے پر قادر

قَدِيرِينَ ۲۵ فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْا اِنَّا لَصَالَتُونَ ۲۶ بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ ۲۷ قَالَ

سجھ کر چلے پھر جب اس باغ کو دیکھا تو کہنے لگے کہ بے شک ہم رات بھول گئے بلکہ بات یہ ہے کہ ہم محروم کر دیئے گئے ان میں جو اچھا

اَوْسَطُهُمْ اَلْمَاقِلُ لَكُمْ لَوْلَا تَسْبِيْحُونَ ۲۸ قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۲۹

آدمی تھا وہ کہنے لگا کہ کیا میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ تم اللہ کی تسبیح کیوں بیان نہیں کرتے کہنے لگے ہم اپنے رب کی پاکی بیان کرتے ہیں بلاشبہ ہم قصور وار ہیں

فَاقْبَلْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُونَ ۳۰ قَالُوْا يٰوَيْلِنَا اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ ۳۱

پھر ایک دوسرے پر متوجہ ہو کر باہم الزام دینے لگے کہنے لگے ہائے ہماری خرابی بلاشبہ ہم حد سے بڑھ جانوالے تھے۔

عَسٰى رَبِّنَا اَنْ يُبَدِّلَنَا خَيْرًا مِنْهَا اِنَّا اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُونَ ۳۲ كَذٰلِكَ الْعَذَابُ

امید ہے کہ ہمارا رب ہمیں اس کے بدلہ اس سے بہتر عطا فرمادے بلاشبہ ہم اپنے رب کی طرف رغبت کرنا چاہتے ہیں۔ اس طرح عذاب ہوتا ہے

وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُونَ ۳۳

اور آخرت کا عذاب اس سے بڑھ کر ہے کیا خوب ہوتا کہ یہ لوگ جان لیتے۔

اللہ تعالیٰ نے آگ سے اس کو جلادیا۔ وَهُمْ نَائِمُونَ (اور وہ سو رہے تھے) اپنی نیند کی حالت میں تھے۔

۲۰: فَاصْبَحْتُ كَالصَّرِيمِ (پھر صبح کو وہ باغ ایسا رہ گیا جیسا کٹنا ہوا کھیت)

اصحمت یہ صار کے معنی میں ہے صریم: اندھیری رات کی طرح یعنی جل کر سیاہ ہو گیا۔ نمبر ۲۔ صبح کی طرح یعنی سفید زمین بن گئی جس

میں کوئی درخت نہ تھا۔ ایک قول یہ ہے وہ کئی ہوئی کھیتی کی طرح ہو گیا گویا وہ کاٹ لیا گیا کیونکہ اس کے پھل تباہ ہو گئے۔

۳۱: فَتَنَّا دَوْمًا مَّصْبِحِينَ (پس صبح کے وقت وہ ایک دوسرے کو پکارنے لگے)

۲۲: اَنْ اَعْدُوا عَلٰى حَرْثِكُمْ (کہ اپنے کھیت پر سویرے چلو) علی حَرْثِكُمْ کہا الی حَرْثِكُمْ نہیں کہا گیا۔ کیونکہ خدا جس

میں انہوں نے کھیت کاٹنا تھا وہ خدا علیہ استعمال ہوتا ہے۔ نمبر ۲۔ خدا کے لفظ میں اقبال کا معنی ضمنا پایا جاتا ہے گویا اس طرح ہے

فَاقْبَلُوا عَلٰى حَرْثِكُمْ بَاكِرِينَ تَمَّ صَبْحٌ سَوِيْرٌ اِنِّىْ كُنْتُمُ صٰرِمِيْنَ (اگر تم کو پھل توڑنا ہے)

توڑنے کا ارادہ رکھتے ہو۔

۲۳: فَاَنْطَلِقُوا (پھر وہ چلے) کھیتی کی طرف گئے وَهُمْ يَّتَخَفَتُونَ (آپس میں چپکے چپکے باتیں کرتے ہوئے) سرگوشی کر رہے

تھے تاکہ کسی مسکین کو بھنگ نہ پہنچ جائے۔

۲۴: اَنْ لَا يَدْخُلْنَهَا (نہ آئے تم تک) یعنی باغ میں۔ ان مفسرہ ہے ایک قراءت میں اس کے بغیر پڑھا گیا۔ ای یسخافتون یقولون لا یدخلنها الیوم علیکم مسکین (آج کوئی محتاج) مسکین کے داخلے کی نفی سے مسکین کو داخل ہونے کی قدرت کی نفی ہے کہ اس کو داخل نہ ہونے دو۔

۲۵: وَغَدُوا عَلَىٰ حَرْدٍ قَادِرِينَ (وہ اپنے کو اس کے نہ دینے پر قادر سمجھ کر چلے) حرد جدوجہد سے روکنا۔ قادرین وہ اپنے نفسوں میں روکنے پر قادر ہیں۔ یہ نطفویہ کا قول ہے۔ نمبر ۲۔ الحرد ارادہ اور سرعت یعنی وہ چلے تیزی سے اپنے باغ کا قصد کرنے والے تھے۔ اور اپنے دلوں میں اس کے کاٹنے پر قادر تھے اور اس کی منفعت کو مسکین سے روکنے والے تھے۔

نمبر ۳۔ الحرد یہ باغ کا نام ہے۔ وہ حرد نامی باغ کی طرف چلے اس مال میں کہ وہ اس کے پھل اپنے خیال میں توڑنے والے تھے۔

۲۶: فَلَمَّا رَأَوْهَا (پھر جب انہوں نے اس باغ کو دیکھا) اپنے باغ کو جلا ہوا دیکھا قَالُوا (انہوں نے پہنچنے کے فوراً بعد کہا) اِنَّا لَصَالُونَ (بیشک ہم راستہ بھول گئے) ہم اپنے باغ کے راستہ سے بھٹک گئے اس میں وہ رونق نہیں اس لئے کہ وہ اس کی تباہی دیکھ رہے تھے۔ پھر جب انہوں نے غور کیا تو پہچان کر کہنے لگے۔

۲۷: بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ (بلکہ ہماری قسمت ہی پھوٹ گئی) ہم اس کے نفع سے محروم کر دیئے گئے کیونکہ ہم نے گناہ کیا جس کی ہمیں یہ سزا ملی۔

۲۸: قَالَ اَوْسَطُهُمْ (ان میں سے اچھے آدمی نے کہا) انصاف پسند سب سے بہتر آدمی اَلَمْ اَقُلْ لَكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُونَ (کیا میں نے تم کو نہ کہا تھا۔ اب تسبیح کیوں نہیں کرتے) تم انشاء اللہ کیوں نہیں کہتے کیونکہ استثناء تسبیح ہے کیونکہ تعظیم الہی کا معنی دونوں میں مشترک ہے استثناء تفویض اور تسبیح تزیہ ہے اور تزیہ و تفویض ہر دو تعظیم ہیں۔ نمبر ۲۔ تم اللہ تعالیٰ کو یاد کر کے اس کی بارگاہ میں خبیث نیت سے توبہ کیوں نہیں کرتے۔ گویا ان کے منصف آدمی نے ان کے اس ارادہ کے وقت ان کو یہ بات کہی۔ تم اللہ تعالیٰ اور اس کے اس انتقام کو یاد کرو جو وہ مجرمین سے لیا کرتا ہے۔ پس اس خبیث خیال سے توبہ کرو۔ انہوں نے اس کی ایک نہ مانی اب وہ ان کو عار دلارہا ہے۔ اور اسی لئے انہوں نے کہا۔

اعتراف جرم:

۲۹: قَالُوا سُبْحٰنَ رَبِّنَا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ (سب کہنے لگے۔ ہمارا پروردگار پاک ہے بیشک ہم قصور وار ہیں) انہوں نے خرابی بسیار کے بعد اس چیز پر گفتگو کی جو کہ ان کو قبل ازیں کرنی چاہیے تھی اور نیکی کی ممانعت کرنے کے ظلم کا اپنے متعلق اعتراف کیا۔ اور انشاء اللہ چھوڑنے کی غلطی مان گئے اور اللہ تعالیٰ کی تزیہ کرتے ہوئے اس کو ظلم سے پاک قرار دیا۔

۳۰: فَاقْبَلْ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَلَوْمُونَ (پھر ایک دوسرے کو مخاطب بنا کر باہم الزام دینے لگے) مسکین پر خیرات

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّتِ النَّعِيْمِ ﴿۳۴﴾ اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ ۗ ﴿۳۵﴾

بلاشبہ پرہیزگاروں کے لئے ان کے رب کے پاس نعمت والے باغ ہیں۔ کیا ہم فرما نبرداروں کو نافرمانوں کے برابر کر دیں گے؟

مَا لَكُمْ وَقَدْ كُنْتُمْ تَحْكُمُوْنَ ۗ ﴿۳۶﴾ اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِیْهِ تَدْرُسُوْنَ ۗ ﴿۳۷﴾ اِنَّ لَكُمْ فِیْهِ لَمَآ

تمہیں کیا ہوا تم کیسا فیصلہ کرتے ہو؟ کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے جسے تم پڑھتے ہو اس میں تمہارے لئے وہ چیز لکھی ہوئی ہو جسے

تَخَيَّرُوْنَ ۗ ﴿۳۸﴾ اَمْ لَكُمْ اِيْمَانٌ عَلَيْنَا بِالْغَةِ اِلٰی یَوْمِ الْقِيٰمَةِ اِنَّ لَكُمْ لَمَآ تَحْكُمُوْنَ ۗ ﴿۳۹﴾

تر پسند کرتے ہو کیا تمہارے لئے ہمارے اوپر تمہیں ہیں جو قیامت تک باقی رہنے والے ہیں کہ تمہیں وہ دیا جائے گا جس کا تم فیصلہ کرتے ہو

سَلٰهُمْ اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ ۗ ﴿۴۰﴾ اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ ۗ فَلْيَاْتُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ اِنْ كَانُوْا

ان سے دریافت کیجئے کہ ان میں اس کا کون ذمہ دار ہے؟ کیا انکے لئے تمہارے ہوئے شریک ہیں سو وہ اپنے شریکوں کو لے آئیں

صٰدِقِيْنَ ۗ ﴿۴۱﴾ یَوْمَ یُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ ۗ وَّیَدْعُوْنَ اِلٰی السُّجُوْدِ فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ۗ ﴿۴۲﴾

اگرچے ہیں۔ جس دن ساق کی تجلی فرمائی جائے گی اور یہ لوگ سجدہ کی طرف بلائے جائیں گے سو سجدہ نہ کر سکیں گے

سے بھاگنے کی جو بدترین حرکت انہوں نے کی تھی اس پر ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے۔ ہر ایک دوسرے پر ڈال رہا تھا۔ پھر سب نے حد سے تجاوز کرنے کا اعتراف کر لیا۔

۳۱: قَالُوْا یٰوٰیْلَنَا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ (کہنے لگے ہم حد سے نکلنے والے تھے) کہ فقراء کا حق روک لیا اور انشاء اللہ بھی چھوڑ دیا۔

۳۲: عَسٰی رَبِّنَا اَنْ یُّبَدِّلَنَا خَیْرًا مِّنْهَا (شاید ہمارا پروردگار ہم کو اس سے اچھا باغ بدلہ میں دے دے)

قرآنت: یبدلنا تشدید کے ساتھ مدنی، ابو عمر نے پڑھا ہے۔ ہا سے مراد سابقہ باغ ہے۔

اِنَّا اِلٰی رَبِّنَا رَاغِبُوْنَ (ہم اپنے رب کی طرف رجوع کرتے ہیں) اسی سے خیر و بھلائی کے طالب ہیں اور اس کے عفو کے

امیدوار ہیں۔ قول مجاہد رحمہ اللہ: انہوں نے توبہ کی تو اس سے بہتر باغ بدلے میں دیا گیا۔ قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ: انہوں نے

اخلاص اختیار کیا اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے میں "الحیوان" نامی باغ عنایت فرمایا اس میں انگور کے گچھے کو خچر اٹھاتا تھا۔

۳۳: كَذٰلِكَ الْعَذَابُ (اسی طرح عذاب ہوا کرتا ہے) یعنی اس عذاب کی طرح جس کا تذکرہ ہم نے کیا یہ دنیا کا عذاب ہے

جو ان کیلئے ہے جو انہی کی راہ پر چلے۔ وَ الْعَذَابُ الْاٰخِرَةُ الْكُبْرُ (اور آخرت کا عذاب اس سے بھی بڑھ کر ہے) بہت ہی بڑا ہے۔

لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ (کیا خوب ہوتا کہ یہ لوگ جان لیتے) اسلئے کہ جو کچھ یہ کر رہے ہیں وہ ان کو عذاب کی طرف دھکیں رہا ہے۔

۳۴: رٰطِبٌ: پھر ایمان والوں کو مننے والے انعامات کا ذکر فرمایا اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ (بیشک پرہیزگاروں کیلئے) جو شرک سے بچنے

والے ہیں۔ عِنْدَ رَبِّهِمْ (ان کے رب کے نزدیک) یعنی آخرت میں جَنَّاتِ النَّعِيمِ (آسائش کی جنتیں ہیں) وہ ایسے باغات ہیں جن میں خالص نعمتوں سے لطف اندوزی ہوگی دنیا کے باغات ایسے نہیں۔

مسلم و مجرم برابر نہیں:

۳۵: اَفَجَعَلَ الْمُسْلِمِينَ كَالْمُجْرِمِينَ (کیا ہم فرمانبرداروں کو نافرمانوں کے برابر کر دیں گے) یہ استفہام انکاری ہے جو ان کے اس قول کا انکار کرنے کیلئے لائے۔ لو کان ما يقول محمد حقا فنحن نعطي في الآخرة خيرا مما يعطى هو ومن معه كما في الدنيا۔ اگر محمد سچے ہوں بھی پھر بھی ہم کو آخرت میں ان سے بہتر نعمتیں ملیں گی جیسا کہ دنیا میں ہیں تو فرمایا کیا ہم فیصلہ میں ظلم کریں گے کہ مسلمانوں کو کافروں کی طرح کر دیں گے؟ یعنی ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ پھر بطریق التفات ان کو فرمایا۔

۳۶: مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ (تم کو کیا ہو گیا تم کیسا فیصلہ کرتے ہو) یہ ٹیڑھا فیصلہ کہ نافرمان اور فرمانبردار یکساں۔ اس سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ آخرت کا معاملہ تمہارے سپرد ہو گیا کہ جو چاہو اس میں تم فیصلہ کر دو۔

۳۷: اَمْ لَكُمْ كِتَابٌ (کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے) جو آسمان سے آئی ہو فِيهِ تَذْرُؤُونَ (جس میں تم پڑھتے ہو) یعنی اس کتاب میں پڑھ لیتے ہو کہ:

۳۸: اِنَّ لَكُمْ فِيهِ لَمَا تَخَيَّرُونَ (کہ اس میں تمہارے لیے وہ چیز ہو جس کو تم پسند کرتے ہو) یعنی یہ کہ جو تمہاری دل پسند اور خاطر خواہ چیزیں ہیں۔ وہ تمہیں ملیں گی۔ اصل عبارت اس طرح ہے۔ تَذْرُؤُونَ اَنَّ لَكُمْ مَا تَخَيَّرُونَ۔

مَحْجُورٌ: اَنَّ مَفْتُوحٌ ہونا چاہیے کیونکہ وہ مدروس ہے کیونکہ پڑھنا اسی پر واقع ہونے والا ہے۔ اِنَّ مَكْسُورٌ تَوْلَامٌ کے آنے کی وجہ سے آیا ہے۔ اور یہ بھی درست کہ یہ پڑھی جانے والی چیز کو بطور حکایت بیان کیا گیا ہو۔ جیسا کہ اس قول میں ہے وَتَرَكَنا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ۔ سلام علی نوح [الصافات: ۷۸، ۷۹] تخیر اور اختار الشیء کسی چیز سے خیر کا حاصل کرنا۔

۳۹: اَمْ لَكُمْ اِيْمَانٌ عَلَيْنَا (کیا ہمارے اوپر کچھ قسمیں چڑھی ہوئی ہیں جو تمہاری خاطر سے کھائی گئی ہوں) ایمان سے ایسے وعدے جن کو قسموں سے پختہ کیا گیا ہو۔ بِاللَّغَةِ اِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ (اور وہ قسمیں قیامت تک باقی رہنے والی ہوں) یعنی وہ اس دن تک پہنچنے والی ہیں۔ اور وافر مقدار میں اس دن ختم ہوگی ان میں کوئی قسم باطل نہ ہوگی یہاں تک کہ مقسم علیہ کی پختگی ثابت ہو جائے۔ (اس کے مطابق ترکیب اول ہوگی)

مَحْجُورٌ: نمبر ۱۔ ایمان موصوف ہے اور بالذات صفت اور الی یوم القیامۃ اس کے متعلق ہے نمبر ۲۔ مقدر سے متعلق ہے تقدیر کلام اس طرح ہے ہی ثابتۃ لکم علینا لا الی یوم القیامۃ لا نخرج عن عہدتها الا یومئذ اذا حکمناکم واعطیناکم ما تحکمون۔ وہ قسمیں تمہاری طرف سے ہم پر لازم ہیں قیامت تک رہنے والی ہیں کہ ہم ان کی ذمہ داری سے اسی دن عہدہ برآ ہونگے جب تمہارے حق میں فیصلہ کر دیں گے اور تمہارے فیصلہ کے مطابق تمہیں دے دیں گے۔ اِنَّ لَكُمْ لَمَّا تَحْكُمُونَ (کہ تم کو وہ چیزیں ملیں گی جو تم فیصلہ کر رہے ہو) اپنے نفوس کے متعلق جو تم فیصلہ کر رہے ہو۔ یہ جواب قسم ہے کیونکہ ام لکم ایمان

علینا کا معنی یہ ہے کیا ہم نے تمہارے لئے انتہائی تاکیدیں قسمیں اٹھا رکھی ہیں۔

۴۰: سَلُّهُمْ (ان مشرکین سے پوچھیں) اَيُّهُمْ بِذَلِكَ (ان میں سے اس کا کون) اس فیصلہ کا زَعِيمٌ (ذمہ دار ہے) یعنی کفیل ہے کہ ایسا ضرور ہوگا۔

۴۱: اَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ (کیا ان کے ٹھہرائے ہوئے کچھ شریک ہیں) یعنی کچھ لوگ ہیں جو اس بات میں ان کے ساتھ شریک ہونگے اور ان کے راستے پر چلیں گے۔ فَلْيَا تُوَا بِشُرَكَآئِهِمْ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ (پس ان کو چاہیے کہ اپنے ان شریکوں کو پیش کریں اگر یہ سچے ہیں) اپنے اس دعویٰ میں مطلب یہ ہے کہ کوئی ایک بھی ان کا یہ حق نہ مانے گا اور نہ ان کی معاونت کرے گا جیسا کہ انکے پاس کوئی کتاب نہیں جو ان کے حق میں گواہ ہو۔ اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا کوئی وعدہ اور ان کا کوئی کفیل ہے جس نے ان کی ضمانت اٹھالی ہو۔

۴۲: يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ (جس دن ساق کی تجلی فرمائی جائے گے)

يَحْجُو: يَوْمَ يَهْفُوْنَ اِلَيْهَا نَفْسٌ مِّنْ رِّجْلٍ مَّوَدَّةَ بَعْضِ الْاَشْيَاءِ لِبَعْضٍ يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ (جس دن ساق کی تجلی فرمائی جائے گے)۔

شدت بطور کنایہ ہے:

قول جمہور: کشف ساق یہ معاملے کی شدت اور مصیبت کی زیادتی کی تعبیر ہے پس معنی یہ ہوگا جس دن معاملہ سخت اور مشکل ہو جائے گا۔ وہاں نہ کشف ہے اور نہ ساق ہے۔ لیکن شدت کو بطور کنایہ اس طرح بیان کیا کیونکہ جب وہ کسی سختی میں پھنس جاتے تو پنڈلی کھول دیتے اور یہ اسی طرح ہے جیسا تم کہو اس آدمی کو جو بہت ہی بخیل ہو۔ یدہ مغلولہ حالانکہ نہ وہاں ہاتھ ہے اور نہ طوق بلکہ بخل سے کنایہ ہے۔ باقی جن لوگوں نے اس کو تشبیہ قرار دیا تو اس کا سبب ان کی کم فہمی اور علم بیان سے قلیل واقفیت ہے اگر بات اسی طرح ہوتی جیسا مشہبہین کہتے ہیں تو ساق کو معرفہ لایا جانا چاہیے تھا۔ کیونکہ ان کے نزدیک تو یہ ساق مقررہ ہے۔ وَيُدْعُوْنَ (اور لوگوں کو بلایا جائے گا) کفار کو اس جگہ بلایا جائے گا۔ اِلَى السُّجُوْدِ (سجدہ کی طرف) یہ سجدہ تکلفی نہیں بلکہ تو بخنی ہوگا اس لئے کہ انہوں نے دنیا میں سجدہ چھوڑا فَلَآ يَسْتَطِيعُوْنَ (پس یہ لوگ سجدہ نہ کر سکیں گے) کیونکہ ان کی پشتیں گائے کے سینگوں کی طرح ہو جائیں گی جو جھکتے اٹھتے دوہری نہیں ہوتیں۔

خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ وَقَدْ كَانُوا يُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ وَهُمْ سَالِمُونَ ﴿۴۳﴾

ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی ان پر ذلت چھائی ہوئی ہوگی اور یہ لوگ سجدہ کی طرف اس حالت میں بلائے جاتے تھے جبکہ صحیح سالم تھے۔

فَذَرْنِي وَمَنْ يُكْذِبُ بِهَذَا الْحَدِيثِ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۴۴﴾

سو آپ مجھے اور ان لوگوں کو چھوڑیے جو اس بات کو جھٹلاتے ہیں ہم انہیں تدریجاً لے جا رہے ہیں اس طور پر کہ انہیں خبر بھی نہیں

وَأْمَلِي لَهُمْ إِنْ كَيْدِي مَتِينٌ ﴿۴۵﴾ أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا فَهُمْ مِنْ مَغْرَمٍ مُثْقَلُونَ ﴿۴۶﴾ أَمْ

اور میں ان کو مہلت دیتا ہوں۔ بے شک میری تدبیر مضبوط ہے کیا آپ ان سے کچھ معاوضہ طلب کرتے ہیں کہ وہ اس کے تاوان سے دبے جا رہے ہیں کیا

عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُونَ ﴿۴۷﴾ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ

ان کے پاس غیب ہے جسے وہ لکھا کرتے ہیں۔ سو آپ اپنے رب کی تجویز پر صبر کیجئے اور مچھلی والے کی طرح نہ ہو جائیے جب کہ

الْحَوْتِ إِذْ نَادَى وَهُوَ مَكْظُومٌ ﴿۴۸﴾ لَوْلَا أَنْ تَدْرِكُهُ نِعْمَةٌ مِنْ رَبِّهِ لَنُبِذَ بِالْعَرَاءِ

اس نے اس حالت میں پکارا کہ وہ غم سے گھٹ رہا تھا اگر اس کے رب کی نعمت آسکی دیکھیری نہ کرتی تو وہ بد حالی کے ساتھ میدان میں ڈال

وَهُوَ مَذْمُومٌ ﴿۴۹﴾ فَاجْتَبِهْ رَبُّهُ فَجَعَلَهُ مِنَ الصَّالِحِينَ ﴿۵۰﴾

دیا جاتا پھر اس کے رب نے اسے برگزیدہ کر لیا اور اس کو صالحین میں شامل فرما دیا۔

۴۳: خَاشِعَةً (جھکنے والی ہوگی)

نَجْوَى: یہ يدعون کی ضمیر سے حال ہے۔

أَبْصَارُهُمْ (ان کی آنکھیں) تقدیر کلام یہ ہوگا يدعون فی حال خشوع ابصارہم آنکھوں کے جھکنے کی حالت میں ان کو بلایا جائے گا۔ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ (ان پر ذلت چھائی ہوگی) ان کو ذلت ڈھانپ لے گی۔ وَقَدْ كَانُوا يُدْعَوْنَ (اور یہ لوگ سجدہ کی طرف بلائے جایا کرتے تھے) رسولوں کی زبانوں پر اِلَى السُّجُودِ (دنیا میں سجدہ کی ان کو دعوت دی جاتی تھی) وَهُمْ سَالِمُونَ (اور وہ صحیح سالم تھے) وہ صحت مند تھے پھر وہ سجدہ نہ کرتے تھے۔ پس اسی طرح اس جگہ ان کو سجدہ سے روک دیا گیا۔

۴۴: فَذَرْنِي (پس رہنے دو مجھ کو) عرب کے لوگ ذرنی و ایاہ بولتے ہیں۔ مطلب یہ ہوتا ہے اس کو میرے حوالے کرو میں اس سے نپٹ لوں گا۔ وَمَنْ يُكْذِبُ (اور اس کو جو جھٹلاتے ہیں) اس کا مفعول پر عطف ہے یا یہ مفعول معہ ہے۔ بِهَذَا الْحَدِيثِ (اس کلام کو) مراد قرآن مجید ہے۔ مقصد یہ ہے اس کا معاملہ میرے اوپر چھوڑ دو۔ میں اس کو جانتا ہوں جو کچھ اس کے ساتھ کرنا ہے اور اس کی طاقت رکھتا ہوں آپ اس کی وجہ سے اپنے دل کو پریشان مت کریں اور انتقام میں مجھ پر توکل کریں۔ اس میں مکذبین کو

تہدید کی گئی اور آنحضرت ﷺ کو تسلی دی گئی ہے۔

استدراج کی حالت:

سَنَسْتَدْرِجُهُمْ (ہم ان کو بتدریج لئے جا رہے ہیں) درجہ بدرجہ ان کو عذاب سے قریب کر رہے ہیں۔ عرب کہتے ہیں۔ استدرجہ الی کذا۔ اس کو درجہ بدرجہ اتارا یہاں تک کہ اس کو اس میں گم کر دیا۔ استدراج الہی نافرمانوں کے متعلق یہ ہے کہ ان کو صحت و نعمت دیتا چلا جاتا ہے۔ وہ اس رزق کو معاصی کے بڑھانے کا ذریعہ بنا لیتے ہیں۔ مَن حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ (اس طور پر کہ انکو خبر بھی نہیں) ایسی جہت سے کہ ان کو شعور بھی نہیں کہ یہ استدراج ہے۔ ایک قول یہ ہے جب وہ نئی نافرمانی کرتا ہے ہم ان کو تازہ نعمت دے دیتے ہیں اور ان کا شکر یہ بھلا دیتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جب تم لوگوں کو دیکھو کہ کسی بندے پر انعام کرتا ہے اور ادھر وہ معصیت پر قائم ہے تو یقین کر لو کہ وہ استدراج کا شکار ہے [دیلمی فی مسند الفردوس: ۱۰۷۳] اور یہ آیت تلاوت فرمائی۔

۴۵: وَأَمْلِي لَهُمْ (اور میں ان کو مہلت دیتا ہوں) إِنَّ كَيْدِي مَتِينٌ (بیشک میری تدبیر بڑی مضبوط ہے) آیت میں احسان و تمکین کو کید سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ جیسا کہ پچھلی آیت میں اس کو استدراج فرمایا کیونکہ وہ تدبیری شکل میں ہے اس لئے کہ وہ اس کی ہلاکت کا سبب بنے گا۔ اصل یہ ہے کہ کید مکر اور استدراج کا معنی امن والی جانب سے پکڑ لینا ہے۔ ان الفاظ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے متعلق کاند اور مکر اور متدرج کے الفاظ بولنے درست و جائز نہیں۔

۴۶: أَمْ تَسْأَلُهُمْ (کیا آپ ان سے مانگتے ہیں) تَبْلِيغَ رِسَالَتٍ پَرَأَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ (کوئی معاوضہ کہ وہ اس تاوان سے) مُثْقَلُونَ (بوجھل ہوئے جاتے ہیں) پس اس وجہ سے ایمان قبول نہیں کرتے یہ استفہام نفی کے معنی میں ہے۔ آپ وحی کی تبلیغ پر ان سے اجر کی ذرہ بھر طمع نہیں رکھتے کہ جس کی وجہ سے ان کو گرانی ہوئی ہو اور وہ اس وجہ سے ایمان سے رکتے ہیں۔

۴۷: أَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ (کیا ان کے پاس غیب ہے) الغیب سے یہاں جمہور کے نزدیک لوح محفوظ مراد ہے۔ فَهُمْ يَكْتُمُونَ (کہ یہ لکھ لیا کرتے ہیں) اس سے اس بات کو جو یہ فیصلہ کرتے ہیں۔

۴۸: فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ (آپ اپنے رب کی تجویز پر صبر سے بیٹھے رہیں) اس میں کفار کو مہلت دیے جانے کو بیان فرمایا اور آپ کی نصرت میں تاخیر کا ذکر فرمایا۔ کیونکہ اگرچہ وقتی طور پر ان کو مہلت دے دی گئی مگر ان کو اسی طرح نہ چھوڑا جائے گا۔ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوتِ (اور مچھلی والے کی طرح نہ ہو جائیے) مراد یونس علیہ السلام ہیں۔ جلدی کرنے اور قوم پر ناراضی میں ان کی طرح نہ ہوں تاکہ تم کسی ابتلاء میں نہ پڑو۔

نحو و قراءت: الحوت پر وقف ہے کیونکہ اذ یہ ماقبل کا ظرف نہیں بن سکتا۔ اس لے کہ نداء عبادت و طاعت ہے پس اس سے روکا نہیں جاسکتا۔ بلکہ اذ یہ فعل محذوف اذ کر کا مفعول ہے۔ اذ نادای (جبکہ یونس نے دعا کی) مچھلی کے پیٹ میں اپنے رب سے دعا کی وہ دعا یہ تھی۔ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ [الانبیاء: ۸۳] وَهُوَ مَكْظُومٌ (وہ غم سے گھٹ رہے تھے) غصے سے بھرے ہوئے تھے۔ یہ کظم السقاء سے لیا گیا جبکہ مشک بھر جائے۔

وَإِنْ يَكَادُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَيُزْلِقُونَكَ بِأَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُولُونَ

اور کافر لوگ جب ذکر کو سنتے ہیں تو گویا آپ کو اپنی نگاہوں سے پھسلا کر گرا دیں گے اور کہتے ہیں

إِنَّهُ لَمَجْنُونٌ ۝ وَمَا هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ ۝

کہ یہ مجنون ہے حالانکہ یہ قرآن تمام جہانوں کے لئے نصیحت ہے۔

۳۹: لَوْلَا أَنْ تَدَارَكَهُ نِعْمَةٌ (اگر اللہ تعالیٰ کا احسان و رحمت ان کی دستگیری نہ کرتی) مِّنْ رَبِّهِ (یعنی اگر اللہ تعالیٰ ان پر انعام نہ فرماتا اور ان کی دعا کو قبولیت اور عذر کو منظور نہ فرماتا۔ لَنْبَذَ (تو وہ ڈالے جاتے) مَجْجَلِي (مچھلی کے پیٹ سے بِالْعَرَاءِ (میدان و فضا میں) وَهُوَ مَذْمُومٌ (بد حالی کے ساتھ) اس حال میں لغزش کی وجہ سے عتاب شدہ ہوتے۔ لیکن اس نے رحم فرمایا اور بد حالی کے بغیر ان کو ڈالا۔

۵۰: فَاجْتَبَهُ رَبُّهُ (پھر ان کے رب نے ان کو برگزیدہ کر لیا) ان کے عذر اور دعا کی وجہ سے ان کو برگزیدہ کر لیا۔ فَجَعَلَهُ مِنَ الصَّالِحِينَ (اور ان کو صالحین میں سے کر دیا) جو صلاح کی صفات میں کمال کو پہنچنے والے ہوتے ہیں۔ اور ان کی کوئی لغزش باقی نہ رہنے دی۔ ایک قول یہ ہے الصالحین سے مراد انبیاء علیہم السلام میں سے۔ ایک اور قول یہ ہے کہ رسولوں میں سے۔

فیصلہ کن قول:

مطلب درست وہی ہے جو اولاً ہم نے ذکر کیا کیونکہ وہ نبی و رسول تو پہلے ہی تھے جیسا ارشاد الہی ہے۔ ان یونس لمن

المرسلین۔ اذابق الی الفلک المشحون [الصافات: ۱۳۹: ۱۴۰]

کفار کا نگاہوں سے پھسلانے کی کوشش کرنا:

۵۱: وَإِنْ يَكَادُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَيُزْلِقُونَكَ بِأَبْصَارِهِمْ (اور جب یہ کافر قرآن سنتے ہیں تو ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ گویا آپ کو اپنی نگاہوں سے پھسلا کر گرا دیں گے)

قراءت: مدنی نے يَزْلِقُونَكَ ياء کے فتح سے پڑھا ہے۔ ان مخففہ من المشقلہ ہے اور اس کی علامت لام ہے۔ زلقہ، ازلقہ: جگہ سے زائل کرنا۔ مطلب یہ ہے نمبر ۱۔ قریب ہے کہ کفار آپ کی طرف بہت زیادہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے دشمنی کے ساتھ دیکھنے سے آپ کو اپنی جگہ سے زائل کر دیں۔ نمبر ۲۔ آپ پر شدید غصہ کی وجہ سے قریب ہے کہ وہ آپ کو ہلاک کر دیں۔ بنی اسد کے لوگوں کی نظر کی یہی کیفیت تھی ان میں سے ایک آدمی تھا۔ اس کو تین دن بھوکا رکھ کر خیمے سے نکالتے تو اس کے سامنے جو چیز گزرتی اگر وہ اس کو کہتا آج جیسی میں نے نہیں دیکھی۔ وہ چیز ہلاک ہو جاتی۔ بعض نظر لگانے والوں نے رسول اللہ ﷺ کے متعلق اس کی

کوشش کی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے متعلق بھی اس جیسا جملہ نکالے۔ اور اس نے کہہ دیا: لم ار کالیوم مثله رجلاً اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت فرمائی۔ حدیث میں وارد ہے العین حق، نظر برحق ہے اور نظر اونٹ کو ہنڈیا میں اور آدمی کو قبر میں داخل کر دیتی ہے۔ [فیض القدر: ۵۷۷۸] [تذکرہ الموضوعات: ص: ۲۰۷] حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے نظر کا دم یہ آیت ہے۔ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ (ذکر سے قرآن مجید مراد ہے) وَيَقُولُونَ (اور وہ کہتے ہیں) اس نبوت پر حسد کرتے ہوئے جو آپ کو عنایت کی گئی ہے۔ إِنَّهُ لَمَجْنُونٌ (کہ یہ مجنون ہے) محمد (ﷺ) مجنون ہیں۔ یہ بات آپ کے معاملے میں حیرانی اور دوسروں کو اس سے نفرت دلانے کیلئے کی جاتی ہے۔

۵۲: وَمَا هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ (حالانکہ یہ قرآن نصیحت ہے) لِلْعَالَمِينَ (جہان والوں کیلئے) پھر جو ایسا قرآن پیش کرے وہ مجنون کیسے ہو سکتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ جب انہوں نے آپ کا تذکرہ سنا۔ اور وہ محمد ﷺ جہان والوں کیلئے ایک عظیم شرف ہیں۔ پس ان کی طرف پھر جنون کی کیونکر نسبت ہو سکتی ہے۔ گویا پہلے ذکر سے مراد حضرت محمد ﷺ اور دوسرے ذکر سے مراد شرف و مرتبہ ہے۔

سورۃ ن والقلم کا تفسیری ترجمہ ۲۵ ربیع الاول کو مکمل ہوا۔

سُوْرَةُ الْحَاقَّةِ وَهِيَ اثْنَا عَشْرُونَ آيَةً وَأُنزِلَتْ فِي الْوَعْدِ

سورة الحاقة مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں باون آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

الْحَاقَّةُ ۱ مَا الْحَاقَّةُ ۲ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْحَاقَّةُ ۳ كَذَّبَتْ ثَمُودُ وَعَادٌ

ہو جانے والی کیا ہے وہ ہو جانے والی اور آپ کو کیا خبر ہے کہ کیا ہے وہ ہو جانے والی ثمود نے اور عاد نے اس کھڑکھڑانے

بِالْقَارِعَةِ ۴ فَأَمَّا ثَمُودُ فَأَهْلِكُوا بِالطَّاغِيَةِ ۵ وَأَمَّا عَادُ فَأَهْلِكُوا بِرِيحٍ

والی چیز کی تکذیب کی سو ثمود تو زور والی آواز سے ہلاک کر دیئے گئے اور عاد ٹھنڈی تیز ہوا کے ذریعہ

صُرَصٍ عَاتِيَةٍ ۶ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَثَمَنِيَةً أَيَّامٍ حُسُومًا فَتَرَى

ہلاک کئے گئے اللہ نے اس ہوا کو لگا چار سات رات اور آٹھ دن ان پر مسلط کر دیا تھا۔ سو اسے مخاطب تو

الْقَوْمَ فِيهَا صَرَغِي كَانَهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۷ فَهَلْ تَرَى لَهُمْ مِنْ بَاقِيَةٍ ۸

ان لوگوں کو اس ہوا میں پھٹاڑے ہوئے دیکھتا کہ گویا وہ کھجور کے کھوکھلے درختوں کے تنے ہیں سو کیا تجھے ان میں سے کوئی بچا ہوا نظر آتا ہے

وَجَاءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهُ وَالْمُؤْتَفِكَةُ ۹ فَعَصَا رَبِّهُ سُوْرَةُ

اور فرعون نے اور اس سے پہلے لوگوں نے اور انہی ہوئی بستیوں نے گناہ کئے سو انہوں نے اپنے رب کے رسول کی

رَبِّهِمْ فَأَخَذَهُمْ أَخْذَةً رَابِيَةً ۱۰ إِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَاءُ حَمَلْنَاكُمْ فِي

نافرمانی کی پھر اس نے ان کو سختی کے ساتھ پکڑ لیا بلاشبہ جب پانی کو طغیانی ہوئی تو ہم نے تمہیں سختی

الْجَارِيَةِ ۱۱ لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَتَعِيَهَا أذُنٌ وَأَعْيَةٌ ۱۲ فَاذَا نُفِخَ

میں اٹھا دیا تا کہ ہم تمہارے لئے اس واقعہ کو نصیحت بنا دیں اور تا کہ اسے یاد رکھنے والے کان یاد رکھیں۔

فِي الصُّورِ نَفْخَةٌ وَآجِدَةٌ ۱۳ وَحَمَلَتِ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَآجِدَةٌ ۱۴

سو جب صور میں پھونکا جائے گا ایک مرتبہ اور اٹھا دی جائے گی زمین اور پہاڑ پھر دونوں کو ایک دفعہ میں ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا

الْحَاقَّةُ مَا الْحَاقَّةُ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْحَاقَّةُ (وہ ہونے والی چیز کیسی کچھ ہے وہ ہونے والی چیز) اور آپ کو کچھ خبر ہے کہ کیسی کچھ ہے وہ ہونے والی چیز)

۱: الْحَاقَّةُ قِيَامَتِ جَس كَا وَقُوْع لَازِمِي هِي جَس كِي اَمْد ثَابِت شَدِه هِي وَه كِه جَس كِي اَمْد مِيں كُوْنِي شَك نِهِيں۔ الْحَاقَّةُ يِه حَق سَبُوْح سِي هِي بِمَعْنَى لَازِم هُونَا۔

۲: مَا الْحَاقَّةُ نَحْوُ: مَا مَبْتَدَا الْحَاقَّةُ خَبْر اَوْر يِه جَمْلَةُ الْحَاقَّةُ كِي خَبْر هِي۔ اَصْلُ اس طَرَح هِي: الْحَاقَّةُ: مَا هِي۔ لِيَعْنِي اِي شَيْ هِي تُو ضَمِيْر كِي جِگِه اَسْم ظَاهَر دُو بَارِه لِي آئِي تَا كِه قِيَامَت كِي هُوْلُنَا كِي اَوْر عَظْمَت شَان زِيَادِه سِي زِيَادِه ظَاهَر هُو۔

۳: وَمَا أَدْرَاكَ (كَس چِيْز نِي تَمِهِيں بَتَلَا يَا كِه الْحَاقَّةُ كِيَا هِي؟) لِيَعْنِي تَمِهِيں اس كِي حَقِيْقَت كَا عِلْم نِهِيں اَوْر نِه اس كِي هُوْلُنَا كِي كِي بَرَا ئِي مَعْلُوْم هِي۔ كِيُوْنِكِه شَدَت وَعَظْمَت مِيں وَه اَتْنِي بَرِي هِي كِه مَخْلُوْق كِي دَرَايَت اس كُو پَانِي سِي قَاصِر هِي۔

نَحْوُ: مَا مَبْتَدَا اَدْرَاكَ خَبْر اَوْر مَا الْحَاقَّةُ جَمْلَةُ مَوْضِع نَصْب مِيں اَدْرَاكَ كَا مَفْعُوْل هِي۔ مَا اَدْرَاكَ يِه اسْتَفْهَام اِنْكَارِي هِي۔

قَارِعَةُ نَام كِي وَجِه:

۴: كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌ بِالْقَارِعَةِ (قَوْم عَاد وَثَمُوْد نِي اس كَهْر كَهْرَانِي وَه اِي چِيْز كِي تَكْذِيْب كِي) لِيَعْنِي الْحَاقَّةُ كَا اِنْكَار كِيَا۔ يِهَاں الْقَارِعَةُ كُو اس كِي جِگِه رَكْه دِيَا كِيَا كِيُوْنِكِه يِه دُونُوں قِيَامَت هِي كِي اَسْمَاء هِيں اس كَا نَام الْقَارِعَةُ اس وَجِه سِي هِي كِيُوْنِكِه يِه لُوگوں كُو اِي بِي هُوْلُنَا كِيُوں اَوْر گَهْبَرَاهُوں سِي كَهْث كَهْثَانِي هِي۔

۵: رَلِطُ: جَب قِيَامَت اَوْر اس كِي عَظْمَت كَا ذِكْر كِيَا تُو اس كِي مَعَا بَعْد قِيَامَت كِي مَنَكْرِيْن كَا ذِكْر كِيَا اَوْر اِن پَر جُو عَذَاب اس تَكْذِيْب كِي وَجِه سِي اَتْرَا۔ اِهْل مَكِه كُو نَصِيْحَت كَرْنِي كِيَلِيْئِي اس كَا ذِكْر كَر دِيَا۔ تَا كِه وَه تَكْذِيْب كِي خَوْفْنَا ك اِنْجَام سِي بِيْج جَانِيں۔

ثَمُوْد پَر اَتْرْنِي وَالِاعْذَاب:

فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ (پَس ثَمُوْد تُو اِيك زُوْر كِي آوَاز سِي هَلَاك كَر دِيْئِي گِي) اِيْسِي وَاقِعِه كِي سَاْتَه جُو شَدَت مِيں حُد سِي بَرُھْنِي وَالِاَتْهَاب اس مِيں اِخْتِلَاف هِي كِه هَلَاكَت كَس چِيْز سِي هُوْنِي۔ اِيك قَوْل زَلْزَلِه دُو سَرَا قَوْل جِيْج اِيك اَوْر قَوْل الطَّاغِيَةِ يِه الْعَافِيَةِ كِي طَرَح مَصْدَر هِي مَعْنَى يِه هُوگا اِن كِي سَر كَشِي كِي سَبَب مَكْر يِه قَوْل اس آيْت كِي بِالْكُلِّ مَطَابِق نِهِيں۔ وَاَمَّا عَاد فَاهْلِكُوْا بِرِيْح لِيَعْنِي ذَرِيْعَةُ هَلَاكَت بِيَان فَرْمَا يَانِه كِه بَاعْث هَلَاكَت كُو۔ فَتَدَبَّرُ

تُهْنَدِي هُوَا سِي عَاد كِي هَلَاكَت:

۶: وَاَمَّا عَادٌ فَاهْلِكُوْا بِرِيْح (اَوْر عَاد جُو تَهِي پَس وَه اِيك تِيْز وَتَنَد هُوَا سِي هَلَاك كِي كِي گِي) رِيْح سِي چَهْتَم كِي هُوَا مَرَاد هِي۔ كِيُوْنِكِه رَسُوْل اللّٰهِ ﷺ نِي فَرْمَا يَانِصْرَت بِالصَّبَا وَاهْلِكَت عَاد بِالذَّبُوْر صَبْح كِي هُوَا سِي مِيْرِي نَصْرَت كِي گِي اَوْر قَوْم عَاد چَهْتَم سِي هَلَاك هُوِيں۔ صَرْصَر (تِيْز آوَاز وَه اِي) يِه الصَّرَّة سِي لِيَا كِيَا جَس كَا مَعْنَى جِيْج هِي نَمْبَر ۲۔ تَهْنَدِي۔ اس صُوْرَت مِيں يِه الصَّرَّة سِي مَخُوْذ هِي

گویا وہ ہوا اس انداز کی تھی جس میں بار بار سردی رکھی گئی اور بہت زیادہ رکھی گئی پس وہ اپنی ٹھنڈک کی کثرت سے جلا ڈالتی ہے۔
عَاتِيَةً (تیز آندھی) نمبر ۲۔ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں پر ناراضی کی وجہ سے گویا وہ ہوا باذن اللہ ملائکہ سے نکل نکل جانے والی تھی جو اس پر مقرر ہیں۔

مسلسل عذاب:

۷: سَخَّرَهَا (اس ہوا کو ان پر مسلط کر دیا) عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَ ثَمَنِيَةَ أَيَّامٍ (سات راتیں اور آٹھ دن) عذاب کی ابتداء بدھ کے دن مہینے کے اواخر میں ہو کر اگلے بدھ تک رہی۔ حُسُومًا (متواتر) پے در پے کہ درمیان میں انقطاع نہ تھا۔ حُسُومًا یہ حاسم کی جمع ہے۔ جیسے شہود جمع شاہد کی ہے۔ ہوا کے تواتر کو داغنے والے کے فعل سے تشبیہ دی جس طرح وہ بیماری کے مقام کو پے در پے داغنا جاتا ہے یہاں تک کہ مرض مٹ جاتا ہے۔ نمبر ۲۔ ممکن ہے کہ یہ مصدر ہو۔ ای تحسم حسومًا وہ ہوا ان کا استیصال کر رہی تھی استیصال کرنا۔ فَتَرَى الْقَوْمَ فِيهَا (پس اے مخاطب تو اس قوم کو دیکھتا ہوا کے چلنے کے دوران یا ان راتوں اور دنوں میں) صَرُّعِي (گرے ہوئے) جمع صریع۔

مَخْوِي: یہ حال ہے۔

كَانْتَهُمْ (گویا کہ وہ) مَخْوِي: یہ حال ثانی ہے۔

أَعْجَازُ (تنے) جڑیں نخل (کھجوروں کے) جمع نخلة خاوية (گری ہوئی) کھوکھلی پرانی۔

۸: فَهَلْ تَرَى لَهُمْ مِنْ بَاقِيَةٍ (پس کیا تجھ کو ان میں سے کوئی بچا ہوا نظر آتا ہے) یعنی من نفس باقیہ کوئی باقی رہنے والا شخص یا من بقاء باقی رہنا۔ گویا مصدر کے معنی میں ہے جیسا کہ طاغیہ بمعنی طغیان۔

۹: وَجَاءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهُ (اور فرعون نے اور اس سے پہلے لوگوں نے) قبلہ سے مراد جو امتیں اس سے پہلے ہو گزریں۔

قراءت: بصری اور علی نے من قَبْلَهُ پڑھا ہے۔ یعنی اس کی طرف اور اس کے پیروکاروں کی طرف۔

قوم لوط کی بستیاں:

وَالْمُتَفِئِكُ (اور الٹی جانے والی بستیاں) قوم لوط کی بستیاں انہی کو الٹ دیا گیا یعنی پلٹ دیا گیا۔ بِالْخَاطِنَةِ (غلطیوں

کے سبب) نمبر ۲۔ اس بد کرداری والی حرکت کے سبب۔ نمبر ۳۔ گناہوں والے کاموں کے سبب۔

۱۰: فَعَصَوْا (پس انہوں نے کہنا نہ مانا) یعنی قوم لوط نے رَسُولَ رَبِّهِمْ (اپنے رب کے رسول کا) یعنی لوط علیہ السلام کا فَآخَذَهُمْ أَخْذَةً رَابِيَةً (تو اللہ تعالیٰ نے انکو بہت سخت پکڑا) رابیہ انتہائی سخت جیسا کہ ان کی قبیح حرکت دوسروں سے بڑھی ہوئی تھی۔

طوفان نوح:

۱۱: اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَاءُ (ہم نے جبکہ پانی کو طغیانی ہوئی) وہ پانی طوفان کے وقت دنیا کے بلند ترین پہاڑوں کی چوٹیوں سے پندرہ

ہاتھ بلند ہو گیا۔ حَمَلْنٰكُمْ (ہم نے سوار کیا) تمہارے آباء و اجداد کو فی الْجَارِيَةِ (کشتی میں) نوح علیہ السلام کی کشتی میں
 ۱۳: لِنَجْعَلَهَا (تاکہ ہم اس معاملہ کو بنا دیں) معاملے سے ایمان والوں کی نجات اور کفار کا غرق ہونا مراد ہے۔ لَكُمْ تَذِكْرَةٌ
 (تمہارے لئے ایک یادگار) نصیحت و عبرت و تَعِيَهَا (اور یاد رکھیں اس کو) اس کو یاد کر لیں۔ اُذُنٌ وَّ اَعْيُنٌ (کان یاد رکھنے
 والے) سننے والی بات کو محفوظ کرنے والے کان۔

قول قتادہ:

وہ کان جو اللہ تعالیٰ کی بات کو سمجھنے والے اور جو کچھ سنا اس سے فائدہ اٹھانے والے ہوں۔
 ۱۳: فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ نَفْحَةً وَّ اِحْدَةً (پس جب صور میں یک بارگی پھونک ماری جائے گی) اس سے نفعِ اولیٰ مراد ہے۔
 جس سے تمام لوگوں پر موت طاری ہو جائے گی۔ اور دوسرے نفع سے تمام کو اٹھایا جائیگا۔
 ۱۴: وَّ حُمِلَتِ الْاَرْضُ وَّ الْجِبَالُ (اور زمین اور پہاڑ اٹھالیے جائیں گے)۔ ان کو ان کی جگہوں سے اٹھالیا جائے گا۔ فَذُكَّتَا
 ذِكَّةً وَّ اِحْدَةً (پھر دونوں ایک ہی مرتبہ ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے) ان کو توڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا۔ اس کے حصوں
 کو آپس میں ٹکرا کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے گا۔ یہاں تک کہ وہ نرم ریت اور اڑتے غبار کے ذرات میں بدل جائیں گے۔

فِيَوْمِذٍ وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۝۱۵ وَانْشَقَّتِ السَّمَاءُ فَهِيَ يَوْمِذٍ وَاهِيَةٌ ۝۱۶

سو اس دن واقع ہونے والی واقع ہو جائے گی اور آسمان پھٹ جائے گا اور وہ اس روز بالکل ضعیف ہو جائے گا

وَالْمَلَائِكَةُ عَلَىٰ أَرْجَائِهَا وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمِذٍ ثَمَنِيَةٌ ۝۱۷ يَوْمِذٍ

اور فرشتے اس کے کناروں پر آ جائیں گے اور اس روز آپ کے پروردگار کے عرش کو آٹھ فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے جس روز

تُعْرَضُونَ لِاتِّخْفِي مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ۝۱۸ فَأَمَّا مَنْ أُوْتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَيَقُولُ

تم پیش کئے جاؤ گے تمہاری کوئی بات پوشیدہ نہ ہوگی سو جس شخص کے دانے ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جائے گا وہ کہے گا

هَآؤُمُ اقْرَءُوا كِتَابِيَهٗ ۝۱۹ اِنِّي ظَنَنْتُ اَنِّي مُلِقٌ حِسَابِيَهٗ ۝۲۰ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ

کہ لو میرا اعمال نامہ پڑھ لو بلاشبہ میں پہلے ہی یقین رکھتا تھا کہ میرا حساب میرے سامنے پیش ہونے والا ہے سو یہ شخص پسندیدہ

رَاضِيَةٍ ۝۲۱ فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝۲۲ قُطُوفُهَا دَانِيَةٌ ۝۲۳ كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا اَسْلَفْتُمْ

زندگی میں ہوگا بہشت بریں میں ہوگا اس کے پھل جھکے ہوئے ہوں گے کھاؤ اور پو مبارک طریقہ پر ان اعمال کے بدل

فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ۝۲۴ وَامَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتَابَهُ بِشِمَالِهٖ فَيَقُولُ لِيْلَيْتَنِي لَمْ اُوْتِ كِتَابِيَهٗ ۝۲۵

جو تم نے گزشتہ دنوں میں آگے بھیجے تھے اور جس کے بائیں ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جائے گا سو وہ کہے گا کہ بائیں کاش میرا نامہ اعمال مجھے نہ دیا جاتا

۱۵: فِيَوْمِذٍ (تو اس روز) یعنی اس وقت وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ (ہونے والی چیز ہو پڑے گی) یعنی قیامت اتر پڑے گی آجائگی۔

تَحْجُو: اذا کا جواب وقعت الواقعة ہے اور یومئذ یہ اذا سے بدل ہے۔

۱۶: وَانْشَقَّتِ السَّمَاءُ (اور آسمان پھٹ جائے گا) کھل کر دروازے دروازے ہو جائے گا۔ فَهِيَ يَوْمِذٍ وَاهِيَةٌ (اور وہ اس ر

وز بالکل بودا ہوگا) ڈھیلا کہ جس کی قوت ختم ہو چکی حالانکہ پہلے بہت مضبوط تھا۔

حاملین عرش کی تعداد میں اضافہ:

۱: وَالْمَلَائِكَةُ (اور فرشتے) جنس ملائکہ مراد ہے جمع کے معنی میں ہے۔ یہ الملائکہ جمع کی نسبت عام ہے۔ عَلَىٰ اَرْجَائِهَا (اور اس

کے کناروں پر آ جائیں گے) ارجاء اطراف اس کا واحد رجا مقصور ہے۔ آسمان فرشتوں کا مسکن ہے جب وہ پھٹ جائے گا تو وہ

اس کے کناروں میں پناہ گزیں ہونگے۔ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ (اور آپ کے رب کے عرش کو اٹھائے ہوئے ہونگے)

ان فرشتوں سے اوپر جو آسمان کی اطراف میں ہونگے۔ يَوْمِذٍ ثَمَنِيَّةٌ (اس دن آٹھ فرشتے) انہی فرشتوں میں سے آج چار

فرشتے اس کو اٹھانے والے ہیں۔ قیامت کے دن اور چار کا اضافہ کر دیا جائے گا۔ قول ضحاک آٹھ صفیں ایک اور قول یہ ہے۔ آٹھ قسمیں۔

۱۸ : يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُونَ (جس روز تم پیش کیے جاؤ گے) حساب و کتاب اور سوالوں کیلئے۔ اس پیشی کو بادشاہ کے سامنے لشکر کو معائنہ کیلئے جیسے پیش کیا جاتا ہے تاکہ وہ ان کے حالات سے واقف ہو سے تشبیہ دی ہے۔ لَا تَخْفَىٰ مِنْكُمْ خَافِيَةٌ (تمہاری کوئی بات پوشیدہ نہ ہوگی) خافیہ : سریرہ، مخفی، جو دنیا میں حالت چھپی رہتی تھی۔

قراءت : عاصم کے علاوہ کوئی قراء نے یخفی پڑھا ہے۔ حدیث میں وارد ہے لوگوں کی تین پیشیاں ہونگی دو پیشیوں میں جھگڑا کرنا اور معذرتیں ہونگی اور تیسری پیشی کے وقت صحائف اعمال اڑ کر کامیاب لوگوں کے دائیں ہاتھ میں مل جائیں گے۔ اور ناکام کو نامہ عمل بائیں میں ملے گا۔ [رواہ احمد، ۴/۳۱۳، الترمذی، ۲۴۲۵، ابن ماجہ، ۷/۴۲۷، بیہقی بروایت ابن مسعود]

اصحابِ یمین کا ذکر اور ان کا بدلہ :

۱۹ : فَأَمَّا مَنْ أُوْتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَيَقُولُ (پس پھر وہ شخص جس کو نامہ عمل دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ وہ تو کہے گا) اپنی جماعت کو اس پر خوش ہو کر اس لئے کہ وہ نامہ عمل میں نیکیاں ہی پائے گا۔ هَاؤُمُ (یعنی لو) یہ اسم فعل ہے۔ اَقْرَأُ وَ اِكْتَبَيْتُ (میرا نامہ عمل پڑھ لو)

تَجْوِذٌ : تقدیر کلام اس طرح ہے۔

هاؤم کتابی اقرء وا کتابیہ : تو اول کو حذف کیا کیونکہ کتابیہ اس پر دلالت کر رہا ہے۔ اور کتابیہ کا عامل بصرین کے ہاں اقرء وا ہے۔ کیونکہ وہ اقرب کو عمل دیتے ہیں۔

قراءت : کتابیہ، حسابیہ، مالیہ، سلطانیہ کی ہا ہائے سکتے ہے۔ اور اس کا حق تو یہ ہے کہ وصل میں گر جائے اور وقف میں باقی رہے۔ اسلئے وقف کو ترجیح دینا اچھا ہے۔ کیونکہ قرآن کی موجودہ قراءت میں یہی ثابت ہے۔

۲۰ : اِنِّي ظَنَنْتُ (میں اعتقاد رکھتا تھا) یہ ظننت، علمت کے معنی میں ہے۔ یہاں ظن کو علم کی جگہ لایا گیا۔ کیونکہ ظن غالب عادات، احکامات میں علم کے بمنزلہ ہوتا ہے۔ نمبر ۲۔ جو چیز اجتہاد سے پائی جائے وہ کم و بیش ہی وساوس و خیالات سے بچی ہوتی ہے۔ وہ گمانوں کی طرف لے جاتی ہے اس لئے ظن کا اطلاق اس پر ظن سے خالی نہ ہونے کی بناء پر ہے۔ اِنِّي مُلْقِي حِسَابِيَّةٍ (کہ مجھ کو میرا حساب پیش آنے والا ہے) میں اپنے حساب کا معائنہ کرنے والا ہوں۔

۲۱ : فَهَوَّ فِي عَيْشِيَّةٍ رَّاضِيَةً (غرض وہ شخص پسندیدہ عیش) رضا مندی والی جس کو وہ پسند کرے گا۔ یہ راضیہ لابن کی طرح ہے۔ ای ذات رضا۔ نمبر ۲۔ راضیہ بمعنی رضیہ رضا کی نسبت عیشہ کی طرف مجازی ہو)

۲۲ : فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ (یعنی بہشت بریں میں ہوگا) بلند پایہ نمبر ۲۔ بلند درجات والا باغ نمبر ۳۔ بلند محلات اور اونچے مکانات تَجْوِذٌ : یہ خبر کے بعد خبر ہے۔

وَلَمْ أَدْرِ مَا حِسَابِيَّةٌ ۚ يَلِيَّتَهَا كَانَتْ الْقَاضِيَةَ ۗ مَا آغْنِي

اور میں نہ جانتا کہ میرا حساب کیا ہے ہائے کاش موت ہی میرا فیصلہ کر دیتی میرے مال نے

عَنِّي مَالِيَةَ ۚ هَلَكَ عَنِّي سُلْطَانِيَّةٌ ۚ خَذُوهُ فَعَلُوهُ ۚ ثُمَّ الْجَحِيمَ

مجھے فائدہ نہ پہنچایا میری جو سلطنت تھی وہ برباد ہو گئی اس کو پکڑو اور اس کو طوق پہنا دو پھر اسے دوزخ میں

صَلُّوهُ ۚ ثُمَّ فِي سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُونَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوهُ ۗ إِنَّهُ كَانَ لَا

داخل کر دو پھر ایسی زنجیر میں اس کو جکڑ دو جس کی پیمائش ستر ہاتھ ہے بلاشبہ یہ شخص اللہ پر

يُؤْمِنُ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ ۗ وَلَا يَحْضُ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ ۗ فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ

ایمان نہیں رکھتا تھا جو عظیم ہے اور مسکین کو کھلانے کی ترغیب نہ دیتا تھا سو آج اس کے لئے کوئی

هَهُنَا حَمِيمٌ ۗ وَلَا طَعَامٌ إِلَّا مِنْ غَسَلِينَ ۗ لَا يَأْكُلُهُ إِلَّا الْخَاطِئُونَ ۗ

دوست نہیں ہے اور نہ غسلین کے علاوہ کوئی کھانا ہے اسے صرف گناہگار ہی کھائیں گے۔

۲۳: قَطُّوْهَا ذَانِيَةً (جس کے میوے جھکے ہوئے ہونگے) اس کے پھل قریب ہونگے جو چاہے گا وہ حاصل کر لے گا۔ بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے کی طرح ہوگا۔ ہر طرح توڑ سکے گا۔

۲۴: ان کو کہا جائے گا۔ كُلُّوْا وَاشْرَبُوْا هٰنِيئًا (تم کھاؤ اور پیو مزے کے ساتھ) کھانا اور پینا خوشگوار۔ دونوں میں کوئی ناگواری نہ ہوگی اور نہ ایذا۔ نمبر ۲۔ ہنئنا کو مصدر مان لیں تو یہ مفعول مطلق ہوگا۔ ہننتم ہنئنا تم کھانے سے لطف اندوز ہو، لطف اندوز ہونا۔ بِمَا اَسْلَفْتُمْ (ان اعمال کے صلہ میں جو تم نے گزشتہ دنوں میں کئے) جو اعمال صالحہ کر کے تم نے آگے بھیجے۔ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ (صلہ کی امید سے گزشتہ ایام میں) خالیہ دنیا میں گزرے ہوئے دنوں میں۔ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما: یہ روزہ داروں کے متعلق ہے۔ یعنی تم کھاؤ اور پیو اس کے بدلے میں جو تم نے اللہ تعالیٰ کی رضامندی کیلئے اپنے آپ کو کھانے پینے سے روکا۔

اصحابِ شمال کا بدلہ:

۲۵: وَآمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبًا بِشِمَالِهٖ فَيَقُوْلُ يَلِيَّتِي لَمْ اُوْتِ كِتٰبِيَهٗ (اور جس کا نامہ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ پس وہ کہے گا کیا اچھا ہوتا کہ مجھ کو میرا نامہ عمل ہی نہ ملتا) کیونکہ ساری رزالتیں اس میں لکھی پائے گا۔

۲۶: وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهٗ (اور مجھ کو یہ بھی خبر نہ ہوئی کہ میرا حساب کیا ہے) ہائے افسوس! میں اپنے حساب کو نہ جانتا۔

۲۷: يَلِيْتَهَا كَانَتْ الْقَاضِيَةَ (کیا اچھا ہوتا کہ موت ہی خاتمہ کر چکتی) ہائے افسوس! وہ موت جو مجھ پر واقع ہوئی وہ میرے معاملے کو ختم کرنے والی ہوتی اور اس کے بعد میں نہ اٹھایا جاتا۔ اور مجھے اس چیز کا سامنا ہے۔ یہ سامنا نہ کرنا پڑتا۔ القاضیہ معاملے کا فیصلہ کرنے والی۔

۲۸: مَا أَغْنَىٰ عَنِّي مَالِيَّةٌ (میرا مال میرے کچھ کام نہ آیا) جو مال میں نے دنیا میں جمع کیا اس نے مجھے کچھ فائدہ نہیں دیا۔
نَحْوًا: مانا یہ ہے اور شینا مفعول محذوف ہے۔

۲۹: هَلَّاكَ عَنِّي سُلْطَنِيَّةٌ (میرا جاہ مجھ سے گیا گزرا) میری حکومت اور لوگوں پر تسلط جاتا رہا اور میں فقیر و ذلیل رہ گیا۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

میری دلیل مجھ سے گم ہو گئی یعنی وہ دلیل جس سے میں دنیا میں دلیل بنایا کرتا تھا وہ باطل ہو گئی۔

زَلِظَ: پس اللہ جل شانہ جہنم کے نگرانوں کو فرمائیں گے۔

۳۰: خُذُوهُ فَغُلُّوهُ (اس شخص کو پکڑو اور اس کو طوق پہنا دو) اس کے ہاتھ گردن سے باندھ دو۔

۳۱: ثُمَّ الْجَحِيمَ صَلُّوهُ (پھر دوزخ میں اس کو داخل کر دو) پھر اس کو بھڑکتی آگ میں داخل کر دو۔ نمبر ۲۔ الحکیم اس فعل سے منصوب ہے جس کی تفسیر صلواہ کر رہا ہے۔

۳۲: ثُمَّ فِي سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُونَ ذِرَاعًا (پھر ایک ایسی زنجیر میں جس کی پیمائش ستر گز ہے) ذرع: لمبائی۔ سبعون ذراعا فرشتے کے ستر ہاتھ۔ یہ ابن جریج کا قول ہے۔ ایک قول یہ ہے اس کی پیمائش اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ فاسلکُوهُ (اس کو جکڑ دو) اس میں داخل کر دو۔

نکتہ: سلسلہ کو سلک پر مقدم کرنے سے حصر مقصود ہے جیسا کہ الحکیم کو تصلیہ سے پہلے لا کر حصر پیدا کیا۔

۳۳: إِنَّهُ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ (یہ شخص عظمت والے اللہ پر ایمان نہیں رکھتا تھا) انہ یہ تعلیل کیلئے آیا ہے گویا اس طرح کہا گیا مالہ یعذب هذا العذاب الشديد؟ اس کو اتنا سخت عذاب کیوں دیا جا رہا ہے تو جواب دیا گیا بانه كان الایة کہ یہ عظمت والے اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ رکھتا تھا۔

۳۴: وَلَا يَحْضُرُ عَلَىٰ طَعَامِ الْمَسْكِينِ (اور غریب آدمی کے کھلانے کی ترغیب نہ دیتا تھا) کہ مسکین کو کھانا دے۔ اس سے یہ اشارہ نکلتا ہے کہ اس کا بعث بعد الموت پر ایمان نہ تھا۔ کیونکہ عام لوگ مسکین کو کھانا کھلانے پر ان سے جزاء طلب نہیں کرتے ان کو رضائے الہی کیلئے فقط کھلاتے ہیں۔ اور آخرت کے ثواب کی طلب میں ان کو کھانا دیتے ہیں۔ پس جب اس کو قیامت پر یقین نہیں تو اس کے سامنے کوئی ایسی وجہ نہیں جس سے وہ مسکین کو کھانا دے۔ اب مطلب یہ ہوا کہ وہ کفر کے ساتھ ساتھ محتاجوں کو کھانا کھلانے کیلئے دوسروں کو بھی نہیں کہتا۔ اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ مسکین کو محروم کرنا بڑا جرم ہے۔ کیونکہ اس کو اللہ تعالیٰ نے کفر پر معطوف کیا ہے۔ اور اس کے خلاف ایک دلیل کے طور پر ذکر کیا۔ اور اس کے کفر کا قرین قرار دیا اور یہاں آمادہ کرنے کا تذکرہ

ہے فعل کا نہیں۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ جب آمادہ نہ کرنے والا اس قدر قابل مذمت ہے تو فعل کا چھوڑنے والا کیونکر قابل مذمت نہ ہوگا۔

قول ابودرداء رضی اللہ عنہ:

آپ اپنی بیوی کو فرماتے کہ شور باز یادہ بنانا تاکہ مساکین کو بھی دیا جاسکے۔ نصف زنجیر تو ہم نے ایمان کے ذریعہ اتاری۔ اب بقیہ نصف اس صدقہ سے اتاریں گے۔

حاصل کلام:

یہ آیات اس بات پر شاہد عدل ہیں کہ مؤمن ایک دوسرے پر رحم کرنے والے ہوتے ہیں۔ اور کافر رحم نہیں کرتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی دو قسمیں فرمائیں ایک قسم ان میں سے اہل الیمین بنائے اور ان کو ایمان سے نوازا پس ان کی اس طرح تعریف فرمائی۔ انی طنت انی ملاق حسابیہ۔ اور دوسری قسم کو اہل شمال بنایا اور ان کے حالات کفر یہ اس طرح ذکر کئے انہ کان لا یؤمن باللہ العظیم۔

۳۵: فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هَهْنَا حَمِيمٌ (پس آج اس شخص کا نہ کوئی دوستدار ہے) حمیم سے مراد ایسا قریبی جو اس سے عذاب کو ہٹائے اور نہ کوئی ایسا ہوگا جس کا دل اس کی خاطر جلے۔

۳۶: وَلَا طَعَامٌ إِلَّا مِنْ غَسْلِينٍ (اور نہ اس کو کوئی کھانے کی چیز نصیب ہے۔ بجز زخموں کے دھون کے) غسلین اہل نار کے زخموں کا دھون۔ یہ فعلین کا وزن ہے۔ یہ الغسل سے بنا ہے نون اس کی زائدہ ہے۔ یہاں اس سے مراد جہنمیوں کے بدنوں سے بہنے والی پیپ اور خون ہے۔

۳۷: لَا يَأْكُلُهُ إِلَّا الْخَاطِنُونَ (جس کو بجز بڑے گناہ گاروں کے اور کوئی نہ کھائے گا) الخاطنون کافر خطا کار مراد ہیں۔ یہ خطی الرجل سے لیا گیا جبکہ جان بوجھ کر وہ گناہ کرے۔

فَلَا أَقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُونَ ﴿۳۸﴾ وَمَا لَا تَبْصِرُونَ ﴿۳۹﴾ إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ﴿۴۰﴾

سو میں ان چیزوں کی قسم کھاتا ہوں جن کو تم دیکھتے ہو اور ان چیزوں کی بھی جن کو تم نہیں دیکھتے بلاشبہ یہ قرآن کلام ہے ایک معزز فرشتے کا لایا ہوا

وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيلًا مَّا تُوْمِنُونَ ﴿۴۱﴾ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيلًا مَّا

اور وہ کسی شاعر کا کلام نہیں ہے تم بہت کم ایمان لاتے ہو اور وہ کسی کاہن کا کلام نہیں ہے تم بہت

تَذَكَّرُونَ ﴿۴۲﴾ تَنْزِيلٌ مِّنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۴۳﴾ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضُ الْأَقَاوِيلِ ﴿۴۴﴾

تم سمجھتے ہو یہ اتارا ہوا ہے رب العالمین کی طرف سے اور اگر یہ شخص ہمارے ذمہ کچھ باتیں لگا دیتا

لَاخِذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ﴿۴۵﴾ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ ﴿۴۶﴾ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ أَحَدٍ

تو ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے پھر اس کی دل کی رگ کاٹ دیتے پھر تم میں سے کوئی اسے سزا سے

عَنْهُ حُجْرِينَ ﴿۴۷﴾ وَإِنَّهُ لَتَذِكْرَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ ﴿۴۸﴾ وَإِنَّا لَنَعْلَمُ أَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِينَ ﴿۴۹﴾

بچانے والا نہ ہوتا اور بلاشبہ وہ متقیوں کے لئے نصیحت ہے اور بلاشبہ ہم ضرور جانتے ہیں کہ تم میں جھٹلانے والے ہیں

وَإِنَّهُ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكَافِرِينَ ﴿۵۰﴾ وَإِنَّهُ لِحَقُّ الْيَقِينِ ﴿۵۱﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ﴿۵۲﴾

اور بلاشبہ یہ کافروں کے حق میں حسرت ہے اور بلاشبہ وہ بالیقین حقیقی بات ہے سو آپ رب عظیم کے نام کی پاکی بیان کیجئے۔

۳۸: فَلَا أَقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُونَ (پھر میں قسم کھاتا ہوں ان چیزوں کی بھی جن کو تم دیکھتے ہو) جیسے اجسام اور زمین و آسمان۔

۳۹: وَمَا لَا تَبْصِرُونَ (اور جن کو تم نہیں دیکھتے ہو) یعنی ملائکہ ارواح وغیرہ پس حاصل یہ ہوا کہ تمام اشیاء کی قسم اٹھائی۔

عظمت قرآن:

۴۰: إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ (بیشک یہ قرآن کلام ہے۔ ایک معزز فرشتہ کا لایا ہوا) اے سے قرآن مراد ہے۔ رسول کریم سے محمد ﷺ نمبر ۲۔ جبرئیل علیہ السلام مراد ہیں۔ یعنی آپ اس کو کہتے ہیں اور زبان سے بولتے ہیں اس طور پر کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام دے کر بھیجا جاتا ہے۔

۴۱: وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ (اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں) جیسا کہ تم دعویٰ کرتے ہو۔ قَلِيلًا مَّا تُوْمِنُونَ (تم بہت کم ایمان لاتے ہو)

۴۲: وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ (اور نہ یہ کسی کاہن کا کلام ہے) جیسا کہ تم کہتے ہو قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ (تم بہت کم سمجھتے ہو) یہاں قلت

عدم کے معنی میں ہے عرب کہتے ہیں ہذہ ارض قلما تنبت یہ زمین بالکل نہیں اگاتی۔ مطلب یہ ہے تم نہ ایمان لاتے ہو اور نہ کوئی بات سمجھتے ہو۔

قرآءت: یؤمنون اور یدتکرون یاء کے ساتھ کئی، شامی، یعقوب و اہل نے پڑھا۔ اور ذال کی تخفیف سے ابو بکر کے علاوہ کوئی قرآء نے پڑھا ہے۔

۴۳: تَنْزِيلٌ (یہ بھیجا ہوا ہے) اس سے قبل ہو مبتدأ محذوف ہے اور یہ اس کی خبر ہے۔ یہ وضاحت ہے کیونکہ وہ قرآن رسول (جبرئیل) کی زبانی رب العالمین کی طرف سے آپ پر اترا ہے۔ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ (رب العالمین کی طرف سے)

۴۴: وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ (اگر یہ ہمارے ذمہ کچھ باتیں لگا دیتے) اگر وہ ہمارے متعلق کسی چیز کا دعویٰ کرتے تو ہم ان کو یہ نہ کہتے۔

۴۵: لَا خِذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ (تو ہم ان کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے) ضرور ان کو پکڑ کر قتل کر دیتے۔ جیسا کہ بادشاہ ان لوگوں کے ساتھ کرتے ہیں جو ان کے متعلق جان بوجھ کر جھوٹ بولتے ہیں تاکہ ان سے غصہ کا جلد انتقام لیا جاسکے۔ پس اس آیت میں پکڑا کر قتل کرنے کو اس کی اصل شکل میں ہولناکی ظاہر کرنے کیلئے ذکر کیا اور اس کی حقیقت یہ ہے ہاتھ سے پکڑ کر اس کی گردن اڑادیں۔ دائیں کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جب قاتل گدی پر ضرب لگانے لگتا ہے تو اپنے بائیں ہاتھ سے اس کو پکڑتا ہے اور جب تلوار کا وار گردن پر کرنا چاہتا ہے اور تلوار سے اس کے رو در رو ہوتا ہے اور یہ صورت حال مقتول پر زیادہ سخت ہوتی ہے کیونکہ وہ تلوار کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوتا ہے۔ تو اس وقت وہ اس کے دائیں ہاتھ کو پکڑ لیتا ہے۔ اور لاخذنا منه بالیمن کا معنی یہ ہے: لاخذنا بيمينه ہم ضرور اس کو اس کے دائیں ہاتھ سے پکڑ لیتے اور اس طرح۔

۴۶: ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ (پھر ہم ان کی رگ دل ضرور کاٹ لیتے) لقطعنا وتينه اس کی شاہ رگ کاٹ دیتے۔ یہ دل کی رگ ہے جب یہ کٹ جائے تو انسان مر جاتا ہے۔

۴۷: فَمَا مِنْكُمْ (پس تم میں کوئی نہ ہوتا) اس میں لوگوں کو خطاب فرمایا یا مسلمانوں کو خطاب فرمایا۔ مِّنْ أَحَدٍ (کوئی ایک) من زائدہ ہے۔ عَنْهُ (محمد ﷺ کو قتل سے) حَاجِزِينَ (سزا سے بچانے والا) یہ جمع لائے احد کی صفت ہے جو کہ مفرد ہے۔ کیونکہ احد جماعت کے معنی میں ہے جیسا اللہ تعالیٰ کے اس قول میں لا نفرق بین احدٍ من رسلہ [البقرہ: ۲۸۵]

۴۸: وَإِنَّهُ لَتَذِكْرَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ (اور بلاشبہ قرآن متقیوں کیلئے نصیحت ہے)

۴۹: وَإِنَّا لَنَعْلَمُ أَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِينَ (اور ہم کو معلوم ہے کہ تم میں بعضے تکذیب کرنے والے ہیں)

۵۰: وَإِنَّهُ (اور بیشک وہ قرآن) لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِينَ (کافروں کے حق میں موجب حسرت ہے) کافرین سے قرآن کا انکار کرنے والے تکذیب کرنے والے جب تصدیق کرنے والوں کے ثواب کو دیکھیں گے تو حسرت سے ہاتھ کاٹیں گے۔

۵۱: وَإِنَّهُ (اور یہ قرآن) لَحَقُّ الْيَقِينِ (تحقیقی یقینی بات ہے) وہ یقینی اور خالص یقین ہے۔

۵۲: فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ (پس اپنے عظیم الشان پروردگار کے نام کی تسبیح کیجئے) پس تم اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرو اس کے عظمت والے نام کا تذکرہ کر کے اور وہ یہ قول ہے سبحان اللہ۔

الحمد لله بعد النظر سورة الحاقه کی تفسیر کا ترجمہ مکمل ہوا۔

والحمد لله عليه نحن نقول سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم

سُوْرَةُ الْمَعَارِجِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ اَرْبَعٌ وَاَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَفِيهَا الْكُوْعَا

سورة المعارج مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں چوالیس آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

سَأَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَاقِعٍ ۱ لِّلْكَافِرِينَ لَيْسَ لَهُ دَافِعٌ ۲ مِّنَ اللّٰهِ

سوال کیا ایک سوال کرنے والے نے عذاب کے بارے میں جو کافروں پر واقع ہونے والا ہے اسے کوئی دفع کرنے والا نہیں یہ عذاب اللہ کی طرف سے واقع ہوگا

ذِي الْمَعَارِجِ ۳ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِيْنَ

جو معارج والا ہے فرشتے اور روہیں اسکی طرف چڑھ کر جاتی ہیں یہ عذاب اس دن واقع ہو گا جس کی مقدار پچاس ہزار

اَلْفَ سَنَةٍ ۴ فَاَصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا ۵ اِنَّهُمْ يَرَوْنَهَا بَعِيْدًا ۶ وَتَرَيبُهُ قَرِيْبًا ۷

سال ہے سو آپ ایسا صبر کیجئے جو صبر جمیل ہو بیشک وہ اس دن کو دور سمجھ رہے ہیں اور ہم اسے قریب دیکھ رہے ہیں۔

يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمٰوٰتُ كَالْمُهْلِ ۸

جس دن آسمان تیل کی تپخت کی طرح ہو گا

۱ : سَأَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَاقِعٍ (ایک درخواست کرنے والا اس عذاب کی درخواست کرتا ہے) سائل سے نظر بن الحارث مراد

ہے۔ جس نے کہا تھا ان کان هذا هو الحق من عندك فامطر علينا حجارة من السماء او ائتتنا بعذاب الیم [انفال

۲۲] نمبر ۲۔ اس سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ آپ نے کفار پر نزول عذاب کی دعا فرمائی۔ سائل میں جب کہ دعا کا معنی متضمن ہے

اس لئے اس کو باء سے متعدی کیا گیا گویا اس طرح کہا گیا دعاء داع ایک دعا کرنے والے نے دعا کی۔ بعذابٍ وَّاقِعٍ (واقع

ہونے والے عذاب کی) عرب کہتے ہیں۔ دعاء بگذا جب وہ دعائے مانگے اور طلب کرے ایک ارشاد الہی میں اسی کو ذکر فرمایا

يدعون فيها بكل فاكهة [الدخان: ۵۵]۔ وہ اس میں ہر قسم کے پھل مانگیں گے۔

قراءت : مدنی، شامی نے بلا ہمزہ سال پڑھا ہے۔ اور یہ سوال سے بھی ہو سکتا ہے تلیین کے ساتھ اس میں تخفیف کی گئی ہے۔

البتہ سائل بالاتفاق مہوز ہے۔

۲ : لِّلْكَافِرِينَ (جو کہ کافروں پر واقع ہونے والا ہے) یہ عذاب کی صفت ہے ای بعذاب واقع کائن للکافرین۔ ایسا عذاب

جو کافروں پر واقع و ثابت ہونے والا ہے۔ لیس له (جس کا کوئی دفع کرنے والا نہیں) اس عذاب کو کوئی نہیں دافع (رد کرنے

(والا)

۳: مِّنَ اللّٰهِ (جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے واقع ہوگا)

نَحْوُ: یہ واقع سے متصل ہے ای واقع من عندہ یا نمبر ۲۔ دفع سے متعلق ہے۔ ای لیس له دافع من جہتہ تعالیٰ اذا جاء وقتہ اس کو کوئی روکنے والا نہیں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوگا جب اس کا وقت آجائے گا۔ ذی الْمَعَارِجِ (جو کہ سیڑھیوں کا مالک ہے) آسمان کی سیڑھیاں جن کو فرشتے استعمال میں لاتے ہیں۔ معارج جمع معرج۔ چڑھنے کی جگہ۔
۴: پھر ان مصاعد کی تعریف فرمائی اور ان کی دوری اور بلندی کو ذکر کیا فرمایا۔ تَعْرُجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ (فرشتے اور روہیں اس کے پاس چڑھ کر جاتی ہیں)

قراءت: تَعْرُجُ کا معنی چڑھنا یہ یاء کے ساتھ علی نے پڑھا ہے۔ الروح نمبر ۱۔ سے جبرئیل علیہ السلام مراد ہیں۔ ملائکہ کا عمومی ذکر کر کے ان کو فضل و عظمت کی وجہ سے خاص طور پر ذکر کر دیا۔ نمبر ۲۔ یہ الروح ایک ایسی مخلوق ہے جو ملائکہ پر نگران ہے جیسا فرشتے ہم پر نگران ہیں۔ نمبر ۳۔ موت کے وقت ایمان والوں کی ارواح کو عروج حاصل ہوتا ہے۔ اِلَيْهِ (اس کے عرش کی طرف) اور اس کا حکم اترنے کی جگہ فی یوم (ایسے دن میں) نَحْوُ: من یہ تعرج کا صلہ ہے۔

قیامت کے دن کی مقدار:

كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ (جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے) دنیا کے سالوں کے مطابق جبکہ فرشتوں کے علاوہ کوئی دوسرا شخص چڑھے۔ نمبر ۲۔ من یہ واقع کا صلہ ہے تقدیر کلام یہ ہے يقع فی یوم طویل مقدار ہ خمسون الف سنة من سنکم۔ یہ واقع ہوگا ایسے طویل دن میں جس کی مقدار تمہارے سالوں میں پچاس ہزار سال ہے اور وہ قیامت کا دن ہے پھر اسکو طویل اسلئے بتلایا کیونکہ یہ کفار پر بڑا سخت ہوگا۔ نمبر ۲۔ یہ دن فی الحقیقت اتنا طویل ہوگا ایک قول یہ ہے اس میں پچاس مواقع ہونگے جن میں ہر موقف ایک ہزار سال کا ہوگا اور اس کا اندازہ ایمان والوں کیلئے ظہر و عصر کے مابین وقت سے کیا گیا ہے۔

۵: فَاصْبِرْ (پس آپ صبر کیجئے) یہ سال سائل کے متعلق ہے کیونکہ نصر بن حارث نے رسول اللہ ﷺ سے بطور استہزاء اور تکذیب وحی کے عذاب کا جلد مطالبہ کیا اور اس سے آنحضرت ﷺ کو کبیدگی خاطر پیش آئی اسی لئے اس پر صبر کا حکم دیا گیا۔ صَبْرًا جَمِيلًا (اور صبر بھی ایسا جس میں شکایت کا نام نہ ہو) اس صبر میں گھبراہٹ و شکایت نہ ہو۔

۶: اِنَّهُمْ (یہ لوگ) یعنی کفار یَوَّوْنَهُ (اس کو دیکھ رہے ہیں) اس عذاب یا قیامت کے دن کو بَعِيدًا (بعید) ناممکن۔

۷: وَ تَرَاهُ قَرِيْبًا (اور ہم اس کو قریب دیکھ رہے ہیں) وہ بہر صورت واقع ہوگا بعید سے بعید از امکان مراد ہے۔ اور قریب سے قریب الامکان۔

وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ۙ وَلَا يَسْأَلُ حَمِيمٌ حَمِيمًا ۙ يُبْصِرُونَ نَهُمُ يَوْمَئِذٍ الْمَجْرِمُ

اور پہاڑ زمین اون کی طرح ہوں گے اور کوئی دوست کسی دوست کو نہ پوچھے گا باوجودیکہ ایک دوسرے کو دکھائیے جائیں گے

لَوْ يَفْتَدِي مِنْ عَذَابٍ يَوْمِئِذٍ بِبَنِيهِ ۙ وَصَاحِبَتِهِ وَأَخِيهِ ۙ وَفَصِيلَتِهِ الَّتِي

مجرم شخص اس بات کی تمنا کرے گا کہ کاش وہ اپنے بیٹوں اور اپنی بیوی اور اپنے بھائی اور اپنے کنبے کو جس

تَعُوِيهِ ۙ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ يُنْجِيهِ ۙ كَلَّا إِنَّهَا لَأُظْيَىٰ ۙ نَزَّاعَةً

میں وہ رہتا تھا اور تمام اہل زمین کو اپنی جان کے بدلے میں دے دیتا پھر یہ اس کو بچا لیتا یہ ہرزہ نہیں ہوگا بے شک وہ آگ شعلے مارنے والی ہے

لِّلشَّوْىِ ۙ تَدْعُو مَنْ أَدْبَرَ وَتَوَلَّىٰ ۙ وَجَمَعَ فَأَوْعَىٰ ۙ إِنَّ الْإِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا ۙ

سر کی کھال اتار دینے والی ہے وہ اس شخص کو بلاتی ہے جس نے پشت پھیری اور بے رخی اختیار کی اور ماں جمع کیا پھر اس کو سنبھال کر رکھا۔ بے شک انسان مہمت پیدا کیا گیا ہے

إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا ۙ وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا ۙ إِلَّا الْمَصْلِينَ ۙ الَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ

جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو خوب گھبراہٹ ظاہر کرتا ہے اور جب اس سے اچھی حالت مل جاتی ہے تو منع کرنے والا بن جاتا ہے سوائے ان لوگوں کے

صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ ۙ وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُومٌ ۙ لِلسَّائِلِ

جو نمازی ہیں جو اپنی نمازوں کی پابندی کرتے ہیں اور وہ لوگ جن کے مالوں میں سوال کرنے والے کے لئے

وَالْمَحْرُومِ ۙ وَالَّذِينَ يُصَدِّقُونَ بِيَوْمِ الدِّينِ ۙ وَالَّذِينَ هُمْ مِنْ عَذَابِ

اور محروم کے لئے حق معلوم ہے اور جو لوگ روز جزا کی تصدیق کرتے ہیں اور جو لوگ اپنے رب کے عذاب

مَرَّبِهِمْ مُسْتَفِقُونَ ۙ إِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَأْمُونٍ ۙ

سے ڈرنے والے ہیں۔ بلاشبہ انکے رب کا عذاب بے خوف ہونے کی چیز نہیں ہے

ایک منظر قیامت:

۸: يَوْمَ تَكُونُ السَّمَاءُ (جس دن آسمان ہو جائے گا) یوم یہ قریباً کی وجہ سے منصوب ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے یمکن فی ذلك اليوم وہ اس دن میں ممکن ہے۔ نمبر ۲۔ فی یوم سے بدل ہے۔ اس صورت میں مجرور ہے یہ ان کے نزدیک ہے جنہوں نے واقع کے متعلق کیا ہے كَالْمُهْلِ (تلپھٹ کی طرح ہو جائیگا) زیتون کے تلپھٹ کی طرح یا پگھلی ہوئی متلون چاندی کی طرح۔

۹: وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ (اور پہاڑ رنگین اون کی طرح ہو جائیں گے) مختلف رنگوں میں رنگی ہوئی اُون۔ کیونکہ پہاڑ مختلف رنگت کے ہیں۔ جَدُّ بِيضٌ وَحَمْرٌ مُخْتَلِفٌ لَوَانِهَا وَغَرَابِيبُ سُودٌ۔ [فاطر: ۲۷] پس جب اس کو فضاء میں اڑا کر بکھیر دیا جائے گا تو بکھری دھنی ہوئی اون کی طرح ہو جائیں جس کو ہوا اڑالے جائے۔

۱۰: وَلَا يَسْئَلُ حَمِيمٌ حَمِيمًا (اور کوئی دوست کسی دوست کو نہ پوچھے گا) قریبی کسی قریبی کو نہ پوچھے گا کیونکہ نفسا نفسی کا عالم ہوگا۔ قراءت: البری اور البرجمی نے لَا يَسْأَلُ ضَمًّا يَاءٌ سے پڑھا ہے۔ اس طرح مطلب یہ ہوگا کسی قریب سے دوسرے قریبی کا مطالبہ نہ کیا جائیگا۔ اور نہ اس کے گناہ کے بدلہ اس کو پکڑا جائے گا۔

۱۱: يُبْصِرُونَ نَهُمٌ (باوجودیکہ وہ ایک دوسرے کو دکھا بھی دیئے جائیں گے)

نَحْوُ: یہ حمیم کی صفت ہے۔ وہ قریبی دکھائے جائیں گے اور پہچان کرائے جائیں گے نمبر ۲۔ یہ جملہ مستانفہ ہے گویا کہ جب یہ کہہ دیا گیا: وَلَا يَسْأَلُ حَمِيمٌ حَمِيمًا تو اس پر سوال پیدا ہوا کہ شاید کہ وہ اس کو دیکھ نہ پائے۔ تو جواب دیا گیا وہ ایک دوسرے کو دکھلا دیئے جائیں گے۔ لیکن اپنی مشغولیت کی وجہ سے ایک دوسرے سے پوچھ بھی نہ سکیں گے۔ بَصْرٌ وَنَهُمٌ کی واو یہ پہلے حمیم کی طرف راجع ہے ہم حمیم ثانی کی طرف لوٹنے والی ضمیر ہے۔ وہ گہرے دوست دوسرے دوستوں کو اچھی طرح دیکھیں گے ایک دوسرے سے چھپے ہوئے نہ ہونگے۔

ضمیر جمع کی وجہ:

دونوں ضمائر جمع لائے حالانکہ یہ تو دو ہیں۔ کیونکہ فعیلًا کا وزن جمع کے موقع پر استعمال ہوتا ہے۔ يَوْمَ الْمُجْرِمِ (مجرم اس بات کی تمنا کریں گے) مشرک تمنا کرے گا۔

نَحْوُ: یہ جملہ مستانفہ ہے۔ نمبر ۲۔ بَصْرٌ وَنَهُمٌ کی ضمیر مرفوع یا منصوب سے حال ہے۔

لَوْ يَفْتَدِي مِنْ عَذَابٍ يَوْمَئِذٍ (کہ اس روز کے عذاب سے چھوٹنے کے لئے فدیہ میں دے دے)

نحو و قراءت: ندنی و علی نے بناء کی وجہ سے يَوْمَئِذٍ مفتوح پڑھا ہے۔ اس لئے کہ اس کی اضافت غیر متمکن کی طرف ہے۔

بَيْنِهِ (اپنے بیٹوں کو)

۱۲: وَصَاحِبَتِهِ (اور اپنی بیوی کو) وَأَخِيهِ (اور اپنے بھائی کو)

۱۳: وَفَصِيلَتِهِ (اور اپنا قریبی خاندان) الَّتِي تُتَوِّبُهُ (جن میں وہ رہتا ہے) بِالْآخِرِ جو اس کو اپنے ہاں پناہ دیتا ہے۔

قراءت: یزید نے اس کو بغیر ہمزہ تَوِّبُهُ پڑھا ہے۔

۱۴: وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ يُنْجِيهِ (اور تمام اہل زمین کو پھر یہ اس کو بچالے) جمیعاً سے تمام لوگ يُنْجِيهِ سے فدیہ دینا

مراد ہے۔ اور اس کا عطف یفتدی پر ہے۔

۱۵: كَلَّا (یہ ہرگز نہ ہوگا) اس میں مجرم کو اس کی خواہش پر ڈانٹ پلائی گئی۔ اور اس پر متنبہ کیا کہ اس کو فدیہ فائدہ نہ دے گا۔ اور نہ

ہی عذاب سے بچائے گا۔ اِنہَا (وہ آگ)

نَحْوُ: عذاب کا تذکرہ اس پر دلالت کر رہا ہے۔ نمبر ۲۔ وہ ضمیر مبہم ہے۔ جس کی ترجمانی خبر کر رہی ہے۔ نمبر ۳۔ ہاء یہ ضمیر قصہ ہے۔ لَطِي (شعلہ زن ہے) یہ آگ کا نام ہے۔

۱۶: نَزَاعَةٌ لِلشَّوْءِ (جو کھال اتار دے گی) نمبر ۱۔ حفص والمفضل نے حال مؤکدہ کی بناء پر منصوب پڑھا ہے۔ نمبر ۲۔ ذہرانے کیلئے بطور اختصاص منصوب ہے۔ نمبر ۳۔ دیگر قراء نے نزاعۃ رفع سے پڑھا ہے اور خبر کے بعد دوسری خبر قرار دیا۔ ان کی اول خبر لَطِي دوسری خبر نَزَاعَةٌ۔ نمبر ۳۔ ہی مبتدأ محذوف کی خبر ہے ہی نَزَاعَةٌ لِلشَّوْءِ۔ اطراف انسانی ہاتھ پاؤں وغیرہ نمبر ۲۔ شَوَاةٌ سر کا چمڑا، اس کو آگ کھینچ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دے گی۔ پھر وہ دوبارہ اپنی حالت پر لوٹ جائے گا۔ تو آگ اپنے کام پر لوٹی رہے گی۔ (اعاذنا اللہ منہا)۔

جہنم آوازیں دے گی:

۱۷: تَدْعُوا (وہ اس شخص کو بلاوے گی) ان کے اس طرح نام لے گی۔ یا کافر یا منافق۔ میری طرف۔ میری طرف نمبر ۲۔ وہ پکار کر کہے گی تو ہلاک ہو۔ یہ دَعَاكَ اللہ سے کیا ہے جس کا معنی اهلکک نمبر ۲۔ جب اس کا ٹھکانہ آگ ہے تو گویا آگ کو ایسا قرار دیا گیا کہ وہ اس کو بلا رہی ہے۔ مَنْ اَذْبَرَ (جس نے حق سے پیٹھ پھیری ہوگی) وَتَوَلَّى (اور بے رخی کی ہوگی) اطاعت سے۔

۱۸: وَجَمَعَ (اور جمع کیا ہوگا) یعنی مال فَاوْطَعِي (پھر اس کو اٹھا اٹھا کر رکھا ہوگا) پھر اس کو تجوری میں رکھ کر اس میں سے اللہ تعالیٰ کا حق ادا نہیں کیا۔

۱۹: اِنَّ الْاِنْسَانَ (انسان) مراد اس سے جس انسان ہے تاکہ مصلین کا استثناء درست ہو سکے۔ خُلِقَ هَلُوْعًا (کم ہمت پیدا ہوا ہے)۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

اس کی تفسیر مابعد والی آیت ہے۔

۲۰: اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا (جب اس کو تکلیف پہنچتی ہے تو جزع فزع کرنے لگتا ہے)

۲۱: وَ اِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا (اور جب اس کو فارغ البالی ہوتی ہے تو بخل کرنے لگتا ہے) لھلح ناپسند حالت آنے پر جلد گھبرانا۔ اور بھلائی پہنچے تو جلد بھلائی سے رک جانا۔

قول ثعلب رحمہ اللہ:

محمد بن طاہر نے آپ سے پوچھا هلح کیا ہے تو فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس کی خود تفسیر فرمادی۔ اور اللہ تعالیٰ کی تفسیر سے زیادہ واضح نہیں ہو سکتا۔ اور وہ وہی ہے جب اس کو تکلیف پہنچے تو شدید گھبراہٹ کا اظہار کرے۔ اور جب اس کو خیر میسر ہو تو بخل کرے

اور اس کو لوگوں سے روک کر بیٹھ رہے۔ یہ طبع انسانی ہے۔ انسان کو اپنی طبع کی مخالفت کا حکم دیا گیا اور شرع کی موافقت کرنے کا کہا گیا ہے۔ اشر سے جسمانی تکلیف، فقر، مرض، اخیر۔ وسعت رزق، مالداری، صحت۔

۲۲: اِلَّا الْمُصَلِّينَ (مگر وہ نمازی)

۲۳: اَلَّذِينَ هُمْ عَلٰی صَلَاتِهِمْ (جو اپنی نماز پر) پانچوں نمازیں دَا نِمُوْنَ (برابر توجہ رکھتے ہیں)۔ نماز کے اوقات میں ان کی محافظت کرتے ہیں۔ یہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی تفسیر ہے۔

۲۴: وَالَّذِينَ فِيْ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ (وہ جن کے مالوں میں سب کا حق ہے) حق زکوٰۃ کیونکہ یہی مقرر اور معلوم ہے۔ نمبر ۲۔ صدقہ جو آدمی اپنے اوپر کسی کے وظیفہ کے طور پر مقرر کرے۔ اور مقرر اوقات میں اس کو ادا کرے۔

۲۵: لِّلْسَاۤئِلِ (سوالی کیلئے) جو لوگوں سے مانگتا ہے وَالْمَحْرُوْمِ (اور بے سوالی کیلئے) جو سوال سے بچتا ہے اس کو غنی سمجھ کر محروم رکھتے ہیں۔ اور وہ محروم رہتا ہے۔

۲۶: وَالَّذِينَ يُصَدِّقُوْنَ بِیَوْمِ الدِّیْنِ (وہ جو قیامت کے دن کا اعتقاد رکھتے ہیں) یوم الدین سے یوم جزاء اور حساب مراد ہے یہی قیامت کا دن ہے۔

۲۷: وَالَّذِينَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ (اور وہ جو اپنے پروردگار کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں) مشفقون کا معنی خائفون خوف کرنے والے۔

۲۸: اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَیْرُ مَأْمُوْنٍ (واقعی ان کے رب کا عذاب بے خوف ہونے کی چیز نہیں) قراءت: ابو عمرو کے علاوہ باقی قراء نے مأمون، ہمزہ سے پڑھا ہے۔ مطلب یہ ہے کسی کو مناسب نہیں اگرچہ وہ طاعت و محنت

میں کتنی ترقی کر جائے کہ وہ عذاب سے بے خوف ہو کر بیٹھ جائے۔ اور مناسب یہی ہے کہ خوف ورجاء کے درمیان رہے۔
نحو: یہ جملہ معترضہ درمیان میں لائے۔

وَالَّذِينَ هُمْ لِغُرُوبِهِمْ حَفِظُونَ ۗ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ

اور وہ لوگ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ سوائے اپنی بیویوں کے یا ملکیت میں آنے والی باندیوں کے

فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ۚ فَمَنْ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ۗ وَالَّذِينَ

سو وہ ان کے بارے میں ملامت کئے جانے والے نہیں ہیں سو جس نے اس کے علاوہ کوئی جگہ تلاش کی تو یہ وہ لوگ ہیں جو وعدے سے آگے بڑھ جانے والے ہیں اور وہ لوگ

هُمْ لَا مُنْتَهِيَةً وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ ۗ وَالَّذِينَ هُمْ بِشَهَادَتِهِمْ قَائِمُونَ ۗ

جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی رعایت کرنے والے ہیں اور وہ لوگ جو اپنی گواہیوں پر قائم ہیں

وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ۗ أُولَٰئِكَ فِي جَنَّةٍ مُّكْرَمُونَ ۗ

اور وہ لوگ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو بہشتوں میں باعزت رہیں گے۔

فَمَا لِلَّذِينَ كَفَرُوا قَبْلَكَ مُهْتَطِعِينَ ۗ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِينَ ۗ

سو کیا ہوا کافروں کو کہ آپ کی طرف دائیں سے اور بائیں سے جماعتیں بن بن کر دوڑ رہے ہیں

أَيُّطَمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ أَنْ يُدْخَلَ جَنَّةً نَّعِيمًا ۗ كَلَّا إِنَّا خَلَقْنَاهُمْ مِّمَّا

کیا ان میں سے ہر شخص اس کا لالچ کرتا ہے کہ نعمتوں والی جنت میں داخل کر دیا جائے ایسا ہرگز نہ ہوگا بلاشبہ ہم نے انہیں اس چیز سے

يَعْلَمُونَ ۗ فَلَا أُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغْرِبِ إِنَّا لَقَادِرُونَ ۗ عَلَىٰ أَنْ نُبَدِّلَ

پیدا کیا ہے جس کو وہ جانتے ہیں سو میں مشرق اور مغرب کے رب کی قسم کھاتا ہوں بے شک ہم اس پر قدرت رکھنے والے ہیں کہ

خَيْرًا مِنْهُمْ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوقِينَ ۗ فَذَرُّهُمْ يُخَوْضُوا وَيَلْعَبُوا حَتَّىٰ يُلَاقُوا

اچھی جگہ ان سے بہتر لوگ لے آئیں اور ہم عاجز نہیں ہیں سو آپ ان کو ان کے شغل میں رہنے دیجئے باطل چیزوں میں غور و خوض کیا کریں اور کھیلتے رہیں یہاں تک کہ

يَوْمَهُمُ الَّذِي يُوعَدُونَ ۗ يَوْمَ يُخْرَجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ سِرَاعًا كَأَنَّهُمْ إِلَىٰ نُصُبٍ

اپنے اس دن سے ملاقا کر لیں جس کا ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے جس دن قبروں سے نکل کر جلدی جلدی چلیں گے گویا کہ وہ کسی پرستش گاہ کی طرف

يُوفُونَ ۗ خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۗ ذَٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ ۗ

دور رہے ہیں اچھی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی ان پر ذلت چھائی ہوئی ہوگی۔ یہ وہ دن ہوگا جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا۔

۲۹: وَالَّذِينَ هُمْ لِأَعْتَابِهِمْ حَفِظُونَ (اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کو محفوظ رکھنے والے ہیں)۔

۳۰: إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ (لیکن اپنی بیویوں سے یا اپنی لونڈیوں سے کیونکہ ان پر کوئی الزام نہیں) اگر وہ حفاظت کو ترک کر دیں۔

۳۱: فَمَنْ ابْتَغَىٰ (ہاں جو طلبگار ہوا) جماع کی جگہ تلاش کی۔ وَرَاءَ ذَلِكَ (ان کے علاوہ) بیویوں اور لونڈیوں کے علاوہ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ (ایسے لوگ حد سے نکلنے والے ہیں) حلال سے حرام کی طرف تجاوز کرنے والے۔

مَسْتَكْبِلَةٌ: یہ آیت متعدی کی حرمت، لواطت کی حرمت اور بہائم سے جماع اور استمناء بالید کی حرمت کو ثابت کرتی ہے۔

۳۲: وَالَّذِينَ هُمْ لَا مُنْتَهَىٰ لَهُمْ (اور جو لوگ اپنی امانتوں)

قراءت: لا مانتہم۔ مکی نے پڑھا ہے۔ الامانات کا لفظ شرع کی امانتیں اور بندوں کی امانتوں کو شامل ہے۔ وَعَهْدِهِمْ (اور اپنے وعدوں کا) اس میں مخلوق کے معاہدات، نذور اور قسمیں سب شامل ہیں۔ رَاعُونَ (خیال رکھنے والے ہیں) حفاظت کرنے والے ہیں۔ نہ خیانت کرنے والے اور نہ ہی توڑنے والے ہیں۔ ایک قول ہے کہ امانات وہ ہیں جن پر عقل دلالت کرے۔ العہد جس کو رسول لائے۔

۳۳: وَالَّذِينَ هُمْ بِشَهَادَتِهِمْ قَائِمُونَ (اور جو لوگ اپنی گواہیوں کو ٹھیک ٹھیک ادا کرتے ہیں)

قراءت: حفص، سہل و یعقوب نے شہادات پڑھا ہے۔ قَائِمُونَ کا مطلب یہ ہے کہ وہ حکام کے پاس گواہی کو بغیر کسی میلان کے جو قریب و شریف کیلئے اختیار کیا جائے اور بلا ترجیح کے جو طاقتور کے حق میں ضعیف کے خلاف اختیار کیا جائے۔ وہ ادا کرتے ہیں اور ان کا مقصد مسلمانوں کے حقوق کو زندہ کرنا اور دین میں صلابت و پختگی ہوتا ہے۔

۳۴: وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ (اور جو اپنی نمازوں کی پابندی کرتے ہیں) نماز کی اہمیت واضح کرنے کیلئے اس کو دوبارہ لائے۔ نمبر ۲۔ اول میں فرائض کی محافظت اور ثانی میں نوافل کی مداومت کو ذکر فرمایا۔ نمبر ۴۔ ایک قول یہ ہے نمازوں پر مداومت سے مراد کثرت سے پڑھے اور ان کی محافظت کرنے سے مراد وہ اپنے اوقات سے نہ ہٹنے پائیں۔ نمبر ۵۔ دوام: اوقات میں ادائیگی کا نام ہے اور محافظت اس کے ارکان، واجبات، سنن، آداب کی حفاظت۔

۳۵: أُولَٰئِكَ (ایسے لوگ) جو ان صفات سے متصف ہوں۔ فِي جَنَّاتٍ مُّكْرَمَاتٍ (بہشتوں میں عزت سے داخل ہونگے)

نَحْوِ: اولئك مبتدأ اور باقی دونوں خبریں ہیں۔

۳۶: فَمَالِ يَلْفَظُ مَصْحَفِ عُمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كِي اتِّبَاعٍ فِي الْوَالِدِ كَفَرُوا وَقِيلَ (تو کافروں کو کیا ہوا کہ آپ کی طرف) قَبْلَكَ (آپ کی طرف اور جانب مُهْطِعِينَ (دوڑے آ رہے ہیں)

نَحْوِ: الذين كفروا سے حال ہے۔

۳۷: عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ (دائیں اور بائیں سے) آپ کے دائیں اور بائیں سے عَزِيزِينَ (مختلف جماعتیں بن کر) یہ

عزۃ کی جمع یا اس کا اصل عزوۃ ہے ہر گروہ اپنی الگ الگ متفرق نسبت کرتا ہے۔ **مَخْرُوجٌ**: یہ حال ہے۔

کفار کا وطیرہ اور اس کا جواب:

۳۸: کافر آپ کے ارد گرد مختلف گروہوں اور پارٹیوں کی شکل میں جمع ہو کر قرآن سنتے اور وہ کلام اللہ کا مذاق اڑاتے اور کہتے اگر یہ لوگ جنت میں داخل ہو گئے جیسا کہ محمد ﷺ کہتے ہیں۔ تو ہم ضرور ہی ان سے پہلے جائیں گے پس یہ آیت اتاری گئی۔ **اَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيمٍ** (کیا ان میں سے ہر شخص اس کی طمع رکھتا ہے کہ وہ آسائش کی جنت میں داخل ہو جائیگا) قراءت: مفضل کے علاوہ بقیہ نے **يُدْخَلْنَ** پڑھا ہے یا مضموم اور خاء مفتوح۔ **جَنَّةٍ نَّعِيمٍ**: نعمتوں والی جنتیں جیسا کہ ایمان والوں کو ملیں گی۔

بغیر ایمان جنت کا دعویٰ کس منہ سے:

۳۹: **كَلَّا (ہرگز نہیں) اس میں ان کی دخول جنت والی طمع کو رد کر دیا گیا۔ اِنَّا خَلَقْنَهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُونَ** (ہم نے ان کو ایسی جگہ سے پیدا کیا جس کی ان کو بھی خبر ہے) یعنی حقیر نطفہ سے اسی لئے ابہام کے طور پر ذکر کیا۔ تاکہ یہ بتلایا جائے کہ حیاء کا تقاضا یہ ہے کہ اس کو اشارۃً ذکر کیا جائے۔ تو جب ان کی پیدائش ایسی چیز سے ہے تو مشرف کہاں سے ہوں گے۔ اور ایمان والوں سے بڑھ جانے کا کس منہ سے کہتے ہیں کہ ہم جنت میں ان سے پہلے داخل ہونگے۔ نمبر ۲۔ مطلب یہ ہے کہ ہم نے ان کو نطفہ سے بنایا۔ جیسا تمام اولاد آدم کو بنایا۔ ہمارا فیصلہ یہ ہے کہ جنت میں کوئی ایمان کے بغیر داخل نہ ہو تو یہ بلا ایمان اس میں داخلہ کی کیونکر طمع کرتے ہیں؟

۴۰: **فَلَا اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ** (پھر میں قسم کھاتا ہوں مشرقوں اور مغربوں کے رب کی) مشارق سے مطالع اور مغارب سے غروب کے مقامات **اِنَّا لَقَدِرُونَ** (ہم اس پر قادر ہیں)

۴۱: **عَلٰى اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ** (کہ ان کی جگہ ان سے بہتر لوگ لے آئیں) ان کو ہلاک کر کے ان سے بہتر اور اللہ تعالیٰ کے زیادہ فرمانبردار بندے لے آئیں۔ **وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوقِينَ** (اور ہم عاجز نہیں ہیں)

۴۲: **فَدَرَهُمْ** (تو آپ ان کو رہنے دیں) مکذبین کو ان کے حال پر چھوڑ دیں۔ **يَخْوَضُوا** (کہ اسی شغل میں) یعنی باطل پرستی میں **وَيَلْعَبُوا** (اور تفریح میں) دنیا کے دھندے میں۔ **حَتّٰى يُلْقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِى يُوْعَدُونَ** (یہاں تک کہ ان کو اپنے اس دن سے سابقہ واقع ہو جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے) جس میں ان سے عذاب کا وعدہ کیا جاتا ہے۔

۴۳: **يَوْمَ مَخْرُوجٍ**: یوم یہ پہلے یوم سے بدل ہے۔ **يَخْرُجُونَ** یاء کے فتح اور راء کے ضمہ سے تمام نے پڑھا ہے سوائے اعرشی کے **مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا** (جس دن یہ قبروں سے نکل کر اس طرح دوڑیں گے) اجداث: قبور۔ **مَخْرُوجٍ**: سراعا یہ جمع سریع ہے۔ یہ حال ہے۔ یعنی بلانے والے کی طرف تیزی سے بھاگیں گے۔

كَانَهُمْ إِلَىٰ نُصْبٍ يُؤْفُضُونَ (جیسے کسی پرستش گاہ کی طرف دوڑے جاتے ہیں)
نَجْوٍ: کانہم یہ حال ہے۔

قراءت: شامی، حفص و سہل نے نُصْبٍ پڑھا ہے۔ المفصل نے نُصْبٍ سکون صَاد سے پڑھا ہے۔ اور دیگر قراء نے نُصْبٍ فتح نون سے پڑھا ہے۔ نصب ہر وہ چیز جس کو گاڑا جائے اور اللہ تعالیٰ کے سوا اس کی پوجا کی جائے۔ یوفضون کا معنی تیزی کرنے والے۔

۴۴: خَا شِعَةً (نیچے کو جھکی ہوگی) ذلیل ہونگی۔

نَجْوٍ: یہ بخرجون کی ضمیر سے حال ہے۔

أَبْصَارُهُمْ (ان کی نگاہیں) یعنی ذلت کی وجہ سے ان کو اوپر نہ اٹھائیں گے۔ تَرَهَقْتُهُمْ ذِلَّةً (ان پر ذلت چھائی ہوئی ہوگی) ان کو ذلت ڈھانپ لے گی۔ ذَلِكَ الْيَوْمِ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ (یہ ہے ان کا وہ دن جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا) دنیا میں اور وہ اس کی تکذیب کرتے تھے۔

الحمد للہ چاشت کے وقت جمعۃ المبارک ۲۸ ربیع الاول تفسیری ترجمہ مکمل ہوا۔

الحمد لله ، اللهم احفظني من كربات يوم القيامة۔

سُوْرَةُ نُوحٍ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَمَانِي عَشْرُونَ آيَةً وَفِيهَا رُكُوعًا

سورۃ نوح مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں اٹھائیس آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِنَّا اَرْسَلْنَا نُوحًا اِلَىٰ قَوْمِهٖ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ①

بلاشبہ ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا کہ اپنی قوم کو اس سے پہلے ڈرائے کہ ان پر دردناک عذاب آ جائے

قَالَ يَقَوْمِ اِنِّي لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ② اِنْ اَعْبُدُوْا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِيعُوْنَ ③ يَغْفِرْ

انہوں نے کہا کہ اے میری قوم بلاشبہ میں تمہیں صاف طریقہ پر ڈراتے والا ہوں کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو اور میری اطاعت کرو وہ تمہارے

لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُوْخِرْكُمْ اِلَىٰ اَجَلٍ مُّسَمًّى ④ اِنْ اَجَلَ اللّٰهُ اِذَا جَاءَ لَا

گناہوں کو معاف فرما دے گا اور تمہیں وقت مقرر تک مہلت دے گا بلاشبہ جب اللہ کی مقرر کی ہوئی اجل آ جائے تو مؤخر نہیں

يُوْخِرْ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ⑤ قَالَ رَبِّ اِنِّي دَعَوْتُ قَوْمِي لَيْلًا وَنَهَارًا ⑥ فَلَمْ

کی جاتی کیا خوب ہوتا اگر تم جانتے ہوئے انہوں نے بارگاہ الہی میں عرض کیا اے میرے رب بیشک میں نے اپنی قوم کو رات دن بلایا سو

يَزِدُّهُمْ دَعَاۤىَ الْاِفْرَارِ ⑦ وَاِنِّي كَلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْا اَصَابِعَهُمْ

میرے بلا دے نے ان کا بھاگنا زیادہ ہی کر دیا اور بلاشبہ جب میں نے انہیں بلایا تاکہ آپ انکی مغفرت فرمائیں تو انہوں نے اپنی انگلیاں

فِيْ اِذَانِهِمْ وَاسْتَعْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَاَصْرُوْا وَاَسْتَكْبَرُوْا وَاَسْتَكْبَرًا ⑧ ثُمَّ اِنِّي

اپنے کانوں میں دے لیں اور اپنے کپڑے اوڑھ لئے اور اصرار کیا اور حد درجہ کا تکبر کیا پھر میں نے

دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ⑨ ثُمَّ اِنِّي اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَمْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا ⑩

انہیں بلند آواز سے بلایا پھر انہیں اعلانیہ بھی سمجھایا اور پوشیدہ طریقہ پر بھی دعوت دی۔

اِنَّا اَرْسَلْنَا نُوحًا اِلَىٰ قَوْمِهٖ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (ہم نے نوح کو ان کی قوم کے پاس بھیجا تھا کہ تم اپنی قوم کو ڈراؤ قبل اس کے کہ ان پر دردناک عذاب آوے)

۱: اِنَّا ارسلنا نوحًا ايك قول یہ ہے کہ نوح کا معنی سریانی زبان میں ساکن ہے۔ اِلٰی قَوْمِهِ اَنْ اَنْذِرُ
نَحْوُ: انذار خوف دلانے کے معنی میں آتا ہے۔ اس کی اصلی بان انذر۔ پس جارحذف کر کے اَنْ کو فعل سے ملا دیا۔ خلیل رحمہ
اللہ کے نزدیک یہ محل جرم میں واقع ہے۔ اور دیگر نجات کے ہاں منصوب ہے۔ نمبر ۲۔ ان مفسرہ ہے جو کہ ای کے معنی میں آتا ہے۔
کیونکہ ارسال میں قول کا معنی متضمن ہے۔ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَأْتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيمٌ عذاب الیم سے آخرت کا عذاب یا طوفان
نوح مراد ہے۔

نوح علیہ السلام کا قوم کو خطاب:

۲: قَالَ يٰقَوْمِ (انہوں نے کہا اے میری قوم) اظہار شفقت کیلئے ان کو اپنی قوم کہہ کر پکارا۔ اِنِّى لَكُمْ نَذِيْرٌ (میں تمہارے لئے
ڈرانے والا ہوں) نذیر بمعنی خوف ہے مُبِيْنٌ (صاف صاف) میں اللہ تعالیٰ کے پیغامات کو تمہاری جانی پہچانی زبان میں بیان کرتا
ہوں۔

۳: اَنْ اَعْبُدُوْا اللّٰهَ (کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو) اس کو وحدہ لا شریک مانو۔

نَحْوُ: اس اَنْ کا حکم دونوں صورتوں میں وہی ہے جو اوپر ان اندر میں بیان ہوا۔ وَاَتَّقُوْهُ (اور اس سے ڈرو) اس کی نافرمانی
سے ڈرو۔ وَاَطِيعُوْنَ (اور میرا کہنا مانو! ان چیزوں میں جن میں تمہیں حکم دیتا اور منع کرتا ہوں) یہاں اطاعت کی نسبت اپنی
طرف کی کیونکہ کبھی اطاعت غیر اللہ کی عبادت کے علاوہ بھی ہوتی ہے۔

۴: يَغْفِرْ لَكُمْ (وہ معاف کر دے گا) یہ امر کا جواب ہے مِنْ ذُنُوْبِكُمْ (تمہارے گناہ) مِنْ بیان یہ ہے جیسا کہ اس آیت میں
فاجتنبوا الرجس من الاوثان نمبر ۲۔ من تبعیضیہ ہے۔ کیونکہ حقوق اللہ معاف ہو جاتے ہیں جو مخلوق کے حقوق ہوتے ہیں وہ
اسلام کے بعد بھی قابل مواخذہ ہیں۔ مثلاً قصاص (کذا فی شرح شتاویلات)

وَيُوْخِرْكُمْ اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى (اور تم کو وقت مقررہ تک مہلت دے گا) اجل مسمی سے وقت موت مراد ہے۔ اِنْ اَجَلَ
اللّٰهِ اِذَا جَاءَ لَا يُؤَخَّرُ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (اللہ تعالیٰ کا مقرر کیا ہوا وقت جب آجائے گا تو ٹلے گا نہیں۔ کیا خوب ہوتا اگر تم
سمجھتے) اجل اللہ سے موت مراد ہے۔ لو کنتم تعلمون کاش تمہیں معلوم ہو جائے کہ مقرر وقت کے اختتام پر تمہیں کتنی بڑی
شرمندگی کا سامنا کرنا ہوگا تو تم ایمان لے آتے۔ ایک قول یہ ہے اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرمادیا کہ قوم نوح اگر ایمان لائے گی تو ان کو
ایک ہزار سال عمر ملے گی۔ اور اگر وہ ایمان نہ لائے تو ان کو نو سو سال کے اختتام پر ہلاک کر دیا جائے گا۔ پس ان کو کہا جا رہا ہے کہ تم
ایمان لاؤ تا کہ اجل مقررہ تک تمہیں مؤخر کر دیا جائے۔ یعنی ایک ہزار سال کی مدت پالو۔ پھر ان کو خبر دی۔ کہ جب ہزار سال
گزر جائیں گے تو وہ وقت ایسا نہیں کہ اس کو مؤخر کر دیا جائے جیسا کہ پہلا مؤخر کیا گیا۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ اپنی قوم کی طرف
سے خطرہ محسوس کرتے تھے کہ اگر وہ ایمان لا کر دعوت نوح کو قبول کر لیں گے تو ان کی قوم ان کو ہلاک کر دے گی۔ تو گویا نوح علیہ
السلام نے ان کو اس سلسلہ میں مطمئن کیا اور ان سے وعدہ فرمایا ایمان لا کر وہ دنیا میں اپنا وقت مقررہ کو ضرور پورا کریں گے۔

مطلب یہ ہوا۔ اگر اسلام لے آؤ گے تو اپنے دشمنوں سے اپنی موت کے وقت تک زندہ رہو گے۔
 ۵: قَالَ رَبِّ إِنِّي دَعَوْتُ قَوْمِي لَيْلًا وَنَهَارًا (نوح علیہ السلام نے دعا کی۔ اے میرے رب میں نے اپنی قوم کو دن کو بھی اور رات کو بھی بلایا) یعنی بلا تھکاؤٹ محسوس کیے ہمیشہ ان کو بلایا۔

نتیجہ دعوت میں قوم کا فرار:

۶: فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَاءِي إِلَّا فِرَارًا (پس میرے بلانے پر اور زیادہ بھاگتے رہے) آپ کی اطاعت سے دعوت کو سبب فرار قرار دیا گیا۔ حالانکہ دعوت سبب فرار تو نہ تھی۔ کیونکہ دعوت کے نتیجے میں نفرت پیدا ہو کر فرار اختیار کیا گیا۔ یہ اسی طرح ہے جیسا یہ ارشاد واما الذین فی قلوبہم مرض فزادتهم رجسًا [التوبہ: ۱۲۵] قرآن مجید زیادہ رجس کا سبب تو نہیں اصل قرآن سن کر نفرت بڑھی اور اس نفرت سے رجس کفر اور زیادہ ہو گئی۔ اس قوم کا حال یہ تھا کہ ایک آدمی نوح علیہ السلام کے پاس اپنے بیٹے کو لے جا کر یہ نصیحت کرتا۔ اس سے بچتے رہنا کہیں یہ تمہیں دھوکے میں مبتلا نہ کر دے۔ چنانچہ بیٹا! میرے والد نے بھی مجھے اس بات کی وصیت کی تھی جو میں تمہیں کر رہا ہوں۔

قوم کی کیفیت:

۷: وَإِنِّي كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ (اور میں نے جب کبھی ان کو بلایا) تاکہ وہ آپ پر ایمان لائیں۔ لَتَغْفِرَ لَهُمْ (تاکہ آپ ان کو بخش دیں) تاکہ وہ ایمان قبول کر لیں اور آپ ان کو بخش دیں۔ یہاں مسبب کے تذکرہ پر اکتفاء کیا گیا۔ جَعَلُوا أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِمْ (تو انہوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں دے ڈالیں) انہوں نے اپنے کانوں کو بند کر لیا تاکہ وہ میری بات سننے نہ پائیں۔ وَاسْتَعْشَوْا ثِيَابَهُمْ (اور اپنے کپڑے لپیٹ لیے) انہوں نے اپنے آپ کو کپڑوں سے ڈھانپ لیا تاکہ وہ مجھے نہ دیکھ پائیں۔ اس لئے کہ وہ دین کے داعی کے چہرے کو دیکھنا بھی پسند نہ کرتے تھے۔ وَأَصْرُوا (اور انہوں نے اصرار کیا) وہ اپنے کفر پر قائم رہے۔ وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا (اور انہوں نے غایت درجہ کا تکبر کیا) مجھے جواب دینے سے اپنے کو بڑا سمجھا۔

نکتہ: مصدر کو لانا اس بات کو ظاہر کر رہا ہے کہ وہ استکبار میں بہت ہی آگے جانے والے تھے۔

۸: ثُمَّ إِنِّي دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا (پھر میں نے ان کو باواز بلند بلایا) جہار مصدر ہے جو حال کی جگہ لایا گیا ہے۔ ای مجاہر نمبر ۲۔ یہ مصدر ہے دعوتہم اس کے اس مثال کی طرح ہے قعدا لقر فضاء۔ کیونکہ جہاد دعوت کی ایک قسم ہے۔ یعنی اظہرت لہم الدعوة فی المحافل۔ میں نے محفلوں میں ان کے سامنے کھل کر دعوت دی۔

خفیہ اعلانیہ دعوت تھی:

۹: ثُمَّ إِنِّي أَعْلَنْتُ لَهُمْ وَأَسْرَرْتُ لَهُمْ إِسْرَارًا (پھر میں نے ان کو علانیہ سمجھایا اور ان کو بالکل خفیہ بھی سمجھایا) میں نے علانیہ دعوت کو خفیہ دعوت کے ساتھ ملا کر کیا۔ حاصل یہ ہے دن رات ان کو خفیہ دعوت دی پھر ان کو باواز بلند دعوت دی۔ پھر ان کو خفیہ اور

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا ۝۱۰ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا ۝۱۱ وَ

سو میں نے کہا کہ اپنے رب سے مغفرت طلب کرو بلاشبہ وہ بہت بخشنے والا ہے وہ تم پر خوب زیادہ برسنے والی بارش بھیجے گا

يُمِدِّدْكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَيْنٍ وَيَجْعَلْ لَكُمْ جَنَّاتٍ وَيَجْعَلْ لَكُمْ أَنْهَارًا ۝۱۲

اور مالوں سے اور بیٹوں سے تمہاری امداد فرمائے گا اور تمہارے لئے باغیچے اور تمہارے لئے نہریں بنا دے گا

علائیہ ملا کر دعوت دی۔ امر بالمعروف کرنے والا اسی طرح کرتا ہے۔ آسان بات سے شروع کرتے پھر سخت سے سخت بات کہتے۔ افتتاح خفیہ نصیحت سے فرماتے۔ جب وہ قبول نہ کرتے تو دوبارہ بلند آواز سے ان کو دعوت دیتے۔ جب اس کا اثر نہ ہوتا تو تیسری بار جہر و سر کو جمع فرماتے۔

ثم كالفظ حالات کے باہمی بعد کو بیان کر رہا ہے۔ کیونکہ بلند آواز کہنا یہ خفیہ کہنے سے سخت انداز ہے اور دونوں کو جمع کرنا ان کو الگ الگ بیان کرنے سے زیادہ سخت تر ہے۔

۱۰: فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ (میں نے کہا تم اپنے رب سے گناہ بخشو) استغفار مغفرت طلب کرنے کو کہتے ہیں اگر استغفار کرنے والا کافر ہو تو کفر سے توبہ کرنا اور معافی مانگنا ہوگا۔ اور اگر گناہ گار مؤمن ہو۔ تو وہ گناہوں سے استغفار ہوگا یہاں شرک سے استغفار مراد ہے۔ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا (بیشک وہ بڑا بخشنے والا ہے) وہ انابت کرنے والے لوگوں کے گناہ بخشتا چلا آ رہا ہے۔

۱۱: يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا (وہ کثرت سے تم پر بارش بھیجے گا) الماء سے بارش مراد ہے۔ مدراراً بکثرت بارش والا۔ یہ مفعول کا وزن ہے اس میں تذکیر و تانیث برابر ہے۔

۱۲: وَ يُمِدِّدْكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَيْنٍ (وہ تمہارے مال اور اولاد میں ترقی دیگا) تمہارے اموال و اولاد میں اضافہ فرما دے گا۔ وَيَجْعَلْ لَكُمْ جَنَّاتٍ (اور تمہارے لئے باغ لگا دے گا) جنات: باغات۔ وَيَجْعَلْ لَكُمْ أَنْهَارًا (اور تمہارے لئے نہریں بہا دے گا) جو تمہارے کھیتوں اور باغوں میں جاری ہونگی وہ اموال و اولاد سے بہت محبت کرتے تھے۔ اس بناء پر اسی کے ذریعہ ان کے دلوں میں ایمان کی تحریک پیدا کرنے کی کوشش فرمائی۔ ایک قول یہ ہے بار بار دعوت کو جب طویل عرصہ گزر گیا اور انہوں نے جھٹلا دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان سے بارش کو بند کر دیا۔ اور ان کی عورتیں اولاد سے بانجھ ہو گئیں یہ چالیس یا ساٹھ سال تک رہا۔ پس نوح علیہ السلام نے ان سے وعدہ فرمایا کہ اگر وہ ایمان کو قبول کر لیں گے تو اللہ تعالیٰ سرسبزی عنایت کر دیں گے۔ اور وہ سارے مصائب جن میں وہ مبتلا ہیں وہ ان سے ہٹائے جائیں گے۔

واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ:

ایک مرتبہ صلاۃ استسقاء کیلئے باہر تشریف لائے۔ پس انہوں نے فقط استغفار کیا۔ ان سے کہا گیا کہ آپ نے بارش طلب

مَا لَكُمْ لَا تَرْجُونَ لِلَّهِ وَقَارًا ۚ وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا ۚ ۱۳ ۱۴ أَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ

تمہیں کیا ہوا کہ اللہ کی عظمت کے معتقد نہیں ہوئے، حالانکہ تمہیں اس نے مختلف اطوار سے پیدا فرمایا، کیا تمہیں معلوم نہیں

خَلَقَ اللَّهُ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ طِبَاقًا ۚ ۱۵ وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا وَجَعَلَ

کہ اللہ نے کس طرح اوپر نیچے سات آسمان پیدا فرمائے اور ان میں چاند کو نور بنا دیا اور

الشَّمْسُ سِرَاجًا ۚ ۱۶ وَاللَّهُ أَنْبَتَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ نَبَاتًا ۚ ۱۷ ثُمَّ يُعِيدُكُمْ

سورج کو چراغ اور اللہ نے تمہیں ایک خاص طور پر زمین سے پیدا فرمایا اور پھر وہ تمہیں اس میں واپس لے جائے گا

فِيهَا وَيُخْرِجُكُمْ إِخْرَاجًا ۚ ۱۸ وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ بِسَاطًا ۚ ۱۹ لِتَسْلُكُوا

اور تمہیں خاص طور پر نکالے گا اور اللہ نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنایا تاکہ تم اس کے کھلے ہوئے

مِنْهَا سُبُلًا ۚ ۲۰ فَجَاجًا ۚ ۲۱ قَالَ نُوحٌ رَبِّ إِنِّهِمْ عَصَوْنِي وَأَتَّبَعُوا مَن لَّمْ يَزِدْهُ

رستوں میں چلو۔ نوح نے کہا کہ اے میرے رب بلاشبہ انہوں نے میری نافرمانی کی ان لوگوں کی بات مانی جنت کے

مَالَهُ وَوَلَدَهُ إِلَّا خَسَارًا ۚ ۲۲ وَمَكْرُومًا كَبِيرًا ۚ ۲۳

مال اور اولاد نے ان کو نقصان ہی زیادہ پہنچایا ہے اور انہوں نے مکر کیا بڑا مکر

نہیں کی ہے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا میں نے آسمان کے ان سرچشموں سے بارش کی دعا کی ہے۔ جن سے بارش اترتی ہے۔ حضرت
۴ رضی اللہ عنہ نے استغفار کو بارش کے ان سرچشموں سے تشبیہ دی جو کبھی خطا نہیں کرتے۔ بلکہ ان سے ہمیشہ بارش ہوتی ہے۔ اور
پھر آپ نے یہ آیات تلاوت فرمائیں۔

روایت حسن بصری رحمہ اللہ:

ایک آدمی نے ان سے قحط کی شکایت کی تو آپ نے اس کو استغفار کا کہا دوسرے نے فقر کی شکایت کی تو آپ نے استغفار کا
کہا تیسرے نے قلت نسل اور چوتھے نے شادابی زمین کی قلت کی شکایت کی تو آپ نے سب کو استغفار کا حکم دیا۔ ان کے شاگرد ربیع
رحمہ اللہ نے کہا آپ کے پاس آنے والے تو مختلف حاجات کا سوال کر رہے ہیں اور آپ نے سب کو استغفار کا حکم دیا ہے پس آپ
نے یہ آیات پڑھ دیں۔

۱۳: مَا لَكُمْ لَا تَرْجُونَ لِلَّهِ وَقَارًا (تم کو کیا ہوا کہ تم اللہ تعالیٰ کی عظمت کے معتقد نہیں ہوتے ہو) تم اللہ تعالیٰ کی عظمت سے نہیں

ڈرتے ہو (کذا قال الکلبی)

قول اخضر عسید:

یہاں رجاء خوف کے معنی میں ہے۔ کیونکہ رجاء کے ساتھ تھوڑا خوف اور ناامیدی ہوتی ہے الوقار: عظمت۔ نمبر ۲۔ اس کی توقیر و تعظیم کی تم کو امید نہیں کہ وہ کس قدر تمہاری قدر دانی اور تمہارا اکرام کرے گا۔ مطلب یہ ہے کہ تمہیں کیا ہو گیا کہ تم ایسی حالت پر نہیں آتے جس میں تم اللہ تعالیٰ کی اس قدر دانی کی امید کرو جو آخرت میں تم کو میسر ہوگی۔

تخلیق انسانی کے مراتب:

۱۴: وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا (حالانکہ اس نے تم کو طرح طرح سے بنایا) قد خلقکم اطواراً
نحو: یہ موضع حال میں ہے۔ مطلب یہ ہے تم اللہ تعالیٰ پر ایمان کیوں نہیں لاتے حالانکہ حال یہ ہے اور یہ ایسا حال ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان کو لازم کرنے والا ہے۔ کیونکہ اس نے تمہیں طرح طرح سے بنایا یعنی متعدد بار پہلے تمہاری تخلیق نطفہ پھر علقہ پھر مضغہ پھر تمہاری ہڈیاں اور گوشت بنایا۔

قدرت عظیمہ کے نمونے:

۱۵: نفوس انسانیہ قریب تر ہونے کی وجہ سے پہلے ان کی طرف متوجہ کر کے خبردار کیا پھر جہان میں نظر دوڑانے کو کہا اور ان چیزوں پر نظر ڈالنے کو کہا جو بنانے والے کی عظیم قدرت پر شہادت دے رہے ہیں۔ فرمایا اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللَّهُ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ طَبَاقًا (کیا تم کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح سات آسمان اوپر نیچے پیدا کیے) طباقاً ایک دوسرے کے اوپر۔
۱۶: وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا (اور ان میں چاند کو نور بنایا) آسمانوں میں یہ چاند آسمان دنیا میں ہے کیونکہ آسمانوں میں طبقات ہونے کی بناء پر باہمی مناسبت ہے اس لئے اس مناسبت کا لحاظ کر کے ضمیر جمع لانا درست ہے اگرچہ چاند سب میں نہ ہو۔ جیسا کہ عرب کہتے ہیں۔ فی المدینة کذا حالانکہ وہ اس کی کسی ایک طرف میں ہوتا ہے۔

قول ابن عباس وابن عمر رضی اللہ عنہم:

سورج اور چاند دونوں کے رخ آسمانوں کی طرف اور ان کا نور آسمانوں میں ہی ہے اور ان کی پشت زمین کی طرف ہے۔ پس چاند کی روشنی تمام آسمانوں کو محیط ہے۔ کیونکہ وہ لطیف ہے ان کے نور پر حجاب نہیں ڈالے گئے۔ وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا (اور سورج کو چراغ بنایا) ایسا دیا کہ اہل دنیا اس کی روشنی میں اس طرح دیکھتے ہیں جس طرح گھر والے دیئے کی روشنی میں وہ چیز دیکھ لیتے ہیں جس کی ان کو ضرورت ہوتی ہے اور چاند کی روشنی سے سورج کی روشنی زیادہ تیز و طاقتور ہے۔ اس پر اتفاق ہے۔ کہ سورج چوتھے آسمان میں ہے۔

۱۷: وَاللَّهُ أَنْبَتَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ نَبَاتًا (اور اللہ تعالیٰ نے تم کو زمین سے ایک خاص طور پر پیدا کیا) انبت یہاں انشاء کے معنی میں ہے گویا انبات کو بطور استعارہ انشاء کے معنی میں لائے ہیں۔ نبات یہ مصدر ہے ای فنبتم نباتا۔ تم پیدا ہوئے پیدا ہونا۔
 ۱۸: ثُمَّ يُعِيدُكُمْ فِيهَا (تم کو پھر وہ زمین میں ہی لے جائے گا) موت کے بعد وَيُخْرِجُكُمْ (اور تم کو باہر نکالے گا) یعنی قیامت کے دن اٰخِرًا جَاہِ مصدر ہے جو تاکید کیسے لائے (تا کہ معلوم ہو کہ تخلیق اول کی طرح تخلیق ثانی بھی ضروری ہے) وہ تم کو نکالے گا کیا خوب نکالنا۔

۱۹: وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ بِسَاطًا (اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے زمین کو فرش بنایا) بساطًا بچھی ہوئی جیسا کہ فرش ہوتا ہے۔

۲۰: لَتَسْلُكُوا مِنْهَا (تا کہ تم چلو) تا کہ تم آؤ جیسا آدمی اپنے بستر پر الٹا پلٹتا ہے۔ سُبُلًا (راستوں میں) فِجَا جَا (وسیع یا مختلف)
 ۲۱: قَالَ نُوحٌ رَبِّ إِنَّهُمْ عَصَوْنِي (نوح علیہ السلام نے کہا اے میرے پروردگار ان لوگوں نے میرا کہنا نہیں مانا) جو کہ میں نے ان کو حکم دیا کہ ایمان لاؤ اور استغفار کرو۔ وَاتَّبِعُوا (اور انہوں نے پیروی کی فقراء اور کمینے لوگوں نے) مَنْ لَّهُمْ يَزِدُّهُ مَالَهُ وَوَلَدَهُ (کہ جن کے مال اور اولاد نے زیادہ پہنچایا) رُؤْسَاءُ اور مالدار اور اولادیں۔ إِلَّا خَسَارًا (نقصان) آخرت میں۔
 قراءت: عاصم کے علاوہ عراقی اور مکی نے وَوَلَدَهُ پڑھا ہے جو کہ وَلَدٌ کی جمع ہے جیسے اُسْدٌ و اَسَدٌ۔

قوم نوح کی حیلہ بازی:

۲۲: وَمَكْرُؤًا (اور انہوں نے تدبیریں کی) اس کا عطف لم یزدہ پر ہے ضمیر جمع لائی گئی ہے۔ حالانکہ مرجع من مفرد ہے کیونکہ یہ معنای جمع ہے الماکرون: رُؤْسَاءُ قوم نوح۔ مکرہم ان کے مکر سے ان کی دین کے متعلق حیلہ سازیاں اور نوح علیہ السلام کے خلاف سازشیں اور لوگوں کو انہیں تکلیف پہنچانے کیلئے برا بیچتہ کرنا اور نوح علیہ السلام کی طرف لوگوں کے میان کو روکنا وغیرہ۔ مَكْرًا كِبَارًا (بہت بڑی بڑی تدبیریں) كِبَارٌ یہ کبار سے بڑی چیز کیلئے آتا ہے۔ اور یہ کبیر سے بھی بڑھ کر ہے۔
 قراءت: ایک قراءت میں كِبَارًا پڑھا گیا ہے۔

وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ

اور انہوں نے کہا کہ اپنے معبودوں کو ہرگز مت چھوڑو اور ہرگز مت چھوڑو وُدَّ اور سُوَاعًا اور یَغُوثَ اور یَعُوقَ کو

وَنَسْرًا ۲۳ وَقَدْ أَضَلُّوا كَثِيرًا وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا ضَلَالًا ۲۴ مِمَّا خَطَبْتَهُمْ

اور نَسْرًا اور واقعی بات یہ ہے کہ انہوں نے بہتوں کو گمراہ کر دیا اور آپ نے ظالموں کی امرانی اور بڑھا دیتے اپنے انہوں کی مین سے ۲۴

أَغْرَقُوا فَأَدْخُلُونَا رَاهُ فَلَمْ يَجِدُوا إِلَهُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ أَنْصَارًا ۲۵ وَقَالَ نُوحٌ

لوگ غرق کر دیئے گئے پھر آگ میں داخل کر دیئے گئے سو اللہ کے سوا انہوں نے کچھ بھی حمایتی نہ پائے اور نوح نے کہا

رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَيَّ الْأَمْرَ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا ۲۶ إِنَّكَ إِن تَذَرَهُمْ

کہ اے میرے رب زمین پر کافروں میں سے کوئی بھی رہنے والا مت چھوڑے اباشہ اگر آپ نے ان کو زمین پر رہنے

يُضِلُّوا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوا إِلَّا فِجْرًا كَفَّارًا ۲۷ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ

دیا تو یہ آپ کے بندوں کو گمراہ کر دینگے اور صرف فاجر اور کافر ہی ان کی اولاد پیدا ہوگی اے میرے رب مجھے اور میرے والدین کو اور اس شخص کو جو

بَيْتِي مُؤْمِنًا وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا تَبَارًا ۲۸

میرے گھر میں بحالت ایمان داخل ہوا اور مؤمن مردوں کو اور مؤمن عورتوں کو بخش دیجئے اور ظالموں کی جلالت اور بڑھا دیتے۔

الصلوات

۲۳: وَقَالُوا (اور انہوں نے کہا) سَرْدَارُونَ نے اپنے ماتحتوں کو لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ (تم اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑو) یہ اپنے
عموم پر ہے یعنی ان کی عبادت نہ چھوڑو۔

قراءت: نافع نے وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا (نہ روکو) وُدَّ اضممہ سے پڑھا ہے اور یہ دونوں لغتیں ہیں۔ یہ بت آدمی کی صورت میں تھا۔
وَلَا سُوَاعًا (سواع کو) یہ بت عورت کی شکل کا تھا۔ وَلَا يَغُوثَ (اور یغوث کو) یہ شیر کی شکل پر تھا وَيَعُوقَ (اور یعوق کو) یہ
گھوڑے کی صورت پر تھا۔ وَنَسْرًا (اور نسر کو)

لُحُورٌ: یہ دونوں اسم غیر منصرف ہیں۔ وزن فعل اور معرف ہیں اگر ان کو عربی لفظ مانا جائے اور اگر عجمی مانیں تو معرف اور عجمہ پھر بھی
دوسبب پائے جاتے ہیں۔ یہ جن بتوں کا تذکرہ آیا ہے یہ ان کے نزدیک سب سے بڑے بت تھے پہلے عمومی تذکرہ کے بعد ان کا
خاص ذکر آیا۔ یہ بت قوم نوح سے عرب میں منتقل ہوئے۔ وُدَّ یہ بنو کلب اور سواع۔ ہمدان اور یغوث۔ مذحج اور یعوق۔ مراد قبیلہ
اور نسر حمیر والوں کے بت تھے۔

یہ نیک لوگوں کے نام ہیں:

ایک قول یہ ہے یہ نیک لوگوں کے نام ہیں لوگ نوح علیہ السلام اور آدم علیہ السلام کے درمیانی زمانہ میں ان کی اقتداء کرتے تھے۔ جب یہ فوت ہو گئے تو لوگوں نے ان کی تصاویر بنائیں تاکہ یہ بات ان کو عبادت کیلئے برا بھیختہ کرتی رہے جب عرصہ گزر گیا تو ابلیس نے ان کے کانوں میں پھونکی۔ کہ وہ لوگ ان تصاویر کی عبادت کرتے تھے۔ پس انہوں نے شیطان کے کہنے پر ان کی عبادت شروع کر دی۔

۲۴: وَقَدْ أَضَلُّوا (انہوں نے بہتوں کو گمراہ کر دیا) یعنی اصنام نے جیسا کہ اس ارشاد میں ہے انہن اضللن کثیراً من الناس [ابراہیم: ۳۶] یا سرداروں نے کثیراً (بہت لوگوں کو) وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ (اور ان ظالموں کی گمراہی اور بڑھادی) نَحْوًا: اس کا عطف رب انہم عصونی پر ہے۔ اور یہ کلام نوح کی حکایت ہے۔ قَالَ کے بعد اور واؤ کے بعد جو اس کا نائب ہے۔ معنی یہ ہوگا قَالَ نوح رب انہم عصونی وقال لا تزد الظالمین یعنی نوح علیہ السلام نے یہ دونوں باتیں فرمائیں۔ اور یہ دونوں محل نصب میں واقع ہیں کیونکہ یہ قال کے مفعول ہیں۔ إِلَّا ضَلَّالًا ضَلَّالٌ یہ ہلاکت کے معنی میں ہے۔ جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا۔ وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا تَبَارًا (آپ ظالموں کی ہلاکت میں اضافہ فرمادیں) [نوح: ۴۸]

۲۵: مِمَّا خَطَبْتَهُمْ (اپنے انہی گناہوں کے سبب)

قرآنت: ابو عمرو نے خطایا ہم پڑھا۔ معنی گناہ ہے۔

غرق گناہوں کے باعث ہوا:

أُغْرِقُوا (وہ غرق کیے گئے) طوفان کے ساتھ فَأَذْخَلُوا نَارًا (پھر دوزخ میں داخل کیے گئے)۔ بڑی آگ میں داخل کیے گئے۔ مِمَّا خَطَبْتَهُمْ کو وضاحت کیلئے مقدم کیا گیا۔ اگرچہ ان کا غرق اور ان کا آگ میں داخلہ وہ صرف ان کی غلطیوں اور ان کے گناہ کے باعث تھا۔ اس معنی کو مزید زیادہ کر کے اور مؤکد کر دیا گیا۔ یہ آیت گناہوں کے مرتکب کو ڈانٹ پلانے کیلئے کافی ہے۔ قوم نوح علیہ السلام کا کفر ان کی من جملہ غلطیوں اور گناہوں میں سے ایک تھا۔ اگرچہ یہ گناہ سب سے بڑا تھا۔ فَأَذْخَلُوا نَارًا۔ فاء اس لئے لائی گئی کہ ان کو غرق کے معاً بعد احراق نار کا عذاب دیا گیا۔ اس صورت میں یہ عذاب قبر کے ثبوت کی دلیل ہے۔ فَلَمَّ يَجِدْ وَاللَّهُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَنْصَارًا (اور اللہ تعالیٰ کے سوا ان کو کچھ حمایتی بھی میسر نہ ہوئے) جو ان کی مدد کرتے اور اللہ تعالیٰ کے اس عذاب سے ان کو بچاتے۔

۳۶: وَقَالَ نُوحٌ رَبِّ لَا تَذَرْنِي عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا (اور نوح نے کہا اے میرے پروردگار کافروں میں سے زمین پر ایک باشندہ بھی مت چھوڑ) کوئی ایک نہ چھوڑ جو زمین میں گھومے پھرے۔ دَيَّارًا یہ فیعال کا وزن ہے۔ الدور سے بنا ہے۔ یہ ایسے اسموں میں سے ہے۔ جو فی عام کیلئے استعمال ہوتے ہیں۔

۲۷: اِنَّكَ اِنْ تَذَرَهُمْ (اگر آپ ان کو روئے زمین پر رہنے دیں گے) اور ان کو ہلاک نہ کریں گے يُضِلُّوْا عِبَادَكَ (تو یہ لوگ آپ کے بندوں کو گمراہ کریں گے) ان کو گمراہی کی طرف دعوت دیں گے۔ وَ لَا يَلِدُوْا اِلَّا فَاَجْرًا كَفَّارًا (اور ان کے محض فاجر اور کافر ہی اولاد پیدا ہوگی) جو بھی بلوغت کو پہنچا اس نے فجور و کفر اختیار کیا۔ یہ بات انہوں نے اس بنیاد پر کہی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مطلع کر دیا تھا فرمایا لَنْ يُؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ [سود: ۳۶]

۲۸: رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدِيْ (اے میرے رب مجھ کو اور میرے ماں باپ) آپ کے والدین مسلمان تھے۔ آپ کے والد کا نام لمک اور والدہ کا نام شمخاء ایک قول یہ ہے وہ آدم و حواء ہیں۔
قراءت: لولدی پڑھا گیا اس سے مراد سام اور حام ہیں۔

وَ لِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيْ (اور جو مؤمن ہونے کی حالت میں میرے گھر میں داخل ہیں ان کو) بیتی سے مراد میرا مکان نمبر ۲۔ میری مسجد نمبر ۳۔ میری کشتی مُؤْمِنًا کیونکہ ان کو معلوم ہو گیا کہ جو ان کے گھر میں آگئے ہیں وہ کفر کی طرف نہ لوٹیں گے۔ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ (اور تمام مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو بخش دے) جو قیامت تک آنے والے ہیں۔ آیت میں پہلے ان کو خصوصاً بیان کیا جو خود ان کی ذات سے متصل تھے کیونکہ وہ زیادہ حقدار ہیں۔ اور آپ کی دعا کے زیادہ مستحق ہیں۔ پھر عام مؤمنین اور مؤمنات کو شامل فرمایا۔ وَ لَا تَزِدِ الظَّالِمِيْنَ اِلَّا تَبٰرًا (اور ظالموں کی ہلاکت اور بڑھاد تبخے) ظالمین سے کافر مراد ہیں۔ تبار ہلاکت و تباہی۔ پس ان کو ہلاک کر دیا گیا۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

نوح علیہ السلام نے دو دعائیں فرمائیں۔ نمبر ۱۔ ایمان والوں کیلئے مغفرت کی اور کافروں کیلئے تباہی و ہلاکت کی۔ کفار کے متعلق آپ کی دعا تو تباہی کی صورت میں قبول کر لی گئی پس ناممکن ہے کہ ایمان والوں کے حق میں آپ کی دعا قبول نہ ہوئی ہو۔

ایک اختلاف:

جب ان کو غرق کیا گیا تو ان کے بچوں کے متعلق اختلاف ہے ایک قول یہ ہے ان کی عورتوں کے ارحام کو طوفان سے چالیس سال قبل بانجھ کر دیا تھا۔ پس ان کے ساتھ کوئی بچہ نہ تھا جب ان کو ڈبو یا گیا۔ ایک اور قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ان کی براءت کا علم ہے پس ان کو بغیر عذاب کے ہلاک کر دیا گیا۔

الحمد للہ جمعۃ المبارک سے پہلے سورۃ نوح کا تفسیری ترجمہ مکمل ہوا۔

سُورَةُ الْجِنِّ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَمَانِ وَعِشْرُونَ آيَةً وَقِيلَ بِهَا كَوْنًا

سورہ جن مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں اٹھائیس آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا ۝١ يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ

آپ فرماتے کہ میرے پاس یہ وحی آئی ہے کہ جنات کی ایک جماعت نے میری طرف بات سننے کے لئے دھیان دیا پھر انہوں نے کہا کہ ہم نے عجیب قرآن سنا ہے جو ہدایت کا راستہ بتاتا ہے

فَأَمَّا بِنَايِهِ ۖ وَلَنْ نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا أَحَدًا ۝٢ وَأَنَّهُ تَعَالَىٰ جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً

سو ہم اس پر ایمان لے آئے اور ہم اپنے رب کے ساتھ ہرگز کسی وشریک نہ ٹھہرائیں گے اور بہت بلند ہے ہمارے رب کی عزت انہیں بنایا اس نے کن کو بیوی

وَلَا وِلْدًا ۝٣ وَأَنَّهُ كَانَ يَقُولُ سَفِيهُنَا عَلَىٰ اللّٰهِ شَطَطًا ۝٤ وَأَنَّا ظَنَنَّا أَن

اور نہ اولاد اور بلاشبہ بات یہ ہے کہ ہم میں جو احمق ہیں وہ اللہ کی شان میں ایسی باتیں کہتے تھے جو حد سے بڑھی ہوئی ہیں اور ہم یہ خیال کرتے تھے کہ

لَّنْ نَّقُولَ الْإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ اللّٰهِ كَذِبًا ۝٥ وَأَنَّهُ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْإِنسِ

انسان اور جن اللہ کی ذات کے بارے میں جھوٹ بات نہ کہیں گے اور بیشک بات یہ ہے کہ بہت سے مرد انسانوں میں سے ایسے تھے

يَعُودُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَرَادٍ وَهُمْ رَهَقًا ۝٦ وَأَنَّهُمْ ظَنُّوا كَمَا ظَنَنْتُمْ أَن لَّنْ يَبْعَثَ

جو جنات کے مردوں کی پناہ لیا کرتے تھے تو انہوں نے ان کو تکبر میں زیادہ کیا اور بات یہ ہے کہ انہوں نے خیال کیا جیسا تم نے خیال کیا ہے کہ اللہ

اللّٰهُ أَحَدًا ۝٧ وَأَنَّا لَمَسْنَا السَّمَاءَ فَوَجَدْنَاهَا مُلْتَأَةً حَرًّا شَدِيدًا وَشُهَابًا ۝٨ وَ

میں کو دوبارہ زندہ نہ فرمائے گا اور بلاشبہ ہم نے آسمان کی تماشی لینا چاہا تو ہم نے اسے اس حال میں پایا کہ وہ سخت پہرہ سے اور شعبوں سے بھرا ہوا ہے اور

إِنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ۖ فَمَنْ يَسْمَعُ الْآنَ يَجِدْ لَهُ شُهَابًا رَّصَدًا ۝٩

اے شک ہم آسمان کے مواقع میں باتیں سننے کے لئے بیٹھا کرتے تھے سو جو شخص اب سنا چاہے وہ اپنے لئے ایک شعلہ تیار پاتا ہے

قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا (آپ کہتے کہ میرے پاس اس بات کی وحی آئی ہے۔ کہ جنات میں سے ایک جماعت نے قرآن سنا۔ پھر انہوں نے کہا ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے)

۱: قُلْ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو کہہ دیجئے اُوْحٰی اِلٰی اِنَّہٗ مَعَالِمٌ اور شان یہ ہے قراءت: تمام قراءتوں کے فتح پر اتفاق کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ اوحی کا نائب فاعل ہے۔ اور نمبر ۲۔ اَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوا [الجن: ۱۶] او اَنْ الْمَسَاجِدِ [الجن: ۱۸] میں انہ استمع پر عطف ہے پس ان مخففہ من المثلہ ہے۔ اور نمبر ۳۔ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوا [الجن: ۲۸] تاکہ یہ علم اس کی طرف متعدی ہو سکے۔ اور فاء جزائیہ کے بعد مکسور ہوتا ہے اور قال کے بعد بھی جیسے فَاِنْ لَهٗ نَارُ جَهَنَّمَ [الجن: ۲۳] وَقَالُوا اِنَّا سَمِعْنَا کیونکہ یہ ابتدائی کلام اور قال کا مقولہ ہے۔ ج نمبر ۱۔ اِنَّہٗ تَعَالٰی جَدْرَبْنَا اِلٰی اِنَّا مِّنَ الْمَسْلُومِ [الجن: ۳۰-۳۱] کے فتح و کسرہ میں اختلاف ہے۔ نمبر ۲۔ ابو بکر کے علاوہ کوئی اور شامی قراء نے فتح دیا ہے۔ کیونکہ انہ استمع پر اس کا عطف ہے یا یہ جار مجرور کے محل میں ہے اس آیت میں فَاَمَّا بَہ [الجن: ۲۰] تقدیر کلام اس طرح ہے صدقناہ و صدقنا اِنَّہٗ تَعَالٰی جَدْرَبْنَا وَاِنَّہٗ كَانَ یَقُولُ سَفِیْہُنَا [الجن: ۴] آخری آیت تک۔ نمبر ۲۔ دیگر قراء نے اس کو کسرہ دیا اور اِنَّا سَمِعْنَا پر عطف کیا اور تمام آیات کے اواخر میں وقف کرتے ہیں۔

جنات کی آمد:

اَسْتَمَعَ نَفَرًا (ایک جماعت) نفرین سے دس تک جماعت کو کہتے ہیں۔ مِّنَ الْجِنِّ (جنوں میں سے) یہ مقام نصیبین کے جنات تھے۔ فَقَالُوا پس جب وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو صلوٰۃ فجر میں قراءت کرتا سن چکے تو انہوں نے لوٹ کر اپنی قوم کو کہا۔ اِنَّا بِسَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا (ہم نے ایک عجیب عمدہ قرآن سنا)۔ جو حسن نظم میں تمام کتب سے الگ ہے اور صحت اور معانی میں ایک نکھار رکھتا ہے۔ العجب جو عادت سے خارج ہو یہ مصدر ہے جس کو العجب صفت کی جگہ لائے۔

۲: یَهْدِي اِلٰی الرُّشْدِ (وہ راہ راست بتلاتا ہے) وہ درست بات کی طرف دعوت دینے والا ہے یا توحید و ایمان کی طرف۔ فَاَمَّا بَہ (پس ہم تو اس پر ایمان لائے) اذ سے قرآن مجید مراد ہے۔ اور جب قرآن پر ایمان یہ اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اس کی وحدانیت پر یقین کرنا اور شرک سے بیزاری اختیار کرنا ہے۔ تو کہنے لگے وَلٰكِنْ نُّشْرِكُ بِرَبِّنَا اَحَدًا (ہم اپنے رب کے ساتھ اس کی مخلوق میں سے کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے)۔ نمبر ۲۔ یہ بھی درست ہے کہ بہ میں ضمیر کا مرجع ذات عزوجل ہو۔ کیونکہ بِرَبِّنَا اس کی تفسیر کر رہا ہے۔

۳: وَاِنَّہٗ تَعَالٰی جَدُّ رَبِّنَا (اور ہمارے رب کی بڑی شان ہے) جد عظمت، عرب کہتے ہیں جد فلان فی عینی ای عظیم وہ میرے باپ عظمت والا ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول میں یہی معنی ہے: كَانَ الرَّجُلُ اِذَا قَرَأَ الْبَقْرَةَ وَاَلْ عَمْرَانَ جَدِّہُنَا وہ ہماری نگاہوں میں بلند ہو جاتا۔ یہ قول حضرت انس رضی اللہ عنہ کی طرف بھی منسوب ہے۔ مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً (اس نے نہ کسی کو بیوی بنایا) وَلَا وَاَلِدًا (اور نہ اولاد) جیسا کہ کافر جن وانس کہتے ہیں۔

۴: وَاِنَّہٗ كَانَ یَقُولُ سَفِیْہُنَا (اور ہم میں سے جو احمق ہوئے ہیں وہ کہتے تھے) سفیہ: جاہل، یا ابلیس کیونکہ اس سے بڑھ کر کوئی جاہل نہیں۔ عَلٰی اللہِ شَطَطًا (اللہ تعالیٰ کی شان میں حد سے بڑھی ہوئی باتیں) یعنی کفر کیونکہ وہ درستی میں سب سے دور بات

وہی ہے۔ یہ شطت الدار ای بعدت (گھر دور ہوا) سے لیا گیا ہے۔ نمبر ۲۔ ایسی باتیں جن میں وہ حق سے تجاوز کرنے والے تھے اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف بیوی اور اولاد کی نسبت والا خبیث قول ہے۔ الشطط ظلم وغیرہ میں حد سے تجاوز کر جانا۔

۵: وَ اَنَا ظَنَنَّا اَنْ لَنْ نَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰی اللّٰهِ كَذِبًا (اور ہمارا یہ خیال تھا کہ انسان اور جن کبھی اللہ تعالیٰ کی شان میں جھوٹ بات نہ کہیں گے) کذباً یہ قولاً مصدر کی صفت ہے ای قولاً کذباً نمبر ۲۔ کذب خود مکذوب فیہ کے معنی میں ہے۔ یعنی جھوٹ نمبر ۳۔ مصدر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے کیونکہ کذب خود قول کی ایک قسم ہے یعنی ہمارے گمان میں یہ بات تھی کہ کوئی شخص ہرگز اللہ تعالیٰ کے متعلق بیوی اور اولاد کی نسبت والا جھوٹ نہ بولے گا۔ اس لئے ہم ان باتوں میں تصدیق کرتے رہے جو کچھ بھی وہ اس کی طرف منسوب کرتے رہے۔ یہاں تک کہ قرآن مجید سے ان کا کذب ہمارے سامنے کھل گیا۔

۶: جب کوئی عربی خوفناک علاقے میں وارد ہوتا تو اس طرح کہتا عوذ بسید هذا الوادی من سفہاء قومہ۔ اس کا مقصد بڑے جن کی پناہ حاصل کرنا ہوتا تھا۔ اس پر فرمایا۔ وَاِنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعْوِذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ (اور بہت سے لوگ آدمیوں میں سے ایسے تھے کہ وہ جنات میں سے بعض لوگوں کی پناہ لیا کرتے تھے۔ پس انہوں نے ان جنات کی بڑھادی) یعنی ان انسانوں نے ان جنات کی پناہ لے کر ان جنات کی بڑھادی۔ رَهَقًا (سرکشی اور جہالت اور تکبر) کہ وہ اس طرح کہنے لگے کہ اب تو ہم جنات اور انسانوں کے سردار ہو گئے یا جنات نے انسانوں کی گمراہی بڑھادی۔ اس لئے کہ انسانوں نے ان سے پناہ طلب کی اور الرہق کا اصل معنی ممنوع کا ارتکاب کرنا۔

۷: وَ اَنْهَمُ (اور جیسا تم) اے گروہ جنات ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ (جنات کے گمان کیا جیسا تم نے گمان کیا) اے اہل مکہ اَنْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا (کہ اللہ تعالیٰ کسی کو دوبارہ زندہ نہ کرے گا) موت کے بعد اٹھانا۔ مطلب یہ ہے جنات بھی بعث کے منکر تھے جیسا تم انکار کرتے ہو۔ پھر قرآن سن کر انہوں نے ہدایت پائی اور بعث کے اقرار کیوں اقرار نہیں کرتے جیسا انہوں نے اقرار کیا۔

۸: وَ اَنَا لَمَسْنَا السَّمٰوٰتِ (اور ہم نے آسمان کی تلاشی لینا چاہی) ہم نے آسمان تک پہنچنا اور اہل سما کی باتیں سننا تلاش کیا۔ اللمس چھونا۔ یہ طلب کیلئے بطور استعارہ استعمال کیا گیا ہے کیونکہ چھونے والا پہچان والا طالب ہوتا ہے۔ فَوَجَدْنَا فِيْهَا مَلٰٓئِكَةً حٰرِسًا شَدِيْدًا (پس ہم نے اس کو سخت پہرا سے بھرا پایا) فرشتوں کے طاقتور گروہ حفاظت کر رہے ہیں۔

نَجْوٰ: حَرَسًا جمع حارس کی ہے۔ یہ تمیز کی وجہ سے منصوب ہے۔ ایک قول یہ ہے الحرس یہ اسم مفرد ہے جو اس کے معنی میں ہے جیسا کہ خَدَمٌ بمعنی الخدام ہے۔ اسی لئے اس کے لئے شدید کا وصف لایا گیا ہے۔ اگر معنی کی طرف نظر کی جاتی تو شدیداً کہا جاتا۔ وَ شَهَبًا (اور شعلوں سے) یہ شہاب کی جمع ہے یعنی روشن ستارے۔

شہابِ ثاقب:

۹: وَ اَنَا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا (ہم اس میں بیٹھا کرتے تھے) یعنی آسمان میں اس سے پہلے مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ (موقعوں پر سنے

وَأَنَّا لَنَذَرِيٌّ أَشَرٌّ أُرِيدُ بِمَنْ فِي الْأَرْضِ أَمْرًا أَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ

اور بلاشبہ ہم نہیں جانتے کہ جو لوگ زمین میں ہیں انکے ساتھ شر کا ارادہ کیا گیا ہے یا ان کے رب نے ان کے بارے میں ہدایت

رَشْدًا ۱۰ وَأَنَّا مِنَّا الصُّلِحُونَ وَمِنَّا دُونَ ذَلِكَ كُنَّا طَرَائِقَ قَدَدًا ۱۱

کا ارادہ فرمایا ہے اور بیشک ہم میں سے بعض نیک ہیں اور بعض اس کے علاوہ ہیں ہم مختلف طریقوں پر تھے

وَأَنَّا ظَنَنَّا أَن لَّن نَّعْجِزَ اللَّهَ فِي الْأَرْضِ وَلَن نُّعْجِزَهُ هَرَبًا ۱۲ وَأَنَّا

اور بلاشبہ ہم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ہم زمین میں اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے اور بھاگ کر اس کو ہرا نہیں سکتے اور بیشک بات یہ ہے

لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدَىٰ أَمْنَابِهِ فَمَنْ يُؤْمِنُ بِرَبِّهِ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَلَا رَهَقًا ۱۳

کہ جب ہم نے ہدایت کو سن لیا تو ہم اس پر ایمان لے آئے سو جو شخص اپنے رب پر ایمان لے آیا سو اسے نہ کسی کمی کا خوف ہے اور نہ کسی طرح کے ظلم کا

کیلئے) تاکہ ہم آسمان کی خبریں سنیں یعنی آسمان کے بعض موقعوں کو پہرہ داروں اور شہابوں سے آپ کی بعثت سے پہلے خالی پاتے (تو وہاں آسمان کی خبریں سننے کیلئے بیٹھ جاتے) فَمَنْ يَسْتَمِعِ الْآنَ (پس جو کوئی اب سننا چاہتا ہے) یعنی سننے کا ارادہ کرتا ہے۔ الان بعثت نبوی کے بعد یجدلہ (تو اپنے لئے پاتا ہے) یعنی اپنی ذات کے لئے شہاباً راصداً (تیار شعلہ) رصداً یہ شہاب کی صفت ہے۔ اور یہ اسم فاعل الراصد کے معنی میں ہے ای شہاباً راصداً لہ ولاجلہ تیار شعلہ اس کے لئے۔ نمبر ۲۔ یہ راصد کا اسم جمع ہے معنی اس طرح ہے ذوی شہاب راصدیں بالرجم۔ شعلے والے جو رجم کیلئے منتظر ہوتے ہیں۔ اس سے مراد فرشتے ہیں جو ان کو شعلوں سے سنگ سار کرتے ہیں اور سننے سے روکتے ہیں۔

قول جمہور:

یہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے نہ تھا۔

رجم شیاطین پہلے نہ تھا:

ایک قول یہ ہے کہ رجم زمانہ جاہلیت میں بھی تھا لیکن شیاطین بعض اوقات چوری چھپے کوئی بات سن پاتے۔ پس بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے استراق سمع والا سلسلہ بھی مکمل طور پر بند کر دیا گیا۔

۱۰: وَأَنَّا لَنَذَرِيٌّ أَشَرٌّ (اور ہم نہیں جانتے کہ زمین والوں کو کوئی تکلیف پہنچانا مقصود ہے) أَشَرٌّ سے مراد عذاب اُرِيدَ بِمَنْ فِي الْأَرْضِ (اس استراق سمع کو روک کر) أَمْرًا أَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشْدًا (یا ان کے رب نے ان کو ہدایت کرنے کا مقصد فرمایا ہے) رَشْدًا سے تیر اور رحمت مراد ہے۔

۱۱: وَأَنَا مِنَ الصَّالِحُونَ (اور ہم میں بعضے نیک ہیں) ابرار و متقین ہیں۔ وَمِنَّا (اور بعضے لوگ) ذُوْنَ ذَلِكْ (اور طرح کے ہیں) موصوف کو حذف کر دیا وہ بھلائی میں میانہ رو ہیں کامل نہیں ہیں یا انہوں نے اس سے غیر صالحین مراد لیے۔ كُنَّا طَرَائِقَ قَدَدًا (ہم مختلف طریقوں پر تھے) یہ مذکورہ تقسیم کا بیان ہے۔ مطلب یہ ہے ہم متفرق مذاہب رکھتے تھے۔ نمبر ۲۔ مختلف دین رکھتے تھے۔ الْقِدْدُ جمع قَدَة کی ہے۔ لکڑا یہ قَدَدَتِ السَّيْرِ سے لیا گیا جس کا معنی طے کرنا ہے۔

۱۲: وَأَنَا ظَنَنَّا (اور ہم نے سمجھ لیا ہے) ہمیں یقین آ گیا ہے۔ أَنْ لَنْ نُعْجِزَ اللَّهَ (کہ ہم اللہ تعالیٰ کو ہرا نہیں سکتے) ہم اس سے بڑھ نہیں سکتے۔ فِي الْأَرْضِ (زمین میں)

نَحْوُ: یہ حال ہے تقدیر کلام یہ ہے لَنْ نَعْجِزَهُ كَانِنِ فِي الْأَرْضِ اَيْنَمَا كُنَّا ہم ہرگز اس کو ہرا نہ سکیں گے اس میں کہ زمین میں ہم جہاں بھی ہوں۔ وَلَنْ نَعْجِزَهُ هَرَبًا (اور نہ بھاگ کر اس کو ہرا سکتے ہیں)

نَحْوُ: هَرَبًا یہ مصدر ہے جو موضع حال میں ہے تقدیر کلام یہ ہے لَنْ نَعْجِزَهُ هَارِبِينَ مِنْهَا إِلَى السَّمَاءِ اور ہم ہرگز اس کو آسمان کی طرف بھاگ کر بھی ہرا نہیں سکتے۔ یہ جنات کے حالات ہیں اور جو ان کے احوال و عقائد تھے۔

۱۳: وَأَنَا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدَىٰ (اور ہم نے جب ہدایت کی بات سن لی) الْهُدَىٰ سے قرآن مجید مراد ہے۔ اٰمَنَّا بِهِ (ہم نے تو اس کا یقین کر لیا) قرآن پر نمبر ۲۔ اللہ تعالیٰ پر فَمَنْ يُؤْمِنُ بِرَبِّهِ فَلَا يَخَافُ (پس جو شخص اپنے رب پر ایمان لے آئے گا تو اس کو اندیشہ نہ ہوگا)

نَحْوُ: یہ مبتدأ اور خبر ہیں اصل اس طرح ہے فَهُوَ لَا يَخَافُ۔

بَخْسًا (کمی) ثواب میں کمی کا وَلَا رَهَقًا (اور نہ زیادتی کا) یعنی اس پر ذلت نہ چھائے گی۔ یہ اس قول کی طرح ہے و

رَهَقَهُمْ ذَلَّةٌ [یونس: ۲۷] اور فرمایا وَلَا يَرْهَقُ وَجُوهَهُمْ قَتَرٌ وَلَا ذَلَّةٌ [یونس: ۲۶]

مَسْتَلَّةٌ: اس میں دلیل ہے کہ اعمال ایمان میں سے نہیں ہیں۔ یعنی ایمان کا جز نہیں ہیں۔

وَأَنَّا مِنَ الْمُسْلِمُونَ وَمِنَّا الْقَاسِطُونَ فَمَنْ أَسْلَمَ فَأُولَٰئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ۝۱۴

اور بلاشبہ ہم میں سے بعض مسلمان ہیں اور بعض ظالم ہیں سو جس شخص نے اسلام قبول کر لیا تو ان لوگوں نے بھلائی کا راستہ ڈھونڈ لیا

وَأَمَّا الْقَاسِطُونَ فَكَانُوا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ۝۱۵ وَأَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوا عَلَى الطَّرِيقَةِ

اور جو لوگ ظالم ہیں وہ دوزخ کا ایندھن ہوں گے اور اگر وہ راستہ پر قائم ہو جاتے

لَأَسْقِيَنَّهُمْ مَّاءً غَدَقًا ۝۱۶ لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ وَمَنْ يُعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِ يَسْلُكْهُ

تو ہم انہیں فراغت پانی سے میرا ب کرتے تاکہ ہم اس میں ان کا امتحان کریں اور جو شخص اپنے رب کے ذکر سے اعراض کرے وہ اسے چرتختے ہوئے

عَذَابًا صَعَدًا ۝۱۷ وَأَنَّ الْمَسْجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا ۝۱۸ وَأَنَّهُ

عذاب میں داخل فرمائے گا اور بلاشبہ سب سجدے اللہ ہی کے لئے ہیں سو تم اللہ کے ساتھ کسی کو بھی مت پکارو اور بیشک بات یہ ہے

لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللَّهِ يَدْعُوهُ كَادُوا يَكُونُونَ عَلَيْهِ لِبَدًا ۝۱۹ قُلْ إِنَّمَا

کہ جب اللہ کا بندہ بھڑا ہوتا ہے کہ وہ اسے پکارے تو یہ لوگ اسکے اوپر جھمکھٹا لگانے والے بن جاتے ہیں۔ آپ فرمادیں

أَدْعُوا رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِهِ أَحَدًا ۝۲۰ قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا رَشَدًا ۝۲۱

کہ میں تو صرف اپنے رب کی عبادت کرتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں ٹھہراتا آپ فرمادیں کہ بیشک میں تمہارے لئے کسی ضرر کا اور کسی بھلائی کا مالک نہیں ہوں

جنات میں مؤمن و کافر:

۱۴: وَأَنَّا مِنَ الْمُسْلِمُونَ (اور ہم میں بعضے تو مسلمان ہیں) مؤمن ہیں وَمِنَّا الْقَاسِطُونَ (اور بعضے ہم میں بے راہ ہیں) کافر

ہیں جو طریق حق سے ہٹنے والے ہیں۔ قسط ظلم کرنا۔ اقسط انصاف کرنا۔ فَمَنْ أَسْلَمَ فَأُولَٰئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا (پس جو شخص

مسلمان ہو گیا انہوں نے بھلائی کا راستہ ڈھونڈ لیا) ہدایت کو طلب کیا التحرمی اولیٰ کی تلاش کرنا۔

۱۵: وَأَمَّا الْقَاسِطُونَ فَكَانُوا (اور جو بے راہ ہیں پس وہ ہیں) اللہ تعالیٰ کے علم میں لِجَهَنَّمَ حَطَبًا (دوزخ کے ایندھن) ان

سے جہنم کی آگ بھڑکائی جائے گی۔

مَسْئَلَهُ: کافر جن کو آگ کا عذاب ہوگا البتہ ان کے ثواب کی کیفیت میں توقف کیا جاتا ہے۔

۱۶: وَأَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوا عَلَى الطَّرِيقَةِ (یعنی اللہ یہ سن جملہ وحی میں سے ہے۔ یعنی اوحی الی ان الشان لو۔ میری طرف وحی کی

حق بیشک معاملہ یہ ہے اِسْتَقَامُوا (یہ لوگ قائم ہو جائیں) ظالم لوگ عَلَى الطَّرِيقَةِ (طریقہ اسلام پر) لَأَسْقِيَنَّهُمْ مَّاءً

غَدَقًا (تو ہم ان وفراغت کے پانی سے میرا ب کرتے) غَدَقًا زیادہ شیر۔ معنی یہ ہے ہم ان پر رزق کی وسعت مروی ہے۔ آیت

میں ماء عذقا کا ذکر کیا کیونکہ وہ وسعت رزق کا سبب ہے۔

۱۷: لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ (تاکہ اس میں ان کا امتحان کریں) تاکہ ہم ان کو آزمائیں کہ وہ جو انعامات دیئے گئے ہیں ان کا کس طرح شکر یہ ادا کرتے ہیں۔ وَمَنْ يُعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِ (اور جو شخص اپنے پروردگار کی یاد سے روگردانی کرے گا) ذکر سے قرآن مجید یا توحید یا عبادت مراد ہے۔ يَسْأَلُكَ (اللہ تعالیٰ اس کو داخل کریگا)

قراءت: ابو عمرو کے علاوہ عراقی قراء نے یاء سے پڑھا ہے

عَذَابًا صَعَدًا (سخت عذاب) اونچے درجہ کا دکھ صعد ایہ صعد کا مصدر ہے عرب کہتے ہیں صعد صعدا او صعودا اسکو عذاب کی صفت کے طور پر لائے کیونکہ وہ معذب پر چڑھ جائیگا اور غالب آ جائیگا پھر وہ اس کو برداشت نہ کر سکے گا۔ حضرت عمرؓ کے قول کا یہی معنی ہے ماتصعد نی شی ماتصعد تنی خطبة النکاح مجھ پر گراں نہیں گزرتی کوئی چیز جتنا مجھے خطبہ نکاح گراں ہوتا ہے۔

مساجد کا معنی:

۱۸: وَ اَنَّ الْمَسْجِدَ لِلّٰهِ (اور جتنے مسجدے ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ کا حق ہیں) یہ مجملہ دوسری وحی کے یہ بھی وحی آئی ہے یعنی اوحی الی ان المساجد لله المساجد وہ مقام جو اس لیے بنائے جائیں تاکہ اللہ تعالیٰ کیلئے ان میں نماز پڑھی جائے۔ ایک قول یہ ہے ولان المساجد لله فلا تدعو اس لئے کہ مساجد اللہ ہی کیلئے ہیں اور اس کی عبادت کیلئے پس تم ان میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور کسی کو مت پکارو۔ ایک قول یہ ہے المساجد اعضاء سجود۔ پیشانی، گھٹنے، دونوں قدم، فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا۔ (پس تم اللہ کے ساتھ کسی کو مت پکارو)

۱۹: وَ اِنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ (اور جب اللہ تعالیٰ کا خاص بندہ کھڑا ہوتا ہے) عبد اللہ سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں قام نماز کیلئے کھڑا ہونا۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے فاوحی الی لما قال عبد اللہ۔

يَدْعُوهُ (اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کیلئے) اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اور قرآن پڑھتے ہیں۔ آیت میں نبی اللہ یا رسول اللہ کی بجائے عبد اللہ فرمایا۔ کیونکہ یہ نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انتہائی محبوب تھا۔ اور جب یہ آپ کے اپنے کلام میں اپنی ذات کی تعبیر کیلئے آئے تو انتہائی تواضع پر دلالت کرتا ہے۔ نمبر ۲۔ پہلے ہی جو عبد اللہ ہو اس کی عبادت کوئی بعید اور اوپری شئی نہیں یہاں تک کہ یہ ان کے گرد گروہ درگروہ جمع ہو رہے ہیں۔ كَادُوا (قریب ہے کہ جنات) يَكُونُونَ عَلَيْهِ لِبَدًا (اس پر جگمگھنا لگانے والے ہو جائیں) لبد جمع لبدة جماعت ہو جائیں اس پر جماعتوں کی صورت میں اس کی عبادت پر تعجب سے جمع ہونے والے اور ان کے صحابہ کی ہے مثال اقتداء دیکھ کر تعجب کریں اور جو قرآن مجید آپ نے پڑھا ہے اس پر متعجب ہوں کیونکہ انہوں نے یہاں وہ کچھ دیکھا جو پہلے کبھی نظروں میں نہیں آیا۔

۲۰: قُلْ اِنَّمَا اَدْعُو رَبِّي (آپ یہ کہہ دیجئے کہ میں تو صرف اپنے پروردگار کی عبادت کرتا ہوں) اکیلے رب کی۔

قراءت: عاصم و حمزہ کے علاوہ نے قال پڑھا ہے۔

قُلْ إِنِّي لَنْ يُجِيرَنِي مِنَ اللَّهِ أَحَدٌ وَلَنْ أَجِدَ مِنْ دُونِهِ مُلْتَحَدًا ۲۲

آپ فرما دیجئے کہ بلاشبہ مجھے اللہ سے کوئی نہیں بچا سکتا اور میں ہرگز اس کے سوا کوئی پناہ کی جگہ نہیں پا سکتا

إِلَّا بَلَاغًا مِّنَ اللَّهِ وَرِسَالَةً ۖ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ

لیکن اللہ کی طرف سے پہنچانا اور اس کے پیغاموں کو ادا کرنا میرا کام ہے اور جو شخص اللہ کی اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو بیشک اس کے لئے دوزخ کی آگ ہے

خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۖ حَتَّىٰ إِذَا سَأرَ أَوْ أَمَّا يُوعَدُونَ فَيَسْئَلُونَ مَنْ أضعف

وہ اس میں ہمیشہ رہے گا یہاں تک کہ جب اس چیز کو دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے تو اس وقت جان نہیں لے سکتے کہ کس سے مددگار ہوگا

نَاصِرًا وَاقلُّ عَدَدًا ۖ قُلْ إِنْ أَدْرِيْٓ أَقَرِيبٌ مَّا تُوعَدُونَ أَمْ يَجْعَلُ لَهُ

ہیں اور عدد کے اعتبار سے کس کی جماعت کم ہے۔ آپ فرمادیجئے میں نہیں جانتا کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے وہ قریب ہے یا میرے رب نے

رَبِّيْٓ أَمَدًا ۖ عَلِيمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا ۖ إِلَّا مَنِ امْرَأَتْضَىٰ

اس کے لئے کوئی مدت دراز مقرر فرما رہی ہے وہ غیب کا جاننے والا ہے سو اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا ہاں مگر جو کوئی اس کا

مِنْ رَّسُولٍ فَإِنَّهُ يَسْلُكُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ رَصَدًا ۖ لِيَعْلَمَ

ہرگز یہ رسول ہو سو وہ اس کے آگے اور پیچھے محافظ بھیج دیتا ہے تاکہ وہ جان لے

أَنْ قَدْ أَبْلَغُوا رِسَالَتِ رَبِّهِمْ وَأَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَأَحْصَىٰ كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ۖ

کہ انہوں نے اپنے رب کے پیغام پہنچا دیئے اور جو کچھ ان کے احوال ہیں اللہ ان کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور ہر چیز پوری طرح اس کے شمار میں ہے۔

وَلَا أُشْرِكُ بِهِ أَحَدًا (اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا) عبادت میں پھر تم کیوں کرتے اور ٹھٹھ کے ٹھٹھ مجھ پر جمع

ہوتے ہو۔

۲۱: قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا (کہہ دیجئے میں تمہارے ذرا بھر ضرر کا اختیار نہیں رکھتا ہوں) ضراً بمعنی نقصان پہنچانا وَاوَلَا رَشَدًا (اور نہ کسی بھلائی کا) یعنی نفع کا۔

نمبر ۲: الضر سے مراد ہی مراد ہے اس کی دلیل حضرت ابی کی قراءت میں ہے (غياً و لا رشداً) یعنی میں تمہیں نقصان پہنچانے کی نہ طاقت رکھتا ہوں اور نہ نفع پہنچانے کی کیونکہ نافع و ضار اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

۲۲: قُلْ إِنِّي لَنْ يُجِيرَنِي مِنَ اللَّهِ أَحَدٌ (آپ کہہ دیجئے مجھ کو اللہ تعالیٰ سے کوئی نہیں بچا سکتا) اگر میں اس کی نافرمانی کروں تو

مجھ سے اس کے عذاب کو کوئی ہٹا نہیں سکتا یہ اسی طرح ہے جیسا صالح علیہ السلام نے فرمایا فمن ينصرنى من الله ان عصيته
[سورہ ۲۳: ۲۳] وَلَكِنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهِ مُلْتَحِدًا (اور نہ میں اس کے سوا کوئی پناہ پاسکتا ہوں) ملتحدًا جائے پناہ۔

۲۳: اِلَّا بَلَاغًا مِّنَ اللّٰهِ (لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہنچانا)

نحو: نمبر ۱۔ یہ لا املك سے استثناء ہے ای لا املك لكم ضراً ولا رشداً الا بلا غامن الله میں تمہارے لئے ذرہ
بھر سزا ہی اور ہدایت کا مالک نہیں مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے (اس کا پیغام) پہنچانا ہے۔ اور نمبر ۲۔ (قل انى لن يعجزنى) یہ جملہ
معرضہ ہے جو اپنی ذات سے استطاعت کی نفی اور آپ کے بیان عجز کی تاکید ہے۔ نمبر ۳۔ نحو: بلاغاً یہ ملتحداً سے بدل ہے۔
ای لن اجد من دونہ منجى الا ان ابلغ عنه ما ارسلنى به میں ہرگز اس کے سوا کوئی پناہ کی جگہ نہیں پاتا سوائے اس کے کہ
میں اس پیغام کو پہنچا دوں۔ جو اس نے مجھے دے کر بھیجا ہے۔ یعنی مجھے اور کوئی چیز اس کے سوا پناہ نہیں دے سکتی کہ میں اس کے
پیغام کو پہنچا دوں۔ پس یہ بات مجھے نجات دینے والی ہے۔

قول فراء:

یہ شرط اور جزاء ہے استثناء نہیں ہے اور ان یہ لا سے جدا ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے ان لا ابلغ بلاغاً ای ان لم ابلغ لم اجد
من دونہ ملتجاً ولا معجراً لى۔ (اگر میں نہ پہنچاؤں تو اس کے سوا کوئی پناہ گاہ اور نہ پناہ دینے والا اپنے حق میں نہ پاؤں گا) یہ
اسی طرح ہے جیسا کہتے ہیں ان لا قیاماً ففعوداً ان صورتوں میں بلاغ تبلیغ کے معنی میں ہے۔ وَرَسَلْتَهُ (اور اس کے پیغاموں
کو)

نحو: اس کا عطف بلاغاً پر ہے گویا اس طرح کہا گیا لا املك لكم الا التبلیغ والرسالات ای الا ان ابلغ عن الله میں
تمہارے تبلیغ اور پیغاموں کے علاوہ کسی چیز کا مالک نہیں یعنی مجھے یہی اختیار ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دوں۔ پس میں کہتا
ہوں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اپنے قول کو میری طرف منسوب کرتے ہوئے۔ کہ میں اس کے اس پیغام کو بغیر کسی بیشی پہنچا دوں جو پیغام
اس نے مجھے دیا ہے۔

نحو: مِنْ يٰۤاٰلِیٰۤہٗٓ اٰرَافَہٗ جَعَلْنَا لَکُمْ اٰیٰتٍ مِّنْ دُوْنِہٖ لَعَلَّہُمْ یَرْجِعُوْنَ
[التوبہ: ۱۰۱] تقدیر کلام یہ ہے بلاغاً کائناً من اللہ۔

وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ (جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کا کہنا نہیں مانتے) یعنی رسول اللہ ﷺ پر اتارا ہوا حکم قبول نہیں
کرتے کیونکہ من یعص اللہ کو تبلیغ رسالت کے بعد ذکر کیا گیا ہے۔ فَاِنَّ لَہٗ نَارَ جَہَنَّمَ خٰلِدًا فِیْہَا اَبَدًا (تو یقیناً ان لوگوں کے
لئے آتش دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے)

نکتہ: لہ میں ضمیر کو واحد لائے اور خالدین صیغہ جمع کالائے اس کی وجہ من یعص اللہ میں من ہے ایک میں ظاہر کا لحاظ جبکہ
دوسرے میں معنی کا لحاظ۔

اس کے وجود کی حالت میں جیسا کہ وہ اس کو اس کے وجود سے پہلے جانتے ہیں کہ وہ وجود میں آئے گی۔
 نکتہ: مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ میں ضمیر کو واحد لائے اس میں مَنْ کے لفظ کا لحاظ کیا۔ اور ابلغوا میں مَنْ کے معنی کا لحاظ کر کے جمع لائے۔
 وَأَحَاطَ (اور اللہ تعالیٰ احاطہ کیے ہوئے ہیں) بِمَا لَدَيْهِمْ (ان کے تمام احوال کا) یعنی رسولوں کے پاس جو علم ہے۔
 وَأَحْصَى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا (اور اس کو ہر چیز کی گنتی معلوم ہے) بارشوں کے قطروں کی تعداد، ریت کے ذرات کی تعداد،
 درختوں کے پتوں کی تعداد اور سمندروں کے جھاگوں کی مقدار۔ جب وہ یہ سب کچھ ذاتی طور پر جانتا ہے تو پھر رسولوں کے پاس جو
 اس کی بھیجی ہوئی وحی اور اس کا کلام ہے اس کا وہ کیونکر احاطہ کرنے والا نہ ہوگا۔
 مَخْرُوجًا: عَدَدًا یہ حال ہے۔ اور ہر چیز کا علم گنا ہوا اور شمار کیا ہوا ہے۔ نمبر ۲۔ یہ مصدر ہے اور احصاء کے معنی میں ہے۔

الحمد لله سورة جن کا تفسیری ترجمہ بعد العصر مکمل ہوا۔ الحمد لله علی ذالک ۲۷ ربیع الاول ۱۴۲۳ھ۔

سُورَةُ الْمُرْتَمِلِ فَكَيْتٌ وَهِيَ عَشْرُونَ آيَةً وَقَدْ بَارَكْنَا

سورۃ المرتمل مد معظمت میں نازل ہوئی اس میں میں آیات اور درو کو ح ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

يَا أَيُّهَا الْمُرْتَمِلُ ① قُمْ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا ② نِصْفَهُ أَوْ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا ③ أَوْ زِدْ عَلَيْهِ

اے پڑھنے والے رات کو قیام کرو مگر تھوڑی سی رات یعنی آدھی رات یا آدھی سے کچھ کم یا اس سے کچھ زیادہ بڑھا دو

وَمَرَّتِلَ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا ④ إِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا ⑤ إِنَّ نَاشِئَةَ لَيْلِ هِيَ

اور قرآن کو ترتیل کے ساتھ پڑھو بیٹھ جاؤ آپ پر مغرب ایک بھاری کلام ڈالنے والے ہیں۔ بلاشبہ رات کا اٹھنا خوب

أَشَدُّ وَطَأًا وَقَوْمٌ قَلِيلًا ⑥ إِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيلًا ⑦ وَادْكُرْ اسْمَ رَبِّكَ

زیادہ مشقت والا ہے اور اس وقت بات خوب ٹھیک طرح ادا ہوتی ہے۔ بلاشبہ دن میں آپ کو زیادہ کام میں مشغولیت رہتی ہے۔ اور آپ اپنے رب کا نام یاد کرتے رہیں

وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا ⑧ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا ⑨

اور قطعاً تعلق ہے اس کی طرف متوجہ رہیں وہ مشرق و مغرب کا رب ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں سوائے کام سپرد کرنے کے سے صرف اسی کو اپنا کارساز بنا لیں۔

وَأصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا ⑩ وَذَرْنِي وَالْمُكَذِّبِينَ

اور یہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں اس پر مہر کیجئے اور تو بی صورتی کے ساتھ ان سے طہارتی اختیار کیجئے اور مجھے اور ان جھٹلانے والوں کو جو نعت والے ہیں

أُولَى النَّعْمَةِ وَمَهَلْهُمْ قَلِيلًا ⑪

پھیر دیجئے اور انہیں تھوڑے دنوں کی مہلت دیجئے

يَا أَيُّهَا الْمُرْتَمِلُ ① قُمْ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا (اے پڑھنے والے رات کو کھڑے رہا کرو مگر تھوڑی سی رات)

يَا أَيُّهَا الْمُرْتَمِلُ نحو: یہ اصل میں امر تل ہے اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے کپڑوں میں لپٹا ہوا۔ تاء، کوزاء میں ادغام کر دیا۔ نبی

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنے آرام فرماتے تھے پس آپ کو نماز کیلئے اٹھنے کا حکم دیا گیا فرمایا

۲ قُمْ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا (رات کو نماز کیلئے کھڑے رہا کرو مگر تھوڑی سی رات)

۳: نِصْفَةُ (آدھی رات) یہ ایل سے بدل ہے اور الا قلیلاً کا استثناء نصفہ سے ہے تقدیر کلام اس طرح ہے قم نصف الیل الا قلیلاً من نصف الیل۔ آپ آدھی رات اٹھیں مگر نصف لیل سے تھوڑا۔ اَوْ اِنْقُصْ مِنْهُ (یا کم کر دو آدھی رات سے) نصف سے کم۔

قرأت: عاصم و حمزہ کے علاوہ نے اُو کی واؤ کا ضمہ پڑھا ہے۔ قَلِيْلًا (تھوڑا) ثلث لیل تک۔

دو میں ایک کا چناؤ:

۴: اَوْ زِدْ عَلَيْهِ (یا اس سے کچھ بڑھا دو) نصف سے بڑھا دو۔ دو ثلث تک اور مقصود اس سے دو باتوں میں سے ایک کا چناؤ ہے اور وہ دونوں یہ ہیں۔ نمبر ۱۔ نصف سے کم نمبر ۲۔ نصف سے زائد۔ اگر نصف کو قلیلاً سے بدل قرار دیا جائے۔ تو پھر تین چیزوں میں یہ اختیار بنے گا نمبر ۱۔ مکمل آدھی رات کا قیام۔ نمبر ۲۔ اس میں سے کچھ کم قیام۔ نمبر ۳۔ آدھی رات سے زائد قیام۔ باقی نصف کو کل کے مقابلہ میں قلیل کہا گیا۔ ورنہ قلیل کا مطلقاً استعمال نصف سے کم پر آتا ہے اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ جب ایک آدمی نے اپنے متعلق ایک بزار درہم کا اقرار کر کے الا قلیلاً سے استثناء کیا۔ تو اس پر نصف سے زائد رقم لازم ہوگی کیونکہ کل کے مقابلہ میں وہی قلیل ہے۔ وَرَتِلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيْلًا (اور قرآن کو خوب صاف صاف پڑھو) واضح اور جدا جدا۔ الشَّعْرُ الْمُرْتَلُّ ان دانتوں کو کہتے ہیں جو فاصلے والے ہوں۔ نمبر ۲۔ ٹھہر ٹھہر کر حروف کو واضح کر کے پڑھو اور وقف کا لحاظ کرو۔ اشباع حرکات کا خیال کرو۔ ترتیل ارتل کے امر کی تاکید کیلئے لایا گیا ہے کہ قاری قرآن کیلئے ضروری ہے کہ قرآن کو ترتیل سے پڑھے۔

باوجاہت کلام:

۵: اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ (ہم تم پر ڈالنے کو ہیں) عنقریب آپ پر ہم اتاریں گے۔ قَوْلًا ثَقِيْلًا (ایک بھاری کلام) قرآن مجید کیونکہ اس میں اوامر، نواہی ہیں جن کا کرنا مکلفین پر گراں اور بھاری گزرتا ہے۔ نمبر ۲۔ منافقین پر بھاری ہے۔ نمبر ۳۔ ورنہ والا کلام ہے اور وجاہت والا پیغام ہے۔ احمقانہ اور سطحی نہیں ہے۔

رات کو پیدا ہونے والی عبادت:

۶: اِنَّ نَاشِئَةَ الْيَلِّ (پیشک رات کا اٹھنا)

قرأت: ورش کے علاوہ بقیہ نے ہمزہ سے پڑھا۔ ناشئہ: مراد قیام لیل ہے۔

توب ابن مسعود رضی اللہ عنہ

یہ نشاء سے مصدر ہے اذاقام و نهض کے معنی میں ہے اس کا وزن فَاعِلَةٌ ہے جیسے عافية نمبر ۲۔ ایسی عبادت جو رات کو پیدا ہوتی ہے اس لئے ناشئہ کہہ دیا۔ نمبر ۳۔ رات کی گھڑیاں وہ بھی ایک گھڑی کر کے پیدا ہوتی ہے۔

امام زین العابدین رحمہ اللہ:

مغرب و عشاء کے درمیانی نماز پڑھتے اور کہتے یہ ناشائے ایل ہے۔ (گو یا صلوة او امین کو یہ نام دیتے) هِيَ اَشَدُّ وَطْأً (وہ بہت زیادہ موثر ہے روندنے میں) موافقت میں۔

قراءت: وِطَاة شامی، ابو عمرو واطنی سے ہے جس کا معنی موافقت ہے۔ یعنی قیام کرنے والے کا دل زبان سے موافقت کرنے والا ہے۔

قول حسن رحمہ اللہ:

سر وعلانیہ میں خوب موافقت پیدا کرنے والا ہے۔ کیونکہ مخلوق کی ملاقات منقطع ہوتی ہے۔

دیگر قراء نے وِطْنَا پڑھا ہے۔ جس کا معنی بوجھل ہے یعنی نمازی کیلئے دن کی نماز سے زیادہ مشکل ہے کیونکہ یہ نیند کو اس کے اپنے وقت سے بھگاتی ہے۔ آپ ﷺ کے قول میں یہ معنی موجود ہے۔ اللھم اشدد و طاتک علی مضر [رواہ البخاری: ۶۳۹۳، مسلم: ۶۷۵] وَأَقْوَمُ قِيْلًا (اور بات خوب ٹھیک نکلتی ہے) بات میں زیادہ درست اور قراءت میں زیادہ پختہ ہے کیونکہ آوازوں سے سکون اور حرکات کا انقطاع ہوتا ہے۔

۷: إِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا (بے شک تم کو دن میں بہت کام رہتا ہے) اپنے مشاغل اور مہمات میں بہت آنا جانا پڑتا ہے۔ پس رات کو اپنے رب کی عبادت کیلئے فارغ کر لیں۔ نمبر ۲۔ لمبی فراغت ہے نیند اور آرام کیلئے سجا فراغت کے معنی میں ہے۔

۸: وَادْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ (اور اپنے رب کا نام یاد کرتے رہو) دن رات اس کا ذکر کرو۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں تسبیح، تہلیل، تکبیر، نماز تلاوت قرآن، علم دینی پڑھنا سب شامل ہیں۔ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيْلًا (اور سب سے قطع کر کے اسی کی طرف متوجہ رہو) ہر چیز سے منقطع ہو کر اس کی عبادت میں لگو۔ التجلّ اللہ تعالیٰ ہی سے ہر خیر کی امید لگا کر باقی سب سے منقطع ہونا۔ ایک قول یہ ہے کہ دنیا اور جو اس میں ہے تمام کو چھوڑنا۔ اور اللہ تعالیٰ کے پاس جو کچھ ہے اس کی درخواست کرنا۔ تبتیلاً مصدر کو بعد میں زیادہ تاکید کیلئے لائے تقدیر کلام یہ ہے بَتَّلَكَ اللہ فتبتل نمبر ۲۔ فواصل کی رعایت سے مصدر یہاں لائے۔

۹: رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ (وہ مشرق و مغرب کا رب ہے اس کے سوا اور کوئی قابل عبادت نہیں) رب المشرق یہ مبتدأ محذوف کی خبر ہے اسی ہو رب المشرق۔ نمبر ۲۔ یہ مبتدأ اور لا الہ یہ اس کی خبر ہے۔

قراءت: شامی و کوفی نے سوائے حفص کے ربّ المشرق کسرہ سے پڑھا اور ربّك سے بدل قرار دیا۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

حروف قسم کے اضمار سے مجرور ہے جیسا کہ واللہ لا فعلن اور لا الہ یہ جواب قسم ہے جیسے کہتے ہیں۔ واللہ لا أحد فی الدار الا زید۔ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا (تم اسی کو اپنے کام سپرد کرنے کیلئے قرار دیتے رہو) کارساز۔ نمبر ۲۔ کفیل اس وعدے کا جو اس

نے آپ کی نصرت کا فرمایا ہے۔ نمبر ۳۔ جب آپ کو معلوم ہے کہ وہ مشرق و مغرب کا مالک ہے اور اس کے سوا اور کوئی مستحق عبادت نہیں تو اسی ہی کو اپنے امور کیلئے کفایت کرنے والا قرار دو۔

تکتہ فاء: فاء کا فائدہ یہ ہے کہ اس معرفت کے بعد واحد قہار کی بارگاہ میں تمام امور کی تفویض میں ذرہ بھر توقف نہ کرنا چاہیے کیونکہ اقرار کے بعد انتظار کے عذر کی گنجائش نہیں۔

۱۰: وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ (اور یہ لوگ جو جو باتیں کہتے ہیں ان پر صبر کرو) یعنی میرے متعلق اولاد، بیوی جیسی باتیں۔ نمبر ۲۔ آپ کے متعلق جو ساحر و شاعر کا طعنہ دیتے ہیں۔ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا (اور خوبصورتی کے ساتھ ان سے الگ ہو جاؤ) دل کے ساتھ ان سے پہلو تہی اختیار کرو۔ اچھے انداز سے ان کی مخالفت کرتے رہو۔ بدلہ لینا ترک کر دو ایک قول یہ ہے۔ یہ آیت قتال سے منسوخ ہے۔

۱۱: وَذَرْنِي (اور چھوڑ دو مجھے) ان کو میرے سپرد کرو میں جانوں اور وہ جانیں۔ وَالْمُكَذِّبِينَ (اور ان جھٹلانے والوں کو) رُؤسائے قریش۔

نَحْوًا: یہ مفعول معہ ہے نمبر ۲۔ ذرنی پر اس کا عطف ہے ای دعنی و ایا ہم۔ اُولَى النَّعْمَةِ (ناز و نعمت والوں کو) النعمۃ کسرہ نون سے ہو تو انعام اور ضمہ سے ہو تو خوشی۔ وَمَهْلَهُمْ (ان لوگوں کو مہلت دو مہلت دینا) قَلِيلًا (تھوڑے دنوں) یوم بدر تک نمبر ۲۔ قیامت کے دن تک۔

إِنَّ لَدَيْنَا أَنْكَالًا وَجَحِيمًا ۝۱۳ وَطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ ۝۱۴ وَعَذَابًا أَلِيمًا ۝۱۵ يَوْمَ تَرْجُفُ

بیشک توہ سے پائے بیڑیاں ہیں اور دوزخ سے اور گلے میں پھنس جانے والا کھانا ہے اور دردناک عذاب ہے جس دن

الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيبًا مَّهِيلًا ۝۱۶ إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا ۝۱۷

زمین اور پہاڑ ہٹنے لگیں گے اور پہاڑ ریت کا تودہ بن جائیں گے جو ڈھلا جا رہا ہو۔ بلاشبہ ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا

شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا ۝۱۸ فَعَصَىٰ فِرْعَوْنُ الرَّسُولَ

جو تمہارے اوپر گواہ ہے جیسا کہ ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجا۔ سو فرعون نے رسول کی نافرمانی کی

فَأَخَذْنَاهُ أَخْذًا وَبِيلًا ۝۱۹ فَكَيْفَ تَتَّقُونَ إِن كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَجْعَلُ

ہم نے اسے پکڑ لیا سخت پکڑنا۔ سو اگر تم کفر کرو گے تو اس دن سے کیسے بچو گے جو بچوں کو

الْوِلْدَانَ شِيبًا ۝۱۷ السَّمَاءُ مَنفُطْرٌ بِهِ ط ۝۱۸ وَوَعْدُهُ مَفْعُولًا ۝۱۹ إِنَّ هَذِهِ

بڑھاتا ہے۔ آسمان پھٹ جائے گا اس میں اس کا وعدہ کیا ہوا ہے بلاشبہ یہ

تَذِكْرَةٌ لِّمَن شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ۝۱۹

ایک نصیحت ہے جو جس کا حق چاہے اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کرے۔

۱۳، ۱۴: إِنَّ لَدَيْنَا (بیشک ہمارے یہاں) کافروں کیلئے آخرت میں اَنْكَالًا (بھاری بیڑیاں ہیں) جمع نِڪْلٌ۔ وَ جَحِيمًا (اور دوزخ ہے) جلانے والی آگ۔ وَ طَعَامًا ذَا غُصَّةٍ (اور گلے میں پھنس جانے والا کھانا) جو حلق سے چھٹ جائے گا۔ نہ وہ اٹکا جاسکے گا۔ مراد الضریح اور الرقوم ہے۔ وَ عَذَابًا أَلِيمًا (دردناک عذاب) جس کا درد دل تک پہنچنے والا ہے۔ روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اور بے ہوش ہو گئے۔ [رواہ الطبرانی فی تفسیرہ ۱۳۵/۱۳۶]

قول حسن رحمہ اللہ:

وہ درد کی حالت میں تھے۔ افطار کا وقت ہو گیا۔ کھانا لایا گیا۔ اچانک ان کے سامنے یہ آیت آگئی۔ تو فرمانے لگے اس کو اٹھا لو۔ دوسری رات آن پڑی۔ کھانا رکھا گیا پھر یہ آیت زبان پر آگئی تو فرمایا کھانا اٹھا لو۔ اسی طرح تیسری رات کو پیش آیا۔ پھر ثابت بنائی وغیرہ کو خبر دی گئی۔ وہ آئے اور ان کو تسلیاں دیتے رہے۔ یہاں تک کہ انہوں نے ستو کا گھونٹ پیا۔

تذکرہ

۱۳

منظر قیامت:

۱۴: يَوْمَ تَرْجُفُ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ (جس روز زمین اور پہاڑ ہلنے لگیں گے) ترہف سخت حرکت کریں گے۔
 نَحْوُ: یوم، لدینا کے معنی فعل کی وجہ سے منصوب ہے۔ امے استقر للكفار لَدَيْنَا كَذَا و كَذَا یوم۔ ثابت ہو چکا کفار کیلئے
 ہمارے ہاں یہ یہ چیزیں اس دن کو جس دن زمین۔ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيبًا (اور پہاڑ ہو جائیں گے ریت) کثیب ریت کا ٹیلا۔
 یہ کثیب اشئی جمع کرنا سے لیا گیا۔ گویا فعیل بمعنی مفعول ہے۔ مَهِيلاً (رواں) چلنے والی اس کے بعد کہ وہ مجتمع تھی۔
 ۱۵: اِنَّا اَرْسَلْنَا اِلَيْكُمْ (بیشک ہم نے بھیجا تمہاری طرف) اے اہل مکہ رَسُولًا (ایک ایسا رسول) یعنی مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْلَيْكُمْ
 (جو تم پر گواہی دیں گے) جو تمہارے کفر اور تکذیب کی قیامت کے دن گواہی دیں گے۔ كَمَا اَرْسَلْنَا اِلَى فِرْعَوْنَ رَسُولًا
 (جیسا ہم نے فرعون کے پاس ایک رسول بھیجا تھا) یعنی موسیٰ علیہ السلام۔

تذکرہ فرعون:

۱۶: فَعَصَى فِرْعَوْنُ الرَّسُولَ (پھر فرعون نے اس رسول کا کہنا نہ مانا)
 نَحْوُ: نکرہ کو جب معرفہ کی صورت میں لوٹایا جائے تو ثانی بعینہ اول ہوتا ہے۔
 فَآخَذْنَاهُ آخْذًا وَّابِيًا (تو ہم نے اس کو سخت پکڑا پکڑنا) و بیلا: سخت۔ یہاں موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا واقعہ خصوصاً ذکر
 کیا کیونکہ ان کے حالات یہودی زبانی اہل مکہ سنتے رہتے تھے۔
 ۱۷: فَكَيْفَ تَتَّقُونَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا (پس تم کفر کرو گے تو اس دن سے کیسے بچو گے)۔ یوما یہ تقون کا مفعول ہے۔ تقدیر کلام یہ
 ہے: کیف تقون عذاب یوم کذا ان کفرتم ہنا؟ تم اس دن کے عذاب سے کیسے بچو گے اگر تم نے یہاں کفر کیا؟ نمبر ۲۔
 یہ ظرف ہے تقدیر کلام یہ ہے: فكيف لكم التقوى في يوم القيامة ان كفرتم في الدنيا؟ قیامت کے دن تمہارا بچنا کیسے
 ہوگا اگر تم دنیا میں کفر کرو گے؟ نمبر ۳۔ کفرتم کی وجہ سے منصوب ہے اور وہ مجدتم کے معنی میں ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے: فكيف لكم
 تقون الله وتخشونه ان جحدتم يوم القيامة والجزاء؟ لان تقوى الله خوف عقابه۔ تمہارا تقویٰ اور اللہ تعالیٰ
 سے ڈرنا کیسا ہے۔ اگر تم قیامت کے انکاری اور یوم جزاء کو نہیں مانتے کیونکہ اللہ کے تقویٰ کا معنی ہی اس کے عقاب کا خوف ہے۔
 يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيبًا (جو بچوں کو بوڑھا کر دیگا)

نَحْوُ: یہ یوما کی صفت ہے اور ضمیر عائد مخذوف ہے۔ ای فیہ شیبًا اس کے ہول و شدت کی وجہ سے بوڑھے ہو جائیں گے۔
 یہ اس وقت ہوگا جب آدم علیہ السلام کو کہا جائیگا۔ اٹھو اور اپنی اولاد میں سے دوزخ کا حصہ الگ کر لو۔ شیبًا یہ جمع اشیب ہے۔
 ایک قول یہ ہے ڈرانے کیلئے یہ تمثیل ہے جیسا کہا جاتا ہے جب کوئی مشکل ٹائم ہو یوم یشیب نواصی الاطفال آج کے
 دن تو بچوں کی چونیاں سفید ہو جائیں گی۔

۱۸: السَّمَاءُ مُنْفَطِرٌ بِهِ (جس میں آسمان پھٹ جائے گا) دن کی تعریف سختی کے ساتھ فرمائی یعنی کہ آسمان باوجود اپنی عظمت اور مضبوطی کے اس دن پھٹ جائے گا۔ پھر دوسری مخلوق کے حال کا خود اندازہ کر لو؟

نَحْوِ: منفطر کو مذکر اس لیے لائے کہ سماء کی تاویل السقف سے کی۔ نمبر ۲۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے السماء شنی منفطر۔

بِهِ یعنی یوم القيامة۔ وہ اس دن کی سختی اور ہول کی وجہ سے پھٹ جائے گا۔ جیسا کہ چیز اس سے پھٹ جاتی ہے جس سے اس کو پھاڑا جائے۔ كَانَ وَعْدُهُ (بیشک اس کا وعدہ ضرور ہو کر رہے گا) وعدہ مصدر ہے جس کی اضافت مفعول کی طرف کی گئی ہے۔ اور وہ دن ہے نمبر ۲۔ یا فاعل کی طرف ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ مَفْعُولًا (ہونے والا ہے)

۱۹: اِنَّ هٰذِهِ (یہ ایک نصیحت ہے) مشارالیه وہ آیات ہیں جو وعید پر دلالت کر رہی ہیں۔ تَذِكْرَةٌ (ایک نصیحت ہے) فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ اِلٰی رَبِّهِ سَبِيْلًا (پس جس کا جی چاہے اپنے پروردگار کی طرف راستہ اختیار کرے) پس جو چاہے اس سے نصیحت حاصل کرے۔ اور تقویٰ اور خشیت سے اس کی طرف راستہ بنائے۔

إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِنْ ثُلُثِي اللَّيْلِ وَنِصْفَهُ وَثُلُثَهُ وَطَائِفَةٌ

بلاشبہ آپ کا رب جانتا ہے کہ آپ اور آپ کے ساتھ والوں میں سے ایک جماعت رات کے دو تہائی حصہ کے قریب اور آدھی

مِّنَ الَّذِينَ مَعَكَ وَاللَّهُ يُقَدِّرُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۗ عَلِمَ أَنْ لَّنْ نَّحْصُوهُ

رات اور تہائی رات کھڑے رہتے ہیں اور اللہ رات اور دن کو مقدر فرماتا ہے اور اللہ کو علم ہے کہ تم اس کو ضبط نہیں کر سکتے

فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ ۗ عَلِمَ أَنْ سَيَكُونُ مِنْكُمْ مَّرْضَىٰ

سو اس نے تمہارے حال پر مہربانی فرمائی سو تم قرآن سے اتنا حصہ پڑھ لو جو آسانی ہو اسے معلوم ہے کہ تم میں سے مریض آدمی ہوں گے

وَأَخْرُونَ يُضْرَبُونَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ ۗ وَأَخْرُونَ يُقَاتِلُونَ

اور بعض وہ لوگ ہوں گے جو زمین میں سفر کرتے ہیں اللہ کا فضل تلاش کرتے ہیں اور کچھ وہ لوگ ہوں گے جو اللہ کی راہ میں

فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۗ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَ

قَالَ كَرِهَ اللَّهُ قَوْلَهُمْ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۗ سَوَاءٌ لَّكَ مِنَ الْقُرْآنِ فَالِقِ الْوَجْدِ ۗ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَ

أَقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنْفُسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِنْدَ اللَّهِ

اور اللہ کو قرض حسن دیدو اور اپنی جانوں کے لئے جو بھلائی بھیج دو گے اسے اللہ کے پاس پا لو گے

هُوَ خَيْرٌ وَأَعْظَمَ أَجْرًا ۗ وَاسْتَغْفِرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا مِنْ خَيْرٍ عِنْدَ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۚ

اس سے اچھا اور خوب بڑے ثواب والا اور اللہ سے مغفرت طلب کرو بلاشبہ اللہ بخشنے والا ہے اور مہربان ہے۔

۲۰: إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِنْ ثُلُثِي اللَّيْلِ وَنِصْفَهُ وَثُلُثَهُ وَطَائِفَةٌ

قراءت: ادنیٰ اقل کے معنی کیلئے استعارہ لایا گیا ہے۔ کیونکہ جب دو چیزوں میں مسافت قریب ہو جائے تو ان کے درمیان جگہ کم ہو جاتی ہے اور جب فاصلہ زیادہ ہو جائے جگہ زیادہ ہو جاتی ہے۔

مِنَ ثُلُثِي اللَّيْلِ (رات کے دو تہائی) قراءت: ہشام کے علاوہ قراء نے لام کے ضمہ سے پڑھا ہے۔ وَنِصْفَهُ وَثُلُثَهُ (آدھی رات اور تہائی رات)

قراءت ونحو:

یہ دونوں منصوب ہیں۔ اس کا عطف ادنیٰ پر ہے۔ مکی اور کوفی کے نزدیک اور جنہوں نے ان کو جریدی تو انہوں نے اس کا

عطف ثلثی پر کیا ہے۔ وَطَا نِفَةً (اور ایک جماعت) اس کا عطف تقوم کی ضمیر پر ہے اور یہ ضمیر بلا تاکید بھی جائز ہے کیونکہ فاصل تو موجود ہے۔ مِّنَ الَّذِينَ مَعَكَ (ان لوگوں میں سے جو آپ کے ساتھ ہیں۔ یعنی یہ مقدار آپ کے صحابہ کی ایک جماعت قیام کرتی ہے۔ وَاللَّهُ يَقْدِرُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ (اور دن رات کا پورا اندازہ اللہ تعالیٰ ہی کر سکتا ہے) رات، دن کے اندازے کی کسی اور کو قدرت نہیں اور نہ ہی ان کی گھڑیوں کے اوقات کی مقدار کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی جانتا ہے جو کہ اکیلا ہے۔ اسم باری تعالیٰ بقدر کو مبتدأ کے طور پر لایا گیا اور یہی دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ذات تقدیر کے ساتھ خاص ہے۔ پھر صحابہ کرام کا حال یہ تھا کہ وہ قیام کرنے لگے یہاں تک کہ ان کے قدم سوج جاتے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ عَلِمَ أَنْ لَنْ تُحْصَوْهُ (اس کو معلوم ہے کہ تم اس کو ضبط نہیں کر سکتے) ان مقداروں کے مطابق تم مشقت و شدت کے بغیر قیام نہیں کر سکتے اور اس میں تنگی ہے۔ فَتَابَ عَلَيْكُمْ (تو اس نے تمہارے حال پر عنایت کی) پس اس نے تخفیف کردی اور قیام لیل کی فرضیت ساقط کردی۔ فَاقْرَأْ وَ ا (پس تم پڑھ لیا کرو) نماز میں یہاں امر و جوب پر دلالت کرتا ہے۔ یا نماز کے علاوہ اوقات میں۔ اس میں امر کی دلالت ندب پر ہے۔ مَا تيسَّرَ (جتنا تم سے آسانی سے پڑھا جاسکے) مِنَ الْقُرْآنِ (قرآن مجید میں سے) روایت کیا ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ جس نے قرآن مجید میں سے ایک سو آیات ایک رات میں پڑھیں وہ غافلین میں شمار نہ ہوگا اور جس نے دو سو آیات پڑھیں وہ قانتین میں لکھا جاتا ہے۔ ایک قول یہ ہے قرآن سے نماز مراد ہے کیونکہ یہ بھی نماز کا ایک رکن ہے مطلب یہ ہے پس تم اتنی نماز پڑھو جو آسانی سے پڑھ سکتے ہو۔ اور رات کی نماز سے مشکل نہ ہو۔ یہ آیت پہلی آیت کی ناسخ ہے۔ پھر یہ پانچوں نمازوں سے منسوخ ہوگئی۔ پھر نسخ کی حکمت واضح فرمائی کہ مسافروں اور مریضوں اور مجاہدین پر یہ قیام مشکل ہو جائے گا۔ پس فرمایا عَلِمَ أَنْ سَيَكُونُ مِنْكُمْ (اس کو معلوم ہے کہ بعض آدمی تم میں سے)

نَحْوِ: اَنْ يَه اصل میں اِنَّ ہے۔ یہ مخفف من المثلہ ہے اور سین تخفیف کا بدل ہے۔ اور اس کے اسم کو حذف کر دیا ہے۔

مَرْضَى (بیمار ہونگے) پس ان پر قیام لیل انتہائی مشکل ہوگا۔ وَاٰخِرُونَ يَصْرَبُونَ فِي الْاَرْضِ (اور بعض زمین میں سفر کریں گے) يَبْتَغُونَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ (تلاش معاش کیلئے)

نَحْوِ: يَبْتَغُونَ يَه يَصْرَبُونَ کی ضمیر سے حال ہے۔ فضل اللہ سے مراد تجارت سے رزق حاصل کرنا۔ نمبر ۲۔ طلب علم۔

وَاٰخِرُونَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ (اور بعض اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کریں گے) آیت میں تلاش معاش اور مجاہد کے درمیان برابری کی گونگہ کسب حلال بھی جہاد ہے۔

قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ:

جو شخص مسلمان علاقوں سے کوئی چیز مدینہ میں لایا۔ اس حال میں کہ وہ راستے میں صعوبتیں برداشت کرنے والا اور ان میں ثواب کی نیت کرنے والا تھا۔ پھر اس نے اس چیز کو اسی دن کے بھاؤ کے ساتھ فروخت کیا وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں شہداء میں لکھا جاتا ہے۔

قول ابن عمر رضی اللہ عنہما:

اللہ تعالیٰ کے ہاں قتال فی سبیل اللہ کے بعد سب سے افضل موت یہ ہے کہ میں کجاوے پر سوار ہو کر زمین میں سفر کر رہا ہوں۔ اور رزق کو طلب کرنے والا ہوں۔ فَأَقْرَأُ وَأَمَاتِيسِرَ مِنْهُ (پس تم لوگ جتنا قرآن آسانی سے پڑھا جاسکے پڑھ لیا کرو) آسانی کیلئے دوبارہ حکم دے دیا کیونکہ صحابہ کرام اس سلسلے میں بڑے محتاط تھے۔ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ (اور نماز کی پابندی کرو) فرض نمازیں وَأَتُوا الزَّكَاةَ (اور زکوٰۃ دیتے رہو) فرض زکوٰۃ وَأَقْرِضُوا اللَّهَ (اور اللہ تعالیٰ کو قرض دو) نوافل ادا کیا کرو۔ القرض لغت میں کاٹنے کو کہتے ہیں۔ پس قرضہ دینے والا اپنے مال میں اتنا حصہ کاٹ کر دوسرے کو دیتا ہے۔ اسی طرح صدقہ کرنے والا اپنے مال سے اتنی مقدار الگ کر کے اس کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرنے کیلئے مقرر کر لیتا ہے۔ اقرضوا اللہ میں قرضہ کی نسبت اپنی طرف فرمائی تاکہ صدقہ کرنے والا فقیروں پر احسان نہ رکھے کہ میں نے تجھ پر صدقہ کیا ہے اور اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ فقیر اس نیکی میں اس کا معاون ہے اس وجہ سے اس پر کوئی احسان نہیں۔ بلکہ فقیر کا اس پر احسان ہے۔

قَرْضًا حَسَنًا (اچھا قرض) اخلاص کے ساتھ حلال و طیب مال سے وَمَا تَقَدَّمُوا لَأَنْفُسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ (اور جو نیک عمل اپنے لئے آگے بھیج دو گے۔ اس کو پاؤ گے) یعنی اس کا ثواب۔

تَجْو: یہ شرط کی جزاء ہے۔

عِنْدَ اللَّهِ هُوَ خَيْرٌ (اللہ تعالیٰ کے ہاں جو کہ بہت بہتر ہے) اس سے جو تم نے چھوڑ دیا اور پیچھے رہنے دیا خیر ایہ تجدوہ کا دوسرا مفعول ہے اور ضمیر فاعل ہے اور دو معرفوں کے درمیان ضمیر فصل نہ بھی ہو تو درست ہے کیونکہ فعل تفضیل یہ معرفہ کے مشابہ ہے کیونکہ حرف تعریف اس پر نہیں آتا۔ وَأَعْظَمَ أَجْرًا (اور ثواب میں بڑھ کر ہے) ثواب کے لحاظ سے کثرت والا ہے۔ وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ (اور اللہ تعالیٰ سے گناہ معاف کراتے رہو) سینات سے استغفار اور حسنات میں کوتاہیوں سے استغفار دونوں کو شامل ہے۔ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (بیشک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے) وہ غفور ہے تبھی تو گناہ گاروں اور کوتاہی کرنے والوں پر ستاری فرماتا ہے اور رحیم ہے کہ اہل توفیق اور محنت کرنے والوں کے سلسلہ میں تخفیف فرماتا ہے۔

الحمد للہ بعد الفجر سورة المزمل کا تفسیری ترجمہ مکمل ہوا۔ ۲۰-۶-۲۰۰۳

سُوْرَةُ الْمَدَّثَرِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ مِنْ أَسْفَلِ الْقُرْآنِ

یہ سورۃ مدثر ہے جو مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں چھپن آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَأَنْذِرْ ۝ وَرَبِّكَ فَكْبَرٌ ۝ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝

اے کپڑے میں لپٹنے والے اٹھو پھر ڈراؤ اور اپنے رب کی بڑائی بیان کرو اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو

وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝ وَلَا تَمَنَّئْ تَسْتَكْثِرُ ۝ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۝ فَإِذَا

اور بتوں سے علیحدہ رہو اور کسی کو اس غرض سے مت دو کہ زیادہ معاوضہ مل جائے اور اپنے رب کے لئے صبر کیجئے۔ پھر جب

نُقِرَّ فِي النَّاقُورِ ۝ فَذٰلِكَ يَوْمَ يَوْمِ عَسِيرٍ ۝ عَلٰى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرِ سِيْرٍ ۝

صور پھونکا جائے گا سو یہ دن کافروں پر سخت ہو گا آسمان نہ ہو گا

ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا ۝ وَجَعَلْتُ لَهُ مَالًا مَّمْدُوْدًا ۝ وَبَيْنَ يَدَيْهِ رِجْمًا ۝

مجھے اور اس شخص کو رہنے دو جسے میں نے اکیلا پیدا کیا اور اسے میں نے مال دیا جو بڑھتا جا رہا ہے اور اس کے ساتھ رہنے والے بیٹے دیئے

يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَأَنْذِرْ (اے کپڑے میں لپٹنے والے۔ اٹھو پھر ڈراؤ)

روایت جابر رضی اللہ عنہ:

۱: جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں جبل حراء پر تھا کہ مجھے آواز آئی۔ یا محمد! اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ پس میں نے اپنے دائیں بائیں دیکھا تو کوئی چیز نظر نہ آئی۔ پھر میں نے اوپر دیکھا تو اچانک وہ آواز دینے والا فرشتہ آسمان وزمین کے مابین ایک تخت پر بیٹھا تھا۔ پس مجھ پر رعب طاری ہو گیا اور میں خدیجہ رضی اللہ عنہا کی طرف واپس لوٹا۔ اور میں نے کہا مجھے کپڑا اوڑھا دو مجھے کپڑا اوڑھا دو! پس خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو کپڑا اوڑھا دیا۔ پھر جبرئیل علیہ السلام آئے اور یہ آیات پڑھیں: يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ [رواہ البخاری: ۴۹۲۳، مسلم ۱۶۱] اے کپڑوں میں لپٹے ہوئے المدثر دثار سے ہے ہر اس کپڑے کو کہا جاتا ہے جو شععار کے اوپر اوڑھا پہنا جائے۔ الشعار: وہ کپڑا جو جسم سے ملا ہوتا ہے (مثلاً بنیان وغیرہ) یہ اصل میں المدثر ہے ادغام کے بعد المدثر بن گیا (ایک ارشاد میں یہی معنی ہے الناس دثاری والانصار شعاری)

۲: قُمْ (اپنی خوابگاہ سے اٹھو) نمبر ۲۔ عزم و جزم کے ساتھ اٹھو۔ فَأَنْذِرْ (اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراؤ اگر وہ ایمان قبول نہ کریں) نمبر ۲۔ کسی کی تخصیص کے بغیر سکو ڈراؤ۔

ایک قول یہ ہے کہ آپ نے قریش کا ناپسندیدہ رویہ سنا تو غمگین ہو کر سوچ میں کپڑا اوڑھے لیٹ گئے جیسا مغموم کرتا ہے تو آپ کو کہا گیا اے اپنے آپ سے ایذائے کفار کو کپڑے سے ہٹانے والے۔ اٹھو اور اپنے عمل انذار میں مشغول ہو جاؤ خواہ فجار آپ کو ایذا میں دیتے رہیں۔

۳: وَرَبِّكَ فَكَبِّرْ (اور اپنے رب کی بڑائی بیان کرو) یعنی کبریائی کے ساتھ اپنے رب کو خاص قرار دو تکبر و کبریائی تعظیم کو کہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے اپنی نگاہ میں کسی اور کی بڑائی مت لاؤ۔ اور جب غیر اللہ کی طرف سے کوئی بات پیش آئے تو کہو اللہ اکبر۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ روایت میں ہے کہ جب یہ آیت اتری تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ اکبر۔ پھر خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اللہ اکبر کہا اور خوش ہوئیں اور ان کو یقین ہو گیا کہ یہ وحی ہے۔ (ذکرہ الزمخشری فی الکشاف) اور کبھی اس کو نماز کی تکبیر پر بھی محمول کیا گیا ہے۔ اور معنی شرط کی وجہ سے آتی ہے گویا اس طرح کہا گیا۔ وماکان فلا تدع تکبیرہ۔ کچھ بھی ہو کسی حال میں ہو۔ اس کی بڑائی کا اظہار مت چھوڑو۔

کپڑوں کو پاک رکھیں:

۴: وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ (اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھیے) یعنی پانی کے ساتھ اپنے کپڑوں کو نجاست سے پاک کریں کیونکہ نماز اس کے بغیر درست نہیں اور نماز کے علاوہ میں پاک رکھنا اولیٰ ہے۔ نمبر ۲۔ اپنے کپڑوں کو چھوٹا کرو۔ عرب والوں کی اس عادت کی مخالفت کرتے ہوئے۔ کہ وہ کپڑوں کو لمبا رکھتے اور چادروں کے دامن کو زمین پر کھینچتے ہیں اس لئے کہ ایسی حالت میں نجاست سے حفاظت نہیں رہ سکتی۔

نمبر ۳۔ اپنے نفس کو ان افعال سے پاک صاف رکھیے جو افعال نفوس کو میلا کرنے والے ہیں۔ عرب کہتے ہیں: فلان طاهر الثياب۔ جب کہ اس کی تعریف کرتے ہوئے معایب سے اس کو پاک قرار دیں۔ اور کہتے ہیں: فلان دنس الثياب یہ دھوکہ باز ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے جس نے اپنے باطن کو پاک کر لیا وہ اپنے ظاہر کو بھی پاک رکھتا ہے۔

۵: وَالرُّجُزَ (اور بتوں سے) قراءت: یعقوب، بہل، حفص نے ضمہ سے پڑھا ہے جبکہ دیگر قراء نے کسرہ سے پڑھا ہے۔ جس کا معنی عذاب ہے۔ اور یہاں مراد وہ افعال و اعمال ہیں جو عذاب تک پہنچانے والے ہیں۔ فَاهْجُرْ (الگ رہو) اس کے چھوڑنے پر پختگی اختیار کرو۔ کیونکہ آپ ﷺ تو اس سے پاک و صاف تھے۔

اعلیٰ اخلاق کی تلقین:

۶: وَلَا تَمُنُّنْ تَسْتَكْبِرُ (اور کسی کو اس غرض سے مت دو کہ زیادہ معاوضہ چاہو) رفع کے ساتھ تستکثر حال ہونے کی وجہ سے

منصوب اُحِلَّ ہے۔ اِی لَا تَعَطُّ مُسْتَكْثِرًا رَانِيَا لِمَا تَعْطِيهِ كَثِيرًا تَمَّ كَثْرَتِ طَلْبِ كَرْنِ كَيْلِيَّ مَت دُوِيَّ خِيَالِ كَرْتِي هُوِيَّ كِه جُو كُچھ تَم دِي رِي هُوُو كَثِيْرِي هِي۔

نمبر ۲: مَت دُو اِس حَال مِيں كِه تَم اِس سِي زِيَادِه چَاهِنِي وَا لِي هُو جُو تَم نِي دِيَا۔ اِس لِي كِه اُپ كُو اَعْلَى تَرِيْن اِخْلَاقِ كَا حَكْم دِيَا گِيَا هِي۔ اُو رِعْمَدِه تَرِيْن اَدَابِ بَتَلَايِي گِيِي هِيں۔ تَمَنَّنَ يِه مَنِّ عَلِيْهِ سِي بِنَا هِي جَبَكِه وَهُ اِنْعَامِ كَرِي۔ حَسَن نِي لَا تَسْتَكْثِرُ سَكُونِ كِي سَاتِه پڑھا اور اِس كُو جَوَاب نِي قَرَار دِيَا۔

۷: وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ (اور پھر اپنے رب کے واسطے صبر کیجئے) یعنی اس کی ذات کیلئے۔ صبر کا استعمال اللہ تعالیٰ کے اوامر اور نواہی ہیں۔ اور ہر ایک مصبور علیہ ہے یعنی اس پر جسے رہنا ضروری ہے اور مصبور عنہ ہے یعنی اسے اپنا بچانا ضروری ہے۔

نفسیہ صورت:

۸: فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُورِ (پھر جس وقت صور پھونکا جائے گا) نقرنا قور سے نفع صور مراد ہے یہ نفع اولیٰ ہے۔ ایک قول نفع ثانیہ کا ہے۔

۹: فَذَلِكَ اس سے پھونکے جانے کے دن کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ یہ مبتدأ اور يَوْمَ مَيْدِ اس کا بدل ہے۔ يَوْمَ عَسِيرٍ یہ خبر ہے۔

یہ۔ يَوْمَ عَسِيرٍ (پس وہ وقت یعنی وہ دن کافروں پر ایک سخت دن ہوگا) گویا عبارت یہ ہے۔ فَيَوْمَ النِّقْرِ يَوْمَ عَسِيرٍ۔ اور

فَإِذَا كِي فَا سِي هِي۔ اور فَذَلِكَ كِي فَا سِي كِي هِي۔ گویا اس طرح کہا گیا: اصبر على اذاهم فبين ايديهم يوم عسير

يَلْقَوْنَ فِي عَاقِبَةِ اِذَاهُمْ وَ تَلْقَى عَاقِبَةَ صَبْرِكَ عَلَيْهِ تَمَّ اِن كِي اِيْذَاءِ پَر صَبْر كَرُو۔ پس ان کے سامنے سخت تنگی والا دن ہے جس

مِيں وَهُ اِنِي اِيْذَاءِ كَا اِنْجَامِ پَالِيں گِي اور تَمَّ اِس پَر اِنِي صَبْر كَا نَتِيْجِه پَالُو گِي۔ اور فَاذًا مِيں عَامِل وَهُ هِي جِس پَر جَزَاءِ دِلَالَتِ كَر رِي

ہے۔ اِی فَاذًا نَقْر فِي النَّاقُورِ عَسْرًا مَرِي۔ پس جب صور مِيں پھونك مَار دِي جَائِي گِي تُو مَعَامَلِه مَشْكَلِ هُو جَائِي گَا۔

۱۰: عَلَى الْكٰفِرِيْنَ (جس مِيں كَا فَرُوں پَر ذَرَا آسَانِي نِي هُو گِي) اِس كِي تَا كِيْد اِس قَوْل سِي فَرْمَانِي غَيْرُ يَسِيْرٍ (بالكل آسانی نہ ہوگی)

تَا كِه يِه اِعْلَانِ كَر دِيَا جَائِي كِه وَهُ مَوْ مَنُوں پَر آسَانِ هُو گَا۔ نمبر ۲۔ عَسِيْر كَا مَطْلَب يِه هِي كِه اِس مِيں اَمِيْد نِي هُو گِي وَهُ آسَانِي كِي طَرَف لُو ت

جَائِي جِيَا كِه مَشْكَلِ كِي آسَانِ هُونِي كِي دُنْيَا مِيں اَمِيْد كِي جَائِي هِي۔

وليد بن مغيرة کا حال:

۱۱: ذَرْنِيْ وَ مَنِّ خَلَقْتُ وَ حِيْدًا (مجھ کو اور اس شخص کو رہنے دو) یعنی اس کو میرے سپرد کرو مراد اس سے وليد بن المغيرة ہے۔ اس

كَا تَقْبِ اِنِي قَوْمِ مِيں وَ حِيْدِي تَقَا۔

حَدِيْدًا وَ مَنِّ خَلَقْتُ يِه مَعْظُوْفِ يَا مَفْعُوْل مَعْدِي هِي۔ وَ حِيْدًا يِه ذَرْنِي كِي يَاءِ سِي حَالِ هِي۔ اِی ذَرْنِي وَ حَدِي مَعْدِي فَا نِي

اَكْتَمِيْتِ اَمْرِه بَجْحِي اَسِيَا اِس كِي سَاتِه چھوڑ دو پس مِيں تَمْبَارِي طَرَف سِي اِس كِي لِي كَا فِي هُوں۔ يَا خَلَقْتُ كِي تَاءِ سِي حَالِ هِي

اِی

ثُمَّ قَاتِلْ كَيْفَ قَدَرًا ۲۰ ثُمَّ نَظَرَ ۲۱ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ۲۲ ثُمَّ أَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ۲۳

پھر اس پر خدا کی مار ہو کیسی بات تجویز کی ' پھر اس نے دیکھا پھر منہ بنایا اور زیادہ منہ بنایا ' پھر منہ پھیرا اور تکبر ظاہر کیا

فَقَالَ إِنَّ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ يُؤْتَىٰ ۲۴ إِنَّ هَذَا إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ۲۵

پھر بولا کہ یہ تو ایک جادو ہے جو منقول ہوتا ہوا آ رہا ہے یہ کچھ نہیں مگر آدمی کا کلام ہے

مراد ہے۔ عَنِيدًا (عناد اور ضد سے انکار کرنے والا)۔ یہ بطور استیناف کے ردع کی تعلیل بیان کی گئی ہے گویا کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے۔ وہ کیوں اضافہ نہیں کرتا؟ تو جواب دیا گیا کیونکہ وہ منعم کی آیات کا انکاری ہے۔ اور اس سے اس نے کفران نعمت کیا ہے اور کافراضافے کا مستحق نہیں۔

۱۷: سَارُ هِفْهَهُ صَعُوْدًا (ہم عنقریب اس کو دوزخ کے پہاڑ پر چڑھائیں گے) ہم عنقریب اس کو ڈھانک لیں گے مشکل چڑھائی والی گھائی سے۔ حدیث میں ہے کہ الصعود یہ آگ کا پہاڑ ہے۔ جس پر وہ ستر (۷۰) خریف چڑھے گا اس سے اتنا ہی اترے گا اسی طرح وہ کرتار ہے گا۔ [رواہ الترمذی: ۳۳۲۶]

قرآن کے متعلق اس کی بدزبانی:

۱۸: إِنَّهُ فَكَّرَ (اس شخص نے سوچا) یہ وعید کا سبب بتایا گیا۔ گویا اللہ تعالیٰ نے غناء و عزت کے بعد جلدی سے فقر و ذلت میں اس کو اس کے عناد کی وجہ سے کیا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو آخرت میں سخت عذاب دیں گے کیونکہ وہ عناد میں انتہاء کو پہنچا ہوا تھا۔ اور اس نے قرآن مجید کا نام سحر رکھا یعنی اس نے سوچا پھر قرآن مجید میں کیا رائے زنی کی ہے۔ وَقَدَّرَ (اور اس نے ایک بات تجویز کی) اس نے اپنے دل میں تیاری کی اور اندازہ کیا۔

۱۹: فَقَاتِلْ كَيْفَ قَدَرًا (پس اس پر اللہ تعالیٰ کی مار ہو کہ اس نے کیسی بات تجویز کی) قَاتِلْ۔ یہ لعن کے معنی میں ہے اور کیف قدر میں اس کے اندازے اور تجویز پر اظہار تعجب کیا گیا۔

۲۰: ثُمَّ قَاتِلْ كَيْفَ قَدَرًا (پھر اس پر اللہ تعالیٰ کی مار ہو اس نے کیسی تجویز کی) اس کو تاکید کیلئے دوبارہ لائے اور ثم لائے تاکہ یہ معلوم ہو کہ دوسری دعا اول سے زیادہ بلیغ ہے۔

۲۱: ثُمَّ نَظَرَ (پھر دیکھا) لوگوں کے چہروں کو یا اس میں جو اس نے اندازہ کیا۔

۲۲: ثُمَّ عَبَسَ (پھر منہ بنایا) ترش روئی اختیار کی۔ وَبَسَرَ (اور زیادہ منہ بنایا) ترش روئی اور تیوری میں زیادتی اختیار کی۔

۲۳: ثُمَّ أَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ (پھر منہ پھیرا اور تکبر ظاہر کیا) ادبر حق سے منہ موڑا اور بڑائی ظاہر کی۔ نمبر ۲۔ اپنے مقام سے پیچھے ہٹا اور بات میں متکبرانہ طرز اختیار کی۔ ثم نظر کا عطف فکر اور قدر پر ہے۔ اور جملہ دعائیہ تو معترضہ ہے اور معطوفات یہاں کثرت سے

لائے تاکہ واضح کر دیا جائے کہ ان افعال میں فاصلہ تھا۔

۲۴: فَقَالَ اِنْ هَذَا اِلَّا سِحْرٌ يُؤْتَرُ (پھر بولا یہ تو منقول جادو ہے) اِنْ یہاں مَا کے معنی میں ہے اِی مَا هَذَا۔ یُوْتَرُ وہ جو جادو گروں سے منقول چلا آ رہا ہے۔

ولید کا پہلا قول:

روایت میں ہے کہ ولید نے بنی مخزوم کو کہا۔ واللہ لقد سمعت من محمد انفا کلاما ماہو من کلام الانس ولا من کلام الجن ان له لحلاوة وان عليه لطلاوة، وان اعلاه لمثمر وان سفله لمغدق وانه یعلو ما یعلی۔ اللہ کی قسم میں نے محمد (ﷺ) سے ابھی ایک ایسا کلام سنا ہے۔ جو نہ انسان کا کلام ہے اور نہ جن کا اس میں عجیب چاشنی اور رونق ہے وہ ایک ایسے درخت کی طرح ہے جس کی چوٹی ثمر آفرین اور نچلا حصہ خوشہ دار ہے اور وہ غالب آئے گا مغلوب نہ ہوگا قریش کہنے لگے اللہ کی قسم ولید صابی ہو گیا۔

ابو جہل کی چال:

اس پر ابو جہل کہنے لگا وہ ولید کا بھتیجا لگتا ہے میں تمہاری مصیبت حل کر دوں گا یہ کہہ کر ابو جہل ولید کے پاس گیا۔ اور غمگین اس کے پاس جا بیٹھا اور اس سے ایسی باتیں کیں جنہوں نے اسے گرم کر دیا پس ولید لوٹ کر ان کے پاس آیا اور کہنے لگا۔ قریش کا گمان یہ ہے کہ محمد مجنون ہے کیا تم نے اس کو کبھی گلا گھونٹے ہوئے دیکھا اور قریش کہتے ہیں کہ وہ کاہن ہے کیا تم نے کبھی اس کو کہانت کرتے دیکھا؟ لوگوں کا یہ گمان ہے کہ وہ شاعر ہے کیا تم نے اس کو شعر بناتے دیکھا۔ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ وہ کذاب ہے کیا تم نے اس کے بارے میں ذرہ بھر جھوٹ کا کبھی تجربہ کیا۔ انہوں نے ان تمام باتوں کے جواب میں کہا؟ اللہ کی قسم ان میں سے کوئی بات نہیں۔ پھر لوگوں نے کہا پھر تم ہی بتاؤ کہ وہ کیا ہے؟ پس اس نے سوچا پھر کہنے لگا وہ تو ایک جادوگر ہے کیا تم نے اس کو دیکھا نہیں کہ وہ بیوی اور میاں اور باپ بیٹے اور اس کے رشتہ داروں کے مابین تفریق پیدا کرتا ہے۔ اور جو وہ کہتا ہے وہ ایک منقول جادو ہے۔ جو میلہ اور اہل بابل سے چلا آ رہا ہے پوری محفل سن کر گرم جوشی سے باغ باغ ہو گئی اور اس کی باتوں پر متعجب ہو کر سب لوٹ گئے۔ فقال میں فاء اس بات کی دلیل ہے یہ کلمہ جو نبی اس کے دل میں گزرا اس نے بلا توقف بول دیا۔

۲۵: اِنْ هَذَا اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ (بس یہ تو آدمی کا کلام ہے)

نحو: ان دونوں جملوں کے درمیان عاطف کا ذکر نہیں کیا کیونکہ دوسرا جملہ پہلے کی تاکید کے قائم مقام ہے۔

سَأُصَلِّيهِ سَقَرًا ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا سَقَرٌ ۝ لَا تُبْقِي وَلَا تَذَرُ ۝ لَوَّاحَةٌ

میں عقیقہ سے دوزخ میں داخل کروں گا اور اے مخاطب تجھے کچھ خبر ہے کہ دوزخ کیا ہے نہ وہ باقی رہنے دے گی اور نہ چھوڑے گی وہ بدن کی حیثیت کو

لِلْبَشَرِ ۝ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ۝ وَمَا جَعَلْنَا أَصْحَابَ النَّارِ إِلَّا مَلَائِكَةً

بگاڑ دینے والی ہے اس پر انیس فرشتے مقرر ہوں گے۔ اور ہم نے دوزخ کے کارکن صرف فرشتے بنائے ہیں

وَمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمُ إِلَّا فِتْنَةً لِلَّذِينَ كَفَرُوا لِيَسْتَيَقِنَ الَّذِينَ أُوتُوا

اور ہم نے جو ان کی تعداد رکھی ہے صرف اس لئے کہ کافروں کے لئے فتنہ کا ذریعہ بنیں تاکہ اہل کتاب یقین آریں

الْكِتَابَ وَيَزِدَّ الَّذِينَ آمَنُوا إِيمَانًا وَلَا يَرْتَابَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ

اور ایمان والوں کا ایمان اور بڑھ جائے اور شک نہ کریں اہل کتاب

وَالْمُؤْمِنُونَ وَلَيَقُولَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ وَالْكَافِرُونَ مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ

اور اہل ایمان اور تاکہ وہ لوگ یوں کہیں جن کے دلوں میں مرض ہے اور جو لوگ کافر ہیں کہ اللہ نے اس عجیب

بِهَذَا امْتِحَانًا كَذَلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي مَن يَشَاءُ ۝ وَمَا

مضمون سے کیا ارادہ فرمایا اللہ ایسے ہی گمراہ کرتا ہے جسے چاہے اور ہدایت دیتا ہے جسے چاہے اور آپ کے

يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ وَمَا هِيَ إِلَّا ذِكْرَى لِلْبَشَرِ ۝

رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ نہیں ہے مگر ایک نصیحت انسانوں کے لئے۔

۲۶: سَأُصَلِّيهِ سَقَرًا (میں اس کو جلد دوزخ میں داخل کروں گا)

نَجْوًا: یہ سارہرقہ صعوداً سے بدل ہے۔ سَقَرٌ: جہنم کا نام ہے۔ نَجْوًا: تعریف و تائید کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔

۲۷: وَمَا أَدْرَاكَ مَا سَقَرٌ (اور تم کو کچھ خبر ہے کہ دوزخ کیسی چیز ہے۔ اس میں قیامت کی ہولناک حالت سے ڈرایا گیا ہے۔

۲۸: لَا تُبْقِي وَلَا تَذَرُ (وہ نہ تو باقی رہنے دے گی اور نہ چھوڑے گی) یعنی وہ نہ تو گوشت کو باقی رہنے دی گی اور نہ ہڈیوں کو

چھوڑے گی۔ نمبر ۲۔ وہ کسی چیز کو باقی نہیں چھوڑتی جو اس میں ڈالی جائے بلکہ اس کو ہلاک کر ڈالتی ہے۔ وہ کسی ہلاک ہونے والے کو

نہ چھوڑے گی بلکہ جس طرح ہلاکت سے پہلے تھا اسی طرح لوٹ آئے گا۔

۲۹: لَوَّاحَةٌ لِلْبَشَرِ (وہ بدن کی حیثیت بگاڑ دے گی)

نَحْوُ: یہ مبتدأ محذوف ہی کی خبر ہے ای ہی لواحة للبشر۔ بشر جمع بشرة کی ہے بمعنی ظاہری جلد۔ وہ آگ ان کھالوں کو سیاہ کر ڈالے گی یا جلادے گی۔

جہنم کے امین فرشتے:

۳۰: عَلِيْهَا (دوزخ پر) تِسْعَةَ عَشَرَ (انیس فرشتے) جو ان کے کام کے ذمہ دار ہونگے۔ عند الجمہور: انیس فرشتے ایک قول یہ ہے انیس قسم کے فرشتے ایک اور قول انیس صفیں فرشتوں کی ایک قول یہ بھی ہے صرف نگران۔

۳۱: وَمَا جَعَلْنَا اَصْحَابَ النَّارِ (ہم نے دوزخ کے کارکن بنائے ہیں) نگرانِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً (فرشتے ہی) کیونکہ جن کو عذاب دیا جا رہا ہے۔ ان کی جنس ان سے مختلف ہے سزا کے وقت ان کو نرمی اور رقت نہ ہوگی کیونکہ تمام مخلوق میں وہ سب سے زیادہ سخت مزاج پیدا کیے گئے۔ ان میں ایک کو جن و انس تمام کے برابر قوت حاصل ہے۔ وَمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ (اور ہم نے ان کی تعداد جو ایسی رکھی ہے) یعنی انیس عددًا اِلَّا فِتْنَةً (وہ کافروں کی گمراہی کا ذریعہ ہے) فتنہ ابتلاء و امتحان۔ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا (کافروں کے لئے) یہاں تک کہ ابو جہل اس تعداد کو سن کر کہنے لگا۔ تم اتنا جھمکتا ہو تو دس دس مل کر بھی ایک کونہ پڑ سکو گے؟ اس پر مجمع میں سے ابو الاسد یہ اجتہادی مضبوط پہلو ان تھا بولا میں سترہ کو اکیلا سنبھال لوں گا پس تم دو کو سنبھال لینا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ وَمَا جَعَلْنَا اَصْحَابَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً ہم نے ان کو جنس کے مرد نہیں بنایا کہ تم ان پر قابو پا سکو۔

جہنم کے ان نگران فرشتوں کی تعداد کو خاص کرنے کے متعلق کہا گیا باوجود کہ تعداد میں علت مطلوب نہیں ہوتی چھ فرشتے تو تمام کفار کو آگ کی طرف ہانک کر لے جائیں گے اور چھ فرشتے کھینچ کر آگ کی طرف لانے والے ہونگے۔ اور چھ فرشتے ان کو لوہے کی گرزوں سے مارنے والے ہونگے اور ایک مالک ہے وہ جہنم کا چابی بردار ہے۔ وہ ان تمام کا سردار ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ جہنم کے انیس طبقات ہیں اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ہر ایک طبقہ پر ایک فرشتہ مقرر فرمایا ہے۔ ایک اور قول ہے کفار کو جہنم میں انیس رنگوں کا عذاب دیا جائے گا۔ اور ہر رنگ کے عذاب پر ایک فرشتہ مقرر ہے۔

ایک قول یہ ہے:

جہنم کی حفاظت کیلئے زمین کی طرح حفاظتی انتظام کیا گیا۔ اس میں بھی پہاڑ پیدا کیے گئے۔ اور ان پہاڑوں کی تعداد انیس ہے اگر چہ ان کی اصل ایک سو نوے ہے دوسرے انہی سے نکلتے ہیں۔

لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ (اس لئے تاکہ اہل کتاب یقین کر لیں) کیونکہ یہ انیس کی گنتی تورات و انجیل میں ہے پس جب وہ قرآن سے وہی بات سنیں گے تو ان کو یقین آجائے گا۔ کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتارا گیا ہے۔ وَيَزِدَادَ الَّذِينَ اٰمَنُوْا اِيْمَانًا (اور ایمان والوں کا ایمان اور بڑھ جائے) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر۔

نَحْوُ: اس کا عطف لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِينَ اٰمَنُوْا پر ہے۔

اِيْمَانًا: اسلئے کہ اس سے ان کی تصدیق ہو جائے گی جیسا کہ انہوں نے جو کچھ اتارا گیا ہے اس کی تصدیق کی ہے۔ نمبر ۲۔
ان کے یقین میں اضافہ ہو جائے گا کیونکہ ان کی کتاب اہل کتاب کے موافق ہوگی۔ وَلَا يَرْتَابَ الَّذِينَ اُوتُوا الْكِتَابَ
وَالْمُؤْمِنُونَ (اور اہل کتاب اور مؤمنین شک نہ کریں)

نَجْوًا: اس کا بھی عطف ماقبل پر ہے اس میں استیقان اور زیادت ایمان ہونے کی تاکید ہے کیونکہ از دیاد اور استیقان شک کے نہ
ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ پھر لیستقین پر یقول الذین کو بھی عطف کیا گیا۔

وَلِيَقُولَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ وَالْكَافِرُونَ (اور تاکہ جن لوگوں کے دلوں میں مرض ہے اور کافر لوگ کہنے لگیں)
مرض سے مرض نفاق مراد ہے۔ وَالْكَافِرُونَ اس سے مشرکین مراد ہیں۔

سوال: یہ سورت مکہ ہے اور نفاق تو مدینہ میں جا کر ظاہر ہوا۔

جواب: اس کا معنی یہ ہے اور تاکہ کہیں وہ منافق لوگ جن کا ظہور عنقریب ہجرت کے بعد مدینہ میں ہوگا۔ اور کافر جو مکہ میں ہیں۔

مَاذَا ارَادَ اللَّهُ بِهَذَا مَثَلًا اس صورت میں اخبار غیب کی طرح یہ ایک خبر ہے اور اس طرح سورت کا مکہ ہونا چنداں مضر
نہ رہا۔ ایک قول یہ ہے کہ مرض سے ریب و شک کا مرض مراد ہے۔ کیونکہ اہل مکہ کی اکثریت شک میں مبتلا تھی۔ مثلاً۔ نَجْوًا: یہ
ہذا کی تیسرے نمبر ۲۔ حال ہے۔ جیسا کہ اس ارشاد میں ہے هَذِهِ نَاقَةٌ لَكُمْ اِيَّةٌ [الاعراف ۷۳] جب گنتی کا آیت میں آجانا ان
کو انتہائی عجیب معلوم ہوا۔ تو اس جیسی باتیں اس لائق ہوتی ہیں کہ ان کو خود پاؤں لگ جائیں اور امثال کے طور پر لوگ اس کو مثلاً
نام رکھ دیں۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا اللہ تعالیٰ کو اس عجیب گنتی سے کیا منظور و مقصود ہے؟ اور کیا مطلب ہے اس نے ملائکہ
کی تعداد انیس مقرر کی نہ زیادہ کہ بیس کرتے نہ کم۔

کفار کا مقصد:

ان کی اصل غرض ان باتوں سے انکار تھا۔ اور یہ کہنا تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں ہے اگر یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہوتا تو یہ ناقص
عدد نہ لایا جاتا۔ كَذَلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ مَنْ يَشَاءُ (اسی طرح اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے) کاف منصوب ہے۔ اور
ذکر سے اضلال و ہدایت کے اس معنی کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے جو پہلے مذکور ہے۔ یعنی اس مذکور اضلال و ہدی کی طرح۔
اضلال منافقین و مشرکین کا یہاں تک کہ انہوں نے کہا جو جو کہا۔ اور ہدایت ایمان والوں کی بڑھی اس لئے کہ انہوں نے اس کی
تصدیق کی اور اس میں حکمت کو دیکھا۔ اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں اپنے بندوں میں سے گمراہ کرتے ہیں۔ اور وہ وہی ذات ہے
جس کی طرف سے ضلال و ہدایت کا اختیار کرنا معلوم ہے۔

اس میں دلیل ہے کہ افعال عباد کا خالق وہی ہے آیت میں اللہ تعالیٰ کی صفت اضلال و اہتداء سے کی گئی ہے۔ جب ابو جہل
نے یہ کہا کہ یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رب کے صرف انیس مددگار و معاون ہیں۔ تو یہ آیت نازل ہوئی وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ (اور
تیرے رب کے لشکروں کی کثرت تعداد کو کوئی نہیں جانتا) اِلَّا هُوَ (مگر وہی) پس اس کے لئے نگرانوں کا بڑھا کر بیس (یا بیس

كَلَّا وَالْقَمَرَ ۚ وَاللَّيْلَ إِذَا دَبَّرَ ۚ وَالصُّبْحَ إِذَا أَسْفَرَ ۚ إِنَّهَا إِحْدَى الْكُبْرَى ۚ

بالحقیق قسم ہے چاند کی اور رات کی جب وہ جانے لگے اور قسم ہے صبح کی جب وہ روشن ہو جائے بلاشبہ یہ دوزخ بڑی بھاری چیزوں میں سے ایک ہے

نَذِيرًا لِلْبَشَرِ ۚ لِمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ أَنْ يَتَقَدَّمَ أَوْ يَتَأَخَّرَ ۚ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا

جو انسان کے لئے ہوا ڈراوا ہے تم میں سے جو شخص آگے بڑھے اس کے لئے بھی یا جو پیچھے ہے اس کے لئے بھی ہر شخص اپنے اعمال کے

كَسَبَتْ رَهِيْنَةً ۚ إِلَّا أَصْحَابَ الْيَمِيْنِ ۚ فِي جَدَّتِ تَشَاءُ لَوْنٌ ۚ عَنِ

بدلہ مرہون ہو گا سوائے اصحاب یمن کے کہ وہ بہشتوں میں ہوں گے بحرین کے بارے میں دریافت کرتے

الْمُجْرِمِيْنَ ۚ مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرٍ ۚ قَالَوَالْمَنْكَرُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ۚ وَلَمْ نَكُ

ہوں گے تمہیں کس چیز نے دوزخ میں داخل کیا وہ کہیں گے کہ ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہ تھے اور ہم مسکین کو

نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ۚ وَكُنَّا نَحْوُ مَعَ الْخَائِضِيْنَ ۚ وَكُنَّا نَكْذِبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۚ

کھانا نہیں کھلاتے تھے اور مشغلہ رکھنے والوں کے ساتھ مشغلہ رکھتے تھے اور بدلہ کے دن کو جھٹلاتے تھے

ہزار) کرنا کوئی مشکل نہیں۔ مگر اس عدد میں خاص حکمت ہے جس کو تم نہیں جانتے۔ وَمَاهِي (اور وہ دوزخ صرف) یہ سقر کے وصف سے متصل ہے۔ اور ہی اس کی ضمیر ہے تقدیر کلام یہ ہے: وما سقر و صفتها اور دوزخ جس کا وصف میں نے بیان کیا وہ صرف اِلَّا ذِكْرًا لِلْبَشَرِ (وہ آدمیوں کی نصیحت کیلئے ہے) انسانوں کے لئے نصیحت ہے نمبر ۲۔ ضمیر ان آیات کی طرف لوٹی ہے جو اس میں مذکور ہوئیں۔

۳۲: كَلَّا (بالتحقیق) یہ انکار ہے اس کے بعد کہ اس کو نصیحت بنایا۔ ان کو نصیحت کیسے آئے گی وہ تو نصیحت حاصل کرنا نہیں چاہتے۔ وَالْقَمَرَ (اور قسم ہے چاند کی) چاند کے منافع بہت زیادہ ہونے کی وجہ سے اس کی قسم کھائی۔

۳۳: وَاللَّيْلِ إِذَا دَبَّرَ (اور قسم ہے رات کی جب وہ جانے لگے)

قرآءت: نافع، حفص، حمزہ، یعقوب، خلف نے اذا دبر پڑھا ہے۔ اور دیگر قراء نے اذا دبر پڑھا ہے۔ اور دبر اور ادب دونوں کا معنی جانا اور پیٹھ پھیرنا ہے۔ ایک قول یہ ہے ادب منہ پھیرنا، جانا اور دبر دن کے بعد آنا۔

۳۴: وَالصُّبْحِ إِذَا أَسْفَرَ (اور قسم ہے صبح کی جب وہ روشن ہو جائے) اسفر روشن ہونے کے معنی میں ہے اور جواب قسم انہا لِاحْدَى الْكُبْرَى ہے۔

۳۵: إِنَّهَا (بیشک وہ دوزخ) لِاحْدَى الْكُبْرَى (بڑی بھاری چیز ہے) کبر یہ جمع کبریٰ کی ہے یعنی مصیبتوں میں سے ایک مصیبت

مع ۱۶

ہے۔ نمبر ۲۔ بڑی تباہیوں میں سے ہے اور لاحدی کہ ان میں سے ایک ہے کا مطلب یہ ہے کہ یہ ان کے درمیان ایک بڑی بھاری چیز ہے۔ کہ جس کی کوئی نظیر و مثال نہیں ہے۔ جیسا کہتے ہیں: هو احد الرجال وھی احدی النساء یعنی وہ عظیم آدمی اور عظیم عورت ہے۔

۳۶: نَذِيرًا لِلْبَشَرِ (انسان کیلئے بڑا ڈراوا ہے)

۳۷: لِمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ اَنْ يَتَقَدَّمَ اَوْ يَتَاخَّرَ (تم میں سے جو آگے کو بڑھے اس کے لئے بھی اور جو پیچھے کو ہٹے اس کے لئے بھی) لام جارہ کا اعادہ کیا گیا ہے۔ ان سے تقدم سے مراد خیر کی طرف بڑھنا۔ او تاخر کا معنی خیر سے پیچھے ہٹنا۔ قول الزجاج: اللہ تعالیٰ نے جو حکم دیا یا منع کیا اس کی طرف بڑھنا اور پیچھے ہٹنا مراد ہے۔

۳۸: كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ (ہر شخص اپنے اعمال کے بدلے میں محبوس ہوگا) رھینہ یہ رہن کی مؤنث نہیں ہے۔ جو اس ارشاد میں آیا ہے کل امری بما کسب رھین [الطور: ۲۱] کیونکہ نفس مؤنث ہے اگر صفت مراد ہوتی تو رھین کہا جاتا کیونکہ فاعیل مفعول کے معنی میں ہے۔ اور اس وزن میں مذکر مؤنث برابر ہے۔ یہ اسم بمعنی الرھن کے ہے۔ جیسا کہا المشتیمہ بمعنی اشم ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا کل نفس بما کسبت رھن معنی یہ ہے۔ ہر نفس اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے اعمال کے بدلے رہن رکھا ہوا ہے۔ وہ اس سے آزاد نہیں ہے۔

۳۹: اِلَّا اَصْحَابَ الْيَمِيْنِ (مگر دائیں والے) یعنی مسلمانوں کے بچے کیونکہ ان کے کوئی اعمال ہی نہیں جن کے بدلے میں وہ رہن رکھے جائیں۔ نمبر ۲۔ الا المسلمین تمام مسلمان کیونکہ انہوں نے اطاعت کر کے اپنی گردنوں کو آزاد کر لیا۔ جیسا کہ حق کی ادائیگی سے رہن اپنے رہن سے چھوٹ جاتا ہے۔

۴۰، ۴۱: فِیْ جَنَّتٍ یٰۤهٰمُ مَبْتَدَاۤءِ خَبْرٍ ہٰی ہم فی جنات (ایسے باغات میں) جن کی حقیقت بیان میں نہیں آسکتی۔ یَتَسَاۤءَ لَوْنٌ عَنِ الْمُجْرِمِیْنَ (وہ مجرموں کا حال پوچھتے ہوں گے) ایک دوسرے سے ان کے متعلق پوچھیں گے۔ نمبر ۲۔ دوسروں سے ان کے متعلق دریافت کریں گے۔

۴۲: مَا سَلَکْکُمْ فِیْ سَقَرٍ (کہ تم کو دوزخ میں کس بات نے داخل کیا)

سوال: یہ اعتراض نہیں کیا جاسکتا ماسلککم۔ یہ یتساء لون عن المجرمین کے مطابق نہیں کیونکہ یہ تو خود مجرمین سے سوال ہے اس کے مطابق تو اس طرح ہوتا: یتساء لون المجرمین ماسلککم؟

جواب: کیونکہ ماسلککم۔ ان کے متعلق باہمی تساؤل کا بیان نہیں ہے۔ بلکہ یہ مسؤلین کے قول کو دکاتیہ ذکر کیا گیا ہے کیونکہ مسؤلین، سوال کرنے والوں کو وہ ذکر کریں گے جو ان کے اور مجرمین کے درمیان پیش آیا پس وہ کہیں گے کہ ہم نے ان سے سوال کیا کہ ماسلککم فی سقر؟ کہ تم کو دوزخ میں کیا چیز لائی تو جواب میں انہوں نے کہا لم نک من المصلین ہم تو نماز نہ پڑھتے تھے۔ البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ مختصر کر دیا جیسا قرآن مجید کا طریق ہے۔ ایک قول یہ ہے عن زائدہ ہے اس صورت میں

حَتَّىٰ آتَيْنَا الْيَقِينَ ۚ ﴿٤٧﴾ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّفِيعِينَ ۚ ﴿٤٨﴾ فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكَرَةِ

یہاں تک کہ ہمارے پاس موت آگئی ' سو ان کو سفارش کرنے والوں کی سفارش کام نہ دے گی ' سو انہیں کیا ہوا کہ نصیحت سے روگردانی

مُعْرِضِينَ ۚ ﴿٤٩﴾ كَانَهُمْ حَمْرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ ۚ ﴿٥٠﴾ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ۚ ﴿٥١﴾ بَلْ يُرِيدُ كُلُّ امْرِئٍ

کرنے والے ہیں گویا کہ وہ وحشی گدھے ہیں جو شیر سے بھاگ رہے ہیں ' بلکہ ان میں سے ہر شخص یہ چاہتا ہے

مِنْهُمْ أَنْ يُؤْتَىٰ صُحُفًا مُّنشَرَةً ۚ ﴿٥٢﴾ كَلَّا ۚ بَلْ لَا يَخَافُونَ الْآخِرَةَ ۚ ﴿٥٣﴾ كَلَّا إِنَّهُ

کہ اتے کھلے ہوئے نوشتے دے دیے جائیں ' ہرگز نہیں بلکہ بات یہ ہے کہ یہ لوگ آخرت سے نہیں ڈرتے یہ یقینی بات ہے کہ

تَذْكَرَةٌ ۚ ﴿٥٤﴾ فَمَنْ شَاءَ ذَكَرْهُ ۚ ﴿٥٥﴾ وَمَا يَذْكُرُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ ۚ هُوَ أَهْلُ

یہ قرآن نصیحت ہے سو جس کا جی چاہے نصیحت حاصل کر لے ' اور نصیحت حاصل نہیں کریں گے مگر یہ کہ اللہ چاہے ' وہی ہے جس سے

التَّقْوَىٰ وَآهْلُ الْمَغْفِرَةِ ۚ ﴿٥٦﴾

ڈرنا چاہیے اور جو معاف کرتا ہے۔

معنی یہ ہے وہ مجرمین سے سوال کریں گے۔

۴۳: قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ (وہ کہیں گے ہم نہ تو نماز پڑھا کرتے تھے) یعنی اس کی فرضیت کا اعتقاد نہ رکھتے تھے۔

۴۴: وَكَمْ نَكُ نَطْعُمُ الْمَسْكِينِ (اور نہ غریب کو کھانا کھلاتے تھے) جیسا کہ مسلمان کھلاتے ہیں۔

۴۵: وَكُنَّا نَحْوُضٍ مَّعَ الْخَائِضِينَ (اور مشغلہ میں رہنے والوں کے ساتھ ہم بھی مشغلہ میں رہا کرتے تھے) الخوض باطل

بات میں لگب جانا مطلب یہ ہے ہم اللہ تعالیٰ کی آیات کے متعلق جھوٹ و باطل بات کہا کرتے تھے۔

۴۶: وَكُنَّا نَكْذِبُ يَوْمَ الدِّينِ (اور ہم قیامت کے دن کو جھٹلایا کرتے تھے) یعنی حساب و جزاء کے دن کو۔

۴۷: حَتَّىٰ آتَيْنَا الْيَقِينَ (یہاں تک کہ ہم کو موت آگئی) یہاں الیقین موت کے معنی میں ہے۔

شافعیین سے مراد:

۴۸: فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّا فِيعِينَ (پس ان کو سفارش نفع نہ دے گی) الشافعیین سے فرشتے، انبیاء علیہم السلام اور صالحین

مراد ہیں کیونکہ سفارش تو ایمان والوں کیلئے ہے نہ کہ کفار کیلئے۔ اس میں شفاعت کا ثبوت ملتا ہے کہ وہ مؤمنین کیلئے برحق ہے حدیث

شریف میں وارد ہے میری امت میں ربیعہ اور مضر کی تعداد سے بڑھ کر لوگ میری شفاعت سے جنت میں داخل ہونگے۔

[رواد احمد: ۳/۲۱۲]

۴۹: فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذِكْرِۃِ (توان کو کیا ہوا کہ یہ اس نصیحت سے روگردانی کرتے ہیں) التذکیر نصیحت مراد اس سے قرآن مجید مُعْرِضِيْنَ (منہ موڑنے والے ہیں)

نَحْوِ: یہ ضمیر سے حال ہے۔ جیسا کہتے ہیں مالک قائماً؟

۵۰: كَانَتْهُمْ حُمْرٌ (گویا کہ وہ وحشی گدھے ہیں) حمر سے مراد وحشی گدھے۔

نَحْوِ: یہ معروضین کی ضمیر سے حال ہے۔ مُسْتَنْفِرَةٌ (بہت بھاگنے اور نفرت کرنے والے) گویا وہ اپنے آپ سے ہر وقت بھاگنا چاہ رہے ہیں۔

قراءت: مُسْتَنْفِرَةٌ فاء مفتوح مدنی، شامی نے پڑھا ہے۔ معنی یہ ہوگا بھاگائے ہوئے گدھے ہیں۔

۵۱: فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ (جو شیر سے بھاگے جا رہے ہوں)۔ یہ جملہ حال ہے اور اس کے ساتھ قد مقدر ہے۔ القسورہ تیر مارنے والا، شیر یہ القسر سے فعولہ کا وزن ہے اور اس کا معنی زبردستی اور غلبہ ہے۔ ان کے قرآن مجید سے اعراض کو اور ذکر کے سننے سے اعراض کو ایسے گدھوں سے تشبیہ دی ہے جو تیزی سے بھاگے جا رہے ہوں۔

سب کو ایک ایک کتاب دی جائے:

۵۲: بَلْ يُرِيدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُؤْتِي صُحُفًا مُّنتَشَرَةً (بلکہ ان میں سے ہر شخص چاہتا ہے کہ اس کو کھلے ہوئے نوشتے دیے جائیں) صحف منشورہ ایسے کاغذ جن کو پھیلا کر پڑھا جائے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو کہا کہ ہم اس وقت تک تمہاری اتباع نہ کریں گے۔ یہاں تک کہ ہر ایک ہم میں سے آسمان سے ایک کتاب نہ لے آئے۔ جن کا عنوان یہ ہو۔ من رب العالمین الی فلان بن فلان۔ ان میں ہمیں تمہاری اتباع کا حکم دیا گیا ہو۔ اس کی مثال یہ ارشاد ہے۔ ولن تؤمن لرقيق حتى تنزل علينا كتابا نقرؤه [۱۱۱ اسراء ۹۳] ایک قول یہ ہے کہ وہ کہنے لگے اگر محمد سچے پیغمبر ہیں۔ تو ہم میں ہر شخص کے سر کے پاس ایک صحیفہ ملے جس میں اس کی براءت اور آگ سے آزادی لکھی ہو۔

۵۳: كَلَّا اس میں اس ارادہ پر ردع ہے اور انکار ہے اور نشانات مانگنے پر زجر و توبیخ ہے پھر فرمایا۔ بَلْ لَا يَخَافُونَ الْآخِرَةَ (ہرگز نہیں بلکہ یہ لوگ آخرت سے نہیں ڈرتے) اسی وجہ سے وہ نصیحت سے اعراض کرنے والے ہیں۔ اس بناء پر نہیں کہ ان کو صحیفے نہیں دیئے گئے۔

۵۴: كَلَّا اِنَّهٗ تَذِكْرَةٌ (ہرگز نہیں۔ یہ قرآن نصیحت ہے) اس میں ان کو تذکرہ سے اعراض کرنے پر ڈانٹا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ قرآن کافی اور مکمل نصیحت ہے۔

۵۵: فَمَنْ شَاءَ ذَكَّرْهُ (پس جس کا جی چاہے اس سے نصیحت حاصل کرے) یعنی جس کا دل چاہے کہ وہ اس کو یاد رکھے اور اس کو نہ بھولے تو وہ ایسا کرے اس کا فائدہ خود اسی ہی کی طرف لوٹے گا۔

۵۶: وَمَا يَذْكُرُونَ اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ (اور بدوں اللہ تعالیٰ کے چاہے یہ لوگ نصیحت کو قبول نہ کریں گے)

قراءت: نافع اور یعقوب نے تاء کے ساتھ تذکرون پڑھا ہے۔ ان یشاء اللہ کا معنی اللہ تعالیٰ کی مشیت کے وقت۔
 نمبر ۲۔ مگر اللہ تعالیٰ کی مشیت سے۔ هُوَ أَهْلُ التَّقْوَىٰ وَأَهْلُ الْمَغْفِرَةِ (وہی ہے جس سے ڈرنا چاہیے اور جو معاف کرتا ہے)
 حدیث میں ہے کہ وہ اس بات کا اہل ہے کہ اس سے ڈرا جائے اور اس بات کا اہل ہے کہ اس کو بخش دے جو اس سے تقویٰ اختیار
 کرے۔ [رواہ الترمذی: ۳۳۲۸، ابن ماجہ: ۴۲۹۹]

الحمد لله سورة المدثر كالتفسيرى ترجمه آج ۳ ربیع الثانی بدھ کی رات کو مکمل ہوا۔

سُورَةُ الْقِيَامَةِ ﴿۵۰﴾

سورۃ القیامہ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں چالیس آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

لَا اُقْسِمُ بِیَوْمِ الْقِيَامَةِ ۱ وَلَا اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللّٰوَامَةِ ۲ اِیْحَسَبُ الْاِنْسَانُ

میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی اور قسم کھاتا ہوں ایسے نفس کی جو اپنے اوپر علامت کرے ' کیا انسان خیال کرتا ہے

اَلَنْ نَّجْمَعَهُ عِظَامَهُ ۳ بَلٰی قَدَرِیْنِ عَلٰی اَنْ نُّسَوِّیَ بَنَانَهُ ۴ بَلْ یُرِیْدُ

کہ ہم انہی ہڈیاں ہرگز جمع نہ کریں گے ہم ضرور جمع کریں گے ہم اس پر قادر ہیں کہ انہی انٹیوں کے پوروں تک درست کر دیں ' بلکہ توئی ہیں

الْاِنْسَانُ لِفَجْرٍ اَمَامَةٍ ۵ یَسْئَلُ اَیَّانَ یَوْمِ الْقِيَامَةِ ۶ فَاِذَا بَرِقَ الْبَصْرُ ۷

چاہتا ہے کہ اپنی آئندہ زندگی میں بھی فسق و فحور مرتا رہے۔ پوچھتا ہے کہ قیامت کا دن کب آئے گا سو جس وقت آنکھیں حیران ہو جائیں گی

وَحَسَفَ الْقَمَرُ ۸ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۹ یَقُولُ الْاِنْسَانُ یَوْمَئِذٍ اَیْنُ

اور چاند بے نور ہو جائے گا اور سورج اور چاند ایک حالت میں ہو جائیں گے اس روز انسان کہے گا کہ اب کہا

الْمَفْرُوجِ ۱۰ کَلَّا لَا وَزَرَ ۱۱ اِلٰی رَبِّكَ یَوْمَئِذٍ الْمُسْتَقَرُّ ۱۲ یُنَبِّئُ الْاِنْسَانُ یَوْمَئِذٍ

بھگوں ' ہرگز نہیں کہیں پناہ کی جگہ نہیں ' اس دن صرف تیرے رب کے پاس لھکانا ہے ' اس دن انسان تو اس کا سب

بِمَا قَدَّمَتْ وَاٰخِرُ ۱۳ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِهِ بَصِیْرَةٌ ۱۴ وَّلَوْ اَلْقٰی مَعٰذِرَهُ ۱۵

اٹھاپھلا یا ہوا جلا یا جائے گا بلکہ انسان خود اپنی حالت پر خوب مطلع ہوگا ' دیکھو یہاں پیش ہے۔

لَا تُحَرِّكُ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ ۱۶ اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَهُ وَقُرْاٰنَهُ ۱۷

تو آپ قرآن کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دیا کریں کہ آپ اس کو بعد ہی بعد ہی لے لیں ' بے شک ہماری ذمہ داری ہے اس کا جمع کرنا اور پڑھنا دینا

لَا اُقْسِمُ بِیَوْمِ الْقِيَامَةِ ۲: وَلَا اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللّٰوَامَةِ (میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی۔ اور قسم کھاتا ہوں ایسے نفس کی جو اپنے اوپر علامت کرے)

۶: يَسْئَلُ أَيَّانَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ (پوچھتا ہے کہ قیامت کا دن کب آئے گا) یہ ضدی اور قیامت کو بعید از قیاس خیال کرنے والے کا استفسار ہے۔

نَجْوَى: یہاں ایان متی کے معنی میں ہے۔

۷: فَإِذَا بَرَقَ الْبَصَرُ (پس جس وقت آنکھیں خیرہ ہو جائیں گی) وہ گھبراہٹ سے حیران ہوگا۔

قراءت: مدنی نے شخص کے معنی میں لیا اور بَرَقَ پڑھا ہے۔

۸: وَخَسَفَ الْقَمَرُ (اور چاند بے نور ہو جائیگا) یعنی اس کی روشنی جاتی رہے گی۔ نمبر ۲۔ غائب ہو جائے گا۔ جیسا کہ اس آیت

میں خسف کا معنی ہے فخرسفا به الارض [القصاص: ۸۱] (اس کو زمین میں غائب کر دیا)

قراءت: ابو حیوہ نے ضمہ خاء کے ساتھ خسف پڑھا ہے۔

۹: وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ (اور سورج چاند ایک حالت کے ہو جائیں گے اور مغرب سے طلوع میں ان کو جمع کر دیا جائے گا)

نمبر ۲۔ روشنی ختم کرنے میں دونوں جمع کر دیئے جائیں گے۔ یعنی دونوں کی روشنی مٹا دیں گے۔ نمبر ۳۔ ان کو جمع کر کے سمندر میں

پھینک دیا جائے گا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی بڑی بھڑکتی آگ بن جائے گا۔

۱۰: يَقُولُ الْإِنْسَانُ (اور اس روز انسان کہے گا) انسان سے کافر مراد ہے۔ يَوْمَئِذٍ آيِنَ الْمَفْرُ (کہ اب کدھر بھاگوں) المفریہ

مصدر ہے یعنی آگ سے بھاگنا۔ نمبر ۲۔ مؤمن بھی خوف کی وجہ سے کہے گا۔

قراءت: حسن رحمہ اللہ نے فاپر کسرہ پڑھا اس صورت میں یہ مصدر اور ظرف مکان دونوں بن سکتا ہے۔

۱۱: كَلَّا (ہرگز نہیں) بھاگنے کی جگہ تلاش کرنے کے متعلق ردع ہے۔ لَا وَزَرَ (پناہ گاہ نہیں)

۱۲: إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمُسْتَقَرُّ (اس دن صرف آپ ہی کے رب کے پاس ٹھکانہ ہے) بندوں کے قرار کی جگہ نمبر ۲۔ ان کے قرار کی جگہ

جنت یا نار۔ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی مشیت کے سپرد ہیں۔ جس کو چاہے جنت میں داخل فرمادے۔ اور جس کو چاہے دوزخ میں داخل کر

دے۔

۱۳: يَنْبِئُوا الْإِنْسَانَ يَوْمَئِذٍ (اس دن انسان کو بتلایا جائے گا) خبر دی جائے گی۔ بِمَا قَدَّمُوا وَآخَرًا (سب اگلا پچھلا) یعنی جو

عمل اس نے کر لیا وہ بما قدم اور جو اس نے چھوڑ دیا ہے وہ آخر ہے۔

۱۴: بَلِ الْإِنْسَانُ عَلَىٰ نَفْسِهِ بَصِيرَةٌ (بلکہ انسان اپنی حالت پر خود مطلع ہوگا) بصیرت کی تاء مبالغہ کیلئے ہے جیسا کہ علامہ میں

ہے اور اس کا معنی شاہد ہے۔ نمبر ۲۔ اس کو مؤنث لائے کیونکہ مراد انسان کے اعضاء ہیں۔ اس لئے کہ انسان کے اعضاء اس کے

خلاف گواہی دیں گے۔ نمبر ۳۔ وہ خود اپنے نفس پر حجت ہے۔ البصیرت حجت و دلیل کے معنی میں ہے۔ جیسا اس قول میں فرمایا قد

جاء کم بصائر من ربکم [الانعام: ۱۰۴] اور محاورہ میں کہتے ہیں۔ انت حجة علی نفسك و بصیرة یہ مبتدأ ہونے کی وجہ

سے مرفوع ہے۔ اور اس کی خبر علی نفسه ہے۔ جو کہ مقدم ہے اور یمل کر الانسان کی خبر ہے۔ جیسا کہتے ہیں۔ زید علی رأسه

عمامة۔ اس صورت میں البصيرة سے مراد وہ فرشتہ بھی ہو سکتا ہے جو اس پر مقرر ہوگا۔
 ۱۵: وَ لَوْ اَلْقَى مَعَاذِيْرَةً (گواپنے حیلے پیش لاوے) اگرچہ وہ اپنے پردے چھوڑ دے۔ المعذار: پردہ۔

ایک قول:

اگرچہ وہ تمام معذرتیں پیش کر دے وہ اس کی طرف سے قبول نہ ہونگی اس پر وہ مقرر کر دیا جائے گا۔ جو اس کے اعذار کی تکذیب کرے گا۔

مُخَوِّ: المعاذیر یہ جمع معذرت نہیں ہے کیونکہ اس کی جمع تو معاذر آتی ہے بلکہ یہ اسم جمع ہے اور اس کی مثال المناکیر ہے جو کہ المنکر سے اسم جمع ہے نہ کہ جمع۔

عجالت کی ممانعت:

۱۶: لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ (اے پیغمبر آپ قرآن پر اپنی زبان نہ ہلایا کیجئے تاکہ آپ اس کو جلدی جلدی لیں) اذ کی پہلی ضمیر بھی قرآن مجید کی طرف اور دوسری بھی۔ آپ ﷺ جبرئیل علیہ السلام کی تلاوت سے فراغت سے پہلے جلدی جلدی قرآن کو لیتے تاکہ کہیں کوئی حصہ رہ نہ جائے۔ تو آپ کو فرمایا گیا۔ آپ جبرئیل علیہ السلام کے پڑھنے تک اپنی زبان کو وحی کیلئے حرکت نہ دیا کریں۔ تاکہ آپ جلدی سے اس کو لے لیں۔ کہ کہیں کوئی حصہ رہ نہ جائے۔ پھر عجالت کی ممانعت کی وجہ بتلائی۔

۱۷: اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْاٰنَهُ (ہمارے ذمہ ہے اس کا جمع کر دینا اور اس کا پڑھادینا) جمع کرنا آپ کے سینہ اطہر میں اور قرآن اس کی قراءت کا زبان پر چڑھادینا۔ قرآن کا معنی قراءت ہے اور اس کی مثال دوسری آیت میں ہے وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيِهٖ [ط: ۱۱۳]

فَاِذَا قَرَأْتَهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ۱۸ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ ۱۹ كَلَّا بَلْ

سو جب ہم اس کو پڑھیں سو آپ اس کے پڑھنے میں تابع ہو جایا کریں پھر اس کا بیان کرادینا ہمارے ذمہ ہے۔ ہرگز ایسا نہیں ہے

تُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ ۲۰ وَتَذَرُونَ الْآخِرَةَ ۲۱ وَجْوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۲۲

بلکہ تم دنیا سے محبت کرتے ہو اور آخرت کو چھوڑتے ہو اس دن بہت سے چہرے ترو تازہ ہوں گے

اِلَىٰ رَبِّهَا نَاضِرَةٌ ۲۳ وَوَجْوهٌ يَوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ ۲۴ تَطْمِئِنُّ اَنْ يَّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةً ۲۵

اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے اور بہت سے چہرے اس دن بد رونق ہوں گے خیال کر رہے ہوں گے کہ ہمارے ساتھ کمر توڑ دینے والا معاملہ کیا جائے گا

كَلَّا اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ۲۶ وَقِيلَ مَنْ رَاقٍ ۲۷ وَوَقْنَ اِنَّهُ الْفِرَاقُ ۲۸

واقعی بات ہے کہ جب جان ہنسیوں تک پہنچ جائے اور کہا جائے کہ کون ہے دم کرنے والا اور دو یقین کر لے کہ بلاشبہ یہ جدائی کا وقت ہے

وَالْتَفَتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ۲۹ اِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمَسَاقُ ۳۰

اور پنڈلی پنڈلی سے لپٹ جائے اس روز تیرے رب کی طرف چلنا ہے۔

۱۸: فَاِذَا قَرَأْتَهُ (تو جب ہم اس کو پڑھنے لگا کریں) یعنی جبرئیل آپ پر پڑھیں قراءت جبرئیل کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قراءت قرار دیا۔ یہ ان کے نہایت قرب اور قراءت کے عند اللہ مقبول ہونے کی علامت ہے۔ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ (تو آپ اس کے تابع ہو جایا کریں) یعنی جب وہ آپ کے سامنے پڑھیں۔

۱۹: ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ (پھر اس کا بیان کرادینا ہمارے ذمہ ہے) جب اس کے معانی میں سے کوئی چیز آپ پر مشکل ہو۔

۲۰: كَلَّا یہ انکار بعث پر ردع ہے۔ نمبر ۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عجلت سے روکا گیا اور اس کا انکار کیا گیا ہے۔ اور اس کی تاکید اس قول سے فرمائی۔ بَلْ تُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ (اے منکرو۔ ہرگز ایسا نہیں بلکہ تم دنیا سے محبت رکھتے ہو) گویا اس طرح کہا گیا ہے بل انتم یابسی ادم لانکم خلقتم من عجل و طبعتم علیہ تعجلون فی کل شئی ومن ثم تحبون العاجلة بلکہ تم اے اولاد آدم جلد بازی سے پیدا ہوئے اور یہ تمہاری طبیعت ثانیہ ہے کہ ہر چیز میں جلدی مچاتے ہو۔ اسی کو سامنے رکھ کر تم عاجلہ کو پسند کرتے ہو۔ العاجلہ سے دنیا اور اس کی شہوات مراد ہیں۔

۲۱: وَتَذَرُونَ الْآخِرَةَ (اور آخرت کو چھوڑ بیٹھے ہو) آخرت سے دارالآخرہ اور اس کی نعمتیں مراد ہیں۔ مگر تم آخرت کیلئے عمل نہیں کرتے ہو۔

قراءت: مدنی اور کوفی نے دونوں کو تاء کے ساتھ پڑھا ہے۔

۲۲: وَجُوْنَهُ (بہت سے چہرے) یہ ایمان والوں کے چہرے مراد ہیں۔ يَوْمَئِذٍ نَّاصِرَةٌ (تو اس دن بارونق ہونگے) خوبصورت تر و تازہ۔

۲۳: اِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ (اپنے پروردگار کی طرف دیکھتے ہونگے) یہ دیدار بلا کیف ہوگا اور بلا جہت اور بلا ثبوت مسافت ہوگا۔

ازالہ غلطی:

نظر کو امر رب کے انتظار پر بھی محمول کیا گیا ہے۔ نمبر ۲۔ ثواب کے منتظر پر بھی مگر یہ درست نہیں ہے۔ کیونکہ محاورہ میں کہتے ہیں نظرت فیہ ای تکفرت فیہ ونظرتہ بمعنی انتظرتہ ہے۔ الی سے یہ اس وقت متعدی ہوتا ہے جبکہ رؤیت کے معنی میں ہو اور دوسری بات یہ ہے کہ دارالقرار میں انتظار کا کوئی مطلب نہیں۔

۲۴: وَوَجُوْهُ يَوْمَئِذٍ بِاَسْرَةٍ (اور بہت سے چہرے اس روز بد رونق ہونگے) انتہائی ترش رو، سیاہ، یہ کفار کے چہرے ہونگے۔

۲۵: تَنْظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا (خیال کر رہے ہونگے کہ ان کے ساتھ کیا کیا جائے گا) ظن توقع کے معنی میں ہے۔ ان یفعل سے مراد ان سے شدت والا معاملہ کیا جائیگا۔ فَاَقْرَبُ (کم توڑ دینے والا) ایسی مصیبت جو پشت کے مہرے کو توڑ دے۔

۲۶: كَلَّا (ہرگز ایسا نہیں) آخرت پر دنیا کے ترجیح دینے پر ردع ہے گویا اس طرح کہا گیا اس سے باز آؤ۔ اور تمہارے سامنے موت ہے اس سے خبردار ہو جاؤ۔ ایسی موت کہ جس کے آتے ہی یہ جلد ملنے والی ختم ہو جائے گی۔ اور تم اس وقت مقررہ وقت پر آنے والی کی طرف منتقل ہو گے۔ جس میں تم نے ہمیشہ رہنا ہوگا۔ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِي (جب جان ہنسلی تک پہنچ جاتی ہے) جب روح نکلنے لگتی ہے اور روح مراد لینا درست ہے کہ اگرچہ اس کا تذکرہ پہلے موجود نہیں کیونکہ التراقی کی دلالت اس پر ہے۔ التراقی گلے کے زیریں حصہ میں ایک گڑھا جس کے دائیں بائیں دو میڑھی بڑیاں ہوتی ہیں۔ انہی کو التراقی کہتے ہیں۔ اس کا واحد تَرْقُوَةٌ ہے۔

۲۷: وَقِيْلَ مَنْ رَاقٍ (اور کہا جاتا ہے کہ کوئی جھاڑنے والا بھی ہے)۔ حفص نے من پر معمولی وقف کیا ہے۔ مطلب یہ ہے تم قریب المرگ کے پاس حاضر ہو تم میں سے کون اس کا دم کرے گا۔ جس میں وہ مبتلا ہے۔ راق یہ الرقیہ سے لیا گیا ہے۔ یہ باب ضرب سے ہوگا۔ نمبر ۲۔ یہ کلام ملائکہ سے ہے تم میں سے کون اس کی روح کو لے کر اوپر جائے گا۔ کیا ملائکہ رحمت لے جائیں گے یا ملائکہ۔ یہ الرقی سے ہے یہ باب عَلِمَ سے ہے۔

۲۸: وَظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ (اور وہ یقین کر لیتا ہے کہ مفارقت کا وقت ہے) ظن یہ یقین کے معنی میں ہے۔ الفراق یہ جو اس پر اترا ہے۔ وہ محبوب دنیا کی جدائی ہے۔

ووغم:

۲۹: وَالتَّفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ (ایک پنڈلی دوسری پنڈلی سے لپٹ لپٹ جائے گی) اس کی دونوں پنڈلیاں موت کے وقت

فَلَا صَدَقَ وَلَا صَلَّى^{۳۱} وَلَكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلَّى^{۳۲} ثُمَّ ذَهَبَ إِلَىٰ أَهْلِهِ يَتَمَطَّى^{۳۳}

سو اس نے نہ تصدیق کی اور نہ نماز پڑھی اور لیکن جھٹلایا اور منہ موڑا پھر اپنے گھر والوں کی طرف اگڑتا ہوا چلا گیا

أُولَىٰ لَكَ فَأُولَىٰ^{۳۴} ثُمَّ أُولَىٰ لَكَ فَأُولَىٰ^{۳۵} أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَنْ يُتْرَكَ

تیرے لئے کبھتی ہے پھر کبھتی ہے پھر تیرے لئے کبھتی ہے کیا انسان سمجھتا ہے کہ وہ یوں ہی مہمل چھوڑ دیا

سُدِّى الْمَيْكَ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيَّيْمَنِ^{۳۶} ثُمَّ كَانَ عِلْقَةً فَخَلَقَ فَسَوَّى^{۳۷} فَجَعَلَ

جائے گا کیا وہ منی کا نطفہ نہ تھا جو پکایا گیا پھر وہ خون کا ٹوٹھا تھا سو اللہ تعالیٰ نے اسے بنا دیا اور پھر اس کے اعضاء درست کر دیئے پھر اس کی دو

مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرِ وَالْأُنثَىٰ^{۳۸} أَلَيْسَ ذَلِكَ بِقَدِرٍ عَلَىٰ أَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتَىٰ^{۳۹}

قسمیں بنا دیں ایک مرد اور ایک عورت کیا وہ اس پر قادر نہیں ہے کہ مردوں کو زندہ کر دے۔

پٹ جاتی ہیں۔

قول سعید بن مسیب رحمہ اللہ:

اس سے مراد اس کی دونوں پنڈلیاں جب کفن میں لپیٹی جاتی ہیں۔ ایک قول یہ ہے پنڈلی یہ شدت کی تمثیل ہے گویا دنیا کی جدائی کی تکلیف و شدت اور آخرت کے سامنے آنے کی تکالیف مل جاتی ہیں۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

اس سے مراد دو غم ہیں۔ نمبر ۱۔ اہل و اولاد کا غم۔ نمبر ۲۔ بارگاہِ صمد میں پیشی کا غم۔

۳۰: إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمَسَاقُ (اس روز تیرے رب کی طرف جانا ہوتا ہے) المساق یہ ساق کا مصدر ہے یعنی بندے اس جگہ چلے جائیں گے جہاں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا۔ خواہ جنت میں یا نار میں۔

۳۱: فَلَا صَدَقَ (تو اس نے نہ تو تصدیق کی تھی) رسول اللہ ﷺ اور قرآن مجید کی وَلَا صَلَّى (اور نہ نماز پڑھی تھی) انسان نے جیسا کہ ایحسب الانسان ان لن نجتمع عظامه میں فرمایا گیا ہے۔

۳۲: وَلَكِنْ كَذَّبَ (لیکن اس نے تکذیب کی تھی) قرآن مجید کی۔ وَتَوَلَّى (اور منہ موڑا تھا) ایمان سے یا اس نے نہ مال صدقہ کیا یعنی زکوٰۃ نہ دی۔

۳۳: ثُمَّ ذَهَبَ إِلَىٰ أَهْلِهِ يَتَمَطَّى (پھر ناز کرتا ہوا اپنے گھر چل دیتا تھا)۔ اگڑتا ہوا چلنا۔ يتمطی اصل میں تتمطط ہے۔ اور اس کا معنی اگڑ کر پشت دراز کرنا۔ کیوں کہ ناز سے چلنے والا اپنے قدم کو کھینچ کر رکھتا ہے۔ پس طاء کو یا سے بدلا کیونکہ تین متمائل

حرف جمع ہو گئے ہیں۔

۳۴: اُولٰٓئِكَ فَاُولٰٓئِكَ (تیری کم بختی پر کم بختی آنے والی ہے) اس کا معنی ویل لك ہے۔ یہ بددعا ہے۔ کہ تمہاری ناپسند چیز تو اب تمہارے سامنے ہے۔

۳۵: ثُمَّ اُولٰٓئِكَ فَاُولٰٓئِكَ (پھر تیری کم بختی گویا آنے والی ہے) یہ تاکید کیلئے دوبارہ لائے گویا اس طرح فرمایا ویل لك فویل ثم ویل لك فویل۔ تیرے لئے ہلاکت در ہلاکت در ہلاکت ہو۔ ایک قول یہ ہے تیرے لئے موت کے دن ہلاکت و تباہی اور قبر میں تیرے لئے ہلاکت اور تیرے لئے بعث بعد الموت تک ہلاکت اور تیرے لئے آگ میں ہلاکت۔

۳۶: اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُتْرَكَ سُدًى (کیا انسان یہ خیال کرتا ہے۔ کہ یونہی مہمل چھوڑ دیا جائیگا۔) کیا کافر کا خیال ہے کہ اس کو یوں بیکار چھوڑا جائے گا۔ اس کو کسی بات کا حکم اور کسی بات کی ممانعت نہ کی جائے گی اور نہ اس کو اٹھایا اور نہ اس سے بدلہ لیا جائے گا؟

تخلیق انسانی:

۳۷: اَلَمْ يَكُ نَطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُمْنٰى (کیا یہ شخص ایک قطرہ منی نہ تھا۔ جو ٹپکایا گیا تھا)

قرآنت: ابن عامر نے یاء سے پڑھا ہے اور حفص نے بھی یعنی۔ منی رحم میں ٹپکائی جاتی ہے اور تاء ہو تو ضمیر نطفہ کی طرف دئے گی کہ وہ رحم میں ٹپکایا جاتا ہے۔

۳۸: ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً (پھر وہ خون کا لوتھڑا ہو گیا) یعنی منی چالیس یوم کے بعد جسے ہوئے خون کا لوتھڑا بن گیا۔ فَخَلَقَ فَسَوًى (پھر اللہ تعالیٰ نے بنایا پھر اعضاء درست کیے) اللہ تعالیٰ نے اس سے درست انسان بنا دیا۔

۳۹: فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى (پھر اس کی دو قسمیں کر دیں۔ مرد اور عورت) یعنی منی سے دو قسمیں بنا دیں۔

۴۰: اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقَدْرِ عَلٰى اَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتٰى (کیا وہ اس بات پر قدرت نہیں رکھتا کہ وہ مردوں کو زندہ کرے) کیا وہ ان اشیاء کا کرنے والا اعادہ کی قدرت نہیں رکھتا۔ آپ ﷺ جب یہ آیت پڑھتے تو سبحانك ، بلی فرماتے [رواہ ابو داؤد: ۸۸۷]۔ اے اللہ تو پاک ہے۔ کیوں نہیں تو بلاشبہ قادر ہے۔

الحمد لله ترجمہ و تفسیر سورہ قیامت مکمل ہوا۔

سُورَةُ الدَّهْرِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ اَلْحَدِيثُ الثَّلَاثُونَ وَفِيهَا اَلْكَوْعُ عَشْرًا

سورۃ الدھر مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں اکتیس آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

هَلْ اَتَى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنَ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكَوْرًا ۝۱ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ

بے شک انسان پر ایک ایسا وقت آچکا ہے جس میں وہ کوئی چیز قابل ذکر نہ تھا ہم نے اس کو مخلوط نطفہ سے

نُطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۝۲ نَبَّئْتِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ۝۳ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا

پیدا کیا اس طور پر کہ ہم اس کو مکلف بنائیں سو ہم نے اس کو سننے والا دیکھنے والا بنا دیا ہم نے اس کو راستہ دکھایا تو وہ شکر گزار

وَ اِمَّا كَفُوْرًا ۝۴ اِنَّا اَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِيْنَ سَلْسِلًا وَاَعْلًا ۝۵ وَسَعِيْرًا ۝۶ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَشَرِبُوْنَ

ہو گیا یا ناشکر ہو گیا۔ بلاشبہ ہم نے کافروں کے لئے زنجیریں اور طوق اور دہکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے بلاشبہ نیک لوگ ایسے جام

مِنْ كَآسٍ كَانَتْ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ۝۷ عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا ۝۸

سے پیئیں گے جس میں کافور کی آمیزش ہوگی یعنی ایسے چشمہ سے جس سے اللہ کے بندے پیئیں گے جس کو وہ بہا کر لے جائیں گے

انسانی ذرات میں:

۱: هَلْ اَتَى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنَ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكَوْرًا (بیشک انسان پر زمانہ میں ایک ایسا وقت بھی آچکا ہے۔ جس میں وہ کوئی چیز قابل تذکرہ نہ تھا)

هَلْ اَتَى آچکا، گزر چکا علی الانسان اس سے آدم علیہ السلام مراد ہیں۔ حین من الدهر روح پھونکنے سے چالیس سال پہلے آپ کی تصویر بنائی گئی۔ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكَوْرًا اس کا نام نہ لیا جاتا تھا۔ اور نہ کوئی جانتا تھا کہ اس سے کیا مراد ہے۔ کیونکہ وہ مٹی کے ذرات تھا جس پر زمانہ گزر رہا تھا۔ اور اگر وہ غیر موجود ہوتا تو پھر ہل اتی نہ کہا جاتا کہ اس پر ایک زمانہ گزرا ہے۔ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكَوْرًا یہ حال ہونے کی وجہ سے محل نصب میں ہے انسان ذوالحال ہے۔ مطلب یہ ہے اتی علیہ حین من الدهر غیر مذکور۔ انسان پر زمانہ کا ایک ایسا وقت گزرا ہے کہ وہ مذکور نہ تھا۔

۲: اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ (ہم نے اس کو پیدا کیا) اولاد آدم۔ ایک قول یہ ہے اول بھی انسان سے مراد اولاد آدم ہے۔ اور حین

من الدهر سے اس صورت میں مراد اس کا ماں کے پیٹ میں ٹھہرنے کا زمانہ ہے۔ یہاں تک کہ وہ لوگوں میں قابل ذکر شئی بن گیا۔ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ (ملے جلے نطفے سے) یہ صفت ہے نمبر ۲۔ اس سے بدل ہے۔ یعنی نطفہ سے جیسا کہ من نطفة [النحل: ۳] اس میں دونوں پانی مل گئے۔ اور مِشْجٌ اور مزج کا ایک معنی ہوا۔ اور نطفة امشاج یہ بَرْمَةٌ اعشاشٌ (پتھر کی دیگ جس کو دس آدمی اٹھائیں) کی طرح ہے۔ یہ لفظ مفرد ہے جمع نہیں اسی لئے یہ مفرد کی صفت واقع ہوا ہے۔ نَبْتَلِيْهِ (اس طور پر ہے کہ ہم اس کو مکلف بنائیں) یہ حال ہے۔ یعنی ہم نے اس کو پیدا کیا اس حال میں کہ ہم امر وہی سے اس کو آزمانے کا ارادہ کرنے والے تھے۔ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا (تو ہم نے اس کو سنتاد کھتا بنایا) آنکھوں، کانوں والا بنایا۔

دوراستے:

۳: اِنَّا هَدَيْنَا السَّبِيْلَ (ہم نے اس کو راستہ بتلایا) ہم نے اس کے سامنے ہدایت کا راستہ عقل و سمع کے دلائل سے واضح کر دیا۔ اِمَّا شَاكِرًا (یا تو وہ شکر گزار ہو گیا) ایمان لا کر وَاِمَّا كٰفِرًا (یا ناشکر ہو گیا) کفر اختیار کر کے۔ یہ دونوں ہدینا کی ضمیر سے حال ہیں۔ تقدیر کلام یہ ہے ان شکر اَوْ كَفَرَ فَقَدْ هَدَيْنَا السَّبِيْلَ فِي الْحٰلِيْنَ اِغْرٰجٍ وَهِيَ شَكْرٌ اَخْتِيَارٌ كَرِهَ يٰ كٰفِرٌ هَمْ نَعْنُو دُونُو حٰلَتُو فِي اِس كِي رَاهِنَمٰئِي رٰسْتَه كِي طَرْف كَرْدِي هے۔

نمبر ۲: السبيل سے حال ہے۔ ہم نے اس کو راستہ کی پہچان کرادی۔ اس حال میں کہ وہ شکر گزاری والا راستہ ہو یا ناشکری والا۔ اس صورت میں السبيل کی صفت کفر و شکر بطور مجاز بنیں گی۔

کفار کا انجام:

۴: زَلْزَلًا: جب فریقین کا ذکر کیا تو ان کے پیچھے جو ان کے لئے تیار کیا گیا اس کو ذکر کیا۔ اِنَّا اَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِيْنَ سَلْسِلًا (ہم نے کافروں کیلئے تیار کر رکھی ہیں زنجیریں) سلاسل جمع سلسلہ کی ہے۔

قراءت: حفص نے بلا تنوین پڑھا ہے۔ اسی طرح کئی، ابو عمرو، حمزہ نے بھی مگر دیگر قراء نے مناسبت کی خاطر تنوین پڑھی ہے۔ وَاَعْلٰلًا وَّ سَعِيْرًا (طوق اور آتش سوزاں) چونکہ یہ دونوں تنوین کے ساتھ ہیں تو ان کی مناسبت سے سلاسل پڑھا گیا۔ کیونکہ غیر منصرف کو مناسبت کی وجہ سے منصرف پڑھنا جائز ہے۔ اغلال جمع غل کی ہے۔ سعیراً بڑھکتی آگ۔

ابراہار کا بدلہ:

۵: اور فرمایا اِنَّ الْاَبْرَارَ (جو نیک ہیں) ابرار جمع بر کی ہے۔ یا بار کی جیسے رب و ارباب و شاهد و اشهاد۔ برّ جو ایمان میں سچا ہو یا جو باطن میں شر کو نہیں چھپاتے اور چیونٹی تک کو بھی دکھ نہیں دے۔ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كٰنٍ (وہ ایسے جام شراب سے پیوں گے) کاس سے کاس خمر، شراب کے جام، یہاں نفس خمر کو کاس کہہ دیا۔ ایک قول یہ ہے الكاس شيشة کا گلاس جب اس میں شراب ہو۔

يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا ۷ وَيُطْعَمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ

و لوگ نذر پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ہستے ہیں جس کی سختی عام ہوگی اور کھانا کھاتے ہیں اللہ کی محبت کی وجہ سے۔

مَسْكِينًا وَوَيْتِيمًا وَأَسِيرًا ۸ إِنَّمَا نَطْعِمُكُمْ لَوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنْكُمْ جَزَاءً وَلَا

مسکین کو اور یتیم کو اور قیدی کو ہم تمہیں صرف اللہ کی رضا کے لئے کھلاتے ہیں ہم تم سے کوئی بدلہ یا شکر نہیں

شُكْرًا ۹ إِنَّا نَخَافُ مِنْ رَبِّنَا يَوْمًا عَبُوسًا قَمْطَرِيرًا ۱۰ فَوَقَّهُمُ اللَّهُ شَرَّ ذَلِكَ الْيَوْمِ

نہیں چاہتے۔ بیشک ہمارے رب کی طرف سے ایسا سخت دن کا اندیشہ رکھتے ہیں جو بہت ہی تلخ ہوگا۔ سو اللہ انہیں اس دن کی سختی سے محفوظ فرمائے گا

وَلَقَهُمْ نَصْرَةٌ وَسُرُورًا ۱۱ وَجَزَاهُمْ بِمَا صَبَرُوا جَنَّةً وَحَرِيرًا ۱۲ مُتَّكِنِينَ فِيهَا عَلَى

اور انہیں تازگی اور خوشی عطا فرمائے گا اور انہوں نے جو صبر کیا اس کے بدلہ میں انہیں جنت اور روشنی لباس عطا فرمائے گا۔ اور اس میں مسہریوں پر

الْأَرَآئِكِ لَا يَرُونَ فِيهَا شَمْسًا وَلَا زَمْهَرِيرًا ۱۳ وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلَالُهَا وَذُلَّتْ

تلخے لگائے ہوں گے نہ وہاں دھوپ محسوس کریں گے اور نہ ٹھنڈک اور ان پر اس کے سامنے قریب ہوں گے اور اس کے چل بچکے

قُطُوفُهَا تَذَلُّلًا ۱۴ وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِانِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَأَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيرًا ۱۵

ہوئے ہوں گے اور ان کے پاس چاندی کے برتن ہائے چاندی کے اور آئینے جو شیشے سے ہوں گے

قَوَارِيرًا مِّنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوهَا تَقْدِيرًا ۱۶ وَيُسْقَوْنَ فِيهَا كَأْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيلًا ۱۷

و شیشے چاندی سے ہوں گے جن کو بچھرنے والوں نے مناسب انداز سے بچھا ہوگا اور اس میں انہیں ایسا جام پلایا جائے گا جس میں سونگھ کی آمیزش ہوگی

تفسیر مدارک فی الوصل تمہارا وقت بھلائی اور اللہ کی رضا کی خاطر

كَانَ مِزَاجُهَا (اس کی آمیزش) كَأْفُورًا (کافور کی ہوگی) کافور کا پانی کیونکہ کافور جنت کے ایک چشمے کا نام ہے۔ جس کے پانی کی سفیدی کافور جیسی ہے اور اسی طرح کی خوشبو اور ٹھنڈک۔

۲: عَيْنًا نَحْوًا: یہ کافور کا بدل ہے۔ يَشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللَّهِ (ایسے چشمے سے جس سے اللہ تعالیٰ کے خاص بندے پیئیں گے) بامعنی میں ہے اس سے پیئیں گے نمبر ۲۔ باء زائدہ ہے۔ نمبر ۳۔ يشرب بها کا معنی يتلذذ بها اس سے لذت حاصل کریں گے۔ نمبر ۴۔ يشرب بها بروی بها کے معنی میں ہے ان کو اس سے سیراب کیا جائے گا۔ پہلے لفظ من لائے اور پھر حرف باء لائے۔ کیونکہ جام سے انکے پینے کی ابتداء ہوگی اور پہلی غایت ہے۔ باقی چشمہ تو اس کے پانی کو وہ ملا کر پیئیں گے تو گویا اس طرح فرمایا يشرب عباد الله بها الخمر۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اس سے شراب پیئیں گے۔ يَفَجَّرُ وَنَهَا (جس کو وہ بہا کر لے جائیگی) اپنے مکانوں میں جہاں چاہیں گے جاری کر لیں گے۔ تَفْجِيرًا (آسانی کے ساتھ) کہ کسی قسم کی رکاوٹ نہ بنے گی۔

ایفائے نذر خوف قیامت اور صدقہ:

۷: یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ (وہ لوگ واجبات کو پورا کرتے ہیں) جو انہوں نے اپنے اوپر لازم کیا۔ یہ اس شخص کا جواب ہے جو یہ کہے ان کو کیا ہوا کہ وہ یہ رزق دیئے جا رہے ہیں؟ تو جواب دیا کہ وہ اپنے اوپر لازم کردہ باتوں کو پورا کرنے والے ہیں۔ وفا بالنذر سے ان کی صفت بیان کر کے یہ کہا گیا کہ وہ کثرت سے ادائے واجبات کرتے ہیں۔ کیونکہ جو شخص اپنے نفس پر اللہ تعالیٰ کی خاطر کوئی چیز لازم کر کے اتنی وفاداری کرنے والا ہے تو اللہ تعالیٰ نے جو اس پر واجب کی ہیں ان پر تو بدرجہ اولیٰ وہ کار بند ہوگا۔ وَیَخَافُونَ یَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِیْرًا (اور وہ ایسے دن سے ڈرتے ہیں جس کی سختی عام ہوگی) مستطیر پھیلنے والی۔ یہ استطارا ہجر سے لیا گیا ہے۔

۸: وَیُطْعَمُونَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّهِ (اور وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی محبت سے کھانا کھلاتے ہیں) حبہ کی ضمیر طعام کی طرف راجع ہے۔ ای حب الطعام یعنی کھانے کی چاہت اور حاجت کے باوجود۔ نمبر ۲۔ یا اللہ تعالیٰ کی طرف ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کی خاطر کھلاتے ہیں۔ مَسْکِیْنًا (مسکین کو) وہ فقیر جو کمائی سے عاجز ہو۔ وَیَتِیْمًا (اور یتیم کو) جس کا باپ نہ ہو۔ اس نابالغ کو یتیم کہتے ہیں۔ وَآسِیْرًا (قیدی کو) غلام یا دیگر۔

انتہاء کا خلوص:

۹: پھر انہوں نے اپنے کھانا کھلانے کی وجہ ذکر کی۔ کہ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ (ہم تم کو محض اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی خاطر کھانا کھلاتے ہیں۔) یعنی ثواب حاصل کرنے کیلئے نمبر ۲۔ یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے دلوں کی بات ظاہر کی گئی کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کو جانتے ہیں ان کے خلوص کی وجہ سے ان کی تعریف فرمائی اگرچہ وہ لوگوں کو زبان سے کچھ نہیں کہتے۔ لَا نُرِیْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً (نہ ہم تم سے بدلہ چاہیں) کوئی ہدیہ اس کھلانے پر وَ لَا شُكُوْرًا (اور نہ شکریہ) تعریفی کلمات۔

لِخَوْفٍ: یہ شکر کی طرح مصدر ہے۔

۱۰: اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَبِّنَا (ہم اپنے رب کی طرف سے اندیشہ رکھتے ہیں) ہم تم سے اس صدقہ پر کوئی بدلہ کا ارادہ نہیں رکھتے کیونکہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے صدقہ کے بدلہ پر عذاب و سزا کا ڈر ہے۔ نمبر ۲۔ ہمیں اپنے رب کا ڈر ہے۔ پس اس کی خاطر ہم صدقہ کرتے ہیں۔ تاکہ ہم اس خوف (منتظر) سے محفوظ رہیں۔ یَوْمًا عَبُوسًا قَمْطَرِیْرًا (ایک سخت اور تلخ دن کا) یہاں یوم کی صفت اشقیاء سے کی گئی ہے۔ جیسا کہتے ہیں۔ نہارک صائم حالانکہ دن تو روزہ دار نہیں ہوتا شدت التباس سے کہہ دیتے ہیں۔ والقمطیریر سخت ترش روئی۔ جو آنکھوں کے مابین ماتھے پر ظاہر ہو۔

۱۱: فَوْقَهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْیَوْمِ (پس اللہ تعالیٰ ان کو اس دن کی سختی سے محفوظ رکھے گا) یعنی اس کی سختیوں سے بچائے گا۔ وَلَقَّهْمُ (اور ان کو عطا فرمائے گا) فجاری کی ترش روئی کے بدلے عنایت فرمائے گا۔ نَصْرَةً (تروتازگی) چہرے کا حسن وَ سُرُوْرًا

(اور خوشی) دلوں میں فرحت۔

صبر کا بدلہ ملے گا:

۱۲: وَجَزَاهُمْ بِمَا صَبَرُوا (اور ان کی پختگی کے بدلہ میں ان کو ان کا رب دے گا) ایثار پر جسے رہنے کی وجہ سے۔ یہ آیت علی و فاطمہ اور فضہ (لونڈی) رضی اللہ عنہم کے متعلق اتری جب حسن و حسین رضی اللہ عنہما بیمار ہو گئے تو انہوں نے تین دنوں کی نذر مانی، علی رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی سے تین صاع جو لیے۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ہر روز ایک صاع پیس کر آنا گوندھا۔ اور انہوں نے افطار کے وقت میں آنے والے مسکین، یتیم، اسیر کو روٹیاں دے دیں اور خود پانی سے روزہ افطار کیا۔ (قال الحکیم الترمذی، هذا الحدیث مزوق فهذا وا شباہه عامتها مفتعلة نوادر الاصول: ۲۳۶، ۲۳۷)۔ جَنَّةٌ (باغ جس میں خوشگوار کھانے کی اشیاء ہوں گی) وَ حَرِيرًا (اور ریشم) اس میں پر رونق لباس ہوگا۔

۱۳: مُتَكِنِينَ

مُتَكِنِينَ: یہ جزاء ہم کے ہم سے حال ہے۔

فِيهَا (اس حالت میں کہ وہ تکیہ لگائے ہوئے ہونگے) ہا کی ضمیر جنت کی طرف جاتی ہے۔ عَلَى الْأَرَائِكِ (مسہریوں پر) تختے یہ اریکۃ کی جمع ہے۔ لَا يَرَوْنَ (نہ پاویں گے)

مُتَكِنِينَ: یہ متکین میں ضمیر مرفوع سے حال ہے۔ ای غیر رائین نہ دیکھیں گے۔ فِيهَا (اس باغ میں) شَمْسًا وَلَا زَمْهَرِيرًا (پیش نہ جاڑا) کیونکہ جنت میں سورج ہے اور نہ ہی زمہریر۔ جنت کے سائے دائمی اور اس کی ہوا معتدل نہ سورج کی دھوپ کہ جو گرمی پہنچائے اور نہ شدید سردی کہ کپکپائے اور ایذا پہنچائے۔ حدیث میں وارد ہے جنت کی ہوا معتدل ہے نہ اس میں حرارت نہ برودت (زمخشری فی الکشاف) الزمہریر سخت سردی۔ ایک قول زمہریر سے مراد چاند ہے۔ جنت روشن ہے۔ اس میں سورج و چاند کی محتاجی نہیں ہے۔

۱۴: وَذَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلُّهَا (اور یہ حالت ہوگی کہ درختوں کے سائے ان پر جھکے ہونگے) ان کے درختوں کے سائے ان کے قریب ہوں گے۔

جنت کے سائے:

مُتَكِنِينَ: اس کا عطف جنت پر ہے۔ وجنة اخرى دانية عليهم ظلالها۔ گویا ان سے دو باغوں کا وعدہ کیا گیا۔ کیونکہ ان کی تعریف خوف سے کی گئی۔ فرمایا: انا نخاف من ربنا۔ ہمیں اپنے رب کا خوف ہے۔ اور فرمایا ولمن خاف مقام ربه رجنتان۔ (الرحمان۔ ۴۶) وَذَلَّلْتُ (اور ان کے اختیار میں ہونگے) کھڑے ہونے والے اور بیٹھنے والے اور ٹیک لگانے والے کیلئے برابر ہونگے۔ ای تدنو ظلالها عليهم في حال تذليل فطوفها عليهم ان کے سائے ان پر اس حالت میں تابع

ہونگے جیسا ان کے پھلوں کا توڑنا۔ نمبر ۲۔ دانیہ پر معطوف ہے ای ودانیہ علیہم ظلالہا و مذللہ قطوفہا اور ان کے سائے ان کے قریب ہونگے اور ان کا پھل توڑنا ان کے تابع ہوگا۔ قُطُوفُہَا (ان کا توڑنا) ان کے پھلوں کا توڑنا۔ قُطُوف جمع قُطْف کی ہے۔ تَذْلِيلًا (اختیار میں کرنا)

جنت کے برتن:

۱۵: وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِأَيِّهِ مِنْ فِضَّةٍ (اور ان کے پاس چاندی کے برتن لائے جاویں گے) ان کے خدام ان پر شراب کے جام گھمائیں گے۔ الا نیہ جمع اناء۔ پانی کا برتن۔ وَأَكْوَابٍ (آنخورے) یعنی چاندی کے اکواب جمع کوب ایسا لوٹا جس کا دستہ نہ ہو۔ كَانَتْ قَوَارِيرًا (جو شیشے کے ہونگے) یہ کان تامہ ہے۔ ای کونت فکانت قواریرا بتکوین اللہ۔ ان کو بنایا گیا پس وہ اللہ تعالیٰ کے بنانے سے قواریر بن گئے۔

نَجْوَى: حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

۱۶: قَوَارِيرًا مِنْ فِضَّةٍ (وہ شیشے چاندی کے ہونگے) یعنی چاندی سے بنے ہونگے۔ وہ چاندی کی سفیدی اور اس کے حسن کے جامع ہونگے اور صفائی اور شفافیت میں شیشے جیسے ہونگے۔ اس طرح کہ باہر سے اندر کا تمام مشروب نظر آجائے گا۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

قواریر۔ ہر زمین کے (قواریر) شیشے اس کی زمین سے ہوتے ہیں اور جنت کی زمین چاندی کی بنی ہے۔

قراءت: نافع، کسائی، عاصم اور ایک روایت میں ابو بکر نے تنوین دونوں میں پڑھی ہے۔ اور حمزہ، ابن عامر، ابو عمرو، حفص نے دونوں میں بلا تنوین پڑھا ہے۔ اور ابن کثیر نے اول میں تنوین۔ اور وہ تنوین بھی پہلی آیات کی مناسبت کی وجہ سے ہے۔ اور دوسری میں تنوین پہلے کی اتباع کی وجہ سے ہے۔ اور پہلے پر وقف کے متعلق کہا گیا ہے مگر قابل اعتماد نہیں کیونکہ دوسرا پہلے کا بدل ہے۔ قَدَرُوهَا تَقْدِيرًا (جن کو بھرنے والوں نے ایک مناسب اندازہ سے بھرا ہوگا) یہ قواریر من فضة کی صفت ہے یعنی اہل جنت مخصوص شکلوں میں ان کو بھریں گے اور انہوں نے اتنا ہی بھرا جتنا بطور اکرام اندازہ کرنا چاہیے۔ نمبر ۲۔ پلانے والے ان کو پینے والوں کی سیرابی کے مطابق بھریں گے۔ وہ ان کے لئے نہایت لذیذ و خفیف ہوگا۔ مجاہد کا قول یہ ہے نہ بے گا اور نہ خشک و کم ہوگا۔

۱۷: وَيُسْقَوْنَ (اور ان کو پلایا جائے گا) یعنی ابرار کو فِيهَا (اس میں) یعنی جنت میں كَأَسَا (جام شراب) كَأَنَّ مِنْ أَجْهَازٍ نَجِيًّا (اس میں سوٹھ کی ملاوٹ ہوگی)

عَيْنًا فِيهَا تُسَمَّى سَلْسَبِيلًا ۱۸ وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ إِذَا رَأَيْتَهُمْ

یعنی ایسے چشمے سے جس کا نام سلسبیل ہوگا اور ان کے پاس ایسے بچے آمد وقت کریں گے جو ہمیشہ کے ہیں ان میں سے اسے مخاطب آرتو انہیں دیکھے

حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنثُورًا ۱۹ وَإِذَا رَأَيْتَ ثَمَرًا رَأَيْتَ نَعِيمًا وَمُلَكًا كَبِيرًا ۲۰ عَلَيْهِمْ

تویوں سمجھے کہ وہ بکھرے ہوئے موتی ہیں اور اگر تو اس جگہ کو دیکھے تو تجھے بڑی نعمت اور بڑی سلطنت دکھائی دے گی ان پر

ثِيَابٌ سُندُسٍ خُضْرٌ وَإِسْتَبْرَقٌ وَحُلُّوْا أَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ وَسَقَمَهُمْ رُبَّهُمْ

باریک ریشم کے سبز کپڑے ہوں گے اور دبیز ریشم کے بھی اور ان کو چاندی کے گنگن پہنائے جائیں گے اور ان کا رب انہیں

شَرَابًا طَهُورًا ۲۱ إِنَّ هَذَا كَانَ لَكُمْ جَزَاءً وَكَانَ سَعْيَكُمْ مَشْكُورًا ۲۲

شرابِ طہور پلائے گا بلاشبہ یہ تمہاری جزا ہے اور تمہاری کوشش کی قدر دانی کی گئی ہے۔

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ تَنْزِيلًا ۲۳ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَطِعْ مِنْهُمْ إِنَّمَا

بلاشبہ ہم نے آپ پر قرآن اتارا تھوڑا تھوڑا کر کے سو آپ پروردگار کے حکم پر جتے رہیے اور ان میں سے کسی فاسق کافر کی

أَوْ كُفُورًا ۲۴ وَإِذْ كُنَّا مِنْكُمْ بَرْكَةً وَأَصِيلًا ۲۵ وَمِنَ اللَّيْلِ فَسُجِدْ لَهُ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا

ہات نہ مانتے اور صبح و شام اپنے رب کا نام ذکر کیجئے اور رات کے حصہ میں اس کو سجدہ کیجئے اور رات کو بڑی دیر تک

طَوِيلًا ۲۶ إِنَّ هَؤُلَاءِ يُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُونَ وَرَاءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيلًا ۲۷

اس کی تسبیح کیجئے بلاشبہ یہ لوگ جلدی والی چیز سے محبت کرتے ہیں اور اپنے پیچھے ایک بھاری دن چھوڑ بیٹھے ہیں

چشمہ سلسبیل:

۱۸: عَيْنًا یہ زنجبیل کا بدل ہے۔ فِيهَا (جنت میں) تُسَمَّى (ایسے چشمے سے جو وہاں ہوگا جس کا نام ہوگا) یعنی اس چشمے کا نام سَلْسَبِيلًا (سلسبیل) چشمے کا نام زنجبیل اس لئے رکھا گیا کہ اس میں سونٹھ کا ذائقہ ہوگا۔ اہل عرب اس سے لذت حاصل کرتے اور اس کو عمدہ قرار دیتے تھے۔ اور اس کو سلسبیل اس لیے کہا کہ وہ حلق میں جلدی سے اتر جائے گا اور اس کا نگلنا آسان ہوگا۔

قول ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ:

ماء سلسبیل یعنی میٹھا پائیزہ پانی۔

۱۹: وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ (اور ان کے پاس ایسے لڑکے آمدورفت کریں گے) غلمان جن کو اللہ تعالیٰ ایمان والوں کی خدمت کیلئے پیدا فرمائیں گے۔ نمبر ۲۔ کفار کی چھوٹی اولاد کو اہل جنت کا خادم بنا دیا جائے گا۔ مَخْلَدُونَ (جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے) جو نہ مریں گے۔ اِذَا رَأَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ (اے مخاطب! اگر تو ان کو دیکھے تو یوں سمجھے) حسن اور رنگت کے نکھار اور مجالس میں۔ بکھرنے کی وجہ سے لَوْلُوا مَنشُورًا (وہ بکھرے ہوئے موتی ہیں) موتی کو منشور یعنی بکھرنے سے خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ بکھرا موتی پروئے موتی سے زیادہ خوبصورت لگتا ہے۔

۲۰: وَاِذَا رَأَيْتَ ثَمَّ (اے مخاطب! اگر تو اس جگہ کو دیکھے) ثَمَّ۔ یہ ظرف ہے۔ اس جگہ سے مراد جنت ہے۔ رَأَيْتَ کا کوئی مفعول ظاہر نہیں ہے۔ اور نہ ہی مقدر ہے۔ تاکہ ہر ہر مرئی چیز میں شائع ہو اس کی تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ وَاِذَا اِكْتَسَبْتَ الرُّوْبَةَ فِي الْجَنَّةِ۔ اور جب تم جنت میں رویت کر لو۔ رَأَيْتَ نَعِيمًا (پھر تو بہت سی نعمتیں دیکھے گا) وَاِذَا اِكْتَسَبْتَ الرُّوْبَةَ (اور بڑی سلطنت) اور وسیع ملک۔ کبیر وسیع کے معنی میں ہے۔

روایت میں ہے ادنیٰ جنتی کو ایسی بادشاہت ملے گی کہ وہ ایک ہزار سال کی مسافت کے برابر ہوگی۔ وہ اپنی سلطنت کے قریبی حصہ کو جس طرح دیکھے گا اسی طرح اس کے آخری حصہ کو بھی دیکھے گا۔ [رداء احمد: ۶۳/۲، الترمذی: ۲۵۵۶] ایک قول یہ ہے ایسی بادشاہی جس کو زوال نہیں۔ نمبر ۲۔ اس میں ان کو اپنی چاہت کے مطابق ہر چیز میسر ہوگی۔ نمبر ۲۔ ان کو فرشتے سلام کریں گے اور ان کے پاس اجازت لے کر داخل ہوں گے۔

جنتیوں کے کپڑے:

۲۱: عَلَيْهِمْ ثِيَابٌ سُنْدُسٌ خُضْرٌ وَّاسْتَبْرَقٌ (ان جنتیوں پر ایک باریک ریشم کے سبز کپڑے ہوں گے) خُضْرٌ: يطوف عليهم کی ضمیر سے حال ہونے کی بناء پر عليهم منصوب ہے۔ ای يطوف عليهم ولدان عالیا للمطوف عليهم۔ ثياب۔ سکون کے ساتھ مدنی، حمزہ نے پڑھا۔ خُضْرٌ: اس کو مبتدأ قرار دیا اس کی خبر ثياب سندس ہے۔ ما يعلوهم من ملابسهم ثياب سندس جو ان کے اوپر والے کپڑے ہیں وہ ایک باریک ریشم کے ہونگے۔ سندس: باریک ریشم خضریٰ اخضر جمع ہے وَاِسْتَبْرَقٌ مونا دونوں مرفوع ہیں۔ اس صورت میں ثياب سے متعلق ہونگے۔ نافع و حفص نے اسی طرح پڑھا ہے۔ اور حمزہ، علی نے مجرور پڑھا اور سندس پر محمول کیا ہے۔ دیگر قراء نے اول کا رفع اور ثانی کا جر پڑھا ہے یا اس کا عکس۔ وَاِحْلُوا (اور ان کو پہنائے جائیں گے)

خُضْرٌ: اس کا عطف و يطوف عليهم پر ہے۔ اَسَاوِرٌ مِنْ فِضَّةٍ (چاندی کے کنگن) اور سورة الملائكة میں ہے يحلون فيها من اساور من ذهب و لؤلؤ [فاطر: ۳۳]

قول ابن مسیب:

ہر جنتی کے ہاتھ میں تین کنگن ہونگے۔ ایک چاندی، دوسرا سونے اور تیسرا موتی کا ہوگا۔ وَسَقَّوْهُمْ رَبُّهُمْ (اور ان کا رب ان کو پینے کو دے گا) یہاں اللہ تعالیٰ کی طرف پلانے کی نسبت عظمت و تشریف اور تخصیص ظاہر کرنے کیلئے ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ملائکہ ان کو شراب پیش کریں گے تو وہ انکار کر دیں گے۔ اور کہیں گے ہم تو عرصہ سے ان کو غلمان کے ہاتھوں پی رہے ہیں۔ اچانک پیالے خود بخود بغیر ہاتھوں کے ان کے مونہوں تک پہنچ جائیں گے۔

شرابِ جنت:

شَرَابًا طَهُورًا (پاکیزہ شراب) اس میں دنیا کی شراب والی پلیدی نہ ہوگی۔ شراب کی پلیدی شرع سے ثابت ہے عقل سے نہیں۔ اور وہاں تکلیف نہیں (پس اس شراب کی پلیدی کا کوئی معنی نہیں)۔ نمبر ۲۔ اس کو ہاتھوں نے نچوڑا نہیں کہ میل والے ہاتھ اس تک پہنچیں اور میلے قدم اس کو روندنے پائیں۔ محض قدرت الہی سے وہ تیار ہوگی۔

۲۲: اہل جنت کو کہا جائے گا اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَاءً (یہ تمہارا صلہ ہے) ہذا سے مراد نعمتیں جزاء یعنی تمہارے اعمال کی جزاء ہے۔ وَكَانَ سَعْيُكُمْ مَشْكُورًا (اور تمہاری کوشش مقبول ہوئی) قابل تعریف اور مقبول ہمارے ہاں پسندیدہ ہوئی۔ جبکہ تم نے یتیم، اسیر، مسکین کو کہا۔ لا نرید منکم جزاء ولا شکوراً۔ ہم تم سے بدلہ و شکرے کے طالب نہیں۔

قرآن کی نعمت:

۲۳: اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْقُرْآنَ تَنْزِیْلًا (ہم نے آپ پر قرآن تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا ہے) ضمیر کو دو بارہ لائے اول ضمیر اَنَّا کا اسم بن گئی۔ دراصل اس سے تاکید درتا کید مقصود ہے کہ قرآن مجید کا اتارنا اللہ تعالیٰ ہی کی ذات سے خاص ہے۔ تاکہ آپ کے دل میں یہ بات اور زیادہ پختہ کر دی جائے کہ جب قرآن مجید کو اتارنے والے اللہ تعالیٰ ہیں تو تھوڑا تھوڑا اتارنا یقیناً حکمت اور بہتری کے پیش نظر ہے۔ اور آپ کا اس پر ایذا کو سہنا حکمت سے خالی نہیں۔ اسی طرح اہل مکہ جو آپ کی دشمنی میں پیش پیش ہیں ان کے خلاف آپ کی نصرت میں تاکید حکمت بیش کی وجہ سے ہے۔

۲۴: فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ (آپ اپنے رب کے حکم کے مطابق صبر کیے رہیں)

کافر و گنہگار کے پیچھے نہ چلیں:

وَ لَا تَطْعَمِنْهُمْ (آپ ان میں سے کسی کے کہنے پر نہ آئیے) تہم سے کفار مراد ہیں۔ اس بات سے اکتا کر کہ کامیابی میں تاخیر ہو رہی ہے۔ اِنَّمَا (فاسق) جو گناہ کا مرتکب، اور آپ کو گناہ کی طرف دعوت دینے والا ہو۔ اَوْ كُفُّورًا (یا کافر) کفر کا مرتکب اور آپ کو کفر کی طرف بلانے والا ہو۔ کیونکہ وہ آپ کو اپنی معاونت کی طرف یا تو اس فعل کی شرط پر دعوت دیتے ہوئے جو گناہ ہے

مَنْ خَلَقْنَاهُمْ وَشَدَدْنَا أَسْرَهُمْ وَإِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَا أَمْثَالَهُمْ تَبْدِيلًا ۚ (۲۸) إِنَّ هَذِهِ تَذْكَرَةٌ

ہم ہی نے انہیں پیدا کیا اور ہم ہی نے ان کے جوڑ مضبوط بنائے اور ہم جب چاہیں ان کے جیسے لوگ بدل دیں، بلاشبہ یہ نصیحت ہے

فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ۚ (۲۹) وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ كَانَ

سو جو شخص چاہے اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کر لے اور اللہ کی مشیت کے بغیر تم کچھ نہیں چاہ سکتے، بلاشبہ اللہ میرے

عَلِيمًا حَكِيمًا ۚ (۳۰) يَدْخُلُ مَنْ يَشَاءُ فِي رَحْمَتِهِ وَالظَّالِمِينَ أَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۚ (۳۱)

عکیم ہے وہ جسے چاہے اپنی رحمت میں داخل فرمائے اور جو ظالم ہیں ان کے لئے اس۔ دردناک عذاب تیار کیا ہے۔

یا کفر یا گناہ نہیں اور نہ کفر۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو پہلی دو صورتوں کی مساعدت پر ممانعت کر دی۔ نہ کہ تیسری۔

ایک قول گناہ گار سے یہاں عتبہ مراد ہے کیونکہ وہ گناہوں اور فسوق کا رسیا تھا۔ اور کافر سے الولید مراد ہے۔ کیونکہ وہ کفر و انکار میں غلو کرنے والا تھا۔

قول ظاہر یہ ہے کہ ہر گناہ گار اور کافر مراد ہے۔ کہ ان میں سے کسی کی بھی بات نہ مانیں، جب ایک کی بات ماننے سے روکا تو دونوں کی بات تسلیم کرنے سے روکنا خود ہو گیا۔ اور الگ بھی ممانعت ہر ایک کے لئے ثابت ہو گئی۔ اور اگر یہ واؤ کے ساتھ ہو تو پھر جائز ہے کہ ان میں سے ایک کی بات مانیں۔ کیونکہ واؤ جمع کیلئے ہے پس دونوں کی اکٹھی اطاعت سے ممانعت ہوگی نہ کہ کسی ایک کی اطاعت سے۔ ایک قول یہ ہے او بمعنی ولا ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے ولا تطع اثما ولا کفوراً۔ نہ اطاعت کر گناہ گار کی اور نہ کفر کی۔ ۲۵: وَادْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَأَصِيلًا (اور اپنے پروردگار کا صبح و شام نام لیجیے) اذکر سے مراد نماز پڑھو۔ بکرۃ سے صلاۃ الفجر اور اصیلا سے نماز ظہر و عصر۔

رات کا سجدہ:

۲۶: وَمِنَ اللَّيْلِ فَسُجِّدْ لَهُ (اور کسی قدر رات کے حصہ میں بھی اس کو سجدہ کیجئے) اور رات کا بعض حصہ پس مغرب و عشاء کی نمازیں ادا کریں۔ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيلًا (اور رات کے بڑے حصے میں اس کی تسبیح کیجئے) رات کے دو حصے جو کہ لمبا حصہ ہے تہجد کی نماز ادا کریں یا نصف رات یا ثلث لیل۔

۲۷: إِنَّ هَؤُلَاءِ (بیشک یہ) کافرٌ حَبِطُونَ الْعَاجِلَةَ (عاجلہ سے محبت کرتے ہیں) عاجلہ سے محبت کا مطلب آخرت کے مقابلہ میں دنیا کو ترجیح دینا ہے۔ وَيَذَرُونَ وَرَاءَهُمْ (اور اپنے آگے چھوڑ بیٹھے ہیں) وراء کا معنی آگے یا ان کی پیٹھوں کے پیچھے۔ يَوْمًا ثَقِيلًا (ایک بھاری دن) ثقیل کا معنی شدید ہے کہ یہ اس کی پرواہ نہیں کرتے اور وہ قیامت کا دن ہے۔ کیونکہ اس کے شدائد کفار پر انتہائی شدید ہونگے۔

۲۸: نَحْنُ خَلَقْنَهُمْ وَشَدَدْنَا أَسْرَهُمْ (ہم ہی نے ان کو پیدا کیا اور ہم ہی نے ان کے جوڑ بند مضبوط کیے) شددنا ہم نے مضبوط کیا۔ اسرہم ان کی خلقت۔ یہ قول عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور فراء کا ہے۔ وَإِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَا أَمْثَلَهُمْ تَبْدِيلًا (اور جب ہم چاہیں تو انہی جیسے لوگ ان کی جگہ بدل دیں) یعنی جب ہم چاہیں کہ ان کو ہلاک کرنا ہے تو ہلاک کر ڈالیں گے اور ان کی جگہ اور لوگ بدل دیں گے جو خلقت میں ان جیسے انسان ہونگے مگر مطیع و فرمانبردار ہونگے۔

۲۹: إِنَّ هَذِهِ (بیشک یہ) سورت تَذَكُّرَةٌ (نصیحت ہے) فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا (پس جو شخص چاہے اپنے رب کی طرف رستہ اختیار کرنا) تو طاعت سے اور اس کے رسول کی اتباع سے اس کا تقرب حاصل کر لے۔

۳۰: وَمَا تَشَاءُ وَلَا أَنْ يُشَاءَ اللَّهُ (اور بدوں اللہ تعالیٰ کے چاہے تم لوگ کوئی بات چاہ نہیں سکتے) مَا تَشَاءُونَ تَمَّ مَا تَشَاءُونَ (تم چاہ نہیں سکتے اللہ تعالیٰ کی طرف راستہ اختیار کرنا۔

قرآنت: مکی، شامی، ابو عمرو نے يَشَاءُونَ پڑھا ہے۔

نَجْوَى: اَلَا اِنْ يَشَاءُ اللّٰهُ - یہ ظرفیت کی وجہ سے محلاً منصوب ہے۔ اِی الْاَوْقَاتِ مَشِيَةِ اللّٰهِ - مگر اللہ تعالیٰ کی مشیت کے وقت اللہ تعالیٰ اس کو اس کیلئے چاہیں گے جس کے متعلق وہ جانتے ہیں۔ کہ اس نے اس راستہ کو اختیار و پسند کر لیا۔ ایک قول یہ ہے یہ اطاعت و عصیان اور کفر و ایمان میں عموم مشیت کو ظاہر کرنے کیلئے ہے۔ اس صورت میں یہ معتزلہ کے خلاف ہم اہل سنت کی دلیل ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا (بیشک اللہ تعالیٰ بڑا علم والا) ان احوال کے متعلق جو ان سے پیش آئیں گے۔ حَكِيْمًا (حکمت والا ہے) افعال و اقوال میں مُصِيبٌ ہے۔

جنت اسکی رحمت سے:

۳۱: يُدْخِلُ مَنْ يَشَاءُ (وہ جس کو چاہے داخل کر لیتا ہے) اس سے مراد مؤمن ہیں۔ فِي رَحْمَتِهِ (اپنی رحمت میں) اپنی جنت میں کیونکہ جنت اس کی رحمت ہی سے ملے گی۔ یہ معتزلہ کے خلاف ہماری دلیل ہے کیونکہ ان کے بقول اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ تمام کو اپنی رحمت میں داخل کرے۔ کیونکہ اس نے تمام کا ایمان چاہا۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں خبر دی کہ وہ جس کو چاہے گا اپنی رحمت میں داخل فرمائے گا اور اسی ہی کی ذات کو علم ہے کہ وہ ہدایت کو اختیار کرے گا۔ وَالظَّالِمِينَ (اور ظالموں کیلئے) یہاں ظالم سے کافر مراد ہیں۔ کیونکہ انہوں نے عبادت کو غلط مقام پر استعمال کیا۔ یہ حالت نصی میں واقع ہے۔ اس فعل کی وجہ سے جس کی تفسیر اَعْدَاءُ رَہا ہے۔ مثلاً اَوْعَدَ الظَّالِمِينَ يَا كَافِرًا الظَّالِمِينَ - اَعْدَاءَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا (ان کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے)

الحمد لله سورة الانسان كالتفسيرى ترجمه قبل از جمعه اختتام پذیر ہوا۔

والحمد لله على ذلك حمداً كما امر

سُوْرَةُ الْمُرْسَلَاتِ وَهِيَ مَسْنُونٌ اِيْتَرَفِيهَا رُكُوْعًا

سورہ مرسلات مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں پچاس آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالْمُرْسَلَاتِ عُرْفًا ۱۱ فَالْعَصِیْفِ عَصْفًا ۱۲ وَالنَّشْرِ نَشْرًا ۱۳ فَالْفُرْقَاتِ ۱۴

قسم ہے ان ہواؤں کی جو نفع پہنچانے کے لئے بھیجی جاتی ہیں پھر ان ہواؤں کی جو تپتی ہیں اور ان ہواؤں کی جو بادلوں کو پھیلاتی ہیں پھر ان ہواؤں کی جو بادلوں کو

فَرَقًا ۱۵ فَالْمُلْقَاتِ ذِكْرًا ۱۶ اِنَّمَا تُوْعَدُونَ لَوَاقِعٌ ۱۷ فَاِذَا

جدا کر دیتی ہیں پھر ان ہواؤں کی جو اللہ کی یاد کا القاء کرنے والی ہیں تو بہ کے طور پر ہو یا ڈرانے کے طور پر بات یہی ہے کہ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ ضرور واقع ہونے والی ہے سو اب

النُّجُومِ طُمِسَتْ ۱۸ وَاِذَا السَّمَاءُ فُرِجَتْ ۱۹ وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّفَتْ ۲۰ وَاِذَا الرُّسُلُ

ستارے بے نور کر دیئے جائیں گے اور جب آسمان پھٹ جائے گا اور جب پہاڑ اڑتے پھریں گے اور جب پیغمبر

اِقْتَتَتْ ۲۱ اِلٰی یَوْمِ اِجْلَتْ ۲۲ لَیَوْمِ الْفَصْلِ ۲۳ وَمَا اَدْرٰکَ مَا یَوْمُ الْفَصْلِ ۲۴

معین وقت پر جمع کئے جائیں گے کس دن کیلئے ان کا معاملہ متوی کیا گیا۔ فیصلہ کے دن کیلئے اور آپ کو معلوم ہے فیصلہ کا دن کیا ہے

وَبَلِّغْ یَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِیْنَ ۲۵

بڑی حیرانی ہے اس دن جھٹلاتے والوں کیلئے۔

ہواؤں کی اقسام:

۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵

عُرْفًا (قسم ہے ان ہواؤں کی جو نفع پہنچانے کیلئے بھیجی جاتی ہیں۔ پھر ان ہواؤں کی جو تپتی ہیں۔ اور ان

ہواؤں کی جو بادلوں کو پھیلاتی ہیں۔ پھر ان ہواؤں کی جو بادلوں کو متفرق کر دیتی ہیں۔ پھر ان ہواؤں کی جو اللہ کی یاد یعنی تو بہ کا یا

ڈرانے کا القاء کرتی ہیں۔) اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی ان جماعتوں کی قسم اٹھائی ہے جن کو مختلف کاموں پر بھیجتے ہیں۔ پس وہ احکام

کی تعمیل میں تیزی سے چلتے ہیں اور ان فرشتوں کی جماعتوں کی قسم جو اپنے پروں کو اس وقت پھیلاتے ہیں جب وہ وحی لے کر

اترتے ہیں یا اللہ تعالیٰ کے احکامات کو زمین میں پھیلاتے ہیں۔ یا کفر و جہالت سے مرے ہوئے نفوس کو وحی کے ذریعہ وہ زندہ

کرتے ہیں۔ پس وہ فرشتوں کی جماعتیں حق و باطل میں جدائی کرتی ہیں۔ پس انبیاء علیہم السلام کی طرف نصیحت کا القاء کرتی ہیں تاکہ حق پرستوں کیلئے عذر کا باعث ہو اور باطل پرستوں کیلئے ڈراوے کا ذریعہ بنے۔

نمبر ۲۔ اللہ تعالیٰ نے ان ہواؤں کی قسم اٹھائی جن سے اقوام کو عذاب دیا۔ پس ان کو بھیجا پس وہ چلیں بہت تیز۔ اور ان ہواؤں کی جو فضاء میں بادلوں کو پھیلاتی ہیں۔ پھر جدا جدا کرتی ہیں۔ جیسا کہ اس ارشاد میں ویجعلہ کسفا [الروم: ۴۸] پس وہ ذکر کا القاء کرتی ہیں۔ خواہ ان لوگوں کے عذر کیلئے جو توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں معذرت چاہتے ہیں۔ اور استغفار کے ذریعہ معذرت کرتے ہیں جب وہ بادلوں میں اللہ تعالیٰ کا انعام دیکھتے ہیں۔ اور اس کا شکر یہ ادا کرتے ہیں۔ یا ان لوگوں کو ڈرانے کیلئے جو ناشکرے ہیں اور بارش کی نسبت ستاروں کی طرف کرتے ہیں۔ ان ہواؤں کو مملقیات ذکر اس لئے کہا کہ وہ ذریعہ ہیں۔ عرفا

نحو: یہ حال ہے ای متابعۃ پے در پے جیسے گھوڑے کی گردن کے بال جو ایک دوسرے کے پیچھے ہوتے ہیں۔ نمبر ۲۔ یہ مفعول لہ ہے۔ وہ ہوائیں احسان و بھلائی کی خاطر بھیجی جاتی ہیں۔

عصفا و نشر ا نحو: یہ دونوں مصدر ہیں۔ مفعول مطلق ہیں۔

قراءت: او نذرا ابو عمرو، کوئی سوائے ابو بکر اور حماد کے بلاتنویں پڑھا ہے۔ العذرو النذر۔ یہ دونوں مصدر ہیں۔ عذرا لاساءة جب وہ برائی کو مٹائے اور انذرا سے نذر ہے۔ جب کہ وہ ڈرائے یہ فعل کے وزن پر ہے جیسے کفر، شکر یہ دونوں ذکر اس سے بدلیت کی بناء پر منصوب ہیں۔ یا مفعول لہ ہونے کی وجہ سے۔

۷: اِنَّمَا تُوعَدُونَ (کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے) یعنی قیامت کا دن جس کی آمد کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔ لَوَاقِعُ (وہ ضرور ہونے والی ہے) اترنے والی ہے۔ اس کی آمد میں کوئی شبہ نہیں۔

نحو: یہ جواب قسم ہے یہاں تک وقف نہیں ہے کیونکہ جواب قسم سے متصل ہوتا ہے۔

منظر قیامت:

۸: فَاِذَا النُّجُومُ طُمِسَتْ (پس جب ستارے بے نور ہو جائیں گے) مٹا دیے جائیں گے۔ یا ان کی روشنی جاتی رہے گی۔
نحو: فاذا کا جواب مخدوف ہے اور اس میں عامل اس کا جواب ہے۔ اور وہ فعل کا واقع ہونا وغیرہ ہے اور النجوم یہ اس فعل کا فاعل ہے۔ جس کی تفسیر طمس کر رہا ہے۔

۹: وَاِذَا السَّمَاءُ فُرِجَتْ (اور جب آسمان پھٹ جائے گا) کھول دیا جائے گا پس وہ دروازے دروازے نظر آئے گا۔

۱۰: وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ (اور جب پہاڑ اڑتے پھریں گے) ان کو ان کے مقامات سے اکھاڑ دیا جائیگا۔

۱۱: وَاِذَا الرُّسُلُ اقْتَتَتْ (اور جب پیغمبر وقت معین پر جمع کیے جائیں گے) اقتت اصل میں وقت ہے جیسا کہ ابو عمرو کی قراءت میں ہے واؤ کو ہمزہ سے بدل دیا گیا۔ توقيت رسل کا مطلب اس وقت کا واضح کر دینا جس میں ان کو شہادت کیلئے حاضر ہونا ہے تاکہ وہ اپنی امتوں کے متعلق گواہی دیں۔

۱۲: لَا تِي يَوْمٍ أُجِّلَتْ (کس دن کیلئے پیغمبروں کا معاملہ ملتوی رکھا گیا ہے) مؤخر کیا گیا اور مہلت دے دی گئی۔ اس میں اس دن کی عظمت کو بتلایا اور اس کی ہولناکی پر تعجب کا اظہار کیا گیا۔ جیسا کہ وقت میں کوئی وقت ٹھہرا لیا جاتا ہے۔

۱۳: لِيَوْمِ الْفُضْلِ (فیصلہ کے دن کیلئے) یہ یوم مؤجل کا بیان ہے۔ وہ دن ہے جس میں مخلوقات کا باہمی فیصلہ ہوگا۔

فیصلے کا دن:

۱۴: وَمَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ الْفُضْلِ (اور آپ کو معلوم ہے کہ وہ فیصلہ کا دن کیا کچھ ہے) اس میں پھر تعجب کا اظہار کیا گیا اور اس کے معاملے کی بڑائی کو ظاہر کیا گیا۔

۱۵: وَيَلُّ (بڑی خرابی ہے)

نَحْوٌ: نکرہ ہونے کے باوجود مبتدأ ہے کیونکہ اصل کے اعتبار سے مصدر منصوب ہے۔ جو اپنے فعل کے قائم مقام آ گیا۔ لیکن نصب سے رفع کی طرف عدول کیا گیا۔ کیونکہ ہلاکت کے دوام و ثبات کو ظاہر کرتا ہے جس کے لئے یہ بددعا کی جائے۔ اور اس کی مثال سلام علیکم [القصص: ۵۵] اس کی خبر للمکذبین ہے۔

يَوْمِئِذٍ (اس دن) نَحْوٌ: یہ اس کا ظرف ہے۔ لِّلْمُكْذِبِينَ (جھٹلانے والوں کیلئے) جو اس دن کو جھٹلاتے ہیں۔

نَحْوٌ: یہ ویل کی خبر ہے۔

أَلَمْ نُهْلِكِ الْأَوَّلِينَ ۱۶ ثُمَّ نَتَّبِعُهُمُ الْآخِرِينَ ۱۷ كَذَلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِينَ ۱۸

یہ ہم نے اگلے لوگوں کو ہلاک نہیں کیا پھر پچھلے لوگوں کو ان ہی کے ساتھ کر دیں گے ہم مجرمین کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں

وَيَلُومُنَّ يَوْمَئِذٍ الْمُبْتَلِينَ ۱۹ أَلَمْ نَخْلُقْكُمْ مِنْ مَّاءٍ مَّهِينٍ ۲۰ فَجَعَلْنَاهُ فِي قَرَارٍ

اس روز حق جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی کیا ہم نے تمہیں ذلیل پانی سے نہیں پیدا کیا سو ہم نے اسے تمہارے کی مخلوق

مَّكِينٍ ۲۱ إِلَىٰ قَدَرٍ مَّعْلُومٍ ۲۲ فَقَدَرْنَا فَنِعْمَ الْقَادِرُونَ ۲۳ وَيَلُومُنَّ يَوْمَئِذٍ

جگہ میں ایک وقت مقرر تک رکھا سو ہم نے ایک اندازہ تمہارا دیا سو ہم کیسے اچھے اندازہ تمہارے والے ہیں اس دن بڑی خرابی ہے

لِلْمُكذِبِينَ ۲۴ أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ كِفَاتًا ۲۵ أَحْيَاءَ وَأَمْوَاتًا ۲۶ وَجَعَلْنَا فِيهَا

جھٹلانے والوں کے لئے کیا ہم نے زمین زندوں اور مردوں کو سمیٹنے والی نہیں بنائی اور ہم نے اس میں اونچے اونچے

رَوَاسِيَ شِمَخٍ وَأَسْقَيْنَاكُمْ مَاءً فُرَاتًا ۲۷ وَيَلُومُنَّ يَوْمَئِذٍ الْمُبْتَلِينَ ۲۸

پہاڑ بنادیتے اور ہم نے تمہیں میٹھا پانی پلایا اس روز بڑی خرابی ہے جھٹلانے والوں کے لئے۔

إِنظِلُّوا إِلَىٰ مَا كُنتُمْ بِهِ تُكَذِّبُونَ ۲۹ إِنظِلُّوا إِلَىٰ ظِلِّ ذِي ثُلُثِ شَعْبٍ ۳۰

تم اس کی طرف چلو جس کو جھٹلایا کرتے تھے ایک ساہبان کی طرف چلو جس کی تین شاخیں ہیں

جھٹلانے والوں کی ہلاکت:

۱۶: أَلَمْ نُهْلِكِ الْأَوَّلِينَ (کیا ہم اگلے لوگوں کو ہلاک نہیں کر چکے) جھٹلانے والی اقوام جو گزشتہ زمانوں میں ہوئیں۔

۱۷: ثُمَّ نَتَّبِعُهُمُ الْآخِرِينَ (پھر پچھلوں کو بھی ان کے ساتھ ساتھ کر دیں گے) یہ وقف کے بعد جملہ مستانفہ ہے۔ یہ اہل مکہ کے نام و وعید ہے کہ پھر ہم ان جیسے پچھلوں سے بھی وہی سلوک کریں گے جو پہلوں کے ساتھ کیا کیونکہ انہوں نے اسی طرح تکذیب کی جیسا انہوں نے کی۔

۱۸: كَذَلِكَ (اسی طرح) اس جیسا سخت معاملہ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِينَ (ہم مجرمین کے ساتھ کیا کرتے ہیں)۔ ہر اس شخص سے جو جرم کرے۔

۱۹: وَيَلُومُنَّ يَوْمَئِذٍ الْمُبْتَلِينَ (اس روز جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی) اس کے سبب جو ہم نے وعدہ کیا ہے۔

۲۰: أَلَمْ نَخْلُقْكُمْ مِنْ مَّاءٍ مَّهِينٍ (کیا ہم نے تم کو ایک بے قدر پانی سے نہیں بنایا) محسین حقیر اور وہ نطفہ ہے۔

۲۱: فَجَعَلْنَاهُ (پھر ہم نے اس کو رکھا) یعنی پانی کو فی قَرَارٍ مَكِينٍ (ایک محفوظ جگہ میں) مقررہ جگہ جہاں کوئی چیز ٹھہرے۔ اور وہ رحم ہے۔

۲۲: اِلَى قَدَرٍ مَّعْلُومٍ (ایک وقت مقررہ تک)

نَحْوٍ: یہ محلاً حال ہے۔ اس کو وقت کی ایک مقدار تک مؤخر کیا۔ معلوم اللہ تعالیٰ کو وہ معلوم ہے اور اسی نے ہی فیصلہ فرمایا ہے۔ اور وہ وہ نو ماہ یا اس سے اوپر یا اس سے کم۔

۲۳: فَقَدَرْنَا (غرض ہم نے ایک اندازہ ٹھہرایا) پس ہم نے اس کا ایک اندازہ کیا۔ فَنِعْمَ الْقَدِرُونَ (پس ہم کیسے اچھے اندازہ کرنے والے ہیں) پس ہم اس کا خوب اندازہ کرنے والے ہیں۔ نمبر ۲۔ پس ہم اس پر قدرت رکھتے ہیں پس ہم اس پر کیا خوب قدرت رکھنے والے ہیں۔ فَقَدَرْنَا۔ پہلی تشدید والی قرأت نافع و علی کے زیادہ مناسب ہے۔ اور اس قول باری تعالیٰ کی وجہ سے بھی من نطفة خلقه فقدره [عس: ۱۰]

۲۴: وَيَلُؤُا يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ (جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی) جو جھٹلاتے ہیں فطرت کے انعامات کو۔

۲۵: اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا (کیا ہم نے زمین کو سمیٹنے والی نہیں بنایا) کِفَاتٍ۔ یہ کفّت الشئ سے لیا گیا۔ جب اس کو ملائے اور جمع کرے یہ اسم ہے اس چیز کیلئے بولا جاتا ہے جو کفایت کرے سمیٹے۔ جیسا کہ عرب کا قول الضمَام اس کو بولتے ہیں جو ملائے اور اس کی وجہ سے احياء و امواتا منصوب ہے۔ گویا کلام اس طرح ہے کافتة احياء و امواتا۔ وہ زمین مردوں اور زندوں کو سمیٹنے والی ہے۔ نمبر ۲۔ اس کا فعل محذوف ہے اور کفَاتا اس پر دلالت کرتا ہے اور وہ تَكِفَّتْ ہے کلام اس طرح ہے: تَكِفَّتْ احياءً علی ظہرھا و امواتا فی بطنھا۔ زمین نے زندوں کو پشت پر سمیٹ رکھا ہے اور مردوں کو اپنے بطن میں۔

۲۶: اَحْيَاءٌ وَّ اَمْوَاتًا (زندوں اور مردوں کو) ان کی تنوین تخم کے لئے ہے کلام اس طرح ہے: تَكِفَّتْ احياء لا يعدون و امواتا لا يحصرون۔ وہ لا تعداد زندوں اور مردوں کو سمیٹتی ہے۔

۲۷: وَجَعَلْنَا فِيهَا رَوَاسِي (اور ہم نے اس میں پہاڑ بنائے گڑے رہنے والے پہاڑ)۔ شِمَخٍ (بلند) وَّ اَسْقَيْنُكُمْ مَّاءً فُرَاتًا (ہم نے تم کو میٹھا پانی پلایا)

۲۸: وَيَلُؤُا يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ (جھٹلانے والوں کیلئے اس روز بڑی خرابی ہے) جو ان نعمتوں کو جھٹلاتے ہیں۔

۲۹: اِنطَلِقُوا اِلَى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكذِّبُونَ (تم اس عذاب کی طرف چلو جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے) یعنی کفار کو قیامت کے دن کہا جائے گا تم اس آگ کی طرف چلو جس کو تم جھٹلاتے تھے۔

۳۰: اِنطَلِقُوا اِلَى ظِلِّ ذِي ثَلَاثِ شُعَبٍ (ایک سا بان کی طرف چلو جس کی تین شاخیں ہیں) اِنطَلِقُوا اِذَا كُنْتُمْ اِلَى ذِي ثَلَاثِ شُعَبٍ (تم اس عذاب کی طرف چلو جس کی تین شاخیں ہیں) اور اسی طرح بڑا دھواں لائے۔ ظل سے مراد جہنم کا دھواں ہے۔ ثلاث شعب وہ کئی شاخوں میں بٹا ہوگا جن میں تین بڑی ہوں گی۔ اور اسی طرح بڑا دھواں تین بڑے حصوں میں تقسیم ہو جائے گا۔

لَا ظِلِّيلٌ وَلَا يُعْنِي مِنَ اللَّهَبِ ﴿۳۱﴾ إِنَّهَا تَرْمِي بِشَرِّ كَالْقَصْرِ ﴿۳۲﴾ كَأَنَّهُ جُمَلَتْ صُفْرًا ﴿۳۳﴾

جس میں نہ سایہ ہے اور نہ وہ گرمی سے بچاتا ہے 'وہ انگارے پھینکے گا۔ جیسے بڑے بڑے محل' جیسے کالے کالے اونٹ بڑی خرابی ہے

وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ﴿۳۴﴾ هَذَا يَوْمٌ لَا يَنْطِقُونَ ﴿۳۵﴾ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُونَ ﴿۳۶﴾

اس دن جھٹلانے والوں کے لئے یہ وہ دن ہو گا جس میں بول نہ سکیں گے اور انہیں اجازت نہ دی جائے گی کہ عذر کر سکیں

وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ﴿۳۷﴾ هَذَا يَوْمٌ الْفَصْلِ جَمَعْنَاكُمْ وَالْأُولَىٰ ﴿۳۸﴾

بڑی خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لئے یہ فیصلہ کا دن ہے ہم نے تمہیں اور اگلے لوگوں کو جمع کیا ہے

فَإِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيدُوا ﴿۳۹﴾ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ﴿۴۰﴾

سو اگر تمہارے پاس کوئی تدبیر ہے تو میرے مقابلے میں اس تدبیر کو استعمال کر لو بڑی خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لئے۔

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي ظِلِّ وَعُيُونٍ ﴿۴۱﴾ وَفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُونَ ﴿۴۲﴾ كُلُوا وَاشْرَبُوا

بلاشبہ پرہیزگار لوگ سایوں میں اور چشموں میں اور ایسے میووں میں ہوں گے جن کی اشتہاء ہو گی کھاؤ اور پیو

هَنِيئًا بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۴۳﴾ إِنَّكَ ذَلِكُ نَجْرِي الْمُحْسِنِينَ ﴿۴۴﴾ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ

مبارک طور پر ان اعمال کے عوض جو تم کرتے تھے بلاشبہ ہم اسی طرح اچھے کام کرنے والوں کو بدلہ دیتے ہیں بڑی خرابی ہے اس دن

لِلْمُكَذِّبِينَ ﴿۴۵﴾ كُلُوا وَتَمَتَّعُوا قَلِيلًا إِنَّكُمْ مُّجْرِمُونَ ﴿۴۶﴾ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ

جھٹلانے والوں کے لئے کھاؤ اور برت لو تھوڑے سے دن بے شک تم مجرم ہو۔ بڑی خرابی ہے اس دن

لِلْمُكَذِّبِينَ ﴿۴۷﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ ارْكَعُوا إِلَّا يَرْكَعُونَ ﴿۴۸﴾ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ﴿۴۹﴾

جھٹلانے والوں کے لئے اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جھکو تو نہیں جھکتے بڑی خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لئے

فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ ﴿۵۰﴾

سو قرآن کے بعد کون سی بات پر ایمان لائیں گے۔

۳۱: لَا ظِلِّيلٌ وَلَا يُعْنِي مِنَ اللَّهَبِ (جس میں نہ سایہ ہے اور نہ وہ گرمی سے بچاتا ہے) ظلیل یہ ظل کی صفت ہے۔ مطلب یہ ہے وہ اس دن کی گرمی اور آگ کی حرارت سے سایہ دینے والے نہ ہوگا۔ ولا یعنی یہ محل جرمیں واقع ہے۔ ای و غیر معن عنہم وہ ان کو فائدہ دینے والا نہ ہوگا۔ من اللهب یعنی من حر اللهب بھڑک کی حرارت سے وہ ذرہ بھر کام نہ دے گا۔

محل جیسی چنگاری:

۳۲: اِنَّهَا تَرْمِي بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ (وہ انگارے برسائے گا جیسے بڑے بڑے محل) انہا یعنی وہ آگ الشرر آگ سے اڑنے والی چنگاریاں کالقصر محل کی طرح بڑی بڑی ہونگی۔ ایک قول یہ ہے گھنے درخت اس کا واحد قَصْرَةٌ ہے۔

۳۳: كَاَنَّهُ جَمَلَتٌ صُفْرٌ (جیسے کالے کالے اونٹ)

قراءت: کوفیوں نے سوائے ابوبکر کے جمالۃ پڑھا ہے۔ جمع جمل کی ہے دیگر قراء نے جمالات پڑھا جو کہ جمع الجمع ہے۔ صفر جمع اصفر یعنی ایسا سیاہ جو زردی کی طرف مائل ہو۔ ان انگاروں کو محلات سے تشبیہ دی کہ محلات جیسے بلند اور بڑے ہوتے ہیں اسی طرح وہ انگارے بڑے بڑے اور اونچے ہونگے۔ اور اونٹوں سے تشبیہ لمبائی بڑائی اور رنگت میں دی۔

۳۴: وَيَلُّ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ (اس دن جھٹلانے والوں کیلئے بڑی خرابی ہے) بڑی خرابی اس لئے ہے کیونکہ وہ ان صفات سے متصف ہونگی۔

۳۵: هٰذَا يَوْمٌ لَا يَنْطِقُوْنَ (یہ وہ دن ہوگا جس دن وہ بول نہ سکیں گے) یوم کو نصب سے پڑھا گیا ہے۔ کلام اس طرح ہے۔ ہذا الذی قص علیکم واقع یومئذ۔ یہ جو تم پر بیان ہوا وہ اس دن پڑنے والا ہے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

آپ سے اس آیت اور ثم انکم یوم القیامة عند ربکم تختصمون [الزمر: ۳۱] کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا اس دن کنی مواقف و مواقع ہیں۔ بعض میں وہ جھگڑیں گے اور بعض مواقع میں بات تک نہ کریں گے۔ نمبر ۲۔ لا ینطقون ما ینفعہم ایسی بات نہ کریں گے جو ان کو مفید ہو۔ ان کی بات کو عدم نطق سے تعبیر کیا۔ (کیونکہ وہ بات نہ بات کرنے جیسے ہونگی)

۳۶: وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فِیْعَتِدِرُوْنَ (اور نہ انکو اجازت ہوگی۔ پس عذر بھی نہ کریں گے) فیعتدرون کا عطف یوذن پر ہے۔ اور یہ بھی نفی کی لڑی میں پرویا ہوا ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے۔ لا یكون لهم اذن ولا اعتذار۔ نہ ان کو اجازت اور نہ معذرت کرنا ہوگی۔

۳۷: وَيَلُّ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ (اس دن جھٹلانے والوں کیلئے بڑی خرابی ہوگی) جو کہ اس دن کو جھٹلانے والے ہیں۔

فیصلے اور جمع کا دن:

۳۸: هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ (یہ فیصلے کا دن ہے) اس میں حق پرست اور باطل پرست میں فیصلہ کیا جائے گا۔ اسی طرح محسن، بدسلوکی والے کو بدلہ دیا جائے گا۔ جمعنکم والاولین (ہم نے تم کو اور انگوں کو جمع کر لیا) تم سے مراد وہ مخاطبین جو آپ کی تکذیب کرنے والے تھے۔ الاولین سے مراد وہ جو آپ سے پہلے تکذیب والی اقوام ہوئیں۔

۳۹: فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيدُوْنَ (اگر تمہارے پاس کوئی تدبیر ہے تو مجھ پر چلا لو) کید عذاب کو دور کرنے کا حیلہ، فکیدون وہ حیلہ مجھ پر چلا دیکھو تا کہ تم عذاب سے چھوٹ جاؤ۔ کید کا لفظ متعدی ہے تم کہتے ہو۔ کدت فلانا جب تم اس پر اپنا حیلہ

استعمال کرو۔

۴۰: وَيَلُّ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ (اس دن بڑی خرابی ہے ان لوگوں کیلئے جو تکذیب کرنے والے ہیں) بعث بعد الموت کی۔

متقین کے انعامات:

۴۱: اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ ظِلِّ وَّعِيُوْنٍ (پرہیزگار لوگ سایوں اور چشموں میں ہونگے) المتقین سے وہ لوگ مراد ہیں جو اللہ تعالیٰ کے

عذاب سے بچنے والے ہیں۔ ظلال جمع ظل کی ہے۔ عیون جمع عین وہ چشمے جو جنت میں جاری ہونگے۔

۴۲: وَفَوَاكِهٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ (اور میوے جو ان کو مرغوب ہونگے) یعنی لذیذ اور پسندیدہ۔

۴۳: كُلُوْا وَاَشْرَبُوْا هٰنِيًْٓٔا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (تم کھاؤ پو خوب مزے سے اپنے اعمال کے بدلے) کلووا و اشربوا یہ

موضع حال میں واقع ہے۔ اور اس کا ذوالحال متقین کی ضمیر ہے جو اس ظرف میں واقع ہے جو فی ظلال میں ہے۔ تقدیر کلام یہ

ہے ہم مستقرون فی ظلال مقولا لهم ذلك۔ وہ سایوں میں قرار پکڑنے والے ہونگے اور ان کو یہ کہا جائے گا کلووا

واشربوا بما كنتم تعملون جو تم دنیا میں عمل کرتے رہے۔

۴۴: اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ (ہم نیک لوگوں کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں) پس تم بھی نیکیاں کرو تا کہ تمہیں یہ بدلہ ملے۔

۴۵: وَيَلُّ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ (اس دن بڑی خرابی ہے جھٹلانے والوں کے لئے) جو جنت کو جھٹلاتے ہیں۔

۴۶: كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ (تم تھوڑے دن اور کھا لو۔ برت لو۔ تم بیشک مجرم ہو) یہ جملہ مستانفہ ہے۔ اس

میں مجرمین کو بطور تہدید دنیا میں مخاطب کیا گیا۔ جیسا دوسری آیت میں اعملوا ما شئتم [نصت: ۴۰] قلیل دنیا کا سامان جتن بھی

ہو قلیل ہے۔ مجرموں کو کفر کرنے والے ہو۔ یعنی ہر مجرم کھاتا اور نفع اٹھاتا ہے۔ یہ دنیا کے دن انتہائی قلیل ہیں۔ پھر وہ ہمیشہ کی

ہلاکت میں پڑ جاتا ہے۔

۴۷: وَيَلُّ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ (اس دن بڑی خرابی ہے۔ جھٹلانے والوں کی) جو منعم کو جھٹلاتے ہیں۔

۴۸: وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ ارْكَعُوْا (جب ان سے کہا جاتا ہے جھکو تم) اللہ تعالیٰ کیلئے خشوع اختیار کرو۔ اور اسکی وحی کو قبول کر کے تواضع

اختیار کرو اور اسکے دین کی اتباع کرو اور یہ تکبر چھوڑ دو۔ لَا يَرْكَعُوْنَ (تو نہیں جھکتے) وہ خشوع اختیار نہیں کرتے اور نہ اسکو قبول

کرتے ہیں اور اپنے تکبر پر مصر ہیں۔ یا اذا قيل لهم صلوا لا يصلون جب انکو نماز پڑھنے کیلئے کہا جاتا تو وہ نماز نہیں پڑھتے۔

۴۹: وَيَلُّ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ (اس روز جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی) جو اللہ تعالیٰ کے امر و نہی کی تکذیب کرنے والے ہیں۔

۵۰: قَبٰٓتِيْ حٰدِيْثٍۭۙ بَعْدَهُۥ يَوْمِنُوْنَ (تو پھر اس کے بعد اور کونسی بات پر ایمان لاویں گے)۔ بعدہ یعنی قرآن کے بعد۔ یومنون

اگر وہ قرآن پر ایمان نہیں لاتے حالانکہ وہ بصارت افروز نشانی اور کھلا معجزہ ہے۔ آسمانی کتابوں میں سے اس کا معجزہ ہونا ظاہر

ہے۔ پس اس کتاب کے بعد اور کس کتاب پر وہ ایمان لائیں گے۔

تمت سورة المرسلات بعون الله تعالى

سُورَةُ النَّبَاِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ الْبِعَوَاثِرُ فِيهَا اَرْبَعُوْنَ

سورۃ النبأ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں چالیس آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ ۱ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ۲ الَّذِي هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُونَ ۳

یہ لوگ کس چیز کے بارے میں دریافت کرتے ہیں ' بڑی خبر کے بارے میں جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں

كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ۴ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ۵ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهْدًا ۶ وَالْجِبَالَ

خبردار وہ عنقریب جان لیں گے پھر خبردار وہ عنقریب جان لیں گے کیا ہم نے زمین کو بچھونا اور پہاڑوں کو

اَوْتَادًا ۷ وَخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ۸ وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۹ وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا ۱۰

میں نہیں بنایا ' اور ہم نے تمہیں جوڑے پیدا کیا ہے اور تمہاری نیند کو ہم نے آرام کی چیز بنایا اور رات کو لباس بنایا

وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۱۱ وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ۱۲ وَجَعَلْنَا سِرَاجًا

اور دن کو روزی کمانے کا وقت بنایا ' اور ہم نے تمہارے اوپر سات مضبوط آسمان بنائے ' اور ہم نے بنا دیا ایک روشن

وَهَاجًا ۱۳ وَاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرَاتِ مَاءً ثَجَّاجًا ۱۴ لِنُخْرِجَ بِهِ حَبًّا وَنَبَاتًا ۱۵

چراغ ' اور ہم نے اتار دیا پانی سے بھرے ہوئے بادلوں سے خوب بہنے والا پانی تاکہ ہم اس کے ذریعہ دانے اور جڑی

وَجَنَّتِ الْاَفَااقُ ۱۶ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيقَاتًا ۱۷ يَوْمَ يَنْفَخُ فِي الصُّورِ فَتَاتُونَ

اور گنجان باغ نکالیں۔ بلاشبہ فیصلوں کا دن مقرر ہے جس دن صور پھونکا جائے گا

اَفْوَاجًا ۱۸ وَفُتِحَتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا ۱۹ وَسِيْرَتِ الْجِبَالِ فَكَانَتْ سَرَابًا ۲۰

سو تم لوگ فوج در فوج آ جاؤ گے اور آسمان کھول دیا جائے گا سو وہ دروازے ہی دروازے ہو جائے گا اور پہاڑ چلا دیئے جائیں گے سو وہ ریت ہو جائیں گے۔

عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ (یہ لوگ کس چیز کا حال دریافت کرتے ہیں) عم کی اصل عن، ماتھی اور اس طرح بھی پڑھا گیا ہے پھر نون کو میم میں ادغام کر دیا تو عَمَّا ہو گیا اور اس طرح بھی پڑھا گیا پھر الف بطور تخفیف حذف کر دیا گیا۔ اور حذف کی وجہ استفہام میں

کثرت سے استعمال ہے اور زیادہ استعمال اسی کا ہے یہ استفہام اس چیز کی تعظیم اور ہولناکی کو ظاہر کرنے کیلئے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ سے تو کوئی چیز پوشیدہ اور چھپی ہوئی نہیں ہے۔ يَتَسَاءَ لُونٌ (وہ ایک دوسرے سے سوال کرتے ہیں)۔ نمبر ۲۔ وہ دوسروں سے پوچھتے ہیں۔ اہل مکہ ایمان والوں سے استہزاء پوچھتے اور آپس میں بھی اس کے متعلق بات کرتے رہتے تھے۔

۲: عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ (وہ بڑی خبر کے متعلق ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں) اس میں قیامت کی عظمت کی وضاحت ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے عم يتساءلون ، يتساءلون عن النبأ العظيم وہ کس چیز کے متعلق پوچھتے ہیں ایک عظیم الشان خبر کے متعلق باہمی گفت و شنید کرتے ہیں۔

مؤمن مشیت کے لئے اور کافر استہزاء کے لئے:

۳: الَّذِي هُمْ فِيهِ مُخْتَلِفُونَ (جس میں یہ لوگ اختلاف کر رہے ہیں) پس بعض ان میں سے قطعی انکار کرنے والے تھے۔ جبکہ بعض دوسرے شک کرتے تھے۔ ایک اور قول ہے کہ ہم کی ضمیر مسلمانوں اور کفار دونوں کی طرف راجع ہے۔ اور تمام ہی قیامت کے متعلق پوچھتے رہتے تھے۔ مسلمان تو اس لئے پوچھتے تاکہ خشیت میں اضافہ ہو اور کافر اس لئے پوچھتے تاکہ استہزاء کر سکیں۔

۴: كَلَّا سَيَعْلَمُونَ (ہرگز ایسا نہیں ان کو بھی معلوم ہوا جاتا ہے) کلا یہ اختلاف پر ردع کیلئے ہے۔ نمبر ۲۔ استہزاء کے طور پر سوال قیامت پر ردع ہے۔ سَيَعْلَمُونَ اس میں کفار کیلئے وعید ہے کہ عنقریب ان کو آنکھوں دیکھ کر حال معلوم ہو جائے گا کہ جس کے متعلق وہ مذاق اڑانے کیلئے سوال کرتے تھے وہ برحق ہے (گویا یہ وعید قبر ہے کہ ان کو قبر میں معلوم ہو جائے گا)

۵: ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ (پھر ہرگز ایسا نہیں ان کو بھی معلوم ہوا جاتا ہے) اس میں ان کو دوبارہ دھمکی دی گئی۔ ثُمَّ بتا رہا ہے۔ کہ دوسری وعید پہلی سے بلیغ تر ہے اور پہلی وعید سے زیادہ سخت ہے (قبر سے قیامت سخت تر ہے)

ایجادات باری تعالیٰ:

۶: اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهْدًا (کیا ہم نے زمین کو فرش نہیں بنایا) (یہ استفہام انکاری ہے) جب کفار نے بعث کا انکار کیا تو ان کو مخاطب کر کے فرمایا کیا بعث کی نسبت جس کی طرف کی جا رہی ہے اس نے یہ عجیب مخلوقات پیدا نہیں فرمائیں؟ جب جواب ہاں میں ہے تو تم اس کی بعث بعد الموت پر قدرت کو کیوں نہیں مانتے حالانکہ وہ ایجاد بھی ان ایجادات سے چنداں مختلف نہیں) یا ان کو اس طرح کہا جا رہا ہے کہ تم بتلاؤ اس نے یہ ساری اشیاء کیوں بنائیں؟ حکیم کوئی فعل فضول کرتا ہی نہیں بعث کا انکار کرنے سے تو یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ اس نے جو کچھ کیا وہ بلا مقصد کیا؟ مِهْدًا (فرش) جس کو ہم نے بچھا دیا یہاں تک کہ تم اس پر رہائش پذیر ہو۔

۷: وَالْجِبَالَ اَوْتَادًا (اور پہاڑوں کو میخیں) زمین کیلئے تاکہ زمین میں ارتعاشی جنبش نہ ہو۔ لِنَلَّا تَمِيْدًا بِكُمْ۔

۸: وَخَلَقْنَاكُمْ اَزْوَاجًا (اور ہم نے ہی تم کو جوڑا بنایا) یعنی مذکر و مؤنث (نر، مادہ)

۹: وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا (اور ہم ہی نے تمہارے سونے کو راحت کی چیز بنایا) سباتا تمہارے اعمال کو قطع کر دینے والی اور

تمہارے ابدان کیلئے راحت بنایا۔ السبت قطع کرنا۔

۱۰: وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا (اور ہم ہی نے رات کو پردہ کی چیز بنایا) ایسا پردہ جو تمہیں لوگوں کی آنکھوں سے اس وقت چھپا لیتا ہے جب تم لوگوں کو اطلاع دیئے بغیر کوئی کام کرنا چاہتے ہو۔

۱۱: وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا (اور ہم ہی نے دن کو معاش کا وقت بنایا) تم اپنی ضروریات اور کاروبار میں دن کے دوران آتے جاتے ہو۔

۱۲: وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا (ہم ہی نے تمہارے اوپر سات مضبوط آسمان بنائے) سبع یعنی سات آسمان، شداداً جمع شدیدۃ کی ہے۔ مضبوط و طاقتور جس میں مرور زمانہ کا اثر نہیں۔ نمبر ۲۔ موٹے کہ ہر آسمان کی موٹائی پانچ سو سال کی مسافت کے برابر ہے۔

۱۳: وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَهَّاجًا (اور ہم ہی نے ایک روشن چراغ بنایا) روشن بھڑکنے والا یعنی سورج روشنی اور حرارت ہر دو کا جامع ہے۔ وَأَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرَاتِ (اور ہم ہی نے بھرے بادلوں سے برسایا) السحاب اذا اعصرت یعنی بادل اس کے لئے تیار ہوں کہ ہوائیں ان کو نچوڑ کر بارش برسائیں اور اسی سے اہل عرب کہتے ہیں اعصرت الجارية جبکہ وہ حیض کی عمر کے قریب ہو جائے۔ نمبر ۲۔ ہوائیں مراد ہیں وہ بادلوں کو بناتی اور ان سے بارش نکالتی ہیں جیسے اونٹنی کا دودھ دوا جاتا ہے۔ پس یہ درست ہے کہ ان کو بارش اتارنے کا مبداء قرار دیا جائے اور یہ وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہواؤں کو اٹھاتے ہیں۔ پھر وہ آسمان پانی اٹھا کر بادلوں میں منتقل کرتی ہیں۔ مَاءٌ نَّجَّاجًا (کثرت سے پانی) نَجَّاجًا کثرت سے بہنے والا۔

۱۵: لِنُخْرِجَ بِهِ (تا کہ ہم پیدا کریں اس سے) یعنی پانی کے ذریعہ سے حَبًّا (غلہ) گندم، جو، وَنَبَاتًا (اور سبزی) یعنی سبزہ گھاس وَجَنَّتِ (اور باغات) الْفَافَا (گنجان) یعنی جن کے درخت باہمی لپٹے ہوئے ہیں۔ اس کا واحد لَفٌّ ہے۔ جیسا جذع واجذاع یا لَفِيفٌ جیسا شَرِيفٌ و اشرف یا اس کا کوئی واحد نہیں جیسا اوزاع نمبر ۴۔ یہ جمع الجمع ہے یہ جمع لُفٌّ و لُفٌّ جمع لَفَّاءُ گنجان درخت، لپٹا ہوا درخت

قراءت: الم نجعل سے الفافا تک وقف نہیں ہے اور اوتاداً پر اور معاشا پر وقف ضروری ہے۔

ثواب و عقاب کے لئے میعاد:

۱۶: إِنَّ يَوْمَ الْفُصْلِ (بیشک فیصلے کا دن) یعنی محسن، مسیئ اور باطل پرست اور حق پرست کے مابین۔ كَانَ مِيقَاتًا (ایک معین وقت ہے) مقررہ میعاد ہے۔ اور جزاء ملنے کیلئے طے شدہ انتہاء ہے۔ نمبر ۲۔ ثواب و عقاب کے لئے میعاد ہے۔

صور پھونکنا اور کائنات کا حال:

۱۷: يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ (یعنی اس دن صور پھونکا جائے گا)

اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ۲۱ لِّلظَّالِمِيْنَ مَا بَا ۲۲ لِّبَشِيْرٍ فِيْهَا اَحْقَابًا ۲۳ لَا

بلاشبہ جہنم ایک گھات کی جگہ ہے سرکشوں کا ٹھکانہ ہے جس میں وہ بہت زیادہ عرصہ بائے دراز تک رہیں گے اس میں

يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا ۲۴ اِلَّا حَمِيْمًا وَّعَسَاقًا ۲۵ جَزَاءً وَّفَاقًا ۲۶

یہ ٹھنڈک کا مزہ چکھیں گے اور نہ پینے کی کوئی چیز سوائے گرم پانی کے اور پیپ کے یہ بدلہ ہوگا ان کے اعمال کے موافق

اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا ۲۷ وَّكَذَّبُوْا بِآيَاتِنَا كِذَّابًا ۲۸ وَّكُلَّ شَيْءٍ

بلاشبہ وہ حساب کا خیال نہیں رکھتے تھے اور انہوں نے ہماری آیات کو دلیری کے ساتھ جھٹلایا اور ہم نے ہر چیز کو

اَحْصَيْنَاهُ كِتَابًا ۲۹ فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا ۳۰ اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا ۳۱

کتاب میں پوری طرح سے لکھ دیا ہے سو تم کچھ لو سو ہم تمہارے لئے عذاب کو بڑھاتے ہی رہیں گے۔ بلاشبہ متقیوں کے لئے کامیابی ہے

نحو: یہ یوم الفصل کا بدل ہے۔ نمبر ۲۔ عطف بیان ہے۔ فی الصور یعنی قرن میں۔

فَنَّاوُنَ افْوَاجًا (پھر تم لوگ گروہ گروہ ہو کر آؤ گے)

نحو: افواج یہ حال ہے یعنی مختلف جماعتوں میں یا امتوں میں تقسیم ہو کر آؤ گے ہر امت اپنے رسول کے ساتھ ہوگی۔

۱۹: وَفَتِحَتِ السَّمَاوَاتُ (اور آسمان کھل جائے گا)

قراءت: کوئی قراء نے تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آسمان فرشتوں کے اترنے کیلئے پھٹ جائے گا۔

فَكَانَتْ اَبْوَابًا (پھر اس میں دروازے ہی دروازے ہو جائیں گے) پس وہ دروازوں، راستوں اور پھٹے ہوئے مقامات

پر مشتمل ہوگا جبکہ آج اس میں کوئی پھٹا ہوا مقام نہیں۔

۲۰: وَسَيَّرَتِ الْجِبَالَ (اور پہاڑ ہٹا دیے جائیں گے) یعنی سطح زمین سے فُكَّانَتْ سَرَابًا (پس وہ ریت کی طرح ہو جائیں گے)

جہنم مؤمن کی راہ گزر کفار کا مستقر:

۲۱: اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا (بیشک دوزخ ایک گھات کی جگہ ہے) مرصاد ایسا راستہ جس پر مخلوق کا گزر ہوگا۔ پس مؤمن

اس پر چلے گا اور کافر اس میں داخل ہوگا۔

ایک قول یہ ہے المرصاد۔ وہ سرحد جس پر چوکی قائم کی جاتی ہے۔ یعنی وہ سرکشوں کی ایسی سرحد ہے جس پر وہ عذاب کے

منتظر ہونگے۔ اور وہ ان کا ٹھکانہ بنے گی۔ نمبر ۲۔ وہ اہل جنت کیلئے سرحد ہے جس پر فرشتے کھڑے ہو کر مؤمنوں کا استقبال کریں

گے کیونکہ انہوں نے اس پر سے گزر کر جانا ہے۔

۲۲: لِّلطَّغِيْنَ مَآبًا (سرکشوں کا ٹھکانہ ہے) یعنی وہ کافروں کیلئے لوٹنے کی جگہ اور ٹھکانہ ہے۔

۲۳: لَّبِثِيْنَ فِيْهَا اَحْقَابًا (جس میں وہ بے انتہاء زمانوں تک رہیں گے) لبثین کا معنی ٹھہرنے والے ہونگے۔ مَخْجُوْ: طاغین کی ضمیر سے لبثین حال ہے۔

قراءت: حمزہ نے لبثین پڑھا ہے۔ اللبث زیادہ قوی ہے کیونکہ لابت اسی شخص کو کہتے ہیں جس سے ٹھہرنا پایا جائے خواہ اقل قلیل کیوں نہ ہو۔ اور اللبث اس کو کہتے ہیں جس کی شان یہ ہو کہ وہ مکان میں ٹھہرے اور قیام کرے۔ فیہا سے جہنم میں ٹھہرنا مراد ہے۔ احقابا یہ جمع حقب کی ہے اور اس کا معنی ہے ص زمانہ۔ اس سے کوئی عدد خاص مراد نہیں بلکہ ہمیشگی مراد ہے۔ جب ایک حقب گزر جائے گا تو اس کے پیچھے دوسرا حقب غیر منتہی زمانے کیلئے شروع ہوگا۔ الحقب اور الحقبۃ کا استعمال کلام عرب میں پے درپے اور متواتر زمانوں کیلئے کیا جاتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ الحقب اسی سال کا ہوتا ہے۔ بعض علماء سے اس آیت کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے بیس سال کے بعد جواب دیا لبثین فیہا احقابا (کہ وہ اس میں زمانہ دراز تک رہیں گے)۔

احوال جہنم:

۲۴: لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّ لَا شَرَابًا (اس میں وہ نہ کسی ٹھنڈک کا مزا چکھیں گے اور نہ پینے کی چیز کا) یعنی وہ چکھنے والے نہ ہونگے۔

مَخْجُوْ: یہ لبثین کی ضمیر سے حال ہے۔

پس جب یہ احقاب ختم ہو جائیں گے جس میں ان کو ٹھنڈک اور مشروب سے روک دیا گیا۔ تو اور احقاب بدل دیئے جائیں گے جن میں دوسرا عذاب ہوگا۔ وہ ایسے احقاب ہیں کہ ان کے بعد ختم نہ ہونے والے احقاب ہونگے۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ اس محاورہ سے ماخوذ ہے حقب عامنا جبکہ بارش اور خیر و برکت کم ہو جائے اور حقب فلان جبکہ رزق اس سے خفاء کر جائے وہ حقب ہے اور اس کی جمع احقاب ہے۔

مَخْجُوْ: اور یہ بطور حال منصوب ہے۔ ای لا لبثین فیہا حقبین۔

وَلَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّ لَا شَرَابًا: وہ اس میں ٹھہرنے والے ہونگے اس حال میں کہ وہ رزق سے محروم ہونگے یعنی وہ

اس میں ٹھنڈک اور مشروب چکھ تک نہیں سکیں گے یہ لا یذوقون اس کی تفسیر ہے۔ اور

۲۵: اِلَّا حَمِيْمًا وَّ غَسَاقًا (سوائے گرم پانی اور پیپ کے) یہ استثناء منقطع ہے تقدیر کلام یہ ہے لا یذوقون فی جہنم یا فی

احقاب برداً یعنی ایسی راحت جو ان سے آگ کی حرارت کو دور کر دے یا نیند اور اسی سے محاورہ ہے منع البرد البرد۔ سردی

نے نیند کو روک دیا۔ ولا شراباً اور نہ ایسا مشروب جو ان کی پیاس کو مٹا دے۔ لیکن وہ اس میں چکھیں گے گرم پانی جو اس قدر گرم

ہوگا کہ جدھر سے گزرے گا جلا ڈالے گا۔ اور غساقاً یعنی جہنمیوں کے زخموں کی پیپ۔ ان کو پینے کیلئے دی جائیگی۔ قراءت:

غساقا کوئی قراء نے تشدید کے ساتھ پڑھا ہے سوائے ابو بکر کے۔

۲۶: جَزَاءٌ وِفَاقًا (یہ پورا بدلہ ملے گا) امے جوزوا جزاء وفاقاً یعنی ان کو بدلہ دیا جائے گا جو ان کے اعمال کے عین مناسب ہوگا۔ جزاء مصدر ہے اور صفت کے معنی میں مستعمل ہے۔ نمبر ۲۔ ذوا فاق موافقت والا۔ پھر جملہ متانفہ بطور تعلیل لائے فرمایا۔
 ۲۷: اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا (وہ لوگ حساب کا اندیشہ نہ رکھتے تھے) یعنی اپنے متعلق ان کو اللہ تعالیٰ کے محاسبہ کا ڈرنہ تھا۔ نمبر ۲۔ ان کا بعث پر ایمان ہی نہ تھا کہ وہ حساب کی امید رکھتے۔
 ۲۸: وَكَذَّبُوْا بِآيَاتِنَا كِذَابًا (اور ہماری آیتوں کو خوب جھٹلاتے تھے) کذاباً تکذیب کے معنی میں ہے اور فعال کا وزن تفعیل میں پایا جانا ظاہر ہے۔

۲۹: وَكُلَّ شَيْءٍ اٰحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا (اور ہم نے ہر چیز کو لکھ کر ضبط کر رکھا ہے)
 نَحْوًا: کل شیء فعل مضموم کی وجہ سے منصوب ہے جس کی تفسیر احصینا کر رہا ہے۔ کتاب یہاں مکتوبا کے معنی میں ہے یعنی لوح محفوظ میں لکھا ہے۔ یا یہ مصدر ہے جو احصاء کے معنی میں ہے۔ نمبر ۲۔ یا احصینا یہ کتبنا کے معنی میں ہے۔ کیونکہ احصاء عموماً کتابت کے ذریعہ ہوتا ہے۔ یہ آیت جملہ معترضہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد فذوقوا حساب کے متعلق ان کے کفر اور آیات کی تکذیب کا مسبب ہے۔

۳۰: فَذُوْقُوْا (پس تم مزہ چکھو) یعنی تم اپنی سزا چکھو! اور طریق التفات یہ شدت غضب کیلئے شاہد ہے۔ فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا (پس تم مزہ چکھو کہ ہم تمہاری سزا ہی بڑھاتے چلے جائیں گے) حدیث میں وارد ہے اہل نار پر سب سے زیادہ سخت آیت قرآن مجید میں یہ آیت ہے۔ (رواہ ابن ابی حاتم، بحوالہ حاشیہ کشاف)

متقین کی کامیابی:

۳۱: اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفٰزًا (اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کیلئے بیشک کامیابی ہے) مفاز یہ الفوز سے مفعول کا وزن ہے مصدر بھی بن سکتا ہے۔ اس کا مطلب ہر ناپسند سے نجات پانا اور ہر محبوب و پسند کو پالینا ہے اور مفازاً نظرف مکان بن سکتا ہے۔ اس وقت مکان کامیابی یعنی جنت مراد ہے۔ پھر اس کا بدل البعض اگلی آیت میں لائے۔

حَدَائِقَ وَأَعْنَابًا ۚ وَكَوَاعِبَ أَتْرَابًا ۚ وَكَأْسًا دِهَاقًا ۚ لَا يَسْمَعُونَ

باغ ہیں اور انگور ہیں، نوخیز ہم عمر بیویاں ہیں اور لبالب بھرے ہوئے جام ہیں۔ وہ اس میں کوئی

فِيهَا لَغْوًا وَلَا كِدْبًا ۚ جَزَاءً مِّن رَّبِّكَ عَطَاءً حِسَابًا ۚ رَبِّ السَّمَوَاتِ

لغوات اور جھوٹ نہ سنیں گے، آپ کے رب کی طرف سے بدلہ دیا جائے گا جو بطور انعام کے ہوگا، کافی ہوگا جو رب سے آسمانوں کا

وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمَنُ لَا يَمْلِكُونَ مِنْهُ خِطَابًا ۚ يَوْمَ يَقُومُ

اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، وہ رحمن ہے، یہ لوگ اس سے بات نہ کر سکیں گے جس دن تمام ذمی

الرُّوحِ وَالْمَلَائِكَةُ صَفًّا ۚ لَا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَن أِذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ وَقَالَ صَوَابًا ۚ

ارواح اور فرشتے صف بنائے کھڑے ہوں گے، کوئی بھی نہ بول سکے گا مگر جس کو رحمن اجازت دے اور ٹھیک بات کہے،

ذَلِكَ الْيَوْمِ الْحَقِّ ۚ فَمَن شَاءَ اتَّخَذْ إِلَىٰ رَبِّهِ مَا بَاءًا ۚ إِنَّا أَنْذَرْنَاكُمْ عَذَابًا

یہ دن یقینی ہے، سو جو شخص چاہے اپنے رب کی طرف ٹھکانہ بنا لے، بلاشبہ ہم نے تمہیں عنقریب آجانے والے عذاب سے

قَرِيبًا ۚ يَوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ وَيَقُولُ الْكَافِرُ يَلَيْتَنِي كُنْتُ تُرَابًا ۚ

ڈرا رہا ہے، جس دن انسان ان اعمال کو دیکھ لے گا جو اس نے ہاتھوں سے آگے بھیجے اور کافر کہے گا ہائے کاش میں مٹی ہو جاتا۔

حالاتِ جنت:

۳۲: حَدَائِقَ وَأَعْنَابًا (یعنی باغ اور انگور) ایسے باغات جس میں ہر قسم کے پھلدار درخت ہوں گے۔ حدائق جمع حدیقہ کی ہے۔
اعناب انگور کی بیلے۔

نَجْوًا: اس کا عطف حدائق پر ہے۔ اور وہ مفازا کا بدل البعض ہے۔

۳۳: وَكَوَاعِبَ أَتْرَابًا (اور نوخاستہ ہم عمر عورتیں) کواعب ابھرے پستان والی۔ اترا ابنا ہم عمر۔

۳۴: وَكَأْسًا دِهَاقًا (اور لبالب بھرے جام شراب) دہاقا بھرے ہوئے۔

۳۵: لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا كِدْبًا (وہاں نہ کوئی بیہودہ بات سنیں گے اور نہ جھوٹ) یعنی وہ جنت میں نہ سنیں گے۔ کوئی باطل بات اور نہ تکذیب۔

نَجْوًا: لایسمعون یہ ان کی خبر کی ضمیر سے حال ہے۔ لغو: باطل بات۔ قراءت: کذابا کسائی نے خفیف کے ساتھ پڑھا۔ اور

بمعنی مکاذبہ ہے یعنی وہ ایک دوسرے سے جھوٹ نہ بولیں گے۔ نمبر ۲۔ اور وہ اس کو نہ جھٹلائے گا۔

۳۶: جَزَاءٌ مِّن رَّبِّكَ عَطَاءٌ حِسَابًا (یہ بدلہ ملے گا جو کہ کافی انعام ہوگا۔ آپ کے رب کی طرف سے)

نحو: جزاء یہ مصدر ہے تقدیر کلام یہ ہے جزا ہم جزاء۔ وہ ان کو جزاء دے گا جزاء دینا۔

عطاء یہ مصدر ہے نمبر ۲۔ جزاء کا بدل ہے۔ حساباً یہ صفت ہے اس کا معنی کافی یا ان کے اعمال کے حساب سے۔

۳۷: رَبِّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمَنُ (جو مالک ہے آسمان کا اور زمین کا اور ان چیزوں کا جو ان کے درمیان

ہیں۔ رحمان ہے)

نحو: ابن عامر، عاصم نے رَبِّ الرَّحْمَانِ کو کسرہ کے ساتھ پڑھا اور من رَبِّكَ کا بدل قرار دیا۔ نمبر ۲۔ جنہوں نے رفع دیا

ہے۔ انہوں نے کہا کہ رَبُّ یہ مبتدأ محذوف کی خبر ہے۔ ب۔ یہ مبتدأ اور اس کی خبر الرحمان ہے۔ ج۔ الرحمان اس کی صفت

ہے۔ لَا يَمْلِكُونَ مِنْهُ خِطَابًا (کسی کو اس کی طرف سے اختیار نہ ہوگا کہ عرض معروض کر سکے) یعنی اللہ تعالیٰ سے لا یملکون

یہ خبر ہے۔ نمبر ۲۔ یا یہ دونوں خبریں ہیں اور لا یملکون کی ضمیر اهل السموات والارض سب کی طرف راجع ہے اور مِنْهُ کی ضمیر

اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے تقدیر کلام یہ ہے۔ لا یملکون الشفاعة من عذابه تعالیٰ الا باذنہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے

شفاعت کا ان کو اختیار نہ ہوگا۔ مگر اس کی اجازت سے۔ نمبر ۲۔ لا یقدر احد ان یخاطبه تعالیٰ خوفاً اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ

سے اس سے کسی کو بات کی مجال نہ ہوگی۔

منظر محشر:

۳۸: يَوْمَ يَقُومُ (جس دن کھڑے ہونگے)

نحو: نمبر ۱۔ اگر اس کو لا یملکون کا ظرف بنائیں۔ تو خطاباً پر وقف نہ ہوگا۔ نمبر ۲۔ اگر لا یتکلمون کا ظرف بناؤ تو پھر وقف

خطاباً پر کریں گے۔ الرُّوحُ (تمام ذی ارواح) جمہور کے نزدیک روح سے مراد جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ ایک قول یہ ہے یہ

ایک بہت بڑا فرشتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عرش کے بعد اس سے بڑی مخلوق کوئی نہیں بنائی۔ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا (اور فرشتے صف

بستہ)

نحو: صفاً یہ حال ہے۔ اے مصطفین لَا یتکلمون (کوئی بول نہ سکے گا) خوف کی وجہ سے اس جگہ مخلوق بول نہ سکے گی۔

الْأَمْنُ اِذْنَ لَهُ الرَّحْمَنُ (بجز اس کے جس کو رحمان اجازت دے) یعنی کلام کرنے کی نمبر ۲۔ شفاعت کی۔ وَقَالَ صَوَابًا (اور وہ

شخص بات بھی ٹھیک کہے) صواباً حق بات اس طور پر کہ مشفوع لہ نے دنیا میں لا الہ الا اللہ کہا۔ نمبر ۲۔ اس کو شفاعت کی

اجازت دی جائے گی جو شفاعت کے سلسلہ میں درست بات کہے۔

۳۹: ذٰلِكَ الْيَوْمِ الْحَقُّ (یہ یقینی دن ہے) اس کا وقوع ثابت ہے۔ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ اِلٰی رَبِّهِ مَابًا (پس جس کا جی چاہے

اپنے رب کے پاس ٹھکانہ بنا رکھے) ماباً اعمال صالحہ کے ساتھ لوٹنا۔

۳۰: اِنَّا اَنْذَرْنَاكُمْ (ہم نے تم کو ڈرایا ہے) اے کافرو! عَذَابًا قَرِيْبًا (ایک نزدیک آنے والے عذاب سے) جو آخرت میں پیش آئے گا کیونکہ جو آنے والا ہے وہ قریب ہی ہے۔ يَوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ (جس دن ہر شخص ان اعمال کو دیکھ لے گا) المرء سے کافر مراد ہے۔ جیسا کہ انا انذرناکم عذابا قریبا اس پر دلالت کر رہا ہے۔ مَا قَدَّمَتْ يَدَهُ (جو اس نے اپنے ہاتھوں سے کیے ہونگے) برائیاں۔ جیسا دوسرے مقام میں فرمایا۔ ذُوْقُوا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمْتُمْ اَيْدِيْكُمْ [آل عمران: ۱۸۱-۱۸۲] |
وجہ تخصیص:

ایدی کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اکثر اعمال ہاتھوں سے انجام پاتے ہیں۔ اگرچہ یہ بھی احتمال ہے کہ بعض گناہوں میں ہاتھوں کا کوئی دخل بھی نہ ہو۔ وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ (اور کافر کہے گا) یہاں ضمیر کی بجائے کافر کا لفظ ظاہر لائے تاکہ اس کی خوب مذمت ہو جائے۔ نمبر ۲۔ المرء عام ہے اور اس میں سے کافر کو خاص کیا گیا۔ اور ما قدمت یداہ سے جو اعمال اس نے خیر و شر کیے وہ تمام مراد ہیں۔ نمبر ۳۔ المرء سے مراد مؤمن ہے کیونکہ کافر کا بعد میں ذکر آ رہا ہے۔ اور ما قدمت یداہ سے وہ اعمال خیر مراد ہیں جو اس نے کیے۔

کافر کی تمنا:

مَحْجُوْرٌ: ما استفہامیہ ہے قدمت کی وجہ سے منصوب ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے ينظر ای شیء قدمت یداہ وہ دیکھے گا کہ اس نے کیا کما کر آگے بھیجا ہے۔ نمبر ۲۔ ما موصولہ ہے۔ اور ينظر کی وجہ سے منصوب ہے۔ عرب کہتے ہیں نظر تہ ای نظرت الیہ اور صلہ کی ضمیر کا مرجع محذوف ہوگا۔ ای قَدَّمْتُهُ۔ يَلِيْتِنِيْ كُنْتُ قُرْبًا (کاش میں مٹی ہو جاتا) دنیا میں مٹی ہوتا نہ میں پیدا کیا جاتا اور نہ مکلف بنایا جاتا نمبر ۲۔ کاش آج میں مٹی ہو جاتا اور اٹھایا نہ جاتا۔ ایک قول یہ ہے اللہ تعالیٰ حیوانات غیر مکلف کو اٹھائے گا یہاں تک کہ سینگ والی سے بے سینگ کا قصاص لیا جائے گا۔ پھر ان کو مٹی کر دیا جائے گا پس اس وقت کافران جانوروں کے انجام کی تمنا کرے گا۔

ایک قول:

یہ ہے کافر سے مراد ابلیس ہے وہ تمنا کرے گا۔ کہ وہ بھی آدم کی طرح مٹی سے بنا ہوتا۔ تاکہ اس کو اپنی اولاد مؤمنین کے ثواب میں حصہ مل جاتا۔

تمت سورة النبأ

سُورَةُ النَّازِعَاتِ ۵۹

سورة النازعات مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں چھیالیس آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالنَّازِعَاتِ غَرْقًا ۱ وَالنَّشِيطَاتِ نَشْطًا ۲ وَالسَّابِحَاتِ سَبْحًا ۳ فَالسَّابِقَاتِ

قسم ہے ان فرشتوں کی جو جان سختی سے نکالتے ہیں اور جو بند کھول دیتے ہیں اور جو تیرتے ہوئے چلتے ہیں پھر تیزی کے ساتھ

سَبْقًا ۴ فَالْمُدَبِّرَاتِ أَمْرًا ۵ يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۶ تَتَّبِعُهَا الرَّادِفَةُ ۷

دوڑتے ہیں پھر ہر امر کی تدبیر کرتے ہیں جس روز ہلا دینے والی بلا ڈالے گی جس کے بعد ایک پیچھا آنے والی آجائے گی

قُلُوبٌ يَوْمَئِذٍ وَاجِفَةٌ ۸ أَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۹ يَقُولُونَ إِنْآ لَمَرْدُودُونَ فِي

بہت سے دل اس روز دھڑک رہے ہوں گے ان کی آنکھیں جھک رہی ہوں گی کہتے ہیں کہ کیا ہم پہلی حالت میں واپس ہوں گے کیا جب ہم بوسیدہ بدیاں

الْحَافِرَةِ ۱۰ إِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ۱۱ قَالُوا تِلْكَ إِذْ أَكَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ۱۲ فإِنَّمَا

ہو جائیں گے پھر پہلی حالت پر واپس ہوں گے کہنے لگے کہ اس صورت میں یہ واپسی بڑے خسارے کی ہوگی وہ بس

هِيَ زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ ۱۳ فَإِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ۱۴ هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ مُوسَى ۱۵

ایک ہی سخت آواز ہوگی جس سے سب لوگ فوراً ہی میدان میں آ موجود ہوں گے کیا آپ کے پاس موسیٰ کا قصہ پہنچا ہے

إِذْ نَادَاهُ رَبُّهُ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۱۶ إِذْ هَبَّ إِلَى فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَى ۱۷

جبکہ ان کے پروردگار نے وادی مقدس یعنی میدان طوی میں انہیں پکارا کہ تم فرعون کے پاس جاؤ اس نے سرکشی اختیار کر رکھی ہے

فَقُلْ هَلْ لَكَ إِلَىٰ أَنْ تَزْكَىٰ ۱۸

سو اس سے کہو کیا تجھے اس بات کی خواہش ہے کہ تو پاکیزہ بن جائے

وَالنَّازِعَاتِ غَرْقًا ۱ وَالنَّشِيطَاتِ نَشْطًا ۲ (اور قسم ہے ان فرشتوں کی جو جان سختی سے نکالتے ہیں اور جو بند کھول دیتے ہیں)۔ وَالسَّابِحَاتِ سَبْحًا ۳ فَالسَّابِقَاتِ ۴ (اور قسم ہے ان فرشتوں کی جو جان سختی سے نکالتے ہیں اور جو تیرتے ہوئے چلتے ہیں۔ پھر تیزی کے ساتھ دوڑتے ہیں۔)

پھر ہر امر کی تدبیر کرتے ہیں)

روح کو جسم کے بعید اطراف سے کھینچیں گے:

قرآنت: یہاں تک کوئی وقف نہیں اور یہاں وقف لازم ہے۔ کیونکہ اگر ملائیں گے تو یوم المدبرات کا ظرف بن جائے گا۔ حالانکہ اس دن تو ملائکہ کے ذمہ جو کام لگے وہ ختم ہو چکے ہونگے۔ نمبر ۱۔ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کے ان مختلف گروہوں کی قسم اٹھائی ہے جو اجساد سے ارواح کو ڈوب کر یعنی نزع میں ڈبو کر مطلب یہ ہے کہ روح کو جسم کے بعید اطراف مثلاً پورے اور ناخن کے مقامات سے کھینچنا شروع کرتے ہیں۔ نمبر ۲۔ اور ان گروہوں کی قسم اٹھائی جو تعمیل حکم میں تیزی کرنے والے پھر تعمیل حکم میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے والے ہیں اور وہ بندوں کے معاملات میں سے ایسے کاموں کی تدبیر کرنے والے ہیں جس میں ان کے دین و دنیا کی مصلحت ہے۔ اور جیسا ان کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔

گھوڑوں یا ستاروں کی قسم ہے:

نمبر ۲: اس میں غازیوں کے ان گھوڑوں کی قسم اٹھائی جو اپنی لگاموں میں خوب کھینچتے ہیں۔ اور ان کی لگامیں ان کی گردنوں کی درازی کی وجہ سے اسی میں ڈوب جاتی ہیں۔ کیونکہ وہ عمدہ عربی گھوڑے ہیں۔ اور وہ گھوڑے جو دارالاسلام سے دارالحرب کی طرف نکلتے ہیں۔ عرب کے ہاں ثورناشط کہتے ہیں۔ جبکہ وہ ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف نکل جائے اور وہ گھوڑے جو رفقار کی تیزی میں گویا تیرتے ہیں۔ پھر وہ اپنی غایت کی طرف جلدی سے بڑھتے اور غلبے اور کامیابی کے معاملے کی تدبیر کرتے ہیں شہسواروں کی بجائے تدبیر کی اضافت خود گھوڑوں کی طرف سبب ہونے کی وجہ سے ہے۔

نمبر ۳۔ ان ستاروں کی قسم کھائی گئی ہے جو مشرق سے مغرب کی طرف بغیر طبعی میلان کے جاتے ہیں۔ اور اس کھینچنے میں وہ تمام مدار کو طے کرتے ہوئے انتہائے مغرب میں ڈوب جاتے ہیں۔ اور وہ ستارے جو ایک برج سے دوسرے برج کی طرف نکل کر جاتے ہیں۔ اور جو مدار میں تیرنے والے سیارے ہیں پھر آگے بڑھنے والے اور علم حساب کے معاملے کا انتظام کرنے والے ہیں۔

نحو: جواب قسم محذوف ہے اور وہ لتبعثن ہے اس لئے کہ مابعد قیامت کا تذکرہ اسپر دلالت کر رہا ہے۔

نسخہ اولیٰ:

۶: یَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ (جس روز ہلا ڈالنے والی چیز ہلا ڈالے گی) ترہف حرکت کرنے کے معنی میں ہے۔ الراجفہ شدید حرکت۔ راجفہ سے مراد نفعہ اولیٰ ہے۔ اور ایسی چیز سے اس کا تذکرہ کیا جس کے پیش آنے سے وہ پیش آجائے۔ کیونکہ اس نفعہ سے زمین کپکپا جائے گی یہاں تک کہ ہر چیز جو اس کے اوپر ہے وہ مرجائے گی۔

۷: تَتَّبِعُهَا الرَّادِفَةُ (جس کے بعد ایک پیچھے آنے والی چیز آئے گی) یہ الراجفہ سے حال ہے۔ اور الرادفہ سے نفعہ ثانیہ مراد

ہے۔ کیونکہ وہ پہلے کے بعد پیش آئے گا۔ ان کے مابین چالیس سال کا فاصلہ ہوگا۔ پہلے سے مخلوق مرجائے گی اور دوسرے سے ان کو زندہ کیا جائے گا۔

کافروں کے احوال:

۸: قُلُوبٌ يَوْمَئِذٍ وَاجِفَةٌ (بہت سے دل اس روز دھڑک رہے ہونگے) قلوب سے بعث کے منکرین کے دل مراد ہیں۔ واجفة یہ الوجیف سے ماخوذ ہے۔ جو الوجیب یعنی مضطرب ہونے اور دھڑکنے کے معنی میں ہے۔

نَجْوَى: قلوب، مبتدأ واجفة اس کی صفت ہے۔ ابصار ہا خاشعہ اس کی خبر ہے۔ نمبر ۲۔ یوم ترجف کا نصب اس فعل مضمر کی وجہ سے ہے جس پر قلوب یومئذ واجفة دلالت کر رہا ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے یوم ترجف وجفت القلوب۔

۹: أَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ (ان کی آنکھیں جھک رہی ہونگی) ایسے دل والوں کی آنکھیں ہولناکی کی وجہ سے جھکنے والی ہونگی۔

۱۰: يَقُولُونَ (کہتے ہیں) یعنی منکرین بعث دنیا میں استہزاء کرتے ہوئے اور بعث کا انکار کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ اَنَا لَمَرْدُودُونَ فِي الْحَافِرَةِ (کیا ہم پہلی حالت میں پھر واپس ہونگے) یہ استفہام انکاری ہے یعنی کیا ہم موت کے بعد اول حالت کی طرف لوٹائے جائیں گے پھر ہم پہلے کی طرح زندہ ہو جائیں گے؟ الحافرة پہلی حالت۔ جو شخص کسی کام میں مصروف ہو پھر اس سے فارغ ہو جائے پھر کچھ وقت بعد دوبارہ اسی کام کی طرف لوٹ جائے تو عرب کہتے ہیں رجع الی حافر تہ ای الی حالته الا ولی اور عرب کہتے ہیں النقد عند الحافرة یعنی پہلی حالت میں اور وہ صفا ہے۔ اولاً کفار نے بعث کا انکار کیا پھر استبعاد میں اور ترقی کر کے کہنے لگے۔

۱۱: اِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخْرَةً (کیا جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہو جائیں گے ہم پھر واپس ہونگے) نخرة بوسیدہ۔

قراءت: حفص کے علاوہ کوئی قراء نے ناخرہ پڑھا ہے۔ معنی یہ ہے کیا ہم دوبارہ زندہ ہونگے اس کے بعد کہ ہم بوسیدہ ہڈیاں بن گئے؟

نَجْوَى: اِذَا مَفْعَلٌ مَحْذُوفٌ كِي وَجْهٍ سَعِ مَنْصُوبٌ هِيَ۔ اور وہ نبعث ہے۔

۱۲: قَالُوا (کہنے لگے) بعث کے منکرین تِلْكَ اِذَا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ (اس صورت میں یہ واپسی بڑی خسارے کی ہوگی) تک کا مشاڑ الیہ یعنی ہمارا واپس لوٹنا خسارہ والی واپسی ہے کرة رجعة کے معنی میں ہے۔ نمبر ۲۔ ایسی واپسی کہ جس واپسی والے خسارہ میں ہونگے مطلب یہ ہے اگر یہ واپس لوٹنا صحیح ہے تو پھر ہم اپنی تکذیب کی وجہ سے نقصان اٹھانے والے ہیں اور یہ بات انہوں نے بطور استہزاء کہی (ہم نقصان میں ہونے سے اس لئے بعث نہیں)

موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَامُ کا نبوت ملنا:

۱۳: فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ (تو وہ بس ایک ہی سخت آواز ہوگی) یہ محذوف کے متعلق ہے ای لا تحسبوا تلك الكرة

صعبة على الله عزوجل - اس واپسی کو اللہ تعالیٰ کیلئے مشکل مت خیال کرو۔ وہ اس کی قدرت کے سامنے آسان اور معمولی ہے پس وہ تو ایک سخت آواز ہے اور بس۔ زجرۃ سے نغزۃ ثانیہ مراد ہے۔ یہ زجر البعیر سے لیا گیا ہے جب اونٹ کو ڈانٹا جائے۔

۱۴: فَإِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ (جس سے سب لوگ فوراً ہی میدان میں آ موجود ہوں گے) اسی وقت وہ سطح زمین پر زندہ ہو جائیں گے۔ حالانکہ وہ زمین کے پیٹ میں مردہ تھے۔ ایک قول یہ ہے الساہرہ سے شام سے بیت المقدس کی جانب زمین کا حصہ مراد ہے۔ نمبر ۲۔ بیت المقدس نمبر ۳۔ ارض مکہ نمبر ۴۔ جہنم۔

۱۵: هَلْ أَتَكَ حَدِيثُ مُوسَى (کیا آپ کو موسیٰ کا قصہ پہنچا ہے) یہ استفہام تقریری ہے۔ جو تنبیہ کو شامل ہے۔ کہ یہ ایسی چیز ہے جس سے بچنا چاہیے اور مخاطب کو مشرف بادکر کے صبر دلانا مقصود ہے (یعنی آپ کو اطلاع پہنچ ہی چکی ہے)

۱۶: إِذْ نَادَاهُ رَبُّهُ (جبکہ ان کو ان کے پروردگار نے پکارا) جب ان کو آواز دی بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ (ایک پاک میدان میں) مبارک پاکیزہ طوی (یعنی طوی میں) یہ میدان کا نام ہے۔

۱۷: إِذْ هَبَّ إِلَيْهِ فِرْعَوْنُ (کہ تم فرعون کے پاس جاؤ) یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو فرعون کے پاس جا۔ إِنَّهُ طَغَى (اس نے بڑی شرارت اختیار کی) وہ کفر و فساد میں حد سے تجاوز کر چکا ہے۔

۱۸: فَقُلْ هَلْ لَكَ إِلَهٌ إِلَّا أَن تَزَّكَّى (پس اس سے کہو کیا تجھ کو اس بات کی خواہش ہے کہ تو درست ہو جائے) هل لك ميل الى ان تتطهر من الشرك والعصيان بالطاعة والایمان؟ کیا تو اس بات کی طرف میلان رکھتا ہے کہ تو شرک اور عصیان سے ایمان و اطاعت کے ذریعہ پاک ہو جائے۔

قراءت: حجازی نے تَزَّكَّى میں زاء کو تشدید سے پڑھا ہے۔

وَأَهْدِيكَ إِلَىٰ رَبِّكَ فَتَخْشَىٰ ۚ ۱۹ ۚ فَآرَاهُ الْآيَةَ الْكُبْرَىٰ ۚ ۲۰ ۚ فَكَذَّبَ وَعَصَىٰ ۚ ۲۱ ۚ

اور یہ کہ میں تجھے تیرے رب کی طرف راہنمائی کروں تو تو ڈرنے لگے پھر انہوں نے اسے بڑی نشانی دکھلائی سو اس نے جھٹلایا اور نافرمانی میں لگا رہا۔

ثُمَّ أَدْبَرَ يَسْعَىٰ ۚ ۲۲ ۚ فَحَسَرَ فَنَادَىٰ ۚ ۲۳ ۚ فَقَالَ أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَىٰ ۚ ۲۴ ۚ

پھر اس نے پشت پھیری کوشش کرتے ہوئے سو اس نے جمع کیا پھر زور سے آواز دی پھر کہا کہ میں تمہارا پروردگار اعلیٰ ہوں!

فَأَخَذَهُ اللَّهُ نَكَالَ الْآخِرَةِ وَالْأُولَىٰ ۚ ۲۵ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَن يَخْشَىٰ ۚ ۲۶ ۚ

سو اللہ نے اسے پکڑ لیا جس میں دنیا و آخرت کی سزا تھی! بلاشبہ اس میں اس شخص کے لئے عبرت ہے جو ڈرے۔

ۚ أَنْتُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمِ السَّمَاءِ ۚ بَنَاهَا ۚ ۲۷ ۚ رَفَعَ سَمُكَهَا فَسَوَّيْنَاهَا ۚ ۲۸ ۚ وَأَغْطَشَ

کیا پیدائش کے اعتبار سے تم زیادہ سخت ہو یا آسمان؟ اللہ نے اس کو بنایا اس کی چھت کو بلند کیا سو اسے درست بنایا اور اسکی رات کو

لَيْلَهَا ۚ وَأَخْرَجَ ضُحَاهَا ۚ ۲۹ ۚ وَالْأَرْضَ بَعْدَ ذَٰلِكَ دَحَاهَا ۚ ۳۰ ۚ أَخْرَجَ مِنْهَا مَاءَهَا

تاریک بنایا اور اس کے دن کو ظاہر فرمایا اور اس کے بعد زمین کو پھیلا یا اس سے اس کا پانی نکالا

وَمَرَعُهَا ۚ ۳۱ ۚ وَالْجِبَالَ أَرْسَهَا ۚ ۳۲ ۚ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ ۚ ۳۳ ۚ

اور اس کا چارہ اور پہاڑوں کو جما دیا تمہارے لئے اور تمہارے مویشیوں کے فائدہ کے لئے۔

فَإِذَا جَاءَتِ الطَّامَّةُ الْكُبْرَىٰ ۚ ۳۴ ۚ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ مَا سَعَىٰ ۚ ۳۵ ۚ وَ

سو جب بڑی مصیبت آ جائے اس دن انسان اپنی کوششوں کو یاد کرے گا اور

بُرِّيْرَاتٍ الْجَحِيْمِ لِمَن يَرَىٰ ۚ ۳۶ ۚ فَأَمَّا مَنْ طَغَىٰ ۚ ۳۷ ۚ وَآثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۚ ۳۸ ۚ

دیکھنے والوں کے لئے دوزخ کو ظاہر کر دیا جائے گا سو جس نے سرکشی کی اور دنیا والی باتوں کو ترجیح دی

۱۹: وَأَهْدِيكَ إِلَىٰ رَبِّكَ فَتَخْشَىٰ (اور میں تجھ کو تیرے رب کی طرف سے راہنمائی کروں تو تو ڈرنے لگے) اور اللہ تعالیٰ کی صفات کے تذکرہ سے اس کی پہچان کی طرف تیری راہنمائی کرتا ہوں تاکہ تو اس کو پہچان لے پس تو ڈرنے لگے کیونکہ خشیت معرفت سے ہی پیدا ہوتی ہے۔ جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا انما يخشى الله من عباده العلماء [فاطر: ۲۸] یعنی اس کی جان پہچان والے۔

۱۰۳۲

قول حکماء:

اللہ تعالیٰ کو پہچانو! جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا وہ ایک پلک جھپک کیلئے اس کی نافرمانی نہیں کر سکتا۔ پس خشیت تو اس کا مغز ہے۔ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرا وہ بھلائیاں کرے گا اور جو بے خوف ہو وہ ہر برائی کی طرف ہاتھ مارتا ہے۔ اس طرح کا مضمون حدیث میں وارد ہے من خاف ادلج ومن ادلج بلغ المنزل۔ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ وہ اندھیرے میں اس کی عبادت کرتا ہے جو اندھیرے میں اس کی عبادت کرتا ہے وہ منزل مقصود تک پہنچ گیا [رواہ الترمذی: ۲۶۳۷]

آیت میں بات ایسے استفہام کے انداز سے شروع کی جس کا معنی عرض ہے جیسا کہ کوئی اپنے مہمان کو کہے۔ هل لك ان تنزل بنا؟ گویا اپنے ہاں اترنے کی ترغیب ہے۔ پھر اس کے بعد نرم کلام لائے تاکہ وہ نرم قول سے اس کو دعوت دیں اور حسن سلوک سے اس کی سرکشی سے اس کو اتاریں۔ جیسا کہ اپنے دوسرے ارشاد میں فرمایا فقولا له قولا لينا [ط: ۴۴]

۲۰: فَأَرَاهُ الْآيَةَ الْكُبْرَى (پھر اس کو بڑی نشانی دکھائی) تقدیر کلام یہ ہے: فذهب فارى موسى فرعون العَصَا پس موسى عليه السلام گئے اور فرعون کو عصا کی بڑی نشانی دکھائی۔ نمبر ۲۔ عصا اور ید بیضاء کیونکہ یہ دونوں ایک نشانی کے حکم میں ہیں۔

۲۱: فَكَذَّبَ وَعَصَى (تو اس نے جھٹلایا اور کہنا نہ مانا) کذب فرعون بموسى۔ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو جھٹلادیا اور آیت کبریٰ کو جھٹلادیا۔ اور موسیٰ علیہ السلام کو ساحر اور معجزہ کو سحر کہا۔ وَعَصَى۔ (اور فرعون نے اللہ کی نافرمانی کی)

۲۲: ثُمَّ أَذْبَرَ يَسْعَى (پھر جدا ہو کر کوشش کرنے لگا) ادبر موسیٰ علیہ السلام سے منہ موڑا۔ یسعی اور اپنی تدبیر کے متعلق کوشش کرنے لگا۔ نمبر ۲۔ جب اس نے سانپ کو دیکھا تو مرعوب ہوا۔ پھر پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑا ہوا وہ جلدی جوش میں آنے والا ہلکا پھلکا تھا۔

۲۳: فَحَشَرَ فَنَادَى (اور جمع کیا پھر آواز بلند تقریر کی) فحشر اس نے اپنے لشکروں اور جادوگروں کو جمع کیا۔ پھر وہاں کھڑے ہو کر اجتماع میں اعلان کیا۔

۲۴: فَقَالَ أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَى (اور کہا کہ میں تمہارا رب اعلیٰ ہوں) مجھ سے اوپر کوئی رب نہیں۔ قبیلوں کے بہت سے معبود تھے جن کی وہ پوجا کیا کرتے تھے۔

فرعون کی پکڑ:

۲۵: فَأَخَذَهُ اللَّهُ نَكَالَ الْآخِرَةِ وَالْأُولَى (پس اللہ تعالیٰ نے اس کو آخرت کے اور دنیا کے عذاب میں پکڑا) یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کو آخرت کی سزا دی۔ النکال یہ تنکیل کے معنی میں السلام کی طرح ہے۔ جو لتسلیم کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ یہ

مصدریت کی وجہ سے منصوب ہے۔ کیونکہ اخذ یہ نکل کے معنی میں ہے گویا اس طرح کہا نکل اللہ بہ نکال الآخرة ای الاحراق اللہ تعالیٰ نے اس کو آخرت کی سزا جلنے کی صورت میں دی۔ والاولیٰ سے مراد دنیا میں ڈبونا۔ نمبر ۲۔ اس کی دونوں باتوں

کی سزا اس کا پہلا کلمہ ما علمت لکم من الہ غیرہ (القصص۔ ۳۸) اور دوسرا کلمہ انا ربکم الاعلیٰ تھا۔ ان کے مابین چالیس

سال کا یا تیس یا بیس سال کا فاصلہ تھا۔

۲۶: اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ (بیشک اس میں) جس کا ذکر ہوا الْعِبْرَةُ لِمَنْ يَّخْشٰى (ایسے شخص کیلئے بڑی عبرت ہے جو ڈرے) اللہ تعالیٰ سے
۲۷: اِنَّكُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اِمَّ السَّمَاۗءِ بَنٰہَا (کیا تمہارا پیدا کرنا زیادہ سخت ہے یا آسمان کا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو بنایا) اِنَّكُمْ کیا
تم ای منکرین بعث اشد خلقا تمہارا پیدا کرنا مشکل ہے۔

نَحْوِ: ام السماء یہ مبتداء ہے اس کی خبر اشد خلقا مخذوف ہے۔ پھر تخلیق کی کچھ کیفیت ذکر فرمائی فرمایا اس کو اللہ تعالیٰ نے بنایا۔
پھر بناء کی وضاحت اس طرح فرمائی۔

قدرت باری تعالیٰ:

۲۸: رَفَعَ سَمٰكَهَا فَسَوَّہَا (اس کی چھت کو بلند کیا اور اس کو درست بنایا) اس کی چھت کو اونچا بنایا۔ ایک قول یہ ہے بلندی کی
سمت کو پانچ سو سال کے سفر کے برابر اونچائی عنایت فرمائی۔ پھر اس کو درست کیا۔ اس کو ہموار بلا شقوق و فطور کے بنایا۔
۲۹: وَ اَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُلْحَهَا (اس کی رات کو تاریک بنایا اور اس کے دن کو ظاہر کیا) اغطش۔ اندھیرے والا بنایا
اخراج ضحیٰ کا معنی اس کے سورج کی روشنی کو ظاہر کر دیا۔ آیت میں سورج اور لیل کی اضافت آسمان کی طرف کی گئی ہے کیونکہ رات
آسمان کا سایہ اور سورج آسمان کا چراغ ہے۔

۳۰: وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحَلَهَا (اور اس کے بعد زمین کو بچھایا) دحلھا پھیلا یا۔ زمین پیدائش کے وقت پھیلی ہوئی نہ تھی۔
آسمان کی پیدائش کے دو ہزار سال بعد مکہ مکرمہ سے زمین کو پھیلا دیا۔ پھر پھیلانے کی تفسیر فرمائی۔

۳۱: اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءً هَا وَمَرُّعَهَا (اور اس سے اس کا پانی اور چارہ نکالا) چشمے بہا کر پانی نکالا۔ مرعی: چارہ۔
نَحْوِ: اس لئے عطف کو اخراج پر داخل نہیں فرمایا۔ نمبر ۲۔ اخراج یہ قد کے اضمار کے ساتھ حال ہے۔

۳۲: وَالْجِبَالَ اَرْسَلَهَا (اور پہاڑوں کو قائم کر دیا) جمادیا۔

نَحْوِ: دحا اور ارسی کو تفسیر کی شرط پر مضمومانے کی وجہ سے الارض اور الجبال کو منصوب پڑھتے ہیں۔

۳۳: مَتَاعًا لَّكُمْ وَلَا نِعَامًا لَّكُمْ (تمہارے اور تمہارے مواشی کے فائدہ پہنچانے کیلئے) یہ سب کچھ تمہیں اور تمہارے چوپایوں کو
فائدہ دینے کیلئے کیا۔

قیامت بڑا ہنگامہ:

۳۴: فَاِذَا جَاۗءَتِ الطَّآمَةُ الْكُبْرٰى (پس جب وہ بڑا ہنگامہ آوے گا) الطامة الکبریٰ بڑی مصیبت جو تمام مصیبتوں سے

فَإِنَّ الْجَحِيمَ هِيَ الْمَأْوَىٰ ۗ وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ

سو بلاشبہ دوزخ ہے اس کا ٹھکانا اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اور اپنے نفس کو خواہش سے

الْهَوَىٰ ۙ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ ۚ يُسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا ۗ

روکا سو بلاشبہ جنت ہے ٹھکانا، وہ لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں دریافت کرتے ہیں کہ اس کا واقع ہونا کب ہوگا؟

فِيمَ آنتَ مِنْ ذِكْرِبهَا ۗ إِلَىٰ رَبِّكَ مُنْتَهَاهَا ۗ إِنَّمَا أَنْتَ مُنذِرٌ مَنِ يَخْشَاهَا ۗ

اس کے بیان کرنے سے آپ کا کیا تعلق؟ اس کا منہ تھائے علم صرف آپ کے رب کی طرف ہے آپ تو بس اس شخص کو ڈرانے والے ہیں جو اس سے ڈرتا ہے

كَانَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ ضُحَاهَا ۗ

وہ جس دن اس کو دیکھیں گے ایسا معلوم ہوگا کہ گویا صرف ایک دن کے آخری حصہ میں رہے ہوں یا اس کے اول حصہ میں۔

بڑھ جائے گی۔ اور ان پر غالب آجائے گی اس سے نچھڑے ثانیہ مراد ہے یا وہ وقت جس میں اہل جنت کو جنت اور اہل نار کو نار کی طرف لے جایا جائے گا۔

۳۵: يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ مَا سَعَىٰ (یعنی جس دن انسان اپنے کئے کو یاد کرے گا)

تذکرہ: یوم یتذکر یہ اذا جاءت سے بدل ہے۔ یعنی جب انسان اپنے اعمال کو نامہ عمل میں مرتب پائے گا تو وہ اس کو یاد آجائے گا جن کو پہلے بھول چکا تھا۔

تذکرہ: ماسعی ما مصدریہ ہے ای سعیہ اس کی کارکردگی۔ نمبر ۲۔ موصولہ ہے جو اس نے کیا کمایا۔

۳۶: وَبَرَزَاتِ الْجَحِيمِ لِمَنْ يَرَىٰ (اور دوزخ ظاہر کر دی جائے گی) دیکھنے والوں کے سامنے۔ ہر ذات ظاہر کر دی جائے گی۔ لمن یرئی ہر دیکھنے والا مراد ہے۔ کیونکہ وہ کامل طور پر ظاہر کر دی جائے گی۔

سرکشی کا انجام:

۳۷: فَأَمَّا مَنْ طَغَىٰ (تو جس شخص نے سرکشی کی ہوگی) یہ فاذا کا جواب ہے۔ تقدیر کلام یہ ہو گیا اذا جاءت الطامة فان الامر كذلك من طغى ای جاوز الحد فکفر۔ یعنی جب بڑا ہنگامہ آجائے گا پس معاملہ اسی طرح ہوگا کہ جس شخص نے حد سے تجاوز کر کے کفر کیا ہوگا۔

۳۸: وَآثَرَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا (اور دنیوی زندگی کو ترجیح دی ہوگی) آخرت کے مقابلہ میں اس طرح کہ شہوات کا پیرو بنا۔

۳۹: فَإِنَّ الْجَحِيمَ هِيَ الْمَأْوَىٰ (پس دوزخ اس کا ٹھکانہ ہوگا)

نَجْوَى: الماویٰ کا الف لام عوض مضاف الیہ کے ہے ای ماوا یعنی اس کا ٹھکانہ۔ یہ کوفین کے نزدیک ہے مگر سیبویہ اور بصرین ہی الماویٰ لہ خبر محذوف مانتے ہیں۔

فرمانبرداری کا نتیجہ:

۴۰: وَآمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ (اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرا ہوگا) یعنی اس کو معلوم ہوا کہ اس نے حساب کیلئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہونا ہے۔ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ (اور نفس کو خواہش سے روکا ہوگا) النفس سے نفس امارہ جو برائیوں کی طرف لے جانے والا ہے۔ الْهَوَىٰ پستی و ہلاکت کی جگہ یعنی اس نے شہوات کی اتباع سے نفس کو روک لیا۔ هَوَىٰ یعنی نفس کا شہوات کی طرف مائل ہونا۔ ایک قول یہ ہے کہ نفس یہ ہے کہ آدمی معصیت کا خیال کرے پھر مقام حساب یاد آنے پر برائی کے میلان کو بھی چھوڑ دے۔

۴۱: فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ (پس جنت اس کا ٹھکانہ ہوگا) الماویٰ لوٹنے کا مقام

۴۲: يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسِلُهَا (یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہوگا) اس کا برپا ہونا کب ہے؟ اور کب قائم ہوگی؟ اللہ تعالیٰ اس کو کب قائم کریں گے؟

۴۳: فِيمَ أَنْتَ مِنْ ذِكْرِهَا (اس کے بیان کرنے سے آپ کا کیا تعلق) آپ کس فکر میں پڑے ہیں کہ ان کے سامنے اس کا وقت ذکر کریں اور ان کو بتلائیں یعنی آپ اس کے وقت کے تذکرے اور تعیین وقت کے سلسلے میں کس بات میں پڑے ہیں اس کو چھوڑیے۔ یہ اسی طرح ہے جیسا کہتے ہیں۔ لیس فلان من العلم شیء۔ یعنی فلان کو اس کا کچھ علم نہیں۔ (اس وقت ذکر ہی علم کے معنی میں ہوگا۔ کہ آپ کو اس کا علم نہیں)

رسول اللہ ﷺ قیامت کا تذکرہ فرماتے رہے اور اس کے متعلق پوچھتے رہے۔ یہاں تک یہ آیت نازل ہوئی اس صورت میں یہ قیامت کے کثرت ذکر پر تعجب کا اظہار ہے۔ یعنی وہ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں پس آپ ان کے جواب پر حرص کی وجہ سے اس کا تذکرہ کرتے رہتے اور پوچھتے رہتے ہیں۔

قیامت کا حقیقی علم اللہ تعالیٰ کو:

۴۴: إِلَىٰ رَبِّكَ مُنتَهٰهَا (اس کا مدار صرف تیرے رب کی طرف ہے) اس کا انتہائی علم کہ وہ کب واقع ہوگی اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ یافیم یہ ان کے قیامت پر سوال کا انکار ہے۔ مطلب یہ ہے یہ سوال کیوں ہے؟ پھر فرمایا انت من ذکرہا۔ تمہارا بھیجنا اس حالت میں کہ آپ آخر الانبیاء ہیں۔ یہ علامات قیامت میں سے ایک علامت ہے پس ان کے سوال کا کوئی مطلب نہیں ہے؟ (ان کا سوال بے معنی ہے جبکہ نشان قیامت موجود ہے)

قرآنت: اس صورت میں فیم پر وقف کرنا بھی درست ہے۔ ایک اور قول فیم انت من ذکرہا یہ سوال سے متصل ہے تقدیر

کلام یہ ہے یسئلونک عن الساعة ایان مرساها۔ وہ آپ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں کہ اس کی آمد کب ہے۔ اور یقولون این انت من ذکرها؟ کہتے ہیں کہ اس کے مقررہ وقت کے متعلق تم کو کیا معلومات ہیں بتاؤ اور اس کا معین وقت بیان کرو۔ پھر جملہ مستانفہ لاکر فرمایا کہ اس کی منتہی تیرے رب کے سپرد ہے۔ گویا یہ جواب فیما انت ہے۔

۳۵: اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ مَّنْ يَّخْشَاهَا (آپ صرف اس شخص کو ڈرانے والے ہیں جو اس سے ڈرتا ہو) یعنی آپ کی بعثت اس لئے نہیں ہوئی کہ قیامت کی ہولناکی سے ان لوگوں کو خبردار کریں جو اس کے شدائد سے بچنا چاہتے ہیں۔

قرأت: منذر یزید و عیاش نے تنوین سے پڑھا ہے۔

قیامت میں حال:

۳۶: كَانَهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ ضُحًى (جس روز یہ اس کو دیکھیں گے تو ایسا معلوم ہوگا کہ گویا صرف ایک دن کے آخری حصہ میں یا اس کے اول حصہ میں رہے ہیں) یرونها قیامت کو دیکھیں گے۔ لم یلبثوا دنیا میں ٹھہرنا۔ العشیة والضحیٰ پچھلا پہر اور پہلا پہر۔ دنیا میں رہنے کی مدت قیامت کی ہولناکی کو دیکھ کر قلیل ترین معلوم ہوگی۔ جیسا دوسرے مقام پر فرمایا لم یلبثوا الا ساعة من النهار۔ [یونس: ۳۵] اور فرمایا قالوا لبثنا يوماً او بعض یوم [الکہف: ۱۹] ضحیٰ کی اضافت عشیہ کی طرف باہمی ملاہست کی وجہ سے درست ہے۔ کیونکہ دونوں ایک دن میں جمع ہیں یہاں مقصود یہ ہے کہ وہ کہیں گے ہمارے دنیا میں قیامت کی مدت ایک دن پورا بھی نہ ہو سکی۔ بس دن کی ایک طرف چاشت یا پچھلی طرف شام ہم نے پائی ہے۔

تمت سورة النازعات بحمد الله تعالى و عونہ

سُورَةُ عَبَسَ ۙ قَلْبًا وَهُوَ غَافٍ لَّا يَشْعُرُ ۚ اَوَّلُهَا وَآخِرُهَا وَوَجَدَ لَهَا

سورہ عبس مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں بیالیس آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

عَبَسَ وَتَوَلَّى ۙ ۱ اَنَّ جَاءَهُ الْاَعْمٰی ۙ ۲ وَمَا يَدْرِيكَ لَعَلَّهٗ يَزْكٰی ۙ ۳ اَو يَدَّكُرُ

منہ بنایا اور روگردانی کی اس وجہ سے کہ ان کے پاس نامیہ آیا اور آپ کو کیا خبر شاید وہ سنور جاتا یا نصیحت قبول کرتا

فَتَنَفَعَهُ الذِّكْرٰی ۙ ۴ اَمَّا مِّنْ اَسْتَعْنٰی ۙ ۵ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدِّی ۙ ۶ وَمَا عَلٰیكَ

سو نصیحت اسے فائدہ دیتی لیکن جس نے بے پرواہی کی سو آپ اس کے لئے پیش آجاتے ہیں حالانکہ اس بات کا آپ پر کوئی الزام نہیں

الْاٰیْزٰی ۙ ۷ وَاَمَّا مِّنْ جَاۤءَكَ يَسْعٰی ۙ ۸ وَهُوَ يَخْشٰی ۙ ۹ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهٰی ۙ ۱۰

کہ وہ نہ سنورے اور جو شخص آپ کے پاس دوڑتا ہوا آتا ہے اور وہ ڈرتا ہے سو آپ اس کی طرف سے بے توجہی برتتے ہیں۔

كَلَّا اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۙ ۱۱ فَمَنْ شَاءَ ذَكَرْهُ ۙ ۱۲ فِیْ صُحُفٍ مُّكْرَمَةٍ ۙ ۱۳ مَّرْفُوعَةٍ

ہرگز ایسا نہ سمجھئے بے شک یہ قرآن نصیحت کی چیز ہے سو جس کا جی چاہے اس کو قبول کر لے وہ ایسے صحیفوں میں ہے جو مکرم ہیں بلند ہیں

مُطَهَّرَةٍ ۙ ۱۴ بِاَيْدِیْ سَفَرَةٍ ۙ ۱۵ كِرَامٍ بَرَرَةٍ ۙ ۱۶ قَتَلَ الْاِنْسَانَ مَا اَكْفَرَهُ ۙ ۱۷

مقدس ہیں ایسے لکھنے والوں کے ہاتھوں میں ہیں جو مکرم ہیں نیک ہیں۔ انسان پر خدا کی مار ہو وہ کیا ہی ناشکرا ہے

مِنْ اٰیِّ شَیْءٍ خَلَقَهُ ۙ ۱۸ مِنْ نُّطْفَةٍ خَلَقَهُ فَقَدَّرَهُ ۙ ۱۹ ثُمَّ السَّبِیْلَ

اسے کس چیز سے پیدا فرمایا نطفہ سے اس کو پیدا فرمایا سو اسے ایک انداز سے بنایا۔ پھر اس کا راستہ آسان فرما دیا

یَسْرَةً ۙ ۲۰ ثُمَّ اَمَاتَهُ فَاَقْبَرَهُ ۙ ۲۱ ثُمَّ اِذَا شَاءَ اَنْشُرَهُ ۙ ۲۲ كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَا اَمْرُهُ ۙ ۲۳

پھر اس کو موت دیدی اس کے بعد اسے قبر میں چھپا دیا پھر جب چاہے اسے اٹھالے۔ خبردار اس کو جو حکم دیا اسے بجا نہیں لایا۔

عبداللہ بن ام مکتوم کا واقعہ:

۲۱: عَبَسَ وَتَوَلَّى ۙ اَنَّ جَاءَهُ الْاَعْمٰی (پتھر چھیں بجیں ہو گئے اور متوجہ نہ ہوئے۔ اس بات سے کہ ان کے پاس ایک اندھا

آیا۔ عبس نبی اکرم ﷺ ترش رو ہو گئے۔ وَتَوَلَّىٰ اور اعراض فرمایا اِنَّ جَاءَهُ هُ یہ اصل میں لان جاء هُ ہے اس لئے کہ ان کے پاس آیا۔

مخجور: محل منصوب ہے کیونکہ مفعول لہ ہے اس کا عامل عبس یا تولى ہے بصرین و کوفین کے اختلاف کے مطابق۔ الاغصی عبد اللہ بن ام مکتوم اور ام مکتوم ان کی دادی ہیں۔ ان کے والد کا نام شریح بن مالک ہے۔ یہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں اس وقت آئے جب آپ اشرف قریش کو اسلام کی طرف دعوت دے رہے تھے۔ آتے ہی عرض کیا یا رسول اللہ علمنی مما علمک اللہ اور یہ سوال بار بار دہرایا۔ ان کو معلوم نہیں تھا کہ آپ اشرف قریش کو سمجھا رہے ہیں پس آپ نے ان کی بات کاٹنے کو ناپسند کیا اور ان سے رخ موڑتے ہوئے ترش روئی اختیار فرمائی۔ پس یہ آیات نازل ہوئیں رسول اللہ ﷺ اس کے بعد ان کا بڑا خیال فرماتے اور فرماتے مرحباً بمن عاتبنی فیہ ربی [اسباب النزول واحدی: ص ۲۹۷] آپ نے ان کو مدینہ منورہ پر دو مرتبہ اپنا نائب مقرر فرمایا (بعض نے کہا چودہ مرتبہ نائب بنایا)

۳: وَمَا يُذْرِيكَ (اور آپ کو کیا خبر) اور کونسی چیز آپ کو اس کے حال سے واقف بنائے؟ (یہ استفہام انکاری بمعنی نفی ہے) لَعَلَّهٗ يَزَّكَّىٰ (شاید وہ سنور جاتا) شاید وہ نابینا آپ کے کلام کو سن کر جہالت کی میل سے پاک ہو جاتا۔ يزكى اصل میں يزكى ہے۔ تاء کو زاء میں ادغام کر دیا۔ اسی طرح يزكى میں تاء کو دال میں ادغام کیا گیا ہے۔

۴: اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى (یا نصیحت قبول کرتا پس اس کو نصیحت کرنا فائدہ پہنچاتا) يَذَّكَّرُ نصیحت حاصل کرنا۔ مخجور: فتنفعه عاصم نے عین پر نصب پڑھا اور اس کو لعل کا جواب قرار دیا اور دیگر قراء نے اس کو يذکر پر عطف کرتے ہوئے رفع دیا ہے۔ الذکری آپ کی نصیحت یعنی آپ کا وعظ۔ یعنی آپ کو معلوم نہیں کہ وہ اس نصیحت سے تذکر یا تزکیہ میں سے کس بات کا متمنی تھا۔ اگر آپ جان لیتے تو آپ کی طرف سے یہ بات پیش نہ آتی۔

بے پروائی والے کافر:

- ۵: اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى (تو جو شخص بے پروائی کرتا ہے) جو مالدار ہے۔
 ۶: فَانْتَ لَهُ تَصَدَّىٰ (آپ اس کی تو فکر میں پڑتے ہیں) اس کے ایمان لانے کی حرص میں آپ اس کی طرف توجہ فرماتے ہیں۔
 قراءت: تصدی میں تاء کو صاد میں ادغام کیا (حجازی)
 ۷: وَمَا عَلٰىكَ اِلَّا يَزَّكَّىٰ (حالانکہ آپ پر کوئی الزام نہیں اگر وہ نہ سنورے) آپ پر کوئی پکڑ نہ ہوگی اگر وہ اسلام قبول کر کے پاک نہ ہو۔ آپ کے ذمہ پہنچا دینے کی ڈیوٹی ہے۔
 ۸: وَاَمَّا مَنْ جَاءَكَ يَسْعٰى (اور جو شخص آپ کے پاس دوڑتا ہوا آتا ہے) خیر و بھلائی کی طلب میں وہ جلدی کرنے والا ہے۔
 ۹: وَهُوَ يَخْشٰى (اور وہ ڈرتا ہے) اللہ تعالیٰ سے یا کفار سے۔ نمبر ۳۔ لڑکھڑانے سے جیسا کہ اندھوں کی عادت ہوتی ہے۔
 ۱۰: فَانْتَ عَنْهُ تَلْهٰى (آپ اس سے بے اعتنائی کرتے ہیں) بتکلف دوسروں میں مشغول ہوتے ہیں۔ تلہی اصل میں تلہی

ہے۔ روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے اس کے بعد کبھی کسی سائل کے سلسلہ میں ترشروی اختیار نہیں فرمائی۔ اور نہ ہی غنی کی طرف میاں اختیار کیا۔ روایت میں ہے کہ ثوری رحمہ اللہ کی مجلس میں فقراء امراء ہوتے تھے۔

۱۱: كَلَّا إِنَّهَا تَذْكِرَةٌ (ہرگز ایسا نہ کیجئے قرآن نصیحت کی چیز ہے) کلا یہ روع کیلئے ہے ایسا دوبارہ مت کریں۔ اِنَّهَا (بیشک یہ) سورت یا آیات تَذْكِرَةٌ (نصیحت ہے) جس سے نصیحت حاصل کرنا ضروری ہے۔ اور اس کے مطابق عمل کرنا لازم ہے۔

۱۲: فَمَنْ شَاءَ ذَكَرْهُ (پس جس کا جی چاہے اس کو قبول کرے) پس جس کے متعلق اللہ تعالیٰ چاہے کہ وہ اس نصیحت کو قبول کرے گو من کی وجہ سے ضمیر مذکر ہے یا التذکرۃ وعظ و ذکر کے معنی میں ہونے کی وجہ سے ضمیر مذکر لائے۔ معنی یہ ہے جو نصیحت چاہے اللہ تعالیٰ اس کے دل میں بات ڈال دیں گے۔

۱۳: فِي صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ (وہ ایسے صحیفوں میں ہے جو مکرم ہیں)

مُكْرَمَةٌ: فی صحف یہ تذکرہ کی صفت ہے ای انہا مثبتہ فی صحف منتسخة من اللوح۔ یعنی بیشک وہ ثابت شدہ ہے ایسے صحائف میں جو لوح محفوظ سے لکھے گئے ہیں۔ نمبر ۲۔ یہ مبتدأ محذوف کی خبر ہے ای ہی فی صحف۔ وہ صحائف میں ہے۔

مُكْرَمَةٌ جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مکرم ہیں۔

۱۴: مَرْفُوعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ (رفع مکان ہیں مقدس ہیں) مَرْفُوعَةٍ یعنی آسمان میں بلند ہیں یا قدر و منزلت کے لحاظ سے بلند ہیں۔

مُطَهَّرَةٍ ملائکہ کے علاوہ دوسروں کے چھونے سے پاک ہیں۔ نمبر ۲۔ وہ اس سے پاک ہیں جو کلام اللہ میں سے نہیں ہے۔

۱۵: بآيَاتٍ سَفَرَةٍ (ایسے لکھنے والوں کے ہاتھوں میں ہیں) سَفَرَةٍ جمع سافر لکھنے والے۔ مراد وہ ملائکہ جو لوح محفوظ سے کتابیں نقل کرتے ہیں۔

۱۶: كِرَامٍ (وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں معزز ہیں) نمبر ۲۔ گناہوں سے محفوظ ہیں۔ بَرَدَةٍ (نیک) یہ باز کی جمع ہے یعنی متقی۔

۱۷: قَتَلَ الْإِنْسَانَ مَا أَكْفَرَهُ (آدمی پر اللہ تعالیٰ کی ماروہ کیسا ناشکرا ہے) الْإِنْسَانُ اس میں کافر پر لعنت کی گئی ہے۔ نمبر ۲۔ امیہ قریشی مراد ہے۔ نمبر ۳۔ عتبہ۔ مَا أَكْفَرَهُ یہ استفہام توبیخ کیلئے ہے یعنی (اس کو کس بات نے کفر پر آمادہ کیا) نمبر ۲۔ استفہام تعجبی ہے یعنی اس پر تعجب ہے کہ اس کا کفر کس قدر سخت ہے۔

۱۸: مِنْ أَيْ شَيْءٍ فِي خَلْقِهِ (اللہ تعالیٰ نے اس کو کیسی چیز سے پیدا کیا) کیسی حقیر سے حقیر ترین شئی سے اس کو بنایا یہ بظاہر استفہام ہے اور تقریر کیلئے آیا ہے۔ یعنی انسان کو اقرار کرنا چاہیے کہ اس کو نطفہ سے بنایا ہے۔ پھر اگلی آیت میں اس کی وضاحت فرمائی۔

۱۹: مِنْ نُّطْفَةٍ خَلَقَهُ فَقَدَّرَهُ (نطفہ سے اس کی صورت بنائی پھر اس کو اندازہ سے بنایا) جیسا اس کو بنانا چاہا تخلیق کر دی۔

۲۰: ثُمَّ السَّبِيلَ يَسْرَهُ (پھر اس کا راستہ آسان کر دیا) السَّبِيلُ: یہ یسر مضممر کی وجہ سے منصوب ہے ای ثم سهل له سبيل الخروج من بطن امه یعنی پھر اس کے لئے ماں کے پیٹ سے نکلنے کا راستہ آسان کر دیا۔ یا اس کے سامنے خیر و شر کو کھول

فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلَى طَعَامِهِ ۚ أَنَا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا ۚ ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ

سو انسان کو چاہئے کہ اپنے کھانے کی طرف نظر کرے۔ ہم نے خوب اچھی طرح پانی برسایا۔ پھر ہم نے زمین کو عجیب طریقہ پر

شَقًّا ۚ فَأَنْبَتْنَا فِيهَا حَبًّا ۚ وَعِنَبًا وَقَضْبًا ۚ وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا ۚ

پھیلا دیا۔ سو ہم نے اس میں غلہ اور انگور اور ترکاریاں اور زیتون اور کھجوریں

وَحَدَّ آيِقٍ غُلْبًا ۚ وَفَاكِهَةً وَأَبًّا ۚ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ ۚ

اور گنجان باغ اور میوے اور چارہ پیدا کر دیا تمہارے لئے اور تمہارے مویشیوں کیلئے۔

فَإِذَا جَاءَتِ الصَّاخَّةُ ۚ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ۚ وَأُمُّهُ وَأَبِيهِ ۚ وَصَاحِبَتِيهِ

سو جب خوب زور دار آواز والی آجائے گی جس روز انسان اپنے بھائی اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے

وَبَنِيهِ ۚ لِكُلِّ امْرِيٍّ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ۚ وَوَجْوهٌ يُّومئِذٍ مَّسْفِرَةٌ ۚ

اور اپنے بیٹوں سے بھاگے گا۔ ان میں سے ہر شخص کی ایسی حالت ہوگی جو کسی طرف متوجہ نہ ہونے دے گی۔ اس روز بہت سے چہرے روشن ہوں گے۔

صَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ۚ وَوَجْوهٌ يُّومئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ۚ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ۚ

ہنس کھ ہوں گے، خوش ہوں گے اور اس دن بہت سے چہرے ایسے ہوں گے جن پر کدورت ہوگی۔ ان پر غلٹ چھائی ہوگی۔

أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرَةُ الْفَجْرَةُ ۚ

یہ وہ لوگ ہوں گے جو کافر تھے فاجر تھے۔

کر بیان کر دیا۔

۲۱: ثُمَّ آتَاهُ فَأَقْبَرَهُ (پھر اس کو موت دی پھر اس کو قبر میں لے گیا) اس کو قبر والا بنایا جس میں اس کو چھپایا جاتا ہے۔ حیوانات کی طرح نہیں کہ کھلا چھوڑ دیا جائے یہ اس کی تکریم کی گئی۔ قبر المیت: اس کو دفن کا مقام۔ اقبرة اس کے متعلق حکم دیا کہ اس کو قبر میں رکھا جائے اور اس کو اس پر قدرت و اختیار بھی دیا۔

۲۲: ثُمَّ إِذَا شَاءَ أَنْشَرَهُ (پھر جب اللہ تعالیٰ چاہے گا اس کو دوبارہ زندہ کر دے گا) اس کی موت کے بعد زندہ کرے گا۔

۲۳: كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَا أَمَرَهُ (ہرگز نہیں اس کو جو حکم کیا تھا اس کو بجا نہیں لایا) اس میں انسان کو کفر سے روکا گیا کہ اس کو ہرگز ایسا نہ کرنا چاہیے۔ لما يقض ما امره اس کافر انسان نے جو اس کو اللہ تعالیٰ نے ایمان کا حکم دیا اس کو پورا نہیں کیا۔

قدرتِ باری تعالیٰ:

۲۴: فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلَى طَعَامِهِ (پس انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے کھانے کی طرف نظر کرے)

ذَلِظُ: جب ان نعمتوں کو شمار کر دیا جو انسان کی ابتدائے حدوث سے انتہاء تک اس کے وجود میں پائی جاتی تھیں اب اس کے بعد ان نعمتوں کا ذکر کیا جن کی انسان کو زندگی میں ضرورت پڑتی ہے۔ فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلَى طَعَامِهِ پس انسان کو اپنا وہ کھانا دیکھنا اور اس پر غور کرنا چاہیے جو وہ کھاتا اور جس سے زندگی گزارتا ہے۔ کہ ہم نے اس کا انتظام کس طرح فرمایا ہے۔

۲۵: أَنَا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا (ہم نے عجیب طور پر پانی برسایا)

نحو، قراءت: أَنَا فتح کے ساتھ کوئی قراءت نے پڑھا اور اس کو طعام سے بدل الاشتمال قرار دیا۔ نمبر ۲۔ اِنَّا دیگر قراءت نے پڑھا اور جملہ متانفہ قرار دیا۔ صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا یعنی بادلوں سے بارش برسائی۔

۲۶: ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا (پھر عجیب طور پر زمین کو پھاڑا) نباتات سے پھاڑا۔

۲۷: فَأَنْبَتْنَا فِيهَا حَبًّا (پھر ہم نے اس میں غلہ اگایا) مثلاً گندم، جو وغیرہ جو انسانی غذاء میں کام آتا ہے۔

۲۸: وَعِنبًا وَقَضْبًا (اور انگور اور ترکاری) عنباً انگور کا پھل یہ طعام اور میوہ دونوں ہیں۔ قضا ترکاری۔ یہ قصب یقضب کا مصدر ہے۔ جس کو بطور تسمیہ استعمال فرمایا۔ اس کو قصب کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کو بار بار بارکانا جاتا ہے۔

۲۹: وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا (اور زیتون اور کھجور)

۳۰: وَحَدَائِقَ غُلْبًا (اور گنجان باغ) حدائق: باغات۔ غلباً گھنے درختوں والے۔ یہ غلباء کی جمع ہے۔

۳۱: وَفَاكِهَةً وَأَبًّا (اور میوے اور چارہ پیدا کیا) فاکھہ میوے تمہاری خاطر و آباً یعنی چارہ تمہارے چوپایوں کیلئے۔

۳۲: مَتَاعًا لَّكُمْ وَلَا نِعَامًا لَّكُمْ (تمہارے اور تمہارے مویشی کے فائدہ کیلئے) متاعاً یہ مصدر ہے فائدہ پہنچانے کیلئے تمہیں اور تمہارے جانوروں کو۔

۳۳: فَإِذَا جَاءَتْ الصَّاعَةُ (پھر جس وقت کانوں کا بہرہ کر دینے والا شور برپا ہوگا) اس سے قیامت کی چیخ مراد ہے کیونکہ وہی کانوں کو پھاڑ ڈالے گی یعنی بہرہ کر دے گی۔ اِذَا کی شرط کا جواب ظاہر ہونے کی وجہ سے محذوف ہے (اس وقت انسان کو اپنی ناشکری کا نتیجہ ملے گا)

احوالِ قیامت:

۳۴: يَوْمَ يَقْرَأُ الْمَرْءُ مِّنْ آخِيهِ (جس روز ایسا آدمی اپنے بھائی سے بھاگے گا)۔

۳۵: وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ (اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے) نمبر ۱۔ اس لئے کہ اس کے اور ان کے مابین حقوق اور تاوان ہونگے۔ نمبر ۲۔ اپنے نفس میں شدید مشغولیت کی وجہ سے۔

۳۶: وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ (اور اپنی بیوی اور اپنی اولاد سے بھاگے گا) صاحبہ بیوی۔ بنیہ اور قرآن مجید نے بھائی سے ابتداء کی اور پھر والدین کا ذکر کیا۔ کیونکہ وہ دونوں قریب تر ہیں۔ پھر بیوی اور اولاد کو لایا گیا کیونکہ وہ اس کو لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب ہیں۔

ایک قول:

یہ ہے سب سے پہلا شخص جو اپنے بھائی سے بھاگے گا وہ ہائیل ہوگا اور سب سے پہلے والدین سے بھاگنے والے ابراہیم علیہ السلام اور بیوی سے بھاگنے والے نوح علیہ السلام اور لوط علیہ السلام ہونگے۔ اور بیٹے سے بھاگنے والے نوح علیہ السلام ہونگے۔
 ۳۷: لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ (ان میں سے ہر شخص کو ایسا مشغلہ ہوگا جو اس کو اور طرف متوجہ نہ ہونے دے گا) شآن ایسی حالت جو اس کی اپنی ذات سے متعلق ہوگی۔ یعنی جو اس کو غیر سے مشغول کر کے اپنے اہتمام میں مگن کر دے گی۔
 ۳۸: وَجُودٌ يَوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ (بہت سے چہرے اس روز روشن و خنداں) روشن، چمکدار رات کے قیام کی وجہ سے۔ نمبر ۲۔ آثار وضوء سے چمکدار ہونگے۔

۳۹: ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ (شاداں ہونگے) ان چہروں والے شاداں ہونگے یہ مؤمن ہیں جو مسرور و خوش باش ہونگے۔
 ۴۰: وَوُجُوهٌُ يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ (اور بہت سے چہروں پر اس روز ظلمت ہوگی) غبرۃ یعنی غبار۔
 ۴۱: تَرَاهُمْ فِيهَا فَتْرَةٌ (ان پر کدورت چھائی ہوگی) اس غبار پر دھوئیں کی طرح سیاہی چھائے گی اور دنیا میں بھی جب چہرے پر غبار اور سیاہی جمع ہوں تو چہرہ وحشت ناک ہوتا ہے۔ (اور وہ تو سب کچھ آخرت کا ہوگا۔) (اللهم احفظنا منها بفضلك)
 ۴۲: اُولَئِكَ هُمُ الْكٰفِرَةُ الْفٰجِرَةُ (یہی لوگ کافر فاجر ہیں) اُولَئِكَ اس حالت والے۔ ہم الکفرۃ وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کا انکار کرنے والے ہیں۔ الفجرۃ بندوں کے حقوق میں دیانت کو پھاڑنے والے۔ نمبر ۲۔ جب کفر و فجور کو جمع کر لیا تو چہرے کی سیاہی کے ساتھ غبار کو جمع کر دیا گیا۔

تمت بحمد الله سورة عبس

سُورَةُ التَّكْوِيْنِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ آيَةً

سورة التکوین مد معظّمہ میں نازل ہوئی اس میں اسی آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۱؎ وَاِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ ۲؎ وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۳؎ وَاِذَا

جب سورج بے نور ہو جائے اور جب ستارے گر پڑیں اور جب پہاڑ چلا دیئے جائیں اور

الْعِشَارُ عَطَلَتْ ۴؎ وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ۵؎ وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۶؎

جب حمل والی اونٹنیاں بے کار کر دی جائیں اور جب وحشی جانور جمع کر دیئے جائیں اور جب سمندروں کو دہکا دیا جائے

وَاِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ ۷؎ وَاِذَا الْمَوْءِدَةُ سُيِّلَتْ ۸؎ بِاَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ ۹؎ وَاِذَا

اور جب نفوس کے جوڑے بنا دیئے جائیں اور جب زندہ دفن کی ہوئی لڑکی کے بارے میں سوال آیا جائے کہ وہ کس گناہ کے سبب قتل ہوئی اور جب

الصُّحُفُ نُشِرَتْ ۱۰؎ وَاِذَا السَّمَاءُ كُشِطَتْ ۱۱؎ وَاِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ ۱۲؎

اہمال نامے کھول دیئے جائیں اور جب آسمان کھول دیا جائے اور جب دوزخ کو دہکا دیا جائے

نظارة قیامت:

۱: اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ (جب آفتاب بے نور ہو جائے گا) اس کی روشنی جاتی رہے گی۔ یہ کورت العمامۃ سے لیا گیا کہ جب تم اس کو لپیٹ لو۔ یعنی اس کی روشنی کو بالکل لپیٹ دیا جائے گا۔ اطراف میں اس روشنی کا پھیلاؤ ختم ہو جائے گا۔
مَحْوٍ: الشمس فعل مضمر کی وجہ سے مرفوع ہے جس کی تفسیر کورت کر رہا ہے کیونکہ اذا حرف شرط ہے یہ فعل کا طالب ہوتا ہے۔

۲: وَاِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ (اور جب ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گر پڑیں گے)

۳: وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ (اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے) سطح زمین سے چلا کر دور کر دیئے جائیں گے یا فضا میں بادلوں کی طرح چلائے جائیں گے۔

دس ماہ کی گا بھن اونٹنی:

۴: وَاِذَا الْعِشَارُ عَطَلَتْ (اور جب دس ماہ کی گا بھن اونٹنیاں چھٹی پھریں گی) العشار جمع عشاء کی ہے یہ ایسی اونٹنی کو کہتے ہیں۔

جس کے حمل کو دس ماہ گزر جائیں پھر وضع حمل تک اس کا نام یہی رہتا ہے۔ عَطَلَتْ (بیکار ہو جائیں) ان کے مالکوں نے ان کو اپنے نفسوں میں مشغولیت کی وجہ سے بیکار چھوڑ دیا۔ اس حالت میں اونٹنی اہل عرب کے ہاں بڑی حفاظت سے رکھی جاتی ہے۔ بقیہ چیزوں کی طرف ان کا دھیان کم و بیش ہوتا ہے۔

قراءت: عطلت تخفیف سے بزی نے پڑھا ہے۔

۵: وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ (اور جب وحشی جانور سب جمع ہو جائیں گے) ہر جانب سے جمع ہو جائیں گے۔

قول قتادہ رضی اللہ عنہ:

ہر چیز یہاں تک کہ مکھیوں کو بھی قصاص کیلئے اٹھایا جائے گا۔ جب ان کے مابین فیصلہ ہو چکے گا تو ان کو مٹی کر دیا جائے گا۔ ان میں صرف وہ باقی رہ جائے گا۔ جس میں بنی آدم کے لئے خوش کن پہلو ہیں مثلاً مور وغیرہ۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

ان کا حشر ان کی موت ہے عرب کہتے ہیں جب سال لوگوں اور ان کے اموال کیلئے پریشانی والا ہوتا ہے تو کہتے ہیں: حشرتهم السنة۔ سال نے ان کو ہلاک کر دیا۔

۶: وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ (جب دریا بھڑکائے جائیں گے)

قراءت: مکی و بصری نے سُجِّرَتْ پڑھا اور سَجَرَ التَّنُورِ سے لیا جبکہ اس کو لکڑیوں سے بھر دیں اب معنی یہ ہے جب دریاؤں کو بھر دیا جائے گا۔ اور پھوٹ کر ایک دوسرے سے مل جائیں گے اور ایک سمندر بن جائے گا۔ ایک قول یہ ہے اہل نار کو عذاب دینے کیلئے آگ سے بھر دیا جائے گا۔

۷: وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ (اور جب ایک ایک قسم کے لوگ اکٹھے کیے جائیں گے) ہر نفس کو اس کے ہم جنس سے ملا دیا جائے گا۔ نیک کو نیک کے ساتھ جنت میں اور بروں کو بروں کے ساتھ آگ میں۔ نمبر ۲۔ ارواح کو اجساد سے ملا دیا جائے گا۔ نمبر ۳۔ نفوس کو ان کے اعمال ناموں اور اعمال سے ملا دیا جائے گا۔ نمبر ۴۔ نفوس مؤمنین کو حورالعین اور کفار کو شیاطین کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔

زندہ درگور کے سوال:

۸: وَإِذَا الْمَوْءُءُ دَةُ سُنِلَتْ (اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا) الموءءة جو زندہ دفن کی گئی۔ عرب بھوک کے خطرے اور غلام بنائے جانے کے خوف سے لڑکیوں کو زندہ درگور کرتے تھے۔ سُنِلَتْ سے نرمی و مہربانی کا سوال مراد ہے۔ تاکہ وہ اپنا بیان دے کہ اسے بغیر گناہ قتل کیا گیا نمبر ۲۔ اس میں قاتل کو توبیخ کی گئی کہ روئے سخن اس سے پھیر کر مقتولہ کی طرف کر دیا جیسا کہ اس آیت میں ہے انت قلت للناس الاية [المائدہ: ۱۱۶]۔ نمبر ۳۔ تاکہ وہ قاتل پر داخل ہو سکے۔

۹: بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ (کہ وہ کس گناہ کی بناء پر قتل کی گئی تھی)
قراءت: قُتِلَتْ یزید نے تشدید سے پڑھا۔

ایک اہم بات:

اس میں دلیل ہے کہ اطفال مشرکین کو عذاب نہ ہوگا اور عذاب بلا ذنب نہیں ہوا کرتا۔

۱۰: وَإِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ (اور جب نامہ اعمال کھول دیئے جائیں گے)

قراءت: نشرت کا معنی کھولنا۔ نُشِرَتْ تخفیف کے ساتھ مدنی، شامی، عاصم اور سہل، یعقوب کی قراءت میں ہے۔ نُشِرَتْ یہ ابو عمرو، ابن کثیر، حمزہ، کسائی و خلف کی قراءت ہے۔ الصحف سے نامہ اعمال مراد ہیں۔ انسان کا نامہ عمل موت کے وقت لپیٹ دیا جاتا ہے۔ پھر جب اس کو اٹھایا جائے گا تا کہ حساب و کتاب لیا جائے تو اس وقت اس نامہ عمل کو کھولا جائے گا۔ نمبر ۲۔ اور نشر سے مراد نامہ اعمال والوں کو ان کے نامہ ہائے اعمال کا تقسیم کرنا مراد ہو۔

۱۱: وَإِذَا السَّمَاءُ كُشِطَتْ (جب آسمان کھل جائے گا)

قول الزجاج:

آسمان کو اس طرح اکھاڑ دیا جائے گا جیسا چھت کو اکھاڑتے ہیں۔

۱۲: وَإِذَا الْجَحِيمُ سُعِرَتْ (اور جب دوزخ دہکائی جائے گی) سخت بھڑکائی جائے گی۔

قراءت: سُعِرَتْ۔ تخفیف والی قراءت ابن کثیر، ابو عمرو اور ابن عامر، عاصم کی ہے۔ تشدید والی قراءت شامی، مدنی اور عاصم کی ہے حماد کی نہیں اور نہ ہی یحییٰ کی۔ تشدید میں مبالغہ ہے۔

وَإِذَا الْجَنَّةُ أُرْفِلَتْ^{۱۳} عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا أَحْضَرَتْ^{۱۴} فَلَا أُقْسِمُ

جنت کو قریب کر دیا جائے ہر شخص ان اعمال کو جان لے گا جو اس نے حاضر کر دیئے۔ سو میں ان ستاروں کی قسم کھاتا ہوں

بِالْخُنُسِ^{۱۵} الْجَوَارِ الْكُنَّسِ^{۱۶} وَاللَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ^{۱۷} وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ^{۱۸}

جو پیچھے کو ہنتے ہیں جو چلنے والے ہیں چھپنے والے ہیں، قسم ہے رات کی جب وہ جانے لگے، قسم ہے صبح کی جب وہ سانس لے

إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ^{۱۹} ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ^{۲۰}

بلاشبہ یہ قرآن کلام ہے رسول کریم کا معزز فرشتہ کا لایا ہوا جو عرش والے کے نزدیک قوت والا ہے مرتبہ والا ہے

مُطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ^{۲۱} وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُونٍ^{۲۲} وَلَقَدْ رَآهُ بِالْأُفُقِ الْمُبِينِ^{۲۳}

اس کی اطاعت کی جاتی ہے وہ وہاں امانت دار ہے اور تمہارا ساتھی دیوانہ نہیں ہے اور بات واقعی ہے کہ اس نے اس فرشتے کو واضح کنارہ پر دیکھا ہے

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ^{۲۴} وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطَانٍ رَجِيمٍ^{۲۵} فَإِن

اور وہ غیب کی باتوں پر بخل کرنے والا نہیں ہے اور وہ شیطان مردود کی کہی ہوئی بات نہیں ہے سو تم لوگ کہاں

تَذَهَبُونَ^{۲۶} إِنَّ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ^{۲۷} لِمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ أَنْ يَسْتَقِيمَ^{۲۸}

جا رہے ہو بس وہ جہان والوں کے لئے ایک بڑی نصیحت ہے ایسے شخص کے لئے جو تم میں سے سیدھے راستے پر چلنا چاہے

وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ^{۲۹}

اور تم نہیں چاہتے ہو مگر یہ کہ اللہ چاہے جو رب العالمین ہے۔

۱۳: وَإِذَا الْجَنَّةُ أُرْفِلَتْ (اور جب جنت نزدیک کر دی جائے گی) متقین کے قریب کر دی جائے گی جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا: أُرْفِلَتْ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ غَيْرَ بَعِيدٍ [ق: ۳۱] یہ بارہ خصالتیں ہیں جو چھ دنیا میں پیش آئیں گی اور باقی آخرت میں۔
قراءت: ما احضرت تک بالکل وقف نہیں ہے کیونکہ اذا الشمس کا عامل ناصب ہے۔ اور باقی اس پر معطوف ہیں اور ان کا جواب اگلی آیت ہے۔

۱۴: عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا أَحْضَرَتْ (ہر شخص ان اعمال کو جان لے گا جو وہ لے کر آیا) نفس سے مراد کل نفس ہے۔
قراءت: اور سانس کے ہر آیت پر انقطاع کی صورت میں وقف کو ہر آیت پر جائز قرار دیا گیا ہے۔ ما احضرت جو خیر و شر وہ لے کر آیا ہے۔

۱۵: فَلَا أُقْسِمُ بِالْخُنُسِ (پس میں قسم اٹھاتا ہوں ان ستاروں کی جو پیچھے کو ہنتے لگتے ہیں) لا زائدہ ہے۔ الخنس مبدأ سیر کی

طرف لوٹنا۔ تم اپنے سامنے ستارے کو برج کے آخر میں دیکھتے ہو اسی وقت وہ پھر مڑ کر ابتدائے برج میں لوٹ آتا ہے۔
۱۶: الْجَوَارِ الْكُنُوسِ (چلتے رہتے ہیں جا چھپتے ہیں) الجوار چلتے رہنے والے۔ الکنس غائب ہونے والے۔ یہ کنس الوحش سے لیا گیا ہے جبکہ وہ اپنے کچھار میں داخل ہو۔

ایک قول یہ ہے وہ خمسہ متحیرہ ہیں۔ بہرام، زحل، عطارد، الزہرہ، المشتري یہ سورج و چاند دونوں کے ساتھ چلتے ہیں۔ اور واپس لوٹ کر سورج کی روشنی میں چھپ جاتے ہیں۔ پس خونس سے مراد انکار جوع ہے۔ اور کنوس سے ان کا سورج کی روشنی کے نیچے چھپنا مراد ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد تمام ستارے ہیں۔

۱۷: وَاللَّيْلِ إِذَا عَسَسَ (اور قسم ہے رات کی جب وہ جانے لگے) عسس نمبر ۱۔ اپنے اندھیرے کے ساتھ متوجہ ہو۔ نمبر ۲۔ جانے لگے۔ یہ لفظ اضداد میں سے ہے۔

۱۸: وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ (اور قسم ہے صبح کی جب وہ جانے لگے) اور اس کی روشنی پھیل جائے جب صبح کی آمد کیلئے روح اور نسیم کی آمد لازم ہے۔ تو اسی لئے اس کو مجازاً سانس قرار دیا۔

صفات جبرئیل علیہ السلام:

۱۹: إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ (اور قرآن کلام ہے ایک معزز فرشتہ کا لایا ہوا) یہ جواب قسم ہے قرآن مجید مراد ہے۔ رسول کریم سے جبرئیل علیہ السلام مراد ہیں۔ قرآن مجید کی نسبت جبرئیل علیہ السلام کی طرف کی گئی ہے کیونکہ وہ لانے کا ذریعہ ہیں۔ کریم وہ بارگاہ الہی میں عزت و آبرو مند ہیں۔

۲۰: ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ (جو قوت والا ہے۔ مالک عرش کے نزدیک ذی مرتبہ ہے) ذی قوۃ جس بات کا اس کو ذمہ دار بنایا گیا اس پر اس کو پوری قدرت و طاقت حاصل ہے اس کام سے عاجز نہیں رہتا اور نہ کمزوری دکھاتا ہے۔

عند ذی العرش اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مکین مرتبہ و مقام والا ہے۔ مرتبہ کا حال مرتبہ بنانے والی ذات کے مطابق ہوتا ہے تو اسی لئے فرمایا: عند ذی العرش کہ اس کی بارگاہ میں) تاکہ اس کے اعلیٰ مرتبہ و مقام پر دلالت ہو۔

۲۱: مُطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ (وہاں اس کا کہنا مانا جاتا ہے۔ اور امانت دار ہے) مطاع تم یعنی آسمانوں میں تمام فرشتے اس کی بات مانتے ہیں۔ نمبر ۲۔ عرش والے کے ہاں اس کی بات مانی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتے اس کی بات مانتے ہیں۔ اس کی رائے کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اس کے حکم سے نتیجہ نکالتے ہیں۔ امین وہ وحی لانے پر امانت دار ہے۔

۲۲: وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُونٍ (اور یہ تمہارے ساتھ کے رہنے والے مجنون نہیں ہیں) صاحبکم سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔ بمجنون جیسا کہ آپ کے متعلق کفار کا نقطہ نظر تھا۔

نحو: اس کا عطف جواب قسم پر ہے۔

۲۳: وَلَقَدْ رَآهُ بِالْأَفْقِ الْمُبِينِ (اور انہوں نے اس فرشتہ کو آسمان کے صاف کنارہ پر دیکھا بھی ہے) راہ سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

نے جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصل صورت میں دیکھا ہے۔ الافق المبین سے آسمان کا مشرقی کنارہ مراد ہے۔
 ۲۴: وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ (اور یہ پیغمبر مخفی باتوں پر بخل کرنے والے بھی نہیں) علی الغیب سے مراد وحی ہے۔ بضنین یہ
 الضن سے لیا گیا۔ اور وہ بخل کو کہتے ہیں وہ وحی میں بخل نہیں کرتے جیسا کہ کاہن لوگ مٹھائی کی غرض سے بخل کرتے ہیں۔ بلکہ
 آپ اسی طرح سکھا دیتے ہیں جیسا آپ کو سکھائی گئی اس میں سے کوئی چیز نہیں چھپاتے۔
 قراءت: مکی، ابو عمرو اور علی نے بضنین ظاء سے پڑھا جس کا معنی مُتَّهَم ہے کہ جس پر وحی میں کمی کرنے کی تہمت لگی ہو۔ یا اس
 میں اضافہ کی یہ الظنۃ سے ہے جس کا معنی تہمت ہے۔

۲۵: وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطَانٍ رَّجِيمٍ (اور یہ قرآن کسی شیطان مردود کی کہی ہوئی بات نہیں ہے) اھو سے مراد قرآن مجید ہے۔
 رجیم: مردود۔ جیسا کہ دوسرے مقام میں فرمایا۔ وما تنزلت به الشیاطین [الشراء: ۲۱۰] یعنی یہ ان کی بات نہیں جو چوری چھپے سننے
 کے لئے کان لگاتے ہیں۔ اور پھر وہ اپنے کاہن دوستوں کی طرف وہ بات القاء کرتے ہیں۔

۲۶: فَأَيْنَ تَذْهَبُونَ (تو تم لوگ کدھر کو چلے جا رہے ہو) اس میں کفار کیلئے استہلال ہے جیسا کہ اس شخص کو جو صحیح راستہ کو چھوڑ رہا
 ہو بطور افسوس کہتے ہیں یا راستے کے کناروں پر جا رہا ہو تو اس کو کہتے ہیں۔ تم کہاں جا رہے ہو؟ (کہ راستہ تو کھلا ہے اس کو کیوں
 چھوڑتے ہو) گویا ان کی حالت کو اس شخص کے ساتھ مثال دے کر ذکر کیا کہ یہ سامنے راستہ دیکھتے ہوئے حق سے ہٹ کر باطل کی
 طرف اسی طرح جا رہے ہیں۔ جیسا وہ شخص جو راستے کو جان بوجھ کر چھوڑ رہا ہو۔
 قول الزجاج رحمہ اللہ:

اس کا معنی یہ ہے جو راستہ میں نے کھول کر بیان کر دیا اس سے زیادہ واضح کس راستہ پر چلو گے۔

قول جنید رحمہ اللہ:

تم ہم سے کنارہ کش ہو کر کہاں جا رہے ہو کوئی وہ چیز ہے جو ہمارے پاس نہیں۔

۳۷: اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ (بس یہ تو دنیا جہان والوں کیلئے ایک بڑا نصیحت نامہ ہے) قرآن تو مخلوق کیلئے ایک نصیحت ہے۔

۲۸: لِمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيمَ (ایسے شخص کیلئے جو تم میں سے سیدھا چلنا چاہے)

تخفوا: یہ من العالمین سے بدل ہے۔

ان یستقیم قرآن اس کے لئے نصیحت ہے جو استقامت چاہے یعنی جو اسلام میں داخل ہو کر استقامت چاہتے ہیں ان کو

اس نصیحت سے فائدہ ہوگا۔ گویا دوسروں کو نصیحت کی ہی نہیں گئی نصیحت میں اگرچہ مخاطب تو تمام کو کیا گیا ہے۔

۳۹: وَمَا تَشَاءُ وَاَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ (اور تم بغیر اللہ رب العالمین کے چاہے کچھ نہیں چاہ سکتے ہو) وما تشاء و

اور تم استقامت نہیں چاہ سکتے۔ الا ان یشاء اللہ رب العالمین۔ مگر جب کہ اللہ تعالیٰ جو تمام مخلوق کا مالک ہے وہ چاہے۔

تمت سورة التکویر بعونہ تعالی اللہم اعذنی من عذابک یا رب العالمین

سُوْرَةُ الْاِنْفِطَارِ فَكَيْتَةٌ وَهِيَ تِسْعٌ عَشْرَةَ آيَةً

سورة الانفطار کہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں انیس آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِذَا السَّمَاءُ اَنْفَطَرَتْ ۱؎ وَاِذَا الْكُوَاكِبُ اَنْتَثَرَتْ ۲؎ وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۳؎ وَاِذَا

جب آسمان پھٹ جائے گا اور جب ستارے جھڑ جائیں گے اور جب سمندر بہا دیئے جائیں گے اور جب

الْقُبُوْرُ بُعِثَتْ ۴؎ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاٰخَرَتْ ۵؎ يَاٰ أَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا عَرَّكَ

قبریں اکھاڑ دی جائیں گی تو ہر شخص ان اعمال کو جان لے گا جو اس نے پہلے بھیجے اور بعد میں بھیجے۔ اے انسان تجھے کس چیز نے تیرے

بِرَبِّكَ الْكَرِیْمِ ۶؎ الَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوِّكَ فَعَدَلَكَ ۷؎ فِیْ اٰیِّ صُوْرَةٍ مَّا

رب کریم کے ساتھ دھوکہ میں ڈالا جس نے تجھے پیدا فرمایا سو تیرے اعضاء درست بنائے پھر تجھے اعتدال پر رکھا جس صورت میں چاہا

شَاءَ رُبُّكَ ۸؎ كَلَّا بَلْ تُكَدِّبُوْنَ بِالْاٰدِیْنِ ۹؎ وَاِنَّ عَلَیْكُمْ لَحٰفِظِیْنَ ۱۰؎

تجھے مرکب فرمادیا۔ ہرگز نہیں بلکہ بات یہ کہ تم جزاء کو جھٹلاتے ہو اور بلاشبہ تمہارے اوپر نگرانی کرنے والے ہیں

كِرَامًا كَاتِبِیْنَ ۱۱؎

جو عزت والے ہیں لکھنے والے ہیں

احوالِ قیامت:

۱: اِذَا السَّمَاءُ اَنْفَطَرَتْ (جب آسمان پھٹ جائے گا) انفطرت پھٹ جائے گا۔

۲: وَاِذَا الْكُوَاكِبُ اَنْتَثَرَتْ (اور جب ستارے جھڑ پڑیں گے) انتثرت گر پڑنا۔

۳: وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ (اور جب سب دریا بہہ پڑیں گے) ایک دوسرے کی طرف کھل جائیں گے اور ایک پانی کا سمندر بن جائے گا۔

۴: وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعِثَتْ (جب قبور اکھاڑ دی جائیں گی) کرید دی جائیں گی اور اس کے مردوں کو نکال باہر کیا جائے گا۔

۵: عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاٰخَرَتْ (ہر شخص اپنے اگلے اور پچھلے اعمال کو جان لے گا) یہ اذا کا جواب ہے یعنی ہر نیک و بد

جان لے گا جو اس نے اطاعت کی ہوگی۔ و آخرت اور جو کام اس نے چھوڑے ہونگے اور عمل نہ کیا ہوگا۔ نمبر ۲۔ ما قدمت سے صدقات اور ما اخرت سے میراث مراد ہے۔

۶: يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ (اے انسان تجھ کو کس چیز نے تیرے ایسے رب کریم کے ساتھ بھول میں ڈال رکھا ہے۔) یا یہاں انسان نمبر ۱۔ اس سے خطاب منکرین بعثت کو کیا گیا۔ ما غرک بر بک الکریم یعنی کس چیز نے تجھے دھوکا دیا یہاں تک کہ تو نے اپنے فرائض کو بھی ضائع کر دیا۔ حالانکہ تیرا رب کرم والا ہے۔

منکرین کو خطاب:

۷: الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوَّاكَ فَعَدَلَكَ (جس نے تجھ کو بنایا پھر تیرے اعضاء کو درست کیا۔ پھر تجھے اعتدال پر بنایا) اس کا کرم تو دیکھ کہ اس نے تجھ پر بنانے کا احسان فرمایا اور تسویہ و تعدیل جیسے احسان عظیم فرمائے۔ آپ ﷺ سے مروی ہے کہ جب آپ نے اس آیت کو پڑھا فرمایا۔ غرہ جھلہ (رواہ ابو عبیدہ فی فضائل القرآن حاشیہ کشاف) اس کی جہالت نے اسے دھوکا میں رکھا۔

قول عمر رضی اللہ عنہ:

غرہ حمقہ یعنی اس کی حماقت نے اسے دھوکہ میں رکھا۔ نمبر ۲۔

قول حسن عسکری:

غرہ شیطانہ یعنی اس کے شیطان نے اسے دھوکہ میں ڈالا۔ نمبر ۳۔ قول فضیل۔ اگر مجھے خطاب کیا جاتا تو میں کہتا تیری ستاری کے لٹکتے ہوئے پردوں نے۔ نمبر ۴۔

قول یحییٰ بن معاذ عسکری:

اگر مجھے خطاب ہوتا تو کہتا۔ مجھے تیرے گزشتہ اور حالیہ احسانات نے دھوکہ میں ڈالا۔ فَسَوَّاكَ۔ یعنی تجھے مناسب طور صحیح سالم اعضاء والا بنایا۔ فَعَدَلَكَ یعنی تجھے میانہ متناسب اعضاء بنایا۔ ان میں تفاوت نہیں رکھا۔ ایسا نہیں بنایا کہ دونوں میں سے ایک ہاتھ بہت لمبا ہو اور نہ ہی ایک آنکھ کو بہت بڑی بنایا اور نہ ایسا کیا کہ بعض اعضاء کو سفید اور بعض کو سیاہ بنایا۔ نمبر ۲۔ تمہیں معتدل الخلق بنایا کہ تو سیدھا کھڑا ہو کر چلتا ہے۔ بہائم کی طرح جھک کر نہیں۔

قراءت: کوئی قراء نے تخفیف سے پڑھا ہے۔ معنی اس کا بھی یہی ہے کہ تیرے اعضاء کو معتدل بنایا یہاں تک کہ تو معتدل الخلق ہے۔

۸: فِي آيٍ صُورَةٍ مَّا شَاءَ رَكَّبَكَ (جس صورت میں چاہا تجھ کو ترتیب دے دیا)

مخفوف: مآتا کید کیلئے زائد ہے۔ یعنی جس صورت میں اس کی مشیت نے چاہا تمہیں حسن، قبح، طول و قصر کی مختلف صورتوں میں جوڑ

يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ ۚ ۱۲ إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ۚ ۱۳ وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ ۚ ۱۴

وہ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو بلاشبہ نیک لوگ نعمتوں میں ہوں گے اور بلاشبہ بدکار دوزخ میں ہوں گے

يَصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّينِ ۚ ۱۵ وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَائِبِينَ ۚ ۱۶ وَمَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمَ الدِّينِ ۚ ۱۷

وہ اس میں بدلہ کے دن داخل ہوں گے اور وہ اس سے غائب ہونے والے نہ ہوں گے اور اے مخاطب تجھے خبر ہے کہ بدلہ کا

الدِّينِ ۚ ۱۷ ثُمَّ مَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمَ الدِّينِ ۚ ۱۸ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِنَفْسٍ

دن کیا ہے پھر تجھے کیا خبر ہے کہ بدلہ کا دن کیا ہے وہ ایسا دن ہوگا جس میں کوئی شخص کسی شخص کے لئے نفع کا

شَيْءًا وَالْأَمْرُ يَوْمَ لِلَّهِ ۚ ۱۹

مالک نہ ہوگا اور اس دن ساری حکومت اللہ ہی کے لئے ہوگی۔

دیا۔ یہ جملہ ماقبل پر معطوف نہیں جیسا کہ ماقبل کا جملہ معطوف تھا۔ کیونکہ یہ عدلتک کا بیان ہے اور جار مجرور کا تعلق رکبت سے ہے اس معنی میں کہ تمہیں بعض صورتوں میں رکھ کر اختیار دے دیا۔ یا محذوف سے متعلق ہے ای رکبت حاصل فی بعض الصور۔ تمہیں جوڑا اس حالت میں کہ اس سے کئی شکلیں بن گئیں۔

۹: كَلَّا بَلْ تُكْذِبُونَ بِالَّذِينَ (ہرگز نہیں بلکہ تم جزاء و سزا کو جھٹلاتے ہو) کلا ردع کیلئے ہے اللہ تعالیٰ کے متعلق جس غفلت کا شکار ہے اس کے متعلق ردع کی گئی ہے۔ بل تکذبون بالذین۔ الذین اصل میں جزاء ہے یا دین اسلام مطلب یہ ہے تم ثواب و عقاب کی تصدیق نہیں کرتے۔

۱۰: وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ (اور تم پر یاد رکھنے والے مقرر ہیں) الحافظین ملائکہ جو تمہارے اعمال و اقوال کو یاد رکھنے والے ہیں۔
۱۱: كِرَامًا كَاتِبِينَ (معزز لکھنے والے مقرر ہیں) یعنی تم تو جزاء کو جھٹلاتے ہو۔ اور کاتب تمہارے اعمال کو لکھ رہے ہیں تاکہ تم کو بدلہ دیا جائے۔

۱۳: يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ (جو تمہارے سب افعال کو جانتے ہیں) تمہارے اعمال کی کوئی چیز ان سے ڈھکی چھپی نہیں۔ لکھنے والوں کی عظمت کو ذکر فرما کر جزاء کی عظمت ظاہر کی گئی کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں عظیم امور میں سے ہے۔ اس آیت میں متقین کو لطف و کرم کی طرف بلا یا جارہا ہے اور مجرمین کو انذار و تہویل کی جارہی ہے۔

قول فضیل رحمہ اللہ:

جب فضیل یہ آیت پڑھتے تو فرماتے غافلین پر اس سے زیادہ شدت والی کوئی آیت نہیں ہے۔

۱۳: اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ (نیک لوگ بیشک آسائش میں ہونگے) ابرار سے مؤمنین مراد ہیں وہ جنت کی نعمتوں میں ہونگے۔

فجّار کا انجام:

۱۴: وَ اِنَّ الْفَجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ (اور بدکار لوگ بیشک دوزخ میں ہونگے) الفجّار سے کفار مراد ہیں وہ جہنم میں ڈالے جائیں گے۔

۱۵: يَصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّينِ (روز جزاء کو اس میں داخل ہونگے) جزاء کے دن وہ جہنم میں داخل ہونگے۔

۱۶: وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَائِبِينَ (اور وہ اس سے باہر نہ ہونگے) یعنی جہنم سے نکالے نہ جائیں گے جیسا ارشاد فرمایا: وما هم

بمخرجين منها [المائدہ: ۳۷]

۱۷: وَمَا اَدْرَاكَ مَا يَوْمَ الدِّينِ (آپ کو کچھ خبر ہے کہ وہ روز جزاء کیسا ہے) پھر قیامت کی عظمت شان کو ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

وما ادراك ما يوم الدين -

قیامت کا موقع:

۱۸: ثُمَّ مَا اَدْرَاكَ مَا يَوْمَ الدِّينِ (پھر آپ کو کچھ خبر ہے کہ وہ روز جزاء کیا ہے) تاکید اور اس کی شدت و ہولناکی بیان کرنے کیلئے دوبارہ لائے۔ اور اگلی آیت میں قیامت کی وضاحت فرمائی۔

۱۹: يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِلّٰهِ (وہ ایسا دن ہے جس میں کسی شخص کا کسی شخص کے نفع کیلئے کچھ بس نہ

چلے گا۔ اور تمام تر حکومت اس روز اللہ ہی کی ہوگی) اس آیت سے قیامت کی وضاحت فرمائی کہ قیامت کو اپنے سے دفع کرنے کی

اور نہ کسی دوسرے کو کسی طریق سے نفع پہنچانے کی کوئی طاقت ہوگی۔ شفاعت کا اذن الہی سے وہ اختیار پائے گا۔ قراءت: یوم کی،

بصری نے رفع سے پڑھا اور ہو کو مقدر مانا۔ ای ہو یوم نمبر ۲۔ یوم الدین سے بدل بھی ہو سکتا ہے۔ نصب کی صورت میں۔

نمبر ۱۔ ذکر کا مفعول ہے۔ نمبر ۲۔ یدانون مضمّر ہے۔ کیونکہ قیامت کا تذکرہ اس پر دلالت کر رہا ہے۔ والامر یومئذ للہ کا

مطلب یہ ہے کہ اختیار اس دن صرف اللہ تعالیٰ ہی کا ہوگا وہی فیصلہ فرمائے گا نہ کوئی اور۔

تمت سورة الا نفطار بکرم الکریم والحمد لله اولاً و آخراً۔ اربع الثانی ۱۳۲۳ء

سُورَةُ الْمُطَفِّفِينَ وَهِيَ فِي ثَلَاثِينَ آيَةً

سورۃ المطففین کہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں چھتیس آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ ۝۱ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ ۝۲ وَإِذَا كَالُوهُمْ

بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنوالوں کے لئے جن کا طریقہ یہ ہے کہ جب لوگوں سے ناپ کر لیں تو پورا لیں اور جب ان کو ناپ کر

أَوْزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ ۝۳ أَلَا يَظُنُّ أُولَٰئِكَ أَنَّهُمْ مَبْعُوثُونَ ۝۴ لِيَوْمٍ عَظِيمٍ ۝۵

یا تول کر دیں تو گھٹا دیں کیا ان لوگوں کو اس کا یقین نہیں ہے کہ وہ ایک بڑے سخت دن میں زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے

يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ۝۶ كَلَّا إِنَّ كِتَابَ الْفُجَّارِ لَفِي سِجِّينٍ ۝۷

جس دن تمام آدمی رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ ہرگز نہیں بدکار لوگوں کا اعمال نامہ سجین میں رہے گا

وَمَا أَدْرَاكَ مَا سِجِّينٌ ۝۸ كِتَابٌ مَّرْقُومٌ ۝۹

اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ سجین میں رکھا ہوا اعمال نامہ کیا چیز ہے؟ وہ ایک نشان کیا ہوا دفتر ہے

۱: وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ (بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کیلئے)

تخفیر: ویل مبتدا اور للمطففین اس کی خبر ہے۔ المطففین وہ لوگ جو کیل و وزن میں لوگوں کے حقوق تلف کرتے ہیں۔

۲: الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ (کہ جب لوگوں سے ناپ کر لیں تو پورا لیں) جب وہ لوگوں سے ناپ تول میں اپنے حقوق لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں۔

نکتہ: جبکہ ان لوگوں کا ناپ کم وصول کرنا لوگوں کیلئے نقصان کا باعث ہے اور وہ ٹھونس کر لوگوں سے وصول کرتے ہیں اسی لئے من کی بجائے علی لائے اور اس پر دلالت موجود ہے۔

ایک انداز:

علی يستوفون کے متعلق بھی ہو سکتا ہے اور فعل پر مفعول کو افادۂ اختصاص کیلئے مقدم کیا گیا ہے۔ یعنی وہ لوگوں سے خاص

طور پر پورا پورا لیتے ہیں۔

قول فراء:

ایسے مواقع پر من اور علی ہر دو کا استعمال ہوتا ہے کیونکہ وہ اس کا حق ہے پس جب تم کہو اکتلت علیک تو گویا اس طرح کہا اکتلت ماعلیک۔ میں نے تیرے ذمہ جو کچھ تھا ناپ کر لے لیا۔ اور جب تم کہو اکتلت منک تو گویا اس طرح کہا استوفیت منک میں نے پورا تجھ سے وصول کر لیا۔

۳: وَإِذَا كَالُوهُمْ أَوْ وَزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ (اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیں تو گھٹادیں)
 نَحْوِ: ضمیر منصوب الناس کی طرف راجع ہے تقدیر کلام یہ ہے كَالُوا لَهُمْ أَوْ وَزَنُوا لَهُمْ پس حرف جار کو حذف کر کے ضمیر فعل کے ساتھ ملا دی۔

نکتہ نمبر ۱:

شروع میں اس طرح بھی نہیں کہا۔ او اتزنوا جیسا یہاں کہا گیا اَوْ وَزَنُوهُمْ یہ بطور اکتفاء اکتالوا اور کالوا کے ساتھ ایک ہی مرتبہ لائے اور یہ کافی ہے نمبر ۲۔ اور ایک احتمال اس کے علاوہ یہ ہے کہ تطفیف کرنے والے کیل اور وزن والی دونوں چیزوں کو کیل کر کے لیتے۔ کیونکہ کیل کے ذریعہ ان کو اپنا مال پورا کرنے کی پوری قدرت تھی اور سرقہ کا پورا موقعہ ماپ کے برتن کو حرکت دے کر اور بھرنے میں حیلہ سازی کے ذریعہ میسر آ جاتا۔ جب وہ دیتے تو کیل و وزن دونوں میں کمی کرنے پر پوری قدرت تھی اس لئے لینے کے ساتھ وزن کا ذکر نہیں فرمایا دینے کے ساتھ وزن کا بھی ذکر کر دیا گیا۔ يُخْسِرُونَ (وہ کمی کرتے ہیں) عرب کہتے ہیں خسر المیزان و اخسره وزن کم ہو گیا یا وزن کم کر دیا۔

ہر ہر ذرہ کا حساب:

۴، ۵: أَلَا يَظُنُّ أُولَئِكَ أَنَّهُمْ مَبْعُوثُونَ ۝ لِيَوْمٍ عَظِيمٍ (کیا ان لوگوں کو اس کا یقین نہیں کہ وہ ایک بڑے دن میں زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے) لِيَوْمٍ عَظِيمٍ سے مراد قیامت کا دن ہے۔ الایہ حرف تنبیہ نہیں بلکہ ہمزہ استفہام لولا نافیہ پر داخل کیا گیا ہے یہ استفہام انکار و تعجب کیلئے ہے کہ ان کی حالت بہت عجیب ہے کہ تطفیف پر جرأت مند ہیں۔ گویا ان کے دل میں کچھ بھی خطرہ نہیں۔ اور وہ ذرا اندازہ نہیں لگاتے کہ ان کو اٹھایا جائے گا اور ہر ذرہ کا ان سے حساب لیا جائے گا اور اگر وہ بعث بعد الموت پر یقین رکھتے تو کیل و وزن میں ہر گز کمی نہ کرتے۔

حکایت:

ایک اعرابی نے عبد الملک بن مروان کو کہا کیا تم نے سنا ہے جو اللہ تعالیٰ نے مطففین کے متعلق کہا ہے پس تمہارا اپنے متعلق کیا گمان ہے کہ تم مسلمانوں کے اموال بلا کیل و وزن لیتے ہو۔

۶: يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ (جس دن تمام آدمی رب العالمین کے سامنے کھڑے ہونگے)
نَحْوًا: مبعوثوں کی وجہ سے یوم يقوم منصوب ہے۔

لِرَبِّ الْعَالَمِينَ رب العالمین کے حکم اور اس کے حساب و بدلے کیلئے۔

قول ابن عمر رضی اللہ عنہما:

آپ نے جب یہ آیت تلاوت کی جب یہاں تک پہنچے تو زور زور سے رونے لگے اور بعد والا حصہ نہ پڑھ سکے۔
۷: كَلَّا إِنَّ كِتَابَ الْفُجَّارِ لَفِي سَجِينٍ (ہرگز نہیں بدکار لوگوں کا نامہ عمل سَجِين میں رہے گا) كَلَّا یہ ردع اور تنبیہ کیلئے ہے اللہ تعالیٰ نے جس تطفیف و غفلت میں وہ مبتلا تھے اس پر ان کو دہم کایا اور ان کو خبردار کیا کہ یہ ضروری ہے کہ آدمی اس سے توبہ کرے اور شرمندہ ہو پھر علی العموم فجار کو وعید سنائی فرمایا إِنَّ كِتَابَ الْفُجَّارِ (بدکار لوگوں کا نامہ عمل) کتاب سے اعمال نامے مراد ہیں۔ لَفِي سَجِينٍ (سَجِين میں ہے)

۹،۸: وَمَا أَدْرَاكَ مَا سَجِينٌ □ كِتَابٌ مَرْقُومٌ (آپ کو کچھ معلوم ہے کہ سَجِين میں رکھا ہوا نامہ عمل کیا چیز ہے۔ وہ ایک نشان کیا ہوا دفتر ہے)

سوال: اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ فجار کا نامہ عمل سَجِين میں ہے اور یہاں سَجِين کی تفسیر کتاب مرقوم سے کی گئی ہے؟ گویا اس طرح کہہ دیا گیا کہ ان کا نامہ عمل مرقوم میں ہے پس آیت کا مطلب کیا ہوا؟

جواب: سَجِين وہ جامع کتاب ہے وہ برائیوں کا رجسٹر ہے جس میں شیاطین کے اعمال مدون کیے گئے ہیں اور کفار جنات اور انسانوں کے۔ وہ مہر شدہ کتاب ہے اس کی کتابت واضح غیر مخفی ہے نمبر ۲۔ یا نشان زدہ کتاب ہے جو اس کو دیکھ پائے گا اور وہ یہ معلوم کر لے گا کہ اس میں کوئی خیر نہیں ہے مرقوم یہ رقم الثیاب (کپڑوں کی علامت) سے لیا گیا ہے۔ معنی آیت کا یہ ہوا۔ کہ فجار کے تمام اعمال اس دیوان میں مندرجہ ہیں۔

وَيَلُومُ يَوْمَئِذٍ الْمُكَذِّبِينَ ﴿۱۰﴾ الَّذِينَ يَكْذِبُونَ بِبُيُوتِ الدِّينِ ﴿۱۱﴾ وَمَا يَكْذِبُ

اس روز جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہو گی جو روز جزا کو جھٹلاتے ہیں اور اس کو وہی شخص جھٹلاتا ہے

بِهِ إِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ ﴿۱۲﴾ إِذَا تُلِيَ عَلَيْهِ آيَاتُنَا قَالَ أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿۱۳﴾

جو حد سے گزرنے والا ہے مجرم ہے جب اس کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جائیں تو یوں کہہ دیتا ہو کہ یہ بے سند باتیں اگلوں سے منقول چلی آتی ہیں

كَلَّا بَلْ سَكَرَ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿۱۴﴾ كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ

ہرگز ایسا نہیں بلکہ ان کے دلوں پر انکے اعمال کا زنگ بیٹھ گیا ہے۔ ہرگز ایسا نہیں یہ لوگ اس روز اپنے رب سے

لَمَّحْجُوبُونَ ﴿۱۵﴾ ثُمَّ إِنَّهُمْ لَصَالُو الْجَحِيمِ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ يُقَالُ هَذَا الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تُكَذِّبُونَ ﴿۱۷﴾

روک دیئے جائیں گے پھر یہ دوزخ میں داخل ہوں گے پھر کہا جاوے گا کہ یہی ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے۔

كَلَّا إِنَّ كِتَابَ الْأَبْرَارِ لَفِي عِلِّيِّينَ ﴿۱۸﴾ وَمَا أَدْرَاكَ مَا عِلِّيُّونَ ﴿۱۹﴾ كِتَابٌ مَّرْقُومٌ ﴿۲۰﴾

ہرگز نہیں نیک لوگوں کا اعمال نامہ علیین میں رہے گا اور آپ کو معلوم ہے کہ علیین میں رکھا ہوا اعمال نامہ کیا چیز ہے وہ ایک نشان کیا ہوا دفتر ہے

يَشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُونَ ﴿۲۱﴾ إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ﴿۲۲﴾ عَلَى الْأَرَائِكِ يَنْظُرُونَ ﴿۲۳﴾

جس کو مقرب فرشتے دیکھتے ہیں۔ بلاشبہ نیک لوگ بڑی آسائش میں ہوں گے مسہریوں پر دیکھتے ہوں گے

تَعْرِفُ فِي وُجُوهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيمِ ﴿۲۴﴾ يُسْقَوْنَ مِنْ رَحِيقٍ مَّحْتَمٍ ﴿۲۵﴾

اے مخاطب تو ان کے چہروں میں نعت کی تازگی پہچانے گا ان کو پینے کے لئے شراب خالص سر بمبر ملے گی

خِتْمُهُمْ مَسْكٌ وَفِي ذَٰلِكَ فَلِيتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ ﴿۲۶﴾

جس پر مشک کی مہر لگی ہو گی اور حرص کرنوالوں کو ایسی ہی چیز میں حرص کرنا چاہیے

۱۰: وَيَلُومُ يَوْمَئِذٍ الْمُكَذِّبِينَ (اس روز جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہو گی) یوم سے وہ دن جس روز لکھا ہوا مکذبین کے سامنے ظاہر کر دیا جائے گا۔

۱۱: الَّذِينَ يَكْذِبُونَ بِبُيُوتِ الدِّينِ (جو کہ روز جزا کو جھٹلاتے ہیں) الدین سے جزاء و حساب کا دن مراد ہے۔

۱۳: وَمَا يَكْذِبُ بِهِ إِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ (اور اس کو تو وہی شخص جھٹلاتا ہے جو حد سے گزرنے والا مجرم ہو) معتد جو حد سے بڑھنے والا ہو۔ اثم گناہ کمانے والا۔

۱۳: إِذَا تُلِّيَ عَلَيْهِ آيَاتُنَا قَالَ أَسَاطِيرُ الْأُولِينَ (جب اس کے سامنے ہماری آیات پڑھی جائیں تو یوں کہہ دیتا کہ یہ اگلوں کی بے سند باتیں منقول چلی آتی ہیں) آیات سے قرآن مجید مراد ہے۔ اساطیر الاولین پہلے لوگوں کی باتیں۔ قول الزجاج رحمہ اللہ: اساطیر اس کا واحد اسطورة ہے جیسے احد وثلة واحادیث بمعنی داستانیں۔

۱۴: كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَى قُلُوبِهِمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ (ہرگز ایسا نہیں بلکہ ان کے اعمال کا ان کے دلوں پر زنگ بیٹھ گیا ہے) کلا حد سے بڑھنے والے گناہ گار کو اس بات پر دھمکایا گیا۔ بل اس میں ان کے قول کی نفی ہے۔ قراءت: بل پر حفص چھوٹا وقف یعنی سکتے کرتے ہیں۔

رَانَ عَلَى قُلُوبِهِمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ان کے اعمال نے ان کے دلوں کو ڈھانپ لیا ہے یعنی وہ اعمال ان کے دلوں پر غالب آگئے یہاں تک کہ ان کے دل اس میں ڈوب گئے ما کانو ایکسبون سے معاصی اور گناہ مراد ہیں۔

ران کے متعلق اقوال

رین کیا ہے؟

قول حسن رحمہ اللہ:

گناہ پر گناہ کرنے سے دل سیاہ ہو جاتا ہے۔

قول ضحاک رحمہ اللہ:

الرین دل کا مرجانا۔

ابوسلیمان رحمہ اللہ:

الرین و القسوة یہ دونوں غفلت کے اوقات ہیں۔ اور ان کا علاج ہمیشہ روزہ رکھنا ہے۔ پھر اگر اس کے باوجود بھی سختی دل پائے تو سالن ترک کر دے۔

۱۵: كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَمَحْجُوبُونَ (ہرگز ایسا نہیں یہ لوگ اس روز اپنے رب سے روک دیے جائیں گے) کلا دل پر رین کے چڑھانے پر ردع کی گئی ہے۔ إِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَمَحْجُوبُونَ (رب تعالیٰ سے پردے میں کر دیے جائیں گے) الحجب منع کرنا۔

قول الزجاج رحمہ اللہ:

اس آیت میں دلیل ہے کہ ایمان والوں کو اس دن اپنے رب کا دیدار ہوگا ورنہ پردہ میں کر دیئے جانے کی تخصیص کا فائدہ

نہیں۔

حسین و فضل کا قول:

جیسا ان کو اپنی توحید سے دنیا میں پردے میں کر دیا قیامت میں اس کے دیدار سے ان کو روک دیا جائے گا۔

قول امام مالک رحمہ اللہ:

جب اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو روک دیا جائے گا وہ تو دیکھ نہ سکیں گے۔ تو حق تعالیٰ اپنے دوستوں کیلئے تجلی فرمائیں گے۔ جس سے وہ دیدار کر سکیں گے۔

ایک اور قول:

عن کے بعد کرامۃ محذوف ہے وہ اپنے رب کے اکرام سے روک دیے جائیں گے کیونکہ دنیا میں انہوں نے اس کا شکر نہیں کیا۔ پس آخرت میں اس کے اکرام سے بطور بدلہ مایوس کر دیئے جائیں گے۔ مگر قول اول صحیح ترین ہے کیونکہ رؤیت عظیم ترین اکرام ہے۔ پس اس سے روک دیا جانا دیگر انعامات سے روک دیے جانے کی علامت ہے۔

۱۶: ثُمَّ إِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيمِ (پھر وہ دوزخ میں داخل ہونگے) دیدار سے محرومی کے بعد آگ میں ڈال دیئے جائیں گے۔
۱۷: ثُمَّ يُقَالُ هَذَا الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تُكَذِّبُونَ (پھر کہا جائے گا یہی تو ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے) ہذا سے عذاب مراد ہے یعنی یہ وہی عذاب ہے جس کو تم دنیا میں جھٹلاتے اور اس کے وقوع کا انکار کرتے تھے۔

۱۸: كَلَّا إِنَّ كِتَابَ الْأَبْرَارِ لَفِي عِلِّيِّينَ (ہرگز نہیں۔ نیک لوگوں کا نامہ عمل علیین میں رہے گا) كَلَّا یہ تکذیب سے ردع کی گئی ہے۔ اِنَّ كِتَابَ الْأَبْرَارِ سے ان کے مکتوب اعمال مراد ہیں۔ ابرار وہ فرمانبردار لوگ جو ماپ تول میں کمی نہیں کرتے اور بعث بعد الموت پر ان کو ایمان ہے کیونکہ ان کا یہاں فجار کے بالمقابل تذکرہ کیا گیا ہے اور فجار کے متعلق واضح طور پر فرمایا کہ وہ قیامت کے جھٹلانے والے ہیں۔

قول حسن رحمہ اللہ:

البر: وہ ہے جو چیونٹی کو بھی ایذا نہ دے۔ لَفِي عِلِّيِّينَ یہ دیوان خیر کا علم ہے جس میں تمام ملائکہ اور صلحاء ثقلین کے اعمال درج ہیں اور لفظ جمع سے منقول ہو کر آیا ہے اس کا واحد عِلِّيٌّ ہے فِعْلٌ کے وزن پر۔ یہ اصل میں العلو سے ہے یہ اس کا نام اس لئے رکھا گیا کیونکہ یہ جنت کے اعلیٰ درجات کا سبب ہے۔ یا اس لئے کہ ساتویں آسمان پر بلند ہے اور وہاں کے ساکنین کروبی فرشتے ہیں ان کے قرب کے سبب بطور تکریم یہ نام رکھ دیا ہے۔

۱۹: وَ مَا آذْرَاكَ مَا عِلِّيُّونَ (اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ علیون میں رکھا ہوا نامہ عمل کیا چیز ہے) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز آپ کو علیون

کے بارے میں معلوم کرادے کہ وہ کیا چیز ہے۔

۲۰: كِتَابٌ مَّرْقُومٌ (وہ ایک نشان کیا ہوا دفتر ہے)

۲۱: يَشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُونَ (جس کو مقرب فرشتے دیکھتے ہیں) ملائکہ وہاں حاضر ہوتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے ابرار کا عمل جب

آسمان پر اٹھایا جاتا ہے۔ تو ہر آسمان کے مقربین اس کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

۲۲: اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ (نیک لوگ بڑی آسائش میں ہونگے) جنتوں میں نعمتیں پاتے ہونگے۔

ابرار کے انعامات:

۲۳: عَلٰى الْاَرَآءِ يَنْظُرُونَ (مسہریوں پر دیکھتے ہونگے) مسہریوں میں بیٹھے اللہ تعالیٰ کے انعام و اکرام کو اور اللہ تعالیٰ کے

دشمنوں کو عذاب میں مبتلا دیکھ رہے ہونگے۔

۲۴: تَعْرِفُ فِي وُجُوهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيمِ (اے مخاطب تو ان کے چہروں پر آسائش کی بشارت پہچانے گا) خوش عیشی کی رونق

اور تروتازگی۔

۲۵: يُسْقَوْنَ مِنْ رَحِيقٍ مَّخْتُومٍ (ان کو پینے کیلئے شراب خالص سر بمبر ملے گی) ریحق شراب خالص۔

۲۶: خِتَمُهُ مِسْكَ (جس میں مشک کی مہر ہوگی) وَفِي ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ (اور حرص کرنے والوں کو ایسی چیز کی

حرص کرنی چاہیے) اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کے اکرام کے لئے وہاں کی شراب کو کستوری کی مہر والا بنایا۔ جبکہ دنیا میں شراب پر مٹی

کی مہر لگائی جاتی ہے۔ (مٹی سے نکلی ہوئی اشیاء جیسے پلاسٹک وغیرہ) نمبر ۲۔ ختامہ مسک اس کے اختتام پر مشک کی خوشبو

ہوگی۔

قراءت: خاتمہ علی نے پڑھا ہے۔

وَفِي ذٰلِكَ (اور اسی میں) خالص شراب اور شاندار نعمتیں فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ رغبت کرنے والوں کو رغبت کرنا

چاہیے اور یہ نیک کاموں میں سبقت سے حاصل ہوتی ہے اور برائیوں سے باز رہنے سے ملتی ہے۔

وَمِزَاجُهُ مِنْ تَسْنِيمٍ ﴿۲۷﴾ عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُونَ ﴿۲۸﴾ إِنَّ الَّذِينَ

اور اس کی آمیزش تسنیم سے ہوگی یعنی ایک ایسا چشمہ جس سے مقرب بندے پیتے ہوں گے۔ بلاشبہ جن لوگوں نے

أَجْرُمُوا كَانُوا مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا يَضْحَكُونَ ﴿۲۹﴾ وَإِذَا مَرُّوا بِهِمْ

جرم کئے، وہ ایمان والوں پر ہنستے تھے اور جب ان کے پاس سے گزرتے تھے

يَتَغَامَزُونَ ﴿۳۰﴾ وَإِذَا انْقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ انْقَلَبُوا فَكِهِينَ ﴿۳۱﴾ وَإِذَا

تو آپس میں اشارہ بازی کرتے تھے اور جب اپنے گھروں کو جاتے تھے تو دل لگی کرتے ہوئے لوٹتے تھے اور جب

رَأَوْهُمْ قَالُوا إِنَّ هَٰؤُلَاءِ لَضَالُّونَ ﴿۳۲﴾ وَمَا أُرْسِلُوا عَلَيْهِمْ حَفِظِينَ ﴿۳۳﴾

ان کو دیکھتے تھے تو کہتے تھے کہ بلاشبہ یہ لوگ یقیناً گمراہ ہیں۔ حالانکہ یہ ان پر نگران بنا کر نہیں بھیجے گئے،

فَالْيَوْمَ الَّذِينَ آمَنُوا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُونَ ﴿۳۴﴾ عَلَىٰ الْأَرَائِكِ يُنظُرُونَ ﴿۳۵﴾ هَلْ

سو آج ایمان والے کافروں پر نہیں گے۔ مسہریوں پر دیکھتے ہوں گے۔ واقعی

ثُوبَ الْكُفَّارِ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿۳۶﴾

بات یہ ہے کہ کافروں کو ان کے کرتوتوں کا بدلہ دیا جائے گا۔

۲۷: وَمِزَاجُهُ مِنْ تَسْنِيمٍ (اور اس کی آمیزش تسنیم سے ہوگی) خالص شراب میں تسنیم کی ملاوٹ ہوگی۔ تسنیم ایک معینہ چشمے کا

نام ہے تسنیم یہ ستمہ کا مصدر ہے جبکہ کسی چیز کو بلند کریں کیونکہ وہ جنت میں سب سے اعلیٰ شراب کا چشمہ ہے۔ اسی وجہ سے اس کا نام تسنیم رکھا۔ نمبر ۲۔ کیونکہ وہ شراب اوپر سے اٹھ لی جائے گی ان کے برتنوں میں ڈالی جائے گی۔

۲۸: عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُونَ (ایک ایسا چشمہ ہے جس سے مقرب بندے پئیں گے)

يَخْفَوْنَ: عیناً حال ہے یا مدح کی وجہ سے منصوب ہے۔ یشرَب بھا ای یشرَب منھا۔ وہ اس سے پئیں گے۔ المقربون۔ قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ: مقرب اس کو خالص پئیں گے اور اصحاب یمین کو ملا کر دیا جائے گا۔

۲۹: إِنَّ الَّذِينَ أَجْرَمُوا كَانُوا مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا يَضْحَكُونَ (جو لوگ مجرم تھے وہ ایمان والوں سے ہنسا کرتے تھے) اجرُموا سے جرم کفر کرنے والے۔ یضحکون دنیا میں ایمان والوں کا مذاق اڑاتے تھے۔

۳۰: وَإِذَا مَرُّوا بِهِمْ يَتَغَامَزُونَ (اور جب ان کے سامنے سے ہو کر گزرتے تھے تو آنکھوں سے اشارے کرتے تھے) ایمان والوں پر عیب جوئی اور طعنہ زنی کیلئے آنکھوں سے ایک دوسرے کو اشارے کرتے تھے۔

ایک قول یہ ہے۔ کہ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ آرہے تھے کہ منافقین نے ان پر طعنہ زنی کی اور استہزاء کیا اور آنکھوں سے ایک دوسرے کو اشارے کیے اور کہنے لگے کیا تم دیکھتے ہو اس گنہگار کو؟ اس پر یہ آیت اتری اس سے قبل کہ علی رضی اللہ عنہ مجلس رسول اللہ ﷺ پر پہنچے۔

۳۱: وَإِذَا انْقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ (اور جب اپنے گھروں کو جاتے تھے) جب کفار اپنی منازل کی طرف لوٹتے۔ انْقَلَبُوا فَكَيْهِنَ (تو دل لکیاں کرتے ہوئے لوٹتے تھے) مسلمانوں کے تذکرہ سے لذت حاصل کرتے اور ان سے تمسخر کرتے ہوئے۔
قراءت: حفص کے علاوہ قراء نے فاکھین پڑھا ہے جس کا معنی خوش خوش ہے۔

کفار کا خیال:

۳۲: وَإِذَا رَأَوْهُمْ قَالُوا إِنَّ هَٰؤُلَاءِ لَضَالُّونَ (اور جب وہ ان کو دیکھتے تو کہتے یہ لوگ یقیناً غلطی میں ہیں) راوہم جب کافر مومنوں کو دیکھتے۔ لضا لون یعنی محمد ﷺ نے ان کو دھوکہ دیا ہے اس لئے یہ گمراہ ہوئے اور لذات کو چھوڑ دیا۔ اس امید پر کہ ان کو آخرت میں بڑی نعمتیں میسر آئیں گے۔ انہوں نے اس خیال کی خاطر حقیقت کو چھوڑ دیا۔ اور یہ عین گمراہی ہے۔

۳۳: وَمَا أُرْسِلُوا عَلَيْهِمْ حَفِيفِينَ (حالانکہ یہ ان پر نگرانی کرنے والے کر کے نہیں بھیجے گئے) اُرسلوا کفار کو نہیں بھیجا گیا۔ علیہم ان ایمان والوں پر حافظین نگران جو ان کے اموال کی نگہبانی کریں اور ان کے اعمال کی نوہ میں رہیں بلکہ ان کو اپنے نفوس کی اصلاح کا حکم دیا گیا ان کو چاہیے یہ تھا کہ اپنی درستی میں مشغول ہوتے بجائے اس بات کے کہ دوسروں کا پیچھا کریں اور ان کو بیوقوف بنائیں۔

۳۴: قَالِيَوْمَ الَّذِينَ آمَنُوا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُونَ (پس آج کے دن ایمان والے کفار پر ہنستے ہونگے) ایوم سے قیامت کا دن مراد ہے۔ یضحکون کفار جس طرح ایمان والوں سے دنیا میں ہنسا کرتے تھے۔ اسکے بدلے میں مومن ان سے ہنسیں گے۔

۳۵: عَلَىٰ الْأَرْآءِكِ يَنْظُرُونَ (مسہریوں پر دیکھ رہے ہونگے) نَحْوًا: یہ یضحکون سے حال ہے ای یضحکون منهم ناظرین الیہم والی ماہم فیہ من الہوان والصفار بعد العزة والاستکبار وہم علی الارانک آمنون۔ وہ ان کو دیکھ کر ہنسیں گے اور ان کی ذلت و رسوائی کو دیکھ کر جبکہ دنیا میں متکبر و معزز تھے اس حال میں کہ وہ امن سے مسہریوں پر بیٹھے ہونگے۔ ایک قول یہ ہے کفار کیلئے جنت کا دروازہ کھولا جائے گا پھر ان کو کہا جائے گا کہ جنت کی طرف آؤ۔ جب جنت کے دروازہ کے قریب ہونگے تو جنت کا دروازہ بند کر لیا جائے گا اس پر ایمان والے ان سے خوب ہنسیں گے۔

۳۶: هَلْ تُؤْتِبُ الْكُفَّارُ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ (کافروں کو ان کے کیے کا خوب بدلہ ملا) ان کے ایمان والوں کے ساتھ استہزاء کرنے کا آج یہ بدلہ جس کا ذکر ہوا۔ (اللہم احفظنا منها)

تمت سورة المطففين بحمد الله

سُوْرَةُ الْاِنْشِقَاقِ بِمَكِّيَّةٌ وَهِيَ خَمْسٌ وَعِشْرُونَ آيَةً

سورة الانشقاق مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں پچیس آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِذَا السَّمَاءُ اَنْشَقَّتْ ۱؎ وَاذِنْتَ لِرَبِّهَا وُحُقَّتْ ۲؎ وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ۳؎

جب آسمان پھٹ جائے گا اور اپنے رب کا حکم سن لے گا اور وہ اسی لائق ہے اور جب زمین کھینچ کر بڑھا دی جائے گی

وَالْقَتَّ مَا فِيهَا وَتَخَلَّتْ ۴؎ وَاذِنْتَ لِرَبِّهَا وُحُقَّتْ ۵؎ يَا أَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ

اور وہ سب کچھ ڈال دے گی جو اس کے اندر ہے اور خالی ہو جائے گی اور وہ اپنے رب کا حکم سن لے گی اور وہ اسی لائق ہے اے انسان تو

كَادِحٌ ۶؎ اِلَى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلْقِيهِ ۷؎ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهُ بِيَمِيْنِهِ ۸؎ فَسَوْفَ

اپنے رب کے پاس پہنچنے تک کوشش کر رہا ہے پھر اس سے ملاقات ہو جائے گی سو جس کے داہنے ہاتھ میں اعمال نامہ دیا گیا سو اس سے

يُحٰسَبُ حِسَابًا سَيِّرًا ۹؎ وَيُنْقَلِبُ اِلَى اَهْلِيْهِ مَسْرُوْرًا ۱۰؎ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ

آسان حساب لیا جائے گا اور وہ اپنے متعلقین کی طرف خوش ہو کر لوٹے گا اور جس کا اعمال نامہ اس کی

كِتٰبَهُ وَّرَآءَ ظَهْرِهِ ۱۱؎ فَسَوْفَ يَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۱۲؎ وَيَصْلٰى سَعِيْرًا ۱۳؎

پشت سے دیا گیا سو یہ شخص ہلاکت کو پکارے گا اور دہکتی ہوئی آگ میں داخل ہو گا

۱: اِذَا السَّمَاءُ اَنْشَقَّتْ (جب آسمان پھٹ جائے گا اور اس میں پھٹ کر سوراخ ہو جائیں گے)

۲: وَاذِنْتَ لِرَبِّهَا وُحُقَّتْ (اور اپنے رب کا حکم سن لے گا وہ اسی لائق ہے) یعنی آسمان انشقاق کیلئے اپنے رب کا حکم سن کر اس کو قبول کرے گا اور مانے گا۔ انکار نہ کرے گا اور نہ تعمیل سے باز رہے گا۔

حَقَّتْ:

اس کا حق بنتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا حکم سننے اور اس کی اطاعت کرے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کا بنایا اور تربیت دیا ہوا ہے۔

شاہد و مشہود:

۳: وَإِذَا الْأَرْضُ مُدَّتْ (اور جب زمین کھینچ کر بڑھادی جائے گی) پھیلا دی جائے گی اور اس کے پہاڑ اور ٹیلے برابر کر دیے جائیں گے۔

۴: وَأَلْقَتْ مَا فِيهَا وَتَخَلَّتْ (اور اپنے اندر کی چیزوں کو باہر اگل دیگی اور خالی ہو جائے گی) القت یعنی اپنے اندر کے تمام خزانے اور مردوں کو باہر پھینک دے گی۔ تخلت اور بالکل خالی ہو جائے گی یہاں تک کہ اس کے باطن میں کوئی چیز نہ رہے گی گویا کہ اس نے خالی ہونے میں بڑے تکلف سے کام لیا ہے عرب کہتے ہیں مکرم الکریم جب کہ وہ سخاوت میں اپنی پوری ہمت صرف کر دے اور اپنی طبیعت سے بڑھ کر تکلف کرے۔

۵: وَأَذْنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ (اور اپنے رب کا حکم سن لے گی اور وہ اسی لائق ہے) اذنت اپنے اندر کی ہر چیز نکالنے اور خالی ہونے کا حکم۔ حقت اس کو حق بنتا ہے کہ وہ اطاعت کرے اور سرتابی نہ کرے۔ اذاکا جواب حذف کر دیا گیا تاکہ اندازہ کرنے والا اندازے کے ہر راستہ پر جائے۔ نمبر ۲۔ ان اجوبہ پر اکتفاء کیا جو ایسے مواقع پر سورہ تکویر و انفطار میں مذکورہ ہے۔ نمبر ۳۔ اس کے جواب پر ملاقہ دلالت کرتا ہے ای اذا السماء انشقت لاقی الانسان کدحہ۔

۶: يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ (اے انسان) اس میں جنس انسان کو خطاب کیا گیا ہے۔ إِنَّكَ كَادِحٌ إِلَىٰ رَبِّكَ كَدْحًا (تو اپنے رب کے پاس پہنچنے تک کوشش کر رہا ہے) كَادِحٌ کوشش کرنے والا ہے۔ إِلَىٰ رَبِّكَ (اپنے رب کی ملاقات تک) كَدْحًا وہ موت ہے اور موت کے بعد والی حالت کو لقاء سے مثال دی۔ فَمَلِّئْهُ (پھر اس سے جا ملے گا) اس میں ضمیر کدح کی طرف راجع ہے اور کدح عمل کیلئے نفس کی تگ و دو اور مشقت اٹھانا یہاں تک کہ اثر نفس میں معلوم ہو اس سے مراد مشقت کا بدلہ ہے اگر اچھا ہوا تو اچھا بدلہ اور اگر برا ہوا تو برا بدلہ۔

ایک قول یہ ہے:

ملاقہ ای لقاء الكدح تو مشقت کو ملنے والا ہے۔ یعنی ایسی کتاب پانے والا ہے جس میں وہ کدح و مشقت پائی جاتی ہے اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد دلالت کرتا ہے فاما من اوتى كتابه بيمينه یعنی نامہ عمل۔

۷: فَأَمَّا مَنْ أُوْتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ (تو جس شخص کا نامہ عمل اس کے دائیں ہاتھ میں ملے گا) کتاب سے یہاں نامہ عمل مراد ہے۔

انتقام کا سبب ایمان باللہ:

۸: فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا (اس سے آسان حساب لیا جائے گا) نرم و آسان اور وہ آسان یہ ہے کہ حسنت پر بدلہ دیا جائے اور سینات سے درگزر کیا جائے۔ حدیث شریف میں وارد ہے۔ من يحاسب يعذب۔ جس کا محاسب ہو گیا وہ عذاب میں پڑا آپ سے عرض کیا گیا پھر اس ارشاد الہی کا کیا مطلب ہے فسوف يحاسب حسابا يسيرا۔ تو فرمایا اس میں اعمال کے پیش

إِنَّهُ كَانَ فِي أَهْلِهِ مَسْرُورًا ۱۳ إِنَّهُ ظَنَّ أَنْ لَنْ يَحُورَ ۱۴ بَلَىٰ إِنَّ رَبَّهُ كَانَ بِهِ

بے شک وہ اپنے گھر والوں میں خوش تھا بیک اس نے یہ خیال کیا کہ وہ واپس نہ جائے گا ہاں ضرور واپس ہوتا ہے بیشک اس کا رب اسے دیکھنے والا ہے۔

بَصِيرًا ۱۵ فَلَا أُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ۱۶ وَاللَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ۱۷ وَالْقَمَرِ إِذَا اتَّسَقَ ۱۸ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا

سو میں قسم کھاتا ہوں شفق کی اور رات کی اور ان چیزوں کی جن کو رات نے سمیٹ لیا اور چاند کی جب وہ پورا ہو جائے تم ضرور ایک حالت کے بعد

عَنْ طَبَقٍ ۱۹ فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۲۰ وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ ۲۱

دوسری حالت پر پہنچو گے سو ان لوگوں کو کیا ہوا جو ایمان نہیں لاتے اور جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو نہیں جھکتے

بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا يَكْذِبُونَ ۲۲ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُوعُونَ ۲۳ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ

بلکہ کافر لوگ جھٹلاتے ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ یہ جمع کر رہے ہیں سو آپ ان کو ایک درد ناک عذاب کی خبر

أَلِيمٍ ۲۴ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ۲۵

دے دیجئے لیکن جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کئے ان کے لئے ایسا اجر ہے جو ختم ہونے والا نہیں ہے۔

ہونے کا ذکر ہے۔ اور میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جس سے حساب میں مناقشہ کیا گیا وہ عذاب میں مبتلا ہو گیا۔

[رواہ البخاری: ۱۰۳، مسلم: ۲۸۷۶]

۹: وَيُنْقَلِبُ إِلَىٰ أَهْلِهِ مَسْرُورًا (وہ اپنے متعلقین کے پاس خوش باش آئے گا) اہلہ سے خاندان کے وہ لوگ مراد ہیں جو مؤمن ہونگے یا ایمان والوں کے پاس لوٹے گا۔ نمبر ۳۔ اہل سے مراد جنت میں حورالعین جو اس کی زوجہ ہوگی مسروراً: خوش۔
۱۰: وَأَمَّا مَنْ أُوْتِيَ كِتَابَهُ وَرَأَىٰ ظَهْرَهُ (اور جس شخص کا نامہ عمل اس کی پیٹھ پیچھے سے ملے گا) ایک قول یہ ہے اس کا دایاں ہاتھ گردن سے باندھ دیا جائیگا اور بائیں ہاتھ پیٹھ پیچھے کر دیا جائے گا اور پھر اس کا نامہ عمل بائیں ہاتھ میں پیٹھ پیچھے سے دیا جائے گا۔

جنت بڑی کامیابی:

۱۱: فَسَوْفَ يَدْعُوا ثُبُورًا (اور وہ موت کو پکارے گا) وہ کہے گا واثبور اہ ہائے میری ہلاکت ہائے میری ہلاکت۔

۱۲: وَيَصْلَىٰ سَعِيرًا (وہ جہنم میں داخل ہوگا) سعیر جہنم کا نام ہے۔

قراءت: عراقی قراء نے سوائے علی کے یصلی پڑھا ہے۔

۱۳: إِنَّهُ كَانَ فِي أَهْلِهِ مَسْرُورًا (یہ شخص اپنے متعلقین میں خوش خوش رہا کرتا تھا) کان سے مراد دنیا کی زندگی فی اہلہ ای مع اہلہ اس کے ساتھ۔ مسروراً یہ کفر پر خوش تھا اور ایمان والوں سے تمسخر کرتا تھا۔ ایک اور قول یہ ہے اپنے نفس کا پیروکار تھا اور

خواہش پرست تھا نفسانی چراگا ہوں میں چرتا پھرتا تھا۔

۱۳: إِنَّهُ ظَنَّ أَنْ لَنْ يَّحُودَ (اس نے خیال کر رکھا تھا کہ اس کو لوٹنا نہیں ہے) یہ اپنے رب کی بارگاہ کی طرف ہرگز نہ لوٹے گا۔ یہ بعث بعد الموت کی تکذیب کرتا تھا۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

میں نے اسکی تفسیر اس وقت جانی جب میں نے ایک دیہاتی عورت کو کہتے سنا جو اپنی بیٹی کو کہہ رہی تھی۔ حویری تو لوٹ جا۔
 ۱۵: بَلَىٰ إِنَّ رَبَّهُ كَانَ بِهِ بَصِيرًا (کیوں نہ ہوتا اس کا رب اس کو خوب دیکھتا تھا) بلی لن یحود کی نفی کے بعد ایجاب کیلئے آیا ہے ای بلی لیحود کیوں نہیں ضرور بضرور وہ لوٹے گا۔ ان ربہ کان بہ اس کا رب اس کے اعمال کو بصیراً دیکھنے والا ہے۔ اس پر کوئی چیز مخفی نہیں پس ضروری ہے کہ اس کو لوٹا کر اس پر بدلہ دے۔

۱۶: فَلَا أُقْسِمُ بِالشَّفَقِ (پس میں قسم کھا کر کہتا ہوں۔ شفق کی) اس میں سرخی کے بعد سفیدی کی قسم اٹھائی۔ نمبر ۲۔ سرخی کی قسم اٹھائی
 ۱۷: وَاللَّيْلِ وَمَا وَسَقَ (اور رات کی اور ان چیزوں کی جن کو رات سمیٹ لیتی ہے) وسق جمع کرنے اور ملانے کے معنی میں ہے اور اس سے مراد ستارے اور ظلمت ہیں نمبر ۲۔ جورات میں تہجد وغیرہ کام کیے جاتے ہیں۔

۱۸: وَالْقَمَرِ إِذَا اتَّسَقَ (اور چاند کی جب وہ پورا ہو جائے) جب کہ وہ جمع ہو اور کامل چاند بن جائے۔ اتسق یہ باب افتعال وسق سے ہے۔

۱۹: لَتَرَكِبَنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ (تم لوگوں کو ضرور ایک حالت کے بعد دوسری حالت میں پہنچنا ہے) اے انسانوں، جب ضمیر جنس انسان کی طرف لوٹائیں۔ ایک حالت سے دوسری حالت میں پہنچنا ہے ہر حالت دوسری کے ساتھ شدت و ہول میں مطابقت رکھنے والی ہے طبق جو دوسرے کے مطابق ہو عرب کہتے ہیں ما هذا بطبق لذا۔ ای لا یطابقہ یہ اس کے مطابق نہیں اسی وجہ سے ڈھکنے کو الطبق کہتے ہیں۔ اور یہ بھی درست ہے کہ الطبق یہ طبقہ کی جمع ہو اور اس کا معنی مرتبہ ہو جیسے کہتے ہیں ہو علی طبقات وہ کئی مرتبوں پر ہے اب معنی ہوگا تم حالات کے بعد دوسرے حالات میں پہنچو گے وہ حالات سختی میں ایک دوسرے سے کم زیادہ مرتبہ رکھتے ہونگے۔ اور مقصود اس سے موت اور اس کے بعد قیامت کے احوال و موطن ہیں۔

نَحْوَهُ: عَنْ طَبَقٍ يَهْمَلُ مَنْصُوبٌ هُوَ۔ اس وجہ سے کہ طبقا کی صفت ہے۔ ای طبقا مجاوزاً عن طبق۔ ایک حالت جو دوسری حالت سے بڑھنے والی ہے۔ نمبر ۲۔ ترکیب کی ضمیر سے حال ہے۔ ای لتر کبن طبقا مجاوزین لطبق تم نے ایک حالت سے دوسری میں پہنچنا ہے اس حالت میں کہ تم پہلی حالت کو عبور کرنے والے ہو گے۔

قول مکحول:

ہر بیس سال میں ایک ایسا نیا معاملہ پاؤ گے جس پر تم پہلے نہ تھے۔

قراءت: طبقاً مکی، علی، جزہ نے پڑھا۔ خطاب خاص آنحضرت ﷺ کو فرمایا کہ تم ضرور چڑھو گے آسمان کے ایک طبق سے دوسرے طبق پر یعنی معراج میں۔

۲۰: فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ (پس ان لوگوں کو کیا ہو گیا کہ ایمان نہیں لاتے)

۲۱: وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ (اور جب ان کے روبرو قرآن پڑھا جاتا ہے تو وہ سجدہ نہیں کرتے) لا یسجدون وہ عاجزی نہیں کرتے۔

۲۲: بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا يَكْذِبُونَ (بلکہ یہ کافر تکذیب کرتے ہیں) تکذیب سے بعث و قرآن کی تکذیب مراد ہے۔

۲۳: وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُوعُونَ (اور اللہ تعالیٰ کو سب خبر ہے جو کچھ یہ لوگ جمع کرتے ہیں) یوعون جمع کرنے کے معنی میں ہے یعنی جو کفریات اور تکذیب اپنے سینوں میں نبی اکرم ﷺ کے متعلق جمع کرنے والے ہیں۔ نمبر ۲۔ جو برے اعمال وہ اپنے صحائف اعمال میں اکٹھے کرتے ہیں اور اپنے نفوس کے لئے کئی اقسام کے عذاب جمع کرنے والے ہیں۔

۲۴: فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ (پس آپ ان کو ایک دردناک عذاب کی خبر دیجئے) یعنی ان کو ایسی خبر سنا دو جس کا اثر ان کے ظاہری چہرہ پر نمایاں ہو۔

۲۵: إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ (لیکن جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اعمال صالحہ کیے ان کے لئے ایسا اجر ہے جو منقطع نہ ہونے والا ہے) الا الذین یہ مستغنی منقطع ہے۔ غیر ممنون نہ منقطع ہونے والا یا کم نہ کیا جائے گا۔

تمت سورة الانشقاق بحمد الله تعالى

سُوْرَةُ الْبُرُوْجِ مَكِّيَّةٌ هِيَ اِثْنَاوَعَشْرُوْنَ اٰیَةً

سورة البروج مکہ میں نازل ہوئی اس میں بائیس آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالسَّمَاۤءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۙ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۙ وَشَٰهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ۙ قُتِلَ اَصْحٰبُ

قسم ہے برجوں والے آسمان کی اور قسم ہے وعدہ کئے ہوئے دن کی اور قسم ہے حاضر ہونے والے دن کی اور قسم ہے اس دن کی جس میں لوگوں کی حاضری ہوتی ہے کہ خندق

الْاِخْذُوْدِ ۙ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ۙ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قٰعُوْدٍ ۙ وَهُمْ عَلٰی مَا یَفْعَلُوْنَ

والے یعنی بہت سے ایندھن کی آگ والے ملعون ہوئے جس وقت وہ لوگ اس آگ کے آس پاس بیٹھے ہوئے تھے اور وہ جو کچھ مسلمانوں کے ساتھ

بِالْمُؤْمِنِیْنَ شٰهُوْدٍ ۙ

کر رہے تھے اس کو دیکھ رہے تھے

۱: وَالسَّمَاۤءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ (قسم ہے برجوں والے آسمان کی) وہ برج بارہ ہیں۔

ایک قول:

یہ ہے اس سے ستارے مراد ہیں۔ نمبر ۲۔ بڑے ستارے مراد ہیں۔

۲: وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ (اور وعدہ کیے ہوئے دن کی) وعدہ کے دن سے قیامت کا دن مراد ہے۔

شاہد و مشہود:

۳: وَشَٰهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ (اور حاضر ہونے والے کی اور جس میں حاضری ہوئی ہے) اور اس دن میں حاضر ہونے والے کی قسم اور

مشہود جس میں حاضری ہوئی ہے شاہد سے وہ تمام مخلوق مراد ہے جو اس میں حاضر ہوگی اور مشہود فیہ سے اس دن کے عجائبات مراد

ہیں جو پیش آئیں گے۔ ان دونوں کو نکرہ یا تو اسی طریق سے لائے جیسا علمت نفس ما حضرت میں گویا اس طرح کہا گیا وما

افرطت کثرته من شاہد و مشہود۔ نمبر ۲۔ یا پھر وصف میں ابہام کے لئے نکرہ لائے گویا اس طرح کہا گیا اور قسم ہے شاہد و

مشہود کی جن کی حقیقت بیان میں نہیں آسکتی۔ مفسرین کے اقوال اس سلسلہ میں کثرت سے وارد ہیں۔ نمبر ۱۔ حضرت محمد ﷺ اور

قیامت کا دن نمبر ۲۔ عیسیٰ علیہ السلام نمبر ۳۔ امت محمد ﷺ اور تمام امتیں۔ نمبر ۴۔ حجر اسود اور حج۔ نمبر ۵۔ دن اور راتیں اور اولاد آدم

اس حدیث کی بناء جس کو دیلمی نے ۶۱۶۰ میں روایت کیا۔ ہر روز یہ آواز دی جاتی ہے میں نیادن ہوں۔ اور جو مجھ میں کیا جائے گا وہ گواہ ہے۔ پس تم مجھے غنیمت جانو! نمبر ۶۔ حفاظتی فرشتے اور اولاد آدم علیہ السلام نمبر ۷۔ اللہ تعالیٰ اور مخلوق۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کفی باللہ شہیدا [الف: ۲۸] نمبر ۸ انبیاء علیہم السلام اور محمد علیہ السلام۔ قسم کا جواب محذوف ہے جس پر قتل اصحاب الاخدود دلالت کرتا ہے۔ اسی لعن گویا اس طرح کہا گیا مجھے ان چیزوں کی قسم ہے کہ وہ ملعون ہیں یعنی کفار قریش جیسا اصحاب اخدود ملعون ہوئے۔

واقعه راہب و غلام:

۴: قُتِلَ أَصْحَابُ الْأُخْدُودِ (خندق والے ملعون ہوئے) الاخدود جمع خد کی ہے زمین میں بڑے گڑھے کو کہتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے کہ ایک بادشاہ کے ہاں ایک جادو گر تھا۔ جب وہ بوڑھا ہوا تو ایک لڑکا اس کے ساتھ ملا دیا۔ تاکہ وہ اپنا جادو اس کو سکھلا دے۔ اس لڑکے کی راہ گزر پر ایک راہب کا جھونپڑا تھا۔ اس نے راہب کی باتیں سن پائیں۔ ایک دن اس نے اپنے راستہ میں ایک جانور پایا جس نے لوگوں کا راستہ بند کر دیا تھا لڑکے نے ایک پتھر لیا اور کہا اللهم ان كان الراهب احب اليك من الساحر فاقتلها۔ چنانچہ وہ جانور اس پتھر سے ہلاک ہو گیا۔ اس کے بعد وہ غلام مادر زاد اندھوں کی آنکھیں اور کوزھیوں کو درست کرنے لگا۔ بادشاہ کا ہم مجلس اندھا ہو چکا تھا۔ اس کو بھی شفاء مل گئی۔ بادشاہ نے اس کو صحیح سالم پایا تو پوچھا۔ تیری آنکھوں کی بصارت کس نے واپس کی تو اس نے کہا میرے رب نے بادشاہ ناراض ہوا اور اس کو سزا دی۔ دوران سزا اس نے لڑکے کے متعلق بتلا دیا۔ لڑکے کو سزا دی تو اس نے راہب کی اطلاع دی۔ راہب کو دین سے لوٹ جانے کا کہا گیا مگر وہ نہ لوٹا۔ بادشاہ نے اس کو آرے سے دو ٹکڑے کر دیا۔ لڑکے نے مذہب چھوڑنے سے انکار کیا۔ تو اس کو پہاڑ پر لے جایا گیا تاکہ چوٹی سے نیچے پھینک دیا جائے۔ لڑکے نے دعا کی۔ زلزلہ آیا وہ تمام تباہ اور یہ بچ کر آ گیا۔ پھر وہ ایک بڑی کشتی میں بٹھا کر سمندر میں غرق کرنے گئے۔ اس نے بارگاہ الہی میں دعا کی۔ کشتی الٹ گئی جس سے وہ تمام ڈوب مرے اور لڑکا بچ کر آ گیا۔ اس نے بادشاہ کو کہہ دیا۔ تو مجھے قتل نہیں کر سکتا یہاں تک کہ تو ایک میدان میں لوگوں کو جمع کر اور مجھے ایک اونچے کھجور کے تنے پر سولی دو۔ اور میرے تھیلے میں سے ایک تیر لے کر اس طرح کہو۔ بسم اللہ رب الغلام۔ پھر تیر چلا دو۔ بادشاہ نے اسی طرح کر دیا۔ اس کو تیر مار دیا وہ اس کی کپٹی میں لگا۔ لڑکے نے کپٹی پر اپنا ہاتھ رکھا اور مر گیا۔ لوگوں نے کہا ہم لڑکے کے رب پر ایمان لائے بادشاہ کو کہا گیا جس بات کا تجھے خطرہ تھا وہ واقع ہو گئی۔ بادشاہ نے بہت سی خندقیں کھدوائیں۔ اور ان کو آگ سے پر کیا اور اعلان کیا جو اقرار رب العالمین سے انکار نہ کرے اس کو آگ میں جھونک دو۔ یہاں تک کہ ایک عورت بچے سمیت آئی۔ وہ آگ میں گرنے سے ہچکچائی بچہ بول اٹھا۔ یا اماہ! اصبری انک علی الحق چنانچہ بچے کو ماں سمیت آگ میں ڈال دیا گیا۔ [مسلم: ۳۰۰۵، احمد: ۱۰/۵/۱۳]۔

۵: النَّارِ ذَاتِ الْوَقُودِ (بہت سے ایندھن کی آگ والے)

تختہ: یہ الاخدود سے بدل الاشمال ہے۔

ذات الوقود یہ النار کی صفت ہے کیونکہ وہ بہت بڑی آگ تھی۔ زیادہ لکڑیاں ڈالنے اور لوگوں کے ابدان سے بہت بلند لپٹ مارنے والی تھی۔

۶: اِذْهُمْ عَلٰیهَا قُعُوْدٌ (جس وقت وہ لوگ آگ کے آس پاس بیٹھے تھے) اذ یہ قتل کا ظرف ہے وہ ملعون ہوئے جب انہوں نے آگ سے ایمان والوں کو جلا دیا۔ اس حال میں کہ وہ آگ کے کنارے پر بیٹھے تھے۔ ہم علیہا وہ کفار خندقوں کے کناروں کے قریب کرسیاں ڈالے بیٹھے تھے۔

۷: وَهُمْ عَلٰی مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُُوْدٌ (اور وہ جو کچھ مسلمانوں کے ساتھ کر رہے تھے اس کو دیکھ رہے تھے) ہم سے کفار مراد ہیں۔ ما يفعلون سے جلانے والا فعل۔ شہود وہ ایک دوسرے پر بادشاہ کے ہاں گواہی دے رہے تھے کہ جو اس کو حکم ملا ہے۔ اس نے اس کے نفاذ میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ اور جن کو سزا دینا اس کے ذمہ کیا گیا تھا اس نے اس میں کمی نہیں کی۔

نصیحت:

اس میں ایمان والوں کو صبر کی تلقین اور اہل مکہ کی طرف سے آنے والی تکالیف برداشت کرنے کیلئے آمادہ کیا جا رہا ہے۔

وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ اِلَّا اَنْ يُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ﴿۸﴾ الَّذِيْ لَهُ

اور ان کافروں نے ان مسلمانوں میں اور کوئی عیب نہیں پایا تھا۔ جز اس کے کہ وہ اللہ پر ایمان لائے تھے جو بڑی عزت ہے اور سزاوار حمد ہے ایسا کہ اسی کی

مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴿۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوْا

سلطنت ہے آسمانوں کی اور زمین کی اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔ بلاشبہ جن لوگوں نے

الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوبُوْا فَلَهُمْ عَذَابٌ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ

مومن مردوں اور مومن عورتوں کو تکلیف پہنچائی پھر توبہ نہ کی تو ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لئے

عَذَابُ الْحَرِيْقِ ﴿۱۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنٰتٌ تَجْرِيْ

جلنے کا عذاب ہے بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان کے لئے باغات ہیں جن کے نیچے

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ ﴿۱۱﴾ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ﴿۱۲﴾

نہریں جاری ہوں گی یہ بڑی کامیابی ہے۔ بلاشبہ آپ کے رب کی پکڑ سخت ہے

اِنَّهُ هُوَ يُّبْدِيْ وَيُعِيْدُ ﴿۱۳﴾ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ﴿۱۴﴾ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ ﴿۱۵﴾

بلاشبہ وہ پہلی بار پیدا فرماتا ہے اور دوبارہ پیدا فرمائے گا اور وہ بڑا بخشنے والا ہے بڑی محبت والا ہے عرش کا مالک ہے۔ عظمت والا ہے

فَعٰلٌ لِّمَا يُرِيْدُ ﴿۱۶﴾ هَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ ﴿۱۷﴾ فِرْعَوْنُ وَثَمُوْدُ ﴿۱۸﴾

وہ جو چاہے سب کچھ کر گزرتا ہے۔ کیا آپ کے پاس لشکروں کی بات پہنچی ہے یعنی فرعون اور ثمود کی

بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ ﴿۱۹﴾ وَاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ ﴿۲۰﴾ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ﴿۲۱﴾

بلکہ جن لوگوں نے کفر کیا وہ تکذیب میں ہیں اور اللہ ان کو ادھر ادھر سے گھیرے ہوئے ہے بلکہ وہ قرآن مجید ہے

فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ﴿۲۲﴾

جو لوح محفوظ میں ہے۔

انتقام کا سبب ایمان باللہ:

۸: وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ اِلَّا اَنْ يُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ (اور ان کافروں نے ان مسلمانوں میں اور کوئی عیب نہ پایا تھا۔

سوائے اس کے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے تھے) ان کی ناپسندیدہ بات اور بڑا عیب مسلمانوں کے متعلق ایمان باللہ تھا۔ جیسا کہ شاعر کے اس قول میں ہے۔

لا عیب فیہم غیر ان سیوفہم

وما نقموا من بنی امیہ اِلَّا انہم یحلمون ان غضبوا

ان کی ناراضگی بنو امیہ سے صرف اسی بناء پر ہے کہ وہ غصہ کے وقت حلم سے کام لیتے ہیں۔

قراءت: نِقْمُوا کسرہ کے ساتھ پڑھا گیا۔ زیادہ فصیح فتح ہے۔ باللہ العزیز الحمید۔ ان صفات باری تعالیٰ کا ذکر کیا گیا۔ جن کی وجہ سے وہ ایمان لانے کا حقدار ہے اور وہ اس کا عزیز، یعنی غالب اور قادر ہونا ہے کہ جس کی سزا کا خطرہ ہو۔ اور الحمد والثناء والاعمال والا ہونا ہے کہ جس کی نعمتوں پر حمد ضروری اور اس کے ثواب کی امید لازم ہے۔

۹: اَلَّذِي لَكَ مَلِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ شٰهِدٌ (ایسی ذات ہے کہ اسی کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین کی۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہے) آسمانوں و زمین کے ہر رہنے والے پر یہ حق بنتا ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور بار بار اس کے سامنے جھکیں کیونکہ جس بات پر وہ ناراض ہوتے ہیں وہ ایسا حق ہے جس پر باطل پرست ہی ناراض ہو سکتا ہے۔ جو لوگ حق پر ناراض ہونے والے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑے عذاب کے ذریعہ انتقام کے حقدار ہیں۔ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ شٰهِدٌ یہ کفار کو وعید سنائی گئی یعنی اس کو ان کا فعل معلوم ہے وہ ان کو اس پر بدلہ دے گا۔

۱۰: اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ (جنہوں نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو تکلیف دی) الَّذِيْنَ فَتَنُوا سے صرف اصحاب اخذ و مراد ہو سکتے ہیں۔ اور الَّذِيْنَ اٰمَنُوا سے وہ لوگ جن کو آگ میں ڈالا گیا۔ فتنوا کا معنی آگ میں جلانا اور آگ کے ذریعہ سزا دینا مراد ہے۔ ثُمَّ لَمْ يَتُوبُوْا (پھر توبہ نہیں کی) وہ اپنے کفر سے نہیں لوٹے۔ فَلَهُمْ (ان کے لئے) آخرت میں عَذَابٌ جَهَنَّمُ (جہنم کا عذاب) ان کے کفر کے باعث ملے گا وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلْحَرِيْقِ (اور ان کے لئے جلنے کا عذاب ہے) دنیا میں اس لئے کہ مروی ہے کہ وہ آگ ان پر پلٹ پڑی اور ان سب کو خاکستر کر دیا۔ نمبر ۲۔ اور یہ بھی درست ہے کہ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ یعنی ان کو علی العموم ایذا کے ذریعہ آزمانے والے۔ اور الْمُؤْمِنِيْنَ سے مفتونین و مظلومین اور فتنہ میں ڈالنے والے آخرت میں دو عذابوں کے مستحق ہونگے۔ نمبر ۱۔ کفر کا عذاب۔ نمبر ۲۔ ایمان کو فتنہ میں ڈالنے کا عذاب۔

جنت بڑی کامیابی:

۱۱: اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنَّتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ (بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے۔ ان کے لئے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہونگی۔ یہ بڑی کامیابی ہے) اس سے وہ ایمان والے مراد ہیں جنہوں نے اصحاب اخذ و مراد کی تکالیف و ایذا رسانی پر صبر کیا۔ نمبر ۲۔ عام مراد ہے ہر زمانہ کے مسلمان مراد ہیں۔

۱۳: اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ (آپ کے رب کی دارو گیر بڑی سخت ہے) اَلْبَشْسُ سختی سے پکڑنا۔ جب شدت کو اس کا وصف

بنائیں تو اس کے معنی میں کئی گنا اضافہ ہو جاتا ہے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ظالموں اور جاہلوں کو عذاب و انتقام سے پکڑتا ہے۔
 ۱۳: اِنَّهُ هُوَ يَبْدِئُ وَيُعِيدُ (وہی پہلی بار پیدا کرتا ہے اور دوبارہ اعادہ کرے گا) ابتداء سب کو پیدا کرتا ہے پھر مٹی بنانے کے بعد دوبارہ اٹھا کھڑا کرے گا۔ اس آیت میں یہ بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کو شدت بطش کے ساتھ ساتھ ابداء و اعادہ پر کامل قدرت حاصل ہے۔ نمبر ۲۔ کفار کو اس میں ڈرایا گیا ہے کہ وہ ان کا اسی طرح اعادہ کرے گا جیسا ان کو ابتداء پیدا فرمایا۔ تاکہ ان کو پکڑے اسلئے کہ انہوں نے ایجاد کی نعمت کی ناشکری کی اور اعادہ کی تکذیب کی۔

۱۴: وَهُوَ الْغَفُورُ الْوَدُودُ (وہ بڑا بخشنے والا بڑی محبت کرنے والا ہے) تمام عیوب کو ستاریت کے پردہ سے چھپانے والا اور الودود یعنی اپنے اولیاء سے محبت کرنے والا ہے۔

ایک قول:

یہ ہے وہ اپنے اولیاء اور نیک بندوں سے وہ سلوک کرنے والا ہے جیسا محبت کرنے والا اپنے متعلقین کو جو چاہے عطاء کرتا ہے۔

۱۵: ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ (عرش کا مالک عظمت والا ہے)

قراءت: حمزہ اور علی نے اس کو عرش کی صفت قرار دے کر مکسور پڑھا ہے۔ مجد اللہ کا مطلب اس کی عظمت ہے اور مجد العرش سے اس کی بلندی اور بڑائی مراد ہے۔

۱۶: فَعَالٌ لِّمَا يُرِيدُ (وہ جو چاہے سب کچھ کر گزرتا ہے)

تَخْوِجًا: یہ مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ رید سے مراد جو بنانا چاہے وہ ہو جاتا ہے۔ اس میں افعال عباد کے پیدا کرنے پر بھی دلالت موجود ہے۔

۱۷: هَلْ أَتَكَ حَدِيثُ الْجُنُودِ (کیا آپ کو ان لشکروں کا قصہ پہنچا ہے) حدیث سے یہاں ان تمام اقوام طاغیہ کی خبریں مراد ہیں جو گزشتہ زمانوں میں ہوئیں۔

۱۸: فِرْعَوْنَ وَثَمُودَ (یعنی فرعون اور ثمود کا) الجنود سے بدل ہے۔ فرعون سے فرعون اور اس کے حامی تمامی مراد ہیں۔ مطلب یہ ہے تمہیں ان کے بارے میں معلوم ہے کہ انہوں نے رسولوں کی تکذیب کی اور تکذیب کی وجہ سے ان پر کیا اتر اور انجام کیا ہوا۔

۱۹: بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي تَكْذِيبٍ (بلکہ کافر تکذیب میں ہیں) الذین کفروا سے کفار قریش مراد ہیں۔ یعنی یہ کفار فی تکذیب تکذیب میں مبتلا ہو کر عذاب کو اپنے لئے لازم کر رہے ہیں۔ اور ان سابقہ اقوام سے کچھ عبرت نہیں لیتے۔ اس بناء پر نہیں کہ ان اقوام کے حالات پورے طور پر ان کے سامنے نہیں بلکہ وہ عناد و ضد کی وجہ سے آپ کی تکذیب پر تلے ہوئے ہیں۔

۲۰: وَاللَّهُ مِنْ وَرَائِهِمْ مُحِيطٌ (اللہ تعالیٰ ان کو ادھر ادھر سے گھیرے ہوئے ہے) ان کے حالات سے باخبر ہے۔ اور ان پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے احاطہ من وراء ہم یہ ایک تمثیل ہے جس سے یہ سمجھانا مقصود ہے

کہ وہ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے کبھی باہر نہیں ہوئے جیسا کہ وہ شخص جو کسی چیز پر قابو رکھتا ہو وہ چیز اس کے قابو میں ہوتی ہے۔ (باقی اللہ تعالیٰ کی گرفت و علم ذاتی ہے، جو بلا کیف ہے)

۲۱: بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيدٌ (بلکہ وہ ایک با عظمت قرآن ہے) سو سے قرآن مجید کی طرف اشارہ ہے کہ جس کو انہوں نے جھٹلایا وہ قرآن مجید شرف والا ہے۔ کتابوں میں اعلیٰ طبقہ والا ہے اپنے نظم میں بے مثل اور اعجاز میں بے مثال ہے۔ اس طرح نہیں جس طرح کفار کا خیال ہے کہ اس کو گھڑ لیا گیا ہے اور یہ پہلے لوگوں کے خیالاتی قصے ہیں۔

عظمت قرآن:

۲۲: فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ (جو لوح محفوظ میں ہے) جو لوح شیطین کی پہنچ سے محفوظ ہے۔
قراءت: نافع نے اس کو قرآن کی صفت قرار دیا۔ اور مضموم پڑھا ہے یعنی یہ قرآن تغیر و تبدل سے پاک ہے۔

قول حسن رحمہ اللہ:

ایک ایسی چیز ہے جو فرشتوں کے سامنے چمکتی ہے پس وہ اس کو پڑھتے ہیں۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

یہ سفید موتی سے بنی ہے۔ اس کی طولانی آسمان وزمین کے مابین کا فاصلہ ہے اور اس کی چوڑائی مشرق و مغرب کے مابین فاصلہ کے برابر ہے۔ اس کا قلم نور کا ہے اس میں ہر چیز لکھی ہے۔

قول مقاتل:

یہ عرش کے دائیں جانب ہے۔

ایک قول:

یہ ہے اس کا بالائی حصہ عرش سے معلق ہے۔ اور اس کا نچلا حصہ ایک معزز فرشتے کی گود میں ہے۔

تمت سورة البروج بعون الله

سُوْرَةُ الطَّارِقِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ سِتْعٌ عَشْرَةَ آيَةً

سورۃ الطارق مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں سترہ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ ۝۱ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الطَّارِقُ ۝۲ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ۝۳

قسم ہے آسمان کی اور اس چیز کی جو رات کو نمودار ہو اور آپ کو معلوم ہے وہ رات کو نمودار ہونے والی چیز کیا ہے۔ وہ روشن ستارہ ہے کوئی

کُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ۝۴ فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝۵ خُلِقَ مِنْ مَّاءٍ

فخس ایسا نہیں جس پر نگہبان مقرر نہ ہو سو انسان غور کر لے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا وہ ایک اچھلتے ہوئے پانی سے

دَافِقٍ ۝۶ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ ۝۷ إِنَّهُ عَلَى رَجْعِهِ لَقَادِرٌ ۝۸

پیدا کیا گیا جو پشت اور سینہ کے درمیان سے نکلتا ہے بیشک وہ ضرور اس کے دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے۔

يَوْمَ تَبْلَى السَّرَائِرُ ۝۹ فَمَا لَهُ مِنْ قُوَّةٍ وَلَا نَاصِرٍ ۝۱۰ وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۝۱۱

جس دن چھپے ہوئے بھیدوں کی جانچ کی جائے گی سو انسان کے لئے نہ کوئی قوت ہوگی نہ کوئی مددگار قسم ہے آسمان کی جس سے بارش ہوتی ہے

وَالْأَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ۝۱۲ إِنَّهُ لَقَوْلُ فَصْلٍ ۝۱۳ وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ۝۱۴ إِنَّهُمْ

اور زمین کی جو پھٹ جاتی ہے یہ قرآن ایک فیصلہ کر دینے والا کلام ہے اور وہ کوئی لغو چیز نہیں ہے بلاشبہ یہ لوگ

يَكِيدُونَ كَيْدًا ۝۱۵ وَأَكِيدُ كَيْدًا ۝۱۶ فَمِهْلِ الْكٰفِرِينَ أَمِهْلَهُمْ رَوَيْدًا ۝۱۷

طرح طرح کی تدبیریں کر رہے ہیں اور میں بھی طرح طرح کی تدبیریں کر رہا ہوں تو آپ ان کافروں کو مہلت دیجئے ان کو تھوڑے دنوں رہنے دیجئے۔

۱: وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ (قسم ہے آسمان کی اور اس چیز کی جو رات کو نمودار ہونے والی ہے۔)

۲: وَمَا أَدْرَاكَ مَا الطَّارِقُ (اور آپ کو کچھ معلوم ہے وہ رات کو نمودار ہونے والی چیز کیا ہے؟)

یہ آسمان و ستارے کی قسم:

۳: النَّجْمُ الثَّاقِبُ (وہ روشن ستارہ ہے)

آسمان تمام انسانوں کیلئے معدن رزق اور ملائکہ کا مسکن ہے اس وجہ سے لوگوں کی نگاہ میں اس کی عظمت بہت ہے اسی میں جنت بنائی گئی۔ پس اللہ تعالیٰ نے اسی لئے آسمان اور ستارے کی قسم اٹھائی ہے۔ مراد نمبر ۱۔ اس سے جنس نجوم ہے۔ نمبر ۲۔ وہ ستارے جن کے ذریعہ رجم شیاطین کیا جاتا ہے ان کے عظیم الشان فائدہ کے پیش نظر ان کی قسم اٹھائی۔ پھر النجم الثاقب سے اس کی تفسیر فرمائی۔ الثاقب کا معنی روشن۔ گویا وہ اندھیرے میں سوراخ کر کے اس کے اندر پیوست ہو جاتا ہے اور اس کو الطارق کہا کیونکہ وہ رات کو ظاہر ہوتا ہے اور رات کو آنے والے کو طارق کہتے ہیں۔ اس لئے اس کو طارق کہا۔ نمبر ۲۔ طارق کہنے کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ یہ جنات کو جا لگتا ہے کھٹکھٹانے والے کو طارق کہتے ہیں۔

۴: اِنَّ كُلَّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ (اور کوئی شخص ایسا نہیں جس پر کوئی یاد رکھنے والا مقرر نہ ہو) یہ جواب قسم ہے۔ کیونکہ لما باوجود یکہ مشدد ہے۔ مگر الا کے معنی میں ہے۔ جیسا کہ قراءت عاصم، حمزہ، ابن عامر میں آیا ہے۔ پس ان نافیہ ہوا ای ما کل نفس الا علیہا حافظ کوئی نفس ایسا نہیں جس پر محافظ نہ ہو۔ نمبر ۲۔ اگر ان تخفیف کے ساتھ ہو جیسے دیگر قراءت کی قراءت میں ہے۔ تو یہ مخففہ من المثقلہ ہے ای ان کل نفس لعلیہا حافظ یحفظہا من الافات۔ ہر نفس پر نگران مقرر ہے جو آفات سے اس کی حفاظت کرتا ہے۔ نمبر ۳۔ اس کے اعمال، رزق اور اجل کی حفاظت کرتا ہے جب پورا کر چکتا ہے تو مر جاتا ہے۔ ایک قول یہ ہے اعمال کا کاتب فرشتہ مراد ہے۔

تَخْفُو: مازائدہ لام نافیہ اور ان مخففہ میں فرق کیلئے ہے۔ حافظ مبتدأ اور علیہا اس کی خبر ہے۔ اور یہ مل کر کل کی خبر ہے۔ اور جو نس بھی صورت سے ہو قسم کا اس سے جوڑ بن جاتا ہے۔

وہ لکھوائے جو آخرت میں کام آئے:

۵: فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ (پس انسان کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے) جب یہ بات ذکر فرمائی کہ ہر نفس پر ایک نگران مقرر ہے۔ تو انسان کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنی ابتداء پر غور کرے۔ تاکہ اس کو معلوم ہو جائے کہ جو ذات اس کو ایجاد کرنے والی ہے تو وہ اس کے اعادہ پر قدرت بھی رکھتی ہے۔ پس انسان کو یوم جزاء کیلئے عمل کرنا چاہیے اسے اپنے نگران کو وہ کچھ لکھوانا چاہیے جو آخرت میں اس کو خوش کر دے۔ مم خلق استفہام ہے۔ ای من ای شیء خلق؟ کس چیز سے اس کو بنایا۔

۶: خُلِقَ مِنْ مَّاءٍ دَافِقٍ (وہ ایک اچھلتے پانی سے پیدا کیا گیا) یہ استفہام سابق کا جواب ہے۔ الدفق۔ دفعۃ بہنا۔ یکدم بہنا۔ دافق تو اصل میں صاحب ماء ہے مگر پانی کی طرف مجازاً نسبت کر دی۔ گویا اسم فاعل بمعنی مفعول ہے۔

بعض اہل لغت: کہتے ہیں: یہ دفقت الماء دفقا میں نے پانی بہایا۔ دفق الماء بنفسہ پانی خود بہنے لگا۔ اس لحاظ سے نسبت حقیقی ہوئی۔

نکتہ: یہاں ایک ہی پانی فرمایا۔ ماء بن نہیں فرمایا کیونکہ ماں کے رحم میں دونوں مل جاتے ہیں۔ اور جب ابتدائی تخلیق ہوتی ہے تو ایک ہو جاتے ہیں۔

۷: يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ (جو پشت و سینہ کے درمیان سے نکلتا ہے) یعنی آدمی کی پشت اور عورت کے سینہ سے۔
ترائب: سینہ کی ہڈیاں جہاں ہار ڈالا جاتا ہے۔

ایک قول:

یہ ہے ہڈیاں اور پٹھے مرد کے پانی سے اور گوشت و خون عورت کے پانی سے۔

۸: إِنَّهُ عَلَى رَجْعِهِ لَقَادِرٌ (وہ اس کے دوبارہ پیدا کرنے پر ضرور قادر ہے) اے کی ضمیر خالق کی طرف ہے۔ کیونکہ خلق خالق کی دلیل ہے۔ معنی یہ ہے: بیشک وہ ذات جس نے ابتداء انسان کو نطفہ سے پیدا کیا ہے۔ علی رجعه اس کے اعادہ پر خاص طور پر لقادر ضرور قدرت رکھتا ہے تاکہ اس کی قدرت تم پر واضح ہو جائے۔ اور وہ اس سے عاجز نہیں ہے۔ جیسا کہتے ہیں۔ إِنِّي لَفَقِيرٌ۔
۹: يَوْمَ تَبْلَى السَّرَّانُ (جس روز سب کی قلمی کھل جائے گی) یوم یہ رجعه کی وجہ سے منصوب ہے۔ نمبر ۲۔ اس فعل مضمر کی وجہ سے جس پر رجعه دلالت کرتا ہے۔ ای مبعثہ۔ تہلی کا معنی ظاہر کرنا، کھول دیا جانا۔ السرائر دلوں میں چھپے عقائد اور نیات اور مخفی اعمال۔

۱۰: فَمَا لَهُ مِنْ قُوَّةٍ وَلَا نَاصِرٍ (پھر اس انسان کو نہ تو خود قوت ہوگی اور نہ کوئی اس کا حمایتی ہوگا) لہٰذا سے مراد انسان کیلئے من قوۃ اس کی ذات میں کوئی قوت جو آئی مصیبت کو ٹال سکے۔ ولا ناصر ایسا مددگار جو مدد کر کے اس سے یہ مصیبت ہٹا سکے۔
۱۱: وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الرَّجْعِ (اور قسم ہے آسمان کی جس سے بارش ہوتی ہے) الرجوع بارش۔ اس کو رجوع کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ بار بار لوٹتی ہے۔

۱۲: وَالْأَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ (اور زمین کی جو پھٹ جاتی ہے) وہ زمین جس میں نبات کی وجہ سے شکاف پڑ جاتا ہے۔
۱۳: إِنَّهُ لَقَوْلٌ فَصْلٌ (کہ یہ قرآن ایک فیصلہ کر دینے والا کلام ہے) اے سے قرآن مجید مراد ہے۔ فصل۔ حق و باطل میں فیصلہ کرنے والا۔ جیسا کہ اس کا نام فرقان بھی ہے۔

۱۴: وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ (اور وہ کوئی لغو چیز نہیں ہے) الھزل: کھیل، باطل، بلاشبہ قرآن مجید تمام کا تمام وقار والی باتیں ہیں۔ اور اس کا حق بھی یہی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس کی یہ تعریف فرمائی ہے۔ کہ وہ دلوں میں ہیبت پیدا کرنے والا ہے۔ دلوں میں قابل تعظیم ہے۔ اس کا پڑھنے اور سننے والا سننے کے وقت دل لگی اور مزاج میں مبتلا ہونے سے باز رہے۔

قرآن باوقار باتیں:

۱۵: إِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا (یہ لوگ طرح طرح کی تدبیریں کر رہے ہیں) ہم سے مراد مشرکین مکہ ہیں۔ یکیدون کیدا اللہ تعالیٰ کے اوامر کو باطل کرنے کیلئے جو مختلف تدبیر کرتے ہیں اور اس نور حق کو بجھانے کی کوشش میں ہیں۔

۱۶: وَآكِيدُ كَيْدًا (اور میں بھی طرح طرح کی تدبیریں کر رہا ہوں) میں ان کے کید کا بدلہ اپنی طرف سے استدراج کے انداز

سے دونگا کہ ان کو خبر بھی نہ ہوگی۔ یہاں جزائے کید کو خود کید کہہ دیا گیا۔ جیسا کہ جزائے اعتداء اور سبیہ کو اعتداء وسیبہ کہہ دیا جاتا ہے۔ حالانکہ وہ اعتداء وسیبہ نہیں ہوتی اس وصف کا اطلاق اللہ تعالیٰ کی ذات پر درست نہیں۔ مگر بطور جزاء کے جیسا کہ قول نسوا اللہ فَنَسِيْهِمْ [التوبہ: ۶۷] يَخَادِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ [النساء: ۱۳۳] اللّٰهُ يَسْتَهْزِءُ بِهٖمْ [البقرہ: ۱۵] کہ ان تمام آیات میں جزائے فعل کو اصل فعل سے تعبیر کر دیا گیا ہے۔

۱۷: فَمَهْلِكِ الْكَافِرِيْنَ اَمْهَلُهُمْ رُوَيْدًا (تو آپ ان کافروں کو یونہی رہنے دیجئے۔ ان کو تھوڑے دنوں رہنے دیجئے) فمهل الكافرين ان کی ہلاکت کی دعا نہ کریں اور نہ ان کے سلسلے میں جلد بازی کریں۔ امهلهم ان کو مہلت دیں۔ یہ لفظ دوبارہ لائے تاکہ تسکین و تسہیر زیادہ ہو۔ رویداً مہلت دینا معمولی۔ یہ لفظ چھوٹائی کو ظاہر کرنے کیلئے بولا جاتا ہے۔ یہ رادت الريح ترود روڈا سے ہے۔ جس کا معنی ہوا آہستہ آہستہ چلی۔

تمت سورة الطارق بحمدہ تعالیٰ

سُوْرَةُ الْاَعْلٰی فَلَيْتَ وَهِيَ تِسْعٌ عَشْرَةَ اٰیَةً

سورة الاعلیٰ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں انیس آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰی ۱ الَّذِیْ خَلَقَ فَسُوٰی ۲ وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰی ۳ وَالَّذِیْ

آپ اپنے رب برتر کے نام کی تسبیح بیان کیجئے جس نے پیدا فرمایا۔ سو ٹھیک طرح بنایا اور جس نے تجویز کیا پھر رات دہلایا اور جس نے

اَخْرَجَ الْمَرْعٰی ۴ فَجَعَلَهُ غُتًا اَحْوٰی ۵ سُنْقَرٌ كَ فَلَ تَنْسٰی ۶ اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ ۷

چارہ نکالا پھر اس کو سیاہ کوڑا بنا دیا ہم آپ کو پڑھائیں گے۔ سو آپ نہیں بھولیں گے مگر جو اللہ چاہے

اِنَّہٗ یَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا یَخْفٰی ۷ وَنُیْسِرُكَ لِلْیَسْرِی ۸ فَذٰکِرًا نَّفَعَتِ الذِّکْرٰی ۹

بلکہ وہ ظاہر کو اور پوشیدہ کو جانتا ہے۔ اور ہم آسان شریعت کیلئے آپ کو سہولت دیں گے سو آپ نصیحت کیجئے اگر نصیحت نفع دے۔

۱: سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰی (آپ اپنے پروردگار عالیشان کے نام کی تسبیح کیجئے) اس کی ذات کو ان تمام باتوں سے پاک قرار دو جو اس کے مناسب نہیں۔ اسم یہ صلہ ہے اس طرح کہ اعلیٰ کی تفسیر العلو کے معنی سے کی جائے جو قہر و اقتدار کیلئے آتا ہے۔ علو فی المکان کے معنی سے نہیں۔ ایک قول یہ ہے سبحان ربی الاعلیٰ کہو۔

سجدہ کی تسبیح:

حدیث شریف میں وارد ہے جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: اجعلوها فی سجود کم۔ تم اس کو اپنے سجود میں مقرر کرلو۔

[ابوداؤد: ۸۶۹، ابن ماجہ: ۸۸۷، الدارمی: ۳/۲۹۹]

متناسب بنایا:

۲: الَّذِیْ خَلَقَ فَسُوٰی (جس نے بنایا پھر ٹھیک بنایا) خلق یعنی ہر چیز کو بنایا۔ سو متنی متناسب بنایا۔ اس کو متفرق اور آپس میں نامناسب نہیں بنایا لیکن اس میں چختگی اور اتساق کا لحاظ رکھ کر بنایا۔ اور اس طرح بنایا جو دلالت کر رہا ہے کہ یہ کسی حکیم و علیم نے بنایا ہے۔ نمبر ۲۔ اس کے منافع و مصالح کے مطابق اس کو درست بنایا۔

۳: وَالَّذِي قَدَّرَ فَهَدَىٰ (اور جس نے تجویز کیا پھر راہ بتلائی) یعنی ہر حیوان کیلئے وہ تجویز کیا جو اس کے مناسب تھا پھر اس کو اس کی راہ بتلائی اور اس سے فائدہ اٹھانے کا طریقہ بتلادیا۔ نمبر ۲۔ پھر ہدایت دی اور گمراہ کیا۔ لیکن اصل کو حذف کر کے فہدی پر اکتفاء کیا جیسا کہ اس ارشاد میں یضل من یشاء و یهدی من یشاء [نحل: ۹۳] قراءت: علی نے قَدَّرَ پڑھا ہے۔

۴: وَالَّذِي أَخْرَجَ الْمَرْعَىٰ (اور جس نے چارہ نکالا) وہ اگا دیا جس کو چوپائے چرتے ہیں۔

۵: فَجَعَلَهُ غَنَاءً أَحْوَىٰ (پھر اس کو سیاہ کوڑا کر دیا) غنَاءٌ: خشک ریزہ ریزہ۔

نَحْوٌ: احوی: سیاہ۔ یہ غنَاء کی صفت ہے۔

۶: سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسَىٰ (ہم قرآن آپ کو پڑھا دیا کریں گے پھر آپ نہیں بھولیں گے) عنقریب آپ کو قرآن پڑھا دیں گے پس آپ اس کو نہ بھولیں گے۔

۷: إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ إِنَّهُ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفَىٰ (مگر جس وقت اللہ تعالیٰ کو منظور ہو اور وہ ہر ظاہر و مخفی کو جانتا ہے) مگر جس کو اللہ تعالیٰ چاہے منسوخ فرمادے۔ یہ نبی اکرم ﷺ کو بشارت و خوشخبری ہے کہ وحی آپ کو یاد دکرادیں گے۔ یہاں تک کہ اس میں سے کوئی چیز نہ رہے گی مگر جس کے متعلق اللہ تعالیٰ چاہے کہ وہ اس کو منسوخ کرے۔ وہ آپ کے حافظ سے جاتی رہے گی اور اس کا حکم اور تلاوت اٹھالی جائیگی۔

قول جنید رحمہ اللہ:

ابن کيسان نے جنید سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا۔ اس پر عمل کرنا نہ بھولیں۔ آپ جیسا آدمی صدر مجلس میں بیٹھ سکتا ہے۔

ایک اور قول یہ ہے:

فلا تنسى یہ صیغہ نہیں ہے۔ سین کے بعد الف یہ فاصلہ کیلئے لایا گیا ہے۔ جیسا کہ السبیل [الاحزاب: ۶۷] (بیچھے احوی تھا تو تنسی فرمایا پھر ما یخفی فرمایا) معنی یہ ہوگا کہ اس کی قراءت اور دہرانے سے بے توجہی نہ کرو تا کہ بھول نہ جاؤ مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے کہ وہ آپ کو بھلائیں اس کی تلاوت کو اٹھالیں۔

آسان شریعت:

وہ اخفاء کو جاننے والے ہیں۔ یعنی آپ جبرئیل علیہ السلام کی قراءت کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے میں جہر کرتے ہیں۔ اس خطرے کے پیش نظر کہ کوئی چیز نہ جائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ان کے ساتھ جہر کرنے کو بھی جانتے ہیں۔ اور جو چیز آپ کے دل میں مخفی ہے جس کی بناء پر آپ جہر کرتے ہیں۔ وہ بھی جانتے ہیں۔ نمبر ۲۔ وہ جو آپ اپنے دل میں بھول کے خطرے سے پڑھتے ہیں

سَيَذَكَّرُ مَنْ يَخْشَى ۱۰ وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ۱۱ الَّذِي يَصْلِي النَّارَ الْكُبْرَى ۱۲ ثُمَّ لَا

وہی شخص نصیحت حاصل کرے گا جو ڈرتا ہے اور اس سے وہ شخص پرہیز کرے گا جو بڑا بد نصیب ہے جو بڑی آگ میں داخل ہوگا پھر وہ اس میں

يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَى ۱۳ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى ۱۴ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّى ۱۵ بَلْ تُؤْتَوْنَ

نہ مرے گا نہ جیے گا وہ شخص کامیاب ہوا جس نے پاکیزگی کو اختیار کیا اور اپنے رب کا نام لیا پھر نماز پڑھی بلکہ تم لوگ دنیا والی

الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۱۶ وَالْاٰخِرَةَ خَيْرٌ وَّابْقَى ۱۷ اِنَّ هٰذَا لَفِي الصّٰحِفِ الْاُولٰى ۱۸

زندگی کو ترجیح دیتے ہو اور آخرت بہت بہتر ہے اور بہت زیادہ باقی رہنے والی ہے بلاشبہ یہ اگلے صحیفوں میں ہے۔

صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ۱۹

یعنی ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں۔

اس کو بھی جانتے ہیں۔

دوسرا قول:

یہ ہے جو تم اپنے اقوال و افعال میں ظاہر کرتے اور چھپا کر کرتے ہو ان کو جانتے ہیں۔ اور جو احوال ظاہر و باطن ہیں ان سے بھی واقف ہیں۔

آسان شریعت:

۸: وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرَى (اور ہم آسان شریعت کیلئے آپ کو سہولت دیں گے) اس کا عطف سنقرنک پر ہے اور اِنَّهُ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفَى یہ جملہ معترضہ ہے۔ اور معنی آیت کا یہ ہے۔ ہم آپ کو ایسے طریقہ کی توفیق دیں گے جو بہت ہی آسان ہے یعنی وحی کو یاد کرنے کیلئے۔ ایک قول یہ ہے ایسی آسان شریعت دیں گے جو تمام شرائع میں سے آسان ہوگی یا جنت کے عمل کی توفیق دیں گے۔
۹: فَذَكِّرْ اِنْ نَفَعَتِ الذِّكْرٰى (تو آپ نصیحت کیا کریں اگر نصیحت کرنا مفید ہوتا ہو) ذکر: قرآن کے ذریعہ وعظ کرو۔ ان نفع کا جواب وہ ہے جس پر فَذَكِّرْ دلالت کرتا ہے۔

ایک قول:

یہ ہے اس کا ظاہر انداز تو شرط کا ہے۔ مگر اس کا مقصد اس بات کو بتلانا ہے کہ ان میں نصیحت کا اثر بڑی بعید بات ہے۔ یہ ہے کہ مطلقاً تذکیر کا حکم دیا گیا ہے جیسا کہ اس ارشاد میں فَذَكِّرْ اِنَّمَا اَنْتَ مُذَكِّرٌ [الغاشیہ: ۲۱] اس تذکیر میں نفع کی شرط نہیں ہے۔

۱۰: سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَخْشَى (وہی شخص نصیحت مانتا ہے۔ جو ڈرتا ہے) عنقریب وہ نصیحت حاصل کرے گا اور نصیحت کو قبول کرے گا۔ جو اللہ تعالیٰ سے اور اپنی بد انجامی سے ڈرتا ہے۔

بڑا بد بخت کافر:

۱۱: وَيَتَجَنَّبُهَا الْأَشْقَى (اور جو شخص بد نصیب ہو وہ اس سے گریز کرے گا) تجنب نصیحت سے دور ہوگا اور اس کو قبول نہ کرے گا۔ الاشقی کافریا کافروں میں بڑا بد بخت جو عداوت رسول اللہ ﷺ میں بہت بڑھا ہوا اور مبالغہ کرنے والا ہے۔

ایک قول:

یہ ہے۔ یہ ولید بن مغیرہ اور عقبہ بن ربیعہ کے متعلق نازل ہوئی۔

۱۲: الَّذِي يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرَى (جو بڑی آگ میں داخل ہوگا) النار الکبریٰ جہنم۔ الصغریٰ دنیا کی آگ۔

۱۳: لَمْ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَى (پھر نہ اس میں وہ مر ہی جائے گا اور نہ جئے گا) لایموت نہ مرے گا کہ عذاب سے چھوٹ جائے۔ ولا یحییٰ: نہ وہ لذت والی زندگی پائے گا جس سے اس کو فائدہ ہو۔

ایک قول ثم کے متعلق:

موت زندگی کے درمیان لٹکے رہنا یہ آگ میں داخل ہونے سے زیادہ سخت اور اذیت ناک ہے۔ اور آگ کے داخلہ سے یہ شدت مراتب میں پیچھے ہے۔ اس لئے ثم استبعاد یہ لایا گیا ہے۔

۱۴: قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى (بامراد ہوا جو شخص پاک ہو گیا) افلح کامیابی پالی۔ تزکی شرک سے پاک کر لیا۔ یا نماز کیلئے پاکیزگی اختیار کی۔ یا زکوٰۃ ادا کی۔ یہ زکوٰۃ سے باب تفعّل ہے۔ جیسا تصدق صدقہ سے آتا ہے۔

۱۵: وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّى (اور اپنے رب کا نام لیا اور نماز پڑھتا رہا) ذکر اسم سے تکبیر افتتاح مراد ہے۔ صلی سے پانچوں نمازیں مراد ہیں۔

دلیل:

یہ وہ آیت ہے جس سے تکبیر افتتاح کی فرضیت پر دلیل پکڑی جاتی ہے۔ نمبر ۱۔ اس طور پر کہ ذکر اسم نماز میں سے نہیں ہے۔ کیونکہ فصلی کا عطف ہے۔ اور عطف مغایرت کو چاہتا ہے۔ نمبر ۲۔ دوسری بات یہ ہے کہ افتتاح صلوة اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہر اسم کے ساتھ جائز ہے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

ذکر اس نے اپنے معاد کو یاد کیا۔ اور اپنے رب کی بارگاہ میں کھڑا ہونا یاد کر کے اس کے لئے نماز پڑھی۔

قول ضحاک:

اس نے اپنے رب کا نام لیا۔ عید گاہ کے راستہ میں پھر نماز عید ادا کی۔ (صلی سے نماز عید مراد ہے) ۱۶: بَلْ تُؤَثِّرُونَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا (بلکہ تم اپنی دنیوی زندگی کو مقدم رکھتے ہو) آخرت کے مقابلہ میں مقدم رکھتے ہو۔ پس وہ کام نہیں کرتے جن سے آخرت میں کامیاب ہو جاؤ۔ مخاطبین کفار ہیں۔ اس کی دلیل قراءت ابی عمرو ہے۔ قراءت: یوثر و ن یاء کے ساتھ ابو عمرو نے پڑھا ہے۔

۱۷: وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقٰی (حالانکہ آخرت بدرجہا بہتر اور پائیدار ہے) نفس دنیا سے افضل اور اس کے مقابلے میں دائمی ہے۔ ۱۸: اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُولٰی (یہ مضمون اگلے صحیفوں میں بھی ہے) ہذا کا اشارہ الیہ قد افلح سے ابقی تک ہے۔ یعنی یہ کلام ان صحف میں بھی وارد ہوا ہے۔ یا تمام سورت کے مضامین اس کا اشارہ الیہ ہیں۔ یہ بات اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن کی قراءت فارسی میں درست ہے کیونکہ قرآن کو ان صحیفوں میں مذکور بتلایا گیا ہے۔ حالانکہ وہاں اس عبارت و نظم کے ساتھ نہ تھا۔ (مگر اس کے متعلق تحقیق پہلے نقل کر آئے یہ امام صاحب کا قول مرجوع ہے۔ مفسر مرحوم نے اس کی تصریح فرمادی ہے۔)

۱۹: صُّحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰی (ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں) صحیح: یہ صحف اولیٰ سے بدل ہے۔

صحف ابراہیم و موسیٰ علیہما السلام:

اثر: صحف ابراہیم علیہ السلام میں یہ بات تھی۔ عقل مند کیلئے مناسب ہے کہ وہ اپنی زبان کی حفاظت کرے اور اپنے زمانے کو پہچانے اور اس کی قدر کرے اور اپنی حالت کی درستی پر متوجہ ہو۔

تمت سورة الاعلیٰ بکرمہ تعالیٰ

سُورَةُ الْغَاشِيَةِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ سِتُّ وَعِشْرُونَ آيَةً

سورة الغاشية مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں پچیس آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

هَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ۱ وَجُوْهُ يَوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۲ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۳ تَصَلٰی

آپ کو ایسی چیز کی خبر پہنچی ہے جو چھاجانے والی ہے۔ اس دن چہرے جھکے ہوئے ہوں گے، مصیبت جھیلنے والے، دکھ تکلیف اٹھانے والے ہوں گے، جلتی ہوئی

نَارًا حَامِيَةً ۴ تَسْقٰی ۵ مِنْ عَيْنِ اِنِّيَّةٍ ۶ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ۷ لَا يُسْمِنُ

آگ میں داخل ہوں گے، انہیں کھولتے ہوئے چشموں سے پلایا جائے گا، ان کے لئے خاردار جھاڑ کے سوا کچھ کھانا نہ ہوگا، وہ نہ فرہنگ نہ

وَلَا يُغْنِي عَنْهُمْ مِنْ جُوْعٍ ۸ وَجُوْهُ يَوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ۹ لِسَعِيْهَا رَاضِيَةٌ ۱۰ فِيْ جَنَّةٍ

نہ بھونگ دور کرے گا، اس دن بہت سے چہرے ہر وقت ہوں گے، اپنی کوشش کی وجہ سے خوش ہوں گے، بہت بریں

عَالِيَةٍ ۱۱ لَا تَسْمَعُ فِيْهَا الْاَغْنٰی ۱۲ فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ۱۳ فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ ۱۴

میں ہوں گے، اس میں کوئی لغو بات نہ نہیں گے، اس میں بے ہوشی ہوتی ہوگی، اس میں بلند کئے ہوئے تخت ہوں گے

۱: هَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ (آپ کو اس محیط عام واقعہ کی کچھ خبر پہنچی ہے) ہل یہ قد کے معنی میں ہے۔ الغاشية وہ بڑی مصیبت جو اپنے شدائد و مصائب کے ساتھ تمام پر چھا جائے گی اور اس کی ہولناکیاں سب کو ڈھانپ لیں گی۔ مراد اس سے قیامت ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ آگ مراد ہے۔ جیسا دوسرے مقام پر فرمایا تغشى وجوههم النار [ابراہیم: ۵۰]

شدائد سے چھانے والی:

۲: وَجُوْهُ يَوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ (بہت سے چہرے اس روز ذلیل ہونگے) وجوہ سے کفار کے چہرے مراد ہیں۔ چہرے کو خاص اس لئے کیا کیونکہ غم و خوشی کا اثر چہرے میں خوب مستحکم ہوتا ہے۔ يَوْمَئِذٍ (جس دن وہ ڈھانپ لے گی) خَاشِعَةٌ ذلیل ہونگے اس وجہ سے کہ ان چہرے والوں پر ذلت و رسوائی چھا جائے گی۔

دنیا میں برے اعمال:

۳: عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ (مصیبت جھیلنے خستہ ہونگے) وہ آگ میں اتنا کام کریں گے کہ جس سے تھک جائیں گے وہ کام زنجیریں

کھینچنے اور طوق گھسیٹنے اور بار بار آگ میں گھس جانے کا ہوگا جس طرح اونٹ کچڑ میں گھستے ہیں اور ان کا آگ کی وجہ سے مسلسل بلند ہونا اور پھر اس کی گہرائی میں گر جانا۔

ایک قول:

یہ ہے کہ دنیا میں برے اعمال کیے اور ان سے لذت حاصل کرتا رہا اور خوش عیشی میں پڑا رہا وہ ان اعمال کی وجہ سے مشقت میں مبتلا ہوگا۔ ایک قول یہ ہے یہ گر جاؤں کے پادری و راہب ہیں۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی خشیت اختیار کی اور عمل کیے مسلسل روزے سے اپنے اعمال میں مشقت برداشت کی۔ پے در پے تہجد کی تکالیف اٹھائیں۔

۴: تَصْلٰی نَارًا حَامِيَةً (وہ آتش سوزاں میں داخل ہونگے) وہ اس آگ میں داخل ہونگے اور جو مدت مدید بھڑکائی گئی۔ جس کی گرمی کا مقابلہ کوئی حرارت و گرمی نہیں کر سکتی۔

قراءت: ابوبکر اور ابو عمر نے تَصْلٰی پڑھا ہے۔

۵: تُسْقٰی مِنْ عَيْنٍ اِنِيَّةٍ (کھولتے ہوئے چشمے سے پانی پلائے جائیں گے) پانی کے ایسے چشمے سے جس میں انتہائی حرارت ہوگی۔

وجہ تانیث:

ان صفات و افعال میں تانیث کا استعمال وجوہ کی وجہ سے ہے۔ اور وجوہ سے مراد اصحاب وجوہ ہیں۔ اس کی دلیل اگلی آیت ہے۔ جس میں ہم ضمیر جمع لوٹائی گئی ہے۔

۶: لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ (ان کو سوائے ایک خاردار جھاڑی کے اور کوئی کھانا نصیب نہ ہوگا) ضریع یہ ایک نبات ہے جس کے تر و تازہ پودے کو اشْبُرُقُ بولتے ہیں۔ جب وہ خشک ہو تو ضریع کہلاتا ہے۔ وہ ہلاک کن زہریلا ہوتا ہے۔

اقسام عذاب:

عذاب کئی اقسام کے ہونگے اور معذب لوگوں کے بھی طبقات ہونگے۔ ان میں بعض زقوم کھائیں گے۔ بعض غسلین کھائیں گے۔ بعض کو ضریع کھانے کو ملے گی پس اس آیت اور دوسری آیت میں تناقض نہیں۔ وَلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غَسْلِيْنٍ۔

[الحاقہ: ۳۶]

۷: لَا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِي مِنْ جُوعٍ (جو نہ فربہ کرے گا۔ اور نہ بھوک کو دور کرے گا) لَا يُسْمِنُ یہ محلاً مجرور ہے۔ کیونکہ ضریع کی صفت ہے۔ وَلَا يُغْنِي مِنْ جُوعٍ کہہ کر بتلایا کہ بھوک اور غذا کے فوائد اس میں بالکل نہ ہونگے۔ وہ دونوں فائدے ازالہ بھوک اور بدن کو تقویت دینا ہیں۔

۸: وُجُوْهُ يَوْمَئِذٍ (بہت سے چہرے اس روز) نَاعِمَةٌ (بارونق ہونگے) ایمان والوں کے چہروں کی تعریف بیان کی گئی۔

ووجوہ نہیں فرمایا کیونکہ کلام اول طویل ہو کر منقطع ہو گیا۔ اس لئے مستقل جملہ لائے۔ ناعمہ خوش عیش نعمت یافتہ۔

۹: لِسَعِيهَا رَاضِيَةٌ (اپنے کاموں کی بدولت خوش خوش ہونگے) اپنے اعمال اور نیکیوں پر خوش ہونگے۔ جب وہ ان پر ملنے والے ثواب و کرامت کو دیکھیں گے۔

۱۰: فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ (بہشت بریں میں ہونگے) عالیہ علوم مکان یا علوم مقدار کی وجہ سے۔

جنت کی صفت:

۱۱: لَا تَسْمَعُ فِيهَا لَاغِيَةً (جن میں کوئی لغوبات نہ سنیں گے) اے مخاطب تو ان میں کوئی لغوبات نہ سنے گا۔ یا وہ چہرے اس میں لغوبات نہ سنیں گے۔ لاغیہ یعنی لغو۔ یا لغویت والا کلمہ۔ نمبر ۳۔ کوئی ایسا شخص جو لغو کہے۔ اہل جنت حکمت کی بات کریں گے اور دائمی نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کی حمد کے کلمات بولیں گے۔

قرأت: کی اور ابو عمرو نے لَا يُسْمَعُ فِيهَا لَاغِيَةً اور نافع نے لَا تَسْمَعُ فِيهَا لَاغِيَةً پڑھا

۱۲: فِيهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ (اس میں بہتے چشمے ہوں گے) یعنی بے شمار چشمے ہونگے جیسا کہ اس قول میں علمت نفس [التکویر: ۱۳]

۱۳: فِيهَا سُرُرٌ مَّرْفُوعَةٌ (اس میں اونچے اونچے تخت ہونگے) سُرُرٌ جمع سَرِيرٌ۔ تختہ چارپائی۔ مرفوعة مقدار کی بلندی یا تاکہ ہر مومن اس پر بیٹھ کر اپنی بادشاہت اور نعمتیں جو اللہ تعالیٰ نے اس کو دی ہیں وہ دیکھ سکے۔

وَأَكْوَابٌ مَّوْضُوعَةٌ ۱۴ وَنَمَارِقُ مَصْفُوفَةٌ ۱۵ وَزَرَّابِيٌّ مَبْتُوثَةٌ ۱۶

اور رکھے ہوئے آب خورے ہوں گے اور برابر برابر گدے لگے ہوئے ہوں گے اور قالین پھیلے ہوئے پڑے ہوں گے۔

أَفَلَا يَنْظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ۱۷ وَقَدْ رَفَعَتْ ۱۸

کیا وہ لوگ اونٹوں کو نہیں دیکھتے کس طرح پیدا کئے گئے اور آسمان کی طرف کہ وہ کیسے بلند کیا گیا

وَالِى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ۱۹ وَالِى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ۲۰

اور پہاڑوں کی طرف کہ وہ کیسے کھڑے کئے گئے اور زمین کی طرف کہ وہ کس طرح بچھائی گئی۔

فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ ۲۱ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيِّرٍ ۲۲ إِلَّا مَنْ تَوَلَّى

سو آپ نصیحت کیجئے، آپ صرف نصیحت کرنے والے ہیں آپ ان پر مسلط نہیں کئے گئے مگر جو روگردانی کرے

وَكَفَرَ ۲۳ فَيُعَذِّبُهُ اللَّهُ الْعَذَابَ الْأَكْبَرَ ۲۴ إِنَّ إِلَيْنَا إِيَابَهُمْ ۲۵ ثُمَّ

اور کفر کرے تو اللہ اسے بڑا عذاب دے گا بلاشبہ ہماری طرف ان کا لوٹنا ہے پھر

إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ۲۶

بلاشبہ ہمیں ان کا حساب لینا ہے۔

۱۴: وَأَكْوَابٌ مَّوْضُوعَةٌ (اور رکھے ہوئے آب خورے ہیں) وَأَكْوَابٌ جمع کوب - پیالے۔

ایک قول:

وہ برتن جس کا دستہ نہ ہو۔ مَوْضُوعَةٌ سامنے رکھے ہوئے۔ تاکہ دیکھ کر ان سے لذت اندوز ہوں۔ نمبر ۲۔ چشموں کے کناروں پر پانی کیلئے رکھے گئے ہیں۔

۱۵: وَنَمَارِقُ مَصْفُوفَةٌ (اور برابر لگے ہوئے گدے ہیں) نَمَارِقُ: تکیے۔ مَصْفُوفَةٌ پہلو بہ پہلو ترتیب وار چنے ہوئے تکیے کہ جنتی جہاں بیٹھنا چاہیں ایک پر بیٹھ جائیں اور دوسرے سے سہارا لگیں۔

۱۶: وَزَرَّابِيٌّ مَبْتُوثَةٌ (اور سب طرف قالین پھیلے پڑے ہیں) زَرَّابِيٌّ جمع زَرَبِيَّةٌ۔ عمدہ لمبے چوڑے بچھے قالین۔ مَبْتُوثَةٌ پھیلائے ہوئے مجالس کے لحاظ سے الگ الگ بچھے ہوئے۔

کفار کے انکار کا جواب:

۱۷: أَفَلَا يَنْظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ (کیا وہ اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ وہ کس طرح پیدا کیا گیا ہے) جب جنت کی حالت کے متعلق آیات اتریں اور نبی اکرم ﷺ نے وضاحت فرمائی کہ ان تختوں کی بلندی ایک ایک سو فرسخ ہوگی۔ رکھے ہوئے پیالوں کی تعداد اتنی زیادہ ہوگی کہ مخلوق کثرت کی وجہ سے ان کا حساب نہیں کر سکتی۔ اور تکیوں کی لمبائی اس قدر اور قالینوں کی چوڑائی اتنی ہوگی۔ کفار نے اس کا انکار کیا اور کہنے لگے ایسی چار پائی پر کس طرح چڑھ سکیں گے۔ اور پیالے لا تعداد کیسے ہو سکتے ہیں۔ تکیوں کی لمبائی اور قالینوں کا اس طرح بچھنا کیونکر ہوگا۔ ہم نے دنیا میں ایسا نہیں دیکھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ أَفَلَا يَنْظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ وَاللَّيْلِ السَّمَاءِ الْآيَةَ۔ کیا وہ اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ کس طرح طویل پیدا کیا گیا۔ پھر یہ بیٹھ جاتا ہے یہاں تک کہ تم اس پر سوار ہوتے۔ اور اس پر اپنا سامان لادتے ہو۔ پھر وہ تمام کو لے کر اٹھ جاتا ہے اسی طرح وہ تخت مؤمن کے لئے جھک جائیں گے۔ جیسا اونٹ جھکتا ہے پھر سیدھے ہو جائیں گے۔

۱۸: وَاللَّيْلِ السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ (اور آسمان کو کس طرح بلند کیا گیا ہے) خوب بلند کرنا۔ ایسی بلندی جو درازی والی ہے اس میں کوئی رکاوٹ اور ستون نہیں۔ پھر اس کے ستارے اتنے زیادہ ہیں کہ مخلوق ان کو گن نہیں سکتی اسی طرح جنت میں مؤمنوں کے پیالے ان گنت بنا دیئے گئے۔

۱۹: وَاللَّيْلِ الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ (اور پہاڑوں کو کس طرح کھڑے کیے گئے ہیں) ایسا کھڑا کرنا جو قائم رہنے والا ہے۔ وہ اپنی طوالت کے باوجود ایسے گڑے ہوئے ہیں کہ ایک طرف جھکتے نہیں پس اسی طرح جنت کے تکیے ہونگے۔

۲۰: وَاللَّيْلِ الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ (اور زمین کو کیسے بچھائی گئی) اس کی سطح ہموار اور بچھی ہوئی ہے۔ تمام ایک بچھونا ہے جو ایک کنارہ آسمان سے دوسرے کنارہ آسمانی تک پھیلا ہے اسی طرح جنت کے قالین ہونگے۔ ایک اور انداز: یہ بھی درست ہے کہ معنی یہ ہو۔ کیا وہ ان مخلوقات کو نہیں دیکھتے ہیں جو قدرت الہی پر شاہد ہیں۔ تاکہ وہ بعث بعد الموت پر اس کی قدرت کا انکار نہ کریں۔ اور حضور علیہ السلام کا انداز سن کر آپ پر ایمان لائیں اور اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے لئے تیاری کریں۔

وجہ تخصیص:

ان چار چیزوں کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اہل عرب کو خطاب فرما کر ان کو ان قدر ترقی چیزوں سے استدلال کرنے پر آمادہ کیا گیا ہے۔ اور آدمی اس سے استدلال کرتے ہیں۔ جو اکثر و بیشتر مشاہدہ میں آتی رہتی ہوں۔ عام عربوں کی بود و باش جنگلوں میں تھی ان کی نگاہ کے سامنے ہر وقت آسمان زمین پہاڑ رہتے تھے۔ اور ان کا محبوب ترین مال اونٹ۔ اور سواری میں اس کا استعمال تمام حیوانات کی نسبت زیادہ تھا۔ کیونکہ اس میں حیوانات کی جملہ حاجات موجود تھیں۔ مثلاً نسل، دودھ، بوجھ اٹھانا، سواری اٹھانے کے کام آنا وغیرہ۔ اس کے برخلاف دیگر حیوانات میں یہ تمام مجتمع نہ تھیں اور اس کو مطیع اس طرح بنایا گیا کہ ہر تکمیل پکڑنے والا اس کو

لے کر چلتا ہے۔ نہ کمزور کو دشواری نہ بچے کو رکاوٹ لمبی گردن والا بوجھ اٹھانے والا ہے۔ اس کو اس طرح بنایا گیا ہے کہ یہ بیٹھ جاتا ہے تاکہ آسانی اور قریب سے اس پر بوجھ لاد سکیں پھر بوجھ لے کر اٹھ جاتا ہے اس کو دور دراز علاقوں تک لے جاتا ہے اور پیاس کو بہت برداشت کرنے والا یہاں تک کہ دس دن یا اس سے زیادہ پیاس برداشت کر لیتا ہے۔ جنگلوں میں اگنے والی ہر چیز کھا لیتا ہے جس کو دیگر حیوانات نہیں چرتے۔

۲۱: فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ (تو آپ نصیحت کر دیا کیجئے۔ آپ تو صرف نصیحت کرنے والے ہیں) پس آپ ان کو دلائل سے نصیحت فرمائیں تاکہ یہ ان میں سوچ و بچار کریں۔ انما انت مذکر آپ کے ذمے تو فقط تبلیغ ہے۔ (منوانا نہیں)

۲۲: لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيِّرٍ (آپ ان پر مسلط نہیں ہیں) مصیطر زبردستی نصیحت یاب کرنے پر مسلط نہیں جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا۔ وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ [ق: ۳۵]

قراءت: بمصیطر مدنی، بصری، عاصم، علی نے پڑھا ہے۔

۲۳: إِلَّا مَنْ تَوَلَّى وَكَفَرَ (مگر جو روگردانی کرے گا اور کفر کرے گا۔

۲۴: فَيُعَذِّبُهُ اللَّهُ الْعَذَابَ الْأَكْبَرَ (تو اللہ تعالیٰ اس کو بڑی سزا دیگا)

تخفیر: یہ استثناء منقطع ہے۔ یعنی تم ان پر مسلط نہیں ہو۔ لیکن جس نے ان میں سے منہ موڑا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا اللہ تعالیٰ کو اس پر کامل ولایت و غلبہ حاصل ہے۔ پس وہ اس کو بڑے عذاب میں مبتلا کریگا اور وہ بڑا عذاب جہنم کا عذاب ہے۔

ایک قول یہ ہے:

فذکر سے استثناء ہے پس آپ نصیحت کریں مگر وہ آدمی جس کے ایمان سے تمہاری امید منقطع ہو چکی ہو۔ اور وہ منہ موڑنے والا ہو تو وہ عذاب اکبر کا حقدار ہے۔ اس صورت میں ان کے مابین یہ جملہ معترضہ ہوگا۔

۲۵: إِنَّ إِلَيْنَا إِيَابَهُمْ (ہمارے ہی پاس ان کا آنا ہوگا) ایاب: رجوع۔ ظرف کو مقدم کرنے کا فائدہ و عید میں شدت ظاہر فرمانا ہے۔ اور بلاشبہ ان کا رجوع ایسے جبار کی بارگاہ میں ہوگا۔ جو انتقام پر پوری قدرت رکھتا ہے۔

۲۶: ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ (پھر ہمارا ہی کام ان سے حساب لینا ہے) پس وہ ان کے اعمال پر ان سے محاسبہ فرمائے گا۔ اور ان کو ان کے اعمال کے مطابق بدلہ دے گا۔ عَلَيْنَا یہ تاکید و عید کیلئے ہے و جو ب کیلئے نہیں ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ کوئی چیز لازم نہیں۔

تمت سورة الغاشية بکرمہ تعالیٰ

سُورَةُ الْفَجْرِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَلَاثُونَ آيَةً

سورۃ الفجر مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں تیس آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالْفَجْرِ ۱ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۲ وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۳ وَاللَّيْلِ إِذَا يَسْرِ ۴ هَلْ فِيْ ذٰلِكَ

قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی اور جفت کی اور طاق کی اور رات کی جب وہ چلنے لگے، کیا اس میں قسم ہے

قَسَمٌ لِّذِيْ جَبْرِ ۵ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۶ اِِرْمَادَاتِ الْعِمَادِ ۷ الَّتِي

عقل والے کے لئے اے مخاطب کیا تو نے نہیں دیکھا تیرے رب نے کیا کیا قوم عاد کے ساتھ جو قوم ارم تھی یہ لوگ ستون والے تھے ان کے

لَمْ يَخْلُقْ مِثْلَهَا فِي الْبِلَادِ ۸ وَتَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ۹ وَ

جیسے لوگ شہروں میں پیدا نہیں کئے گئے اور قوم تمود کے ساتھ جنہوں نے وادی میں پتھروں کو تراشا اور

فِرْعَوْنَ ذِي الْاَوْتَادِ ۱۰ الَّذِيْنَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ۱۱ فَاكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ ۱۲

فرعون کے ساتھ جو میٹھوں والا تھا یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے شہروں میں سرکشی کی سو انہوں نے بہت فساد مچایا

فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ۱۳ اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ۱۴

سو آپ کے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسایا بلاشبہ آپ کا رب گھات میں ہے۔

۱: وَالْفَجْرِ (قسم ہے فجر کی) فجر کی قسم کھائی۔ الفجر صبح کو کہتے ہیں۔ جیسا دوسرے ارشاد میں ہے وَالصَّبْحِ اِذَا اسْفَرَ [المدثر: ۳۳] نمبر ۲۔ نماز فجر کی قسم اٹھائی۔

دس راتیں۔

۲: وَلَيَالٍ عَشْرٍ (اور دس راتوں کی) ذی الحجہ کی دس راتیں نمبر ۲۔ محرم کی دس ابتدائی راتیں۔ نمبر ۳۔ رمضان المبارک کا آخری عشرہ۔ فضیلت کے بہت زیادہ ہونے کی وجہ سے لیال کو نکرہ لائے۔

جفت وطاق:

۳: وَ الشَّفْعِ وَالْوَتْرِ (اور جفت اور طاق کی) تمام اشیاء کا جفت وطاق مراد ہو یا ان راتوں میں جفت وطاق۔ یا جفت وطاق نمازیں یا یوم نحر کیونکہ وہ دسواں دن ہے جو کہ جفت ہے اور یوم عرفہ نواں دن ہے جو کہ طاق ہے۔ یا مخلوق جفت ہے اور خالق طاق (ان اللہ وتر یحب الوتر)

قراءت: الوتر۔ حمزہ وعلی نے پڑھا۔ باقی قراء نے واؤ کا فتح پڑھا۔ دراصل یہ دو لغات ہیں الوتر حجازی لغت ہے الوتر یہ تہمی لغت میں ہے۔

۴: مخصوص راتوں کی قسم اٹھانے کے بعد علی العموم رات کی قسم اٹھائی۔ پس فرمایا۔ وَاللَّيْلِ (اور قسم ہے رات کی) ایک قول میں اس سے لیلۃ القدر مراد ہے۔ اِذَا يَسُرُّ (جب وہ چلنے لگے) جب گزر جائے۔
نَحْوُ: یسر کی یاء کو درمیان کلام میں کسرہ پر اکتفاء کرتے ہوئے حذف کر دیا۔

قول انخفش:

کسی نے انخفش رحمہ اللہ سے یاء کے گرنے کے متعلق سوال کیا۔ تو آپ نے فرمایا تم ایک سال خدمت میں رہو پھر بتلاؤں گا۔ اس نے ایک سال کے بعد سوال کیا تو فرمایا رات چلتی نہیں۔ رات میں چلا جاتا ہے،۔ جب اصل معنی سے عدول کیا تو اس کی موافقت میں لفظ سے بھی عدول کیا۔ ایک قول یہ ہے یسری کا معنی یسریٰ فیہ ہے۔ جیسا کہتے ہیں لیل نائم ای ینام فیہ۔ رات کو سویا جاتا ہے۔

۵: هَلْ فِي ذَلِكَ لَسَمٍ لِّدِي حَجْرٍ (کیوں اس میں عقلمند کے واسطے کافی قسم بھی ہے) یعنی ان چیزیں میں جن کی تو نے قسم اٹھائی ہے۔ قسم ہے عقل مند کیلئے۔ عقل کو حجر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ نامناسب امور میں پلٹ پڑنے سے روکتی ہے۔ جیسا کہ عقل اور نہیہ اس لئے کہتے ہیں کیونکہ یہ سمجھتی اور روکتی ہے۔

حاصل کلام:

مراد یہ ہے کیا وہ اس کے ہاں حقدار ہیں کہ ان کی قسم اٹھا کر ان کو معظم مانا جائے۔ نمبر ۲۔ کیا میری ان چیزوں کی قسم اٹھانے میں عقل والے کیلئے قسم ہے۔ یعنی کیا وہ بڑی قسم ہے جس کے ساتھ مقسم علیہ مؤکد ہو جاتا ہے؟ نمبر ۳۔ کیا ان اشیاء کی قسم میں عقل و فہم والے کیلئے کافی قسم ہے۔

مقسم علیہ:

مقسم علیہ محذوف ہے۔ اور وہ ليعذبہن ہے۔ اس پر اَلَمْ تَرَ سے لے کر فَصَّبَ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ دلالت کر

رہا ہے۔

قوم عاد کا حال:

۶: اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ (کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے رب نے قوم عاد کے ساتھ کیا کیا) یہاں سے ان اقوام کا تذکرہ فرمایا جن کو تکذیبِ رسل کے نتیجہ میں عذاب دیا گیا۔

۷: اِرَامَ ذَاتِ الْعِمَادِ (یعنی قوم ارم کے ساتھ جن کے قد و قامت ستون جیسے تھے) یعنی کیا آپ کو معلوم نہیں اے محمد ﷺ ایسا معلوم ہوتا جو یقین میں آنکھوں دیکھے کی طرح ہے۔

نَجْوَى: الم تر یہ استفہام تقریری ہے۔ قوم عاد: عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح کی اولاد کو عاد ارم کہا جاتا ہے۔ جیسا بنی ہاشم کو ہاشم کہا جاتا ہے۔ پھر ان میں سے پہلوں کو عاد اولی و عاد ارم کہتے ہیں۔ یہ نام دادے کی وجہ سے ہے۔ اور بعد والوں کو عاد اخیرہ کہتے ہیں پس ارم یہ عاد کا عطف بیان ہے اور اس سے ظاہر کرنا مقصود ہے کہ یہ عاد اولی قدیمہ ہے۔ ایک قول یہ ہے: ارم اس شہر اور سرزمین کا نام ہے جہاں وہ مقیم تھے۔ اس پر ابن الزبیر کی قراءت دلالت کرتی ہے۔

قراءت ابن الزبیر:

بعاد ارم: اضافت کے ساتھ تقدیر عبارت یہ ہوگی۔ بعاد اهل ارم جیسا کہ ارشاد ہے واسئل القرية [یوسف: ۸۲] اهل القرية۔ قبیلہ ہو یا سرزمین معرفہ اور تانیث ہونے کی وجہ سے منصرف نہ ہوگی بلکہ غیر منصرف ہوگی۔ ذات العمداد۔ نمبر ۱۔ اگر اس کو قبیلہ کی صفت مانیں تو معنی یہ ہوگا وہ ستونوں والے بدوی لوگ تھے۔ نمبر ۲۔ لمبے قد ہونے کی وجہ سے ان کے قدوں کو ستونوں سے تشبیہ دی۔ نمبر ۲۔ اور اگر یہ شہر کی صفت ہے تو معنی یہ ہے کہ وہ ستونوں والے تھے۔

ایک روایت تفسیر:

کہ عاد کے دو بیٹے شداد و شدید تھے۔ وہ دونوں بادشاہ بنے اور سب پر غالب آگئے پھر شدید مر گیا۔ اور تمام حکومت شداد کو مل گئی۔ وہ دنیا کا بادشاہ ہوا۔ اس زمانہ کے بادشاہ اس کے ماتحت ہو گئے۔ اس نے جنت کا ذکر سنا۔ تو کہنے لگا میں ایسی جنت بناتا ہوں۔ اس نے عدن کے کسی صحراء میں ارم شہر تین سو سال میں بنوایا۔ اس کی عمر نو سو سال تھی۔ یہ بہت بڑا شہر تھا۔ اس کے مکانات سونے چاندی کے بنے تھے۔ اور زبرد و یا قوت کے ستون عمارات کے اندر دیئے گئے۔ اس میں قسم قسم کے درخت اور نہریں بھی تھیں۔ جب اس کی تعمیر مکمل ہو چکی تو وہ اہل مملکت کو لے کر اس کی طرف چل دیا۔ جب ایک دن رات کا سفر رہ گیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان پر آسمان سے چیخ بھیج کر ہلاک کر دیا۔

عبداللہ بن قلابہ کا قول ہے:

کہ میں اپنے اونٹوں کی تلاش میں نکلا۔ پس وہاں جا نکلا۔ پس اس میں سے جتنے ہو سکتا تھا اس میں سے اٹھا لایا۔ جب یہ خبر معاویہ کو پہنچی تو انہوں نے حاضر ہونے کا حکم دیا۔ میں نے واقعہ عرض کر دیا۔ انہوں نے کعب کی طرف استفسار کیلئے پیغام بھیجا تو انہوں نے بتلایا کہ یہ ارم ذات العماد ہے۔ اور اس میں تیرے زمانہ میں ایک سرخ و سفید رنگت والا آدمی داخل ہوگا۔ اس کا قد چھوٹا اور اس کے ابرو پر خال کا نشان ہوگا۔ اور اس کی پشت پر خال کا نشان ہوگا۔ وہ اپنے اونٹ تلاش کرنے نکلے گا۔ پھر متوجہ ہو کر کعب نے مجھے دیکھا تو کہا۔ اللہ کی قسم یہی وہ آدمی ہے۔ [ابن کثیر: ۶۰۲/۳] یہ کعب احبار کی طرف منسوب داستانوں میں سے ایک ہے اس کی سند درست نہیں۔ یہ قطعاً بے حقیقت بات ہے۔ (کذا قال ابن کثیر)

۸: اَلَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ (جن کے برابر شہروں میں کوئی شخص پیدا نہیں کیا گیا) یعنی عادی کی طرح ان کی طاقت اور ان کے لمبے قد میں۔ ایک آدمی کی لمبائی چار سو ہاتھ تھی۔ یا شداد کے شہروں جیسا شہر پیدا نہیں کیا گیا۔

قوم ثمود:

۹: وَتَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ (اور قوم ثمود کے ساتھ جو وادی القریٰ میں پتھروں کو تراشا کرتے تھے) جابوا الصخر۔ پہاڑوں کے پتھر کاٹے اور ان میں رہائشی مکانات بنائے۔ ایک قول یہ ہے سب سے پہلے جنہوں نے پہاڑوں کو کاٹا اور تراشا اور انہوں نے پتھروں کے سترہ سو شہر بنائے۔ الواد سے وادی القریٰ مراد ہے۔

۱۰: وَفِرْعَوْنَ ذِي الْاَوْتَادِ (اور میخوں والے فرعون کے ساتھ) ذی الاوتاد: بڑے لشکروں والا۔ ان کے پاس بیٹھار خیمے تھے۔ جب وہ کسی مقام پر اترتے تو وہاں خیمہ زن ہوتے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کے ہاں مخالفین کو میخوں سے عذاب دیا جاتا۔ جیسا آسیر رضی اللہ عنہا کے ساتھ کیا۔

۱۱: الَّذِيْنَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ (جنہوں نے شہروں میں فساد مچا رکھا تھا)

تَجَحَّوْا: ذم کی وجہ سے الذین منصوب ہے۔ نمبر ۲۔ ہم مبتدا کی خبر ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔ نمبر ۳۔ عاد، ثمود و فرعون کی صفت ہونے کی وجہ سے مجرور ہے۔ طغوا انہوں نے حد سے تجاوز اختیار کیا۔

۱۲: فَكَثُرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ (اور ان میں بہت فساد مچا رکھا تھا) فساد کفر، قتل و ظلم و بربریت کر کے۔

عذاب کا کوڑا:

۱۳: فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ (آپ کے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسایا) بلوغ ترین انداز سے وقوع عذاب کو بیان کیا گیا کیونکہ الصب دوام اور سوط زیادتی ایلام کو ظاہر کرتے ہیں۔ مطلب یہ ہے ان کو دردناک دائمی عذاب میں مبتلا کر دیا گیا۔

فَأَمَّا الْإِنْسَانُ إِذَا مَا ابْتَلَاهُ رَبُّهُ فَأَكْرَمَهُ وَنَعَّمَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَكْرَمَنِ ۝۱۵

سو انسان کو اس کا پروردگار جب آزما تا ہے سو اس کا اکرام فرماتا ہے اور اسے نعمتیں دیتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے میرا اکرام کیا

وَأَمَّا إِذَا مَا ابْتَلَاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَهَانَنِ ۝۱۶

اور جب وہ اس کو آزما تا ہے سو اس کی روزی اس پر تنگ کر دیتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھے ذلیل کر دیا۔

كَلَّا بَلْ لَّا تَكْرُمُونَ الْيَتِيمَ ۝۱۷ وَلَا تَحْضُونَ عَلَىٰ طَعَامِ الْمَسْكِينِ ۝۱۸ وَتَأْكُلُونَ

ہرگز ایسا نہیں بلکہ تم یتیم کا اکرام نہیں کرتے اور مسکین کو کھانا دینے کی ترغیب نہیں دیتے اور میراث کا مال

الْثَّرَاتِ أَكُلًا لِّمَاءٍ ۝۱۹ وَتُحِبُّونَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ۝۲۰ كَلَّا إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ

سمیٹ کر کھا جاتے ہو اور مال سے بہت محبت رکھتے ہو۔ ہرگز ایسا نہیں جب زمین کو پوری طرح

دَكَّادَكَّا ۝۲۱ وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ۝۲۲

چوراچورا کر دیا جائے گا۔ اور آپ کا پروردگار آجائے گا اور فرشتے آجائیں گے تو صفیں بنا لیں گے

۱۳: إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ (بیشک آپ کا رب گھات میں ہے) مرصاد وہ جگہ جہاں رصد کا انتظار کیا جاتا ہے۔ یہ مفعال کا وزن ہے اور رصدہ سے لیا گیا ہے۔ یہ تمثیل ہے کہ وہ اپنے بندوں کو دیکھ رہا ہے۔ اور وہ بندے اس سے کسی طرف نکل نہیں سکتے۔ بندوں کے تمام اعمال سے آگاہ ہے۔ اور حافظ و نگہبان ہے۔ پس ان اعمال پر وہ بدلہ دے گا۔ اگر خیر ہونگے تو اچھا اور اگر برے ہونگے تو برا۔

انسان کا حال:

۱۵: فَأَمَّا الْإِنْسَانُ إِذَا مَا ابْتَلَاهُ رَبُّهُ فَأَكْرَمَهُ وَنَعَّمَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَكْرَمَنِ (پس آدمی کو جب اس کا پروردگار آزما تا ہے یعنی اس کو اکرام و انعام دیتا ہے تو وہ کہتا ہے میرے رب نے میری قدر بڑھا دی)

۱۶: وَأَمَّا إِذَا مَا ابْتَلَاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَهَانَنِ (اور جب اس کو آزما تا ہے یعنی اس کی روزی اس پر تنگ کر دیتا ہے تو وہ کہتا ہے میرے رب نے میری قدر گھٹا دی) قَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ رِزْقَهُ کو تنگ کر کے جان بچانے والے لقمے کی مقدار رہنے دیتا ہے۔

قرآنت: شامی، یزید نے قدر پڑھا ہے۔

فَيَقُولُ رَبِّي أَهَانَنِ مطلب یہ ہے اس شخص کیلئے ضروری ہے کہ جس کا رب اس کو دیکھ رہا ہو۔ کہ وہ آخرت کی فکر کرے

اور جلد آنے والی کو مقصود نہ بنائے۔ حالانکہ اس نے تو اس کا الٹ کیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے نعمت و وسعت رزق سے اس کا امتحان کیا تا کہ یہ شکر گزار ہو۔ تو یہ کہنے لگا میرے رب نے میرا اکرام کیا یعنی جو کچھ مجھے دیا اس میں مجھے فضیلت دی۔ وہ اکرام اسی بات کو خیال کرتا ہے جبکہ دنیا کثرت سے اس کو ملے۔ اور جب اس کا امتحان فقر سے کیا اور اس کا رزق تنگ کر دیا۔ تا کہ صبر سے کام لے تو کہنے لگا۔ ربی اهانن۔ اس نے قلت سرمایہ کو توہین قرار دیا۔ کیونکہ اس کا مقصود دنیا ہے۔ اور جو چیزیں دنیا میں تلذذ اور تعیش والی ہیں وہ اس کو بھاتی ہیں۔

باطل خیال کا رد:

پس اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے باطل خیال کی تردید فرمائی۔ کلا یہ بات ہرگز نہیں کہ قلت و کثرت مال اکرام و اہانت ہیں۔ بلکہ اکرام یہ ہے کہ طاعت کی زیادہ سے زیادہ توفیق ملے اور اہانت اس میں ہے کہ توفیق چھین کر سوا کر دیا جائے۔
نحو: نمبر ۱۔ الانسان مبتدأ اور فيقول یہ اس کی خبر ہے اور خبر پر فاء اس لئے لائی گئی ہے۔ کیونکہ آما میں شرط کا معنی بھی پایا جاتا ہے۔ اور مبتدأ و خبر کے مابین ظرف تقدیر تاخیر میں ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا ہے۔ فاما الانسان فقا تل ربی اکرمنی وقت الابتلاء۔ اور اسی طرح دوسرا فيقول بھی مبتدأ کی خبر ہے۔ اور تقدیر عبارت یہ ہے۔ واما هو اذا ما ابتلاه ربہ۔

ابتلاء:

دونوں کو ابتلاء سے تعبیر کیا گیا۔ کیونکہ ہر ایک بندے کیلئے امتحان و ابتلاء ہے جب وسعت کر دی جائے۔ تو اس بات میں امتحان ہے کہ آیا وہ شکر ادا کرتا ہے یا ناشکری اختیار کرتا ہے اور جب رزق کو تنگ کر دیا جائے تو اس کی حالت کو آزما یا گیا۔ آیا صبر کرتا ہے کہ جزع فزع کا ارتکاب کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے دوسرے ارشاد میں فرمایا گیا۔ وَنَبَلُّوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً [الانبیاء: ۳۵]

وجہ تعجیب:

اس کے اس قول کو عجیب قرار دیا ربی اکرم من۔ باوجودیکہ اس کو اپنے اس قول سے ثابت کیا فاکرمہ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ بات اس انسان نے قصد اس بات کی مخالفت کرتے ہوئے کہی جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے صحیح اور درست قرار دیا۔ اس مخالفت میں اس کا قصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو جو کچھ بطور اکرام دیا ہے وہ اس کا مستحق ہے جیسا کہ دوسرے ارشاد میں یہ بات موجود ہے۔ انما او تیتہ علی علم عندی [القصص: ۷۸] حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بلا استحقاق بطور ابتلاء و امتحان دیا ہے۔

بری حصاتین:

۱۷: كَلَّا بَلْ لَا تُكْرِمُونَ الْيَتِيْمَ (ہرگز ایسا نہیں بلکہ تم لوگ یتیم کی قدر نہیں کرتے ہو)۔

۱۸: وَلَا تَحْضُونَ عَلَىٰ طَعَامِ الْمَسْكِينِ (اور دوسروں کو بھی مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتے) مطلب یہ ہے بلکہ یہاں تو اس بات سے بھی زیادہ بری حرکت موجود ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مال عنایت فرمایا ہے وہ اس مال میں سے یتیم کا جو حق بنتا ہے۔ اور انہیں بطور اکرام دینا چاہیے تھا۔ وہ نہیں دیتے اور مسکین کو خود کھانا دینا تو بجائے خود رہا دوسروں کو اسے کھانا دینے پر آمادہ تک نہیں کرتے۔

۱۹: وَتَأْكُلُونَ التُّرَاثَ أَكْلًا لَّمًّا (اور میراث کا مال سارا سمیٹ کر کھا جاتے ہو) التُّرَاثِ میراث کو کہتے ہیں۔ اَكْلًا لَّمًّا اے ذالم۔ حلال و حرام کے جمع کرنے کو کہتے ہیں۔ اہل عرب عورتوں اور بچوں کو وارث نہ بناتے تھے۔ اور ان کا حصہ میراث اپنے حصہ میراث کے ساتھ ملا کر کھا جاتے تھے۔

۲۰: وَتُحِبُّونَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا (اور مال سے بہت ہی محبت رکھتے ہو) عرب کے لوگ حبہ، احبہ، ایک ہی معنی میں استعمال کرتے ہیں۔ حبا جمًّا بہت زیادہ کہ جس کے ساتھ حرص اور حقوق کی ڈاکہ زنی بھی شامل ہو۔ قراءت: رَبِّي، حجازی اور ابو عمرو نے پڑھا ہے۔ اور بھری نے یکر مون، وَلَا يَحْضُونَ و يَأْكُلُونَ و يَحْبُونَ پڑھا ہے۔

قیامت کا حال:

۲۱: كَلَّا (ہرگز نہیں) اس میں ان کو سابقہ بات پر ڈانٹ پلائی۔ اور ان کے فعل کا انکار کیا گیا ہے۔ پھر وعید کا ذکر کر کے ان کی اس حسرت کو بیان کیا جو اس وقت ہوگی جب حسرت کا فائدہ نہ ہوگا فرمایا اِذَا دُمِّتِ الْاَرْضُ دُمًّا دُمًّا (جس وقت زمین کو توڑ توڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا) دُمِّتِ: زمین کو ہلایا جائے گا۔ دکا: ریزہ ریزہ یعنی بار بار اس کو ریزہ ریزہ کریں گے۔ یہاں تک کہ ذرات بکھر بکھر جائے گی۔

۲۲: وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا (اور آپ کا پروردگار اور جوق در جوق فرشتے آئیں گے) یعنی ہر آسمان کے فرشتے اتر پڑیں گے۔ وہ ایک دوسرے کے پیچھے صف بستہ ہو جائیں گے۔ جس سے جن وانس گھیرے میں آ جائیں گے۔

وَجَائِيَّ يَوْمِيذٍ بِجَهَنَّمَ يَوْمِيذٍ تَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ وَأَنَّى لَهُ الذِّكْرَى ۚ يَقُولُ

اور اس دن جہنم کو لایا جائے گا اس دن انسان کی سمجھ میں آ جائے گا اور اب سمجھنے کا موقع کہاں رہا؟ کہے گا

يَلِيَّتِي قَدَّمْتُ لِحَيَاتِي ۚ فَيَوْمِيذٍ لَا يُعَذِّبُ عَذَابَهُ أَحَدٌ ۚ وَلَا يُوثِقُ

کاش میں اپنی زندگی کے لئے آگے بھیج دیتا سو اس دن اللہ کے عذاب کے برابر کوئی عذاب دینے والا نہ ہوگا اور اس کی جیسی

وَتَأْقَاهُ أَحَدٌ ۚ يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۚ أَرْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ

بندش کوئی نہیں کریگا اے نفس مطمئنہ لوٹ جا اپنے رب کی طرف

رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۚ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ۚ وَادْخُلِي جَنَّتِي ۚ

اس حال میں کہ تو خوش ہو اور تجھ سے بھی اللہ تعالیٰ خوش ہے سو تو میرے بندوں میں شامل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔

۲۳: وَجَائِيَّ يَوْمِيذٍ بِجَهَنَّمَ (اور اس روز جہنم کو لایا جائے گا) ایک قول یہ ہے کہ یہ اہل جہنم کے سامنے کر دی جائے گی جیسا دوسرے مقام پر فرمایا۔ وَبَرَزَاتِ الْجَحِيمِ لِلْغَاوِينَ [الشعراء: ۹۱] دوسرا قول یہ ہے کہ جہنم کو چلا کر لایا جائے گا۔ حدیث صحیح میں وارد ہے۔ یوتی بجہنم یومئذ لها سبعون الف زمام مع کل زمام سبعون الف ملک یجرونها۔ [رواہ مسلم: ۲۸۴۲، والترذی: ۲۵۸۷] اس دن جہنم کو ستر ہزار لگاموں سے کھینچ کر لایا جائے گا۔ ہر لگام پر ستر ستر ہزار فرشتے مقرر ہوں گے۔ یَوْمِيذٍ تَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ وَأَنَّى لَهُ الذِّكْرَى (اس روز انسان کو سمجھ آوے گی اور اب سمجھ آنے کا موقع کب رہا) یتذکر نصیحت حاصل کرے گا۔ انی له الذکر تی مگر نصیحت کا فائدہ کہاں سے حاصل ہو۔

۲۴: يَقُولُ يَلِيَّتِي قَدَّمْتُ لِحَيَاتِي (کہے گا کاش میں اس زندگی کیلئے کوئی عمل آگے بھیج لیتا)۔ حیاتی سے یہ آخرت کی زندگی مراد ہے۔ یعنی وہ کہے گا کاش میں نے اپنی فانی زندگی میں کچھ اعمال اپنی باقیہ زندگی کیلئے کئے ہوتے۔

۲۵: فَيَوْمِيذٍ لَا يُعَذِّبُ عَذَابَهُ أَحَدٌ (اس روز نہ تو اللہ تعالیٰ کے عذاب کے برابر کوئی عذاب دینے والا ہوگا) یعنی اس دن اللہ تعالیٰ کے عذاب کا کوئی ذمہ دار نہ ہوگا۔ کیونکہ اختیار تمام اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہوگا۔

۲۶: وَلَا يُوثِقُ وَتَأْقَاهُ أَحَدٌ (اور نہ اس کے جکڑنے کے برابر جکڑنے والا نکلے گا) لایوثق: نہ جکڑے گا زنجیروں اور طوقوں کے ساتھ اس کے جکڑنے کی طرح کوئی ایک۔

قول صاحب کشف:

کوئی شخص کسی کو عذاب نہیں دے سکتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ عذاب دیتے ہیں۔ اور نہ کوئی جکڑنے والا کسی کو اللہ تعالیٰ کے جکڑنے

کی طرح جکڑ سکتا ہے۔ ای لا یعذب احدًا کعذاب اللہ ولا یوثق احدًا کو ثاق اللہ۔
 قراءت: لا یعذب، ولا یوثق علی نے پڑھا۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی قراءت ہے۔ ابو عمرو نے اپنی آخری عمر میں اسی طرف
 رجوع کر لیا۔ ضمیر اس میں الانسان موصوف کی طرف راجع ہے۔ اور الانسان سے مراد کافر ہے۔ ایک قول میں ابی بن خلف مراد
 ہے۔ مطلب یہ ہوا کوئی اس کو اللہ تعالیٰ کے عذاب جیسا عذاب نہ دے گا۔ اور نہ زنجیروں سے اس کے باندھنے کی طرح کوئی
 باندھے گا کیونکہ وہ اپنے کفر و عناد میں انتہاء کو پہنچا ہوا تھا۔

زبط: پھر مؤمن کو فرمایا جا رہا ہے۔

نفس مطمئنہ:

۲۷: يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ (اے اطمینان والی روح) یہ کلام اس سے بطور اکرام ہوگا۔ جیسا موسیٰ علیہ السلام سے کلام ہوئی
 یا فرشتے کے ذریعہ کلام ہوگا۔ مطمئنہ: امن والا جس پر خوف و حزن طاری نہ ہو۔ اور وہ مؤمنہ نفس ہے۔ نمبر ۲۔ حق پر اطمینان والا
 جس کو حق پر یقین کی برف نے جمایا ہوا ہے کہ شک اس کے قریب نہیں پھٹکتا۔ پہلی تفسیر پر ابی بن کعب کی قراءت شاہد ہے۔ یا بیتھا
 النفس الامنة المطمئنة: یہ موت کے وقت اس کو کہا جاتا ہے۔ یا نمبر ۲۔ بعث کے وقت کہا جائے گا نمبر ۳۔ دخول جنت کے وقت
 کہا جائے گا۔

۲۸: ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكَ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً (تو اپنے پروردگار کی طرف چل اس طرح کہ تو اس سے خوش اور وہ تجھ سے خوش)
 ارجمی تو لوٹ اپنے رب کے وعدے کے مقام یا اپنے رب کے ثواب کی طرف اس حال میں کہ تو خوش ہونے والا ہے اس چیز
 پر جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں دی گئی۔ مرضیۃ اپنے عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ ہے۔

۲۹: فَأَدْخِلْنِي فِي عِبَادِي (پھر تو میرے بندوں میں شامل ہو جا) یعنی میرے من جملہ نیک بندوں میں اور ان کی لڑی میں تمہیں
 پرودیا گیا۔

۳۰: وَأَدْخِلْنِي جَنَّاتِي (اور میری جنت میں داخل ہو جا) ان کے ساتھ۔

قول ابو عبیدہ:

ای مع عبادی و بین عبادی۔ میرے بندوں کے ساتھ اور ان کے مابین۔ یعنی خاص بندوں میں۔ جیسا دوسرے مقام
 پر مذکور ہوا وَأَدْخِلْنِي بِرَحْمَتِكَ فِي عِبَادِكَ الصَّالِحِينَ۔ [النمل: ۱۹]

ایک قول یہ ہے:

کہ النفس روح اور اس کا معنی یہ ہے تو میرے بندوں کے جسم میں داخل ہو جا۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت اس
 کی تائید کرتی ہے فادخلی فی جسد عبدی۔

ایک نکتہ:

جب عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی طائف میں وفات ہوئی تو ایک پرندہ آیا۔ اس جیسا پرندہ پہلے دیکھا نہ گیا تھا۔ وہ پرندہ ان کی نعش میں داخل ہوا جب ان کو دفن کر دیا گیا تو یہ آیت ان کی قبر کے کنارے تلاوت کی گئی اور معلوم نہ ہو سکا کہ کس نے تلاوت کی ہے۔

ایک قول یہ ہے:

کہ یہ آیت حمزہ رضی اللہ عنہ بن عبد المطلب کے متعلق نازل ہوئی۔ دوسرا قول یہ ہے خیب رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی جن کو اہل مکہ نے سولی پر چڑھا دیا تھا۔

قول آخر:

یہ ہے کہ یہ تمام ایمان والوں کیلئے ہے۔ اس لئے کہ عموم الفاظ کا اعتبار ہے خصوصی سبب کا لحاظ نہیں ہوتا۔

الحمد لله بمنه تمت سورة الفجر

سُورَةُ الْبَلَدِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ عَشْرُونَ آيَةً

سورة البلد مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں تیس آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

لَا اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۙ وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۙ وَوَالِدٍ وَّمَا وُلَدًا ۙ لَقَدْ خَلَقْنَا

میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں اور آپ اس شہر میں حلال ہونے کی حالت میں داخل ہونے والے ہیں اور قسم کھاتا ہوں باپ کی اور اولاد کی یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے

الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ ۙ اَيَحْسَبُ اَنْ لَّنْ يَّقْدِرَ عَلَيْهِ اَحَدٌ ۙ يَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا

وقف لازم

انسان کو مشقت میں پیدا فرمایا۔ کیا وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اس پر کوئی قادر نہ ہوگا ' وہ کہتا ہے کہ میں نے خوب زیادہ مال ہلاک

لُبَدًا ۙ اَيَحْسَبُ اَنْ لَّمْ يَرَهُ اَحَدٌ ۙ اَلَمْ جَعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ ۙ وَّلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ ۙ

کر دیا ' کیا وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اسے کسی نے نہیں دیکھا۔ کیا ہم نے اس کے لئے دو آنکھیں نہیں بنائیں اور زبان اور دو ہونٹ نہیں بنائے

وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ۙ

اور ہم نے اس کو دونوں راستے بتا دیئے۔

۱: لَا اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ -

(میں قسم کھاتا ہوں۔ اس شہر کی) اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کی قسم کھائی ہے۔ اور اس بات پر قسم کھائی کہ خلقت انسانی تکالیف اور مشقتوں میں ڈوبی ہوئی ہے۔ اور قسم اور قسم علیہ کے درمیان و انت حل بهذا البلد کو بطور جملہ معترضہ لایا گیا ہے۔

۲: وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ (آپ کو اس شہر میں لڑائی حلال ہونے والی ہے) مطلب یہ ہے کہ مشقتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ جیسا عظمت و شان والا اس شہر مکہ کو لڑائی کیلئے حلال قرار دینگا۔ جیسے غیر حرم میں شکار کو حلال قرار دیا جاتا ہے۔

بقول شرجیل:

مشرکین مکہ اس سرزمین میں شکار کرنا تو ناجائز قرار دیتے مگر آپ کے نکالنے اور قتل کرنے کو حلال سمجھتے ہیں۔ اس میں رسول اللہ ﷺ کو ثابت قدمی پر آمادہ کر کے ان تکالیف کو سہنے کا حکم دیا گیا ہے جو کفار مکہ کی طرف سے آرہی تھیں نیز کفار مکہ کی حالت جو آپ کی عداوت کے سلسلہ میں چل رہی تھی اس پر تعجب ظاہر کیا گیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کو آپ کے شہر کی قسم اٹھا کر تسلی دی گئی ہے کہ تکالیف کے اٹھانے سے کسی انسان کو مفر نہیں درمیان میں تسلی و اطمینان کی تکمیل کے لئے فتح مکہ کے عظیم الشان وعدہ کو ذکر کر دیا۔ اور فرمایا آپ اس شہر کو عنقریب حلال کرنے والے ہیں آپ کو اس میں قتل و قید کی اجازت ہوگی وہ اسی طرح ہوا کہ مکہ کو فتح کر دیا گیا اور آپ کیلئے قتل و قتال کو جائز کر دیا۔

اس سے پہلے مکہ کسی پر نہ فتح ہوا اور نہ حلال کیا گیا۔ پس آپ نے فتح کے وقت جس چیز کو چاہا حلال کیا اور جس کو چاہا حرام کیا۔ چنانچہ ابن نطل کو ایسی حالت میں قتل کروایا کہ وہ کعبہ شریف کے پردوں کو تھامے ہوئے تھا اور اسی طرح مقیس بن صباہ وغیرہما کو اور دارابی سفیان کو حرام قرار دیا۔ اور انت حل کے معنی مستقبل کے ہیں۔ اس کی نظیر یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَيِّتُونَ (الزمر۔ ۳۰) اور اتنی دلیل ہی اس معنی کیلئے کافی ہے کہ یہ سورت بالاتفاق مکی ہے اس وقت تو ہجرت بھی نہ ہوئی تھی فتح مکہ تو بڑی دور کی بات تھی پس ثابت ہوا کہ انت حل کا معنی تو حلال کریگا۔

۳: وَاٰلِدٍ وَّمَا وَّلَدٌ (اور قسم ہے باپ کی اور اولاد کی) اس سے مراد آدم علیہ السلام اور ان کے بیٹے۔ نمبر ۲۔ ہر والد و مولود نمبر ۳۔ ابراہیم اور ان کے بیٹے۔

يَحْيٰوْنَ: مامن یا الذی کے معنی میں ہے۔

۴: لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ كَبَدٍ (ہم نے انسان کو بڑی مشقت میں پیدا کیا ہے) یہ جواب قسم ہے۔ کبد مشقت، انسان مصائب دنیا سے دوچار ہوتا ہے۔ اور آخرت کی تکالیف۔

قول ذوالنون رحمہ اللہ:

قضاء کی رسی سے انسان بندھا جڑا رہے گا۔ اور امر و نہی کی دعوت دی جاتی رہے گی۔ یہی مشقت ہے۔

۵: اَيْحَسِبُ اَنْ لَّنْ يَّقْدِرَ عَلَيْهِ اَحَدٌ (کیا وہ یہ گمان کرتا ہے کہ اس پر کسی کا بس نہ چلے گا) ایحسب کی ضمیر بعض ضا دید قریش کی طرف راجع ہے۔ جن کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کو بہت تکالیف پیش آئیں تھیں۔ پھر بعض نے کہا وہ ابوالاشد ہے اور بعض کہتے ہیں وہ ولید بن مغیرہ ہے۔ معنی یہ ہوگا۔ کیا اس اپنی قوم میں طاقتور سردار کا خیال یہ ہے وہ ایمان والوں کو کمزور قرار دینے والا ہے کہ قیامت ہرگز نہ آئے گی۔ اور اس سے انتقام پر کسی کو اختیار نہیں ہے۔ پھر اس بات کا تذکرہ کیا جو وہ آج کہہ رہا ہے۔

مال پر فخر:

۶: يَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا (وہ کہتا ہے میں نے اتنا دوفر مال خرچ کر ڈالا) لُبَدًا بہت سا۔ یہ جمع لُبْدَةٌ کی ہے۔ جو مال اکٹھا اور جمع ہو۔ اس سے مراد وہ مال ہے جو اس نے اس مقام پر خرچ کیا جس کو اہل جاہلیت مکارم و معالی کہتے تھے۔

۷: اَيْحَسِبُ اَنْ لَّمْ يَرَوْهُ اَحَدٌ (کیا وہ خیال کرتا ہے کہ اس کو کسی نے دیکھا نہیں) جب کہ وہ خرچ کر رہا تھا اور جتنا اور جس غرض ریاء و افتخار کیلئے خرچ کر رہا تھا یعنی اللہ تعالیٰ اس کو دیکھ رہے اور اس کی نگرانی فرمانے والے تھے۔

فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۙ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْعَقَبَةُ ۙ فَكُّ رَقَبَةٍ ۙ أَوْ اطْعَمْتُ فِي يَوْمٍ ذِي

سو وہ گھائی سے ہو کر کیوں نہ آگے بڑھا اور آپ کو معلوم ہے کہ گھائی کیا ہے؟ چھڑا دینا ہے گردن کا یا کھلا دینا ہے بھوک والے

مَسْغَبَةٍ ۙ يَتِيمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۙ أَوْ مَسْكِينًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۙ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا

دن میں کسی یتیم کو جو رشتہ دار ہو یا کسی مسکین کو جو مٹی والا ہو پھر ان لوگوں میں سے ہوا جو ایمان لائے

وَتَوَّاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَّاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۙ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ ۙ وَالَّذِينَ

اور آپس میں ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو رحم کرنے کی وصیت کی یہ داہنے ہاتھ والے لوگ ہیں اور جن لوگوں نے

كَفَرُوا بِآيَاتِنَا هُمْ أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ ۙ عَلَيْهِمُ نَارٌ مُّؤَصَّدَةٌ ۙ

ہماری آیات کے ساتھ کفر کیا وہ بائیں ہاتھ والے ہیں ان پر آگ ہوگی جسے بند کر دیا جائے گا۔

احسانِ الہی:

۸: اَلَمْ نَجْعَلْ لَّكَ عَيْنَيْنِ (کیا ہم نے اس کو دو آنکھیں نہیں دیں) اس پر کی جانے والی نعمتوں کا تذکرہ فرمایا۔ ہم نے اس کو دو دیکھنے والی آنکھیں عنایت فرمائی ہیں۔

۹: وَلِسَانًا وَشَفَتَيْنِ (اور زبان اور دو ہونٹ دیئے) وہ زبان جس سے وہ اپنے مافی الضمیر کی تعبیر کرتا ہے۔ اور وہ ہونٹ جن سے وہ اپنے دانتوں کو ڈھانپتا ہے۔ اور گفتگو میں ان سے معاونت پاتا اور کھانے اور پینے اور سانس میں ان سے مدد لیتا ہے۔

۱۰: وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ (اور ہم نے اس کو دونوں راستے بتلا دیئے) خیر و شر کے راستے جو جنت و نار تک پہنچنے والے ہیں یا ماں کے پستان۔

۱۱: فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ (پس وہ شخص گھائی میں سے ہو کر نہ نکلا)

۱۲: وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْعَقَبَةُ (اور آپ کو معلوم ہے کہ گھائی کیا ہے)

۱۳: فَكُّ رَقَبَةٍ (وہ کسی گردن کا چھڑانا ہے)

۱۴: أَوْ اطْعَمْتُ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ (یا کھانا کھلانا فاقہ کے دن میں)

۱۵: يَتِيمًا ذَا مَقْرَبَةٍ (کسی رشتہ دار یتیم کو)

۱۶: أَوْ مَسْكِينًا ذَا مَتْرَبَةٍ (یا کسی خاک نشین محتاج کو)

ناشکری نعمت:

۱۷: ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا (پھر ان لوگوں میں سے نہ ہوا جو ایمان لائے) یعنی اس نے ان انعامات کا شکر یہ اعمال صالحہ میں

سے آزادی گردن، یتیمی اور مساکین کو کھانا کھلانے کی صورت میں اداء نہ کیا۔ پھر سب سے بڑھ کر جو ان اعمال صالحہ کی بنیاد ایمان ہے۔ اس کو اختیار نہ کیا۔ بلکہ اس کی بجائے نعمتوں کی ناقدری کی، منعم کریم کی ناشکری کی، مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مال کو اس انداز اور طرز سے خرچ کرنا فائدہ مند اور نفع بخش ہے ریاء و فخر کی خاطر مال کا دے دینا چنداں فائدہ مند نہیں ہے۔

مَنْحُو: لاماضی کے ساتھ استعمال ہو تو مکرر لایا جاتا ہے۔ مگر فصیح ترین کلام میں مکرر نہیں لایا جاتا۔ کیونکہ جب یہاں اقتحام کی تفسیر تین چیزوں سے کر دی۔ تو یہ اسی طرح ہو گیا جیسا لاکا کا اعادہ تین مرتبہ کر دیا گیا ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح بن گئی۔ فَلَكَ رَقَبَةٌ وَلَا اطعم مسکینا ولا آمن۔ الاقتحام داخل ہونا شدت و مشقت سے گزرنا۔ الفحمة شدت۔ آیت میں نیکی کو عقبہ فرمایا گیا اور اس پر عمل کرنے کو اقتحام عقبہ سے تعبیر کیا گیا۔ کیونکہ اس میں نفس کا مجاہدہ اور مشقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

قول حسن عبد اللہ یہ ہے:

کہ انسان کا اپنے نفس سے جہاد کرنا اللہ کی قسم بڑی سخت گھائی ہے۔ اسی طرح اپنی خواہشات اور دشمن شیطان سے مقابلہ بھی مشکل چیز ہے۔ ماالعقبۃ یعنی اس کا گھسنا کیا ہے؟ تم اس وقت کی صعوبت نفس کو نہیں جانتے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کے ثواب کی حقیقت کو سمجھتے ہو۔ فَكَ الرَقَبَةُ گردن کو آزاد کرانا یا مال کی کتابت کی ادائیگی میں اعانت کرنا۔

قراءت: فَكَ رَقَبَةٌ اَوْ اطعم مکی، ابو عمرو، علی نے اتم العقبۃ کا بدل قرار دے کر پڑھا ہے۔ اس طرح وما ادراك ماالعقبۃ۔ جملہ معترضہ ہے۔ دیگر قراء نے فَكَ رَقَبَةٌ اَوْ اطعم کو اِقْتَحَا مَهَا فَكَ رَقَبَةٌ اَوْ اطعم قرار دے کر مرفوع پڑھا ہے۔ المسغِب بھوک۔ المقربۃ قرابت، المتربہ فقر۔ یہ تینوں مفعلات کے وزن ہیں۔ اول سَغِب، يسغِب جبکہ بھوکا ہو جائے۔ نمبر ۲۔ قرب بقرب فی النسب۔ عرب کہتے ہیں فلان ذو قرابتی و ذو مقربتی وہ میرا رشتہ دار ہے اور تیسرا تر ب یتر ب جبکہ محتاج ہو۔ اس کا اصل معنی مٹی سے مل گیا۔ پس اس کا ٹھکانہ کوڑا خانے ہوا ایوم کی صفت ذی مسغِب سے کی گئی۔ جیسا عرب کہتے ہیں ہم ناصب ای ذو نصب۔ دکھ دینے والا غم۔

ثم کان من الذین آمنوا کا معنی یہ ہے کہ اس نے ایمان پر ہمیشگی دکھائی۔ ایک قول یہ ہے کہ تم یہاں واؤ کے معنی میں آیا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ تم کو یہاں اس لئے لائے کیونکہ ایمان مرتبہ و فضیلت میں عتق و صدقہ سے بہت بلند ہے۔ اور یہ بلندی وقتی ہی نہیں بلکہ ایمان ان سے سابق ہے کیونکہ عمل ایمان کے بغیر مقبول نہیں۔ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (اور ایک دوسرے کو پابندی کی فہمائش کی) گناہوں سے رک جانے اور طاعات پر جم جانے کی۔ اور ان مشقتوں پر صبر کرنے کی جو مومن کو بطور ابتلاء درپیش رہتے ہیں۔ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ (اور ایک دوسرے کو رحم کی فہمائش کی) اپنے مابین رحم کرنے کی تلقین و تاکید کی۔

۱۸: اُولَئِكَ اَصْحَابُ الْمِیْمَنَةِ (یہی لوگ داہنے والے ہیں) ان صفات والے اصحاب میمن سے ہیں۔

۱۹: وَالَّذِیْنَ كَفَرُوا بِاٰیٰتِنَا هُمْ اَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ (اور جو لوگ ہماری آیتوں کے منکر ہیں۔ وہ لوگ بائیں والے ہیں) وَالَّذِیْنَ كَفَرُوا بِاٰیٰتِنَا جنہوں نے قرآن کا انکار کیا یا ہمارے دلائل کا انکار کیا۔ وہ اصحاب شمال ہیں۔ المیمنہ اور المششمہ

الیمین و الشمال۔ یا الیمین والشنوم یعنی اپنے نفس کو بابرکت کرنے والے اور اپنے نفوس پر نحوست مسلط کرنے والے۔
 ۲۰: عَلَیْهِمْ نَارٌ مُّؤَصَّدَةٌ (ان پر آگ محیط ہوگی جس کو بند کر دیا جائے گا)
 قراءت: مُّؤَصَّدَةٌ ہمزہ کے ساتھ ابو عمرو، حمزہ، حفص نے پڑھا ہے۔ اور موصدة، نافع، ابن کثیر، ابن عامر کی قراءت ہے۔
 مُّؤَصَّدَةٌ یہ او صدت الباب سے لیا گیا۔ اسی طرح آصدت الباب ای اطبقته واغلقته میں نے دروازہ بند کیا۔

تمت سورة البطلان بحمدہ تعالیٰ

سُورَةُ الشَّمْسِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ خَمْسٌ وَعِشْرَةُ آيَاتٍ

سورۃ الشمس مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں پندرہ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالشَّمْسُ وَضُحَاهَا ۱ وَالْقَمَرُ إِذَا تَلَّهَا ۲ وَالنَّهَارُ إِذَا جَلَّهَا ۳ وَاللَّيْلُ

قسم ہے سورج کی اور اسکی روشنی کی اور چاند کی جب وہ سورج کے پیچھے سے آجائے اور قسم ہے دن کی جب وہ اس کو خوب روشن کر دے اور قسم ہے رات کی

إِذَا يَغْشَاهَا ۴ وَالسَّمَاءُ وَمَا بَدَنَهَا ۵ وَالْأَرْضُ وَمَا طَحَاهَا ۶ وَنَفْسٍ وَمَا

جب وہ اسے چھپائے اور قسم ہے آسمان کی اور اس کی جس نے اس کو بنایا اور قسم ہے زمین کی اور اسکی جس نے اسے بچھایا اور قسم ہے نفس کی اور اس کی

سَوَّاهَا ۷ فَالْهَمَّهَا فَجُورَهَا وَتَقْوَاهَا ۸ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا ۹ وَقَدْ خَابَ مَنْ

جس نے اس کو درست بنایا پھر اس کا فجور اور اس کا تقویٰ اس کو لقا کر دیا یہ یقینی بات ہے کہ وہ کامیاب ہو جس نے اس کو پاک کیا اور وہ شخص نامراد ہو جس نے

دَسَّاهَا ۱۰ كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِطَغْوَاهَا ۱۱ إِذِ انْبَعَثَ أَشْقَاهَا ۱۲ فَقَالَ لَهُمُ الرَّسُولُ اللَّهُ

اسے دبا دیا۔ ثمود نے اپنی سرکشی کے سبب جھٹلایا جبکہ اس کا سب سے زیادہ بد بخت شخص اٹھ کھڑا ہوا سو ان سے اللہ کے رسول نے فرمایا کہ اونٹنی سے اور اس کے

نَاقَةَ اللَّهِ وَسُقْيَاهَا ۱۳ فَكَذَّبُوهُ فَعَقَرُوهُا ۱۴ فَدَمَدَمَ عَلَيْهِمُ رَبُّهُم بِذُنُوبِهِمْ فَسَوَّاهَا ۱۵

پینے سے خبردار رہنا سو انہوں نے اللہ کے رسول کو جھٹلادیا پھر اس اونٹنی کو کاٹ ڈالا سو ان کے کذب نے ان کے گناہوں کی وجہ سے ان کو پوری طرح ہلاک کر دیا۔ سو اس کو عام کر دیا

وَلَا يَخَافُ عُقْبَاهَا ۱۶

اور وہ اس کے انجام سے اندیشہ نہیں رکھتا۔

۱: وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا (قسم ہے سورج کی اور اس کی روشنی کی)

ضحیٰ: جب سورج خوب چمک اٹھے اور اس کی سلطنت ہر طرف قائم ہو جائے۔

۲: وَالْقَمَرِ إِذَا تَلَّهَا (اور چاند کی جب سورج سے پیچھے آوے) روشنی اور ضیاء میں اس کا پیچھا کرے یہ مہینے کے پہلے پندرہ روز

میں ہوتا ہے۔ روشنی میں چاند سورج کے پیچھے آتا ہے اور اس کا نائب ہوتا ہے۔

۳: وَالنَّهَارِ إِذَا جَلَّتْهَا (اور دن کی جب وہ اس کو خوب روشن کر دے) جلی الشمس، سورج روشن ہو اس کو دیکھنے والوں کے سامنے ظاہر کر دیا۔ اور یہ اس وقت ہوتا ہے۔ جب دن کھل جائے اور پھیل جائے کیونکہ سورج اس وقت مکمل طور پر روشن ہوتا ہے۔

ایک قول یہ ہے:

ضمیر اندھیرے کی طرف راجع ہے نمبر ۲۔ دنیا کی طرف۔ نمبر ۳۔ زمین کی طرف راجع ہے اگرچہ اس کا تذکرہ نہیں ہوا۔ پھر یہ آیت اس ارشاد کی طرح ہوگی۔ وَمَا تَرَكَ عَلَى ظَهْرِهَا مِنْ دَابَّةٍ [فاطر: ۴۵] یہاں بھی ہا کی ضمیر ارض کی طرف ہے اگرچہ پہلے مذکور نہیں۔

۴: وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَاهَا (اور رات کی جب وہ اس کو چھپالے) جب رات سورج کو چھپالے اور آفاقِ سماء کو اندھیر کر دے۔
ایک تحقیق:

اس قسم کے مواقع میں جہاں بار بار واؤ لائی گئی ہے۔ اول واؤ بالاتفاق قسمیہ ہے۔ دوسری واؤ بعض کے ہاں قسمیہ ہے۔ خلیل نحوی رحمہ اللہ کے نزدیک واؤ دوم عاطفہ ہے دلیل یہ ہے کہ قسم کا قسم پر داخل کرنا تکمیل قسم سے پہلے جائز نہیں۔ غور تو فرماؤ۔ اگر تم اس کی بجائے فاء کا کلمہ لاتے یا تم لاتے تو معنی اپنی حالت پر رہتا کیونکہ یہ دونوں حروف عطف میں سے ہیں۔ اسی طرح واؤ کا حکم ہے۔

جنہوں نے قسم کیلئے قرار دیا:

تو ان کی دلیل یہ ہے کہ اگر واؤ عطف کی ہوتی تو دو عالموں پر عطف ہوتا کیونکہ واؤ لیل تو واؤ قسم سے مجرور ہے۔ اور اذا یغشی فعل مقدر کی وجہ سے منصوب ہے جو کہ قسم ہے۔ پس اگر تم واؤ کو والنہار اذا تجلی میں عطف کیلئے تسلیم کرو گے تو النہار کا عطف لیل پر جر کی صورت میں ہوگا۔ اور اذا تجلی کا عطف اذا یغشی پر نصب کی حالت کے ساتھ ہوگا۔ پس یہ تمہارے اس قول کی طرح ہو جائے گا۔ اِنَّ فِي الدَّارِ زَيْدًا وَالْحَجْرَةِ عَمْرًا۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے واؤ قسم باء اور فعل کے قائم مقام ہے اور یہ قائم مقام ہونا اس حد تک ہے کہ اس کے ساتھ فعل کا ظاہر کرنا، جائز نہیں۔ پس گویا یہ نصب و جر کا عمل دے رہی ہے۔ اور یہ واؤ اس ایک عامل کی طرح بن گئی جس کے دو عمل ہوں۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ ہر وہ عامل جس کے دو عمل ہوں۔ تو جائز ہے کہ اس کے دونوں معمولوں کا عطف ایک عاطف سے کر دیا جائے۔ اس پر تمام اہل نجات کا اتفاق ہے۔

مثلاً ضرب زید عمرو او بکر خالدًا پس واؤ کے ساتھ آپ نصب و رفع دونوں دے رہے ہیں۔ کیونکہ واؤ ضرب کے قائم مقام ہے۔ جو کہ واؤ کا عامل ہے پس اس مقام پر بھی یہی حکم ہے۔

۵: وَالسَّمَاءِ وَمَا بَنَاهَا (قسم ہے آسمان کی اور اس کی جس نے اس کو بنایا)

۶: وَالْأَرْضِ وَمَا طَحَاهَا (اور زمین کی اور جس نے اس کو بچھایا)

۷: وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا (اور جان کی اور جس نے اس کو درست بنایا) ان تمام میں ما مصدریہ ہے ای بناء ہا و طحوا و تسویۃ خلقها فی احسن صورۃ۔ آسمان اور اس کے بنانے اور زمین اور اس کے بچھانے اور نفس کی تخلیق بہترین صورت میں کرنے میں) بعض کے ہاں یہ ما مصدریہ والی صورت فالہمہا میں نہیں چلتی کیونکہ عبارت میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے صحیح وجہ اس میں یہ ہے کہ ما موصولہ ہو۔ رہا یہ سوال کہ من کی بجائے ما کو لایا گیا۔ تو وجہ ترجیح یہ ہے کہ اس میں وصفیت کا معنی پایا جاتا ہے۔ مَنْ میں ایسا نہیں گویا اس طرح فرمایا۔ والسماء والقادر العظیم الذی بناها و نفس و الحکیم الباهر الحکمة الذی سواها۔ قسم ہے آسمان کی اور اس عظیم قدرت والے کی جس نے اس کو بنایا اور نفس کی قسم اور اس ظاہر حکمت والی ذات کی قسم جس نے اس کو درست کیا۔

وجہ تنکیر:

نفس کو نکرہ لائے۔ کیونکہ اس سے مراد نفوس میں سے خاص نفس یعنی آدم علیہ السلام ہیں۔ گویا اس طرح کہا: وواحدة من النفوس اور نفوس میں ایک نفس کی قسم۔ نمبر ۲۔ نفس سے ہر نفس مراد ہے۔ اور تنکیر کثرت کو ظاہر کرنے کیلئے لائے۔ جیسا اس آیت میں علمت نفس [التوبہ: ۱۳]

۸: فَالْهَمَّهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا (پھر اس کو بد کرداری اور پرہیزگاری کا القاء کیا) اس کو طاعت و معصیت بتلا دی۔ یعنی سمجھا دی کہ ان میں سے ایک حسن اور دوسری قبیح ہے۔

۹: قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا (یقیناً وہ مراد کو پہنچا جس نے اس کو پاک کر لیا) یہ جواب قسم ہے تقدیر کلام یہ ہے: لقد افلح۔

قول الزجاج:

کلام کی طوالت لام کا عوض بن گئی۔

ایک قول یہ ہے:

جواب قسم محذوف ہے۔ یہی قول اظہر ہے۔ اس کی تقدیر اس طرح ہے لِيُدْمِدَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِم اٰل مَكَّةَ پر اللہ تعالیٰ تکذیب رسول کی وجہ سے تباہ کن عذاب نازل فرمائیں گے۔ جیسا کہ شمود پر تکذیب صالح علیہ السلام کی وجہ سے اترا۔

حل کلام:

قد افلح یہ کلام فالہمہا کے تابع ہے۔ اور بطور استطراد لایا گیا ہے جواب قسم سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ مَنْ زَكَّاهَا جس کو اللہ تعالیٰ نے پاک کر دیا اور اس کی درستی کردی اور پاکیزگی والا بنا دیا۔

۱۰: وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا (نا مراد ہوا جس نے اس کو دبا دیا) اللہ تعالیٰ نے اس کو گمراہ کر دیا۔

قولِ عکرمة:

وہ نفس کامیاب ہوا جس کو اللہ تعالیٰ نے پاک کر دیا۔ اور وہ نفس رسوا ہوا جس کو اس نے گمراہ کر دیا۔ یہ جائز ہے کہ نفس کو ملوٹ کرنے اور پاک کرنے کی نسبت بندے کی طرف کی جائے اور فعل عبد قراردیا جائے۔ التندسیۃ کمی، کوتاہی، مخفی گناہ کرنا۔ دَسَسَ اصل میں دسس ہے۔ یا تو سین مکرہ کے بدلے میں لائے گئی ہے۔ پس دَسَسِ بن گیا۔

قومِ شمود کی سرکشی:

۱۱: كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِطَغْوَاهَا (قومِ شمود نے اپنی شرارت کی وجہ سے تکذیب کی) طغویٰ بمعنی طغیان کیونکہ ان کو ان کی سرکشی نے تکذیب پر آمادہ کیا تھا۔

۱۲: إِذَا بُعِثَ أَشْقَاهَا (جب کہ اس قوم میں جو سب سے بڑا بد بخت تھا اٹھ کھڑا ہوا) ابعث اوٹنی کی کونچیں کاٹنے کیلئے کھڑا ہوا۔ اشقی شمود کے بد بخت کا نام قد ار بن سالف تھا۔ اس کا رنگ زرد، نیلا، قد چھوٹا۔

نَحْوًا: اِذَا يَه كَذَّبَتْ كِي وَجِهَ سَ مَنصُوبَ هِے۔ نَمْبَرُ ۲۔ بِطَغْوَايَ كِي وَجِهَ سَ مَنصُوبَ هِے۔

۱۳: فَقَالَ لَهُمُ رَسُولُ اللَّهِ (تو ان لوگوں سے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے فرمایا) رسول اللہ سے صالح علیہ السلام مراد ہیں۔ نَاقَةَ اللَّهِ (اللہ تعالیٰ کی اونٹنی سے خبردار رہنا)

نَحْوًا: يَه تَحذِيرُ كِي وَجِهَ سَ مَنصُوبَ هِے اَمَ اَحذَرُوا عَقْرَهَا۔ اس كِي كُونچِيں كَاٹْنِے سَ خَبَر دَار رِهْو۔

وَسُقِيهَا (اور اس کے پانی پینے سے) یہ اسی طرح ہے جیسے کہتے ہیں الاسد الاسد۔

نَحْوًا: سَابِقَ فَعْلٍ پَر عَطْفِ كِي وَجِهَ سَ مَنصُوبَ هِے۔

۱۴: فَكَذَّبُوهُ (پس انہوں نے پیغمبر کو جھٹلایا) اس بات میں جس میں ان کو ڈرایا گیا۔ کہ اگر تم یہ کر ڈالو گے۔ تو عذاب اتر پڑے گا۔ فَعَقَرُوْهَا (پھر اس اونٹنی کو مار ڈالا)

نَحْوًا: هَا كِي ضَمِيرِ اوْتْنِي كِي طَرَفِ رَاجِعِ هِے۔ اور فَعْلٍ كِي نَسْبَتِ تَمَامِ قَوْمِ كِي طَرَفِ كِي گَنِي حَالَانِكِه قَاتِلِ تَوَا كِي تَهَا۔ اس كِي نَظِيرِ دُوسَرِي آيْتِ مِيں هِے۔ فَنَا دُوا صَاحِبِهِمْ فَتَعَاطَى فَعَقَرُ [القر: ۲۹] تَوَا اس آيْتِ نَے بَتَلَا دِيَا كِه اس مِيں ان تَمَامِ كِي رَضَا مَندِي شَامِلِ تَهِي اس لَئِے نَسْبَتِ فَعْلِ تَمَامِ كِي طَرَفِ دَرَسْتِ هِے۔ فَذَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ (تو ان کے رب نے ان پر ہلاکت نازل فرمائی) ان كُو بَالِكِلِ مَلِيَا مِيْثِ كَر دِيَا۔ بِذُنُوبِهِمْ (ان کے گناہ کے سبب) ان کے اپنے گناہ کے سبب وہ گناہ تکذیب پیغمبر اور اونٹنی کا ہلاک کرنا وغیرہ تھے۔

ہلاکتِ شمود:

فَسَوَّهَا (پھر اس کو عام کر دیا) ان پر ہلاکت کو عام کر دیا کہ ان میں سے ایک بھی چھوٹا بڑا بچ نہ سکا۔

اسے انجام کا خطرہ نہ ہوا:

۱۵: وَلَا يَخَافُ عُقْبَاهَا (اور اللہ تعالیٰ کو اس ہلاکت کے اخیر میں کسی خرابی کا اندیشہ نہیں ہوا) اللہ تعالیٰ کو اس ہلاکت والے کام کے انجام کا کوئی اندیشہ نہ تھا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کر دیا اس اندیشہ کے بغیر کہ کسی کی طرف سے کوئی خرابی اس کو پہنچ جائے گی۔ جیسا کہ کوئی بادشاہ کسی کو سزا دے تو اس کی طرف سے ہر وقت اس کو خطرہ لگا رہتا ہے۔ کہ کہیں بدلے کیلئے نہ اٹھ کھڑا ہو اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ اپنی ملک اور ملک میں کیا لَا يُسْتَلُّ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْتَلُونَ [الانبیاء: ۲۳ □] اس سے کون پوچھ سکتا ہے۔ کہ یہ کیوں کیا۔ وہ تمام سے پوچھ سکتا ہے کہ یہ کیوں کیا۔
قراءت: مدنی و شامی نے وَلَا يَخَافُ کی بجائے فَلَا يَخَافُ پڑھا ہے۔

قد تمت سورة الشمس بعونه سبحانه وتعالى علواً كبيراً

سُورَةُ النَّازِعَاتِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ أَحَدُ وَعِشْرِينَ آيَةً

سورۃ النازعات مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں اکیس آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَىٰ ۙ وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّىٰ ۙ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ ۚ إِنَّ

قسم ہے رات کی جبکہ وہ چھپالے اور قسم ہے دن کی جبکہ وہ روشن ہو جائے اور قسم ہے انکی جس نے نر اور مادہ کو پیدا کیا کہ بیشک

سَعْيَكُمْ لَشَتَّىٰ ۚ فَاَمَّا مَنْ اَعْطَىٰ وَاتَّقَىٰ ۙ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَىٰ ۙ فَسَنِيْرَهُ

تمہاری کوششیں مختلف ہیں سو جس نے دیا اور اللہ سے ڈرا اور الحسنى کو سچا جانا تو ہم اس کے لئے راحت والی خصلت کو

لِلْيُسْرَىٰ ۙ وَاَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنَىٰ ۙ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَىٰ ۙ فَسَنِيْرَهُ

آسان کر دیں گے اور جس نے بخل کیا اور بے پرواہی اختیار کی اور الحسنى کو جھٹلایا تو ہم اس کے لئے مصیبت والی خصلت کو

لِلْعُسْرَىٰ ۙ وَمَا يُغْنِي عَنْهُ مَالُهُ إِذَا تَرَدَّىٰ ۙ اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدَىٰ ۙ وَاِنَّ

اختیار کرنا آسان کر دیں گے اور اس کا مال اس کے کچھ کام نہ آئے گا جب وہ برباد ہونے لگے گا واقعی ہمارے ذمہ راہ کا تلا دینا ہے اور

لَنَا الْاٰخِرَةُ وَالْاٰوَّلَىٰ ۙ فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظَّىٰ ۙ لَا يَصْلٰهَا اِلَّا الْاَشْقَىٰ ۙ

ہمارے ہی قبضہ میں ہے آخرت اور دنیا تو میں تمہیں ایک بھڑکتی ہوئی آگ سے ڈرا چکا ہوں اس میں وہی بدبخت داخل ہو گا

۱: وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَىٰ (قسم ہے رات کی جبکہ وہ چھپالے) نمبر ۱۔ جس کو چھپایا گیا وہ یا تو سورج ہے جیسا اس ارشاد میں: وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَىٰ [الشمس: ۴] نمبر ۲۔ دن جیسا اس آیت میں فرمایا يُغْشَىٰ اللَّيْلَ النَّهَارِ [الاعراف: ۵۴] نمبر ۳۔ ہر چیز جس کو رات اپنے اندھیرے سے چھپالے جیسا اس ارشاد میں ہے۔ اِذَا وَقَب [العلق: ۳]۔

۲: وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّىٰ (قسم ہے دن کی جبکہ وہ روشن ہو جائے) ظلمت لیل کے زائل ہونے سے ظاہر ہو جائے۔

۳: وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ (اور اس کی جس نے نر و مادہ کو پیدا کیا) وہ عظیم قدرت والا جس نے مرد و عورت کو ایک پانی سے پیدا فرمایا۔

۴: إِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتَّىٰ (بیشک تمہاری کوششیں مختلف ہیں)

نحو: یہ جواب قسم ہے۔

بلاشبہ تمہاری کوششیں مختلف ہیں۔ اس اختلاف کی وضاحت اگلی آیات میں آرہی ہے۔

۵: فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى (پس جس نے دیا اور اللہ سے ڈرا) اعطی: مال کے حقوق ادا کیے۔ اتقی: اپنے رب سے ڈرا اور اس کے محرمات سے پرہیز کیا۔

الحسنی اسلام ہے:

۶: وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى (اور اچھی بات کو اچھا سمجھا) ملت حسنی یعنی ملت اسلام کو اختیار کیا۔ نمبر ۲۔ اچھے ثواب کو مانا۔ وہ اچھا ثواب جنت یا کلمہ لا الہ الا اللہ ہے۔

۷: فَسَنِيْسِرُهُ لِّلْیُسْرَى (تو ہم اس کو راحت کی چیز کیلئے سامان دے دیں گے) پس ہم اس کو آسانی کی خصلت کیلئے سہولت دیں گے اور وہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ عمل اختیار کرنا ہے۔

۸: وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ (اور جس نے بخل کیا) اپنے مال کے سلسلہ میں وَاسْتَعْنَى (اور بے پرواہی اختیار کی) اپنے رب سے اور تقویٰ اختیار نہ کیا۔ نمبر ۲۔ آخرت کی نعمتوں سے دنیا کی شہوات کے ذریعہ بے نیازی اختیار کی۔

۹: وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَى (اور اچھی بات کو جھٹلادیا) الحسنی سے اسلام یا جنت مراد ہے۔

طاعت گزار:

۱۰: فَسَنِيْسِرُهُ لِّلْعُسْرَى (ہم اس کو تکلیف کی چیز کیلئے سامان دے دیں گے) ایسی خصلت کیلئے جو بالآخر آگ میں پہنچانے والی ہے۔ پس اس کے لئے طاعت سب سے زیادہ مشکل اور گراں بار ہوگی نمبر ۲۔ طریقہ خیر کو یسری فرمایا کیونکہ اس کا انجام سہولت ہے۔ اور طریقہ شر کو تنگی فرمایا اس لئے کہ اس کا انجام تنگی ہے یا ان دونوں کو بول کر جنت و دوزخ کے راستے مراد لیے گئے ہیں۔

۱۱: وَمَا يُغْنِي عَنْهُ مَالُهُ إِذَا تَرَدَّى (اور اس کا مال اس کے کام نہ آئے گا۔ جب وہ برباد ہونے لگے گا) جب وہ ہلاک ہوگا تو مال اس کو فائدہ نہ دے گا۔ تردئی۔ یہ تفاعل کا وزن ہے اور الرذی سے نکلا ہے جس کا معنی ہلاکت ہے۔ تردی فی القبرہ۔ وہ قبر میں گرے گا یا قعر جہنم میں گرے گا۔

۱۲: إِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدَى (واقعی ہمارے ذمہ راستہ کا بتلادینا ہے) حق کی طرف راہنمائی ہمارے ذمہ ہے کہ ہم اس کے لئے دلائل قائم کر دیتے اور دیے ہیں۔ اور شرائع کے ذریعہ وضاحت کر دی ہے۔

۱۳: وَإِنَّ لَنَا لَلْآخِرَةَ وَالْأُولَى (اور ہمارے ہی قبضہ میں آخرت اور دنیا ہے) پس گمراہ ہونے والے کی گمراہی ہمیں نقصان نہ دے گی اور ہدایت پانے والے کی ہدایت سے ہمیں فائدہ نہ ہوگا۔ یاد دنیا و آخرت دونوں ہماری ہیں۔ جس نے دونوں کو ہمارے

الَّذِي كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ۖ وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى ۙ الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّىٰ ۚ وَمَا

جس نے جھٹلایا اور روگردانی کی اور اس سے ایسا شخص دور رکھا جائے گا جو بڑا پرہیزگار ہے جو اپنا مال اس غرض سے دیتا ہے کہ پاک ہو جائے اور بچے۔

إِلَّاحِدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزَىٰ ۙ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَىٰ ۚ

اپنے عالی شان پروردگار کی رضا جوئی کے اس کے ذمہ کسی کا احسان نہ تھا کہ اس کا بدلہ اتارنا ہو۔

وَلَسَوْفَ يَرْضَىٰ ۚ

اور یہ شخص عنقریب خوش ہو جائے گا۔

سو اور سے طلب کیا اس نے غلط راستہ اپنا لیا۔

۱۳: فَأَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظَّىٰ (تو میں تم کو ایک بھڑکتی آگ سے ڈرا چکا ہوں) اندرت۔ ڈرانے کے معنی میں اور تَلَظَّىٰ شعلہ زن۔

۱۵: لَا يَصْلُهَا إِلَّا الْأَشْقَىٰ (اس میں وہی بد بخت داخل ہوگا) لایصلی سے یہاں ہمیشہ رہنے کیلئے داخل ہونا مراد ہے۔

۱۶: الَّذِي كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ (جس نے جھٹلایا اور روگردانی کی) اس سے مراد کافر ہے جس نے رسول کی تکذیب کی اور ایمان سے اعراض کیا۔

۱۷: وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَىٰ (اور اس سے ایسا شخص دور رکھا جائے گا) جو بڑا پرہیزگار ہے یعنی جس سے دور رکھا جائے گا۔ الْأَتْقَىٰ مؤمن۔

۱۸: الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّىٰ (جو اپنا مال اس غرض سے دیتا ہے کہ پاک ہو جائے) مال فقراء پر خرچ کرتا ہے۔ یتزکی یہ الزکاة سے ہے وہ اس بات کا طالب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کے لئے پاکیزگی کا ذریعہ بن جائے وہ مال کو خرچ کرنے سے ریاء و شہرت جیسی چیزوں کا خواہاں نہیں۔ نمبر ۲۔ وہ زکوٰۃ ادا کرتا ہے۔

تَجْوَىٰ: اگر بیوٹی سے بدل بنائیں تو یتزکی کا کوئی محل اعراب نہیں کیونکہ یہ اس صورت میں صلہ کے تحت داخل ہوگا اور صلوات کا کوئی محل اعراب نہیں ہوتا۔ نمبر ۲۔ اگر بیوٹی کی ضمیر سے حال بنایا جائے تو پھر یہ محلاً منصوب ہے۔

قول ابو عبیدہ:

الاشقی یہ شقی کے معنی میں ہے۔ اور وہ کافر ہے۔ اور الاتقی بمعنی اتقی ہے اور وہ مؤمن ہے۔ کیونکہ جہنم میں داخلے کے ساتھ مخصوص ہے اشقی الاشیاء۔ نجات کیلئے اتقی الاشیاء خاص نہیں۔ اگر تمہارے خیال میں نار کو نکرہ لا کر مخصوص نار کا ارادہ کیا گیا۔ جو الاشیء کے ساتھ مخصوص ہے۔ تو پھر اس ارشاد کا کیا مطلب ہوگا۔ وسیجنبھا الاتقی کیونکہ متقی بھی اس مخصوص آگ سے بچا لیا جائے گا الاتقی کا بچنا خاص نہیں۔ پس اتقی سے متقی مراد ہوگا۔ فافہم۔

ایک قول یہ ہے:

کہ آیت مشرکین میں سے بڑے مشرکوں اور مؤمنوں میں سے بڑے مؤمنوں کے درمیان موازنہ کر رہی ہے۔ اس لئے دونوں کی صفات میں مبالغہ کے صیغے لائے گئے اس لئے اشقی فرما کر اس کو آگ میں داخلے کے ساتھ مختص کر دیا۔ گویا خالص آگ اسی کیلئے بنی ہے۔ اور دوسری طرف الاتقی فرمایا اور نجات کو اس کے ساتھ مختص کر دیا۔ گویا جنت اسی کیلئے بنی ہے۔

ایک اور قول:

الاشقی ابو جہل اور الاتقی ابو بکر رضی اللہ عنہ۔

ایک استدلال:

اس آیت سے مراد ہے کہ اس خیال کی تردید ہو رہی ہے کہ آگ میں صرف کافر داخل ہونگے۔

۱۹: وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزَىٰ (اور اس کے ذمہ کسی کا احسان نہ تھا۔ کہ اس کا بدلہ اتارتا ہو)

۲۰: إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَىٰ (مگر سوائے اپنے عالی شان پروردگار کی رضا جوئی کے) ای ملاحظہ عند اللہ نعمة یجازیہ بها الا ان یفعل فعلاً یتغی بہ وجہ ربہ فیجازی علیہ۔ یعنی کسی کا اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی احسان نہیں کہ جس کا وہ بدلہ دیتا ہو مگر وہ چاہتا ہے کہ یہ بندہ ایسا فعل کرے جس سے وہ رب کی رضا مندی پالے۔ الاعلیٰ: بلند۔ وہ اپنی سلطنت کے اعتبار سے بلند و بالا ہے۔ اپنی برہان و شان میں منزہ ہے۔ اس سے مکان کی بلندی مراد نہیں کیونکہ وہ تو حدوث کی علامت ہے۔ اور اس کی ذات قدیم ہے۔

۲۱: وَلَسَوْفَ يَرْضَىٰ (یہ شخص عنقریب خوش ہو جائے گا) اس میں اس ثواب کا وعدہ کیا گیا ہے جو اس کو راضی اور اس کی آنکھوں کو ٹھنڈک بخشنے گا اور یہ اس ارشاد الہی کی طرح ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کو فرمایا۔ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ [الضحیٰ: ۵]

تمت سورة الیل قبل الیل یوم الجمعة بعد العصر ۱۹ ربیع الآخر ۱۴۲۴ھ

سُوْرَةُ الضُّحٰی مَكِّيَّةٌ وَهِيَ اِحْدَى عَشْرَةَ اَيَّاتًا

سورہ ضحیٰ مکہ میں نازل ہوئی اس میں گیارہ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالضُّحٰی ۱ وَاللَّیْلُ اِذَا سَجٰی ۲ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی ۳ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ

قسم ہے دن کی روشنی کی اور رات کی جب کہ وہ قرار پکڑے آپ کے پروردگار نے نہ آپ کو چھوڑا اور نہ دشمنی کی اور آخرت آپ کے لئے

لَكَ مِنَ الْاَوْلٰی ۴ وَّلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی ۵ اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا

دنیا سے بدرجہا بہتر ہے اور عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو دے گا سو آپ خوش ہو جائیں گے کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو یتیم نہیں پایا

فَاوٰی ۶ وَّوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰی ۷ وَّوَجَدَكَ عَائِلًا فَاغْنٰی ۸ فَاَمَّا الْیَتِیْمَ

پھر نحمنا دیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے خبر پایا سو راستہ بتلایا اور اللہ نے آپ کو نانا دار پایا سو مالدار بنا دیا تو آپ یتیم پر

فَلَا تَقْهَرُ ۹ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرُ ۱۰ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۱۱

تو نہ تہمت دے اور سائل کو مت جھڑکے اور اپنے رب کے انعامات کا تذکرہ کرتے رہا کیجئے۔

۱: وَالضُّحٰی (اور قسم ہے دن کی روشنی کی) اس سے مراد چاشت کا وقت ہے اور وہ دن کا ابتدائی حصہ ہے۔ جبکہ سورج خوب بلند ہو۔

وجہ تخصیص:

چاشت کے وقت کو قسم کیلئے خاص اس لئے فرمایا کیونکہ یہ وہ گھڑی ہے جس میں موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا اور اسی میں جادوگر سجدہ ریز کئے گئے۔ نمبر ۲۔ چاشت بول کر تمام دن مراد ہے۔ کیونکہ مقابلہ میں وَاللَّیْلُ اِذَا سَجٰی ہے۔

۳: وَاللَّیْلُ اِذَا سَجٰی (اور رات کی جبکہ وہ قرار پکڑنے) جچی سکس بٹھہرنا، قرار پکڑنا، مراد لوگوں اور آوازوں کا سکون پکڑنا ہے۔

نہ چھوڑا نہ ناراض ہوا:

۳: مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی (اور آپ کے پروردگار نے نہ آپ کو چھوڑا اور نہ دشمنی کی) قلی یعنی آپ کو جب سے چنا آپ کو چھوڑا نہیں اور جب سے محبوب بنایا آپ سے ناراض نہیں ہوا۔ التودیع الودع کا مبالغہ ہے۔ کیونکہ جو آدمی جدائی اختیار کر کے

چھوڑتا ہے وہ چھوڑنے میں انہماک کرنے والا ہوتا ہے۔

روایت میں ہے کچھ دنوں تک وحی آپ ﷺ پر نہ اتری۔ تو مشرکین کہنے لگے۔ محمد ﷺ کو اس کے رب نے چھوڑ دیا۔ اور اس سے ناراض ہو گیا پس یہ آیت اتری۔ (ابن مردودہ بحوالہ کشاف ۷۶۶/۳)

قلی کے ساتھ ضمیر کو حذف کر دیا۔ جیسا کہ الذاکرات سے ضمیر کو اس آیت میں حذف کر دیا۔ والذاکرین اللہ کثیراً والذاکرات [۱۱۳: ۳۵] مراد الذاکرات اور سکی مثل فاوی فہدی اور فاغنی ہیں۔ یہ اختصار لفظی ہے تاکہ محذوف ظاہر ہو۔

۴: وَللْآخِرَةِ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُولٰٓئِی (اور آخرت آپ کے لئے دنیا سے بدرجہا بہتر ہے) یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے آخرت میں جو مقام محمود تیار کر رکھا ہے اور حوض کوثر اور وہ بھلائی جس کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ کر رکھا ہے وہ اس سے بہت بہتر ہے جو آپ کو دنیا میں پسند ہے۔

ایک قول یہ ہے:

ما قبل سے اس کا ربط یہ ہے کہ چھوڑنے اور ناراض ہونے کی نفی کے ضمن میں وحی کے ذریعہ آپ سے تعلق جوڑنے والا ہے۔ اور آپ حبیب اللہ ہیں۔ اور آپ خیال فرماتے ہیں کہ یہ سب سے بڑی عظمت ہے۔ اس آیت میں خبر دی کہ آپ کا حال آخرت میں اس سے بڑھ کر ہے۔ آپ ﷺ کو انبیاء علیہم السلام سے آگے بڑھایا جائے گا۔ اور آپ کی امت کو تمام امتوں پر شہادت اور پھر اپنی امت پر آپ کو شہید بنایا جائے گا وغیر ذلک۔

۵: وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ (اور عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو دے گا) آخرت کا ثواب اور مقام شفاعت وغیرہ ذلك فترضی (پس آپ خوش ہو جائیں گے) جب یہ آیت نازل ہوئی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا میں اس وقت بالکل راضی نہ ہوں گا۔ جب تک کہ میری امت کا ایک آدمی بھی ناراض ہوگا۔ [رواہ الخطیب فی تخیص المتشابہ]

نحو: سوف پر داخل ہونے والا لام ابتدائیہ ہے جو مضمون جملہ کی تاکید کیلئے لایا گیا ہے۔ مبتدأ محذوف ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے: ولانت سوف يعطيك اور لا اقسام کو جنہوں نے لا قسم پڑھا ہے۔ اس کے لام کو بھی ابتدائیہ قرار دیا ہے۔ کیونکہ اس کا معنی لانا اقسام اور اس طرح ماننے کی ضرورت اس لئے ہوئی کہ جب لام قسمیہ ہو تو اس کا لام مضارع پر نون تاکید کے ساتھ داخل ہوتا ہے۔ پس نتیجتاً یہ بات متعین ہو گئی کہ یہ لام ابتدائیہ ہے۔ اور یہ لام ابتدائیہ مبتدأ اور خبر پر بھی داخل ہوتا ہے۔ پس مبتدأ و خبر کو مقدر ماننا ضروری ہے۔ جیسا ہم ذکر کر چکے۔ صاحب کشاف نے اسی طرح بیان کیا ہے۔

صاحب کشف کا قول:

یہ لام قسم ہے اور یہاں نون تاکید کی چنداں حاجت نہیں۔ کیونکہ نون تاکید تو اس لئے لاتے ہیں۔ تاکہ یہ ظاہر کیا جائے کہ یہ لام قسم ہے لام ابتدائیہ نہیں۔ اور یہ بات جانی پہچانی ہے کہ یہ ابتداء کیلئے نہیں کیونکہ سوف پر داخل ہو رہا ہے۔ اور لام ابتدائیہ سوف

پر نہیں آسکتا۔ انہوں نے یہ بھی ذکر کیا کہ یہاں تاکید و تاخیر کے دونوں حروف جمع کر کے ظاہر کر دیا۔ کہ عطاء ہر صورت میں ہوگی یہ ناممکن ہے۔ کہ عطاء نہ ہو خواہ تاخیر سے ہو۔

یتیمی میں سہارا:

۶: پھر آپ پر کیے جانے والے احسانات کو اولین حالت سے شمار کیا۔ تاکہ آئندہ گزشتہ پر قیاس کر لیا جائے اور زیادت خیر اور حسنی کے سوا اور کسی بات کی توقع نہ ہو۔ اور دل بھی تنگ نہ ہو۔ اور صبر میں کمی نہ آئے۔ پس فرمایا: اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاَوٰى (کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو یتیم نہیں پایا پھر ٹھکانہ دیا) يَجِدْكَ اس وجود سے بنا ہے جو العلم کے معنی میں آتا ہے۔ اور دونوں منصوب مفعول ہیں۔ معنی یہ ہے کیا آپ اس وقت یتیم نہ تھے جب آپ کے والدین فوت ہو گئے۔ فَاَوٰى (پھر ٹھکانہ دیا) پس اس نے (پہلے دادا) پھر آپ کے چچا ابوطالب کے ہاں ٹھکانہ دیا) اس کے ساتھ ملا دیا یہاں تک اس نے آپ کی کفالت کی اور پالا۔
۷: وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰى (اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے خبر پایا پس رستہ بتلایا) آپ کو معالم نبوت کی خبر نہ تھی۔ اور احکام شریعت نہ جانتے تھے۔ اور یہ کہ فرمانبرداری کا کیا طریقہ ہے۔

طریقہ فرمانبرداری سکھایا:

فہدی: پس اس نے احکامات سکھادیئے اور قرآن کا علم دے دیا۔

ایک قول:

جب ابوطالب کے ساتھ شام کا سفر کیا تو راستہ میں آپ راستہ بھول گئے آپ کو قافلہ کی طرف واپس کر دیا۔

تنبیہ:

اس سے عدول عن الحق کا مفہوم لینا جائز نہیں اور گمراہی میں پڑنا مراد لینا درست نہیں۔ آپ ﷺ ابتدائی حالت سے نزول وحی تک عبادت اوٹان سے معصوم تھے۔ اسی طرح اہل فسق و گناہ کی گندگیوں سے محفوظ و مامون تھے۔
۸: وَوَجَدَكَ عَانِیًا فَاَغْنٰى (اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو نادار پایا پس مالدار بنا دیا) عائل: نادار فَاَغْنٰى خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مال سے غنی کر دیا۔ نمبر ۲۔ غنائم کے مال سے غنی کر دیا۔

۹: فَاَمَّا الْیَتِيْمَ فَلَا تُقَهِّرْ (تو آپ یتیم پر سختی نہ کیجئے) اس کی کمزوری کی وجہ سے اس کے حق اور مال پر غالب مت آؤ۔
۱۰: وَاَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ (اور سائل کو مت جھڑکیے) نہ ڈانٹیں پس تھوڑا خرچ کر دیں یا اچھے انداز سے واپس لوٹا دیں۔

بقول سدی:

مراد اس سے طالب علم ہے کہ جب وہ آپ کے پاس آجائے تو مت جھڑکیں۔

۱۱: وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (اور اپنے رب کے انعامات کا تذکرہ کرتے رہا کریں) اس نبوت والے انعام کو بیان کریں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دے دیا اور یہ نعمتوں میں عظیم ترین نعمت ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں کو شامل ہے اس کے ماتحت قرآن مجید کی تعلیم اور احکامات کی تعلیم بھی شامل ہے۔

تمت سورة الضحیٰ بحمدہ

سُورَةُ الْمُنَشِّحِ فَكَيْتَوَهِي ثِيَابِي آيَات

سورة الانشراح کے معنی میں نازیبہاں اس میں آٹھ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

الْمُنَشِّحُ لَكَ صَدْرَكَ ۱ وَوَضَعْنَا عَنكَ وِزْرَكَ ۲ الَّذِي أَنْقَضَ

کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ کشادہ نہیں کر دیا اور ہم نے آپ پر سے آپ کا وہ بوجھ اتار دیا جس نے آپ کی کمر توڑ

ظَهْرَكَ ۳ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۴ فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۵ إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۶

رکھی تھی اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا ذکر بلند کیا سو بیشک موجودہ مشکلات کے ساتھ آسانی ہے بیشک موجودہ مشکلات کے ساتھ آسانی ہے

فَإِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ ۷ وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ ۸

سو آپ جب فارغ ہو جایا کریں تو محنت کیا کیجئے اور اپنے رب ہی کی طرف توجہ رکھیئے۔

علوم و حکم کے لئے سینے کی وسعت:

۱: اَلْمُنَشِّحُ لَكَ صَدْرَكَ (کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ کشادہ نہیں کر دیا) یہ استفہام انکاری ہے۔ انکار ثبوت کو ظاہر کرتا ہے۔ گویا اس طرح فرمایا۔ شرحنا لك صدرك ہم نے آپ کا سینہ کھول دیا۔ اسی وجہ سے وضعنا کو معنی کا لحاظ کرتے ہوئے اسپر عطف کیا۔ یعنی ہم نے سینے کو علوم و حکم کیلئے وسیع کر دیا۔ یہاں تک اس میں نبوت کی فکر اور ثقلین کی دعوت کی گنجائش پیدا ہوگئی ہم نے اس تنگی اور حرج کو زائل کر دیا۔ جو علمی و جہل کے ساتھ ہوتا ہے۔

قول حسن رحمہ اللہ:

حکمت و علم سے بھر دیا۔

۲: وَوَضَعْنَا عَنكَ وِزْرَكَ (اور ہم نے آپ پر سے آپ کا وہ بوجھ اتار دیا) نبوت کی ذمہ داری میں تخفیف کر دی اور بجا آوری میں سہولت دے دی۔ ایک قول یہ ہے کہ بوجھ وہ لغزش ہے جس کو ہم معین طور پر نہیں جانتے۔ وہ افضل کو ترک کر کے فاضل کو انجام دینا ہے۔ اور انبیاء علیہم السلام کو اس قسم کی باتوں پر عقاب کیا جاتا ہے۔ اور وضع سے مراد اس کا معاف و درگزر کرنا۔ الوزر بھاری بوجھ۔

۳: الَّذِي أَنْقَضَ ظَهْرَكَ (جس نے آپ کی کمر توڑ رکھی تھی) اس کو بوجھیل کر دیا یہاں تک کہ اس کے بوجھ سے تمہاری پشت میں

آواز پیدا ہوگی۔ انتقاص پالان کی چہ چہاٹ کی آواز۔

۴: وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا آواز بلند کیا) آپ کے ذکر کو اس قدر بلند کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر کے ساتھ شہادت میں آپ کے ذکر کو ملا دیا۔ اسی طرح اذان، اقامت، خطبات اور شہد اور قرآن کے بہت سے مقامات میں جیسے: اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول [المائدہ: ۹۲] ومن يطع الله ورسوله [النساء: ۱۳] واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ [التوبہ: ۶۲] اور اسی طرح نام کی نسبت اپنی طرف فرمائی رسول اللہ، نبی اللہ، اور آپ کا تذکرہ کچھلی کتابوں میں کر دیا۔ وغیرہ ذلک۔

لک کا فائدہ:

وہ ہے جو طریقہ ابہام اور ایضاح میں جانا گیا ہے۔ کیونکہ الم نشرح لک سے یہ واضح سمجھا جاتا ہے۔ پھر صدر ک کہہ کر اس کی وضاحت کی جو کہ پہلے مبہم طور پر معلوم ہوا اور اسی طرح لک ذکرک و عنک و زرک بھی۔ گویا کہیں ابہام اور کہیں ایضاح فرمائی۔

۵: فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا (پس بیشک موجود مشکلات کے ساتھ آسانی ہے۔)

۶: إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا (بیشک موجودہ مشکلات کے ساتھ آسانی ہے) یعنی اس سختی کے باوجود جو مشرکین کی طرف سے آپ برداشت کر رہے ہیں۔ یُسْرًا آسانی ہے میری اس پشت پناہی کی وجہ سے جو آپ ہی کو میسر ہے یہاں تک کہ آپ ان پر غالب آجائیں گے۔

ایک قول یہ ہے:

مشرکین رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کو فقر کا طعنہ دیتے یہاں تک کہ آپ کے وہم میں یہ بات سبقت کر گئی کہ ان کو اہل اسلام کے فقر کی وجہ سے اسلام سے نفرت ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ پر کیے جانے والے عظیم انعامات کو یاد دلایا۔ پھر فرمایا: ان مع العسر یسراً گویا فرمایا ہم نے آپ پر جو انعامات کیے سو کیے پس فضل الہی سے آپ ہرگز مایوس نہ ہوں۔ اس لئے کہ وہ تنگی جس میں تم اس وقت ہو اسکے ساتھ آسانی ہے۔ اور مع کاللفظ استعمال فرمایا۔ تاکہ اسکے قریب تر ہونے کو بتلایا دیا جائے اور مزید تسلی کا باعث ہو اور دلوں میں پختگی پیدا ہو۔ آپ ﷺ نے اس کے نزول کے موقع پر فرمایا: لن یغلب عسر یسرین اردو۔ الحاکم: ۲، ۲۸۱) (ایک تنگی دو آسانیوں پر ہرگز غالب نہیں آئے گی) کیونکہ آیت میں العسر کو معرفہ لایا گیا پس یہ ایک ہی چیز ہوئی۔ قاعدہ یہ ہے کہ جب معرفہ کو دو بارہ لوٹا دیا جائے تو دوسرا معرفہ اول معرفہ کا عین ہوتا ہے یعنی دونوں ایک ہی چیز ہوتے ہیں۔ اور اسکے برخلاف الیسر کو نکرہ لا کر لوٹایا گیا۔ اور قانوناً نکرہ کا اعادہ ہو تو دوسرا نکرہ اول سے الگ اور غیر ہوتا ہے۔ حاصل معنی یہ ہوا بیشک ایک تنگی کے ساتھ دو آسانیاں ہیں۔

قول ابو معاذ:

عرب کہتے ہیں نمبراً۔ ان مع الامیر غلاماً ان مع الامیر غلاماً پس امیر تو ایک ہی ہوتا ہے اور غلام دو مراد ہوتے ہیں۔ اور جب یہ کہیں ان مع الامیر الغلام۔ ان مع الامیر الغلام تو امیر ایک اور غلام بھی ایک مراد ہوتا ہے۔ نمبر ۳۔ اور جب کہتے ہیں: ان مع امیر غلاماً ان مع امیر غلاماً تو امیر بھی دو اور غلام بھی دو سمجھے جاتے ہیں۔

(کذا فی شرح التاویلات)

۷: فَإِذَا فَرَعْتَ فَأَنْصِبْ (تو آپ جب فارغ ہو جایا کریں تو محنت کیا کیجئے) یعنی جب تم مخلوق کو دعوت الی اللہ دے کر فارغ ہو جاؤ۔ تو اپنے رب کی عبادت میں خوب کوشش کرو۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

جب تم اپنی نماز سے فارغ ہو جاؤ۔ تو دعا میں خوب کوشش کرو۔ اور اس میں اختلاف ہے کہ یہ سلام سے قبل یا سلام کے بعد دعا کا حکم ہے۔

رابط ما قبل:

ما قبل سے اس کا تعلق اس طرح ہے۔ جبکہ آپ پر گزشتہ انعامات کا شمار کیا۔ اور آئندہ کا وعدہ فرمایا تو شکر پر آمادہ کیا اور عبادت میں خوب محنت کی طرف متوجہ کیا۔ انصب محنت کرنا اس طرح ہے۔ کہ ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر کی جائے۔ اور اپنے اوقات میں سے کوئی وقت بھی اس سے خالی نہ چھوڑا جائے۔ پس جب ایک عبادت سے فارغ ہو تو اس کے ساتھ دوسری کو ملائے۔

۸: وَ إِلَى رَبِّكَ فَارْغَبْ (اور اپنے رب ہی کی طرف توجہ رکھیے) خصوصاً اپنی رغبت و میلان کو اسی ہی کی طرف لگا لو۔ اور اسی ہی کا فضل مانگو اور اسی ہی پر توکل کرو۔

تمت سورة الانشراح بعونه

سُوْرَةُ التِّينِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثِنْتَانِ آيَاتٍ

سورة تین مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں آٹھ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

والتِّينِ وَالزَّيْتُونِ ۱ وَطُورِ سَيْنِينَ ۲ وَهَذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ ۳ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ

قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی ۱ اور طور سینین کی ۲ اور اس امن والے شہر کی ۳ ہم نے انسان کو سب سے اچھے

فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ۴ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ ۵ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

سائچہ میں پیدا کیا ہے ۴ پھر ہم اسے اسفل السفلیین کی طرف لوٹا دیتے ہیں سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور اچھے

الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ۶ فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدَ بِالذِّينِ ۷ أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمِ

کام کے۔ سوان کے لئے ثواب ہے جو بھی منقطع نہ ہوگا ۶ پھر کون سی چیز تجھ کو قیامت کے بارے میں منکر بنا رہی ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ سب کاموں سے

الْحَكِيمِ ۸

بڑھ کر حکم نہیں ہے۔

۱: وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ (اور قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی) ان کی قسم اس لئے اٹھائی کیونکہ پھل دار درختوں میں دونوں عجیب درخت ہیں۔

جنت کا پھل:

روایت میں ہے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ایک تھال انجیر کا لایا گیا۔ آپ نے اس میں سے کچھ تناول فرمایا اور اپنے صحابہ سے فرمایا تم کھاؤ! اگر میں کہوں! کہ کوئی پھل جنت سے آیا ہے۔ تو میں کہوں گا کہ یہ ہے کیونکہ جنت کے پھل بغیر گھنٹی ہیں۔ اس کو کھایا کرو۔ بلاشبہ یہ بوا سیر کو ختم کرتا ہے اور نقرس کیلئے فائدہ مند ہے۔ (رواہ ابو نعیم بسند مجہول فی الطب ص: ۸۴) اور دوسرے ارشاد میں فرمایا بہترین مسواک زیتون ہے۔ یہ مبارک درخت سے ہے۔ منہ کو صاف ستھرا کرتی ہے۔ اور ہمک کو دور کرتی ہے (رواہ الطبرانی فی الاوسط۔ مجمع الزوائد ۲/۱۰۰) ایک ارشاد ہے کہ یہ میرا مسواک ہے۔ یعنی میں اسے پسند کرتا ہوں اور مجھ سے پہلے انبیاء علیہم السلام کا مسواک ہے۔ (یہ سابقہ روایت مجمع کا حصہ ہے)

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

اس سے مراد تمہارا یہی انجیر اور تمہارا زیتون ہے۔ ایک اور قول یہ ہے: کہ شام کے دو پہاڑ ہیں جن پر یہ درخت اگتے ہیں۔

۲: وَطُورٍ بَيْتَيْنِ (اور طور سینین کی) طور کی اضافت سینین کی طرف کی۔ طور پہاڑ اور سینین وادی ہے۔ یہ سینون، بیرون کی طرح واؤ اور یاء کے ساتھ اعراب پاتا ہے یاء کو برقرار رکھتے ہوئے نون کو تینوں حرکات دیتے ہیں۔

۳: وَهَذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ (اور اس امن والے شہر کی) البلد سے مکہ مکرمہ مراد ہے۔ الامین یہ لیا گیا ہے امن الرجل امانة فہو امین۔ امن والا۔ اس کی امانت یہ ہے کہ داخل ہونے والے کی حفاظت کرتا ہے۔ جیسا امین امانت کی حفاظت کرتا ہے۔

فائدہ قسم:

ان اشیاء کی قسم اس لئے کھائی تاکہ مبارک مقامات کے شرف کو ظاہر کیا جائے اور جو خیر و برکت اس میں انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کے وجود سے ہوتی ہے۔

انجیر وزیتون کے اُگنے کا مقام ابراہیم علیہ السلام کا وطن ہجرت ہے۔ اور مسیح علیہ السلام کا مولد و مسکن اور مقام پرورش ہے۔ الطور وہ مقام جہاں موسیٰ علیہ السلام پر وحی اتری۔ مکہ وہ مقام جہاں اللہ تعالیٰ کا وہ گھر ہے جو ہدیٰ للعالمین ہے اور ہمارے پیغمبر ﷺ کا مولد و منشا و مبعث ہے۔ نمبر ۲۔ پہلی دو قسمیں اس لئے اٹھائی گئیں کہ پہلے دو مقام تو عیسیٰ علیہ السلام پر وحی اترنے کے مقام ہیں۔ اور تیسرا موسیٰ کلیم اللہ پر وحی نازل ہونے کی جگہ۔ اور چوتھا محمد ﷺ پر وحی نازل ہونے کی جگہ ہے۔

خوبصورت سانچہ:

۴: لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ (ہم نے انسان کو بہت خوبصورت سانچہ میں ڈھالا ہے) خَجْو: یہ جواب قسم ہے۔ الانسان سے جنس انسان مراد ہے۔ أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ اس کی شکل و صورت کو انتہائی معتدل بنایا اور اس کے اعضاء نہایت مناسب بنائے۔

۵: ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ (پھر ہم اس کو پستی کی حالت والوں سے بھی بہت نیچے کر دیتے ہیں) یعنی پھر اس کے معاملے کا انجام جبکہ اس نے اللہ تعالیٰ کی اس نعمت عظیمہ کا شکر یہ ادا نہیں کیا جو نعمت اللہ تعالیٰ نے شاندار خلقت اور درست اعضاء کی صورت میں دی تھی تو ہم نے اس کو سب نیچوں سے نیچے کر دیا۔ وہ پست جو خلقت و ترکیب میں اس سے نیچے ہیں وہ جہنمی لوگ ہیں۔ نمبر ۲۔ اہل جہنم میں جو سب سے نیچے درجات والے ہیں ان میں شامل کر دیا۔

نمبر ۳۔ اس درست قامت اور حسن صورت کے بعد اس کو حسن صورت و شکل میں سب سے کم کی طرف لوٹا دیا۔ یہاں تک کہ کمر کو جھکا کر کبڑا کر دیا۔ بالوں کی سیاہی کو سفیدی سے بدل ڈالا۔ جلد کو تروتازگی کے بعد خشک کر دیا۔ آنکھوں اور کانوں کو بوجھل بنا دیا۔

دیا۔ ہر چیز بدل دی۔ اب اس کی چال چھوٹے چھوٹے قدموں سے ہے اس کی آواز میں طنطنے کی بجائے ہلکا پن ہے۔ اور بد پر کی بجائے سھیانہ ہے۔

۶: اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرٌ مَّمْنُوْنَ (لیکن جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کے لئے اس قدر ثواب ہے۔ جو کبھی منقطع نہ ہوگا) یہاں فلہم میں فاء کو داخل فرمایا۔ سورۃ انشقاق میں فاء کے بغیر لائے۔ تاکہ دونوں لغتوں کو جمع کر دیا جائے۔ پہلی صورت میں استثناء متصل ہے اور دوسری صورت میں منقطع ہے یعنی لیکن وہ لوگ جو صالح ایمان والے بوڑھے ہیں ان کا ثواب منقطع ہونے والا نہیں۔ اس لئے کہ انہوں نے جوانی میں طاعات کی ہیں۔ اور بڑھاپے میں وہ بڑھاپے کے ابتداء پر صابر و شاکر ہیں۔ اور مشقتیں اٹھا رہے ہیں اور فریضہ عبودیت پر قائم و دائم ہیں۔

۷: فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالذِّیْنِ (پھر کون سی چیز تم کو قیامت کے بارہ میں منکر بنا رہی ہے) اس میں خطاب انسان کو بطریق التفات فرمایا گیا ہے۔

تکذیب قیامت کی کیا وجہ؟

یعنی اس قطعی بیان کے بعد تمہاری تکذیب قیامت کا سبب کیا ہے۔ اور جزاء پر روشن دلیل آچکی پھر یہ تکذیب کیوں؟ معنی یہ ہے۔ بلاشبہ انسان کی خلقت نطفہ سے کی گئی پھر درست کر کے انسان بنا دیا گیا اور تدریجی طور پر اس کو بڑھاتے رہے۔ یہاں تک کہ مکمل و درست حد تک پہنچ گیا۔ پھر اس کو گھٹایا یہاں تک کہ ارذل عمر میں داخل ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت پر اس سے واضح دلیل اور کیا ہوگی جو ان تمام مراحل سے تخلیق انسانی کو گزار کر تکمیل تک پہنچا سکتا ہے۔ اس پر اعادہ کیا مشکل۔ پھر اے انسان تو جزاء کی کیونکر تکذیب کرتا ہے یا ہمارے رسول ﷺ کی تکذیب کیوں کرتا ہے کون تمہیں ایسی واضح دلیل کے بعد جھوٹ بولنے پر آمادہ کرتا ہے۔

مَنْحُوْرٌ: ما یہاں مَنْ کے معنی میں ہے۔

۸: اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ (کیا اللہ تعالیٰ سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم نہیں ہیں) اس میں کفار کو وعید سنائی گئی۔ وہ ان کے متعلق فیصلہ فرمائے گا جس کے یہ حقدار ہیں۔ الحاکمین یہ الحکم سے لیا گیا جس کا معنی فیصلہ کرنا ہے۔

الحمد للہ سورۃ التین مکمل ہوئی

سُوْرَةُ الْعَلَقِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ تِسْعٌ عَشْرَةَ آيَةً

سورة العلق مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں انیس آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۝۱ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝۲ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ

اے پیغمبر آپ اپنے رب کا نام لے کر پڑھا کیجئے جس نے پیدا کیا اس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا آپ قرآن پڑھا کیجئے اور آپ کا رب

الْاَكْرَمُ ۝۳ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝۴ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝۵

بڑا کریم ہے جس نے قلم سے تعلیم دی انسان کو ان چیزوں کی تعلیم دی جن کو وہ نہیں جانتا۔

كَلَّا اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهِۦٓ اَلْاَكْفَرُ ۝۶ اَنْ رَّاهُ اسْتَعْجِنُ ۝۷ اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرَّجْعُ ۝۸ اَرَاَيْتَ

یہ واقعی بات ہے کہ بلاشبہ انسان سرکشی کرتا ہے اس وجہ سے کہ اپنے کو مستعجلی سمجھتا ہے اے مخاطب بے شک تیرے رب کی طرف لوٹنا ہے اے مخاطب تو

الَّذِي يَنْهٰى ۝۹ عَبْدًا اِذَا صَلَّى ۝۱۰ اَرَاَيْتَ اِنْ كَانَ عَلٰى الْهُدٰى ۝۱۱ اَوْ اَمَرَ بِالْتَّقٰوٰى ۝۱۲

اس شخص کا حال بتاؤ جو بندہ کو روکتا ہے جب وہ نماز پڑھتا ہے اے مخاطب یہ بتاؤ کہ اگر وہ بندہ ہدایت پر ہو یا وہ تقوے کا حکم کرتا ہو

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ (اے پیغمبر آپ قرآن اپنے رب کا نام لے کر پڑھا کیجئے)

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما ومجاہد رحمہ اللہ:

یہ اترنے والی سب سے پہلی سورت ہے۔

قول جمہور رحمہم اللہ:

سب سے پہلی مکمل سورت فاتحہ اترتی پھر سورۃ القلم۔

بِسْمِ رَبِّكَ یہ حال ہونے کی وجہ سے محلاً منصوب ہے۔ اے اقرأ مفتحا باسم ربك پڑھا اس حال میں کہ تم اپنے رب کے نام سے شروع کرنے والے ہو۔ باسم اللہ کہو پھر پڑھو۔ الذی خلق۔ خلق کا مفعول ذکر نہیں کیا گیا کیونکہ معنی یہ ہے: الذی حصل منه الخلق۔ وہ ذات جس سے تخلیق حاصل ہوئی اور اس کو چنانہ اس کے سوا کوئی خالق نہیں۔ نمبر ۲۔ اس کی تقدیر کلام یہ ہے: خلق کل شئی۔ وہ جس نے تمام اشیاء کو پیدا کیا اس صورت میں ہر مخلوق کو شامل ہوگا کیونکہ وہ مطلق ہے اور بعض مخلوقات اس

کے اندازے میں دوسری سے اولیٰ نہیں۔

تخلیق انسانی:

۲: خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ (اور جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا) اس میں تخلیق کیلئے انسان کی تخصیص اس کے شرف کی وجہ سے ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ قرآن بھی انسان ہی کی طرف اتارا گیا ہے۔ اور یہ بھی درست ہے کہ الذی خلق الانسان مراد لیس۔ البتہ یہ کہنا پڑے گا کہ اولاً تو مبہم طور پر ذکر کیا۔ پھر تفسیر کے ساتھ تذکرہ اس کی عظمت تخلیق کو ظاہر کرنے کیلئے اور عجائبات فطرت بتلانے کیلئے کیا مِنْ عَلَقٍ یہاں جمع لائے۔ اس طرح نہیں فرمایا۔ مِنْ عَلَقَةٍ کیونکہ انسان معنی کے اعتبار سے جمع ہے۔

۳: اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ (آپ قرآن پڑھا کیجئے اور آپ کا رب بڑا کریم ہے) ایسا کریم کہ ہر کریم سے بڑھ کر کرم میں اس کو کمال حاصل ہے۔ وہ اپنے بندوں پر انعامات برساتا ہے۔ ناشکری و انکار نعمت کے باوجود ان پر سزا اتارنے میں جلد بازی نہیں کرتا۔ گویا ایسا محسوس ہوتا ہے کہ سب سے بڑی کرم نوازی یہی ہے کہ وہ علمی فائدہ پہنچائے۔ اسی لئے فرمایا

۴: الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ (وہ جس نے قلم سے تعلیم دی) جس ذات نے لکھنا سکھایا۔

۵: عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ (انسان کو ان چیزوں کی تعلیم دی جن کو وہ نہ جانتا تھا) اپنے کمال کرم سے یہ راہنمائی فرمادی کہ اس نے اپنے بندوں کو وہ کچھ سکھلا دیا۔ جو وہ نہ جانتے تھے۔

کتابت کے فائدے:

اور ان کو نور علم کی طرف جہالت کے اندھیروں سے نکال دیا۔ اس نے علم کتابت کی فضیلت پر خبردار فرمایا۔ اس لئے کہ اس میں بے شمار فوائد ہیں۔ کتابت سے پہلے علوم مدون ہوئے حکمتیں اور عبرتیں لکھی گئی۔ پہلے لوگوں کی خبریں جیٹ تحریر میں لائیں گئیں۔ کتب منزلہ بھی کتابت سے لوگوں کے ہاتھوں میں آئیں۔ اگر کتابت نہ ہوتی تو دنیا و دین کے کام ادھورے رہ جاتے۔ اللہ تعالیٰ کی دقیق حکمتوں پر اگر اور کوئی دلیل نہ بھی ہوتی تو یہی کافی تھی۔

۶: كَلَّا إِنَّ الْإِنْسَانَ لِكَفٍ (سچ مچ بے شک آدمی حد سے نکل جاتا ہے) اس میں ان کو ڈانٹ پلائی گئی۔ جو سرکشی کے باعث ان کی نعمتوں کی ناشکری اختیار کرے۔ اگرچہ تذکرہ نہیں کیونکہ کلام کی دلالت اس پر واضح ہے۔ ان انسان سے آخر دور تک ابو جہل کے متعلق اتری۔

۷: اَنْ رَّاهُ اسْتَغْنَى (اس وجہ سے کہ اپنے کو مستغنی دیکھتا ہے) اے ان راہی نفسہ یہ کہ وہ اپنے نفس کو دیکھتا ہے۔

ایک قاعدہ:

افعال قلوب میں کہتے ہیں۔ رايتنی و علمتني۔ یہاں معنی رویت کا علم ہی ہوتا ہے اگر یہ ابصار کے معنی میں ہو تو پھر اس

أَرَعَيْتَ إِنْ كَذَّبَ وَتَوَلَّى ۗ ۝۱۳ أَلَمْ يَعْلَم بِأَنَّ اللَّهَ يَرَى ۗ ۝۱۴ كَلَّا لَئِنْ لَمْ يَنْتَهِ ۗ

اے مخاطب تو بتادے اگر وہ جھٹلاتا ہو اور روگردانی کرتا ہو، خبردار کیا اس نے یہ نہیں جانا کہ بیشک اللہ دیکھتا ہے ہرگز نہیں اگر یہ شخص باز نہ آیا

لَسَفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ۗ ۝۱۵ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ۗ ۝۱۶ فَلِيدَعُ نَادِيَهُ ۗ ۝۱۷ سَدَّعُ

تو ہم ایسی پیشانی کو جو جھوٹی ہے خطا کار ہے پکڑ کر گھسیٹیں گے، سوچا بنے کہ اپنی مجلس کو بلائے ہم عذاب کے فرشتوں کو

الزَّبَانِيَةَ ۗ ۝۱۸ كَلَّا لَا تَطِيعُهَا وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۗ ۝۱۹ السَّجْدَةُ

بلائیں گے ہرگز نہیں آپ اس کا کہنا نہ مانئے اور نماز پڑھتے رہتے اور قرب حاصل کرتے رہتے۔

کے فعل میں دو ضمیروں کا اجتماع ممنوع ہوتا ہے۔ (حالانکہ یہاں دو ضمیریں موجود ہیں۔ پس یہ بصر کے معنی میں نہ ہوا)

اسْتَعْنَى نَحْوُ: یہ مفعول ثانی ہے۔

۸: إِنْ إِلَى رَبِّكَ الرَّجْعِي (اے مخاطب تیرے رب ہی کی طرف سب کا لوٹنا ہوگا) بطور التفات انسان کو سرکشی کے انجام سے ڈرایا گیا ہے۔ الرَّجْعِي یہ مصدر بمعنی الرجوع ہے یعنی تم نے اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے پس وہ تمہاری سرکشی پر تمہیں بدلہ دے گا۔

۹: أَرَاءَ يُتَ الَّذِي يَنْهَى (اے مخاطب بھلا اس شخص کا حال تو بتلا جو منع کرتا ہے)

۱۰: عَبْدًا إِذَا صَلَّى (ایک بندہ کو جب وہ نماز پڑھتا ہے) یعنی کیا تم نے ابو جہل کو دیکھا کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز سے منع کرتا ہے۔

۱۱: أَرَاءَ يُتَ إِنْ كَانَ عَلَى الْهُدَى (اے مخاطب بھلا یہ تو بتلا اگر وہ بندہ ہدایت پر ہو) یعنی اگر وہ روکنے والا سیدھے راستے پر ہو اس بات میں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت سے روکتا ہے۔

۱۲: أَوْ أَمَرَ بِالتَّقْوَى (یا وہ تقویٰ کی تعلیم دیتا ہو) یا وہ امر بالمعروف والتقویٰ کرنے والا ہے۔ ان باتوں میں جن میں وہ بتوں کی عبادت کا حکم دیتا ہے۔ جیسا کہ اس کا اعتقاد ہے۔

۱۳: أَرَاءَ يُتَ إِنْ كَذَّبَ وَتَوَلَّى (اے مخاطب بھلا یہ تو بتلا اگر وہ شخص جھٹلاتا ہو۔ اور روگردانی کرتا ہو) یہ تو بتلا اگر وہ منع کرنے والا حق کی تکذیب کرنے والا اور اس سے منہ موڑنے والا ہو۔ جیسا کہ ہم کہہ رہے ہیں۔

۱۴: أَلَمْ يَعْلَم بِأَنَّ اللَّهَ يَرَى (کیا اس شخص کو خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو دیکھ رہے ہیں) اور ہدایت و ضلالت کے سلسلہ میں اس کے حالات سے باخبر ہیں۔ پس وہ اس کے حالات کے مطابق اس کو بدلہ دیں گے۔ یہ درحقیقت وعید ہے۔

نَحْوُ: الذی ینہی جملہ شرطیہ سمیت ارایت کا مفعول ہے۔ اور جواب شرط محذوف ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے۔ ان کان عنی الہدیٰ او امر بالتقویٰ۔ الم یعلم بان اللہ یرى۔ کو حذف کر دیا۔ شرط ثانی کے جواب میں اس کے ذکر کی دلالت

موجود ہے۔ یہ اسی طرح ہے جیسا تم کہو: ان اکر متک اتکر منی؟

ادایت جو دوسری مرتبہ لایا گیا۔ وہ زائدہ ہے تاکید کیلئے لایا گیا ہے۔

۱۵: کَلَّا (ہرگز نہیں) اس میں ابو جہل کو عبادت الہی سے روکنے پر ڈانٹ پلائی گئی ہے۔ اور اس بات پر بھی کہ وہ دوسروں کو بتوں کی عبادت کا حکم دیتا ہے۔ لَیْنُ لَمْ یَنْتَهِ (اگر یہ شخص باز نہ آوے گا) اس حرکت سے جو وہ کر رہا ہے۔ لَنْسَفَعًا بِالنَّاصِیَةِ (تو ہم پیشانی کے بال پکڑ کر اس کو گھسیٹیں گے) ہم اس کی پیشانی کے بالوں سے پکڑیں گے اور ضرور اس کو گھسیٹیں گے آگ کی طرف۔ السفع کسی چیز کو ہاتھ سے پکڑنا اور زور سے کھینچنا۔

قراءت: اور اس کی کتابت قرآن مجید میں الف کے ساتھ حکم وقف کی بناء پر ہے۔

نَحْوُ: الناصیۃ کی الف لام عہد خارجی کی ہے جو لا کراضافت سے مستغنی کر دیا۔ اس لئے کہ یہ معلوم ہے کہ اس سے مراد مذکورہ ناصیہ ہی ہے۔

۱۶: نَاصِیۃً کَاذِبَۃً خَاطِئَۃً (جھوٹی خطا میں آلودہ پیشانی) یہ الناصیہ سے بدل ہے کیونکہ اس کی صفت کا ذبہ آرہی ہے اور دوسری صفت خاطرہ ہے اس میں کذب و خطا کی نسبت مجازی ہے۔ یہ دونوں صاحب ناصیہ کی صفتیں ہیں۔ اور اس میں جو حسن و عمدگی ہے حقیقت میں وہ اس طرح کہنے میں کہاں ہے۔ ناصیۃ کاذب خاطی۔

۱۷: فَلِیَذَّعُ نَادِیۃً (پس وہ اپنے ہم مجلسوں کو بلا لے)

۱۸: سَنَذُّعُ الزَّبَانِیۃَ (ہم بھی دوزخ کے پیادوں کو بلا لیں گے) النادی وہ مجلس جہاں لوگ اکٹھے ہوں مراد اہل مجلس ہوتے ہیں۔

ابو جہل کا نماز سے روکنا اور اس کا جواب:

روایت میں وارد ہے کہ ابو جہل کا گزرنبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ہوا جبکہ آپ نماز ادا فرما رہے تھے۔ تو کہنے لگا کیا میں نے تمہیں نہیں روکا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سختی سے اس کا جواب دیا۔ تو کہنے لگا کیا تم مجھے دھمکی دیتے ہو۔ میں تو اس وادی میں سب سے بڑے گروپ والا ہوں۔ پس یہ آیت نازل ہوئی۔ [الترمذی: ۳۳۳۹] الزبانیۃ لغت میں سپاہیوں کو کہتے ہیں۔ اس کا واحد زبانیۃ ہے یہ الزبن سے نکلا ہے جس کا معنی دفع کرنا۔ دھکیلنا۔ مراد یہاں ملائکہ عذاب ہیں۔ اگر ابو جہل اپنی پارٹی کو بلاتا تو اس کو کھلے طور پر زبانیۃ پکڑ لیتے۔ [رواہ احمد: ۳۷۰/۲ / مسلم: ۲۷۹۷]

۱۹: کَلَّا لَا تَطْعَمُهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ (ہرگز نہیں) آپ اس کی بات مت مانیں اور نماز پڑھتے رہیں اور قرب حاصل کرتے رہیں) کلا سے ابو جہل کو ردع کی گئی۔ لَا تَطْعَمُهُ آپ اس کی نافرمانی پر ثابت قدم رہیں۔ جیسا دوسرے مقام پر فرمایا: فلا تطع المكذبین [القم: ۸]۔ واسجد اور سجده پر ہمیشگی اختیار کرو سجدہ سے نماز مراد ہے۔ واقتربت سجود سے اپنے رب کا قرب حاصل کرو۔ بندہ سجدہ میں اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ [رواہ مسلم: ۳۸۲] روایت اسی طرح ہے۔

تمت سورة العلق بعونہ تعالیٰ

سُورَةُ الْقَدْرِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ خَمْسُ آيَاتٍ

سورة القدر مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں پانچ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝۱ وَمَا اَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝۲ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ

بے شک ہم نے قرآن کو شب قدر میں نازل کیا اور آپ کو معلوم ہے کہ شب قدر کیا ہے۔ شب قدر ہزار

مِنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝۳ تَنْزِیْلُ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالرُّوْحِ فِيْهَا يٰۤاٰذِنُ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ۝۴

مہینوں سے بہتر ہے اس میں فرشتے اور روح القدس اپنے رب کے حکم سے ہر امر کو لے کر اترتے ہیں

سَلَامٌ هِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝۵

وہ سراپا سلامتی ہے وہ فجر کے طلوع ہونے تک رہتی ہے۔

رات کی عظمت:

اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ (بیشک ہم نے قرآن کو شب قدر میں اتارا ہے) اس میں قرآن مجید کی عظمت بیان فرمائی کہ اس کے اترنے کی نسبت اپنی طرف فرمائی نہ کہ کسی دوسرے کی طرف اور اپنی طرف ذات باری تعالیٰ نے ضمیر لوٹائی اسم باری تعالیٰ کو ظاہر نہیں لائے۔ اس بات پر متنبہ کرنے کیلئے کہ اس کی چنداں ضرورت نہیں۔ اور اس وقت کی شان بھی بلند کر دی جس میں اس کو اتارا۔ روایت میں ہے کہ تمام قرآن مجید لیلۃ القدر میں لوح محفوظ سے آسمان دنیا کی طرف اتارا گیا۔ پھر جبرئیل علیہ السلام اس کو لے کر تیس سال میں رسول اللہ ﷺ پر اترتے رہے۔

لَيْلَةُ الْقَدْرِ لَيْلَةُ الْقَدْرِ كَمَا مَعْنَى: امور و معاملات اور قضا یا کے اندازے کی رات۔ اس کو لیلۃ القدر اس لئے کہا کہ یہ قدر و منزلت والی رات ہے۔ اور تمام راتوں سے مرتبہ میں بلند ہے۔ یہ رمضان المبارک کی ستائیسویں شب ہے۔ اسی طرح عاصم عن زر کی روایت ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا بیان نقل کیا۔ کہ وہ قسم کھا کر فرماتے کہ یہ ستائیسویں شب رمضان ہے۔ اور اسی پر جمہور ہیں۔

حکمت اخفاء:

اس کو شاید اس لئے مخفی رکھا گیا۔ اس کی موافقت کیلئے طالب کئی راتیں جاگ لے اور اس کی نظیر صلوة وسطیٰ ہے۔ جس کو مخفی رکھا گیا۔ اور اسم اعظم اور جمعہ کے دن ساعت قبولیت کو مخفی رکھا گیا۔ اور طاعات میں اس کی رضا اور معاصی میں اس کے غضب کو مخفی رکھا گیا۔ حدیث میں فرمایا۔ جس نے اس کو پالیا۔ تو وہ اس طرح دعا کرے: اللھم انک عفوتحب العفو فاعف عنی۔

[ابن ماجہ: ۳۸۵۰]

۲: وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ (آپ کو کچھ معلوم ہے کہ شب قدر کیسی چیز ہے) یعنی آپ کی درایت اس کے غایت فضل تک نہیں پہنچ سکتی۔ پھر خود اس کو بیان فرمایا۔

ایک ہزار مہینہ کے برابر:

۳: لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ (شب قدر ایک ہزار مہینہ سے بہتر ہے) ایک ہزار مہینے جن میں لیلۃ القدر نہ ہو اور اس کی فضیلت اتنی بلند اس لئے ہوئی کہ اس میں ملائکہ اور روح الامین اترتے ہیں۔ اور یہ ہر حکمت والی بات کا فیصلہ ہوتا ہے۔ اس کی تخصیص کے بارے میں مذکور ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر فرمایا۔ جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک ہزار ماہ ہتھیار پہنے تو مسلمانوں کو اس سے تعجب ہوا اور ان کے مقابلہ میں اپنے اعمال قلیل معلوم ہوئے۔ تو ان کو ایک رات ایسی دے دی گئی جو اس غازی فی سبیل اللہ کی مدت سے بہت بہتر تھی۔

فرشتوں کا نزول:

۴: تَنْزِيلُ الْمَلٰٓئِكَةِ (اس رات میں فرشتے اترتے ہیں) آسمان دنیا کی طرف نمبر ۲۔ زمین کی طرف وَالرُّوْحُ (اور روح القدس) جبریل علیہ السلام۔ نمبر ۲۔ ملائکہ میں ایک ایسی قسم ہے جن کو ملائکہ صرف اسی رات دیکھتے ہیں۔ نمبر ۳۔ الرحمت۔ فِيهَا يٰٓاٰذِنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ (ہر امر خیر کو لے کر اپنے پروردگار کے حکم سے) ای تنزل من اجل كل امر قضاه الله لتلك السنة الى قابل ہر امر کی خاطر جس کا اللہ تعالیٰ نے فیصلہ اس سال سے آئندہ سال تک فرما دیا لے کر اترتے ہیں۔ قراءت: اس پر وقف ہے۔

۵: سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ (سراپا سلام ہے۔ وہ شب طلوع فجر تک رہتی ہے) سَلٰمٌ هِيَ: وہ رات نری سلامتی ہے۔ یہ مبتدأ اور خبر ہے۔ ای لا یقدر الله فیها الا السلامة والخیر۔ اللہ تعالیٰ اس سلامتی اور خیر ہی کا فیصلہ فرماتے ہیں اور دوسرے اوقات میں بلاء و سلامتی ہر دو کا فیصلہ ہوتا ہے۔ نمبر ۲۔ وہ رات سراپا سلامتی ہے۔ اس لئے کہ کثرت سے (وہ فرشتے) مسلمانوں کو سلام کرتے ہیں۔

ایک قول:

اس رات میں جس مؤمن و مؤمنہ کو ملتے ہیں۔ سلام کرتے ہیں۔
 حَتَّىٰ مَطْلَعِ الْفَجْرِ طُلُوعِ فَجْرٍ تَكُ وَه رَهْتِي هـ۔
 قراءت: مَطْلَعِ فِي عَلِي، خَلْفَ نِي لَام كَا كَسْرَه پڑھا۔ كَا فَرَسْلَام سِي مَحْرُوم رِهْتِي هِي۔

تمت سورة القدر بقدرته تعالى

سُورَةُ الْبَيْنَةِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ ثَمَانِي آيَاتٌ

سورہ بینہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں آٹھ آیات ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ مُنْفِكِينَ حَتَّى تَأْتِيَهُمُ

جو لوگ کافر تھے اہل کتاب اور مشرکوں میں سے وہ باز آنے والے نہ تھے جب تک کہ ان کے پاس واضح

الْبَيْنَةُ ۚ رَسُولٌ مِّنَ اللَّهِ يَتْلُوا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۚ فِيهَا كُتِبَ قِيمَةٌ ۚ وَمَا

دلیل نہ آئی اللہ کا رسول جو پاک صحیفے پڑھ کر سنا دے۔ جن میں درست مضامین لکھے ہوں اور جو

تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيْنَةُ ۚ وَمَا أُمِرُوا

لوگ اہل کتاب تھے وہ اس واضح دلیل کے آنے ہی کے بعد مختلف ہو گئے حالانکہ ان لوگوں کو یہی حکم ہوا تھا

إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا

کہ اللہ کی اس طرح عبادت کریں کہ عبادت کو اسی کے لئے خاص رکھیں کیسو ہو کر اور نماز کی پابندی رکھیں اور زکوٰۃ

الزَّكَاةَ وَذَلِكَ دِينُ الْقِيَمَةِ ۚ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ

دیا کریں اور یہی طریقہ ہے ان درست مضامین کا۔ جو لوگ اہل کتاب اور مشرکوں میں سے کافر ہوئے

فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ أُولَٰئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۚ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

وہ آتش دوزخ میں جائیں گے جہاں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے یہ لوگ بدترین خلاق ہیں بیشک جو لوگ ایمان لائے

الصَّالِحَاتِ ۚ أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۚ

اور انہوں نے اچھے کام کئے وہ لوگ بہترین خلاق ہیں

اَلَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ مُنْفِكِينَ حَتَّى تَأْتِيَهُمُ الْبَيْنَةُ (جو لوگ اہل کتاب اور مشرکوں میں سے کافر تھے۔ وہ باز آنے والے نہ تھے۔ جب تک کہ ان کے پاس واضح دلیل نہ آئی) جو لوگ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرنے

والے تھے۔ من اهل الكتاب اهل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ میں سے۔ اهل الرجل ان لوگوں کو کہتے ہیں جو اس کے اخص الخواص ہوں۔ اهل الاسلام جو دین اسلام کو اختیار کرنے والے ہوں۔ وَالْمُشْرِكِينَ (اور بتوں کے پجاری) مُنْفِكِينَ (کفر سے جدائی اختیار کرنے والے نہ تھے)۔

تَحْفُو: متعلق کو حذف کر دیا کیونکہ الذین کا صلہ اس پر دلالت کر رہا ہے۔ حَتَّى تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ الْبَيِّنَةُ واضح دلیل اس سے مزاد حضرت محمد ﷺ ہیں۔ یہ فرمایا کہ کفر کو نہ چھوڑا یہاں تک کہ حضرت محمد ﷺ مبعوث ہوئے۔ جب آپ کی بعثت ہو گئی تو بعض ایمان لائے اور کچھ کفر پر ثابت وقائم رہے۔

۲: رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ (ایک اللہ کا رسول) یعنی محمد ﷺ۔

تَحْفُو: یہ البینہ سے بدل ہے۔

يَتْلُوْا (جو پڑھ کر سنا تے ہیں) صُحُفًا (صحیفے) مُطَهَّرَةً (پاک) جو باطل سے پاک ہیں۔

۳: فِيْهَا كُتُبٌ قِيَمَةٌ (جن میں درست مضامین لکھے ہوں) ہاء کی ضمیر صحف کی طرف راجع ہے۔ کتب مکتوبات (لکھے ہوئے کے معنی میں ہے) قیمرہ درست جو حق و عدل کا مادہ بولتا ثبوت ہیں۔

۴: وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوْا الْكِتٰبَ اِلَّا مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَةُ (اور جو لوگ اہل کتاب تھے وہ اس واضح دلیل کے آنے کے بعد ہی مختلف ہو گئے) ان میں سے بعض نے آپ کی نبوت کو ضد و حسد کی وجہ سے نہ مانا۔ اور بعض ایمان لے آئے۔

یہاں صرف اہل کتاب کو ذکر کیا جبکہ شروع میں مشرکین کو بھی ساتھ ذکر کیا تھا۔

اس لئے کہ اہل کتاب کو آپ کی آمد کی پختہ اطلاع تھی ان کی کتابوں کی متواتر خبریں اس کی شاہد تھیں۔ جب ان جاننے والے لوگوں کے مختلف ہونے کو ذکر کر دیا۔ تو مشرکین جہلاء تو خود اس صفت میں ان کے شریک حال ہو گئے۔ الگ ذکر کی ضرورت نہ تھی۔

قدرت کے احکام کا خلاصہ:

۵: وَمَا اُمِرُوْا اِلَّا لِيَعْبُدُوْا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوْا الصَّلٰوةَ وَيُوْتُوْا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقِيَمَةِ (حالانکہ ان لوگوں کو یہی حکم ہوا تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کریں کہ عبادت کو اسی کیلئے خالص رکھیں یکسو ہو کر اور نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیا کریں اور یہی طریقہ ہے ان درست مضامین کا) وما امر و اور تورات و انجیل میں یہی حکم دیا گیا ہے۔ مخلصین له الدين شرک و نفاق سے خالص دین۔ حنفاء باطل ادیان سے مائل ہو کر تمام رسل پر ایمان لائیں۔ دین القیمة ای دین الملة القیمة: مضبوط ملت کا دین ہے۔

۶: اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ (بیشک جو لوگ اہل کتاب اور مشرکین میں سے کافر ہوئے وہ آتش دوزخ میں جائینگے جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے یہ لوگ بدترین خلائق ہیں)

جَزَاءُ وَّهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ

ان کا صلہ ان کے پروردگار کے نزدیک ہمیشہ رہنے کی پیشیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جہاں

فِيهَا أَبَدًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ذَلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ ۝۸

ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اللہ تعالیٰ ان سے خوش رہے گا اور وہ اللہ سے خوش رہیں گے یہ اس شخص کے لئے ہے جو اپنے رب سے ڈرتا ہے۔

۷: إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ (بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے وہ لوگ بہترین خلائق ہیں)

قراءت: البریۃ نافع نے دونوں میں ہمزہ پڑھا۔ اور قرآنے دیگر تخفیف کے قائل ہیں۔

قاعدہ:

النبی اور البریہ کے الفاظ ہمیشہ سے تخفیف سے استعمال ہوئے ہیں اور اصل کو چھوڑا گیا ہے۔

۸: جَزَاءُ وَّهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ذَلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ (ان کا صلہ ان کے پروردگار کے نزدیک ہمیشہ رہنے کی پیشیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ جہاں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے خوش رہے گا اور وہ اللہ تعالیٰ سے خوش رہیں گے۔ یہ اس شخص کیلئے ہے جو اپنے رب سے ڈرتا ہے) جنات عدن: اقامت کی جنتیں۔ رضی اللہ عنہم ان سے راضی ہوا کہ ان کے اعمال کو قبول فرمایا۔ ورضوا عنه وہ اس کے ثواب سے راضی ہو گئے۔ ذلك یہ رضامندی۔

فضیلت مؤمن:

خیر البریۃ دلالت کرتا ہے کہ مؤمنوں کو ملائکہ پر فضیلت حاصل ہے کیونکہ البریۃ مخلوق کو کہتے ہیں یہ برا اللہ الخلق سے

لیا گیا ہے۔

دوسرا قول:

یہ ہے یہ البری سے مشتق ہے۔ جس کا معنی مٹی ہے۔ اگر یہ اس اشتقاق سے ہوتا تو پھر ہمزہ والی قراءت نہ ہوتی۔ کذا قالہ

الزجاج۔

الحمد لله سورة البينة تكمل ہوئی

سُورَةُ الزَّلْزَلَةِ نَبَتْ وَهِيَ ثَلَاثِي آيَاتٍ

سورہ زلزال مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں آٹھ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۱ وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ۲ وَقَالَ الْاِنْسَانُ

جب زمین میں زور دار زلزلہ آجائے گا۔ اور زمین اپنے بوجھوں کو نکال دے گی اور انسان کہے گا

مَا لَهَا ۳ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَنْبَارَهَا ۴ يَا نَّ رَبِّكَ اَوْحٰی لَهَا ۵ يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ

کہ اس کو کیا ہوا اس دن وہ اپنی خبریں بیان کر دے گی اس بوجھ سے کہ بیشک تیرا رب اس کو حکم فرما دے گا اس دن لوگ واپس

النَّاسُ اَشْتَاتَا ۶ لِيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ۷ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهُ ۸

ہوں گے مختلف جماعتیں بن کر تاکہ انہیں ان کے اعمال دکھائے جائیں سو جس نے ایک ذرہ کے برابر خیر کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا

وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهُ ۹

اور جس نے ایک ذرہ کے برابر شر کا کام کیا ہوگا وہ اس کو دیکھ لے گا۔

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا (جب زمین اپنی سخت جنبش سے ہلا دی جائے گی) یعنی زمین کو وہ شدید حرکت دی جائے گی۔ جس سے بڑھ کر حرکت نہیں۔

قراءت: زِلْزَالَهَا اس کو کسرہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے اس صورت میں مصدر ہے اور زاء کے فتح سے پڑھیں تو یہ اسم ہے۔

دِفَآنُ اَرْضٍ:

۲: وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا (اور زمین اپنے بوجھ باہر نکال پھینکے گی) اِثْقَالٌ جمع ثَقْلٍ۔ خزانے اور مردے۔ ثَقْلٌ گھر کے سامان کو کہتے ہیں۔ دِفَآنُ اَرْضٍ کو اِثْقَالٌ سے تعبیر فرمایا۔

کَافِرٌ كَاقْوَالٍ:

۳: وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا (اور آدمی کہے گا اس کو کیا ہوا) کہ یہ شدید حرکت کے ساتھ ہلائی گئی ہے اور اس نے اپنے اندر کے دِفَآنٌ نکال دیئے ہیں۔ یہ فتح ثانیہ کی بات ہے جب زمین مردوں کو زندہ کر کے نکال دے گی۔ پس وہ کہہ اٹھیں گے جبکہ زمین ان

کو ہولناکی کی وجہ سے ظاہر کر رہی ہوگی۔ یہ اس طرح ہے جیسا وہ کہیں: من بعثنا من مرقدنا [یس: ۵۲]

ایک قول یہ ہے:

کہ یہ کافر کا قول ہے کیونکہ وہ بعث کا منکر تھا۔ باقی مؤمن کہے گا: هذا ما وعد الرحمن وصدق المرسلون

[یسین: ۵۲]

۴: يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا (اس دن زمین اپنی سب خبریں بیان کرنے لگے گی) یومئذ یہ اذ سے بدل ہے اور ان کا ناصب تحدت ہے ای تحدت الخلق اخبارها۔ مخلوق کو اپنی خبریں بتائے گی۔ پس دونوں میں سے پہلا مفعول حذف کر دیا۔ کیونکہ مقصد تو زمین کے متعلق بتلانا ہے کہ وہ خبریں بتائے گی۔ مخلوق کا ذکر مقصود نہیں۔

زمین کی گواہی:

اللہ تعالیٰ اس کو بلائیں گے زمین اپنے اوپر کیے جانے والے اعمال خیر و شر کی خبر دے گی۔ حدیث شریف میں فرمایا گیا

ہے۔ زمین ہر ایک کے متعلق وہ گواہی دے گی جو کچھ اس نے اس پر کیا۔ [رواہ احمد و الترمذی، ۳۳۵۳، والحاکم ۲/۵۳۲، ابن حبان: ۷۳۶۰]

۵: بَانَ رَبُّكَ أَوْحَىٰ لَهَا (اس سبب سے کہ آپ کے رب کا اس کو یہی حکم ہے) یعنی خبروں کو بیان کرنا رب تعالیٰ کے حکم کے سبب سے ہے: لها ای الیہا اس کی طرف حکم بھیجنے اور بیان کرنے کا امر دینے کی وجہ سے ہے۔

موقف سے واپسی:

۶: يَوْمَئِذٍ يَصُدُّ النَّاسُ (اس روز لوگ لوٹیں گے) قبور میں نکلنے کے مقامات سے موقف حساب کی طرف۔ أَشْتَاتًا (مختلف جماعتیں ہو کر) سفید چہرے والے مطمئن لوگوں کی جماعت۔ نمبر ۲۔ سیاہ چہرے والے بے چین لوگوں کا گروہ۔ نمبر ۳۔ موقف حساب سے متفرق راستوں جنت و دوزخ کی طرف لوٹیں گے۔ لَيَّرُوا أَعْمَالَهُمْ (تاکہ اپنے اعمال کو دیکھ لیں) اعمال سے جزائے اعمال مراد ہے۔

۷: فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ (پس جو شخص ذرہ برابر نیکی کرے گا) ذرۃ: چھوٹی چوٹی۔ خَيْرًا يَرَهُ (بھلائی وہ اس کو دیکھ لے گا) خَيْرًا: خیر ایہ تمیز ہے یہ اس عمل کا بدلہ دیکھ لے گا۔

۸: وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ (جو شخص ذرہ برابر بدی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا)

ایک قول:

یہ کفار کے متعلق ہے اور پہلی آیت ایمان والوں کے متعلق ہے۔

حکایت:

ایک بدو نے خیراً یروہ کو موخر کر دیا۔ اس کو کسی نے کہا تو نے آیت میں تقدیم و تاخیر کر دی۔ تو اس نے یہ شعر پڑھا۔

خُذْ بَطْنَ هَرُشَىٰ أَوْ قَفَاهَا فَإِنَّهُ

كَلَّا جَانِبِي هَرُشَىٰ لَهَن طَرِيقِ

وادی ہرشی کے درمیان میں چلو یا کنارے پر اس کے دونوں جانب راستہ کی گنجائش ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ فرزدق کا دادا خدمت نبوی ﷺ میں آیا تا کہ وہ پڑھے۔ آپ ﷺ نے اس کے سامنے یہ آیت

پڑھی۔ تو کہنے لگا جسی۔ جسی یہ مجھے کافی ہے کافی ہے۔ یہ محکم آیت ہے اس کا نام جامعہ ہے۔ (ذکرہ فی الدر المنثور ۵۹۶/۸)

تمت سورة الزلزال

سُوْرَةُ الْعَادِيَاتِ وَهِيَ عَشْرَةُ آيَاتٍ

سورة العاديات مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں گیارہ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ۙ ۱۱ فَاَلْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ۙ ۱۲ فَاَلْمَغِيْرٰتِ صُبْحًا ۙ ۱۳ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ۙ ۱۴

قسم ہے ان گھوڑوں کی جو دوڑنے والے ہیں ہانپتے ہوئے پھر ٹاپ مار کر آگ جلانے والے ہیں پھر جمع کے وقت عمارت گری کرنے والے ہیں پھر اس وقت غبلاڑتے ہیں

فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ۙ ۱۵ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۙ ۱۶ وَاِنَّهٗ عَلٰۤیٰ ذٰلِكَ لَشٰهِيْدٌ ۙ ۱۷

پھر اس وقت جماعت کے درمیان گھس جاتے ہیں بے شک انسان اپنے رب کا بڑا ہی ناشکرا ہے اور بے شک وہ اس بات پر گواہ ہے

وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ۙ ۱۸ اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِی الْقُبُوْرِ ۙ ۱۹ وَ

اور بے شک وہ خیر کی محبت میں بہت سخت ہے کیا وہ نہیں جانتا جب وہ اٹھائے جائیں گے جو قبروں میں ہیں اور

حُصِّلَ مَا فِی الصُّدُوْرِ ۙ ۲۰ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهَمَّ یَوْمَیْذٍ لَّخَبِيْرٌ ۙ ۲۱

جو کچھ سینوں میں ہے اسے ظاہر کیا جائے گا۔ بے شک ان کا رب ان سے اس دن پوری طرح ضرور باخبر ہوگا۔

۱: وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحًا (قسم ہے ان گھوڑوں کی جو ہانپتے ہوئے دوڑتے ہیں) اللہ تعالیٰ نے اس میں غازیوں کے ان گھوڑوں کی قسم اٹھائی جو دوڑ کر ہانپنے لگتے ہیں۔ الضبح ہانپتے وقت سانس کی آواز۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

آپ نے سانس کی اس آواز کی حکایت آخ آخ سے فرمائی۔ ضبح فعل محذوف کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ ای یضبحن ضبحًا۔

پیروں کی ٹاپ سے آگ نکالنے والے گھوڑے:

۲: فَاَلْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا (پھر ٹاپ مار کر آگ جھاڑتے ہیں) وہ ہلکی سی آگ نکالتے ہیں۔ اس سے مراد وہ چنگاری ہے جو ان کی ٹاپ سے پیدا ہوتی ہے۔ قَدْحًا: چنگاری نکالنے والے اپنے کھروں کو پتھروں سے رگڑ کر ٹکرا کر۔ القدح: رگڑنا۔ الابراء: آگ نکالنا۔ تم کہو گے۔ قدح فاوری وقدح فاصلد۔ چقماق کو مارا اور رگڑا گیا پس آگ جل گئی اور چقماق رگڑا گیا۔ مگر آگ نہ

نکلی۔

نَجْوٍ: قد حَا یہ صُبْحًا کی طرح فعل محذوف سے منصوب ہے۔

۳: فَالْمُغِيرَاتِ صُبْحًا (پھر صبح کے وقت تاخت و تاراج کرتے ہیں) دشمن پر لوٹ ڈالتے ہیں صبح کے وقت۔

۴: فَاتَّرْنَ بِهِ نَقْعًا (پھر اس وقت غبار اڑاتے ہیں) پس اس سے وہ غبار کو حرکت دیتے اور اڑاتے ہیں۔

۵: فَوَسَطْنَ بِهِ جَمْعًا (پھر اس وقت جماعت میں جاگھتے ہیں) یہ اس وقت میں جمعاً دشمن کی جماعتیں۔ وسط بمعنی توسط

ہے۔

ایک قول:

ضمیر غارت کے مقام کی طرف راجع ہے۔ نمبر ۲۔ وہ دوڑ جس پر دلالت کر رہا ہے۔ (مطلب یہ ہوا وہ گھوڑے جو دشمن پر چھاپے مارتے ہیں چھاپے مارنے کے وقت یا چھاپے مارنے کی جگہ یا چھاپے مارنے کیلئے جو دوڑ دوڑتے اور اس سے غبار اڑاتے ہیں)۔

نَجْوٍ: والعادیات اور فائرن کا عطف اس فعل پر ہے۔ جس کی جگہ اسم فاعل لایا گیا۔ کیونکہ معنی اس طرح ہے واللہی عدون فاورین فاغرن فائرن۔

۶: إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُودٌ (بیشک آدمی اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے)

نَجْوٍ: یہ جواب قسم ہے۔

الکنود: ناشکرا۔ یعنی وہ اپنے رب کے انعامات کا خاص طور پر بہت زیادہ کفران کرنے والا ہے۔

۷: وَإِنَّهُ عَلَىٰ ذَٰلِكَ لَشَهِيدٌ (اور اس کو خود بھی اس کی خبر ہے) آنہ بیشک انسان۔ ذلک اپنی ناشکری پر۔ لشہید بذات خود گواہی دینے والا ہے۔ نمبر ۲۔ اللہ تعالیٰ اس کی اس ناشکری کو دیکھنے والے ہیں۔ یہ بات بطور وعید فرمائی گئی ہے۔

انسان مال کی محبت میں سخت:

۸: وَإِنَّهُ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيدٌ (وہ مال کی محبت میں بڑا مضبوط ہے) بیشک وہ حب مال کیلئے بخل کرنے والا اور روک کر رکھنے والا ہے۔ نمبر ۲۔ بلاشبہ وہ مال کی محبت میں بڑا مضبوط ہے۔ اور عبادت الہی کی محبت میں کمزور واقع ہوا ہے۔

۹: أَفَلَا يَعْلَمُ إِذَا بُعِثَ رُوحُهُ فِي الْقُبُورِ (کیا اس کو وہ وقت معلوم نہیں جب زندہ کیے جائیں گے۔ جتنے مردے قبروں میں ہیں) افلا يعلم (کیا وہ انسان نہیں جانتا)۔ بعث جب اٹھایا جائے گا۔ مافی القبور سے مراد مردے ہیں۔ مایہا من کے معنی میں ہے۔

۱۰: وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُورِ (اور آشکارا ہو جائے گا۔ جو کچھ دلوں میں ہے) جو خیر و شر دلوں میں ہے۔ اس کو الگ کر دیا جائے گا۔

۱۱: اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيرٌ (بیشک ان کا پروردگار ان کے حال سے پورا آگاہ ہے) وہ ان کے بارے میں جاننے والا ہے پس خیر و شر میں سے جس قسم کے ان کے اعمال ہونگے ان پر بدلہ دے گا۔

سوال: یومئذ کو خاص کیا گیا۔ حالانکہ باری تعالیٰ تمام ازمینہ میں جاننے والے ہیں۔

جواب: اس دن چونکہ بدلہ ملے گا۔ اس لئے اس دن کی تخصیص کی گئی ہے۔

تمت سورة العاديات بحمد المنعم المتعال

سُورَةُ الْقَارِعَةِ مَكِّيَّةٌ وَفِيهَا عَشْرَةٌ آيَاتٌ

سورة القارعة مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں گیارہ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

الْقَارِعَةُ ۱ مَا الْقَارِعَةُ ۲ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْقَارِعَةُ ۳ يَوْمَ يَكُونُ النَّاسُ

وہ کھڑکھڑانے والی چیز کیا ہے وہ کھڑکھڑانوالی چیز؟ اور آپ کو کچھ معلوم ہے کیسی کچھ ہے وہ کھڑکھڑانوالی چیز جس روز آدمی

كَالْفَرَاشِ الْمَبْتُوثِ ۴ وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ ۵ فَأَمَّا مَنْ

پریشان پروانوں کی طرح ہو جائیں گے اور پہاڑ دھنی ہوئی رنگین اون کی طرح ہو جائیں گے پھر جس شخص کا

ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ ۶ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۷ وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ ۸

پلہ بھاری ہوگا وہ خوشی والی زندگی میں ہوگا اور جس شخص کا پلہ ہلکا ہوگا

فَأَمَّهُ هَآوِيَةٌ ۹ وَمَا أَدْرَاكَ مَا هِيَ ۱۰ نَارُ حَامِيَةٍ ۱۱

اس کا ٹھکانہ ہادیہ ہوگا اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ وہ کیا چیز ہے ایک دہکتی ہوئی آگ ہے۔

۱: الْقَارِعَةُ (وہ کھڑکھڑانے والی چیز) مَجْزُوءٌ: یہ مبتدأ ہے۔

۲: مَا الْقَارِعَةُ (کیسی ہے وہ کھڑکھڑانے والی چیز)

مَجْزُوءٌ: ما مبتدأ ثانی اور القارعة یہ خبر اور جملہ اسمیہ مبتدأ اول کی خبر ہے۔ حق تو یہ تھا کہ دوسری بار ضمیر لاتے مگر لفظ القارعة ظاہر کر کے قیامت کی عظمت کو بتادیا۔

۳: وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْقَارِعَةُ (آپ کو کچھ معلوم نہیں ہے کیسی کچھ ہے۔ وہ کھڑکھڑانے والی) یعنی تمہیں کونسی چیز بتلائے کہ اس کی حقیقت کیا ہے؟ اور تمہیں یہ کہاں سے علم کہ اس کی حقیقت کیا ہے۔

۴: يَوْمَ يَكُونُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْتُوثِ (جس روز آدمی پریشان پروانوں کی طرح ہو جائیں گے)

مَجْزُوءٌ: یوم یہ تفرع فعل جس پر القارعة دلالت کرتا ہے اس کی وجہ سے منصوب ہے۔

پھسلنے اور ضعف میں مشابہت دی ہے:

يَكُونُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوثِ انسانوں کو کثرت میں پروانوں سے تشبیہ دی ہے اور پھیلنے اور ضعف اور ذلت و عاجزی اور بلانے والے کی طرف فوراً جانے میں بھی مشابہت دی ہے۔ کہ جس طرح پروانے آگ کی طرف اڑ کر جاتے ہیں۔ یہ داعی کی آواز پر لپیک کہیں گے۔ فراشا کو فراش انتشار و تفرق کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔

۵: وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ (اور پہاڑ دھنی ہوئی رنگین اون کی طرح ہو جائیں گے) آیت میں پہاڑوں کو عہن سے تشبیہ دی اور وہ مختلف رنگوں میں رنگی ہوئی اون کو کہتے ہیں کیونکہ پہاڑ کئی رنگ کے ہیں۔ جیسے دوسرے مقام پر فرمایا: ومن الجبال جدد بيض و حمر مختلف الوانها [فاطر: ۲۷] اور المنفوش دھنی ہوئی اون سے تشبیہ دی کیونکہ ان کے اجزاء بھی منتشر ہو جائیں گے۔

قدر والا وزن:

۶: فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ (پھر جس شخص کا پلہ بھاری ہوگا) حق کی پیروی کے سبب۔ موازین یہ موزون کی جمع ہے۔ وہ ایسے عمل کو کہتے ہیں۔ جس کا وزن اور اللہ تعالیٰ کے ہاں قدر ہو۔ نمبر ۲۔ جمع میزان ہے بمعنی ترازو۔ اور ثقل سے مراد اس کا جھک جانا۔
۷: فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ (وہ تو خاطر خواہ آرام میں ہوگا) راضیہ رضامندی والا۔ نمبر ۲۔ پسند کیا ہوا۔ اسم مفعول کے معنی میں ہے۔
۸: وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ (اور جس شخص کا پلہ ہلکا ہوگا) باطل کی اتباع اور پیروی کے باعث۔
۹: فَأَمَّهُ هَٰوِيَةٌ (اس کا ٹھکانہ ہاویہ ہے) اس کا مسکن اور رہائش گاہ آگ ہے۔ اور ٹھکانہ کو أم بطور مشابہت کہتے ہیں۔ کیونکہ ماں اولاد کا ماوی اور پناہ گاہ ہوتی ہے۔

۱۰: وَمَا أَذْرَكَ مَا هِيَ (اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ وہ کیا چیز ہے)

ضمیر ہاویہ کی طرف راجع ہے۔ اور ہاء سکتہ کی ہے۔ پھر اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا۔

۱۱: نَارٌ حَامِيَةٌ (ایک دھکتی ہوئی آگ ہے) حامیہ اس آگ کو کہتے ہیں۔ جو حرارت میں انتہاء کو پہنچ جائے۔

تمت سورة القارعة بمنه وفضله

سُورَةُ التَّكْوِيْنِ وَهِيَ مَثَانِي آيَاتٍ

سورہ تکوین کا ترجمہ معظّمہ میں نازل ہوئی اس میں آٹھ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

الْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۱ حَتّٰی زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۲ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۳ ثُمَّ كَلَّا

تم کو گردیا کثرت کے مقابلہ نے غافل، یہاں تک کہ تم نے قبرستانوں کی زیارت کر لی، ہرگز نہیں، تم عنقریب جان لو گے پھر ہرگز نہیں

سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۴ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ۵ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ۶ ثُمَّ

تم عنقریب جان لو گے۔ ہرگز نہیں اگر تم علم یقین کے طور پر جان لیتے، تم ضرور ضرور دوزخ کو دیکھو گے، پھر

لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ۷ ثُمَّ لَتَسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ۸

یہ ضروری بات ہے کہ تم اس عین یقین کے طریقہ پر دیکھ لو گے، پھر اس دن تم سے نعمتوں کے بارے میں ضرور ضرور سوال کیا جائے گا۔

۱: الْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ (فخر کرنا تم کو غافل کیے رکھتا ہے) کثرت میں مقابلے کا مشغلہ اور مالوں اور اولاد کے سلسلہ میں فخر و مباہات انسان کو اللہ تعالیٰ کی طاعت سے غافل کر دیتا ہے۔

۲: حَتّٰی زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ (یہاں تک کہ تم قبرستانوں میں پہنچ جاتے ہو) یہاں تک کہ اسی حالت میں موت آجاتی ہے۔ نمبر ۲۔ یہاں تک کہ تم نے قبریں جا دیکھیں اور قبروں میں اپنے مردوں کو گننے لگے۔

دنیا کو اپنا قبلہ مت بناؤ:

۳: كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ (ہرگز نہیں تم کو بہت جلد معلوم ہو جائے گا) کلا یہ ردع اور اس بات پر تنبیہ کرنے کیلئے ہے کہ غور کرنے والے کیلئے مناسب یہ ہے کہ وہ دنیا کو ہی اپنا قبلہ مقصود نہ بنا لے اور دین کا بالکل اہتمام نہ کرے (بلکہ اپنے دین کا خاص اہتمام کرنا چاہیے) سوف تعلمون عنقریب تمہیں قبر میں معلوم ہو جائے گا۔ نمبر ۲۔ نزع کے وقت اپنی موجودہ حالت کی بد انجامی کا پتہ لگ جائے گا۔

۴، ۵: ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ كَلَّا (پھر ہرگز نہیں تم کو بہت جلد معلوم ہو جائے گا ہرگز نہیں) کلا یہ تکرار ردع اور اندازہ و تحویف کیلئے ہے۔ لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ (اگر تم یقینی طور پر جان لیتے)

نحو: لو کا جواب محذوف ہے۔ ای لو تعلمون مابین ایدیکم اگر تم جانتے جو تمہارے سامنے ہے۔ علم یقین، علم

الامر اليقين - یعنی بات کا علم - یعنی اس طرح جان لیتے جیسا تم ان چیزوں کو جانتے ہو۔ جن پر تمہیں یقین ہے تو کثرت اموال میں مقابلہ کی وجہ سے تم غفلت کا شکار نہ ہوتے۔ نمبر ۲۔ اگر تم جان لیتے تو وہ کرتے جس کو بیان نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن تم تو گمراہ اور جاہل ہو۔

۶: لَتَرَوُنَّ الْجَحِيمَ (واللہ تم لوگ ضرور دوزخ کو دیکھو گے) **نَحْوًا**: یہ محذوف قسم کا جواب ہے اور قسم، وعید کی تاکید کیلئے ہے۔
قراءت: لَتَرَوُنَّ تاء کے ضمہ کے ساتھ شامی و علی نے پڑھا ہے۔

۷: ثُمَّ تَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِينِ (پھر واللہ تم لوگ ضرور اس کو ایسا دیکھنا دیکھو گے جو خود یقین ہے) ثم سے عطف ڈال کر اس کو دوبارہ لائے۔ تاکہ تہدید میں خوب غلیظ ہو جائے۔ اور تہویل و تخويف میں زیادتی ثابت ہو۔ پہلا دیکھنا تو دل کا دیکھنا ہے اور دوسرا آنکھ سے دیکھنا ہے۔ عین اليقين یعنی ایسا دیکھنا جو بعینہ یقین اور خالص یقین ہے۔

۸: ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ (پھر اس روز تم سب سے نعمتوں کی پوچھ گچھ ہوگی) امن اور صحت کے متعلق خصوصاً سوال ہوگا۔ کہ ان دونوں کو تم نے کس بات میں فنا کر ڈالا۔

قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ:

اس خوش عیشی کے متعلق پوچھا جائے گا۔ جس کی لذتوں نے دین اور اس کی تکالیف سے مشغول کر دیا۔

قول حسن رضی اللہ عنہ:

ان تمام نعمتوں کے متعلق پوچھا جائے گا۔ جو اس جھونپڑی کے سوا ہونگی جس میں پناہ لیتا ہے۔ اور اس کپڑے کے علاوہ ہونگی جس سے اپنے جسم کو ڈھانپتا ہے اور اس روٹی کے ٹکڑے کے علاوہ ہونگی جس سے تقویت پاتا ہے۔ اور مرفوع روایات میں بھی یہ مضمون وارد ہے۔

تمت سورة التكاثر

سُورَةُ الْعَصْرِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَلَاثُ آيَاتٍ

سورۃ العصر تکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں تین آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالْعَصْرِ ۱ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۲ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

قسم ہے زمانہ کی بلاشبہ انسان ضرور بڑے خسارہ میں ہے مگر جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے

وَتَوَّاصَوْا بِالْحَقِّ ۳ وَتَوَّاصَوْا بِالصَّبْرِ ۴

اور ایک دوسرے کو حق کی وصیت کرتے رہے اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کرتے رہے۔

۱: وَالْعَصْرِ (قسم ہے زمانہ کی) نماز عصر کی قسم اٹھائی اس کی عظمت شان کی وجہ سے اس کی دلیل دوسرے ارشاد میں ہے: وَالصَّلَاةُ الْوَسْطٰی مَسْحُوفٌ خِصْفَةً رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فِي صَلَاةِ الْعَصْرِ كَلِمَةٌ هِيَ -

اور یہ بھی بات ہے کہ اس کی ادائیگی میں تکلیف زیادہ ہے۔ کیونکہ لوگ اس وقت اپنے کاموں اور تجارتات میں گھر جا رہے ہوتے ہیں۔ کیونکہ دن کا پچھلا وقت ہوتا ہے۔ اور اس وقت گزران اوقات کی مشغولیتوں میں مست ہوتے ہیں۔ نمبر ۲۔ العشی کی یہاں قسم اٹھائی جیسا کہ چاشت کی قسم پچھلی سورتوں میں اٹھائی گئی ہے کیونکہ اس میں دلائل قدرت ہیں۔ نمبر ۳۔ زمانہ کی قسم اٹھائی کیونکہ اس کے گزرنے میں قسم قسم کے عجائبات ہیں۔

جنس انسان خسارے میں:

۲: اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ (کہ انسان بڑے خسارہ میں ہے) یہ جواب قسم ہے یعنی جنس انسان اپنی تجارتات کے سبب نقصان میں ہے۔

آخرت کے خریدار:

۳: اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (مگر جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے) اس لئے کہ انہوں نے آخرت کو دنیا کے بدلے خرید لیا اس لئے نفع پالیا۔ اور خوش نصیب ہو گئے۔ وَتَوَّاصَوْا بِالْحَقِّ (اور ایک دوسرے کو حق کی فہمائش کرتے رہے) ایسے امر ثابت و برحق کی ایک دوسرے کو تلقین کرتے رہے۔ جس کا انکار ممکن نہیں۔ اور وہ نری خیر ہے۔ جیسے توحید

باری تعالیٰ اور اس کی اطاعت اور اس کی کتابوں کی اتباع اور رسولوں کی پیروی۔ وَتَوَاصُوا بِالصَّبْرِ (اور ایک دوسرے کو پابندی کی فہمائش کرتے رہے) معاصی سے بچنے اور طاعات پر جمے رہنے کی تاکید کرتے رہے اور ان موقعوں پر جن سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آزماتا ہے۔ ان آزمائشوں میں صبر کی تلقین کرتے رہے۔ تو اوصادونوں مقام پر فعل ماضی لایا گیا ہے۔ یہ ماقبل فعل ماضی امنوا و عملوا پر معطوف ہیں۔

تمت سورة العصر

سُورَةُ الْهُمَزِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ تِسْعُ آيَاتٍ

سورہ ہمزہ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں نو آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ۱ الَّذِي جَمَعَ مَالًا وَعَدَّدَهُ ۚ يَحْسَبُ أَنَّ مَالَهُ

بڑی خرابی ہے ہر اس شخص کے لئے جو عیب نکالنے والا ہو طعنہ دینے والا ہو جس نے مال جمع کیا اور اسے گن گن کر رکھا، وہ خیال کر رہا ہے کہ اس کا مال

أَخْلَدَهُ ۚ كَلَّا لَيُنْبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۚ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْحُطَمَةُ ۗ نَارُ اللَّهِ

اس کو ہمیشہ رکھے گا ہرگز نہیں وہ ضرور ضرور بھوسہ بنائی والی چیز میں ڈال دیا جائے گا اور کیا آپ کو معلوم ہے وہ بھوسہ بنا دینے والی چیز کیا ہے؟ وہ اندک آگ

الْمُوقَدَةُ ۖ الَّتِي تَطَّلِعُ عَلَى الْإِفْئَةِ ۗ إِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّوَصَّدَةٌ ۗ فِي عَمَدٍ

ہے جو جلائی گئی ہے جو دلوں پر چڑھ بیٹھنے والی ہے بیٹک وہ ان پر بند کر دیں جائے گی

مُمَدَّدَةٌ ۗ

لمبے لمبے ستونوں میں۔

۱: وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ (بڑی خرابی ہے ایسے شخص کیلئے جو پس پشت عیب نکالنے والا اور درو رو طعنہ دینے والا ہو)
 نحو: وویل مبتدأ کل همزة اس کی خبر ہے۔ ہمزہ وہ شخص جو غیر موجودگی میں عیب نکالے۔ لمزة۔ سامنے عیب نکالے۔
 طعنہ زنی کرے۔

تکلمة: فَعَلَةٌ کا وزن اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ اس شخص کی عادت ثانیہ ہے۔

ایک قول یہ ہے:

کہ یہ اخص بن شریق کے متعلق اتری۔ اس کی عادت غیبت تھی۔

ایک اور قول:

آمیہ بن خلف کے متعلق اتری۔ ایک قول اور ہے کہ ولید کے متعلق نازل ہوئی۔

فیصلہ:

سب خاص ہو سکتا ہے۔ اور وعید عام ہو۔ تاکہ ایسے تمام افراد کو شامل ہو جو اس قباحت کا ارتکاب کرنے والے ہوں۔

۲: وَالَّذِي جَمَعَ مَالًا وَعَدَّدَهُ (جو مال جمع کرتا ہو اور اس کو بار بار گنتا ہو)

نَحْوُ: الذی یہ کل سے بدل ہے۔ نمبر ۲۔ منصوب ہے۔ فعل ذم کی وجہ سے۔

قراءت: شامی، جزہ، علی نے جمع صیغہ مبالغہ پڑھا اور وہ عددہ کے ظاہر میں مطابق بھی ہے۔ عددہ یعنی اس کو حوادث دھر کیلئے تیار کیا اور سامان بنایا۔

۳: يَحْسَبُ أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ (وہ خیال کر رہا ہے کہ اس کا مال اس کے پاس سدا رہے گا) یعنی اس کا ترکہ اس کو دنیا میں ہمیشہ رکھنے والا ہے وہ نہ مرے گا۔ نمبر ۲۔ یہ عمل صالح کے لئے تعریض ہے۔ کہ عمل صالح ہی انسان کو نعمتوں میں ہمیشہ رکھنے والا ہے مال نے آج تک تو کسی کو ہمیشہ رکھا نہیں۔

۴: كَلَّا لَيُنْبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ (ہرگز نہیں۔ واللہ وہ شخص ایسی آگ میں ڈالا جائے گا) جس میں جو کچھ پڑے۔ اس کو وہ توڑ پھوڑ دے۔ کلا اس میں سابقہ گمان پر ردع ہے۔ لَيُنْبَذَنَّ اس کو ضرور ڈالا جائے گا جس نے جمع کیا۔ الْحُطَمَةِ جو اس طرح کی آگ ہے کہ جو چیز اس میں ڈالی جائے اس کو مٹا ڈالتی ہے۔

۵: وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْحُطَمَةُ (اور آپ کو معلوم ہے کہ وہ توڑنے پھوڑنے والی آگ کیسی ہے) اس میں تعجب ہے اور جہنم کی عظمت و بڑائی بتلائی (کہ جہنم کی شدت ناقابل تصور ہے)

۶: نَارُ اللَّهِ الْمَوْقَدَةُ (وہ اللہ تعالیٰ کی آگ ہے۔ جو سلگائی گئی ہے)

نَحْوُ: نار اللہ یہ مبتدأ محذوف کی خبر ہے۔ ای ہی نار اللہ۔ الموقدہ یہ اس کی صفت ہے۔

دلوں تک پہنچنے کا مطلب:

۷: الَّتِي تَطَّلِعُ عَلَى الْآفِنْدَةِ (جو دلوں تک جا پہنچے گی) یعنی وہ آگ ان کے پیٹوں میں گھس جائے گی اور یہاں تک کہ سینوں میں پہنچ جائے گی اور ان کے دلوں کو جھانک لے گی۔ آفندہ: دل کا درمیان۔ انسان کے جسم میں دل سے بڑھ کر کوئی چیز لطیف نہیں۔ اور نہ ہی اس سے زیادہ کوئی چیز معمولی ایذا کو محسوس کرنے والی ہے۔ اس وقت دل کی تکلیف کا کیا حال ہوگا جب جہنم کی آگ اس کو جھانکے گی اور اس پر مسلط ہو جائے گی۔

دل کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ دل کفر کے مقامات اور عقائد فاسدہ کا مرکز ہے۔ اطلاع نار کا مطلب یہ ہے کہ وہ آگ ان پر چھا جائے گی۔

۸: إِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّوَصَّدَةٌ (وہ ان پر بند کر دی جائے گی) آہا کی ضمیر نار کی طرف یا حطمة کی طرف راجع ہے موصدہ: بلند کی ہوئی۔

۹: فِي عَمَدٍ مُمَدَّدَةٍ (بڑے لمبے لمبے ستونوں میں)

قراءت: حفص کے علاوہ بقیہ کوئی قراء نے عُمَد پڑھا اور باقی تمام قراء نے عَمَدِ یہ دو جمع کی لغات ہیں۔ عِمَاد جیسے اِهَابِ اور اُهْبِ حِمَارِ اور حُمُرٍ مُمَدَّدَةٍ ان پر دروازے بند کر دیئے جائیں گے اور دروازوں پر ستون کھینچ دیئے جائیں گے۔ مضبوط بند کرنے کیلئے حدیث میں وارد ہے: مؤمن سمجھدار اور ذہین، ثابت قدمی اختیار کرنے والا، نہ جلد باز۔ نیک، عالم ہوتا ہے اور منافق عیب جو طعنہ زن رات کو ٹاٹا مک ٹوٹیاں مارنے والے کی طرح۔ اس کو کچھ پرواہ نہیں ہوتی کہ وہ کہاں سے کمائے۔ اور کس چیز میں صرف کرے۔ [رواہ الدیلمی فی الفردوس: ۶۵۳۳]

تمت سورة الهمزة

سُوْرَةُ الْفِيلِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ خَمْسٌ اَيَاتٍ

سورة الفیل مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں پانچ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحَابِ الْفِیْلِ ۝۱ اَلَمْ یَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِی تَضْلِیْلِ ۝۲

اے مخاطب کیا تو نے نہیں دیکھا ہے کہ رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا، کیا ان کی تدبیر کو سر تاپا غلط نہیں کر دیا،

وَ اَرْسَلَ عَلَیْهِمْ طِیْرًا اَبَابِیْلَ ۝۳ تَرْمِیْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّیْلِ ۝۴ فَجَعَلَهُمْ

اور ان پر پرندے بھیج دیئے غول در غول وہ ان پر سنگر کی پھریاں پھینک رہے تھے، سو اللہ نے ان کو ایسا کر دیا

كَعَصْفٍ مَّا كُوْلِی ۝۵

جیسے کھایا ہوا بھوسہ ہو۔

۱: اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحَابِ الْفِیْلِ (کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں سے کیا معاملہ کیا)۔

تَضْلِیْلًا: کیف یہ فَعَلَ کی وجہ سے موضع نصب میں ہے الم تر کی وجہ سے نہیں۔ کیونکہ کیف میں استفہام کا معنی پایا جاتا ہے اور یہ جملہ تروای کے دو مفعولوں کے قائم مقام ہو گیا ہے۔

الم تر میں تعجب کا اظہار ہے اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر ﷺ کو تعجب سے فرما رہے ہیں کہ عجیب بات ہے کہ کفار نے آپ کا انکار کر دیا حالانکہ وہ تو اتنی بڑی آیات کو دیکھ چکے۔ معنی یہ ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کی صنعت کے آثار اہل حبشہ میں دیکھے اور اس کے متعلق متواتر خبریں سنیں پس وہ آپ کے لئے مشاہدہ کے قائم مقام ہے۔ جو اصحاب فیل کے سلسلہ میں پیش آیا۔

ابرہہ کی حرکت اور سزا:

روایت ہے یمن کا بادشاہ ابرہہ بن الصباح جو اصحہ نجاشی کی طرف سے مقرر ہوا تھا۔ اس نے صنعاء میں ایک گرجا تعمیر کیا۔ اور اس کا نام القلیس رکھا اور اس کا ارادہ یہ تھا کہ لوگ اس کا حج کرنے آئیں۔ کنانہ کا ایک آدمی نکلا اور رات کو اس میں پاخانہ کر دیا اس سے ابرہہ سخت ناراض ہوا ایک قول یہ ہے کہ عرب کے ایک قافلہ نے اس کے قریب آگ سلگائی۔ ہوا کی وجہ سے وہ آگ اس گرجے میں آگئی جس سے وہ جل گیا۔ ابرہہ نے قسم اٹھائی کہ وہ کعبہ کو ضرور بضرور گرائے گا۔ وہ حبشیوں کی ایک فوج کے ساتھ نکلا۔ اس کے ساتھ ہاتھی بھی تھے۔ ایک ہاتھی کا نام محمود تھا۔ یہ بہت بڑا طاقت ور ہاتھی تھا۔ بارہ ہاتھی اس کے علاوہ تھے۔ جب وہ

مقام معتمس میں پہنچا تو خواجہ عبدالمطلب اس کے پاس نکل کر گئے اور اس کو کہا کہ تہامہ کے اموال کا ثلث لے لے اور لوٹ جا مگر اس نے انکار کر دیا اور اپنے لشکر کو تیار کیا۔ اور بڑے ہاتھی کو آگے رکھا۔ مگر جب بڑے ہاتھی کو حرم کی طرف متوجہ کرتے وہ بیٹھ جاتا اور اٹھنے سے انکار کرتا۔ اور جب یمن کی طرف رخ کرتے تو اٹھ کر جلدی سے روانہ ہو جاتا۔ اسی دوران اللہ تعالیٰ نے پرندوں کے غول بھیج دیئے ہر پرندے کی چونچ میں ایک پتھر اور دو پتھر اس کے بچوں میں مسور کے دانے سے بڑے اور چنے سے چھوٹے تھے۔ وہ کنکری آدمی کے سر پر لگ کر اس کی دبر سے نکلتی۔ اور ہر پتھر پر اس کا نام درج تھا۔ جس کو پڑنا تھا وہ کنکریوں کے برساؤ سے بھاگ کھڑے ہوئے اور ہلاک ہو گئے ابرہہ کی موت انتہائی عبرتناک طریقہ سے آئی سینہ پھٹ کر دل باہر نکل پڑا اور مر گیا۔ اس کا وزیر ابویکسوم وہاں سے جدا ہو کر بھاگتا ہوا حبشہ پہنچا اس حال میں کہ پرندہ اس کے سر پر منڈلا رہا تھا اس نے نجاشی کو تمام واقعہ بیان کیا۔ جب بیان مکمل کر چکا۔ تو پرندے نے کنکری پھینکی جس سے وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔

ایک روایت میں ہے کہ ابرہہ نے خواجہ عبدالمطلب کے دو سواونٹ پکڑ لیے۔ آپ اس کے پاس ان اونٹوں کی خاطر گئے آپ کا اس نے پرتپاک استقبال کیا آپ خوبصورت، پر رعب اور جسیم آدمی تھے۔ اس کو بتلایا گیا کہ یہ قریش کے سردار ہیں اور مکہ کے صاحب قافلہ ہیں جو لوگوں کو وادیوں اور وحشیوں کو پہاڑوں کی چوٹیوں پر کھانا کھلاتے ہیں۔

جب عبدالمطلب نے اپنی ضرورت ذکر کی تو اس نے کہا تو میری نگاہ سے گر گیا۔ میں تو تمہارے اس گھر کو گرانے آیا ہوں جو تمہارا دین اور تمہارے آباء و اجداد کا دین ہے۔ اور پرانے زمانوں سے تمہارے لئے شرافت کا نشان ہے۔ تمہیں اونٹوں نے اس سے غافل کر دیا۔ جو ہم نے پکڑ لیے ہیں۔ عبدالمطلب نے کہا میں اونٹوں کا مالک ہوں۔ اور اس گھر کا ایک رب ہے جو خود اس سے روک لے گا۔

تمام تدابیر فیل:

۲: اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ (کیا ان کی تدبیر کو سرتاپا غلط نہیں کر دیا) ضائع اور بیکار۔ عرب کہتے ہیں: ضلل كيدہ۔ جب کہ اس کو ضائع اور بیکار کر دے۔ امرء القیس کو الملک العلیل کہا جاتا ہے۔ کیونکہ اس نے اپنے باپ کا ملک کھو دیا۔ ضائع کر دیا۔ مطلب یہ ہے کہ انہوں نے اولاً یہ تدبیر کی کہ القلیس گر جا بنایا تا کہ حجاج کے رخ اس کی طرف پھیر دیں ان کی تدبیر کو آگ کے ذریعہ بیکار کر دیا۔ پھر دوسری تدبیر بیت اللہ کے گرانے کی کی۔ ان کی تدبیر کو پرندے بھیج کر فیل کر دیا۔

۳: وَارْسَلْ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيلَ (اور ان پر غول کے غول پرندے بھیجے) ابابیل جمع ابالة: جماعتیں۔

قول الزجاج:

ادھر سے جماعتیں اور ادھر سے جماعتیں۔ یعنی ہر طرف سے جماعتیں بھیجیں۔

۴: تَرْمِيهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّن سِجِّيلٍ (جو ان لوگوں پر کنکری پتھریاں پھینکتے تھے)

قراءت: ابوحنیفہ رحمہ اللہ یرمیہم پڑھتے ای یرمیہم اللہ اللہ تعالیٰ ان پر پھینک رہے تھے یا پرندے ان پر پھینک رہے تھے۔
 الطیر یہ اسم جمع مذکر ہے۔ اور معنی کے اعتبار سے مؤنث ہے۔ جمیل یہ معرب ہے۔ سنگ گن اور جمہور کا یہی مسلک ہے یعنی کھنکر۔
 ۵: فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّا كُوِلٍ (اللہ تعالیٰ نے ان کو کھائے ہوئے بھوسہ کی طرح کر دیا) عصف ماکول وہ کھیتی جس کو کیڑے
 کھالیں۔

تمت سورة الفيل

سُورَةُ قُرَيْشٍ تَمَكِّيَّةٌ وَهِيَ أَرْبَعُ آيَاتٍ

سورۃ قریش مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں چار آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

لَا يَلْفُ قُرَيْشٍ ۝۱ اَلْفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ ۝۲ فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا

قریش کی الفت رکھنے کی وجہ سے انکی وہ الفت جو سردی اور گرمی کے سفر کرنے سے ہے۔ سو ان کو چاہئے کہ اس بیت کے رب کی

الْبَيْتِ ۝۳ الَّذِيْ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوعٍ ۙ وَّامَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۝۴

عبادت کریں جس نے انہیں بھوک میں کھانے کو دیا اور انہیں خوف سے امن دیا۔

قریش پر انعامات:

۱: لَا يَلْفُ قُرَيْشٍ (چونکہ قریش خوگر ہو گئے) یہ فلیعبدوا کے متعلق ہے۔ ان کو حکم دیا گیا کہ ان کو عبادت اسی ہی کی کرنی چاہیے اس لئے کہ وہ دو سفروں سے بڑے مانوس ہیں۔ فلیعبدوا پر فاء تو اس لئے لائی گئی ہے کیونکہ کلام میں شرط کا معنی پایا جاتا ہے یعنی ان پر اللہ تعالیٰ کی لاتعداد نعمتیں ہیں۔ پس اگر وہ دیگر نعمتوں کی وجہ سے عبادت نہیں کرتے۔ تو ان کو اس ایک بڑی عظیم الشان نعمت کی وجہ سے عبادت کرنا چاہیے۔

نمبر ۲۔ فجعلہم کعصف ما کول کے متعلق ہے۔ لایلاف قریش یعنی یہ ہلاکت اس انس کی وجہ سے ہے اور یہ اسی طرح ہے جیسے شعر میں تضمین لگائی جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ شعر کا معنی ماقبل سے معلق اس لئے کیا جائے تاکہ شعر کا معنی صحیح ہو جائے۔ اور مصحف ابی بن کعب رضی اللہ عنہ میں یہ دونوں بلا فصل ایک سورت ہیں۔ اور کسائی رحمہ اللہ سے ان کے مابین ترک تسمیہ بھی منقول ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان حبشہ والوں کو ہلاک کیا جو ان کا قصد کر کے آرہے تھے تاکہ لوگ اس بات کو سنیں اور ان کا احترام کریں اور خوب احترام ہوتا کہ سفروں میں ان کو امن میسر ہو جائے اور کوئی ان پر جرات نہ کرے۔

نمبر ۳۔ ایک قول یہ ہے کہ اعجبوا لایلاف قریش ہے۔

قراءت: شامی نے لایلاف قریش پڑھا ہے ای لموافقہ قریش۔ قریش کی موافقت کی وجہ سے۔ نمبر ۲۔ کہا جاتا ہے: الفتۃ الفاء والافا: مانوس ہونا۔ قریش نضر بن کنانہ کی اولاد کو کہتے ہیں۔ اس کا نام القرش کی تصغیر بنا کر رکھا ہے۔ القرش سمندری زبردست جانور ہے۔ جو کشتیوں پر حملہ آور ہوتا ہے۔ صرف آگ سے اس کا دفاع کیا جاسکتا ہے۔ تصغیر تعظیم کیلئے ہے۔ اس کا نام

ان کی مضبوطی اور حفاظت کی وجہ سے رکھا گیا۔ دوسرا قول یہ ہے القریش کمائی کو کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ اپنی تجارت سے کمائی کرتے اور شہروں میں سفر کر کے کماتے تھے۔

۲: اَلْفِيْهِمْ رِحْلَةُ الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ (یعنی جاڑے (سردیاں) اور گرمی کے سفر کے خوگر ہو گئے ہیں) یہاں ایلاف کو مطلق ذکر کیا۔ پھر اس کے بدلے رحلتین کو مقید کر کے لائے۔ تاکہ اس سے ایلاف کے معاملے کی بڑائی ظاہر ہو۔ اور اس کا عظیم نعمت ہونا یا دد لایا جائے۔

نَحْوُ: رِحْلَةُ كَالْفِظِ اِيْلَافِهِمْ كَامَفْعُولٍ يَهْوَنُ كِي وَجْهٍ سَمْنُوبٍ هِيَ۔ اور مراد اس سے رحلتی الشتاء والصيف (دو سفر گرمیوں اور سردیوں کے) التباس کا خطرہ نہ ہونے کی وجہ سے مفرد لائے۔ تشبیہ ذکر نہیں کیا۔

اسفار قریش:

قریش دو سفر کرتے۔ سردیوں میں یمن کا سفر کرتے اور گرمیوں میں شام کا سفر کرتے اور کھانے کا سامان لاتے اور تجارت کرتے ان کے یہ دونوں سفر پر امن ہوتے تھے۔ کیونکہ وہ اہل حرم تھے۔ ان پر ڈاکو تعرض نہ کرتے اور دوسرے قافلے لوٹ لیے جاتے۔

۳: فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَذَا الْبَيْتِ (تو ان کو چاہیے کہ اس خانہ کعبہ کے مالک کی عبادت کریں)

خوف سے امن دینے والے کی عبادت چاہئے تھی:

۵: ۴: اَلَّذِيْ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ - وَاَمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ (جس نے ان کو بھوک میں کھانے کو دیا اور خوف سے ان کو امن دیا) خوف اور جوع کی تنوین شدت کو ظاہر کرنے کیلئے لائی گئی ہے۔ یعنی اطعمهم بالرحلتین من جوع شدید كانوا فيه قبلهما۔ ان کو دو سفروں کے ذریعہ اس سخت بھوک سے ان کو کھانا دیا۔ جس میں وہ ان سے پہلے مبتلا تھے۔ وامنهم من خوف عظیم وهو خوف اصحاب الفيل اور ان کو عظیم خوف سے امن دیا۔ یہ خوف اصحاب فیل کا تھا۔ نمبر ۲۔ اپنے شہر سے اچک لیے جانے کا خوف اور چلائے جانے کا خطرہ۔

ایک قول:

ان کو بھوک پہنچی جس سے مردار کھانے تک پہنچ گئے۔ اور جلی ہڈیاں تک چبائیں گئیں۔ اور ان کو کوڑھ کے خوف سے امن دیا وہ ان کے شہر میں نہ آسکتا تھا۔ ایک اور قول یہ ہے کہ یہ تمام چیزیں ان کو دعائے ابراہیم علیہ السلام کے سبب حاصل ہوئیں تھیں۔

تمت سورة قریش

سُورَةُ الْمَاعُونِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ سَبْعُ آيَاتٍ

سورہ ماعون مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں سات آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

ارءیت الذی ینکذب بالذین ۱ فذک الذی یدع الیتیم ۲ ولا یحض علی

کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جو روز جزاء کو جھٹلاتا ہے، سو یہ وہ شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور مسکین کو کھانا

طعام المسکین ۳ فویل للمصلین ۴ الذین هم عن صلاتهم ساهون ۵ الذین هم

دینے کی ترغیب نہیں دیتا، سو ایسے نمازیوں کے لئے بڑی خرابی ہے جو اپنی نماز کو بھلا بیٹھتے ہیں جو ایسے ہیں

یراءون ۶ ویمنعون الماعون ۷

کر یا کارئی کرتے ہیں اور ماعون سے منع کرتے ہیں۔

۱: ارءیت الذی ینکذب بالذین (کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جو روز جزاء کو جھٹلاتا ہے) یعنی ہل رایت الذی ینکذب بالجزاء من هو؟ ان لم تعرفہ۔ کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جو جزاء کو جھٹلاتا ہے وہ کون ہے؟ اگر تم اس کو نہیں پہچانتے ہو۔

یتیم کو دھکے دینے والا:

۲: فذک الذی یدع الیتیم (پس وہ شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے) ذالک وہ جو قیامت کو جھٹلاتا ہے وہ وہی ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے زور سے دھکیلتا ہے بڑی سختی اور ایذا کے ذریعہ اور اس کو بھدے انداز سے درشتی اور ڈانٹ ڈپٹ سے واپس کرتا ہے۔

۳: ولا یحض علی طعام المسکین (اور محتاج کو کھانا دینے کی ترغیب نہیں دیتا) وہ اپنے اہل کو مسکین کو کھانا کھلانے پر آمادہ نہیں کرتا۔

نکتہ:

آیت میں جزاء کو نیکی سے روکنے کی علامت قرار دیا۔ اور کمزور کو ایذا دینے کی علامت بتلایا۔ یعنی اگر یہ جزاء پر ایمان لاتا اور امید پر اس کو یقین ہوتا تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا اور اس کی سزا کا خوف ہوتا تو یہ اقدام نہ کرتا۔ پس جب اس نے یہ اقدام کیا تو اس

سے یہ ثابت ہو گیا کہ یہ جزاء کا منکر ہے۔ پھر اس کے ساتھ یہ ارشاد ملا دیا۔

۴: قَوْلٌ لِلْمُصَلِّينَ (پس ایسے نمازیوں کیلئے بڑی خرابی ہے)

۵: الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ (جو اپنی نماز کو بھلا بیٹھتے ہیں)

۶: الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ (جو ایسے ہیں کہ ریا کاری کرتے ہیں)

۷: وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ (اور زکوٰۃ بالکل نہیں دیتے) یعنی ان صفات والے منافقین ہیں۔ جو سر آتو نماز پڑھتے ہی نہیں کیونکہ وجوب نماز کے قائل نہیں اور ظاہر اریا کاری کیلئے پڑھتے ہیں۔ پس منافقین کے لئے ہلاکت ہے جو کہ اپنے کو من جملہ صورتہ نمازیوں میں شامل کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ اپنی نماز سے غافل ہیں وہ اس نماز سے قرب الہی کے طالب نہیں اور نہ ہی فرض سمجھ کر ادا کرتے ہیں۔ وہ جھکتے اٹھتے تو معلوم ہوتے ہیں مگر ان کو یہ معلوم نہیں کہ وہ کیا کرتے ہیں۔ وہ لوگوں کے سامنے ظاہر کرتے ہیں کہ وہ فرائض ادا کر رہے ہیں۔ اور وہ زکوٰۃ سے دوسروں کو روکتے ہیں۔ اور جس میں منفعت ذاتی ہے۔

قول انس رضی اللہ عنہ وحسن رضی اللہ عنہ:

کہ اس اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے فرمایا: عن صلاحہم۔ فی صلاحہم نہیں فرمایا۔ کیونکہ عن کا مطلب یہ ہے کہ وہ نماز کو اس طرح بھولنے والے ہیں، کہ وہ بھولنا ترک صلوة تک پہنچا ہوا ہے۔ اور قلت التفات پیدا ہو چکی ہے اور یہ منافقین کا فعل ہے۔ اور قی کا معنی ان کو سہوا میں پیش آتا ہے۔ جس میں شیطان وسوسہ ڈال دیتا ہے۔ یا حدیث نفس کی دخل اندازی ہو جاتی ہے۔ اور یہ بات مسلمان کو پیش آتی رہتی ہے۔ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں سہو پیش آ جاتا اور تو کیا چیز ہیں۔

المراءۃ یہ الاراءۃ سے باب مفاعلہ ہے کیونکہ دکھلاوا کرنے والا لوگوں کو اپنا عمل دکھاتا ہے۔ وہ خود پسندی اور تعریف کروانے کیلئے دکھلاوا کرتے تھے ورنہ فرائض کو ظاہر ادا کرنے سے آدمی ریا کار نہیں بنتا۔ بلکہ فرائض کا حق یہ ہے کہ وہ علی الاعلان بجالائے جائیں۔ آپ علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے۔ ولا غمۃ فی فرائض اللہ! فرائض اللہ میں اخفاء نہیں۔ بلکہ اخفاء نوافل میں ہے۔ اگر ان کو بھی اس نیت سے ظاہر کرے کہ لوگ اس کی اقتداء کریں تو مستحسن ہے (یعنی نوافل کو پڑھیں گے)۔

الماعون زکوٰۃ۔

قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ:

یہ ہے اس سے مراد وہ چیزیں ہیں جو ایک دوسرے کو عاریۃ دی جاتی رہتی ہیں مثلاً ہنڈیا، ڈول، پیالہ وغیرہ۔

قول عائشہ رضی اللہ عنہا:

پانی، آگ، نمک وغیرہ۔

تمت سورة الماعون

سُوْرَةُ الْكُوْثِرِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَلَاثُ آيَاتٍ

سورة الكوثر مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں تین آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِنَّا اَعْطٰیْكَ الْكُوْثَرَ ۙ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَاَنْحَرْ ۙ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۙ

بیشک ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمائی۔ سو آپ اپنے رب کے لئے نماز پڑھیے اور قربانی کیجئے بلاشبہ آپ کا دشمن ہی بے نام و نشان ہے۔

۱: اِنَّا اَعْطٰیْكَ الْكُوْثَرَ (بلاشبہ ہم نے آپ کو کوثر عنایت فرمائی ہے) کوثر یہ فعل کا وزن ہے۔ جو کثرت سے بنا ہے کثرت میں بہت ہی اضافہ۔

ایک قول:

وہ جنت کی ایک نہر ہے جو شہد سے زیادہ میٹھے پانی والی اور دودھ سے زیادہ صاف اور برف سے زیادہ ٹھنڈی اور مکھن سے زیادہ نرم ہے اور اس کے کنارے زبرجد اور اس کے برتن چاندی کے بنے ہیں۔

خیر کثیر قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

اس سے خیر کثیر مراد ہے ان سے سوال کیا گیا کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ وہ جنت کی ایک نہر ہے۔ تو آپ نے فرمایا وہ بھی خیر کثیر میں سے ہی ہے۔

عبادت اور قربانی کرو:

۲: فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَاَنْحَرْ (پس آپ اپنے پروردگار کی نماز پڑھیے اور قربانی دیجئے) پس تم اپنے رب کی عبادت کرو جس نے وہ عطا کر کے آپ کو معزز بنایا اور عظمت عنایت فرمائی۔ اور مخلوقات کے احسانات سے محفوظ رکھا۔ اپنی قوم کے برخلاف آپ اپنے رب کی عبادت کریں وہ قوم جو غیر اللہ کی عبادت میں مشغول و مصروف ہے اور اللہ ہی کی خاطر قربانی کریں اور اس کے نام کے ساتھ ذبح کریں برخلاف ان بت پرستوں کے جو کہ بتوں کے نام کی قربانیاں دیتے ہیں۔

مخالف ہر شہر سے منقطع:

۳: اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ (بالیقین آپ کا دشمن ہی بے نام و نشان ہے) آپ کی قوم کے وہ لوگ جو آپ کی مخالفت کی وجہ سے

آپ سے بغض رکھتے ہیں۔ وہی بے نام و نشان ہونے والے ہیں۔ وہ ہر خیر سے منقطع کر دیئے جائیں گے نہ کہ آپ۔ کیونکہ قیامت تک پیدا ہونے والے مؤمن تمام آپ کی اولاد اور آپ کے پیچھے چلنے والے ہیں۔ اور تمہارا ذکر آخر زمانہ تک منبروں پر بلند ہوگا۔ اور ہر عالم و ذاکر آپ کا تذکرہ کرے گا۔ اور آخرت میں اتنا ملے گا جس کو بیان نہیں کیا جاسکتا۔ آپ جیسے کو اہتر نہیں کہا جاسکتا۔ اہتر وہ شخص ہے جو آپ کا دشمن ہے وہ دنیا و آخرت میں بھلا دیا جانے والا ہے۔

ایک قول یہ ہے:

کہ یہ عاص بن وائل سہمی کے متعلق ہے۔ اس کو اہتر کہا گیا۔ اہتر وہ ہے جس کا پیچھے کوئی نہ ہو۔

تخفوا: الاہتر یہ ان کی خبر ہے۔ ہضمیر فصل ہے۔

تمت سورة الكوثر

سُورَةُ الْكَافِرُونَ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ سِتُّ آيَاتٍ

سورہ کافرون مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں چھ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ ۝ لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ ۝ وَلَا أَنْتُمْ عِبُدُونَ مَا أَعْبُدُ ۝

آپ کہہ دیجئے کہ اے کافرو! نہ میں تمہارے معبودوں کی پرستش کرتا ہوں اور نہ تم میرے معبود کی پرستش کرتے ہو

وَلَا أَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُمْ ۝ وَلَا أَنْتُمْ عِبُدُونَ مَا أَعْبُدُ ۝ لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ

اور نہ میں تمہارے معبودوں کی پرستش کروں گا۔ اور نہ تم میرے معبود کی پرستش کرو گے تمہارے لئے تمہارا دین ہے اور میرے لئے

دِينُكُمْ ۝

میرا دین ہے۔

۱: قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ (آپ کہہ دیجئے کہ اے کافرو!) اس کے مخاطب مخصوص کفار ہیں۔ جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ وہ ایمان نہ لائیں گے۔

کفر سے بیزاری:

روایت میں ہے کہ قریش کی ایک پارٹی نے کہا اے محمد! تم ہمارے دین کی اتباع کر لو اور ہم تمہارے دین کی اتباع کرتے ہیں۔ ایک سال ہم تمہارے معبود کی عبادت کرتے ہیں ایک سال تم ہمارے معبودوں کی عبادت کرو۔ آپ نے فرمایا معاذ اللہ! اَنْ اَشْرِكَ بِاللّٰهِ غَيْرَةً میں اللہ تعالیٰ کی اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ میں اس کے ساتھ کسی کو شریک کروں۔ پھر کہنے لگے ہمارے بعض معبودوں کو ہاتھ لگا کر بوسہ دو۔ ہم تیری بات مان جائیں گے۔ اور تیرے معبود کی پوجا کرنے لگیں گے پس یہ آیت اتری۔ پھر آپ صبح کے وقت مسجد حرام میں تشریف لے گئے۔ جہاں قریش کا ایک گروہ بیٹھا تھا۔ آپ نے ان پر یہ سورت پڑھی تو وہ آپ

کی طرف سے مایوس ہو گئے۔ [ہذا ذکرہ البخاری فی الکشاف ۴/۸۰۸]

۲: لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ (نہ میں تمہارے معبودوں کی پرستش کرتا ہوں) یعنی میں اپنی موجودہ حالت میں تمہارے معبودوں کی عبادت کرنے والا نہیں ہوں۔

۳: وَلَا أَنْتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُدُ (اور نہ تم میرے معبود کی پرستش کرتے ہو) عابدون اس وقت عبادت کرنے والے ہو۔ ما اعبد جس کی میں عبادت کرتا ہوں یعنی اللہ تعالیٰ۔

۴: وَلَا أَنَا عَابِدٌ مَا عَبَدْتُمْ (اور نہ میں تمہارے معبودوں کی پرستش کروں گا) یعنی نہ میں مستقبل میں ان کی عبادت کروں گا۔ جن کی تم عبادت کرتے ہو۔

۵: وَلَا أَنْتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُدُ (اور نہ تم میرے معبود کی پرستش کرو گے) ولا انتم اور نہ تم مستقبل میں عابدون ما اعبد۔ اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں یہاں ما کا لفظ ذکر کیا گیا کیونکہ اس سے مراد صفت ہے۔ یعنی میں باطل کی عبادت نہ کروں گا اور نہ تم حق کی عبادت کرو گے۔ نمبر ۲۔ لفظ مالائے تاکہ دونوں لفظ متقابل ہو جائیں۔ اور اول میں سن درست نہیں دوسرے میں ما کو بمعنی الذی لینا درست ہے۔

۶: لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ (تم کو تمہارا بدلہ ملے گا اور مجھ کو میرا بدلہ ملے گا) تمہارے لئے تمہارا شرک اور میرے لئے میری توحید مبارک ہو۔

قراءت: نافع اور حفص نے وَلِيَ فَتَحَ يَاءَ سے پڑھا اور ابو عمرو و ابن عامر نے وَلِيَ سَكُونِ يَاءَ سے پڑھا ہے۔

ایک روایت ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں داخل ہوئے جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔ آپ نے فرمایا نابذ بن مسعود۔ علیحدگی کا اعلان کراے ابن مسعود۔ تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے قل یا ایہا الکافرون پڑھی پھر دوسری رکعت میں فرمایا۔ اخلص تو خالص کر تو عبد اللہ بن مسعود نے قل هو اللہ احد پڑھی۔ جب سلام پھیرا تو آپ نے فرمایا اے ابن مسعود مانگو۔ تمہاری دعا قبول کی جائے گی۔

تمت سورة الكافرون

سُورَةُ النَّصْرِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَلَاثُ آيَاتٍ

سورة النصر مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں تین آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝

جب آجائے اللہ کی مدد اور فتح اور آپ لوگوں کو دیکھیں کہ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۝ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝

سو آپ اپنے رب کی تسبیح بیان کیجئے جس کے ساتھ حمد بھی ہو اور اس سے مغفرت طلب کیجئے۔ بیشک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔

اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ (جب اللہ تعالیٰ کی مدد اور فتح آئی)

نَحْوُ: اذایہ فتح کی وجہ سے منصوب ہے۔ اور یہ مستقبل میں پیش آئندہ واقعہ کی اطلاع وقوع سے قبل دے دی گئی ہے۔ یہ علامات نبوت میں سے ہے۔ روایت میں ہے یہ حجۃ الوداع میں ایام تشریق کے دنوں میں نازل ہوئی۔

علامات نبوت سے فتح کی پیشگوئی:

جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ النصر اعانت اور دشمنوں کی مغلوبیت۔ الفتح علاقوں کا مفتوح ہونا۔ معنی یہ ہے اللہ تعالیٰ حضرت محمد ﷺ کی عرب کے خلاف مدد فرمائیں گے یا قریش کے خلاف مدد فرمائیں گے۔ اور مکہ فتح ہو جائے گا یا ایمان والوں کی نصرت فرمائیں گے اور مشرکین کے علاقوں پر ان کو فتح دیں گے اس صورت میں نصر سے جنس نصرت مراد لی گئی ہے۔

۲: وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا (اور آپ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے دین میں جوق در جوق داخل ہوتا دیکھ لیں گے)

نَحْوُ: روایت کو ابصرت یا عرفت کے معنی میں مانیں تو یہ دخولون یہ الناس سے حال ہے۔ نمبر ۲۔ علمت کے معنی میں مانیں تو پھر یہ اس کا دوسرا مفعول ہے۔ اَفْوَاجًا یہ یدخلون کے فاعل سے حال ہے۔ اور اِذَا کا جواب فسح ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے: اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ اِيَّاكَ عَلٰی مَنْ نَاوَاكَ وَفَتْحَ الْبِلَادِ وَرَأَيْتَ اَهْلَ الْيَمَنِ يَدْخُلُوْنَ فِیْ مِلَّةِ الْاِسْلَامِ جَمَاعَاتٍ كَثِيْرَةً بَعْدَ مَا كَانُوْا يَدْخُلُوْنَ فِيْهِ وَاٰحِدًا وَاٰحِدًا وَاثْنِيْنَ اَثْنِيْنَ۔ جب اللہ تعالیٰ کی مدد آئے تو بچا اپنے کو ان لوگوں سے جو دشمنی کرنے والے ہیں اور شہروں کو اللہ تعالیٰ فتح کر دے تو تم اہل یمن کو ملت اسلام میں بڑی بڑی جماعتوں میں داخل ہوتا دیکھو گے جبکہ وہ اس

سے پہلے ایک ایک دودو کر کے داخل ہوتے تھے۔

۳: فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ (تو اپنے رب کی تسبیح و تحمید کیجئے) فسبح یعنی سبحان اللہ حامداً له کہیں یا اللہ تعالیٰ کیلئے نماز پڑھیں۔
وَاسْتَغْفِرْهُ (اور اس سے مغفرت کی درخواست کیجئے) تواضع اور نفس کو مٹانے کیلئے یا ہمیشہ استغفار کرتے رہیں۔ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا
(وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔) انہ کان بیشک وہ ہمیشہ سے ہے توبہ قبول کرنے والا۔

روایت میں ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کو سن کر رو دیئے اور کہا کہ کمال زوال کی دلیل ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ اس کے
بعد دو سال تک زندہ رہے۔ (حج کے بعد آپ ﷺ صرف ۸۸۸۷ روز دنیا میں رہے)

تمت سورة الناصر بنصرہ

سُورَةُ الْاَلْبَبِ بِكَيْتٍ وَهِيَ خَمْسُ آيَاتٍ

سورة البہب مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں پانچ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ ۝۱ مَا أَغْنَىٰ عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ ۝۲ سَيَصْلَىٰ نَارًا

البہب کے ہاتھ ٹوٹیں اور وہ ہلاک ہو جائے نہ اسکے مال نے اسے فائدہ دیا اور نہ اس کی کمائی نے وہ عنقریب شعلہ مارتی ہوئی

ذَاتَ لَهَبٍ ۝۳ وَأَمْرَاتُهُ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝۴ فِي جِيدِهَا حَبْلٌ مِّن مَّسَدٍ ۝۵

بڑی آگ میں داخل ہوگا اور اسکی بیوی بھی بری عورت جو گھڑیاں لادنے والی ہے اس کے گلے میں رسی ہے کھجور کی چھال کی۔

۱: تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ (البہب کے ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ برباد ہو جائے) التباب ہلاکت اسی سے عرب کا یہ قول ہے۔
 أشابة ام تابة کیا تو جوان ہونے والی یا ہلاک ہونے والی ہے۔ یعنی بڑھاپے سے ہلاک ہونے والی ہے۔ معنی یہ ہے کہ اس کے
 دونوں ہاتھ ہلاک ہوں۔ کیونکہ روایات کے مطابق اس نے ہاتھ سے رسول اللہ ﷺ کو مارنے کیلئے پتھر تھامنا تھا۔
 وَتَبَّ اور وہ سارا ہلاک ہو یا اس کے دونوں ہاتھوں کو ہلاکت والا بتلایا اور مراد اس سے اس کی تمام ہلاکت ہے۔ جیسے فرمایا
 بما قدمت يداك [الحج: ۱۰] اور وتب کا معنی یہ ہوگا جیسا اس قول شاعر میں

جزانى جزاه الله شر جزائه ☆ جزاء الكلاب والعاويات و قد فعل

(اس نے مجھے بدلہ دیا اللہ تعالیٰ اس کو اپنی طرف سے بدترین بدلہ یعنی بھونکنے والے کتوں کا بدلہ دے اور اس نے ایسا کر دیا)

قرآنت: اور اس پر ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت بھی دلالت کرتی ہے وقد تب۔

صفا کا وعظ:

روایت میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: **أَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ** آپ صفا پر چڑھے اور فرمایا: یا صباحا۔ ہر
 جانب سے آپ کے پاس لوگ جمع ہوئے۔ پس آپ ﷺ نے فرمایا اے بنی عبدالمطلب اے بنی فہراگر میں تم کو خبر دوں کہ ایک گھوڑ
 سوار دستہ اس پہاڑی کے پیچھے سے تم پر حملہ آور ہوا چاہتا ہے۔ کیا تم میری بات کو سچ مان لو گے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا
 میں قیامت سے قبل تمہیں ڈرانے والا ہوں۔ اس پر البہب کہنے لگا تبا لک تو ہلاک ہو۔ کیا تو نے اسی لئے ہمیں جمع کیا تھا۔ اس پر
 یہ سورت نازل ہوئی۔ [رواہ البخاری: ۴۹۷۱، مسلم: ۲۰۸]

ذکر کنیت کی وجہ:

سورت میں اس کی کنیت استعمال کی گئی ہے اس کی کنیت بطور اعزاز کے لوگوں میں معروف تھی۔ نام اتنا معروف نہ تھا۔ اور یہ وجہ بھی ہے اس کا نام عبدالعزیٰ تھا۔ جو کہ مکروہ اور مشرکانہ نام تھا اور تیسری بات یہ ہے اس کا انجام شعلہ زن آگ ہے۔ پس اس کی حالت آخروی اس کی کنیت سے موافقت رکھتی تھی۔

قراءت: مکی نے ابی لہب ہاء کے سکون سے پڑھا ہے۔

۲: مَا أَغْنَىٰ عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ (اور نہ مال اس کے کام آیا اور نہ اس کی کمائی) ما پہلانا فیہ ہے۔ اور ما کسب کا ما موصولہ یا مصدر یہ ہے۔ اسی مکسوبۃ یا کسبہ یعنی اس کا کمایا ہو یا کمانا۔ یعنی اس کے اس مال نے بھی فائدہ نہ دیا۔ جو باپ سے وراثت میں اس نے پایا اور نہ وہ مال جو بذات خود کمایا۔ یا پرانا مال اور تازہ کمایا ہو کام نہ آیا۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

ما کسب ولدہ جو اس کی اولاد نے کمایا۔ روایت میں ہے کہ وہ کہا کرتا تھا۔ اگر میرے بھتیجے ہی کی بات درست ہے تو پھر میں اس سے بچنے کیلئے اپنا مال اور اولاد قربان کر دوں گا۔

۳: سَيَصْلَىٰ نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ (وہ عنقریب ایک شعلہ زن آگ میں داخل ہوگا) سیصلیٰ کا معنی عنقریب داخل ہوگا۔

قراءت: البرجمی نے ابو بکر سے سیصلیٰ پڑھا ہے۔ سین و عید کیلئے ہے یا وہ بہر صورت ہو کر رہے گا اگرچہ اس کا وقت مؤخر ہے۔ ذات لہب جلانی و بھڑکائی ہوئی آگ۔

۴: وَأَمْرَاتُهُ حَمَالَةَ الْحَطَبِ (وہ بھی اور اس کی بیوی جو لکڑیاں لا کر لاتی ہے) وَاْمْرَاتُہ اس کی بیوی ام جمیل بنت حرب جو ابوسفیان کی بہن تھی۔ حَمَالَةَ الْحَطَبِ وہ کانتوں اور جھاڑ کا گٹھ اٹھا کر لاتی۔ رات وہ رسول اللہ ﷺ کے راستہ میں بکھیر دیتی۔ ایک قول یہ ہے: وہ چغل خوری کرتی اور لوگوں کے مابین عداوت کی آگ بھڑکاتی۔

قراءت: حمالة الحطب کو عاصم نے منصوب علی الذم قرار دیا۔ اور مجھے یہ قراءت پسند ہے اور اس نیکی کے ساتھ اس نے رسول اللہ ﷺ تک تو سل حاصل کر لیا جو ام جمیل کو سب و شتم پسند کرے (کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کو گالیاں بکتی تھی) اس صورت میں امراتہ پر وقف ہوگا۔ کیونکہ اس صورت میں اس کا عطف سیصلیٰ کی ضمیر پر ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے: سیدخل هو وامراتہ۔ اعنی حمالة الحطب۔

دیگر قراءت نے حمالة الحطب کو رفع دیا ہے۔ اس طور پر کہ یہ وامراتہ کی خبر ہے یا ہی حمالة الحطب۔ یعنی ہی مبتدأ محذوف کی خبر مانیں۔

تحقیر و مذمت کی تصویر:

۵: فِیْ جِیْدٍ هَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ (اس کے گلے میں ایک رسی ہوگی خوب بٹی ہوئی) یہ حال ہے یا دوسری خبر ہے۔ المسد چھلکے یا کھال یا دیگر کسی چیز کی مضبوط بٹی ہوئی رسی معنی یہ ہے۔ اس کی گردن میں رسی ہوگی۔ اس چیز میں سے جس سے رسیاں بٹی جاتی ہیں اور وہ کانٹوں کا وہی گٹھا اٹھانے والی ہوگی۔ اور اس کو اپنی گردن میں باندھے گی۔ جیسا کہ لکڑیاں کاٹ کر لانے والے کرتے ہیں۔ یہ بات اس کی تحقیر و مذمت کیلئے فرمائی۔ اور کسی ایک لکڑیاں اٹھانے والی عورت سے اس کی تصویر کھینچ دی۔ تاکہ وہ اس سے جزع فزع کا اظہار کرے اور اس کا خاوند بھی چڑھے۔ کیونکہ وہ بڑے گھرانے کے عزت والے اور دولت مند اور نصیب والے لوگ سمجھے جاتے تھے۔

تمت سورة المسد

سُورَةُ الْاٰخِلَاصِ مَكْنِيًّا وَهِيَ اَرْبَعُ اَيَاتٍ

سورہ اخلاص مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں چار آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۱ اللّٰهُ الصَّمَدُ ۲ لَمْ يَلِدْهُ وَاَلَمْ يُولَدْ ۳ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ

آپ کہہ دیجئے کہ وہ یعنی اللہ ایک ہے اللہ بے نیاز ہے اس کی اولاد نہیں اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ کوئی اس کے

كُفُوًا اَحَدٌ ۴

براہر کا ہے۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ (آپ کہہ دیجئے کہ وہ یعنی اللہ ایک ہے) ہُوَ یہ ضمیر شان ہے۔ اللّٰهُ اَحَدٌ اور یہ شان ہے کہ اللہ ایک ہے جیسا کہتے ہیں: ہو زید منطلق گویا اس طرح کہا گیا۔ الشان هذا و هو ان اللہ واحد لا ثانی له۔ شان یہ ہے کہ وہ اللہ ایک ہے اس کا کوئی ثانی نہیں۔

نَحْوُ: ہو ابتداء کی وجہ سے محل رفع میں ہے اور جملہ اس کی خبر ہے اس صورت میں راجع کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ یہ حکم مفرد میں ہے۔ جیسا اس قول میں زید غلامک اس طرح کہ وہ معناً مبتداً ہے یہ اس طرح نہیں جیسا یہ جملہ زید ابوہ منطلق کیونکہ اس میں زید اور جملہ دونوں مختلف دو معنوں پر دلالت کرتے ہیں۔ پس اس کے درمیان ایسی ضمیر چاہیے جو ان کو ملادے اور وہ ہے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

قریش نے کہا اے محمد! تو ہمیں اپنے اس رب کا وصف بیان کر جس کی تو ہمیں دعوت دیتا ہے۔ پس یہ سورت نازل ہوئی یعنی وہ ذات جس کا وصف تم نے مجھ سے دریافت کیا ہوا اللہ (وہ اللہ) اس صورت میں احدٌ مبتداً محذوف کی خبر ہے۔ ای ہو احدٌ یہ واحد کے معنی میں ہے اور اس کا اصل وَحَدٌ ہے۔ واؤ کو ایک طرف واقع ہونے کی وجہ سے ہمزہ سے بدل دیا۔

دلیل عقلی:

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر دلیل عقلی یہ ہے۔ نمبر ۱۔ اکیلا سارے عالم کی تدبیر و تخلیق میں کافی ہو گا یا نہ ہوگا۔ اگر وہ کافی ہے۔ تو دوسرا بیکار و ضائع ہوا۔ اس کا محتاج نہ ہوا۔ اور یہ نقص ہے اور ناقص الہ نہیں ہو سکتا۔ اور اگر وہ کافی نہیں تو وہ ناقص ہوا اور ناقص معبود نہیں۔ نمبر ۲۔ اور اس لئے کہ عقل کا تقاضا یہ ہے کہ مفعول فاعل کا محتاج ہو۔ اور فاعل ایک ہی کافی ہے اور ایک سے زائد۔ ان میں

کوئی عدد دوسرے سے اولیٰ نہیں۔ پس اس کا تقاضا یہ ہے کہ کئی اعداد کا وجود مانا جائے جن کی کوئی انتہاء نہیں۔ اور یہ محال ہے پس دو الہ کے وجود کا قول محال ہے۔

نمبر ۳۔ اور اس لئے بھی کہ ان دو میں سے ایک یا تو اس بات پر قادر ہوگا۔ کہ اپنے افعال میں سے کوئی چیز دوسرے سے چھپالے یا قادر نہ ہوگا۔ اگر قادر ہو تو چھپائی ہوئی چیز سے اس کا ناواقف ہونا لازم آیا اور اگر وہ چھپانے کی قدرت نہیں رکھتا تو اس کا عاجز ہونا لازم آیا۔ اور یہ الوہیت کے خلاف ہے۔

نمبر ۴۔ اور اس لئے بھی کہ اگر ہم کوئی معدوم ایسا فرض کریں جو ممکن الوجود ہو۔ پس اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک بھی اس کی ایجاد پر قدرت نہیں رکھتا۔ تو دونوں کا عاجز ہونا لازم آیا اور عاجز کیونکر الہ بن سکے گا۔ اور اگر ان میں سے ایک قدرت رکھتا ہے۔ دوسرا نہیں تو وہ دوسرا الہ نہ رہا۔ اگر بالفرض دونوں قادر ہوں۔ تو پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو دونوں تعاون سے ایجاد کریں گے تو اس سے ہر ایک کا دوسرے کی مدد کا محتاج ہونا لازم آیا۔ پس ہر ایک عاجز ٹھہرا۔ اور اگر ان میں سے ہر ایک مستقل طور پر اس کے ایجاد پر قدرت رکھتا ہے۔ پھر جب اس کو ان میں سے ایک نے ایجاد کر دیا تو دوسرا اس پر قادر باقی رہے گا۔ تو یہ محال ہے اور اگر قادر باقی نہ رہا تو اس وقت پہلا دوسرے کی قدرت کو زائل کرنے والا ہوگا۔ پس وہ عاجز ٹھہرا۔ اور اس کے تصرف کے ماتحت مغلوب ہو گیا پس وہ الہ نہ رہا۔

سوال: واحد نے جب مقدور کو بنفسہ ایجاد کر دیا تو اس کی قدرت تو زائل ہو گئی پس اس سے تو یہ لازم ہو گیا کہ اس واحد نے اپنے نفس کو عاجز قرار دے دیا۔

جواب: جب واحد نے اپنے ذاتی مقدور کو ایجاد کیا۔ تو اس کی قدرت نافذ ہو گئی اور جس کی قدرت نافذ ہو جائے وہ عاجز نہیں ہوتا۔ باقی رہا شریک تو اس کی قدرت تو نافذ ہی نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کی قدرت تو قدرت غیر کی وجہ سے زائل ہو گئی۔ پس اس کے لئے عاجز ہونا لازم ہوا۔

۲: اَللّٰهُ الصَّمَدُ (اللہ بے نیاز ہے) صَمَدٌ کا وزن فَعْلٌ بمعنی مفعول ہے۔ یہ صمد الیہ سے بنا ہے جبکہ اس کا قصد کریں الصمد ایسا آقا جو حوائج میں مقصود الیہ ہو۔ معنی یہ ہوا۔ وہ اللہ جس کو تم پہچانتے ہو۔ اور اس کا اقرار کرتے ہو کہ وہ آسمانوں اور زمین کا خالق ہے۔ اور تمہارا خالق ہے۔ وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں وہی ذات ہے کہ ہر مخلوق جس کا قصد کرتی ہے اور اس سے کوئی مستغنی نہیں وہ خود ان سب سے غنی ہے۔

۳: لَمْ يَلِدْ (اس کے اولاد نہیں) کیونکہ اس کا کوئی ہم جنس نہیں یہاں تک کہ اس کی جنس میں سے بیوی ہو اور پھر تو والد کا سلسلہ ہو۔ اس معنی پر دلالت اس ارشاد میں ہو رہی ہے۔ اَنّٰی يَكُوْنُ لَهٗ وَّلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَهٗ صَاحِبَةً [الانعام: ۱۰۱] اَوَّلَمْ يُوْلَدُ (اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے) کیونکہ ہر مولود محدث اور جسم ہے اور اس کی ذات تو قدیم ازلی ابدی ہے۔ اس کے وجود کی ابتدا نہیں۔ اس لئے کہ اگر وہ قدیم نہ ہوتا تو حادث ہوتا کیونکہ اس کے درمیان واسطہ نہیں۔ اور اگر حادث ہوتا تو ایک محدث کا محتاج ہوگا اسی طرح

دوسرے اور تیسرے، چوتھے کا یہ تسلسل تک پہنچے گا جو کہ باطل ہے۔

اور وہ جسم بھی نہیں کیونکہ وہ تو مرکب کا نام ہے اس صورت میں پھر ہر جزء صفت کمال سے متصف ہوگا تو ہر جزء الہ بن گیا۔ اس سے ایک الہ کا قول اسی طرح باطل ہو جاتا ہے جیسا دو الہ کے ماننے سے باطل ہوتا ہے۔ یا پھر ہر جزء متصف بکمال نہ ہوگا۔ بلکہ اپنی اضداد کے ساتھ حدت کی علامتوں میں سے ہوگا اور وہ محال ہے۔

۴: وَلَمْ يَكُنْ لَكَ كُفُوًا اَحَدٌ (اور نہ کوئی اس کے برابر کا ہے) اس کا کوئی مماثل نہیں۔

قریش مکہ کا سوال:

قریش مکہ نے تو آپ سے سوال کیا اپنے رب کی صفات بیان کرو تو آپ کو یہ سورت وحی کی گئی جو کہ اللہ تعالیٰ کی صفات پر مشتمل ہے۔ ہوا اللہ سے اشارہ فرمایا کہ وہ اشیاء کا خالق اور نئے سرے سے ایجاد کرنے والا ہے۔ اور اس کے ضمن میں اس کا یہ وصف بیان کر دیا کہ وہ قادر عالم ہے۔ کیونکہ تخلیق قدرت و علم کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ یہ سلسلہ تخلیق انتہائی احکام اور اتساق و انتظام سے ہو سکتا ہے۔

اور اس میں اس کی صفت حیات بھی بیان کر دی کہ وہ زندہ ہے کیونکہ جو قدرت و علم کی صفات سے متصف ہوگا اس کے لئے حیا ہونا ضروری ہے۔ اور اسی میں اس کی صفت سمع، بصر، ارادہ، تکلم کو ذکر کر دیا کہ وہ ان صفات کمالیہ سمع، بصیر، مرید، متکلم سے متصف ہے اگر وہ ان سے موصوف نہ ہو تو پھر ان کی اضداد سے موصوف ہونا لازم آئے گا۔ اور وہ تمام عیوب ہیں۔ اور نقائص حدت کی علامات میں سے ہے۔ پس ناممکن ہے کہ قدیم ذات ان عیوب سے متصف ہو۔

احد: اس میں اس کی صفت وحدانیت ذکر کی۔ اور شرکاء کی نفی کی گئی ہے۔ اور یہ کہ وہ معدومات کی ایجاد میں وہ اکیلا ہے۔ اور خفیات کے علم میں یکتا ہے۔ الصمد: میں اس کی یہ صفت بیان فرمائی کہ تمام اس کے محتاج ہیں اور وہ غنی ہے جسے کسی کی محتاجی نہیں پس ہر ایک اسی ہی کا محتاج ہوگا۔ لم یلد: اس میں مشابہت اور جنسیت کی نفی ہے۔

لم یولد: حدوث کی نفی ہے۔ اور قدیم ہونے کی صفت بیان کی گئی اور اولیت کی صفت ذکر کی گئی۔

وَلَمْ يَكُنْ لَكَ كُفُوًا اَحَدٌ اس میں مماثلت کی نفی ہے۔

ایک خیال:

سوال: جس نے یہ خیال کیا کہ کفو بمعنی مثل سے زمانہ ماضی کی نفی تو ثابت ہوئی حال کی نفی نہیں حالانکہ کفار تو حال کی نفی کے مدعی تھے؟

جواب: یہ خیال کرنے والا! اپنی گمراہی میں ڈوبا ہوا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب ماضی میں اس کا مماثل نہیں تو حال میں مماثل کا نہ ہونا ضرور ماننا پڑے گا کیونکہ حادث تو قدیم کا مماثل بن نہیں سکتا۔ اور کفار کے کلام کا حاصل اور نچوڑ تو شرک و کفر، تشبیہ، تعطیل کی طرف لے جانا ہے۔ اور اس سورت نے ان تمام کی نفی کر دی جیسا ہم نے پختہ ثابت کیا۔

سیبویہ کا انداز:

ظرف مستقر ہو یعنی خبر ہو تو اس کا مقدم کرنا جائز ہے بلکہ مستحسن ہے۔ کیونکہ جب وہ محتاج الیہ ہے تو اس کو مقدم کیا گیا تاکہ ابتداءً معلوم ہو کہ یہ خبر ہے زائد نہیں۔ اور اس کا مؤخر کرنا اس وقت مستحسن ہے جبکہ وہ ظرف لغو ہو۔ زائد ہو۔ کیونکہ فضلات تاخیر کے مستحق ہیں۔ البتہ فصیح ترین کلام میں ان کو مقدم کیا جاتا ہے۔ کلام یہاں ذات باری تعالیٰ سے بدلے کی نفی کیلئے لایا گیا ہے اور اس معنی کا مرکزی ظرف ہے پس اس کا مقدم کرنا ضروری تھا۔

ابو عمر و کا مزاج:

ابو عمر واحد پر وقف کرتے۔ اور وصل کو مناسب خیال نہ کرتے تھے۔ عبد الوارث کہتا ہے کہ ہم نے قراء کو اسی طرح پایا جب ملایا جائے تو مکسورتونین سے ملاتے ہیں یا پھر تنونین کو حذف کر دیتے ہیں۔ جیسا کہ عزیز ابن اللہ [التوبہ: ۳۰] کی قراءت ہے۔ عزیز ابن اللہ۔ کُفُوا فَاَسَاكِن اور حمزہ یہ خلف و حمزہ کی قراءت ہے۔ حفص نے کُفُوا کو مشقلہ غیر مہوزہ پڑھا اور دیگر قراء نے مشقلہ مہوزہ پڑھا ہے۔ حدیث میں وارد ہے جس نے سورت اخلاص پڑھی اس نے گویا ثلث قرآن پڑھا۔

(رواہ النسائی فی عمل الیوم واللیلہ: ۱۱۸)

کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی صفات کا تذکرہ اور نمبر ۲۔ اوامر و نواہی۔ نمبر ۳۔ قصص و مواعد ہیں اور یہ اکیلی سورت توحید و صفات باری تعالیٰ کو بیان کر رہی ہے۔ پس قرآن کے مضامین کا تیسرا حصہ اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔

ایک دلیل ہے:

اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ علم توحید اعلیٰ ترین علم ہے اور ایسا کیونکر نہ ہوتا جبکہ علم معلوم کے ساتھ شرف والا بنتا ہے۔ اور معلوم کے حقیر ہونے سے حقیر ہوتا ہے۔ اور توحید کے علم کا معلوم ذات باری تعالیٰ اور اس کی صفات ہیں اور جن کا اطلاق اس پر ہوتا ہے۔ اور جن کا اطلاق اس پر درست نہیں۔ پس تمہارا کیا خیال ہے۔ اس کے مرتبہ کی بلندی اور جلالت قدر کے متعلق۔

دُعَاة مفسر رحمہ اللہ:

اللهم احشرونا فی زمرة العالمین بك و العالمین لك، الراجین لثوابك، الخائفین عن عقابك، المکرمین بلقاءك۔ آمین ثم آمین۔

حضرت محمد ﷺ نے ایک شخص کو قتل ہوا اللہ احد پڑھتے سنا تو فرمایا واجب ہو گئی۔ آپ سے پوچھا گیا۔ کیا واجب ہو گئی آپ نے فرمایا اس کیلئے جنت واجب ہو گئی۔ (رواہ الترمذی ص: ۲۸۹۷)

تمت سورة الاخلاص ببركة ذاته وكمال صفاته

سُورَةُ الْفَلَقِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ خَمْسُ آيَاتٍ

سورۃ الفلق مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں پانچ آیات ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝۱ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝۲ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ ۝۳ وَمِنْ

آپ یوں کہئے کہ میں صبح کے رب کی پناہ لیتا ہوں ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا فرمائی اور اندھیری کے شر سے جب وہ آجائے اور

شَرِّ النَّفَّاثَاتِ فِي الْعُقَدِ ۝۴ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ ۝۵

گرہوں پر پھونکنے والیوں کے شر سے اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرنے لگے۔

۱: قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ (آپ کہیے میں صبح کے مالک کی پناہ لیتا ہوں) الفلق صبح یا مخلوق یا جہنم کی وادی کا نام ہے۔ یا جہنم کے ایک کنوئیں کا نام ہے۔

۲: مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ (تمام مخلوقات کے شر سے) ما خلق سے آگ یا شیطان مراد ہے۔
نَجْوَى: ما موصولہ اور ضمیر عائد محذوف ہے ما مصدریہ خلق بمعنی مخلوق۔

قرأت: ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے من شر کو تنوین سے پڑھا اس صورت میں ما فعل کے ساتھ مل کر تاویل مصدر سے موضع جر میں شر سے بدل بنے گا تقدیر کلام یہ ہوگی: من شر خلقہ ای من خلق شر بری مخلوق سے۔ یا ما زائدہ ہے۔

۳: وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ (اور اندھیری رات کے شر سے جب وہ رات آجائے) الغاسق: رات کو کہتے ہیں جبکہ اس کا اندھیرا گہرا ہو جائے۔ وقب: اندھیرے کا ہر چیز میں داخل ہونا۔

قول عائشہ رضی اللہ عنہا:

رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر چاند کی طرف اشارہ فرمایا اور ارشاد فرمایا تو اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ اس کے شر سے فائدہ الغاسق اذا وقب۔ یہی تو وہ اندھیرے والا ہے جب اندھیر ہو جائے۔ چاند کا اندھیر ہونا گرہن کی وجہ سے سیاہ ہونا ہے۔

(رواہ الترمذی: ۳۳۶۶)

نفوس ساحر:

۴: وَمِنْ شَرِّ النَّفَّاثَاتِ فِي الْعُقَدِ (اور گرہوں پر پڑھ پڑھ کر پھونکنے والیوں کے شر سے) النفاثات: نمبر ۱۔ عورتیں، نمبر ۲۔ نفوس

نمبر ۳۔ ساحروں کی جماعتیں جو دھاگوں پر پھونک مار کر گرہ لگاتی ہیں اور اس سے تعویذ گنڈا کرتی ہیں۔ النفث ایسی پھونک جس میں تھوک کی ملاوٹ نہ ہو۔

ردِ معتزلہ:

اس میں معتزلہ کی تردید ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ سحر کا کوئی وجود نہیں اور اس کا اثر بھی ظاہر نہیں ہوتا۔

۵: وَ مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ (اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرنے لگے) یعنی جب وہ اپنا حسد ظاہر کرے اور اس کے مقتضی کے مطابق عمل کرے کیونکہ جب وہ ظاہر نہیں ہوگا تو پھر اس کا ضرر محسوس نہ ہوگا۔ بلکہ وہ خود اس کے اپنے نفس کیلئے نقصان اور غم کا باعث بنے گا۔ حسد دوسرے کے ہاں کسی بھلائی کو دیکھ کر اس پر افسوس اور تمنائے زوال کرنا۔ نکتہ: ما خلق کے شر سے استعاذہ کے بعد ان اشیاء سے استعاذہ اس بات کو ظاہر کر رہا ہے کہ ان کا شر بہت شدید ہے اور سب سے آخری شر جس سے استعاذہ کیا گیا وہ حسد ہے۔ اس سے بتلایا کہ یہ شر میں ان سب سے اعظم تر ہے۔ یہ وہ پہلا گناہ ہے جس کے ذریعہ ابلیس نے آسمانوں میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور زمین میں سب سے پہلے قابیل سے ظاہر ہونے والا گناہ ہے۔ بعض مستعاذ منہ کو معرفہ اور بعض کو نکرہ لایا گیا کیونکہ تمام پھونکیں مارنے والیاں شریروں کی پارٹیاں ہیں اسی لئے النفاثات کو معرفہ لائے اور غاسق کو نکرہ ذکر کیا کیونکہ ہر غاسق میں شر نہیں۔ بعض میں شر ہوتا ہے اور وہ بھی ایک دوسرے کے مقابلہ میں کم زیادہ ہوتا ہے۔ اسی طرح ہر حاسد نقصان پہنچانے والا نہیں۔ بعض حسد پسندیدہ ہیں جیسا بھلائی کے کاموں میں رشک کرنا۔ اور ایک دوسرے پر سبقت لے جانا۔

تمت سورة الفلق بعظمة فالق الا صباح

سُوْرَةُ النَّاسِ مَكْتَبَةٌ وَهِيَ سِتُّ آيَاتٍ

سورة الناس مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں چھ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۱ مَلِكِ النَّاسِ ۲ اِلٰهِ النَّاسِ ۳ مِنْ شَرِّ

آپ یوں کہیے کہ میں لوگوں کے رب کی پناہ لیتا ہوں جو لوگوں کا بادشاہ ہے لوگوں کا معبود ہے ۳۔

الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ۴ الَّذِي يُّوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۵ مِنْ

ڈالنے والے کے شر سے جو پیچھے ہٹ جانے والا ہے جو لوگوں کے سینوں میں وسوسہ ڈالتا ہے جنات

الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۶

میں سے اور انسانوں میں سے۔

۱: قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ (آپ کہیے کہ میں آدمیوں کے مالک کی) ان کا مربی اور ان کا مصلح۔

۲: مَلِكِ النَّاسِ (آدمیوں کے بادشاہ) ان کے مالک اور ان کے امور کے مدبر و منظم۔

۳: اِلٰهِ النَّاسِ (آدمیوں کے معبود کی پناہ لیتا ہوں) ان کا معبود

نکتہ: نمبر: آیات میں مضاف الیہ کو ایک مرتبہ ظاہر کرنے پر اکتفاء نہیں فرمایا کیونکہ ملک الناس، الہ الناس۔ یہ دونوں رب الناس کے عطف بیان ہیں کیونکہ عربوں کی بولی میں رب اور ملک کی نسبت لوگوں کی طرف کی جاتی رہتی ہے۔ مگر الہ الناس معبود ہونا یہ اسی ذات کی خصوصیت ہے۔ اس میں کسی کی شراکت و سہامت نہیں ہے۔ اور عطف بیان آتا ہی بیان وضاحت کیلئے ہے پس اظہار مضاف الیہ ضروری تھا نہ کہ اضمار۔

نمبر ۲۔ رب کی نسبت خصوصاً الناس کی طرف کی گئی۔ اگرچہ وہ رب کل شئی ہے یہ انسانوں کو شرف بخشنے کیلئے ایسا کیا گیا اور اس لئے بھی کہ استعاذہ تو لوگوں کے دلوں میں موسوس کے شر کے سبب سے واقع ہوا پس الناس کا ذکر مناسب ہے۔ گویا اس طرح فرمایا: اعوذ من شر الموسوس الی الناس برہم الذی یملک علیہم امور ہم وهو الہہم و معبود ہم میں وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جو لوگوں میں ان کے اس رب کے متعلق وسوسہ ڈالتا ہے جو کہ ان کا مالک امور ہے اور وہی ان کا الہ اور وہی ان کا معبود ہے۔

ایک قول یہ ہے:

کہ پہلے الناس سے مراد اطفال ہیں۔ ربوبیت کا معنی اس پر دلالت کرتا ہے۔ دوسرے الناس سے نو جوان ہیں لفظ ملک جو حکم چلانے کو ظاہر رکھتا ہے وہ اس پر دلالت کر رہا ہے۔ اور تیسرے الناس سے بوڑھے مراد ہیں۔ اور لفظ الہ جو عبادت کی خبر دینے والا ہے وہ اس پر دلالت کر رہا ہے۔ اور چوتھے الناس سے صالحین مراد ہیں۔ اس لئے کہ شیاطین انہی کو اغواء کرنے کے زیادہ درپے ہوتے ہیں۔ اور پانچویں الناس سے مراد مفسدین ہیں۔ کیونکہ اس کا عطف معوذ منہ (جس سے پناہ مانگی جا رہی ہے) اس پر ہے۔ (یعنی الجن)

۴: مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ (وسوسہ ڈالنے والے) الوسواس یہ اسم ہے جو کہ الوسوسہ کے معنی میں ہے اس کی نظیر الزلزال بمعنی زلزلہ ہے۔ باقی مصدر وسواس کسرۃ واو کے ساتھ ہے جیسے زلزال۔ اور اس سے مراد شیطان ہے۔ مصدر بول کر اس کا نام رکھا گیا گویا وہ فی نفسہ وسوسہ ہے کیونکہ یہ اس کا وہ مشغلہ ہے۔ جس میں وہ ہر وقت مصروف و مستغرق ہے۔ یا مراد ذوالوسواس ہے۔ الوسوسہ ہلکی آواز۔

الْخَنَّاسِ (پیچھے ہٹ جانے والے کے شر سے) جس کی عادت یہ ہو کہ وہ وسوسہ ڈال کر پیچھے ہٹ جائے۔ یہ الخنوس سے بنا ہے۔ جس کا معنی متاخر ہونا۔ جیسا العواج والجنات۔

سعید بن جبیر رحمہ اللہ کا قول:

جب انسان اپنے رب کو یاد کرتا ہے تو شیطان پیچھے ہٹتا اور مڑ کر بھاگ جاتا ہے اور جب وہ اس کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے تو واپس لوٹ کر پھر اس کو وسوسہ ڈالتا ہے۔

۵: الَّذِي يُوسِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ (جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے)

نَحْوُ: یہ صفت ہونے کی وجہ سے محلاً مجرور ہے۔ نمبر ۲۔ محل رفع میں ہے۔ نمبر ۳۔ شتم کی بناء پر محل نصب میں ہے۔ ان چھپلی دونوں صورتوں میں الخناس پر وقف کرنا اچھا ہے۔

۶: مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ (خواہ وہ جن ہو یا آدمی) یہ الذی یوسوس کا بیان ہے شیطان دو قسم کے ہیں۔ نمبر ۱۔ جنی۔ نمبر ۲۔ انسی، جیسا فرمایا: شَيَاطِينِ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ [الانعام: ۱۱۲]

قول ابو ذر رضی اللہ عنہ:

انہوں نے ایک آدمی کو فرمایا: هل تعوذت بالله من شیطان الانس۔ کیا تم نے اللہ تعالیٰ کی پناہ شیطان انس سے مانگی ہے۔ روایت میں ہے آپ ﷺ پر سحر کی گئی جس کی وجہ سے آپ بیمار ہو گئے پس آپ کے ہاں دو فرشتے آئے۔ جبکہ آپ سو رہے تھے ایک نے دوسرے کو کہا ان کو کیا ہوا؟ دوسرے نے کہا ان پر سحر ہوا۔ اس نے سوال کیا کس نے کیا؟ دوسرے نے کہا لبید بن

اعصم یہودی نے، اس نے کہا کس چیز سے سحر کیا۔ اس نے کہا کنگھی کے دندانے اور بال ایک گائے کو کھود کر ذی اروان کے کنوئیں میں ایک پتھر کے نیچے رکھے گئے ہیں۔ اس پر آپ جاگ گئے پھر زبیر، علی و عمار رضی اللہ عنہم کو بھیجا انہوں نے کنوئیں سے پانی نکالا اور کھودی ہوئی لکڑی کو جب نکالا تو اس میں کنگھی کے دندانے اور بال مبارک تھے۔ اس میں بالوں کو گیارہ گرہیں لگی تھیں۔ جن میں سوئیاں چھوئی گئیں تھیں۔ پس یہ دونوں سورتیں نازل ہوئیں۔ جب جبرئیل علیہ السلام ایک آیت پڑھتے تو ایک گرہ کھل جاتی یہاں تک کہ آپ ﷺ آخری گرہ کھلنے پر اٹھ کھڑے ہوئے۔ گویا کوئی بندھن کھل گیا ہے۔ جبرئیل علیہ السلام کہنے لگے

باسم اللہ ارقیک واللہ یشفیک من کل داء یؤذیک۔ [رواہ البخاری: ۵۷۶۶، مسلم: ۲۱۸۹]

مَسْتَلَّةٌ: اسی لئے کتاب اللہ اور کلام رسول ﷺ سے رقیہ کو جائز قرار دیا گیا۔ سریانی اسی طرح عبرانی، ہندی وغیرہ زبان سے جائز نہیں اس کا اعتقاد و اعتماد نہ حلال ہے نہ درست۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا و اقوالنا ومن شر ما عملنا و ما لم نعمل ونشهد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ، ونشهد ان محمدًا عبده ورسوله ونبیہ و صفیہ ارسلہ (بالہدی و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون [التوبہ: ۳۳]) و صلی اللہ علی سیدنا محمد و علی الہ مصابیح الانام و اصحابہ مفاتیح دار السلام واللہ اعلم بالصواب والیہ الملجأ والمآب۔

مفسر رحمہ اللہ کی اس عبارت کو دعائیہ اختتامی عبارت ہونے کی وجہ سے اسی طرح لکھ دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی اس بیش خدمت تفسیر کا ترجمہ اس ناکارہ خلق سے کروا کر اس پر عظیم احسان فرمایا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن میزانِ عمل میں اس کو ثقل اور حشر و قبر کی حاضری میں تخفیف کا باعث بنائے۔

اور ناشر جناب مکرم! خالد مقبول اور ان کے والدین کو بہترین اجر سے نوازے۔ آمین ثم آمین

تمت سورة الناس بعظمة فالحق الا صباح

(یوم الخمیس قبل صلوٰۃ العصر ۲۶ ربیع الثانی ۱۴۲۳ھ)

قاری محمد اشرف خوشابی

تاریخ _____

حوالہ نمبر _____

رجسٹرڈ پروف ریڈر محکمہ اوقاف - حکومت پنجاب

الحمد للہ - میں نے مکتبۃ العلم کی شائع کردہ اس نفیس مدارک

کے عربی متن کو حرفاً حرفاً بخور پڑھا ہے اور میں تصدیق

کرتا ہوں کہ اب اسکے متن میں کوئی کمی بیشی نہیں ہے

اور لفظی و اعرابی غلطی کا امکان نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ



مستقل پتہ چک نمبر 10/163 ایم بی

تحصیل و ضلع خوشاب فون: 0301-4984297

عاشی پتہ امام/خطیب جامع مسجد کوہ نور رائیونڈ ٹیکسٹائل ملز،

رائیونڈ مانگا روڈ - لاہور